



تفہیم دین محمد ﷺ



تَفْسِيرُ كَمَالِيْنَ

شرح اَرْدُو

تَفْسِيرُ جَلَالِيْنَ

شرح
حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحب
استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

تفسیر
علامہ جلال الدین محلی و علامہ جلال الدین سیوطی

دارالانشاء

اردو بازار ایم ایف بیچل روڈ کراچی پاکستان 021-32213768



تَفْسِيرُ كَمَالَيْنِ

شرح اُردُو

تَفْسِيرُ جَلَالَيْنِ

جلد اول

پارہ ۱ تا پارہ ۵

سورة البقرة، ال عمران، النساء

تَفْسِيرُ

عَلَامَةُ جَلَالِ الدِّينِ مُحَلِّيٍّ وَّ عَلَامَةُ جَلَالِ الدِّينِ سَيُوطِيٍّ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحب مدظلہم

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

مکتبہ

دارالاشاعت

اُردُو بازار ایم ای جٹ روڈ کراچی پاکستان 2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

پاکستان میں جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین ۶ جلد مترجم و شارح مولانا نعیم الدین اور کچھ پارے مولانا انظر شاہ صاحب کی تصنیف کردہ کے جملہ حقوق ملکیت اب پاکستان میں صرف خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی کو حاصل ہیں اور کوئی شخص یا ادارہ غیر قانونی طبع و فروخت کرنے کا مجاز نہیں۔ سینٹرل کاپی رائٹ رجسٹرار کو بھی اطلاع دے دی گئی ہے لہذا اب جو شخص یا ادارہ بلا اجازت طبع یا فروخت کرتا پایا گیا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ ناشر

انڈیا میں جملہ حقوق ملکیت وقار علی مالک مکتبہ تھانوی دیوبند کے پاس رجسٹرڈ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : ایڈیشن جنوری ۲۰۰۸ء

ضخامت : ۶ جلد صفحات ۳۲۲۳

تصدیق نامہ

میں نے ”تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین“ کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔ اب الحمد للہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)
نمبر جاریہ R.ROAUQ 2002/338
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ



23/08/06

..... ملنے کے پتے

ادارہ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی	ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت القرآن اردو بازار کراچی	مکتبہ امدادیہ بی بی ہسپتال روڈ ملتان
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 ویب روڈ سبیلہ کراچی	کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد	مکتبہ المعارف محلہ جنگلی۔ پشاور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW.

یہ پاکستانی طبع شدہ ایڈیشن صرف انڈیا یا یکسپورٹ نہیں کیا جاسکتا

اجمالی فہرست

جلد اول پارہ نمبر اول تا پنجم

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
		۲۵	حرف آغاز
۳۵	پارہ الم	۲۷	حمد کی مکمل تحقیق
۳۵	فضائل سورۃ بقرہ	۲۷	اسلام اور حمد میں چولی دامن کا ساتھ
۳۵	شان نزول	۲۸	حمد و ثناء، مصلوٰۃ و سلام کی عقلی وجہ
۳۶	مقطعات قرآنیہ کی تحقیق	۲۸	حکام دنیا اور پیشوایان مذہب
۳۶	ہر محکمہ کے مخصوص اسرار اور خاص اصطلاحات ہوتی ہیں	۲۸	علمائے امت آل نبی ہیں
۳۷	کتاب ہدایت	۲۹	جلالین کی خصوصیات
۳۸	قرآن شہادت سے پاک ہے	۲۹	صاحب جلالین کے تراجم
۳۸	قرآنی تقویٰ	۲۹	جلالین کا مرتبہ
۳۹	درجات تقویٰ	۳۰	مسلمانوں کا بے مثل کارنامہ
۴۰	مؤمنین کی قسمیں	۳۰	سورت و آیت کی تحقیق
۴۰	ایمان بالغیب	۳۰	قرآن پر ایک سرسری نظر
۴۰	ایمان بالغیب کی فضیلت	۳۱	سورتوں کی تفصیل
۴۱	حقیقی نماز	۳۱	جلالین کی رائے
۴۱	زکوٰۃ کی حقیقت	۳۱	سورتوں کے نام
۴۱	ٹیکس مشکل ہے یا زکوٰۃ	۳۱	قرآن کی ترتیب
۴۱	زکوٰۃ علمی	۳۲	تعوذ و تسمیہ
۴۲	انبیاء کی تصدیق	۳۲	ترکیب
۴۲	دو نکتے	۳۲	فضائل بسم اللہ
۴۳	متقین کی کھلی پہچان	۳۳	شان نزول بسم اللہ
۴۳	معتزلہ کا رد	۳۳	کیا بسم اللہ کے باب میں آپ نے دوسرے مذاہب کی تقلید کی ہے
۴۴	ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۳	احکام بسم اللہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۶۵	عہد خدواندی	۴	تبلیغ کا فائدہ
۶۷	عالم کی چار حالتیں	۴۴	بے ایمانی کا الزام خدا پر نہیں بندوں پر ہے
۶۷	ایک شبہ اور اس کا جواب	۴۵	خدائی مہر
۶۸	حضرت آدم اور عالم کی پیدائش	۴۵	نیکی اور بدی کا فلسفہ
۶۹	خلافت الہی	۴۶	شبہات کا ازالہ
۶۹	تخلیق انسان کی حکمت	۴۸	نفاق کی قسمیں
۷۱	سجدہ آدم کی حقیقت	۴۸	اسلام کے بدترین دشمن
۷۲	شیطان کون ہے؟	۴۹	دل کے روگی
۷۲	انتظامی قابلیت کا معیار	۵۱	رابط و شان نزول
۷۲	نیابت الہی کا اہل انسان ہے نہ کہ فرشتے	۵۱	منافقین کی بہادری
۷۳	ازالہ شبہات	۵۴	قرآنی مثالیں
۷۳	دنیا کا سب سے پہلا مدرسہ اور معلم و متعلم	۵۴	تکوینی و تشریحی اسباب
۷۳	جلسہ انعامی یا جشن تاج پوشی	۵۵	ایک شبہ اور اس کا جواب
۷۴	قیاس شیطانی اور قیاس فقہی کا فرق	۵۶	عبادت اور احسانات الہی
۷۴	موحد اعظم کون تھا؟	۵۶	توحید ہی بنیاد عبادت ہے
۷۶	جنت کے شاہی محلات	۵۶	شاہی محاورے
۷۶	شیطان کا تانا بانا	۵۷	ہر چیز میں حلت اصل ہے
۷۶	حضرت آدم و حوا کی سادہ لوحی	۵۷	زمین گول ہے یا چپٹی
۷۷	شیطانی اثرات	۵۷	قرآن کا موضوع
۷۷	بیوقوفوں کی جنت	۵۸	نزول و تنزیل کا فرق
۷۷	حفاظت حدود	۵۹	خدائی چیلنج اور دشمن کا اعتراف شکست
۷۹	بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش	۶۰	معجزات انبیاء
۷۹	اول کا فر نہ بنو	۶۰	خدا کے دشمنوں میں کھلبلی
۷۹	قرآن فروشی	۶۰	کہ اچلا ہنس کی چال
۷۹	تعلیم اور اذان و اقامت پر اجرت	۶۱	قرآن کی بہار تازہ
۸۰	دین فروشی و فتویٰ نویسی	۶۲	رابط و شان نزول
۸۰	ایفاء عہد	۶۲	عالم میں خیر و شر
۸۱	عبادات اور محبت صالحین کی اہمیت	۶۳	جنت و جہنم کی حقیقت
۸۲	حب جاہ اور حب مال کا بے نظیر علاج	۶۳	پتہ پی اور جاہل صوفی
۸۲	نماز دشوار کیوں ہے؟	۶۵	مثال کی حقیقت اور اس کا فائدہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۹۹	مسخ معنوی و روحانی	۸۲	اطائف آیات
۱۰۱	نیکی توکل اور والدہ کی خدمت کی برکت	۸۳	بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش
۱۰۲	واقعہ کی ترتیب قرآنی	۸۴	ایک اشکال اور اس کی سادہ توجیہ
۱۰۲	حیات بعد الموت	۸۴	مصیبت سے بچنے کے چار راستے
۱۰۲	دو شبے اور ان کا جواب	۸۴	انکار شفاعت اور اس کا جواب
۱۰۲	سرمدی زندگی	۸۴	اصل بگاڑ کی جز اور بنیاد
۱۰۳	آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی پتھر	۸۶	قرآن میں مکرر اور غیر مکرر واقعات کا فلسفہ
۱۰۳	ایک اشکال اور اس کا حل	۸۶	قرآن کریم اور دوسری آسمانی کتابوں میں اختلاف بیان
۱۰۵	یہود کی تین جماعتیں	۸۷	بنی اسرائیل کا دور غلامی
۱۰۶	خوابوں کی جنت	۸۷	غلامی سے نجات
۱۰۶	علماء سوء کا قصور	۸۷	قوم کے دو موسیٰ جن کا نام ایک اور کام مختلف
۱۰۷	کتابت قرآن پر اجرت	۸۹	لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے
۱۰۸	خیال آفرینیاں	۹۰	اللہ کا دیدار اور معتزلہ و نیچری
۱۰۸	معیار کامیابی	۹۰	توکل اور ذخیرہ اندوزی
۱۰۸	معتزلہ پر رد	۹۰	گناہوں کے ساتھ نعمتیں، خدا کی طرف سے ڈھیل ہے
۱۰۹	اللہ کی بندگی کے بعد والدین کی اطاعت و خدمت	۹۱	انعام خداوندی کی ناقدری کا نتیجہ
۱۱۰	ترجمہ	۹۲	بیماریوں اور وباؤں کا حقیقی سبب
۱۱۱	ترکیب و تحقیق	۹۴	الگ تھلگ رہنے کی کافرانہ ذہنیت
۱۱۱	رابط	۹۴	نیچری تاویل
۱۱۱	﴿تشریح﴾ معاہدہ کی بقیہ دفعات	۹۴	یہود کی ذلت
۱۱۲	ایک شبہ اور اس کا جواب	۹۴	انبیاء کا قتل ناحق
۱۱۲	دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ	۹۵	عوام و خواص کا فرق
۱۱۳	ترکیب و تحقیق	۹۶	ایک شبہ اور اس کے تین جواب
۱۱۳	رابط	۹۷	قانون اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں
۱۱۳	﴿تشریح﴾ بغیر توفیق الہی خوارق بھی کارآمد نہیں	۹۷	علماء سوء اور غلط کار مشائخ
۱۱۳	ایک نکتہ	۹۷	نیچری تاویل
۱۱۵	ترکیب و تحقیق	۹۷	جبریہ تبدیلی مذہب
۱۱۶	رابط	۹۷	دنیاوی حکومت کا طرز عمل
۱۱۶	﴿تشریح﴾ صحیح اور غلط عقیدت کا فرق	۹۸	مچھلی کا شکار
۱۱۶	ایک شبہ کا ازالہ	۹۹	ڈارون کا نظریہ ارتقاء

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۲۹	اساتذہ اور مشائخ کا جواب	۱۱۷	مؤمن کی تہذیب اور کافر کی تعذیب
۱۲۹	ترجمہ	۱۱۷	جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے
۱۳۰	ترکیب و تحقیق	۱۱۸	ترجمہ
۱۳۰	ربط و شان نزول	۱۱۸	ترکیب و تحقیق
۱۳۰	﴿تشریح﴾ انکار نسخ	۱۱۹	ربط
۱۳۱	بعض مفسرین کی رائے	۱۱۹	﴿تشریح﴾ بد عملی کی انتہاء
۱۳۱	عام علماء کی رائے	۱۱۹	کلام الہی میں تکرار
۱۳۱	نسخ کے دو معنی	۱۲۰	صحیح اور غلط عقیدہ کا فرق
۱۳۱	نسخہ جات کی طرح احکام میں بھی تبدیلی ضروری ہے	۱۲۰	خدائی فیصلہ
۱۳۱	شرائط نسخ	۱۲۰	شبہات اور ان کا جواب
۱۳۲	معتزلہ کا اختلاف	۱۲۱	علامت ولایت
۱۳۲	نسخ کے حدود	۱۲۱	ترجمہ
۱۳۲	نسخ کیلئے تاریخ کا تقدم و تاخر	۱۲۲	ترکیب و تحقیق
۱۳۳	متقدمین و متاخرین کی اصلاحات کا فرق	۱۲۲	ربط
۱۳۳	ترجمہ	۱۲۳	﴿تشریح﴾ اللہ والوں سے دشمنی کا انجام
۱۳۳	ترکیب و تحقیق	۱۲۳	قرآن کے الفاظ اور معنی دونوں کلام الہی ہیں
۱۳۳	ربط و شان نزول	۱۲۳	معاند کے لئے ہزار دلائل بھی بیکار ہیں
۱۳۳	﴿تشریح﴾ فرمائشی اور غیر فرمائشی معجزات کا فرق	۱۲۳	ترجمہ
۱۳۵	جہاد اور عفو و درگزر	۱۲۵	ترکیب و تحقیق
۱۳۵	ترجمہ	۱۲۶	ربط
۱۳۶	ترکیب و تحقیق	۱۲۶	﴿تشریح﴾ بابل کی جادوگری
۱۳۶	ربط و شان نزول و تشریح	۱۲۶	باروت و ماروت کا طریقہ تعلیم
۱۳۶	پیرزادوں کیلئے دعوت فکر	۱۲۶	اللہ فرشتے، پیغمبر الزام سے بری ہیں
۱۳۷	ترجمہ	۱۲۷	نقش سلیمانی
۱۳۷	ترکیب و تحقیق	۱۲۷	قصہ زہرہ و مشتری
۱۳۷	ربط و شان نزول	۱۲۷	نادر تحقیق
۱۳۸	﴿تشریح﴾ بیجا گروہ بندی کی مذمت	۱۲۷	سحر اور معتزلہ
۱۳۸	مشائخ کے لئے نکتہ فکر	۱۲۸	ترجمہ، ترتیب و تحقیق
۱۳۸	ترکیب و تحقیق	۱۲۸	﴿تشریح﴾ لفظی شرارت
۱۳۹	ربط و شان نزول	۱۲۹	بعض وقت جائز کام بھی ناجائز بن جاتا ہے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵۰	امامت کبریٰ کے معنی	۱۳۹	﴿ تشریح ﴾ مساجد کی تخریب
۱۵۱	معتزلہ اور روافض کا عقیدہ اور استدلال	۱۳۹	تعمیر مسجد
۱۵۱	عصمت انبیاء کے خلاف واقعات کی توجیہ	۱۴۰	مساجد کی قفل بندی
۱۵۲	خلافت ارشاد فی فاسق کونہ دی جائے گی	۱۴۰	ترجمہ
۱۵۲	اللہ کا حریم شاہی اور اس کے احکام	۱۴۱	ترکیب و تحقیق
۱۵۳	ترجمہ	۱۴۱	رابط و شان نزول، پانچ قول
۱۵۳	تحقیق و ترکیب	۱۴۲	﴿ تشریح ﴾ اللہ زمان و مکان نہیں ہے
۱۵۴	رابط	۱۴۲	کعبہ پرستی اور بت پرستی کا فرق
۱۵۴	﴿ تشریح ﴾ دعاء ابراہیمی اور اس کا مصداق	۱۴۲	بت پرستی کا جواز اور اس کے تین جواب
۱۵۴	سچا بیٹا ہی باپ کی دولت کا امین ہوتا ہے	۱۴۳	آیت کی توجیہات
۱۵۵	الائمة من قریش	۱۴۳	دعویٰ انبیت اور اس کا رد
۱۵۵	بقاء سلسلہ کی تمنا	۱۴۳	عقیدہ انبیت کی اصل
۱۵۶	ترجمہ	۱۴۳	مسائل حریت
۱۵۶	تحقیق و ترکیب	۱۴۳	تحقیق نادر
۱۵۷	رابط و شان نزول	۱۴۴	ترجمہ
۱۵۷	﴿ تشریح ﴾ طاعت ابراہیمی	۱۴۵	تحقیق و ترکیب
۱۵۸	حضرت ابراہیم یہودی تھے یا نصرانی یا مسلمان	۱۴۶	رابط و شان نزول
۱۵۸	غرور نسلی اور آبائی فخر کی برائی	۱۴۶	﴿ تشریح ﴾ معاندین کی کٹ جھٹی
۱۵۸	اچھوں سے انتساب اور رفع تعارض	۱۴۶	الہی گنگا
۱۵۹	معرفت حق موت اختیاری	۱۴۷	اصلاح و ہدایت کے لئے جوہر قابل کی ضرورت
۱۶۰	ترجمہ	۱۴۷	جس کو خود فکر اصلاح نہ ہو اس کے درپے نہ ہونا چاہئے
۱۶۰	تحقیق و ترکیب	۱۴۷	ترجمہ
۱۶۰	رابط و شان نزول	۱۴۷	تحقیق و ترکیب
۱۶۰	﴿ تشریح ﴾ ملت ابراہیمی کا منبع کون ہے	۱۴۷	رابط
۱۶۱	ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۴۷	﴿ تشریح ﴾ قرآن کا طرز تبلیغ اور تکرار
۱۶۱	ترجمہ	۱۴۸	ترجمہ
۱۶۲	تحقیق و ترکیب	۱۴۹	تحقیق و ترکیب
۱۶۲	رابط	۱۵۰	رابط و شان نزول
۱۶۲	﴿ تشریح ﴾ بڑائی کا پندار اور خوابوں کی دنیا	۱۵۰	﴿ تشریح ﴾ خدا کا امتحان
		۱۵۰	حضرت ابراہیم کی آزمائش

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۸۲	شہداء کو مردہ نہ سمجھو	۱۶۹	پارہ سيقول
۱۸۲	برزخی زندگی کا فرق	۱۶۹	ترجمہ
۱۸۲	انبیاء کی برزخی زندگی کے آثار	۱۶۹	تحقیق و ترکیب
۱۸۲	کیا اولیاء شہداء کی فضیلت میں شریک نہیں	۱۷۰	رابط و شان نزول
۱۸۳	شہداء کی قسمیں اور احکام	۱۷۱	﴿تشریح﴾ تحویل قبلہ کا حکمانہ جواب
۱۸۳	آزمائش الہی بھی مجاہدہ اضطراری ہے	۱۷۱	صراط مستقیم اور گمراہی
۱۸۳	ترجمہ	۱۷۲	امت محمدیہ کی شہادت پر تین شعبے
۱۸۳	تحقیق و ترکیب	۱۷۲	اعتدال امت محمدیہ
۱۸۵	رابط و شان نزول	۱۷۲	تحویل قبلہ ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ
۱۸۵	﴿تشریح﴾	۱۷۳	ترجمہ
۱۸۵	ترجمہ	۱۷۳	تحقیق و ترکیب
۱۸۶	تحقیق و ترکیب	۱۷۳	رابط و شان نزول
۱۸۶	رابط	۱۷۵	﴿تشریح﴾ تحویل قبلہ کے حکیمانہ جوابات (۱)
۱۸۶	شان نزول	۱۷۵	آنحضرت ﷺ کی شناخت بیٹوں سے بھی زیادہ ہے
۱۸۶	﴿تشریح﴾	۱۷۶	آفتاب آمد دلیل آفتاب
۱۸۶	علم المعاملہ کا اظہار اور علم الکافہ کا نامحرموں سے اخفاء ضروری ہے	۱۷۶	ترجمہ
۱۸۷	ترجمہ	۱۷۷	تحقیق و ترکیب
۱۸۸	تحقیق و ترکیب	۱۷۸	رابط و شان نزول
۱۸۹	رابط و شان نزول	۱۷۸	﴿تشریح﴾ تحویل قبلہ کا حکیمانہ جواب (۲)
۱۸۹	﴿تشریح﴾ وجود باری کی دلیل عقلی	۱۷۸	حکیمانہ جواب (۳)
۱۸۹	توحید باری کی دلیل عقلی	۱۷۹	عالمگیر نبی کا قبلہ مرکزی اور بین الاقوامی ہے
۱۹۰	اسلامی اصول عقلی ہیں فروع کا عقلی ہونا ضروری نہیں ہے	۱۷۹	بنائے ابراہیمی کا حقدار ابن ابراہیم ہی ہو سکتا ہے
۱۹۰	آسمانوں کے وجود کا سائنسی انکار	۱۷۹	قبلہ عشاق
۱۹۰	اللہ کی محبت کے ساتھ دوسروں کی محبت	۱۷۹	سیر سلوک کی انتہا نہیں ہے
۱۹۱	ترجمہ	۱۸۰	شرف صحبت
۱۹۲	تحقیق و ترکیب	۱۸۰	ذکر کا حقیقی ثمرہ
۱۹۲	رابط و شان نزول	۱۸۰	ترجمہ
۱۹۲	﴿تشریح﴾ خاص جانوروں کی حرمت و حلت	۱۸۱	تحقیق و ترکیب
۱۹۲	تقلید کفار اور تقلید فقہی کا فرق	۱۸۱	رابط و شان نزول
۱۹۳	اعتدال، اتباع مشائخ اور اکات روحانیہ	۱۸۱	﴿تشریح﴾ صبر کی طرح نماز سے بھی مصیبت کا اثر دور ہو جاتا ہے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۰۴	قصاص و دیت کی تفصیل	۱۹۳	ترجمہ
۲۰۴	انسانی مساوات	۱۹۴	تحقیق و ترکیب
۲۰۵	ترجمہ	۱۹۴	رابطہ و شان نزول
۲۰۵	تحقیق و ترکیب	۱۹۴	﴿تشریح﴾ حلال و طیب کس کو کہتے ہیں
۲۰۶	رابطہ و شان نزول	۱۹۵	تمام چیزیں اصل میں حلال ہیں
۲۰۶	﴿تشریح﴾ ترکہ میں رشتہ داروں کے ساتھ سلوک	۱۹۵	ذبح اضطراری
۲۰۷	وصیت ایک مقدس امانت ہے	۱۹۵	غیر کے نامزد جانوروں کی حرمت
۲۰۷	ترجمہ	۱۹۶	آیت ماندہ سے تائید
۲۰۸	تحقیق و ترکیب	۱۹۶	تفسیر احمدی کا جواب
۲۰۹	رابطہ و شان نزول	۱۹۶	اضطراری حالت اور شرعی رخصت
۲۰۹	﴿تشریح﴾ روزہ کی اہمیت و عظمت	۱۹۶	لذا مذ باعث شکر ہوں تو نعمت ہیں
۲۰۹	ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۹۷	ترجمہ
۲۰۹	روزہ کے ضروری احکام	۱۹۷	تحقیق و ترکیب
۲۱۰	ترجمہ	۱۹۸	رابطہ و شان نزول
۲۱۱	تحقیق و ترکیب	۱۹۸	﴿تشریح﴾
۲۱۲	رابطہ و شان نزول	۱۹۸	تاریخی شہادت یہ ہے کہ فتنہ فساد کی جڑ ہمیشہ علماء سوء رہیں گے
۲۱۲	﴿تشریح﴾ روزہ کلمہ شریعت میں تدریج	۱۹۹	ترجمہ
۲۱۲	روزوں کے لئے ماہ رمضان کی تخصیص	۱۹۹	تحقیق و ترکیب
۲۱۳	قرآن اور رمضان	۲۰۰	رابطہ و شان نزول
۲۱۳	رمضان اور قبولیت دعاء	۲۰۰	﴿تشریح﴾ اسلام سے پہلے عالمگیر مذہبی گمراہی
۲۱۳	سبب ادا اور سبب قضاء	۲۰۰	حجی خدا پرستی
۲۱۳	بیماری یا سفر اور روزہ	۲۰۰	چھ ابواب بر
۲۱۴	دعاء کے سلسلے میں اہل سنت اور معتزلہ کا نظریہ	۲۰۱	عورتیں رسول اور نبی نہیں ہوتیں
۲۱۴	قبولیت دعاء کے بارہ میں شبہ	۲۰۱	اصل اعتبار معنی کا ہے نہ کہ صورت کا اور بالذات محبت اللہ
۲۱۴	جوابات		کی ہونی چاہئے
۲۱۵	بعض دعاؤں کی نامقبولیت کیا بعض احکام کے رد کا باعث	۲۰۱	ترجمہ
	ہو سکتی ہے؟	۲۰۲	تحقیق و ترکیب
۲۱۵	ترجمہ	۲۰۲	رابطہ و شان نزول
۲۱۶	تحقیق و ترکیب	۲۰۳	﴿تشریح﴾ نفس انسانی کا احترام
۲۱۷	رابطہ	۲۰۴	گناہ کبیرہ سے انسان نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور نہ کافر

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۳۰	احصار کی شرح اور اس کے احکام	۲۱۸	شان نزول
۲۳۱	حج کی تین قسمیں اور احکام	۲۱۸	﴿تشریح﴾ روزہ کی پابندیوں میں اعتدال
۲۳۲	ترجمہ	۲۱۸	روزہ کی نورانیت اور حرام کمائی سے پیٹ کو خالی رکھنا
۲۳۳	تحقیق و ترکیب	۲۱۸	آیت کے نکات
۲۳۵	رابط و شان نزول	۲۱۹	آیت اعتکاف سے مسائل کا استخراج
۲۳۵	﴿تشریح﴾ ایام حج	۲۱۹	مال حرام
۲۳۵	احترام حج	۲۲۰	ترجمہ
۲۳۵	حقیقی سر و سامان حج	۲۲۰	تحقیق و ترکیب
۲۳۵	کامل اور جامع زندگی	۲۲۰	رابط و شان نزول
۲۳۶	ازالہ غلط فہمی	۲۲۱	﴿تشریح﴾ شمسی حساب کے مقابلہ میں قمری حساب اسلامی ہے
۲۳۶	دنیا مطلوب نہیں ہے	۲۲۱	شمسی حساب کی نسبت قمری حساب باعث سہولت ہے
۲۳۶	افعال حج	۲۲۱	بعض احکام میں شمسی حساب جائز ہی نہیں
۲۳۶	جمع بین الصلوٰتین	۲۲۲	دروازہ چھوڑ کر غیر دروازہ سے گھر میں داخل ہونا بے عقلی ہے
۲۳۶	قریش کا غرور نسلی	۲۲۲	آیت کے نکات
۲۳۶	خرید و فروخت اور حج	۲۲۲	فضولیات کی بجائے ضروریات میں لگنا چاہئے
۲۳۷	وظائف مزدلفہ اور مشاغل منیٰ	۲۲۳	ترجمہ
۲۳۷	عوام اور خواص کا فرق	۲۲۴	تحقیق و ترکیب
۲۳۸	ترجمہ	۲۲۵	رابط و شان نزول
۲۳۸	تحقیق و ترکیب	۲۲۵	﴿تشریح﴾ مدافعانہ جنگ
۲۳۸	رابط	۲۲۵	سبب جنگ
۲۳۹	شان نزول	۲۲۶	حرمت قتال
۲۳۹	﴿تشریح﴾ باطل پرست اور اہل حق کا فرق	۲۲۶	مسائل ضروری
۲۳۹	تکبر اور فناء نفس	۲۲۶	کفار عرب کا امتیاز اور خصومت
۲۳۹	ترجمہ	۲۲۶	حفاظت جان
۲۴۰	تحقیق و ترکیب	۲۲۶	معنی کو صورت پر ترجیح
۲۴۰	رابط و شان نزول	۲۲۷	ترجمہ
۲۴۰	﴿تشریح﴾ خلاصہ دین	۲۲۸	تحقیق و ترکیب
۲۴۱	بدعت کے خطرناک نقصانات	۲۳۰	﴿تشریح﴾ عمرہ سنت اور حج فرض ہے
۲۴۱	بدعتی، اللہ پر بہتان اور نبی پر کذب بیانی کرتا ہے	۲۳۰	امام شافعی کی دلیل وجوب
۲۴۱	مقام تسلیم و رضاء	۲۳۰	حنفیہ کی دلیل عدم وجوب

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۵۸	اسلامی معتدل احکام	۲۴۱	دریائے خون
۲۵۹	شیعی معاشرت	۲۴۲	ترجمہ
۲۵۹	لواطت کی برائی اور اس کے احکام	۲۴۳	تحقیق و ترکیب
۲۵۹	بعض شبہات کا ازالہ	۲۴۵	ربط
۲۶۰	ترجمہ	۲۴۵	﴿تشریح﴾ رزق کی فراوانی دلیل مقبولیت نہیں ہے
۲۶۰	تحقیق و ترکیب	۲۴۵	انبیاء کرام علیہم السلام تسلیم و رضا کے پیکر ہوتے ہیں
۲۶۱	ربط	۲۴۶	بارگاہ قدس کی رسائی
۲۶۲	شان نزول	۲۴۷	ترجمہ
۲۶۲	﴿تشریح﴾ قسم کی اہمیت اور اس کا مقصد	۲۴۸	تحقیق و ترکیب
۲۶۲	قسم کی قسمیں اور احکام	۲۴۹	ربط و شان نزول
۲۶۲	تین قسم کی قسم	۲۴۹	﴿تشریح﴾ خیرات کے اول مستحقین غریب اقرباء ہیں
۲۶۲	دلائل طرفین	۲۴۹	فلسفہ جہاد
۲۶۲	ایلاء کی اصلاح	۲۵۰	مرد کی سزا
۲۶۳	ایلاء کی قسمیں مع احکام	۲۵۰	مرد کافر سے زیادہ مجرم ہے
۲۶۳	ترجمہ	۲۵۱	ترجمہ
۲۶۳	تحقیق و ترکیب	۲۵۱	تحقیق و ترکیب
۲۶۳	ربط و شان نزول	۲۵۳	ربط و شان نزول
۲۶۵	﴿تشریح﴾ نکاح اور طلاق میں مرد و عورت کی حیثیت	۲۵۳	﴿تشریح﴾ ہر چیز کی اچھائی برائی کا معیار
۲۶۵	احکام حیض	۲۵۴	شراب اور بونے کی خرابی
۲۶۵	عورت اور مرد کے خاص حقوق	۲۵۴	مالی اخراجات کا کلی معیار
۲۶۶	ترجمہ	۲۵۵	مسلم اور غیر مسلم لاوارث اور یتیم بچے
۲۶۷	تحقیق و ترکیب	۲۵۵	ترجمہ
۲۶۸	ربط و شان نزول	۲۵۵	تحقیق و ترکیب
۲۶۹	﴿تشریح﴾ طلاق رجعی خلع طلاق مغلظہ کا بیان	۲۵۵	ربط و شان نزول
۲۶۹	طلاق کی تین صورتیں	۲۵۶	﴿تشریح﴾ کافرہ اور کتابیہ عورتوں سے شادی
۲۷۰	بیوی سے خوش اسلوبی کا سلوک	۲۵۶	نکاح سے پہلے نو تعلیم یافتہ نوجوانوں کے عقائد کی تحقیق
۲۷۰	طلاق کی تدریج میں شرعی مصلحت	۲۵۷	ترجمہ
۲۷۰	خلع یا مال کے بدلہ طلاق	۲۵۷	تحقیق و ترکیب
۲۷۰	خلع کے احکام	۲۵۸	ربط و شان نزول
۲۷۰	امام شافعی کا اختلاف دربارہ خلع	۲۵۸	﴿تشریح﴾ بحالت حیض یہود و نصاریٰ کی معاشرتی بے راہ روی

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۸۳	تحقیق و ترکیب	۲۷۱	احکام حلالہ اور حدیث عمیلہ
۲۸۳	رابط	۲۷۱	دین کے ساتھ استخفاف و استہزاء کا انجام
۲۸۳	﴿تشریح﴾ بیوہ کی عدت	۲۷۱	ہزل اور خطا کا فرق
۲۸۳	مطلقہ کے احکام	۲۷۱	نکاح ثانی سے روکنے کی ممانعت
۲۸۴	ترجمہ	۲۷۲	تقاضائے دورانہدیشی
۲۸۵	تحقیق و ترکیب	۲۷۲	ازدواجی زندگی کی روح
۲۸۵	﴿تشریح﴾ میدان جنگ اور وبائی شہر سے بھاگنا حرام ہے	۲۷۲	برائی کا ذریعہ بھی برا ہے اور مباح تشدد نہیں کرنا چاہئے
۲۸۶	مسئلہ تناخ	۲۷۳	ترجمہ
۲۸۶	نیچریوں کی تاویل	۲۷۳	تحقیق و ترکیب
۲۸۶	قرضہ جنگ	۲۷۴	رابط
۲۸۸	ترجمہ	۲۷۴	﴿تشریح﴾ احکام پرورش
۲۸۹	تحقیق و ترکیب	۲۷۴	پرورش کے اصول
۲۹۱	رابط	۲۷۴	اناک کی اجرت
۲۹۱	﴿تشریح﴾ واقعہ کا پس منظر	۲۷۴	بچہ کی پرورش کا ذمہ دار
۲۹۲	تابوت	۲۷۵	دودھ پلانے کی مدت اور اختلاف مع دلائل
۲۹۲	حضرت داؤد علیہ السلام کے کارنامے	۲۷۵	ترجمہ
۲۹۳	پادریوں کے اعتراضات	۲۷۶	تحقیق و ترکیب
۲۹۳	واقعہ کے مفید نتائج	۲۷۶	رابط
۲۹۳	قرآنی بادشاہتیں	۲۷۷	﴿تشریح﴾ عدت و فوات ابتدائے اسلام میں
	پارہ تلک الرسل	۲۷۷	در بابہ عدت صحابہ کا اختلاف
۲۹۹	ترجمہ	۲۷۷	عدت کی حکمت و مصلحت
۳۰۰	تحقیق و ترکیب	۲۷۷	عدت و فوات و طلاق کے احکام
۳۰۰	رابط	۲۷۷	مدت عدت کا حساب
۳۰۱	﴿تشریح﴾ انبیاء کی تفضیل جائز ہے، تحقیر جائز نہیں	۲۷۸	ترجمہ
۳۰۱	قیامت میں ایمان کے بغیر کوئی چیز مفید نہیں ہوگی	۲۷۹	تحقیق و ترکیب
۳۰۲	ترجمہ	۲۸۱	رابط و شان نزول
۳۰۲	تحقیق و ترکیب	۲۸۱	﴿تشریح﴾ مطلقہ عدت کی چار صورتیں
۳۰۲	رابط، فضائل و شان نزول	۲۸۱	جوڑہ دینے کے احکام
۳۰۲	﴿تشریح﴾ زبردستی دین سر تھوپا نہیں جاتا	۲۸۱	معاشرتی احکام کے ساتھ عبادات
۳۰۳	اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا	۲۸۱	ترجمہ
۳۰۵	مسلمانوں کو قبیل احکام پر مجبور کیا جائے گا	۲۸۲	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۲۷	سود سے مال گھٹتا ہے اور خیرات سے بڑھتا ہے	۳۰۶	ترجمہ
۳۲۷	سود کا دائرہ	۳۰۷	تحقیق و ترکیب
۳۲۸	سود خوار کو خدائی چیلنج	۳۰۹	پہلا واقعہ
۳۲۸	ہمارے دیار کے مسلمانوں کے کنگال ہونے کی وجہ	۳۰۹	دوسرا واقعہ
۳۳۰	ترجمہ	۳۱۰	تیسرا واقعہ
۳۳۱	تحقیق و ترکیب	۳۱۰	اعتراض و جواب
۳۳۳	رابط	۳۱۱	ترجمہ
۳۳۳	قرض اور بیع سلم کے احکام	۳۱۲	تحقیق و ترکیب
۳۳۳	ثبوت کا اصل مدار شہادت پر ہے نہ کہ دستاویز یا دستخط پر	۳۱۳	رابط و شان نزول
۳۳۳	دستاویز کے فائدے	۳۱۳	خیرات کے درجات
۳۳۳	رہن یا گروی رکھنا	۳۱۳	خیرات کے لئے گھسن
۳۳۵	آیت مداینہ کی سات دفعات	۳۱۳	ریا کاری کے صدقہ کی مثال
۳۳۶	ترجمہ	۳۱۳	معتزلہ پر رد
۳۳۷	تحقیق و ترکیب	۳۱۴	ترجمہ
۳۳۷	رابط	۳۱۵	تحقیق و ترکیب
۳۳۷	شان نزول	۳۱۵	رابط
۳۳۸	اختیاری اور غیر اختیاری کاموں کا فرق	۳۱۵	صدق دلا نہ صدقہ کی تمثیل
۳۳۸	ماترید یہ کئی رائے	۳۱۶	مراتب اخلاص
۳۳۸	دوسرے کے ذریعہ ثواب یا عذاب ہو سکتا ہے یا نہیں	۳۱۷	ترجمہ
۳۳۹	دعائیہ پیرائیہ بیان	۳۱۸	تحقیق و ترکیب
۳۳۹	تکلیف مالا یطاق عقلاً جائز ہے	۳۱۹	رابط و شان نزول
۳۴۰	تکلیف مالا یطاق سے کیا مراد ہے	۳۱۹	عمدہ چیز کی بجائے نکمی چیز کا صدقہ
۳۴۱	سورۃ آل عمران	۳۱۹	خیر خیرات اور شیطانی تخیلات
۳۴۲	ترجمہ	۳۲۰	علانیہ صدقہ بہتر ہے یا مخفی خیرات
۳۴۲	تحقیق و ترکیب	۳۲۱	ترجمہ
۳۴۵	رابط و شان	۳۲۲	تحقیق و ترکیب
۳۴۶	نزول عیسائیوں کی تثلیث کا رد	۳۲۲	رابط و شان نزول
۳۴۶	پادریوں کا استدلال	۳۲۲	خیرات میں کن کن باتوں پر نظر رکھنی چاہئے
۳۴۷	پگچی اور پچی سمجھ کے لوگ	۳۲۳	خادمان دین کی امداد
۳۴۷	محکم و متشابہ کی تحقیق	۳۲۳	بھکاری قوم کیلئے ایک بدنام داغ ہیں
۳۴۷	مشتبہ المراد کی دو صورتیں	۳۲۴	ترجمہ
۳۴۸	متشابہات کی حکمت	۳۲۵	تحقیق و ترکیب
۳۴۸	منقطعات کے معانی	۳۲۶	رابط و شان نزول
۳۴۹	ترجمہ	۳۲۷	سود، خدا کی ایک لعنت اور سود خوار قوم کا دشمن ہے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۶۸	تحقیق و ترکیب	۳۵۰	تحقیق و ترکیب
۳۷۰	رابط	۳۵۰	رابط و شان نزول
۳۷۰	بے موسم پھل اور ناوقت اولاد	۳۵۱	آنحضرت ﷺ کے بدخواہوں کا انجام
۳۷۰	مشراب بخوی	۳۵۱	ایک اشکال اور اس کا حل
۳۷۰	نکات	۳۵۲	ترجمہ
۳۷۱	تحقیقات	۳۵۳	تحقیق و ترکیب
۳۷۱	لطائف	۳۵۴	رابط و فضائل
۳۷۲	ترجمہ	۳۵۵	حُب دنیا اور زہد
۳۷۴	تحقیق و ترکیب	۳۵۵	نعمت کے تین درجے
۳۷۶	رابط	۳۵۶	دین حق کی شہادت
۳۷۶	حضرت مریمؑ و عیسیٰ کے واقعات	۳۵۶	مناظرہ کا اسلام طریقہ
۳۷۷	حضرت مریمؑ کی پاکدامنی	۳۵۶	لطائف
۳۷۷	عداوت مسیح	۳۵۷	ترجمہ
۳۷۸	نکات	۳۵۸	تحقیق و ترکیب
۳۷۸	خاتم الانبیاء ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام	۳۵۹	شان نزول
۳۷۸	معجزہ کی عام حیثیت اور غرض	۳۴۹	غور و نسل اور قبول حق
۳۷۹	حضرت مسیح کے حواری	۳۴۹	عزت و ذلت
۳۷۹	ایک شبہ کا ازالہ	۳۶۰	ترجمہ
۳۷۹	پادریوں کے اعتراضات سے نیچریوں کی مرعوبیت	۳۶۰	تحقیق و ترکیب
۳۷۹	لطائف	۳۶۱	رابط و شان نزول
۳۸۱	ترجمہ	۳۶۱	اسلام و کفر میں ملاپ ممکن نہیں
۳۸۱	تحقیق و ترکیب	۳۶۲	احکام موالات
۳۸۲	رابط و شان نزول	۳۶۲	مدارات کی تفصیلات
۳۸۲	حضرت مسیح کو سولی یا قتل	۳۶۲	مسائل کی اجازت
۳۸۳	اللہ تعالیٰ کے بانج وعدے	۳۶۲	شیعوں کا تعلق
۳۸۳	سولی اور قتل کی تحقیق	۳۶۳	قیمت میں تین طرح کے لوگ
۳۸۴	منکرین حیات مسیح کا جواب (۱)	۳۶۴	ترجمہ
۳۸۴	احادیث اور اجماع سے حیات مسیح	۳۶۵	تحقیق و ترکیب
۳۸۴	جواب (۲)	۳۶۶	رابط
۳۸۴	نزاہت نسب اور دنیاوی غلبہ	۳۶۶	﴿تشریح﴾
۳۸۵	الوہیت مسیح بے بنیاد ہے	۳۶۶	چند شبہات کے جوابات
۳۸۵	دنیا میں ولادت کے چار طریقے	۳۶۶	لطائف
۳۸۸	صداقت اسلام کی دلیل	۳۶۷	قرع اندازی کا حکم
۳۸۸	مبالغہ کی حقیقت	۳۶۸	ترجمہ

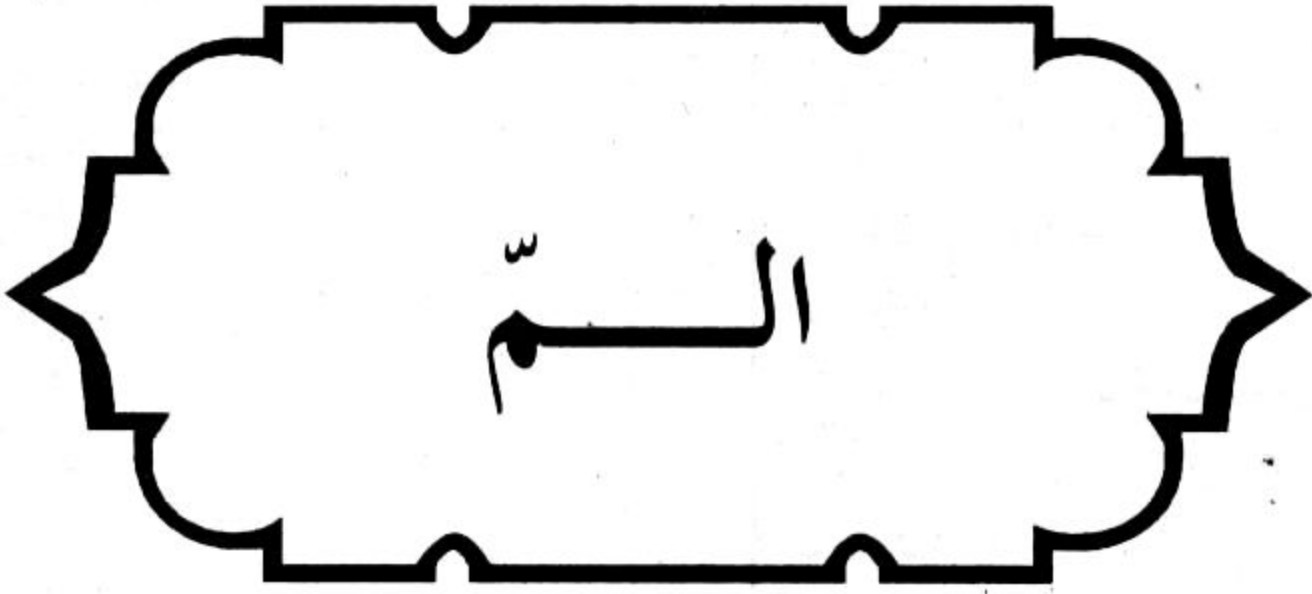
صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۴۲۰	کعبۃ اللہ	۳۸۸	مباہلہ کا انجام
۴۲۰	حجر اسود	۳۸۹	شیعوں کا غلط استدلال
۴۲۰	باب کعبہ	۳۸۹	شرک جلی و خفی
۴۲۱	ملتزم	۳۸۹	اتمام حجت کے بعد اندھی اور صحیح تقلید
۴۲۱	حطیم	۳۹۲	حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اہل کتاب کے نزاع کا فیصلہ
۴۲۱	حجر اسماعیل	۳۹۶	غلط پندار اور تنگ ذہنی
۴۲۱	مقام ابراہیمؑ	۳۹۷	امانت داری سب کے لئے ہر طرح مفید ہے
۴۲۱	مطاف	۳۹۷	دونوں درکتے
۴۲۲	المعجن	۳۹۷	بد عہدی
۴۲۲	زمزم	۳۹۷	تحریف لفظی اور معنوی
۴۲۲	باب بنی شیبہ اور منبر	۳۹۸	قرآن و حدیث میں تحریف
۴۲۲	مسعی	۴۰۰	علماء و مشائخ سوء کی خدائی
۴۲۲	منی، مزدلفہ، عرفات	۴۰۱	تمام انبیاء کی دعوت اور طریق کار ایک ہی تھا
۴۲۳	خدا کا دنیا میں سب سے پہلا گھر	۴۰۱	آنحضرت ﷺ کی افضلیت
۴۲۳	استطاعت کی تشریح	۴۰۱	اللہ کی طرف سے بندوں سے تین عہد
۴۲۷	عرب جاہلیت اور اسلام کا نقشہ	۴۰۲	ربانی کس کو کہتے ہیں
۴۲۷	اسلام کی برکات	۴۰۵	سچائی کی راہ
۴۲۸	لطائف	۴۰۵	اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل
۴۲۸	احکام و آداب تبلیغ	۴۰۵	قانون مکافات
۴۲۹	مسئلہ اتحاد و اتفاق		پارہ لن تنالوا
۴۲۹	لطائف	۴۱۲	ثواب ہر صدقے کا ہے لیکن عمدہ چیز کا زیادہ ہے
۴۳۳	امت محمدیہؐ کا خصوصی اور امتیازی وصف	۴۱۳	پہلے اعتراض کا جواب
۴۳۳	بہترین امت	۴۱۳	حضرت یعقوبؑ کی نذر
۴۳۴	بدترین امت	۴۱۶	یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب
۴۳۴	اچھائی برائی کا معیار قوم کی اکثریت ہوتی ہے	۴۱۶	بانی کعبہ حضرت ابراہیمؑ کی مختصر تاریخ
۴۳۷	اختلاف مذہب کے ہوتے ہوئے آخرت میں اولاد کا	۴۱۶	اولاد ابراہیمؑ
	کار آمد نہ ہونا	۴۱۷	حضرت ابراہیمؑ کا وطن
۴۳۷	اہل کتاب کے شدتہ غصب کی وجہ سے ان سے چوکنارہنے کی ضرورت	۴۱۷	تعمیر بیت اللہ کی تمہید
۴۳۸	لطائف آیات	۴۱۷	دنیا میں سب سے پہلا گھر خدا کا
۴۳۸	ایک اشکال کا حل	۴۱۸	تاریخ خانہ کعبہ
۴۴۲	جنگ احد کی تفصیل	۴۱۸	خانہ کعبہ کے انقلابات
۴۴۳	جنگ میں مسلمانوں کی ناکامی کی بنیاد	۴۱۹	آنحضرت ﷺ کے بعد خانہ کعبہ میں تبدیلیاں
۴۴۴	آڑے وقت کے ساتھی	۴۲۰	مسجد حرام

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۴۷۹	غزوہ حراء الاسد کا تذکرہ	۴۴۴	جاٹا صحابہؓ
۴۸۲	درازی عمر فرما نہ داروں کیلئے از دیا داجر کا باعث اور	۴۴۵	بنو سلمہ اور بنو حارثہ کا واقعہ صحابہؓ کی سر بلندی کا ثبوت ہے
	نافرمانوں کیلئے ڈھیل	۴۴۵	معرکہ بدر
۴۸۳	علم غیب	۴۴۶	فرشتوں کی کمک یا غیبی امداد
۴۸۷	اللہ تعالیٰ کو فقیر کہنے کا مقصد	۴۴۶	تینوں وعدوں کا ایفاء *
۴۸۷	یہود کے غلط اقوال کی تردید	۴۴۶	مقصد مقام
۴۸۸	لطائف آیت	۴۴۶	کیفیت نصرت
۴۹۰	کسمان حق جائز و ناجائز	۴۴۷	مقصد نصرت
۴۹۰	نیک نامی پر سرور طبعی	۴۴۷	فرشتے اور جنات بھی شریک قتال ہوئے یا نہیں
۴۹۰	علمائے حق کا فرض	۴۴۷	لطائف آیت
۴۹۴	دلائل قدرت پر فکر و نظر	۴۵۰	مہاجنی سود یا سود و سود کی لعنت
۴۹۴	قانون قدرت	۴۵۳	قانون الہی کی گردش
۴۹۵	جامع دعائیں	۴۵۳	شکست کا باطنی حقیقی پہلو
۴۹۵	نکات آیت	۴۵۷	وفات سرور دو عالم ﷺ کی غلط خبر کا اثر
۴۹۷	سورۃ کا آغاز و اختتام	۴۵۷	سرور کائنات کی وفات شریف کے المناک سانحہ کا اثر
۴۹۸	اہل کتاب اور مسلمانوں کا امتیازی نشان	۴۵۷	خلافت اول کے مستحق
۴۹۹	سورۃ النساء	۴۶۱	غزوہ حراء الاسد کی تمہید
۵۰۲	خدا کی قدرت اور پیدائش کے تین طریقے	۴۶۱	تمام صحابہؓ مخلص تھے کوئی بھی طالب دنیا نہ تھا
۵۰۳	ازالہ شبہات	۴۶۱	ایک اشکال کا حل
۵۰۳	ایک نادر نکتہ	۴۶۴	حقیقی شکست و فتح
۵۰۳	دوسرا نکتہ	۴۶۵	لطائف آیت
۵۰۳	تعداد ازواج کی حد	۴۶۷	بہادر مومن موت سے جی نہیں چراتا
۵۰۴	تعداد ازواج کا شبہ و ازالہ	۴۶۸	مسورہ کی اہمیت
۵۰۴	عورت کی طرف سے کل یا بعض مہر کی معافی یا واپسی	۴۶۸	آپ ﷺ کے اخلاق اور مشورہ کا دستور العمل
۵۰۶	یتیموں کا مال اور ہدایتی دفعات	۴۶۸	مشورہ طلب امور اور فوائد مشورہ
۵۰۶	یتیموں کیلئے سمجھ بوجھ کا معیار	۴۶۹	مشورہ اور توکل
۵۰۷	یتیم کے کارندہ کی تنخواہ	۴۷۱	نبوت و امانت میں تلازم اور نبوت و خیانت میں منافات ہے
۵۰۹	بیان مراد کی تاخیر	۴۷۱	حدیث ابو ہریرہؓ عقلیت زدہ لوگوں کیلئے مسکت جواب ہے
۵۰۹	ذوی القربیٰ کا مطلب	۴۷۲	انسان، ملائکہ، جنات میں ماہ الا امتیاز جامعیت ہے
۵۰۹	لطائف آیت	۴۷۵	جنگ احد میں منافقین و مخلصین کے درمیان ایک فیصلہ کن
۵۱۳	ترکہ میں دو سے زائد لڑکیوں کی تخصیص کی وجہ		آزمائش تھی
۵۱۳	باغ فدک اور حضرت فاطمہؓ کی میراث	۴۷۵	صحابہؓ پر دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے
۵۱۳	والدین کی تین حالتیں اور اولاد، بہن، بھائی کی تعیم	۴۷۶	لطائف آیت

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۳۶	مردوں کی بالادستی اور معاشرتی نظام میں قیم کی حیثیت	۵۱۳	احکام شرع شرعی مصالح پر مبنی ہیں
۵۳۶	لطائف آیات	۵۱۴	میراث نہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ہے اور نہ کمیونزم کے موافق
۵۳۹	اللہ اور بندوں کے حقوق کی حفاظت	۵۱۶	کلامہ کے احکام اور اخلاقی بھائی بہن کی تخصیص کی وجوہ
۵۵۰	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں ریا اور بخل نہیں ہونا چاہئے	۵۱۷	معتزلہ کیلئے اس آیت سے استدلال مفید نہیں ہے
۵۵۳	اسلام نے مکمل شراب بندی بتدریج کی ہے	۵۱۹	زانی کی تعیم اور سزائے زانی کی تعین
۵۵۳	وضو اور غسل کا تمسم	۵۲۳	عورتوں کی جان و مال پر قبضہ
۵۵۳	لطائف آیات	۵۲۳	عضل کی صورتیں اور احکام
۵۵۷	یہود کی بدتمیزی اور بدتہذیبی اسلام کی تہذیب اور شائستگی	۵۲۳	پرانی بیوی کے ساتھ غلط کارروائی کر کے نئی شادی رچانا
۵۵۷	تہذیب اخلاق بہر صورت انسان کیلئے بہتر ہے	۵۲۳	فوائد قیود
۵۵۸	ایک شبہ کا ازالہ	۵۲۵	اشکال اور حل
۵۵۸	قرآن کی پیشگوئی	۵۲۵	سوتیلی ماں اور دو حقیقی بہنوں اور متبنی کی بیوی سے نکاح
۵۵۸	ایک شبہ کا حل	۵۲۵	نکاح مقت اور مقتی اولاد
۵۵۸	شرک کی طرح کفر بھی ناقابل معافی جرم ہے	۵۲۵	لطائف آیات
۵۵۸	آیت کی توجیہات	۵۲۸	تین قسم کی محرکات کا ذکر
۵۵۹	مسک اہل سنت		
۵۵۹	معتزلہ کا رد		
۵۵۹	خود ستائی کی ممانعت اور اس کی وجہ	۵۳۶	پارہ و المحصنات
۵۶۰	لطائف آیت	۵۳۶	ربط
۵۶۲	دو شبہوں کا ازالہ	۵۳۶	شان نزول
۵۶۲	یہود کے اعتراض کا قرآنی جواب	۵۳۶	واحل لکم ما وراء ذلکم سے ایک شبہ کا ازالہ
۵۶۷	دنیا اور آخرت کے سایہ میں فرق اور دو شبہوں کا جواب	۵۳۷	مہر کا بیان
۵۶۷	اللہ و رسول کی اطاعت حاکم و محکوم دونوں پر واجب ہے	۵۳۷	متعد کی حلت و حرمت
۵۶۷	آیت سے مسائل کا استنباط	۵۳۷	مسلمان کتابیہ باندی سے نکاح
۵۶۸	آیت سے چاروں دلائل شرعیہ کی حجیت	۵۳۷	باندی سے نکاح میں شواہع اور حنفیہ کا اختلاف
۵۶۸	اجتہاد و تقلید کی بحث	۵۳۷	حنفیہ کی مویدات
۵۶۹	ایک دقیق شبہ اور اس کا جواب	۵۳۸	لطائف آیات
۵۶۹	منکرین قیاس پر رد	۵۴۰	آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال
۵۶۹	لطائف آیات	۵۴۰	انسان فرشتے جنات سب مکلف ہیں
۵۷۴	شان نزول	۵۴۰	قتل کی تین صورتیں اور ان کے احکام
۵۷۴	﴿تشریح﴾	۵۴۰	گناہ کبیرہ و صغیرہ کس کو کہتے ہیں
۵۷۴	فاروق اعظم کے فیصلہ پر احتجاج اور ان پر خون بہا کا دعویٰ	۵۴۱	گناہ کی تین صورتیں اور ان کے احکام
۵۷۵	ایک اور شبہ کا ازالہ	۵۴۱	گناہوں کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ
۵۷۵	استغفا کی قید کا فائدہ اور اس کی شرائط	۵۴۵	اعمال اختیار یہ اور اعمال غیر اختیار یہ کا فرق
۵۷۵		۵۴۵	اسلام کی نظر میں مرد و عورت
		۵۴۶	عقد موالات

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۶۰۶	دارالہجرت اور دارالحرب کی تقسیم	۵۷۵	چند شبہات کا جواب
۶۰۷	دو شہوں کا جواب	۵۷۶	نکات آیت
۶۰۷	لطائف آیت	۵۷۶	لطائف آیت
۶۱۱	مسافت اور مدت سفر کا بیان	۵۷۹	﴿تشریح﴾
۶۱۱	حنفیہ اور شوافع کا نکتہ اختلاف	۵۷۹	نکات
۶۱۲	نماز قصر کے لئے خوف کی قید ضروری نہیں ہے	۵۷۹	لطائف آیت
۶۱۲	صلوۃ الخوف کی بحث	۵۸۳	شان نزول و تشریح
۶۱۲	صلوۃ الخوف میں فقہی اختلافات	۵۸۳	ایک اشکال کا جواب
۶۱۳	نماز کیلئے تو شرائط اور قیود ہیں مگر ذکر اللہ ہر حال ہر وقت مطلوب ہے	۵۸۳	فضل کرے تو چھٹیاں عدل کرے تو لٹیاں
۶۱۳	نکات آیت	۵۸۳	نکات
۶۱۳	لطائف آیت	۵۸۳	لطائف آیت
۶۱۸	آنحضرت ﷺ کو مقدمات میں سب پہلوؤں کی رعایت اور احتیاط رکھنے کی تعلیم	۵۸۸	﴿تشریح﴾
۶۱۸	اتباع سنت اور مسلمانوں کے سوا داعظم کی پیروی	۵۸۸	قرآن کا اعجاز
۶۱۸	لطائف آیت	۵۸۹	ایک شبہ کا جواب
۶۲۲	﴿تشریح﴾	۵۸۹	ایک اور شبہ کا جواب
۶۲۲	مشرکین عرب کے دیوی دیوتا	۵۸۹	اچھی اور بری سفارش
۶۲۳	صورت شکل بدلنے یا ڈاڑھی منڈوانے کا قانون	۵۹۰	سلام کرنا اسلامی شعار ہے
۶۲۳	بغیر اطاعت و عمل خالی تمناؤں سے کچھ نہیں ہوتا	۵۹۰	کلام الہی کی صداقت اور قدرت علی الکذب کی بحث
۶۲۳	لطائف آیت	۵۹۳	لطائف آیت
۶۲۹	﴿تشریح﴾	۵۹۸	آیت کے مخاطب تین فرتے ہیں اور حکم دو ہیں
۶۲۹	لطائف آیت	۵۹۹	قتل کی اقسام اور احکام
۶۳۳	اسلامی عدالتوں اور آجکل کی ظالمانہ عدالتوں کا فرق	۵۹۹	خون بہا کی تفصیل
۶۳۳	ارتداد کفر سے بھی زیادہ جرم ہے اسلئے اسکی سزا بھی بڑھی ہوئی ہے	۵۹۹	خون بہا میں ورثہ کی شرکت
۶۳۵	الاسلام یعلیٰ ولا یعلیٰ	۶۰۰	ایک شبہ کا ازالہ
۶۳۵	لطائف آیت	۶۰۰	کفارہ قتل کی تفصیل
۶۳۸	کسل اعتقادی مذموم ہے کسل طبعی قابل ملامت نہیں	۶۰۰	آجکل دنیا میں غلامی کا رواج نہیں رہا اس لئے کفارہ میں اسکی تلاش کی ضرورت نہیں
۶۳۸	لطائف آیت	۶۰۰	دانستہ قتل میں کفارہ نہ ہونے پر حنفیہ کا استدلال
		۶۰۱	معتزلہ پر رد
		۶۰۱	ابن عباس کا فتویٰ
		۶۰۳	اسلامی طرز پر سلام کرنا شعار اسلامی ہے
		۶۰۳	مجاہد سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے
		۶۰۳	لطائف آیت

پاره نمبر (۱)



صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۹	درجات تقویٰ	۲۵	حرف آغاز
۴۰	مؤمنین کی قسمیں	۲۷	حمد کی مکمل تحقیق
۴۰	ایمان بالغیب	۲۷	اسلام اور حمد میں چولی دامن کا ساتھ
۴۰	ایمان بالغیب کی فضیلت	۲۸	حمد و ثناء صلوٰۃ و سلام کی عقلی وجہ
۴۱	حقیقی نماز	۲۸	حکام دنیا اور پیشوایان مذہب
۴۱	زکوٰۃ کی حقیقت	۲۸	علمائے امت آل نبی ہیں
۴۱	ٹیکس مشکل ہے یا زکوٰۃ	۲۹	جلالین کی خصوصیات
۴۱	زکوٰۃ علمی	۲۹	صاحب جلالین کے تراجم
۴۲	انبیاء کی تصدیق	۲۹	جلالین کا مرتبہ
۴۲	دو نکتے	۳۰	مسلمانوں کا بے مثل کارنامہ
۴۳	متقین کی کھلی پہچان	۳۰	سورت و آیت کی تحقیق
۴۳	معتزلہ کا رد	۳۰	قرآن پر ایک سرسری نظر
۴۴	ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۱	سورتوں کی تفصیل
۴	تبلیغ کا فائدہ	۳۱	جلالین کی رائے
۴۴	بے ایمانی کا الزام خدا پر نہیں بندوں پر ہے	۳۱	سورتوں کے نام
۴۵	خدائی مہر	۳۱	قرآن کی ترتیب
۴۵	نیکی اور بدی کا فلسفہ	۳۲	تعوذ و تسمیہ
۴۶	شبہات کا ازالہ	۳۲	ترکیب
۴۸	نفاق کی قسمیں	۳۲	فضائل بسم اللہ
۴۸	اسلام کے بدترین دشمن	۳۳	شان نزول بسم اللہ
۴۹	دل کے روگی	۳۳	کیا بسم اللہ کے باب میں آپ نے دوسرے مذاہب کی تقلید کی ہے
۵۱	رابطہ و شان نزول	۳۳	احکام بسم اللہ
۵۱	منافقین کی بہادری		
۵۲	قرآنی مثالیں	۳۵	پارہ الم
۵۲	تکوینی و تشریحی اسباب	۳۵	فضائل سورۃ بقرہ
۵۵	ایک شبہ اور اس کا جواب	۳۵	شان نزول
۵۶	عبادت اور احسانات الہی	۳۶	مقطعات قرآنیہ کی تحقیق
۵۶	توحید ہی بنیاد عبادت ہے	۳۶	ہر محکمہ کے مخصوص اسرار اور خاص اصطلاحات ہوتی ہیں
۵۶	شاہی محاورے	۳۷	کتاب ہدایت
۵۷	ہر چیز میں حلت اصل ہے	۳۸	قرآن شہادت سے پاک ہے
		۳۸	قرآنی تقویٰ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۷۶	حضرت آدم و حوا کی سادہ لوحی	۵۷	زمین گول ہے یا چپٹی
۷۷	شیطانی اثرات	۵۷	قرآن کا موضوع
۷۷	بیوقوفوں کی جنت	۵۸	نزول و تنزیل کا فرق
۷۷	حفاظت حدود	۵۹	خدائی چیلنج اور دشمن کا اعتراف شکست
۷۹	بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش	۶۰	معجزات انبیاء
۷۹	اول کا قرنہ بنو	۶۰	خدا کے دشمنوں میں کھلبلی
۷۹	قرآن فروشی	۶۰	کو اچلا ہنس کی چال
۷۹	تعلیم اور اذان و اقامت پر اجرت	۶۱	قرآن کی بہار تازہ
۸۰	دین فروشی و فتویٰ نویسی	۶۲	رہب و شان نزول
۸۰	ایفاء عہد	۶۲	عالم میں خیر و شر
۸۱	عبادات اور محبت صالحین کی اہمیت	۶۳	جنت و جہنم کی حقیقت
۸۲	حب جاہ اور حب مال کا بے نظیر علاج	۶۳	نیچری اور جاہل صوفی
۸۲	نماز دشوار کیوں ہے؟	۶۵	مثال کی حقیقت اور اس کا فائدہ
۸۲	لطائف آیات	۶۵	عہد خداوندی
۸۳	بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش	۶۷	عالم کی چار حالتیں
۸۳	ایک اشکال اور اس کی سادہ توجیہ	۶۷	ایک شبہ اور اس کا جواب
۸۳	مصیبت سے بچنے کے چار راستے	۶۸	حضرت آدم اور عالم کی پیدائش
۸۳	انکار شفاعت اور اس کا جواب	۶۹	خلافت الہی
۸۳	اصل بگاڑ کی جڑ اور بنیاد	۶۹	تخلیق انسان کی حکمت
۸۶	قرآن میں مکر اور غیر مکر واقعات کا فلسفہ	۷۱	سجدہ آدم کی حقیقت
۸۶	قرآن کریم اور دوسری آسمانی کتابوں میں اختلاف بیان	۷۲	شیطان کون ہے؟
۸۷	بنی اسرائیل کا دور غلامی	۷۲	انتظامی قابلیت کا معیار
۸۷	غلامی سے نجات	۷۲	نیابت الہی کا اہل انسان ہے نہ کہ فرشتے
۸۷	قوم کے دو موسیٰ جن کا نام ایک اور کام مختلف	۷۳	ازالہ شبہات
۸۹	لاٹوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے	۷۳	دنیا کا سب سے پہلا مدرسہ اور معلم و متعلم
۹۰	اللہ کا دیدار اور معتزلہ و نیچری	۷۳	جلسہ انعامی یا جشن تاج پوشی
۹۰	توکل اور ذخیرہ اندوزی	۷۴	قیاس شیطانی اور قیاس فقہی کا فرق
۹۰	گناہوں کے ساتھ نعمتیں، خدا کی طرف سے ڈھیل ہے	۷۴	موحد اعظم کون تھا؟
۹۱	انعام خداوندی کی ناقدری کا نتیجہ	۷۶	جنت کے شاہی محلات
۹۲	بیماریوں اور وباؤں کا حقیقی سبب	۷۶	شیطان کا تانا بانا

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۱۱	ترکیب و تحقیق	۹۴	الگ تھلگ رہنے کی کافرانہ ذہنیت
۱۱۱	ربط	۹۴	نیچری تاویل
۱۱۱	﴿تشریح﴾ معاہدہ کی بقیہ دفعات	۹۴	یہود کی ذلت
۱۱۲	ایک شبہ اور اس کا جواب	۹۴	انبیاء کا قتل ناحق
۱۱۲	دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ	۹۵	عوام و خواص کا فرق
۱۱۳	ترکیب و تحقیق	۹۶	ایک شبہ اور اس کے تین جواب
۱۱۳	ربط	۹۷	قانون اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں
۱۱۳	﴿تشریح﴾ بغیر توفیق الہی خوارق بھی کارآمد نہیں	۹۷	علماء سوء اور غلط کار مشائخ
۱۱۳	ایک نکتہ	۹۷	نیچری تاویل
۱۱۵	ترکیب و تحقیق	۹۷	جبریہ تبدیلی مذہب
۱۱۶	ربط	۹۷	دنیاوی حکومت کا طرز عمل
۱۱۶	﴿تشریح﴾ صحیح اور غلط عقیدت کا فرق	۹۸	مچھلی کا شکار
۱۱۶	ایک شبہ کا ازالہ	۹۹	ڈارون کا نظریہ ارتقاء
۱۱۷	مؤمن کی تہذیب اور کافر کی تعذیب	۹۹	مسخ معنوی و روحانی
۱۱۷	جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے	۱۰۱	نیکی توکل اور والدہ کی خدمت کی برکت
۱۱۸	ترجمہ	۱۰۲	واقعہ کی ترتیب قرآنی
۱۱۸	ترکیب و تحقیق	۱۰۲	حیات بعد الموت
۱۱۹	ربط	۱۰۲	دو شبہ اور ان کا جواب
۱۱۹	﴿تشریح﴾ بد عملی کی انتہاء	۱۰۲	سرمدی زندگی
۱۱۹	کلام الہی میں تکرار	۱۰۳	آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی پتھر
۱۲۰	صحیح اور غلط عقیدہ کا فرق	۱۰۳	ایک اشکال اور اس کا حل
۱۲۰	خدائی فیصلہ	۱۰۵	یہود کی تین جماعتیں
۱۲۰	شبہات اور ان کا جواب	۱۰۶	خوابوں کی جنت
۱۲۱	علامت ولایت	۱۰۶	علماء سوء کا قصور
۱۲۱	ترجمہ	۱۰۷	کتابت قرآن پر اجرت
۱۲۲	ترکیب و تحقیق	۱۰۸	خیال آفرینیاں
۱۲۲	ربط	۱۰۸	معیار کامیابی
۱۲۳	﴿تشریح﴾ اللہ والوں سے دشمنی کا انجام	۱۰۸	معتزلہ پرورد
۱۲۳	قرآن کے الفاظ اور معنی دونوں کلام الہی ہیں	۱۰۹	اللہ کی بندگی کے بعد والدین کی اطاعت و خدمت
۱۲۳	معاند کے لئے ہزار دلائل بھی بیکار ہیں	۱۱۰	ترجمہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۳۴	﴿تشریح﴾ فرماشی اور غیر فرماشی معجزات کا فرق	۱۳۴	ترجمہ
۱۳۵	جہاد اور عفو و درگزر	۱۳۵	ترکیب و تحقیق
۱۳۵	ترجمہ	۱۳۶	رابط
۱۳۶	ترکیب و تحقیق	۱۳۶	﴿تشریح﴾ بابل کی جادوگری
۱۳۶	رابط و شان نزول و تشریح	۱۳۶	ہاروت و ماروت کا طریقہ تعلیم
۱۳۶	پیرزادوں کیلئے دعوتِ فکر	۱۳۶	اللہ فرشتے، پیغمبر الزام سے بری ہیں
۱۳۷	ترجمہ	۱۳۷	نقش سلیمانی
۱۳۷	ترکیب و تحقیق	۱۳۷	قصہ زہرہ و مشتری
۱۳۷	رابط و شان نزول	۱۳۷	نادر تحقیق
۱۳۸	﴿تشریح﴾ بیجا گروہ بندی کی مذمت	۱۳۷	سحر اور معزلہ
۱۳۸	مشائخ کے لئے نکتہ فکر	۱۳۸	ترجمہ، ترتیب و تحقیق
۱۳۸	ترکیب و تحقیق	۱۳۸	﴿تشریح﴾ لفظی شرارت
۱۳۹	رابط و شان نزول	۱۳۹	بعض وقت جائز کام بھی ناجائز بن جاتا ہے
۱۳۹	﴿تشریح﴾ مساجد کی تخریب	۱۳۹	اساتذہ اور مشائخ کا جواب
۱۳۹	تعمیر مسجد	۱۳۹	ترجمہ
۱۴۰	مساجد کی قفل بندی	۱۳۰	ترکیب و تحقیق
۱۴۰	ترجمہ	۱۳۰	رابط و شان نزول
۱۴۱	ترکیب و تحقیق	۱۳۰	﴿تشریح﴾ انکارِ نسخ
۱۴۱	رابط و شان نزول، پانچ قول	۱۳۱	بعض مفسرین کی رائے
۱۴۲	﴿تشریح﴾ اللہ زمان و مکان نہیں ہے	۱۳۱	عام علماء کی رائے
۱۴۲	کعبہ پرستی اور بت پرستی کا فرق	۱۳۱	نسخ کے دو معنی
۱۴۲	بت پرستی کا جواز اور اس کے تین جواب	۱۳۱	نسخہ جات کی طرح احکام میں بھی تبدیلی ضروری ہے
۱۴۳	آیت کی توجیہات	۱۳۱	شرائط نسخ
۱۴۳	دعویٰ انبیت اور اس کا رد	۱۳۲	معزلہ کا اختلاف
۱۴۳	عقیدہ انبیت کی اصل	۱۳۲	نسخ کے حدود
۱۴۳	مسائل حریت	۱۳۲	نسخ کیلئے تاریخ کا تقدم و تاخر
۱۴۳	تحقیق نادر	۱۳۳	متقدمین و متاخرین کی اصلاحات کا فرق
۱۴۳	ترجمہ	۱۳۳	ترجمہ
۱۴۵	تحقیق و ترکیب	۱۳۳	ترکیب و تحقیق
۱۴۶	رابط و شان نزول	۱۳۳	رابط و شان نزول

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵۸	غرور نسلی اور آبائی فخر کی برائی	۱۴۶	﴿ تشریح ﴾ معاندین کی کٹ جھتی
۱۵۸	اچھوں سے انتساب اور رفع تعارض	۱۴۶	الٹی گنگا
۱۵۹	معرفت حق موت اختیاری	۱۴۷	اصلاح و ہدایت کے لئے جوہر قابل کی ضرورت
۱۶۰	ترجمہ	۱۴۷	جس کو خود فکر اصلاح نہ ہو اس کے درپے نہ ہونا چاہئے
۱۶۰	تحقیق و ترکیب	۱۴۷	ترجمہ
۱۶۰	رابط و شان نزول	۱۴۷	تحقیق و ترکیب
۱۶۰	﴿ تشریح ﴾ ملت ابراہیمی کا منبع کون ہے	۱۴۷	رابط
۱۶۱	ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۴۷	﴿ تشریح ﴾ قرآن کا طرز تبلیغ اور تکرار
۱۶۱	ترجمہ	۱۴۸	ترجمہ
۱۶۲	تحقیق و ترکیب	۱۴۹	تحقیق و ترکیب
۱۶۲	رابط	۱۵۰	رابط و شان نزول
۱۶۲	﴿ تشریح ﴾ بڑائی کا پندار اور خوابوں کی دنیا	۱۵۰	﴿ تشریح ﴾ خدا کا امتحان
		۱۵۰	حضرت ابراہیم کی آزمائش
		۱۵۰	امامت کبریٰ کے معنی
		۱۵۱	معتزلہ اور روافض کا عقیدہ اور استدلال
		۱۵۱	عصمت انبیاء کے خلاف واقعات کی توجیہ
		۱۵۲	خلافت ارشادی فاسق کو لٹہ دی جائے گی
		۱۵۲	اللہ کا حریم شاہی اور اس کے احکام
		۱۵۳	ترجمہ
		۱۵۳	تحقیق و ترکیب
		۱۵۴	رابط
		۱۵۴	﴿ تشریح ﴾ دعاء ابراہیمی اور اس کا مصداق
		۱۵۴	سچا بیٹا ہی باپ کی دولت کا امین ہوتا ہے
		۱۵۵	الائمة من قریش
		۱۵۵	بقاء سلسلہ کی تمنا
		۱۵۶	ترجمہ
		۱۵۶	تحقیق و ترکیب
		۱۵۷	رابط و شان نزول
		۱۵۷	﴿ تشریح ﴾ طاعت ابراہیمی
		۱۵۸	حضرت ابراہیم یہودی تھے یا نصرانی یا مسلمان

قال ربنا العلي العليم ان الابرار لفي نعيم

حرف آغاز



تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا.

میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ تین سالہ تھکا دینے والی مسلسل علالت کے زمانہ میں ایک تن مردہ میں اس طرح جان ڈالنے کی کوشش کی جائے گی کہ ایک طرف تو اس تفسیری شرح کے مسودات لکھے جا رہے ہوں گے، اور دوسری جانب نظر ثانی کئے بغیر حوالہ پر لیس ہو رہے ہوں گے۔

ناچیز کی طرح علامہ جلال الدین سیوطی کے لئے بھی میدان صحافت میں یہ پہلا ہی قدم تھا لیکن وہ ایک جلیل القدر امام فن تھے اور ناچیز ان کا در یوزہ گرد کا سہ لیس ہے۔ انہوں نے پچیسویں سن میں یہ شہرہ آفاق علمی شاہکار پیش کر کے دنیائے علم کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اور یہاں عمر عزیز کی ۴۵ بہاریں لٹ چکی ہیں مگر کاروان علم و عمل پھر بھی جاوہ پیمانہ نہیں ہوا۔ انہوں نے ”مدت کلیم“ یعنی صرف ایک چلہ میں نصف قرآن کی تفسیر جلیل مکمل کر دی تھی۔ اور یہاں اس مدت میں ان ہی کے نصف پارہ کی لپ پوت بھی مشکل ہے۔

البتہ بلبل کے لئے اگر ہم قافیہ گل ہونا بس کرتا ہے تو اس ”بے کمال“ کے لئے ہم ردیف ”جلال“ ہونا یقیناً نجات کے لئے کافی ہے ناچیز اس سلسلہ میں حوالوں کے انبار سے ناظرین کو مرعوب وزیر بار کرنے کی کوشش نہیں کرے گا تاہم جو کچھ اور جیسا کچھ بھی ہے وہ احتیاط کی چھلنی میں چھان کر حاضر خدمت ہے۔ ”انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال“ پر نظر رکھیے۔

اس تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں کا امکان ہی نہیں بلکہ وقوع اغلب ہے اس لئے عفو و تسامح اور اصلاح کی بھیک مانگتا ہوں اور خدا سے قبول عام کے ساتھ اس کے حسن اتمام کی دعا: ربنا اتمم لنا نورنا

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه بجاه

النبي المصطفى وآله المجتبی

ابو عبد اللہ محمد نعیم ابن حکیم محمد منعم

خادم دارالعلوم دیوبند

۶ ذیقعدہ ۸۱ھ یوم الاربعاء، ۱۱ اپریل ۱۹۶۲ء



الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا مُؤَافِيًا لِنِعْمِهِ مُكَافِيًا لِمَزِيدِهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَجُنُودِهِ

ترجمہ:..... ہر طرح کی ساری خوبی اور تعریف اللہ کے لئے ہے جو اس کی نعمتوں کے برابر اور اس کے مزید احسان کی مکافات کرنے والی ہو اور صلوٰۃ و سلام نازل ہو ہمارے آقا (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل و اصحاب اور (مجاہدین) کے لشکر پر۔

﴿تشریح﴾ حمد کی مکمل تحقیق:..... قرآن کریم کا افتتاح جس طرح بسم اللہ اور الحمد للہ سے کیا گیا ہے اور عملاً آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام تبلیغی مکتوبات کی ابتداء جو مختلف بادشاہوں اور حکام کے نام ارسال فرمائے ہیں، بسم اللہ سے فرمائی ہے۔ اور قولاً بھی ارشاد گرامی ہے کل امر ذی بال لم یبدأ باسم اللہ وفی روایۃ بحمد اللہ فہو اقطع واجزم۔ یعنی ہر وہ بڑا اور مہتمم بالشان کام جس کی ابتداء بسم اللہ اور الحمد للہ کے بغیر ہوگی وہ ناتمام اور بے انجام رہے گا، اس لئے عام مؤلفین و مصنفین نے عملاً اس کا اہتمام و التزام رکھا ہے کہ وہ اپنی کتابوں اور تحریروں کا آغاز بسم اللہ اور الحمد للہ سے کرتے رہے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی الشافعیؒ بھی اپنی شہرہ آفاق تفسیر کا افتتاح قرآن و حدیث اور تعامل سلف کا اتباع کرتے ہوئے بسم اللہ اور الحمد للہ سے کر رہے ہیں۔ پھر سلسلہ حمد میں بھی انہوں نے وہ صیغہ اختیار کیا جو سب سے اعلیٰ و افضل ہے یعنی ”الحمد للہ“ چنانچہ علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص نذر مانے کہ میرا اگر فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ کی سب سے افضل حمد کروں گا۔ یا اللہ کے تمام محامد بیان کروں گا تو اس کو ”الحمد للہ“ کہہ لینا چاہئے، اس طرح اس کی نذر پوری ہو جائے گی، یہ بات دوسرے صیغوں میں نہیں ہے۔ باقی الفاظ حمد، مدح، شکر کا استعمالی فرق؟ سو طلباء کو معلوم ہے کہ حمد کہتے ہیں محمود کے اوصاف جمیلہ اختیار یہ بیان کرنا، جیسے حمدت زید اعلیٰ علمہ اور مدح کہتے ہیں ممدوح کے اوصاف غیر اختیار یہ بیان کرنے کو جیسے مدحت زید اعلیٰ حسنہ نعمت کے بدلہ میں ہو یا بلا نعمت کے مگر صرف زبانی اظہار ہونا چاہئے۔ البتہ شکر صرف اظہار نعمت پر ہوتا ہے زبان سے یا دل اور جوارح سے۔ اس لئے زبانی اظہار کے لحاظ سے حمد و مدح خاص ہیں۔ اور صرف نعمت کے اعتبار سے شکر خاص ہے گویا ان میں عموم خصوص کی نسبت حاصل ہوئی۔

اسلام اور حمد میں چولی دامن کا ساتھ:..... اسلام چونکہ اچھائی پسند مذہب ہے اس کی بنیاد مذمت، نفرت، تبرّ ابازی پر نہیں ہے اس لئے کلام الہی کی ابتداء لفظ حمد سے کی گئی ہے۔ پیغمبر اسلام کا نام نامی محمد اور احمد تجویز ہوا، قیامت میں آپ ﷺ کو جو خاص مقام شفاعت عطا فرمایا جائے گا اس کا نام مقام محمود ہوگا وہ جھنڈا جس کے نیچے امت محمدیہ امتیازی شان کے ساتھ کھڑی ہوگی۔ ”لواء الحمد“

کہلائے گا۔ اور اس کے نیچے کھڑے ہونے والے امتی "حمادون" کہلائیں گے۔ اس وقت جو عجیب و غریب ترانہ حمد آپ ﷺ کی زبان نبوت سے ادا ہوگا کہ اولین و آخرین میں سے کسی کے تصور میں بھی نہیں آیا ہوگا۔ فسبحان من يستحق لجميع محامده۔ مفسر محقق کی یہ عبارت اقتباس ہے۔ حدیث نبوی الحمد لله حمدا يوا في نعمه ويكافى مزبده کا۔

حمد و ثناء صلوٰۃ و سلام کی عقلی وجہ: منعم حقیقی جل مجدہ کی تعریف و توصیف کے بعد واسطہ احسان کو بھی محسن شمار کرتے ہوئے علی قدر مراتب مجازی منعمین و محسنین کو کلمات تحسین اور دعائے خیر میں یاد رکھنا تقاضائے احسان شناسی ہے۔ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک۔ روایتی لحاظ سے پائیدار نہ سہی لیکن مضمون و مفہوم کے اعتبار سے اس کی صحت تکویناً و تشریحاً رسول اللہ ﷺ کے واسطہ احسان کو چاہتی ہے۔ علیٰ ہذا آپ ﷺ کے آل و اصحاب جس طرح اس واسطہ احسان ہونے میں آپ ﷺ کے اتباع ہیں۔ اس ہدیہ تشکر و امتنان میں بھی وہ آپ ﷺ کے تابع رہیں گے۔ درود و سلام کا ہدیہ درحقیقت امتثال ہے۔ حکم خداوندی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً کا اس آیت کریمہ سے علماء نے صلوٰۃ و سلام میں سے کسی ایک کے جواز کا استنباط فرمایا، تاہم بہتر یہی ہے کہ اطلاق دونوں صیغوں کو جمع کیا جائے جیسا کہ جلال محقق نے کیا ہے۔

حکام دنیا اور پیشوایان مذہب: دینا میں جس طرح بادشاہوں اور حکام کے لئے مخصوص القاب و آداب اور خطابات ہوتے ہیں اور ان کو بے محل یا بے موقع استعمال کرنا بے ادبی اور گستاخی سمجھا جاتا ہے، اسی طرح مذہبی مقتداؤں اور پیشواؤں کے لئے حسب مراتب مختلف القاب و آداب ہیں۔ نبی ﷺ کا نام نامی آئے تو ادب یہ ہے کہ "صلوٰۃ و سلام" کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ دیگر انبیائے کرام کا ذکر خیر آئے تو ان پر سلام بھیجا جائے۔ آپ ﷺ کے اصحاب کا تذکرہ آئے تو مبارک ناموں کے ساتھ "رضی اللہ" کہنا چاہئے۔ وفات پائے ہوئے علماء، صلحاء کا نام لیا جائے تو "رحمہ اللہ" اور "قدس سرہ" کے الفاظ سے یاد کرنا چاہئے۔ عامہ مومنین کا نام آجائے تو "مرحوم" کا لفظ استعمال کر لینا چاہئے۔ اس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے چنانچہ علماء نے تصریح کی ہے کہ مستقلاً صلوٰۃ و سلام کا استعمال انبیاء کرام کے علاوہ دوسروں کے لئے مناسب نہیں ہے بلکہ جس طرح اصل دین میں وہ تابع ہیں اس میں بھی وہ تابع ہی رہیں گے۔ اصحاب سے مراد خاص آپ ﷺ کے صحابہ ہیں جنہوں نے بحالت ایمان شرف زیارت حاصل کیا ہو خواہ حقیقہ یا حکماً اور ایمان ہی پر ان کی وفات ہوئی ہو۔

علماء امت آل نبی ﷺ ہیں: لیکن آل سے مراد اگر صرف اہل بیت کی بجائے تمام اتباع الی یوم القیامہ ہوں۔ اور جنود سے مراد تمام مجاہدین دین ہوں، خواہ ان کا جہاد، قتال فی سبیل اللہ ہو یا قلمی اور زبانی جہاد بصورت خدمات علمی ہو تو سب خدام دین اور علمائے ربانین بھی اس میں داخل ہو جائیں گے۔ باقی لفظ صلوٰۃ آل صحابی کی تحقیق سے طلبہ بے نیاز ہیں۔

أَمَّا بَعْدُ! فَهَذَا مَا اشْتَدَّتْ إِلَيْهِ حَاجَةُ الرَّاعِبِينَ فِي تَكْمِلَةِ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ الَّذِي أَلْفَهُ الْإِمَامُ الْعَلَامَةُ الْمُحَقِّقُ الْمُدَقِّقُ جَلَالُ الدِّينِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحَلِّي الشَّافِعِي وَتَمِيمُ مَافَاتِهِ وَهُوَ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ إِلَى آخِرِ سُورَةِ الْأَسْرَاءِ بِتَمِيمَةٍ عَلَى نَمَطِهِ مِنْ ذِكْرٍ مَا يُفْهَمُ بِهِ كَلَامُ اللَّهِ وَالْإِعْتِمَادِ عَلَى أَرْجَحِ الْأَقْوَالِ وَإِعْرَابِ مَا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ وَالتَّسْبِيهِ عَلَى الْقِرَآتِ الْمُخْتَلِفَةِ الْمَشْهُورَةِ عَلَى وَجْهِ

لَطِيفٍ وَتَعْبِيرٍ وَجِيزٍ وَتَرَكَ التَّطْوِيلَ بِذِكْرِ اقْوَالٍ غَيْرِ مَرَضِيَّةٍ وَاعَارِيْبٍ مَحَلَّهَا كُتِبَ الْعَرَبِيَّةُ وَاللَّهِ
اَسْأَلُ النَّفْعَ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَآحْسَنَ الْجَزَاءِ عَلَيْهِ فِي الْعُقْبَى بِمَنِّهِ وَكَرَمِهِ

ترجمہ:..... حمد و صلوة و سلام کے بعد یہ ایک کتاب ہے کہ امام، علامہ، محقق، مدقق جلال الدین محمد بن احمد محلی الشافعیؒ کی کتاب تفسیر القرآن کا تکملہ ہے اور جو تفسیر ان سے چھوٹ گئی تھی اس کی تمیم ہے جس کی شدید ضرورت ہے۔ جو اول سورۃ بقرہ سے شروع ہو کر آخر سورۃ اسراء تک ہے اور علامہ محلیؒ کے طرز پر مندرجہ ذیل خصوصیات کی حامل ہے۔

جلالین کی خصوصیات:..... (۱) اس میں ایسی چیزوں کا ذکر ہے جن سے کلام الہی سمجھنے میں مدد ملے۔ (۲) تمام اقوال میں سب سے زیادہ راجح قول پر اعتماد کیا گیا ہے۔ (۳) ضروری اعراب اور مختلف و مشہور قراءات پر لطیف طریقہ اور مختصر عبارت کے ساتھ تنبیہ کی گئی ہے۔ (۴) ناپسندیدہ اقوال اور (غیر ضروری) اعراب کو ذکر کر کے جن کا اصلی محل علوم عربیہ کی کتابیں ہیں تطویل نہیں کی گئی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے میری درخواست یہ ہے کہ دنیا میں اس کتاب سے نفع پہنچائے اور آخرت میں بہترین بدلہ مرحمت فرمائے۔

﴿تشریح﴾:..... صاحب جلالین کے تراجم:..... جلال الدین نام کے چار حضرات آسمان شہرت کے نجوم و کواکب ہوئے ہیں: (۱) جلال الدین رومیؒ صوفیا میں۔ (۲) جلال الدین دوانیؒ مناطقہ میں (۳) جلال الدین محلی شافعیؒ مصری المتولد ۹۱ھ و المتوفی ۸۶۴ھ اور (۴) جلال الدین سیوطیؒ الشافعی المتوفی ۹۱۰ھ مفسرین ہیں۔ علامہ محلی کے چھ سال بعد بیس بائیس سال کی عمر میں سیوطیؒ نے سب سے پہلی تصنیف کا یہ تفسیری شاہکار پیش کیا ہے اور صرف ایک چلہ میں۔ اس کے علاوہ ان کی تفسیر اتقان فی علوم القرآن، شہرۃ آفاق تالیف ہے جس میں اسی (۸۰) ابواب ہیں اور تین سو (۳۰۰) سے زائد علوم پر بحث کی گئی ہے اگر اس میں موضوع و ضعیف روایات نہ ہوتیں تو کتب خانۃ اسلام کی یہ بے نظیر کتاب سمجھی جاتی۔ ان کی ایک مبسوط تفسیر الدر المنثور فی التفسیر المانور کے نام سے بھی ہے۔

جلالین کا مرتبہ:..... تفسیری کتابیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ اول نہایت مختصر اور وجیز جیسے جلالین کہ متن و تفسیر کے الفاظ تقریباً برابر ہیں یا زاد المسیر علامہ ابن حمزہؒ کی اور وجیز واحدیؒ کی یا تفسیر واضح رازیؒ کی اور شہیرابی حیانؒ کی دوسرے اوسط درجے کی جیسے تفسیر بیضاویؒ، مدارک، کشاف، تفسیر قرطبی وغیرہ۔ تیسرے مبسوط و مفصل جیسے امام رازیؒ کی تفسیر کبیر اور تفسیر العلامیؒ کی چالیس مجلدات، تفسیر امام راغبؒ اصفہانی وغیرہ۔

نیز کتب تفسیر کی ایک اور تقسیم بھی ہے (۱) صرف روایات و نقلیات پر مشتمل ہو (۲) صرف درایات و عقلیات پر حاوی ہو۔ (۳) تیسری قسم جو سب سے اعلیٰ ہے یعنی روایت و درایت دونوں کی جامع ہو۔ جلالین اسی قسم ثالث میں شمار ہے۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر چونکہ علامہ محلیؒ نے کی ہے اس لئے ان کی تفسیر یکجا کرنیکے لئے نصف آخر کے ساتھ اس کو ملحق کر دیا تھا کہ نصف اول علامہ سیوطیؒ کی تفسیر، نصف ثانی علامہ محلیؒ کی تفسیر سے علیحدہ ہو جائے۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ مَائَتَانِ وَسِتُّ أَوْ سَبْعٌ وَثَمَانُونَ آيَةً

ترجمہ:..... سورۃ بقرہ مدنی ہے جس میں ۲۸۶ یا ۲۸۷ آیات ہیں۔

ترکیب:..... سورۃ البقرۃ مبتداء مدنیہ خبر اول اور مائتان خبر ثانی ہے۔

﴿تشریح﴾ مسلمانوں کا بے مثل کارنامہ:..... مسلمانوں کے حریف اگر ان کے تمام ابواب فضائل و کمالات کا

انکار بھی کر دیں تب بھی قرآن کریم سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدہ، خدمت و عزت اور اس سلسلہ میں ان کی شدید جدوجہد اور سعی و محنت کا باب ایسا ہے جو یقیناً ناقابل انکار حقیقت ہے۔ بلاشبہ بحیثیت ترجمہ کوئی قوم عیسائی قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن مسلمانوں نے جو جو خدمتیں اور علمی مویشگافیاں کر کے نئے نئے ابواب علم کھولے ہیں اور قرآن کریم سے اپنی بے پناہ شفقت و محبت کا علمی ثبوت پیش کیا ہے۔ کیا دنیا کے پاس اس کا بھی کوئی جواب ہے یا کوئی قوم اس کا ایک حصہ بھی پیش کر سکتی ہے مسلمانوں نے قرآن کریم کا ایک ایک نقطہ، ایک ایک شوشہ گن کر رکھ دیا ہے، کتنی سورتیں ہیں، کتنی آیات اور رکوع ہیں، کس قدر زبر، زیر، پیش ہیں وغیرہ وغیرہ سب کھول کر رکھ دیا ہے، مثلاً کل منزلیں ۷، کل اجزاء ۳۰، کل سورتیں ۱۱۴، کل آیات ۶۶۶۶، کل الفاظ ۸۶۴۳۰، کل حروف ۳۲۲۶۷۱، کل زبر ۵۳۲۳۳، کل زیر ۳۹۵۸۲، پیش ۸۸۰۴ اور نقطے ۱۰۵۶۸۲، اور مدات ۱۷۷۱، تشدیدات ۱۲۵۳، کسی چیز کے ناموں کی کثرت اس کی عظمت پر دلالت کیا کرتی ہے اسی لئے اللہ کے صفاتی نام ننانوے (۹۹) ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے صفاتی نام بھی بکثرت ہیں قرآن کریم کے صفاتی نام ۵۵ ہیں، اور اکثر سورتوں کے نام ایک ایک ہیں اور بعض کے ایک سے زائد چنانچہ سورۃ فاتحہ کے نام چوبیس ہیں۔

سورۃ اور آیت کی تحقیق:..... لفظ سورۃ سور البلیا سور الاسد سے ماخوذ ہے، اس میں واو اصلی ہے تو بمعنی قوت و بلندی

اور اگر ہمزہ اصل ہو اور قلب کر لیا ہو تو بقیۃ الشیء کے معنی ہوں گے قطعۃ من القرآن یعنی قرآن کریم کے ایک مخصوص حصہ کو جس کی ابتداء اور انتہا ہو اور اس میں کم از کم تین آیات ہوں سورت کہتے ہیں۔ اسی طرح لفظ آیت اگر بروزن قائلہ ہو تو ہمزہ حذف کر دی جائے گی اور آیت بروزن تمرہ ہو تو خلاف قیاس قلب کر لیا جائے گا۔ چند کلمات کے مجموعہ کو آیت قرآنی کہا جائے گا تاہم فوارج سورجیسے والفجر، والعصر، والضحی، الم، ط وغیرہ اور لفظ مدہامتان باوجود ایک کلمہ ہونے کے بھی آیات کہلائیں گی۔ سورتوں کے نام اور ان کی آیات کی باہمی ترتیب علی الاصح تو قیفی ہے یعنی خود آنحضرت ﷺ سے با اشارہ جبریل علیہ السلام ثابت ہے۔

قرآن پر ایک سرسری نظر:..... قرآن کریم کی تمام سورتیں ناسخ و منسوخ کے لحاظ سے چار قسم پر ہیں۔ قسم اول جن

سورتوں میں صرف ناسخ آیات ہوں کل چھ سورتیں ہیں۔ سورۃ فتح، حشر، منافقون، تعابن، طلاق، اعلیٰ۔

دوسری قسم ان سورتوں کی جن میں ناسخ و منسوخ دونوں طرح کی آیات ہوں کل پچیس (۲۵) سورتیں ہیں سورۃ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انفال، توبہ، ابراہیم، مریم، انبیاء، حج، نور، فرقان، شعراء، احزاب، سبأ، مومن، ذاریات، طور، مجادلہ، واقعات، ن، مزمل، مدثر، تکویر، عصر۔

تیسری قسم ان سورتوں کی ہے جن میں صرف منسوخ آیات ہوں وہ کل چالیس (۴۰) سورتیں ہیں۔ انعام، اعراف، یونس، ہود، رعد، حجر، نحل، اسراء، کہف، ط، مومنون، نمل، قصص، عنکبوت، روم، لقمان، الم سجدہ، فاطر، صافات، ص، زمر، حم سجدہ، شوریٰ، زخرف،

دخان، چاشیہ، احتفاف، محمد، ق، نجم، قمر، امتحان، معارج، قیامت، انسان، عبس، طارق، غاشیہ، کافرون۔

چوتھی قسم ان سورتوں کی ہے جن میں نہ منسوخ آیات ہوں اور نہ ناسخ، ایسی سورتوں کی تعداد سب سے زیادہ یعنی (۴۳) ہے۔ سورۃ فاتحہ، یوسف، یس، حجرات، رحمن، صف، جمعہ، تحریم، ملک، حاقہ، نوح، جن، مرسلات، نبا، نازعات، انفطار، مطفقین، انشقاق، بروج، فجر، بلد، شمس، لیل، ضحیٰ، الم نشرح، قلم، قدر، پینۃ، زلزال، عدیات، قارعہ، نکاثر، ہمزہ، فیل، قریش، ماعون، کوثر، نصر، تبت، اخلاص، فلق، ناس۔ کل ۱۱۴ سورتیں ہو گئیں۔

سورتوں کی تفصیل: پھر ان سورتوں کو زمان و مکان کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے کہ کون سی سورت یا آیت موسم سرما

میں نازل ہوئی اور کون سی موسم گرما میں، کون سی سفری ہے اور کون سی حضری، کون سی مکی ہے اور کون سی مدنی۔ مکی یا مدنی ہونے کی تشریحات پھر مختلف ہیں مثلاً یہ کہ جن میں اہل مکہ کو خطاب ہو وہ مکی اور جن میں اہل مدینہ کو مخاطب بنایا گیا ہو وہ مدنی۔ یا یہ کہ جو مکہ اور حوالی مکہ میں نازل ہوئی ہوں مثلاً منیٰ وغیرہ میں وہ مکی اور جو مدینہ یا اس کے قرب و جوار میں نازل ہوئی ہوں وہ مدنی ہیں اور تیسری تشریح جو سب سے اصح ہے یہ ہے کہ جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہوں وہ مکی، اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہوں خواہ مکہ ہی میں وہ مدنی ہیں۔

جلالین کی رائے: جلالین کے بیان کے مطابق کل ۲۰ سورتیں قطعی طور پر مدنی اور ۷ سورتیں قطعی طور پر مکی ہیں اور ۷ سورتیں مختلف فیہا ہیں۔

سورتوں کے نام: جس طرح آسانی کے لئے کسی کتاب کو ابواب اور فصل وارتقسیم کر دیا جاتا ہے اور پھر ایک ایک

بات کو الگ الگ فقروں میں کر دیا جاتا ہے کہ بے ربط و بے جوڑ باتیں گڈنڈنہ ہونے پائیں اور باہم متناسب باتیں یکجا رہیں۔ یہی حال قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کا ہے پھر ان سورتوں کا باہمی امتیاز قائم رکھنے کے لئے ان کے نام الگ الگ مخصوص کر دیئے گئے ہیں اور ان ناموں میں مختلف باتوں کا لحاظ کیا گیا ہے، کہیں پہلے لفظ کے لحاظ سے سورۃ کا نام رکھ دیا گیا ہے جیسے سورۃ یسین، ص، ن، جس کو تسمیۃ الکمل باسم اول الجزاء کہنا چاہئے۔ اور کہیں سورۃ میں کسی مذکور لفظ کے اعتبار سے نام مقرر کر دیا گیا ہے جس کو تسمیۃ الکمل باسم اشہر الجزاء کہنا چاہئے۔ جیسے سورۃ محمد، سورۃ ابراہیم وغیرہ۔ اور کہیں واقعہ مذکورہ فی السورۃ کی وجہ سے سورت کا نام تجویز کیا گیا ہے۔ جیسے سورۃ بقرہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ہی میں اس سورت کا یہ نام مشہور ہو گیا تھا اس لئے یہ شبہ کرنا کہ بقرہ نام رکھنے میں سورت کی تحقیر اور اہانت ہے اور یہ تاویل کرنا کہ السورۃ التي تذاکر فیہا البقرۃ بے بنیاد اور بے ضرورت ہے۔ لفظ بقرہ میں تا تانیث کی نہیں ہے بلکہ تاجنیت کی ہے جیسے تمر اور تمرۃ میں۔

قرآن کی ترتیب: قرآن کی آیات اور سورتوں کی ترتیب دو طرح کی ہے، ایک ترتیب تدوینی کہ سورۃ فاتحہ سے سورۃ

ناس تک ما بین الدفتین مرتب طور پر جو قرآن ہمارے سامنے ہے یہ ترتیب بھی علی الاصح جبریل امین اور رسول کریم ﷺ کے حکم سے توقیفی ہے ایک مصنف کے زیر نظر جس طرح کتاب کے مختلف ابواب ہوتے ہیں اور وہ موقع محل کے مناسب ہر باب میں اضافات اور تالیفات کرتا چلا جاتا ہے اور سلسلہ تصنیف بیک وقت مختلف ابواب کا جاری رہتا ہے۔ یہی حال آنحضرت ﷺ کا تھا کہ جوں جوں آیات نازل ہوتی تھیں بامر الہی آپ ﷺ ان کو موقع محل کے مناسب سورتوں میں جاگرتے جاتے تھے اور دوسری ترتیب نزول ہے یعنی جس ترتیب سے واقعی آیات اور سورتوں کا نزول ہوا ہو وہ اس طرح پر ہے۔ سورۃ علق، قلم، مزمل، مدثر، تبت، کورت، اعلیٰ، واللیل، والفجر،

والضحی، الم نشرح، والعصر، والعدیۃ، کوثر، تکاثر، ماعون، کافرون، فیل، اخلاص، نجم، عبس، قدر، بروج، تین، قریش، قارع، ہمزہ، مرسلات، ق، قیہ، بلد، طارق، قمر، ص، اعراف، جن، یس، فرقان، فاطر، مریم، طہ، واقعہ، شعراء، نمل، قصص، بنی اسرائیل، یونس، ہود، یوسف، حجر، انعام، والصفات، لقمن، سبا، زمر، مومن، حم سجدہ، جمسوق، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، ذاریات، غاشیہ، کہف، نحل، نوح، ابراہیم، انبیاء، مومنون، تنزیل السجدہ، طور، ملک، حاقہ، معارج، عم، نازعات، انفطار، انشقاق، روم، مطففین، عنکبوت یہ ۸۳ سورتیں مکی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سورۃ عنکبوت کو آخری مکی سورت کہتے ہیں اور ضحاکؒ و عطاءؒ مومنون کو، علیؑ ہذا ۳۱۱ مدنی سورتوں کی ترتیب اس طرح ہے۔ سورۃ بقرہ، انفال، آل عمران، احزاب، ممتحنہ، نساء، زلزال، حدید، محمد، رعد، رحمن، دہر، طلاق، لم یکن، حشر، فلق، ناس، نصر، نور، حج، منافقون، مجادلہ، حجرات، تحریم، صف، جمعہ، تغابن، فتح، توبہ، مائدہ، اور بعض نے مائدہ کو توبہ پر مقدم کیا ہے۔ سورۃ فاتحہ کا نزول مکہ اور مدینہ دونوں جگہ ہوا ہے اس لئے اس کو مکی بھی کہہ سکتے ہیں اور مدنی بھی اور بعض سورتیں مختلف فیہ ہیں۔ اہل علم کے پیش نظر اگر یہ نزولی ترتیب بھی رہے تو قرآن کریم کا پس منظر اور ارتقائی تدریجی طرز متخاطب اور طریق اصلاح سمجھنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے اور مختلف علوم کے دروازے کھل سکتے ہیں، غرضیکہ واقعاتی زندگی اور بیتی ہوئی تاریخ کے ساتھ قرآن کی ترتیب نزولی بھی بے حد وجد آفریں اور بہت سے علوم و اکتشافات کا باب کھولنے والی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ:..... اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والے اور بے انتہا مہربان ہیں، شروع کرتا ہوں۔

تعوذ و تسمیہ:..... ارشاد ربانی اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم کی وجہ سے ابتداء قرأت تعوذ سے ہونا چاہئے کسی سورۃ سے شروع ہو یا نہ ہو جس کے الفاظ امام ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہیں۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک آیت مذکورہ اور دوسری آیت فاستعذ بالله انه هو السميع العليم کی بناء پر ان الفاظ سے اولیٰ ہے یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اور امام اوزاعیؒ اور ثوریؒ کے نزدیک افضل اس طرح ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ جمہور کے نزدیک نماز میں تعوذ پڑھنا مسنون ہے اگر اس کا ترک عمد یا سہوا ہو جائے تو مفسد نماز نہیں۔ اور خارج نماز تعوذ مستحب ہے۔ البتہ عطاءؒ کے نزدیک نماز میں ہو یا خارج نماز میں تعوذ پڑھنا مسنون ہے۔ اور ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ عمر بھر میں اگر ایک دفعہ بھی پڑھ لیا جائے تو ادائے واجب کے لئے کافی ہے۔ نیز جمہور اس کا وقت ابتداء قرأت کہتے ہیں اور کئی و داؤدؒ کی رائے ہے کہ قرأت کے بعد تعوذ ہونا چاہئے۔ اگر ابتداء قرأت و سورۃ دونوں ہو تو تعوذ و تسمیہ دونوں کو جمع کرنا چاہئے ورنہ ایک پر باستثناء سورۃ توبہ کے اکتفاء کیا جائے گا۔ یعنی سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

ترکیب:..... بسم اللہ کا متعلق محذوف ہے، فعل عام ہو یا خاص مقدم ہو یا مؤخر چاروں صورتیں متعلق کی صحیح ہیں پھر جملہ فعلیہ ہو یا اسمیہ کل آٹھ صورتیں نکلتی ہیں۔ لیکن سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ فعل عام ہو اور بعد میں مقدر مانا جائے تاکہ اللہ کی تقدیم میں اس کی عظمت بھی برقرار رہے اور ہر کام کے ساتھ اس کو لگایا جاسکے۔

فضائل بسم اللہ:..... (۱) مسلمؒ کی روایت ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی اس میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ (۲) ابوداؤدؒ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس طعام میں کسی صحابی نے بغیر بسم اللہ کھانا شروع کر دیا۔ آخر میں جب یاد آیا تو بسم اللہ من اولہ و آخرہ کہا تو آنحضرت ﷺ کو یہ دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ اور فرمایا کہ شیطان نے جو کچھ کھایا تھا ان کے بسم اللہ پڑھتے بے کھڑے

ہو کر مہربان سے کر دیا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں اپنا واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک دوست کھانا کھانے لگے تو ان کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا چھوٹ کر خلاف عادت دور تک لٹکتا چلا گیا جس سے حضار مجلس کو تعجب ہوا، اگلے روز محلہ میں کسی کے سر وہ خبیث آ کر بولا کہ کل ہم نے فلاں شخص سے ایک ٹکڑا چھینا تھا مگر آخر کار اس نے ہم سے لے ہی لیا۔ (۳) ترمذی کی روایت حضرت علیؑ سے ہے کہ بیت الخلاء میں جانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے جنات و شیاطین کی نظر اس کے ستر تک نہیں جاتی ہے۔ (۴) امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید کے مقابل دشمن میدان جنگ میں پرجمائے کھڑے ہیں اور زہر ہلاہل کی ایک شیشی پیش کر کے حضرت خالدؓ کے دین کی صداقت کا امتحان لینا چاہتے ہیں آپ نے پوری شیشی بسم اللہ پڑھ کر پی لی۔ لیکن اس کی برکت سے آپ پر زہر کا معمولی اثر بھی نہیں ہوا۔

لیکن آپ کہیں گے کہ اس قسم کی تاثیرات کا مشاہدہ چونکہ ہم کو نہیں ہوتا اس لئے یہ حکایات و واقعات غلط، بے بنیاد، بلکہ خوش فہمی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ سو بات یہ ہے کہ کسی چیز کی تاثیر کیلئے اسباب و شرائط کا مہیا ہونا اور موانع اور رکاوٹوں کا دور ہونا دونوں باتیں ضروری ہوتی ہیں۔ ازالہ مرض اور حصول صحت کے لئے صرف دوا کا رآمد نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ مضر چیزوں اور بد پرہیزیوں سے بالکلیہ نہ بچا جائے۔ یہاں بھی خلوص نیت، صدق اعتقاد، تعلق مع اللہ، یقین محکم، ایمان کامل اگر شرائط تاثیر ہیں تو ریا کاری، بد فہمی، توہمات و خیالات بد اعتقادی وغیرہ موانع بھی ہیں دونوں ہی ملکر مجموعی طور پر اگر مؤثر ہوتے ہوں تو پھر کیا اشکال رہ جاتا ہے۔ (حقانی)

(۵) ابن مردویہ احمد بن موسیٰ بن مردویہ اپنی تفسیر میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ بسم اللہ جب نازل ہوئی تو بادل مشرقی سمت دوڑنے لگے، ہوارک گئی، سمندروں میں جوش ہوا، جانورکان کھڑے کر کے سننے لگے، شیطان ہنکا دیئے گئے، اور اللہ نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی کہ بسم اللہ جس چیز پر پڑھی جائے گی، میں اس میں ضرور برکت دوں گا۔

تحریری مواقع پر اگر کہیں بسم اللہ لکھنے میں بے ادبی کا احتمال ہو تو علمائے سلف کے تعامل کی وجہ سے اس کے اعداد ۷۸۶ پر اکتفاء کرنا بھی باعث برکت ہے۔

شان نزول بسم اللہ: ایک موحد کے ہر کام کی ابتداء خدا کے نام سے ہونی چاہئے، مشرکین عرب اپنے اختراعی معبودوں کے نام سے باسم اللات والعزیٰ کہہ کر ابتداء کیا کرتے تھے۔

کیا بسم اللہ کے باب میں آپ ﷺ نے دوسرے مذاہب کی تقلید کی ہے؟ پارسیوں اور مجوسیوں کے دساتیر میں ہر نامہ کی ابتداء بھی کچھ اسی قسم کے الفاظ سے ہوتی ہے، مثلاً بنام ایزد بخشا بندہ بخشا شکر، مہربان دادگر اور موجودہ انجیل کے بعض نسخوں کے افتتاحی الفاظ بھی کچھ اسی طرح کے ہیں جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انجیل یا دساتیر سے استفادہ کیا ہوگا اور بسم اللہ سے قرآن کریم کی ابتداء کرنے میں ان کی تقلید کی ہوگی، لیکن اول تو انجیل کے قدیم ترین اور صحیح نسخوں میں ایسا نہیں جس سے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی قرآن کی تقلید کی ہے۔ البتہ پارسیوں کی دساتیر کا جہاں تک تعلق ہے تو نہ کبھی آپ ﷺ ایران تشریف لے گئے اور نہ ہی عرب میں کسی مجوسی عالم یا کتب خانہ اور مدرسہ کا نام و نشان تھا۔ اس زمانے میں تو مجوس کی مذہبی کتابوں کا خود ان کی اپنی قوم اور ملک میں پوری طرح اشاعت اور رواج بھی نہ تھا۔ خاص خاص لوگ بطور تبرک دوسروں کی نظروں سے اپنی مذہبی کتابوں کو چھپا کر رکھتے تھے تا کہ دوسرے لوگ نہ دیکھ لیں۔ ملک عرب تک اس کی نوبت کہاں پہنچتی اور پھر خود اپنی زبان کے لکھنے پڑھنے تک سے واقف نہ تھے کہ نوبت یہاں تک پہنچتی۔ رہا حضرت سلمان فارسی کا معاملہ، سو وہ ایک غلام ہیں گوئی مذہبی عالم نہ تھے، اگر آپ ان سے استفادہ کرتے تو اٹھے وہ خود آپ ﷺ کے معتقد کیسے ہو جاتے، اور اپنے مالک کی ہر طرح کی ناقابل

برداشت تکالیف سبہ کر آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے کو باعث فخر کیوں سمجھتے، علاوہ اس کے دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نے دوسروں کی تقلید میں ایسا بھی کیا ہے تو اس سے آپ ﷺ کے محاسن میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس سے آپ ﷺ کی انصاف پسندی، وسعت قلبی، بلندی فکر کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ میں دوسروں کی اچھائیاں اور بھلائیاں سے کنارہ کشی کی بجائے ان کو اپنانے کا جذبہ موجود تھا۔ اور کھلے دل و دماغ سے ان کو قبول کرنے کا دوسروں کو بھی مشورہ دیتے تھے۔ الحکمة ضالة المؤمن الخ ایک ضدی، متعصب، معاند شخص سے کبھی اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے نیز اسلام نے کبھی اپنے اچھوتے اور نئے ہونے کا اعلان نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنے پرانے اور قدیم ہونے پر فخر کیا ہے یعنی یہ کہ اس کے تمام اصول قدیم اور پرانے ہیں جن کی تبلیغ ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کرتے چلے آئے ہیں اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے بجز اس کے نادانوں نے غلط رسم و رواج کی تہوں اور پردوں میں چھپا کر اصل حقیقت کو گم کر دیا تھا اس نے پھر پردے ہٹا دیئے اور اصل حقیقت چمکا دیا۔ پس اس طرح اگر خدا کے نام سے افتتاح قدیم زمانہ اور قدیم مذاہب سے چلا آ رہا ہو اور اسلام نے بھی اس کی تقلید کر لی تو قابل اعتراض بات کیا رہ جاتی ہے۔

﴿تشریح﴾..... تمام مخلوق اور انسان کی تین حالتیں ہیں اول وجود سے پہلے عدم کی حالت، دوسرے دنیاوی زندگی کی وجودی حالت، تیسرے عالم آخرت کی ابدی حالت۔ بسم اللہ کے ان تین لفظوں میں ان ہی تین حالتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ لفظ اللہ میں پہلی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے ہی تمام موجودات کو اپنے وجود اصلی کے پر تو سے وجود بخشا ہے ورنہ ان میں عدم اصلی تھا۔ لفظ رحمن رحیم بروزن فعلان و فعیل دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں لیکن اول میں الفاظ و معنی دونوں زیادہ ہیں۔ چنانچہ رحمت کے مصداقات دنیا میں مسلم و کافر مطیع و عاصی سب ہیں۔ آخرت میں نعمتیں اگرچہ زیادہ اور بڑی ہوں گی مگر محل رحمت یعنی افراد زیادہ نہیں ہوں گے۔ بلکہ صرف مؤمنین ہوں گے گویا دنیا میں مرحومین زیادہ ہیں اور آخرت میں مرحومین زیادہ ہوں گے اسی لئے یا رحمن الدنیا و رحیم الاخرة کہا جاتا ہے۔

احکام بسم اللہ:..... امام ابو حنیفہ اور فقہائے مدینہ و بصرہ و شام کی رائے ہے کہ بسم اللہ کسی سورت کا جزو نہیں ہے محض تبرکات اور دوسورتوں میں فصل کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور ابو بکر و عمرؓ الحمد للہ سے نماز شروع فرماتے تھے۔ طبرانی ابن خزیمہ اور ابوداؤد کی روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں بسم اللہ پڑھتے تھے۔ اور الحمد للہ جہر سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کا جزو نہیں ہے ورنہ بعض حصہ کو آپ ﷺ آہستہ اور بعض کو بلند آواز سے کیوں پڑھتے جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس لئے یہ مذہب زیادہ قوی ہے، امام شافعی، عبداللہ بن المبارک اور قراء مکہ و کوفہ بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کا جزو سمجھتے ہیں اور اسی لئے نماز میں پکار کر پڑھتے، ہیں دلائل ان حضرات کے پاس بھی ہیں لیکن آنحضرت ﷺ اور خلفائے اربعہ نے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں فرمائی۔ بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کا جزو ماننے والے حضرات میں سے بعض کی رائے اس کو پوری آیت ہونے کی ہے اور بعض کہتے ہیں، بسم اللہ الحمد للہ رب العلمین مل کر پوری آیت ہے۔ سورۃ نمل کی آیت و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اس گفتگو سے خارج ہے۔ وہ بالاتفاق سورۃ نمل کا جزو ہے۔

دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں چار صورتیں ہو سکتی ہیں، (۱) وصل کل (۲) فصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی یہ تینوں صورتیں جائز ہیں اور چوتھی (۴) یعنی وصل اول فصل ثانی مناسب نہیں ہے۔

الْم ﴿۱﴾ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ

ترجمہ: الْم اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی ان حرفوں سے کیا مراد ہے۔

فضائل سورۃ بقرہ: (۱) مسند امام احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ بقرہ بمنزلہ کوہان قرآن ہے۔ (۲) بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ اُسید بن حضیر رات کو سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک قریب بندھا گھوڑا بدکا، انہوں نے پڑھنا موقوف کیا تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر جب پڑھنا شروع کیا تو بدکنے لگا، قریب ہی ان کا تکیہ نامی صاجزادہ سورا تھا ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں بچہ کو نقصان نہ پہنچ جائے اس لئے پڑھنا موقوف کر کے نظر اٹھائی اوپر دیکھا تو ایک نورانی سائبان نظر آیا جس میں مشعلیں روشن تھیں یہ اس کو دیکھنے باہر نکلے تو وہ منظر غائب ہو گیا۔ صبح کو یہ ماجرا بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو فرمایا کہ ملائکہ تمہاری آواز سن کر آئے تھے۔ اگر پڑھتے رہتے تو صبح تک ملائکہ موجود رہتے اور لوگ عیاناً دیکھ لیتے۔ تم سورۃ بقرہ پڑھا کرو۔ (۳) مسلم میں ابو امامہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ زہرا وین (سورۃ بقرہ و آل عمران) قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لئے سائبان کا کام دیں گی۔ سورۃ بقرہ پڑھا کرو، اس کے پڑھنے میں برکت اور چھوڑنے میں حسرت ہے۔ اس کی برکت سے مکار کا فریب نہیں چل سکتا۔ (۴) حضرت انسؓ کی روایت مسلم میں ہے کہ صحابہ نہیں سورۃ بقرہ و آل عمران جاننے والوں کی بڑی عظمت و عزت ہوتی تھی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے ڈھائی سال میں سورۃ بقرہ کی تکمیل کی اور ختم پر ولیمہ کیا جس میں ایک اونٹ ذبح فرمایا۔

(۵) امام مسلم نے ابو ہریرہؓ کی روایت کے الفاظ نقل کئے ہیں لا تجعلوا بیوتکم مقابر ان الشیطان یفر من البیت الذی تقرأ فیہ سورۃ البقرہ (۶) ابن عربی فرماتے ہیں کہ سورۃ بقرہ میں ایک ہزار اور ایک ہزار نو ای ہیں۔ ایک ہزار اخبار اور ایک ہزار احکام ہیں اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح سب سے بڑی ہے اسی طرح کثیر الاحکام بھی ہے اور اس کی آیت مدایہ تقریباً ایک بڑے رکوع پر مشتمل سب سے بڑی آیت ہے اس کے نصف اول میں نعمائے الہیہ کا بیان زیادہ اور بیان احکام کم اور نصف ثانی میں احکام زیادہ اور بیان نعمت کم۔ اس میں آیت الکرسی تمام آیات قرآن کی سر تاج ہے۔

رابط: سورت فاتحہ سے اس کا خاص ربط ہے کہ سورۃ فاتحہ میں جس ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اس میں اس کی منظوری دیدی گئی ہے یا یوں کہا جائے کہ اس سورت کے تیسرے رکوع سے جو نعمائے الہیہ ظاہرہ باطنہ عامہ و خاصہ کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے وہ درحقیقت سب الحمد لله رب العلمین سے مربوط ہیں اسی طرح بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور سزاؤں کا بیان، عبادت و بندگی اور شرعی احکام یہ سب ملک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفصیلات ہیں۔ اچھے اور برے لوگوں کی جو تاریخ یا انجام ذکر کیا گیا ہے وہ گویا اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے واضح روشن اور جلی عنوانات ہیں۔

شان نزول: مکی زندگی میں آپ کو صرف دو طرح کے لوگوں سے واسطہ رہا، پورے موافق یا پورے مخالف یعنی ظاہر یا باطن یا اطاعت کرنے والے اور پھر کھلے بندوں مخالف اور دشمن۔ لیکن مدینہ طیبہ میں جب آپ ﷺ رونق افروز ہوئے تو ایک نئی اور بدترین تیسری جماعت سے بھی سابقہ پڑا یعنی منافقین جن کا اکثر حصہ یہود پر مشتمل تھا اور سرگروہ عبداللہ بن ابی تھا جو پہلے سے اپنے اقتدار اور سرداری کے خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کے تشریف لانے سے جب اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور خاک پڑ گئی تو

نہایت برہم ہوا۔ بالآخر طاقت مقابلہ نہ پا کر درپردہ جوش مخالفت میں اندھا ہو گیا اس سورت میں جہاں مؤمنین و کافرین کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اس تیسرے بد باطن دشمن اسلام فرقہ کی سازشوں کا پردہ بھی خوب طرح چاک کیا گیا ہے یعنی اول رکوع میں دونوں جماعتوں کا بالا جمال تذکرہ ہے اور دوسرے رکوع کی ۱۳ آیات منافقین کے ذکر سے لبریز ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... مقطعات قرآنیہ کی تحقیق: اَلَمْ اور اس قسم کے جس قدر الفاظ سورتوں کے شروع میں ہیں باتفاق محققین ان حروف تہجی کے اسماء ہیں جن سے کلام مرکب ہوا کرتا ہے ابتداء میں ان کے لانے سے مقصد تہجدی اور چیلنج کرنا ہے کہ تمہارے کلام کا مادہ ترکیبی اور ہیولی، اگرچہ ایک ہی قسم کا ہے یعنی ۲۸ یا ۲۹ حروف لیکن یہ ہماری حسن ترکیب اور صورت گری ہے کہ تم باوجود ماہر اہل زبان ہونے کے اس طرح کی ایک آیت کا ٹکڑا یا کلمہ بنانے سے بھی عاجز محض ہو۔ حروف مقطعات دراصل ان کو لکھا تو جاتا ہے ملا کر مگر پڑھا جاتا ہے الگ الگ کر کے، اسی پڑھنے کے لحاظ سے ان کو مقطعات قرآنیہ کہا جاتا ہے۔ جہاں تک معنی اور مفہوم کا تعلق ہے ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تشابہات قرآن میں داخل ہیں اور تشابہ بھی درجہ اول کے، جن کے نہ لغوی معنی اور مفہوم معلوم ہوا اور نہ مراد متکلم کا پتہ، اور کوئی صورت اس دنیا میں معلوم کی نہیں ہے، عالم آخرت میں جب اور حقائق کھلیں گے ان کے حقائق بھی سامنے آجائیں گے۔ البتہ دوسرے درجہ کے تشابہ الفاظ قرآنیہ وہ ہیں جن کے لغوی معنی تو معلوم ہیں مگر نہیں کہا جاسکتا کہ ان سے مراد متکلم کیا ہے جیسے الفاظ ید، ساق، استوی کے اطلاق۔

ہر محکمہ کے مخصوص اسرار اور خاص اصطلاحات ہوتی ہیں:..... چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے کہ ہر کتاب میں کچھ اسرار ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے اسرار مقطعات قرآنیہ ہیں۔ یا حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی خاص بات ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں خاص بات یہ مقطعات ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اللہ یا اللہ و رسولؐ کے سوا ان کے معانی کسی کو معلوم نہیں ہیں ورنہ خطاب بے مقصد و بے فائدہ ہو جائے گا۔ البتہ علماء کو امتحاناً ان اسرار کے درپے ہونے سے روک دیا گیا ہے تاکہ بے سمجھے ان کے ایمان لانے سے ان کی طاعت و فرمانبرداری کی آزمائش ہو جائے اور بعض کے نزدیک علمائے راہنہ بھی اس جاننے میں داخل ہیں۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کی تفسیر میں یہ دونوں راہنہ اصولی کتابوں میں مذکور ہیں۔

پھر علمائے راہنہ کے واقف اور باخبر ہونے میں بھی مختلف راہنہ ہیں (۱) بعض اہل علم ان مقطعات کو ان ہی سورتوں کے نام مانتے ہیں جن کے شروع میں یہ الفاظ آئے ہیں اور اس طرح اختصاراً نام رکھنے کا قدیم دستور اہل عرب میں بکثرت رہا ہے جیسے عین سے مراد سونا چاندی، عین سے مراد بادل، نون سے مراد مچھلی، قاف سے مراد ایک مخصوص پہاڑ یہی حال ان سورتوں کے نام رکھنے کا سمجھئے۔

(۲) بعض علماء ان کو اسمائے الہیہ کہتے ہیں جن کو تبرکاً شروع میں لایا گیا ہے چنانچہ دعاء کے شروع میں حضرت علیؓ سے یا کھنیتعص، حم عسق منقول ہے (۳) بعض اہل علم کے نزدیک یہ اسمائے الہیہ کے اجزاء ہیں۔ چنانچہ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ الر، حم ان کا مجموعہ الرحمن ہے۔

(۴) کچھ علماء کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اسماء ہیں، کئی، سدئی، قادیہ اس رائے میں شریک ہیں۔ (۵) کچھ علماء کا خیال ہے کہ جس طرح اختصار کے خیال سے جس کو آجکل شارٹ ہینڈ اور مختصر نویسی کا فن کہتے ہیں۔ قدیم اہل عرب میں یہ طریقہ رائج تھا جیسے قلت لھا قفی فقالت لی قاف میں اشارہ قفت کی طرف ہے اسی طرح ان مفرد حروف سے مرکبات اور جملوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ الف سے مراد الاء اللہ یعنی خدا کی نعمتیں ہیں اور لام سے مراد جبریل اور میم سے مراد محمد ہوں یعنی کلام اللہ بواسطہ جبریل امین آ نحضرت ﷺ پر نازل ہوا۔

(۶) قطرب کی رائے ہے کہ ایک بات ختم کر کے دوسری بات شروع کرنے کیلئے بطور تنبیہ خطبات اور کلام عرب میں یہ حروف لائے جاتے ہیں۔ (۷) ابو العالیہ کہتے ہیں کہ بحساب ابجد ان حروف میں اقوام و ملل کی تاریخ انکے عروج و زوال کی داستانیں مضمون ہیں چنانچہ بعض یہود آ نحضرت ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کے سامنے اَلَمْ پڑھا تو کہنے لگے کہ جس دین کی کل مدت اکہتر (۷۱) سال ہو اس میں ہم کیسے داخل ہوں؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور جب آپ ﷺ سے مزید خواہش کی گئی تو آپ ﷺ اَلْمَصَّ اور اَلْمَسَّ پڑھ کر سنایا کہنے لگے کہ ان حروف کے اعداد ۱۶۱-۲۷۱ پہلے سے بڑھے ہوئے ہیں اس لئے اب معاملہ ہم پر مشتبہ ہو گیا ہم اب کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

غرضیکہ مدعیان فصاحت و بلاغت اور زبانی زور آوروں کو لاکارا گیا ہے کہ دیکھو کل حروف تنجی ۲۸ میں سے آدھے ۱۴ حروف ہم لے لیتے ہیں اور ان کو ۲۹ سورتوں کے شروع میں اس کمال کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ حروف کی بلحاظ صفات جس قدر اقسام ہیں مہموسہ، مجبورہ، شدیدہ، رخوہ وغیرہ سب میں سے آدھے حروف لے کر ہم اپنا کلام معجز بناتے ہیں اور نصف حروف تمہاری طبع آزمائی اور جولانی دیکھنے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً کل دس (۱۰) حروف مہموسہ میں سے پانچ اور کل اٹھارہ حروف مجبورہ میں سے نو (۹) اور آٹھ حروف شدیدہ میں سے چار (۴) اور کل بیس (۲۰) حروف رخوہ میں سے دس (۱۰) ہم لے رہے ہیں اور باقی تمہارے لئے چھوڑے دے رہے ہیں۔ (بیضاوی)

حاصل اس ساری تفصیل کا یہ نکلا کہ ان حروف کے بارے میں اب تک دو قسم کی آراء سامنے آئیں بعض نے ان کے معانی سے لاعلمی ظاہر کی اور بعض نے معلوم ہونے کا دعویٰ کیا۔ لیکن اس کو نزاع حقیقی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ یہ نزاع لفظی ہے یعنی جن حضرات نے انکار کیا ہے ان کی مراد قطعیت سے انکار ہے۔ اور جن حضرات نے بیان مراد کی کوشش کی ہے اس سے مراد ظنی ہے۔ سو جس چیز کا اثبات ہے اس کی نفی نہیں کی اور جس بات کی نفی کی ہے اس کا کسی نے اثبات نہیں کیا ہے۔ جلال محقق نے واللہ اعلم کہہ کر اشارہ کر دیا کہ ان حروف کے معانی لوگوں کو نہیں بتائے گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوں، اور آپ ﷺ نے یہ سمجھتے ہوئے کہ نہ بتلانے سے ضروریات دین میں کوئی حرج نہیں ہوتا اس لئے آپ ﷺ نے کچھ صراحت نہیں فرمائی۔ پس نہ آپ ﷺ پر شبہ رہتا ہے اور نہ انکی تفتیش میں پڑھنا چاہئے۔ واللہ اعلم بحقیقته و علمه اتم و اکمل۔

ذٰلِكَ اٰیْ هٰذَا الْكِتٰبِ الَّذِیْ یَقْرٰوْهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا رِیْبَ فِیْهِ ۗ اِنَّهُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَجُمْلَةُ النَّفٰی خَبْرٌ مُّبْتَدَاہُ ذٰلِكَ وَالْاِشَارَةُ بِہِ لِلتَّعْظِیْمِ

ترجمہ:..... وہ (یعنی یہ) کتاب کہ (جس کو آنحضرت ﷺ تلاوت فرما رہے ہیں) ایسی ہے جو بلاشبہ (اللہ کی طرف سے ہے) اور جملہ نفی "لا ریب فیہ" ترکیب کے لحاظ سے لفظ ذالک متبدا کی خبر ہے اور اسم اشارہ (بعید) تعظیم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... کتاب ہدایت:..... سورۃ بقرہ مدنی ہے۔ یہاں چونکہ زیادہ تر یہود رہتے تھے جن کی مذہبی کتاب توراہ میں قرآن کریم کے نزول کی خبر دی گئی تھی جس کو زمانہ بعید گزر چکا تھا۔ اسی موعود کتاب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسم اشارہ بعید "ذالک" لائے ورنہ لفظ ہذا لانا چاہئے تھا۔ جس کی طرف مفسر علام نے اشارہ فرمایا ہے، یا قرآن کریم کے بلند ترین اور عالی مقام

ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ”ذٰلک“ لائے تنزیلاً بعد الرتبة منزلة بعد المکان و المعقول بمنزلة المحسوس یا یہ کہا جائے کہ جن سورتوں کو سورۃ بقرہ سے پہلے نازل کیا جا چکا تھا اور جن کی تکذیب لوگوں نے کی تھی ان کے لئے کہا جا رہا ہے کہ وہ بلاشبہ ہیں نیز ”ذٰلک“ سے اشارہ خود سورۃ آلہم کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور اسم اشارہ کو مذکر لانا باعتبار لفظ کتاب کے ہوگا۔

قرآن شہادت سے پاک ہے:..... رہی یہ بات کہ اس کو بے شبہ کیسے کہا جا رہا ہے جبکہ ہر زمانہ میں لوگوں کو اس میں شہادت پیش آتے رہے ہیں۔ اگر شہادت نہ ہوتے تو سب لوگوں کو مسلمان ہونا چاہئے تھا۔ جلال محقق نے اسی شبہ کے ازالہ کیلئے نفی ریب کا متعلق خاص انہ من عند اللہ نکال کر بتلانا چاہا ہے کہ شہادت کی نفی کا دعویٰ کرنا نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ کلام الہی ہونا اس کا بلاشبہ ہے۔ اس پر قرآن کا لفظاً و معنایاً معجز ہونا شہادہ عادل ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عمومی شہادت ہی کی نفی کرنا مقصود ہے کہ فی نفسہ قرآن کریم کی باتیں سچی سیدھی بلاشبہ و بے غبار ہیں لوگوں کو شہادت اگر پیش آتے ہیں تو یہ ان کا اپنا قصور و فہم اور کج طبعی ہے۔ قرآن محل شبہ نہیں ہے۔

گر نہ بیند بروز شپہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

هُدًى خَيْرٌ ثَانِ هَادٍ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۲﴾ الْصَّائِرِينَ إِلَى التَّقْوَى بِأَمْتِثَالِ الْأَوْامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِي لِاتِّقَائِهِمْ بِذَلِكَ النَّارِ ترجمہ:..... (ہدی بمعنی ہادی خبر ثانی ہے، ذٰلک مبتدا کی) یہ کتاب ایسے متقیوں کے لئے ہدایت کرنے والی ہے (جو اس کے اوامر کی اطاعت اور نواہی سے پرہیز کی طرف میلان رکھنے والے ہوں۔ اس طرح وہ نارِ جہنم سے بچنے کی وجہ سے متقی کہلانے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

ترکیب:..... الم مبتداء ذالک خبر موصوف الكتاب اس کی صفت یا الم مبتداء محذوف (المولف من هذه الحروف) کی خبر اول اور ذلک خبر ثانی یا بدل اور کتاب صفت ہے۔ لائقی جنس ریب اس کا اسم اور فیہ خبر یاریب موصوف اور فیہ صفت دونوں ملکر اسم اور للمتقین خبر اور ہدی حال ہے یاریب موصوف فیہ صفت اور خبر محذوف ہو تو اس صورت میں فیہ خبر مقدم ہو جائے گی ہدی کی یا کہا جائے کہ ذلک الكتاب مبتدا لاریب فیہ جملہ خبر اول اور ہدی للمتقین جملہ دوسری خبر اس کے علاوہ اور بھی احتمالات ہو سکتے ہیں لیکن سب سے اچھی ترکیب یہ ہے کہ ان چاروں جملوں کو الگ الگ کر لیا جائے اور ہر بعد والے جملہ کو پہلے جملہ کی دلیل کہا جائے۔ یعنی الم پہلا جملہ اول دعویٰ ہے کہ یہ بے نظیر و بے مثل کلام ہے۔ ذالک الكتاب جملہ ثانی اس کے اعجاز کی دلیل ہے اور فی نفسہ دعویٰ بھی ہے ”لاریب فیہ“ تیسرا جملہ اس دلیل کی دلیل ہے یعنی دعویٰ کمال کتاب کی دلیل ہے بشرطیکہ طبیعت انصاف پسند اور ذوق سلیم ہو، تعنت اور تعصب و عناد کی بات دوسری ہے ہدی للمتقین چوتھا جملہ پھر اس نفی شک کی دلیل ہے۔ ہدی یعنی ہاد کہنا مبالغہ کے لئے ایسا ہے جیسے زید عادل بمعنی عادل کہہ دیا جائے یعنی وصف ہدایت میں یہ کتاب ایسی ممتاز اور سر تا پا ہدایت ہے کہ اس کو مجسم ہدایت مانا جائے تو بجائے ”ہدی“ یعنی ہادی کہہ کر مفسرِ علام نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے ورنہ مصدر کا حمل مبتداء کی ذات پر لازم آئے گا جو ناجائز ہے باقی مصدر کا بمعنی اسم فاعل یا اسم مفعول آنا کلام عرب میں بکثرت شائع ذائع ہے۔

﴿تشریح﴾:..... قرآنی تقویٰ:..... تشریح ان آیات کی کلام بالا سے ظاہر ہے البتہ یہ شبہ بھی باقی رہ جاتا ہے کہ متقی تو خود ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں اس کیلئے قرآن کو ہادی کہنا بے معنی تحصیل حاصل ہے۔ ایک گم کردہ راہ کیلئے کتاب سبب ہدایت ہو سکتی

ہے لیکن منزل تقویٰ پر پہنچنے کے بعد ہدایت کے کیا معنی، جلال محقق اسی وہم کے ازالہ کے لئے الصائرين الى التقوی سے تفسیر کر رہے ہیں یعنی یہاں متقین سے مراد بالفعل متقی نہیں ہیں کہ شبہ وارد ہو بلکہ بالقوۃ مراد ہیں جن میں استعداد تقویٰ اور میلان تقویٰ پایا جاتا ہو۔ قرآن ان کی استعداد کو فضیلت میں لے آئے گا اور وہ بالفعل متقی ہو جائیں گے اس طرح گویا مجازاً بلکہ تفاوتاً ان کو پہلے ہی سے متقی کہہ دیا گیا ہے۔

درجات تقویٰ: نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہدایت اور تقویٰ دونوں کے درجات مختلف ہیں۔ ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ، پس قرآن کی وجہ سے ہر نچلے درجہ سے جب اوپر کے درجہ پہنچے گا تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ قرآن متقی کے لئے ہادی بنا یعنی نچلے درجے کے لحاظ سے وہ متقی کہلایا اور اوپر کے درجے کے اعتبار سے اس کو ہدایت ملی مثلاً تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کفر و شرک سے بچے اور اوسط درجہ یہ کہ ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مشتبہات بلکہ مباحتات اور کل ماسوی اللہ سے پرہیز کرے۔ اول عوام کا تقویٰ دوسرے خواص کا تقویٰ، تیسرے خواص کا تقویٰ غرضیکہ ہدایت اور تقویٰ دونوں کلی مشکلک ہیں جن کے درجات مختلف و متفاوت ہوں اور ہر ماتحت درجہ کی ہدایت اوپر والے درجہ کے لئے ممد و معاون ہو۔ تیسری سادہ توجیہ یہ ہے کہ تقویٰ سے مراد یہاں اصطلاحی اور متعارف معنی نہ لئے جائیں بلکہ لغوی معنی خدا سے ڈرنے کے ہیں جن کا حاصل یہ ہوگا کہ قرآن کریم ان لوگوں کے لئے سبب ہدایت ہے جو خوف خدا رکھتے ہوں۔ لیکن جو شخص بادشاہ سے نہیں ڈرتا وہ قانون کا کیا احترام کرے اور قانون ان کے لئے کیا مفید ہو سکتا ہے پس حصول ہدایت کے لئے خشیت خداوندی ایسے ہی شرط ہے جیسے ہضم غذا کے لئے صحت معدہ۔ اگر معدہ خراب ہے تو ہزار غذا میں قوی سے قوی تر کھائے ضعف معدہ اور بڑھے گا نہ کہ قوت معدہ لا تسقائہم سے مفسر علام متقی کے وجہ سے تسمیہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یعنی احکام کی پابندی اور ممنوعات سے پرہیز کی وجہ سے چونکہ وہ نار جہنم سے نجات پالے گا اس لئے اس کو متقی کہنا صحیح ہے۔ اور باعتبار نفع کے متقیوں کی تخصیص کی ہے یعنی اپنے خطاب عامہ کے لحاظ سے یہ کتاب سب کے لئے ہادی ہے لیکن نفع اس سے صرف متقی اٹھاتے ہیں۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ بِمَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ أَي يَأْتُونَ بِهَا بِحُقُوقِهَا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُعْطُونَ ﴿۳﴾ فِي طَاعَةِ اللَّهِ

ترجمہ: جو ایمان لاتے ہیں (یعنی سچا سمجھتے ہیں) غیب کی ان باتوں کو (جو قیامت، جنت، جہنم وغیرہ کی ان سے پوشیدہ ہیں) اور نماز کو قائم رکھتے ہیں (یعنی پورے حقوق کے ساتھ اس کو ادا کرتے ہیں) اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے (جو ہم نے ان کو دیا) خرچ کرتے ہیں (ہمارے راستے میں)

ترکیب و تحقیق: الذین موصول۔ یؤمنون بالغیب جملہ معطوف علیہ۔ یقیمون الصلوۃ جملہ معطوف۔ اور ینفقون فعل ضمیر فاعل، مما رزقناہم مفعول مقدم یہ جملہ بھی معطوف۔ تینوں جملے مل کر صلہ ہوئے موصول اپنے صلہ سے ملکر متقین کی صفت بن گئی۔ ربط و شان نزول: مؤمنین دو طرح کے ہیں ایک جیسے ابو بکر و عمر، عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور دوسرے مؤمنین اہل کتاب جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ اس آیت میں قسم اول کے مؤمنین کا بیان ہے۔

﴿تشریح﴾..... مومنین کی قسمیں:..... تقویٰ کے دو جزو ہوتے ہیں۔ ایک اچھی باتوں کو کرنا، دوسرے بری باتوں سے بچنا۔ نیز بعض باتوں کا تعلق سلطان الاعضاء قلب سے ہے اور بعض کا اعضاء و جوارح سے۔ قسم اول کو ایمان کہتے ہیں۔ اعتقادات، نظریات، ایمانیات کا تعلق قلب سے ہوتا ہے ان فی الجسد الخ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ دوسری قسم کو اعمال کہتے ہیں خواہ وہ بدنی عبادت کے ساتھ ہوں یا مالی عبادت کے ساتھ یقیمون الصلوٰۃ بدنی عبادت اور ممالک و نفقون سے مالی عبادت مراد ہیں۔ اس طرح یہ متقین گویا قوت نظر یہ اور قوت عملیہ دونوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ عقائد کی تصحیح کا نام علم کلام اور تصحیح اعمال کا باب فقہ کہلاتا ہے۔ تزکیہ نفس و تصفیہ باطن میں علم الاخلاق جس کو تصوف و احسان کہتے ہیں اعلیٰ درجہ کا متقی ان تینوں کا جامع ہوگا۔

ایمان بالغیب:..... ایمان دو طرح کا ہوتا ہے ایک ایمان اجمالی جیسا کہ آیت ذیل میں مراد ہے یعنی جمیع ماجاء بہ النسبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر دینا اور دوسرے ایمان تفصیلی کہ تمام جزئیات کی الگ الگ تفصیلی تصدیق کرنا۔ بہر حال ایمان صرف سچا جاننے کو نہیں بلکہ سچا ماننے اور سمجھنے کو کہتے ہیں ایمان ایک علیحدہ چیز ہے اور عمل کرنا ایک دوسری بات ہے اور ایمان بالغیب یہ ہے کہ عقل و حواس سے پوشیدہ اور مخفی باتوں کو محض اللہ اور رسول ﷺ کے فرمانے کی وجہ سے صحیح مان لینا۔ غیب کے معنی دل کے بھی آتے ہیں کیونکہ وہ بھی غائب ہوتا ہے۔ غیب کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہماری نگاہوں کے سامنے نہ ہو آنکھوں سے غائب ہو جیسے عالم ارواح، عہد الست، خطاب حق، ملائکہ۔ دوسرے یہ کہ وہ خود تو حاضر ہوگا مگر ہم غائب ہوں جیسے غیب الغیب یعنی حضرت حق جل مجدہ، یا یوں کہا جائے کہ ایک غائب وہ ہے کہ جس پر دلائل موجود ہوں جیسے اللہ کی ذات و صفات نبوت و شراعیہ۔ دوسرے وہ غیب کہ اس پر کوئی دلیل نہ ہو جیسے آیت کریمہ و عندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو میں یہی دوسری قسم مراد ہے۔

ایمان بالغیب کی فضیلت:..... بہر حال کسی بات کو دیکھ کر یا سمجھ کر ماننا اتنا زیادہ قابل تعریف کام نہیں جتنا کہ محض کسی کے فرمانے سے ماننا عمدہ ہے کیونکہ اول صورت میں تو ایک درجہ میں اپنی آنکھ یا سمجھ پر بھروسہ کرنا ہوا، خالص رسول ﷺ پر ایمان لانا تو یہ ہے کہ صرف اس کے کہنے سے مان لے کسی اور چیز کا انتظار نہ کرے۔

(۱) چنانچہ طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار سفر میں قافلہ کے لئے پینے کا پانی تک ختم ہو گیا تھا تلاش کیا تو صرف ایک برتن میں قدرے پانی نکلا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنی انگلیاں ڈال دیں جن کی برکت سے وہ پانی فوارہ کی طرح جوش مارنے لگا اور تمام مجمع کی جملہ ضروریات کے لئے کافی ہو گیا جن کی تعداد سینکڑوں تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ سب سے زیادہ ایمان کن لوگوں کا عجیب تر ہے؟ عرض کیا فرشتوں کا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں ان کے احکام کی تعمیل میں لگتے رہتے ہیں وہ کیسے ایمان نہیں لائیں گے۔ عرض کیا پھر آپ کے اصحاب کا ایمان عجیب تر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب بھی سینکڑوں معجزات خوارق دیکھتے رہتے ہیں ان کے ایمان میں کیا تعجب ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ قابل تعجب ان لوگوں کا ایمان ہوگا جنہوں نے مجھ کو نہیں دیکھا۔ وہ میرے بعد آئیں گے لیکن میرا نام سن کر صدق دل سے مجھ پر ایمان لائیں گے، وہ میرے بھائی ہیں اور تم میرے اصحاب۔

(۲) حارث بن قیسؓ ایک تابعی نے ایک صحابیؓ سے عرض کیا کہ افسوس ہم رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے محروم رہ گئے۔ عبد اللہ ابن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس خاص شرف سے محروم ہو گئے مگر ایک بڑی نعمت تم کو یہ حاصل ہو گئی کہ تم بغیر دیکھے رسول

اللہ ﷻ پر ایمان لا رہے ہو۔ جس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اس پر ہزار دلائل سے آپ ﷺ کی نبوت روشن ہوگئی۔ پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے گا تو کیا کرے گا؟ ایمان تمہارا ہے کہ بلا دیکھے ایمان لائے ہو۔

(۳) ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ اور اپنی زبان سے آپ ﷺ کے ساتھ بات کی ہے؟ اور اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے؟ انہوں نے سب باتوں کے جواب میں فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر وہ زار زار رونے لگا اور اس پر ایک حالت وجد طاری ہوگئی۔ عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں جو آنحضرت ﷺ سے میں نے سنی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ کو دیکھ کر ایمان قبول کیا اس کے لئے خوشحالی ہے اور جو بلا دیکھے مجھ پر ایمان لایا اس کے لئے بہت زیادہ خوشحالی ہے۔ ان آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالغیب کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

حقیقی نماز:..... اعمال کے سلسلے میں ”یؤدون الصلوٰۃ“ کی بجائے ”یقیمون الصلوٰۃ“ ارشاد ہے۔ جلال محقق اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ محض اداء نماز مراد نہیں ہے بلکہ تمام شرائط ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ بجالاتا مراد ہے جس میں نظیر کامل سنن مستحبات کی تکمیل، باطنی آداب، خشوع و خضوع، حضور و اخلاص سب موجود ہوں۔ جو نماز ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر اور الصلوٰۃ معراج المؤمنین کا مصداق ہو بے حقیقت و بے روح جس کو صورت نماز کہنا چاہئے مراد نہیں ہے اس پر فویل للمصلین الخ کی وعید موجود ہے۔

زکوٰۃ کی حقیقت:..... انسان چونکہ بالطبع بخیل ہوتا ہے۔ اپنے گاڑھے خون پسینہ کی کمائی کا ایک پیسہ بھی کسی کو دینا گوارا نہیں کرتا۔ چڑی چلی جائے، پر دمڑی پر آنچ نہ آئے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے انفاق مالی کا عنوان ایسا دلنشین رکھا جس سے یہ قربانی آسان ہو جائے یعنی یہ کہ ہمارا ہی دیا ہوا مال جس کے انفاق کا حکم دیا جا رہا ہے، ماں کے پیٹ سے انسان ننگ دھڑنگ ہاتھ خالی آتا ہے، لیکن اگر کسب پر گھمنڈ ہے تو قوائے کسب بھی تو ہمارے ہی دیئے ہوئے ہیں، پھر یہ زعم کیسا؟ سارا مال بھی ہم طلب کر لیتے تو بجاتھا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

ٹیکس مشکل ہے یا زکوٰۃ:..... لیکن ایک خاص قسم کے تجارتی مال میں سے اور وہ بھی جبکہ تمام ضروریات سے سال بھر بچا رہے ایک خاص مقدار کے بعد ڈھائی روپے فی سینٹڑہ لیتے ہیں جو حکومتوں کے آئے دن ٹیکسوں کے مقابلہ میں نہایت معمولی مقدار ہے۔ غرضیکہ اس عنوان میں سہولت بھی پیش نظر ہے اور اعتدال انفاق کی تعلیم دینا بھی ہے کہ نیک کام میں خرچ کرو، فضولیات اور نام و نمود کے مواقع پر خرچ نہ کرو اور اتنا خرچ نہ کر ڈالو کہ کل کو خود محتاج ہو کر مانگنے بیٹھ جاؤ۔ یہ دونوں نکتے من تبعیضیہ سے سمجھ میں آگئے۔ عوام مؤمنین چالیس روپے میں سے صرف ایک روپیہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور خواص چالیس میں سے ایک خود رکھتے ہیں اور باقی اتالیس صدقہ کر دیتے ہیں مگر خواص الخواص جان و مال سب فی سبیل اللہ وقف کر دیتے ہیں ان کے نزدیک من تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے۔

زکوٰۃ علمی:..... اسی طرح ممالک زقنہم کے عموم میں علم ظاہر و باطن کے افاضہ اور فیض رسائی کو بھی داخل کیا ہے یعنی ایک عالم اور شیخ کو بھی دولت علم و باطن کی خیرات طالبین پر تقسیم کرنی چاہئے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّورَةِ وَالْأَنْجِيلِ وَغَيْرَهُمَا
وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۳﴾ يَعْلَمُونَ أَوْلَئِكَ الْمَوْصُوفُونَ بِمَا ذُكِرَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ
هُمْ الْمُقَلِّدُونَ ﴿۵﴾ الْفَائِزُونَ بِالْجَنَّةِ النَّاجُونَ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان و یقین رکھتے ہیں آپ ﷺ پر نازل کردہ (قرآن) اور آپ ﷺ سے پہلے (توراة و انجیل وغیرہ) نازل شدہ کتابوں پر اور یہی لوگ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں (یعنی ان کو اس کا علم الیقین ہے) یہ لوگ (جن کا ذکر ہوا) اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ پوری طرح کامیاب ہیں (یعنی جنت بکنار اور بری عن النار)

ترکیب و تحقیق: الذین موصول ثانی۔ ما انزل الیک معطوف علیہ۔ ما انزل من قبلک معطوف۔ دونوں مل کر یومنون کا مفعول ہوئے۔ یہ پورا جملہ ہو کر صلہ ہو اور پہلے الذین پر عطف ہو گیا۔ اولئک مبتداء اور علی ہدی من ربہم ظرف لغو خبر ہے۔ اسی طرح اولئک ثانی مبتداء ثانی۔ ہم المفلحون اس کی خبر۔ دونوں جملے معطوف ہو گئے۔

رابطہ: یہاں سے مؤمنین اہل کتاب جیسے عبداللہ بن سلام کا ذکر ہو رہا ہے جو پہلی کتابوں اور نبی پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی دعوت حق کو بھی قبول کیا۔

﴿تشریح﴾: انبیاء کی تصدیق: آپ ﷺ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ وحی متلو (قرآن) ہو یا وحی غیر متلو (حدیث) ہو یا ان سے استنباط کئے ہوئے احکام فقہیہ و شرعیہ ایک مسلمان کیلئے جس طرح ان سب کا ماننا ضروری ہے اسی طرح یہ یقین رکھنا کہ اپنے اپنے وقت میں جس قدر انبیاء ہدایات و تعلیمات لیکر دنیا میں آئے وہ سب اپنی جگہ سچ اور صحیح تھے بعد میں جو کچھ لوگوں نے اس میں آمیزش کر دی وہ یقیناً غلط اور نادرست ہے۔ تا آنکہ اللہ نے ان وقتی، ہنگامی اور محدود احکام کو ختم کر کے ایک پائیدار، دوامی بلکہ بین الاقوامی قانون (قرآن) دے کر آنحضرت ﷺ کو دنیا میں بھیجا ہے اور ہم کو صرف آپ ﷺ کی اتباع، اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ یہ اسلامی تعلیم کا نچوڑ ہے بہر حال اسلام میں داخل ہونے کے لئے جس طرح آنحضرت ﷺ کی تصدیق ضروری ہے اسی طرح پچھلے تمام ادیان و انبیاء کی تصدیق لازمی اور ضروری ہے کیونکہ تمام انبیاء کا مشن ایک ہی ہوتا ہے اس لئے ایک نبی کی تکذیب دوسرے انبیاء کی تکذیب کے مرادف ہوگی جو خلاف حق ہے۔ مذہب اسلام کی یہ امتیازی خوبی ہے کہ اس کی بنیاد سب کو ماننے پر ہے کسی کی تکذیب و تردید پر نہیں لا نفسزق بین احد من رسلہ بر خلاف یہود و نصاریٰ کے، کہ وہ ایک دوسرے کی باہمی تکذیب، تردید بلکہ تکفیر کر کے یہودی یا نصرانی بنتے ہیں۔ و قالت الیہود لیست النصراری علی شی الخ

دو (۲) نکلتے: لیکن یہاں دو نکتے پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ یہ کہ کتب سابقہ کی تصدیق سے مراد اصلی اور غیر محرف کتابیں ہیں۔ رد و بدل اور تحریف ہونیکے بعد تو وہ دراصل کلام الہی ہی نہیں رہیں۔ دوسرے صرف اعتقاد حقیقت کی حد تک یقین رکھنا مقصود ہے۔ عمل درآ مدیا اتباع کرانا منظور نہیں ہے کہ وہ صرف مخصوص ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ۔ علی ہذا فقہیات اور سلسلہ تصوف میں دوسرے سلاسل مشائخ اور ائمہ ہدی کو بھی برحق اور ہدایت و صواب پر سمجھنا چاہئے بشرطیکہ وہ اصل طریق سنت و احسان پر ہوں۔ البتہ اتباع و اطاعت صرف اپنے امام اور شیخ کی ہونی چاہئے۔ ہاں اگر مشائخ و علماء ہوائے نفس، رسوم و بدعات میں مبتلا ہوں تو ان کی تصدیق و

اعتقاد حقیقت لازم ہے اور نہ اتباع، دلیل اس تمام تقریر کی صحت کی فاروق اعظمؑ کی قرأت توراہ پر آنحضرت ﷺ کا اظہار ناخوشی ہے۔

متقین کی کھلی پہچان:..... تقویٰ کی خاطر نظری، علمی، جامع مانع تعریف کرنے کے بجائے آسان اور سادہ طریق یہ

اختیار کیا کہ اس کے مصداقات بتلائے اور اس کو محسوس کر کے دکھلایا کہ جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں وہ متقی ہیں۔ نیز لفظ علیٰ سے ان کے ہدایت پر قابو یافتہ ہونے کو اور مستقیم رہنے کو بتلادیا کہ جس طرح سوار سواری پر قابو یافتہ ہو جاتا ہے اسی طرح انہوں نے ہدایت کو بمنزلہ اپنی سواری کے کر لیا ہو اس میں ان کے استقلال و استقامت و تمکین کی طرف اشارہ ہے یعنی ہدایت کا اتباع کرتے کرتے وہ اب مدارِ حق اور معیارِ ہدایت ہو گئے۔ ہدایت کی باگ دوڑ جدھر وہ پھیر دیتے ہیں حق اس طرف دائرہ ہو جاتا ہے۔

معتزلہ کا رد:..... بالآخرۃ ہم یوقنون اور ہم المفلحون میں ضمیر فعل سے انحصار کمال ہدایت و فلاح کا بتلانا ہے نہ کہ مطلق ہدایت و فلاح کا یعنی یہ کامل الفلاح والیقین ہیں اس لئے ان الفاظ سے معتزلہ کا اپنے مسلک پر استدلال کرنا بجا ہے کہ فلاح و ہدایت صرف ان حضرات کے لئے مخصوص ہے۔ مؤمن عاصی یا مرتکب گناہ اس سے خارج اور مستحق جہنم ہے بات یہ ہے کہ یہاں مطلق فلاح کا انحصار بیان کرنا نہیں ہے جس کے دو (۲) فرد ہوتے ہیں (۱) کامل (مؤمن غیر عاصی) اور (۲) ناقص (مؤمن عاصی) بلکہ فلاح مطلق یعنی کمال فلاح کا انحصار کرنا ہے۔ پس مؤمن عاصی کمال فلاح سے البتہ خارج اور محروم رہے گا۔ مگر مطلق فلاح کا فرد ناقص پھر بھی رہے گا اور یہی مسلک اہل سنت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا كَأَنِّي جَاهِلٌ وَاَبِي لَهَبٍ وَّنَحْوِهِمَا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَاَبْدَالِ الثَّانِيَةِ الْفَا وَّنَسْهِيلِهَا وَاَدْخَالَ الْفِ بَيْنَ الْمُسْهَلَةِ وَاَلْأُخْرَى وَّتَرْكِهِ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۶﴾ لَعَلَّمَ اللَّهُ مِنْهُمْ ذَلِكَ فَلَا تَطْمَعُ فِي إِيْمَانِهِمْ وَاَلْأَنْذَارُ اِعْلَامٌ مَعَ تَخْوِيفٍ

ترجمہ:..... بلاشبہ جو لوگ کافر ہو چکے ہیں (جیسے ابو جہل و ابولہب وغیرہ) ان کے حق میں یہ بات برابر ہے کہ آپ ﷺ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں (لفظ انذرتہم میں پانچ قرأتیں اس طرح پر ہیں (۱) تحقیق ہمزتین بلا تو وسط الف کے (۲) تحقیق ہمزتین مع تو وسط الف (۳) تسہیل بلا تو وسط الف (۴) تسہیل مع تو وسط الف (۵) ہمزہ ثانیہ کو الف کے ساتھ بدل دینا) وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (کیونکہ اللہ کو ان کی اس حالت کا علم ہے اس لئے آپ ﷺ ان کے ایمان کی طمع اور امید نہ رکھئے۔ انذار کے معنی ڈرانے اور خوفناک اطلاع کے ہیں)۔

ترکیب و تحقیق:..... ان حروف مشبہ بالفعل۔ الذین موصول، کفر واصلہ، دونوں ملکر اسم، سوا بمعنی استواء مصدر ما بعد مرفوع فاعل یہ سب مل کر ان کی خبر، تقدیر کلام اس طرح ہوگی ان الذین کفروا مستوی علیہم انذارک وعدمہ اور لا یؤمنون بیان ہے اور وادخال میں واؤ بمعنی مع ہے یعنی تسہیل ہمزہ ثانیہ کی مع..... تو وسط الف کے و ترکہ کی ضمیر تسہیل کی طرف راجع ہے یعنی ترک تسہیل کرنا۔

رابط:..... اب تک ان دو قسم کے حضرات کا بیان تھا جو زبان و دل سے قرآن اور دین کو مانتے ہیں۔ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب اب آگے ان مخالفین کا بیان ہے جو زبان و دل دونوں سے اعلانیہ انکار کرتے ہیں جن کو کافر مجاہر کہا جاتا ہے و بصدھا تبین الاشیاء

﴿تشریح﴾ ایک اشکال اور اس کا جواب جلال محقق کابسی جہل الخ کہہ کر ایک شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تبلیغ دین کے بعد بہت سے کافر ایمان لے آتے ہیں، بلکہ تمام تر صحابہ آپ ﷺ کی تبلیغ کے بعد ہی ایمان لائے ہیں پھر یہ فرمانا کیسے صحیح ہے کہ آپ ﷺ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان نہیں لائیں گے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ اس سے مراد کافر نہیں ہیں بلکہ مخصوص اور معبود وہ کافر مراد ہیں جن کے لئے علم الہی میں طے ہے کہ یہ آخر تک ایمان نہیں لائیں گے۔ بلکہ لغز ہی پر جئے رہیں گے جیسے ابولہب و ابوجہل وغیرہ۔ نیز سواء علیہم کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اب ان کو احکام سنانے اور تبلیغ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ تو آپ ﷺ کا فرض منصبی ہے چنانچہ اس کے بعد بھی آپ ﷺ نے تبلیغ موقوف نہیں فرمائی مفسر علامہ اسی کے ازالہ کی طرف فلا تطمع سے اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی ترک تبلیغ مقصود نہیں بلکہ ان سے توقع اور امید نہ رکھنے کو کہا جا رہا ہے کیونکہ رنج و غم کا حاصل خلاف امید چیز کا پیش آنا ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے قلوب چونکہ شفقت و رحمت سے لبریز ہوتے ہیں وہ اگر غایت محبت و شفقت میں کسی سے ایمان کی امید قائم کر لیں تو پھر اس کا خلاف ہونے سے کس قدر عظیم اور ناقابل برداشت صدمہ ان کو ہوتا ہوگا اس لئے یہاں اعتدال فی التبلیغ کی تعلیم دینا ہے۔

تبلیغ کا فائدہ: مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب ان کو تبلیغ بھی نہ کیجئے اور آپ ﷺ کے لئے تبلیغ کرنا بے فائدہ، بے کار اور عبث فعل ہے کیونکہ فعل عبث اس وقت کہا جائے گا جبکہ اس میں کسی قسم کا فائدہ نہ ہو۔ حالانکہ آپ ﷺ کے لئے اجر و ثواب کا فائدہ برابر اور ہمیشہ کے لئے ہے اسی لئے سواء علیہم فرمایا گیا ہے۔ سواء علیک نہیں فرمایا گیا حاصل یہ ہے کہ تبلیغ آپ ﷺ کے حق میں مفید ہے مگر ان کے لئے بیکار ہے۔

بے ایمانی کا الزام خدا پر نہیں بندوں پر ہے: لایؤمنون پر یہ شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ جب اللہ ہی نے ان کے ایمان نہ لانے کا فرما دیا ہے تو اس کی خبر کے خلاف ہونا چونکہ ناممکن ہے۔ اس لئے ایمان نہ لانے میں اب ان کو معذور سمجھنا چاہئے اور ان پر کچھ الزام نہیں ہے سو حقیقت یہ ہے کہ یہ فرمانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی خطرناک مریض کو دیکھ کر اس کے مرنے کی پیشن گوئی کر دے اور وہ مریض اس کے کہنے کے مطابق مر جائے تو اس سے ڈاکٹر پر کوئی الزام نہیں آئے گا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ڈاکٹر کے کہنے سے وہ مر گیا، اگر نہ کہتا تو نہ مرتا بلکہ کہا یہی جائے گا کہ خود ڈاکٹر کا یہ کہنا مریض کی حالت کے پیش نظر تھا جو صحیح نکلا۔ اسی طرح یہاں اللہ کے علم و خبر کو ان کی بے ایمانی اور بد حالی کا سبب نہیں کہا جائے گا بلکہ خود ان کی حرکات ناشائستہ اور بد عملی و بے ایمانی کو اللہ کی خبر کا سبب قرار دیا جائے گا یعنی ان کی بد حالی کا اندازہ کر کے اللہ نے یہ خبر دی تھی جو صحیح نکلی۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ طَبَعَ عَلَيْهَا وَاسْتَوْتَقَ فَلَا يَدْخُلُهَا خَيْرٌ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ط أَي مَوَاضِعِهِ فَلَا يَسْمَعُونَ بِمَا يَسْمَعُونَ مِنَ الْحَقِّ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ فَلَا يَبْصُرُونَ الْحَقَّ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۷﴾ قَوِيٌّ دَائِمٌ

ترجمہ: بند لگا دیا ہے خدا نے ان کے دلوں پر (یعنی مہر لگا کر مضبوط کر دیا کہ اب اس میں کوئی خیر داخل نہیں ہو سکتی) اور ان کے کانوں پر (کہ حق بات سن کر اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے ہیں) اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے (کہ حق کو نہیں دیکھ سکتے ہیں) اور ان کے لئے ایسا دردناک عذاب ہوگا (جو قوی بھی ہوگا اور ہمیشہ رہے گا)۔

ترکیب و تحقیق: حتم۔ فعل۔ اللہ فاعل، علی قلوبہم معطوف علیہ علی سمعہم معطوف، دونوں ملکر مجرور، جار مجرور ملکر حتم کے متعلق پورا جملہ فعلیہ ہوا۔ غشاوۃ مبتداء، موخر۔ علی ابصار ہم ظرف خبر جملہ اسمیہ معطوف ہو گیا۔ عذاب موصوف عظیم صفت دونوں ملکر مبتداء، موخر لہم خبر مقدم ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔

حتم بمعنی کتم، کہیں تو بل طبع اللہ علیہا فرمایا اور کہیں کلا بل دان فرمایا اس کی اسناد اللہ کی طرف حقیقی ہے لیکن اس کے معنی مجازی مراد ہیں۔ واقعی طور پر ان کے قلوب اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا نہیں ہے، جیسا کہ اہل ظاہر کا خیال ہے بلکہ مجازاً خیر کا نہ داخل ہونا اور اس کی بندش مراد ہے۔ قلوب قلب کی جمع ہے بمعنی لوٹ پوٹ ہونا۔ دل بھی چونکہ الناک کا ہوتا ہے اور متحرک رہتا ہے اس لئے دل کے معنی ہو گئے لیکن اس سے مراد یہاں مضغہ گوشت اور جسم صنوبری نہیں ہے کہ وہ تمام جانوروں میں بھی ہوتا ہے بلکہ قوت عاقلہ لطیفہ ربانی مراد ہے۔ جو گوشت کے ٹکڑہ سے اس طرح وابستہ ہوتا ہے جیسے آگ کوئلہ کے ساتھ، قلوب کفار کو شے مختوم کے ساتھ تشبیہ دینے سے استعارہ بالکنایہ ہو گیا علی سمعہم کے معنی مفسر علام نے ای مواضعہ نکال کر اشارہ کیا کہ حتم کی اسناد سمع کی طرف بتقدیر المضاف ہے یعنی موضع سمع کی طرف ہے اگر چہ سمع کے معنی سننے اور کان دونوں کے آتے ہیں البتہ قلوب اور ابصار کو جمع اور سمع کو مفرد لانا اس کی کئی توجیہات ہو سکتی ہیں ایک توجیہ وہ ہے جس کی طرف مفسر علام لفظ مواضع سے اشارہ کر رہے ہیں یعنی یہ مصدر ہے لایشی ولا یجمع اور بتقدیر المضاف ہے ای مواضع السمع، غشاوۃ میں بھی مجاز اور استعارہ اختیار کیا گیا ہے۔ عذاب کہتے ہیں کسی جاندار کو تذلیل و تحقیر کے لئے تکلیف پہنچانا اس لئے معصوم بچوں اور جانوروں کے بتلائے آلام ہونے کو عذاب نہیں کہا جائے گا۔ عظیم کیفیت کی شدت کے لئے آتا ہے۔ اس کی ضد حقیر ہے اور کمیت کی زیادتی کے لئے کبیر اور صغیر متقابل آتے ہیں۔ لیکن عظیم میں کبیر سے زیادہ مبالغہ ہے جیسا کہ حقیر میں بمقابلہ صغیر زیادہ مبالغہ ہے۔

﴿تشریح﴾: خدائی مہر: یہ آیت بھی پہلے جملہ لایؤمنون کی تاکید ہے یعنی ایمان لانے کی ان سے بالکل امید نہ رکھیے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور یہی تین ذرائع علم ہیں۔ قلب تو اصل محل علم و ادراک ہے کان نقلی علوم کا ذریعہ ہیں اور آنکھ سے انسان مشاہدات کرتا ہے لیکن جب کسی کے یہ تینوں ذرائع ماؤف ہو جائیں تو اس کی ہدایت کی کیا امید ہو سکتی ہے یہاں بھی ان اعضاء کو ماؤف کرنے کی نسبت خدا نے اپنی طرف کی ہے جو حقیقی ہے یعنی ان ذرائع و اسباب گمراہی کی پیدائش خدا کی طرف سے ہے۔ کسب کے اعتبار سے ذمہ دار اگرچہ بندہ ہے اس لئے جبر یہ اور معتزلہ کے لئے اب اس شبہ کی گنجائش نہیں کہ جب اللہ نے ان اعضاء کو ماؤف کر دیا تو بندہ کو معذور سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ مقصد یہ ہے کہ باعتبار خود انہوں نے شرارت عناد و فساد کر کے اپنی تمام صلاحیت و استعداد بالکلیہ برباد کر لی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر مثل نقطہ ایک سیاہ نشان پڑ جاتا ہے اگر اس نے توبہ نہیں کی یا برابر گناہ کرتا رہا تو وہ نشان بڑھتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ گناہوں کے اثر سے قلب بالکل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور اس میں اچھے اور برے کی تمیز اور احساس نہیں رہتا اور جب احساس زیاں ہی نہ رہا تو ندامت و توبہ کیسی؟

نیکی اور بدی کا فلسفہ: اس سے معلوم ہوا کہ ادویہ اور غذاؤں کی طرح نیکی اور بدی کے اثرات ہوتے ہیں جو ارباب باطن کو باطنی آنکھوں سے مشاہد و محسوس ہوتے ہیں چونکہ سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اس لئے حتم کی نسبت بھی اپنی طرف کردی لیکن اس سے کسی طرح بندہ ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے تو ہدایت و گمراہی اور اس کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں اور

بندہ کو اختیار تمیزی دے دیا ہے وہ اپنا اختیار و ارادہ سے جس راہ کو اختیار کرے گا اسی کا ذمہ دار ہوگا۔ جانوروں میں یا چھوٹے بچوں اور بے عقل لوگوں میں چونکہ اتنا شعور نہیں ہو سکتا کہ ان کو مکلف بنایا جائے اس لئے وہ اس ذمہ داری سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ رہا یہ کہنا کہ جس طرح کسی برائی کو کرنا برا ہے اسی طرح برائی کو پیدا کرنا بھی برا ہونا چاہئے صحیح نہیں ہے کیونکہ برائیوں کے کرنے میں کوئی معتد بہ مصلحت واقعہ نہیں ہے، بخلاف برائی کی پیدائش کے کہ اس میں ہزار ہا مصالح ہیں جو اگرچہ ہم کو معلوم نہ ہوں لیکن جب اس کے خالق کو ہم حکیم مطلق مانتے ہیں اور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة مسلمہ اصول ہے تو ایک ہی چیز کی پیدائش اچھی اور اس کا استعمال البتہ برا سمجھا جائے گا جس طرح شہد و تریاق کو پیدا کرنا ضروری ہے اسی طرح سانپ، بچھو، زہر بلا ہل کی پیدائش مجموعہ عالم کے لئے ضروری ہے لیکن سانپ بچھو زہر کے بے موقعہ استعمال سے جو ہلاکت واقع ہوگی اس کو کوئی سمجھدار عاقل اچھا نہیں کہے گا۔

شبہات کا ازالہ:..... اسی طرح ایک شبہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بندہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ اس کام کو پیدا کر دیتا ہے اس سے واقعی اللہ پر تو کوئی الزام نہیں لیکن اس کام کے ساتھ جو ارادہ خداوندی کا تعلق ہو وہ بندہ کے ارادہ پر موقوف نہیں بلکہ خود بندہ کا ارادہ اللہ کے ارادہ کے تابع ہے اس لئے پھر ذمہ داری بندہ سے نکل کر خدا پر آ جاتی ہے۔ اس کا جواب وہی ہے کہ اللہ کا ارادہ چونکہ ہزاروں مصالح اور حکمتوں پر مشتمل ہے اس لئے مستحسن ہے اور بندہ کا ارادہ کسی مصلحت واقعہ پر مبنی نہیں اس لئے قابل ملامت ہے، اس پر یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ اس سے ارادہ خداوندی کا قابل تعریف ہونا تو معلوم ہو گیا مگر ساتھ ہی بندہ کا مجبور با ارادہ خداوندی ہونا بھی ثابت ہو گیا جو جبر یہ کا مذہب ہے نہ کہ اہل سنت کا سو کہا جائے گا کہ ارادہ خداوندی علی الاطلاق بندہ کے ارادے سے وابستہ نہیں ہے کہ بندہ کا مجبور ہونا لازم آ جائے بلکہ اس تقدیر پر ارادہ خداوندی ہوتا ہے کہ بندہ اس کام کو با اختیار خود کرے گا۔ اس سے تو بندہ کے اختیار و ارادہ اور زیادہ تحقق و تاکد ہو گیا نہ کہ نفی۔ بالکل اسی طرح اللہ کا ارادہ اپنے ارادہ سے وابستہ ہوتا ہے تو اس سے اللہ کے ارادہ کی نفی یا اس کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اور زیادہ صاحب اختیار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ تحقیق کی اس مقام پر گنجائش نہیں ہے بہتر اور اسلم راستہ اس جبر و قدر، خلق و کسب کی خاردار وادی کے قطع کرنے کا یہ ہے کہ اللہ کو مالک مطلق سمجھے اور مالک کو اپنے مملوک میں ہر طرح تصرف کا حق ہوتا ہے کہ کسی کو مجال انکار یا اعتراض نہیں ہو سکتی لا یسنل عما یفعل وہم یسنلون۔

وَنَزَلَ فِي الْمُنَافِقِينَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ أَيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَنَّهُ آخِرُ الْأَيَّامِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۸﴾ رُوِيَ فِيهِ مَعْنَى مَنْ وَفَى ضَمِيرِ يَقُولُ لَفْظُهَا يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِأَظْهَارٍ خِلَافِ مَا أَبْطَنُوهُ مِنَ الْكُفْرِ لِيَدْفَعُوا عَنْهُمْ أَحْكَامَهُ الدُّنْيَوِيَّةَ وَمَا يُخَدِّعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ لِأَنَّ وَبِالِ خَدَّاعِهِمْ رَاجِعٌ إِلَيْهِمْ فَيَفْتَضِحُونَ فِي الدُّنْيَا بِإِطْلَاعِ اللَّهِ نَبِيِّهِ عَلَى مَا أَبْطَنُوهُ وَيُعَاقِبُونَ فِي الْآخِرَةِ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۹﴾ يَعْلَمُونَ أَنَّ خَدَّاعَهُمْ لِأَنْفُسِهِمْ وَالْمُخَادَعَةُ هِنَا مِنْ وَاحِدٍ كَعَاقَبْتُ اللَّصَّ وَذَكَرَ اللَّهُ فِيهَا تَحْسِينٌ وَفِي قِرَاءَةٍ وَمَا يُخَدِّعُونَ

ترجمہ:..... (اور یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں) اور بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن (یعنی قیامت پر کہ وہ دنوں میں آخری دن ہے) حالانکہ وہ بالکل ایمان نہیں لائے ہیں (صیغہ مؤمنین کے جمع لانے میں لفظ مَنْ کے معنی کی رعایت کی ہے اور یقول کی ضمیر مفرد لانے میں مَنْ کی لفظ حیثیت کی رعایت کی گئی ہے) یہ لوگ اللہ اور مسلمانوں سے

چال بازی کرتے ہیں (اپنے باطنی کفر کے خلاف ظاہر کر کے تاکہ کفر کی دنیاوی پاداش سے محفوظ رہ سکیں) اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چال بازی نہیں کرتے بجز اپنے نفسوں کے (اس لئے کہ اس چالاک کی کا وہال بالآخر ان ہی کی طرف لوٹے گا چنانچہ دنیا میں تو اس طرح ذلیل ہوں گے کہ اللہ کے نبی ﷺ ان کی باطنی خباثتوں سے آگاہ کر دیں گے اور آخرت میں سزایاب ہوں گے) اور اس کا شعور اور علم نہیں رکھتے (کہ ان کی چالاکي ان ہی پر اثر انداز ہو رہی ہے اور لفظ مخادعت (باب مفاعلت) اس مقام پر ایک جانب سے مراد ہے جیسے بولتے ہیں عاقبت اللص (میں نے چور کو سزا دی) اور لفظ اللہ کا تذکرہ اس مقام پر صرف کسین کلام کے لئے ہے۔ دوسری قرأت میں لفظ و ما یخادعون ہے۔

ترکیب و تحقیق: من موصوف۔ یقول آمنا باللہ جملہ ہو کر صفت و من الناس متعلق ہو کر رافع ہے من کا تقدیر کلام اس طرح ہے و من الناس ناس۔ پورا جملہ ہو کر پہلے جملہ الذین پر عطف ہوا یا ان الذین کفروا پر عطف ہوا اور من موصول بھی ہو سکتا ہے، ما کا اسم اور بمؤمنین خبر ہے من لفظاً مفرد ہے لیکن معناً مفرد، تشبیہ، جمع سب پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ مفسر علام نے مؤمنین کے صیغہ جمع اور یقول کے مفرد لانے کو یہی کہہ کر حل کیا ہے کہ من میں دونوں باتوں کی گنجائش ہے اس کی لفظی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے یقول مفرد لایا گیا اور معنوی جمع کا لحاظ کرتے ہوئے مؤمنین، ہم، آمنا، جموع استعمال کی گئیں، بعض کے نزدیک من یقول آمنا مبتدا ہے اور من الناس اس کی خبر ہے یخادعون اللہ یہ بدل الاشتمال ہے، شعور، ادراک اور علم قریب المعنی الفاظ ہیں اس لئے یشعرون کا ترجمہ مفسر علام نے یعلمون کے ساتھ کر دیا ہے۔ مشاعر حواس، شعربال، شعارجو لباس بدن سے متصل ہو، نفس کے کئی معنی آتے ہیں ذات کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے ذات باری ہو یا جوہر و عرض۔ نفس بمعنی روح و قلب، خون، پانی، رائے۔ مخادعتہ باب مفاعلت ہے جس کی خاصیت شرکت من الجانبین ہے فاعلیت اور مفعولیت کے معنی میں اس لحاظ سے اس پر اشکال ہوگا کہ دھوکہ بازی کی نسبت خدا کی طرف کس طرح صحیح ہوگی۔ کیونکہ مکرو چالاکي اخلاق رذیلہ ہونے کی وجہ سے اوصاف سلبیہ میں ہونے چاہئیں نہ کہ صفات ثبوتیہ میں اس کی توجیہ کی طرف جلال محقق المخادعة ہینا سے اشارہ کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ باب مفاعلت سے ہے مگر یہاں شرکت من الجانبین نہیں ہے بلکہ صرف منافقین کی طرف سے چالاکي بیان کرنا ہے اور کلام عرب میں اس کی نظیر موجود ہے کہتے ہیں عاقبت اللص اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میں نے چور کو سزا دی اور چور نے مجھ کو سزا دی بلکہ صرف ایک جانب سے عقاب مقصود ہوتا ہے یا ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں استعارہ تمثیلیہ سے کام لیا گیا ہے کہ ان کی حالت کو مخادع سے تشبیہ دی گئی ہے نیز یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ مجاز عقلی پر محمول کیا جائے کہ اسناد مجازی ہو رہی ہو اصل میں یخادعون رسول اللہ عبارت تھی یا اس کو باب تور یہ سے قرار دیا جائے یعنی منافقین کے معاملات کو خداع سے تعبیر کیا ہے۔ قابل نفرت ہونے کی وجہ سے و ذکرو اللہ الخ یہ بھی ایک شبہ کے ازالہ کی طرف اشارہ ہے تقریر شبہ کی یہ ہے کہ اللہ کو تو سب حقیقت حال کا پتہ ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی پھر اللہ کے ساتھ ان کی دھوکہ بازی کیسے ہو سکتی ہے؟ جواب کی تقریر یہ ہے کہ اللہ کا نام لینا صرف کسین کلام کے لئے ہے کہ جمع بین المتضادین ہے مقصود اصلی ہے مسلمانوں کے ساتھ مخادعت ذکر کرنا ہے لیکن اللہ کو شروع میں ویسے ہی ذکر کر دیا ہے جیسے دوسری آیت فان للہ خمسہ وللرسول السخ میں ذکر کیا گیا ہے نیز اس پر بھی تشبیہ کرنا ہے کہ اللہ اور مسلمانوں کا معاملہ ایک ہے ایک کے ساتھ مکرو فریب دوسرے کے مترادف سمجھا جائے چنانچہ اہل اللہ کے ساتھ عداوت کرنا۔۔۔۔۔ اللہ کی عداوت کو مستلزم ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (الحديث) خداع کے معنی ظاہر کو خلاف باطن کرنے کے ہیں کہتے ہیں ضرب خداع جب کہ گوہ ایک سوراخ سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے مخدعان گردن کی پوشیدہ مخصوص رگوں کو کہتے ہیں "مخدع البیت" کوٹھڑی۔

طرف کی ہے۔ اس لئے معتزلہ کے لئے مساعی استدلال نہیں ہے۔ الیم فعلیل کا وزن ہے۔ جلال محقق نے اسکے بعد مولم نکال کر اشارہ کر دیا کہ اس کو اسم فاعل کے معنی میں بھی لے سکتے ہیں۔ عذاب تکلیف دینے والا ہوتا ہی ہے اور بمعنی اسم مفعول بھی لے سکتے ہیں جس سے مقصود مبالغہ ہوگا اس قدر سخت ترین عذاب ہوگا کہ عذاب خود تکلیف میں ہوگا کمال النار اذا شدت یا کل بعضہ بعضا کذب خلاف واقع بات کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک خلاف اعتقاد اور بعض کے نزدیک خلاف اعتقاد اور خلاف واقعہ دونوں کذب کے لئے شرط ہے علی ہذا اس کی ضد صدق میں بھی یہی تین قول ہوں گے۔ قاضی بیضاوی اور علامہ زحشری نے تصریح کی ہے کہ اس سے کذب کا مطلقاً حرام ہونا معلوم ہوا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کذب کی مختلف صورتیں ہیں بعض حرام، بعض مکروہ، بعض مباح، بعض واجب محل استعمال اور موقع کے لحاظ سے فرق رہے گا۔ کمالین فی کتب الفقہہ .

ربط و تشریح: دل کے روگی مرض کی تفسیر میں ان کی بد اعتقادی، بدگمانی، بدزبانی، حسد و اندیشہ سب داخل ہے اور حسد کے باعث روز بروز اسلامی ترقیات ان کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہیں اس لئے دل کے روگوں میں ترقی و اضافہ ہوتا جاتا ہے اس مقام کی فی الجملہ تحقیق گزر چکی ہے۔ معاصی پر امراض قلب کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ نیکی اور بدی کا ایک مزاج اور تاثیرات ہوتی ہیں جس سے روح متاثر ہوتی ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آئِي لَهُؤَلَاءِ لَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بِالْكَفْرِ وَالتَّعْوِيقِ عَنِ الْإِيمَانِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿۱۱﴾ وَلَيْسَ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ بِفَسَادٍ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى رَدًّا عَلَيْهِمُ إِلَّا لِلتَّنْبِيهِ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲﴾ بِذَلِكَ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ الْجَهْلُ أَي لَانْفَعَلُ كَفَعْلِهِمْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى رَدًّا عَلَيْهِمُ إِلَّا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾ ذَلِكَ .

ترجمہ: اور جب ان (لوگوں) سے کہا جائے کہ تم زمین میں فساد نہ کرو (بوجہ کفر کے اور لوگوں کو ایمان سے روک کر) تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں (ہمارا کام فساد کرنا نہیں ہے۔ حق تعالیٰ ان کے رد و جواب میں فرماتے ہیں کہ) بلاشبہ یہی لوگ فسادی ہیں مگر (اس کا) شعور نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسے یہ (اصحاب النبی ﷺ) ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں (خاکم بدہن) کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف جاہل ایمان لے آئے ہیں (یعنی ہم ان جیسا کام نہیں کر سکتے۔ حق تعالیٰ اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) خبردار! بلاشبہ یہی لوگ احمق ہیں لیکن (اس جہالت و حماقت کا) علم نہیں رکھتے۔

لیکن اس قسم کی بے باکانہ گفتگو غالباً غریب مسلمانوں کے رویہ کرتے ہوں گے باوجود مسلمانوں کے آگے تو چا پلوسی ہی کرتے تھے اب یہ شبہ بھی نہیں رہا کہ جب منافقین اپنے کفر کو چھپاتے رہتے تو ایسی عریاں گفتگو کیسے کرتے ہوں گے۔

ترکیب و تحقیق: اذا شرطیہ۔ قیل کا نائب فاعل لا تفسدوا فی الارض۔ لهم متعلق قالوا کا فاعل خبر انما نحن مصلحون مفعول جملہ ہو کر خبر۔ جملہ شرطیہ۔ الاحرف تنبیہ صدر کلام میں لایا جاتا ہے۔ ان کا اسم ضمیر۔ ہم المفسدون جملہ ان کی خبر لیکن استدراکیہ، فساد، حد اعتدال سے نکل جانا اس کی ضد اصلاح ہے قیل کے فاعل یا مؤمنین یا رسول اللہ ﷺ یا اللہ تعالیٰ

ہیں۔ بقول ابن عباس حسن و قناده فساد سے مراد یہاں گناہ اور معاصی ہیں جن کی وجہ سے ظاہری اور باطنی فساد پیدا ہوتا ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔

رابط و تشریح:..... فساد کی کون ہے؟ دو غلے شخص سے ہمیشہ فساد ہی متوقع ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی خیر خواہی کے جذبہ سے مجبور ہو کر ان کی خیراندیشی فہمائش بھی کرتا ہے کہ زمین میں تمہارے اس طرز عمل سے بے چینی اور فساد پھیلتا ہے اس لئے باز آ جاؤ، تو غایت بلاغت و حماقت سے اپنے عیوب کو ہنر ظاہر کرتے ہوئے بڑے شد و مد سے جواب دیتے ہیں کہ ہمارا کام تو صرف اصلاح کرنا ہے نہ کہ (فساد) اس جہل مرکب اور کساد نظری کا کیا علاج کہ جہل کو علم، فساد کو اصلاح، کڑوے کو میٹھا، سیاہ کو سفید، سمجھنے لگے۔

ہر کس نداند و بدانند کہ بدانند
در جہل مرکب ابدال دہر بمانند

اس لاعلاج مرض سے بچنے اور نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

وَإِذَا لَقُوا أَصْلَهُ لَقُوا لِقَاءَ لِقَائِهَا سَاكِنَةً مَعَ الْوَاوِ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا
آمَنَّا وَإِذَا خَلُّوا إِلَى شَيْطَانِهِمْ لَرُؤُسَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ لَفِي الدِّينِ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۴﴾
بِهِمْ بِإِظْهَارِ الْإِيمَانِ اللَّهُ يُسْتَهْزِئُ بِهِمْ يُجَازِيهِمْ بِاسْتَهْزَائِهِمْ وَيَمْدُهُمْ يُمَهِّلُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ تَجَاوَزِهِمْ
الْحَدَّ بِالْكَفْرِ يَعْمَهُونَ ﴿۱۵﴾ يَتَرَدَّدُونَ تَحِيرًا حَالًا أَوْلَيْكَ الدِّينِ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى صِ اسْتَبَدَلُوهَا
بِهِ فَمَارَبَحَتْ تِجَارَتُهُمْ أَى مَارَبَحُوا فِيهَا بَلْ خَسِرُوا الْمَصِيرَهُمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ وَمَا كَانُوا
مُهْتَدِينَ ﴿۱۶﴾ فِيمَا فَعَلُوا

ترجمہ:..... یہ لوگ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو (لقوا کی اصل لَقِبُوا تھی کسرہ کے بعد یا پر ضمہ دشوار تھا اس لئے حذف کر دیا۔ پھر یا اور واو میں اجتماع ساکنین ہو اس لئے یا بھی گر گئی لقوا ہو گیا) تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائیوں میں جاتے ہیں اور اپنے شیاطین (یعنی شریر سرداروں) کے پاس (واپس) پہنچتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ (ہم مذہب) ہیں۔ ان مسلمانوں سے (اظہار ایمان کر کے) ہم تو صرف دل لگی کر رہے تھے اللہ ہی ان کی ساتھ استہزاء کا معاملہ کر رہے ہیں (یعنی ان کی استہزاء کی سزاویں گے) اور ان کو ڈھیل دیئے چلے جا رہے ہیں (یعنی ان کو مہلت دے رہے ہیں) ان کی سرکشی (اور حد کفر کی طرف تجاوز کرنے) میں کہ وہ حیران و سرگرداں پھر رہے ہیں۔ (ترکیب میں یہی حال ہے یمد ہم سے) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ خریدا ہے (یعنی تبدیل کر لیا ہے) لیکن ان کی اس تجارت نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا (یعنی یہ اس تجارت میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ خسارہ میں رہے کہ ابدی جہنم ان کا ٹھکانا بنا) اور اس (کاروبار) میں ٹھیک طریقہ پر نہیں چلے۔

ترکیب و تحقیق:..... اذا قيل لهم شرط۔ آمنوا تفسیر۔ کما آمن الناس بتاویل آمنوا ایمانا مثل ایمان الناس مصدر محذوف کی صفت قالوا فعل بافاعل انومن مفعول۔ پورا جملہ جواب شرط۔ الا انهم هم السفهاء جملہ متانفہ۔ ولكن لا يعلمون جملہ استدراکیہ۔ سفہ ہلکاپن، سفہت الريح کہتے ہیں یعنی ہوانے اڑا دیا۔ بیوقوفی پر بھی اطلاق ہونے لگا۔ سفیہ بروزن فعیل۔ سفہاء جمع ہے اس کا مقابل لئات وتانی اور علم آتا ہے بمعنی سوچنا۔ فساد چونکہ ظاہر اور محسوسات میں سے ہوتا ہے اس

لئے اس کے ساتھ لایسحرون لائے اور ایمان قلبی اور غیر محسوس ہوتا ہے اس لئے یہاں لایعلمون لائے۔ پھر سفاہت اور علم دونوں کو جمع کرنا ہے جو کمال بلاغت ہے۔ اور یسحرون اور لایعلمون کے مفعول کو حذف کرنا تعمیم کے لئے ہے لفقوا میں تعلیل ہوئی ہے دراصل لقیوا تھا یا ای مضموم ماقبل مکسور ثقل کی وجہ سے ضمہ حذف کر دیا۔ اب یا اور واودونوں ساکن ہوئے۔ یا کو حذف کر دیا لقیوا ہو گیا۔ جملہ شرط الدین آمنوا، لفقوا کا مفعول ہے۔ قالوا آمنوا جزاء اذا خلوا الی شیطانہم جملہ شرط قالوا انا معکم موکد یا مبدل منہ انما نحن مستهزون بدل یا تاکید دونوں ملکر جواب شرط۔ اللہ مبتداء، یستہزی بہم خبر معطوف علیہ واو عاطفہ۔ یمدہم جملہ خبر معطوف فی طغیانہم اس کے متعلق یعمہون حال ہے۔ استہزاء پر بھی خداع کی طرح اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس کی نسبت خدا کی طرف صحیح ہے مفسر علام اس کا ازالہ بجای بہم کہہ کر کر رہے ہیں یعنی جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کے طرز پر مشاکلت صوری کی وجہ سے اللہ کی سزا کو استہزاء کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ طغیان بالضم والکسر۔ حد سے تجاوز کرنا۔ شیطن اہل لغت کے اس میں دو قول ہیں شیطان بروزن فیعال بمعنی بغد یعنی نون اصلی ہے دوسری صورت یہ ہے کہ نون زائد ہو شاط بمعنی باطل، وجہ تسمیہ ظاہر ہے اہل سنت کے نزدیک یہ ابوالجئن ہے۔ یمدہم میں اسناد حقیقی ہے۔ خلافاً معتزلہ عمہ اور عمی میں ایسا ہی فرق ہے جیسی بصیرت و بصارت میں ایک ظاہری دوسرے باطنی، بیع و اشتری دونوں خرید و فروخت، اضداد میں استعمال ہوتے ہیں یہاں مجازاً مطلق استبدال کے معنی میں ہے۔ ہدایت سے مراد یہاں فطری ہدایت ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ اور فطرت اللہ الی فطر الناس علیہا کے لحاظ سے فما ربحت تجارتہم میں استعارۃ تریجیہ ہے کہ تجارت مشبہہ کے مناسبات استبدال مشبہہ کیلئے ثابت کئے گئے ہیں۔ جلال محقق نے ای فمار بحوا کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ اسناد مجازی ہو رہی ہے یعنی ربح کی اسناد تجارت کی بجائے تاجروں کی طرف ہونی چاہئے۔

ربط و شان نزول: ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ، عمر فاروقؓ، علی مرتضیٰؓ عبد اللہ ابن ابی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم اور تمہارے فقہاء کو ہمارے ساتھ مخلصانہ رہنا چاہئے۔ جواب میں اس نے کہا کہ مرحبا ہو شیخ صدیقؓ، عمر فاروقؓ، علی ابن عم رسولؐ کے لئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ خدا سے ڈرا اور نفاق چھوڑ دے۔ اس نے پھر کہا میں یہ بات اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ میں بھی تمہاری طرح مؤمن ہوں۔ اس کے بعد اپنے احباب سے کہنے لگا کہ تم بھی یہی روش اختیار کرو جو میں نے اختیار کی تھی۔ اس پر خوشامدیوں نے تعریف کرتے ہوئے کہا کہ کیوں نہیں آپ جب تک زندہ ہیں ہم پر آنچ نہیں آسکتی۔ اس سلسلہ میں ان آیات کا نزول ہوا چونکہ یہ لوگ اکثر کاروباری تھے اس لئے ان کو تجارت کی تمثیل سے سمجھایا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾: منافقین کی بہادری: باوجاہت مسلمانوں کے سامنے آتے تو ان کا یہ رنگ ہوتا اور لپٹا پوتی اور لٹو پتو کرتے رہتے اور جب غریب مسلمانوں کے سامنے آتے تو ان کی صورت دیکھنے کے لئے پھیلی آیت آئینہ ہے۔ منافقین کا یہ قول آمننا پہلے تو بیان اعتقاد کے سلسلہ میں نقل کیا گیا تھا اور اب مسلمانوں کے ساتھ بطوران کے برتاؤ اور معاملہ کے نقل ہوا اس لئے تکرار کا شبہ نہیں کرنا چاہئے جبکہ غرض الگ الگ ہو گئی آگے ان کے استہزاء کا جواب دیا گیا ہے۔

مَثَلُهُمْ صِفَتُهُمْ فِي نِفَاقِهِمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ اَوْقَدَ نَارًا فِي ظُلْمَةٍ فَلَمَّا اَضَاءَتْ اَنَارَتْ مَا حَوْلَهُ فَاَبْصَرَ وَاسْتَنْدَفَا وَامِنَ مِمَّا يَخَافُهُ ذَهَبَ اللهُ بِنُورِهِمْ اَطْفَاءً وَجَمَعَ الضَّمِيرَ مُرَاعَاةً لِمَعْنَى الَّذِي وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلْمَةٍ لَا يَبْصُرُونَ ﴿۱۷﴾ مَا حَوْلَهُمْ مُتَحَيِّرِينَ عَنِ الطَّرِيقِ خَائِفِينَ فَكَذَلِكَ هُوَ لِآءِ اٰمَنُوا بِاِظْهَارِ كَلِمَةِ الْاِيْمَانِ فَاِذَا مَاتُوا جَاءَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ الْخَوْفُ وَالْعَذَابُ هُمْ صُومٌ عَنِ الْحَقِّ فَلَا يَسْمَعُوْنَهُ سِمَاعَ قَبُولِ بَعْضِكُمْ حَرَمٌ عَنِ الْخَيْرِ فَلَا يَقْبَلُوْنَهُ عُمَى عَنِ طَرِيقِ الْهُدَى فَلَا يَرُوْنَهُ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾ عَنِ الضَّلَالَةِ -

ترجمہ:..... ان کی حالت (نفاق) اس شخص کی حالت جیسی ہے جس نے (اندھیرے میں) آگ روشن کی اور آگ نے جب اس کے ارد گرد سب چیزوں کو روشن کر دیا (اور وہ دیکھنے لگا اور خوفناک چیزوں سے اس نے اپنے کو مامون کر لیا) تو اللہ نے ان کی روشنی سلب کر لی (نور ہم میں ضمیر جمع لانا الذی کے معنوی رعایت کی وجہ سے ہوا) اور ان کو اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہیں (اپنے ماحول کو) راستہ کے بارے میں متحیر اور خائف رہتے ہیں بالکل یہی حال ان منافقین کا ہے کہ زبان سے تو کلمہ ایمان ظاہر کر رہے ہیں مگر مرنے پر عذاب و خوف سامنے آئے گا، یہ لوگ حق سے (بہرے ہیں) کہ اس کو قبولیت کے کان سے نہیں سنتے (اور ہر بھلی بات سے) گونگے ہیں (کہ اس کو کہہ نہیں سکتے) اور (راہ ہدایت سے) اندھے ہیں (کہ اس کو دیکھتے نہیں ہیں) سو اب یہ (اس گمراہی سے) واپس نہیں ہو سکتے۔

ترکیب و تحقیق:..... مثل، مثل، مثل، شبہ، شبہ، شبہ، شبہ کی طرح تینوں طریقہ سے آتا ہے تشبیہ کے معنی میں پھر کہاوت اور کسی عجیب و غریب مشہور بات سے تشبہ دینے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ علمائے بلاغت کے نزدیک مثل صرف کلام مرکب میں اور تشبیہ مفرد و مرکب دونوں کے لئے آتا ہے۔ اس سے ایک خیالی اور غیر محسوس چیز بھی محسوس ہو کر سامنے آ جاتی ہے اس لئے تمام بلغاء کے کلام میں اور کتب سابقہ میں بھی قرآن کے اس طرز کی بکثرت امثال ملتی ہیں۔ مفسر نے مثل کے بعد صفت لاکر اس کے ترجمہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور "استوقد" کے بعد "اوقد" نکال کر بتلادیا کہ اس میں سین طلب کا نہیں ہے۔ نار سے نور مشتق ہے اضاءت کے بعد انارت کہہ کر مفسر نے اشارہ کیا کہ اضاء فعل متعدی ہے ضمیر فاعل۔ ماحولہ میں، ماموصولہ بمعنی مکان مفعول ہے۔ لفظ صم سے پہلے ہم نکال کر اشارہ کیا کہ یہ مبتداء محذوف ہے عن الضلالة نکال کر اشارہ کیا کہ لا یرجعون فعل لازم ہے اور بعض متعدی کہتے ہیں کہ مفعول محذوف ہے۔ ای لا یرجعون قولاً ذہب کی اسناد یہاں بھی خدا کی طرف حقیقی ہے اس لئے معتزلہ پر رد ہو گیا مثلہم مبتداء مابعد خبر۔ اضاءت فعل متعدی ہے تو ضمیر فاعل اور ماحولہ منفعول ورنہ ماحول فاعل ہے اور تانیث اضاء بلحاظ معنی ما ہے مراد اشیاء و امکنہ، ماموصولہ بھی ہو سکتا ہے، اور موصوفہ یا زائدہ بھی یہ سب مل کر شرط ذہب اللہ سے دونوں جماع معطوف معطوف علیہ ہو کر جواب لہما۔ صم مبتداء محذوف ہم کی خبر ہے اور فہم لا یرجعون جملہ مستانفہ ہے۔

رابط و تشریح:..... یہ تمثیل قسم اول کے ان منافقین کی ہے جو خوب دل کھول کر منافقانہ اور کافرانہ کاروائیاں کرتے تھے نہ ان کی زبان حق کے لئے طاقت گویائی رکھتی تھی اور نہ کان قوت شنوائی اور نہ آنکھیں یارائے بینائی۔ بالکل یہ ان کا فطری نور ہدایت اس ظلمت کسب سے تبدیل ہو گیا ہے اب ان کی واپسی کی کوئی امید نہیں۔

أَوْ مَثَلُهُمْ كَصَيِّبٍ آتَى كَاصْحَابٍ مَطَرٍ وَأَصْلُهُ صَيُوبٌ مِنْ صَابٍ يَصُوبُ أَي يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ أَي
السَّحَابِ فِيهِ السَّحَابُ ظَلَمَتْ مَتَكَاثِفَةً وَرَعْدُهُ هُوَ الْمَلِكُ الْمُؤَكَّلُ بِهِ وَقِيلَ صَوْتُهُ وَبَرْقٌ كَمَعَانُ
سَوَاطِئِ الَّذِي يَزْجِرُهُ بِهِ يَجْعَلُونَ أَي أَصْحَابُ الصَّيِّبِ أَصَابِعُهُمْ أَي أَنَامِلُهَا فِي أَذَانِهِمْ مِنْ أَجْلِ
الصَّوَاعِقِ شِدَّةِ صَوْتِ الرَّعْدِ لِئَلَّا يَسْمَعُوَهَا حَذَرَ خَوْفِ الْمَوْتِ ط مِنْ سَمَاعِهَا كَذَلِكَ هُوَ لِأَنَّ إِذَا نَزَلَ
الْقُرْآنُ وَفِيهِ ذِكْرُ الْكُفْرِ الْمُشَبَّهِ بِالظُّلْمَاتِ وَالْوَعِيدِ عَلَيْهِ الْمُسَبَّهِ بِالرَّعْدِ وَالْحُجْحِ الْبَيِّنَةِ الْمُسَبَّهِ بِالْبَرْقِ
يَسْتَدُونَ إِذَانَهُمْ لِئَلَّا يَسْمَعُوهُ فَيَمِيلُوا إِلَى الْإِيمَانِ وَتَرَكَ دِينَهُمْ وَهُوَ عِنْدَهُمْ مَوْتٌ وَاللَّهُ مُحِيطٌ
بِالْكَافِرِينَ ﴿۱۹﴾ عَلِمًا وَقُدْرَةً فَلَا يَفُوتُونَهُ يَكَادُ يَقْرُبُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ ط يَا حُدَّهَا بِسُرْعَةٍ
كُلَّمَا أَصَاءَ لَهُمْ مَشُوا فِيهِ أَي فِي صَوْتِهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ط وَقَفُوا تَمَثِيلٌ لِأَزْعَاجِ مَا فِي
الْقُرْآنِ مِنَ الْحُجْحِ قُلُوبُهُمْ وَتَضَدِّيْقِهِمْ بِمَا سَمِعُوا فِيهِ مِمَّا يُحِبُّونَ وَوَقُوفَهُمْ عَمَّا يَكْرَهُونَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ بِمَعْنَى أَسْمَاعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ط الظَّاهِرَةُ كَمَا ذَهَبَ بِالْبَاطِنَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
شَاءً قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾ وَمِنْهُ إِذْهَابُ مَا ذُكِرَ۔

﴿۲۰﴾

ترجمہ: یا ان منافقین کی (مثال) ان لوگوں جیسی ہے جن پر آسمان (یعنی بادل سے) بارش ہو رہی ہو (صیب دراصل
صیوب تھا صاب یصوب بمعنی نازل ہونے سے بنایا گیا ہے) اور اس (بادل) میں ظلمتیں ہوں (ترترتہ) اور رعد (فرشتہ ہے جو
بادل پر مقرر ہوتا ہے اور بعض کی رائے میں فرشتہ کی آواز کو رعد کہتے ہیں) اور برق جو (اس فرشتہ کا کوڑا ہوتا ہے جس سے وہ بادلوں کو
ہنکاتا ہے) یہ اہل بارش اپنی انگلیوں (یعنی ان کی سروں اور پوروں) کو اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہوں۔ کڑک (کی وجہ سے) جو (رعد
کی شدت آواز سے ہوتی ہے تاکہ وہ اس کو سن نہ پائیں) موت کے اندیشہ سے (جو اس کو سن کر پیدا ہوتا ہے یہی حال ان منافقین کا ہے
کہ قرآن جب نازل ہوتا ہے اور اس میں کفر جس کو ظلمات سے تشبیہ دی گئی ہے اور وعید کفر جس کو رعد سے تشبیہ دی گئی ہے اور دلائل واضح
جن کو برق سے تشبیہ دی گئی ہے یہ چیزیں ہوتی ہیں تو یہ اپنے کان اس لئے بند کر لیتے ہیں کہ اس کو سن نہ سکیں اور کہیں ایمان کی طرف اور
ترک مذہب کی طرف مائل نہ ہو جائیں جو ان کے نزدیک موت ہے) اور اللہ تعالیٰ نے (اپنے علم و قدرت کے لحاظ سے) کافروں کو
گھیرے میں لے رکھا ہے (وہ ان کو چھوڑے گا نہیں) قریب ہے کہ (بجلی) ان کی مینائیوں کو اچک لے جہاں ان کے لئے بجلی چمکی
(اس کی روشنی میں) وہ چلنے لگے اور جب ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے (یہ تمثیل اس لئے ہے کہ دلائل قرآنیہ سے ان
کے دل کانپ جاتے ہیں یا اپنے مناسب خواہش چیزوں کو سن کر تصدیق کرتے ہیں اور ناموافق چیزوں کو سن کر توقف کرتے ہیں اس کی
تصویر کھینچ جائے) اگر اللہ چاہتے تو ان کے (ظاہری) کان اور آنکھیں بھی سلب کر لیتے (جیسا کہ باطنی سلب کر لئے ہیں) بلاشبہ حق تعالیٰ
ان چیزوں پر (جو ان کی مشیت کے ماتحت ہوں) قادر ہیں (مخملہ ان کے ان چیزوں کا سلب بھی ہے)۔

ترکیب و تحقیق: او میں پانچ اقوال ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ اوشک کے لئے نہیں بلکہ مطلقاً تسویہ بین الشیخین کے لئے

ہے جیسے جالس الحسن او ابن سیرین، صیب بروزن فیعل صوب بمعنی نزول سے مشتق ہے۔ بارش بادل کو کہتے ہیں۔ مفسر علام نے کاصحاب مطر نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ مضاف محذوف ہے اور صیب سے معنی بادل کے نہیں ہیں بارش کے ہیں۔ اصل میں صیوب تھا و او یا ایک کلمہ میں جمع ہیں اور او مکسور ہے اس لئے یا سے تبدیل کر کے ادغام کیا گیا۔ السماء کے معنی ہیں، افق، بادل، آسمان ہر وہ چیز جو اوپر ہو۔ یہاں مؤخر الذکر تینوں معانی حکمتہ ہیں۔ مفسر علام نے بادل کے معنی لئے ہیں۔ رعد بادل کی گرج جو ہوا چلنے اور باہمی رگڑ سے پیدا ہوتی ہو۔ برق بادل کی رگڑ سے جو چمک پیدا ہو (بجلی) فیہ ضمیر کا مرجع مفسر نے خلاف ظاہر سحاب کو بتایا ہے لیکن دوسرے مفسرین نے صیب کو بتایا ہے اور فی بمعنی مع ہے اور لفظ السماء مذکر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے السماء مفطر بہ اور مؤنث بھی جیسے اذا السماء انفطرت۔ رعد کے بعد مفسر علام نے الملک الموکل ظاہر کیا ہے چنانچہ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت بھی نقل فرمائی ہے اسی طرح برق کی جو تفسیر کی ہے وہ ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔ اصابعہم کی تفسیر انامل کے ساتھ اس لئے کی ہے تاکہ بطور مجاز نطی مبالغہ کے لئے کل کا جزو پر اطلاق سمجھ میں آجائے۔ کذلک ہؤلآء سے مفسر علام مشبہ کا حال بیان کر رہے ہیں۔ تاکہ تشبیہ مفرد بالمفرد معلوم ہو جائے اور قاضی بیضاوی نے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرد و مرکب دونوں پر محمول کرنے کی اجازت دی ہے۔ محیط یہ دراصل محوط تھا حاط يحوط سے۔ کسرة واؤ نقل کر کے حا کو دیدیا۔ اور واؤ کو یا سے تبدیل کر دیا محیط ہو گیا۔ فلا يفوتونه نکال کر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس آیت میں استعارہ تمثیلیہ ہو رہا ہے شاء کا مفعول محذوف ہے جس پر جواب لو دلالت کر رہا ہے ای لو شاء الله ان يذهب بسمعهم و ابصارهم لذهب شئ کے بعد شاء ہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ لفظ شئ جو اسم ہے وہ اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ نیز اس سے تمام اشیاء اس طرح مراد نہیں کہ ذات حق بھی اس میں داخل ہو جائے بلکہ ذات خداوندی کو مستثنیٰ کر کے دوسری تمام اشیاء مراد ہوں گی۔ یعنی اللہ اپنی ذات کے علاوہ تمام چیزوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ تغیر فی الذات والصفات چونکہ عیب کو مستلزم ہے، اس لئے وہ قدرت سے خارج رہے گا۔ مثلہم مبتداء محذوف۔ کصیب اس کی خبر ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی او مثلہم کمثل اصحاب صیب کاف موضع رفع میں ہے من السماء کانن مقدر سے متعلق ہو کر صیب کی صفت ہے ظلمات و رعد و برق مبتداء مؤخر فیہ خبر مقدم جملہ ل کر صیب کی صفت ہے۔ يجعلون فعل بافاعل اصابعہم مفعول فی آذانہم من الصواعق يجعلون کے متعلق اور حذر الموت اس کا مفعول لہ ہے یہ جملہ مستانفہ ہوا اور ضمیر فیہ سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ محیط بالكفرین جملہ معترضہ ہے۔

رابط و تشریح: قرآنی مثالیں: یہ تمثیل دوسرے قسم کے منافقین کے متعلق ہے جو مذہب اسلام کو بظاہر تو قبول کر چکے ہیں لیکن دل میں متردد ہیں جب کبھی اسلام اور مسلمانوں کی خوبیاں اور فتوحات دیکھتے ہیں تو کچھ کچھ دلی میلان اسلام کی طرف ہونے لگتا ہے، پھر اغراض نفسانی کا غلبہ یا تکالیف و مصائب کا سامنا جب ہوتا ہے وہ میلان انکار سے بدل جاتا ہے۔ سو جس طرح کوئی طوفان و باد باراں میں گھر جاتا ہے، کبھی موقع پا کر بجلی چمکنے سے آگے بڑھنے لگتا ہے اور کبھی اندھیرنی گھور گرج سے خائف ہو کر چلنے سے رک جاتا ہے یہی حال ان منافقین کا ہے کہ نور اسلام کی جھلک جب کبھی دیکھ لیتے ہیں تو حق کی طرف بڑھنے لگتے ہیں مگر خود غرضی، ہوا نفس کی ظلمت میں پڑ کر پھر حق سے رک جاتے ہیں واللہ محیط بالكفرین اور لو شاء الله لذهب الخ دھمکی ہے اگر باز نہ آئے تو یاد رکھو ہمارے قبضہ سے باہر نہیں جاسکتے۔

تکوینی اور تشریحی اسباب: اس مقام پر ایک اشکال ہے کہ حکماء اور فلاسفہ کے بیان کے مطابق آفتاب کی گرمی جب

کچھ نہیں تھے) اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ عجب نہیں کہ تم (اس عبادت کی وجہ سے اس کے عذاب سے) بچ جاؤ (لعل دراصل امید کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن کلام الہی میں تحقیق کے لئے ہے) وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا (پیدا کیا) تمہارے لئے زمین کو فرش (فراش) حال ہے یعنی ایسا بستر جس پر با آسانی لیٹا جاسکے نہ اس میں حد سے زیادہ سختی ہو اور نہ اتنی نرمی کہ اس پر استقرار ممکن نہ ہو سکے) اور آسمان کو بنایا (چھت) اور آسمان سے بارش برسائی کہ جس سے (طرح طرح کے.....) پھل..... تمہاری غذا کے لئے (کہ خود بھی کھاتے ہو اور اپنے جانوروں کے لئے چارہ بھی کرتے ہو) اس لئے خدا کے لئے کسی کو ساجھی (یعنی شریک فی العبادت) مت ٹھہراؤ درآنحالیکہ تم خوب جانتے بوجھتے ہو (کہ صرف وہی خالق ہے دوسرا کوئی خالق نہیں ہے اور اللہ وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہو)۔

ترکیب و تحقیق: یا حرف ندا۔ ایہا الناس منادی۔ اعبدوا ربکم جملہ موصوف، الذی موصول خلقکم صلہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ الذین من قبلکم ای الذین من خلقہم من قبل خلقہم یہ جملہ معطوف دونوں جملے صفت ہوئے ربکم کی۔ لعل حرف مشبہ بالفعل کم۔ اسم۔ تتقون خبر۔ الذین سے اخیر تک موصول صلہ کر دوسری صفت ہوئی رب کی۔ لعل شک و شبہ، تردد و امید کے مواقع پر آتا ہے۔ انداد جمع ندی جس کے معنی برابر کا مخالف۔ بناء مصدر میمی ہے مکان قبہ، خیمہ، الذی محل نصب میں ہے بنا پر صفت ہے اور محل رفع بھی ہو سکتا ہے۔ بتقدیر المبتداء پہلے تینوں جماعتوں کا الگ الگ حال بیان کر کے اب ان کو اجتماعی خطاب کے ساتھ اسلام کے دو بنیادی اصول یعنی توحید و رسالت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔

﴿تشریح﴾: عبادت اور احسانات الہی: اہل توحید کا مضمون ہے جو ایک فطری اور سادہ مؤثر پیرایہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ شریف انسان فطرۃً اور طبعاً اپنے محسن کی طرف جھکتا ہے اور محسن بھی وہ کہ جس نے وجود جیسی بڑی دولت بخشی ہے کہ ساری نعمتیں اس کے بغیر بیچ ہیں اور پھر بقاء و وجود کے سارے سامان بخشے ہیں خواہ وہ ظاہری اور جسمانی انعامات ہوں جیسے کھانے پینے کی چیزیں یا روحانی اور باطنی غذا میں ہوں یعنی احکام شریعت جن کا مدار رسالت و نبوت پر ہے۔ یعنی جب یہ مسلم ہے کہ خالق صرف اللہ ہے تو معبود بھی صرف اللہ ہی ہونا چاہئے۔ معبود ہونا صرف خالق کے لئے اور عابد ہونا مخلوق کے شایان شان ہے۔

الناس کی تفسیر اہل مکہ سے کرنا سورۃ بقرہ کے منافی نہیں ہے۔ حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جو روایت پیش کی ہے کہ الناس سے خطاب اہل مکہ کو اور الذین آمنوا سے خطاب اہل مدینہ کو ہوتا ہے اس سے مقصود بھی قاعدہ کلیہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ضابطہ اکثر یہ مراد ہوتا ہے اس لئے یہ روایت بھی اس تفسیر کے خلاف نہیں۔

توحید ہی بنیاد عبادت ہے: اعبدوا کی تفسیر وخذوا کے ساتھ اس لئے کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں عبادت کا لفظ آیا ہے اس سے مراد توحید ہے کیونکہ عبادت بغیر توحید کے ممکن نہیں۔ توحید ہی سبب عبادت ہے، اس لئے توحید کو لفظ عبادت سے ادا کرنا مجاز ہوا۔ یا یہ معنی لئے جائیں کہ صرف ایک کی عبادت کرو، دوسرے کو اس کا شریک نہ کرو، اور عبادت کے معنی پوجا پاٹ کے نہیں ہیں بلکہ تابعداری اور اطاعت کے معنی ہیں جس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بھی آگئے اور نکاح، طلاق، معاملات، خرید و فروخت وغیرہ سب احکام آگئے۔

شاہی محاورے: لعل چونکہ شک اور تردد کے لئے موضوع ہے اس لئے کلام الہی میں اس کا استعمال باعث اشکال ہے اس کا ازالہ مفسر علامؒ نے للتحقیق کی توجیہ سے کر دیا یعنی قرآن کریم میں اس کو ان تحقیقیہ کے مترادف سمجھا جائے گا یعنی شک کے

لئے نہیں بلکہ یقین کیلئے ہے۔ لیکن مفسر کا یہ بیان کرنا اکثری لحاظ سے تو صحیح ہے مگر مفید قطعیت نہیں ہے اس لئے بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ لعل قرآن کریم میں بمعنی کسی تعلیلیہ ہے اور بعض نے لعل کو اصل توجیہ اور امید کے لئے ہی مانا ہے مگر مخاطبین کے اعتبار سے یعنی کلام الہی چونکہ علی عادت الناس ہے جس طرح خبر، انشاء، ماضی، حال، مستقبل وغیرہ احکام کلام انسانی طریقہ سے جاری ہیں اسی طرح لعل کاد وغیرہ کلمات بھی ان ہی خصوصیات کے ساتھ کلام باری میں پائے جاتے ہیں اور بعض نے تو یہ توجیہ کی ہے کہ یہ لعل تعرض شئے کے لئے ہے یعنی عبارت کی تقدیر اس طرح تھی اعبدوا ربکم متعرضین لان تنفقوا مگر سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کو شاہی محاورہ پر محمول کر لیا جائے جیسے کہا جائے کہ مابدولت یہ امید رکھتے ہیں کہ تم ہمارے احکام کی خلاف ورزی سے بچو گے اسی طرح ”عجب نہیں“ یہ بھی شاہی محاورہ ہے۔ بڑوں کی ذرا سی امید کی جھلک اور کرن کو دکھلا دینا بھی دوسروں کو ہزار یقین دہانیوں سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔

کلام الملوک ملوک الکلام۔

ہر چیز میں حلت اصل ہے:..... لکم الارض فراشاً میں علماء نے دو نکتے بیان کئے ہیں اول یہ کہ لام نفع سے اشارہ اس طرف ہے کہ شرعاً تمام چیزوں میں اصل حلت ہے۔ حرمت عارضی اور محتاج دلیل ہوتی ہے علامہ زنجشیری اور صاحب مدارک نے اس کو ابو بکر رازی اور معتزلہ کا استدلال قرار دیا ہے۔ امام فخر الاسلام نے معارضہ کی بحث میں کہا ہے کہ اباحت اور حرمت کا جب تعارض ہو جائے تو حرمت کو مؤخر اور ناسخ سمجھ کر ترجیح دی جائیگی اور حلت اصل ہونے کی وجہ سے سابق اور مرجوح ہوگی ورنہ حرمت کو اصل ماننے سے دو دفعہ نسخ ماننا پڑے گا۔ مفصل کلام کیلئے مبسوطات کا مطالعہ کیا جائے۔

زمین گول ہے یا چپٹی؟:..... اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ لفظ فراش سے زمین کا کروئی شکل ہونا یا مسطح ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ فراش ہونا ان میں کسی ایک کے منافی ہے، زمین کا فراش کی صورت میں ہونا اور اس پر اٹھنا بیٹھنا لیٹنا یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کرہ کا حجم بہت چھوٹا ہو اس پر فراش باعث دشواری ہو سکتا ہے مگر جبکہ عظیم الجسم کرہ ہو تو اس پر بے شمار مخلوق گنجائش کے مطابق رہ سکتی ہے۔ چنانچہ سطح سمندر سے بلند زمین کا ایک بہت بڑا حصہ خط استواء سے شمالی جانب اور تھوڑا سا حصہ جنوبی سمت واقع ہے جس میں تمام مخلوق آباد ہے۔ یہ زمین اپنی اصل سے کروئی بنائی گئی تھی لیکن باد و باران اور طوفانی حوادث سے اس میں بلندی اور پستی پیدا ہو گئی اور حقیقی کرویت باقی نہیں رہی۔

قرآن کا موضوع:..... لیکن ان سب تحقیقات کا میدان فلسفہ اور جغرافیہ ہو سکتا ہے؟ زمین گول ہے یا مسطح، زمین متحرک ہے یا ساکن آسمانوں کا وجود ہے یا نہیں، شمس و قمر اور کواکب و نجوم کی رفتار اور پیمائش کے مسائل، غرض یہ کہ جو باتیں قرآن کے موضوع سے خارج ہیں قرآن کو ان کے لئے اکھاڑہ بنانا کہاں کا انصاف ہے۔ یہ تحقیقات تو روزانہ بدلتی رہتی ہیں صحیح بات غلط اور غلط بات صحیح بن جاتی ہے تو کیا کلام الہی بھی اسی طرح کی ربت ہے کہ جب چاہا اور جتنا چاہا کھینچ لیا اور جب چاہا سکوڑ لیا۔

من انواع الثمرات سے جلال محقق نے من کے بیانیہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا کہ عام چیزیں مراد ہیں چاہے انسانی خوراک کی ہوں یا جانوروں کا چارہ اور بعض کے نزدیک من جمعیہ ہے۔ ای بعض الثمرات۔

وَأِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا مُحَمَّدٍ مِّنَ الْقُرْآنِ أَنَّهُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ ۚ أَيْ الْمُنَزَّلِ وَمِنَ اللَّيَانِ أَيْ هِيَ مِثْلُهُ فِي الْبَلَاغَةِ وَحُسْنِ النَّظْمِ وَالْإِحْبَارِ عَنِ الْغَيْبِ وَالسُّورَةُ قِطْعَةٌ لِّهَا أَوَّلٌ وَآخِرٌ وَأَقْلَبُهَا ثَلَاثُ آيَاتٍ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ إِلَيْهِ تَعْبُدُونَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ لِتُعِينَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۳﴾ فِي أَنَّ مُحَمَّدًا أَقَالَهُ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهِ فَافْعَلُوا ذَلِكَ فَإِنَّكُمْ عَرَبِيُونَ فَصَحَاءُ مِثْلُهُ وَلَمَّا عَجَزُوا عَنْ ذَلِكَ قَالَ تَعَالَىٰ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا مَا ذُكِرَ بِعَجْزِكُمْ وَلَنْ تَفْعَلُوا ذَلِكَ أَبَدًا لِظُهُورِ اعْجَازِهِ اِعْتِرَاضٌ فَاتَّقُوا بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ النَّارِ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ الْكُفَّارُ وَالْحِجَارَةُ ۚ كَأَصْنَامِهِمْ مِنْهَا يَعْنِي أَنَّهَا مُفْرَطَةٌ الْحَرَارَةِ تَتَّقَدُ بِمَا ذُكِرَ لَا كِنَارِ الدُّنْيَا تَتَّقَدُ بِالْحَطَبِ وَنَحْوِهِ أَعَدَّتْ هَيْبَتٌ لِلْكَافِرِينَ ﴿۲۴﴾ يُعَدَّبُونَ بِهَا جُمْلَةً مُسْتَأْنَفَةً أَوْ حَالٌ لَّازِمَةٌ

ترجمہ: اور اگر تم لوگ خلیجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے اتاری ہے اپنے خاص بندہ (حضرت محمد ﷺ) پر (اور خلیجان قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کے متعلق ہو) تو اچھا پھر بنا لاؤ اس کی مانند ایک سورۃ (یعنی قرآن کے مثل اور من بیان یہ ہے یعنی وہ سورۃ، بلاغت، بہترین نظم اور غیبی اطلاعات میں قرآن کی مثل ہو۔ سورۃ ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کا اول و آخر ہو اور کم از کم اس میں تین آیات ہوں) اور بلاو اپنے حمایتیوں (اور ان معبودوں کو جن کی تم بندگی کرتے ہو) اور خدا سے الگ تم نے ان کو تجویز کر رکھا ہے (اپنی اعانت و حمایت کے لئے) اگر تم اس بیان میں سچے ہو (کہ محمد ﷺ نے خود طبع زاد یہ مضمون بنا رکھے ہیں تو تم بھی طبع آزمائی کر کے دیکھ لو۔ آخر تم بھی محمد ﷺ کی طرح فصیح عرب ہو جب ان سے یہ نہ بن پڑا تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) پھر اگر تم (مذکورہ) کام نہ کر سکو (اپنے عجز کی وجہ سے) اور ہرگز تم اس کام کو نہیں کر سکو گے (تا قیامت قرآن کے معجز ہونے کی وجہ سے اور یہ جملہ معترضہ ہوا۔ ایمان باللہ کی وجہ سے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے) پھر تو جہنم کی آگ سے بچتے رہنا کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے (مثلاً پتھر کے بت یعنی جہنم کی آگ مذکورہ چیزوں سے روشن کرنے کی وجہ سے بے حد شدید ہوگی۔ وہ دنیاوی آگ کی طرح نہ ہوگی جو ایندھن وغیرہ سے جلائی جاتی ہے) اور وہ جہنم کافروں کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ (جس میں ان کو عذاب دیا جائے گا یہ جملہ مستأنفہ یا حال لازمہ ہے)۔

ترکیب و تحقیق: فی ریب میں فی ظرفیہ مبالغہ کے لئے ہے یعنی شک نے ان کا احاطہ ظرفی کر رکھا ہے۔ من مثله کی ضمیر اگر ما انزلنا کی طرف راجع ہے جس سے مراد قرآن ہے تو من میں تین احتمال ہیں۔ بیانیہ یا تبعیضیہ یا زائدہ علیٰ رای الاخش دوسری صورت یہ ہے کہ ضمیر لفظ عبد کی طرف راجع ہو جس سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اس صورت میں من ابتدائی ہوگا یا فاستوا کا صلہ ہوگا۔ دوسری صورت میں چونکہ غیر امی سے قرآن کے صدور کا احتمال و امکان باقی رہتا ہے اس لئے پہلی صورت زیادہ بہتر ہے۔

نزول و تنزیل کا فرق: نزلنا، انزال کہتے ہیں ایک دم مجموعی طور پر نازل کرنے کو اور تنزیل کہتے ہیں تھوڑا تھوڑا، آہستہ آہستہ وقت ضرورت اتارنے کو۔ قرآن کی یہ دونوں صفتیں ہیں۔ اس کا نزول اول من اللوح الی السماء الدنیا جملتہ اور تمامہا ہوا ہے اس لئے بعض جگہ اس کو انزال سے تعبیر کیا گیا ہے اور پوری مدت تبلیغ و نبوت میں یعنی ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا اترتا رہا۔

اس لئے اس کو تنزیل سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ بنیادِ اشتباہ اور منشاءِ شبہ ان کے لئے یہی ہوا کہ جس طرح شعراء اپنے دیوان، غزل، قصائد کو تھوڑا تھوڑا کر کے پورا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ بھی چونکہ ایسا ہی کرتے ہیں اس لئے کافر سمجھتے ہیں کہ یہ کلام محمد ﷺ ہے۔ کلام الہی اگر ہوتا تو اس کو پورا اتارنے پر قدرت بھی ہے اور اس کی عادت بھی یہی ہے جیسا کہ توراہ ایک دفعہ لکھ کر دیدی گئی تھی چنانچہ وہ کہتے تھے لولا انزل علیہ القرآن جملة واحدة تحدی میں اسی شبہ کا ازالہ کرنا ہے اس لئے انزلنا کی بجائے نزلنا کہا گیا ہے عبدنا میں آپ ﷺ کی ذات کو عبد سے تعبیر کر کے اور اس کو ضمیر متکلم کی طرف مضاف کر کے آپ ﷺ کی تشریف و توقیر اور اعتدال تعظیم کی طرف اشارہ کر دیا۔ یعنی آپ ﷺ مقام الوہیت میں نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ مقام عبودیت میں ہیں جو سب مقامات میں عالی تر ہے اور ہمارے مخصوص بندے ہیں وہ جس کو اپنا کہہ دیں اس کی بندگی کا پھر کیا پوچھنا ہے من دون اللہ یہ ادعوا یا شہداء سے متعلق ہے مقصود اس امر سے تعجیب ہے۔ فافعلوا ذلک مفسر علام اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ ان کنتم صدقین شرط کی جزاء محذوف ہے۔ ووقود جمہور کے نزدیک بفتح الواو قرأت ہے، یعنی ایندھن اور ایک قرأت میں بضم الواو بھی ہے آگ جلانا جیسے لفظ ووضو، اور ووضو میں بعینہ یہی فرق ہے فان لم تفعلوا میں ان کے ساتھ ذکر کرنا تمہما یا علی عادة الناس ہے کیونکہ تامل سے پہلے ان کا عجز محقق نہیں ہوا تھا۔ ورتہ ہقیقہ کلام باری میں اس قسم کے الفاظ شک کا آنا باعث اشکال ہوگا۔ النار سورہ بقرہ چونکہ مدنیہ ہے اس لئے یہاں معرف لاننا صحیح ہے۔

اور سورۃ تحریم کی ہے وہاں اول مرتبہ نار کا ذکر آیا اس لئے نکرہ کے ساتھ ذکر کیا معرف باللام لانے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ فاتقوا کے بعد جلال محقق نے جو عبارت نکالی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ تقویٰ کا ذریعہ جس ایمان کو قرار دیا گیا ہے اس کے مؤمن بہ یہ دو ہیں ایک اللہ پر ایمان لاتا دوسرے قرآن کا کلام الہی ہونا اور انسانی یعنی کلام محمد نہ ہونا۔ او حال لازمة اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ووقودھا کی ضمیر سے اس کو حال نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ ضمیر مضاف الیہ ہے اور مضاف اسم جامد ہونے کی وجہ سے عامل نہیں ہو سکتا۔ ”ان کنتم“ شرط ”فاتوا بسورۃ“ جزاء۔ مما نزلنا بحذف الضمیر موضع جر میں صفت ہے ریب کی ما موصولہ من مثله صفت ای بسورۃ کائنۃ مثله وادعوا شہداء کم جملہ انشائیہ معطوف ہے فاتوا پر من دون اللہ شہداء سے موضع حال میں ہے۔ ای شہداء کم متفردین عن اللہ ان کنتم شرط کا جواب محذوف ہے، ”فان لم تفعلوا“ شرط اور فاتقوا جزاء، لن تفعلوا جملہ معترضہ ہے۔ اعدت للكافرين موقع حال میں ہے النار سے۔ اور عامل فاتقوا ہے۔

ربط و شان نزول:..... توحید کے بعد یہاں سے نبوت اور رسالت کا بنیادی مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ نبوت کی روشن دلیل چونکہ معجزہ ہوتا ہے دیگر انبیاء کو اپنے اپنے زمانہ کے مناسب جس طرح ہزاروں معجزات دیئے گئے ہیں جو ان کے لئے دلیل نبوت بنے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو بے شمار معجزات عطا ہوئے ان میں سے سب سے بڑا علمی معجزہ قرآن پاک ہے جو آپ ﷺ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے اس کے دلیل ہونے میں مخالفین کو چونکہ یہ شبہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے عام مصنفین کی طرح اس کو خود ہی تھوڑا تھوڑا تصنیف کر لیا ہے جس سے اس کا کلام الہی اور معجز ہونا مشتبہ اور محل کلام بن گیا اس لئے دلیل نبوت ہی گویا مشتبہ ہو گئی اس آیت میں اشتباہ کو دلیل سے رفع فرماتے ہیں تاکہ دلیل نبوت بے غبار اور صاف ہو جائے۔

﴿تشریح﴾:..... خدائی چیلنج اور دشمنوں کا اعتراف شکست:..... یہ تحدی متعدد مواقع پر بار بار کی گئی ہے جس کی ترتیب علی سبیل التنزیل اس طرح ہے کہ اول آیت میں قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیراً سے پورے قرآن کے مثل کا چیلنج دیا گیا لیکن کوئی حرکت نہ ہوئی تو

مطالبہ میں تخفیف کرتے ہوئے کہا گریفاتوا عشر سور مثله مفتريت و ادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صدقين اس پر بھی جب کوئی نہ سہا تو یہ آیت فاتوا بسورۃ من مثله کہہ کر جھنجھوڑا گیا لیکن پھر بھی کچھ سانس آواز نہ نکلی تو فلیاً تو اب حدیث مثله ان كانوا صدقین فرما کر انتہا کر دی۔ تاہم آپ ﷺ نے قرآن کی سب سے چھوٹی آیتوں والی سورۃ کو شکر لکھوا کر عرب کے دستور کے مطابق باب کعبہ پر آویزاں کرادی گئی روز برابر لٹکی رہی مگر سب کو گویا سانپ سونگھ گیا بالآخر کسی فصیح الشعراء نے اس کے آخر میں ایک جملہ "لیس هذا من طاقة البشر" اضافہ کر کے اپنے عجز کا کھلا اعتراف کر لیا۔ ولسن تفعلوا میں چونکہ اخبار بالغیب اور پیش گوئی ہے اس لئے یہ ایک مستقل دوسرا معجزہ ہوگا کہ مخالفین کے بھرے مجمع میں پہلے ہی قدم پر ان کو ناکامی کی خبر دیدی گئی پھر ہر چند جھنجھوڑا گیا، اکسایا گیا، غیرتیں دلائی گئیں، شرمندہ کیا گیا اور یہ سن کر کیا کچھ جوش و خروش نہ ہوا ہوگا، بیچ و تاب نہ آیا ہوگا، جان و مال کی بے انتہا قربانیاں دینے والی پوری قوم جس نے جوان اولاد، مایہ ناز بہادر اور قیمتی اثاثہ سب کچھ محمد ﷺ کے مقابلہ میں جھونک دیا ہو اور وہ اس قسم کے سنہرے اور بہترین موقعہ کو یوں ہی گنوا سکتی تھی کیا خون کی ہولی کھیلنے والوں نے کوئی دقیقہ اٹھا رکھا ہوگا جبکہ بات محض بات کے ضلع میں آ کر رک گئی۔

معجزات انبیاء:..... چنانچہ ہر زمانے میں پیغمبروں نے ان ہی چیزوں میں لوگوں کو شکست فاش دی ہے جس میں لوگوں کو کمال شہرت اور نام حاصل تھا۔ داؤد علیہ السلام کے لوہے کی صنعت معراج کمال پر تھی لیکن النالہ الحدید سے ان کا تفوق ظاہر کیا گیا اس وقت کی ساری دنیا نے گویا ان کا لوہا مان لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ سحر اور ساحروں اور ان کے کرشموں اور کرتبوں سے لبریز تھا، لیکن عصا، موسوی اور ید بیضا کے آگے والقی السحرة ساجدین کا مظاہرہ دنیا نے دیکھ لیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا دور ڈاکٹری اور علاج و تدبیر کے عروج کا دور تھا۔ مگر علاج مریضوں کو بغیر کسی دوا اور علاج بلکہ مردوں تک کو زندہ کر کے تمام ظاہری تدابیر کا ریکارڈ توڑ دیا گیا۔ مگر یہ سب عملی کارنامے تھے جو ایک مخصوص وقت تک رہے مخصوص لوگوں نے دیکھے، بعد میں وہ محض ایک تاریخ ہو کر رہ گئے۔

خدا کے دشمنوں میں کھلبلی:..... مگر آنحضرت ﷺ کا دور میمون آیا آپ ﷺ جس ملک اور قوم میں پیدا ہوئے زور کلام اور زبان آوری میں ان کا حال تھا کہ اپنے سامنے وہ ساری دنیا کو گونگی سمجھتے اور کہتے تھے ان کے جوان اور بڑے مرد تو رہے ایک طرف ان کی عورتیں تک آگ لگا دینے والی نطیہ اور شاعرہ تھیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا حال یہ کہ تعلیم و تربیت تو رہی ایک طرف اس کے ظاہری اسباب تک سے آپ ﷺ محروم کر دیئے گئے تھے۔ نہ ماں، نہ باپ، نہ بہن، نہ بھائی، دادا، اور چچا بھی ساتھ نہ دے سکے وہ بھی مخالف ہی رہے اندریں حالات آپ ﷺ کا علمی اور کلامی بے مثل و بے نظیر معجزہ پیش کرنا یقیناً اتمام حجت اور برہان قوی ہوگا کہ سب عاجز ہو کر اپنا سامنہ لیکر بیٹھ رہے، یہ قطعی دلیل ہے قرآن کے معجزہ ہونے کی اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ کسی نے کچھ لکھا ہو اور وہ ضائع ہو کر رہ گیا ہو۔ کیونکہ آج کی طرح ہر زمانہ میں قرآن کے حامی کم اور مخالف زیادہ رہے ہیں تو قرآن جس کے حامی کم رہے ہوں جب وہ محفوظ چلا آ رہا ہے تو جس مخالف تحریر کے حامی زیادہ رہے ہوں گے وہ کیسے ضائع ہوگئی۔ اس لئے یہ احتمال محض لغو ہے۔ اور جس کا جی چاہے آج بھی طبع آزمائی بلکہ قسمت آزمائی کر کے دیکھ لے، اور جنہوں نے کی ان کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔

کو اچلا ہنس کی چال:..... چنانچہ یمامہ کے ایک شخص مسلمہ کذاب نے قرآن کے طرز پر چند آیات پیش کرنے کی نامسعود کوشش کی مثلاً (۱) والنساء ذات الفروج (۲) الفیل و ما ادراك ما الفیل ذنبه قلیل و خرطوم طویل و انه من حلقة ربك لقلیل تو اس پر اس کے ہم قوم لوگوں نے ہی مذاق اڑایا۔ کہاں کلام نبی ﷺ اور کہاں کلام متنبی؟ اسی طرح بعض علمائے شیعہ نے سورۃ

فاطمہ اور سورہ جنین بنا کر قرآن میں ملانے کی نامبارک سعی کی، مگر دنیا نے علم و ادب سے ان کو منہ چڑایا گیا، اور بعض حماقت مآب لوگوں نے مقامات حریری جیسی ادبیانہ کتابوں کو قرآن کے برابر میں لا کر رکھنے کا مشورہ دیا جس کی قیمت مدعی ست گواہ چست سے زیادہ نہیں نکلی واقعہ یہ ہے کہ خدا کے کام جس طرح بے مثل ہیں اسی طرح اس کا کلام بھی بے نظیر ہے۔ ہم گلاب بنا سکتے ہیں اور بہت خوبصورت بنا سکتے ہیں لیکن پانی کا ایک قطرہ جس سے خدائی قدرتی گلاب کی رونق اور شباب دوبالا ہو جاتا ہے ہمارے کاغذی گلاب کا حساب توڑنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ یہ کاغذی گلاب ایک قطرہ شبنم پڑنے سے گملا جاتا ہے اور قدرتی گلاب اور دمک جاتا ہے اور مہک اٹھتا ہے اس سے اصل اور نقل کا فرق کھل کر سامنے آ جاتا ہے یہی حال کلام کا بھی ہے۔ کلام الملوك ملوك الکلام۔

قرآن کی بہار تازہ: نیز قرآن کا یہ معجزہ دوسرے وقتی اور عملی معجزوں کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ ایک عملی اور غیر فانی معجزہ ہے اس کی بہار حسن جو روز اول تھی وہی آج تک باقی ہے، اعدت ماضی کا صیغہ اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے دلالت کر رہا ہے کہ جنت و جہنم دونوں پیدا ہو چکی ہیں پس معتزلہ کا یہ کہنا کہ جزاء و سزاء کے وقت سے پہلے ان کو پیدا کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ اور بے فائدہ کام کرنے سے اللہ بری ہے یہ استدلال باطل ہے نیز پہلے سے پیدا کرنا لغو بھی نہیں ہے یہ کیا کم فائدہ ہے کہ لوگوں کے لئے ترغیب و ترہیب کا کام لیا جائے جیسے بادشاہ اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے پہلے ہی سے جیل خانے بنا دیتا ہے۔ اس وقت کوئی شبہ نہیں کرتا کہ جب کوئی چوری کرے گا تب جیل خانہ بنوائے، کوئی بغاوت کرے تب پھانسی کا تختہ لٹکانا چاہئے۔

وَبَشِّرِ أَحِبْرَ الدِّينِ اٰمَنُوۡا صٰدَقُوۡا بِاللّٰهِ وَعَمِلُوۡا الصّٰلِحٰتِ مِنَ النّٰوۡفِلِ اِنَّ اٰیۡ بَاۡلَہُمْ جَنۡتٍ حَدٰثِقَ ذٰتٍ شَمَحٍ وَّ مَسٰكِنٍ تَجْرِیۡ مِنْ تَحْتِہَاۤ اٰیۡ تَحْتِ اَشۡجَارِہَا وَقُصُوۡرِہَا اَلَا نَہُرُۡ اٰیۡ الْمِیَآءِ فِیۡہَا وَ النَّہۡرُ الْمَوۡضِعُ الَّذِیۡ یَجْرِیۡ فِیۡہِ الْمَآءُ لِاَنَّ الْمَآءَ یَنۡہِیۡہُۤ اٰیۡ یَحۡفِرُہُۤ وَاَسۡنَادُ الْجَرِّ اِلَیۡہِ مَجَازٌ کُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنْہَاۤ اَطَعُوۡا مِنْ تِلۡکَ الْجَنّٰتِ مِنْ ثَمَرِہٖۡ رِزۡقًا ۗ قَالُوۡۤا ہٰذَا الَّذِیۡ اٰیۡ مِثۡلُ مَا رُزِقْنَا مِنْ قَبۡلِ ۗ اٰیۡ قَبۡلَہُ فِی الْجَنۡتِ لِتَشَابِہِ ثَمٰرِہَا بِقَرِیۡنَہٗ وَاَتُوۡا بِہِ جِیۡوًا بِالرِّزۡقِ مُتَشَابِہًا ۗ یَشَبِہُ بَعْضُہٗ بَعْضًا لَّوۡنًا وَّ یَحۡتَلِفُ طَعۡمًا وَّلَہُمۡ فِیہَاۤ اَزۡوَاجٌ مِّنَ الْحُوۡرِ وَغَیۡرِہَا مُطَهَّرَۃٌ مِّنَ الْحِیۡضِ وَ کُلٌّ قَدَرٌ وَّهُمۡ فِیہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵﴾ مَا کَثُوۡنَ اَبَدًا لَا یَفۡنُوۡنَ وَّلَا یَحۡرُجُوۡنَ

ترجمہ: اور خوشخبری (یعنی خبر) سنا دیجئے اہل ایمان کو (جن لوگوں نے اللہ کی تصدیق کی) اور اعمال صالحہ کئے (یعنی فرائض و نوافل ادا کئے) اس بات کی کہ ان کے لئے جنتیں ہیں (یعنی باغات کہ جن میں درخت اور کوٹھی بنگلے بھی) ان کے پائیں میں (یعنی ان درختوں اور محلات کے نیچے) نہریں چل رہی ہوں گی (یعنی جو پانی ان نہروں میں ہوگا وہ جاری ہوگا۔ اور نہریاں جاری ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں کیونکہ پانی اس جگہ کو کھود کر گڑھا کر دیتا ہے اور جاری ہونے کی نسبت نہر کی طرف کرنا مجازاً ہے) جب کبھی ان باغات سے ان کو رزق دیا جائے گا (یعنی کھلائے جائیں گے ان باغات کے پھل بطور غذا تو کہیں گے یہ تو بعینہ وہی ہے (یعنی مثل اس کے ہے) جو ہم اس سے پہلے کھا چکے ہیں (یعنی جنت ہی میں اس سے پہلے یہ کہنا پھلوں کے یکساں ہونے کی وجہ سے ہوگا اور قرینہ اتوا بہ ہے) دیا جائے گا (ان کو رزق) ملتا جلتا (کہ رنگت میں تو ایک دوسرے کے مشابہ ہوگا مگر ذائقہ میں بالکل مختلف) اور ان کے لئے جنت میں بیبیاں ہوں گی (یعنی چوہیں وغیرہ) پاک صاف (یعنی اور ہر قسم کی گندگی سے) اور وہ لوگ ہمیشہ کے لئے جنت میں بسنے والے ہوں

گے (یعنی ابدی رہنا نصیب ہوگا نہ میں گے اور نہ نکلیں گے)۔

ترکیب و تحقیق:..... بشر کے بعد اخبار کہہ کر اشکال کے دفعیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بشارت خبر و مسرت کو کہتے ہیں۔ یہاں تو اس کا محل صحیح اور حقیقی ہے مگر بشر ہم بعد اب الیم جیسے مواقع پر مجازاً بمعنی اخبار لینا پڑے گا یا حکم اور استہزاء مقصود ہوگا۔ ان کی تفسیر میں بان کہنا اس طرف مشیر ہے کہ "بشر" کا معمول بتقدیر حرف البحر ہے جب حذف ہو گیا تو فعل کا عمل بلا واسطہ ہو گیا۔ جنت اس کا مادہ جن جہاں بھی ہوگا اس میں پوشیدگی کے معنی ضرور ہوں گے چنانچہ جنت بھی نگاہوں سے مستور ہے۔ باغ درختوں سے گھنا رہتا ہے جن کو بھی بہ نسبت بشر کے مستور سمجھا جاتا ہے جنۃ ڈھال بھی سا تر ہوتی ہے جنان قلب جناح باز و مناسبت ظاہر ہے تحتھا کے بعد اشجار رہا و قصور ہا نکال کر جلال محقق ایک شبہ کا دفعیہ کرنا چاہتے ہیں کہ باغ سے نیچے نہر کا جاری ہونا اتنا خوبصورت اور نشاط انگیز نہیں ہوتا جس قدر روح پرور باغ کے اندر نہر کا جاری ہونا ہوتا ہے وجہ دفع ظاہر ہے کہ عبارت بتقدیر المضاف ہے۔ یعنی باغ کے اندر درختوں اور محلات کے نیچے جاری ہونا مراد ہے۔ الانہر کے بعد المیاء کی عبارت سے اس طرف اشارہ ہے کہ نہر جاری میں مجاز عقل اسناد مجازی ہے یعنی مراد ماء النہر جاری ہے آگے نہر کا وجہ تسمیہ بتاتے ہیں چونکہ نہر کے معنی کھودنے کے ہیں پانی کے مسلسل چلنے اور اتار چڑھاؤ سے کچی زمین میں نشیب ہو ہی جاتا ہے اس لئے نہر کہا جانے لگا من تلک الجنات اس لئے کہا تا کہ منھا میں من ابتداء یہ ہونا معلوم ہو جائے۔ هذا کے بعد ای مثل سے تفسیر کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ لفظ هذا سے دونوں کھانوں کا بعینہ ایک ہونا لازم آتا ہے جو خلاف واقع ہے لیکن مراد مماثلت ہے ای قبلہ فی الجنة کہہ کر جلال محقق نے کہنا چاہا ہے کہ قبلیت سے مراد قبلیت فی الجنة ہے قبلیت دنیاوی مراد نہیں جیسا کہ بعض دوسرے حضرات کی رائے عام رکھنے کی ہے کہ چاہے جنت سے پہلے دنیا میں ہونا مراد ہو یا خود جنت میں عجیب بات یہ ہے کہ آگے مفسر علامہ اپنی دلیل میں جو قرینہ لفظ اتوا پیش کر رہے ہیں یہی عام کہنے والوں کا مستدل بھی ہو سکتا ہے۔ متشابہا کی ایک صورت تو یہ ہے کہ صورت اور ذائقہ دونوں یکساں ہوں یہ اتنا عجیب نہیں جتنا کہ رنگت میں یکسانیت اور ذائقہ میں اختلاف حیرت انگیز اور تعجب خیز ہوتا ہے..... مطہرۃ بہتر یہ ہے کہ عام رکھا جائے کہ ہر قسم کی نجاسات اور احداث سے ظاہری طہارت ہو یا اخلاق رذیلہ سے پاک صاف ہوں۔ کیونکہ دونوں باتیں عیب کی ہیں بالخصوص عورتوں میں اخلاق کی دنائت موجب اذیت ہوتی ہے۔ بشر فعل بافاعل۔ الذین آمنوا جملہ اس کا مفعول جنت موصوف تجری من تحتھا الانہر جملہ اس کی صفت اول مل کر ان کا ام اور لہم خبر مقدم۔ جملہ بتقدیر بان متعلق بشر ہو گیا۔ کلمارزقوا الخ جملہ شرطیہ۔ دوسری صفت یا مبتدائے محذوف کی خبر یا جملہ متانفہ ہے واتوا بہ متشابہا جملہ معترضہ ہے ازواج موصوف۔ مطہرۃ صفت ملکہ مبتدا لہم خبر مقدم جملہ متانفہ ہوا۔ ہم مبتدا خال دون خبر۔ فیہا اس کے متعلق جملہ متانفہ یا حال ہے لہم سے۔

ربط و شان نزول:..... پہلی آیت میں منکرین کے لئے جہنم کی وعید بیان کی تھی۔ اس آیت میں تسلیم کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت دی جاتی ہے تاکہ وبضدھا تبین الاشیاء کے قاعدہ سے بات کے دونوں رخ پورے ہو جائیں۔ نیز جلال خداوندی سے کہیں فرمانبردار بھی مغموم و ملول نہ ہو جائیں اس لئے قرآن کریم کی عام عادت ہے کہ وہ ترغیب و ترہیب دونوں کو ہم پلہ رکھتا ہے تاکہ اللہ کی دونوں شانیں جلالی اور جمالی ظاہر ہوتی رہیں۔

﴿تشریح﴾:..... عالم میں خیر و شر:..... اور اس عالم میں جس قدر خیر و شر یا نعمت و مصیبت کے افراد ہیں ان سب کو ایک دوسرے کے اثرات ملے ہوئے ہیں ایک چیز ایک لحاظ سے خیر ہے تو دوسرے اعتبار سے وہی چیز شر بھی ہے یا جو چیز ایک وجہ

سے شر اور مصیبت ہے وہی چیز دوسرے لحاظ سے نعمت اور خیر بھی ہے اپنی ذات سے کوئی چیز نہ خیر محض ہے اور نہ شر خالص اس لئے ضروری ہے کہ ان کے لئے ایسے منبع ہوں کہ جہاں خیر ہو اور شر کا وہاں نام و نشان تک نہ ہو۔ اسی طرح شر ہی شر ہو خیر کا وہاں گزر نہ ہو۔ ان ہی دونوں مرکزوں کو لسانِ شرع میں جنت یا جہنم کہا جاتا ہے۔ یہ جنت و جہنم فلاسفہ اور عیسائیوں کی بنائی ہوئی محض خیالی یا روحانی نہیں ہے بلکہ مادی بھی ہے اس عالم کے مادہ اور صورت کو قرار نہ ہو اور وہ حادث ہونے کی وجہ سے بدلتے اور فنا ہوتے رہتے ہوں۔ مگر اس عالم ابد کی ہر چیز غیر فانی ہے اس عالم کو اس عالم پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

جنت و جہنم کی حقیقت:..... جنت میں تمام لذائذ، راحت و نعمت کی انتہا ہوگی۔ اور جہنم میں شدائد و مصائب کی۔ حدیث

مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا علی قلب بشر خطرت او کمال قال اور آیت کریمہ وفيها ما تشتهيہ الانفس سامان عیش کی خبر دے رہے ہیں اس آیت میں بھی کھانے پینے کے لذائذ باغ و بہار اور حسین و خوبصورت بیویوں کے جھرمٹ کی بشارت سنائی جا رہی ہے طرح طرح کے میوے جو رنگت میں یکساں ہوں جن کو دیکھ کر یہ شبہ ہو کر اس سے پہلے ابھی یاد دنیا میں ہم کھا چکے ہیں۔ ان کو کھانے میں صرف تیز مزہ لطف ہوگا مگر جب کھا کر نئی دنیا سامنے آئے گی تو لذت دو بالا ہو جائے گی لطف و سرور کی ایک نئی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

نیچری یا جاہل صوفی:..... لوگوں کا نیچریت زدہ ہونے کی وجہ سے یا جاہلانہ تصوف زدہ ہونے کی بنیاد پر جنت یا لذائذ

جنت سے ناک اور بھنویں چڑھانا کوئی صحیح بنیاد نہیں رکھتا۔ البتہ جن خوش قسمت لوگوں کو احسانی تصوف کی ہوا لگ جاتی ہے وہ اس دنیا میں بھی اپنے معارف و کمالات سے ایوانِ جنت کی طرح لذت اندوز ہوتے رہتے ہیں بعض روایات سے جو معلوم ہوتا ہے کہ جنت ایک صاف میدان ہے اعمال دنیا نعمائے جنت کی شکلیں اختیار کر لیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنت بالفعل خالی ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ عامل کے حق میں تا وقتیکہ وہ اعمال نہیں کرے گا خالی ہے وہ اپنے لئے عمل کر کے بھی جنت سجا سکتا ہے۔

شروع سورت میں بھی ایمان کا ذکر آیا تھا مگر ضمناً اور اجمالاً آیا تھا مقصود اصلی کتاب اللہ کی فضیلت و بزرگی اور کمال ہدایت بیان کرنا تھا لیکن اس مقام پر ایمان کے فضائل و ثمرات کا بیان بالقصد مد نظر ہے۔ اس لئے حقیقتاً تکرار نہیں رہا۔ باقی ایمان صرف تصدیق قلبی، یقین و اذعان کا نام ہے، زبان سے اقرار حقیقی اور عند اللہ ایمان کے لئے شرط نہیں ہے۔ البتہ ایمان ظاہری کے لئے شرط ہے۔ باقی اعمال صالحہ ایک علیحدہ چیز ہے ان کو متمم ایمان کہا جاسکتا ہے لیکن ان کو شرط یا شرط ایمان نہیں کہا جائے گا ایمان و اسلام کا فرق اور ایمان کا قابل زیادت و نقصان ہونا۔ یہ بحث کسی دوسرے مقام پر انشاء اللہ آئے گی۔

وَنَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِ الْيَهُودِ لَمَّا ضَرَبَ اللَّهُ الْمَثَلَ بِالذُّبَابِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ يَسْأَلُكَمُ الذُّبَابُ شَيْئًا وَالْعَنْكَبُوتُ مَا أَرَادَ اللَّهُ بِذِكْرِ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ الْخَسِيسَةِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ يَجْعَلَ مَثَلًا مَّفْعُولٌ أَوَّلٌ مَا نَكِرَةٌ مَوْضُوفَةٌ بِمَا بَعْدَهَا مَفْعُولٌ ثَانٍ أَيْ مَثَلٌ كَانَ أَوْزَانِدَةً لِتَاكِيدِ الْخِسَّةِ فَمَا بَعْدَهَا الْمَفْعُولُ الثَّانِي بَعُوضَةٌ مُفْرَدٌ لِبَعُوضٍ وَهُوَ صِغَارُ الْبَقِ فَمَا فَوْقَهَا أَيْ أَكْبَرٌ مِنْهَا أَيْ لَا يَتْرُكُ بَيَانَهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْحِكْمِ فَمَا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَيْ الْمَثَلُ الْحَقُّ الثَّابِتُ الْوَاقِعُ مَوْقِعُهُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا مِمَّا تَمِيزُ أَيْ بِهَذَا الْمَثَلِ وَمَا اسْتَفْهَمُوا انْكَارٌ مُبْتَدَأٌ وَذَا بِمَعْنَى الَّذِي بِصِلْتِهِ لَمْ يَكُنْ

خَبْرُهُ أَىٰ أَىٰ فَائِدَةٌ فِيهِ قَالَ تَعَالَىٰ فِي جَوَابِهِمْ يُضِلُّ بِهِ أَىٰ بِهَذَا الْمَثَلِ كَثِيرًا ۗ عَنِ الْحَقِّ لِكُفْرِهِمْ بِهِ وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۗ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِتَصْدِيقِهِمْ بِهِ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿۲۶﴾ الْحَارِجِينَ عَنِ طَاعَتِهِ الَّذِينَ نَعَتْ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مَا عَاهَدَهُ إِلَيْهِمْ فِي الْكِتَابِ مِنَ الْإِيمَانِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ ۗ تَوَكِيدُهُ عَلَيْهِمْ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ مِنَ الْإِيمَانِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّحْمَ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَأَنْ بَدَلُ مِنْ ضَمِيرِهِ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ ط بِالْمَعَاصِي وَالتَّعْوِيقِ عَنِ الْإِيمَانِ أَوْلَئِكَ الْمَوْصُوفُونَ بِمَا ذُكِرَ لَهُمُ الْخَسِرُونَ ﴿۲۷﴾ لِمَصِيرِهِمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:..... (یہ آیت یہود کے اس اعتراض کے جواب میں نازل ہوئی کہ جب آیت وان یسلبہم الذباب شیئاً میں حق تعالیٰ نے مکھی کی مثال بیان کی اور دوسری آیت کریمہ کمثل العنکبوت میں مکڑی کی مثال بیان کی تو کہنے لگے کہ اس قسم کی قابل نفرت اور خسیس چیزوں کا ذکر (قرآن میں) کرنے سے اللہ کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟) ہاں واقعی اللہ میاں تو نہیں شرماتے کہ بیان کر دیں کوئی مثال (یہ مفعول اول ہے) (ما نکرہ موصوفہ ما بعد اس کی صفت یہ ملکر مفعول ثانی ہو ای اسی مثل کان دوسری صورت یہ ہے کہ ما کو زائد مانا جائے تاکید خست کیلئے اور اس کا ما بعد مفعول ثانی ہو) مچھر کی (بعوضۃ مفرد ہے بعوض کا چھوٹا مچھر، یا اس سے زیادہ بڑھی ہوئی ہو) (ما فوق سے مراد اکبر ہے اور لا یتسحی کے معنی یہ ہیں کہ ان مثالوں میں چونکہ حکمت کی باتیں ہیں اس لئے ان کا بیان چھوڑا نہیں جائے گا) سو جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو چاہے کچھ ہو یقین رکھتے ہیں کہ یہ (مثالیں) واقعی بہت موقعہ کی ہیں (یعنی بر محل اور مناسب حال ہیں) ان کے پروردگار کی جانب سے۔ رہ گئے وہ لوگ جو کافر بن گئے وہ تو یوں ہی کہتے رہیں گے (خواہ کچھ بھی ہو جائے) کہ آخر اس مثال کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے (مثلاً تمیز ہے ای بھذا المثل اور ما استفہام انکاری مبتدا ہے اور ذالک المعنی الذی موصول مع اپنے صلہ کے اس کی خبر ہے۔ ای ای فائده فیہ تقدیر عبارت ہے حق تعالیٰ اس استفہام کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مثال کی وجہ سے گمراہ کر دیتے ہیں بہت سے لوگوں کو (حق سے کفر کرنے کی وجہ سے) اور بہت سوں کو ہدایت دیدیتے ہیں (یعنی مؤمنین کو انکی تصدیق کی وجہ سے) اور اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتے مگر صرف نافرمانوں کو (جو اللہ کی اطاعت سے باہر ہو جاتے ہیں) جو اللہ کے اس عہد کو توڑ دیتے ہیں (جو اللہ نے اپنی کتابوں میں آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا ان سے عہد لیا تھا) عہد کے پختہ ہونے کے بعد (یعنی تاکید و توثیق کے باوجود) اور توڑتے رہتے ہیں ان قطعاً کو جن کے جوڑنے کا خدا نے حکم فرمایا تھا (یعنی نبی ﷺ پر ایمان لانا اور صلہ رحمی کرنا وغیرہ "ان یوصل" بدل واقع ہو رہا ہے بہ کی ضمیر سے) اور زمین میں فساد مچاتے رہتے ہیں (گناہوں کے ذریعہ اور ایمان میں رکاوٹیں پیدا کر کے) یہ لوگ (جن کے احوال پہلے معلوم ہوئے) تو بڑے خسارہ میں پڑنے والے ہیں (کیونکہ ابدی جہنم ان کا ٹھکانا ہے)

ترکیب و تحقیق:..... ضرب المثل، ضرب اللبیب، ضرب الخاتم بولتے ہیں اصل میں ایک چیز کو دوسرے پر واقع کرنا حیا انسان کے اس اعتمادی خلق کو کہتے ہیں جس میں بدنامی اور برائی کے خوف سے نفس میں تغیر واقع ہو۔ خجالت اس سے نچلا درجہ ہے اور وقاحت اس سے اوپر کا وصف کہ انسان برائیوں پر جبری اور بے شرم ہو جائے حق تعالیٰ پر اس کا اطلاق حقیقہً جائز نہیں ہے۔ اسی لئے مفسر نے لا یتسک بیانہ سے اس کا ترجمہ کیا ہے گویا ملزوم مراد لیا گیا ہے۔ بعوضۃ مشتق بعض سے ہے جس کے معنی قطع کے

ہیں۔ یہ اصل میں مفعول کے وزن پر صفت کے معنی میں تھا۔ یعنی قطوع بعد میں اسمیت غالب آگئی۔ تب اس میں وحدۃ کی ہے ان یضرب بتقدیر من مجرور ہے۔ عند الخلیل اور سیبویہ کے نزدیک منصوب ہے، ما ابہامیہ ہے یا زائدہ ہے۔ بعوض مثلاً کا عطف بیان ہے ماذا اراد اللہ میں ما استفہامیہ مبتدا۔ اور ذال۔ بمعنی الذی مع صلہ کے خبر مثلاً منصوب ہے بنا بر تمیز کے فاسقین فسق نکلنے کو کہتے ہیں فسقت الرطبة عن قشرها۔ چھوڑا اپنے پوست سے باہر ہو گیا۔ فاسق چونکہ اطاعتِ خداوندی سے باہر ہو جاتا ہے۔ مفسر علام نے الخارجین کہہ کر وجہ تسمیہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے اس کے تین درجے ہوتے ہیں (۱) تغالی برا سمجھنے کے باوجود گناہ کا ارتکاب کر لینا ہے۔ (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت پڑ جائے اور کوئی پرواہ نہ کرے۔ (۳) تجوید گناہ کی برائی دل سے ہٹ جائے اور اس کا استحسان قائم ہو جائے۔ یہ تیسرا درجہ کفر سے ملا ہوا ہے۔ اما الذین یہ متضمن نفی شرط کو ہے اس لئے خبر پر فاء جزائیہ لانا ضروری ہے یضل اور بھدی میں اسنادِ حق تعالیٰ کی طرف حقیقی ہے مجازی نہیں ہے اس لئے معتزلہ پر رد ہو سکتا ہے۔ عہد قابل حفاظت و رعایت چیز اسی لئے عرب، مکان، قسم، وصیت، تاریخ سب معانی میں استعمال کرتے ہیں۔ نقص رسی کے بٹ کھولنے کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں استعارہ تخیلیہ ہے۔

ربط و شان نزول:..... پچھلی آیت میں قرآن کریم کا کلام الہی ہونا بالدلیل ثابت ہو گیا ہے۔ مدعی کے ذمہ اثبات مدعا کے لئے جس طرح دلیل پیش کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ مخالفین کے شبہات کا جواب دینا بھی ضروری ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض مخالفین شبہات پیش کرتے تھے کہ اگر یہ کلام الہی ہے تو اس کا تقدس اور لطافت و نظافت اس کی متقاضی ہیں کہ اس میں دنی اور خسیس چیزوں کا ذکر بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ کیا اللہ کو ان باتوں کے بیان کرنے سے حیا نہیں آتی؟ سو مقتضائے مقام یہ ہے کہ اپنی دلیل قائم کر کے مخالفین کی اس معتراضانہ دلیل کا جواب دیا جائے چنانچہ اس کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... مثال کی حقیقت اور اس کا فائدہ:..... ظاہر ہے کہ مثال سے مطلب و مدعا کی وضاحت کرنی ہوتی ہے اس لئے مثال میں اس چیز کے ساتھ مناسبت تلاش کرنی چاہئے جس کی وہ مثال ہے نہ کہ مثال دینے والے کے ساتھ مثال کا مناسب ہونا ضروری ہوتا ہے مثلاً جب کسی کی کمزوری بتلانی ہو تو عرش و کرسی، آسمان و زمین شیر اور ہاتھی مثال میں نہیں لائے جائیں گے بلکہ چیونٹی اور مچھر کو ذکر کرنا فصاحت و بلاغت ہوگا۔ پس قرآن کریم میں بھی بتوں کے درماندہ ہونے اور بت پرستی کے لچر ہونے کو نمایاں کرنے کے لئے لکڑی اور اس کے تنے ہونے والے کو بیان کرنا ہوگا۔ تمام حکماء، انبیاء اور بلغاء کا کلام اس قسم کی مثالوں سے بھر پڑا ہے اور یہی معنی انہ الحق کے جن کی طرف جلال محقق نے اشارہ کیا ہے جس طرح اما الذین آمنو کے بعد فیعلمون کہا گیا ہے اما الذین کفروا کے بعد فلا یعلمون کہا چاہئے تھا کہ مقابلہ صحیح ہو جاتا لیکن اس کی بجائے حق تعالیٰ نے فیقولون کہا تا کہ اس سے ان کی حماقت و جہالت معلوم ہو جائے۔

عہدِ خداوندی:..... عہد سے مراد عام لیا جائے گا جس میں اللہ اور بندوں کے درمیان جو عہد الست ہو اوہ بھی آجائے اور انبیائے سابقین سے جو عہد آنحضرت ﷺ کی توثیق و نصرت لیا گیا ہے وہ بھی داخل ہو جائے، یا آپس میں بندوں کے ماہین خواہ شرعی ہو جیسے صلہ رحمی وغیرہ یا از خود کیا ہو جیسے بیع و شراء، اجارہ، عاریت وغیرہ معاملات میں، مخاطب اگر انصاف پسند اور طالب حق ہو تو جواب حکیمانہ ہونا مقتضائے حال ہوتا ہے لیکن جب مخاطب، ضدی، معاند، شریر ہو تو اس کے لئے حکیمانہ جواب کافی اور مفید نہیں ہوگا۔ یہاں بھی واسطہ اور سابقہ ایسے ہی لوگوں سے پڑا ہے اس لئے جواب کا طرز بدل کر طنز یہ لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے کہ تم دانستہ یہ دریافت کرتے

ہو کہ اس مثال کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ سو سنو! ہمارا مطلب اس سے یہ ہے کہ جواب کی کئی بتلانے کے لئے ضرر کے پہلو کو نفع کے پہلو پر مقدم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ مقام ناگواری کھل جائے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کوڑمغز کو بار بار سمجھا کر یہ بتلا دیا جائے کہ یہ چیز ہم نے فلاں فلاں مصالح کے لئے بنائی ہے لیکن پھر بھی ہٹ دھرمی سے وہ باز نہ آئے، تو یہی کہا جائے گا کہ تیرے سرمارنے اور جھک مارنے کے لئے ہم نے چیز بنائی ہے۔ یہ آیت اصل ہے مشائخ صوفیاء کی اس عادت کی کہ وہ مثال بیان کرنے میں حیا، عرفی کی پرواہ نہیں کرتے۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ يَا أَهْلَ مَكَّةَ بِاللَّهِ وَقَدْ كُنْتُمْ أَمْوَاتًا نُطْفَأُ فِي الْأَصْلَابِ فَأَحْيَاكُمْ فِي الْأَرْحَامِ وَالْدُّنْيَا
بِنَفْحِ الرُّوحِ فِيكُمْ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلتَّعْجِبِ مِنْ كُفْرِهِمْ مَعَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ وَالتَّوْبِيخِ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ عِنْدَ انْتِهَاءِ
أَجَالِكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ بِالْبَعْثِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۸﴾ تَرُدُّونَ بَعْدَ الْبَعْثِ فَيَجَازِيْكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ وَقَالَ تَعَالَى
دَلِيلًا عَلَى الْبَعْثِ لَمَّا أَنْكُرُوهُ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ أَيْ الْأَرْضِ وَمَا فِيهَا جَمِيعًا لِيَسْتَفْعُوا بِهِ
وَتَعْتَبِرُوا ثُمَّ اسْتَوَى بَعْدَ خَلْقِ الْأَرْضِ أَيْ قَصَدَ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ الصَّمِيرُ يَرْجِعُ إِلَى السَّمَاءِ لِأَنَّهَا فِي
مَعْنَى الْجَمْعِ الْأَيْلَةَ إِلَيْهِ أَيْ صَيَّرَهَا كَمَا فِي آيَةِ أُخْرَى فَقَضَهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ﴿۲۹﴾ مُجْمَلًا وَمُفَصَّلًا أَفَلَا تَعْتَبِرُونَ أَلِ الْقَادِرِ عَلَى خَلْقِ ذَلِكَ ابْتِدَاءً وَهُوَ أَعْظَمُ مِنْكُمْ قَادِرٌ عَلَى
إِعَادَتِكُمْ -

ترجمہ: تم اللہ کا انکار کیونکر کر سکتے ہو (اے اہل مکہ حالانکہ) تم بے جان تھے (یعنی باپ کی صلب میں بشکل نطفہ تھے) سو تم کو جاندار بنایا (ماں کے رحم میں روح پھونک کر اور دنیا میں یہاں استفہام کا مقصد ان کے کفر پر اظہار تعجب ہے۔ دلائل قائم ہونے کے باوجود اور زجر و توبیخ کرنا ہے) پھر تم کو موت دیں گے (عمر کے ختم ہونے پر) پھر تم کو جلائیں گے (یعنی قیامت میں زندہ کریں گے) پھر تم خدا ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے (یعنی قبروں سے اٹھا کر پیش کئے جاؤ گے تاکہ تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جاسکے۔ آگے حق تعالیٰ منکرین بعث کو دلیل سے سمجھاتے ہیں) اللہ کی ذات وہ ہے جس نے زمین کی چیزیں (یعنی زمین اور جو کچھ زمین میں ہے) تمام کی تمام تمہارے لئے پیدا کی ہیں (تاکہ تم ان سے نفع اور عبرت حاصل کرو) پھر متوجہ ہوئے (زمین کی پیدائش کے بعد یعنی قصد فرمایا) آسمان کی طرف۔ سو درست کر کے بنا دیا ان کو (ضمیر جمع ہن کی آسمان کی طرف راجع ہے کیونکہ آسمان باعتبار مایو ل الیہ کے معنای جمع ہے یعنی ان آسمانوں کو ٹھیک کر دیا چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے فقضهن سبع سموات) اور اللہ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں (اجمالاً اور تفصیلاً بھی۔ کیا تم اس بات سے سبق حاصل نہیں کرتے کہ جو تم سے زیادہ اتنی بڑی بڑی چیزوں کو ابتداً پیدا کر سکتا ہے وہ کیا تمہارے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے)۔

ترکیب و تحقیق: و کنتم میں جلال مفسر نے لفظ قدمقدر نکال کر اشارہ فرمایا کہ حال اور اس کے تادمہ کی طرف کہ ماضی جب حال ہو تو لفظ قدم لانا ضروری ہے۔ ظاہر ہو یا مقدر نفع الروح کا تعلق صرف الارحام کے ساتھ ہے و الدنیا کے ساتھ نہیں ہے۔ استوی بمعنی اعتدال و استقامت استوی العود بولتے ہیں استوی الیہ کالسہم المرسل یعنی کچی وغیرہ نکال کر سیدھا

کر دیا جائے۔ فسوہن کے معنی بھی یہی ہیں کہ کچی یا ٹوٹ پھوٹ نکال کر درست کر دیا۔ چونکہ ضمیر جمع ہے اور مرجع السماء مفرد ہے۔ مفسر علامہ اس کی توجیہ کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ کی حیثیت سے اگرچہ مفرد ہے مگر یہاں مراد مجموعی مصداق کے لحاظ سے جو معنایاً جمع ہے یعنی سات آسمان۔ چنانچہ دوسری آیت کو استشہاد میں پیش کیا۔ کیف ہمزہ کے معنی میں ہے کیف تکفرون ای اتکفرون باللہ ومعکم ما یصرف عن الکفر یہ ایسا ہی ہے جیسے تطیر بغیر جناح و کیف تطیر بغیر جناح فاحیا کم۔ صرف ایک جگہ فا اور تین جگہ ثم سے تعبیر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اول وجود اور عدم میں اتصال ہے اور دوسری حالتوں میں کچھ نہ کچھ انفصال اور وقفہ ہوگا۔ کیف تکفرون جملہ استفہامیہ ضمیر انتم ذوالحال اور مابعد کے جملے حال ہیں۔

رابطہ: ابتدأ رکوع یا ایہا الناس میں توحید و عبادت کا بنیادی مضمون مذکور تھا۔ اس کے بعد رسالت اور معجزہ قرآنی کا تذکرہ ہوا۔ شبہات کا ازالہ کیا گیا۔ اب پھر اسی مضمون توحید کا اعادہ کیا جاتا ہے اور ایک دوسری طرز کی فطری اور مؤثر دلیل سے اس کو پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ابتداء کلام کی یکسانی ہو جائے۔

﴿تشریح﴾: ابتدأ رکوع میں جس طرح نعمائے عامہ مادی و ظاہری انعامات کا تذکرہ تھا اس آیت میں بھی عمومی نعمتوں کا استحضار کرایا جا رہا ہے کہ جب اللہ کا خالق، رازق، مربی اور محسن اعظم ہونا اور یکتا و یگانہ ہونا دلائل کی روشنی میں ثابت ہو چکا پھر اس کے ان سارے احسانات کو بھلا کر غیروں کا کلمہ کیوں پڑھ رہے ہو۔

عالم کی چار حالتیں: مثلاً ایک دلیل یہ ہے کہ انسان کی چار حالتیں ہیں دو عدمی اور دو وجودی۔ یہ دنیاوی وجود دو عدموں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ اس کے بعد عالم آخرت کا وجود ابدی ہوگا اس پر عدم کی چادر نہیں آسکے گی۔ ان مختلف حالات پر انسان کو نظر ڈالنی چاہئے کہ کون یہ رد و بدل کر رہا ہے اس مالک اور خالق کو پہچانو۔ اور خیر اگر ان دلائل میں غور نہیں کر سکتے کہ ان میں قوت عقلیہ کے صرف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اتنی محنت کا کام کون کرے۔ تو خیر محسن کا حق ماننا تو طبعی امر ہے۔ یہی سمجھ کر اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ آگے عام اور خاص نعمتوں کا بیان شروع ہوتا ہے۔ کائنات عالم کی تمام چیزیں کسی نہ کسی فائدہ کے لئے بنائی گئی ہیں۔ جن میں اکثر کا فائدہ کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی انسان کو معلوم ہے اور بالفرض کسی چیز کا فائدہ معلوم نہ بھی ہو تو اس سے اس چیز کا معدوم نفع ہونا لازم نہیں آتا بغیر علم کے ہی اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے ہاں اللہ کو سب کا فائدہ معلوم ہے ”خلق لکم“ میں لام نفع کے لئے ہے اس سے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ ہر چیز میں اباحت اصلی ہے اور حرمت غیر اصلی یعنی شریعت جس چیز کو مضر سمجھے گی اس کو منع کر دے گی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب: اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب سب چیزیں نفع کی ہیں تو سب ہی حلال ہونی چاہئیں بات یہ ہے کہ کسی چیز کے صرف فائدہ مند ہونے سے اس کا قابل استعمال ہونا ضروری نہیں ہے آخر ہر وغیرہ میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے ضرر غالب کے پیش نظر استعمال سے روکتے ہیں یہی حال محرمات شرعیہ کا ہے کہ ان میں کچھ نہ کچھ نفع بھی ہوتا ہے مگر غالب نقصان کے ہوتے ہوئے ان کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں جس طرح صرف طبیب یا ڈاکٹر کا جاننا کافی ہوتا ہے اسی طرح صرف شارع کا جاننا کافی ہے عوام کا واقف ہونا ضروری نہیں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور عالم کی پیدائش:..... اکثر آیات سے آسمان و زمین اور عالم کی پیدائش چھ (۶) روز میں معلوم ہوتی ہے اور مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں روز جمعہ کو مابین العصر والمغرب حضرت آدم کو پیدا کیا گیا ہے۔ جس سے پیدائش عالم کا سات روز میں مکمل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حال صرف قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں اس طرح کیا ہے کہ جمعہ جس میں حضرت آدم کی پیدائش عمل میں آئی ضروری نہیں کہ ان چھ روز کے متصل ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ بہت زمانہ بعد کسی جمعہ کو حضرت آدم کی پیدائش ہوئی ہو۔ پس عالم کی خلقت کے لئے چھ روز رہیں گے۔ اس تحقیق سے ایک اور شبہ کا ازالہ بھی ہو گیا کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے اور زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد قوم جنات کا زمانہ دراز تک زمین پر رہنا باعث اشکال تھا۔ لیکن اب کہا جائے گا کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد قوم جنات پیدا ہوئی اور وہ ہزاروں سال دنیا میں رہی تب کہیں کسی ایک جمعہ کو حضرت آدم کو پیدا کیا گیا۔

آسمان و زمین کی پیدائش کی ترتیب کا بیان قرآن کریم میں تین جگہ آیا ہے۔ ایک اس آیت میں دوسرے حم السجدۃ میں تیسرے والنزعات میں۔ ان آیات پر نظر ڈالنے سے کچھ مفہوم کا تخالف بھی معلوم ہوتا ہے بعض علماء نے اس کی بہترین توجیہ یہ کی ہے کہ سب سے پہلے زمین کا مادہ تیار کیا گیا اس کے بعد آسمان کا مادہ جو بشکل دخان تھا بنایا گیا اس کے بعد زمین کے مادہ سے اس کو موجودہ بہت پر پھیلا دیا گیا اور اس پر پہاڑ، درخت وغیرہ پیدا کئے گئے۔ ازاں بعد اس مادہ سیالہ سے سات آسمان پیدا فرمائے باقی ابتدائے آفرینش کی تفصیل و تشریح شریعت نے اس لئے نہیں بیان کی کہ وہ غیر ضروری تھی۔

وَأذْكَرِيَا مُحَمَّدُ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۗ يَخْتَلِفُنِي فِي تَنْفِيدِ أَحْكَامِي فِيهَا وَهُوَ آدَمُ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا بِالْمَعَاصِي وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ يَرِيْقُهَا بِالْقَتْلِ كَمَا فَعَلُ بَنُو الْجَاۗءِ وَكَانُوا فِيهَا فَلَمَّا أَفْسَدُوا أَرْسَلَ اللَّهُ إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ فَطَرَدُوهُمْ إِلَى الْجَزَائِرِ وَالْجِبَالِ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ مُتَلَبِّسِينَ بِحَمْدِكَ أَي نَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۗ نُنَزِّهُكَ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِكَ فَالْلَامُ زَائِدَةٌ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ أَي فَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْإِسْتِخْلَافِ قَالَ تَعَالَى إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾ مِنَ الْمَصْلِحَةِ فِي إِسْتِخْلَافِ آدَمَ وَأَنَّ ذُرِّيَّتَهُ فِيهِمُ الْمُطِيعُ وَالْعَاصِي فَيُظْهِرُ الْعَدْلَ بَيْنَهُمْ فَقَالُوا لَنْ يَخْلُقَ رَبُّنَا خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنَّا وَلَا أَعْلَمَ لِسَبْقِنَا لَهُ وَرُؤْيَيْنَا مَا لَمْ يَرَهُ فَخَلَقَ تَعَالَى آدَمَ مِنْ آدِيمِ الْأَرْضِ أَي وَجْهَهَا بِأَنْ قَبْضَ مِنْهَا قَبْضَةً مِنْ جَمِيعِ الْوَانِهَا وَعُجِنَتْ بِالْمِيَاهِ الْمُخْتَلِفَةِ وَسَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ الرُّوْحَ فَصَارَ حَيَوَانًا حَسَّاسًا بَعْدَ أَنْ كَانَ جَمَادًا -

ترجمہ:..... اور (اس وقت کو یاد کیجئے اے محمد ﷺ) جب ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک نائب خلیفہ ضرور بنانا چاہتا ہوں (کہ جو میری نیابت میں زمین میں میرے احکام کو چلا سکے یعنی آدم) فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ زمین میں ایسے لوگوں کو پیدا کرنا چاہتے ہیں جو (نافرمانیاں کر کے) زمین میں فساد پھیلائیں گے اور خون ریزی کرتے پھریں گے (قتل و غارت کریں گے جیسا کہ قوم جنات نے یہی کچھ کیا جبکہ زمین پر آباد تھے ان کے فساد مچانے پر اللہ نے بذریعہ فرشتوں کے ان کو جزائر

اور پہاڑوں کی طرف ہنکایا) حالانکہ ہم بھم اللہ برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں (یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھتے رہتے ہیں) اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں (یعنی جو باتیں آپ کی شایانِ شان نہیں ان سے آپ کی تزیہ کرتے رہتے ہیں۔ لک میں لام زائد ہے اور جملہ حال ہے یعنی ہم مستحق نیابت ہیں) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس بات کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں (یعنی نیابت آدم اور ان کی اولاد میں بعض کا فرمانبردار ہونا اور بعض کا نافرمان ہونا اس سے ان میں عدل ظاہر ہوگا۔ فرشتے کہنے لگے کہ پروردگار ہم سے زیادہ کسی کو مکرم اور عالم نہیں بنائیں گے کیونکہ ہم پہل کا حق رکھتے ہیں اور ہم نے ایسے عجائبات قدرت دیکھے ہیں جو اور کسی نے نہیں دیکھے۔ چنانچہ اس کے بعد حق تعالیٰ نے آدم کو زمین کی مٹی سے پیدا کر دیا یعنی تھوڑا تھوڑا ہر رنگ کی مٹی ملا کر مختلف قسم کے پانیوں سے ملا کر گوندھ دیا اور اس کا پتلہ تیار کر کے اس میں روح پھونک دی چنانچہ ایک بے جان سی چیز جاندار ہو کر حساس بن گئی۔

ترکیب و تحقیق:..... لفظ اذ سے پہلے اذ کر مقدر ماننا اس لئے ہے کہ اذ محل نصب میں ہے اور اذ کر اس کا فاعل ہے اور بعض نے اس کو مبتدائے محذوف کی خبر کہا ہے ای ابتداء خلقی اذ قال الخ اور بعض کے نزدیک زائد ہے۔ نیز قالوا کی وجہ سے بھی یہ منصوب ہو سکتا ہے۔ ملائکہ جمع ملائک کی جیسے شامل جمع ہے شمال کی اور تاء تانیث جمع کے لئے ہے اگر اس کو صلیب معنی شدت سے مشتق مانا جائے تو ہمزہ زائد ہوگا اور اگر الوکۃ بمعنی رسالۃ سے مشتق کیا جائے تو ممالک تھا بعد میں اس کا قلب کر لیا گیا ہے۔ آدمؑ یہ ابوالبشر اور شخص واحد ہیں نیچریوں کی طرح ان کو نوع انسانی کا نام کہنا صحیح نہیں۔ ان کی عمر ۹۶۰ سال ہوئی اور اپنی ایک لاکھ اولاد کو دیکھ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ قال فعل ربک فاعل انی جاعل فی الارض خلیفۃ جملہ مقولہ ہے یعنی مفعول ہے۔ جاعل بمعنی خالق ہو تو ایک مفعول چاہے گا جو خلیفہ ہے اور بمعنی مصیر بھی ہو سکتا ہے فی الارض مفعول ثانی ہوگا قالوا کا مقولہ اتجعل فیہا الخ ہے۔ تسبیح اور تقدیس میں لطیف فرق یہ ہے کہ تسبیح مرتبہ طاعت و اعمال میں ہوتی ہے اور تقدیس مرتبہ اعتقاد میں، حاصل مجموعہ کا حق تعالیٰ کی تزیہ لساناً و جناناً و ارکاناً ہے۔

رابط:..... پہلی آیت میں مادی اور عام نعمتوں کا بیان تھا۔ یہاں سے معنوی عام نعمتوں کا بیان ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو شرافت علم بخشی، انکو مسجود ملائکہ بنا کر عزت افزائی فرمائی اور تم کو ان کی اولاد ہونے کا فخر عطا فرمایا۔

﴿تشریح﴾:..... خلافت الہی:..... مقصود ”انی جاعل فی الارض خلیفۃ“ کی خبر دینے سے حق تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا نہیں تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی بلکہ اس بارہ میں فرشتوں کی رائے معلوم کرنا تھا۔ اور نیابت الہیہ کا منشا یہ تھا کہ اللہ کے احکام شرعیہ کا اجراء و نفاذ دنیا میں کیا جاسکے۔ فرشتوں کے جواب کا حاصل آدم علیہ السلام پر اعتراض یا ان کی غیبت کرنا اور اپنا استحقاق جتلا نا نہیں تھا جو ان کی شان تقدیس کے خلاف ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی ترکیبی مادہ پر نظر کر کے یا قوم جنات کے پیش آمدہ تجربہ کی بنیاد پر قیاس کر کے یہ عرض کرنا چاہا کہ اولاد آدم میں اچھے اور بڑے سب طرح کے ہوں گے۔ ممکن ہے ان سے غرض پوری طرح پوری نہ ہو اور ہم پرانے نمک خوار خدام اور مخلص وفادار، فرمانبردار، آقا کے مزاج داں، حضور پر جان قربان کرنے والے موجود ہیں آخر ہم کس مرض کی دوا ہیں اور کس موقع پر کام آئیں گے ہمیں حکم دیجئے حضور کے اقبال سے سب لوگ لپٹ کر اس خدمت کو سرانجام دے لیں گے، غرضیکہ اظہارِ نیاز مندی مقصد تھا۔

تخلیق انسان کی حکمت:..... چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جواب الجواب ارشاد فرمایا کہ جو بات تمہارے نزدیک ایجاد آدمؑ نہ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم دیدیا سب ناموں کا (یعنی تمام چیزوں کے نام بتلائے حتیٰ کہ پیالہ، پیالی، ریح، پھسکی، یا چمچہ سب کے نام آپ کے قلب میں ڈال دیئے) پھر ان ناموں کو (یعنی ان چیزوں کو اس ضمیر میں عقلاء کی غیر عقلاء پر تغلیب کر لی گئی ہے) فرشتوں کے روبرو کر دیا پھر فرمایا (ازروئے عناب کے) کہ بتلاؤ (خبر دو) مجھ کو (ان چیزوں) کے نام اگر تم سچے ہو (اس مضمون سابق میں کہ میں اس سے بہتر نہیں پیدا کر سکتا یا تم ہی مستحق خلافت ہو۔ جواب شرط محذوف ہے ماقبل کے دلالت کی وجہ سے) فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں (آپ تو اعتراض سے بری ہیں) ہمیں علم ہی نہیں مگر آپ نے جو کچھ ہم کو علم دیدیا بے شک آپ (لفظ انت کاف خطاب کی تاکید کر رہا ہے) بڑے علم و حکمت والے ہیں (کہ جس کے علم و حکمت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں ہے) ارشاد فرمایا (حق تعالیٰ نے) کہ اے آدم تم بتلاؤ ان کو (یعنی فرشتوں کو) ان کے نام (یعنی ان چیزوں کے نام چنانچہ ہر چیز کا نام مع اس کی حکمت کے بتلادیا) سو جب بتلادیئے آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ نے ان کو ان کے نام۔ ارشاد فرمایا (حق تعالیٰ نے ازروئے ناگواری) کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو (جو ان میں غائب ہیں) جانتا ہوں اور جن باتوں کو تم ظاہر کر رہے ہو ان کو بھی جانتا ہوں (یعنی تمہارا یہ قول انس جعل الخ) اور جن باتوں کو تم چھپا رہے ہو (یعنی تمہارا یہ کہنا ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے زیادہ مکرّم و اعلم مخلوق نہیں بنائے گا) اور (اس وقت کو بھی یاد فرمائیے) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو (مراد سجدہ تہیہ ہے یعنی جھکنے) سو سجدہ میں گر پڑے۔ بجز ابلیس کے (یہ ابوالجن تھا جو فرشتوں کے درمیان رہا کرتا تھا) اس نے کہنا نہ مانا (یعنی سجدہ نہیں کیا) اور غرور میں آ گیا (یعنی اس سے تکبر کیا اور کہنے لگانا خیر منہ الخ) اور کافروں میں ہو گیا تھا (علم الہی میں)۔

ترکیب و تحقیق: علم تعلیم سے ہے جس میں علیہ فاعلیہ یعنی افاضہ معلم بھی شرط ہے اور صلاحیت و قابلیت معلم بھی چنانچہ آدم میں قوتہ قابلیہ تھی اور ملائکہ اس سے محروم تھے۔ اسم بالکسر والضم وسمہ و سماء بمعنی علاقہ مفسر علام نے اسماء المسمیات نکال کر اشارہ کیا کہ الف لام مصاف الیہ کے بدلہ میں ہے اور مراد مسمیات سے مدلولات ہیں خواہ جوہر ہوں یا عروض و معانی اللہ نے آدم علیہ السلام کو اسماء اور مسمیات دونوں بتلادیئے اور ملائکہ کو صرف مسمیات بتلائے جس سے آدم کی تفصیل ثابت ہوئی فیہ تغلیب میں اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ ضمیر جمع مذکر کیوں لائی گئی ہے اور وہ بھی مذکر عاقل حالانکہ بہت سی چیزیں مؤنث اور غیر عاقل بھی تھیں۔ جواب یہ ہے کہ اس میں تغلیب عقلاء کی کر لی گئی ہے یعنی سب کو مذکر عاقل فرض کر لیا گیا ہے و جواب الشرط ماقبل سے مراد انبؤنی ہے یہی دال بر جواب ہے یہ مذہب سیبویہ کا ہے "سبحانک بر وزن فعلان بغیر اضافہ اس میں تینوں احتمال ہیں۔ (۱) مصدر جیسے غفران (۲) یا اسم مصدر جیسے کفران (۳) یا علم مصدر جیسے عثمان۔ لیکن اضافت کی حالت میں اسم مصدر ہونا ظاہر ہے تاکید للکاف یعنی مسند الیہ کی تقریر کے لئے ہے اور بعض نے اس کو ضمیر فصل تاکید حکم اور قصر کے لئے مانا ہے۔

سجدہ آدم کی حقیقت: بالانحناء ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ فرشتوں کو غیر اللہ (آدم) کے سامنے سجدہ کا حکم کیسے دیا گیا؟ حاصل جواب یہ ہے کہ سجدہ عبادت نہیں تھا جو مخصوص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ بلکہ سجدہ تعظیمی مراد ہے جو لغت جھکنے اور آداب بجالانے پر بھی بولا جاتا ہے اور اس قسم کی تعظیم پہلے جائز تھی۔ چنانچہ حضرت یوسف عَلَيْهِ السَّلَامُ کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا وہ یہی شاہی آداب تھے جن کے تھوڑے بہت اثرات اب بھی ویسی ریاستوں میں کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ ہماری شریعت میں اس کے بجائے السلام علیکم نے جگہ لے لی ہے اور بعض مفسرین نے یہ توجیہ فرمائی ہے کہ حضرت آدم مسجود نہیں تھے مسجود تو اللہ تعالیٰ ہی تھے البتہ کعب کی طرح جہتہ سجدہ حضرت آدم کو بنایا گیا تھا اس صورت میں لادم کالام بمعنی الی ہوگا۔ الی آدم

شیطان کون ہے؟..... ابوالجن جس طرح ابوالبشر آدم ہیں اسی طرح ان کا ازلی دشمن ابلیس ابوالجن ہے اس میں دو قول ہیں ایک تو یہی جو علامہ سیوطی اور علامہ محلی وغیرہ کا ہے یعنی اصل اور خلقت کے لحاظ سے جن تھا فرشتوں میں اپنی طاعت و عبادت کی وجہ سے رہنے سہنے لگا تھا۔ چنانچہ دوسری جگہ کسان من الجن فرمایا گیا ہے اس صورت میں الا بمعنی لکن استثناء منقطع کے لئے ہوگا جو خلاف اصل ہے اور دوسری رائے بغوی، قاضی، واحدی اکثر مفسرین کی ہے یہ نوعاً فرشتوں میں تھا تا کہ الا استثناء متصل کے لئے ہو جائے جو اصل ہے۔ اور افعال کے لحاظ سے جنات میں سے تھا تا کہ کسان من الجن ہونا بھی درست ہو جائے۔ نیز مخفی ہونے کی وجہ سے ملائکہ کو بھی جن کہا جاسکتا ہے۔ امتنع فرشتے سجدہ میں گئے بلکہ ایک سو یا پانچ سو سال سجدہ میں رہے اور یہ پیٹھ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔ آدم کی وفات کے بعد بھی اس کو سجدہ کا حکم ہوا ان کی قبر کی طرف ہی سجدہ کر لے کہنے لگا جب میں نے صاحب قبر کو سجدہ نہیں کیا تو قبر کو کیا کروں گا۔ تکبر مفسر نے اشارہ کر دیا کہ ”ست“ اس میں طلب کئے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے فسی علم اللہ ایک شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے کہ پہلے تو شیطان مقرب اور عابد تھا پھر یہ انقلاب کیسے ہو گیا؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ علم خداوندی میں پہلے ہی سے کافر ہونا تھا یا کسان بمعنی صار کیا جائے۔

رابطہ:..... فرشتوں کی طرف سے اس احتمال کی گنجائش نکل سکتی تھی کہ خیر انسان کو پیدا تو کر دیا جائے لیکن اس کی اصلاح اور اتالیقی کی خدمت ہم کو سپرد کر دی جائے آگے اسی کو صاف کرنا ہے کہ انسان جس خاص اسلوب پر پیدا کیا گیا ہے اس کی اصلاح بھی انسان ہی کر سکتا ہے۔ مصلح کے لئے جن مخصوص علوم کی ضرورت ہے وہ فرشتوں کے بس سے باہر ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... انتظامی قابلیت کا معیار:..... حاصل یہ ہے کہ منتظم کے لئے اس کام کی حقیقت اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہی ضروری چیز ہے اس کے بغیر کما حقہ انتظام و اصلاح ممکن نہیں۔ حضرت انسان کے سپرد جب نیابت الہی ہوئی تو طبائع کی کیفیات و خصوصیات سے واقفیت۔ اسی طرح انتظام شریعت کے لئے حلال و حرام چیزوں کے مضار و منافع خواص و آثار کا مطالعہ مختلف لغات اور زبانوں سے واقفیت۔ ان سب باتوں سے انسان جس قدر واقف ہو سکتا ہے جن یا فرشتے اس سے آگاہی نہیں رکھ سکتے۔ فرشتوں میں تو وہ تغیرات ہی نہیں جن سے حالات مختلفہ پیش آتے ہیں۔ فرشتوں کو جب نہ بھوک لگتی ہے اور نہ شہوت ہوتی ہے تو وہ ان کیفیات سے بالکل نا آشنا ہیں جنات میں بے شک یہ تغیرات ہیں، لیکن ان کی طبائع اس قدر شریک ہیں کہ انسان کی طرح بھلائی کی حشپش و کشش سے کوسوں دور ہیں۔

نیابت الہی کا اہل انسان ہے نہ کہ فرشتے:..... اس لئے نیابت الہی کے منصب عظمیٰ کے لائق یہ ظلوں و جہول انسان ہی ٹھہرتا ہے۔ اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ فرشتوں میں جب اس قسم کی صلاحیت ہی نہیں تو وحی کا لانا جو اصلاح کی بنیاد ہے ان کے سپرد کیونکر ہوا؟ جواب یہ ہے کہ ملائکہ کی حیثیت اس میں صرف سفارت کی ہے جس میں مہارت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ انبیاء کرام جن کے سپرد اصلاح و دعوت کا کام ہوتا ہے ان کے لئے مہارت اور متعلقہ کام سے پوری آگاہی ضروری ہے اور وہ ان میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے اسی طرح یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ جس طرح جنات انسان کی اصلاح نہیں کر سکتے اختلاف مذاق کی بناء پر انسان بھی جنات کی اصلاح کے لئے کافی اور کارآمد نہیں ہو سکتا؟ جواب یہ ہے کہ انسان اور جن میں اس کے باوجود یہ فرق ہے کہ انسان میں جو جامعیت پائی جاتی ہے وہ جن میں موجود نہیں ہے اس لئے اول دوسرے کی اصلاح کر سکتا ہے۔ دوسرا اول کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قوت شر، تو

دونوں میں مشترک وصف ہے البتہ وصف خیر میں انسان غالب آ گیا جنات پر۔ پس انسان جنات کی شرارتوں سے واقف ہے اس لئے اس کی اصلاح و تربیت کر سکتا ہے ہاں اگر کسی کو یہ خلجان ہو کہ جس طرح آدم کو اللہ نے علوم بتلا دیئے اور ان کو خلافت حاصل ہو گئی اسی طرح فرشتوں کو بھی اگر تعلیم دیدی جاتی تو وہ بھی بمقابلہ آدم کامیاب ہو سکتے تھے اور بار خلافت اٹھا سکتے تھے؟ سو جواب یہ ہے کہ اس علم کے لئے جس خاص استعداد کی ضرورت ہے وہ انسان میں تو پیدا کی گئی، لیکن فرشتوں کو نصیب نہیں ہو سکی۔ اس لئے عادۃ اللہ کے مطابق قابلیت کمال کو بھی دیکھا جائے گا جو شرط اعظم ہے اس لئے اللہ پر الزام نہیں اور تفصیل آدم بھی ثابت ہو گئی۔

ازالہ شبہات: اس پر یہ شبہ کرنا کہ پھر وہ خاص قابلیت و استعداد جو نیابت الہی کا ذریعہ بنی فرشتوں میں کیوں نہ پیدا کر دی گئی سو کہا جائے گا کہ وہ استعداد بھی خاصہ بشر ہے جیسے حس و حرکت کہ خاصہ حیوان ہے اگر فرشتوں میں اس کو پیدا کر دیا جاتا تو فرشتے نہ رہتے بلکہ انسان ہو جاتے جیسے جمادات میں حس و حرکت پیدا کر دینے سے وہ جمادات کی بجائے حیوان بن جاتے۔ سو دراصل اس سوال کا حاصل دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اللہ نے ان فرشتوں کو انسان کیوں نہ بنایا؟ اور یہ بے معنی سوال ہے کیونکہ ملائکہ کی تخلیق میں جو حکمت و مصلحت ہوگی وہ اس صورت میں معطل ہو جاتی ہے اسی بے استعدادی اور عدم قابلیت کی وجہ سے آدم کی طرح فرشتوں پر ان اسماء کو پیش کرنے کے باوجود بھی وہ امتحان میں ناکام رہے۔ اور انہوں نے صفائی سے اعتراف کر لیا کہ آپ پر کوئی الزام نہیں بلکہ جس قدر ہم میں پیدائشی لیاقت ہے اس کے موافق علوم عنایت فرمائے آپ پر سب طرح کے علوم منکشف ہیں اور آپ حکیم ہیں کہ جو جس کام کے قابل نظر آیا اس کو وہی بخشا۔ انبھم باسمانہم پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ فرشتوں میں جب اس علم خاص کی استعداد و قابلیت ہی نہیں پھر ان کو بتلانے سے کیا فائدہ؟ اور اگر فائدہ ہے تو دعویٰ عدم مناسب غلط ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض دفعہ انسان ایک بات کو خود تو نہیں سمجھتا لیکن قرآن و قیافہ سے دوسرے کے متعلق یقین سے یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ اس میں ماہر ہے اور یہ خوب سمجھ گیا ہے پس یہاں بتلا دو کہ یہ معنی کہ اے آدم فرشتوں کو سمجھا دو یا سکھلا دو، بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کے روبرو اس کا اظہار کرو تا کہ تمہاری مہارت خوب طرح ان پر عیاں ہو جائے اور کم از کم یہ اس قدر سمجھ جائیں کہ آدم اس علم میں ماہر ہیں اور ہم عاجز ہیں انہی اعلم الخ یعنی آفاقی اور انفسی تمام حالات کی مجھ کو اطلاع ہے۔ یہ اسی حاکمانہ جواب کی تفصیل ہے۔

دنیا کا سب سے پہلا مدرسہ اور معلم و متعلم: حق تعالیٰ کا معلم اول ہونا اور حضرت آدم علیہ السلام کا معلم اول ہونا اور علم اللغات کا اول علم ہونا معلوم ہو گیا اسی طرح علمی امتحان میں آدم علیہ السلام کا کامیاب اور فرشتوں کا ناکام ہونا معلوم ہوا۔ یہ دلیل ہے اس کی کہ مدار خلافت علم و فہم ہے بشرطیکہ بد عملی شامل نہ ہو۔ مجاہدات عملی مدار خلافت نہیں ہیں۔ مشائخ طریقت خلیفہ بنانے میں اسی کی رعایت زیادہ رکھتے ہیں۔

جلسہ انعامی یا جشن تاجپوشی: اس کامیابی کا سہرہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے سر بندھ گیا تو انعامی جلسہ ہونا چاہئے جس میں حضرت آدم کے عملی تفوق کا اظہار ہو چنانچہ تخت خلافت پر بیٹھنے سے پہلے ایک جشن تاجپوشی منعقد کیا گیا جس میں فرشتوں کو براہ راست اور بعض روایات کے مطابق جنوں کو بھی بالواسطہ خاص خاص آداب شاہی بجالانے کا حکم دیا گیا بجز ابلیس لعین کے سب نے عملی طور پر آدم کی قیادت و سیادت تسلیم کی۔ عام جنات کا ذکر شاید اس لئے قرآن مجید میں نہیں کیا گیا کہ عقلاء خود ہی سمجھ جائیں گے کہ فرشتوں کی افضل جماعت کو یہ حکم دیا گیا تو جنات جو مفصول ہیں بدرجہ اولیٰ اس حکم میں داخل ہوں گے۔ تصریح کی

حاجت نہیں ہے شیطان نے حکم عدولی کی اس لئے بالخصوص اس کا نام لیا گیا ہے بلکہ یہ قرینہ ہے جنات کے شریک حکم ہونے کا۔ اس صورت میں استثناء متصل رہے گا۔ شیطان نے چونکہ حکم الہی کا مقابلہ تکبر سے کیا اس لئے وہ مردود ازلی ہوا اور اس سے تکبر کی شاعت اور اکبر کبار ہونا بلکہ سارے گناہوں کی جڑ ہونا معلوم ہوا۔ اب بھی اگر کوئی شریعت کے حکم کے ساتھ اسی طرح رد و انکار سے پیش آئے گا اس کی تکفیر بھی کی جائے گی۔

قیاس شیطانی اور قیاس فقہی کا فرق:..... تفصیل اس کے تکبر کی دوسری آیات میں بتلائی گئی ہے جس سے اس حکم خداوندی کا خلاف حکمت و مصلحت ہونا متشرح ہوتا ہے جس کا حاصل چند مقدمات سے مرکب قیاس ہے (۱) پہلا مقدمہ یہ ہے کہ حلقنتی من نار و حلقنتہ من طین یعنی مجھ کو آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (۲) دوسرا مقدمہ یہ کہ آگ مٹی سے افضل ہوتی ہے۔ (۳) افضل کی فرع افضل اور مفضول کی فرع مفضول ہوتی ہے۔ (۴) افضل سے مفضول کی تعظیم کرنا خلاف عقل و حکمت ہے نتیجہ یہ کہ مجھ کو آدم کے سامنے سجدہ کا حکم دینا خلاف حکمت ہے۔ تقاضائے حکمت یہ ہے کہ اس کا برعکس حکم ہوتا یعنی آدم کو میری تعظیم کا حکم دینا چاہئے تھا حالانکہ اس کے تمام مقدمات بجز پہلے مقدمہ کے باطل ہیں اس لئے قیاس فاسد ہے پھر نتیجہ کیسے صحیح نکل سکتا ہے۔ اس شیطانی قیاس فاسد سے صحیح اور فقہی قیاس کے بطلان پر استدلال کرنا غلط ہے۔

مؤ حد اعظم کون تھا؟:..... بعض شیطان پرست شیطان کے انکار سجدہ کو غایت محبت اور غیرت تو حید پر محمول کر کے حق نیابت ادا کرتے ہیں، حالانکہ غایت اطاعت کا تقاضا یہ تھا کہ مالک اور آقاء کے حکم کی کامل فرمانبرداری کی جاتی بالخصوص جبکہ سجدہ حقیقتہً حق تعالیٰ ہی کو کیا جا رہا تھا۔ آدم علیہ السلام تو صرف جہت سجدہ بنے ہوئے تھے جیسے بیت اللہ پس مؤ حد ملائکہ اور آدم ہوئے نہ کہ شیطان اور اس کی ذریت۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا وَسِعَا لَاحِجَرٍ فِيهِ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ بِالْأَكْلِ مِنْهَا وَهِيَ الْحِنْطَةُ أَوْ الْكُرْمُ أَوْ غَيْرُهُمَا فَتَكُونَا فَتَصِيرَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۳۵﴾ الْعَاصِينَ فَازَلَهُمَا الشَّيْطَانُ إِبْلِيسُ أَذْهَبَهُمَا وَفِي قِرَاءَةِ فَازَلَهُمَا نَحَاهُمَا عَنْهَا أَيِ الْجَنَّةِ بِأَنَّ قَالَ لَهُمَا هَلْ أَذَلُّكُمْ أَعْلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَقَاسَمَهُمَا بِاللَّهِ أَنَّهُ لُهُمَا لِمَنْ النَّصِيحِينَ فَأَكَلَا مِنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ص مِنَ النَّعِيمِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا إِلَى الْأَرْضِ أَيِ أَنْتُمْ بِمَا اشْتَمَلْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ ذُرِّيَّتِكُمَا بَعْضُكُمْ بَعْضٍ الدَّرِيَّةِ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ مِنْ ظَلَمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ مَوْضِعُ قَرَارٍ وَمَتَاعٌ مَا تَمَتَّعُونَ بِهِ مِنْ نَبَاتِهَا إِلَى حِينِ ﴿۳۶﴾ وَقَدْ أَنْقَضَاءِ أَجَالِكُمْ فَتَلَقَى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ أَلْهَمَهُ أَيَّاهَا وَفِي قِرَاءَةِ بِنَصْبِ آدَمَ وَرَفَعَ كَلِمَاتٍ أَيِ جَاءَتْهُ وَهِيَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا الْآيَةَ فَدَعَا بِهَا فَتَابَ عَلَيْهِ ط قَبْلَ تَوْبَتِهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ عَلَى عِبَادِهِ الرَّحِيمِ ﴿۳۷﴾ بِهِمْ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا مِنَ الْجَنَّةِ جَمِيعًا كَرَّرَهُ لِيُعْطِفَ عَلَيْهِ فَمَا فِيهِ إِذْغَامٌ نُؤْنِ إِنْ

الشَّرْطِيَّةُ فِي مَا الْمَزِيدَةُ يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى كِتَابٌ وَرَسُولٌ فَمَنْ تَبَعَ هَذَا يَفِئْتِي وَعَمَلٌ بِطَاعَتِي
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ فِي الْأَخْصِرَةِ بِأَنَّ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا كُتِبْنَا أَوْلِيَاكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۹﴾ مَا كَثُرُونَ أَبَدًا لَا يَفْنَوْنَ وَلَا يَخْرُجُونَ

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم (ضمیر بارزانہ) ضمیر مستتر کی تاکید کے لئے ہے تاکہ اس پر عطف درست ہو سکے) اور تمہاری بیوی (حضرت حوا) مراد ہیں جس کا تلفظ بالمد ہے حق تعالیٰ نے ان کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا تھا) اور تم دونوں اس میں سے بافراغت (بلا کسی روک ٹوک کے) جس جگہ سے چاہو کھاؤ پیو لیکن نزدیک نہ جانا اس درخت کے (کھانے کی نیت سے مراد اس درخت سے گیہوں، انگور وغیرہ کا پودا ہوگا) ورنہ تم ہی (ہو جاؤ گے) نقصان اٹھانے والوں (نافرمانوں) میں سے۔ پس شیطان (یعنی ابلیس نے) ان کو پھسلا دیا (یعنی شیطان نے ان دونوں آدم و حوا کو جنت سے نکال کر چھوڑا۔ اور ایک قرأت میں از الہما ہے یعنی ان دونوں کو جنت سے دور کر دیا) جنت سے (ان دونوں سے کہنے لگا اهل ادلکما علی شجرة الخلد اور و فاسمہما انی لکما لمن الناصحین۔ چنانچہ دونوں نے درخت سے کچھ کھالیا) سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ دونوں تھے (یعنی نعمتوں سے) اور ہم نے حکم دیا کہ نیچے اترو (زمین کی طرف یعنی تم اور تمہاری آئندہ کی ذریت جو تمہارے ساتھ ہے) تم میں سے بعض (ذریت) بعض کی دشمن ہوگی (یعنی بعض بعض پر ظلم کرے گا) اور تمہارے لئے زمین پر چندے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور سامان ہے (یعنی اس کی گھانس پھونس جس سے نفع حاصل کرنا ہے) ایک مقررہ وقت تک (یعنی تمہاری مدت موت تک) بعد ازاں حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے چند کلمات (توبہ، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کا ان کو الہام فرمایا تھا اور ایک قرأت میں آدم کے نصب کے ساتھ اور کلمات کے رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی وہ کلمات آدم کو حاصل ہوئے یعنی ربنا ظلمنا انفسنا الخ ان کے ذریعے آدم نے دعا مانگی) تو اللہ نے رحمت کے ساتھ ان پر توجہ فرمائی (یعنی ان کی توبہ قبول کر لی) بیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے، بڑے مہربان (اپنے بندوں پر) ہم نے حکم دیا کہ بہشت سے سب نکلو (اس جملہ کو مکرر لائے تاکہ اگلے جملہ کا اس پر عطف صحیح ہو سکے) پھر اگر (اما اصل میں ان ما تھا تو نون ان شرطیہ کو میم بنایا اور میم کو صا اندہ کے میم میں ادغام کر دیا اما ہو گیا، تمہارے پاس میری جانب سے پیغام ہدایت آئے (یعنی کتاب اور رسول) سو جو شخص میری ہدایت پیروی کرے گا (یعنی مجھ پر ایمان لائے گا اور میری عملی اطاعت کرے گا تو اس پر نہ کچھ اندیشہ ہونا چاہئے اور نہ ایسے لوگوں کو غمگین ہونا چاہئے) (یعنی آخرت میں کیونکہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے) اور جو اشخاص کفر کریں گے اور ہماری آیات (کتابوں) کی تکذیب کریں گے یہ لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے (ہمیشہ اس حال میں رہیں گے نہ کبھی فنا ہوں گے اور نہ کبھی وہاں سے نکلنا نصیب ہوگا)۔

ترکیب و تحقیق: قلنا فعل بافاعل یادم اسکن انت وزوجک الجنة جملہ معطوف علیہ و کلا جملہ معطوف
رغذا مصدر مخذوف کی صفت ہونے کی طرف مفسر نے اشارہ کیا ہے۔ حیث ظرف کلا عامل ہے اور ممکن ہے جنت سے بدل کر مفعول
بہ ہو ولا تقربا جملہ ہذہ موصوف الشجرة دونوں مل کر مفعول بہ فتکونا جواب نہیں ہے۔ یہ نون جزم کی وجہ سے گر گیا۔ ازل زلت
بمعنی لغزش بعض نے زوال سے مانا ہے۔ ہما مفعول بہ۔ الشیطن فاعل۔ عنہا ضمیر شجرة کی طرف راجع ہے۔ ای مسبب
الشجرة اور مفسر جنت کی طرف راجع کر رہے ہیں فاخر جہما جملہ معطوف مما بمعنی الادی ای من نعم۔ اهبطو ہبوط بمعنی
نزول۔ اگر شیطان کا اخراج ابھی جنت سے نہیں ہوا تھا تو ضمیر جمع سے آدم و حوا و شیطان مراد ہیں، ورنہ آدم و حوا اور ان کی ذریت مراد

ہوگی بعضکم لبعض عدو جملہ موضع حال میں ہے۔ اہبطوا سے ای اہبطوا متعدی یہ جملہ مبتداء خبر بھی ہو سکتا ہے اور عدو اکو مفر دلائل لفظ بعض کی وجہ سے ہے اور یا مصادر کے ہم وزن ہونے کی وجہ سے جیسے ”قبول“ اور مصادر تثنیہ یا جمع نہیں آتے۔ مستقر مصدر مبیہ اور ظرف دونوں طرح ہو سکتا ہے حین۔ بمعنی وقت موت فتلقى فعل آدم قائل کلمات مفعول موصوف من ربہ صفت ہے لیکن مقدم ہونے کی وجہ سے حال اور منصوب محل ہے فتاب علیہ۔ جملہ اندہ ہو بین۔ ضمیر فصل تاکید متصل اسم التواب الرحیم موصوف صفت خبر۔ قلنا کا مقولہ اہبطوا ہے۔ کر رہ سے جلال محقق اس جملہ کی تکرار کی وجہ۔ فاما یاتینکم۔ جملہ کا عطف صحیح ہونا بتلا رہے ہیں۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلا حکم تھا اور اس پر عملدرآمد نفاذ کرایا جا رہا ہے کیونکہ کریم آقا جب کسی کے اخراج کا حکم دیتے ہیں تو فوراً ہی بوری یا بستر باہر نہیں پھینکوادیا کرتے یا صرف تاکید حکم کے لئے مکرر لائے یا ہبوط اول سے مراد جنت سے آسمان دنیا پر اور ثانی ہبوط سے مراد آسمان سے زمین پر آنا ہے فاما یاتینکم ان شرط کی تاکید کیلئے ما آیا ہے اس میں ادغام ہو گیا۔ فعل و مفعول و متعلق جملہ شرطیہ فمن تبع مبتداء متضمن شرط و جزاء فلا خوف علیہم اسکا جواب یل کر جواب ہو اما کا۔ والذین جملہ فمن تبع پر عطف ہے۔

رابط و تشریح:..... جنت کے شاہی محلات:..... اس اکرام و انعام کے ساتھ آدم علیہ السلام کو مزید اعزاز یہ دیا گیا کہ شاہی محلات (جنت) میں قیام کا حکم دیا گیا اور ان کی مجموعی کی خاطر ان کی بائیں پسلی سے کچھ مادہ لے کر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حواء کی شکل و صورت میں ان کو تحفہ پیش کیا اور جنت کی ساری نعمتیں بے دریغ حاصل کرنے کی اجازت دیدی باثناء ایک درخت کے کہ کسی مصلحت سے حق تعالیٰ نے اس کے استعمال کی بلکہ اس کے نزدیک جانے کی بھی ممانعت فرمادی اور مالک کو پورا حق اور اختیار ہے کہ وہ غلام کو اپنے گھر کی جس چیز کی چاہے اجازت دیدے اور جس چیز کی چاہے ممانعت کر دے۔

شیطان کا تانا بانا:..... لیکن شیطان جو انکار سجدہ کے جرم میں مردود و ملعون ہو چکا تھا اور یہ سب کچھ آدم علیہ السلام ہی کی وجہ سے ہوا تھا اس لئے ان دونوں کی طرف سے خار کھائے ہوئے تھا اور دونوں کے نکلوانے کی فکر میں۔ آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اگرچہ اس کی دشمنی سے پہلے ہی آگاہ فرمادیا تھا لیکن کچھ تو اس نے اپنی ہمدردی کا یقین دلایا اور کچھ درخت کی خاصیت بیان کرنے میں تلمیس سے کام لیا کہ اس کے کھانے سے حیات ابدی حاصل ہو جاتی ہے، اور چونکہ ممانعت کے وقت جو علت ممانعت تھی وہ اب تم میں نہیں پائی جاتی اب ماشاء اللہ تمہاری استعداد کمال کو پہنچ گئی ہے اس لئے ممانعت بھی اب نہیں ہے بلا تکلف اب تم کھاؤ پو پھر اس پر قسمیں بھی کھا بیٹھا اور وہ بھی خدا کا نام لے کر جس پر اہل محبت تو کھل ہی جاتے ہیں۔

حضرت آدم و حواء کی سادہ لوحی:..... اور مزید ستم ظریفی یہ کہ اول بیگم صاحبہ کو بھی کسی طرح اپنے فیور میں لے لیا انہوں نے بھی اپنی سادہ لوحی سے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی ہوگی اور شریف سادہ دلوں پر یہ جادو چل جاتا ہے۔ غرضیکہ اس دشمن لعین نے چاروں طرف سے یہ میگزین ایسا تیار کیا کہ آدم علیہ السلام کو یہ خدشہ بھی نہ ہوا کہ یہ وسوسہ کسی بدخواہ دشمن کی طرف سے چلایا ہوا ہے۔ یا انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پر عمل پیرا ہو گئے ہوں اور نمکین تاویل سے متاثر ہو گئے ہوں کچھ بھی ہو اس درخت کو حد ممانعت سے خارج سمجھ کر کھا گئے۔ درخت کا کھانا تھا اور سب عیش و آرام کا رخصت ہو جانا۔ اسی کو قرآن کریم نے کہیں لغزش اور خطائے اجتہادی سے تعبیر کیا ہے جیسے فاز لهما الشیطن اور کہیں نسیان اور سہو سے تعبیر کیا ہے۔ فنسی ادم ولم نجد له عزما۔ اس لئے خفیف سی یہ غلطی جو اپنے نتائج و ثمرات کے لحاظ سے اگرچہ دور رس ہوگئی مگر اپنی حقیقت کے اعتبار سے بہت معمولی تھی۔ اس سے حضرت آدم علیہ السلام

کی جلیل القدر پیشانی پر یا مسئلہ عصمتِ انبیاء پر ہلکی سی شکن بھی نہیں پڑتی۔ البتہ قرآن کریم نے کہیں کہیں اس بارے میں ہولناک لب و لہجہ بھی اختیار کیا ہے و عصى ادم ربہ فعوى سویہ بھی حضرت آدم عليه السلام کے مقام عالی اور تعظیم المرتبہ ہونے کی طرف مشیر ہے ”یعنی مقربانِ رابیش بود حیرانی“ جس کا حاصل یہ ہے کہ آدم نے کمال فہم اور خصوصیت کے ہوتے ہوئے زیادہ غور سے کیوں کام نہیں لیا یہ بات ان کی شایانِ شان نہیں تھی۔

شیطانی تاثرات:..... رہی یہ بات کی شیطان جب خارج الجنت اور مردود ہو چکا تھا تو اس سے ملاقات کیسے اور کہاں ہوئی کہ اس کو جال پھیلانے کی نوبت آئی تو یا لباس و شکل تبدیل کر کے آگیا ہوگا جس سے شناخت نہیں ہو سکی یا بابِ جنت پر ملاقات ہوئی کہ یہ دونوں اندر رہے اور وہ باہر اور یا مسمریزم کی طرح باہر رہتے ہوئے بھی وسوسہ انداز اور اثر رساں ہو سکا حدیث ان الشیطن یجری کسجری الدم اس کی مؤید ہے بہر حال اس غلطی پر ایک سزا تو ظاہری یہ ملی کہ جنت کی عیش و عشرت سے نکال کر دنیا کے نمکدہ میں ڈال دیئے گئے، دوسری باطنی سزا یہ ہوئی کہ اولاد کی باہمی عداوت، نا اتفاقی چپقلش کی اطلاع دی گئی جس سے لطفِ زندگی بہت کچھ کم ہو جاتا ہے اور اولاد کی نا اتفاقی سے والدین کو صدمہ ہوتا ہی ہے۔

اور پھر یہ کہنا کہ دنیا میں جا کر بھی دوام نہ ملے گا بلکہ بعد چندے وہ گھر بھی چھوڑنا پڑے گا۔ آدم عليه السلام نے یہ خطاب و عتاب کہاں سے تھے، نہ ایسے سنگدل تھے کہ سہار کر جاتے۔ سن کر بے چین ہی تو ہو گئے اور لگے گڑ گڑانے اور بلبلا نے حق تعالیٰ نے جوشِ کرم میں خود ہی ان کو کلماتِ توبہ تلقین فرمائے اور پھر معاف کر دیا۔ دیکھئے یہ ایک طرف تو ابلیس کا باغیانہ جرم تھا کہ ابدی طوقِ لعنت گلے میں پڑا اور ایک طرف آدم ہیں کہ خطا پر نادم ہیں اس لئے خلعتِ معافی سے سرفراز ہو رہے ہیں مگر چونکہ دنیا میں بھیجے جانے کی اور بھی ہزاروں مصالح اور حکمتیں علمِ خداوندی میں تھیں اس لئے وہ حکمِ بہوٹی تو منسوخ نہیں فرمایا۔ البتہ اس کا طرزِ کچھ بدل دیا یعنی پہلا حکم حاکمانہ طرز پر تھا اور اب دوسرا حکم حکیمانہ طرز پر دیا جا رہا ہے۔ خوف اور حزن کی نفی سے مراد دنیا کے خوف و حزن نہیں ہیں کہ یہ اشکال کیا جائے کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں پریشان، خائف و غمگین دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی طبعی خوف و حزن کی نفی مقصود نہیں بلکہ قانوناً ان کو پیغامِ امن و امان دیا جا رہا ہے اس لئے عقلی طور پر ان کو خوف و حزن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تو لائقِ اولاد کا ذکر تھا۔ دوسری آیت میں نالائقِ اولاد کا حال بیان کیا گیا ہے۔

بیوقوفوں کی جنت:..... معتزلہ اور نیچری جنت کا انکار کرتے ہیں ان کے خیال میں تو عدن یا شام و مصر کا کوئی باغ مراد ہے۔ جہاں کی بہار سے ان دونوں کو باہر کیا گیا ہے اسی طرح جو حضرات جنت سے انکا بہوٹا مانتے ہیں اس بارے میں پھر وہ مختلف ہیں کہ اول کہاں نزول ہوا۔ بعض ایران کہتے ہیں اور بعض مصر اور اکثر مؤرخین سرزمین ہند میں مقامِ سرندیب کو کہتے ہیں تاہم عرفات میں آدم و حوا کی ملاقات ہوئی اسی لئے اس کو عرفات کہتے ہیں اور وہیں کہیں حضرت حوا کی وفات ہوئی جدہ میں ان کی قبر کا نشان بتلایا جاتا ہے اس شہر کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔ یہ قرینہ ہے اس بات کا حضرت آدم بھی حجاز ہی میں کہیں مقیم ہوئے ہوں گے اور وفات پائی ہوگی۔

حفاظتِ حدود:..... آیت ولا تقربا الخ سے مشائخ و محققین کی اس عادت کی اصل نکلتی ہے کہ بعض دفعہ وہ مباحات سے بھی روک دیتے ہیں تاکہ غیر مباح کی طرف منجر نہ ہو جائے چنانچہ درختِ مذکور کے قریب جانانی نفسہ برائیں تھا بلکہ مباح تھا لیکن کھانے سے بچانے کے لئے اس کو بھی منع کر دیا آیت فازلھما الشیطن الخ میں دلیل ہے اس بات کی کہ منتہی کو بھی شیطانی مکر سے خود کو مامون نہیں سمجھنا چاہئے۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَائِيْلُ اَوْلاَدِ يَعْقُوْبَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِي الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ اِنِّى عَلَيَّ اَبَائِكُمْ مِّنَ الْاَنْجَاءِ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَفَلَقِ الْبَحْرِ وَتَضْلِيْلِ الْغَمَامِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ بِاَنْ تَشْكُرُوْهَا بِطَاعَتِيْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِي الَّذِيْ عٰهَدْتُهُ اَيْكُمْ مِّنَ الْاِيْمَانِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۗ الَّذِيْ عٰهَدْتُهُ اَيْكُمْ مِّنَ الثَّوَابِ عَلَيْهِ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ وَآيٰى فَاَرْهَبُوْنَ ﴿۴۰﴾ خَافُوْنَ فِى تَرْكِ الْوَفَاۗءِ بِهٖ دُوْنَ غَيْرِيْ وَامِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مِّنَ الْقُرْاٰنِ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنَ التَّوْرَةِ بِمُوَافَقَتِهٖ لَهٗ فِى التَّوْحِيْدِ وَالنَّبُوَّةِ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كٰفِرٍۭ بِهٖ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لِاَنَّ خَلْقَكُمْ تَبِعَ لَكُمْ فَاِثْمُهُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا تَشْتَرُوْا تَسْتَبَدُّوْا بِآيٰتِي الَّتِيْ فِى كِتٰبِكُمْ مِّنْ نِّعَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ اَقْلِيْلًا عِوَضًا يَسِيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا اِنِّى لَا تَكْتُمُوْهَا خَوْفَ فَوَاتٍ مَّا تَاْخُذُوْنَهٗ مِّنْ سَفَلَتِكُمْ وَآيٰى فَاَتَقُوْنَ ﴿۴۱﴾ خَافُوْنَ فِى ذٰلِكَ دُوْنَ غَيْرِيْ وَلَا تَلْبِسُوْا تَخْلِيْطًا الْحَقَّ الَّذِيْ اَنْزَلْتُ عَلَيْكُمْ بِالْبٰطِلِ الَّذِيْ تَفْتَرُوْنَهٗ وَلَا تَكْتُمُوْا الْحَقَّ نِعَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ اِنَّهٗ حَقٌّ

ترجمہ: اے بنی اسرائیل (اولاد یعقوب) یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر کیں (یعنی تمہارے آباء و اجداد پر مثلاً فرعون سے نجات، سمندر کا پھٹنا، بالوں کا سایہ فلن ہونا وغیرہ۔ ان احسانات کا شکر یہ میری اطاعت کر کے کرو) اور میرے عہد کو پورا کرو (جو میں نے تم سے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا کیا تھا) میں تمہارا عہد پورا کروں گا (جو میں نے تم سے ثواب اور دخول جنت کا کیا ہے) اور صرف مجھ سے ڈرو (بد عہدی میں مجھ سے ڈرو میرے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرو) اور ایمان لاؤ جو (قرآن) میں نے نازل کیا ہے اس پر در آنحالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے (یعنی توراہ کی اصل توحید و رسالت کی تصدیق میں) اور تم سب سے اول اس کے انکار کرنے والے نہ بنو (بہ نسبت اور اہل کتاب کے کیونکہ تمہارے بعد آنے والے تمہارے تابع ہوں گے اور ان کا گناہ بھی تم پر ہوگا) اور نہ خریدو (تبدیل نہ کرو) میری ان آیات کو (جو تمہاری کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کے سلسلہ کی ہیں) حقیر معاوضہ کے بدلہ (دنیا کی حقیر پونجی یعنی ان آیات کو ان منافع کے فوت ہونے کے اندیشہ سے مت چھپاؤ جو تم اپنے عوام سے حاصل کرتے ہو) اور خاص مجھ سے پورے طور پر ڈرتے رہو (تمہارا ڈرنا میرے علاوہ کسی سے نہیں ہونا چاہئے) اور مت ملاؤ اس حق کو (جو میں نے تم پر نازل کیا ہے) اس ناحق کے ساتھ (جو تمہارا من گھڑت ہے) اور اس حق کو بھی (نہ چھپاؤ) جو آنحضرت ﷺ کی توصیف کے سلسلہ میں ہے (در آنحالیکہ تم (اس حق کو) جانتے بھی ہو۔

ترکیب و تحقیق: اسرائیل جیسا کہ مفسر نے اشارہ کیا یہ لقب ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کا۔ اسراء کے معنی عبد اور بندے کے ہیں اور ایل بمعنی اللہ یعنی عبد اللہ عجمہ اور علیست کی وجہ سے غیر منصرف ہے ان کے بارہ میں صاحبزادے ہوئے جن سے نسل چلی اور بڑھی جو بنی اسرائیل کہلائے۔ بان تشکر و ہا سے مفسر ملام یہ کہنا چاہتے ہیں یہ نعمتیں یاد تو ان کو بھی تھیں مگر زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے عملی شکر یہ یعنی اطاعت مطلوب ہے۔ جو ذکر حقیقی ہے۔ بنی اسرائیل ترکیب اضافی منادی اذکرو انعمتی الی جملہ معطوف علیہ اوفوا بعہدی اوف بعہدکم جملہ شرطیہ معطوف۔ اوف میں مجزوم ہونے کی وجہ سے یا گر گئی۔ ایای منصوب ہے فارہبونی محذوف سے ارہبوا۔ امر بن حاضر کا صیغہ ہے۔ ن وقایہ یاے متکلم مفعول تھی۔ وقف کی وجہ سے یا گر گئی۔ نون پر کسرہ بطور علامت

یا باقی رہا یہی تعلیل فاتقون میں ہوگی اور دونوں جگہ تقدیم ماحقہ الناخیر یفید التخصیص کے قاعدہ سے حصر ہوگا۔ امنوا معطوف ہے او فوا پر ما انزلت ای ما انزلتہ موصول صلہ مل کر مقول۔ مصداقاً حال موکد معکم منصوب علی الظرف۔ اس میں فاعل استقرار ہے۔ لا تکونوا بھی امنوا پر معطوف ہے اول سیبویہ کے نزدیک عین کلمہ میں واؤ ہے اس سے کوئی فعل نہیں بنا اس کا مؤنث اولی ہے کافر لفظاً مفرد اور معنا جمع ہے۔ لا تلبسوا فعل با فاعل۔ الحق مفعول جملہ ما قبل پر عطف ہے۔ تکتموا یہ مجزوم اور معطوف ہے تلبسوا پر اسی لئے جلال محقق نے لا نہیں پہلے مقدر لیا ہے حق کہتے ہیں واقعہ اور محکی عنہ کا حکایت کے موافق ہونا، باطل اس کی ضد ہے اور صدق کہتے ہیں حکایت کا محکی عنہ کے مطابق ہونا، کذب اس کی ضد ہے غرضیکہ حق و صدق، باطل و کذب میں اعتباری فرق ہے۔ وانتم تعلمون جملہ حال ہے۔

رابطہ: اس سے پہلی آیت میں عمومی اور معنوی نعمت کا بیان تھا۔ یہاں سے خصوصی معنوی نعمتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اہل مدینہ میں بیشتر آبادی چونکہ اہل کتاب کی تھی جن پر پشت ہا پشت سے احسانات اور انعامات کا سلسلہ جاری تھا اور حسب و نسب ریاست و پیرزادگی و صاحبزادگی سے ان کا دماغی توازن حد اعتدال سے باہر ہو گیا تھا اور ان میں طرح طرح کی قابل نفرت برائیاں پیدا ہو گئیں تھیں اسی لئے تفصیلاً اور مکرر سے کر رہا اس پر گفتگو مناسب سمجھی گئی۔

﴿تشریح﴾: بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش: چنانچہ اس سورۃ میں دس احسانات اور دس قبائح اور دس انتقامات کی فہرست پیش کی گئی ہے اور اس طرح کہ اول اجمالاً ان نعمتوں کو یاد دلایا گیا ہے پھر دوسرے رکوع سے آخر پارہ کے قریب تک ان کی تفصیلات آئیں گی اس کے بعد ختم پر پھر بالا جمال ان کو دہرایا جائے گا تا کہ پورے طور پر اس کا اہتمام اور عظیم الشان ہونا واضح ہو جائے۔ قرآن کو مصدق توراہ و انجیل کہنا اس وجہ سے ہے کہ جگہ جگہ ان کتابوں کی بشرطیکہ محرف نہ ہوں تصدیق کی گئی ہے اور جو حصہ تحریف کا ہے وہ توراہ و انجیل ہونے ہی سے خارج ہے۔

اول کافر نہ بنو: اول کافر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ قید احترازی ہے یعنی کافر ہونا جائز ہے بلکہ وہی مقصد ہے جس کی طرف مفسر علام اشارہ کر رہے ہیں یعنی یہ قید واقعی ہے کہ چونکہ تم لوگ اپنی قوم میں پیشوا یا نہ حیثیت رکھتے ہو اور بعد میں آنے والوں کے لئے تو یقیناً پیشوا ہو اس لئے من سن سنة سینه فعلیہ وزرہا ووزر من عمل علیہا کے قاعدہ سے تم اول کافر کہلاؤ گے تمہاری دیکھا دیکھی جتنے لوگ انکار کریں گے قیامت تک ان کے انکار کا وبال بھی تمہارے سر رہے گا اور یہ کہا جائے گا کہ مقصود بالشی قید اولیت نہیں ہے بلکہ اور زیادہ برائی بڑھانے کے لئے یہ قید لگا دی ہے یعنی ایک تو کفر برادر اس میں بھی اولیت یہ تو برائی در برائی ہوگی باقی اولیت حقیقہ تو ان یہود کو پھر بھی حاصل نہیں ہے کیونکہ ان سے پہلے مشرکین عرب کفر میں مقدم ہو چکے ہیں۔ علی ہذا۔

قرآن فروشی: لا تشتروا بایاتی ثمناً قليلاً کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ثمن کثیر کے بدلہ میں اشتراکاً آیات اللہ جائز ہے جب کہ پوری دنیا کو بھی متاع الدنیا قلیل کہہ دیا گیا ہے بلکہ منشاء یہ ہے کہ ایک تو مذہب کی یہ تجارت نہایت ذلیل حرکت ہے اور پھر وہ چند ٹھیکروں کے پیچھے یعنی برائی در برائی، کر یلا اور پھر نیم چڑھا۔

تعلیم اور اذان و امامت پر اجرت: قرآن یا قرآنی علوم کی تعلیم یا اذان و امامت پر اجرت لینے کی ممانعت اس آیت سے سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ علمائے متاخرین نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس طرح کہیں باب تعلیم ہی بند نہ ہو جائے جس سے دین ہی محفوظ

نہ سکتے تعلیم پر اجرت لینے کی اجازت دیدی ہے اسی طرح قرآن کے نسخوں کی تجارت بھی ممنوع نہیں ہے کیونکہ وہ اجرت کاغذ، کتابت، طباعت کے مقابلہ میں ہوتی ہے نہ آیات الہی کے مقابلہ میں۔

دین فروشی اور فتویٰ نویسی:..... بلکہ اس سے مراد رشوت لیکر غلط فتاویٰ دینا اور مسائل غلط بتلانا ہے۔ احکام شرعیہ کی تبدیلی دو (۲) طرح کی ہوتی ہے اگر بس چل گیا تو ظاہر ہی نہ ہونے دیا جس کو کتمان کہا گیا ہے اور اگر بن نہ پڑا اور کچھ ظاہر ہی ہو گیا تو پھر خلط ملط کرنے کی کوشش کی کبھی سہو کا تب کا بہانہ لے دیا۔ کبھی حقیقت و مجاز محذوف و مقدر ہونے کا افسانہ گھڑ دیا جس کو تلبیس کہا گیا ہے یہ سب باتیں جو علماء یہود کی برائیاں تھیں اگر ہمارے علماء سوء میں بھی پائی جائیں گی تو وہ بھی اسی طرح مستحق شکایت و عتاب ہوں گے۔

ایفاء عہد:..... ایفاء عہد کے مختلف مراتب میں بندوں کی طرف سے ادنیٰ درجہ کلمہ شہادت کا اقرار اور خدا کی طرف سے جان مال کی حفاظت ہے۔ آخری درجہ بندوں کی جانب سے فناء الفناء ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے صفات و اسماء کے انوار سے آراستہ کر دینا ہے۔ اور باقی درجات درمیانی ہیں یا یوں کہا جائے کہ بندوں کی طرف سے اول مرتبہ تو حید افعال اور اوسط درجہ تو حید صفات اور آخری درجہ تو حید ذات ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے وہ معارف و اخلاق ہیں جو ہر مرتبہ کے مناسب اس مرتبہ کے سالک پر فائز کئے جاتے ہیں۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۴۳﴾ صَلُّوا مَعَ الْمُصَلِّينَ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ فِي عُلَمَائِهِمْ وَقَدْ كَانُوا يَقُولُونَ لِأَقْرَبَائِهِمُ الْمُسْلِمِينَ اثْبُتُوا عَلَى دِينِ مُحَمَّدٍ فَإِنَّهُ حَقٌّ أَتَمُّرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ بِالْإِيمَانِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَنْسُونَ أَنْفُسَكُمْ تَتْرَكُونَهَا فَلَا تَأْمُرُونَهَا بِهِ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ط التَّوْرَةَ وَفِيهَا الْوَعِيدُ عَلَى مُخَالَفَةِ الْقَوْلِ الْعَمَلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۴۴﴾ سُوَاءَ فِعْلِكُمْ فَتَرْجِعُونَ فَجُمَلَةُ النَّسِيَانِ مَحَلُّ الْإِسْتَفْهَامِ الْإِنْكَارِي وَاسْتَعِينُوا أَطْلُبُوا الْمَعُونَةَ عَلَى أُمُورِكُمْ بِالصَّبْرِ الْحَبْسِ لِلنَّفْسِ عَلَى مَا تَكَرَّرَ وَالصَّلَاةِ ط أَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيمًا لِشَانِهَا وَفِي الْحَدِيثِ كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَنَهُ أَمْرٌ بَادَرَ إِلَى الصَّلَاةِ وَقِيلَ الْخِطَابُ لِلْيَهُودِ لَمَّا عَاقَهُمْ عَنِ الْإِيمَانِ الشَّرُّ وَحُبُّ الرِّيَاسَةِ فَأَمَرُوا بِالصَّبْرِ وَهُوَ الصَّوْمُ لِأَنَّهُ يَكْسِرُ الشَّهْوَةَ وَالصَّلَاةَ لِأَنَّهَا تُورِثُ الْخُشُوعَ وَتُنْفِي الْكِبَرَ وَانْهَى أَي الصَّلَاةَ لَكَبِيرَةٌ ثَقِيلَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿۴۵﴾ السَّاكِنِينَ إِلَى الطَّاعَةِ الَّذِينَ يَظُنُّونَ سَخُّ يُوقِنُونَ أَنَّهُمْ مَلْفُورًا رَبِّهِمْ بِالْبَعْثِ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۴۶﴾ فِي الْآخِرَةِ فَيَجَازِيهِمْ

ترجمہ:..... اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور عاجزی کرنے والوں کے ساتھ (یعنی نماز پڑھو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ آئندہ آیت ان علماء یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے مسلمان قرابت داروں سے کہا کرتے کہ تم محمد کے دین پر قائم رہو کیونکہ وہ دین حق ہے) کیا غفلت ہے کہ اور لوگوں کو نیک کام کا مشورہ دیتے ہیں (یعنی آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا) اور خود اپنی خبر نہیں لیتے ہو (اپنے نفس کو بہلا رکھا ہے کہ اس کو اس نیک کام کا حکم نہیں دیتے) حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو (یعنی

تورات کی جس میں قول بلا عمل پر وعید موجود ہے) کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (یعنی اپنی بد عملی کو نہیں سمجھتے کہ اس سے باز آ جاؤ۔ استفہام انکاری کا دراصل محل جملہ "تسنون" ہے) اور مددلو (یعنی اپنے کاموں میں مدد حاصل کرو) صبر (نفس کو خلاف خواہش پر مجبور کرنا) اور نماز سے (خاص طور پر نماز کا ذکر تعظیم شان کے لئے ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو نماز کی طرف سبقت فرماتے اور بعض کے نزدیک اس میں یہود کو خطاب ہے جن کو حرص اور ریاست کی محبت نے ایمان سے روک رکھا ان کو صبر یعنی روزہ کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے اور نماز کا حکم دیا گیا کیونکہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے اور کبر دور ہوتا ہے) اور یہ نماز بلاشبہ دشوار ضرور ہے لیکن جن کے دلوں میں خشوع ہو (یعنی اطاعت سے جن کو سکون ملتا ہے) اور جو خیال رکھتے ہوں اس بات کا کہ وہ اپنے پروردگار سے (قیامت میں) ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (آخرت میں کہ وہ ان کو بدلہ دے)۔

ترکیب و تحقیق: اقیموا الصلوٰۃ جملہ انشائیہ معطوف علیہ۔ اقامۃ لفظ مکمل درستگی کے لئے بولا گیا ہے کہ ظاہر و باطن آداب و شرائط سنن و واجبات، فرائض سب کی رعایت اور وقت کی پابندی اور مواظبت کے ساتھ نماز کی ادائیگی مطلوب ہے اتوا الزکوٰۃ جملہ انشائیہ معطوف علیہ..... ارکعوا مع الراكعين جملہ انشائیہ ہے رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں مفسر علام نے صلوا کے ساتھ ترجمہ کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے اور چونکہ یہود کی نماز بلا رکوع و سجود کی تھی) اس لئے کہا کہ مسلمانوں جیسی نماز پڑھو نیز صلوٰۃ الجنازہ میں رکوع و سجود نہیں ہوتا وہ فرض علی الکفایہ ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کے معنی زیادہ ہونے اور بڑھنے کے ہیں جیسے بولتے ہیں زکوٰۃ الزرع کھیتی بڑھ گئی اور بعض کے نزدیک زکاہ بمعنی طہارت سے مشتق ہے۔ زکوٰۃ میں برکت اور تطہیر دونوں وصف پائے جاتے ہیں تامرون الناس بالبر جملہ معطوف علیہ و تسنون میں جو ہمزہ کا مدخول ہے معطوف ہے انتم تتلون الکتب جملہ حال ہے فلا تعقلون جملہ معترضہ استعینوا معطوف علیہ اذکروا پروانہا الکبیرۃ جملہ مستثنیٰ منہ الاحرف استثناء علی الخاشعین موصوف الذین موصول صلہ ملکر اس کی صفت یہ سب ملکر مستثنیٰ تسنون کا ترجمہ مفسر تتر کو نہا سے کر رہے ہیں ملزوم بول کر لازم کا ارادہ کرتے ہوئے خاشعین کے معنی ساکنین کے ہیں اصل الخشوع السکون۔ و خشعت الاصوات ای سکنت اسی لئے خشوع جو ارح کی صفت لائی جاتی ہے اور خضوع قلب کی یوقنون کے ساتھ یظنون کی تفسیر کر کے اشارہ کرنا ہے کہ ظن یہاں بمعنی یقین ہے اور یہ اس معنی میں کثیر الاستعمال ہے دوسری قرأت جو لا یعلمون ہے یہ معنی اس کے بھی موافق ہیں۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ آخرت کا ظنی علم بھی جب ان میں خشوع پیدا کر سکتا ہے تو علم الیقین اور جزم تو بدرجہ اولیٰ خفت صلوٰۃ کا باعث ہوگا۔

رابط: یہاں تک اصول ایمان کی دعوت اور کفر سے پرہیز کی تلقین تھی جو ایک درجہ میں اصول ہی ہے اب بعض مہتمم بالشان فروعات کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ مجموعہ کا مکمل ایمان ہونا معلوم ہو جائے۔

﴿تشریح﴾: عبادات اور محبت صالحین کی اہمیت: احکام فرعیہ دو طرح کے ہوتے ہیں بعض اعمال ظاہری اور بعض باطنی پھر اعمال ظاہری بھی دو طرح کے ہیں بدنی عبادت یا مالی عبادت ان تینوں کلیوں کی ایک ایک جزئی یہاں ذکر فرمادی۔ نماز بدنی عبادت زکوٰۃ مالی عبادت، خشوع و خضوع باطنی اور قلبی چونکہ اہل باطن ہی کی معیت اس میں مؤثر اور کبریت اہم کا درجہ رکھتی ہے اس لئے اس کو بھی حکم میں شامل کر لیا۔

حب جاہ اور حب مال کا بے نظیر علاج:..... نماز سے حب جاہ اور زکوٰۃ سے حب مال، تواضع سے کبر و حسد جو ام الخباثت ہیں کم ہوں گے اس لئے یہ احکام بہت ہی مناسب اور موزوں ہوئے کیونکہ حاصل ان کی بیماریوں کا یہی دو مرض اصل تھے یعنی حب جاہ اور حب مال۔ ان ہی سے حسد و کبر پیدا ہو گیا کہ جب ہم آپ کی اتباع اور غلامی کریں گے تو یہ سب نذرانے شکرانے بند ہو جائیں گے اس لئے صبر و نماز سے ان دونوں کا علاج فرمایا گیا صبر سے مال کی اور نماز سے جاہ کی محبت کم ہوگی۔ اور جب اس کی عادت ہو جائے گی تو حب جاہ جو تمام فتنہ فساد کی جڑ ہے کٹ جائے گی صبر میں چونکہ خواہشات کا ترک ہوتا ہے اور نماز میں اس ترک کے ساتھ بہت سے کاموں کا کرنا بھی ہوتا ہے اور قاعدہ عقلی ہے کہ فعل کی نسبت ترک فعل آسان ہوتا ہے اس لئے نماز کو دشوار تر سمجھا گیا اور اس کی دشواری کو ہلکا کرنے کی تدبیر کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

نماز دشوار کیوں ہے؟:..... چونکہ نماز کی دشواری محض اس لئے ہے کہ انسان کا دل آزادی پسند ہے اور نماز میں ہوتی ہے ہر قسم کی پابندی۔ نہ ہنس، نہ بولو، نہ کھاؤ، نہ پیو، نہ چلو، نہ پھرو سب آزادی سلب، ہاتھ پیر سب مقید اور اس قید کا اثر قلب پر یہ ہوا کہ وہ تنگ ہوتا ہے اور سب تنگی قلب کا اس کی حرکت فکریہ ہے اس لئے اس کا علاج بالصد سکون سے ہونا چاہئے چنانچہ خشوع و خضوع جس کی حقیقت سکون قلب ہے۔ علاج میں مفید اور کارگر ہو سکتا ہے جس کی آسان اور مجرب تدبیر یہ ہے کہ قلب کو کسی مشغلہ میں منہمک کر کے افکار اور خیالات کی ادھیڑ بن سے فارغ کر دیا جائے اور وہ مشغلہ نماز ہے تو حاصل یہ ہے کہ اللہ کی ملاقات اور اس کی بارگاہ کی حاضری کا تخیل مٹ کر خشوع ہے اور خشوع مسہل نماز اور نماز مزیل حب جاہ۔ اور زوال حب جاہ سے سارے امراض کی جڑ ہی قطع ہو جائے گی کیا ہی مرتب اور باقاعدہ علاج تجویز فرمایا گیا ہے۔ (ملخصاً من البیان)

لطائف آیات:..... نماز و زکوٰۃ کی فرضیت اس قسم کی بکثرت آیات سے ثابت ہے۔ اسی طرح پانچ نمازوں اور ان کے اوقات و شرائط، زکوٰۃ کی مقدار و شرائط کا بیان متعدد آیات میں آیا ہے۔ البتہ ارکعوا مع الراكعين سے قاضی بیضاوی نے جماعت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہی ہے اس لئے اشکال ہوگا تو کہا جائے گا کہ سنت مؤکدہ..... بھی قریب بواجب ہے یا آیت سے تو وجوب ہی مانا جائے لیکن چونکہ اس میں قدرت علی الغیر ماننی پڑتی ہے یعنی جماعت چونکہ امام و مقتدی کی محتاج ہوتی ہے اس لئے ظاہر کتاب کے وجوب کو چھوڑنا پڑے گا۔ نماز جمعہ میں بھی اگرچہ توقف علی الغیر ہوتا ہے لیکن انعقاد جمعہ کی شرائط میں سے جماعت کا پایا جانا ہے اس لئے اس کو فرض و واجب کہا جائے گا۔ علیٰ ہذا قاضی بیضاوی نے اپنے مذہب شافعی کے موافق اس آیت سے کفار کے مکلف بالا احکام و الفروع ہونے پر استدلال کیا ہے چنانچہ نماز و زکوٰۃ وغیرہ عبادات کا حکم اہل کتاب کو دیا جا رہا ہے جو کافر ہیں۔ لیکن حنفیہ کی طرف سے صاحب مدارک نے کہا کہ اس سے پہلی آیت و امنوا بما انزلت میں ایمان کی دعوت مذکور ہو چکی ہے اس لئے تقدیر عبارت اس طرہ ہے کہ اسلموا و اعملوا عمل اهل الاسلام یعنی کفار مواخذة اخروی کے لحاظ سے تو اصول و فروع دونوں کے مکلف ہیں۔ البتہ دنیا میں صرف معاملات و عقوبات و اصول کا ان سے مطالبہ ہے عبادات کے ہ مکلف نہیں تا وقتیکہ وہ ایمان قبول نہ کر لیں۔

تعجب ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم شکایتی لب و لہجہ میں ادا کرتا ہے انی فضلتکم علی العالمین۔

ایک اشکال اور اس کی سادہ توجیہ:..... لفظ عالمین میں لوگوں نے بہت زیادہ تکلفات کئے ہیں کہ اس سے مراد سارا عالم ہے جس میں انسان، ملائکہ، جنات چرند پرند سب ہوں پھر اشکال ہوا کہ ملائکہ اور انبیاء کرم بالخصوص حضور ﷺ پر ان کی فوقیت کیسے ثابت ہوگئی۔ اسی طرح تمام بنی اسرائیل کی فضیلت کیسے صحیح ہو سکتی ہے جبکہ ان میں بہت سے یقیناً شریر بد معاش بھی ہوں گے اس لئے جو اب میں تخصیصات کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن اگر بلا تکلف کہہ دیا جائے کہ محاورہ میں ’دنیا‘ بول کر اکثر معاصرین اور ہم زمانہ لوگ مراد لئے جاتے ہیں تو بات بالکل سہل ہو جائے۔ جلال محقق عالمی زمانہم سے یہی توجیہ کر رہے ہیں۔ بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ہے او تیت من کل شیء حالانکہ بہت سی چیزیں بے چاری کے پاس نہیں ہوں گی مگر محاورہ کے لحاظ سے کہنا بالکل صحیح ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جو یہود موجود تھے اگرچہ ان کے ساتھ یہ واقعات پیش نہیں آئے لیکن ان کے آباء اجداد کی تکریم ان کے لئے باعث فخر ہے اس لئے ان سے خطاب فرمایا۔

مصیبت سے بچنے کے چار راستے:..... پہلی آیت میں ترغیبی مضمون ہے اور دوسری آیت میں ترہیب فرماتے ہیں کہ دنیا میں کسی مصیبت سے بچ نکلنے کی چار ہی راستے ہو سکتے ہیں (۲) مطالبہ (۲) معاوضہ (۳) شفاعت (۴) نصرت لیکن آخرت میں بغیر ایمان کے تمہارے لئے یہ سب راستے بند ہوں گے۔ اس لئے ابھی اس کی فکر کرو گویا مقصود بحالت موجودہ ان کو مایوس اور ناامید کرنا ہے۔

انکار شفاعت اور اس کا جواب:..... اس تقریر پر معتزلہ کے لئے اب اس آیت سے اور آیت من ذا الذی یشفع عنده الابدانہ سے نفی شفاعت پر استدلال کی گنجائش نہیں رہتی ہے جیسا کہ مفسر بھی اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ اس آیت میں تو ظاہر ہے کہ عام شفاعت کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ خاص طور پر کفار کے لئے شفاعت کا نہ ہونا یا قبول نہ ہونا بیان کیا گیا ہے اور دوسری آیت الحقنا بہم ذریتہم میں مومنین عصاة کے لئے شفاعت کا اثبات ہو رہا ہے۔ اسی طرح حدیث شفاعت لاهل الكبائر من امتی بھی مثبت مدعا ہے اور جہاں تک آیت الکرسی کا تعلق ہے اس میں بلا اذن شفاعت کی نفی کی جا رہی ہے نہ کہ مطلق شفاعت یا شفاعت مع الاذن کی نفی کی گئی ہے۔ رہا معتزلہ کا شفاعت کو عقلی طور پر خلاف انصاف کہنا یا سمجھنا یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حقوق اللہ تو خود حق تعالیٰ از روئے جو دو کرم معاف فرمادیں گے اور اپنا حق معاف کرنا ظلم نہیں کہلاتا بلکہ سخاوت و کرم اور ابراء کہلائے گا۔ البتہ حقوق العباد تو حق تعالیٰ خود معاف نہیں کریں گے بلکہ صاحب حق کو اس درجہ خوش کر دیں گے کہ وہ خود راضی ہو کر خوش دلی سے معاف کر دے گا۔ اس میں معتزلہ کا کیا بگڑتا ہے۔

اصل بگاڑ کی جڑ اور بنیاد:..... بہر حال چونکہ یہود کے دماغ میں صاحبزادگی کی بو تھی اس لئے باطل امیدوں کی جڑ کاٹ دی گئی ہے کہ بغیر ایمان کے کوئی سہارا کام نہیں دے گا۔ البتہ ایمان اور اعمال صالح ہو تو تھوڑی بہت کمی پوری ہو سکتی ہے بغیر ایمان و عمل کے محض نسبت پر گھمنڈ رکھنے والے پیرزادوں کو اس آیت سے سبق لینا چاہئے۔ اسی لئے شفاعت کو یہاں مقدم لایا گیا ہے اور آخری بنی اسرائیل میں اس کو مؤخر لایا گیا ہے تاکہ اس گھمنڈ کا بالکل تھکنا حاصل ہو جائے۔

وَ اذْكُرُوا اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ اَيُّ اَبَائِكُمْ وَالْخِطَابُ بِهِ وَبِمَا بَعَدَهُ الْمَوْجُودَيْنِ فِي زَمَنِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اُخْبِرُوا بِمَا اَنْعَمَ عَلٰى اَبَائِهِمْ تَذْكِيْرًا لَهُمْ بِنِعْمَةِ اللهِ لِيُؤْمِنُوْا مِّنْ اِلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ يَذِيْقُوْنَكُمْ سُوءَ
 الْعَذَابِ اَشَدَّهُ وَالْحُمْلَةُ حَالٌ مِّنْ ضَمِيْرٍ نَّجَّيْنٰكُمْ يَذْبَحُوْنَ بَيِّنًا لِمَا قَبْلَهُ اَبْنَاءُكُمْ الْمَوْلُوْدَيْنِ
 وَيَسْتَحْيُوْنَ يَسْتَبْقُوْنَ نِسَاءَكُمْ لِقَوْلِ بَعْضِ الْكُهَنَةِ لَهُ اَنَّ مَوْلُوْدًا يُوْلَدُ فِى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَكُوْنُ سَبِيًّا
 لِدِهَابِ مُلْكِكَ وَفِيْ ذٰلِكُمْ الْعَذَابِ اَوْ الْاِنْجَاءِ بِلَاءٍ اَبْتِلَاءٍ وَاَنْعَامٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاذْكُرُوا اِذْ
 فَرَقْنَا بِكُمْ بَسِيْبِكُمْ الْبَحْرَ حَتّٰى دَخَلْتُمُوْهُ هَارِيْبِيْنَ مِّنْ عَدُوِّكُمْ فَاَنْجَيْنٰكُمْ مِّنَ الْغَرَقِ وَاغْرَقْنَا اٰلَ
 فِرْعَوْنَ قَوْمَهُ مَعَهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِلَى اَنْطَبَاقِ الْبَحْرِ عَلَيْهِمْ وَاِذْ وَاْعَدْنَا بِالْفِىْ وَدُوْنَهَا مُوسٰى
 اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً نُّعْطِيْهِ عِنْدَ اَنْقِضَائِهَا التَّوْرَةَ لِتَعْمَلُوْا بِهَا ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ الَّذِىْ صَاغَهُ لَكُمْ السَّامِرِيُّ اِيْهَا
 مِّنْ بَعْدِهِ اَيُّ بَعْدَ ذِهَابِهِ اِلَى مِيعَادِنَا وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ بِاِتِّخَاذِهِ لِيُوْضِعْكُمْ الْعِبَادَةَ فِىْ غَيْرِ مَحَلِّهَا ثُمَّ
 عَفَوْنَا عَنْكُمْ مَّحُوْنَا ذُنُوْبَكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ الْاِتِّخَاذِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ نِعْمَتِنَا عَلَيْكُمْ وَاِذْ اَتَيْنَا
 مُوسٰى الْكِتٰبَ التَّوْرَةَ وَالْفُرْقَانَ عَطْفٌ تَفْسِيْرٌ اَيُّ الْفَرَقِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالنَّحْلَالِ وَالْحَرَامِ
 لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ بِهِ مِنَ الضَّلٰلِ-

ترجمہ:..... اور (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ رہائی دی تھی ہم نے تم کو (تمہارے آباؤ اجداد کو اس آیت میں اور اسی طرح ما بعد کی آیات میں ان یہود کو خطاب کر کے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے ان کے آباؤ اجداد پر کی ہوئی نعمتیں یاد دلائی گئیں ہیں تاکہ ان کا خیال کر کے اللہ پر ایمان لے آئیں) فرعونوں سے جو تم کو ستارہ تھے (چکھارہے تھے) بدترین (شدید ترین) عذاب (یہ جملہ ضمیر نجینکم سے حال واقع ہو رہا ہے) ذبح کر رہے تھے (یہ ما قبل کا بیان ہے) تمہاری زینہ اولاد (پیدا شدہ) کو اور زندہ رہنے دیتے تھے (چھوڑ دیتے تھے) تمہاری عورتوں کو (بعض کاہنوں کے کہنے سے ایک بچہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہے جو اے فرعون تیری سلطنت کے زوال کا باعث بنے گا) حالانکہ اس میں (واقعہ عذاب و نجات دونوں میں) امتحان (ابتلاء اور انعام) تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری۔ نیز (یاد کرو) اس کو جب شق کر دیا (پھاڑ دیا) تمہارے لئے (تمہاری وجہ سے) دریائے شور تا آنکہ تم اس میں دشمن سے بھاگ کر داخل ہو گئے) پھر ہم نے تم کو بچالیا (ڈوبنے سے) اور ہم نے ڈبو دیا فرعونوں (فرعون اور اس کے ساتھ قوم) کو در آنحالیکہ یہ منظر تم دیکھ رہے تھے (دریا کا ان پر مل جانا) اور اس وقت کو (یاد کرو) جب کہ ہم نے وعدہ کیا تھا (لفظ واعدنا الف کے ساتھ بھی ہے یعنی واعدنا اور بغیر الف بھی ہے) موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا (کہ اس مدت کے بعد ہم تم کو توراہ عطا کریں گے) تمہارے عمل کے لئے) مگر پھر تم نے بنا لیا اس گوسالہ کو (جس کو تمہارے لئے موسیٰ سامری نے ڈھالا تھا۔ معبود) ان کے چلے جانے کے بعد (وعدہ کے مطابق ہمارے پاس چلے آنے کے) در آنحالیکہ تم ظلم کر رہے تھے (گوسالہ کو معبود بنا کر عبادت کو بے محل صرف کر کے) پھر بھی ہم نے تم سے درگزر کیا (تمہارے گناہ مٹا کر) اس (گوسالہ پرستی) کے بعد اس امید پر کہ تم شکرگزارى کرو گے (ہماری نعمتوں کی) اور اس وقت کو (یاد کرو) جب کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (تورات) اور فیصلہ کن چیز دی (یہ فرقان کتاب کا عطف تفسیری

ہے بمعنی فارق ہے۔ حق و باطل، حلال و حرام کے درمیان اس توقع پر کہ تم (گمراہی سے) بچتے رہو گے۔

ترکیب و تحقیق:..... ال اصل میں اہل تھا بدلیل تصغیر اھیل ہا کو ہمزہ یا واؤ سے بدل کر الف سے تبدیل کر لیا گیا یعنی خلاف قیاس ہا کو الف سے بدل لیا گیا ہے۔ ذوی العقول اور ذوی الشرف پر اس کا استعمال ہوتا ہے۔ بخلاف لفظ اہل کے اس کا استعمال دونوں اعتبار سے عام ہے۔ اہل کتاب اور اہل صانع بولیں گے آل کتاب اور آل صانع نہیں کہا جائے گا نیز آل سے مراد خود نفس فرعون بھی ہو سکتا ہے اور قبیلہ فرعون بھی۔ سو کے معنی برائی کے ہیں مراد شدت ذبح ابناء کا استحياء نساء پر مقدم کیا ہے کیونکہ عامۃً اول زیادہ سخت عذاب ہے، نسبت دوسرے کے اگرچہ غیرت مند لوگوں کے نزدیک دوسرا عذاب شدید ترین ہے۔ سوء العذاب کا بیان یذبوحون واقع ہو رہا ہے اس کے علاوہ دوسری بیگاری بھی ان سے لی جاتی ہے مثلاً پتھر پھوڑنے، لوہا کاٹنے، تعمیر کرنے کی خدمت جو ان مردوں سے اور کپڑا بننے اور دوسری خانگی خدمات عورتوں سے اور کمزوروں پر ٹیکس مالی مقرر کیا جاتا تھا۔ استحياء کے معنی باندی بنانے کے بھی لئے گئے ہیں یا پردہ حیا اٹھانا، حیا بالکسر بمعنی فرج۔ بلاء اصل میں اختیار کے معنی ہیں آزمائش کبھی نعمت میں ہوتی ہے اور کبھی مصیبت میں۔ واعدنا باب مفاعلت سے اگر ہے تو دونوں طرف سے وعدہ ہوا۔ موسیٰ عليه السلام نے حاضری کا وعدہ کیا اور حق تعالیٰ نے کتاب عطا فرمانے کا اور وعدنا مجرد ہے تو صرف ایک طرف سے مراد ہے۔ موسیٰ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے مؤ بمعنی پانی سی بمعنی درخت۔ حضرت موسیٰ عمران کے بیٹے اور قہات کے پوتے ہیں۔ جو حضرت یعقوب کا پوتہ تھا منوچہر بادشاہ ایران کے زمانہ میں ۱۵۰۰ قبل از مسیح پیدا ہوئے تھے۔

نجینکم جملہ من آل فرعون متعلق ہے۔ یسومونکم سوء العذاب جملہ ہو کر حال ہے آل فرعون یا ضمیر نجینکم سے یا دونوں سے یذبوحون اور یستحيون دونوں جملے بیان ہیں یسومونکم کے اسی لئے واو عاطفہ نہیں لائے۔ فی ذلکم خبر مقدم۔ بلاء من ربکم عظیم، مبتداء مؤخر۔ فرقنا فعل بافاعل بکم مفعول ثانی البحر مفعول اول۔ فانجینکم معطوف علیہ واغرقنا معطوف۔ وانتم تنظرون حال ہے اغرقنا سے موسیٰ مفعول اول ہے واعدنا کا۔ اربعین لیلۃ مفعول ثانی۔ مفعول اول ہے اتخذتم کا۔ الہا مفعول ثانی محذوف انتم ظالمون جملہ حال فاعل ہے من بعد ذلک عفونا سے متعلق ہے۔ موسیٰ مفعول اول اتینا کا اور الکتب و الفرقان معطوف معطوف علیہ لکر مفعول ثانی ہے۔

رابط:..... یہاں سے دوسرے، تیسرے اور چوتھے انعام کی تفصیل کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾ قرآن میں مکرر اور غیر مکرر واقعات کا فلسفہ:..... قرآن میں تاریخی واقعات دو طرح کے بیان فرمائے گئے ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ پورے قرآن میں صرف ایک دو جگہ بیان کئے گئے جیسے اصحاب کہف یا ذوالقرنین یا القمان عليه السلام کے واقعات اور داستان یوسف عليه السلام اور بعض واقعات ایسے ہیں جن کو بار بار دہرایا گیا ہے جیسے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے واقعات اجمال و تفصیل کے ساتھ ان بیس سورتوں میں دہرائے گئے ہیں۔ سورۃ بقرہ، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس، ہود، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طہ، مؤمنین، شعراء، نمل، قصص، صافات، مؤمن، زخرف، دخان، نازعات۔

قرآن کریم اور دوسری آسمانی کتابوں میں اختلاف بیان:..... پھر ان واقعات کے بعض ٹکڑے صرف قرآن کریم میں ملتے ہیں اور بعض حصے صرف توراہ میں ملتے ہیں۔ کیونکہ اول تو قرآن کریم کی غرض تاریخ نویسی اور داستان سرائی نہیں

ہے اسی لئے وہ بالاستیعاب کسی قصہ کو بجز داستان یوسف کے بیان نہیں کرتا بلکہ اس کا اصل منشاء موعظت و عبرت ہوتا ہے اسی لئے جس موقع پر جس قدر کلمہ متصود ہوتا ہے اتنا ہی اٹھالیا جاتا ہے۔ اور واقعات کی ترتیب بھی بسا اوقات بدل دی جاتی ہے تاکہ واقعہ کی نوعیت صرف استدلالی رہے اور محض واقعہ کی حیثیت ملحوظ نہ رہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک ہی واقعہ کو دو مورخ بیان کرتے ہیں۔ ایک سے کچھ اجزاء ترک ہو جاتے ہیں اور دوسرے سے کچھ اجزاء چھوٹ جاتے ہیں لیکن بعد کے آنے والے ان کڑیوں کو ملا لیتے ہیں اس لئے قرآن کریم کے بیان کردہ تاریخی اجزاء مشکوک نہیں ہونے چاہئیں۔

بنی اسرائیل کا دورِ غلامی:..... ان تین آیات میں تین واقعات کی طرف بالا جمال اشارہ کیا جا رہا ہے۔ پہلا واقعہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے سخت آزمائش کا تھا جس میں ساری قوم مبتلا تھی۔ بنی اسرائیل کی قوم غلامی کی زنجیر میں تو پہلے ہی جکڑی ہوئی تھی۔ رہی سہی کمی اس سخت انتقامی کارروائی نے پوری کر دی۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے خطرہ کی پیش بندی کے سلسلہ میں فرعونوں کی طرف سے ان پر برپا کی گئی تھی۔ ہزاروں معصوم اور بے گناہ بچوں کو صرف موسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اکبر ظرافت کے لہجے میں کہتا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کہ وہ بدنام نہ ہوتا افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوچھی

صرف یہی نہیں بلکہ غلامی کی زنجیروں کو اور زیادہ کسنے کے لئے لڑکیوں کو اپنی ہوسنا کیوں کا شکار بنانے کے لئے زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ممکن ہے اس کا مقصد سیاسی شکنجوں کو مضبوط تر کرنا ہوتا ہے جن غیور لوگوں کی رگوں میں گرم لہو ہوگا ان کی کمر توڑنے کے لئے کافی سامان کر دیا گیا تھا۔

غلامی سے نجات:..... بہر حال خدا نے اس بدترین مصیبت سے قوم کو نجات بخشی، اس کے بعد دوسری آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر ان کے آبائی وطن ملک شام میں کنعان کی طرف جو مصر سے چالیس روز کی راہ پر شمالی جانب تھا سفر کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش مبارک کا تابوت بھی ہمراہ تھا کہ دریائے قلمزم سامنے آ گیا اور فرعون کا عظیم لشکر پیچھے سے تعاقب میں چلا آ رہا تھا۔ سخت پریشانی اور انتشار ہوا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اور عصائے موسوی کی کرامت سے بحر قلمزم میں بارہ خاندانوں کے بارہ راستے خشکی کے رونما کر دیئے گئے جن سے بنی اسرائیل تو سلامتی سے پار ہو گئے مگر فرعونوں کا لشکر عظیم غرقاب ہو کر رہ گیا ”خس کم شد جہاں پاک شد“ ظالم دشمن کی تباہی کا اس طرح اپنی آنکھوں سے نظارہ کرنا دوسری نعمت ہے۔

قوم کے دو موسیٰ جن کا نام ایک اور کام مختلف:..... اگلی آیت میں ایک تیسرے واقعہ کا تذکرہ ہے کہ بحر قلمزم سے نجات اور دشمن کی تباہی کے بعد قوم نے حضرت موسیٰ سے ایک آسمانی کتاب کی درخواست کی چنانچہ درخواست منظور ہوئی اور حضرت موسیٰ چالیس روز کوہ طور پر شرف ہمکلامی سے مشرف ہوتے رہے اور الواح توراہ لے کر واپس ہوئے تو موسیٰ سامری نے جو ان کا ہم نام تھا اور زرگر تھا۔ قوم کو ایک نئے فتنہ میں مبتلا کر دیا یعنی سونے چاندی کا ایک بچھڑا تیار کر کے اس کی پرستش میں لگا دیا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قائم کردہ بنیاد تو حید متزلزل ہو گئی چنانچہ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو نہایت براہم ہوئے اور غصہ سے بے قابو ہو گئے۔ فہمائش کے بعد قوم تائب ہوئی۔

دیکھتے قوم میں ایک ہی نام کے دو موسیٰ ہوئے لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک خدا کے برگزیدہ اولوالعزم نبی دوسرا حرامی اور ولد الزنا، ایک کو ان کے دشمن فرعون کے ہاتھوں پلویا اور دشمن کی نگرانی میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اپنی قدرت اور فرعون کا عجز ظاہر کرنے کے لئے لیکن موسیٰ سامری کی پرورش جبریل امین جیسا مقدس فرشتہ کرتا ہے پھر وہ محروم قسمت رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تربیت بھی اسی وقت کارگر ہوتی ہے جبکہ جوہر قابلیت فطرت میں ودیعت ہو الشقی من شقی فی بطن امہ تنہیدستان قسمت راچہ سودا زر ہبر کمال

اذا المرء لم يخلق سعيداً من الازل فقد خاب من ربي وخاب المومل

• فموسى الذى رباہ جبریل کافر وموسى الذى رباہ فرعون مرسل

فلق البحر، ایک خرق عادت معجزہ ہے جو قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے اس کے عدم امکان یا امتناع پر کوئی منکر دلیل قائم نہیں کر سکا۔ واذا وعدنا موسیٰ اربعین اس میں مشائخ کے چلہ کی اصل نکلتی ہے اور حدیث بھی اس بارے میں وارد ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ الَّذِينَ عَبَدُوا الْعِجْلَ يَلْقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ الْهَاتَا فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ خَالِقِكُمْ مِنْ عِبَادَتِهِ فَاقتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ط اى ليقتل البرئى منكم المحرم ذلكم القتل خير لكم عند باريكم ط فوفقكم لفعل ذلك وارسل عليكم سحابة سوداء لئلا ينصربعضكم بعضا فيرحمه حتى قتل منكم نحو سبعين ألفا فتاب عليكم ط قبل توبتكم انه هو التواب الرحيم ﴿۵۳﴾ واذ قلتكم وقد خرجتم مع موسى ليتعذروا الى الله من عباده العجل وسمعتكم كلامه يموسى لن تؤمن لك حتى نرى الله جهرة عيانا فاخذتكم الصعقة الصيحة فمتم وانتم تنظرون ﴿۵۵﴾ ما حل بكم ثم بعثكم احنيناكم من بعد موتكم لعلكم تشكرون ﴿۵۶﴾ نعمتنا بذلك وظللنا عليكم الغمام سترناكم بالسحاب الرقيق من حر الشمس فى التيه وانزلنا عليكم فيه المن والسلوى ط هما الترنجيبين والطير السمانى بتخفيف الميم والقصر وقلنا كلوا من طيبت ما رزقناكم ط ولا تذخروا فكفروا بالنعمة واذخروا فقطع منهم وما ظلمونا بذلك ولكن كانوا انفسهم يظلمون ﴿۵۷﴾ لآء وبآله عليهم -

ترجمہ: اور جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے (ان افراد سے جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی) فرمایا اے میری قوم بلاشبہ تم نے گوسالہ پرستی کر کے اپنا بڑا نقصان کیا ہے اس لئے اپنے خالق (کی عبادت کر کے) توبہ پھر دو پھر تم میں سے بعض بعض کو قتل کرے (یعنی بری مجرم کو قتل کرے) یہ (قتل) تمہارے لئے تمہارے پروردگار کے نزدیک بہتر ہوگا (چنانچہ اللہ نے اس پر عملدرآمد کی تم کو توفیق بخشی اور تم پر ایک ابرسیاہ محیط ہو گیا تاکہ تم ایک دوسرے کو دیکھ کر رحم نہ کھا سکو حتیٰ کہ ستر ہزار تم میں سے قتل کر دیئے گئے) اللہ تم پر متوجہ ہوئے (تمہاری توبہ قبول کی) بلاشبہ وہ توبہ قبول فرمایا کرتے ہیں اور عنایت فرما ہیں۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب کہ تم کہنے لگے (درآ نحالیہ تم حضرت موسیٰ کی ہمراہی میں ہو کر اپنی گوسالہ پرستی کی معذرت کرنے حاضر ہوئے تھے اور تم نے کلام الہی سنا تھا) اے موسیٰ ہم ہرگز آپ کے کہنے سے نہ مانیں گے تا وقتیکہ ہم خود علانیہ اللہ کو نہ دیکھ لیں۔ چنانچہ آپڑی تم پر بجلی (کڑک کہ تم مر گئے) درآ نحالیہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے (جو بجلی تم پر گری تھی) پھر تم کو اٹھایا (زندہ کیا) تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم شکرگزارى کرو گے..... ہماری

اس نعمت کی) اور سایہ فگن کیا تم پر بادل (پتلے بادل کا سا سائبان لگا دیا تاکہ میدان تیرے میں دھوپ کی گرمی سے بچے رہو) اور ہم نے نازل کیا تم پر (اس میدان میں) من و سلویٰ (ترنجبین، بیسیر، سامنی میم مخفف اور الف مقصورہ کے ساتھ ہے اور ہم نے کہا) کھاؤ نفیس رزق (ذخیرہ نہ کرنا لیکن انہوں نے کفران نعمت کرتے ہوئے ذخیرہ کرنا شروع کر دیا جس سے نعمتوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا) انہوں نے (اس سے) ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا..... لیکن اپنا ہی نقصان کرتے رہے (کہ اس کا وبال خود ان پر پڑا)۔

ترکیب و تحقیق:..... بری المریض من مرضه والمدیون من دینه یعنی نجات پائی اور ابتداء فعل کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ بری اللہ الادم من طینه یعنی اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ باری وہ جس کی پیدا کردہ مخلوق تفاوت سے بری ہو۔ یہ خالق سے اخس ہے ظاہر ہے کہ تو بہ صرف خالق سے ہوتی ہے لیکن مقصود اس کہنے سے اخلاص ہے اور یہ بتلانا ہے کہ معبود ایسا حکیم ہونا چاہئے جس کے کام میں ذرا فرق نہ ہو۔ نہ کہ نیل جس کی حماقت بھی ضرب المثل ہے ذلکم کا مشارالیه قتل ہے جو فاقتلوا سے مفہوم ہو رہا ہے۔ فتوبوا میں فاسبیہ ہے اور فاقتلوا میں فاتعقیبہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قتل مسم تو بہ ہو اور قتال میں فامخذوف سے متعلق ہے ای ففعلتم فتاب علیکم لک لام تعلیلیہ ہے تعدیہ کا نہیں ہے اس لئے شبہ نہ کیا جائے کہ ایمان متعدی بنفسہ ہوتا ہے یا بواسطہ با کے۔ لام کے ذریعہ متعدی نہیں ہوتا۔ صیغہ یعنی جبریلی کڑک اور بعض نے آسمانی کڑک مراد لی ہے۔ تیبہ شام و مصر کے درمیان ایک نو میل کا میدان عظیم ہے جس میں گھاس، دانہ، پانی کا نام و نشان نہیں تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کنعان جاتے ہوئے راہ میں پڑتا تھا۔ ترنجبین ایک خاص قسم کا ہلکا بیٹھا گوند ہوتا ہے۔ سلویٰ کبوتر سے چھوٹا چڑیا سے بڑا جانور جس کو بیسیر کہتے ہیں جو تیز کی قسم ہوتا ہے۔ یہ جانور بلا تکلف پکڑ کر خود کھالیا کرتے تھے اور یا کپکے پکائے مل جایا کرتے تھے۔ کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ اگر کھانا سٹر کر خراب ہو جائے تو نجس اور حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن دودھ گھی اگر بد بودار ہو جائیں تو ان کا استعمال ناجائز نہیں ہے۔ موسیٰ قال کافعل لقومہ متعلق یا قوم اے یا قومی یا تخفیفا منادی کے موقع پر حذف ہو گئی یہ مقولہ ہے آخر تک باقی ترکیب صاف ہے۔ قلم فعل با فاعل ی موسیٰ الخ مقولہ لک ای لاجلک جہرۃ مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے اور فاعل یا مفعول سے حال بھی ہو سکتا ہے ظللنا فعل با فاعل الغمام غمام جنس ہے واحد کے لئے غمامۃ کلوا کا مفعول شیناً مخذوف ہے اس کا بیان من طیبات الخ طیبات مضاف۔ مارزقنکم مضاف الیہ۔ انفسہم مفعول ہے یظلمون کا۔

رابط:..... ان آیات میں پانچویں، چھٹے، ساتویں، آٹھویں، نویں انعامات کی طرف اشارے ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے:..... پانچویں انعام کا حاصل یہ ہے کہ گوسالہ پرستی کی سزا میں سب کو قتل ہونا چاہئے تھا لیکن ہم نے چھ لاکھ میں سے صرف ستر ہزار کے قتل پر بس کیا اور مقتول غیر مقتول سب کو معاف کر دیا اس آیت سے عقیدہ حلول کا بھی بطلان معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ گائے، بیل، بلی، پوجنے والے مصریوں کا یہی عقیدہ رہا ہو۔

بنی اسرائیل چونکہ مشدقہ قوم تھی اور لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے اس لئے سخت سزائیں تجویز ہوئیں اور طریق تو بہ قتل مقرر کیا گیا۔ جیسا کہ خود ہماری شریعت میں بعض جرموں کی سزا باوجود تو بہ کے قتل مقرر کی گئی ہے مثلاً قتل عمد کی سزا قصاص اور بعض صورتوں میں زنا کی سزا سنگساری اور راز اس میں یہ تھا کہ راز کر کے تم نے ابدی حیات کھوئی ہے۔ اس لئے اس کی سزا میں اپنی دنیاوی زندگی مثلاً لہائف میں امام قشیری فرماتے ہیں کہ اولیاء امت اب بھی نفس کشی اور قتل نفس امارہ کرتے رہتے ہیں۔ چھٹا انعام کے سلسلہ

میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ محمد بن اسحاق جوئن سیرت و مغازی کے امام ہیں ان کی رائے ہے کہ قتلِ توبہ کا حکم نافذ ہونے سے پہلے بطور معذرت حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر (۷۰) منتخب اولیائے امت لیکر کوہ طور پر حاضر ہوئے، مگر سدئی کہتے ہیں کہ قتلِ توبہ کی تعمیل حکم کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جماعت عباد کو لے لیکر باریاب ہوئے اور سب نے ملکر کلامِ الہی سنا کہ انسی انالہ لا الہ الا الہ اخر جتکم من ارض مصر بید شدیدۃ فاعبدونی ولا تعبدوا غیری اس پر بالاتفاق ان لوگوں نے عرض کیا لکن نو من لک حتی نری اللہ جہرۃ

اللہ کا دیدار اور معتزلہ و نیچرکی: معتزلہ نے فاخذتہم الصاعقۃ سے اللہ کی رویت کے محال ہونے پر استدلال کیا ہے یعنی چونکہ محال کی درخواست کی اس لئے ان پر یہ بجلی گری۔ لیکن بات یہ نہیں ہے بلکہ دنیا میں اللہ کی رویت عقلاً ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال رَبِّ اَرِنِی اس پر دلالت کرتا ہے البتہ دنیا میں خدا کو دیکھنے کی انسان میں طاقت نہیں ہے۔ اس گستاخی پر کہ اپنی استعداد سے زیادہ انہوں نے جیسا کہ سوال کر دیا ہے اس لئے ان کو یہ سزا ملی ہے۔ باقی نیچر یوں کی یہ تاویل کرنا کہ ان کو موت واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ بجلی کے صدمہ سے محض بے ہوش ہو گئے تھے اور وہ پہاڑ کوہ آتش فشاں تھا اس میں سے ہر وقت ایسے شرارے نکلتے ہی رہتے تھے۔ یہ اللہ کی تجلی نہیں تھی ناقابل التفات خیالات ہیں۔

توکل اور ذخیرہ اندوزی: ساتویں آٹھویں انعام کا حاصل یہ ہے کہ اس لق و دق میدان تہ جہاں نہ کہیں درخت اور سایہ تھا اور نہ پانی کا نام و نشان تھا حق تعالیٰ نے ایک رقیق بادل کو ان پر سایہ لگن فرما دیا جس سے نہ دھوپ کی گرمی چھنتی تھی اور نہ تاریکی کی مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ اور کھانے پینے کا بے منت یہ انتظام کیا کہ ایک شیریں گوند اور پرندوں کا غول، لطیف ترین اور لذیذ ترین خوانِ نعمت کی صورت میں مہیا کر دیا گیا۔ یہ دونوں چیزیں کما کیفا چونکہ خلاف معمول تھیں اس لئے یہ معجزہ ہوا لیکن ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا گیا کہ ذخیرہ اندوزی کی جو خلاف شان توکل ہے۔ اس خزانہ غیب کی موجودگی میں ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ کفرانِ نعمت ہوگا لیکن انہوں نے ناقدری کر کے حکم کی خلاف ورزی کی اس لئے خدا نے ان سے یہ نعمتیں سلب کر لیں۔

گناہوں کے ساتھ نعمتیں، خدا کی طرف سے ڈھیل ہے: آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ باوجود گناہوں کے نعمتوں کا جاری رہنا درحقیقت استدراج ہوتا ہے جو باعثِ خطر و فکر ہونا چاہئے، نہ کہ باعثِ مسرت و طمانیت، جو لوگ نافرمانی کے باوجود مال و جاہ کی کثرت باعثِ فخر سمجھتے ہیں وہ مرے خریں۔

وَ اذْقُلْنَا لَهُمْ بَعْدَ خُرُوجِهِمْ مِنَ النَّبِيِّ اَدْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ يَوْمَ الْمَقْدِسِ اَوْ اَرِيْحًا فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَاَسْعَا لَا حَجْرَ فِيهِ وَاَدْخُلُوا الْبَابَ اَيُّ بَابًا سَجَدًا مُنْحِنِينَ وَقُولُوا مَسْأَلَتْنَا حِطَّةً اَيُّ اَنْ تُحِطَّ عَنَّا حَطَايَانَا نَغْفِرْ وَفِي قِرَاةٍ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ فِيهَا لَكُمْ حَطَايِكُمْ ط وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾
بِالطَّاعَةِ ثَوَابًا قَبْدَلِ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ وَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى اَسْتَاهِهِمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فِيهِ وَضِعَ الظَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ مُبَالَغَةً فِي تَقْبِيحِ شَانِهِمْ رَجْزًا عَذَابًا طَاعُونًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾ بِسَبَبِ فِسْقِهِمْ اَيُّ خُرُوجِهِمْ عَنِ

الطَّاعَةِ فَهَلَّكَ مِنْهُمْ فِي سَاعَةٍ سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ أَقَلُّ

ترجمہ..... اور جب کہ ہم نے کہا (ان سے میدان تیرے سے نکلنے کے بعد) کہ داخل ہو جاؤ اس آبادی (بیت المقدس یا ریحا) میں پھر کھاؤ اس کی چیزوں میں سے جہاں سے چاہو بلا تکلف (بے دریغ اور بے روک ٹوک) اور داخل ہونا اور دروازہ میں (اس کے) جھک کر (جھکتے ہوئے) اور کہتے رہنا (کہ ہماری درخواست) توبہ کی ہے (یعنی ہماری خطائیں معاف فرما دیجئے ہم معاف کر دیں گے) (دوسری قرأت میں يُغْفَرُ اور تُغْفَرُ دونوں مجہول صیغے ہیں) تمہاری خطائیں اور مزید براں بھی دیں گے (نیکی پر ثواب) سو بدل ڈالا انہیں سے (ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہے ہوئے کلمہ کے برخلاف تھی) بجائے حطّۃ کے حبة فی شعرة کہنے لگے اور سرین کے بل شہر میں داخل ہوئے) اس لئے ہم نے ظالموں پر اتاری (یہاں اسم ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لانے سے ان کی تفسیح شان میں مبالغہ کرنا ہے۔ بلائے (طاعون) آسانی ان کی نافرمانی کی وجہ سے (ان کے گناہوں یعنی اطاعت سے باہر ہو جانے کی وجہ سے چنانچہ ان میں سے ستر ہزار یا اس سے کچھ کم فوراً ہلاک ہو گئے۔)

ترکیب و تحقیق:..... تیبہ باب ضرب سے حیران ہونا، پریشان ہونا، چونکہ یہ خاص میدان نہایت وسیع اور لوق تھا جس سے دیکھنے والے کو حیرانی پریشانی ہوتی تھی اس لئے یہ نام پڑ گیا۔ سجداً کے بعد منحین کہہ کر مفسر حال ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ حطّۃ بروزن فعلتہ مثل جلدۃ مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ ای مسئلتنا حطّۃ نصب سے رفع کی طرف دوام و ثبات کے لئے عدول کیا گیا ہے۔ یہ ان کا کلمہ استغفار تھا لیکن انہوں نے حبة فی شعرة سے بدل دیا۔ یعنی گیہوں کے دانے بالوں میں ہیں منہم سے معلوم ہوا کہ سب نے ایسا نہیں کیا۔ فقالوا سے مفسر بتلا رہے ہیں کہ قولاً وفعلاً دونوں طرح مخالفت کی۔ فیہ وضع الظاہر سے یہ کہنا ہے کہ علیہم مختصر ضمیر کی بجائے طویل عبارت الذین ظلموا اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ ان کی برائی کھل کر سامنے آ جائے۔ رجزا کی طاعون کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ طاعون کے اسباب مختلف ہوتے ہیں فساد مزاج و بدن، فساد ریح شیطانی لمس کے اثرات اور بعض روایتوں میں آسانی آگ کا ان پر نازل ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ادخلوا فعل بافاعل۔ ہذہ القریۃ موصوف صفت مل کر مفعول فیہ ادخلوا کا اور قلنا کا مقولہ رغداً مفعول مطلق ہے یا حال ہے۔ سجداً ساجد حال ہے فاعل ادخلوا سے ای متواضعین حطّۃ خبر ہے مبتدأ محذوف کی مجموعہ مقولہ ہے۔ قولوا کانغفر لکم مجزوم جواب امر ہے۔ فبدل فعل۔ الذین ظلموا فاعل بالذی قیل لہم مفعول اول محذوف ہے قولاً موصوف۔ غیر الذی صفت۔ مجموعہ مفعول ثانی من السماء متعلق ہو کر صفت ہے رجزا کی۔

رابط:..... یہ دسواں اور گیارہواں معاملہ ہے جس کی تفصیل کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... انعام خداوندی کی ناقدری کا نتیجہ:..... بقول بعض مفسرین یہ واقعہ میدان تیرہ کا

ہے جب من و سلوی کھاتے کھاتے ان کا جی اکتانے لگا تو معمول کے مطابق کھانوں کی درخواست کرنے لگے حکم ہوا یہ شہری کھانے تو شہر ہی میں مل سکتے ہیں اس جنگل بیابان میں یہ چیزیں کہاں؟ اگر درکار ہوں تو سامنے شہر میں جاؤ۔ لیکن داخلہ کے وقت قوی اور فعلی ادب ملحوظ رکھنا، البتہ شہر کے اندر جا کر کھانوں میں توسع کر لینا۔ اور بعض مفسرین نے اس واقعہ کو شہر سے متعلق سمجھا ہے جس پر جہادی مہم سر کرنے کے حکم ہوا تھا۔ چنانچہ چالیس سال تک میدان تیرہ میں حیران و سرگرداں پھرتے رہے۔ تقریباً چھ لاکھ کا یہ عظیم لشکر سب یہیں مر گل گیا صرف بیس افراد بچے۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی وفات بھی یہیں ہوئی ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین یوشع بن نون

کی سرکردگی میں یہ جہادی مہم سر کی گئی۔ اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح نصیب فرمائی گویا شہر میں داخلہ کا یہ حکم ان کی معرفت ہوا کہ متکبرانہ فاتحانہ ہرگز داخل نہ ہونا بلکہ متواضعانہ، منکسرانہ داخل ہونا ایسا کرنے سے کچھلی خطائیں ہم معاف کر دیں گے۔ اور آئندہ اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کرنے والوں کو مزید انعام دیں گے۔ لیکن نافرمانی کا انجام بد بشکل طاعون اور وبا، آسمانی پھوٹ گیا۔

بیماریوں اور وباؤں کا حقیقی سبب: وباؤں کے جہاں بہت سے اسباب طبی اور مادی ہوتے ہیں جیسا کہ سطور

بالا میں گزرا۔ ہو سکتا ہے کہ خدا کی نافرمانی اور معاصی بھی اس کی حقیقی اور معنوی سبب ہوں چنانچہ **فبظلم من الدین ہادوا حرمانا علیہم الخ اور ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس وغیرہ** نصوص صراحتاً اس پر دلالت کرتے ہیں اور از روئے حدیث یہ وبا میں نیکوکاروں کے لئے رحمت اور نافرمانوں کے لئے زحمت ہوتی ہیں۔

وَ اذْکُرْ اِذِ اسْتَسْقٰی مُوسٰی اٰی طَلَبِ السُّقٰی لِقَوْمِہٖ وَقَدْ عَطَشُوْا فِی الْبَیْہِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاکَ

الْحَجَرَ ط وَ هُوَ الَّذِی فَرَّ بِشَوْبِہٖ حَفِیْفٌ مُّرْبِعٌ کَرَّاسٍ رَّحَلٌ رَّحَامٌ اَوْ کَذٰلِکَ فَضْرِبَہٗ فَاَنْفَجَرَتْ اَنْشَقَّتْ

وَسَاَلَتْ مِنْہٗ اِثْنًا عَشْرَةَ عِیْنًا ط بَعْدَ الْاَسْبَاطِ قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ سَبْطٌ مِنْہُمْ مَّشْرَبٌ مَّوْضِعٌ شُرْبِہُمْ

فَلَا یُشْرِکُہُمْ فِیْہِ غَیْرُہُمْ وَقَلْبًا لَّہُمْ کُلُّوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰہِ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۶۰﴾

حَالٌ مَّوْکَدَةٌ لِعَامِلِہَا مِنْ عَشٰی بِکَسْرِ الْمُثَلَّثَةِ اَفْسَدَ وَاذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامِ اٰی نَوْعٍ مِنْہٗ

وَ اِحِدٍ وَ هُوَ الْمَنْ وَالسَّلْوٰی فَاذْجُعْ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا شَیْئًا مِّمَّا تَنْبِثُ الْاَرْضُ مِنْ لِبَّیَانَ بَقْلِہَا

وَقَشَائِہَا وَفُوْمِہَا حِنْطِہَا وَعَدْسِہَا وَبَصْلِہَا ط قَالَ لَہُمْ مُوسٰی اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی اَحْسُ

بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ط اَشْرَفْ اٰی تَاْخِذُوْنٰہُ بَدَلْہٖ وَالْہَمْزَةُ لِاِنْکَارٍ فَاَبُوْا اَنْ یَّرْجِعُوْا فَدَعَا اللّٰہَ فَقَالَ تَعَالٰی

اِهْبِطُوْا اِنْزِلُوْا مِصْرًا مِنْ الْاَمْصَارِ فَاِنَّ لَکُمْ فِیْہِ مَا سَاَلْتُمْ ط مِنَ النَّبَاتِ وَضْرِبَتْ جُعِلَتْ عَلَیْہُمْ الذَّلٰةُ

الذَّلُّ وَالْہَوَانُ وَالْمَسْکِنَةُ اٰی اَثْرُ الْفَقْرِ مِنَ السُّکُوْنِ وَالْحِزْرِ فِہِیْ لَا زِمَةَ لَہُمْ وَاِنْ کَانُوْا اَغْنِیَاءَ لَزُوْمَ

الدَّرْہَمِ الْمَضْرُوْبِ لِسِکَّتِہِ وَبَاءٌ وَرَجَعُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ اٰی الضَّرْبِ وَالْغَضَبُ بِاَنَّهُمْ اٰی

بَسَبَّ اَنَّهُمْ کَانُوْا یُکْفِرُوْنَ بِاٰیَةِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیْنَ کَکْرِیًّا وَیَحِیْیْ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط اٰی ظُلْمًا ذٰلِکَ

بِعَ بِمَا عَصَوْا وَ کَانُوْا یُعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ یَتَجَاوَزُوْنَ الْحَدَّ فِی الْمَعَاصِیِ وَ کَرَّرَہُ لِلتَّاکِیْدِ۔

ترجمہ: اور (یاد کیجئے) اس وقت کو جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے پانی کی دعا مانگی (سیرابی طلب کی) اپنی قوم کے لئے (جو پیاسی تھی میدان تیرہ میں) سو ہم نے حکم دیا کہ اپنا عصا پتھر پر ماریے، (یہ وہ پتھر تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے بھاگا تھا۔ ہاگا چوکور، آدمی کے سر کے برابر، سفید اور نرم تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے عصا اس پر مارا) پس جاری ہو گئے (پتھر پھٹا اور بہنے لگے) اس سے بارہ چشمے (خاندانوں کی تعداد کے مطابق) معلوم کر لیا ہر شخص (خاندان) نے اپنا گھاٹ (پانی پینے کی جگہ اس میں دوسرے کو شریک کرنا نہیں چاہتے تھے اور ہم نے ان سے کہہ دیا کہ) کھاؤ پو اللہ کے رزق سے اور اعتدال سے نکل کر زمین میں فساد مت پھیلاتے پھرو (یہ

حال مؤکدہ ہے اپنے عامل عشی سے جو بکسر الشاء ہے بمعنی من و سلوئی) پر۔ اس لئے اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعا کر دیجئے کہ وہ ہمارے لئے (کچھ) زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں اگائے (من بیانہ ہے) ساگ، گلڑی، گیہوں، مسور، پیاز، فرمایا (موسیٰ نے ان سے) کیا تم بدلنا چاہتے ہو گھٹیا (کم درجہ) چیزوں کو بہترین چیزوں کے بدلہ میں (خیر بمعنی اشرف یعنی بہترین چیز کے بدلہ گھٹیا چیزیں لینا چاہتے ہو۔ ہمزہ اتستبدلون میں استفہام انکاری ہے۔ غرضیکہ ان لوگوں نے اس بات سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) جاؤ (شہروں میں سے) کسی شہر میں (اترو) البتہ (وہاں) تم کو وہ چیزیں مل سکیں گی جن کی تم خواہش کر رہے ہو (یعنی سبزیاں، ترکاریاں) اور جم گئی ان پر ذلت (پھٹکا اور نیستی) جس طرح نکسالی سکہ کے لئے ٹھپہ لازم ہوتا ہے) اور مستحق ہو گئے (لوٹ گئے) غضب خداوندی کے اور یہ (پھٹکا و غضب) اس لئے (بسبب اس کے ہے) کہ یہ اللہ کے احکام کا انکار کرتے رہے اور قتل انبیاء (جیسے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام) کے ناحق (ظلماً) مرتکب رہے نیز یہ اس لئے بھی ہوا کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور اترہ اطاعت سے نکلے رہے (معاصی میں حد سے بڑھ گئے اس جملہ کو تائیداً مکرر کیا)

ترکیب و تحقیق:..... حجر سے مراد وہ خاص پتھر ہے جس کی طرف مفسر علام نے اشارہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی حیاء طبعی اور شرعی کی وجہ سے غسل وغیرہ میں کسی کے سامنے برہنہ نہیں ہوتے تھے۔ لوگ یہ سمجھے کہ ان کو مرض فتنق ہے (خصیوں کا بڑھ جانا) حق تعالیٰ نے اس کے ازالہ کا یہ سامان کیا کہ ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام غسل کے لئے چشمے میں گئے اور کپڑے اتار کر کسی عام پتھر پر یا حضرت شعیب علیہ السلام سے تبرکات میں جو پتھر ان کو پہنچا تھا اس پر رکھ دیئے۔ فراغت کے بعد باہر آئے وہ پتھر کپڑے لے کر اس طرف بھاگا جہاں آبادی کی چوپال میں لوگ حسب معمول جمع تھے۔ موسیٰ علیہ السلام طبعاً تیز مزاج تھے غضبناک ہو کر پتھر کے پیچھے کپڑوں کے لئے برہنہ دوڑے اور وہاں پہنچ گئے جہاں سب نے اپنے وہم کا ازالہ کر لیا۔ حکم ہوا کہ اس پتھر کو محفوظ رکھو کام آئے گا۔ یہ پتھر سفید اور نرم تھا ایک ہاتھ مربع یا اس سے کم ہوگا چوکور چاروں کونوں پر تین تین کنارے ابھرے ہوئے جن سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے تھے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ عام پتھر اور یہ بھی اظہار قدرت کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

فانفجرت میں فاء فصیحیہ ہے اس لئے اس سے پہلے فضر بہ مقدر مانا گیا ہے اس حذف میں نکتہ یہ ہے کہ اس میں ضرب کلیم کو دخل نہیں ہے بلکہ اصل دخل اور مؤثر ہمارا حکم ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد چونکہ بارہ تھی جن سے یہ نسل بڑھی یہاں تک پھیلاؤ ہوا کہ اس وقت چھ لاکھ نفر تھے جو بارہ میل کے ایریے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے جو آجکل برہمن اور نان برہمن کا سوال کنوؤں اور مندروں پر پیش آ رہا ہے شاید اسی تنگ اور محدود ماحول کی پرچھائیاں ہوں۔

طعام واحد پر چونکہ اشکال یہ ہے کہ کھانا ایک نہیں تھا بلکہ ترنجبین اور بٹیر دو قسم کا کھانا تھا۔ مفسر علام نے اس کا ازالہ کیا ہے کہ مراد نوع واحد ہے یعنی طعام واحد بول کر اہل تلذذ اور اہل تنعم و ثروت کا کھانا مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ غریب آدمی کو تو جو میسر ہو جاتا ہے اسی پر قناعت کر لیتا ہے اس کے پاس یکسانیت لباس و طعام میں مشکل ہوتی ہے۔ برخلاف دولت کے کما قال البیضاوی اور عبدالرحمن ابن زید کی رائے یہ ہے کہ طعام واحد سے مراد یہ ہے کہ دونوں چیزوں کو ملا کر ایک کھانا بنا لیا کرتے تھے۔ شیناً کا لفظ نکال کر اشارہ کر دیا من تبعیضیہ ہے۔ فوم کے معنی مفسر نے گیہوں کے لئے ہیں اور بعض اہل لغت لہسن کے معنی لیتے ہیں۔ بعض روایات میں لفظ ثوم بھی آیا ہے اور توراہ میں لہسن ہی مراد ہے۔ مصر سے مراد عام شہر ہے خاص ملک مراد نہیں ہے۔ اریحا ایک نشیبی اور شاداب علاقہ ہے جس میں پیداوار بکثرت ہوتی تھی۔ حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح ہوا تھا۔ اسی لئے اہبیطوا استعمال کیا گیا ہے۔ ضربت اس میں استعارہ تبعیہ تصریحیہ یا استعارہ مکنیہ ہے۔ لزوم الدرہم یہ عبارت برعکس ہو گئی۔ اصل میں اس طرح تھی لزوم السکة للدرہم

المضروب بحذف المضاف ای لزوم اثر السکة اس کے بعد عبارت کا قلب کر لیا گیا ہے سکہ جس پر سرکاری ٹھپہ لگا ہوتا ہے جمع سلک، جیسے سدرۃ کی جمع سدر آتی ہے۔ واذا استسقى جملہ فاتعقیبہ قلنا فعل بافاعل۔ اضرب الخ یہ مقولہ ہے انفجرت فعل، اثنتا عشرة فاعل میتر عیناً تمیز۔ مفسدین حال مؤکدہ ہے لاتعشوا سے قلتہم فعل بافاعل۔ یا موسیٰ الخ مقولہ مل کر پہلے جملہ پر عطف ربک فاعل یخرج شیئاً محذوف من بیانیہ ما موصولہ ثبت جملہ صلہ من بقلها بیان منصوب محل علی الحال تقدیر مما ثبت الارض کائنا من بقلها یہ سب مل کر شیئاً کا بیان ہوا۔ یخرج جواب امر ہے ادع کا اس لئے مجزوم ہے۔ استبدلون الخ پورا جملہ مقولہ ہے قال کا اھبطوا جملہ انشائیہ لکم خبر ہے ان کی۔ ما سئلتم اسم ان ضربت جملہ متانفہ ہے۔ غضب موصوف من اللہ صفت۔ باء و ابغض مبتداء بانہم الخ خبر۔ بغير الحق منصوب محل علی الحال من ضمیر۔ یقتلون سے تقدیرہ یقتلونہم مبطلین۔ ذلک مبتداء۔ بما عصوا خبر ہے۔

رابط: ان آیات میں بارہویں اور تیرہویں انعامات کی طرف اشارات ہیں۔

﴿تشریح﴾: الگ تھلگ رہنے کی کافرانہ ذہنیت: وادی تہ میں جب سین کا میدان طے کرنے کے بعد رفیدیم میں پہنچے تو پیاس لگی۔ پانی کی تلاش ہوئی، پانی وہاں کہاں اس لئے حضرت موسیٰ نے اپنے معجزہ سے اس ضرورت کو بھی پوری ناز برداری کے ساتھ پورا فرمایا۔ یعنی ان کے بارہ قبیلوں کو انتظامی لحاظ سے الگ الگ رکھا جاتا تھا۔ ان کے لئے افسران بھی الگ الگ مقرر کئے جاتے تھے اس لئے یہاں بھی ایسا ہی کیا۔ لیکن بد دماغ لوگ اس خوانِ نعمت کی قدر کیا کرتے انہوں نے ان ہی معمولی کھانوں کی فرمائش کر دی، کھانے سے مراد من و سلوئی پینے سے مراد پانی اور نافرمانی احکام کو فتنہ و فساد فرمایا ہے۔

نیچری تاویل: بعض نیچریوں کا یہ تاویل کرنا صحیح نہیں ہے کہ ضرب کے معنی چلنا اور حجر سے مراد پہاڑی علاقہ ہے یعنی لکڑی کے سہارے پہاڑ پر چڑھ کر پانی تلاش کرو۔ کیونکہ ضرب کے معنی اگر چلنے کے ہوں تو اس کے صلہ میں فی آتا ہے اور تورات کا حوالہ دینا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس میں مقام ایلیم کا ذکر ہے اور یہ واقعہ رفیدیم کا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر قاضی بیضاوی نے اچھی بات فرمائی کہ بعض متناطیسی پتھر جبکہ لوہے کو جذب کر سکتے ہیں یا کہہ باگھاس کھینچ سکتا ہے تو کیا ایسے پتھر پیدا کرنے پر اللہ کو قدرت نہیں جو پانی کو کھینچ کر اگل دیتے ہوں جیسے آجکل لوہے کے نلوں میں ہوا پانی کو زمین سے کھینچتی ہے اور پھینکتی ہے۔ فی الحقیقت ان منکرین خوارق کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں اور یہ مجال کی حقیقت ہی اب تک نہیں سمجھ سکے خلاف عادت عامہ کو مجال کہنے لگے۔

یہود کی ذلت: منجملہ یہود کی ذلت و مسکنت کے یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب تک ان سے سلطنت چھین لی گئی ہے، اگر کہیں محض لیروں کا سا بے ضابطہ شور و شغب کر کے کوئی حصہ گھیر لیں اور وہ بھی دوسری سلطنتوں کے سہارے اور اکسانے پر سیاسی اغراض کے ماتحت۔ تو اس کو کوئی عاقل سلطنت نہیں کہہ سکتا۔ تاہم دنیا کی نظروں سے گرا دینا اور مقام عزت و وقار میں بارہ پاسکنا جو حقیقت ہے ذلت کی وہ پھر بھی باقی رہے گی۔ چنانچہ اس پیشن گوئی کی تکذیب تاریخ اب تک نہیں کر سکی ہے۔

انبیاء کا قتل ناحق: قتل انبیاء کے ساتھ ناحق کی قید لگانا احترازی نہیں ہے کہ کوئی قتل حق بھی ہوتا ہے بلکہ یہ قید واقعی ہے یعنی تمام قتل انبیاء کے ناحق ہی ہوتے ہیں یا قید لگانے کا یہ مقصد ہو کہ وہ خود بھی اس قتل کو ناحق ہی سمجھتے ہیں لیکن بڑا ہوشیور اور عناد کا کہ

وہ انسان کو اندھا بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک ایک دن میں ستر (۷۰) انبیاء کو بنی اسرائیل نے قتل کیا ہے۔ حاصل آیت یہاں بھی یہی ہے کہ معصیت سبب ہے قتل انبیاء اور کفر کا۔ اور قتل انبیاء اور کفر سبب بنے غضب الہی کو دعوت دینے کے اور غضب الہی سے آسمانی بلائیں اور وبائیں اتر پڑیں۔

عوام و خواص کا فرق:..... عارف کو اس واقعہ سے سبق لینا چاہئے کہ جو لوگ راضی بقضاء نہیں ہوتے اور جو نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر نہیں کرتے کس طرح ان پر ذلت و طغیان مسلط کر کے دنیا کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے اور یہ کہ متوکلین کو کسب کرنا اور اصحاب کسب کو بلا ضرورت ترک کسب کرنا۔ حق تعالیٰ کے معاملہ کو تبدیل کرنا ہے اور اس کی ناخوشی کا باعث ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلُ وَالَّذِينَ هَادُوا هُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصْرَى وَالصَّابِئِينَ طَائِفَةٌ مِنَ الْيَهُودِ أَوِ النَّصْرَى مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فِي زَمَنِ نَبِينَا وَعَمِلَ صَالِحًا بِشِرْعَتِهِ فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ أَىٰ ثَوَابٌ أَعْمَالِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾ رُوِيَ فِي ضَمِيرِ آمَنَ وَعَمِلَ لَفْظُ مَنْ وَفِيمَا بَعْدَهُ مَعْنَاهَا وَ اذْكُرُوا إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ عَهْدَكُمْ بِالْعَمَلِ بِمَا فِي التَّوْرَةِ وَ قَدَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ ط الْجِبَلِ اِقْتَلَعْنَاهُ مِنْ أَصْلِهِ عَلَيْكُمْ لَمَّا آتَيْتُمْ قُبُولَهَا وَقَلْنَا خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ بِيَدٍ وَاجْتِهَادٍ وَ اذْكُرُوا مَا فِيهِ بِالْعَمَلِ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ النَّارَ أَوِ الْمَعَاصِيَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ أَعْرَضْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَنِ الْمِيثَاقِ عَنِ الطَّاعَةِ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُم بِالتَّوْبَةِ أَوْ تَأْخِيرِ الْعَذَابِ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۶۴﴾ الْهَالِكِينَ -

ترجمہ:..... ”یہ واقعی بات ہے کہ جو لوگ (پہلے انبیاء پر) ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے مذہب یہود اختیار کیا (یہودی ہوئے) اور نصرانی اور فرقہ صابی (یہود یا نصاریٰ کی کسی خاص جماعت کا نام ہے) ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر ایمان لائیں گے (ہمارے حضور ﷺ کے زمانہ میں) اور اچھی کارگزاری کریں گے (آپ کی شریعت کے موافق) ان لوگوں کے لئے معاوضہ (ثواب اعمال) ہے ان کے پروردگار کے پاس اور ان کے لئے کسی طرح کا اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ آمن اور عمل کی مفرد ضمیروں میں لفظ من کی رعایت کی گئی اور ما بعد کی ضمائر جمع میں اس کے معنی کی رعایت پیش نظر ہے۔ نیز اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ ہم نے تم سے قول و قرار لیا (تورات پر عملدرآمد کا عہد لیا) اور کوہ طور کو تمہارے سروں پر لا کر معلق کر دیا (طور پہاڑ کو اکھاڑ کر تمہارے سروں پر تمہارے انکار قبولیت احکام کی وجہ سے لا کھڑا کیا اور حکم دیا کہ) لو تھا مو! جو ہم نے تم کو کتاب دی ہے مضبوطی (پوری کوشش) کے ساتھ اور یاد رکھو ان احکام کو جو اس میں موجود ہیں (ان پر عملدرآمد کر کے) جس سے توقع قائم ہو سکتی ہے کہ تم متقی بن جاؤ (جہنم و معاصی سے بچ کر) لیکن تم اس قول و قرار کے بعد بھی پھر گئے (اطاعت کی مضبوطی سے منہ موڑ لیا، سوا کرتے پر خدا کا فضل و رحم نہ ہوتا) جو توبہ اور تاخیر عذاب کی صورت میں ہوا) تو یقیناً تم تباہ (ہلاک) ہو چکے ہوتے۔“

ترکیب و تحقیق:..... یہودی اسرائیل کو کہتے ہیں وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے لیکن قوی تر یہ ہے کہ یہود انامی حضرت یعقوب

کے بڑے صاحبزادے کی طرف یہ منسوب ہیں جو ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ یاہاد بمعنی تاب ہے۔ نصاریٰ عیسائیوں کو کہتے ہیں (وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ناصرہ شام کا ایک گاؤں ہے جہاں حضرت عیسیٰ رہتے تھے اسی کی طرف نسبت ہے نیز ایک خاص فرقہ کلیسائے عرب کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ یا نصران کی جمع نصاریٰ ہے بولتے ہیں رجل نصران، امرأۃ نصرانۃ۔ اس میں تا مبالغہ کی ہے چونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کی نصرت و امداد کی اس لئے نصرانی کہلائے۔ صابسی یہ ایک قدیم ترین فرقہ کا نام ہے۔ شہر بابل و نینواے میں یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں رہتے تھے ابتداء تو ان کی معلوم نہیں کب سے ہوئی ہے اور ان کی صحیح اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں اسی لئے مفسرین کے اقوال میں اضطراب ہے۔ تاہم ان کا اعتقاد تھا کہ خدا چونکہ مجرد محض ہے اور انسان خاص مادی، اس لئے خدا تک رسائی کی کوئی صورت نہیں ہے بجز اس کے کہ مظاہر قدرت، نیرات کی پرستش کی جائے چنانچہ بعض نے آفتاب، ماہتاب، ستاروں کی پرستش کو شعار بنا لیا بعض نے اصنام کو نیرات کا مظہر سمجھ کر ان کی پرستش شروع کر دی۔ یونان میں زہرہ وغیرہ ستاروں کے نام سے معبد گاہ بنے ہوئے ہیں۔ آگے چل کر ایران کے آتش پرست، ہندوستان کے وید پرست بھی اس گروہ کی شاخیں ہو گئیں غرضیکہ کسی نے ان کو یہود سمجھا، کسی نے نصرانی، کسی نے مجوسی۔ یہ لفظ صابی اگر عربی ہے تو صباء بمعنی خرچ سے ہے یا صبا بمعنی مال سے چونکہ یہ تمام ادیان سے نکل کر اپنے مذہب کی طرف مائل ہوئے اس لئے صابی کہے جانے لگے۔ وقد رفعنا میں لفظ قد کی تقدیر سے اشارہ ہے کہ خذوا منصوب محل علی الحالیت ہے۔ الذین امنوا موصول صلئل کراسم ان، من شرطیہ مبتداء، امن باللہ خبر، فلہم جملہ جواب پھر یہ ملکر خبر ان۔ عائد محذوف ہے۔ ای من امن منہم لفظ ذو و جہین سے لفظ مفرد معنای جمع اجر ہم مبتدا۔ فلہم خبر، انفس کے نزدیک اجر ہم جار کی وجہ سے مرفوع ہے اور عند ظرف۔ عامل اس میں استقرار ہے۔ اخذنا فعل بافاعل و مفعول۔ و رفعنا الخ جملہ حال خذوا ما اتیناکم مقولہ ہے قلنا محذوف کابقوۃ حال امے خذوہ عازمین۔ فضل اللہ مبتدا محذوف الخبر ای حاضر۔ کوفیوں کے نزدیک لولا کا ما بعد اس کا اسم ہوتا ہے۔

رابطہ:..... ان شرارتوں کے ذکر کے بعد خیال ہو سکتا تھا کہ اب شاید کسی کی معذرت اور ایمان قبول نہ ہو سکے۔ اس لئے پہلی آیت میں ایک قانون کلی ارشاد فرمایا کہ اس کا دفعیہ کر دیا۔ اور یا قرآن کی عام عادت کے مطابق مجرمین کے تذکرہ کے ساتھ فرمانبرداروں کا ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ ان واقعات کو سن کر یہ لوگ زیادہ دلگیر نہ ہو جائیں، اس کے بعد اگلی آیت میں پھر سلسلہ سابقہ لحاظ سے چودھواں انعام ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... ایک شبہ اور اس کے تین جواب:..... بظاہر یہاں قرآن کریم کے طرز کلام پر یہ

شبہ ہو سکتا تھا کہ پہلے ان الذین امنوا کہنے کے بعد پھر من آمن کہنے اور تخصیص بعد التعمیم کے کیا معنی؟ یہ تو تحصیل کے قبیل سے معلوم ہوتا ہے۔ جلال مفسر نے اس کی توجیہ کی طرف فی ذمہ نبینا سے اشارہ کیا ہے اس کے حل کے سلسلہ میں تین توجیہیں ہو سکتی ہیں (۱) پہلے الذین امنوا سے مراد عام انبیاء سابقین کے متبعین ہیں خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا اور کوئی پھر اس کے بعد یہود و نصاریٰ کا ذکر تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ہے (۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ الذین امنوا سے مراد زمان فترۃ کے صحیح راستہ پر چلنے والے موحدین ہیں جیسے حبیب نجار، فیس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، بحیرہ راہب، سلمان فارسی، وفد النجاشی، وغیرہ طالبین حق اور سچائی کے متلاشی حضرات جن میں سے بعض کو حضور ﷺ کی اتباع نصیب ہو سکی ہے اور بعض پہلے ہی واصل بحق ہو گئے۔ اور (۳) تیسری توجیہ یہ ہے کہ الذین امنوا سے مراد وہ عام مسلمان ہوں جو محض کلمہ پڑھنے کی حد تک زبانی مسلمان ہو گئے اور جن کے دل میں اسلام نے ابھی گھر نہیں کیا ان سے اخلاص کا مطالبہ کرنا ہے۔ خلاصہ سب توجیہات کا ایک ہی ہے کہ دونوں جملوں میں فی الجملہ مغائرت ہے کہ تمام

لوگ خواہ پہلے سے حق پرست ہوں یا باطل پرست یا ظاہری طور پر اطاعت کا دم بھرنے والے بغیر سچے دل سے آپ ﷺ کی اطاعتِ کاملہ کے ان کی نجات ممکن نہیں ہے۔

قانونِ اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں:..... غرضکہ قانون کی تعمیم بیان کرنا مقصود ہے کہ ہمارا قانون عام ہے چاہے ہمارے موافق اور اطاعت کا دم بھرنے والے ہوں یا مخالفین سب کاں کھول کر سن لیں کہ اب نجات منحصر ہے اطاعتِ محمدی میں۔ اس سے کلام کی وقعت اور بلاغت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے کہ ہمارے اس قانونِ علم میں ماوشما کا فرق نہیں ہے۔ کالے گورے کی تفریق نہیں ہے، جغرافیائی یا نسلی امتیاز کا کوئی سوال نہیں ہے، ہماری نظر میں سب برابر ہیں کسی سے نہ ذاتی خصوصیت ہے اور نہ ذاتی خصومت جیسے کوئی بادشاہ اعلان کرے کہ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں وزیر ہو یا فقیر، فرمانبردار غلام ہو یا مخالف دشمن، جو قانون کا احترام رکھے گا وہ موردِ عنایت ہوگا ورنہ موجبِ عتاب، اس تقریر کے بعد اگر الذین امنوا سے مراد مخلص مؤمنین بھی ہوں تب بھی عبارت بے تکلف و بے غبار ہو جاتی ہے۔

علمائے سوء اور غلط کار مشائخ:..... نزولِ تورات کے بعد بنی اسرائیل نے بطور تصدیق و اطمینان کے ستر منتخب اولیائے امت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں روانہ طور کیا تھا لیکن انہوں نے باوجود مختلف عجائبات قدرت ملاحظہ کرنے کے قوم کے سامنے آ کر یہ مغالطہ آمیز بیان دیدیا کہ حق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اگر تم سے اس پر بسہولت عمل ہو سکے کر اور نہ خیر اونگھتے ہوئے کو ٹھیلنے کا بہانہ کافی ہوتا ہے۔ کچھ تو ان کی جبلی شرارت کچھ احکام سخت، اس لئے بھاگ نکلنے کا یہ موقع غنیمت سمجھا اور صاف انکار کر دیا کہ ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا، اس لئے پہاڑ کا ٹکڑا ملا کہ ان کے سروں پر معلق کر کے دھمکایا کہ فوراً قانون کو مضبوط پکڑو اور اس پر عمل کرو۔

نیچری تاویل:..... بعض کی رائے یہ ہے کہ حقیقتہً پہاڑ سروں پر نہیں اٹھایا گیا تھا بلکہ ان کو پہاڑ کے نیچے لا کر کھڑا کیا گیا تھا۔ جب زلزلہ سے پہاڑ لرزنے لگا تو وہ ڈر گئے، البتہ پہلی شق پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح جبر کرنے سے تو صحیح تکلیف شرعی کی صورت باقی نہیں رہتی جس کا بندہ مکلف بنایا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا جبر نہیں ہے کہ جس سے بندہ مسلوب الاختیار ہو کر مجبور محض ہو جائے جو مدار ہے شبہ کا بلکہ زیادہ سے زیادہ اکراہ کہہ سکتے ہیں جس سے خوشدلی سلب ہو جاتی ہے یعنی بادل ناخواستہ اور ناخوشی سے وہ تیار ہوئے اور طوعاً کی بجائے کرہاً اس کے لئے آمادہ ہوئے۔

جبر یہ تبدیلی مذہب:..... لیکن اس پر لا اکراہ فی الدین سے شبہ ہوگا اس کے کئی جواب ہیں (۱) یا تو پہلے مذہب میں یہ اکراہ جائز ہوگا (۲) یا خود آیت اکراہ کو حکم جہاد سے منسوخ مانا جائے یعنی شروع اسلام میں زبردستی منع تھی، اب اکراہ ممنوع نہیں ہے کہ اشکال ہو (۳) سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ ابتداءً مذہب قبول کرنے یا نہ کرنے میں آیت لا اکراہ فی الدین کی وجہ سے زبردستی نہیں کی جائے گی مگر جب خوشدلی سے مذہب کو قبول کر لیا جائے تو پھر احکام جزئیہ کی بجا آوری پر ضرور مجبور کیا جائے گا جیسے خاص جرموں پر حدود و قصاص کی سزائیں اور ہوتیں ہیں، اس کی نفی پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے۔

دنیاوی حکومت کا طرزِ عمل:..... چنانچہ سرکاری طور پر پولیس میں بھرتی ہونے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا لیکن از

خود اگر کوئی ملازمت قبول کرے تو ڈیوٹی کی بجائے اوری میں ضرور مجبور کیا جائے گا۔ ورنہ مستوجب سزا و تعطل ہوگا اور یہ صورت عین انصاف کہلائے گی۔ رحمت عامہ سے دنیا میں مؤمنین کی طرح کفار بھی مشفع ہیں۔ لیکن رحمت خاصہ کے مستحق آخرت میں صرف مؤمنین ہوں گے اور فضل و رحمت کا مصداق آنحضرت ﷺ بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ کے وجود پا وجود کے صدقہ میں عہد شکن یہود موجودین و دنیاوی عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ لَامِ قَسِمٍ عَلِمْتُمْ الَّذِينَ اعْتَدُوا تَجَاوَزُوا الْحَدَّ مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ بِصَيْدِ السَّمَكِ وَقَدْ نَهَيْنَاكُمْ عَنْهُ وَهُمْ أَهْلُ آيَلَةٍ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿۶۵﴾ مُبْعَدِينَ فَكَانُوا هَا وَهَلَكُوا بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مَعْرَظًا مِّنْ أَرْكَابٍ مِّثْلٍ مَّاعْمَلُوا لَمَّا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا أَيْ لِّلْأُمَّمِ الَّتِي فِي زَمَانِهَا وَبَعْدَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۶۶﴾ اللَّهُ وَخُصُّوا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمُ الْمُتَنَفِعُونَ بِهَا بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ۔

ترجمہ:..... اور تم جانتے ہی ہو (لقد میں لام قسمیہ ہے) ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے (حد سے) تجاوز کیا تھا ہفتہ کے متعلق (دوبارہ مچھلی کے شکار کے جس سے ان کو روکا تھا یہ لوگ ایلہ کے باشندے تھے) اس لئے ہم نے ان کو حکم دیدیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ (یعنی راندہ چنانچہ وہ مسخ ہو گئے اور تین روز بعد ہلاک ہو گئے) پھر ہم نے اس کو (اس سزا کو) موجب عبرت (اس جیسے کام سے روکنے کے لئے عبرت) بنا دیا ان کے معاصرین کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے (ان کے ہم زمانہ لوگوں اور ما بعد والوں کے لئے) اور (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لئے موجب نصیحت بنا دیا (متقین کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ دراصل یہی نفع حاصل کرنے والے ہیں دوسرے نہیں۔)

ترکیب و تحقیق:..... نکال، بیڑی اور قید کو کہتے ہیں، یہاں مراد لازم یعنی منع کرنا علمتم بمعنی عرفتم فعل بافاعل۔ الذین اعتدوا الخ جملہ مفعول منکم حال ضمیر اعتدوا سے فی السبت اس کے متعلق ہے خاسئین، مشتق از خساء ذلیل ہونا۔ قردۃ کی صفت ہے یا خبر ثانی ہے یا کونوا سے حال ہے۔ نکالاً مفعول ثانی ہے۔ ربط:..... اسی سلسلہ انعامات کا سولہواں (۱۶) واقعہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... مچھلی کا شکار:..... حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سینکڑوں سال بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ملک شام سمندر کے کنارے ایلہ نام بستی کا یہ واقعہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے کی ممانعت کی اور مذہبی عبادت کے لئے اس روز کو فارغ رکھنے کی ہدایت کی تھی لیکن لوگوں نے یہ حیلہ شروع کر دیا کہ ہفتہ کے روز حوض اور چشموں میں آنے والی نالیوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور جب سمندری مچھلیاں اس میں آ جاتیں تو اتوار کے روز ان کا شکار کر لیا جاتا تھا کچھ روز بعد اس حیلہ کے بغیر ہی مچھلیاں پکڑی جانے لگیں چنانچہ کسی آفت سماوی طاعونی و بلاء میں مبتلا کر کے ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں، چہرے متورم ہو گئے اور تین روز بعد ہزاروں کی تعداد میں مر گئے۔ کتاب سموئیل کے ۲۴ باب میں اجمالاً اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ طاعت شعاروں کے لئے اس قصہ کو موعظت اور نافرمانوں کے لئے نکال فرمایا ہے۔

ڈارون کا نظریہ ارتقا:..... فلاسفہ جدید کے نزدیک بندر کا ترقی کر کے انسان بننا اگر ممکن ہے تو اس کا عکس یعنی انسان کا تنزل کر کے بندر بننا کیوں ممکن نہیں ہے؟ آخر آگ، پانی، ہوا، ان عناصر میں ایک دوسرے کی طرف انقلاب ماہیت مشاہد اور فلاسفہ کے نزدیک مسلم ہے پھر اس کو محال کہنے کی کیا وجہ ہے۔ رہا دونوں انقلابوں میں آنی اور زمانی ہونے کا فرق، یہ کوئی قابل التفات چیز نہیں ہے۔

مسخ معنوی و روحانی:..... اور مفسرین میں مجاہد کی رائے یہ ہے کہ مسخ صوری نہیں ہوا تھا بلکہ مسخ معنوی مراد ہے۔ احمق اور بے وقوف کو جس طرح نیل اور گدھا کہہ دیا جاتا ہے یہی یہاں مراد ہے۔ لیکن بلا ضرورت حقیقی معنی کا ترک مناسب نہیں ہے۔ ارباب معرفت کا خیال ہے کہ جو شخص اوضاع شرع کی پرواہ نہیں کرتا اس کا نور باطن زائل ہو کر روح مسخ ہو جاتی ہے اور جس جانور کے اوصاف اس میں راسخ ہوں گے اسی کی طبیعت اس میں پیدا ہو جاتی ہے یہ مسخ باطنی ہو جاتا ہے۔

وَ اذْکُرْ اِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖ وَقَدْ قُتِلَ لَهُمْ قَتِيْلٌ لَا يَدْرِى قَاتِلُهٗ وَاَسْأَلُوْهُ اَنْ يَّدْعُوْا اللّٰهَ اَنْ يَّبَيِّنَ لَهُمْ فَاذْعَاهُ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقْرَةً ۗ قَالُوْۤا اَتَّخِذْنَا هٰزِرًا ۙ مَّهْزُوْمًا اِنَّا حَيْثُ تَجِيْنَا بِمِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ اَعُوْذُ اَمْتِنِعْ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ فَلَمَّا عَلِمُوْۤا اَنَّهُ عَزْمٌ قَالُوْۤا اذْعُ لَنَا رَبِّكَ يَبِيْنَ لَنَا مَا هِيَ ۗ اٰى مَا سَنُهَا قَالَ مُوسٰى اِنَّهٗ اٰى اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا فَاْرِضٌ مُّسِنَّةٌ وَّلَا بَكْرٌ ۗ صَغِيْرَةٌ عَوَانٌ ۙ نِصْفٌ بَيْنَ ذٰلِكَ ۗ الْمَذْكُوْرِ مِنَ السَّنِيْنَ فَاَفْعَلُوْۤا مَا تُوْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ بِهٖ مِنْ ذَّبْحِهَا قَالُوْۤا اذْعُ لَنَا رَبِّكَ يَبِيْنَ لَنَا مَا لَوْنُهَا ۗ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ صَفْرَاءُ ۗ فَاَقْعُ لَوْنُهَا شَدِيْدُ الصُّفْرِ تَسْرُ النَّاْظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ اِلَيْهَا بِحُسْنِهَا اٰى تُعْجِبُهُمْ قَالُوْۤا اذْعُ لَنَا رَبِّكَ يَبِيْنَ لَنَا مَا هِيَ ۗ اَسَاِْمَةٌ اَمْ عَامِلَةٌ اِنَّ الْبَقْرَ اٰى حِسِّهٖ الْمَنْعُوْتِ بِمَا ذَكَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا لِكثْرَتِهٖ فَلَمْ نَهْتَدِ اِلَى الْمَقْصُوْدَةِ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِلَيْهَا فِى الْحَدِيْثِ لَوْ لَمْ يَسْتَشُوْۤا لَمَا بَيَّنَّتْ لَهُمْ اَجْرَ الْاَبَدِ ۗ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا ذُلُوْلٌ غَيْرُ مُدَلَّلَةٍ بِالْعَمَلِ تُشِيْرُ الْاَرْضَ تُقَلِّبُهَا لِلزَّرَاعَةِ وَالْجُمْلَةُ صِفَةُ ذُلُوْلٍ دَاخِلَةٌ فِى النَّفْيِ وَلَا تَسْقٰى الْحَرْتُ الْاَرْضَ الْمُهَيَّئَةَ لِلزَّرْعِ مُسَلَّمَةٌ مِنَ الْعِيُوْبِ وَاَثَارِ الْعَمَلِ لَا شِيْءَ لَوْنٌ فِيْهَا غَيْرَ لَوْنِهَا قَالُوْۤا الْكَنْ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۗ نَطَقَتْ بِالْبَيَانَ التَّامِ فَطَلَبُوْۤهَا فَوَجَدُوْۤهَا عِنْدَ الْفَتٰى الْبَارِ بِاَمِّهٖ فَاَشْتَرُوْۤهَا بِمَلٍّ مَّسْكِيْهَا ذَهَبًا فَذَبْحُوْۤهَا وَمَا كَادُوْۤا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لِغَلَاۤءِ ثَمَنِهَا وَفِى الْحَدِيْثِ لَوْ ذَبَحُوْۤا اٰى بَقْرَةٍ كَانَتْ لَا اَجْزَاۤءَهُمْ وَلٰكِنْ شَدَّدُوْۤا عَلَى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَاذْرٰۤءُهَا ثُمَّ فِيْهٖ اِدْعَامُ التَّاءِ فِى الْاَصْلِ فِى الدَّالِ اٰى تَخَاصُّمُكُمْ وَتَدَافَعُكُمْ فِيْهَا ۗ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مُّظْهِرٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ مِنْ اَمْرِهَا وَهٰذَا اِعْتِرَاضٌ وَهُوَ اَوَّلُ الْقِصَّةِ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ اٰى الْقَتِيْلَ بِبَعْضِهَا ۗ فَضُرِبَ بِلسَانِهَا اَوْ عَجَبَ ذَنْبِهَا فَحَيِّ وَقَالَ قَتَلْنٰى فُلَانًا

وَفَلَانٌ ابْنَا عَمِّهِ وَمَاتَ فَحَرَمًا الْمِيرَاثَ وَقَتْلًا قَالَ تَعَالَى كَذَلِكَ الْأَحْيَاءُ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ دَلَائِلَ قُدْرَتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۷۳﴾ تَتَدَبَّرُونَ فَتَعْلَمُونَ أَنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْحَيَاءِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ قَادِرٌ عَلَى الْحَيَاءِ نَفُوسٍ كَثِيرَةٍ فَتُؤْمِنُونَ -

ترجمہ:..... اور وہ زمانہ (یاد کرو) جب کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا (در آنحالیکہ ان میں سے کسی کو قتل کر دیا گیا تھا اور قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ سے اس کے ظاہر ہونے کے لئے درخواست کی آپ نے دعا فرمائی) حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو۔ کہنے لگے کہ آپ کیا ہم سے مذاق کر رہے ہیں (مسخرہ بنا رہے ہیں کہ اس طرح کا بے جوڑ جواب دے رہے ہیں) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ نعوذ باللہ (پناہ بخدا) کہ میں جاہلوں میں سے ہوں (جو مذاق کیا کرتے ہیں! جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ پختگی کے ساتھ فرما رہے ہیں) کہنے لگے اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعا کر دیجئے کہ وہ ہم کو بتلا دے کہ اس کے اوصاف (سن و سال) کیا ہیں (موسیٰ نے) فرمایا کہ (حق تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ ایسا بیل ہونا چاہئے کہ نہ بالکل بوڑھا ہو (عمر رسیدہ) اور نہ بالکل پنجا (نوعمر) ہو (ان مذکورہ دونوں سنوں کے) درمیان کا ہو۔ سو کرگزر جو تم کو حکم دیا گیا ہے (اس کے ذبح کا) کہنے لگے اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ ہمارے لئے اس کا رنگ بھی بتلا دے، حضرت موسیٰ نے کہا حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ پچھڑا کھلے رنگ کا زرد ہونا چاہئے (تیز زرد رنگ کہ دیکھنے والوں کے لئے فرحت بخش ہو) اپنی خوبصورتی کی وجہ سے تعجب خیر ہو) کہنے لگے اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ وہ بتلا دیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں گے (جنگل کا چرنے والا ہو یا لادو ہو) کیونکہ اس پچھڑے میں قدرے اشتباہ ہے (اس کی جنس جو بتلائی گئی ہے کثیر الاشتباہ ہے اس لئے مقصد تک ایسی رسائی نہیں ہوئی) اور ہم ضرور انشاء اللہ ٹھیک سمجھ جائیں گے (حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک ان پر پوری بات نہ کھلتی) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ حق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ پچھڑا نہ تو بل چلا ہو (کہ بل پاتھے کے کام میں) زمین جوتی ہو (کاشت کیلئے زمین ہموار کی ہو۔ جملہ "تیسر الارض" ذلول کی صفت اور منفی ہے) اور نہ اس سے آب پاشی کی گئی ہو زراعت کے لئے (جو زمین کاشت کے لئے تیار کی گئی ہو) صحیح سالم ہو (تمام عیوب اور آثار محنت سے) کوئی داغ (دھبہ) نہ ہو (عام رنگ کے خلاف نشان) کہنے لگے اب آپ نے صاف بات بتائی ہے (پورے طریقہ پر کھول کر چنانچہ اب تلاش شروع کی اور اس قسم کا پچھڑا ایک نوجوان کے پاس جو اپنی ماں کا فرمانبردار تھا مل گیا لوگوں نے اس کی کھال بھر سونے کی قیمت کے بدلہ میں پچھڑا اس جوان سے خرید لیا) پھر اس کو ذبح کر ڈالا حالانکہ پہلے وہ کرتے ہوئے معلوم نہیں ہو رہے تھے (اس کی گرانی کی وجہ سے اور حدیث میں آتا ہے کہ اول کوئی سا پچھڑا بھی اگر ذبح کر ڈالتے تو کافی ہو سکتا تھا لیکن خود انہوں نے تشدد پسندی کا ثبوت دیا تو اللہ نے بھی ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ فرمایا) اور جبکہ تم نے ایک آدمی کو قتل کیا۔ پھر اس کو ایک دوسرے پر ڈالنا چاہ رہے تھے (فأذراء تمم میں اصل تا تفاعل تھی اس کو دال بنا کر دال میں ادغام کر دیا بمعنی ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا) اور اللہ کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا (ظاہر کرنا چاہتا تھا) جس کو تم چھپانا چاہتے تھے (معاملہ قتل یہ جملہ معترضہ ہے اور واذ قتلتم السخ قصہ کا شروع حصہ ہے) سو ہم نے حکم دیدیا کہ (مقتول) کو اس پچھڑے کے کسی حصہ سے چھو دو (چنانچہ اس کی زبان یا دم سے چھو دیا اور وہ زندہ ہو گیا۔ اور بیان دیا کہ فلاں فلاں چچا زاد بھائیوں نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ اور یہ بیان دے کر پھر مر گیا۔ چنانچہ ان دونوں بھائیوں کو اس مقتول کی میراث سے محروم کر دیا گیا۔ اور پھر قصاصاً ان کو بھی قتل کر دیا گیا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اس (واقعہ جلانے کی طرح) حق تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائیں گے اور وہ اپنے نظائر (دلائل قدرت) تم کو دکھلاتے رہتے

ہیں اس امید پر کہ تم مجھ داری سے کام لیا کرو (غور و فکر کر کے یہ سمجھ جاؤ کہ جو ایک جان جلا نے پر قادر ہے وہ سب کے زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور اس پر ایمان لے آؤ۔)

ترکیب و تحقیق:..... ہمز و مصدر بمعنی اسم مفعول یا بحذف المضاف ای ذو ہمز یا مبالغۃ مصدر کا حمل ہے۔ زید عدل کی طرح جائز ہے۔ فضول کلام کو کہتے ہیں۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے چیلنج کے جواب میں کچھ لوگوں نے ڈھونڈھ کر صرف دو لفظ قابل اعتراض نکالے ایک لفظ ہزء۔ دوسرے لفظ کبار۔ اتفاق سے ایک فصیح و بلیغ معمر شخص سامنے آتے دکھائی دیئے لوگوں نے ان کو اس بارہ میں حکم بنانے کا فیصلہ کیا۔ شیخ کی زبان سے نو جوانوں کی صورت دیکھتے ہی جو پہلا جملہ نکلا وہ یہ تھا کہ استہزؤا منا وانا شیخ کبار سب لوگ اس تائید غیبی اور فیصلہ پر دنگ رہ گئے۔ بنی اسرائیل کا منشاء اس کہنے سے یہ تھا کہ سوال اور جواب میں کچھ جوڑ نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ احکام الہی کی تبلیغ کے درمیان دل لگی اور مذاق جہل و سفاہت ہوتی ہے۔ ماہی یہاں بقرۃ کی حقیقت دریافت نہیں کی جا رہی ہے وہ تو مشاہد ہے بلکہ اوصاف دریافت کرنے ہیں جس کے لئے کیف آتا ہے۔ لیکن ما جو جنسیت کے لئے آتا ہے یہاں کیف کے معنی میں ہے فاضل فرض بمعنی قطع آ خر عمر میں گوشت ڈھل ڈھلا اور منقطع سا ہو جاتا ہے۔ بین اس کی اضافت امر واحد کی طرف نہیں بلکہ متعدد امور کی طرف ہوتی ہے۔ ماتؤ مرون ما موصولہ ہے اور عائد محذوف ہے جو اس فعل میں بکثرت محذوف ہوتا ہے فاقع مختلف رنگوں کے لئے مختلف تاکیدی الفاظ لائے جاتے ہیں اصفر فاقع اسود حالک و حانک ابیض بقق ولہق احمر قانی ذوریحی اخضر ناظر ومدھام یہ تاکیدی الفاظ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے جد جدہ و جنونک محنون و لیلک الیل اخر الابد۔

اس کے معنی قیامت کے ہیں لیکن زمانہ طویل مراد ہے۔ شیتہ اس داغ دھبہ کو کہتے ہیں جو عام رنگ کے برخلاف ہو۔ اس کی اصل و شیتہ تھی۔ واؤ حذف ہو گیا۔ ذہباً اول اس کی قیمت صرف تین دینار تھی۔ ما کا دو اس فعل مقاربت نے اس قصیہ کو کاذب ہونے سے نکال دیا۔ یعنی پہلے تو ارادہ ذبح کا نہیں تھا بوجہ بدنامی یا قیمت کے زیادہ ہونے یا بار بار آنے جانے کی پریشانی کی وجہ سے لیکن آخر کار مجبوراً آمادہ ہونا پڑا۔ کذلک محل نصب نہیں ہے۔ ای یسحی اللہ الموتی احياء مثل ذلک الاحیاء ان اللہ یا امر کم الخ مقولہ ہے قال کان تذبحو ا محلاً منصوب ہے بزغ الخافض اتخذنا۔ یہ پورا جملہ مقولہ ہے انہا میں ضمیر اسم بقرۃ موصوف لافاض الخ تینوں ملکر صفت۔ ماتؤ مرون مفعول ہے فافعلوا کا۔ صفراء صفت اول بقرۃ کی فتح الخ دوسری صفت تسر الناظرین تیسری صفت ان شاء اللہ ای ہدایتنا یہ شرط ہے جواب لمہتدون ہے۔ اور مبرد کے نزدیک جواب محذوف ہے بقرۃ موصوف لاذلول صفت تشر الارض ضمیر ذلول سے حال ہے یا بقرہ کی صفت۔ تسقی الحرث بقرہ کی صفت اور مبتداء محذوف کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔ علیٰ ہذا مسلمۃ الآن میں الف لام زائد ہے اور ز جانج کے نزدیک مٹی ہے جس کے معنی اشارہ کے ہیں یعنی ہذا الوقت۔

رابط:..... یہاں سے ستر ہواں (۱۷)، اٹھارہواں (۱۸) انعام ذکر کیا جاتا ہے یعنی واقعہ ذبح بقرہ جس سے یہ صورت موسوم ہے جس کی تفصیل ابن عباس کی روایت میں موجود ہے۔

﴿تشریح﴾:..... نیکی، توکل اور والدہ کی خدمت کی برکت:..... مقبول بنی اسرائیل میں کوئی مالدار شخص تھا جس کی اولاد نہیں تھی مال کے لالچ میں کسی عزیز نے اس کو قتل کر دیا۔ پچھڑا جس شخص کے یہاں سے مذکورہ صفات کا دستیاب ہوا۔ وہ ایک متوکل اور صالح شخص تھا جس نے اپنے یتیم بچہ اور بیوہ بیوی اور اس پچھڑے کو خدا کی تحویل میں دیا تھا جس کی ابتدائی قیمت صرف

تین دینار تھی اور اب تو کل کی برکت سے ساری عمر گزارنے کا انتظام ہو گیا۔ چونکہ اہل مصر گوسالہ پرستی میں منہمک تھے ذبح بقرہ کرا کرنی الجملہ اس افراط تعظیم کی اصلاح بھی کرنی تھی۔

واقعہ کی ترتیب قرآنی: واقعہ کی ترتیب قرآن کریم میں برعکس ہے اور مقصد اس تقدیم تاخیر کا واقعہ کی دونوں جزؤں سے الگ الگ نتائج نکالنے ہیں۔ اگر واقعہ مرتب طور پر ہوتا تو ان اہم نتائج اور ثمرات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوتا، جزو اول جو بعد میں مذکور ہوا۔ اس میں اخفاء واردات کی اہمیت اور احکام خداوندی میں نال مثل کی مذمت بیان کرنا ہے۔ دوسرے اور آخری جزء میں جو اول بیان ہوا۔ احیاء موتی کے مہتمم بالشان عقیدہ کی بنیاد مضبوط کرنا ہے۔

حیات بعد الموت: زندگی اور روح کی حقیقت ایک بخار لطیف کا قلب کہ پلگ میں محفوظ رہتا ہے اور اگر فیوز ہو جائے تو انجینئر (اللہ) کنکشن پھر درست کر سکتا ہے۔ اس واقعہ میں بھی اس کا نمونہ پیش کیا گیا ہے اور یہی حقیقت ہے بعث بعد الموت کی۔ دلیل اس کے استحالیہ کی کچھ نہیں ہے۔

دو شبہے اور ان کا جواب: یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر صرف مقتول کا بیان قاتل کے خلاف معتبر ہو سکتا ہے تو سب جگہ ایسا ہونا چاہئے جو خلاف قواعد ہے ورنہ یہاں بھی نہ ہونا چاہئے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں وحی الہی بھی چونکہ اس بیان کے ساتھ تائید میں شامل ہے کہ یہ بیان صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے اس لئے معتبر ہو گیا اور دوسری جگہ وحی نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک بیان ہوگا وہ تنہا معتبر نہیں ہوگا۔ نیز یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ قاتل کا پتہ چلانے کے لئے خدا کو اس خاص طریقہ کے اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ اس کے بغیر بھی ظاہر کر سکتا تھا لان فعل الحکیم المطلق لا یخلو عن المصالح والحکم .

سرمدی زندگی: اہل کشف صوفیاء نفس کو بقرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ دونوں کا رنگ زرد ہو یعنی نفس کو بھری جوانی میں اللہ کی راہ میں قربان کرو تو اس سے حیات حقیقی اور سرمدی حاصل ہوگی۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ أَيُّهَا الْيَهُودُ صَلَبَتْ عَنْ قَبُولِ الْحَقِّ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ الْمَذْكَورِ مِنْ أَحْيَاءِ الْقَبِيلِ وَمَاقْبَلُهُ مِنَ الْآيَاتِ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ فِي الْقَسْوَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً مِنْهَا وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقُّ فِيهِ إِدْعَامُ النَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الشَّيْنِ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ يَنْزِلُ مِنْ عَلْوٍ إِلَى سِفْلِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَقُلُوبُكُمْ لَا تَتَأَنَّوْنَ وَلَا تَلِينَ وَلَا تَخْشَعُ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۷۳﴾ وَإِنَّمَا يُؤَخِّرُكُمْ لِيُوقِتْكُمْ وَفِي قِرَاءَةِ بِالتَّحْتَانِيَةِ وَفِيهِ الْتَفَاتُ عَنِ الْحِطَابِ -

ترجمہ: پھر بھی تمہارے دل سخت ہی رہے (اے یہود قبول حق کے قابل نہیں رہے) ایسے ایسے واقعات (مذکورہ مقتول کو زندہ کرنا وغیرہ) پھر تو اس کی مثال پتھر جیسی ہے (قساوت میں) بلکہ (اس سے) بھی زیادہ سخت اور بعض پتھر تو ایسے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور ان پتھروں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو شق ہو جاتے ہیں (بشقاق اصل میں بتشقق تھا تا فعل کو شین سے تبدیل کر کے شین میں ادغام کر دیا) پھر ان سے پانی نکل آتا ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو لڑھک جاتے ہیں (اوپر سے نیچے گر جاتے

ہیں) اللہ کے خوف سے (لیکن تمہارے دل نہ متاثر ہوتے ہیں نہ نرم ہوتے ہیں نہ ڈرتے ہیں) اور حق تعالیٰ تمہاری کروت سے بے خبر نہیں ہے (البتہ دنیا میں مہلت دے رکھی ہے اور ایک قرأت میں تعلمون یا نئے تختانیہ کے ساتھ ہے یعنی يعلمون۔ اس صورت میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات کا نکتہ ہوگا۔)

ترکیب و تحقیق: ثم یہاں بعد زمان کے لئے نہیں ہے بلکہ بعد حال کے لئے ہے یعنی مجازاً استبعاد کے لئے ہے من بعد ذلك بھی اسی کی تاکید کے لئے ہے منہا یعنی قسوة منصوب ہے بناء پر تمیز کے اور مفضل علیہ محذوف ہے۔ افسیٰ بھی اسم تفصیل ہے لیکن یہاں اشد قسوة میں زیادہ مبالغہ ہے مادہ اور ہیئت دونوں لحاظ سے لہذا میں موصولہ بمعنی الذی موضع نصب میں ان ہونے کی وجہ سے اور لام تاکید کا ہے۔ او جو شک کے لئے آتا ہے کلام الہی میں باعث شک ہے اس کے کئی جواب ہیں یا بمعنی واو ہے یا تقسیم کے لئے ہے یا بل کے معنی میں ہے۔

ثم استبعاد قساوت کے لئے قست فعل، قلوبکم فاعل، من بعد ذلك متعلق، ہی مبتدا کا الحجارۃ متعلق ہو کر خبر یا اس میں کاف تمثیلیہ ہے پھر متعلق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اشد معطوف ہے کاف پر ای او ہی اشد قسوة، تمیز لام تاکید ما موصولہ اسم ان یتفجر جملہ صلہ من الحجارۃ ان کی خبر ہے من خشية اللہ منصوب محل ہے یہیط سے۔

رابط: ان حیرت انگیز واقعات کے باوجود اثر پذیری اور قبولیت حق نہ ہونے پر شکایت فرماتے ہیں۔

﴿تشریح﴾: آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی پتھر: یہاں پتھروں کی تاثیر کی ترتیب نہایت لطیف اور افادہ مقصود میں نہایت بلیغ ہے چنانچہ بعض لوگوں کے دل اجراء نفع میں ایسے ہوتے ہیں جیسے پہاڑی پتھر جن سے پانی کی نہریں نکلتی ہیں۔ اور بعض دل ان سے کم نفع پتھروں جیسے ہوتے ہیں جن سے پانی کم رستا ہے اور بعض بالکل ہی ضعیف الاثر پتھر جیسے ہوتے ہیں جو خوف خداوندی سے صرف اپنی جگہ سے ہل جاتے ہیں۔ لیکن کفار کے دل ان تینوں سے خالی ہونے کی وجہ سے پتھر سے بھی زیادہ سخت معلوم ہوتے ہیں جن میں کسی طرح اثر پذیری کا نام و نشان نہیں۔

ایک اشکال اور اس کا حل: پتھروں سے کم یا زیادہ پانی کا رستا تو خیر مشاہد ہے اور اوپر سے نیچے لڑھک جانا بھی مشاہد ہے۔ لیکن گرنے کی علت خوف خداوندی بیان کرنا محل کلام معلوم ہوتا ہے کیونکہ گرنے کا سبب فلسفہ تو عقل طبعی بتلاتا ہے ادھر خشیت الہی کے لئے عقل و شعور اور حس کا ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہے؟ جواب یہ ہے کہ ڈرنے کے لئے عقل کا ہونا ضروری نہیں ہے چنانچہ بے عقل جانوروں میں بھی خوف کا مشاہدہ ہوتا ہے البتہ خوف کے لئے حس کا ہونا ضروری ہے اور حس حیات پر موقوف ہے پس ممکن ہے کہ پتھروں میں بھی نباتات و حیوانات کی طرح لطیف اور غیر محسوس حیات ہو اور اسی کی قدر حس بھی اور اسی کے موجب خشیت الہی ہوتی ہے۔ نیز ہم ہمیشہ گرنے کا سبب خوف خداوندی کو نہیں کہتے بلکہ بعض دفعہ قرآن کے بیان کے مطابق ہو اور بعض دفعہ فلسفی طبعی کے کہنے کے موافق یا فلسفہ کا دعویٰ سبب ظاہر کے بارہ میں ہو اور قرآنی دعویٰ حقیقی سب کے متعلق ہو۔ ولا مزاحمة فی الاسباب۔

اَفْتَطْمَعُونَ اٰیہَا الْمُؤْمِنُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِیَّ الْیَہُوْدِ لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ طَآئِفَةٌ مِّنْہُمْ اَحْبَارُہُمْ یَسْمَعُوْنَ کَلَامَ اللّٰہِ فِی التَّوْرَۃِ ثُمَّ یَحْرَفُوْنَہُ یَغۡیۡرُوْنَہُ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ فَہِمُوْہُ وَہُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنَّهُمْ مُّفْتَرُوْنَ وَاَلْہَمۡزَۃٌ لِلۡاِنۡکَارِ اِی لَا تَطْمَعُوْا فَلَہُمْ سَابِقَۃٌ فِی الْکُفْرِ وَاِذَا لَقُوا اِیُّ مُنَافِقُوْا الْیَہُوْدِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّاۤ اَبَاۗءَ مُحَمَّدًا نَبِیُّ وَہُوَ الْمُبَشِّرُ بِہِ فِی کِتَابِنَا وَاِذَا خَلَ رَجَعَ بَعْضُہُمْ اِلٰی بَعْضٍ قَالُوْا اِیُّ رُؤَسَاؤِہِمُ الَّذِیۡنَ لَمْ یُنَافِقُوْا لِمَنْ نَافَقَ اَتَحَدِثُوْنَہُمْ اِیُّ الْمُؤْمِنِیۡنَ بِمَا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ اِیُّ عَرَفَکُمْ فِی التَّوْرَۃِ مِنْ نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَحَاجُّوْکُمْ لِیَخَاصِمُوْکُمْ وَاللَّامُ لِلۡصَّیۡرُوْرَۃِ بِہِ عِنۡدَ رَبِّکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَیَقِیۡمُوْا عَلَیْکُمُ الْحُجَّۃَ فِی تَرِکِ اِتِّبَاعِہِ مَعَ عِلْمِکُمْ بِصِدْقِہِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَنَّهُمْ یَحَاجُّوْنَکُمْ اِذَا حَدَّثْتُمُوْہُمْ فَتَنَّتْہُمَا قَالَ تَعَالٰی اَوْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْاِسْتِفْہَامُ لِلتَّقْرِیۡرِ وَالْوَاوُ الدَّآخِلَۃُ عَلَیْہَا لِلعَطْفِ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ مَا یُخْفُوْنَ وَمَا یُظْہَرُوْنَ مِنْ ذٰلِکَ وَغَیْرِہِ فَیُرْعَوْنَ عَنِ ذٰلِکَ

ترجمہ:..... کیا اب بھی تم امید رکھتے ہو (اے مسلمانو!) کہ یہ ایمان لے آئیں گے (یہودی) تمہارے کہنے سے حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں (ان کے علماء) کہ وہ اللہ کا کلام سنتے ہیں (تورات میں) پھر اس کو رد و بدل کر ڈالتے ہیں (تبدیل کر دیتے ہیں) سمجھنے (جاننے) کے بعد ایسا کرتے ہیں حالانکہ یہ جانتے بھی ہیں (کہ یہ افتراء پر دازی کر رہے ہیں اور "افتطمعون" میں ہمزہ استفہام انکاری ہے یعنی ان کے ایمان کی امید نہ رکھو کیونکہ یہ کفر میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں) اور جب ملتے ہیں (منافق یہودی) مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں (کہ محمد ﷺ نبی ہیں اور ہماری کتابوں میں ان ہی کے لئے بشارت دی گئی ہے) اور جب تنہائی میں ملتے ہیں (جاتے ہیں) ان میں سے بعض بعض کے پاس تو کہتے ہیں (وہ رؤساء جو علانیہ یہود ہیں منافق یہودیوں سے) کہ کیا تم بتلا دیتے ہو (مسلمانوں سے) وہ باتیں جو اللہ نے تم پر منکشف کر دی ہیں (یعنی تم کو تورات میں محمد ﷺ کے اوصاف بتلا دیئے ہیں) جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان تم کو حجت میں مغلوب کر دیں گے (جھگڑا کر کے تم پر غالب آ جائیں گے اس میں لام عاقبتہ کا ہے) تمہارے پروردگار کے سامنے (آخرت میں اور تمہارے برخلاف حجتہ قائم کر دیں گے کہ تم نے آپ کی صداقت سے واقف ہونے کے باوجود آپ کا اتباع نہیں کیا ہے) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہو (کہ مسلمان تمہارے خلاف دلیل قائم کر رہے ہیں جبکہ تم ان سے ایسی باتیں کہتے ہو اس لئے تمہیں باز آ جانا چاہئے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) کیا ان کو اس کا علم نہیں ہے (اس میں ہمزہ استفہام تقریر کے لئے ہے اور اس پر جملہ داخل ہونے والا واؤ عاطفہ ہے) کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کو بھی جن کو یہ چھپا رہے ہیں اور جن کا اظہار کر رہے ہیں (اس وقت یا اس کے علاوہ جو کچھ مخفی رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کر دیتے ہیں۔ لہذا اس کو شش اخفاء سے ان کو باز آ جانا چاہئے۔)

ترکیب و تحقیق:..... ہمزہ استفہام تین حروف عاطفہ فا، واؤ، ثم پر داخل ہوتا ہے۔ البتہ اس کی ترتیب میں اختلاف ہے جمہور کی رائے یہ ہے کہ ہمزہ چونکہ صدارت کلام کو چاہتا ہے اس لئے اس کو شروع میں مانا جائے گا اور کسی چیز کو محذوف نہیں مانا جائے گا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فانطمعون ولا يعلمون وثم اذا ما وقع علامہ زخشری کی رائے یہ ہے کہ ہمزہ کا بدل مدخول

مخدوف ہوتا ہے جس پر سیاق عبارت دلالت کیا کرتا ہے۔ مثلاً یہاں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی اتسمعون اخبارهم فتطمعون اس کے بعد مفسر علام نے ایہا المؤمنون نکال کر اشارہ کیا ہے کہ مخاطب آنحضرت ﷺ اور مؤمنین ہیں اور بعض کی رائے میں صرف حضور ﷺ مخاطب ہیں اور صیغہ جمع تعظیماً لایا گیا ہے۔ لکم لام زائد ہے یا لام اجلیہ ہے لیحاجو کم لام صیروت کا ہے یعنی لام عاقبت کا ہے جیسے لدو السموت عند ربکم یہ متعلق ہے بحاجوا کے اور قاضی بیضاوی نے اس کو ضمیرہ سے بدل قرار دیا ہے۔ تعقلون کے بعد مفسر نے مفعول مخدوف نکالا ہے۔ اولاً یعلمون ہمزہ اقرار و اعتراف کے لئے ہے جس میں تو بیخ مقصود ہوتی ہے۔ واو عاطفہ دراصل اس سے پہلے آنا چاہئے تھا مگر ہمزہ کی صدارت کلام کی وجہ سے اس کو مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ تقدیر عبارت میں اس طرح ہے الا یتاملون ولا یعلمون ان یؤمنوا بتقدیر حرف خبر ہے ای فی ان یؤمنون، وقد کان جملہ حالیہ ہے منہم موضع رفع میں ہے فریق کی صفت ہے اور یسمعون جملہ کان کی خبر ہے اور فریق اسم ہے اذا حرف شرط لقوا الخ شرط۔ قالوا امننا جواب شرط اور اسی طرح اذا خلا بعضهم الخ شرط۔ قالوا الخ جواب شرط بما فتح اللہ میں ما موصولہ یا موصوفہ یا مصدر یہ ہے۔

رابطہ: یہود کی نالائقیوں کو ذکر کر کے مسلمانوں کو ان کے ایمان لانے سے ناامید اور مایوس ہو جانے کو بتلانا ہے تاکہ تبلیغی اور اصلاحی سلسلہ میں جو ان کو انتہائی فکر و کوشش سے کوفت و کلفت پیش آتی رہتی ہے اس میں اعتدال پیدا ہو جائے یہ انیسواں اور بیسواں معاملہ ہے۔

﴿تشریح﴾: یہود کی تین جماعتیں: ان دونوں آیتوں میں یہود کی تین جماعتوں کا ذکر ہے۔

اول جماعت محرفین کی ہے۔ جنہوں نے کلام الہی یعنی تورات کو انبیاء علیہم السلام سے سننے کے باوجود اس میں رد و بدل اور کانٹ چھانٹ کر دی ہے۔ خواہ تحریف لفظی کی ہو یا معنوی یا دونوں۔ اسی طرح کوہ طور پر جو ستر آدمیوں نے کلام الہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں سن کر اس میں ترمیم کر دی تھی وہ بھی اس میں داخل ہیں اور جن کے اسلاف کا حال یہ ہو ان کے اخلاف کیونکر ان کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ان سب کی اصلاح و ہدایت کی کوئی توقع نہ رکھئے۔ دوسری آیت میں یہود منافقین کا جن کا سرکردہ عبداللہ ابن ابی ہے اور دوسری جماعت علانیہ کفار یہود کا مکالمہ نقل کیا جاتا ہے کہ اگر کبھی خوشامد میں پہلی جماعت کے کچھ لوگ مسلمانوں کے سامنے کبھی ایک دو بات حقیقت کی اگل بھی دیتے ہیں تو روئے سہا یہود ان پر عتاب و ملامت اور ان سے مواخذہ و باز پرس کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ پس جن کا حال اس قدر پتلا ہو ان سے امید ہدایت فضول ہے۔ ابتداء سورت میں منافقین کے یہ الفاظ مسلمانوں کے ساتھ معاملاتی حیثیت سے ذکر کئے گئے ہیں اور یہاں ناامیدی ایمان کے ذیل میں ان کو نقل کیا جا رہا ہے چونکہ غرض بدل گئی اس لئے تکرار کا شبہ نہ کیا جائے۔

وَمِنْهُمْ أَيْ الْيَهُودِ أُمِّيُونَ عَوَامٌ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ التَّوْرَةَ إِلَّا لِكِنْ أَمَانِيَّ أَكَاذِبَ تَلَقَّوْهَا مِنْ رُؤَسَائِهِمْ فَاَعْتَمَدُواَهَا وَإِنْ مَا هُمْ فِي جَحْدِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِ مِمَّا يَخْتَلِقُونَهُ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾ ظَنًّا وَلَا عِلْمَ لَهُمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ أَيْ مُخْتَلَقًا مِنْ عِنْدِهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ط مِنَ الدُّنْيَا وَهُمْ الْيَهُودُ غَيْرُوا صِفَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَةِ وَآيَةَ الرَّجْمِ وَغَيْرَهَا وَكَتَبُوهَا عَلَى خِلَافِ مَا أَنْزَلَ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ مِنَ الْمُخْتَلَقِ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾ مِنَ الرَّشَى

ترجمہ:..... اور بعض (ان یہود) میں سے ناخواندہ (عوام) ہیں جو کتاب (تورات) کا علم نہیں رکھتے۔ البتہ خوش کن باتیں ہیں (غلط بے بنیاد کہ ان کے بڑوں نے بتا دی ہیں اور انہوں نے ان پر اعتماد کر لیا ہے) اور یہ لوگ کچھ نہیں ہیں (نبوت وغیرہ باتوں کے من گھڑت انکار میں) مگر خیالات پکالیتے ہیں انکل کے تیر ہیں ان کے پاس صحیح علم نہیں ہے (بڑی خرابی (سخت ترین سزا) ان لوگوں پر ہوگی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب (گھڑ گھڑ کر) لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ کچھ تھوڑا سا نقد وصول کر لیں (قدرے دنیا، مراد یہود ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے اوصاف کو اور آیت رجم وغیرہ کو تورات میں تبدیل کر کے ان کی جگہ برعکس باتیں درج کر دیں) ان کو اس کی بدولت جو ان کے ہاتھوں نے من گھڑت لکھا ہے اور بربادی ہوگی اس (رشوت) کی بدولت جس کو وہ وصول کر لیا کرتے تھے۔

ترکیب و تحقیق:..... الا بمعنی لکن یعنی استثناء منقطع ہے کیونکہ امانی اور امیدیں کتاب کی جنس سے نہیں ہیں۔ امانی جمع امنیۃ بروزن افعولۃ۔ انسان دل میں جو خیالات پکاتا ہے اسی لئے کذب اور مسایقرء پر بھی اطلاق ہوتا ہے یہاں بھی آنحضرت ﷺ کے اوصاف اور حلیہ مذکورہ فی التورات کو تبدیل کرنا اور خود کو ابساء اللہ واحباءہ سمجھنا اور یہ کہ جہنم میں ہم داخل نہیں ہوں گے مگر عارضی۔ اور اللہ ہم سے خطاؤں پر مواخذہ نہیں کرے گا۔ یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں۔ الظن اس کا اطلاق کبھی علم الیقین قطعی مع الدلیل کے خلاف پر بھی آتا ہے یعنی علم بلا دلیل یا غیر قطعی دلیل والے علم کو بھی ظن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ویل عربی زبان میں یہ لفظ اظہار ناراضگی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے تف وغیرہ کلمات۔ امام احمد اور ترمذی ابو یعلیٰ وغیرہ نے جس روایت سے اس کو جہنم کا گناہ کہا ہے یا ابن جریر نے جہنم کا پہاڑ کہا ہے ان سب میں خدا کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے سب معانی درست ہیں۔ کتاب مراد توراہ یا اس کی کتابت یادوں معنی ہیں۔ امیون مبتدا موصوف۔ لایعلمون صفت منہم خبر مقدم الامانی استثناء منقطع فویل للذین جملہ ہے الكتاب مفعول بہ یشتروا متعلق ہے۔ یقولون کے مما کتبت اور مما یکسبون مفعول بہ۔

رابط:..... گذشتہ آیات میں خواندہ لوگوں کا ذکر تھا۔ ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں ناخواندہ اور عوام کی حالت کا نقشہ کھینچا جاتا ہے۔ دوسری آیت میں پھر ان کے علماء کی بد حالی بیان کی جا رہی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... خوابوں کی جنت:..... پہلی آیت میں چوتھی جماعت یعنی عوام کا حال مذکور ہے کہ وہ بے اصل و بے سند خوابوں کی جنت میں آباد ہیں۔ اور یہ برائی بھی دراصل ان کے علماء ہی کی پیدا کردہ ہے کہ علم صحیح سے ان کو آشنا نہیں ہونے دیا بلکہ خیالی ڈھکوسلوں کے سبز باغ دکھلا دکھلا کر اور تخیلات کی شراب کہن پلا پلا کر ان کو اس قدر بد مست کر دیا ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کے بنے ہوئے سنہری جال سے نکلنے کے لئے کسی طرح بھی آمادہ نہیں ہیں جس کی نظیر آجکل کے پیرزادوں میں پائی جاتی ہے۔

علماء سو کا قصور:..... اور چونکہ یہ ساری تو ہم پرستی بد عقیدگی، جہالت ان کے علماء کی پیدا کردہ یا ان کی غفلت اور عوام کی حالت سے بے خبری کا نتیجہ ہے اس لئے تمام تر ذمہ داری ان کے علماء پر آتی ہے اس لئے ان پر لتاڑ ڈالی جاتی ہے کہ تمام خرابیوں کی جڑ تم ہو کہ عوام کی رضا جوئی اور اپنے اقتدار کی حفاظت کی خاطر کتاب اللہ تورات میں ہیرا پھیری کرتے رہے ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک تورات میں ان الفاظ کے ساتھ تھا حسن الوجه، جعد الشعر، کحل العين، ربعة (خوبصورت، گھونگھریا لے بال، سرگیں آنکھیں، متوسل قد) اس کو بدل کر طول، ازرق، سبط الشعر (لانے، نیلی آنکھیں، سیدھے بال) الفاظ کر دیئے گئے اسی طرح زنا

کی سزا رجم یعنی سنگسار لکھی تھی اس کی بجائے جلدوا یعنی کوڑوں سے اور تحمیم یعنی منہ کالا کرنے سے اس کو تبدیل کر دیا۔

کتابتِ قرآن پر اجرت: بعض لوگوں نے اس آیت سے قرآن کی کتابت پر اجرت لینے کو ناجائز کہا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اسی طرح بعض لوگوں نے اس آیت سے احکام شرع میں ظن کے حجۃ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں کفار کے جس ظن (گمان کو امانی میں داخل کیا گیا ہے وہ خاص تخمین ہے جو بلا دلیل ہو بلکہ جس کی بنیاد خلاف دلیل پر ہو لیکن اصول شرع میں جس ظن کا اعتبار ہے وہ کسی نہ کسی صحیح دلیل کی طرف مستند ہوتا ہے اس لئے دونوں میں یون بعید ہے۔

وَقَالُوا لَمَّا وَعَدْنَاهُمُ النَّبِيَّ النَّارَ لَنْ تَمَسَّنَا تَصِينًا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۗ قَلِيلَةٌ أُرْبَعِينَ يَوْمًا مَدَّةَ عِبَادَةِ آبَائِهِمُ الْعِجْلَ ثُمَّ تَزُولُ قُلُوبُهُمْ يَا مُحَمَّدُ اتَّخَذْتُمْ حَذِيفَ مِنْهُ هَمْزَةُ الْوَصْلِ اسْتِغْنَاءً بِهَمْزَةِ الْإِسْتِفْهَامِ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا مِيثَاقًا مِنْهُ بِذَلِكَ فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۗ بِهِ لَا أَمُّ بَلْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۰﴾ بَلَى تَمَسُّكُمْ وَتَخْلُدُونَ فِيهَا مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً شَرِيكًا وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ بِالْأَفْرَادِ وَالْجَمْعِ أَيْ اسْتَوْلَتْ عَلَيْهِ وَأَحْدَقَتْ بِهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ بَأَنَّ مَاتَ مُشْرِكًا فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۱﴾ رُوِيَ فِيهِ مَعْنَى مَنْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۲﴾

و

ترجمہ: اور (یہودیہ بھی) کہتے ہیں (جبکہ حضور ﷺ ان کو نارِ جہنم سے ڈراتے ہیں) کہ ہرگز ہم کو نہیں ٹھوسکتی (نہیں پہنچ سکتی) آگ مگر چند روز گنتی کے (مختصر چالیس روز کی مدت جس میں ان کے آباء گوسالہ پرستی کرتے رہے اس کے بعد آگ ہٹالی جائے گی)۔ آپ (اے محمد) ان سے فرمادیتے کہ کیا تم نے لے لیا ہے (اتخذتم دراصل اِتَّخَذْتُمْ تھا ہمزہ استفہام کی موجودگی کی وجہ سے ہمزہ وصل حذف کر دی گئی ہے) اللہ سے عہد (اس پر کوئی پیمان) جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے (ایسا نہیں ہے) بلکہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا رہے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے ہو (بلکہ نارِ جہنم تم کو ٹھوسے گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے) جو شخص قصد ابری بات کرتا ہے (مراد شرک) اور اس کی خطائیں اس کا احاطہ کر لیں (لفظ خطیئۃ مراد اور جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی وہ قصور اس پر چھا جائیں اور اس کو اس طرح ہر طرف سے گھیر لیں) کہ وہ شرک کی حالت میں مر جائے (ایسے لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) ضمیر جمع ہم میں معنی من کی رعایت کی گئی ہے (اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے ایسے لوگ بہشتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترکیب و تحقیق: فلن یخلف یہ شرط مقدر کا جواب ہے ای ان کنتم اتخذتم عندا للہ عہدا لا ام بل یہاں

ام منقطعہ بمعنی بل ہے اور استفہام انکار اتحاد کے لئے ہے اور ہل کے معنی اضراب و انتقال کے ہوں گے اسی لئے مفسر علام نے ہمزہ کا جواب لائے نافیہ سے مقدر کیا ہے مگر ہمزہ کے ماتحت کی لٹی اور ام کے ماتحت کا اثبات ہے اور کلام خبر ہی ہے۔ سینۃ جلال محقق نے سینۃ کی تفسیر شرک کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ و مجاہدؓ کے موافق کی ہے، قالوا فعل بافاعل، لن تمسنا الخ جملہ مفعول الایام، ایام منصوب علی الظرفیۃ، ایام دراصل ایوام تھا یوم کی جمع۔ واؤ کو یاء کر کے ادغام کر دیا گیا۔ بلی کلمہ ایجاب من مبتدا، اصحاب النار خبر جملہ

جواب شرط، ام ہمزہ استفہام کے معنی میں ہے ای الامورین کائن اس صورت میں ام متصل ہوگا اور یا منقطعہ بمعنی بل ہے۔

رابط:..... پہلی آیت میں ان کے امانی کی تمثیل و تشریح بیان کی گئی ہے گویا یہ ان کی ایکسوس (۲۱) برائی ہے۔ دوسری آیت میں ان کے اس زعم کے ابطال میں ایک ضابطہ ارشاد فرمایا جاتا ہے جس سے ان کے اس پندار کی حقیقت اور قلعی کھل کر رہ گئی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... خیال آفرینیاں:..... یہود نے یہ خیالی ڈھکوسلے اپنے دلوں میں جمار کھے تھے کہ (۱)

نحن ابناء الله واحياء ۵ ہم خدا کے محبوب و مقبول ہیں اسی لئے ہمارے سارے گناہ معاف ہیں (۲) آباؤ اجداد چونکہ انبیاء اور رسول ہیں اس لئے وہ ہم کو دوزخ سے بچالیں گے (۳) بالفرض اگر جہنم میں جانا ہی ہو تو چند روز ہوگا۔ (۴) مستحق نبوت صرف ہمارا خاندان ہے۔ فی الحقیقت لن تمسنا الخ کے عقیدہ کی فاسد بنیاد ان کا یہ گمان تھا کہ وہ دین موسوی کو دائمی اور غیر منسوخ سمجھتے تھے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے سے خوف کو کافر بھی نہیں سمجھتے تھے اگر کسی گناہ کی پاداش میں دوزخ میں گئے بھی تو بعد چندے نجات ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ رائے ان کی بناء الفاسد علی الفاسد ہے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے انکار کی وجہ سے ان کو کافر ہی سمجھا جائے گا۔ نیز بعد چندے نجات کا وعدہ کسی آسمانی کتاب میں بھی ان کے لئے موجود نہیں ہے اس لئے ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

معیار کامیابی:..... آگے جو ضابطہ ارشاد ہے اس کے لحاظ سے بھی یہ اول گروہ میں داخل ہونے کی وجہ سے نار جہنم کے مستحق ٹھہرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ گناہوں نے جس زندگی کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا ہو کہ نور ایمان بالکل بجھ گیا ہو تو اس کے اگر کچھ بھلے اور نیک کام بھی ہوں گے ان کو ضبط و ضبط کر کے اس کو داخل جہنم کر دیا جائے گا اس ضابطہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسے خطی قابل ضبطی ہوں۔

معتزلہ پر رد:..... معتزلہ کا اس آیت سے گناہ کبیرہ کرنے والے کے لئے ابدی جہنم کے استحقاق پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بقرینہ حال یہود، نیز الفاظ احاطت بہ خطیتہ پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صرف کافر کا خلود نار اور مومن کا خلود جنت بیان کیا گیا ہے اور بدعمل مسلمان کا ضابطہ اس آیت میں نہیں ہے۔ دوسری روایات و آیات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مثلاً آیت ان الله لا يغفر ان بشرک به ويغفر ما دون ذلك سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نجات کا وعدہ ہے اور من يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره سے معلوم ہوا کہ نیکی اور بدی کا پھل بھی اس کو ملے گا اور عقل صحیح کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ مومن کامل جس نے ایمان و اعمال صالحہ دونوں تقاضے پورے کئے وہ ابدی جنت کا مستحق اور کافر جس نے ایمان و عمل صالح کے دونوں تقاضوں کو فوت کر دیا وہ ابدی جہنم کا مستحق اور بدعمل مومن جس نے ایک تقاضا پورا کیا اور ایک چھوڑ دیا سزا و جزاء کا مجموعہ ہونا چاہئے۔

وَ اذْکُرْ اِذْ اَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي التَّوْرَةِ وَقُلْنَا لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ حَبْرٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ وَقُرَى لَا تَعْبُدُوا وَ أَحْسِنُوا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا بَرًّا وَ ذِي الْقُرْبَى الْقَرَابَةِ عَطْفٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَ الْيَتْمَى وَ الْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ قَوْلًا حُسْنًا مِنَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الصِّدْقِ فِي شَأْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الرِّفْقِ بِهِمْ وَ فِي قِرَاءَةِ بَعْضِ الْحَاءِ وَ سُكُونِ السِّينِ مَصْدَرٌ وَ صِفٌ بِهِ

مُبَالَغَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَقَبِلْتُمْ ذَلِكَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ أَعْرَضْتُمْ عَنِ الوَفَاءِ بِهِ فِيهِ التَّفَاتُ عَنِ الغَيْبَةِ وَالمُرَادُ أبَاؤُهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۸۳﴾ عَنْهُ كَابَائِكُمْ

ترجمہ:..... اور (وہ زمانہ یاد کیجئے) جب ہم نے بنی اسرائیل سے قول و قرار لیا (تورات میں اور ہم نے کہا) کہ کسی کی عبادت نہ کرنا (لفظ تعبدون کی قرأت تا اور یا کے ساتھ دونوں طرح ہے) بجز اللہ کے (یہ خبر بمعنی نہیں ہے اور دوسری قرأت میں لا تعبدوا پڑھا بھی گیا ہے) اور (احسان کرو) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک اور رشتہ داروں کے ساتھ (قربی بمعنی قرابت اور ذی القربی کا عطف والدین پر ہے) اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور عام لوگوں سے اچھی باتیں کہو (یعنی بھلائی کا حکم کرو اور برائی کی ممانعت کرو اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں راست بازی سے کام لو اور لوگوں سے نرمی کرو۔ ایک قرأت میں ضم جاء اور سکون سین کے ساتھ حُسْنًا مصدر پڑھا گیا ہے بطور مبالغہ کے حمل ہو جائے گا) اور نماز کی پابندی رکھنا اور زکوٰۃ ادا کرتے رہنا (اور تم نے ان احکام کو قبول کر لیا تھا) پھر تم پھر گئے (اس قول و قرار کو پورا کرنے سے اعراض کر لیا۔ لفظ تَوَلَّيْتُمْ میں غیبت سے خطاب کی طرف التفات پایا گیا اس سے مراد ان کے آباء اجداد ہیں) بجز چند افراد کے اور (اس) اقرار سے بھی تم اپنے آباء کی طرح پھر گئے۔

ترکیب و تحقیق:..... لا تعبدون اس سے پہلے محقق نے قلنا مقدر مان کر اخذنا پر عطف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں دو قرأتیں ہیں مشہور قرأت لا تعبدون جملہ خبریہ معنی میں لا تعبدوا نہیں کے ہے اور نہیں کو بصورت خبر ادا کرنا صریح نہیں سے زیادہ ابلغ سمجھا جاتا ہے گویا اس صورت میں اشارہ ہوتا ہے کہ نہیں پر عملدرآمد کی اس درجہ رغبت ہے کہ گویا عملدرآمد کر کے خبر دیدی گئی ہے اور دوسری قرأت لا تعبدوا صیغہ نہیں صریح کے ساتھ ہے لیکن یہ قرأت شاذ ہے جس کی طرف قرئی صیغہ تریض سے مفسر علام نے اشارہ کیا ہے اور مفسر کی غالب عادت یہ ہے کہ قرأت متواترہ کو لفظ و فسی قراءۃ سے تعبیر کرتے ہیں اور قرأت شاذہ کو قرئی سے احسانا متعلق ہے۔ مضمون کی تقدیر عبارت اس طرح ہے تحسنون او احسنوا احسانا۔ مسکین برون مفعیل مشق سکون سے ہے گویا فقیر نے اس کو ساکن بنا دیا ہے حَسْنًا بضم الحاء وفتح الحاء دونوں صورتوں میں مصدر ہے مبالغہ کے طریقہ پر زید عدل کی طرح ہے۔ تَوَلَّيْتُمْ سے پہلے قبلیتم اس لئے مقدر مانا ہے تاکہ اس کا عطف صحیح ہو جائے۔ التفات کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کلام..... کی روش میں تبدیلی کر دی جائے جس سے نشاط اور اتذاز پیدا ہو جائے اور مخاطب کی اکتاہٹ دور ہو جائے۔ لا تعبدوا الخ جواب قسم ہے جو اخذنا سے مستفاد ہوئی ہے۔ ای احلفنا ہم وقلنا لهم یا بحذف ان و تقدیر حرف البحر ہو ای علی ان لا تعبدوا جیسا کہ الا ایہذا الزاجر احضرا لو غی میں ہے اور صیغہ نہیں کی تقدیر پر لا تعبدو میثاق سے بدل ہو جائے گا۔ یا بحذف حرف جر اس کا معمول ہے۔ نافع، ابن عامر، ابو عمرو و عاصم کی قرأت میں لا تعبدون ہے اور باقی قراء نے لا یعبدون پڑھا ہے۔

رابط:..... یہاں سے یہود کا بائیسوں (۲۲) معاملہ مذکور ہے۔

﴿تشریح﴾:..... اللہ کی بندگی کے بعد والدین کی اطاعت و خدمت:..... ایک طرف

خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں اور دوسری طرف سبب پیدائش بظاہر والدین ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ والدین کا حق الخدمت بھی بتلا دیا۔ حق اللہ کی تقدیم کی طرف مشیر ہے کہ اگر دونوں حقوق میں کسی وقت مزاحمت ہو جائے تو مرجح اور مقدم اول ہی رہے گا۔ اسی طرح الا قرب فالاقرب کے قاعدہ سے دوسرے قرابتداروں کے حقوق کی نگہداشت کی بھی تلقین فرمائی گئی ہے حتیٰ کہ

عامۃ الناس بھی تمہاری ہمدردیوں اور خوش اخلاق سے محروم نہیں رہنے چاہئیں۔ لیکن عبداللہ بن سلام جیسے اطاعت شعار اور وفادار لوگوں کے علاوہ عام طور پر دوسرے یہود نے اس عہد کی پاسداری ملحوظ نہیں رکھی اور وفاء عہد سے پھر گئے، یہ عہد اگرچہ یہود کے اسلاف سے لیا گیا تھا چونکہ موجودہ یہود ان کے کارناموں سے متفق ہیں اس لئے خطاب و عتاب میں ان کو بھی شریک سمجھا جائے گا۔

وَ اذْکُرْ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَقُلْنَا لَا تْسِفْکُمْ دِمَآءُ کُمْ تُرِیْقُوْنَهَا بِقَتْلِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ لَا یُخْرِجُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا مِنْ دَارِهِ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ قَبْلُکُمُ الذِّمَّۃَ الَّتِیْ لَکُمُ الْاَمْنُ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ ثُمَّ اَنْتُمْ یَا هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ یَقْتُلُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِنْکُمْ مِنْ دِیَارِهِمْ تَظْهَرُوْنَ فِیْہِ اِدْعَامُ التَّآءِ فِی الْاَصْلِ فِی الظَّآءِ وَ فِی قِرَآءَۃٍ بِالْتَّخْفِیْفِ عَلٰی حَذْفِہَا تَتَعَاوَنُوْنَ عَلَیْہِمْ بِالْاِثْمِ الْمَعْصِیَۃِ وَالْعُدْوَانِ ۗ الظلم وَاِنْ یَاْتُوْکُمْ اُسْرٰی وَ فِی قِرَآءَۃٍ اُسْرٰی تُفْدُوْہُمْ وَ فِی قِرَآءَۃٍ تُفْدُوْہُمْ تُنْقِدُوْہُمْ مِنْ الْاَسْرِ بِالْمَالِ اَوْ غَیْرِہِ وَ هُوَ مِمَّا عٰہَدَ اِلَیْہِمْ وَ هُوَ اِی الشَّآءِ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُہُمْ ۗ مُتَّصِلٌ بِقَوْلِہِ وَ تُخْرِجُوْنَ وَالْجُمْلَةُ بَیْنَهُمَا اِعْتِرَاضٌ وَ هُوَ اِی کَمَا حَرَّمَ تَرْکَ الْفِدَآءِ وَ کَانَتْ قُرَیْظَةُ حَالِفُو الْاَوْسَ وَ النَّضِیْرِ الْخَزْرَجِ فَکَانَ کُلُّ فَرِیْقٍ یُقَاتِلُ مَعَ حُلَفَآئِہِ وَ یُحْرِزُ دِیَارَہُمْ وَ یُخْرِجُہُمْ فَاِذَا اُسِرُوْا اَفْدُوْہُمْ وَ کَانُوْا اِذَا سُئِلُوْا لِمَ تَقَاتِلُوْنَہُمْ وَ تُفْدُوْنَہُمْ قَالُوْا اَمْرًا بِالْفِدَآءِ فِیْقَالُ فَلِمَ تَقَاتِلُوْنَہُمْ فِیْقُوْلُوْنَ حَیَآءٌ اَنْ یَسْتَدِلَّ حُلَفَاؤُنَا قَالَ تَعَالٰی اَفْتُوْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ هُوَ الْفِدَآءُ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۗ وَ هُوَ تَرْکُ الْقَتْلِ وَ الْاِخْرَاجِ وَ الْمَظَآہِرَۃِ فَمَا جَزَآءٌ مَنْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزٰی هَوَاۗءٌ وَ ذٰلٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۗ وَ قَدْ خُزُوْا بِقَتْلِ قُرَیْظَةَ وَ نَفِی النَّضِیْرِ اِلَی الشَّامِ وَ ضَرْبِ الْجِزِیَۃِ وَ یَوْمَ الْقِیْمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلَی اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَ مَا لِلّٰہِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ بِالْبِآءِ وَ التَّآءِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوْا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ یَبٰنُ اَثْرُہَا عَلَیْہَا فَلَا یُخَفَّفُ عَنْہُمْ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ یُمنَعُوْنَ مِنْہُ .

ترجمہ: اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے یہ قول و قرار لیا (اور یہ کہا) کہ باہم خونریزی نہ کرنا (ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا) اور ایک دوسرے کو بے وطن نہ کرنا (ایک دوسرے کو وطن سے مت نکالنا) پھر تم نے اقرار بھی کر لیا (اس عہد کو قبول کر لیا) دراصل حالیکہ تم (اپنے نفسوں پر) شہادت دے رہے تھے پھر تم (اے لوگو!) ایک دوسرے کو باہم قتل و قتل بھی کر رہے ہو (آپس میں خون خرابہ کرتے ہو) اور ایک دوسرے کو جلا وطن بھی کر رہے ہو امداد کرتے ہوئے (تظاہروں و راصل تظاہروں تھا تا کو طاسے بدل کر ظالمیں ادغام کر دیا اور دوسری قرأت میں دو تاء میں سے ایک محذوف بھی ہے یعنی وہ تعاون کرتے ہیں) اپنوں کے مقابلہ میں گناہ (معصیت اور نا انصافی) (ظلم) کے ساتھ اور اگر ان میں سے کوئی گرفتار ہو کر تمہارے پاس آتا ہے (دوسری قرأت میں لفظ اسری آیا ہے) تو ان کو کچھ خرچ کر کر کر رہا کر دیتے ہو (دوسری قرأت میں تفساد و ہم کی بجائے تفساد و ہم ہے مال وغیرہ کے بدلہ میں قید سے آزاد کر دینا بھی مجملہ ان سے لئے گئے عہدوں کے تھا) حالانکہ (بات یہ ہے کہ) جلا وطن کرنا بھی تم پر حرام کیا گیا تھا (اس کا تعلق جملہ تخریجوں الخ سے ہے اور ان یاتو کم جملہ۔ ان دونوں جملوں کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی ترک فدیہ کی طرح جلاء وطن کرنا بھی ان پر حرام

تھا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے بنو قریظہ قبیلہ اوس کے مخالف تھا اور بنو نضیر قبیلہ خزرج کے خلاف تھا۔ ان میں سے ہر جماعت اپنے حلیفوں سمیت حریفوں سے نبرد آزما رہتی تھی۔ اور ایک دوسرے کے شہروں کو برباد کرتے اور جلا وطن کرتے رہتے تھے۔ البتہ اگر یہ لوگ گرفتار ہو جاتے تو فدیہ دیکر چھڑا لیا جاتا تھا۔ ان سے اگر کوئی یہ دریافت کرتا کہ یہ فدیہ کیوں برداشت کرتے ہو تو کہنے لگتے ہیں کہ فدیہ کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ پھر قتل و قتال کیوں کرتے ہو؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے حلیفوں کی ذلت سے شرم آتی ہے (ارشاد ہوتا ہے) کیا کتاب کے بعض حکم پر ایمان لاتے ہو (فدیہ پر) اور بعض انکار کرتے ہو (یعنی خونریزی، جلا وطنی، پشت پناہی کو چھوڑنا) سو اور کیا سزا ہونی چاہئے تم میں سے ایسے شخص کی جو ایسی حرکت کرے بجز سوائی (تحقیر و ذلت) کے دنیا میں بھی چنانچہ بنو قریظہ قتل ہو کر بنو نضیر شام کی طرف جلا وطن ہو کر اور جزیرہ کے تسلط سے ذلیل ہوئے، اور قیامت کے روز سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تمہاری حرکتوں سے بے خبر نہیں ہے۔ (لفظ یعلمون کی قرأت یا اور تا کے ساتھ دونوں طرح ہے) یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخروی زندگی کے عوض لے لیا ہے (دنیاوی زندگی کو پھر آخروی زندگی پر ترجیح دیدی ہے) سو نہ تو ان کی سزا میں کچھ تخفیف ہوگی اور نہ کوئی ان کی طرفداری کرنے پائے گا (کہ اللہ کا عذاب ان سے روک دے)

ترکیب و تحقیق:..... دمء کم ایک دوسرے کے قتل کو مجازاً اپنا قتل کہا گیا ہے یا بطور قصاص کے اپنا قتل مراد ہے اطلاقاً للاسب علی المسبب، اقررتہم کی تفسیر قبلتہم سے اس لئے کی ہے کہ تشہد و ن اقرار کی محض تاکید نہ ہو بلکہ تاسیس ہو جائے۔ اور قاضی بیضاوی نے اس کو تاکید پر محمول کیا ہے۔ ثم استبعاد کے لئے ہے۔ بقول بیضاوی انتہم مبتداء، اور اس کی خبر میں تین اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ تقتلون خبر ہو، اس وقت لفظ ہؤلاء بتقدیر یعنی موضع نصب میں ہوگا یا پھر منادی ہوگا ای یا ہؤلاء لیکن سیبویہ کے نزدیک ہؤلاء منادی مبہم ہو کر حرف نداء کا حذف جائز نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تقتلون صلہ کے ساتھ خبر بن جائے یہ کو فیوں کے نزدیک صحیح ہے لیکن بصری ہؤلاء کو الذی کے معنی میں جائز نہیں سمجھتے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بتقدیر المضاف لفظ ہؤلاء خبر ہو ای مثل ہؤلاء اس صورت میں تقتلون حال ہو جائے گا۔ لا تسفکون کی تفسیر میں اشارہ ہے کہ ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہے کیونکہ قتل کے لئے خون بہنا لازم ہے نیز قتل اخ کو قتل نفس کہنا مجازاً ہے یا سبب مراد ہے۔ تظاہرون ترکیب میں حال ہے تفادوہم نافع، عاصم، کسائی کی قرأت الف کے ساتھ ہے باقی کی قرأت بغیر الف کے ہے۔ محرم خبر مقدم ہے۔ اخر اجہم مبتداء و خبر کی جملہ ہو کر خبر ہوگی۔ الا اوس یہ دو مختلف عالموں کے معمولوں کا ایک دوسرے پر اختصاراً عطف ہو رہا ہے۔ اوس و خزرج مدینہ کے دو قبیلے ہیں جو باہم دست و گریبان رہا کرتے تھے اسی طرح بنو قریظہ و بنو نضیر بیرون مدینہ کے دو مخالف قبیلے تھے لیکن ان دونوں بیرونی جماعتوں نے علی الترتیب اندرونی جماعت سے حلیفانہ معاملہ کر لیا تھا اور آپس میں ایک دوسرے کے حریف و مخالف رہتے تھے۔

رابط:..... اللہ نے یہود کے جس میثاق کا پہلی آیت میں تذکرہ فرمایا ہے اس آیت میں اسی عہد کا تہم ہے اور پھر ان کی عہد شکنی کا ذکر کیا ہے اور آخر میں ان کی سزا کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... معاہدہ کی بقیہ دفعات:..... حاصل یہ ہے کہ اس معاہدہ کی تین دفعات مزید یہ تھیں کہ

(۱) آپس میں کسی کو قتل نہ کرنا (۲) کسی کو جلا وطن نہ کرنا (۳) اگر کوئی گرفتار ہو جائے تو مالی فدیہ دے کر اس کو رہا کر دینا۔ چنانچہ ان تینوں دفعات میں پہلے ترتیب سے دفعہ تھی اس پر تو یہ کسی درجہ عامل رہے۔ مگر پہلی دونوں دفعات جو نہایت اہم اور ضروری تھیں ان کو بالکل نظر انداز کر دیا اور درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ چنانچہ اوس و بنو قریظہ باہم دوست تھے اور خزرج و بنی نضیر باہم مددگار تھے۔ اوس و خزرج میں جب کبھی

جنگ ہوتی تو بنو قریظہ اوس کے اور بنو نضیر خزرج کے معاون و مددگار ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ان جنگوں میں قتل و جلا وطنی دونوں مصیبتیں پیش آئیں جن سے سب کو دو چار ہونا پڑتا تھا۔ البتہ جنگی قیدیوں کو بڑے شوق سے مالی فدیہ دے کر رہائی دلاتے اور کہتے تھے کہ یہ خدائی حکم ہے۔ لیکن اگر کوئی قتل و غارت گری اور دیس نکالے کے بارے میں کوئی اعتراض کرتا تو اپنے حلیفوں اور دوستوں سے عار کی آڑ لینے کی کوشش کرتے۔ حق تعالیٰ اسی دوغلی پالیسی کی شکایت فرماتے ہیں کہ اس طرح جب تم ایک قبیلہ کی حمایت و ہمدردی کرتے تو دوسرے قبیلہ کی مخالفت و ضرر رسانی بھی تو لازم آتی ہے اور اس میں حکم الہی کی پامالی بھی ہے اور بندوں کو آزار سانی بھی اسی کو افسوس منون بعض الکتاب و تکفرون بعض سے تعبیر فرمایا گیا ہے یعنی مالی فدیہ کی پابندی اگر اللہ کا حکم ہونے کی وجہ سے کرتے ہو تو قتل و جلا وطنی نہ کرنا بھی تو خدائی احکام ہیں ان کی تعمیل کیوں نہیں کی جاتی، حکم کے ایک حصہ کو ماننا اور ایک حصہ کا انکار؟ آخر یہ کیا واہیات مذاق ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:..... کفر سے مراد کفر عملی ہے، کسی بد عملی کو قابل نفرت اور گھناؤنی صورت میں پیش کرنے کے لئے بدترین الفاظ استعمال کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سے مقصود حقیقت نہیں ہوتی بلکہ مجازی معنی مراد ہوتے ہیں۔ من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر میں یہاں معنی مراد ہیں۔ یہاں فرقہ یہود میں اگرچہ اعتقادی کفر بھی پایا جاتا ہے لیکن اس وقت مقصود ان کی اس بد عملی کی برائی ظاہر کرنا ہے۔ پس معتزلہ کے لئے اس آیت سے مرتکب کبیرہ کے دائرہ ایمان سے خارج کرنے اور خوارج کے لئے داخل کفر کرنے کے لئے کوئی موقع استدلال نہیں ہے کیونکہ کفر کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ:..... علیٰ هذا اشد العذاب پر امام رازی نے جو یہ شبہ کیا ہے کہ یہود زیادہ سے زیادہ کافر تھے، ان کے عذاب کو جب اشد کہا گیا ہے تو دہریے جو ان سے زیادہ جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ سرے سے خدا ہی کے منکر ہوتے ہیں ان کا عذاب کیسے کم ہوگا۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اشدیت سے مراد تفضیل نہیں ہے کہ مفضل اور مفضل علیہ کی ضرورت پیش آئے بلکہ اشدیت سے مراد خلود و دوام عذاب ہے جو کافر و مشرک و دہریہ سب کے لئے ہوگا۔ یا پھر کافر سے کم درجہ لوگوں کے لحاظ سے اضافی اشدیت مراد ہے۔

بہر حال دنیاوی عذاب و ذلت و رسوائی کا وقوع یہود پر اس طرح ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارک ہی میں نقض عہد کی وجہ سے ۵۴ھ میں جب آنحضرت ﷺ کے دستِ حق پرست پر اوس و خزرج اسلام لائے تو حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے سات سو نو جوان قتل کئے گئے اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بنو نضیر ملک شام کی طرف جلا وطن کئے گئے (سورۃ احزاب) اور سورۃ حشر میں ان دونوں واقعات کی روئداد موجود ہے۔ اور آخرت کی وعید کا وقوع آخرت میں ہوگا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ أَي اتَّبَعْنَاهُمْ رَسُولًا فِي آثَرِ رَسُولٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيْنَتِ الْمُعْجَزَاتِ كَأَحْيَاءِ الْمَوْتَى وَإِبْرَاءِ الْأَكْمَهِ وَالْأَبْرَصِ وَأَيَّدْنَاهُ قَوَيْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ مِنْ إِضَافَةِ الْمَوْصُوفِ إِلَى الصِّفَةِ أَي الرُّوحِ الْمُقَدَّسَةِ جِبْرِئِيلَ لِطَهَارَتِهِ نَسِيرُ مَعَهُ حَيْثُ سَارَ فَلَمْ تَسْتَقِيمُوا أَفْكَلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى تُحِبُّ أَنْفُسَكُمْ مِنَ الْحَقِّ اسْتَكْبَرْتُمْ عَنْ اتِّبَاعِهِ جَوَابٌ كُلَّمَا وَهُوَ مَحَلُّ الْإِسْتِفْهَامِ وَالْمُرَادُ بِهِ التَّوْبِيخُ فَفَرِيقًا مِنْهُمْ كَذَّبْتُمْ كَعِيسَى وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۷﴾ الْمُضَارِعُ لِحِكَايَةِ الْحَالِ الْمَاضِيَةِ أَي قَتَلْتُمْ كَزَكْرِيَّا وَيَحْيَى وَقَالُوا لِلنَّبِيِّ اسْتَهْزَاءً قُلُوبُنَا

غُلْفٌ ۙ جَمْعٌ اَغْلَفٌ اَى مُعْشَاةٌ بِاَغْطِيَةِ فَلَا نَعِي مَا تَقُولُ قَالَ تَعَالَى بَلْ لِيَا ضُرَابٍ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اَبَعَدَهُمْ عَن رَحْمَتِي وَاَحَدَلَهُمْ عَنِ الْقُبُولِ بِكُفْرِهِمْ وَاَلَيْسَ عَدَمُ قُبُولِهِمْ لِحَلَلٍ فِي قُلُوبِهِمْ فَقَلِيلاً مَا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ مَا زَائِدَةٌ لِتَاكِيْدِ الْقِلَّةِ اَى اِيْمَانُهُمْ قَلِيْلٌ جَدًّا

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (تورات) عطاء کی اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے (پیغمبر کے بعد پیغمبر برابر بھیجتے رہے) اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے (مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھی اور مبروص کو اچھا کر دینا جیسے معجزات) اور ہم نے ان کی تائید (تقویت) جبرئیل کے ذریعہ (روح القدس میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔ یعنی روح القدس جبرئیل مراد ہیں اپنی پاکیزگی کی وجہ سے ہر جگہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہتے لیکن پھر بھی ٹھیک نہ ہو سکے) جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام (حق) لائے جن کو تمہارے دل نہیں چاہتے تھے (خواہش نہیں کرتے تھے) تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا (پیغمبروں کے اتباع سے روگردانی شروع کر دی استکبر تم جواب لیا ہے۔ دراصل افکلمہ میں جو ہمزہ استفہام ہے اس کا محل یہی ہے مراد اس استفہام سے دھمکانا ہے) سو بعضوں کو تم نے (ان میں سے جھٹلا دیا) (جیسے حضرت عیسیٰ) اور بعض کو قتل کر دیتے ہو (تقتلون صیغہ مضارع حکایت حال ماضیہ کے طریقہ پر ہے بمعنی قتلتم جیسے حضرت زکریا و یحییٰ علیہم السلام کو قتل کیا گیا) اور یہودی (آنحضرت ﷺ سے استہزاء) کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محبوب ہیں (لفظ غلف جمع ہے اغلف کی یعنی جہل کے غلاف میں ہے آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) بلکہ (بل اضراب کے لئے) ان پر خدا کی مار ہے (کہ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور ان کو قبولیت سے محروم کر دیا ہے) ان کے کفر کی وجہ سے (ان کے دلی نقصان کی وجہ سے قبول کرنا نہیں ہے) سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں (قلیلاً ما میں ما زائد ہے تاکید قلة کے لئے یعنی ان کا ایمان بہت ہی کم ہے)۔

ترکیب و تحقیق: قفینا بولتے ہیں قفوا اذا اتبعه و قفوا به اتبعه ایاہ اصل عبارت اس طرح تھی و قفینا موسیٰ

بالرسل مفعول حذف کر کے من بعدہ قائم مقام کر دیا۔ حضرت موسیٰ کے بعد یوشع، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، الیاس انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے درمیان انبیاء کرام کثیر تعداد میں آئے ہیں چار ہزار یا ستر ہزار پیغمبر سب بنی اسرائیل تھے اور دین موسوی اور تورات کے مبلغ تھے۔ خواہ وہ انبیاء ایک ہی زمانہ میں متعدد رہے ہوں یا رسول یکے بعد دیگرے آتے رہے ہوں عیسیٰ ابن مریم، عیسیٰ سریانی زبان کا لفظ ہے بمعنی مبارک اور مریم بمعنی خادم۔ روح القدس حاتم الجود اور رجل صدق کی طرح اضافت ہے الروح المقدسة جبرئیل چونکہ پیغام حیات لے کر آتے ہیں تو روح جس طرح حیات ابدان ہوتی ہے اسی طرح جبرئیل باعث حیات قلوب ہیں ظاہری اور باطنی آلودگیوں سے پاک صاف ہیں اس لئے مقدس کہا گیا۔ دوسری جگہ رسول کریم فرمایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی خصوصی معیت یہ حضرت عیسیٰ کی فضیلت جزئی ہے جو آنحضرت ﷺ کی فضیلت کلی میں قاصر نہیں ہے۔ فلم تستقیموا مفسر علام نے ظاہر کیا ہے کہ جاء کم کا معطوف علیہ مقدر مانا ہے۔ ہمزہ کا دخول اور اصل استکبر تم ہے۔ من الحق بیان ہے ہما کے موصولہ کا۔ استکبر تم کے بعد تکبر تم اس طرف اشارہ ہے کہ سین زائد ہے مبالغہ کے لئے اصل عبارت اس طرح تھی استکبرتم کلما جاء کم فریفاً مفعول کی تقدیم اس آیت کی روایت سے ہے۔ کلام میں محذوف ہے ای فریفاً منهم کذبتم جیسا کہ مفسر نے ظاہر کیا ہے یہ استکبر تم پر معطوف ہو جائے گا۔ تفتلون حکایت حال ماضیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے گویا زمانہ ماضی میں یہ مضارع کی عبارت تیار کر لی گئی تھی اس وقت تو حقیقی معنی کے لحاظ سے اس کا بولنا درست تھا لیکن اب جبکہ وہ

حال ماضی بن گیا ہے بطور دکایت کے اسی کو نقل کر دیا گیا ہے۔ قالوا جلال محقق نے اشارہ اس طرف کیا ہے کہ یہ مقولہ آنحضرت ﷺ کے معاصر یہود کا ہے چاہے تو تفاخر ہو یا تحقیر او استہزاء۔ غلف دراصل غیر مختون کو کہتے ہیں اگر تفاخر یہ جملہ کہا ہے تو مقصد یہ ہے کہ ہمارے قلوب محفوظ اور ظروف علم ہیں۔ اگر آپ کی بات کچھ وزنی یا علمی ہوتی تو ضرور ہمارے وجدان اس کو قبول کرتے۔ معلوم ہوا کہ آپ (ﷺ) کی باتیں جب اہل علم ہی کی سمجھ میں نہیں آتیں تو خود وہ اس قابل نہیں ہیں۔ اور اگر منشاء استہزاء کرنا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی باتیں تو ضرور صحیح ہوں گی لیکن ہماری سمجھ ہی ذرا موٹی ہے۔ جیسے کوئی صحیح السماع شخص بطور تمسخر کہنے لگے کہ میں ذرا اونچا سنتا ہوں۔ ذرا ذور سے بولنے؟ قلیلاً یہ منصوب ہے بنا بر مصدر محذوف کی نعت ہونے کے اور قلت باعتبار مومن بہ یعنی ایمان کے ہے یعنی ایماناً قلیلاً جلال مفسر کی یہی رائے ہے دوسری صورت یہ ہے کہ قلت بلحاظ افراد ہو یعنی بر اللہ بن سلام جیسے کم ہی افراد ایمان قبول کر سکے ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ صفت ہو زماناً محذوف کی ای فیؤمنون زماناً قلیلاً یعنی کبھی اگر ایمان لے آتے ہیں تو پھر فوراً ہی پھر جاتے ہیں امنوا وجہ النهار واكفروا اخرہ۔

رابط :..... یہاں سے ان کے تیسویں (۲۳) معاملہ کا ذکر کیا جا رہا ہے اور اس کے بعد آیت وقالوا قلوبنا غلف میں چوبیسویں (۲۴) معاملہ کا تذکرہ ہے۔

﴿تشریح﴾ :..... بغیر توفیق الہی خوراق بھی کارآمد نہیں :..... حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور ہزاروں جلیل القدر و عظیم المرتبت انبیاء و رسل جس جماعت میں آچکے ہوں اور ہزار ہا دلائل و معجزات اور خدا کی نشانیاں دکھلا چکے ہوں اور پھر وہ لوگ راہِ رست پر نہ آسکے ہوں تو ان کی اصلاح کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید جبریلی مختلف اوقات میں ہوتی رہی ہے (۱) اول جب کہ نطفہ رحمِ مادر میں حمل قرار پایا (۲) بوقت ولادت شیطانی اثرات سے محفوظ رکھے گئے (۳) ساری عمر دشمن یہودیوں کے حملوں سے بچائے رکھا (۴) حتیٰ کہ آخر میں جب ان کو شہید کرنے کی کوشش کی گئی تو بحکم الہی زندہ سلامت ان کو آسمانوں پر پہنچا دیا گیا۔

ایک نکتہ :..... تقتلون صیغۂ حال کے ساتھ بیان کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ اب بھی یہ کوشش قتل سے باز نہیں آتے۔ آنحضرت ﷺ کے قتل کے مساعی میں اب بھی سرگرم عمل ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ حفاظت الہی کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو پاتے۔ اور ایمان کی قلت سے یہ مراد ہے کہ صرف توحید اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت، قیامت وغیرہ مشترک مسائل میں کچھ متفق نظر آتے ہیں یعنی معنی کی لحاظ سے اس کو ایمان کہہ دیا مطلق یقین کے معنی میں ہے۔ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ایمان مراد نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کے منکر تھے اس لئے شرعاً ایمان کہاں؟

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۖ مِنَ التَّوْرَةِ هُوَ الْقُرْآنُ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ قَبْلُ
مَجِيئِهِ يَسْتَفْتِحُونَ يَسْتَنْصِرُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ يَقُولُونَ اللَّهُمَّ انصُرْنَا عَلَيْهِم بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ آخِرِ
الزَّمَانِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ وَهُوَ بَعَثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرُوا بِهِ حَسَدًا أَوْ خَوْفًا
عَلَى الرِّيَاسَةِ وَجَوَابُ لَمَّا الْأُولَى دَلَّ عَلَيْهِ جَوَابُ الثَّانِيَةِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿۸۹﴾ بِسْمَا اشْتَرَوْا
بَاعُوا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَي حَظَّهَا مِنَ الثَّوَابِ وَمَا نِكْرَةٌ بِمَعْنَى شَيْئًا تَمِيزُ لِفَاعِلٍ بِسْرٍ وَالْمَخْصُوصُ بِالذَّمِّ أَنْ

يَكْفُرُوا اَي كُفْرِهِمْ بِمَا اَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْقُرْآنِ بَغِيًّا مَفْعُولٌ لَهُ لِيَكْفُرُوا اَي حَسَدًا عَلَيَّ اَنْ يُنَزَّلَ اللهُ
بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ مِنْ فَضْلِهِ الْوَحْيِ عَلَيَّ مِنْ يَشَاءُ لِلرِّسَالَةِ مِنْ عِبَادَةٍ فَبَاءٌ وَرَجَعُوا بِغَضَبٍ مِنْ
اللهِ بِكُفْرِهِمْ بِمَا اَنْزَلَ وَالتَّنْكِيرُ لِلتَّعْظِيمِ عَلَيَّ غَضَبٌ اسْتَحْقُوهُ مِنْ قَبْلِ بَتَضْيِيعِ التَّوْرَةِ وَالكُفْرُ بِعِيسَى
وَاللَّكْفِرَيْنِ عَذَابٌ مَهِينٌ ﴿۹۰﴾ ذُو اِهَانَةٍ وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللهُ الْقُرْآنَ وَغَيْرِهِ قَالُوْا نُوْمِنُ
بِمَا اَنْزَلَ عَلَيْنَا اَي التَّوْرَةَ قَالَ تَعَالَى وَيَكْفُرُوْنَ الْاَوَّلِ لِاحْتِمَالِ بِمَا وِرَاءَهُ سِوَاهُ اَوْ بَعْدَهُ مِنَ الْقُرْآنِ وَهُوَ
الْحَقُّ حَالٌ مُصَدِّقًا حَالٌ ثَانِيَةً مُؤَكَّدَةً لِمَا مَعَهُمْ قُلْ لَهُمْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَي قَتَلْتُمْ اَنْبِيَاءَ اللهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ
كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ بِالتَّوْرَةِ وَقَدْ نُهَيْتُمْ فِيْهَا عَنْ قَتْلِهِمْ وَالْحِطَابُ لِلْمَوْجُوْدِيْنَ فِي زَمَنِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَا فَعَلَ اٰبَاؤُهُمْ لِرِضَائِهِمْ بِهِ

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کتاب من جانب اللہ پہنچی جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس (تورات) ہے (یعنی قرآن) حالانکہ پہلے (آپ کے تشریف لانے سے پہلے) امداد مانگتے تھے (نصرت طلب کرتے تھے) کفار کے مقابلہ میں (کہا کرتے تھے اے اللہ ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں نبی آخر الزمان کے صدقہ میں ہماری مدد فرما) پھر جب آپ پہنچی ان کے پاس وہ (حق بات یعنی آنحضرت ﷺ کی بعثت) جس کو وہ پہنچانے میں تو اس کا انکار کر بیٹھے (بوجہ حسد اور زوال ریاست کے اندیشہ سے، دوسرے لما کا جواب پہلے لما کے جواب پر دلالت کر رہا ہے) سوال اللہ کی پھٹکار کافروں پر۔ بہت بری ہے وہ حالت جس کو اختیار کر کے (فروخت کر کے) اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں (یعنی ثواب کے بدلہ میں بشما میں ما کمرہ بمعنی شئی فاعل بشس کی تمیز ہے۔ آگے مخصوص بالمذمت ہے) کفر کرتے ہیں (یعنی ان ان کا انکار کرنا) ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی (یعنی قرآن) محض اس ضد پر (بغیاً ترکیب میں مفعول لہ ہے لیکفروا کا یعنی حسد اعلیٰ ان ينزل) کہ اللہ نازل فرمائے (ينزل کی قرأت تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں طرح ہے) اپنے فضل (سے وحی) جس کو چاہے (رسالت کے لئے) اپنے بندوں میں سے سو مستحق ہو گئے (لوئے) غضب (اللہ کے غصہ کا انکار وحی کی وجہ سے اور غضب میں تنوین تنکیر کی تعظیم کے لئے ہے) بالائے غضب کے (اضاعت تورات اور انکار عیسیٰ کی وجہ سے وہ پہلے ہی مستحق غضب ہو گئے) اور کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہوگا (جس سے ان کی توہین ہوگی) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں (قرآن وغیرہ) پر تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لائے ہیں (اس کتاب پر جو ہم پر نازل کی گئی ہے یعنی تورات حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) حالانکہ کفر کرتے ہیں (واہ حالیہ ہے) اس کے علاوہ (وراء بمعنی سوایا بمعنی بعدہ مراد اس سے قرآن ہے) حالانکہ وہ حق ہے (ترکیب میں یہ حال ہے) تصدیق کرنے والی ہے (یہ دوسرا حال مؤکدہ ہے) اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے آپ (ان سے) فرمادیتے کہ پھر تم کیوں قتل کرتے ہو (یعنی کیوں قتل کیا ہے تقتلون بمعنی قتلتم ہے) اس سے پہلے اگر تم ایمان لانے والے ہو (تورات پر حالانکہ تم کو تورات میں قتل انبیاء سے روکا گیا تھا۔ اس میں خطاب آنحضرت ﷺ کے معاصر یہود کو ہے جو اپنے آباؤ اجداد کے کرتوت پر رضامند تھے)۔

ترکیب و تحقیق: من قبل کا مضاف الیہ محذوف ہے جس کی تقدیر مفسر علام نے نکالی ہے اس لئے یعنی علی الضم ہے

یستفتحون فتح بمعنی نصر بصلہ علی تضمین کر لی گئی ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں فتح علیہ اذا علمہ یعنی بیان کرتے تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اتحدثونہم بما فتح اللہ علیکم اس صورت میں سین مبالغہ کے لئے زائد مانا جائے گا کانہم طلبوا بعد طلبہ من انفسہم فلما جاء ہم دونوں لما کا مقتضی چونکہ واحد ہے اس لئے پہلے لما کا جواب حذف کر دیا یعنی کفروا بہ اور دوسرے کے جواب کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ باعوا لفظ بیع و شری دونوں اضداد میں سے ہیں یعنی خرید و فروخت دونوں معنی میں دونوں لفظ استعمال کیئے جاتے ہیں قرینہ کے لحاظ سے ایک معنی لئے جائیں گے۔ بنسما میں بنس فعل مذمت ضمیر مستتر فاعل ما یعنی شیئاً اس کی تیز موصوف اشتروا۔ اس کی صفت بنس الشی شیئاً اشتروا الخ ان یکفروا مصدر تاویل ہے۔ ان کے کفر سابق مضارع صیغہ سے حکایت حال ماضیہ کے طور پر ان کے کفر کی خباثت کو متحضر کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ بغیا یہ علت ہے لیکفروا کی نہ کہ اشتروا کی ان ینزل اللہ یہ بھی مفعول لہ ہے ای بغوا لان انزل اللہ اور بعض نے تقدیر عبارت اس طرح نکالی ہے بغیا علی ان انزل اللہ ای حسداً علی ما خص اللہ بہ نبیہ من فضلہ۔ من ابتدائیہ ہے موصوف محذوف کی صفت ہے ای شیئاً کاننا من فضلہ۔ ترکیب میں یہ مفعول ان ینزل کا۔ وراء دراصل مصدر ہے بمعنی ظرف، مضاف الی الفاعل ہوتا ہے تو معنی ماتیواری بہ یعنی خلف اور پیچھے کے آتے ہیں اور جب مضاف الی المفعول ہوتا ہے تو معنی ماتیواری بہ یعنی قدم اور آگے کے آتے ہیں۔ گویا یہ لفظ اضداد میں استعمال ہوتا ہے۔ مصدقاً یہ حال ثانی ہے مضمون جملہ کی تقریر و تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور کفر کو مستلزم ہے اس میں عامل معنی فعل ہیں جو الحق میں ہیں اور اس کی ضمیر مستتر ذوالحال ہوگی۔ تقتلون کی تفسیر قتلتم کے ساتھ اس لئے کی ہے کہ قتل کی برائی کا احتضار ہو جائے یا اب بھی آنحضرت ﷺ کے قتل کے مساعی کی طرف تعریض ہو جائے اور یا حکایت حال ماضیہ ہے۔

رابطہ:..... ان آیات میں ان کے پچیسویں (۲۵) معاملہ کا بیان ہے۔

﴿تشریح﴾:..... صحیح اور غلط عقیدت کا فرق:..... آنحضرت ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تو انکی عقیدت و احترام کا یہ حال تھا کہ ہولناک جنگوں میں آپ کی حرمت و نبوت کا واسطہ دے دے کر نصرت و فتح کی دعائیں مانگا کرتے یا مبشرات تورات کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب مطلوب و متمنی سامنے آیا تو بغاوت و حسد کی آگ میں جل گئے گویا اس امید میں تھے کہ نبی آخر الزمان ہمارا ہم قوم ہوگا لیکن بنی اسرائیل کی بجائے بنو اسماعیل میں یہ دولت پہنچی تو اندرونی حسد پھوٹ نکلا اور سابقہ عہد و پیمان سے ہٹ گئے، قرآن کو مصدق تورات اس لئے کہا گیا کہ تورات میں جو پیشین گوئیاں آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کے بارے میں وارد ہوئی تھیں قرآن کے نزول سے ان کی تصدیق ہوگئی اب تورات کو ماننے والا آنحضرت ﷺ یا قرآن کی تصدیق پر مجبور ہے ورنہ خود تورات کی تکذیب لازم آئے گی۔

ایک شبہ کا ازالہ:..... یہاں فلما جاء ہم ماعرفوا پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب یہ لوگ حق مانتے تھے تو پھر کفروا سے ان کو کافر نہیں کہنا چاہئے بلکہ ان کو مومن قرار دینا چاہئے بات یہ ہے کہ اول تو حق کو باطل یا باطل کو حق جاننا جس طرح کفر ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ حق جاننے کے باوجود اس کا انکار بھی کفر ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ دوسرے یہ حق جاننا غیر اختیاری کفر اور اضطراری تھا صرف اس جاننے سے انسان مؤمن نہیں ہو جاتا بلکہ ماننے سے مؤمن بنتا ہے جو ایمان اختیاری ہے اور شرعاً معتبر ہے حاصل یہ کہ معرفت کا جو حصہ معتبر ہوتا ہے وہ یہاں موجود نہیں تھا وہ معتبر نہیں اس لئے کفروا کہا گیا ہے۔

مؤمن کی تہذیب اور کافر کا تعذیب:..... عذاب میں مہین کی قید سے معلوم ہوا کہ مؤمن عاصی اور گنہگار مسلمان کا عذاب توہین کے لئے نہیں ہوگا بلکہ اس کی تطہیر مقصود ہوگی۔ جس طرح میلے کپڑے کو بھی پکاتے ہیں اور آگ میں تپاتے ہیں ڈنڈے لگاتے ہیں لیکن تعذیب کی نیت نہیں بلکہ تہذیب کی نیت سے یہی حال گنہگار مسلمان کا ہے۔

جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے:..... یہود کے اس کہنے سے کہ ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے۔ دوسری کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے ان کا حسد و کفر خوب طرح سے واضح ہو گیا۔ حق تعالیٰ اس کی تردید تین طرح فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ جب دوسری کتابیں بھی سچی واقعی اور صحیح ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ بلا دلیل ان کا انکار کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ جب قرآن مصدق تورات ہے تو اس کا انکار فی الحقیقت انکار تورات کو مستلزم ہے جو بقول تمہارے باطل ہونا چاہئے۔ تیسرے اگر ایمان بالتورات میں تم پورے اترتے ہو تو ایک ایک روز میں ستر ہزار انبیاء کا قتل تمہارے ہاتھوں کیسے ہوا؟ حالانکہ یہ احکام تورات کے صریح منافی ہے تمہارے اس عمل نے خود تمہارے قول کی تردید کر دی ہے۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے تمہاری یہ بات بے بنیاد اور غلط محض ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ أَيُّ الْمُعْجَزَاتِ كَالْعَصَا وَالْيَدِ وَفَلَقِ الْبَحْرِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ إِلَهًا مِنْ بَعْدِهِ أَيُّ بَعْدَ ذَهَابِهِ إِلَى الْمَيْمَاتِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿۹۲﴾ بِاتِّخَاذِهِ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ عَلَى الْعَمَلِ بِمَا فِي التَّوْرَةِ وَقَدْ رَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ الْجَبَلِ حِينَ امْتَنَعْتُمْ مِنْ قُبُولِهَا لِيَسْقُطَ عَلَيْكُمْ وَقُلْنَا خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ بَجِدِّ وَاجْتِهَادٍ وَاسْمَعُوا مَا تَأْمُرُونَ بِهِ سَمَاعَ قُبُولٍ قَالُوا سَمِعْنَا قَوْلَكَ وَعَصَيْنَاكَ أَمْرًا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ أَيُّ خَالَطَ حُبَّهُ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُخَالِطُ الشَّرَابُ بِكُفْرِهِمْ قُلْ لَهُمْ بِئْسَمَا شِئْنَا يَا أُمَّرُكُمْ بِهِ إِيْمَانُكُمْ بِالتَّوْرَةِ عِبَادَةُ الْعِجْلِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۹۳﴾ بِهَا كَمَا زَعَمْتُمْ الْمَعْنَى لَسْتُمْ بِمُؤْمِنِينَ لِأَنَّ الْإِيْمَانَ لَا يَأْمُرُ بِعِبَادَةِ الْعِجْلِ وَالْمُرَادُ أَبَاؤُهُمْ أَيُّ فَكَذَلِكَ أَنْتُمْ لَسْتُمْ بِمُؤْمِنِينَ بِالتَّوْرَةِ وَقَدْ كَذَبْتُمْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِيْمَانُ بِهَا لَا يَأْمُرُ بِتَكْذِيبِهِ قُلْ لَهُمْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ أَيُّ الْجَنَّةِ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً خَاصَّةً مِنْ دُونِ النَّاسِ كَمَا زَعَمْتُمْ فَتَمَنُّوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۴﴾ تَعْلَقَ بِتَمَنِّيهِ الشَّرْطَانِ عَلَى أَنَّ الْأَوَّلَ قَيْدٌ فِي الثَّانِي أَيُّ إِنْ صَدَقْتُمْ فِي زَعْمِكُمْ أَنَّهَا لَكُمْ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ يُؤْتِرُهَا وَالْمُؤْصِلُ إِلَيْهَا الْمَوْتُ فَتَمَنُّوهُ وَلَنْ يَتَمَنُّوهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَهُمْ مِنْ كُفْرِهِمْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَلْزِمُ لِكُذْبِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۹۵﴾ الْكَافِرِينَ فَيَجَازِيهِمْ وَلَتَجِدَنَّهُمْ لَمْ قَسَمِ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَوَاتِهِمْ وَأَحْرَصَ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا الْمُكْفِرِينَ لِلْبَعْثِ عَلَيْهَا لِعِلْمِهِمْ بِأَنَّ مَصِيرَهُمْ إِلَى النَّارِ دُونَ الْمُشْرِكِينَ لِأَنَّكَارِهِمْ لَهُ يَوْدٌ يَتَمَنَّى أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ لَوْ مَصْدَرِيَّةٌ بِمَعْنَى أَنْ وَهِيَ بِصِلَتِهَا فِي تَأْوِيلِ مَصْدَرٍ مَفْعُولٍ يَوْدٌ وَمَا هُوَ أَيُّ أَحَدُهُمْ بِمَنْزَحَرِهِ

ع ۱۱
 ۱۱
 مُبْعِدِهِ مِنَ الْعَذَابِ النَّارِ أَنْ يُعْمَرَ ۖ فَاعِلٌ مُزَحَّجٌ هِ آى تَعْمِيرُهُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ ۚ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ بِالْيَأْيِ وَالنَّاءِ
 فِي جَارِيهِمْ

ترجمہ:..... اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلائل لے کر آئے (یعنی معجزات جیسے عصائی موسوی اور ید بیضا اور دریائے نیل کا پھٹنا) مگر اس پر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو (معبود) بنا لیا۔ (بعد حضرت موسیٰ کے طور پر تشریف لے جانے کے) اور تم ستم ڈھا رہے تھے (اس گوسالہ پرستی میں) اور جبکہ ہم نے تم سے قول و قرار لیا (احکام تورات پر عمل درآمد کے لئے) حالانکہ لاکھڑا کیا تھا ہم نے تم پر طور (پہاڑ جس وقت کہ تم نے ان کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ تم پر گرانے کے ارادہ سے اور ہم نے حکم دیا کہ) لو تھا مو! جو کچھ ہم تم کو دے رہے ہیں۔ ہمت (جدوجہد و کوشش) کے ساتھ اور سنو (احکام کو قبولیت کے کانوں سے) کہنے لگے ہم نے سن لیا (آپ کے حکم کی) نافرمانی اور ان کے دلوں میں گوسالہ پیوست ہو گیا تھا (یعنی اس کی محبت ان کے دلوں میں شراب کی طرح پیوست ہو گئی تھی) ان کے کفر کی وجہ سے۔ فرمادیتے آئے (ان سے) بہت بڑے ہیں یہ افعال جن کی تعلیم تم کو تمہارا ایمان (بالتورات) کر رہا ہے (گوسالہ پرستی) اگر تم اہل ایمان ہو (جیسا کہ تمہارا گمان ہے حاصل یہ کہ تم مؤمن نہیں ہو کیونکہ ایمان گوسالہ پرستی کا حکم نہیں دیتا۔ ان لوگوں سے مراد اصل ان کے آباؤ اجداد ہیں یعنی اس لحاظ سے تم بھی مؤمن بالتورات نہیں ہو کہ تم نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کر دی ہے حالانکہ ایمان بالتورات آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی اجازت نہیں دیتا) فرمادیتے آئے (ان سے) اگر عالم آخرت (جنت) اللہ کے نزدیک محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے (جیسا کہ تمہارا گمان ہے) تو تم موت کی تمنا کر کے دکھلا دو اگر تم سچے ہو (تمنائے موت کے ساتھ دو شرطیں اس طرح متعلق ہیں کہ اول شرط دوسری شرط کے لئے قید ہے یعنی اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ دار آخرت صرف تمہارے لئے مخصوص ہے اور جس کے لئے اس طرح مخصوص ہوگی وہ اس کو ضرور ترجیح دے گا اور چونکہ اس تک رسائی بذریعہ موت ہو سکتی ہے اس لئے تمنائے موت کر دکھلاؤ) اور وہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔ بوجہ اپنی کثرت کے (یعنی آنحضرت ﷺ سے ان کے کفر کے باعث جو آپ کی تکذیب کو مستلزم ہے) اور حق تعالیٰ کو خوب طرح اطلاع ہے ان ظالم (کافروں کی وہ انکو ضرور سزا دیں گے) اور آپ یقیناً ان کو پائیں گے (اس میں لام موطئہ للقسیم ہے) عام لوگوں سے زیادہ حریص دنیاوی زندگانی پر (اور زیادہ حریص) مشرکین سے بھی (جو قیامت کے منکر ہیں کیونکہ ان کے اپنے جہنم رسید ہونے کا یقین ہے۔ اور مشرکین تو قیامت کے ہی قائل نہیں ہیں کہ وہ اس اندیشہ کی وجہ سے طول حیات کے متمنی ہوں) ہوس رکھتا ہے (تمنا کرتا ہے) ان میں سے ایک ایک شخص کہ کاش اس کی عمر ہزار برس ہو جائے (لفظ لو مصدر یہ ہے ان کے معنی میں اور یہ مع اپنے صلہ کے بتاویل مصدر ہو کر یوڈ کا مفعول ہوگا) اور وہ (ان میں سے وہ شخص) نہیں بچا سکتا (دور نہیں کر سکتا) عذاب (نار) سے معمر ہو جانا (لفظ ان يُعْمَرُ مُزَحَّجٌ کا فاعل ہے بتاویل ان مصدر یہ ہے یعنی تعمیرہ) اور حق تعالیٰ کے پیش نظر ان کے یا تمہارے سب اعمال ہیں (لفظ یعلمون کی قرأت تا اور یا کے ساتھ دونوں طرح ہے اس لئے وہ ان کو ضرور بدل دیں گے۔

ترکیب و تحقیق:..... مفسر علام نے وَاَنْتُمْ ظَلِمْتُمْ کے بعد بِاتِّخَاذِهِ نکال کر اس جملہ کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے یعنی تمہاری قوم ظلم پیشہ ہے۔ جبہ جلال محقق نے واشر بوا کی حالت بتقدیر المضاف قرار دی ہے۔ اس میں استعارہ بالکنایہ ہے گوسالہ پرستی کی محبت کو شراب لذیذ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وجہ شبہ التذاذ ہے۔ مشبہ بہ کے لوازم شروب کا اثبات استعارہ تخلیہ ہے۔ مضاف کو حذف کر کے العجل کو شراب کی سبت کے لئے قائم مقام بطور مبالغہ کے کر دیا ہے یَاْمُرُكُمْ بِهِ اِيْمَانُكُمْ اِيْمَان

کی نسبت ان کی طرف اسی طرح امر کا انتساب ایمان کی طرف دونوں میں تہکم مقصود ہے المعنی سے جلال محقق قیاس جملی کی شکل اول بنا کر نتیجہ نکال رہے ہیں یعنی اِغْتِقَادُكُمْ بِأَمْرِكُمْ بِعِبَادَةِ الْعَجَلِ صغریٰ ہے اور كُنْ اِغْتِقَادُ كَذَلِكَ فَهُوَ كُفْرٌ كِبْرِيٌّ ہے حد اوسط حذف کر کے اعتقاد کم کفر نتیجہ نکلتا ہے۔ خالصۃ جن نحو یوں کے نزدیک کان کے اسم سے حال بنانا جائز ہے ان کے نزدیک یہ حال ہوگا کہ الدار الاخرۃ سے ورنہ خبر کی ضمیر مستتر سے حال ہو جائے گا۔ تعلق بتمنیہ حاصل اس قاعدہ کا یہ ہے کہ جہاں دو شرطیں جمع ہو جائیں اور ان کے درمیان جواب آجائے تو شرط اول دوسری شرط کی قید ہو جائے گی اور جواب دوسری شرط کا ہو جائے گا۔ یہاں تقدیر اس طرح ہوگی اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فِی رِغْمِكُمْ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَكُمْ خَاصَّةٌ۔ فَتَمَنُّوا الْمَوْتَ دوسری ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس جواب کو پہلی شرط کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے اور دوسری شرط کا جواب محذوف ہوگا جس پر پہلی شرط کا جواب دلالت کرے گا۔ یہ قیاس استثنائی ہے جس کی نقیض تالی کا استثناء فلن يتمنوه الخ سے کیا گیا ہے اور المستلزم لکذبہم سے مفسر جلال نقیض مقدم کی طرف اشارہ کر رہے ہیں و احرص نکال کر الذین اشرکوا کے الناس پر معطوف ہونے کا اشارہ کیا ہے حالانکہ ثانی اول میں داخل ہے لیکن عام ملائکہ سے جبریل و میکائیل کی تخصیص بعد التعمیم جس طرح مصحح عطف ہے ایسے ہی یہاں ہے یہ عطف خاص علی العام یہود کی نقیض شان کے لئے بھی ہے اور اب یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ مشرکین ان سے زیادہ حریص ہونے چاہئیں يعلمہم سے مفسر جلال بھی اس عطف کا نکتہ بتلانا چاہتے ہیں ماہو ضمیر کا مرجع یعمرو کا مصدر ہے اور ان یعمرو اس سے بدل ہے اور یا ضمیر کو مبہم اور ان یعمرو کو اس کا بیان کہا جائے یود احدہم یہ ان کی زیادتی حرص کا بیان ہے بطور استیناف کے اور لو تمنائیہ ہے اور یعمرو حکایت ہے یود کی اسی لئے یود احدہم کی موافقت میں غائب کے صیغہ سے استعمال ہے ورنہ لو اعمرو ہونا چاہئے تھا ان یعمرو موضع رفع میں ہے فاعل ہونے کی وجہ سے ای و ما الرجل بمزحزحہ تعمیرہ۔

رابطہ:..... پچھلی آیات میں یہود نے نومن بما انزل علینا کا دعویٰ کیا تھا اس کی تردید کئی وجوہ سے کی گئی ہے اگلی دو آیتوں میں اسی رد کا تمہ مذکور ہے اور پھر ان کے بعد کی دو آیتوں میں ان کا چھبیسواں (۲۶) معاملہ مذکور ہے۔ یعنی بعض یہود کے اس دعویٰ کا جواب دینا ہے کہ آخرت کی نعمتیں خالص طور پر ہمارے ہی ساتھ مخصوص ہوں گی۔ بینات سے مراد عصائے موسوی، ید بیضا، فلق بخر وغیرہ معجزات ہیں جو تورات سے پہلے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے تھے۔

﴿ تشریح ﴾:..... بد عملی کی انتہاء:..... حاصل رد یہ ہے کہ گو سالہ پرستی جیسے صریح فعل شرک کے ہوتے ہوئے جس میں ایمان باللہ اور ایمان بموسیٰ دونوں کی تکذیب لازم آرہی ہے۔ تمہارا دعویٰ ایمان کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ در آنحالیکہ نوبت حق تعالیٰ کی ناراضگی کی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ تخویف کے لئے کوہ طور تم پر لاکھڑا کرنا پڑا جس سے تمہاری بد حال تاریخ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

کلام الہی میں تکرار:..... گو سالہ پرستی اور ”رفع طور“ کا تذکرہ اگرچہ اس سے پہلے بھی آچکا ہے لیکن وہاں ان کے معاملات قبیحہ کے ذیل میں بیان تھا اور یہاں ان کے دعویٰ ایمان کی تردید و تکذیب مقصود ہے اس لئے تاکید تکرار نہیں کہا جائے گا بلکہ تائیدی فائدہ اور تجدد و تعدد اغراض پر محمول کیا جائے گا۔ رہا یہود موجودین پر رد۔ سو یا تو ان کے حامی اور طرفدار ہونے کی وجہ سے ہے اور یا اس لئے کہ جن کے اسلاف ایسے ہیں ان کے اخلاف خلف کیسے ہوں گے۔ خطاب اور عتاب میں شریک کیا گیا ہے۔

صحیح اور غلط عقیدہ کا فرق: یہود کے دعوؤں کا حاصل یہ تھا کہ (۱) ہم دین حق پر ہیں اس لئے ہماری نجات ضروری ہے (۲) ہم میں جو گنہگار ہیں ان کو چندے سزا ہوگی (۳) اور جو لوگ مرحوم یا تائب ہیں وہ ابتداء جنت میں چلے جائیں گے (۴) جو لوگ مطیع ہیں وہ مثل اولاد و احباب کے خدا کے محبوب و مقرب ہیں۔ دراصل یہ تمام دعوے کسی شخص کے دین حق پر قائم ہونے کی صورت میں اگرچہ فی نفسہ صحیح اور صادق ہیں لیکن چونکہ دین موسوی کے منسوخ ہونے کی وجہ سے یہود واقع میں دین حق پر نہ تھے اس لئے حق تعالیٰ نے جا بجا مختلف طریقوں سے ان کی تردید فرمائی ہے۔ مجملاً ان کے ایک طریقہ کی تقریر یہاں مذکور ہے۔

خدائی فیصلہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ تم لوگ اگر مناظرہ سے فیصلہ نہیں کر سکتے جس میں علم و فہم اور نظر و فکر کی کسی درجہ میں ضرورت پیش آتی ہے تو ہم تمہیں ایک سہل اور آسان راستہ بتلاتے ہیں جس میں صرف زبان ہلانے کی نوبت آئے گی اور اس سے زیادہ تمہیں اور کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ اگر تم نے اپنی زبان سے موت کی تمنا کر کے دکھلا دی اور یہ کہہ دیا کہ چونکہ دارِ آخرت ہم کو محبوب اور اس کی نعمتیں مرغوب ہیں اور ان تک رسائی کا راستہ صرف موت ہے اس لئے ہم موت کی تمنا کرتے ہیں تو بطریق غیر معتاد اور خرق عادت اگر تم نے اتنا کلمہ کہہ دیا تو ہم ہارے اور تم جیتے۔ اور اگر پھر بھی نہ کہہ سکے تو اس چیلنج کے بعد ہمارا صادق اور تمہارا کاذب ہونا واضح ہو جائے گا۔ لیکن ہم پیشن گوئی کئے دیتے ہیں کہ تم لوگ اس نیت سے ہرگز زبان نہیں ہلا سکتے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ اضطراراً چونکہ یہود اپنا باطل اور کفر پر ہونا اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کا ایمان اور حق پر ہونا خوب طرح جانتے تھے اس لئے کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ زبان ہی یارائی نہ کر سکی اور کچھ ایسے کھوئے گئے کہ دیوار بولے تو وہ بولیں۔ فی الحقیقت اثباتِ حقانیتِ اسلام کا یہ ایک بہت ہی بڑا معجزہ ہوا۔ ورنہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے جس درجہ عداوت اور مخالفت تھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس پیشن گوئی پر ان کو بڑا جوش و خروش آنا چاہئے تھا اور ضرور آیا ہوگا لیکن کیا کرتے خود کو موت کے منہ میں دیکھ کر ہاتھ پیر مسل کر رہ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گائے جس طرح قصائی کے سامنے جانے سے ڈرتی ہے یہی حال ان کا ہوا۔ کہ موت کے بعد کی ہولناکیوں اور اپنی کرتوت کی پاداش کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا تو موت سے بھاگنے لگے اور ڈرنے لگے پھر اس کے بعد خیر نہیں اس سے ان کے سفید جھوٹ کا پول کھل گیا ہے۔

شبہات اور ان کا جواب: یہ احتجاج ہر زمانہ کے یہود کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے یہود سے خطاب ہے اور لفظ ابد انہی کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ نیز یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ممکن ہے کہ کسی یہودی نے ایسی تمنا کی ہو اور اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو کیونکہ ہر زمانہ میں قرآن کے حامیین سے زیادہ مخالفین رہے ہیں اگر کسی نے تمنا کی ہوتی تو عاۃ قرآن کی نسبت اس کا محفوظ رہنا زیادہ قرین قیاس تھا۔ اس طرح یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ موت سے تو کراہت طبعی ہوتی ہے یا خوف سزا ہوتا ہے اس لئے تمنا نہ کی ہوگی۔ نیز تمنائے موت شرعاً ممنوع ہے اس لئے ان سے پھر کیسے اس کی درخواست کی گئی ہے۔ جواب یہ ہے کہ بلا ضرورت تمنائے موت کی درخواست نہیں کی گئی ہے کہ یہ شبہات متوجہ ہوں بلکہ دلائل عقلیہ و سمعیہ ہونے کے باوجود فیصلہ نہ ہونے پر تمام تردیدار و مددگار چونکہ حق ناحق کے اظہار کا تمنائے موت ٹھہرتی ہے اس لئے اب شرعاً کراہت نہیں رہی..... اور طبعی کراہت قابلِ ملتفات نہیں ہوگی آگے و لتسجد نھم میں مشرکین سے بڑھ کر حرصِ زندگانی پر تحیر کا اظہار کیا گیا ہے کہ مشرکین عرب چونکہ منکرِ آخرت کے قائل ہیں بلکہ اس کی تمام تر نعمتوں کے مستحق صرف اپنے کو سمجھتے ہیں اس کے باوجود دنیا میں ہمیشہ رہنے کی آرزو اور موت کی عدم تمنا یہ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اختصاص کا دعویٰ محض زبانی ہے دل میں یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ آخرت میں کیا گت بنے گی۔ اس لئے جب تک جان بچے بچائے جائیں گے۔

علامت ولایت:..... اس سے معلوم ہوا کہ منجملہ علامات ولایت کے ایک علامت حب موت ہے خواہ طبعاً ہو یا عقلاً حسب مراتب و احوال۔

وَسَأَلَ ابْنُ صُورِيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَمَّنْ يَأْتِي بِالْوَحْيِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ جِبْرِيءُ يَلُفُّ فَقَالَ هُوَ عَدُوْنَا يَأْتِي بِالْعَذَابِ وَلَوْ كَانَ مِيكَائِيلُ لَأَمْنَا لِأَنَّهُ يَأْتِي بِالْخُصْبِ وَالسَّلَامِ فَنَزَلَ قُلْ لَهُمْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا الْجِبْرِيلَ فَلَيُمْتُ غِيظًا فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ أَيُّ الْقُرْآنِ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ بَأْمْرِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَهُدًى مِنَ الضَّلَالَةِ وَبُشْرَى بِالْجَنَّةِ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ بِكُسْرِ الْجِيمِ وَفَتَحَهَا بِلَاهْمَزَةٍ وَبِهِ بِيَاءٌ وَذُوْنَهَا وَمِيكَالٌ عَطْفٌ عَلَى الْمَلَائِكَةِ مِنْ عَطْفِ الْخَاصِ عَلَى الْعَامِ وَفِي قِرَاءَةِ مِيكَائِيلَ بِهَمْزَةٍ وَيَاءٍ وَفِي أُخْرَى بِبِلَايَاءٍ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ﴿۹۸﴾ أَوْقَعَهُ مَوْقِعَ لَهُمْ بَيَانًا لِحَالِهِمْ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَضْحَاتِ حَالَ رَدِّ لِقَوْلِ ابْنِ صُورِيَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتَنِي بِشَيْءٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿۹۹﴾ كَفَرُوا بِهَا أَوْ كَلَّمَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَهْدًا عَلَى الْإِيمَانِ بِالنَّبِيِّ إِنْ خَرَجَ أَوْ النَّبِيُّ أَنْ لَا يَتَعَاوَنُوا عَلَيْهِ الْمُشْرِكِينَ تَبَدُّهُ طَرْحَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِنَقْضِهِ جَوَابٌ كَلَّمَا وَهُوَ مَحَلُّ الْإِسْتِفْهَامِ الْإِنْكَارِي بَلْ لِلِإِنْتِقَالِ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ آيِ التَّوْرَةِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ أَي لَمْ يَعْمَلُوا بِمَا فِيهَا مِنَ الْإِيمَانِ بِالرَّسُولِ وَغَيْرِهِ كَانَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ مَا فِيهَا مِنْ إِنَّهُ نَبِيُّ حَقٌّ أَوْ أَنَّهَا كِتَابُ اللَّهِ

ترجمہ:..... ابن صور یا یہودی نے آنحضرت ﷺ سے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ استفسار کیا کہ فرشتوں میں سے وحی کون فرشتہ لاتا ہے؟ فرمایا کہ جبریل! کہنے لگا کہ وہ فرشتہ تو ہمارا دشمن ہے جو عذاب لے کر آتا رہا ہے۔ اگر میکائیل وحی لاتا تو ہم ایمان لے آتے کیونکہ وہ خوشحالی اور سلامتی لانے والا فرشتہ ہے۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ (فرمادیجئے آپ (ان سے) کہ جو شخص جبریل سے دشمنی رکھتا ہے (اس کو غصہ سے مرجانا چاہئے) کیونکہ انہوں نے اتارا ہے (قرآن پاک کو) آپ کے قلب تک خدا کے حکم سے اس کی حالت یہ ہے کہ یہ تصدیق کر رہا ہے اس چیز کو جو اس کے سامنے ہے (اپنے سے پہلی کتابوں کی) اور رہنمائی کر رہا ہے (مگر اسی سے) اور خوشخبری سن رہا ہے (جنت کی) ایمان والوں کو جو شخص دشمن ہوگا اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں کا اور جبریل کا (یہ لفظ جیم کے کسرہ اور فتح کی ساتھ بغیر ہمزہ کے اور مع الہمزہ اور یا اور بغیر یا کے ساتھ آتا ہے) اور میکائیل کا (اس کا عطف ملائکہ پر بطریق عطف خاص علی العام ہے۔ اور دوسری قرأت میں میکائیل ہمزہ اور یا کے ساتھ ہے اور ایک قرأت میں بغیر یا کے ہے) سو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے (یہ جملہ اسم ظاہر بجائے لہم ضمیر کے استعمال کیا گیا ہے ان کا حال بیان کرنے کے لئے) اور ہم نے تو نازل کئے آپ پر (اے محمد ﷺ) بہت سے کھلے دلائل (واضح ترکیب میں یہ حال ہے اور جواب ہے ابن صور یا کے اس قول کا کہ "اے محمد! آپ

ہمارے پاس کچھ لے کر نہیں آئے۔ اور کوئی انکار نہیں کیا کرتا ان دلائل کا۔ بجز ان لوگوں کے جو عدول حکمی کے عادی ہیں (کیا انہوں نے کفر نہیں کیا) حالانکہ جب کبھی بھی ان لوگوں نے عہد کیا ہوگا (اللہ سے) وعدہ (نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا اگر آپ مبعوث ہوئے یا خود آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا ہو کہ ہم آپ کے دشمن مشرکین کی حمایت و مدد نہیں کریں گے) نظر انداز کر دیا ہوگا (پھینک دیا ہوگا) کسی نہ کسی فریق نے ان میں سے (عہد شکنی کر کے۔ یہ کلمہ کا جواب ہے اور یہی محل استفہام انکاری ہے) بلکہ (یہ لفظ ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف انتقال کے لئے ہے۔ ان میں سے زیادہ لوگ ایسے ہی نکلیں گے جو یقین ہی نہیں رکھتے اور جب ان کے پاس تشریف لائے پیغمبر اللہ کی جانب سے (محمد ﷺ) جو تصدیق کرنے والے ہیں اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے۔ پھینک دیا اہل کتاب میں سے ایک فریق نے کتاب اللہ (تورات) کو اس طرح پس پشت (یعنی تورات میں جو کچھ ایمان بالرسول وغیرہ احکام ہیں ان پر عمل نہیں کیا) کہ گویا اصلاً علم ہی نہیں رکھتے (جو کچھ اس میں آپ کے نبی برحق ہونے اور کتاب اللہ کے باب میں ہے۔)

تحقیق و ترکیب:..... ابن صوریہ علمائے یہود فدک میں سے تھا۔ عبد اللہ نام تھا۔ او عمر مفسرِ علام نے شان نزول کی دونوں روایتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمین چونکہ عوالی مدینہ میں تھی اس لئے جاتے ہوئے کبھی یہود کے مدارس پر آپ کا گزر ہوتا تو امتحاناً اور اسلام میں بصیرت و پختگی حاصل کرنے کے لئے تورات کا کچھ حصہ اور علمائے یہود کا کچھ مذاکرہ سن لیتے جس سے یہود آپ سے مانوس ہو گئے کہنے لگے یا عمر لقد اجناک لیکن اس اظہارِ محبت کے جواب میں حضرت عمرؓ نے حق گوئی سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ بخدا مجھے تم سے محبت نہیں میں تو صرف آنحضرت ﷺ کے بارے میں بصیرت قلبی حاصل کرنے کے لئے چلا آتا ہوں۔

ایک مرتبہ جبریل و میکائیل کے متعلق جب مندرجہ بالا گفتگو ہوئی تو سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے مزید دریافت فرمایا کہ اللہ کے نزدیک جبریل و میکائیل کا کیا درجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جبریل اللہ کی ذنی طرف اور میکائیل بائیں جانب رہتے ہیں اور ان کے درمیان عداوت رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو اے امحقو! ہرگز ان کے مابین عداوت نہیں ہو سکتی بلکہ جو ان کا دشمن وہ خدا کا دشمن ہے! یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس واقعہ سے پہلے ہی مطلع کیا جا چکا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا القد و افقک ربک یا عمر۔ جبریل اس میں چار قرأتیں ہیں ایک کسر جیم کے ساتھ بلا ہمزہ بروزن قندیل۔ دوسری فتح جیم کے ساتھ بغیر ہمزہ بروزن شمول۔ تیسرے ہمزہ اور یاء کے ساتھ بروزن سلسبیل اور چوتھے ہمزہ کے ساتھ بلا یاء کے بروزن حمرش۔ غرضیکہ بلا ہمزہ کا تعلق کسرہ جیم اور فتح جیم دونوں کے ساتھ ہے۔ اور بسہ کا مرجع صرف فتح جیم ہے نہ کہ کسرہ جیم۔ خلاصہ یہ کہ چاروں قرأتوں میں سے صرف ایک قرأت کسرہ جیم کے ساتھ ہے۔ باقی تین قرأتیں فتح جیم کی ہیں۔ من عطف الخاص بلاغت کے لحاظ سے اس میں نکتہ فضل و کمال ہوتا ہے گویا تغایر فی الوصف گو بمنزلہ تغایر فی الذات قرار دے لیا جاتا ہے۔ بیانا لحالہم چونکہ جزاء کا ترتیب شرط کے تمام اجزاء پر الگ الگ ہوتا ہے۔ مجموعہ شرط پر نہیں ہوتا اس لئے معنی یہ ہوئے کہ اللہ ان سے عداوت ان کے کفر کی وجہ سے رکھتا ہے اور ملائکہ کی عداوت کفر ہے۔ انبیاء کی عداوت کفر ہے جو ان کا دشمن وہ خدا کا دشمن۔

ولقد انزلنا یہ قصہ کا قصہ پر عطف ہے۔ او کلمہ سے پہلے مفسر جلال نے کفر و ابھانکال کر اشارہ کر دیا کہ ہمزہ کا دخول محذوف ہے اور واؤ عاطفہ ہے اسی محذوف پر عھدوا کے بعد لفظ اللہ یا النبی اس لئے مقدر مانا ہے کہ عھدا منصوب بنا بر مفعول بہ کے اور عھدوا متضمن ہے اعطوا کے اور مفعول اول محذوف ہے۔ یا لفظ اللہ یا لفظ نبی دونوں صورتوں میں معاہدہ کا مضمون بدل جائے گا۔ جس کی طرف جلال محقق نے اشارہ فرمایا ہے۔ وہو محل الاستفہام تقدیر عبارت اس طرح ہوگی ماکان ینبغی لہم نبذ

العہد الخ وراء ظہور کے بعد لم يعملوا اس لئے مقدر مانا گیا ہے کہ یہاں نبذ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں کہ تورات کو پس پشت ڈال دیا کیونکہ آج تک یہود تورات کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کو سر و سینہ سے لگاتے ہیں بلکہ ترک عمل مقصود ہے۔

رابطہ: یہاں سے ان کے ستائیسویں (۲۷) معاملہ کا بیان ہے جس کی تفصیل مفسر علام نے بذیل شان نزول بیان کر دی ہے اور ولقد انزلنا میں اٹھائیسویں (۲۸) معاملہ کا تذکرہ ہے۔

﴿تشریح﴾: اللہ والوں سے دشمنی کا انجام: حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم جبکہ آسمانی کتاب

ہے، تو محض جبریل کی عداوت کی وجہ سے اس کو نہ ماننا بڑی بے وقوفی اور حماقت ہے۔ رہا جبریل کی دشمنی سو چونکہ وہ سفیر محض ہیں۔ ان کی دشمنی بالواسطہ اللہ کی دشمنی کے مترادف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے ساتھ دشمنی کرنا اللہ کی دشمنی کا موجب ہے باقی سفارتی تعلق سو اس کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے اول سفیر مامور ہو، دوسرے امین ہو۔ یہود عناد کی وجہ سے بظاہر اگرچہ جبریل کی امانت کے منکر ہوں لیکن فی الحقیقت ان کی امانت کے قائل تھے اس آیت میں اسی ظاہری انکار کی تقدیر پر کلام میں اثبات پر زور دیا گیا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو بواسطہ جبریل کے آپ پر نازل کیا گیا ہے اس لئے مامور کی عداوت حاکم کی عداوت کو مستلزم ہے۔

قرآن کے الفاظ و معانی دونوں کلام الہی ہیں: دوسری آیت میں علیٰ قلبک کی تخصیص سے یہ شبہ

نہیں کرنا چاہئے کہ معانی کا ورود چونکہ قلب پر ہوتا ہے اور الفاظ کا تعلق قلب سے نہیں ہوتا بلکہ کانوں سے ہوتا ہے اس لئے الفاظ من جانب اللہ نہیں ہیں صرف معانی منزل من اللہ ہوں؟ جواب یہ ہے کہ معانی کا ادراک جس طرح قلب سے ہوتا ہے الفاظ کا ادراک بھی دراصل قلب ہی کرتا ہے۔ آنکھ، کان، ناک تو محض آلات ہیں جن سے بغیر قلب کی امداد کے کام نہیں لیا جاسکتا۔ بالخصوص حالت وحی میں بظاہر ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہوتی ہے اور ظاہری حواس فاعل نہیں رہتے اس وقت بلا واسطہ کان الفاظ بھی قلب ہی پر وارد ہوتے ہیں۔ دوسرے قرآن کریم میں جا بجا لسان عربی کے ساتھ نزول کا ذکر موجود ہے اس لئے اس شبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

معاند کے لئے ہزار دلائل بھی بیکار ہیں: آگے ولقد انزلنا میں بھی اسی ابن صوریہ کے اس سوال کا جواب

ہے کہ آپ پر کوئی ایسی واضح دلیل نازل نہیں ہوئی جس کو ہم پہچان لیتے۔ دراصل جواب یہ ہے کہ ہزاروں دلائل پیش کئے جن کو وہ بھی پہچانتے ہیں لیکن ان کا انکار نہ جاننے سے نہیں بلکہ نافرمانی کی عادت کی بنیاد پر ہے۔ جیسا کہ عہد شکنی ان میں سے بعض کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور وہ ہمیشہ اس جرم کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ بعض انصاف پسند اور اطاعت شعار جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ وہ اس فریق سے خارج ہیں۔

وَاتَّبِعُوا عَظْفًا عَلَىٰ نَبَذَ مَا تَلَّوْا آي تَلَّتِ الشَّيْطَانُ عَلَىٰ عَهْدِ مُلْكٍ سُلَيْمَانَ مِنَ السِّحْرِ وَكَانَ دَفْنَهُ تَحْتَ كُرْسِيِّهِ لَمَا نَزَعَ مُلْكُهُ أَوْ كَانَتْ تَسْرِقُ السَّمْعَ وَتَضُمُّ إِلَيْهِ أَكَاذِيبَ وَتُلْقِيهِ إِلَى الْكُهْنَةِ فَيَدُونُونَهُ وَفَشَا ذَلِكَ وَشَاعَ أَنَّ الْجِنَّ تَعْلَمُ الْغَيْبَ فَجَمَعَ سُلَيْمَانُ الْكُتُبَ وَدَفَنَهَا فَلَمَّا مَاتَ دَلَّتِ الشَّيَاطِينُ عَلَيْهَا النَّاسَ فَاسْتَخَرُوا جُوهَهَا فَوَجَدُوا فِيهَا السِّحْرَ فَقَالُوا إِنَّمَا مَلَكَكُمْ بِهَذَا فَتَعَلَّمُوهُ وَرَفُضُوا كُتُبَ أَنْبِيَائِهِمْ قَالَ تَعَالَى تَبَرُّةً لِسُلَيْمَانَ وَرَدًّا عَلَى الْيَهُودِ فِي قَوْلِهِمْ أَنْظِرُوا إِلَى مُحَمَّدٍ يَذُكُرُ سُلَيْمَانَ فِي الْأَنْبِيَاءِ وَمَا كَانَ إِلَّا

سَاحِرًا وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَنُ أَيُّ لَمْ يَعْمَلِ السِّحْرَ لِأَنَّهُ كُفِّرَ وَلَكِنَّ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ الشَّيْطَانِ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ الْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ ضَمِيرٍ كَفَرُوا وَ يُعَلِّمُونَهُمْ مَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ أَيُّ الْهَمَاءُ مِنَ السِّحْرِ قُرَى بِكَسْرِ اللَّامِ الْكَاثِنَيْنِ بَبَابِلَ بَلَدٌ فِي سَوَادِ الْعِرَاقِ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۖ بَدَلٌ أَوْ عَطْفٌ بَيَانٌ لِلْمَلَكَيْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُمَا سَاحِرَانِ كَانَا يُعَلِّمَانِ السِّحْرَ وَقِيلَ مَلَكَانِ أُنزِلَا لِتَعْلِيمِهِ ابْتِلَاءً مِنَ اللَّهِ لِلنَّاسِ وَمَا يُعَلِّمُونَ مِنْ زَائِدَةٍ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا لَهُ نُصْحًا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ بَلِيَّةٌ مِنَ اللَّهِ لِلنَّاسِ لِيَمْتَحِنَهُمْ بِتَعْلِيمِهِ فَمَنْ تَعَلَّمَهُ كَفَرَ وَمَنْ تَرَكَهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا تَكْفُرُ بِتَعْلِيمِهِ فَإِنَّ ابْنِي إِلَّا التَّعَلَّمَ عِلْمَاءُ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يَفْرَقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۖ بِأَنَّ يُبْغِضَ كَلَامَ مِنْهُمَا إِلَى الْآخِرِ وَمَاهُمُ أَيُّ السِّحْرِ بِضَارِّينَ بِهِ بِالسِّحْرِ مِنْ زَائِدَةٍ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ بِإِرَادَتِهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۖ وَهُوَ السِّحْرُ وَلَقَدْ لَامُ قَسَمَ عَلِمُوا أَيُّ الْيَهُودَ لَمَنْ لَامُ ابْتِدَاءً مُعَلِّقَةً لِمَاقِلَتِهَا مِنَ الْعَمَلِ وَمَنْ مَوْصُولَةً اشْتَرَاهُ اخْتَارَهُ أَوْ اسْتَبَدَّلَهُ بِكِتَابِ اللَّهِ مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ ۖ نَصِيبٌ فِي الْجَنَّةِ وَلَبِئْسَ مَا شِئْنَا شَرًّا وَابْعَاؤًا بِهِ أَنْفُسَهُمْ ۖ أَيُّ الشَّارِبِينَ أَيُّ حَظَّهَا مِنَ الْآخِرَةِ أَنْ تَعَلَّمُوهُ حَيْثُ أَوْجِبَ لَهُمُ النَّارَ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۲﴾ حَقِيقَةً مَا يَصِيرُونَ إِلَيْهِ مِنَ الْعَذَابِ مَا تَعَلَّمُوهُ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَيُّ الْيَهُودَ آمَنُوا بِالنَّبِيِّ وَالْقُرْآنِ وَاتَّقَوْا عِقَابَ اللَّهِ بِتَرْكِ مَعْاصِيهِ كَالسِّحْرِ وَجَوَابٌ لَوْ مَحذُوفٌ أَيُّ لَا يُبَيِّنُوا دَلَّ عَلَيْهِ لَمْ تُؤَبِّهْ ثَوَابٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَاللَّامُ فِيهِ لِلْقَسَمِ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ ۖ خَبْرَةٌ مِمَّا شَرُّوا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۳﴾ أَنَّهُ خَيْرٌ لِّمَا اتَّوَّهُ عَلَيْهِ -

ع ۱۲

ترجمہ: اور یہود نے اتباع کیا (اتبعوا کا عطف بند پر ہے) ایسی چیز کا جس کا چرچا کیا کرتے تھے (تتلوا مضارع کا صیغہ بجائے قسالت ماضی کے ہے) شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے (عہد) سلطنت میں (مراد جادو ہے جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے زوال سلطنت کے وقت اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا تھا۔ یا شیاطین آسمانی باتیں چوری چھپے سن لیتے تھے اور خود ساختہ بہت سے جھوٹ اس میں ملا لیتے تھے اور کاہنوں کو سنا دیتے تھے اور کاہن اس کو باقاعدہ مدون و مرتب کر لیا کرتے تھے۔ اسی طریقہ سے یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ جنات غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سب کتابوں کو جمع کر کے دفن کر دیا تھا لیکن جب ان کی وفات ہوئی تو شیاطین نے لوگوں کی اس طرف رہنمائی کی دفن شدہ کتابوں کو نکالا گیا تو اس میں سحر نکلا۔ اس سے لوگوں میں چرچا ہونے لگا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی جادو کے زور سے تم پر حکومت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عام لوگوں نے بھی سحر سیکھنا شروع کر دیا اور انبیاء کی تعلیمات اور کتابوں کو چھوڑ بیٹھے۔ حضرت سلیمان کی برأت ظاہر کرتے ہوئے اور یہود کے اس قول کی تردید کرنے کے لئے کہ محمد گودیکھو سلیمان کا ذکر انبیاء کے سلسلے میں کر رہے ہیں حالانکہ سلیمان محض ایک جادوگر تھے (حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) حضرت سلیمان نے کفر نہیں کیا (جادو کا عمل نہیں کیا کیونکہ وہ کفر ہے) لیکن (لفظ لکن تشدید و تخفیف کے ساتھ دونوں طرح

پڑھا گیا ہے) شیاطین کفر کیا کرتے تھے دراصل ایکہ لوگوں کو سحر کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے (یہ جملہ حال ہے ضمیر کفر واسے) اور لوگوں کو سکھایا کرتے تھے جو ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا (یعنی ان دونوں فرشتوں کو جو سحر بذریعہ الہام بتلایا گیا اور ایک قرأت میں ملکین کی بجائے ملکین بکسر اللام پڑھا گیا ہے وہ فرشتے رہنے والے تھے) بابل میں (جو اطراف عراق کا مشہور شہر ہے) ہاروت و ماروت نام کے (ترکیب میں یہ دونوں لفظ بدل ہیں یا عطف بیان ملکین کا۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں جادوگر تھے لوگوں کو سحر کی تعلیم دیا کرتے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ دو فرشتے ہیں جو بطور امتحان منجانب اللہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دینے کیلئے اتارے گئے تھے) اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے (من احد میں من زائد ہے) تا وقتیکہ (بطور نصیحت) نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک طرح کی آزمائش ہے (اللہ کی طرف سے امتحان ہے کہ لوگوں کو اس کی تعلیم کے ذریعے آزمائے جو اس کو حاصل کرے کا فر سمجھا جائے گا۔ اور جو چھوڑ دے مومن شمار کیا جائے گا) اس لئے کافر مت بن جانا (اس کو سیکھ کر۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی سیکھنے پر مصر ہوتا تو اس کو سکھلا دیتے) چنانچہ کچھ لوگ ان دونوں فرشتوں سے ایسا عمل سیکھ لیتے تھے جس سے مرد اور اس کی بیوی میں تفریق ہو جائے (ایک دوسرے میں دشمنی پیدا ہو جائے) حالانکہ یہ (جادوگر) کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اس (سحر سے) مگر خدا ہی کا حکم (ارادہ) سے اور سیکھتے تھے (ایسی چیزیں جو ان کو نقصان دہ ہوں) (آخرت میں) اور ان کے لئے نافع نہ ہوں (مراد سحر ہے) یقیناً (لقد میں لام مؤطہ للقسیم ہے) اتنا جانتے ہیں (یہود) کہ جو شخص (لمن میں لام ابتدائیہ ہے ماقبل عملوا کے عمل کو لفظاً روک دیا اور من موصولہ ہے) سحر کو اختیار کرتا ہے (سحر کو اختیار کرے یا کتاب اللہ کے تبادلہ میں لے) آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے (جنت میں حصہ نہیں ہے) اور بلاشبہ بری ہے وہ چیز جس میں وہ خرید رہے ہیں (فروخت کر رہے ہیں اپنی جانوں کو) (یعنی جان دینے والے اپنے آخرت کے حصہ کو۔ وہ اس بات کو جان جاتے کہ ان کے لئے نار جہنم ہے) کاش ان کو اتنی عقل ہوتی (کہ وہ اس عذاب کی حقیقت کو جان جاتے جس کا ان کو علم ہے) اور اگر وہ (یہود) ایمان لے آتے (آنحضرت ﷺ پر اور قرآن پر) اور ڈرتے (اللہ کے عذاب سے سحر وغیرہ گناہ چھوڑ کر۔ اور لو کا جواب محذوف ہے یعنی لایثوا۔ چنانچہ اس جواب پر لمثوبۃ دال ہے تو معاوضہ (ثواب) یہ مبتداء ہے اور لمثوبۃ میں لام مؤطہ للقسیم ہے) اللہ کے یہاں کا بہتر تھا (اس مبتداء کی خبر مما شر و ابہ انفسہم ہے) کاش وہ جانتے (کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے تو وہ اس کو ترجیح نہ دیتے)۔

ترکیب و تحقیق: تتلوا کے بعد قالت اشارہ ہے حکایت حال ماضیہ کی طرف یہ تلاوت بمعنی قرأت سے مشتق ہے یا تلوا بمعنی تابع سے مشتق ہے و اتبعوا کا عطف نبد پر ہے علی ملکت میں علی بمعنی فی ہے اور ملک بمعنی عہد تحت کر سیہ یہ اشارہ ہے کہ اس واقعہ کی طرف جس کی تفصیل ابن جریر نے بیان کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حسب عادت اپنی بیوی "جرادہ" کو اپنی انگشتی اتار کر بیت الخلاء جانے کے وقت دی اور جب واپس آ کر طلب فرمائی تو ان کی صورت میں مشکل ہو کر ایک جن نے اس کو حاصل کر لیا تھا۔ اس لئے بیوی نے معذرت چاہی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی جانب سے ایک آزمائش ہوگی۔ لانہ کفر جادو کو اگر حلال سمجھ کر کرتا ہے تو کفر اعتقادی ہے ورنہ عملی کفر کہا جائے گا السحر لطیف اور دقیق چیز کو کہتے ہیں یقال سحرہ سحرًا۔ اذا ابدی له امر یدق علیہ ویخفی۔ الجملة حال دوسری صورت اس کے مستانفہ ہونے کی بھی ہو سکتی ہے۔ و ما انزل میں سحر ملام نے یعلمونہم اس لئے نکالا ہے کہ ما کا موصولہ اور محل نصب میں ہونا معلوم ہو جائے۔ سحر پر عطف ہو جائے کیونکہ دونوں کی مراد ایک ہے۔ بسابل میں با بمعنی فی ہے انزل کے متعلق ہے۔ وجہ تسمیہ اس شہر کی یہ ہے کہ تلبیل کے معنی تبدیل کے ہیں۔ یہاں بہت سی زبانوں کا اختلاف تھا۔ مللین حسن اور صحاک نے بکسر اللام پڑھا ہے۔ ابن عباسؓ کے ان کو جادوگر ماننے کا قول بھی اسی تقدیر پر

ہے۔ امیر زادے یا شاہی خاندان کے افراد ہوں گے ایسے مخصوص افراد انسان پر ملک کا اطلاق بھی جائز ہے۔ دوسری مشہور قرأت بفتح اللام ہے حتیٰ یقولوا مزید اطمینان کے لئے سات سات مرتبہ لوگوں سے وعدہ لیا کرتے تھے۔ فلا فکر یعنی علم و عمل اس طرح نہ حاصل کرو کہ نوبت بکفر پہنچ جائے۔ من زائد یعنی مفعول بہ میں من زائد ہے جو تاکید استغراق کے لئے ہے۔ لام ابتداء معلقہ یعنی اس لام نے علموا کا لفظ عمل باطل کر دیا۔ مجملہ افعال قلوب کی خاصیات کے ایک خاصیت تعلق بھی ہے۔ من موصولہ ہے محل رفع میں ہے۔ ابتداء کی وجہ سے اور اشتراہ اس کا صلہ ہے اور مسالہ فی الآخرۃ جواب قسم ہے ای الشارین سے مفسر نے انفسہم کا بیان کر دیا۔ اور حظہا سے بدل ثمری بیان کر دیا۔ ان تعلموہ بتاویل ان مصدر یہ یہ مخصوص بالذم ہے۔ مماشرواہ انفسہم سے مفسر علام نے اشارہ کیا کہ خیر اسم تفضیل ہے۔ مماشرواہ اس کا مفضل علیہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو اسم تفضیل کیلئے نہ مانا جائے بلکہ محض فضیلت کے لئے ہو جیسے اصحاب الجنة اور ا فمن یلقى فی النار خیر میں ہے اس صورت میں مفضل علیہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ یہود کو اہل علم مان کر پھر ان سے علم کی تمنا کرنا اس پر مبنی ہے کہ جس علم کے خلاف عمل ہو وہ علم نہ ہونے کے درجہ میں ہے۔

رابطہ: پہلی آیت میں یہود کی عہد شکنی کا بیان تھا۔ اور یہ کہ جن باتوں اور جن لوگوں کی اتباع کرنی چاہئے تھی ان کی اتباع نہیں کرتے۔ ان آیات میں یہ بیان کرنا ہے کہ جن باتوں اور جن لوگوں کی اتباع نہیں کرنی چاہئے تھی ان کی پوری اتباع کرتے رہتے ہیں۔ غرض کہ جس بات سے منع کیا جائے اس کے خلاف ضرور کرتے ہیں۔

﴿تشریح﴾: بابل کی جادوگری: ایک زمانہ میں بابل اور اس کے آس پاس شہروں میں جادوگری کا بہت رواج اور جادوگروں کا اس قدر چرچا ہو گیا تھا کہ لوگوں نے ان کے مقابلہ میں انبیاء اور ان کی تعلیمات تک کو چھوڑ دیا تھا اور ہمہ تن انہی لایعنی مشاغل میں منہمک ہو گئے تھے حق تعالیٰ کو اس صورت حال کی اصلاح منظور ہوئی۔

ہاروت و ماروت کا طریقہ تعلیم: تو بڑے اہتمام سے ہاروت و ماروت نامی دو فرشتوں کو باقاعدہ اس کام کے لئے مقرر کیا۔ انہوں نے بابل کے مرکزی شہروں میں اپنا کام اس طرح شروع کیا کہ سحر کے اصول و فروع اچھی طرح ظاہر کر کے لوگوں کو اس سے بچنے اور جادوگروں سے پرہیز و نفرت کی تلقین کرنے لگے چنانچہ اس مقصد کے لئے لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور بد عملی یا بد اعتقادی سے بچنے کے لئے لوگ اس کے اصول و فروع سیکھنے کی درخواست کرتے تھے۔ یہ دونوں فرشتے احتیاطاً لوگوں سے پہلے عہد لیا کرتے اور ان کو آگاہ کرتے کہ دیکھو ہم اور ہمارا آنا خدا کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ کون سحر کی تعلیم حاصل کر کے اس کی آفات و شرر سے بچتا ہے اور کون شیاطین اور غیر اللہ سے استمداد کر کے اپنا ایمان و عقوبت برباد کرتا ہے اس تنبیہ و تاکید کے ساتھ اپنا اطمینان کر کے تعلیم جاری کرتے۔ اب اگر کوئی اس عہد و پیمانہ کو توڑ کر خلق کی ایذا رسانی میں مشغول ہو جاتا تو فاجر بنتا اس سے آگے بڑھ کر بعض کفری طریقوں کا استعمال کرتا تو کافر ہو جاتا۔

اللہ، فرشتے، پیغمبر الزام سے بری ہیں: لیکن اس سے نہ ان فرشتوں پر کوئی الزام کیونکہ انہوں نے ارشاد اصلاحی کا حق ادا کر دیا۔ اور نہ حق تعالیٰ پر اعتراض کہ انہوں نے ان اسباب کفر کو کیوں پیدا کیا۔ کیونکہ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی عمدہ تلوار کسی کو بنا کر دیدے اور اس کو طریق استعمال اور محل استعمال بھی بتلا دے لیکن وہ پھر بھی بے موقع اور بے جا استعمال کرے تو تمام تر برائی کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی۔ تلوار بنانے والے دینے والے پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا اسی طرح انبیاء پر بھی کوئی اعتراض نہیں کہ خود

انہوں نے اس فریضہ اور ذمہ داری کو کیوں نہیں سرانجام دیا کیونکہ اول تو انبیاء کرام نے شراک کے قواعد کلیہ سے جواز و عدم جواز کی حدود اور ضوابط کی تفصیل بیان کر دی البتہ جزئیات کی تفصیل احتمال فتنہ کی وجہ سے انبیاء کے ذریعہ نہیں بتلائی گئی کیونکہ انبیاء منبع ہدایت ہوتے ہیں کسی درجہ میں بھی ان سے گمراہی یا سبب گمراہی بننے کا احتمال پسند نہیں کیا گیا۔ بخلاف ملائکہ کے بعض تکوینی مصالح کے پیش نظر ان سے اس قسم کے کام لئے جاتے ہیں۔

نقشِ سلیمانی:..... بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ اولوالعزم نبی ہیں اور یہود ان کو ساحر سمجھتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی برأت اس طرح فرمائی کہ سحر کا مستلزم کفر ہونا بھی معلوم ہو جائے اور دعویٰ مبرہن بھی ہو جائے نبی کا کافر ہونا محال ہے اور ساحر ہونے سے یہ لازم آ رہا ہے اس لئے باطل ہے۔ پس دعویٰ عدم سحر صحیح رہا۔

قصہ زہرہ و مشتری:..... زہرہ کا مشہور قصہ معتبر روایت سے ثابت نہیں اسی لئے جن علماء نے اس کو خلاف قواعد سمجھا ہے قبول نہیں کیا اور بعض علماء نے کچھ تاویلیں کر کے اس کو رد نہیں کیا ہے تاہم آیات کی تفسیر اس پر موقوف نہیں ہے۔

تحقیق سحر:..... باقی سحر کے کفر و فسق ہونے کے متعلق شیخ ابو منصورؒ کی رائے یہ ہے کہ علی الاطلاق سحر کو کفر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ موجبات ایمان کا اگر خلاف کرنا پڑے تو کفر ہے ورنہ نہیں۔ شرح فقہ اکبر میں ہے کہ سحر کی تعلیم و تعلم کفر نہیں بلکہ اس کو مؤثر سمجھنا کفر ہے اور صاحب روضہ کا قول ہے کہ عمل سحر بالا جماع حرام ہے۔ البتہ اس کی تعلیم و تعلم میں تین قول ہیں۔ اول حرام ہونے کا، دوسرا کراہت، تیسرا مباح ہونے کا۔

ناور تحقیق:..... لیکن سب سے اچھی تحقیق بعض اہل علم محققین نے کی ہے کہ سحر، عزیمت، تعویذ گنڈوں میں سب سے اول الفاظ اور کلمات کو دیکھا جائے گا۔ اگر کلمات کفریہ ہیں جن میں ارواح خبیثہ یا شیاطین و جنات سے امداد طلب کی گئی ہے تو علی الاطلاق حرام اور کفر ہے چاہے غرض محمود ہو یا مذموم۔ اور اگر کلمات مباح استعمال ہوتے ہوں تو پھر غرض پر بھی نظر کی جائے گی اگر کسی کو خلاف شرع ضرر اور نقصان پہنچانا ہے تو ناجائز اور فسق ہے اور اگر غرض بھی ناجائز نہیں اور نقصان رسائی کا ارادہ بھی نہیں تو پھر جائز اور مباح ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ الفاظ نامعلوم المعنی اور غیر مفہوم ہوں تو چونکہ احتمال کفری معنی کا ہے اس لئے پھر بھی بچنا ضروری ہے غرضکہ الفاظ غیر مفہوم اور نامشروع نہ ہوں اور غرض بھی مذموم نہ ہو تو اتنی شرطوں کے ساتھ جائز اور ناجائز اور ہر ناجائز پر کفر عملی کا اطلاق صحیح ہے۔

سحر اور معززہ:..... معززہ سحر کی واقعیت تاثیر کا انکار کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم ساحرین کے واقعہ کو بار بار ہرایا گیا ہے اور ان آیات میں بھی سحر کی واقعیت کا انکار مشکل ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ پر لبید نامی یہودی کا سحر کرنا اور اس پر معوذتین کا نزول متعدد روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جن کا انکار مشکل ہے اسی طرح بعض لوگ ان آیات کی وجہ سے یہ سمجھ گئے کہ سحر کا اثر صرف تفریق بین الزوجین وغیرہ ہے۔ دوسری تاثیرات سحر میں نہیں ہوتی، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ تخصیص ذکر فی نفسی ماسویٰ کو مستلزم نہیں ہوتی۔ اگر کسی خاص وجہ سے یہاں سحر کی ایک خاص تاثیر کا ذکر کیا گیا ہے تو اس سے یہ کیسے سمجھ لیا گیا کہ دوسری تاثیرات بالکل نہیں ہوتیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا لِلنَّبِيِّ أَمْرٌ مِنَ الْمُرَاعَاةِ وَكَانُوا يَقُولُونَ لَهُ ذَلِكَ وَهِيَ بِلُغَةِ الْيَهُودِ سَبٌّ مِنَ الرَّعُونَةِ فَسَرُّوا بِذَلِكَ وَخَاطَبُوا بِهَا النَّبِيَّ فَنَهَى الْمُؤْمِنُونَ عَنْهَا وَقُولُوا بِذَلِكَ أَنْظَرْنَا أَيُّ أَنْظَرْنَا وَإِسْمَعُوا^ط مَا تَوْمَرُونَ بِهِ سِمَاعَ قَبُولٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۴﴾ مُؤَلِّمٌ هُوَ النَّارُ مَا يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ مِنَ الْعَرَبِ عَطْفٌ عَلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَمِنْ اللَّيِّانِ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ زَائِدَةٍ خَيْرٍ وَخَيْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ^ط حَسَدًا لَكُمْ وَاللَّهُ يُخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ نُبُوَّتَهُ مَنْ يَشَاءُ^ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! مت کہا کرو لفظ راعنا (آنحضرت ﷺ کی شان میں راع امر کا صیغہ ہے۔ مراعاة سے مشتق ہے اور یہود آپ کی جناب میں یہ لفظ استعمال کیا کرتے تھے حالانکہ ان کی زبان میں حماقت کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا۔ رعونت سے مشتق کر کے اور آنحضرت ﷺ کو اس سے مخاطب بنا کر خوش ہوتے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ اس کے استعمال سے روکا گیا ہے) اور کہا کرو (اس کلمہ کی بجائے) انظرنا (ہماری مصلحت پر نظر فرمائیے) اور سنو (جو حکم تم کو دیا جا رہا ہے قبولیت کے کان سے) اور ان کافروں کو سزائے دردناک ہوگی (الیم بمعنی مولم، مراد نارِ جہنم ہے) ذرا بھی پسند نہیں کرتے ہیں اہل کتاب اور نہ مشرکین (عرب مشرکین کا عطف اہل کتاب پر ہے اور من بیان یہ ہے اس بات کو کہ تمہیں کسی قسم کی بہتری نصیب ہو) من خیر میں من زائد ہے) تمہارے پروردگار کی جانب سے (اس کے باعث ان کا تم سے حسد کرنا ہے) اور اللہ اپنی رحمت (نبوت) کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرماتے ہیں اور اللہ بڑے فضل والے ہیں۔

ترکیب و تحقیق: راعنا یہ امر حاضر کا صیغہ ہے مراعاة سے ماخوذ ہے بمعنی راقبنا ضمیر متکلم مفعول بہ ہے مبالغہ فی الرعايت کے معنی ہیں مسلمان تو اسی نیت سے عرض کرتے تھے کہ اے پیغمبر ہماری رعایت سے کلام آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر فرمائیے جو بات ہماری سمجھ میں نہ آئے یا رہ جائے اس کو دوبارہ سمجھا دیجئے لیکن عبرانی زبان میں یہ لفظ فحش گالی سمجھی جاتی تھی۔ رعونت سے مشتق کر کے بمعنی احمق استعمال کرتے تھے۔ یاراعی چرواہے کے معنی میں لیتے تھے گویا ایک لفظ دو زبانوں کے لحاظ سے دو مختلف اور متضاد معانی میں مستعمل تھا۔ مسلمان سادہ لوحی کی وجہ سے یہود کے اس تمسخر اور استہزاء کو نہیں سمجھ سکے تھے۔ راعنا محلاً منصوب ہے بناء بر مفعول کے ولا المشرکین موضع جر میں ہے اہل پر معطوف ہونے کی وجہ سے من خیر میں من زائد ہے اور من ربکم میں من ابتدائیہ ہے۔

رابط: پہلی آیت میں یہود کے تیسویں (۳۰) معاملہ کو اور دوسری آیت میں ان کے اکتیسویں (۳۱) معاملہ کو بیان کیا جا رہا ہے جس کے شان نزول کا حاصل یہ ہے کہ:

﴿تشریح﴾: لفظی شرارت: یہود ازراہ شرارت آنحضرت ﷺ کے لئے راعی کا لفظ استعمال کرتے تھے اور اپنے محاورہ عبرانی کے لحاظ سے احمق اور چرواہے کے معنی لیتے تھے۔ اور مسلمان اچھے معنی کے لحاظ سے بمعنی رعایت اس لفظ کو استعمال کرتے تھے چونکہ مسلمانوں کی سادہ لوحی سے یہود کو شرارت کا موقع مل رہا تھا اس لئے بندش اور اصلاح کرنی پڑی کہ تم اس لفظ کو بدل کر دوسرے لفظ استعمال کیا کرو۔

بعض وقت جائز کام بھی ناجائز بن جاتا ہے:..... اس سے ایک بڑی حکمت کی بات نکل آئی کہ اپنے کسی فعلِ مباح سے اگر کسی کو برائی اور گناہ کی گنجائش ملتی ہو تو وہ فعل خود اس کے حق میں بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ یہ تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہود کی گستاخی اور بے ادبی کا حال تھا۔ دوسری آیت میں خود مسلمانوں کے ساتھ ان کی بد نیتی کو بتلاتے ہیں کہ جہاں تک ان کے دعویٰ افضلیت کا تعلق ہے سو اول تو محض بلا دلیل دعویٰ سے کیا ہوتا ہے دوسرے دین اسلام کے نسخ بن کر آنے سے تمام ادیان کا منسوخ ہونا معلوم ہو گیا اس لئے یہ دعویٰ فضول تھا کہ قابلِ جواب نہیں تھا البتہ جہاں تک یہود کے دعویٰ ہمدردی اور خیر خواہی کا تعلق ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ تم ایک نظر بھی مسلمانوں کو دیکھنا گوارا نہیں کرتے اور اس بارہ میں تم اور مشرکین برابر ہو۔ دونوں میں سر مو فرق نہیں ہے پھر کیا منہ لیکر دعویٰ کرتے ہو۔

اساتذہ اور مشائخ کا ادب:..... اس آیت میں ادب فی الخطاب کی تعلیم ہے کہ جو خدام دین ہیں جیسے اساتذہ اور مشائخ وہ بھی اس خطاب میں تابع رہیں گے۔

وَلَمَّا طَعَنَ الْكُفَّارُ فِي النَّسْخِ وَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا يَأْمُرُ أَصْحَابَهُ الْيَوْمَ بِأَمْرٍ وَيَنْهَى عَنْهُ غَدًا نَزَلَ مَا شَرَطِيَّةٌ نَسَخَ مِنْ آيَةٍ أَى نَزَلَ حُكْمَهَا إِمَّا مَعَ لَفْظِهَا أَوْ لَا وَفِي قِرَاءَةٍ بِضَمِّ النُّونِ مِنْ نَسَخِ أَى نَأْمُرُكَ أَوْ جِبْرِيَّةٌ يُلْ بِنَسْخِهَا أَوْ نُنَسِّهَا نُؤَخِّرُهَا فَلَا نَزَلَ حُكْمَهَا وَنَرْفَعُ تِلَاوَتَهَا أَوْ نُؤَخِّرُهَا فِي اللَّوْحِ الْمُحْفُوظِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِلَا هَمْزَةٍ مِنَ النَّسْيَانِ أَى نُنَسِّهَا وَنَمُحُّهَا مِنْ قَلْبِكَ وَجَوَابُ الشَّرْطِ نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَنْفَعُ لِلْعِبَادِ فِي السُّهُولَةِ أَوْ كَثْرَةِ الْأَجْرِ أَوْ مِثْلِهَا ط فِي التَّكْلِيفِ وَالثَّوَابِ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰۶﴾ وَمِنَهُ النَّسْخُ وَالتَّبْدِيلُ وَالتَّحْقِيقُ لِلتَّقْرِيرِ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ ط يَفْعَلُ فِيهِمَا مَا يَشَاءُ وَمَالِكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ مِنْ زَائِدَةٍ وَلِي يَحْفَظْكُمْ وَلَا نَصِيرٌ ﴿۱۰۷﴾ يَمْنَعُ عَذَابَهُ عَنْكُمْ إِنْ أَنْتُمْ

ترجمہ:..... (کفار نے جب نسخ کے سلسلے میں آپ پر طعن و تشنیع کی اور کہنے لگے کہ محمدؐ اپنے رفقاء کو آج ایک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کل اسی سے منع کر دیتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی) اگر (ماشرطیہ ہے) ہم کسی آیت کا حکم موقوف کر دیتے ہیں (خواہ مع الفاظ کے حکم زائل کریں یا بلا الفاظ کے اور ایک قرأت میں نسیخ بضم النون ہے باب افعال اساخ سے مشتق یعنی ہم یا جبریلؑ اس کے نسخ کا حکم کرتے ہیں) یا اس آیت کو ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں کہ اس کا حکم زائل نہ ہو بلکہ اس کی تلاوت کو منع کر دیں۔ یا لوح محفوظ ہی میں اس حکم کو مٹا کر دیں اور ایک قرأت میں نسیخ بلا ہمزہ کے نسیان سے مشتق یعنی ہم اس کو مٹا کر آپ کے قلب سے محو کر دیتے ہیں اور جواب شرطیہ ہے) تو ہم اس آیت سے بہتر لاتے ہیں (جو بندوں کے لئے سہولت یا کثرتِ اجر کے لحاظ سے زیادہ نافع ہو) یا اس آیت کی مانند (تکلیف و ثواب میں) کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ (مجملاً ہر چیز کے نسخ و تبدیل میں بھی ہے۔ اس میں استفہام تقریری ہے) کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہی کی حکومت ہے آسمان و زمین میں (جو چاہتے ہیں ان میں کرتے ہیں اور تمہارا حق تعالیٰ کے سوا (علاوہ) کوئی (من زائد ہے) دوست (کہ تمہاری حفاظت کرے) اور مددگار نہیں ہے) (کہ اگر تم پر اس کا عذاب آئے تو روک دے۔)

ترکیب و تحقیق:..... ما شرطیہ ہے جس کی وجہ سے نسخ مجزوم ہے۔ نسخ لغت میں کسی چیز کی صورت زائل کر کے دوسرے میں قائم کر دینا جیسے نسخت الريح اثار القوم۔ نسخ الظل للشمس یا نسخ الكتاب الی کتاب اخر۔ اس کی بعد محض نقل کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اس کی دو صورتیں ہیں منسوخ التلاوت والحکم جسے حضرت عائشہؓ کی روایت ”عشر رضعات یحرمن“ یا صرف مرفوع الحکم ہو جیسے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ ذَا وَرُودٍ سَرَى قُرَاتٍ مِّنْ بَضْمِ النَّوْنِ ابْنِ عَامِرٍ هِيَ نَسَا هَا بِنُ كَثِيرٌ وَابُو عَمْرٍو كَعِ نَزْدِيكَ بِالْأَلْفِ نَسِيٍّ بِمَعْنَى تَأْخِيرٍ هِيَ لِعَنَى تَأْخِيرِ الْحَكْمِ عَنِ النَّسْخِ جَسْ كَا حَاصِلٌ يَهُ هِيَ كَعِ بَاقِي هُوَ وَرُودٍ تَلَاوَتٍ مِّنْ سُوْخٍ۔ یہ تیسری قسم کی طرف اشارہ ہوگا جیسے الشیخ والشیخة اذا زنيا فار جموهما اور دوسری قرأت میں نسی بضم النون وکسر السین ہے نسیان کا باب افعال، خیر کا ترجمہ مفسر نے نفع کے ساتھ اس لئے کیا کہ کلام اللہ تمام خیر ہی خیر ہے۔ آیات میں خیر و عدم خیر کا فرق نہیں ہے بلکہ نفع غیر نفع کے لحاظ سے فرق مقصود ہے۔ چنانچہ سہولت کے اعتبار سے نفع غیر نفع کا فرق جیسے اول حکم ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین بعد میں الآن خفف الله سے منسوخ کر کے ان یکن منکم مائة صابرة یغلبوا مائتین فرمایا گیا ظاہر ہے کہ ایک کو دس کے مقابلہ میں کرنے کی نسبت ایک کو دو کے مقابلہ کرنا آسان ہے اور کثرت اجر کے لحاظ سے نفع ہونے کی مثال جیسے اول اسلام میں روزہ اور فدیہ کا اختیار تھا لیکن بعد میں یہ اختیار منسوخ ہو کر صرف روزہ متعین ہو گیا۔ جس میں ثواب کی زیادتی ظاہر ہے اسی طرح تکلیف و ثواب میں برابر ہونے کی مثال جیسے ابتداء نماز کے لئے استقبال بیت المقدس شرط تھا۔ بعد میں منسوخ ہو کر استقبال بیت اللہ سے تبدیل ہو گیا۔ دونوں کے حکم اس لحاظ سے برابر ہیں۔ ولسی و نصیر دونوں میں عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے قوی دوست اجتماعی مادہ ہے اور کمزور دوست اور قوی اجنبی مددگار یہ دونوں افتراقی مادے ہیں۔

ربط و شان نزول:..... ان آیات میں یہود کے بتیسویں (۳۲) معاملہ کا ذکر ہے۔ شان نزول کی طرف خود جلال محقق نے اشارہ کیا ہے کہ یہود کو تحویل قبلہ پر جس کا ذکر عنقریب آتا ہے اعتراض تھا اور مشرکین بھی احکام کی منسوخیت پر معترض تھے کہ اگر یہ خدائی کلام اور احکام ہیں تو یہ روز بروز تبدیلی کے کیا معنی؟ اس سے تو حاکم اور متکلم کی سفاہت لازم آتی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا بالاتفاق اس عیب سے منزہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کلام الہی نہیں اور احکام اسلام احکام خداوندی نہیں ہیں۔ ان شبہات کے دفعیہ کیلئے آیات ذیل نازل ہوئیں۔

﴿ تشریح ﴾:..... انکارِ نسخ:..... ابو مسلم بن بحر وغیرہ علماء نے تو نسخ کا بالکل انکار کیا ہے کیونکہ اعتقادات جو احکام کی بنیاد ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات کے مسائل یا فرشتوں اور پیغمبروں، عذاب و ثواب برزخ، حشر و نشر جنت جہنم کے متعلق عقائد تو ظاہر ہے کہ یہ ابدی ہیں ان میں کسی نسخ یا تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ رہ گئے احکام ان میں جو اصول شرائع ہیں تمام شریعتوں میں جو متفق علیہ رہے ہیں جیسے بت پرستی اور ظلم وغیرہ کی حرمت، عدل و انصاف، صدق و دیانت و امانت کا مستحسن ہونا ان کی تبدیلی کا بھی کوئی سوال نہیں ہے۔ اب رہ جاتا ہے صرف احکام جزئیہ تو بقول ابو مسلم ان میں بھی نسخ نہیں ہے کیونکہ نسخ میں اتحاد جہت شرط ہے حالانکہ نسخ اور جہت سے ہوتا ہے اور منسوخ میں دوسری جہت ہوتی ہے۔ اور دونوں اپنی اپنی جہت سے صحیح ہوتے ہیں اسی طرح ان کی رائے پر آیات میں بھی نسخ نہیں ہے یعنی کوئی آیت منسوخ التلاوة نہیں ہے کیونکہ آیت کیلئے متواتر ہونا شرط ہے جو آیات منسوخ ہو چکی ہیں ان میں تو اترا نقل ہی نہیں پائی جاتی وہ اخبار آحاد ہوتی ہیں یا موضوع وضعیف یا دراج راوی کے قبیل سے ہوتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو لیا ہی نہیں تو ان کو آیات کس طرح کہا جائے گا۔ آیات قرآنی صرف وہ کہلائیں گی جن کو آپ نے محفوظ رکھا، دوسروں کو

حفظ کرایا، کاتبوں سے لکھایا، یعنی موجودہ قرآن جو بین الدفتین ہے بالکل محفوظ متواتر ہے اس میں تغیر کو راہ نہیں ہوتی ہے رہا اس آیت سے نسخ پر استدلال سوا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ وہ اس سے مراد احکام توراہ و انجیل لیتے ہیں یعنی ان میں تبدیلی ہوئی ہے اور آیات کا لفظ قرآن کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ احکام پر اس کا اطلاق شائع ذائع ہے۔

بعض مفسرین کی رائے: اور بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر احکام کی تبدیلی سے نہیں کرتے بلکہ قوموں کے اوصاف عروج و زوال کی تبدیلی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ ماقبل کی آیت میں بھی اللہ کے فضل و کرم کا کسی قوم کے ساتھ مختص نہ ہونا بتلا کر مشرکین و یہود کے اس خیال کی تردید مخصوص تھی کہ نبوت و رسالت تو ہمارا مخصوص قوی طرہ اور شعار ہے۔ محمد اس کے حقدار کس طرح بن گئے، ان آیات میں بھی اسی مضمون کی تاکید مقصود ہے کہ اللہ کے فضل و کرم میں کسی کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ اس کی موارد و مواقع بدلتے رہتے ہیں ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی ینقض الیوم واما بانفسہم اب قوم یہود و نصاریٰ کی بجائے گویا محمد یوں کا دور دورہ ہے۔

عام علماء کی رائے: عام علماء نسخ کے قائل ہیں لیکن چند شرائط کے ساتھ۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس مسئلہ سے دو جگہ تعرض کیا گیا ہے۔ ایک اس آیت بقرہ ما ننسخ الخ میں دوسرے سورہ نحل کی آیت واذا بدلنا ایه مکان ایه واللہ اعلم بما یُنزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرہم لا یعلمون۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ آیت بقرہ میں لفظ نسخ و انشاء استعمال کیا گیا ہے اور آیت نحل میں تبدیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ باقی دونوں آیات میں الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر اور اللہ اعلم بما یُنزل اور بل اکثرہم لا یعلمون فرما کر یکساں طور پر اسرار نسخ پر متنبہ کیا گیا ہے۔

نسخ کے دو معنی: بہر حال سب سے پہلے قابل لحاظ بات یہ ہے کہ احکام میں تبدیلی دو طرح کی ہوتی ہے کبھی تو اس لئے کہ قانون اور حکم میں پہلے سے کوئی فروگزاشت اور کمی رہ گئی تھی۔ ترمیم کر کے پورا کر دیا گیا ہے، اس قسم کی تبدیلی احکام الہیہ میں محال ہے کیونکہ یہ مستلزم سفاہت و عیب مقنن ہے۔ معترضین نسخ کے یہی معنی لے کر اعتراض کرتے تھے اور کبھی احکام میں تبدیلی محکومین میں انقلاب حال کی بناء پر ہوتی ہے۔

نسخہ جات کی طرح احکام میں بھی تبدیلی ضروری ہے: یہ تبدیلی ایسے ہی صحیح، جائز بلکہ ضروری ہوتی ہے جیسے حکیم حاذق کے نسخوں میں تبدیلی مریض اور مرض کی تبدیلی کی بناء پر ہوتی ہے جو عقلاً و نقلاً واجب التسلیم ہے اسی لئے علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ نسخ ذوقہتین ہوتا ہے حق تعالیٰ کے لحاظ سے انتہاء مدت کا بیان ہوتا ہے اور بندوں کے اعتبار سے بیان تبدیل ہوتا ہے۔ یعنی واقعہ حکم میں تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ ایک ہنگامی حکم تھا مدت پوری ہونے کے بعد خود بخود ختم ہو گیا۔ البتہ پہلے سے ہم کو یہ بات معلوم نہیں تھی۔ اس لئے بظاہر دیکھنے میں ہمارے لحاظ سے تبدیلی ہوئی ہے جیسے کسی کو اچانک تلوار سے قتل کر دیا جائے تو بظاہر دیکھنے میں اس کی موت قبل از وقت معلوم ہوگی اسی لئے قتل شدید ترین جرم شمار کیا جائے گا لیکن فی الحقیقت اور تقدیر خداوندی کے لحاظ سے مقررہ وقت پر موت مانی جائے گی۔

شرائط نسخ: اسی لئے فقہاء نے شرائط نسخ کے سلسلہ میں کہا ہے کہ وہ حکم جو محل نسخ بنے واجب لذات نہیں ہونا چاہئے جیسے ایمان باللہ اور نہ ممتنع بالذات ہونا چاہئے جیسے کفر و شرک بلکہ فی نفسہ محتمل الوجود والعدم ہو۔ اسی طرح وہ حکم موقت یا مؤبد نہ ہو۔ تاہم خواہ فصلاً

ہو جیسے خالص دین فیہا ابدًا کے ساتھ مقید ہونا اور یا تا بہید دالہ ہو جیسے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شریعت کا ناقابل رد و بدل ہو جانا، یعنی احکام میں تغیر یا رد و بدل کا احتمال آپ کی حیات مبارکہ میں رہتا تھا لیکن آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اب شریعت مؤبد ہو گئی، وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا، ترمیم و تغیر کا امکان مسدود ہو گیا، البتہ زمان و مکان کے لحاظ سے جزوی طور پر جو فقہاء کے فتاویٰ میں جو از عدم جواز حلت یا حرمت کا اختلاف اور احکام میں تبدیلی ہی معلوم ہوتی ہے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ شریعت کے مؤبد ہونے پر اثر انداز نہیں ہے۔ بہر حال نسخ کا محل ایسا حکم نہیں بنے گا جو پہلے ہی سے وقتی یا ابدی ہو۔ کیونکہ وقتی تو خود بخود وقت پر ختم ہو جائے گا اس کے لئے نسخ بے معنی ہے اسی طرح اگر حکم ابدی ہے تو اس میں نسخ کا مطلب کذب بیانی ہوگی کہ پہلے ناقابل تغیر مان لیا تھا جو بعد تغیر غلط ہو گیا۔

معتزلہ کا اختلاف:..... اسی طرح معتزلہ کے نزدیک نسخ و منسوخ کے درمیان اتنا وقت ملنا چاہئے کہ بندہ منسوخ حکم پر عملدرآمد کر لیتا اس کے بعد نسخ صحیح ہوگا لیکن اہل سنت کے نزدیک صرف منسوخ کے متعلق اعتقاد حقیقت کا وقت ملنا کافی ہے عملدرآمد شرط نہیں ہے۔ اور اعتقاد بھی اصالتہ ہو یا نیا بنے جیسے واقعہ معراج میں پچاس نمازیں منسوخ ہو کر صرف پانچ نمازیں رہ گئیں پہلے حکم پر نہ عملدرآمد کا وقت اور نہ اعتقاد حقیقت کاملہ کو اصالتہ ملا۔ البتہ آنحضرت ﷺ نے اصالتہ اور نیا بنے اعتقاد حقیقت کو سرانجام دے لیا تھا اور وہی سب کے لئے کافی ہو گیا۔

نسخ کی حدود:..... آیت میں چونکہ ناسخ و منسوخ کی قید ہے اس لئے کتاب اللہ کے لئے قیاس کو نسخ نہیں مانا جائے گا اور نہ اجماع عند الاکثر نسخ بن سکتا ہے۔ البتہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ حنفیہ کے نزدیک ایک ایک دوسرے کے نسخ بن سکتے ہیں۔ لیکن شواہع کو اس میں اس لئے تامل ہے کہ معاندین کو گنجائش اعتراض ملتی ہے کہ دیکھئے خدا کی بات کو سب سے پہلے اسی کے نبی نے یا نبی کی بات کو اول خدا نے جھٹلایا مگر حنفیہ اس احتمال کو اس لئے بے وزن سمجھتے ہیں کہ اول تو معاندین سے یہاں بھی چھٹکارا مشکل ہے بلکہ قرآن کی قرآن سے یا حدیث کی حدیث سے منسوجیت پر انہیں اور بھی زیادہ اعتراض کا موقع ہے کہ اپنی بات کی خود ہی تردید و تکذیب کر دی دوسرے نسخ کے معنی جب بیان مدت کے ہیں پھر محل اعتراض کہاں رہا گویا اللہ نے رسول کے حکم کی اور رسول نے اللہ کے حکم کی مدت کی انتہاء بتلا دی ہے۔ اور چونکہ نسخ و منسوخ میں مماثلت یا نسخ کا خیر ہونا بلحاظ سہولت و ثواب ہے۔ لفظ کی بہتری یا برابری مراد نہیں ہے اس لئے قرآن و حدیث کا باوجود تفاوت الفاظ کے ایک دوسرے کے لئے نسخ بننا باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح نسخ کا بغیر بدل ہونا یا منسوخ کے مقابلہ میں نسخ کا اٹل ہونا بھی لائق اعتراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نفع و ثواب کے لحاظ سے خیریت کے منافی یہ چیزیں نہیں ہیں۔ نسخ کا یہ نسبت منسوخ اسہل ہونا جیسے پچاس نمازوں کی بجائے صرف پانچ نمازیں، یا میراث بالہجرۃ کا میراث بالقرابہ سے منسوخ ہونا، یا دن رات کے روزہ کا صرف دن کے روزہ سے منسوخ ہونا، یا جہاد میں ایک مسلمان کا دس کافروں کے مقابل ہونا منسوخ ہو کر ایک کا دو کے مقابلہ میں آنا وغیرہ اور نسخ و منسوخ دونوں کے مماثل ہونے کی مثال جیسے استقبال بیت المقدس کا استقبال بیت اللہ سے منسوخ ہونا۔ نسخ بلا بدل کی مثال جیسے فقد مو ابین یدی نجویکم صدقۃ اور نسخ اٹل کی مثال جیسے آیات عنفوکا آیت قتال سے منسوخ ہونا یا ابتداء اسلام میں روزہ اور فدیہ کے اختیار کی منسوجیت تعیین روزہ کے ساتھ۔

نسخ کے لئے تاریخ کا تقدم و تاخر:..... اسی طرح تعیین نسخ کے لئے آیات کے نزول کی تاریخ جاننا بھی ضروری ہے تاکہ بعد والی آیت کو نسخ اور پہلی آیت کو منسوخ کہا جاسکے اس کے لئے سورتوں کے مکی، مدنی، سفری، حضری ہونے کی واقفیت بھی

ضروری ہے تاکہ تقدیم تاخیر کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ چنانچہ جن سورتوں میں صرف ناسخ آیات ہیں وہ کل چھ (۶) سورتیں ہیں اور جن سورتوں میں ناسخ و منسوخ دونوں طرح کی آیات ہیں وہ پچیس (۲۵) ہیں اور جن سورتوں میں صرف منسوخ آیات ہیں ان کی تعداد چالیس (۴۰) ہے اور ایسی سورتیں جو ناسخ و منسوخ سے خالی ہیں تینتالیس (۳۳) ہیں جن کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔

متقدمین متاخرین کی اصلاحات کا فرق:..... اس بارے میں متقدمین و متاخرین علماء کی اصلاحات میں بھی

کچھ فرق ہے۔ متقدمین کے یہاں نسخ میں اس درجہ توسع سے کام لیا گیا ہے کہ ہر ذرا سے تغیر پر انہوں نے نسخ کا اطلاق کر دیا اس لئے قدرۃ نسخ کی تعداد ان کے یہاں زیادہ ہوگی اور متاخرین کی اصلاح کا دائرہ نہایت تنگ تر ہے اس لئے ان کے یہاں نسخ کی تعداد بھی کمتر رہ گئی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ کل پانچ آیت منسوخ مان رہے ہیں حکم ثانی ناسخ کے لئے عقلاً جن باتوں کا ہونا ضروری ہے حق تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی طرف اشارہ فرمادیا ہے مثلاً (۱) اس کا مبنی بر مصلحت ہونا (۲) حاکم کا صاحب قدرت ہونا (۳) کسی دوسرے کا مزاحم نہ ہو سکتا (۴) حاکم کا محکومین کے لئے ہمدرد و بھی خواہ ہونا (۵) اگر کوئی ان سے مزاحمت کرے تو ان کی امداد کرنا۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو وارد، سالک کے اختیار کے بغیر زائل یا مغلوب ہو جائے حق تعالیٰ اس سے بہتر یا اس کے مثل عطا فرمادیتے ہیں بندہ کو زائل شدہ چیز پر حسرت نہیں کرنی چاہئے۔

وَنَزَلَ لِمَا سَأَلَهُ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يُوسِّعَهَا وَيَجْعَلَ الصَّفَا ذَهَبًا أَمْ بَلْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا
سُئِلَ مُوسَىٰ أَيُّ سَأَلَهُ قَوْمُهُ مِنْ قَبْلُ ط مِنْ قَوْلِهِمْ ارْنَا اللَّهُ جَهْرَةً وَغَيْرِ ذَلِكَ وَمَنْ يَتَّبِدِ الْكُفْرَ
بِالْإِيمَانِ أَيُّ يَأْخُذُهُ بَدَلَهُ بِتَرْكِ النَّظَرِ فِي الْآيَاتِ الْبَيِّنَاتِ وَاقْتِرَاحِ غَيْرِهَا فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۰۸﴾
أَخْطَاءَ طَرِيقِ الْحَقِّ وَالسَّوَاءِ فِي الْأَصْلِ الْوَسْطِ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ مَصْدَرِيَّةٌ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ
بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ط حَسَدًا مَفْعُولٌ لَهُ كَاتِنًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ أَيُّ حَمَلْتُهُمْ عَلَيْهِ أَنْفُسُهُمُ الْخَبِيثَةُ مِّنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ فِي التَّوْرَةِ الْحَقُّ ط فِي شَأْنِ النَّبِيِّ فَاعْفُوا عَنْهُمْ أَيُّ ائْتَرُكُوهُمْ وَأَصْفَحُوا أَعْرِضُوا فَلَا
تُجَاوِزُوهُمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ط فِيهِمْ مِّنَ الْقِتَالِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَاتُوا الزَّكَاةَ ط وَمَا تَقَدَّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ طَاعَةٌ كَصَلَاةٍ وَصَدَقَةٌ تَجِدُوهُ أَيُّ ثَوَابُهُ عِنْدَ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۱۰﴾ فَيُجَاوِزِيكُمْ بِهِ

ترجمہ:..... (اہل مکہ نے جب آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ آپ مکہ کو کشادہ کر دیجئے اور صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیجئے تو یہ

آیت نازل ہوئی) ہاں کیا (ام بمعنی یعنی منقطع ہے) تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے درخواستیں کرو جیسا کہ حضرت موسیٰ سے سوال کیا گیا (ان کی قوم نے ان سے سوال کیا تھا) اس سے پہلے (بنی اسرائیل کی ان سے ارنا اللہ جہرۃ وغیرہ درخواستیں کرنا) اور جو شخص ایمان کی بجائے کفر کرے (یعنی آیات بینات میں نظر ترک کر کے اور دوسری درخواستوں میں لگ کر ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کر لے) بلاشبہ وہ شخص راہ راست سے دور جا پڑا (سیدھی راہ گم کر بیٹھا، سواء دراصل وسط کے معنی میں آتا ہے) ان اہل کتاب میں سے بہت سے دل سے چاہتے ہیں کہ (لو مصدر یہ ہے) تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا ڈالیں محض حسد کی وجہ سے (حسدًا مفعول لہ، ہے)

جو خود ان کے دلوں سے ابھرتا ہے (یعنی خود ان کا نفس خبیثہ حسد پر آمادہ کرتا ہے) ان کے لئے (تورات میں) حق واضح ہونے کے بعد (دربارہ آنحضرت ﷺ) خیر معاف کر دیجئے (ان کو چھوڑیے) اور درگزر کیجئے (چشم پوشی کیجئے) ان کو کچھ نہ کہئے حتیٰ کہ اللہ اپنا کوئی قانون (ان کے قتال کے بارے میں) بھیجیں بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور نمازیں پابندی سے پڑھے جائیے اور زکوٰۃ دیتے رہئے اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے جمع کرتے رہو گے (نماز و صدقہ جیسی طاعات) پا لو گے اس کو (اس کے ثواب کو) اللہ کے پاس کیونکہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں (چنانچہ تم کو ان کا بدلہ بھی دیں گے۔)

ترکیب و تحقیق: باوجود سورت کے مدنی ہونے کے اور ما قبل و ما بعد میں یہود سے خطاب کے درمیان میں اہل مکہ کو خطاب کیا گیا ہے اور یہود کی طرف سے بھی یہ اعتراض مراد لیا جاسکتا ہے لو مصدر یہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد فعل آئے گا جس سے تمنا کے معنی سمجھے جائیں گے۔ جسداً یہ و د کا مفعول ہے کائنات سے جلال مفسر نے من عند انفسہم کے ظرف مستقر ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے پھر یہ حسد کی صفت ہو جائے گا۔ نیز اس کو و د سے متعلق کر کے ظرف لغو بھی قرار دیا جاسکتا ہے یعنی یہ ان کی تمنا خود اپنے نفس سے ابھرنے والی تھی۔ دینداری کے جذبہ سے نہیں تھی من بعد یہ بھی و د سے متعلق ہے اور ما مصدر یہ ہے ای بعد تبین الحق لہم اس میں ان کی زیادہ یقین شان ہے کہ حق کے ظاہر ہونے کے باوجود نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ دوسروں کو گمراہ کیا۔ عفو کے معنی ترک سزا۔ اصفحوا کے معنی ترک ملامت بولتے ہیں صفحت عن فلان بالکلیہ اعراض کر لینا، تجدد وہ کے بعد ثوابہ اس لئے نکالا گیا ہے کہ مقصود اصلی ان اعمال سے ثواب ہے اور اسی کا وجدان ہو گا نہ کہ عین اعمال کا عند اللہ بہ اس سے مراد عندیت معنوی ہے مراد اس سے محفوظ اور ذخیرہ ہونا ہے۔

رابط و شان نزول: پہلی آیت میں تینتیسویں (۳۳) معاملہ کا بیان ہے اور دوسری آیت میں چونتیسویں (۳۴) معاملہ کا تذکرہ ہے۔ اول آیت کے شان نزول کی طرف خود جلال محقق نے اشارہ فرمایا ہے کہ کچھ لوگوں نے محض برائے گفتن کچھ بے ہودہ فرمائشی معجزے طلب کئے اس آیت میں ان کا جواب ہے۔ دوسری آیت و د کثیر کا شان نزول یہ ہے کہ عمار بن یاسر اور حذیفہ بن ایمان رضی اللہ عنہم غزوہ احد سے واپس ہو رہے تھے کہ یہود کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے ازراہ طعن یہ کہا تھا کہ یہودیت مذہب حق ہے۔ محمد ﷺ اگر برحق نبی ہوتے اور اللہ ان کے ساتھ ہوتا تو وہ اپنے ساتھیوں کو اس طرح کیوں قتل کرا بیٹھتے؟ اس پر عمار نے جواب دیا کہ اچھا بتلاؤ بد عہدی کرنے والا تمہارے نزدیک کیسا ہے؟ کہنے لگے کہ نہایت ذلیل! حضرت عمار نے فرمایا کہ ہم نے مرتے دم تک آنحضرت ﷺ سے اتباع کا عہد کیا ہے اس لئے کبھی اس کو نہیں توڑ سکتے۔ یہود نے الزام لگایا کہ تم صابی ہو گئے ہو، حذیفہ نے جواب دیا رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً والکعبۃ قبلۃ والقران اماماً والمومنین اخواناً آنحضرت ﷺ کو جب اس واقعہ سے باخبر کیا تو فرمایا اصبتما الخیر وافلحتما اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ابن ابی حاتم نے سعید یا عکرمہ کے طریق پر حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ حمی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب دو شخص بدترین یہود تھے عرب دشمنی میں کہ آنحضرت ﷺ بنی اسماعیل میں کیوں مبعوث ہوئے اور مکہ حد تک لوگوں کو اسلام سے روکنے میں سرگرم اور مساعی رہتے ان کی تردید میں آیت و د کثیر نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: فرمائشی اور غیر فرمائشی معجزات کا فرق: کفار مکہ اور مشرکین عرب میں کچھ ایسے منچلے جوان بھی تھے جن کا کام محض دفع الوقتی تھا وہ طرح طرح کے فرمائشی معجزات طلب کرتے رہتے جن کی تفصیل سورہ انعام میں

آئے گی۔

ہر کام کی حکمت و مصلحت چونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کسی دوسرے کو تعیین فعل کا حق نہیں ہے اس لئے اس قسم کی درخواستیں ہمیشہ ٹھکرا دی جاتی ہیں اور چونکہ فرمائش کرنے والوں کا منشاء اکثر صحیح نہیں ہوتا۔ ان کی روش معاندانہ ہوا کرتی ہے اس لئے عادت اللہ یہ رہی ہے کہ اس قسم کی فرمائشوں کو رد کر دیا جاتا ہے اور اگر پورا کیا جاتا ہے تو اس شرط کے ساتھ کہ پھر بھی ایمان نہ لانے تو اتمام حجت کے بعد اللہ کا عذاب آنا یقینی ہوتا ہے۔ یہاں چونکہ آخری امت ہے اس کو ہلاک اور تباہ کرنا منشاء الہی نہیں ہے ادھر معاندین کے حق میں ایمان مقدر نہیں ہے اس لئے فرمائشات کا پورا کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھا گیا۔

جہاد اور عفو و درگزر:..... چونکہ مسلمانوں کی اس وقت کی حالت کا مقتضی یہی تھا کہ پورے صبر و سکون اور عدم تشدد کے ساتھ وقت کو انگیز کیا جائے مخالفین کی شرارتوں کا علاج مناسب وقت پر قانون امن عامہ یعنی قتل و جزیہ کے ذریعہ کیا جانے والا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے تسامح اور چشم پوشی کا مشورہ دیا۔ اور قوم کی حقیقی اور اندرونی قوت و طاقت فراہم کرنے کا اس سے بہتر طریقہ ممکن نہیں ہے کیونکہ سازگار ماحول اور خلاف مزاج حالات برداشت کرنے کی عادت ڈالنے سے اخلاقی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور بڑے بڑے کٹھن اور سنگین حالات خندہ پیشانی سے جھیلنے کی مشق ہو جاتی ہے۔ عین جنگ اور قتل و قتال کی حالت میں بھی ایسی صورتیں پیش آ جاتی ہیں جن میں عفو و درگزر اور تسامح کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے آیت کو وقتی حالات پر محمول کر کے منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عفو و صغح سے مراد محض عدم قتال نہیں ہے بلکہ عام معنی میں جو جنگ اور عدم جنگ دونوں مصلحت سے روحانی اور اخلاقی طاقت کے سرچشمہ کی طرف رخ پھیرنے کے لئے نماز، روزہ، زکوٰۃ، وغیرہ عبادتی احکام کا پروگرام بتلا دیا کہ فی الحال بدنی اور مالی مشقتیں جھیلنے کا عادی بناؤ تا کہ جنگی احکام کے قابل اپنے کو بنا سکو ورنہ بلا تیاری کے ایک دم جنگی احکام بے سود ہو کر رہ جائیں گے۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرِيًّا ط قَالَ ذَلِكَ يَهُودُ الْمَدِينَةِ وَنَصْرِيُّ نَجْرَانٍ لَمَّا تَنَازَرُوا بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَي قَالَ الْيَهُودُ لَنْ يَدْخُلَهَا إِلَّا الْيَهُودُ وَقَالَ النَّصَارِيُّ لَنْ يَدْخُلَهَا إِلَّا النَّصْرِيُّ تِلْكَ الْمَقُولَةُ أَمَانِيهِمْ ط شَهَوَاتُهُمُ الْبَاطِلَةُ قُلْ لَهُمْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ حُجَّتْكُمْ عَلَى ذَلِكَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۱۳﴾ فِيهِ بَلَىٰ ق يَدْخُلُ الْجَنَّةَ غَيْرُهُمْ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ أَيِ انْقَادَ لِأَمْرِهِ وَخَصَّ الْوَجْهَ لِأَنَّهُ أَشْرَفُ الْأَعْضَاءِ فَغَيْرُهُ أَوْلَىٰ وَهُوَ مُحْسِنٌ مُوَجِّدٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ص أَيِ ثَوَابُ عَمَلِهِ الْجَنَّةُ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۱۴﴾ فِي الْأَجْرَةِ

۱۳
۱۴

ترجمہ:..... اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہوں (یہود جمع ہاند کی) یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں (یہود و نصاریٰ بجز ان کے درمیان جب آنحضرت ﷺ کی مجلس میں مناظرہ ہوا تو یہ کہنے لگے، یعنی یہود نے کہا کہ جنت میں بجز یہود کے کوئی نہیں جائے گا اور نصاریٰ نے کہا کہ بجز نصاریٰ کے جنت میں کوئی نہیں جائے گا) یہ (باتیں) دل بہلانے کی ہیں (بے بنیاد خواہشات ہیں) آپ فرمادیتے تھے (ان سے) کہ اپنی دلیل لاؤ (اس دعویٰ پر اپنی حجت پیش کرو) اگر تم سچے ہو (اس دعویٰ میں) بلکہ (ان کے علاوہ دوسرے جنت میں جائیں گے) جو شخص بھی اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے (یعنی اس کا فرمانبردار ہو جائے اور لفظ وجہ کی تخصیص اس لئے کہ یہ تمام اعضاء میں اشرف ہے جب اس کو اللہ کے آگے جھکا دیا تو دوسرے اعضاء بدرجہ اولیٰ

جھکا دیئے ہوں گے) در آنحالیکہ وہ مخلص (موحد) بھی ہو تو ایسے شخص کو بدلہ ملے گا پروردگار کے پاس پہنچ کر (اس کے عمل کا ثواب جنت کی صورت میں) اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے (آخرت میں۔)

ترکیب و تحقیق: ہو جمع ہائے عائد کی جمع عوذ آتی ہے۔ ہاد یہود۔ اذا دخل فی الیہودۃ۔ ہاند بمعنی

تائب جیسے انا ہدنا الیک یعنی انا تبنا الیک دراصل جو لوگ گو سالہ پرستی سے تائب ہوئے ان پر اس کا اطلاق کیا گیا تھا بعد میں وجہ تسمیہ میں توسع ہو گیا اور جماعت کا علم بن گیا چونکہ التباس کا کوئی خطرہ نہیں بلکہ سامع پر اعتماد تھا کہ ہر قول کو اس کے قائل کے ساتھ لگایا جائے گا اس لئے دونوں اقوال کو مجملاً ملفوف کر دیا۔

نجران یمن کے ایک شہر کا نام ہے جہاں سے نصاریٰ کا یہ وفد حاضر خدمت اقدس ہوا تھا۔ رواہ ابن جریر عن ابن عباس تلک کا مشاڑ الیہ مفرد و مقولہ قرار دیا۔ اس کی خبر امانی جمع ہے کیونکہ فی الحقیقت وہ بہت سی امیدوں پر مشتمل تھی۔ یا تاویل مقولہ کل قائل علیحدہ ہو اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ بتقدیر المضاف عبارت ہو یعنی "امثال تلک المقولہ اما نیہم" ہاتوا اصل میں اتو تھا ہمزہ کو ہا سے تبدیل کر لیا یہ امر عجیب کہلاتا ہے بمعنی احضروا برہان برہۃ، بمعنی قطعہ سے ماخوذ ہے یعنی فریق مخالف کی بات اس سے قطع ہو جاتی ہے اور یا برہن سے مشتق ہے بمعنی بیان۔ اول صورت میں یہ لفظ غیر منصرف اور دوسری صورت میں منصرف ہو جائے گا بلی چونکہ ایجاب نفی کے لئے آتا ہے اسی لئے مفسر علام نے یدخل الجنۃ غیر ہم عبارت مقدر کی ہے اور اسی لئے بلی پر وقف حسن ہے یعنی ما بعد من اسلم سے کلام متانف ہے وجد کو اشرف الاعضاء کہنا اس لئے ہے کہ یہ سجدہ گاہ ہے جو اساس اخلاص ہے اور معدن حواس اور فکر و تخیل ہے فلہ چونکہ مبتدا متضمن معنی شرط ہے اس لئے خبر پر فاجزائیہ کا لانا درست ہے خواہ من کو شرطیہ کہا جائے یا موصولہ، اور ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ من اسلم، فعل محذوف کا فاعل ہو یعنی بلی یدخلها من اسلم اصل عبارت ہو۔ اب فلہ اجرہ کلام معطوف ہو جائے گا فی الاخرۃ کی قید جلال محقق نے اس لئے لگادی ہے کہ دنیا میں تو "اشد بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل" کی رو سے مومنین خوف و حزن، رنج و ملال میں گھرے رہتے ہیں اگرچہ ان کا اثر قلب حقیقی تک نہ پہنچتا ہو۔

رابط و شان نزول و تشریح: ان آیات میں ان کے پینتیسویں (۳۵) معاملہ کا حال مذکور ہے اور شان

نزول جلال محقق نے خود بیان فرمایا ہے جس میں یہود کے ساتھ نصاریٰ کی شرکت بھی ہے خلاصہ استدلال یہ ہے کہ بالاتفاق تمام اہل ملل وادیان ساویہ پیش کردہ قانون مسلم ہے۔ اب اس کی روشنی میں صرف یہ دیکھنا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے اور مسلمانوں میں کون اس کا حقیقی مصداق ہے کہ وہی اس دعوے کا اصل مستحق ہوگا۔ سو ظاہر ہے کہ کسی قانون کے منسوخ ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنے والا فرمانبردار کہلانے کا مستحق نہیں ہے چنانچہ یہود و نصاریٰ بزعم خود ادیان منسوخہ پر عمل پیرا ہیں اس لئے بقاعدہ مذکور مستحق نجات نہیں ہیں۔ البتہ مسلمان چونکہ دین ناسخ کے تابعدار ہیں اس لئے اصل فرمانبردار بھی وہی ہیں اور جنت کے مستحق وہی ہوں گے۔ منافقین چونکہ شرعاً کافر اور مستحق نار ہیں اس لئے مخلص کی قید سے ان کو نکال دیا جائے گا۔

پیرزادوں کے لئے دعوتِ فکر: آجکل پیرزادے اور اکثر گدی نشین سجادے اور کسب کی بجائے صرف نسب پر

گھمنڈ کرنے والے صاحب زادے یہود و نصاریٰ کی اس خیالی جنت سے سبق حاصل کریں اور آیت کریمہ میں غور و فکر کر کے عبرت پکڑیں کہ کسب ان کے لئے مفید ہوگا یا صرف نسب۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ مُّعْتَدٍ بِهِ ۖ وَكَفَرَتْ بِعِيسَىٰ وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ لَا مُعْتَدٍ بِهِ ۖ وَكَفَرَتْ بِمُوسَىٰ وَهُمْ أَيْ الْفَرِيقَانِ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۗ ط الْمُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ وَفِي كِتَابِ الْيَهُودِ تَصَدِيقُ عِيسَىٰ وَفِي كِتَابِ النَّصَارَىٰ تَصَدِيقُ مُوسَىٰ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ كَذَلِكَ كَمَا قَالَ هُوَلَاءِ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ أَيْ الْمُشْرِكُونَ مِنَ الْعَرَبِ وَغَيْرِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۗ تَبَيَّنَ لِمَعْنَىٰ ذَلِكَ أَيْ قَالُوا لِكُلِّ ذِي دِينٍ لَيْسُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۱۳﴾ مِنْ أَمْرِ الَّذِينَ فَيُدْخِلُ الْمُحِقَّ الْجَنَّةَ وَالْمُبْطِلَ النَّارَ ۖ

ترجمہ:..... اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی (معتد بہ) بنیاد پر نہیں ہیں (اور حضرت عیسیٰ کا انکار کر بیٹھے) اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی (معتد بہ) بنیاد پر نہیں ہیں (اور حضرت موسیٰ کا انکار کرنے لگے) حالانکہ یہ (دونوں فریق) کتابیں پڑھتے ہیں جو ان پر نازل ہوئیں اور یہود کی کتاب میں (بطور پیشن گوئی) حضرت عیسیٰ کی تصدیق موجود ہے۔ اسی طرح نصاریٰ کی کتاب میں حضرت موسیٰ کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ یہ جملہ حالیہ تھا) اسی طرح (جیسا کہ ان لوگوں نے کہا) کہنے لگے وہ لوگ بھی جو بے علم ہیں (مشرکین عرب وغیرہ) ان جیسا قول (یہ ذلک کے معنی کا بیان ہے یعنی ہر فریق دوسرے مذہب کو غلط اور بے اصل بتلاتا ہے) سو اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے روز فیصلہ کر دیں گے ان تمام باتوں کا جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں (مذہبی باتوں کا چنانچہ اہل حق کو جنت میں اور باطل پرستوں کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔)

ترکیب و تحقیق:..... مفسر علام نے ہولاء سے اشارہ کر دیا کہ کذلک مصدر محذوف کی صفت ہے۔ "ای قال

المشرکون قولاً مثل قولہم" مشرکین کے ساتھ اہل کتاب کے ملانے میں آنحضرت ﷺ کی دلداری مقصود ہوگی کہ قومی ہمدردی اور تعلق قرابت کے جوش سے اگر آپ کو تکلیف ہو تو یہ خیال کر لیجئے کہ جب لکھے پڑھے لوگ ڈوب رہے ہیں تو یہ تو پھر جاہل محض اور کندہ ناتراش ہیں ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اہل کتاب کی دیکھا دیکھی مشرکین کو بھی جوش و خروش ہوا گویا باسی کڑھی کو ابال آیا یا مینڈ کی کو زکام ہوا۔ مثل قولہم بیان ہے یعنی کذلک سے اس طرح بدلی ہے کہ لفظ مثل بیان ہے کاف کا۔ اور لفظ قولہم بیان ہے ذلک کا اور مقصود اس سے تاکید و تقریر ہے اس لئے تکرار بلا فائدہ نہیں ہے اور یہ کہا جائے کہ کذلک سے مراد قول معنی مصدری ہے اور مثل قولہم سے مراد ان کا مقولہ ہے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تشبیہ بنا ہے۔

رابط و شان نزول:..... ان آیات میں یہود کے چھتیسویں (۳۶) معاملہ کا ذکر ہے اور اس برائی میں نصاریٰ اور مشرکین عرب بھی شریک ہیں۔

ابن ابی حاتم نے بطریق سعید یا عکرمہ تخریج کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ یہود و نصاریٰ آپ کی مجلس مبارک میں جمع ہوئے اور مذہبی مباحثہ و مناظرہ کرنے لگے۔ رافع بن خزیمہ نے یہود کی طرف سے دین نصاریٰ کا رد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور انجیل کے آسمانی کتاب ہونے کا۔ اسی طرح نصاریٰ نے مذہب یہود کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور تورات کا کتاب اللہ ہونے کا ابطال کیا۔ حق تعالیٰ نے اس مذہبی تعصب کو نقل کر کے رد فرمایا ہے۔

﴿تشریح﴾: بے جا گروہ بندی کی مذمت: اللہ بچاوے ایسے مذہبی تعصب اور گروہ بندی سے کہ انسان کل حزب بما لیدیہم فرحون کا شکار ہو کر رہ جائے اور اپنے سوا دوسروں کی واقعی اچھائیوں کا بھی انکار کر دے۔ تعصب کی پٹی جب آنکھوں پر بندھ جاتی ہے تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے اپنی برائیاں اچھائیاں بن کر اور دوسروں کی اچھائیاں برائیاں بن کر سامنے آتی ہیں۔ اس تخریب اور گروہ بندہ کا مقتضی تو یہ ہے کہ اذا تعارضتا تساقطتا یعنی خود ان ہی قول سے دونوں مذہب کا ابطال ہو گیا۔ اور منسوخ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لحاظ سے ایک درجہ میں اگرچہ یہ بات صحیح بھی ہے کہ یہ دونوں مذاہب فی الحال معمول بہا نہیں ہیں لیکن خود ان کا مقصد اس کہنے سے یہ نہیں تھا بلکہ ان مذاہب کا بے اصل و بے بنیاد ہونا تھا جو تورات و انجیل کی تعلیمات کے اعتبار سے صحیح نہیں تھا۔ لیکن یہ علمی فیصلہ جب اہل علم ہونے کے باوجود ان کے لئے ناکافی ہے تو قیامت میں عملی فیصلہ کر کے دودھ اور پانی الگ الگ کر دیا جائے گا اور حق و باطل کی یہ معرکہ آرائی ختم کر دی جائے گی۔

مشائخ کے لئے نکتہ فکر: جو مشائخ اور علماء اپنے طریقوں پر اس درجہ گمن اور پھولے ہوئے ہیں کہ دوسرے اہل حق کی تنقیص و تحقیر سے بھی نہیں شرماتے وہ اس آئینہ میں اپنا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ أَى لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْبِيحِ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا بِالْهَدْمِ أَوْ التَّعْطِيلِ نَزَلَتْ أَحْبَارًا عَنِ الرُّومِ الَّذِينَ حَرَّبُوا بَيْتَ الْمَقْدِسِ أَوْ فِي الْمَشْرِكِينَ لَمَّا صَدُّوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَنِ الْبَيْتِ أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۝ خَبِرَ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَى أَحْبَفُوهُمْ بِالْجِهَادِ فَلَا يَدْخُلُوهَا أَحَدٌ مِنَّا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا حِزْبِي هُوَ الْإِثْمُ وَالْقَتْلُ وَالسَّبِي وَالْجِزْيَةُ وَهُمْ فِي الْأَخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۱۳﴾ هُوَ النَّارُ

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا (یعنی اس سے زیادہ کوئی ظالم نہیں ہے) جو اللہ کی مسجدوں میں ذکر اللہ (نماز و تسبیح کئے جانے) سے روکتا ہے اور ان کی ویرانی میں کوشاں رہتا ہے (ان کے توڑنے بیکار کرنے میں ساعی رہتا ہو۔ یہ اطلاع ان رومیوں کے بارے میں ہے جنہوں نے بیت المقدس کو برباد کیا تھا یا پھر ان مشرکین کے متعلق ہے جنہوں نے سال حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکا تھا) ان لوگوں کو تو بے باکی کے ساتھ مساجد میں قدم بھی نہیں رکھنا چاہئے تھا۔ (یہ خیر امر کے معنی میں ہے یعنی جہاد سے ان کو ڈراؤ کہ امن و اطمینان کے ساتھ تم میں سے اب کوئی ان میں داخل نہیں ہو سکے گا۔) ان لوگوں کی دنیا میں بھی رسوائی ہوگی (قتل و قید جزیہ کے ذریعہ ذلیل ہوں گے اور ان کے لئے آخرت میں بھی سزائے عظیم (جہنم) ہوگی۔

ترکیب و تحقیق: من استفہامیہ ہے محل رفع میں بنا بر ابتداء کے اور اظلم اس کی خبر ہے۔ مفسر نے استفہام انکاری ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس مقام پر ایک مشہور سوال ہے کہ اظلمیت کا اطلاق بصیغہ تفضیل قرآن کریم میں کئی مواقع میں کیا گیا ہے۔ مثلاً (۲) ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب (۳) ومن اظلم ممن ذکر بایت ربہ (۴) فمن اظلم ممن کذب علی اللہ پس ہر ایک پر اظلمیت کا اطلاق اجتماع ضدین ہوگا اس کی دو وجہیں کی گئی ہیں ایک توجیہ تو یہ ہے ہر ایک موقع کی اظلمیت اس مخصوص مقام اور صلہ کے لحاظ سے کی جائے۔ گویا اظلمیت حقیقیہ نہیں ہوگی بلکہ اضافی اظلمیت مقصود ہوگی۔ مثلاً اس آیت میں

یہ معنی ہوں کہ لا احد من المانعین اظلم ممن منع مساجد اللہ اور دوسری آیت میں تقدیر اس طرح ہو لا احد من المفترین اظلم ممن افتری علی اللہ اور تیسری میں اس طرح ہو لا احد من الکذابین اظلم ممن کذب علی اللہ وغیرہ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ ان آیات میں مساوات فی الاظلمیت کی نفی مقصود نہیں ہے کیونکہ ان میں دوسری چیزوں سے اظلمیت کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن اظلمیت کی نفی سے ظالمیت کی نفی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ مقید کی نفی سے مطلق کی نفی نہیں ہوتی۔ تو حاصل یہ ہے کہ دوسری چیزوں کے لحاظ سے تو اظلمیت کی نفی ہوئی لیکن خود ان میں وصف اظلمیت کا اشتراک رہا۔ یعنی اظلمیت میں شریک اور مساوی رہے۔ فلا اشکال۔ مساجد باوجودیکہ شان نزول میں مسجد کی تخصیص کی گئی ہے لیکن آیت میں جمع کا لفظ حکم کے عام ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ مسجد کی وجہ تسمیہ میں نماز کے اشرف رکن سجدہ کا لحاظ کیا گیا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اقرب ما یکون العبد من ربہ وهو ساجد۔ اس میں مفتوح العین ہونا اگرچہ قیاسی ہے لیکن مکسور العین کی سماعت اور روایت ہے ماکان لہم یعنی مسجد کی ہیبت تو بے باکانہ قدم رکھنے سے بھی مانع ہونی چاہئے چہ جائیکہ اس کی بربادی کی یہ لوگ جرأت کریں خبر مفسر علام اس سے ایک شبہ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ ظاہر آیت کی خبر کا تقاضا تو یہ ہے کہ بیت المقدس میں امن و اطمینان سے داخل نہ ہو سکیں حالانکہ نہ صرف یہ کہ وہ مامون ہو کر داخل ہوئے بلکہ سالہا سال وہ مسجد ان کے قبضہ میں رہی حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین نے ان سے استخلاص کرایا۔ لیکن جب یہ خبر انشاء کے معنی میں ہے۔ اب شبہ باقی نہیں رہا لہم فی الدنیا یہ اور اس کا مابعد جملہ مستانفہ ہے۔ محل اعراب میں نہیں ہے اس لئے اس کو جملہ حالیہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کی دنیاوی رسوائی کسی حال کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

رابط و شان نزول: یہ بھی یہود کا مشترک سینتیسواں (۳۷) معاملہ ہے مفسر علام نے آیت کے دو شان نزول بیان کئے ہیں۔ اول کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک زمانہ میں یحییٰ بن زکریا کو جب قتل کر دیا تو بخت نصر جو بابل کا مجوسی بادشاہ تھا۔ نصاریٰ کی حمایت میں بیت المقدس پر حملہ آور ہوا۔ اسی طرح ظیطس نامی بادشاہ نے بھی مسجد کی تخریب کاری اور بربادی میں حصہ لیا۔ اور نصاریٰ یہود کی تذلیل دیکھ کر خوش ہوتے رہے اور باوجودیکہ بیت المقدس نصاریٰ کا قبلہ حج اور زیارت گاہ تھا لیکن حب علیؑ کی بجائے بغض معاویہؓ پر عمل پیرا رہے اس لئے حق تعالیٰ نے خطاب اور عتاب میں ان کو بھی شریک رکھا۔ بہر حال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک یہ مسجد ویران رہی۔ فاروق اعظم کے قدوم میں منت لزوم پہنچے تو آباد و شاداب ہو گئی۔ دوسرے واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ چودہ سو صحابہؓ کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مدینہ طیبہ سے داخل بیت اللہ ہونا چاہتے تھے لیکن حدیبیہ (ایک مقام) پر پہنچنے کے بعد جس کو آجکل شمسہ کہتے ہیں کفار مکہ کی طرف سے روک دیئے گئے اور صلح حدیبیہ کا مشہور تاریخی واقعہ عمل میں آیا۔ اس پر اظہار افسوس کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾: مساجد کی تخریب: جلال محقق نے آیت کے شان نزول میں جن دو واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے ان سے تو مسجد حرام اور مسجد بیت المقدس کی تخریب کا پہلو نکلتا ہے لیکن تحویل قبلہ کے سلسلہ میں یہود کی شرارتوں اور شبہات کو ملایا جائے اور وہ شبہات عام طور پر اگر دلوں میں جاگزیں ہو جاتے تو توحید و رسالت کے ساتھ نماز و روزہ کو بھی لوگ خیر باد کہہ دیتے جس سے مسجد نبوی اور تمام مساجد کی ویرانی ہو جاتی غرضکہ ان مختلف مساعی کا لازمی اثر و نتیجہ عام و خاص مساجد کی تخریب و ویرانی ہوتی۔

تعمیر مسجد: حالانکہ اللہ والوں کی شان انما یعمر مساجد اللہ ہوتی ہے۔ پس کہاں ان کے اہل حق ہونے کے وہ بلند بانگ دعوے اور ڈینگیں اور کہاں ان کے یہ کرتوت، شرم نہیں آتی۔ غرضکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب ہی کے پوست کندہ حالات

سامنے آگے اس لئے دنیا میں تو ان کی رسوائی یہ ہوئی کہ سب ہی سلام کے باجگزار اور مسلمانوں کی رعایا بنے اور آخرت کی بھری محفل میں علاوہ کفر کے ویرانی مساجد کے ذیل میں کچھ ذلت ہوگی وہ مزید برآں ہے۔

مساجد کی قفل بندی:..... مسجد کی تخریب و ہدم اور نماز وغیرہ سے لوگوں کو روکنا اگرچہ مسجد مانع کی ملکیت ہو اس آیت کی رو سے ناجائز ہے۔ البتہ سامان مسجد کی حفاظت کے لئے قفل بندی ایک علیحدہ بات ہے۔ باقی تخریب و تعمیر مساجد کے مفصل احکام کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ ہاں کان لہم ان یدخلوہا جملہ کی وجہ سے ائمہ میں اختلاف ہے کہ آیا کافر کے لئے مسجد میں داخلہ کی اجازت ہے یا نہیں تو امام مالک کے نزدیک کسی مسجد میں بھی بلا ضرورت کافر کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد بیت المقدس، میں علی الاطلاق ناجائز ہے اور ان مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد میں مسلمانوں کی اجازت سے داخل ہو سکتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک ادب و احترام کے ساتھ تمام مساجد میں داخلہ کی اجازت ہے۔ یہ آیت حنفیہ کے لئے مؤید بلکہ مستدل ہے امام زاہد نے ان بذكر فیہا اسمہ سے اللہ کے اسم و رسمی کے اتحاد پر استدلال کیا ہے برخلاف معتزلہ کے وہ دونوں میں عدم اتحاد کے قائل ہیں۔

وَتَزُولُ لِمَا طَعَنَ الْيَهُودُ فِي نَسْخِ الْقِبْلَةِ أَوْ فِي صَلَاةِ النَّافِلَةِ عَلَى الرَّاحِلَةِ فِي سَفَرٍ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ وَ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ أَيُّ الْأَرْضِ كُلُّهَا لِأَنَّهُمَا نَاحِيَتَاهَا فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا وَحُوهَكُمْ فِي الصَّلَاةِ بِأَمْرِهِ فَثُمَّ هُنَاكَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ قِبَلَتُهُ الَّتِي رَضِيَهَا إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ يَسَعُ فَضْلُهُ كُلَّ شَيْءٍ ۖ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ بِتَدْبِيرِ خَلْقِهِ وَقَالُوا بَوَادٍ وَذُونَهَا أَيُّ الْيَهُودِ وَالنَّصْرَى وَمَنْ رَعِمَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ بَنَاتُ اللَّهِ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ قَالَ تَعَالَى سُبْحٰنَهُ ۖ تَزْوِيهَا لَهُ عَنْهُ بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ مَلٰٓئِكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا ۚ اَلْمَلٰٓئِكَةُ تَنْفٰى الْوِلٰدَةِ وَعَبَّرَ بِمَا تَغْلِيْبًا لِمَا لَا يَعْقِلُ كُلُّ لَهُ قَانِتُونَ ﴿۱۱۶﴾ مُطِيعُونَ كُلُّ بِمَا يَرَادُ مِنْهُ وَفِيهِ تَغْلِيْبُ الْعَاقِلِ بِدِيْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ مُوْجِدُهُمَا لَا عَلَىٰ مِثَالِ سَبَقٍ وَإِذَا قَضٰى أَرَادَ أَمْرًا أٰى اِيْجَادَهُ فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ أَيُّ فَهُوَ يَكُوْنُ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالنَّصْبِ جَوَابًا لِلْأَمْرِ۔

ترجمہ:..... (تحویل قبلہ کے سلسلہ میں یا بحالت سفر نقلی نماز سواری پر بلا تعین جہت پر یہود نے جب اعتراض کیا یہ آیت نازل ہوئی) اور اللہ ہی کی ملک ہے مشرق و مغرب (مراد پوری زمین ہے کیونکہ مشرق و مغرب اس کی دو سمتیں ہیں سو جس طرف بھی تم لوگ گھماؤ) اپنے چہروں کو نماز میں اس کے حکم کے مطابق) ادھر ہی (ثم بمعنى هناك) اللہ کا رخ ہے (اس کا مقرر کردہ قبلہ ہے) بلاشبہ حق تعالیٰ محیط ہیں (اس کا فضل تمام چیزوں کو محیط ہے) کامل العلم ہیں (تدبیر خلق سے واقف ہیں) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ (قالوا) او کے ساتھ اور بغیر واؤ کے دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مراد اس سے وہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہیں جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے) کہ اللہ اولاد رکھتا ہے (حق تعالیٰ جو بافرماتے ہیں) سبحان اللہ (اللہ کی ذات اس تہمت و عیب سے بری ہے) بلکہ خاص اللہ کی ملک ہیں آسمان و زمین کی تمام چیزیں (سب اس کے مملوک و مخلوق و غلام ہیں اور ملکیت و ولادت میں منافات ہے اور لفظ ما سے تعبیر کرنے میں غیر ذوی العقول کی ذوی العقول پر تغلیب ذکر ہے) سب چیزیں ان کی محکوم ہیں (جس چیز سے وہ جو ارادہ کرتے ہیں وہ اطاعت کرتی ہے۔ اس لفظ قانتون ذوی العقول کی تغلیب کر لی گئی ہے) زمین و آسمان کے ایجاد کرنے والے ہیں (بانا نمونہ سابق ان کے موجد ہیں)

اور جب ارادہ کرتے ہیں (قصنی بمعنی ارادہ ہے) کسی کام کا (اس کی ایجاد کا) تو بس اس کی نسبت فرمادیتے ہیں کہ ہو جائے وہ ہو جاتا ہے (تقدیر عبارت فہو یكون ہے اور ایک قرأت میں یكون منصوب ہے جواب امر ہونے کی بناء پر۔)

ترکیب و تحقیق: المشرق مفسراً اس طرف اشارہ کرنے چاہتے ہیں کہ دو جہت بول کر پوری زمین مراد لیتے ہیں۔ ان دونوں جہتوں کو کبھی مفرد لفظ سے ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی تشبیہ اور جمع کے ساتھ ان کو ذکر کیا جاتا ہے فاینما تولوا این اسم شرط بمعنی ان ما زائد ہے۔ تولوا مجزوم ہے فثم خبر مقدم اور وجہ اللہ مبتداء مؤخر ہے۔ یہ جملہ جواب شرط ہے اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ جس طرف تم رخ کرو گے وہیں اللہ کو پاؤ گے و جو حکم تولوا کا مفعول محذوف ہے۔ اینما اس کا ظرف ہے وجہ سے مراد جہت ہے، یا اللہ کی ذات۔ مفسر علام نے اول کی طرف اشارہ کیا ہے یسع بیت اللہ کا قبلہ اسلام مقرر کرنا اور جعلت لی الارض کلھا مسجدا و طھورا کی رو سے تمام روئے زمین کا مسلمانوں کے لئے مسجد و تیمم گاہ بنا دینا بھی اسی قبیل سے ہے۔ قالوا سے تینوں جماعتوں کے شرکیہ عقائد کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ سبحان کا لفظ اہل عرب تعجب کے موقع پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ لفظ مرکب ہے دو لفظوں سے لفظ نسب اہل عرب کے یہاں تعجب کے لئے آتا ہے اور حان نجم کے نزدیک دونوں کو جمع کر کے مبالغہ ہو گیا۔ کل اس میں تین بعوض مضاف الیہ ہے تقدیر عبارت اس طرح تھی کل مافی السموات و الارض قانتون جمع مذکر سالم جو واؤ نون کے ساتھ مذکر عاقل کے لئے آتی ہے یہاں تغلیباً ذوی العقول غیر ذوی العقول سب مراد ہیں جیسا کہ لفظ ما میں اس کے برعکس کیا گیا ہے۔ قضی اس کے کئی معانی آتے ہیں بمعنی خلق و امر و قدر و ارادہ۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں امر بتقدیر المضاف ہے۔ ای ایجاد امر۔ فیکون جمہور کے نزدیک رفع یا بقول پر عطف کی وجہ سے یا استیناف کی وجہ سے ہے۔ ای فہو یكون اور نصب بنا بر جواب امر کے ضعیف ہے۔ کیونکہ کن حقیقی امر نہیں ہے۔ امر کے لئے جس طرح امر کی ضرورت ہے مخاطب مامور کی بھی ضرورت ہے اور یہاں مخاطب موجود نہیں تھا بلکہ کنایہ ہے سرعۃ تکون سے۔

رابط و شان نزول پانچ قول: آیت وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ الْغٰلِبُ الخ میں یہود کے اڑتیسویں (۳۸) معاملہ کا بیان ہے اور آیت وَقَالُوا میں مشترک طور پر اڑتالیسویں (۳۹) معاملہ کا تذکرہ ہے۔

وقالوا میں اول آیت کے شان نزول کی طرف جلال محقق نے اشارہ کیا ہے جس کا حاصل دو قول ہیں۔ یا تحویل قبلہ جس کا بیان دوسرے پارہ کے شروع میں ہے۔ ابن عباس کی رائے کے مطابق اول آپ مکہ معظمہ میں بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر مدینہ طیبہ میں سولہ سترہ مہینے بحکم الہی یہود کی تالیف قلب کے لئے بیت المقدس کا استقبال کیا تو کفار نے طعن کیا اور یہود کی شورش سے یہ مسئلہ نہایت ہنگامہ خیز بن گیا تھا۔ اس کے جوابات کی یہ تمہید ہے اور یا پھر نفلی نماز بحالت سفر آپ توسع فرماتے تھے کہ شہر سے باہر جنگل میں سواری جس پر بھی چلتی آپ اس پر سوار ہو کر نماز پڑھتے رہتے تھے اور کسی ایک جہت کی پابندی نہیں فرماتے تھے۔ اس پر یہود نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں، یہ آیت اسی کے جواب میں ہے یہ رائے ابن عمر کی ہے۔

اور تیسری رائے بعض مفسرین کی ہے کہ بعض لوگوں پر رات کو سمت قبلہ مشتبہ ہو گئی تھی۔ انہوں نے تحری کر کے مختلف سمتوں کو رخ کر کے نماز پڑھی اور صبح کو حاضر خدمت نبوی ہو کر معذرت پیش کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور چوتھی صورت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس آیت میں دعاء اور ذکر کیلئے سمتوں کی تعین ہے۔ نماز کی سمت کا ذکر نہیں ہے۔ اور امام زہد نے پانچویں وجہ یہ ذکر کی ہے کہ یہ آیت مجاشی کے سلسلہ میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے اسلام قبول کیا، اور مدینہ حاضر

ہوتے ہوئے اثناءِ راہ میں ان کا انتقال ہو گیا، آپ نے باشارۃ جبریل صحابہؓ سے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ نجاشی نے ہمارے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی، اس لئے ہم کیسے ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔

اور دوسری آیت وقالوا کے شان نزول کا حاصل یہ ہے کہ یہود حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ کہتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ سمجھتے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں خیال کرتے تھے غرض کہ شرک کی نجاست سے کوئی بچا ہوا نہیں تھا۔ اس عقیدہ ابیت اور شرک کی تغلیظ و تردید دلائل سے کی گئی ہے۔

﴿تشریح﴾: اللہ زمان و مکان نہیں ہے:..... پہلی بات کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سارے عالم اور اس کی تمام سمتوں کے مالک ہیں وہ کسی ایک سمت کو اگر یکسوئی پیدا کرنے اور ہیئت و اجتماع کی وحدت باقی رکھنے کے لئے متعین کر دیں یا ایک سمت کو مصالح کی وجہ سے دوسری سمت سے تبدیل کر دیں تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ اللہ کسی ایک مکان یا سمت کے ساتھ اس طرح خاص نہیں ہے کہ وہ اسی میں محدود یا محلول ہو کر رہ جائے گا بلکہ ہر ذرہ میں اس کا جلوہ نمایاں ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ موجود ہو۔ اللہ کی ذات و صفات کا کما حقہ ادراک چونکہ ممکن نہیں ہے اس لئے ایسے مضامین میں زیادہ کھود کرید کی ضرورت نہیں ہے بس اجمالاً ان کو ہی صحیح تسلیم کر لینا چاہئے۔

کعبہ پرستی اور بت پرستی کا فرق:..... اسلامی عبادات میں اصل پرستش تو صرف اللہ کی ذات کی ہوتی ہے کسی مسجد، بیت اللہ یا بیت المقدس کی پرستش مسلمان نہیں کرتے بلکہ عبادت میں یکسوئی قلب و دماغ پیدا کرنے کے لئے جو مطلوب حقیقی تک رسائی اور کامرانی کا نہایت مہتمم بالشان ذریعہ ہے اور تمام عالم اسلام میں اجتماعی ہیئت پیدا کرنے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک مرکزی نقطہ پر جمع کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے ایک سمت قبلہ متعین فرمادی ہے۔ جو توحید کے مناسب اور مرکز دین کے شایان شان ہے۔ رہا سمت کی بالخصوص تعیین کہ وہ خاص مکہ کی مسجد حرام ہو اس کی حکمت پر کلام آئندہ آ رہا ہے۔ بہر حال اس تقریر مصلحت و حکمت سے غیر مسلموں کا یہ اعتراض کہ مسلمان کعبہ پرست ہیں ذرہ برابر اس شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن اگر کوئی بت پرست اس تقریر کو اپنانے لگے اور اپنی بت پرستی کے جواز میں یہی توجیہ کرنے لگے کہ ہم بھی اصل پرستش خدا کی کرتے ہیں اور بتوں کو روبرو اور پیش نظر رکھنا محض یکسوئی وغیرہ پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

بت پرستی کا جواز اور اس کے تین جواب:..... تو اول تو اس دعویٰ برأت کے باوجود مسلمانوں پر سے اعتراض علی حالہ مندرج رہا جو مقصود مقام ہے، دوسرے عام مسلمانوں اور عام بت پرستوں کی حالت پر نظر کرنے اور ان کے حالات و احوال کی تفتیش کرنے سے دونوں میں ہر وقت نمایاں فرق ظاہر ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا دعویٰ توحید اور غیر اللہ کی عدم پرستش میں سچے ہیں اور دوسرے لوگ ناراست گو معلوم ہوتے ہیں اور سب سے آخری درجہ میں تیسری بات یہ ہے کہ کسی حکم اور اس کی مصلحت کی تعیین کیلئے کسی غیر منسوخ اور رائج شریعت کا قانون پیش کرنا ضروری ہے۔ از خود اپنی رائے سے دوسروں کی دیکھا دیکھی یا منسوخ دین کی رو سے کوئی فعل کرنا جائز نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لحاظ سے بھی مسلمان ہی اپنا مذہبی قانون پیش کر سکتے ہیں دوسرے ادیان منسوخ ہو چکے ہیں، اس لئے ان کا قانون رائج اور معتبر نہیں ہے اور تعیین قبلہ کی مذکور مصلحت صرف امثالاً پیش کی ہے ورنہ اللہ کی لاتعداد مصالح کا احاطہ اور استقصاء کون کر سکتا ہے۔

آیت کی توجیہات:..... لفظ اینما کو اگر مفعول بہ قرار دیا جائے تو اس آیت کو فول و جھٹ شطر المسجد الحرام سے منسوخ ماننا پڑے گا جیسا کہ امام زاہد کی رائے ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے یہ آیت منسوخ ہوئی ہے۔ صاحب اتقان اور قاضی بیضاوی بھی اسی طرف مائل ہوئے ہیں یا اس کی تاویل کر کے صلوٰۃ النفل علی الراحلہ پر یا اشتباہ قبلہ وغیرہ پر محمول کیا جائے گا۔ اور اگر لفظ اینما کو مفعول فیہ برقرار رکھا جائے علیٰ اصلہ تو پھر آیت کو منسوخ یا ماؤل کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ باب قبلہ کے لئے موید ہوگی۔

دعویٰ ابنیت اور اس کا رد:..... آیت وقالوا میں ان کے عقیدہ ابنیت کا ابطال چار طریقوں سے کیا ہے اول لہ مافی السموات سے دوسرے کل لہ قانتون سے تیسرے بدیع السموات سے چوتھے و اذا قضیٰ امرنا سے اور ان چاروں باتوں کو اللہ کے ساتھ خاص ہونا فریق مخالف کے نزدیک بھی مسلم ہے اس لئے اتمام حجۃ ہو کر دعویٰ ابنیت باطل ہو گیا۔ اللہ کے لئے اولاد کا ہونا عقلاً بھی باطل ہے کیونکہ وہ دو حال سے خالی نہیں، اولاد یا ہم جنس ہوگی یا نا جنس۔ نا جنس اولاد کا ہونا تو عیب ہے اور اللہ عیب سے پاک ہے اس لئے نا جنس اولاد سے منزہ ہے، لفظ سبحانہ میں اسی طرف اشارہ ہے اور اولاد کا ہم جنس ہونا اس لئے محال ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں ہے کیونکہ اللہ کی صفات کمال جو لازم الذات ہیں وہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں دوسروں میں نہیں پائی جاتیں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی کو چاہتی ہے یعنی کمالات کی نفی ذی کمال واجب کی نفی کی دلیل ہوگی اس لئے اللہ کے سوا کوئی واجب نہ ہو کہ اس کا ہم جنس یا شریک حقیقت ہوتا اور جب اس کا کوئی مجانس نہیں تو اس کی اولاد بھی نہیں ہے۔

عقیدہ ابنیت کی اصل:..... دراصل خدا اور بندہ کے تعلق کو سمجھانے کے لئے لوگوں نے ابتداً مختلف تشبیہات اور استعاروں سے کام لیا تھا کہیں باپ بیٹے کے تعلق سے سمجھانے کی کوشش کی گئی تھی، کہیں شوہر اور بیوی کے تعلق کو سامنے رکھ کر اظہار مدعا کیا گیا۔ فلسفی مزاج لوگوں نے علت اول اور سبب اول کہا۔ مقصود ان الفاظ سے حقیقی معانی نہیں تھے لیکن جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے بعد کے لوگوں نے ان الفاظ کو حقیقی معانی پہنا دیئے، اور اسی بنیاد پر نحن ابناء اللہ و احباءہ دعاوی اختصاص شروع کر دیئے، اسلام نے ان تمام رخنوں کو بند کرنے کے لئے پوری قوت اور زور استدلال کے ساتھ اصل بنیاد اور جڑوں پر تیر چلایا اور اس عقیدہ ابنیت کی دھجیاں اڑا دیں۔

مسائل حریت:..... فقہاء نے اس تنافی ملکیت و اولاد سے بہت سے مسائل عتق و حریت کے مستنبط کئے ہیں۔ مشہور اس باب میں حدیث من ملک ذارحم محرّم عتق علیہ ہے۔ حنفیہ کے نزدیک علت آزادی کی ملک مع القرابۃ المحرمہ ہے، لیکن حدیث میں علت کا آخری جزو ہونے کی وجہ سے عتق کی اضافت ملک کی طرف کر دی گئی ہے۔ کیونکہ حکم کا مدار علت کے آخری جزو پر ہوا کرتا ہے، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک محرم غیر قریب جیسے رضاعی شریک اور اسی طرح قریب غیر محرم جیسے چچا زاد بھائی اس علت عتق سے خارج ہو جائے گا اس کے مالک ہونے سے آزادی نہیں آئے گی۔ البتہ ولادت و اخوت کی قرابت علیٰ حالہ رہیں گی اور امام شافعی کے نزدیک علت صرف جزئیّت ہے چنانچہ بیٹا باپ پر آزاد ہو جائے گا اور باپ بیٹے پر۔ البتہ بھائی کا بھائی اگر مالک ہو جائے تو جزئیّت نہ ہونے کی وجہ سے آزاد نہیں ہوگا۔

تحقیق نادر:..... کُن کہنے سے مراد اگر مجازاً سرعت اور جلدی سے کسی کام کا ہونا ہے تب تو خیر کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس سے مراد یہ ہو کہ حقیقت حق تعالیٰ کی یہی عادت ہو کہ کسی چیز کے بنانے سے پہلے یہ لفظ فرماتے ہوں تو اس پر وہ شبہ ہو سکتے ہیں، پہلا شبہ

یہ کہ جب وہ چیز موجود ہی نہیں تھی تو لفظ کن کس کو کہا گیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علم الہی میں موجود تھی اسی کو موجود فرض کر کے خطاب فرمایا گیا۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ دوسری چیزوں کی طرح خود لفظ کن بھی تو حادث ہے تو اس قاعدہ سے کن کے لئے بھی ایک اور کن کی ضرورت ہوگی اور دوسرے کن کے لئے تیسرے کن کی۔ اس طرح تسلسل لازم آئے گا۔ یعنی ایک کن کے لئے غیر متناہی کن ماننے پڑیں گے ورنہ مکون کا قدیم ہونا لازم آجائے گا اور یہ دونوں صورتیں محال کی ہیں، اس کا جواب دو طرح ہے ایک یہ کہ تمام چیزوں کو لفظ کنسن کے ذریعے اور خود کن کو بغیر دوسرے کن کے پیدا کر دیا ہوگا اس لئے تسلسل لازم نہیں آئے گا۔ دوسرے یہ کہ اگر صرف لفظ کن کو قدیم مان لیا جائے اور اس کا تعلق حادث ہونے کی وجہ سے یہ خود بھی حادث رہے تو قدم مکون لازم نہیں آئے گا۔ رہی اس تعلق کی کیفیت تو چونکہ یہ تعلق لاموجود اور معدوم ہے اس لئے اس تعلق حادث کے لئے کسی دوسرے تعلق حادث کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لہذا نہ اس تعلق ایجاد کی ضرورت اور نہ اس کے علت ایجاد بننے میں کوئی اشکال رہے گا۔ البتہ اس تعلق کے لئے مرجح حق تعالیٰ کی ذات ہوگی۔ ان کا ارادہ جس کی شان اور صفت ترجیح و تخصیص اختیاری ہے وہ خود مرجح رہے گا اس لئے مزید کسی مرجح یا مخصص کا دریافت کرنا گویا مجموعیت ذاتیہ کو جائز کرنا ہوگا جو ذات اور ذاتی یا لازم و ملزوم کے درمیان جعل کا واسطہ ماننا ہے جو اہل معقول کے نزدیک باطل ہے۔ (مسہلا من البیان)

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ آي كُفَّارًا مَكَّةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا هَلَّا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ
 أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ مِمَّا اقْتَرَحْنَاهُ عَلَى صِدْقِكَ كَذَلِكَ كَمَا قَالَ هَؤُلَاءِ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ كُفَّارِ
 الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ لِأَنْبِيَائِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ط مِنَ التَّعْتِ وَطَلَبِ الْآيَاتِ تَشَبَهَتْ قُلُوبُهُمْ ط فِي الْكُفْرِ وَالْعِنَادِ
 فِيهِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ قَدْبِينًا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۱۱۸﴾ يَعْلَمُونَ أَنَّهَا آيَةٌ فَيُؤْمِنُونَ بِهَا فَاقْتَرَحَ آيَةٌ مَعَهَا تَعْتِ
 أَنَا أَرْسَلْتُكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْحَقِّ بِالْهُدَى بِشِيرًا مَنْ أَجَابَ إِلَيْهِ بِالْحَنَّةِ وَنَذِيرًا لِمَنْ لَمْ يُجِبْ إِلَيْهِ بِالنَّارِ وَ
 لَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۹﴾ النَّارِ آي الْكُفَّارِ مَا لَهُمْ لَمْ يُؤْمِنُوا إِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ وَفِي قِرَاءَةِ بَعْزَمِ
 تَسْئَلُ نَهْيًا وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصْرَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط دِينَهُمْ قُلْ إِنْ هَدَى اللَّهُ
 الْإِسْلَامَ هُوَ الْهُدَى ط وَمَاعَدَاهُ ضَلَالٌ وَلَنْ لَأَمْ قَسِمَ اتَّبَعَتْ أَهْوَاءَهُمْ الَّتِي يَدْعُونَكَ إِلَيْهَا فَرَضًا بَعْدَ
 الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ الْوَحْيِ مِنَ اللَّهِ مَالِكٌ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيِّ يَحْفَظُكَ وَلَا نَصِيرٌ ﴿۱۲۰﴾ يَمْنَعُكَ
 مِنْهُ الَّذِينَ اتَّبَعْتَهُمْ الْكُتُبَ مُبْتَدَأً يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ ط آي يَقْرَأُ وَنَهْ كَمَا أَنْزَلَ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ وَحَقٌّ نُسِبَ
 عَلَى الْمَصْدَرِ وَالْخَبْرُ أَوْلَيْكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ط نَزَلَتْ فِي جَمَاعَةٍ مَقْدُمُوا مِنَ الْحَبَشَةِ وَأَسْلَمُوا وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ
 آي بِالْكِتَابِ الْمُؤْتَى بَانَ يُحَرِّفُهُ فَأَوْلَيْكَ هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿۱۲۱﴾ لَمَصِيرُهُمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ -

ترجمہ: اور کہتے ہیں جاہل (یعنی کفار مکہ آنحضرت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں) ہم سے کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کلام فرماتے (کہ آپ رسول اللہ ہیں) یا ہمارے پاس اور ہی کوئی دلیل آجائے (جس کی فرمائش ہم بطور نشان صداقت کے کرتے ہیں) اسی طرح (جیسا کہ انہوں نے کہا) کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں (پچھلے کفار امت اپنے انبیاء سے) ان جیسی باتیں (سرکشی اور طلب معجزات کی) ان سب کے دل ملے جلے ہیں ان لوگوں کو جو یقین چاہتے ہیں (آیات الہی کا یقین رکھتے ہیں اور ان کو

مناتے ہیں اس کے باوجود ان کا معجزات کی فرمائش کرنا سرکشی ہے) بلاشبہ ہم نے آپ کو (اے محمد) ایک دین حق (ہدایت) دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہئے (ماننے والوں کو جنت کی اور ڈراتے رہئے (نہ ماننے والوں کو جہنم سے) اور آپ سے جہنمیوں کے بارہ میں باز پرس نہیں ہوگی یعنی کفار ایمان کیوں نہیں لائے؟ کیونکہ آپ کا فرض منصبی تو صرف تبلیغ ہے اور ایک قرأت میں لا تسئل بصیغہ نہی مجزوم ہے) اور کبھی خوش نہیں ہو سکتے آپ سے یہود و نصاریٰ حتیٰ کہ آپ ﷺ ان کی ملت (دین) کا اتباع نہ کر لیں۔ آپ فرمادیتے تھے کہ فی الحقیقت اللہ کی ہدایت کا راستہ (اسلام) ہی ہدایت ہے اس کے سوا گمراہی ہے) اور یقیناً اگر آپ نے پیروی شروع کر دی ان کے غلط خیالات کی (بالفرض جن کی طرف وہ آپ کو بلا رہے ہیں) بعد اس کے علم (اللہ کی وحی) آپ کے پاس آچکا ہے تو آپ کو خدا سے بچانے والا یار (جو آپ کی حفاظت کر سکے) اور مددگار (جو اللہ سے آپ کو بچا سکے) نہیں مل سکے گا جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی تھی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے رہتے (یعنی جس طرح وہ نازل ہوئی تھی ٹھیک اسی طرح پڑھتے اور یہ جملہ حال ہے اور لفظ حق مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور خبر آگے ہے) یہی لوگ آپ کے اس دین اور وحی پر ایمان لاتے ہیں (یہ آیت ان اہل حبشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے تھے) اور جو شخص نہیں مانے گا (دی ہوئی کتاب کا انکار اس طرح کرے گا کہ اس میں رد و بدل کر دے) ایسے لوگ خود ہی خسارہ میں پڑنے والے ہیں (کیونکہ ابدی جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔)

تحقیق و ترکیب: کفار مکہ۔ یہ بھی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی مشترک برائی کا بیان ہے۔ البتہ سورت کے مدنی ہونے کی وجہ سے کفار کا معترض ہونا باعثِ تامل ہو سکتا ہے لیکن ممکن ہے کہ انہوں نے یہود مدینہ کی معرفت یہ اعتراض پیش کر دیا ہو یا خود مدینہ حاضر ہو کر پیش کر دیا ہو لولا کے بعد جلال مفسر کا ہلا نکالنا اشارہ ہے کہ لولا مثل ہلا کے حرف تخصیض ہے چنانچہ ظلیل معجومی سے منقول ہے کہ قرآن میں جہاں بھی لولا آیا بمعنی ہلا ہے۔ البتہ لولا ان راہی برہان ربہ اور فلولاً کان من المسبحین اس سے مستثنیٰ ہیں یہاں تو لم یکن کے معنی ہیں۔ من التعت یعنی مقصود کفار سابقین و لاحقین کا قولی اشتراک نہیں ہے بلکہ وجہ مماثلت و سرکشی ہے خواہ اقوال مختلف ہوں یوقنون ای یطلبون الیقین لا تسئل اگر نفی کی قرأت ہے جو جلال محقق نے اس کے معنی خود بیان کر دیئے ہیں لیکن اگر دوسری قرأت نہی کی جو نافع کی ہے ہو تو پھر آپ کو خطاب ہو کر یہ معنی ہوں گے کہ آپ ﷺ غایۃ شفقت سے ان کے بارہ میں درخواست اور سفارش نہ کیجئے۔ یا ان کی برائیاں اور عذاب آخرت اس درجہ ناقابل بیان ہیں کہ پوچھے مت فرضا یعنی یہ اور اس قسم کی تمام آیات جیسے ولنن اشركت لیحبطن عملک و لتکونن من الخاسرین اور ولتقول علینا بعض الاقوابیل الخ ان سب میں حقیقی معنی مقصود نہیں ہیں بلکہ بالفرض آپ کو مخاطب فرض کر کے دوسروں کو سنانا ہوتا ہے۔ اس سے جہاں مبالغہ مقصود ہوتا ہے وہیں اسلام کی حقانیت و صداقت پر بھی تیز روشنی پڑتی ہے کہ انسان بالطبع اپنی اچھائی سننے کا عادی ہوتا ہے اور اپنی برائی سننا پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ اس قسم کی باتیں دوسروں سے نقل کر دینا بالخصوص جب کہ وہ رہتی دنیا تک زندہ جاوید بھی رہیں گی۔ آنحضرت ﷺ اگر وحی کے سلسلہ میں کچھ قطع و برید کرتے تو اس قسم کے الفاظ کا وجود قرآن کریم میں نظر نہ آتا، اس سے نہ صرف آپ کی سچی دیانت و امانت کا سرچشمہ اہل نظر آ رہا ہے بلکہ صداقت و نبوت کا دھارا بھی پھوٹ نکلا ہے۔ ایسی آیات دیکھ کر اضطراری طور پر ایمان کی تحریک ہوتی ہے۔

ملہ اصل میں املت الكتاب بمعنی املیۃ سے ہے اس کے بعد اصول و شرائع دین پر اطلاق ہونے لگا کیونکہ انبیاء ان کا بھی الملاء کراتا ہے اس کے بعد توسعاً باطل پر بھی اطلاق کیا جانے لگا یہاں یہود و نصاریٰ دونوں کے دین پر ملت واحدہ کا اطلاق کرنا یا اختصاراً ہے اور یا الکفر ملہ واحدہ کے قبیل سے ہے مالک من اللہ یہ جواب قسم ہے جو جواب شرط کے محذوف ہونے پر بھی دلالت کر رہا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جہاں شرط و قسم جمع ہو جائیں تو ان سے مؤخر کا جواب حذف کر دیا جاتا ہے۔

و حق یہ مصدر محذوف کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور خود مصدر ہو کر تلاوت کی صفت بھی بن سکتی ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی یتلونه تلاوة حق مصدر کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا اور اس کو مضاف کر دیا۔ بعض نے یتلونه کو خبر کہا اور بعض نے اولئک کو اول صورت میں اولئک جملہ مستانفہ ہو جائے گا۔

رابط و شان نزول:..... پہلی آیت میں ان کے چالیسویں (۴۰) مشترک معاملہ کو بیان کیا جا رہا ہے۔ دوسری آیت میں آنحضرت ﷺ کو تسکین و تسلی دینا ہے۔ تیسری آیت میں ان مخالفین کے ایمان سے بالکل یہ مایوسی کا اعلان ہے چوتھی آیت میں انصاف پسند اہل کتاب کا مدحیہ تذکرہ ہے۔

اول آیت کے شان نزول میں ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ مقولہ یہود کا ہے اور مجاہدؓ کی رائے میں نصاریٰ کا قول ہے اور قتادہؓ مشرکین کا قول کہتے ہیں اس لئے یہ بھی مشترک برائی ہوئی۔ آیت و لسن ترضی کے شان نزول میں معالم کی روایت یہ ہے کہ لوگ آپ سے سوالات کرتے جن کا جواب آپ تو یہ سمجھ کر دیتے کہ کسی طرح انکو ہدایت اسلام ہو جائے حالانکہ ان کا منشاء خود آنحضرت ﷺ کو اپنی طرف مائل اور جھکا ہوا تھا۔ یا ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ آپ جب بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے تو یہود اور نصاریٰ نجران کو یہ امید ہو گئی تھی کہ بالآخر آپ ان کا دین قبول کر لیں گے۔ لیکن جب بیت اللہ کی طرف تحویل کا حکم ہوا تو یہ امید ناامیدی سے بدل گئی اور وہ مایوس ہو گئے اور روح المعانی میں یہ لکھا ہے کہ آپ ہر طبقہ کی ملاطفت اور تالیف قلب فرماتے تھے کہ شاید یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ اس پر آیت نازل ہوئی اور آیت الذین یتلونه کا شان نزول یہ ہے ایک وفد چالیس افراد پر مشتمل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں بیس (۳۲) حضرات حبشہ کے تھے اور آٹھ نفر ملک شام کے راہبوں کے آئے تھے۔ یہ وفد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی سرکردگی میں آیا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی برادر تھے اور سب مشرف باسلام ہوئے۔

﴿ تشریح ﴾:..... معاندین کی کٹ جعتی:..... مقصد ان معاندین کا یہ تھا کہ حق تعالیٰ براہ راست ہم سے کلام

کریں اور اس طرح احکام دین میں کسی دوسرے رسول کے واسطے کی حاجت نہ رہے۔ یا پھر علیؓ سبیل التنزیل آپ کی نبوت و رسالت ہی کی تصدیق ہم سے کر دیں یا پھر کلام کے علاوہ دوسری کوئی نشانی ہم کو دکھلا دیں جس سے ہم کو اطمینان ہو جائے۔ حق تعالیٰ اس کا رد و طرح فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ محض یہ ایک جاہلانہ بات ہے جس کو ان جیسے اگلے پچھلے بے سوچے سمجھے ہانکے چلے آ رہے ہیں۔ دوسرے یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں ان کے دل ایک دوسرے سے ملے چلے ہوئے ہیں، اب سب ایک طرح کی بات سوچتے ہیں جہاں تک اللہ سے ان کے ہم کلام ہونے کا تعلق ہے وہ تو اس قدر جاہلانہ بات ہے کہ محتاج جواب ہی نہیں، البتہ جہاں تک دلیل کا تعلق ہے سو ایک دلیل کو لئے پھرتے ہیں۔ ہم نے بہت سی اطمینان بخش دلیلیں پیش کیں۔ لیکن جب کوئی راہ حق طلب ہی نہ کرنا چاہے اور محض ضد اور ہٹ دھرمی پر اترائے تو اس کو طمانیت و سکون کہاں نصیب؟ اسی لئے باوجود اہل علم ہونے کے ان کو جاہل کہا کہ علم کا وجود عدم ان کے حق میں برابر ہے۔

الٹی گنگا:..... یہود وغیرہ کی یہ چالیس قباحتیں بتا کر آنحضرت ﷺ کو تسلی و تشفی دینی ہے کہ جو لوگ اس قدر کج طبع اور کم فہم ہوں کہ آپ ﷺ کی ہمدردی اور سوزش کی قدر کر کے آپ سے ہدایت تو کیا حاصل کرتے انکی بلند پروازی ملاحظہ ہو کہ الٹی اپنی راہ آپ کو چلانے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ اور بعض امور مباحہ میں اسلام لانے کی امیدیں آپ کی ملاطفت و تالیف قلوب کو غلط نظر سے

دیکھ کر اپنی اہواء و اغراض پورا ہونے کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں اور چونکہ آپ کا ان کی پیروی کرنا امر محال کو مستلزم ہے اس لئے یہ خود محال ہے کیونکہ ان کا موجودہ دین بوجہ منسوخ اور محرف ہونے کے محض ایک باطل کا مجموعہ ہو کر رہ گیا ہے۔ علم قطعی اور وحی آنے کے باوجود آپ کا اس کی پیروی کرنا گویا حق تعالیٰ کی ناخوشنودی کو دعوت دینا ہے اور نبی کے لئے یہ ایک امر محال ہے اس لئے آپ ﷺ کا ان کی اتباع کرنا بھی محال ہے اور بدون اتباع کے ان کا آپ سے راضی ہونا بھی محال ہے۔

اصلاح و ہدایت کے لئے جو ہر قابل کی ضرورت:..... نتیجہ یہ کہ آپ ﷺ کو ان کی طرف سے بالکل مایوس اور ناامید ہو جانا چاہئے ہاں البتہ آپ کا اصل کام تبلیغ اور کوشش کرنا ہے اس سے دست کش نہ ہو جائیے۔ جو ہر قابل اور لائق عنصر آپ کی آواز پر خود دوڑ کر لیک کہے گا چنانچہ جو محروم ازلی ہے وہ آپ ﷺ کے قریب رہ کر بھی تمہی دست رہتے ہیں اور جو خوش نصیب ہیں وہ دور ہونے پر بھی کھنچے چلے آتے ہیں۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

حسن زبصرہ بلال از جہش صہیب ز روم
ز خاک مکہ ابو جہل این چہ بوا لعجمی ست

جس کو خود فکر اصلاح نہ ہو اس کے درپے نہیں ہونا چاہئے:..... لا تسئل عن اصحاب الجحیم سے مشائخ محققین کی اس عادت کی اصل نکلتی ہی کہ جو شخص اپنی اصلاح کی فکر نہ کرے اس کے درپے نہیں ہوتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَتِيْ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ كُنْتُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهُ
وَاتَّقُوا خَافُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ تَغْنِيْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ فِيْهِ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ فِدَاءٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا
شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ يُمْنَعُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ

ترجمہ:..... اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں کو جن کا میں نے تم پر انعام کیا ہے اور میں نے تم کو تمہارے ابناء زمانہ پر فوقیت دی تھی (اس قسم کے جملے پہلے بھی گزر چکے ہیں) اور تم ڈرو (خوف کرو) ایسے دن سے جس میں کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ ادا کرنے پائے گا (تجزی بمعنی تغنی ہے) اور نہ کسی کی جانب سے کوئی معاوضہ (فدیہ) قبول کیا جائے گا اور نہ کسی کیلئے کوئی سفارش مفید ہوگی اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی (کہ اللہ کے عذاب سے ان کو بچا لیا جائے۔)

تحقیق و ترکیب:..... تمام الفاظ اس آیت میں تقریباً وہی ہیں جو اس سے پہلی یسنی میں گزر چکے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں شفاعت کا ذکر پہلی تھا اور یہاں آخر میں ہے جس کا نکتہ یہ ہے کہ یہود کو نبی زادہ اور پیغمبر زادہ ہونے کی وجہ سے شفاعت انبیاء پر زیادہ بھروسہ تھا اور اس اعتماد کی وجہ سے تمام بھلائیوں اور ایمان سے بالکل کینارہ کش اور محروم رہے تو ان دونوں آیات میں اول و آخر اہتمام کے ساتھ اس کی نفی پر زور دیا گیا ہے تاکہ ان کی خام خیالی دور ہو جائے۔

ربط و تشریح:..... قرآن کا طرزِ بلیغ اور تکرار:..... یہود کی قباحتوں اور شاعتوں کا پہلے بالا جمال بیان ہوا تھا اس کے بعد چالیس برائیاں تفصیل وار بیان ہوئیں۔ اس کے خاتمہ پر پھر بالا جمال اپنے انعامات اور ترغیب و ترہیب کا مضمون مکرر لاتے ہیں تاکہ جامعیت اور اختصار کے ساتھ ان کلیات کا پوری طرح استحضار ہو جائے تاکہ ان کے نتائج و ثمرات اور

جزئیات کا محفوظ رکھنا سہل و آسان ہو جائے اور یہ طرزِ بلیغِ خطابیات میں نہایت اعلیٰ شمار کیا جاتا ہے کہ کسی اہم اور بنیادی اور مرکزی بات کو مجملاً و مفصلاً مکرر کر بیان کر کے اوقع فی النفس کر دیا جائے۔ مثلاً کہا جائے کہ بے جا غصہ کرنا نہایت بری چیز ہے اور پھر بتلایا جائے کہ اس میں فلاں فلاں خرابیاں اور نقصانات ہیں دس بیس برائیاں گنا کر پھر آخر میں کہہ دیا جائے کہ غرضکہ بے جا غصہ کرنا نہایت قبیح چیز ہے یہ تکرار نہایت کارآمد اور ضروری ہوگا یعنی پوری طرح اس چیز کا حسن و قبح دل میں گھر کر جائے گا۔

وَاذْكُرْ إِذًا ابْتَلَىٰ اخْتَبَرَ اِبْرَاهِيمَ وَفِي قِرَاءَةِ اِبْرَاهَامَ رَبُّهُ بِكَلِمَتٍ بِاَوْامِرٍ وَنَوَاهِ كَلَّفَهُ بِهَا قَبْلَ هِيَ مَنَابِتُ الْحَجِّ وَقَبْلَ الْمَضْمُضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ وَالسَّوَاكِ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَفَرَّقُ الرَّاسِ وَقَلَمُ الْأَطْفَارِ وَنَتْفُ الْأَبْطِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَالْحَتَاكُ وَالِاسْتِنْجَاءُ فَاتَمَّهُنَّ طَّ اِدَّاهُنَّ تَامَاتٍ قَالَ تَعَالَى لَهُ اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا طَّ قُدْوَةٌ فِي الدِّينِ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي طَّ اَوْلَادِي اِجْعَلْ اَئِمَّةً قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي بِالْاِمَامَةِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۲۳﴾ الْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ دَلَّ عَلٰى اَنَّهُ يَنَالُهُ غَيْرُ الظَّالِمِ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ الْكَعْبَةَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ مَرْجِعًا يُشْبَهُونَ اِلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَاَمْنًا طَّ مَا مَنَّا لَهُمْ مِنَ الظُّلُمِ وَالِاِعَارَاتِ الْوٰاقِعَةِ فِيْ غَيْرِهِ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقٰى قَاتِلَ اَبِيهِ فِيْهِ فَلَا يُهَيِّجُهُ وَاَتَّخِذُوا اَيْهَا النَّاسُ مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ الْحَجَرُ الَّذِي قَامَ عَلَيْهِ عِنْدَ بِنَاءِ الْبَيْتِ مُصَلًّى طَّ مَكَانَ صَلٰوةٍ بِاَنَّ تَصَلُّوا حَلْفَهُ رَكْعَتِي الطَّوٰافِ وَفِي قِرَاءَةِ بِفَتْحِ الْحَاءِ حَبْرٌ وَعَهْدُنَا اِلَى اِبْرٰهِيْمَ وَاسْمَعِيْلَ اَمْرُنَا هُمَا اَنْ اٰى بِاَنَّ طَهَّرَا بَيْتِيْ مِنَ الْاَوْثَانِ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ الْمُقِيْمِيْنَ فِيْهِ وَالرُّكْعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۴﴾ جَمْعُ رَاكِعٍ وَسَاجِدٍ الْمُصَلِّيْنَ

ترجمہ: اور (یا دیکھئے) جس وقت کہ آزما یا (جانچا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (اور ایک قرأت میں ابراہام ہے) ان کے پروردگار نے چند باتوں میں (چند اوامر و نواہی کا ان کو مکلف بنایا۔ بعض کی رائے میں وہ احکام حج تھے اور بعض نے ان سے مراد کلی کرنا، غرارہ کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھیں کتر وانا، سر کے بالوں میں مانگ نکالنا، ناخن تراشنا، بغل اور زیر ناف کے بال صاف کرنا، ختنہ اور استنجاء کرنا بیان کیا ہے، پس وہ ان کو پورے طور پر بجالائے (مکمل طور پر ادا کیا) فرمایا حق تعالیٰ نے، کہ میں تم لوگوں کا پیشوا (مقتدائے دین) بناؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری اولاد میں سے بھی کسی (اولاد کو امام بنا دیجئے) ارشاد ہوا کہ یہ میرا عہدہ (امامت) نہیں ملے گا خلاف ورزی کرنے والوں کو (جو ان میں سے کافر ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عہد غیر ظالم کو مل سکتا ہے اور جب کہ بنایا ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کا معبد (ایسا مرجع کہ ہر طرف سے لوگ اس کی طرف سٹ آئیں گے) اور امن (جو ظلم و غارت گری دوسری جگہ ہوتا ہے اس سے لوگوں کے لئے امن گاہ ہے۔ چنانچہ اپنے باپ کے قاتل کو بھی اگر کوئی وہاں پالیتا ہے تو کو کچھ نہیں کہہ سکتا ہے) اور بنالیا کرو (اے لوگو!) مقام ابراہیم کو (وہ ایک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم تعمیر کعبہ کے وقت کھڑے ہوتے تھے، نماز پڑنے کی جگہ) نماز گاہ کہ طواف کے بعد دو گنا اس کے پیچھے کھڑے ہو کر ادا کر لیا کرو اور ایک قرأت میں واتخذوا اسمائے امر کے فتح خاء کی ساتھ خبر کی صورت میں پڑھا گیا ہے) اور ہم نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے عہد لیا (ان کو حکم دیا) کہ میرے گھر کو خوب پاک و صاف رکھا کرنا (بت پرستی سے) بیرونی اور مقامی لوگوں کے لئے (جو وہاں قیام پذیر ہوں) اور رکوع و سجدہ کرنے والے (نمازیوں کے لئے رکوع جمع راکع کی اور سجود جمع ساجد کی ہے۔)

تحقیق و ترکیب:..... ابراہیم ایک قرأت میں ابراہیم مرفوع اور زبہ منصوب ہے تو ابتلی کے معنی دعا کرنے کے ہوں گے اور اسم کی ضمیر اللہ کی طرف ہوگی۔ مراد اس سے عطاء کرنا ہوگا۔ کلمات معانی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بوجہ استقلال کے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ دس احکام جن میں سے اول پانچ چہرے اور سر کے قریب ہیں۔ اور آخری پانچ باقی بدن سے متعلق تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ سب احکام واجب تھے اور ہماری شریعت میں بعض واجب اور بعض سنت ہیں مفسر علام نے کلمات کے مصداق جو دو قول ذکر کئے ہیں اول حضرت ابن عباس کا بطریق تہمی، ابن منذر کا بیان کردہ ہے اور دوسرا قول بھی ابن عباس کا جو بطریق طاؤس حاکم کی تخریج ہے۔ مرد کے لئے سر کے بال منڈوانا اور کٹانا دونوں مسنون ہیں۔ البتہ عورت کے لئے صرف حج میں کچھ بالوں کا کٹانا مسنون ہے۔

قص الشارب حدیث میں ارشاد ہے جزوا الشوارب واعفو اللعھی لبوں کو تراشنا اور برابر کرنا مسنون ہے۔ اور مونچھوں کو منڈوانا بعض کے نزدیک ڈاڑھی منڈانے کی طرح بدعت ہے اور بعض نے حلق کو سنت کہا ہے اور اس کی نسبت امام صاحب اور صاحبین کی طرف کی ہے۔ بغل کے بالوں کا اکھاڑنا اور زیر ناف بال موٹنا سنت ہے اور چالیس روز سے زیادہ دیر کرنا مکروہ ہے۔ اور ناخن میں ایک ہفتہ سے زیادہ دیر کرنا مکروہ ہے۔

ختان، ولادت کے ساتویں روز مسنون ہے دس سال کی عمر تک۔ اور حد بلوغ تک انتظار کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ستر واجب ہے ایک سنت کی وجہ سے اس کا ترک مناسب نہیں۔ نو مسلم خواہ کسی عمر کا ہو اس کی ختنہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ امام صاحب نے وقت کے متعلق توقف فرمایا ہے، اور حسن سے بڑی عمر والے نو مسلم کے ترک ختان کے متعلق لا باس بہ منقول ہے اور ابن عبدالبر کا قول ہے وعامة اهل العلم علی هذاہا البتہ بالغ اگر خود اپنی ختنہ کر سکتا ہو تو اجازت ہے۔

ذریۃ فعلیۃ اور مفعولۃ کے وزن پر ہے تو تیسرے کلمہ کے واؤ کو یاء سے تبدیل کر لیا اور مفعولۃ یا فعلیۃ کے وزن پر اگر ہے تو ہمزہ یاء سے تبدیل کر لی گئی ہے۔ ذر سے مشتق ہے بمعنی خلق من تبعیضہ ہے۔ کیونکہ تمام افراد ذریت کا امام بننا ممکن نہیں ہے اور یہ عطف کا ف پر ایسا ہے جیسے کوئی سامرک کہے اور آپ وزید اکہ دیں یعنی زید کو بھی اس حکم میں شریک کر لیجئے۔ جلال محقق نے اس کے متعلق اور مفعول کا محذوف ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ البیت میں الف لام عہد کا ہے جس سے مراد کعبہ ہے مثابثوب سے بمعنی رجوع۔ اتخذوا اکثر کی قرأت میں صیغہ امر ہے بتقدیر قلنا جعلنا پر معطوف ہوگا۔

مقام ابراہیم یہ جنتی پتھر تھا جس کی خاصیت یہ تھی کہ تعمیر کی بلندی کے مطابق بلند ہوتا اور پیڑ کا کام دیتا اور پھر اترنے کے وقت پست ہو جاتا۔ حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان اس میں مرکوز ہو گئے۔ یہ پتھر باب کعبہ اور ملتزم سے متصل تھا لیکن حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں سیلاب میں بہہ جانے کی وجہ سے دوبارہ اس کو مضبوطی کے ساتھ بیت اللہ سے ذرا فاصلہ پر قدیم باب الاسلام اور ممبر حرم وزمزم کے درمیان نصب کرادیا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو دوبارہ نصب فرمایا تھا۔ دو گانہ طواف حنیفہ اور مالکیہ کے نزدیک پڑھنا واجب ہے اور شوائع و حنابلہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

رابطہ:..... یہود کی چالیس (۴۰) برائیوں کا بیان مفصل ہو چکا ہے۔ اس میں تحویل قبلہ کے سلسلہ میں انکا شور و شغب اور ہنگامہ اس درجہ بڑھا کہ بعض سادہ لوگ مسلمان بھی ان کے پروپیگنڈہ کا شکار بن کر مرتد ہو گئے۔ اس لئے بھی اور نیز نماز جو اسلام کا رکن اعظم

ہے اور استقبال جو اس کی شرط اعظم ہے۔ ان دنوں مصلحتوں کا تقاضا یہ ہوا کہ اس باب میں ذرا مفصل کلام کیا جائے اس لئے یہاں سے چار رکوع تک پوری شرح وسط کے ساتھ جس میں تمام پہلوؤں کی رعایت ہو اس مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ اول بانی کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت و فضیلت، پھر بنائے کعبہ کی عظمت و فضیلت اور کیفیت بناء مع مضامین مناسبہ کے ذکر کی گئی ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت اور پھر اس سلسلہ کے دیگر انبیاء کا اسلام اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے تعلق و مناسبت پھر تحویل قبلہ کی حاکمانہ اور حکیمانہ مصالح اور پھر امام القبلتین ﷺ کا اپنے جد امجد حضرت ابراہیم کی مقبول دعاء کا ثمرہ اور نتیجہ تھا جس سے واضح ہو جائے کہ جس بانی کی یہ مقدس بناء ہے اسی کے یہ ابن، وارث و جانشین ہیں اس لئے بھی زیادہ حق دار ہے۔

شان نزول: آنحضرت ﷺ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے کہ ہذا مقام ابراہیم۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا افلا نتخذہ مصلانا چنانچہ شام نہیں ہونے پائی کہ یہ آیت نازل ہو گئی۔ جس سے حضرت عمرؓ کی اصابت رائے کی تائید ہوئی۔ اسی طرح جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مقام ابراہیم پر دو گنا ادا کر کے فرمایا اتخذوا مقام ابراہیم مصلیٰ یہاں استجابی حکم مراد ہے و جو بی حکم نہیں ہے یعنی دو گنا طواف اگرچہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، لیکن خاص مقام ابراہیم پر ضروری نہیں ہے۔ مسجد حرام میں جہاں چاہے ادا کرے، البتہ مقام ابراہیم زیادہ افضل ہے۔

﴿ تشریح ﴾: خدا کا امتحان: امتحان کا منشاء کبھی تو ممتحن کی استعداد و قابلیت سے واقفیت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ تو حق تعالیٰ کی جناب میں ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ علیم وخبیر ہیں۔ البتہ ایک منشاء امتحان کا یہ بھی ہوتا ہے کہ دوسرے ناواقف منعم علیہ کے درجہ و رتبہ اور استحقاق و قابلیت سے باخبر ہو جائیں تاکہ اس کے ساتھ کئے گئے تخصیص انعام کو لوگ بے جا اور بے محل نہ سمجھیں اور جس کا امتحان لیا جا رہا ہے اگر وہ مجرم ہے تو خود وہ بھی اپنے دل میں انصاف کر لے اور دوسرے بھی اس کے ساتھ کئے گئے معاملہ کو نا انصافی پر محمول نہ کر لیں۔ چنانچہ یہاں قرآن کریم پر جہاں بھی حق تعالیٰ کسی کی آزمائش کرنا بیان کیا گیا ہے اس سے یہی مفہوم مراد ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش: اور وہ آزمائش یا تو مذکورہ احکام میں تھی کہ دیکھیں کہاں تک ان پر پورے اترتے ہیں یا امتحان محبت مراد ہے کہ زندگی میں بڑے سخت موڑ اور کٹھن منزلیں آئی ہیں، بچپن ہی میں تو حید کی لگن پیدا ہوئی تو اہل خانہ اور اہل خاندان سے سخت الجھنیں پیش آئیں، پھر بڑے ہونے کے بعد نبوت سے سرفراز ہوئے تو قوم و ملک سے آویزش ہوئی اور نمرود کی بے پناہ طاقت سے ٹکری۔ جس میں جان تک کی بازی لگادی گئی۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اپنی بیوی اور آبروں پر آنچ آنے لگی، پھر سب سے زیادہ مشکل منزل وہ آئی کہ بڑھاپے میں جان و مال سے زیادہ عزیز و پیاری اولاد اور وہ بھی اکلوتی اور ہونہار جس کو حاصل زندگی کہنا چاہئے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانی پڑ گئی، لیکن زمانے کی آنکھ نے دیکھا کہ ایک ایک کر کے سب آزمائشوں میں اللہ کے خلیل پورے اترے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی ان کی چچا زاد بہن سارہ بنت ہارون سے اور ہاجرہ بنت رقیون شاہ مصر سے ہوئی عمر ۹۲ سال ہاجرہ کے لطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور عمر ۷۵ سال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حضرت سارہ کے قریب دفن ہوئے۔

امامتہ کبریٰ کے معنی: یہ آزمائش اگر نبوت سے پہلے ہوئی تھی تو امامتہ کبریٰ دیئے جانے کے معنی نبوت سے سرفراز کرنا

ہوں گے۔ گویا پہلے وحی تو آگئی تھی لیکن اس کی تبلیغ اور کارِ نبوت کے سرانجام دینے کا حکم اب ہو گیا۔ اور اگر امتحان نبوت کے بعد ہوا تو امامت کبریٰ کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کی نبوت کا دائرہ وسیع تر کر دیا جائے گا۔ آپ کی امت اجابت دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے گی اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی عبدیت کی گردنیں آپ کے سامنے جھکا دیں گے۔

معتزلہ اور روافض کا عقیدہ اور استدلال:..... معتزلہ جملہ لا ینال عہدی الظلمین سے فاسق کے ناقابل

امامت ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ اور روافض و شیعہ صاحبان ائمہ اہل بیت کے معصوم ہونے پر اسی جملہ سے استدلال کرتے ہیں۔ روافض کے نزدیک عقیدہ امامت اللہ تعالیٰ کے صفات افعال میں سے ہے اس لئے عصمت کو لازم مانتے ہیں حالانکہ دونوں باتیں صحیح نہیں، کیونکہ ”امامت“ سے مراد اگر معنی متعارف ہیں تب تو ظالم سے مراد کافر و مشرک ہیں اور معنی یہ ہوں گے کہ کوئی کافر مسلمان کا امام و حاکم نہیں ہو سکتا اور امامت سے مراد اگر امامت کبریٰ یعنی عہدہ نبوت و رسالت لیا جائے تو ظالم اپنے عام معنی میں رہے گا اور اس سے عصمت انبیاء ثابت ہوگی جو متفق علیہ ہے یعنی نبی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ظالم و فاسق ہو۔ یہ تو معتزلہ کے استدلال کا جواب ہے، اور عصمت ائمہ اہل بیت کا جواب یہ ہے کہ لفظ ”عہد“ سے مراد امامت کبریٰ ہے حق تعالیٰ نے اس کی اضافت اپنی طرف فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عہدہ نبوت ہی ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف سے وہی طور پر تفویض کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد منصب امامت شوریٰ اگر لیا جائے تو وہ منجانب اللہ نہیں ہوتا بلکہ مجلس شوریٰ کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ آیت سے مسئلہ عصمت انبیاء پر تو روشنی پڑتی ہے لیکن امامت صغریٰ یا کبریٰ بمعنی حکومت و سلطنت کی عصمت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

عصمت انبیاء:..... انبیاء کے لئے ہر قسم کے صغائر و کبائر سے عدا ہوں خواہ نبوت سے پہلے ہوں یا بعد میں اہل سنت کی طرح معتزلہ بھی عصمت کے قائل ہیں۔ البتہ بعض صغائر کا جواز قبل النبوة بعض نے مانا ہے۔ یا زلات اور اجتہادی لغزشیں بعض محققین کے نزدیک ان پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ فوراً تنبیہ کے بعد ہٹا دیا جاتا ہے۔ لیکن حیرت و تعجب تو شیعوں کے عقیدہ پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف انبیاء کو تمام گناہوں سے معصوم مانتے ہیں اور دوسری طرف تقیہ ان کو کفر تک کی اجازت دیتے ہیں۔

عصمت انبیاء کے خلاف واقعات کی توجیہ:..... تاہم جو باتیں بظاہر عصمت انبیاء کے خلاف اور منافی ہوں گی

ان میں تین طریقے توجیہ کے جاری کریں گے۔ (۱) اگر وہ اخبار آحاد ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی کو ایک خاص موقع پر بہن کہہ دینا تو عصمت انبیاء کے قطعی عقیدہ کے مقابلہ میں ان کو رد کر دیا جائے گا۔ (۲) اور نقل متواتر کے ساتھ وہ واقعہ ثابت ہو تو اس منصوص عقیدہ کو برقرار رکھنے کے لئے اس کو ظاہری معنی سے پھیر لیا جائے گا۔ (۳) یا خلاف اولیٰ اور قبل نبوت پر محمول کر لیا جائے گا جیسے حضرت آدم و حوا کا ”استعمال شجر ممنوعہ“ کہ وہ اس ممانعت کو شفقتاً ممانعت سمجھ گئے یا نبی تنزیہی پر محمول کر لیا ہو گا یا ان سے نسیانا ایسا ہو گیا یا نبوت سے پہلے کا یہ واقعہ تھا اس قسم کی تمام ممکنہ توجیہات اس میں ہو سکیں گی۔

یا حضرت ابراہیم کا بل فعلہ کبیر ہم اور انی سقیم بعض مواقع پر فرمانا مجاز یا قبل النبوت پر محمول کر لیا جائے گا۔ یا حضرت موسیٰ کا قطبی کو مار دینا قبل النبوت یا بلا قصد پر محمول کر لیا جائے گا۔ یا حضرت داؤد کا اور یا سے نکاح کرنا مخطوبہ لغیر پر محمول کیا جائے گا جو فعل مشروع ہے۔ منکوحة الغیر سے نکاح مراد نہیں ہوگا۔ یا حضرت سلیمان کی نماز عصر کا ترک نسیان پر محمول کیا جائے گا۔ حضرت یونس کا اپنی قوم پر غضب ناک ہونا یا آنحضرت ﷺ کا حضرت زینب کی طرف سیلان قلبی درجہ غیر اختیاری میں مراد لیا جائے گا جو معاف ہے یا

اس کی صحت کا انکار کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

خلافت ارشادی فاسق کونہ وی جائے:..... لا ینال عہدی کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ خلافت ارشادی بد عملی اور فسق کے ساتھ جمع نہیں ہونی چاہئے۔

اللہ کا حریم شاہی اور اس کے احکام:..... ”مقام ابراہیم“ ایک خاص پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر تعمیر فرمائی تھی اب وہ ممبر حرم اور زمزم کے درمیان ایک خاص جگہ پر قبہ میں محفوظ اور نصب ہے وہاں نوافل پڑھنا ثواب ہے اور دو گانہ طواف ادا کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے، اس کو مقام امن دو وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ ایک تو افعال حج ادا کرنے سے جن میں یہ مقام بھی داخل ہے عذاب آخرت سے امن ہوگا۔ دوسرے دنیاوی امن بھی مراد ہے حد و حرم میں کوئی بڑے سے بڑا مجرم اور خونی حتیٰ کہ بقول مفسر اپنے باپ کا قاتل بھی اگر جا داخل ہوگا تو نہ صرف یہ کہ اس کو جان کا امان ملے گا بلکہ اللہ کے اس شاہی حریم اور پناہ گاہ میں جانوروں اور گھاس پھوس تک کو امن ہے۔ قاتل مجرم سے حرم کی حدود میں رہتے ہوئے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ان کیلئے جان کی معافی ہے البتہ اس کی رسد بالکل بند کر دی جائے گی تاکہ وہ از خود باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے اس وقت گرفتار کر کے قصاص لیا جائے گا دوسرے مجرموں کے اور احکام ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے۔ دوسرے حضرات کے کچھ اور اقوال ہیں جن کی تفصیل آیت وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا میں آئے گی اور مقصود آیت سے قانون امن بیان کرنا ہے۔ اب اگر کسی ظالم نے انصاف کا خون کر کے اور قانون شکنی کر کے کسی وقت امن برباد کیا ہو تو اس سے قانون پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مسجد حرام کے حدود و احکام پر قیاس کر کے بعض حرم مدینہ کے احکام و حدود بھی متعین کئے ہیں جن کی تفصیل کلام اور فقہ کی مراجعت سے معلوم ہو سکتی ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْمَكَانَ بَلَدًا آمِنًا ذَا آمِنٍ وَقَدْ آجَبَ اللَّهُ دُعَاءَهُ فَجَعَلَهُ حَرَمًا لَا يُسْفَكُ فِيهِ دَمُ إِنْسَانٍ وَلَا يُظْلَمُ فِيهِ أَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهُ وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ وَقَدْ فَعَلَ بِنَقْلِ الطَّائِفِ مِنَ الشَّامِ وَكَانَ أَقْفَرًا لَزَّرَعَ بِهِ وَلَا مَاءَ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ^ط بَدَلٌ مِنْ أَهْلِهِ وَخَصَّهِمُ بِالدُّعَاءِ لَهُمْ مُوَافَقَةٌ لِقَوْلِهِ لَا يِنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ قَالَ تَعَالَى وَارْزُقْ مَنْ كَفَرَ فَاْمَتَّعَهُ بِالْثُّبَيْدِ وَالتَّخْفِيفِ فِي الدُّنْيَا بِالرِّزْقِ قَلِيلًا مُدَّةَ حَيَاتِهِ ثُمَّ اضْطُرَّ إِلَى الْجَنَّةِ فِي الْآخِرَةِ إِلَى عَذَابِ النَّارِ^ط فَلَا يَجِدُ عَنْهَا مَحِيضًا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۲۶﴾ الْمَرْجِعُ هِيَ وَإِذْ كُرِّ إِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ الْأَسْسَ أَوْ الْجُدْرَ مِنَ الْبَيْتِ بَيْنَهُ مُتَعَلِّقٌ بِرَفْعٍ وَإِسْمَاعِيلُ^ط عَطْفٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ يَقُولَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّا نَا انَّا أَنْتَ السَّمِيعُ الْقَوْلُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾ بِالْفِعْلِ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ مُنْقَادِينَ لَكَ وَاجْعَلْ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا أَوْلَادًا أُمَّةً جَمَاعَةً مُسْلِمَةً لَكَ^ص وَمِنْ لِبْتَعِضِ وَآتَى بِهِ لِيَتَقَدَّمَ قَوْلُهُ لَا يِنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ وَارْنَا عَلِمْنَا مَنَّا سَكْنَا شَرَائِعَ عِبَادَتِنَا أَوْ حَجَّجْنَا وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ سَأَلَاهُ التَّوْبَةَ مَعَ عِصْمَتِهَا تَوَاضَعًا وَتَعْلِيمًا لِذُرِّيَّتِهِمَا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ أَيْ أَهْلِ الْبَيْتِ رَسُولًا مِنْهُمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَقَدْ آجَبَ

اللَّهُ دُعَاءَهُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ أَيْتُكَ الْقُرْآنَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ وَالْحِكْمَةَ
مَا فِيهِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَيُزَكِّيهِمْ^ط يُطَهِّرُهُمْ مِنَ الشِّرْكِ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْغَالِبُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾ فِي صُنْعِهِ -

ترجمہ:..... اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس کو ایک آباد شہر بنا دیجئے (یعنی با امن حق تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما کر حرم قرار دیدیا کہ اب اس میں نہ کسی کو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی پر ظلم کیا جاسکتا ہے۔ نہ کسی جانور کا شکار کھیلا جاسکتا ہے اور نہ گھاس اکھاڑی جاسکتی ہے) اور اس کے بسنے والوں کو پھل عنایت فرمائے (چنانچہ طائف کے خطہ کو ملک شام سے یہاں منتقل کر کے اللہ نے اس دعا کو قبول فرمایا، حالانکہ پہلے یہ جگہ بے آب و گیاہ، چنیل میدان تھا) ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پران میں سے ایمان رکھتے ہوں (لفظ من بدل واقع ہو رہا ہے اہلہ سے اور دعاء میں مؤمنین کی تخصیص۔ ارشاد خداوندی لایسنال عہدی الظلمین کی بنا پر کرنی پڑی) فرمایا (حق تعالیٰ نے) کہ (میں رزق دوں گا) اس شخص کو بھی جو کافر ہو اس کو خوب آرام برتاؤں گا (امتہ کی قرأت شدید و تخفیف کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ مراد دنیاوی رزق ہے تھوڑے دن (اس کی زندگی بھر) پھر اس کو کشاں کشاں لے جاؤں گا (آخرت میں اس کو کھینچوں گا) جہنم کے عذاب کی طرف (کہ وہاں سے اس کو چھٹکارا نصیب نہیں ہوگا) اور وہ جگہ تو نہایت ہی برا (ٹھکانا) ہے اور (یاد کیجئے) جبکہ اٹھارہ تھے ابراہیم (علیہ السلام) دیواریں (بنیاد دیواریں) خانہ کعبہ کی (بنائ کرتے ہوئے تو من البیت متعلق ہے برفع کے) اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی (اسماعیل کا عطف ابراہیم پر ہے درآنحالیکہ یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار قبول فرما لیجئے ہم سے (ہماری تعمیر کو بلاشبہ آپ خوب سننے والے (بات کے) اور جاننے والے ہیں) کام کے) اے پروردگار ہم کو اپنا فریضہ اور زیادہ فرمانبردار (مطیع) بنا لیجئے اور (پیدا کر دیجئے) ہماری ذریت (اولاد) میں ایک ایسی امت (جماعت) جو آپ کی فرمانبردار ہو (من ذریتنا میں من جمع ہے۔ یہاں بھی لایسنال عہدی الظلمین۔ ارشاد خداوندی کی وجہ سے اس کا اضافہ کرنا پڑا ہے) اور سکھلا دیجئے (بتلا دیجئے) ہم کو اس احکام حج (عبادت یا حج کے احکام) اور ہمارے حال پر توجہ رکھیے درحقیقت آپ ہی توجہ فرمانے اور مہربانی فرمانے والے ہیں (دونوں حضرات نے توبہ کی درخواست باوجود معصوم ہونے کے محض تواضعاً اور اولاد کی تعلیم دینے کے لئے کی ہے) اے پروردگار مقرر فرما انہی اہل خاندان میں ایک پیغمبر جو انہی میں سے ہو (افراد خاندان میں سے۔ اللہ نے یہ دعا آنحضرت ﷺ کی صورت میں قبول فرمائی) جو ان کو آپ کی آیات (قرآن) پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب (قرآن) کی اور احکام الہی (حکمت سے مراد احکام قرآن ہیں) کی تعلیم دیا کریں اور ان کو (شرک سے) پاک کر دیں بلاشبہ آپ طاقتور (غالب) اور کامل (الانتظام) ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... ہذا بلدا یہاں اس جگہ کے بلد یا بلد آمن ہونے کی دعا کی اور سورۃ ابراہیم کے الفاظ یہ ہیں ہذا البلد امننا جس سے قبل از بلد ہونا معلوم ہوتا ہے ممکن سے مقدر ذہنی مراد ہو۔ امننا موضع امن مفسر علام نے ذی امن کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ یہ اہل کی صفت ہے نہ کہ بلد کی اس لئے حرم کی طرف اس کی اسناد مجازاً ہوگی لا یسفک اگر حرم میں رہتے ہوئے کسی نے قتل کیا یا زخمی کیا یا باہر سے زخمی کر کے آیا، تو بالاتفاق قصاص اور سزا دی جائے گی لیکن اگر باہر سے قتل کر کے حرم میں داخل ہو تو امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ اس کو تنگ کر کے کسی طرح نکلنے پر مجبور کر دیں گے اور حیلہ سے جب باہر نکل جائے گا تو قصاص لے لیں گے۔ امام شافعی کی نزدیک ہر صورت قصاص اور حدود جاری کی جائے گی۔ لطفائف مشہور یہ ہے کہ یہ بلاد شام و اردن یا فلسطین

کے قریب کی آبادی و شاداب بستی تھی حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے جبریل کے ذریعہ اس کو منتقل فرمادیا اور اس بستی نے بیت اللہ کا ساتھ طواف کر کے مکہ معظمہ سے تین منزل کے فاصلہ پر قیام کیا اسی لئے اس کو طائف کہتے ہیں واللہ اعلم۔ ومن کفر کے درمیان جلال محقق نے ”ارزق“ مقدر مانا ہے اگر یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے تو ارزق مقدر پر عطف ہو جائے گا تقدیر عبارت اس طرح تھی ”ارزق من امن و ارزق من کفر“ اور بصیغہ امر ہو تو امن پر عطف تقلیدی ہو جائے گا ای قل یا ابراہیم ارزق من کفر الخ قلیلاً یہ ظرف ہے بتقدیر المضاف ای زماناً قلیلاً و متاعاً قلیلاً۔ الجنہ اس میں استعارہ کیا گیا ہے، کافر کو بے اختیار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، بقولان جلال محقق نے ربنا الخ جملہ دعائیہ انشائیہ کی صحت حالت کے لئے مقدر مانا ہے اور صیغہ مضارع حکایت حال ماضیہ کے لئے ہے۔ قاعدہ بمعنی اساس کیونکہ تعمیر پستی سے بلندی کی طرف اس کی وجہ سے اٹھ جاتی ہے اور یا ستون مراد ہے جس پر چھت رکھی جائے اور عمارت بلندی اختیار کرے۔ بناء نا یہ تقبل کے مفعول محذوف کی طرف اشارہ ہے۔ امۃ جماعۃ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے یہاں اور واحد پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے ”ان ابراہیم کان امۃ“ ارنا یہاں رویت قبلیہ مراد ہے۔ مناسک جمع منسک بالفتح و الکسر بمعنی معبد مراد اس سے شرائع ہیں بحذف المضاف یا تسمیہ الحال باسم محل، ذبح، حج عام عبادت کے معنی ہیں بمحمد کیونکہ حضرت ابراہیم و اسماعیل کی اولاد یعنی بنو اسماعیل میں بجز آپ کے کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ حضرت اسحاق کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں تو بکثرت انبیاء ہوئے ہیں اس لئے اس کا مصداق صرف آپ کی ذات گرامی ہو سکتی ہے۔ یتسلو ایہ موضع نصب میں ہے رسول کی صفت اور یا منہم کی ضمیر سے حال ہے۔ حکمۃ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ قادیۃ کی رائے یہ ہے کہ سنت مراد ہے۔ مجاہد فہم قرآن امام مالک تفقہ فی الدین سے اور بعض محققین اتقان علم و عمل سے تعبیر کرتے ہیں۔

رابطہ: آگے حدود حرم اور اس کے مکان کے لئے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعاؤں کا ذکر ہے یہ بھی فضیلت کعبہ کی دلیل ہے۔

﴿تشریح﴾: دعاء ابراہیمی اور اس کا مصداق: ان دونوں بزرگ بانیوں کی چھ دعاؤں کا بناء بیت کے وقت تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن میں ایک دعاء وادی غیر ذی زرع کے باطن اور آباد شہر ہونے کی بھی تھی جس میں مسلمان و کافر سب رہیں اور سب کو رزق ملے، چونکہ کافروں کا اطاعت سے خارج ہونا پہلے معلوم ہو چکا تھا اس لئے ابا حضرت ابراہیم نے دعائے رزق میں ان کو شامل نہیں فرمایا، اگلی دعاؤں میں بناء کعبہ اور بانی کے لئے اخلاص کی دعا اور سب سے آخر میں نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کے لئے خصوصیت سے دعاء فرمائی جس سے کعبہ کے ساتھ آپ کا اختصاص واضح ہے بناء کعبہ میں تابع کی حیثیت سے حضرت اسماعیل بھی شریک رہے خواہ کبھی تعمیر بھی کرتے ہوں یا صرف گارہ پتھر دیتے ہوں۔

ان دعاؤں کا مصداق ایسا ہی شخص ہو سکتا ہے جو دونوں کی اولاد ہونے کا شرف رکھتا ہو۔ بنی اسماعیل میں یہ شرف صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے، اس لئے آپ ہی اس کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں اپنے والد ابراہیم کی دعاؤں کا ظہور ہوں۔

سچا بیٹا، باپ کی دولت کا امین ہوتا ہے: اور ”امۃ مسلمۃ“ کے لئے اولاد کی تخصیص، اسی طرح پیغمبر کے

لئے اسی خاندان سے ہونے کی تخصیص کی مصلحت یہ ہے کہ بہ نسبت دوسرے خاندانی شخص کے اپنے خاندانی شخص کے حالات اور اوصاف جمیلہ و جلیلہ سے کما حقہ خاندانی لوگ واقف ہوں گے۔ ان کو اس کے اتباع میں کسی طرح اجنبیت اور استنکاف محسوس نہیں ہو پائے گا اور پھر ایسے لوگوں کی دیکھا دیکھی دوسروں کو بھی طمانیت و اطمینان ہوگا اور وہ جلد اتباع و تصدیق کی طرف قدم بڑھا سکیں گے۔ اس طرح گویا اہل خاندان کو اپنے خاندانی شخص کی لاج رکھنے کا خیال بھی پیش نظر ہوگا اور وہ اس کی اتباع میں زیادہ سماعی اور دوسروں کی ہدایت کے لئے اصل ذریعہ ثابت ہو سکیں گے۔

الائمتہ من قریش:..... چنانچہ یہی ہوا کہ پورا جزیرۃ العرب، قریش اور آپ کے خاندان کے ایمان کا منتظر تھا جوں ہی انہوں نے ایمان قبول کیا اور مکہ معظمہ فتح ہوا لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور یہی مصلحت ہے قریش کے خلافت کے لئے خاص ہونے کی کہ ان کو جس قدر ہمدردی اور دل سوزی ہوگی دوسروں کو اس کا عشر عشر بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔

حکمت سے مراد جلال محقق نے احکام قرآن کے لئے ہیں لیکن اس سے مراد خوش فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ اور خوش فہمی کا سلیقہ یہ کہ تفقہ اور اجتہاد حاصل ہو کہ اصل سے فروع کا حکم نکال سکیں۔ اور بات میں سے بات نکالنا اور ایک نظیر کو دوسری نظیر پر اصول صحیحہ کی رعایت کے ساتھ منطبق کرنا آ جائے۔ چنانچہ اس امت میں آنحضرت ﷺ کے اتباع کی بدولت بہت سے اکابر و علماء کو یہ دولت نصیب ہوئی جن کی برکات سے عام مسلمان بلکہ عامۃ الناس منتفع ہو رہے ہیں۔ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے اس آیت میں چار اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں۔ کتاب اللہ کی تلاوت کرنا جو پہلا اور ابتدائی درجہ ہے۔ کتاب اللہ کے معانی کی تعلیم دینا جو اس کے بعد دوسرا درجہ ہے، تیسرے حکمت کی تعلیم دینا اور اس علم و عمل کے مجموعہ کے بعد آخری درجہ تکمیل یعنی روحانی اور اخلاقی تزکیہ کرنا۔ یہ آپ کی کتاب زندگی کے چار اہم ورق ہیں۔ ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا

بقاء سلسلہ کی تمنا:..... ومن ذریتنا امة مسلمة لک سے مشائخ کی اس تمنا کی اصل نکلتی ہے کہ جو اپنے سلسلہ کی بقا کے لئے رکھتے ہیں۔

وَمَنْ أَى لَا يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ فَبَرُّكُهَا إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۗ جَهْلٌ أَنَّهُا مَخْلُوقَةٌ لِلَّهِ يَجِبُ عَلَيْهَا عِبَادَتُهُ أَوْ اسْتَحْفَافٌ بِهَا وَامْتِنَانٌ بِهَا وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ إِحْتِرْنَا فِي الدُّنْيَا بِالرِّسَالَةِ وَالْخُلَّةِ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۳۰﴾ الَّذِينَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ وَإِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمُ لَأَنْقِدَ لِلَّهِ وَأَخْلَصَ لَهُ دِينَكَ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصَّىٰ وَفِي قِرَاءَةِ أَوْصَىٰ بِهَا بِالْمِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ بَنِيهِ وَيَعْقُوبَ ۗ بَنِيهِ قَالَ يَبْنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمْ الدِّينَ دِينَ الْإِسْلَامِ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۲﴾ نَهَىٰ عَنْ تَرْكِ الْإِسْلَامِ وَأَمَرَ بِالثَّبَاتِ عَلَيْهِ إِلَىٰ مُصَادَفَةِ الْمَوْتِ وَلَمَّا قَالَ الْيَهُودُ لِلنَّبِيِّ أَلَسْتَ تَعْلَمُ أَنَّ يَعْقُوبَ يَوْمَ مَاتَ أَوْصَىٰ بِنَبِيِّهِ بِالْيَهُودِيَّةِ نَزَلَ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ حُضُورًا إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ بَدَّلَ مِنْ إِذْ قَبْلَهُ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ۗ بَعْدَ مَوْتِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ

اَبَائِكَ اِبْرَاهِمَ وَاِسْمَاعِيلَ وَاِسْحٰقَ عَدُوِّ اِسْمَاعِيْلٍ مِنَ الْاَبَاءِ تَغْلِيْبٌ وَّلَا اِنَّ الْعَمَّ بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ اِلَيْهَا وَاَحَدًا
 بَدَلٌ مِنَ الْهٰكِ وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَاَمَّ بِمَعْنٰى هَمْزَةٌ الْاِنْكَارِ اِى لَمْ تَحْضُرُوْهُ وَّقَتَ مَوْتِهِ فَكَيْفَ
 تَنْسِبُوْنَ اِلَيْهِ مَا لَا يَلِيْقُ بِهِ تِلْكَ مُبْتَدَاً وَاِلِاِشَارَةً اِلَى اِبْرَاهِيْمَ وَيَعْقُوْبَ وَبَيْنَهُمَا وَاَنْتَ لِتَانِيْثِ خَبْرِهِ اُمَّةٌ قَدْ
 خَلَتْ سَفَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ مِنَ الْعَمَلِ اِى جَزَاؤُهُ اِسْتِيْنَاَفٌ وَّلَكُمْ الْخِطَابُ لِلْيَهُودِ مَا كَسَبْتُمْ
 وَّلَا تَسْتَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ كَمَا لَا يُسْتَلُوْنَ عَنْ عَمَلِكُمْ وَاَلْجُمْلَةُ تَاكِیْدٌ لِمَا قَبْلَهَا

ترجمہ: اور کون ہے؟ (یعنی کوئی نہیں ہے) جو ملت ابراہیمی سے روگردانی کرے (کہ اس کو چھوڑ بیٹھے) مگر وہی جو اپنی ذات
 ہی سے احمق ہوگا (جو اس بات سے جاہل ہو کہ وہ اللہ کی مخلوق ہے اور اس پر اللہ کی عبادت فرض ہے یا یہ مراد ہے کہ اس نے اپنے نفس کو
 ذلیل (حقیر کر رکھا ہے) حالانکہ ہم نے ان کو منتخب کر لیا ہے (چھانٹ لیا ہے) دنیا میں (رسالت اور خالص دوستی کے لئے) اور بلاشبہ وہ
 آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جائیں گے (جن کیلئے درجات عالیہ ہوں گے) اور (یاد کیجئے) جبکہ فرمایا ان سے ان کے
 پروردگار نے کہ تم فرمانبرداری اختیار کرو (اللہ کی اطاعت کرو، اور ان کیلئے دین کو خالص کر لو) عرض کیا میں تو رب العالمین کا فرمانبردار
 ہوں اور وصیت کر گئے (ایک قرأت میں اوصی ہے) اسی (ملت کی) ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اور اسی طرح یعقوب علیہ السلام
 (اپنے بیٹوں کو فرمانے لگے کہ) اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے، اس دین (دین اسلام) کو اس لئے تم بجز اسلام
 کے اور کسی حالت پر جان مت دینا (اس میں ترک اسلام کی ممانعت اور اسلام پر مرتے دم تک ثابت رہنے کا حکم ہے۔ آنحضرت ﷺ
 سے یہود نے عرض کیا کہ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ حضرت یعقوب نے وفات کے وقت اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت
 فرمائی تھی؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی) کیا تم لوگ خود اس وقت موجود (حاضر) تھے۔ جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا
 جس وقت (یہ اذ پہلے اذ سے بدل ہے) انہوں نے اپنے بیٹوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ میرے (مرنے کے) بعد کس چیز کی پرستش
 کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس ذات کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام پرستش
 فرماتے رہے ہیں (حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل کو باپ کہنا یا تعلیمنا ہوگا اور یا چچا کے بمنزلہ باپ ہونے کی بناء پر) یعنی وہی معبود
 جو وحدہ لا شریک ہے (یہ لفظ الہٰک سے بدل ہے اور ہم اس کی فرمانبرداری پر قائم رہیں گے۔ ام کنتم میں لفظ ام بمعنی ہمزہ انکار ہے
 یعنی تم ان کی وفات کے وقت یقیناً موجود نہیں تھے پھر کیسے ان کی طرف غیر شایان شان باتیں منسوب کرتے ہو) یہ (تسلط مبتدا ہے
 اور اس سے حضرت ابراہیم و یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اشارہ ہے اور اس کو مؤنث لانا خبر کے مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے) اور
 ایک جماعت تھی جو گزر چکی ہے (جا چکی ہے) ان کے کام ان کا کیا ہوا (عمل یعنی اس کی جزاء یہ جملہ مستانفہ ہے) آئے گا، اور تمہارے
 کام (یہود کو خطاب ہے) تمہارا کیا ہوا آئے گا اور تم سے تو ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی نہ ہوگی (جیسا کہ ان سے تمہارے کئے ہوئے
 کی پوچھ پرش نہ ہوگی۔ یہ جملہ ماقبل کی تاکید ہے۔

تحقیق و ترکیب: من کے بعد لا سے اشارہ اس کے انکاری ہونے کی طرف اسی لئے اس کے بعد لا آیا ہے یہ موضع
 رفع مبتدا اور یرغب ہے جس میں عائد من کی طرف راجع ہے۔ سفہ یہ جو جہل کے معنی اور اس کی طرح متعدی ہے اور یا سفہ فی نفسہ
 تھا۔ جاء حذف کر کے فعل سے ملا دیا اور یا سفہ کے اصل معنی خفتہ کے مراد لئے جائیں اصطفیناہ برگزیدہ اور خالص چیز کا انتخاب کرنا۔

وصی دوسرے کے سامنے اصلاحی کام پیش کرنا اصل معنی اس کے وصل کے ہیں بولتے ہیں۔ وصاہ اذا وصلہ او فصاہ اذا فصلہ۔ گویا مووسی اپنے فعل کو مووسی کے فعل سے ملاتا ہے۔ عام اس سے کہ وصیت موت کے وقت ہو یا بغیر موت کے قولاً ہو یا دلالتاً۔ اگرچہ مشہور یہی ہے کہ وصیت موت کے وقت قول کو کہتے ہیں۔

فلا تموتن بظاہر تو موت سے نہیں ہے جو غیر اختیاری ہے مگر درحقیقت مراد جیسا کہ مفسر علام نے کہا ترک اسلام سے نہیں کرنا ہے جیسے کہا جائے لا تصل الا وانت خاشع اس میں ترک صلوٰۃ کا حکم نہیں بلکہ ترک خشوع سے منع کرنا ہے۔ گویا یہ اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ اس حقیقت کے بغیر اس فعل کا وجود و عدم برابر ہوتا ہے۔

اور امام رازی نے یہ تو جیہ کی ہے کہ کسی آن بھی چونکہ موت سے اطمینان نہیں ہوتا ہر لمحہ اس کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے موت سے پہلے اسلام کی تاکید گویا ہر آن اس پر ثبات قدمی کی تلقین ہوگی۔

ام کنتم میں بیضاوی کی رائے یہ ہے کہ ام منقطعہ اور متصلہ دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ جلال محقق نے اس کی تین وجہ میں سے ایک طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱) یا صرف ہمزہ کے معنی ہوتا ہے (۲) یا صرف بل کے معنی میں (۳) اور یاد دونوں کے معنی میں ہوتا ہے اور غالب تیسری صورت ہوتی ہے۔ والہ ابائل لفظ الہ کا اعادہ اس لئے کیا گیا ہے کہ ضمیر مجرور پر بلا اعادہ جار عطف لازم نہ آجائے۔ الہا واحدا۔ اول لفظ الہ کے تکرار سے جو عدم تو حید کا شبہ ہو سکتا تھا اس کے ازالہ کے لئے یہ بدل لائے ہیں۔

ولحن له مسلمون نعبد کے فاعل سے حال واقع ہے۔ یہ جملہ معطوف ہے نعبد پر یہ جملہ معترضہ مؤکدہ ہے۔ وانت جہاں ضمیر کے مرجع اور خبر میں اختلاف ہو تو خبر کی رعایت بہتر ہوتی ہے۔ لہا ما کسبت میں مفسر علام نے حذف مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے استیناف دوسری صورت صفت ہونے کی بھی ہو سکتی ہے یا ضمیر خلت سے حال ہو سکتا ہے۔ ما موصولہ یا موصوفہ ہے اور عائد محذوف ہے "ای لہا ما کسبتہ"

رابطہ:..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ محض حق کا اتباع اور اللہ کی اطاعت تھی۔ آگے ان کی نسل کے تمام اہل حق کا طریق بھی یہی رہا ہے جس کی جامع اور صحیح تعبیر اسلام کے ساتھ ہونی چاہئے۔ ان حضرات کے یہاں نسلی غرور، آبائی فخر، گروہ بندی کوئی چیز نہیں تھی۔ بلکہ سب کا مشرب سچائی کا اتباع تھا اب یہ اطاعت حق منحصر ہے آنحضرت ﷺ کے اتباع میں۔ لیکن قوم یہود جو خود کو اولاد یعقوب علیہ السلام بتلاتی ہے اور دین ابراہیم کا تتبع اپنے آپ کو سمجھتی ہے بالکل اس راہ سے منحرف ہے بلکہ محض ضد بندی سے حضرت ابراہیم وغیرہ انبیائے سابقین کو بھی یہودی ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے حالانکہ یہودیت ان کے بہت بعد شروع ہوئی تھی۔

شان نزول:..... لباب النقول میں ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے اپنے دو بھتیجیوں سلمہ اور مہاجر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم خوب جانتے ہو کہ اللہ نے تورات میں فرمایا ہے کہ بنی اسماعیل میں ایک نبی بھیجے والا ہوں جن کا نام احمد ہوگا جو شخص آپ پر ایمان لائے گا وہ راہ ہدایت پر ہوگا۔ اور جو ایمان نہیں لائے گا وہ ملعون ہوگا۔ یہ سن کر سلمہ نے تو اسلام قبول کر لیا مگر مہاجر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾:..... طاعت ابراہیمی:..... حضرت ابراہیم کے جواب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ میں پہلے فرمانبردار نہیں تھا اب اطاعت کے لئے حاضر ہوں کیونکہ نبی کے لئے کسی وقت بھی نافرمانی اور خلاف ورزی ممکن نہیں ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ کم سنی اور بے شعوری میں وہ شریعت اور اس کی تفصیلات سے خالی الذہن بلکہ ایک درجہ میں بے خبر رہے ہوں جیسا کہ "ووجدك

ضالاً“ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کو خلاف ورزی یا نافرمانی کہنا یا سمجھنا سراسر غلط ہے کیونکہ مخالف کہتے ہیں حق واضح نہ ہونے کے بعد اس پر عملدرآمد نہ کرنے کو جب تک حق واضح نہیں ہو خلاف ورزی کا کیا سوال؟ تاہم خالی الذہن ہونے کی حالت میں جب حق ان کے سامنے آیا انہوں نے فوراً اس کو قبول کر لیا۔ اسی کو اطاعت اور اسلام سے تعبیر کیا گیا ہے یا بقاء علی الطاعت کا اظہار کرنا ہے کہ بندہ پہلے کی طرح اب بھی نیاز مند ہے جو ارشاد ہو حاضر ہے۔ صیغہ امر جس طرح احداثِ فعل کے لئے آتا ہے ابقاء فعل کے لئے بھی آتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: یہودی تھے یا نصرانی یا مسلمان؟..... رہا حضرت ابراہیم و یعقوب کا یہودی ہونا یا دوسروں کو یہودیت اختیار کرنے کی فہمائش کرنا اس کی صحت کے دو (۲) ہی طریقے ہو سکتے تھے۔ یا نقل صحیح اور یا مشاہدہ۔ یہاں دونوں متفق ہیں بلکہ عقلی دلیل اس کے برخلاف یہ موجود ہے کہ یہودیت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور نصرانیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم و یعقوب علیہم السلام وغیرہ بہت زمانہ پہلے گزر چکے ہیں۔ پھر ان کا یہودی یا نصرانی بننا کس طرح ممکن ہے۔ یہی منشاء ہے آیت ما کان ابراہیم یہود یا ولا نصرانیا اور لم تحاجون فی ابراہیم وما انزلت التورۃ و الانجیل الا من بعدہ افلا تعقلون کا۔ مگر براہِ ہوا تخریب اور گروہ بندی کا کہ زمان و مکان کی حدود و قیود کو توڑ کر بالکل ہی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے، البتہ اس پر شبہ ہو سکتا ہے کہ بالمعنی المذکور جب ان کا یہودی یا نصرانی بننا ممکن نہیں ہے تو پھر اسلام کا پیرو ہونا جس کی ابتداء یہودیت و نصرانیت سے بھی بہت بعد میں آنحضرت ﷺ کے وقت سے ہوئی کس طرح صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ لیکن اسلام سے مراد یہاں مخصوص طریقہ اور مجموعہ شریعت محمدی نہیں ہے بلکہ صرف اطاعتِ حق مراد ہے جو تمام اہل حق اور پیشوا یا ان مذہب کا ہر زمانہ میں شیوہ اور وطیرہ رہا ہے۔ اور یہی وہ مشترک مشرب حق ہے جس کا سب نے اتباع کیا ہے۔ یہودیت یا نصرانیت کے معنی اسلام کی طرح تسلیم و انقیاد کے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مخصوص طریقہ اور مسلک کا نام ہے اس میں یہ توجیہ نہیں ہو سکتی تاہم پھر بھی اگر کوئی کھینچ تان کرتا ویل کرنے لگے تو ہم کو مضرت نہیں اور اس کو مفید نہیں ہے۔

غرور نسلی اور آبائی فخر کی برائی:..... اہل کتاب میں نسلی غرور اور آبائی فخر کی وجہ سے جو سرگرائی پیدا ہو گئی تھی اور وہ گھن کی طرح قوم کا برادہ چاٹ رہی تھی۔ اگلی آیت تِلْكَ اُمَّةٌ مِّنْ اُمَّةٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا لِنُعَلِّمَهُمُ الْوَحْيَ الَّذِي اَنْزَلْنَا عَلٰی رُسُلِنَا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ یعنی قانون الہی یہ ہے کہ ہر فرد اور جماعت کو اس کا اپنا کمایا ہوا عمل کا رآمد ہوتا ہے نہ تو ایک کی نیکی دوسرے کو بچا سکتی ہے اور نہ ایک کی بد عملی کے لئے دوسرا جواب دہ ہو سکتا ہے لیکن نادان انسان ہمیشہ ماضی کے افسانوں میں گم ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ماضی سے حال اور مستقبل کے لئے کوئی لائحہ عمل اور درس عمل تیار نہیں کرتا۔

اچھوں سے انتساب اور رفع تعارض:..... اچھوں سے انتساب ان نیک عمل لوگوں کے لئے مفید ہو سکتا ہے جن کے پاس ایمان کی دولت اور نیکیوں کی پونجی ہو تھوڑی بہت کمی اس انتساب سے پوری کردی جایا کرتی ہے (۱) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (۲) اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتَّقَمْ اور حدیث المرء مع من احب اور حدیث شفاعت کا یہی مفہوم ہے لیکن جو لوگ عقائدِ قطعیہ میں مخالف اور عمل میں پورے نافرمان ہوں ان کے لئے محض فخر نسبی کیا کام آ سکتا ہے نہ اوڑھنے میں نہ بچانے میں۔ آیت لا انتساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون اور حدیث یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار لا اغنی عنک من اللہ شینا کا یہی مفہوم ہے اس طرح مختلف نصوص میں تطبیق بھی ہو گئی اور اہل کتاب کا رسالتِ محمدی کے عقیدہ سے جس کے تمام انبیاء مصداق تھے انحراف بھی لازم آ گیا۔ پھر یہ انتساب ان کے لئے اب کس طرح کام کا اور اب محض لکیر پٹنے سے کیا فائدہ؟ ہاں دنیا میں نسب کے تفاوت

اور اختلاف کے فوائد و مصالح اپنی جگہ ہیں لیکن اس سے اپنے لئے بے جا فخر اور دوسروں کی تحقیر کا جواز کیسے نکل سکتا ہے۔

معرفت حق، موت اختیاری: آیت ومن یرغب سے مشائخ کے اس قول کی اصل نکلتی ہے کہ من عرف

نفسہ فقد عرف ربہ اور آیت فلا تموتن الا وانتم مسلمون سے اشارہ ہے موت اختیاری کی طرف جس کے متعلق موتوا قبل ان تموتوا فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ حکم کا تعلق کسی فعل اختیاری ہی سے ہونا چاہئے۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرًا تَهْتَدُوا^ط أَوَّلِ الْيَهُودِ وَالْمَدِينَةِ وَالثَّانِي نَصْرًا نَجْرًا
قُلْ لَهُمْ بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا^ط حَالٌ مِنْ إِبْرَاهِيمَ مَائِلًا عَنِ الْأَدْيَانِ كُلِّهَا إِلَى الدِّينِ الْقَيِّمِ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا حِطَابٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا مِنَ الْقُرْآنِ وَمَا أُنزِلَ إِلَى
إِبْرَاهِيمَ مِنَ الصُّحُفِ الْعَشْرِ وَاسْمَعِيلَ وَاسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَأَوْلَادِهِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنَ
التَّوْرَةِ وَعِيسَى مِنَ الْإِنْجِيلِ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ^ع مِنَ الْكُتُبِ وَالْآيَاتِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ
مِنْهُمْ فَتُؤْمِنُ بَعْضٌ وَنُكْفِرُ بَعْضٌ كَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۶﴾ فَإِنْ آمَنُوا آيِ الْيَهُودِ
وَالنَّصْرَى بِمِثْلِ مِثْلِ زَائِدَةٍ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا^ع وَإِنْ تَوَلَّوْا عَنِ الْإِيمَانِ بِهِ فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقِ^ع
خِلَافٍ مَعَكُمْ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ^ع يَا مُحَمَّدُ شِقَاقَهُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْغَلِيمُ ﴿۱۳۷﴾ يَا حَوَالِهِمْ
قَدْ كَفَاهُ اللَّهُ أَيَاهُمْ بِقَتْلِ قُرَيْظَةَ وَنَفْيِ النَّضِيرِ وَضَرْبِ الْجَزِيَّةِ عَلَيْهِمْ صِبْغَةَ اللَّهِ^ع مُصَدَّرٌ مُؤَكَّدٌ لِمَنَا وَنَصْبُهُ
بِفِعْلِ مُقَدَّرٍ آيِ صَبَغْنَا اللَّهُ وَالْمُرَادُ بِهَا دِينُهُ الَّذِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهِ لظُهُورِ آثَرِهِ عَلَى صَاحِبِهِ كَالصَّبْغِ فِي
الثَّوْبِ وَمَنْ آيِ لَا أَحَدٌ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً تَمَيِّزٌ وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: اور کہتے ہیں یہ لوگ تم یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے (ہودا اور نصری میں تفصیل کے لئے ہے۔

اول جملہ کے قائل یہود مدینہ اور دوسرے کے قائل نصرانی نجران) آپ ان سے کہہ دیجئے بلکہ (ہم تو اتباع کرتے ہیں) ملت ابراہیمی کا جس میں کجی کا نام نہیں ہے (حنیفاً حال ہے ابراہیم سے یعنی تمام ادیان سے کٹ کر دین حق کی طرف مائل ہوئے ہیں) اور ابراہیم (علیہ السلام) مشرک نہیں تھے۔ کہہ دیجئے (مسلمانوں کو خطاب ہے) کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور (قرآن) پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا ہے اور (دس کتابوں) پر جو حضرت ابراہیم و اسماعیل و یعقوب اور ان کی اولاد (اولاد یعقوب) پر نازل کی گئی ہے اور وہ (تورات) جو حضرت موسیٰ کو دی گئی اور (انجیل) جو حضرت عیسیٰ کو دی گئی اور جو کچھ (کتابیں اور آیات) انبیاء علیہم السلام کو پروردگار کی طرف سے

دی گئی ہیں۔ درآنحالیکہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے (کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کریں، یہود و نصرانی کی طرح) اور ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ سواگر (یہود و نصرانی بھی) ایمان لے آئیں اسی طرح (لفظ مثل زائد ہے) جس طرح تم ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ حق پر لگ جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کرنے لگیں (ایمان سے) تو وہ لوگ ہمیشہ سے برسرِ عداوت (تمہاری مخالفت پر) ہیں ہی۔ عنقریب آپ کی طرف سے اللہ نبٹ لیں گے (اے محمد دربارہ مخالفت) اور اللہ سنتے ہیں (ان کے اقوال) اور جانتے ہیں (ان کے احوال) کو چنانچہ اللہ ان سے اس طرح نبٹے کہ بنی قریظہ کو قتل کیا گیا، اور بنی نضیر کو جلا وطن کیا گیا اور ان پر جزیہ "ٹیکس"

مقرر کیا گیا) ہم ایمان لائے اس حال میں کہ اللہ نے ہم کو رنگ دیا ہے (یہ مصدر ہے آمنّا کی تاکید کے لئے اور منصوب ہے فعل مقدر "صبغنا اللہ" سے مراد دین فطری ہے کہ جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے کیونکہ اس کا اثر دیندار پر اس طرح پڑھتا ہے کہ جیسے کپڑے پر رنگ) اور دوسرا کون ہے (کوئی نہیں ہے) جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ کے رنگ سے بہتر ہو (صبغۃ تمیز ہے) اور ہم اس کی بندگی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:نتبع۔ یہ مملۃ کا عامل محذوف ہے اور جملہ مقولہ قول محل نصب میں ہے۔ حنیفا جہاں مضاف الیہ کے قائم مقام ہو سکے وہاں مضاف الیہ سے بھی حال بنایا جاسکتا ہے۔ جیسے حنیفا ابراہیم سے حال ہے اور مملۃ سے بھی حال ہو سکتا ہے یا مثلاً رایت وجہ ہند یستلزم رویتھا من الصحف العشر اگر یہ حضرت ابراہیم کے ساتھ ہے تو دوسروں کی طرف ان کے تابع ہونے کی وجہ سے ان کی نسبت صحیح ہوگی جیسے نزول قرآن کی نسبت ہماری طرف ہے الاسباط جمع سبط جس و رخت کی کثیر شائیں ہوں مراد اولاد۔ صاحب کشاف نے اس کے معنی پوتے کے بیان کئے ہیں۔ ما انزل کی بجائے تجدید کے لئے اس طرح روش کلام میں تبدیل کر دی گئی ہے مثل زاندة چونکہ مسلمان جس خدا اور قرآن پر ایمان لائے ہیں ان کا کوئی مثل نہیں ہے اس لئے لفظ مثل کو جلال مفسر زائد فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ابن مسعود کی قرأت بما انتم بہ اس کی مؤید ہے۔ ما موصول ہے یا مصدر یہ اور باز انڈتا کید کے لئے ہے۔ شقاقا خلاف چونکہ ہر ایک ایک شق پر ہوتا ہے اس لئے وجہ مناسبت ظاہر ہے۔ موسیٰ اور عیسیٰ کی تخصیص کی کیونکہ نزاع ان ہی میں ہو رہا تھا۔

صبغة بروزن فعلۃ صبغ سے جیسے جس سے صبۃ بمعنی رنگت مراد دین اللہ ہے۔ نصاریٰ میں دین میں داخل ہونے کے لئے عمود یہ ایک رسم ادا کی جاتی تھی یعنی زرد رنگ میں اصطبغ کرتے تھے تقاولاً مسلمانوں کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ کا رنگ زیادہ پختہ اور بہتر ہے۔ بعض نے اس کو منصوب علی الاغراء کہا ہے اور بعض کے نزدیک بدل ہے ضمیر قولوا سے یا اتبعوا سے صبغة اللہ میں استعارہ اصل یہ تصریح ہے وجہ شبہ جامع تاثیر و ظہور ہے جس کی طرف جلال محقق نے اشارہ کیا ہے۔

رابط: اول آیت میں یہودیت و نصرانیت کی طرف بلانے والوں کا جواب ارشاد ہوتا ہے۔ دوسری آیت قولوا میں ملت ابراہیمی کا خلاصہ اور دین حق کا انحصار، اور تیسری آیت فان امنوا میں اس انحصار پر تفریع اور مخالفین کے قبول حق نہ کرنے پر آنحضرت ﷺ کی تسلی ہے۔ چوتھی آیت صبغة اللہ میں اسلام کا مزید شرف ظاہر کرنے کے لئے دین ابراہیم سے بڑھ کر اللہ کی طرف اضافت فرمائی جا رہی ہے جس سے توحید کا جو اصل دین ہے مزید اہتمام مقصود ہے کہ دین کی حقیقی اضافت اللہ کی طرف ہے البتہ نبی کی طرف اضافت بواسطہ تعلق تبلیغ کے ہے۔

شان نزول: ابن ابی حاتم نے بطریق سعید یا عکرمہ حضرت ابن عباس سے لباب النقول میں روایت تخریج کی ہے کہ ابن صوری نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ما الہدی الا ما نحن علیہ فاتبعنا یا محمد تهتدوا۔ نصاریٰ نے بھی اس قسم کے جملے کہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: ملت ابراہیمی کا متبع کون ہے؟ مشرکین عرب باوجود افعال شرکیہ کے محض ختنہ اور حج کی چند رسوم ادا کر لینے سے خود کو ملت ابراہیم کا متبع سمجھتے تھے۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ باوجود قسالت الیہود عزیز ابن اللہ وقالت النصری المسیح ابن اللہ عقائد شرکیہ کی آمیزش کے ملت ابراہیمی کا دعویٰ دہاں قرار دیتے تھے اس لئے ایک ہی جملہ

”وماکان من المشرکین“ سے سب کا پردہ چاک کر دیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہودیت و نصرانیت کی منسوخیت کے علاوہ تم لوگ شرک کی گندگی سے بھی آلودہ ہو اور ملتِ ابراہیمی ان تمام آلودگیوں سے مبرا اور منزہ ہے۔ وہ تو سب سے کٹ کر صرف حق سے جڑا ہوا ہے جس کو اسلام کے مرادف کہنا چاہئے۔ اسی لحاظ سے آنحضرت ﷺ کو ملتِ ابراہیمی کا تبع کہا گیا۔ بلکہ تمام انبیائے سابقین کے اتباع کا مشورہ ”فبہداهم اقتدہ“ سے آپ کو دیا گیا ہے حالانکہ آپ مستقل نبی اور صاحبِ شریعت ہیں۔ حاصل یہ کہ تمام اہل حق کا مشن چونکہ ایک یعنی صرف اتباع حق رہا ہے اس لئے کہیں اس کو ملتِ ابراہیمی سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہیں اسلام سے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:..... رہا یہ شبہ کہ ملتِ ابراہیمی اور اسلام جب ایک مشترک مذہب ہے تو اس کو موسوی یا عیسوی ملت بھی کہنا چاہئے۔ پھر اس لقب کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اول تو ابراہیم علیہ السلام چونکہ سب کے مسلمہ بزرگ تھے، ان خاص تعبیروں میں دوسروں کو ناگواری ہوتی، دوسرے شریعتِ اسلامیہ اور ملتِ ابراہیمی میں اصول و فروع جس درجہ مشترک متفق علیہ ہیں یہ اتحاد دوسری ملتوں میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ ان کی فروع میں تو کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ پس ایسا دین جس کی بنیاد سب کی تصدیق اور سب سے عقیدت و محبت پر ہو اسی کو قبول کرنا چاہئے۔ یہودیت و نصرانیت علاوہ منسوخ ہونے کے ان کی بنیاد چونکہ تفریق و تکذیب پر ہے اس لئے وہ ناقابل قبول ہیں۔

قَالَ الْيَهُودُ لِلْمُسْلِمِينَ نَحْنُ أَهْلُ الْكِتَابِ الْأَوَّلِ وَقَبَلْتْنَا أَقْدَمُ وَلَمْ يَكُنِ الْأَنْبِيَاءُ مِنَ الْعَرَبِ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ نَبِيًّا لَكَانَ مِنَّا فَتَنَزَلَ قُلْ لَهُمْ أَتَحَاجُّونَنَا تَخَاصُمُونَنَا فِي اللَّهِ أَنْ اصْطَفَى نَبِيًّا مِنَ الْعَرَبِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ فَلَهُ أَنْ يَصْطَفِيَ مِنْ عِبَادِهِ مَنْ يَشَاءُ وَلِنَا أَعْمَالُنَا نُجَازِي بِهَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ تَجَازُونَ بِهَا فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ فِي أَعْمَالِنَا مَا نَسْتَحِقُّ بِهِ الْإِكْرَامَ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿۱۳۹﴾ الدِّينُ وَالْعَمَلُ دُونَكُمْ فَنَحْنُ أَوْلَى بِالْإِصْطِفَاءِ وَالْهَمَزَةُ لِلْإِنْكَارِ وَالْجَمْلُ الثَّلَاثُ أَحْوَالٌ أَمْ بَلْ تَقُولُونَ بِالْيَاءِ وَالْتَاءِ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصْرَى قُلْ لَهُمْ ءَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمْ اللَّهُ أَى اللَّهُ أَعْلَمُ وَقَدْ بَرَأَ مِنْهُمَا إِبْرَاهِيمَ بِقَوْلِهِ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَالْمَذْكُورُونَ مَعَهُ تَبِعَ لَهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ أَحْفَى مِنَ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَهُ كَائِنَةً مِنَ اللَّهِ طَأَى لَا أَحَدًا ظَلَمَ مِنْهُ هُمُ الْيَهُودُ كَتَمُوا شَهَادَةَ اللَّهِ فِي التَّوْرَةِ لِإِبْرَاهِيمَ بِالْحَنِيفِيَّةِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴۰﴾ تَهْدِيدٌ لَهُمْ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۱﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهُ -

ترجمہ:..... (یہود مسلمانوں سے کہنے لگے کہ ہم اول اہل کتاب ہیں، ہمارا قبلہ بھی قدیم ہے، ادھر عرب میں آج تک کوئی نبی نہیں آیا۔ محمد اگر نبی ہوتے تو ان کے بنی اسرائیل میں پیدا ہونا چاہئے تھا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں) فرما دیجئے آپ (ان سے) کہ کیا تم ہم سے حجت کئے جاتے ہو (مخاصمہ کرتے ہو) حق تعالیٰ کے معاملہ میں (کہ نبی عربی کا اس نے انتخاب کر دیا ہے) حالانکہ وہ ہمارا تمہارا پروردگار ہے (اس لئے اس کو حق ہے کہ جس کو چاہے انتخاب کر لے) ہم کو ہمارا کیا ہوا نفع دے گا (یعنی اس کا بدلہ ملے گا) اور تمہارے لئے تمہارا کیا ہوا کارآمد ہوگا (اس کا بدلہ تم کو ملے گا۔ اس لئے ہمارے بعض اعمال ممکن ہے ہمارے استحقاقِ اکرام کا

باعث ہوں) اور ہم نے صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنے کو خالص کر رکھا ہے (ہمارا دین و عمل اس کے لئے خالص ہے نہ کہ تمہارا اس لئے اس انتخاب کے ہم ہی مستحق ہیں۔ ہمزہ انکار کے لئے ہے اور تینوں جملے حالیہ ہیں) کیا (ام بمعنی بل) اب بھی کہے جاتے ہو (یقولون تا اور یا کے ساتھ ہے) کہ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب یہودی یا نصرانی تھے۔ فرمادے تھے آپ (ان سے) تم زیادہ واقف ہو یا اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ زیادہ باخبر ہیں درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہودیت و نصرانیت سے یہ کہہ کر نفی فرمادی ہے ماسکان ابراہیم یہود یا ولا نصرانیا اور مذکورہ دوسرے پیغمبر اس قول میں حضرت ابراہیم کے تابع سمجھے جائیں گے) اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو انخفاء کرے (لوگوں سے چھپائے) ایسی شہادت کو جو منجانب اللہ اس کے پاس (پہنچی) ہو (یعنی اس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہے۔ اس کا مصداق یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے اللہ کی شہادت کو دربارہٴ حنفیت ابراہیم تورات میں چھپایا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہاری کرتوت سے بے خبر نہیں ہیں (ان کے لئے یہ دھمکی ہے) یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کا کیا ہوا ان کے کام آئے گا اور تمہارا کیا ہوا تمہارے کام آئے گا۔ اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی نہ ہوگی (پہلے بھی اس جیسی آیت گزر چکی ہے۔)

تحقیق و ترکیب: فی اللہ ای فی دین اللہ ہمزہ اس میں انکار کے لئے ہے۔ دونکم یعنی آیت میں عبارت مضمر

ہے ام یعنی ام متصلہ بمعنی ہمزہ بھی ہو سکتا ہے اور ام منقطعہ بمعنی بل بھی ہو سکتا ہے ہمزہ اضراب کے لئے ہوگا اور ایک تونخ سے دوسری تونخ کی طرف انتقال کے لئے ہے چنانچہ ابن عامر ہمزہ کسائی حنفی کی قرأت یقولون اس کی مؤید ہے اس صورت میں صرف منقطعہ کے لئے ہوگا۔ اور بعض نے متصلہ کو بھی جائز کہا ہے جیسے اتقوم یا زید ام یقوم عمرو۔ میں متصلہ صحیح ہے۔ ام اللہ مبتداء محذوف الخبر ہے ای اعلم۔ یہاں ام متصلہ ہے اور استفہام انکاری ہے جس کا جواب مفسر جلال نے ای اللہ اعلم سے نکالا ہے من اللہ اس میں براءة من اللہ کی طرح من ابتداء ہے۔ کتہم بمعنی اخفی ہے یعنی متعدی ہے دو مفعول کی طرف اول محذوف ای اخفی الناس شہادۃ۔ شہادۃ اس کی صفت اول عدہ ہے اور صفت ثانیہ کی تقدیر کانتہ سے مفسر محقق نے نکالی ہے۔ مجاہد، حسن، ربیع کے نزدیک یہ کتمان شہادت دربارہٴ حنفیت ابراہیم تھی اور قتادہ و ابن زید کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی نعت و نبوت کی شہادت کا انخفاء مراد ہے۔ تسلک اس آیت کو اول آیت کی تاکید پر محمول کر لیا جائے یا اول آیت سے مراد انبیائے کرام کی جماعت ہے اور اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے دوسرے بزرگ اسلام مراد ہوں۔

رابط: اہل کتاب کے دعویٰ اختصاص حق کا ابطال پہلی آیت میں کیا جا چکا ہے تاہم پھر بھی وہ اپنے اس دعویٰ سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں ان آیات میں دوسرے طرز پر جواب کی تعلیم ہے۔

﴿تشریح﴾: بڑائی کا پندار اور خوابوں کی دنیا:..... اظہار اخلاص سے مقصود یہاں مسلمانوں کا دعویٰ

کمال نہیں ہے بلکہ بسلسلہ مناظرہ محض اپنے طریق حق کا اظہار کرنا ہے اسی طرح چونکہ اہل کتاب نسلی غرور اور پندار میں مبتلا تھے جو ساری خرابیوں کی جڑ تھی۔ اس لئے قرآن کریم نے اس پر ضرب کاری لگانی ضروری سمجھی۔ اور ابتدائی طور پر اول کلام میں بھی یہی جواب دیا گیا ہے اور اب پھر آخری جواب کی حیثیت سے اس کو تک امت میں دہرایا جا رہا ہے کہ پرانی لکیر تک پھینتے رہو گے۔ وہ کاروان عمل جا چکا ہے، اب تم اپنی فکر کرو۔ تم ان کے اعمال کے ذمہ دار تو کیا ہوتے اس بارے میں تم سے انکا تذکرہ تک نہیں کیا جائے گا۔ تم کس جواب و خیال میں ہو۔ ذرا خوابوں کے محل سے نکل کر میدان عمل میں اترو۔

پارہ نمبر (۲)

سَيَقُولُ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۸۲	شہداء کو مردہ نہ سمجھو	۱۶۹	پارہ سيقول
۱۸۲	برزخی زندگی کا فرق	۱۶۹	ترجمہ
۱۸۲	انبیاء کی برزخی زندگی کے آثار	۱۶۹	تحقیق و ترکیب
۱۸۲	کیا اولیاء شہداء کی فضیلت میں شریک نہیں	۱۷۱	رابط و شان نزول
۱۸۳	شہداء کی قسمیں اور احکام	۱۷۱	﴿ تشریح ﴾ تحویل قبلہ کا حکمانہ جواب
۱۸۳	آزمائش الہی بھی مجاہدہ اعظماری ہے	۱۷۲	صراط مستقیم اور گمراہی
۱۸۳	ترجمہ	۱۷۲	امت محمدیہ کی شہادت پر تین شبہے
۱۸۳	تحقیق و ترکیب	۱۷۲	اعتدال امت محمدیہ
۱۸۵	رابط و شان نزول	۱۷۲	تحویل قبلہ ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ
۱۸۵	﴿ تشریح ﴾	۱۷۳	ترجمہ
۱۸۵	ترجمہ	۱۷۳	تحقیق و ترکیب
۱۸۶	تحقیق و ترکیب	۱۷۴	رابط و شان نزول
۱۸۶	رابط	۱۷۵	﴿ تشریح ﴾ تحویل قبلہ کے حکیمانہ جوابات (۱)
۱۸۶	شان نزول	۱۷۶	آنحضرت ﷺ کی شناخت بیٹوں سے بھی زیادہ ہے
۱۸۶	﴿ تشریح ﴾	۱۷۶	آفتاب آمد دلیل آفتاب
۱۸۶	علم المعاملہ کا اظہار اور علم الکاشفہ کا نامحرموں سے اخفاء ضروری ہے	۱۷۷	ترجمہ
۱۸۷	ترجمہ	۱۷۸	تحقیق و ترکیب
۱۸۸	تحقیق و ترکیب	۱۷۸	رابط و شان نزول
۱۸۹	رابط و شان نزول	۱۷۸	﴿ تشریح ﴾ تحویل قبلہ کا حکیمانہ جواب (۲)
۱۸۹	﴿ تشریح ﴾ وجود باری کی دلیل عقلی	۱۷۹	حکیمانہ جواب (۳)
۱۸۹	توحید باری کی دلیل عقلی	۱۷۹	عالمگیر نبی کا قبلہ مرکزی اور بین الاقوامی ہے
۱۹۰	اسلامی اصول عقلی ہیں فروع کا عقلی ہونا ضروری نہیں ہے	۱۷۹	بنائے ابراہیمی کا حقدار ابن ابراہیم ہی ہو سکتا ہے
۱۹۰	آسمانوں کے وجود کا سائنسی انکار	۱۷۹	قبلہ عشاق
۱۹۰	اللہ کی محبت کے ساتھ دوسروں کی محبت	۱۸۰	سیر سلوک کی انتہا نہیں ہے
۱۹۱	ترجمہ	۱۸۰	شرف صحبت
۱۹۲	تحقیق و ترکیب	۱۸۰	ذکر کا حقیقی ثمرہ
۱۹۲	رابط و شان نزول	۱۸۰	ترجمہ
۱۹۲	﴿ تشریح ﴾ خاص جانوروں کی حرمت و حلت	۱۸۱	تحقیق و ترکیب
۱۹۲	تقلید کفار اور تقلید فقہی کا فرق	۱۸۱	رابط و شان نزول
۱۹۳	اعتدال، اتباع مشائخ ادراکات روحانیہ	۱۸۲	﴿ تشریح ﴾ صبر کی طرح نماز سے بھی مصیبت کا اثر دور ہو جاتا ہے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۰۴	قصاص و دیت کی تفصیل	۱۹۳	ترجمہ
۲۰۴	انسانی مساوات	۱۹۴	تحقیق و ترکیب
۲۰۵	ترجمہ	۱۹۴	رابط و شان نزول
۲۰۵	تحقیق و ترکیب	۱۹۴	﴿تشریح﴾ حلال و طیب کس کو کہتے ہیں
۲۰۶	رابط و شان نزول	۱۹۵	تمام چیزیں اصل میں حلال ہیں
۲۰۶	﴿تشریح﴾ ترکہ میں رشتہ داروں کے ساتھ سلوک	۱۹۵	ذبح اضطراری
۲۰۷	وصیت ایک مقدس امانت ہے	۱۹۵	غیر کے نامزد جانوروں کی حرمت
۲۰۷	ترجمہ	۱۹۶	آیت ماندہ سے تائید
۲۰۸	تحقیق و ترکیب	۱۹۶	تفسیر احمدی کا جواب
۲۰۹	رابط و شان نزول	۱۹۶	اضطراری حالت اور شرعی رخصت
۲۰۹	﴿تشریح﴾ روزہ کی اہمیت و عظمت	۱۹۶	لذا مذ باعث شکر ہوں تو نعمت ہیں
۲۰۹	ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۹۷	ترجمہ
۲۰۹	روزہ کے ضروری احکام	۱۹۷	تحقیق و ترکیب
۲۱۰	ترجمہ	۱۹۸	رابط و شان نزول
۲۱۱	تحقیق و ترکیب	۱۹۸	﴿تشریح﴾
۲۱۲	رابط و شان نزول	۱۹۸	تاریخی شہادت یہ ہے کہ فتنہ فساد کی جڑ ہمیشہ علماء سوء رہیں گے
۲۱۲	﴿تشریح﴾ روزہ کا مشروعیت میں تدریج	۱۹۹	ترجمہ
۲۱۲	روزوں کے لئے ماہ رمضان کی تخصیص	۱۹۹	تحقیق و ترکیب
۲۱۳	قرآن اور رمضان	۲۰۰	رابط و شان نزول
۲۱۳	رمضان اور قبولیت دعاء	۲۰۰	﴿تشریح﴾ اسلام سے پہلے عالمگیر مذہبی گمراہی
۲۱۳	سبب ادا اور سبب قضاء	۲۰۰	چی خدا پرستی
۲۱۳	بیماری یا سفر اور روزہ	۲۰۰	چھ ابواب بر
۲۱۴	دعاء کے سلسلے میں اہل سنت اور معتزلہ کا نظریہ	۲۰۱	عزیز رسول اور نبی نہیں ہوتیں
۲۱۴	قبولیت دعاء کے بارہ میں شبہ	۲۰۱	اصل اعتبار معنی کا ہے نہ کہ صورت کا اور بالذات محبت اللہ
۲۱۴	جوابات		کی ہونی چاہئے
۲۱۵	بعض دعاؤں کی نامقبولیت کیا بعض احکام کے رد کا باعث	۲۰۱	ترجمہ
	ہو سکتی ہے؟	۲۰۲	تحقیق و ترکیب
۲۱۵	ترجمہ	۲۰۲	رابط و شان نزول
۲۱۶	تحقیق و ترکیب	۲۰۳	﴿تشریح﴾ نفس انسانی کا احترام
۲۱۷	رابط	۲۰۴	گناہ کبیرہ سے انسان نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور نہ کافر

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۳۰	احصار کی شرح اور اس کے احکام	۲۱۸	شان نزول
۲۳۱	حج کی تین قسمیں اور احکام	۲۱۸	﴿تشریح﴾ روزہ کی پابندیوں میں اعتدال
۲۳۲	ترجمہ	۲۱۸	روزہ کی نورانیت اور حرام کمائی سے پیٹ کو خالی رکھنا
۲۳۳	تحقیق و ترکیب	۲۱۸	آیت کے نکات
۲۳۵	رابط و شان نزول	۲۱۹	آیت اعتکاف سے مسائل کا استخراج
۲۳۵	﴿تشریح﴾ ایام حج	۲۱۹	مال حرام
۲۳۵	احترام حج	۲۲۰	ترجمہ
۲۳۵	حقیقی سرو سامان حج	۲۲۰	تحقیق و ترکیب
۲۳۵	کامل اور جامع زندگی	۲۲۰	رابط و شان نزول
۲۳۶	ازالہ غلط فہمی	۲۲۱	﴿تشریح﴾ شمسی حساب کے مقابلہ میں قمری حساب اسلامی ہے
۲۳۶	دنیا مطلوب نہیں ہے	۲۲۱	شمسی حساب کی نسبت قمری حساب باعث سہولت ہے
۲۳۶	افعال حج	۲۲۱	بعض احکام میں شمسی حساب جائز ہی نہیں
۲۳۶	جمع بین الصلوٰتین	۲۲۲	دروازہ چھوڑ کر غیر دروازہ سے گھر میں داخل ہونا بے عقلی ہے
۲۳۶	قریش کا غرور نسلی	۲۲۲	آیت کے نکات
۲۳۶	خرید و فروخت اور حج	۲۲۲	فضولیات کی بجائے ضروریات میں لگنا چاہئے
۲۳۷	وظائف مزدلفہ اور مشاغل منیٰ	۲۲۳	ترجمہ
۲۳۷	عوام اور خواص کا فرق	۲۲۳	تحقیق و ترکیب
۲۳۸	ترجمہ	۲۲۵	رابط و شان نزول
۲۳۸	تحقیق و ترکیب	۲۲۵	﴿تشریح﴾ مدافعا نہ جنگ
۲۳۸	رابط	۲۲۵	سبب جنگ
۲۳۹	شان نزول	۲۲۶	حرمت قتال
۲۳۹	﴿تشریح﴾ باطل پرست اور اہل حق کا فرق	۲۲۶	مسائل ضروری
۲۳۹	تکبر اور فناء نفس	۲۲۶	کفار عرب کا امتیاز اور خصوصیت
۲۳۹	ترجمہ	۲۲۶	حفاظت جان
۲۴۰	تحقیق و ترکیب	۲۲۶	معنی کو صورت پر ترجیح
۲۴۰	رابط و شان نزول	۲۲۷	ترجمہ
۲۴۰	﴿تشریح﴾ خلاصہ دین	۲۲۸	تحقیق و ترکیب
۲۴۱	بدعت کے خطرناک نقصانات	۲۳۰	﴿تشریح﴾ عمرہ سنت اور حج فرض ہے
۲۴۲	بدعتی، اللہ پر بہتان اور نبی پر کذب بیانی کرتا ہے	۲۳۰	امام شافعی کی دلیل وجوب
۲۴۱	مقام تسلیم و رضاء	۲۳۰	حنفیہ کی دلیل عدم وجوب

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۵۸	اسلامی معتدل احکام	۲۳۱	دریائے خون
۲۵۹	شیمی معاشرت	۲۳۲	ترجمہ
۲۵۹	لواطت کی برائی اور اس کے احکام	۲۳۳	تحقیق و ترکیب
۲۵۹	بعض شبہات کا ازالہ	۲۳۵	رابط
۲۶۰	ترجمہ	۲۳۵	﴿تشریح﴾ رزق کی فراوانی دلیل مقبولیت نہیں ہے
۲۶۰	تحقیق و ترکیب	۲۳۵	انبیاء کرام علیہم السلام تسلیم و رضا کے پیکر ہوتے ہیں
۲۶۱	رابط	۲۳۶	بارگاہ قدس کی رسائی
۲۶۲	شان نزول	۲۳۷	ترجمہ
۲۶۲	﴿تشریح﴾ قسم کی اہمیت اور اس کا مقصد	۲۳۸	تحقیق و ترکیب
۲۶۲	قسم کی قسمیں اور احکام	۲۳۹	رابط و شان نزول
۲۶۲	تین قسم کی قسم	۲۳۹	﴿تشریح﴾ خیرات کے اول مستحقین غریب اقرباء ہیں
۲۶۲	دلائل طرفین	۲۳۹	فلسفہ جہاد
۲۶۲	ایلاء کی اصلاح	۲۵۰	مرد کی سزا
۲۶۳	ایلاء کی قسمیں مع احکام	۲۵۰	مرد کافر سے زیادہ مجرم ہے
۲۶۳	ترجمہ	۲۵۱	ترجمہ
۲۶۳	تحقیق و ترکیب	۲۵۱	تحقیق و ترکیب
۲۶۳	رابط و شان نزول	۲۵۳	رابط و شان نزول
۲۶۵	﴿تشریح﴾ نکاح اور طلاق میں مرد و عورت کی حیثیت	۲۵۳	﴿تشریح﴾ ہر چیز کی اچھائی برائی کا معیار
۲۶۵	احکام حیض	۲۵۴	شراب اور جوئے کی خرابی
۲۶۵	عورت اور مرد کے خاص حقوق	۲۵۴	مالی اخراجات کا کلی معیار
۲۶۶	ترجمہ	۲۵۵	مسلم اور غیر مسلم لاوارث اور یتیم بچے
۲۶۷	تحقیق و ترکیب	۲۵۵	ترجمہ
۲۶۸	رابط و شان نزول	۲۵۵	تحقیق و ترکیب
۲۶۹	﴿تشریح﴾ طلاق رجعی، خلع، طلاق مغلظہ کا بیان	۲۵۵	رابط و شان نزول
۲۶۹	طلاق کی تین صورتیں	۲۵۶	﴿تشریح﴾ کافرہ اور کتابیہ عورتوں سے شادی
۲۷۰	بیوی سے خوش اسلوبی کا سلوک	۲۵۶	نکاح سے پہلے نو تعلیم یافتہ نوجوانوں کے عقائد کی تحقیق
۲۷۰	طلاق کی تدریج میں شرعی مصلحت	۲۵۷	ترجمہ
۲۷۰	خلع یا مال کے بدلہ طلاق	۲۵۷	تحقیق و ترکیب
۲۷۰	خلع کے احکام	۲۵۸	رابط و شان نزول
۲۷۰	امام شافعی کا اختلاف دربارہ خلع	۲۵۸	﴿تشریح﴾ بحالت حیض یہود و نصاریٰ کی معاشرتی بے راہروی

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۸۳	تحقیق و ترکیب	۲۷۱	احکام حلالہ اور حدیث عسیلہ
۲۸۳	رابط	۲۷۱	دین کے ساتھ استخفاف و استہزاء کا انجام
۲۸۳	﴿ تشریح ﴾ بیوہ کی عدت	۲۷۱	ہزل اور خطا کا فرق
۲۸۳	مطلقہ کے احکام	۲۷۱	نکاح ثانی سے روکنے کی ممانعت
۲۸۴	ترجمہ	۲۷۲	تقاضائے دورانہی
۲۸۵	تحقیق و ترکیب	۲۷۲	ازدواجی زندگی کی روح
۲۸۵	﴿ تشریح ﴾ میدان جنگ اور وبائی شہر سے بھاگنا حرام ہے	۲۷۲	برائی کا ذریعہ بھی برا ہے اور مباح تشدد نہیں کرنا چاہئے
۲۸۶	مسئلہ تناخ	۲۷۳	ترجمہ
۲۸۶	نیچریوں کی تاویل	۲۷۳	تحقیق و ترکیب
۲۸۶	قرضہ جنگ	۲۷۴	رابط
۲۸۸	ترجمہ	۲۷۴	﴿ تشریح ﴾ احکام پرورش
۲۸۹	تحقیق و ترکیب	۲۷۴	پرورش کے اصول
۲۹۱	رابط	۲۷۴	اناک کی اجرت
۲۹۱	﴿ تشریح ﴾ واقعہ کا پس منظر	۲۷۴	بچہ کی پرورش کا ذمہ دار
۲۹۲	تابوت	۲۷۵	دودھ پلانے کی مدت اور اختلاف مع دلائل
۲۹۲	حضرت داؤد علیہ السلام کے کارنامے	۲۷۵	ترجمہ
۲۹۳	پابندیوں کے اعتراضات	۲۷۶	تحقیق و ترکیب
۲۹۳	واقعہ کے مفید نتائج	۲۷۶	رابط
۲۹۴	قرآنی بادشاہتیں	۲۷۷	﴿ تشریح ﴾ عدت و وفات ابتدائے اسلام میں
		۲۷۷	درباہ عدت صحابہ کا اختلاف
		۲۷۷	عدت کی حکمت و مصلحت
		۲۷۷	عدت و وفات و طلاق کے احکام
		۲۷۷	مدت عدت کا حساب
		۲۷۸	ترجمہ
		۲۷۹	تحقیق و ترکیب
		۲۸۱	رابط و شان نزول
		۲۸۱	﴿ تشریح ﴾ مطلقہ عدت کی چار صورتیں
		۲۸۱	جوڑہ دینے کے احکام
		۲۸۱	معاشرتی احکام کے ساتھ عبادات
		۲۸۲	ترجمہ

پارہ سِیْقُولُ

سِیْقُولُ السُّفَهَاءِ الْجُهَّالِ مِنَ النَّاسِ أَيْ الْيَهُودِ وَالْمُشْرِكِينَ مَاوَلَهُمْ أَى شَيْءٍ صَرَفَ النَّبِيُّ وَالْمُؤْمِنِينَ عَنْ قِبَلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا عَلَى اسْتِيقَالِهَا فِي الصَّلَاةِ وَهِيَ بَيْتُ الْمُقَدَّسِ وَالْإِتْيَانُ بِالسِّينِ الدَّالَّةِ عَلَى الْإِسْتِقْبَالِ مِنَ الْأَخْبَارِ بِالْغَيْبِ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط أَيِ الْجِهَاتِ كُلُّهَا فَيَأْمُرُ بِالتَّوَجُّهِ إِلَى أَيِّ جِهَةٍ شَاءَ لَا إِعْتِرَاضَ عَلَيْهِ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ هِدَايَتَهُ إِلَى صِرَاطٍ طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٣٢﴾ دِينَ الْإِسْلَامِ أَى وَمِنْهُمْ أَنْتُمْ دَلَّ عَلَى هَذَا وَكَذَلِكَ كَمَا هَدَيْنَاكُمْ إِلَيْهِ جَعَلْنَاكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ أُمَّةً وَسَطًا خِيَارًا عَدُوًّا لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ رُسُلَهُمْ بَلَّغْتَهُمْ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط أَنَّهُ بَلَّغَكُمْ وَمَا جَعَلْنَا صَيْرَنَا الْقِبْلَةَ لَكَ الْآنَ الْجِهَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا أَوْلَى وَهِيَ الْكَعْبَةُ وَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ إِلَيْهَا فَلَمَّا هَاجَرَ أَمَرَ بِاسْتِقْبَالِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ تَأْلُفًا لِلْيَهُودِ فَصَلَّى إِلَيْهِ سِتَّةَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ حَوْلَ إِلَّا لِنَعْلَمَ عِلْمَ ظُهُورٍ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ فَيُصَدِّقْهُ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ط أَيِ يَرْجِعُ إِلَى الْكُفْرِ شَكًّا فِي الدِّينِ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ فِي حَيْرَةٍ مِنْ أَمْرِهِ وَقَدْ ارْتَدَّ لِذَلِكَ جَمَاعَةٌ وَإِنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَإِسْمُهَا مَحْدُوفٌ أَى وَإِنِّهَا كَانَتْ أَى التَّوَلِيَّةُ إِلَيْهَا لَكَبِيرَةٌ شَاقَّةٌ عَلَى النَّاسِ إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ط مِنْهُمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ يُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ط أَيِ صَلَاتِكُمْ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ بَلْ يُشِيكُكُمْ عَلَيْهِ لِأَنَّ سَبَبَ نَزُولِهَا السُّوَالُ عَمَّنْ مَاتَ قَبْلَ التَّحْوِيلِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ الْمُؤْمِنِينَ لَرءُؤْفٌ رَحِيمٌ ﴿١٣٣﴾ فِي عَدَمِ إِضَاعَةِ أَعْمَالِهِمْ وَالرَّأْفَةِ شِدَّةِ الرَّحْمَةِ وَقُدِّمَ الْأَبْلَغُ لِلْفَاصِلَةِ -

ترجمہ:..... اب تو بے وقوف (جاہل) لوگ (یہود و مشرکین) ضرور کہیں گے کہ کس چیز نے ان کو پھیر دیا۔ (آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو کس چیز نے تبدیل کر دیا) اس قبلہ سے جس کی طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے (نماز میں اس کا استقبال کیا کرتے تھے) مراد بیت المقدس ہے اور سین استقبال کا لانا اخبار غیب کی طرف اشارہ ہے) آپ فرمادیتے ہیں (ساری کسمتیں اس کی

ہیں، جس طرف چاہے حکم دے سکتا ہے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ (خدا جس کو (جس کی ہدایت) چاہے سیدھی راہ (دین اسلام) بتا سکتے ہیں) چنانچہ اے مسلمانو! تم بھی انہی میں ہو جیسا کہ اگلا جملہ ”کذالک“ اس پر دلالت کرتا ہے (اور ہم نے ایسی ہی (جس طرح تم کو ہدایت دی ہے) تم کو بنا دیا ہے) (اے امت محمد) نہایت اعتدالی جماعت (بہترین عادل) تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں (قیامت میں) گواہ بن سکو (کہ انبیاء نے اپنی امتوں کو تبلیغ فرمادی تھی) اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ گواہ ہو سکیں (کہ آنحضرت ﷺ نے تم کو تبلیغ کر دی ہے) اور ہم نے نہیں بنایا تھا (نہیں کیا تھا) قبلہ (آپ کے لئے اس وقت سمت) اس جانب کو جس پر آپ (اس سے پہلے) تھے (یعنی کعبہ کہ آنحضرت ﷺ اس کی سمت نماز پڑھا کرتے تھے لیکن جب آپ نے ہجرت فرمائی تو یہود کی تالیف قلب کے لئے آپ کو بیت المقدس کے استقبال کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ سولہ یا سترہ ماہ آپ نے اس طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں پھر تبدیل ہو گئے) مگر محض اس مصلحت سے کہ ہم کو (ظاہر طور پر بھی) معلوم ہو جائے کہ کون رسول کی اتباع (تصدیق) کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے (یعنی دین میں شک کرتے ہوئے اور یہ گمان کر کے آنحضرت ﷺ دربارہ قبلہ حیرت میں ہیں مرتد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت اس بنیاد پر مرتد بھی ہو گئی) اور یقیناً (ان مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی وانہا ہے) تھا (تحویل قبلہ) بڑا دشوار امر (شاق لوگوں پر) بجز ان لوگوں کے کہ خدا نے (ان کو) ہدایت فرمائی اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان ضائع کر دیں (یعنی بیت المقدس کی سمت پر تھی ہوئی نمازیں بلکہ تم کو ان پر ثواب عنایت فرمانے گا۔ اس آیت کا سبب نزول تحویل قبلہ سے پہلے وفات شدہ لوگوں کی نمازوں کی بابت دریافت کرنا تھا) واقعی اللہ تعالیٰ لوگوں (مسلمانوں) پر بہت ہی شفیق مہربان ہیں (کہ ان کے اعمال ضائع نہیں ہونے دیئے، رافۃ کے معنی شدت رحمت کے ہیں اور باوجودیکہ اس لفظ میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے صرف رعایت فاصلہ کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔ یعنی قیاس کا مقتضی اگرچہ یہ تھا کہ ترفی من الادنی الی الاعلیٰ کے لحاظ سے رحیم پہلے اور رافۃ بعد میں ہوتا۔)

تحقیق و ترکیب:..... سیقول یہ آیت دوسری آیت ”قد نری“ سے نزولاً و تلاوة دونوں طرح مقدم ہے یا صرف تلاوة مقدم ہے اور نزولاً موخر ہے۔ دونوں قول ہیں۔ اول صورت میں صیغہ مستقبل اپنی اصل پر ہوگا اور مقصود پیش گوئی ہوگی تاکہ جواب کے لئے آپ اور مسلمان تیار ہو جائیں اور اعتراض زیادہ ناگوار نہ رہے اور دوسری صورت میں مضارع (معنی) میں ماضی ہوگا۔

من الناس حال ہونے کی وجہ سے موضع نصب ہوگا اور یقول عامل ہوگا۔ ما ولہم جلال مفسر نے اشارہ کیا ہے کہ ما استفہامیہ ہے اور ولہم خبر ہے اس کی اصل ولی ہے دوسری چیز کا پہلی چیز کے فوز البعد حاصل ہونا۔

وسطا درمیانی درجہ بہتر ہوتا ہے جو کچھ آفات ہوتی ہیں وہ زیادہ تر اطراف اور کناروں تک محدود رہتی ہیں۔ اس لئے وسطا بمعنی اختیار ہے یا بمعنی عدول ہے کیونکہ وسطانی اور مرکزی چیز سب کناروں سے مساوی البعد ہوتی ہے کسی سے قریب کسی سے بعید نہیں ہوتی۔

الجهة حذف موصوف کی طرف اشارہ ہے جو جعل کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول القبلة ہے اول اوہی الکعبۃ یہ رائے ابن جریر کی ہے جو ابن عباس سے نقل کی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ القبلة التی کنت علیہا سے مراد بیت المقدس ہو۔ بہر حال اول صورت میں قبلہ سے مراد ناخ قبلہ ہوگا اور دوسری صورت میں منسوخ قبلہ ہوگا۔ البتہ پہلی صورت میں چونکہ دو مرتبہ نسخ ماننا پڑتا ہے اس لئے علامہ ابن حجر نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔

علم ظہور یعنی حق تعالیٰ کافی نفسہ علم تو قدیم ہے لیکن اس کا ظہور حادث ہو سکتا ہے جو یہاں مراد ہے یا یوں کہا جائے کہ اس علم کا متعلق بھی یعنی بعض کا ایمان لانا اور بعض کا کفر اختیار کر لینا۔ یہ فی الحقیقت حادث ہے ممن ینقلب اس میں من فصل کے لئے ہے جیسے واللہ یعلم المفسد من المصلح ہے چونکہ انسان کا حقیقۃ انقلاب علی عقبیہ ناممکن ہے اس لئے جلال محقق نے یرجع الی الکفر

سے معنی مجاز کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ وان کانت۔ ان مخففہ اور ان نافیہ میں استعمالی فرق یہ ہوتا ہے کہ اول کی خبر پر لام تاکید آتا ہے اور دوسرے کے بعد الا آتا ہے۔ کانت کی ضمیر قبلہ کی طرف ہے۔ یا وما جعلنا القبلة سے جوردۃ اور تحولية اور جعلۃ کبھی جاتی ہے اس کی طرف راجع ہے۔ ایمانکم کی تفسیر صلواتکم کے ساتھ کرنے کی وجہ بتلانے کے لئے جلال محقق نے سبب نزول کا حوالہ دیا ہے۔

رؤف رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں لیکن اول میں دفع ضرر کے معنی ہیں اور دوسرے میں دفع ضرر اور افضال کے عام معنی ہیں اور دفع ضرر اہم ہوا کرتا ہے اس لئے قرآن کریم میں رؤف کو رحیم سے پہلے لایا گیا ہے اور جلال مفسر نے دوسرا نکتہ لئلفا صلتہ بیان کیا ہے کہ اگرچہ اول بہ نسبت دوسرے کے لمغ ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ترقی من الادنی الی الاعلیٰ ہونی چاہئے جیسا کہا جائے فلاں عالم نحریر لیکن آیت سابق کا فاصلہ میم ہے اسی کی رعایت سے یہاں رحیم کو مؤخر لایا گیا ہے اور فاصلہ کہتے ہیں آیت کے آخری حرف کو جیسے شعر کے لئے قافیہ ہوتا ہے۔

رابطہ:..... نسخ قبلہ کی تمہید جو آیت مانسوخ سے شروع ہو چکی تھی اور آیت "واذ ابتلی" میں اس کے بعض اجزاء پر روشنی ڈالی گئی تھی یہاں سے مستقلاً اس مصاحح پر کلام کیا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے حاکمانہ جواب اور اس کی تمہید میں ان کے جاہلانہ اعتراض کی تصریح ہے اس کے بعد بطور جملہ معترضہ امت محمدیہ کے مدح و منقبت ہے اور پھر سلسلہ کلام تحویل قبلہ کی حکمت کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

شان نزول:..... امام بخاری نے آیت سيقول کے ذیل میں برآء رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے اور سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے لیکن اصلی دلی رغبت آپ کی اپنے آبائی قبلہ بیت اللہ کی طرف رہی تو حق تعالیٰ نے آیت قد نری تقلب نازل فرمائی اور ابو اسحق اور عبید بن حمید اور ابو حاتم کی روایت میں آیت سيقول السفهاء کا مزید اضافہ بھی ہے۔

اور آیت كذلك جعلناکم کے شان نزول میں امام احمد وغیرہ نے ابو سعید سے تخریج کرتے ہوئے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں بعض انبیاء علیہم السلام اس حال میں آئیں گے کہ کسی کے ساتھ ایک دو یا اس سے زیادہ تابعین ہوں گے وہ اپنی قوم سے تبلیغ کی تصدیق چاہیں گے لیکن قوم جب انکار کرے گی تو آنحضرت ﷺ اور امت محمدیہ کو اپنی گواہی میں پیش کریں گے چنانچہ یہ امت انبیاء کے موافق گواہی دے گی۔ اصحاب امت سے دریافت کیا جائے گا کہ تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ عرض کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ان واقعات کی اطلاع ہم کو ہوئی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ سے مدعا علیہ کے انسداد حرج کے لئے گواہوں کے معتبر ہونے کے متعلق سوال ہوگا آپ ان کی تعدیل و توثیق فرمائیں گے اور معتبر ہونے کی شہادت دیں گے اس پر احکم الحاکمین کے اجلاس سے فیصلہ کر دیا جائے گا۔

وما كان الله ليضيع کے شان نزول کی طرف جلال مفسر نے اشارہ کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حی بن الاخطب اور اس کے رفقاء یہود نے مسلمانوں کو مغالطہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ بیت المقدس کا استقبال دو حال سے خالی نہیں ہے اگر ہدایت تھا تو اب تم گمراہی کی طرف ہو گئے ہو اور اگر غلط تھا تو پہلے کیوں گمراہ رہے۔ نیز جن مسلمانوں کا انتقال تحویل قبلہ سے پہلے ہو گیا ان کی تمام نمازیں ضائع اور برباد ہوئیں۔ یہ سن کر کچھ مسلمانوں کو بے چینی ہوئی اور آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾:..... تحویل قبلہ کا حاکمانہ جواب:..... حاصل حاکمانہ جواب کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب

اور تمام سمتوں کے مالک ہیں وہ جس سمت چاہیں قبلہ تجویز کر سکتے ہیں کسی کو کیا حق اعتراض ہے اور وہ جس کو راہ ہدایت دکھلاتے ہیں وہ بے چون و چرا اس کے حکم کو قبول کر لیتا ہے خواہ مخواہ کی علتیں ڈھونڈتا نہیں پھرا کرتا اور فی الحقیقت سلامتی اور امن و اطمینان بھی اسی طریقہ میں ہے جس کو "صراط مستقیم" کہا گیا ہے۔

صراطِ مستقیم: آجکل جو نوخیز طبائع احکام کی علتیں ڈھونڈا کرتی ہیں اور ہر حکم کی فلاسفی معلوم کرنے کا جوش طبائع میں موجزن رہتا ہے جن میں سے بعض کی غرض تو احکام شرعیہ کی توہین یا تکذیب اور اس پر اعتراض کرنا ہوتا ہے اور بعض اس حیلہ بہانہ سے عمل کرنے سے جان چرانا چاہتے ہیں اور بعض کی غرض تو بڑی اور بد نیتی نہیں ہوتی لیکن کچھ دقیق اور کافی نہ ہونے کی وجہ سے اکثر نتیجہ بد اعتقادی اور بددینی ہوتا ہے۔ یہ سب اس طریق ہدایت چھوڑنے کا دراصل نتیجہ ہے۔

امت محمدیہ کی شہادت پر تین شبہات: کذالک جعلناکم کے سلسلہ میں جو روایت پیش کی گئی ہے بظاہر اس پر تین شبہے وارد ہو سکتے ہیں وہ اور ان کے جوابات نقل کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ مقدمہ میں فریق کی حیثیت سے ہوں گے اس لئے باوجود افضل اور زیادہ معتبر ہونے کے امت محمدیہ کی شہادت ان کے حق میں معتبر ہوگی اگرچہ امت ان سے کم درجہ اور کم رتبہ ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ امت محمدیہ کی شہادت کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا کہ جب انبیاء کی بات نہیں مانی گئی تو تمہاری شہادت کیسے مانی جائے گی کیونکہ اجمالی جرح کا حق گواہوں کے متعلق مدعا علیہ کو حاصل نہیں ہوتا اور یہ دونوں باتیں عدالتی معاملات سے باسانی سمجھ میں آسکتی ہیں۔

تیسرے یہ کہ امت محمدیہ بہت زمانہ بعد میں آنے کی وجہ سے اگرچہ ان واقعات کا معائنہ کئے ہوئے نہیں ہوگی لیکن شہادت کا مدار اصل صحت و یقین پر ہوتا ہے۔ بغیر مشاہدہ کسی اور ذریعہ سے بھی اگر یقین ہو جائے جیسے فوجداری مقدمات میں ڈاکٹری معائنہ جو بلا مشاہدہ کے محض فنی مہارت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جس میں ضربات شدیدہ خفیہہ کو بیان کیا جاتا ہے اور یہ رپورٹ سرکاری طور پر معتبر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی وحی کی قطعیت سے یقین کا حاصل ہونا مشاہدہ حسی سے بے نیاز بنا رہا ہے۔ اس لئے اس کے نام معتبر ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ باقی آنحضرت ﷺ کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی تعدیل و توثیق صرف انسداد جرح مدعا علیہ کی وجہ سے ہوگی۔

اعتدالِ امتِ محمدیہ: امت کا معتدل ہونا بایں معنی ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ان میں افراط و تفریط نہیں پائی جاتی۔ علیٰ ہذا ان کو احکام بھی معتدل دیئے گئے ہیں۔ افراط و تفریط سے خالی ہیں۔ نہ زیادہ سخت نہ زیادہ نرم۔ اسی طرح یہاں تحویل قبلہ کے موقع پر بھی وہ اعتدال پسند رہے ہیں نہ ایسے عامی اور معمولی سمجھ کے کہ اگر حکم کی مصلحت و حکمت سمجھائی جائے۔ تب بھی نہ سمجھ سکیں اور نہ ایسے فلسفی کسا اگر لم نہ بتلائی جائے تو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھیں۔ پس یہ ہر طرح معتدل ہیں۔ اس لئے بڑھے اچھے ہیں۔ بہر حال بیت المقدس کا قبلہ ہونا تو عرب پر گراں تھا اور اس کا منسوخ ہونا یہود کو گراں گزرا اور ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بعض سادہ لوح مرد بھی ہو گئے۔

تحویل قبلہ ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ: اور بعض اہل تفسیر کی رائے ہے کہ مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے بھی آپ ﷺ بیت المقدس کا استقبال فرماتے تھے لیکن اس طرح کہ بیت اللہ کو درمیان میں لیتے تھے تاکہ دونوں کا استقبال ہو جائے۔ البتہ ظاہری طور پر لوگوں کو پتہ نہیں چل سکا۔ جب مدینہ تشریف لانا ہوا تو سمتیں مختلف ہونے کی وجہ سے دونوں کا اجتماع نہ ہو سکا۔ اور سولہ سترہ مہینے صرف

بیت المقدس کا استقبال فرماتے تھے۔ مگر دلی منشاء کے مطابق بیت اللہ کے استقبال کے خواہش مندر ہے اور چونکہ حقیقت پہلے ہی سے سب باتیں حق تعالیٰ کو معلوم ہوتی ہیں اور بالا جہاں اس کا عقیدہ اہل حق رکھتے بھی ہیں لیکن اس واقعہ کے ظہور سے پہلے لوگوں کو علم خداوندی کا حال بالتحقیق معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے علم کے ظہور کی قید کا اضافہ جلال محقق نے فرما دیا ہے کہ اس کے بعد لوگوں پر اس چیز کے علم خداوندی میں ہونے کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔

قَدْ لِلتَّحْقِيقِ نَرَى تَقَلُّبَ تَصَرُّفٍ وَجْهَكَ فِي جِهَةِ السَّمَاءِ السَّمَاءِ مُتَطَلِّعًا إِلَى الْوَحْيِ وَمُتَشَوِّقًا لِلْأَمْرِ بِاسْتِقْبَالِ الْكَعْبَةِ وَكَانَ يَوَدُّ ذَلِكَ لِأَنَّهَا قِبْلَةُ إِبْرَاهِيمَ وَلِأَنَّهُ ادَّعَى إِلَى إِسْلَامِ الْعَرَبِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ نُحُولَكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا تَجِبُهَا قَوْلٌ وَجْهَكَ إِسْتِقْبَالُ فِي الصَّلَاةِ شَطْرَ نَحْوِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط
 أَيْ الْكَعْبَةِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ خِطَابٌ لِلْأُمَّةِ فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ فِي الصَّلَاةِ شَطْرَهُ ط وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَيْ التَّوَلَّى إِلَى الْكَعْبَةِ الْحَقُّ الثَّابِتُ مِنْ رَبِّهِمْ ط لِمَا فِي كُتُبِهِمْ مِنْ نِعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَنَّهُ يَتَحَوَّلُ إِلَيْهَا وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۳﴾ بِالنَّاءِ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ مِنْ امْتِثَالِ أَمْرِهِ وَبِالْيَاءِ أَيْ الْيَهُودُ مِنْ انْكَارِ أَمْرِ الْقِبْلَةِ وَلَيْنُ لَمْ قَسَمَ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ عَلَى صِدْقِكَ فِي أَمْرِ الْقِبْلَةِ مَا تَبِعُوا أَيْ لَا يَتَّبِعُونَ قِبْلَتَكَ ط عِنَادًا وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتِهِمْ ط قَطَعَ لَطْمَعِهِ فِي إِسْلَامِهِمْ وَطَمَعِهِمْ فِي عَوْدِ إِلَيْهَا وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط أَيْ الْيَهُودُ قِبْلَةَ النَّصَارَى وَبِالنَّعْكِسِ وَلَيْنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ الَّتِي يَدْعُونَكَ إِلَيْهَا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لَا الْوَحْيِ إِنَّكَ إِذَا إِنِ اتَّبَعْتَهُمْ فَرَضًا لِمَنِ الظُّلْمِينَ ﴿۱۴۴﴾ الَّذِينَ اتَّبَعْتَهُمْ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ أَيْ مُحَمَّدًا كَمَا لَقَدْ يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ط بِنَعْتِهِ فِي كِتَابِهِمْ قَالَ ابْنُ سَلَامٍ لَقَدْ عَرَفْتُهُ حِينَ رَأَيْتُهُ كَمَا عَرَفْتُ ابْنِي وَمَعْرِفَتِي لِمُحَمَّدٍ أَشَدُّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ نَعْتَهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴۵﴾ هَذَا الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ الْحَقُّ كَائِنًا مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُكْتُمِينَ ﴿۱۴۶﴾ الشَّاكِرِينَ فِيهِ أَيْ مِنْ هَذَا النَّوعِ فَهُوَ أَبْلَغُ مِنْ لَا تَكْتُمُونَ

ترجمہ:..... یقیناً (قد تحقیق کے لئے) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار اٹھانا (گھمانا) آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف۔ انتظار وحی اور استقبال کعبہ کے حکم کے شوق میں اور آپ کو یہ اس لئے مرغوب تھا کہ یہ آپ کا آبائی قبلہ تھا اور عرب کے اسلام لانے میں مؤثر ہوتا) اس لئے ہم آپ کو متوجہ کر دیں گے (تحویل کا حکم دے دیں گے) اس قبلہ کی طرف جس کے لئے آپ کی مرضی ہے (آپ پسند کرتے ہیں) اب سے اپنا رخ (نماز میں استقبال) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے۔ اور تم لوگ (خطاب امت کو ہو) جہاں کہیں بھی ہوا کرو گریا کرو اپنے چہروں کو (نماز میں) مسجد حرام کی جانب اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (تحویل قبلہ کا حکم) بالکل ٹھیک

(ثابت) ہے۔ ان کے پروردگار کی جانب سے (ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے اوصاف کے سلسلہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ آپ تحویل قبلہ کریں گے) اور اللہ تعالیٰ ان کی کاروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہیں (یعلمون) تاکہ ساتھ بے یعنی مومنین کا انتقال امر مراد ہے اور یا کے ساتھ ہے تو یہود کا انکار قبلہ مراد ہے) اور اگر (اس میں لام قسمیہ ہے) آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلائل پیش کر دیں گے (قبلہ کے سلسلہ میں اپنی صداقت پر) جب بھی یہ قبول نہیں کریں گے (تقلید نہیں کریں گے) آپ کے قبلہ کو (عناد کی وجہ سے) اور آپ بھی ان کے قبلہ کی تقلید نہیں کر سکتے (اس میں ان کے اسلام سے آپ کو ناامید کرنا ہے اور ان کی امید کو آپ کے رجوع سے منقطع کرنا ہے) اور ان میں آپس میں بھی بعض ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع نہیں کرتے (یعنی یہود قبلہ نصاریٰ کا اور نصاریٰ قبلہ یہود کا) اور آپ اگر ان کے نفسانی خیالات کی پیروی کرنے لگے (جس کی طرف یہ آپ کو بلارہے ہیں) آپ کے پاس علم (وحی) آجانے کے بعد تو آپ یقیناً اس وقت (کہ بالفرض آپ ان کا اتباع کر بیٹھیں) ظالموں میں شمار ہونے لگیں گے۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (رسول اللہ ﷺ کو) ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (آپ کی تعریف سے جو ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ عبد اللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا جس طرح اپنے بیٹے کی شناخت کر لیتا ہوں بلکہ آنحضرت ﷺ کی شناخت بیٹے کی شناخت سے بھی بڑھ کر ہے بخاری کی یہ روایت ہے) اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ کتمان حق کرتے ہیں (دربارہ آپ کی نعت کے) باوجودیکہ وہ خوب جانتے ہیں (کہ آپ جس طریقہ پر ہیں وہ حق منجانب اللہ (ثابت) ہے۔ سو ہرگز آپ شک و شبہ میں پڑنے والوں سے مت ہو جائیے (اس میں شبہ کرنے والوں سے نہ ہو جائیے۔ یعنی آپ اس قسم میں شمار ہی نہ ہو جائیے اس لئے یہ طرز تعبیر لفظ لا تمتر سے زیادہ بلیغ ہے۔)

تحقیق و ترکیب:..... قد یہاں تقلیل کے لئے ماننا صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک دو دفعہ نگاہ اٹھانے والے کو مقلب البصر نہیں کہا جاتا۔ البتہ قد تحقیقیہ لینا صحیح ہے۔ تولیت جب کہ خود متعدی بد و مفعول ہو تو فلنو لینک کے معنی یا فلنملنک کے ہوں گے۔ یا فلنجعلنک تلی جہتھا کے ہوں گے اور اگر متعدی بیک مفعول ہو تو اس کے معنی صرف عن الشیء یا صرف الی الشیء کے ہوں گے اول حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا پھر اگلے جملہ میں ول سے حکم صادر فرما دیا۔ اس میں دوہری لذت و سرور مقصود ہے۔

شطر بمعنی نصف و جزو شئے اور جہت کے معنی میں آتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے الطهور شطر الایمان۔ الکعبۃ مکعب اور چوکور چیز کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ مکان چوکور ہے اس لئے تسمیۃ المحاط باسم المحیط کے طور پر اس کو کعبہ کہنے لگے۔ علامہ زنجشیری کی رائے یہ ہے کہ کعبہ کی بجائے ”مسجد الحرام“ کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ قریب رہنے والوں کے لئے تو عین کعبہ کا استقبال ضروری ہے۔ لیکن دور والوں کے لئے یہ توسع کیا گیا ہے کہ اگر بجائے عین کعبہ مسجد حرام کا استقبال کر لیا جائے جس کو جہت کعبہ کا استقبال کہتے ہیں اور وہ پہلے سے زیادہ وسیع ہے تب بھی جائز ہے۔ جس کی شناخت کی آسان صورت یہ ہے کہ مصلیٰ کی نگاہ سے اگر خط مستقیم فرض کیا جائے اور اس پر دوسرا خط مستقیم کعبہ پر سے مرور کرتا ہوا کھینچا جائے تو زواہیہ قائمہ بن جائے تو یہ علامت ہوگی درستی جہت کی۔ یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ، امام احمد کا اور شوافع نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور شرح السنہ میں لکھا ہے کہ مسجد حرام کی مراد میں اختلاف ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اہل مسجد حرام کے لئے بیت اللہ کا مصداق اور اہل حرم کے لئے مسجد حرام اور بیرونی لوگوں کے لئے پورا حرم مسجد حرام ہے۔ اور بعض کی رائے میں مسجد حرام سے مراد صرف کعبہ ہے اور بعض کے نزدیک سب کے لئے پوری مسجد حرام اور بعض کے نزدیک پورا حرم ہے۔ کعبہ اور قبلہ سے مراد فقہاء کے نزدیک اتنے حصے کی فضا اور جو آسمان سے لے کر زمین تک ہے صرف تعمیر اور

دیواروں کا مجموعہ مراد نہیں ہے۔

قطع لطمعہم پہلی دونوں جملوں پر ان دونوں وجوہ کولف و نشر مرتب کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ولسن اتیت کا عطف وان الذین پر ہے اور وما للذخ جملہ معترضہ ہے۔ الظالمین اس میں اتباع حق پر برا بیچتہ کرنا ہے اور اتباع ہوئی کرنے والے اور ترک دلیل کرنے والے کے لئے سخت دھمکی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ بظاہر خطاب آپ ﷺ کو ہے مگر سنانا امت کو ہے۔

کما یعرفون کاف محل نصب میں ہے مصدر محذوف کی نعت ہونے کی وجہ سے یا بناء بر ضمیر سے حال ہونے کے یہ سیبویہ کا مذہب ہے پہلی صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی معرفة کائنة مثل معرفة ابناء ہم اور دوسری صورت میں اس طرح ہوگی یعرفونہ المعرفة مماثلة لمعرفة ابناء ہم اور کما میں ما مصدر یہ ہے۔ ای کما معرفة ابناء ہم علامہ آلوسی کی رائے یہ ہے کہ یہاں معرفتہ عقلیہ کو معرفت حسیہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور جامع عدم اشتباہ ہے۔ یعرفونہ کی ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف جلال محقق نے راجع کی ہے اگرچہ مرجع کا ذکر صراحتاً پہلے نہیں تھا لیکن فحوائل کلام سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

الحق من ربک جملہ مستانفہ ہے الحق مبتدأ اور من ربک خبر ہے۔

رابطہ: حاکمانہ جواب کے بعد یہاں سے تین حکیمانہ جوابات کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ اول آیت میں پہلی حکمت کا بیان ہے۔ دوسری آیت ولسن اتیت الخ میں اہل کتاب کا عناد قبلہ کو نہ ماننا اور تیسری آیت میں اسی طرح عناد آنحضرت ﷺ کو نہ ماننا بیان کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ دونوں باتیں دل سے حق جانتے ہیں۔

شان نزول: نسائی کی روایت میں ابو سعید بن المعلی سے یہ ہے کہ ایک دفع صبح کے وقت فرماتے ہیں کہ ہمارا گذر مسجد نبوی پر ہوا تو ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ ضرور کوئی نئی بات پیش آئی ہے۔ چنانچہ آپ نے آیت قد نری تقلب وجهک الخ تلاوت فرمائی۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے منبر سے اترنے سے پہلے ہمیں دو گانہ ادا کر لینا چاہئے۔ تاکہ سب سے اول تحویل قبلہ کی تعمیل کرنے والے ہم ہوں۔ چنانچہ ہم نے دو گانہ ادا کیا اور آپ نے اتر کر لوگوں کو ظہر پڑھائی۔ اس باب میں تحویل قبلہ کی جو روایت مشہور ہے کہ آپ نماز ہی کی حالت میں گھوم گئے، تو روح المعانی میں اس کو غیر صحیح لکھا ہے۔ بہر حال نصف رجب کو پیر کے دن ہجرت سے چھ ماہ بعد تحویل قبلہ کا حکم ہوا اور آیات نازل ہوئیں۔ بقول صاحب اتقان ابن عباس کے قول پر یہ آیت پہلی آیت فاینما تولوا کے لئے ناسخ ہوگی اور دوسرے حضرات کے نزدیک ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں آیات معمول بہا ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

﴿تشریح﴾: تحویل قبلہ کے حکیمانہ جوابات: (۱) تحویل قبلہ کی پہلی مصلحت کا حاصل یہ ہے کہ آپ

کی خوشنودی مزاج چونکہ ہم کو ملحوظ ہے اس لئے اس کی رعایت بھی ہم نے کی ہے۔ اس سے آپ کی شان مرادیت کا پتہ چلتا ہے کہ محبوب رب العالمین ہیں۔ باقی خود آپ کی اس خوشی کی وجہ یہ ہوگی کہ چونکہ منجملہ علامات نبوت کے ایک علامت آپ کے لئے تحویل قبلہ کا ہونا تھا۔ اس لئے طبعاً اس سے رغبت و محبت آپ ﷺ میں پیدا کر دی گئی تھی۔ آگے ولسن اتیت الخ میں یہ بتلانا ہے کہ اہل کتاب کا تحویل قبلہ پر اعتراض کرنا محض تعصب اور گروہ بندی کا نتیجہ ہے۔ اگر ان میں حق پرستی ہوتی تو خود وہ قبلہ کے بارہ میں اس طرح کیوں دست و گریباں ہوتے کہ یہودی عیسائیوں کا قبلہ نہیں مانتے اور عیسائی یہودیوں کے قبلہ کے منکر ہیں۔ اس طرح دونوں کا قبلہ ایک بیت المقدس ہوتے ہوئے بھی گویا ایک نہیں ہے۔ ایک کی سمت مشرق ہے اور دوسرے کی سمت مغرب ہے۔ جب صورت حال یہ ہو تو ایسے

لوگوں کے اتفاق و اختلاف سے قطع نظر کر لینی چاہئے جنہوں نے حق سے بالکل ایک قلم کنارہ کشی کر لی ہو۔

آنحضرت ﷺ کی شناخت بیٹوں سے بھی زیادہ ہے:..... الذین اتینہم الخ کے سلسلہ میں مفسر نے

جو شان نزول بیان کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ بیوی میں تو خیانت کا احتمال بھی ہے جس سے بیٹا ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے لیکن آپ ﷺ کی نبوت میں تو اتنا بھی شبہ نہیں ہے۔ اس میں ایک اعتبار سے اہل علم کو اور ایک لحاظ سے غیر اہل علم کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ مشبہ بہ یعنی بیٹا ہونا جب یقینی نہیں ہے تو مشبہ یعنی رسول اللہ کی معرفت کیسے یقینی ہو سکتی ہے؟ کیونکہ مشبہ بہ کے مقابلہ میں کمزور ہوا کرتا ہے تو یہاں مشبہ کا یقینی ہونا بہت ہی سست ہو گیا۔ جواب یہ ہے کہ یہاں بیٹے کا بیٹا ہونا ملحوظ نہیں ہے بلکہ بیٹے کی صورت ملحوظ ہے یعنی بیٹے کی صورت دیکھ کر اس کے شناخت کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ ہزاروں کے مجمع میں بھی کھڑا ہو صورت دیکھتے ہی شناخت کر لیا جائے گا اور چونکہ بیٹوں سے ربط ضبط بہ نسبت بیٹیوں کے زیادہ ہوتا ہے جو معرفت میں دخیل ہے اس لئے بنات کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اپنی ذات سے بھی زیادہ بیٹوں کی معرفت ہوتی ہے کیونکہ نفس ہیولانی کے مرتبہ میں انسان پر ایسا وقت آتا ہے کہ اس کو اپنی خبر نہیں ہوتی۔ بخلاف بیٹوں کے وہاں اس کی نوبت نہیں آتی اس لئے معرفت نفس کو بھی مشبہ بہ نہیں بنایا گیا۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب:..... الحق من ربك کا حاصل یہ ہے کہ کسی بات کا حق ہونا ہی حقانیت کی سب سے

بڑی دلیل ہے کیونکہ حق کی معنی قائم و ثابت رہنے کے ہیں اور جو بات خود قائم و ثابت رہنے والی ہو اس کے لئے قیام ثبات سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

اور فلا تکونن میں خطاب آپ کو ہے مگر سنانا دوسروں کو ہے یا یوں کہا جائے کہ بعض دفعہ کلام میں مخاطب کی خصوصیت پیش نظر نہیں ہوتی بلکہ مقام کی اہمیت اور خصوصیت جتلانا ہوتا ہے۔ یہاں بھی شک و شبہ کافی نفسہ قابل اجتناب ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ یا پھر وہی قانون کی خوبی کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی نظر میں عام و خاص سب برابر ہیں۔ یعنی جب ہم آپ تک کو یہ بات کہہ رہے ہیں تو دوسرے کس قطار شمار میں ہیں۔ اس میں مبالغہ پیدا ہو گیا ہے۔

﴿۱۳۸﴾ وَلِكُلِّ مِنَ الْأُمَّمِ وَجْهَةٌ قَبْلَةٌ هُوَ مُوَلِّيُهَا وَجْهَةٌ فِي صَلَاتِهِ وَفِي قِرَاءَةِ مَوْلَاهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ط

بَادِرُوا إِلَى الطَّاعَاتِ وَقُبُولِهَا أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا ط يَجْمَعُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَجَازِيكُمْ

بِأَعْمَالِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۳۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ لِسْفَرٍ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳۹﴾ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ تَقَدَّمَ مَثَلُهُ

وَكَرَّرَهُ لِيُبَيِّنَ تَسَاوِيَّ حُكْمِ السَّفَرِ وَغَيْرِهِ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ كَرَّرَهُ لِيَتَّكِدَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ الْيَهُودِ أَوْ

الْمَشْرِكِينَ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ أَى مُجَادَلَةٌ فِي التَّوَلَّى إِلَى غَيْرِهَا أَى لِيَنْتَفِي مُجَادَلَتُهُمْ لَكُمْ مِنْ قَوْلِ الْيَهُودِ

يَجْحَدُ دِينَنَا وَيَتَّبِعُ قِبَلَتَنَا وَقَوْلِ الْمَشْرِكِينَ يَدْعِي مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ وَيُخَالِفُ قِبَلَتَهُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فِ

بِالْعِنَادِ فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا تَحَوَّلَ إِلَيْهَا إِلَّا مِيلًا إِلَى دِينِ آبَائِهِمُ وَالْإِسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلٌ وَالْمَعْنَى لَا يَكُونُ لِأَحَدٍ عَلَيْكُمْ كَلَامٌ إِلَّا كَلَامٌ هَؤُلَاءِ فَلَا تَخْشَوْهُمْ تَخَافُوا جِدَالَهُمْ فِي التَّوَلَّى إِلَيْهَا وَاحْشَوْنِي بِامْتِثَالِ أَمْرِي وَلَا تَمَّ عَطْفٌ عَلَى لَيْثَلَا يَكُونُ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ بِالْهِدَايَةِ إِلَى مَعَالِمِ دِينِكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۰﴾ إِلَى الْحَقِّ كَمَا أَرْسَلْنَا مُتَعَلِّقًا بِأَتَمِّ أَيْ اِتِّمَامًا كَأْتَمَامِهَا بِأَرْسَالِنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا الْقُرْآنَ وَيُزَكِّيكُمْ يُطَهِّرُكُمْ مِنَ الشِّرْكِ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ وَالْحِكْمَةَ مَافِيهِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَيُعَلِّمُكُمُ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵۱﴾ فَادْكُرُونِي بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْبِيحِ وَنَحْوِهِ أَذْكُرْكُمْ قِيلَ مَعْنَاهُ أَجَازِيكُمْ وَفِي الْحَدِيثِ عَنِ اللَّهِ مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأَ خَيْرٍ مِّنْ مَلِيهِ وَاشْكُرُوا لِي نِعْمَتِي بِالطَّاعَةِ وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۱۵۲﴾ بِالْمَعْصِيَةِ

۱۸
ع

ترجمہ:..... اور ہر ایک کے لئے (امتوں میں سے) ایک ایک جانب (قبلہ) رہا ہے جس کی طرف وہ پھیرتا رہا ہے (اپنا رخ نماز میں اور ایک قرأت میں مولا ہا ہے) اس لئے اے مسلمانو! تم بھی نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرو (نیک کام کرنے اور ان کے قبول کرنے میں تگاپو سے کام لو) تم خواہ کہیں بھی ہو گے اللہ سب کو اکٹھا کر لیں گے (قیامت میں جزائے اعمال کے لئے سب کو جمع کر لیں گے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر کام پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں جہاں کہیں بھی آپ (سفر میں) تشریف لے جائیں تو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف رکھا کیجئے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ منجانب اللہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ہوئے اعمال سے قطعاً بے خبر نہیں ہیں لا یعلمون کی قرأت تا اور یا کے ساتھ ہے۔ اس جیسی آیت پہلے گزر چکی ہے اور سفر و حضر کا حکم برابر کرنے کے لئے دوبارہ اس حکم کو بیان کیا گیا ہے) اور جہاں کہیں بھی باہر تشریف لے جائیں تو اپنا رخ مسجد حرام کی جانب کر لیا کیجئے اور تم لوگ جہاں بھی ہوں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو (مگر حکم تاکید کے لئے لائے ہیں) تاکہ لوگوں (یہود یا مشرکین) کو تمہارے لئے خلاف حجت کا موقع نہ رہے (دوسری طرف تمہارا رخ پھیرنے پر زور نہ دیں، یعنی اب وہ تمہارے خلاف یہ حجت بازی ہی نہ کر سکیں، کہ یہود کہنے لگیں کہ آپ ہمارے قبلہ کا اتباع کرتے ہیں مگر دین کی مخالفت کرتے ہیں یا مشرکین کو کہنے کا موقع ملے کہ ایک طرف ملت ابراہیمی کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہو اور دوسری طرف ان کے قبلہ کا خلاف بھی کرتے ہو) البتہ جو لوگ ان میں بالکل ہی بے انصاف ہیں، ظلم پسند ہیں وہ تو اب بھی کہیں گے آپ محض اپنے آبائی دین کی طرف جانا چاہتے ہیں۔)..... اندیشہ نہ کیجئے (کہ آپ تحویل کے سلسلہ میں ان کی کٹ جتنی کا فکر کرنے لگیں) اور مجھ ہی سے (میرے حکم کی اطاعت کر کے) ڈرتے رہو۔ اور ایک منشاء یہ ہے کہ تکمیل کردہوں (لسلا یكون پر اس کا عطف ہو رہا ہے) اپنی نعمت کی تم پر (جو دوبارہ ہدایت احکام دین کے ہے) اور اس کے لئے (راہ حق کی طرف) تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ جس طرح بھیجا ہم نے (یہ متعلق ہے تم کے تقدیر عبارت اس طرح ہے اتم اتماما کاتسامها بار سالنا) تم لوگوں پر ایک رسول (محمد ﷺ) ہیں جو تم ہی میں سے ہیں اور تلاوت کرتے رہتے ہیں تم پر ہماری آیات (قرآن) اور تمہارا تزکیہ (شرک سے پاک صاف) کرتے رہتے ہیں اور تم کو تعلیم دیتے رہتے ہیں کتاب (قرآن) کی اور فہم کی باتوں کی (اس کے احکام کی) اور تم کو ایسی باتیں سکھلاتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر نہیں تھی۔ ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو (نماز و تسبیح وغیرہ سے) میں تم کو یاد رکھوں گا اور جس نے میرا ذکر اپنی مجلسوں میں کیا میں اس سے بہترین مجلس میں اس کا تذکرہ کروں گا) اور میری (نعمت کی) شکر گزاری (بشکل

اطاعت) کرو اور میری ناشکری (بشکل نافرمانی) نہ کرنا۔“

تحقیق و ترکیب:..... لکل وجہہ یہ گویا ماقبل کے دعویٰ کا نتیجہ اور تفصیل ہے کہ قبلہ کے سلسلہ میں خود ان میں آپس کا اختلاف ہے۔ وجہہ مصدر بمعنی توجہ یا اسم مکان ہے۔ اس لئے واؤ کا ثابت رہنا قیاسی ہوگا۔ اور جب کہ بروزن عدۃ اور رفقہ مصدر ہو تو واؤ خلاف قیاس ہوگا۔ اصل پر دلالت کرنے کے لئے جلال محقق نے قبلہ سے تفسیر کر کے اس کے مکان ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ فاستبقوا مفسر علام نے اس کے منصوب بزوع الجائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بات بکم یعنی قیامت کے روز حق و باطل اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے اللہ تم سب کو جمع کریں گے یا یہ معنی ہیں کہ تم مختلف سمتوں سے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھو گے لیکن حق تعالیٰ شمال، جنوب مشرق، مغرب سب طرف کی نمازوں کو ایک ہی رخ پر تصور فرمائیں گے۔

من حیث میں من ابتدائیہ ہے کیونکہ کہ اصل فعل مشی میں امتداد ہوتا ہے۔ ومن حیث خرجت ای من ای بلد خرجت لسفر۔ للناس میں الف لام سے یہود و نصاریٰ کی طرف اشارہ ہے۔ حجة کے بعد مجادلہ سے تفسیر کرنا اس طرف مشیر ہے کہ یہ واقعی حجۃ نہیں تھی بلکہ حجۃ کی طرف اس کی کثرت جتنی کو استعمال کریں گے۔ میلا یعنی محض طبعی محبت سے اپنے شہر کی طرف رخ کرنا چاہتے ہیں اگر حق کا اتباع مقصود ہوتا تو قبلہ انبیاء (بیت المقدس) کا اتباع کرتے۔ عطف علی لنسلا یكون یا اس کا معطوف علیہ محذوف ہو۔ ای و امرتکم اتمام النعمة علیکم یا علة مقدرہ پر عطف ہوگا۔ ای اخشونی لحفظکم عنہم و لاتم پہلی صورت میں چونکہ محذوف ماننا نہیں پڑتا۔

کما ارسلنا کاف ماقبل سے متعلق ہے۔ ای و لاتم نعمتی علیکم فی الآخرة بالثواب کما اتممتها علیکم فی الدنیا یا متعلق ما بعد بھی ہو سکتا ہے۔ ای کما ذکرتمکم بارسال الرسول فاذکرونی بالطاعة اس صورت میں تہتدون پر وقف کیا جائے گا۔ پہلی صورت میں وقف نہیں ہوگا حکمہ یہ ذکر خاص بعد العام ہے۔

رابط:..... آیت و لکل الخ میں تحویل کی دوسری حکمت کا اور آیت و من حیث خرجت الخ میں تیسرا حکیمانہ جواب ارشاد ہے اور آیت کما ارسلنا میں دعائے ابراہیمی کا ظہور پذیر ہونا بیان کیا گیا ہے۔ پھر ان تمام نعمتوں پر اظہار تشکر کا حکم دیا جا رہا ہے۔

شان نزول:..... لباب النقول میں ابن جریر نے تخریج کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب تحویل قبلہ فرمایا تو مشرکین مکہ کہنے لگے کہ محمد ﷺ دین کے باب میں متحیر معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے قبلہ کی طرف ان کا متوجہ ہونا یہ دلیل ہے۔ اس بات کی وہ ہم کو اپنے زیادہ صحیح راستہ پر سمجھنے لگے ہیں۔ اس لئے امید رکھنی چاہئے کہ وہ ہمارے دین کو بھی اختیار کر لیں گے۔ اس پر آیت لنسلا یكون للناس الخ نازل ہوئی تو اس روایت پر ظالمین سے مراد یہ لوگ ہوں گے اور جلال محقق نے مشرکین اور اہل کتاب دونوں کے اقوال پیش کئے ہیں یعنی دونوں ظالم کا مصداق ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... تحویل قبلہ کا حکیمانہ جواب (۲):..... دوسری حکمت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ہر قوم کا ایک مذہبی قبلہ رہا ہے۔ مسلمان ایک عظیم الشان قوم کی حیثیت سے بھی اگر صاحب قبلہ ہوں تو وجہ شکایت کیا رہ جاتی ہے اور کوئی اس قدر اہم اور غیر معمولی بات نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ہمہ تن اور ہمہ وقت تم سب اسی دھندہ میں لگے رہو۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ جو حقیقی کار خیر ہوں ان کے انصرام و اہتمام میں لگ جائیں کہ تمہیں بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔

حکیمانہ جواب (۳):..... تیسری حکمت مشتمل ہے کئی پہلوؤں پر مثلاً (۱) اس میں مخالفین کی ججہ قطع کرنی ہے اور پچھلی کتابوں کی پیشن گوئی کو دربارہ تحویل قبلہ پورا کرنا ہے۔ (۲) اتمام نعمت۔ (۳) تکمیل ہدایت چونکہ قبلہ کا معاملہ نہایت اہمیت اختیار کر چکا تھا اور اس میں مخالفین نے بڑی دلچسپی کا ثبوت دیا تھا اور علاوہ ازیں اس کے بعض جزئی احکام خاصہ میں گنجائش شبہ بھی تھی اس لئے جواب میں طول بیانی سے کام لیا گیا ہے اور حاکمانہ اور حکیمانہ جواب دیا۔ پھر حکیمانہ جواب میں بھی مصلحت در مصلحت کا اظہار ہوا۔ پھر تحویل قبلہ میں بحالت حضر جہت جنوب کی مقصودیت کا شبہ مدینہ طیبہ میں رہ کر ہو سکتا تھا اور سفر کا موقع زیادہ شبہ کا تھا کہ ممکن ہے منزل کا حکم اور ہورہ کا حکم دوسرا۔ یا یہ کہ حکم آپ کے ساتھ خاص ہے یا سب کے لئے عام اسی طرح چونکہ اسلام میں یہ پہلا نسخ تھا جو مسلمانوں کے لئے ایک نئی چیز تھی اور مخالفین کے لئے فتنہ پردازی کا بہانہ، ان چند در چند وجوہ سے کئی کئی پہلوؤں سے اس پر روشنی ڈالی گئی اور حکم کو مکرر بیان کیا گیا۔

عالمگیر نبی کا قبلہ مرکزی اور بین الاقوامی ہے:..... حضرت ابراہیم کا اقوام عالم کی امامت سے سرفراز ہونا۔ ام القرئی مکہ معظمہ میں عبادت گاہ کعبہ کی تعمیر کرنا سے مقدس وقت میں امت مسلمہ کے ظہور کی الہامی دعا کرنا خود اپنے اور اپنی اولاد کے لئے ایک مذہب حق اسلام کا انتخاب کر کے اس کی وصیت کرنا وقت موعود پر پیغمبر اسلام کا ظہور اور ان کی تعلیم و تربیت سے ایک بہترین امت کا رونما ہو جانا اور سارے عالم کی ہدایت و تعلیم اس کے سپرد ہونا اور اس کی روحانی ہدایت کے لئے ایک مرکز کا ہونا جو قدرتی طور پر عبادت گاہ کعبہ ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یورپ، ایشیا، افریقہ کا مرکزی حصہ یہی ام القرئی ہے۔ جس کو کہ ”ناف ارض“ کہا گیا ہے۔ چنانچہ تحویل قبلہ سے اس کی مرکزیت کا اعلان کر دیا گیا اور پیروان حق کو بتلادیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کے عمل حق نے جو بیج بویا تھا وہ بار آور ہو گیا ہے۔ اب وہ بہترین امت تم ہو اور عالمگیر نبی آنحضرت ﷺ ہیں جن کو بین الاقوامی مشن کی رو سے ایک مرکزی قبلہ دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ ان ہی جملہ اوصاف کے حامل ہیں جن خصوصیات کا خاکہ ان کے جدا مجد نے کھینچا تھا۔

بنائے ابراہیمی کا حقدار ابن ابراہیم ہی ہو سکتا ہے:..... کعبہ اگر بنائے ابراہیمی ہے تو یہ نبی ابن ابراہیم ہیں۔ اس بناء کے قبول ہونے اور اس ابن کے رسول ہونے کا جو خواب انہوں نے دیکھا تھا آج دنیا اس کی تعبیر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ اس لئے امام عالم کے صاحبزادہ کو امام القبلتین بنایا جا رہا ہے۔ اس لئے پیروان قرآن کو دعوت عمل دی جا رہی ہے کہ ان نعمتوں کا شکر بجالاتے ہوئے سرگرم عمل ہو جاؤ اور جو طالب حق ہو اس کی اصلاح کرو۔ لیکن قرآن سے جب معترض کا معاند ہونا ظاہر ہو جائے تو اس کو جواب دینا اور اس کے درپے ہونا حاصل ہے۔ بنائے کعبہ کے لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

إِنَّ الَّذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بَنَى لَنَا بَيْتًا
دَعَانُمُ اعْزُوا طَوْلًا

قبلہ عشاق:..... آیت ولکل وجہۃ سے بعض عارفین نے لوگوں کے احوال و افعال میں متفاوت ہونے کی حکمت و مصلحت مستنبط کی ہے۔ حدیث کل میسر لما خلق له بھی اس کی مؤید ہے۔ یہ سب طرق ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آباد رکھنا چاہتے ہیں ان کے شکون و مراتب مختلف اور مراتب اسماء متفاوت ہیں۔ ان میں سے جو سب سے احسن ہو اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور بعض نے اس کی تاویل میں کہا ہے کہ ہر شخص کا قبلہ جدا ہے۔ مقربین کا قبلہ عرش اعظم ہے اور روحانین کا کرسی اور ملائکہ کا بیت المعمور اور انبیائے سابقین کا بیت المقدس اور آنحضرت ﷺ کا جسمانی قبلہ بیت اللہ اور روحانی قبلہ ذات حق ہے۔

سیر سلوک کی انتہاء نہیں ہے:..... لعلکم تہتدون میں ہدایت یافتہ لوگوں کو خطاب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ترقی کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ ہے۔

شرفِ صحبت:..... و یعلمکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کتاب و حکمت کے بعد ایک باب اور بھی ہے جو صالحین کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

ذکرِ حقیقی ثمرہ:..... فاذکرونی اذکرکم ذکر اللہ کا اصلی اور حقیقی ثمرہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ ملتفت اور متوجہ ہوں۔ سالک اور ذاکر اگر اس کو پیش نظر رکھے تو تشویش سے محفوظ رہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا عَلَىٰ الْآخِرَةِ بِالصَّبْرِ عَلَى الطَّاعَةِ وَالْبَلَاءِ وَالصَّلَاةِ حَصْنًا بِالذِّكْرِ لَتَكْرُرْهَا وَعَظُمِهَا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۳﴾ بِالْعَوْنِ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ هُمْ أَمْوَاتٌ بَلْ هُمْ أَحْيَاءٌ أرواحهم في حواصل طيور خضر تسرح في الجنة حيث شاءت حديث بذلك ولكن لا تشعرون ﴿۱۵۴﴾ تعلمون ما هم فيه ولنبلونكم بشيء من الخوف للعدو والجوع القحط ونقص من الأموال بالهلاك والآنفس بالقتل والأمراض والموت والشمرات بالحوائج أي لنختبرنكم فننظر أتصبرون أم لا وبشر الصابرين ﴿۱۵۵﴾ على البلاء بالجنة هم الذين إذا أصابتهم مصيبة قالوا إنا ملوك وعبيد يفعل بنا ما يشاء لله وإنا إليه راجعون ﴿۱۵۶﴾ في الآخرة فيجازينا في الحديث من استرجع عند المصيبة أجره الله فيها وأخلف عليه خيرا وفيه أن مصباح النبي صلى الله عليه وسلم طفيا فاسترجع فقالت عائشة إنما هذا مصباح فقال كل ما ساء المؤمن فهو مصيبة رواه أبو داود في مراسيله أولئك عليهم صلوات مفرقة من ربهم ورحمة نعمة وأولئك هم المهتدون ﴿۱۵۷﴾ إلى الصواب

ترجمہ:..... اے ایمان والو! سہارا پکڑو (آخرت کے لئے طاعت اور مصیبتوں پر) صبر کر کے اور نماز کے ذریعہ سے (نماز کی تخصیص اس کے بار بار ہونے اور عظمت کی وجہ سے ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں (مدد کے لحاظ سے) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جان دیتے ہیں ان کی نسبت یہ بھی نہ کہو کہ (وہ) مردے ہیں، بلکہ (وہ) زندہ ہیں (ان کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں جنت میں جہاں چاہیں پھرتی ہیں اسی مضمون کی حدیث ہے) لیکن تم اور اک نہیں کر سکتے (نہیں جانتے کہ وہ کس حال میں ہیں) اور ہم تمہارا امتحان ضرور کریں گے (دشمن کے) کسی قدر خوف سے اور فقر و فاقہ (قسط سالی) اور کچھ مالی (نقصان) اور جانی (اتلاف، مرض طبعی کی صورت میں) اور پھلوں کی کمی سے (بذریعہ آفات، یعنی ضرورت تمہاری آزمائش کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ صبر کرتے ہو یا نہیں) اور بشارت سنا دیجئے آپ صبر کرنے والوں کو (مصائب پر جنت کی) جن کی حالت یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی ملک ہیں (یعنی اسی کے مملوک اور بندے ہیں جو چاہے وہ ہمارے ساتھ کریں) اور ہم سب

اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں (آخرت میں وہی ہم کو بدلہ دے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ مصیبت کے وقت جو اللہ کہے گا اللہ اس کو اجر عنایت فرمائیں گے اور اس مصیبت سے بہتر خلف تجویز کریں گے۔ نیز حدیث میں ہے کہ آپ کا چراغ ایک مرتبہ گل ہو گیا آپ نے انسا اللہ پڑھا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا صرف چراغ ہی تو ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز مسلمان کے لئے تکلیف دہ ہو وہ مصیبت میں شمار ہے۔ ابوداؤد طیالسی نے اپنی مراسیل میں اس کو روایت کیا ہے) ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں (مغفرت) بھی ان کے پروردگار کی طرف سے اور رحمت عامہ (نعمت) ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی رسائی ہوگئی ہے (راہ صواب کی طرف۔)

تحقیق و ترکیب:..... عون مراد معیت ہے۔ جس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک معیت عامہ یعنی عملی اور قدرتی معیت اور دوسری معیت خاصہ یعنی عون و نصرت کی ہے۔ جو متقی، صابر، محسن لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اموات اور احواء دونوں میں مبتداء محذوف ہے۔ ای ہم اموات و احواء۔ الشعور الاحساس مشاعر الانسان بمعنی حواس، شعر بال، شعار و لباس جو بدن سے متصل ہو۔

حواصل جمع حوصلۃ کی پوڑہ مرغ یا تشریفاً ارواح کے ساتھ کاروائی کی جائے گی۔ جیسے کپڑوں کو صندوق میں رکھا جاتا ہے اور ممکن ہے ارواح کی جب تکمیل ہو جاتی ہے تو ان کا تمثیل اس صورت میں کر دیا جاتا ہے جیسے فرشتہ کا تمثیل بشکل انسانی۔ جلال محقق کی رائے کے مطابق حیات اخروی ایک مخصوص حیات جسمانی اور روحانی ہے۔ جس کو دنیوی زندگی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور قاضی بیضاوی کی رائے یہ ہے کہ بقاء روحانی مراد ہے۔ لیکن شہداء کی تخصیص مزید قرب و کرامت کی وجہ سے ہے۔ جو ائسح جمع جائتھ پھل پر جو آفت وغیرہ پیش آئے۔

الذین مبتداء محذوف ہے مدخامرفوع ہے اور یہی صورت بہتر ہے اس میں وجوہ اعراب چار ہیں (۱) صابریں کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہو (۲) منصوب علی المدح ہو (۳) مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو جملہ مستانفہ بن جائے۔ (۴) مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اولشک خبر ہے اذا اصابتهم۔ قالوا جواب ہے اذا اور اذا مع جواب کے صلہ ہے الذین کا۔ مراسیل یہ سنن ابوداؤد کی دوسری تصنیف کا نام ہے جس میں مرسل و منقطع روایات ہیں رحمۃ قرآن کریم میں اس کا استعمال بقول اتقان چودہ معنی پر آیا ہے۔ یہاں مراد نعمت ہے۔

رابط:..... جہاں تک تحویل قبلہ کے اعتراض کا مذہب اسلام پر اثر پڑ سکتا تھا اس کا ازالہ تو ما قبل جوابات سے ہو گیا اور جہاں تک مسلمانوں کے دلوں کا مجروح اور زخمی ہونا ہے۔ بالخصوص اس پر اصرار بے جا سے جو رنج و صدمہ ہوا ہے اس کے ازالہ کی تدابیر صبر نماز بتلائی جا رہی ہیں۔ اسی طرح قتال مع الکفار اور معرکہ جہاد پر جو تحویل قبلہ سے زیادہ بڑی مہم ہے اس میں صبر اور صابریں کی مدح فضیلت اور معمولی آزمائشوں میں ثبات و استقلال کی فضیلت بیان کی ہے۔

شان نزول:..... ابن منذر نے حضرت ابن عباسؓ سے تخریج کی ہے کہ کہ شہداء بدر کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں ہیں۔ آٹھ انصار اور چھ مہاجر تھے جن کے بارے میں مشرکین و منافقین کہنے لگے کہ دیکھو یہ بے چارے کس طرح محمد کے کہنے میں آ کر دنیا کی زندگی اور لذات سے محروم رہ گئے۔

﴿تشریح﴾:..... صبر کی طرح نماز سے بھی مصیبت کا اثر دور ہو جاتا ہے:..... صبر سے رنج کا ہلکا

اور جزع فزع اور بے صبری سے مصیبت کا دو چند ہو جانا تو مشاہدہ ہے۔ البتہ نماز اور وہ بھی حضور قلب اور خلوص دل کے ساتھ ہو تو اس کا تخفیف حزن میں مؤثر ہونا یا تو ادویہ کی طرح بالخالصہ مفید ہوگا اور یا پھر بالکیفیۃ۔ اس طرح مفید ہو کہ تخفیف حزن کا مدار اصلی چونکہ قلب کو غم کے علاوہ دوسری کسی چیز کی طرف متوجہ اور مشغول کر دینے پر ہے۔ اس لئے نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ انہماک اور یکسوئی و توجہ سے یقیناً اس کا دل و دماغ پہلے گا اور اس تدبیر کے بار بار کرنے سے غم انگیز واقعہ کی یاد دماغ سے غائب ہونی شروع ہو جائے گی اور رنج و الم کا فور ہو جائے گا۔ جس فرد یا جماعت میں یہ دو قوتیں صبر و نماز کی پیدا ہو جائیں گی وہ کبھی ناکام نہیں ہو سکتیں۔

شہداء کو مردہ نہ سمجھو:..... شہید کی نسبت مردہ کا لفظ استعمال کرنا صحیح اور جائز ہے مگر اس کی موت دوسرے عام مردوں کی طرح نہیں سمجھنی چاہئے کیونکہ راہ حق میں موت موت نہیں ہوتی وہ تو سراسر زندگی اور جاویدگی ہے۔ دوسرے مرنے کے بعد برزخی زندگی اگرچہ سب کو حاصل ہوگی مسلمان ہو یا کافر چنانچہ اسی زندگی سے وہاں کی جزا اور سزا کا احساس ہوگا۔

برزخی زندگی کا فرق:..... لیکن شہید اور غیر شہید کے آثار زندگی میں اسی طرح فرق ہوتا ہے جس طرح دنیاوی زندگی میں مختلف اعضاء کے درمیان آثار زندگی میں نمایاں فرق محسوس ہوتا ہے کہ ایڑی میں جان ہتھنی کمزور ہوتی ہے کہ کسی تکلیف کا احساس بھی زیادہ نہیں ہوتا اور ہاتھ کی انگلی میں ایڑی سے زیادہ روح ہوتی ہے تو تکلیف کا احساس بھی زیادہ ہوتا ہے اور دل و دماغ اعضاء رئیسہ میں روح کا سر بیان اس شدت سے ہوتا ہے کہ ان کو منبع روح کہنا چاہئے۔ چنانچہ زندگی کے اثرات بھی ان میں اس درجہ نمایاں ہوتے ہیں کہ ان کی تکلیف سے زندگی ہی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ بس یہی حال برزخی زندگی کے اثرات کے تفاوت کا ہے کہ عامہ مومنین کی برزخی زندگی چونکہ زیادہ قوی نہیں ہوتی اس لئے اس کے اثرات بھی کمزور اور عالم برزخ تک محدود رہتے ہیں۔ عالم ناسوت میں وہ محسوس نہیں ہوتے، اس لئے یہاں کے اعتبار سے اس کو مردہ ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن شہید کی برزخی زندگی قوی ہوتی ہے اور اس درجہ قوی کہ عالم محسوس تک اس کے اثرات محسوس ہوتے ہیں کہ نبض حدیث اس کا گوشت پوست زمیں سے متاثر نہیں ہوتا اور زندوں کی طرح صحیح و سالم رہتا ہے۔ اسی لئے اس کو زندہ سمجھا گیا ہے اور مردہ سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یعنی وہ عام مردوں کی طرح مردہ نہیں ہوتے۔

انبیاء کی برزخی زندگی کے آثار:..... انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات مبارکہ چونکہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے حتیٰ کہ نہ صرف یہ کہ ان کے اجسام مبارکہ اسی طرح تروتازہ اور سلامت و محفوظ رہتے ہیں۔ جس طرح دنیاوی زندگی میں تھے بلکہ شہداء سے زیادہ ان کی حیات اور اس کے اثرات کا منصوص درجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی اور ان کی ازواج مطہرات سے کسی دوسرے کو نکاح کی اجازت نہیں ہوتی۔ گویا کہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں غرضکہ سب سے اعلیٰ درجہ کی برزخی زندگی انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے جس کے اثرات سب سے زیادہ قوی ہوتے ہیں اور اس سے کم درجہ شہداء کی حیات کا ہے پھر عامہ مومنین کی۔

کیا اولیا شہداء کی فضیلت میں شریک نہیں؟:..... البتہ آیت میں شہداء کی تخصیص پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بعض احادیث کی رو سے اولیاء صالحین بھی شہداء کی اس فضیلت میں شریک معلوم ہوتے ہیں کہ ان کو بھی عام مردوں کی طرح نہیں سمجھنا چاہئے۔ پھر آیت میں شہداء کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ مجاہدہ نفس سے مرنے والے کشتہ محبت اور

قتل ناز اولیاء اللہ کو بھی معنا شہید سمجھا جائے اور ان کو بھی آثار شہداء میں شریک سمجھا جائے دوسری توجیہ یہ ہے کہ آیت میں شہداء کی تخصیص حقیقی نہیں ہے کہ دوسرے اس فضیلت میں شریک ہی نہیں ہو سکیں۔ ورنہ انبیاء کی فضیلت بھی باعث اشکال ہو جائے گی۔ بلکہ تخصیص اضافی مراد ہے، یعنی عامہ مومنین کے لحاظ سے شہداء کی تخصیص کی گئی ہے جو ان سے نیچے درجہ کے ہوں۔ لیکن جو ان کے برابر یا ان سے عالی تر ہوں ان کے اعتبار سے تخصیص نہیں ہے۔

شہداء کی قسمیں اور احکام:..... احکام کے لحاظ سے شہداء کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) اول دین و دنیا دونوں لحاظ سے شہید ہو یعنی بے غسل و کفن صرف نماز جنازہ پڑھ کر حنفیہ کے نزدیک دفن کر دیا جائے اور شوافع کے نزدیک نماز جنازہ کی بھی حاجت نہیں کہ وہ خود ہی مغفور اور پاک صاف ہیں جیسے مخلص مجاہد۔ (۲) صرف آخرت کے لحاظ سے شہید ہو اور احکام دنیا اس پر شہید کے جاری نہ کیے جائیں دریا میں ڈوب مرنے والا، دستوں کے مریض اور تپ دق میں ہلاک ہونے والا، بچہ کی ولادت کے سلسلہ میں بحالت نفاس مرنے والی عورت اخروی شہید کہلائیں گے۔ لیکن مذکورہ دنیاوی احکام ان پر جاری نہیں کئے جائیں گے۔ (۳) صرف احکام دنیا کے لحاظ سے شہید سمجھا جائے لیکن درحقیقت اخروی لحاظ سے شہید نہ ہو اور اس مخصوص درجہ اور ثواب کا مستحق نہ ہو جو شہداء کے لئے ہوتا ہے جیسے غیر مخلص مجاہد۔ (۴) دونوں لحاظ سے شہید کے احکام اس مقتول پر جاری نہ کئے جائیں جیسے حکومت اسلامیہ کے خلاف بغاوت میں قتل ہونے والے یا ڈاکہ زنی میں مارے جانے والے کہ ان مقتولوں پر نہ صرف یہ کہ شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے بلکہ عام مسلمانوں جیسے احکام بھی ان پر جاری نہیں ہوں گے۔ یعنی دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے نہ ان کو کفن دیا جائے گا نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر کسی شہید کی نعش خاک خوردہ اور خراب ہو گئی ہو تو سمجھا جائے گا کہ ممکن ہے کہ اس کی خلوص نیت میں فرق آ گیا ہو جس پر مدار ہے اصلی شہادت کا جس کے یہ آثار ہوتے ہیں۔

آزمائش الہی بھی مجاہدہ اضطراری ہے:..... آزمائش سے مراد یہاں بھی وہی ہے جس کا ذکر و اذابت لسی ابراہیم میں کیا جا چکا ہے اور پہلے سے اطلاع دینے میں یہ فائدہ ہے کہ صبر آسان ہو جائے اور دفعۃً مصیبت پڑنے سے جو نا قابل برداشت صورت ہوتی ہے اس میں سہولت ہو جائے اور نفس صبر چونکہ تمام مصیبتوں میں مشترک ہے اس لئے اس کا صلہ بھی رحمت عامہ ہوگی۔ رہا خصوصیت ہر صابر کی وہ بلحاظ مقدار صبر کے ہوگی۔ آیت و لنبلونکم سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ اضطراریہ بھی انسان کے لئے نافع ہوتا ہے اور قالوا ان اللہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال تمام مصائب کا علاج ہے۔ حتیٰ کہ رفع القباض کے لئے بھی مؤثر ہے۔

ان الصفا والمروة جبلان بمكة من شعائر الله اعلام دينه جمع شعيرة فمن حج البيت او اعتمر
اي تلبس بالحج او العمرة واصلهما القصد والزياره فلاجناح اثم عليه ان يطوف فيه ادغام التاء في
الاصل في الطاء بهما بان يسعى بينهما سبعا نزلت لما كره المسلمون ذلك لان اهل الجاهلية كانوا
يصوفون بهما وعليهما صنمان يمسخونهما وعن ابن عباس ان السعي غير فرض لِمَا فَادَةُ رَفَعِ الْاِثْمِ مِنَ
التَّخْيِيرِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَغَيْرُهُ رُكْنٌ وَبَيَّنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُوبَهُ بِقَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ وَقَالَ ابْنُ أَبِي بَدَا اللَّهُ بِهِ يَعْنِي الصَّفَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَمَنْ تَطَوَّعَ وَفِي قِرَاءَةِ التَّحْتَانِيَّةِ

وَتَشْدِيدِ الطَّاءِ مَحْزُومًا وَفِيهِ ادْغَامُ التَّاءِ فِيهَا خَيْرًا لَا أَى بِخَيْرٍ أَى فَعَلَ مَا لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ مِنْ طَوَافٍ وَغَيْرِهِ
فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ لِعَمَلِهِ بِالْإِثَابَةِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: بلاشبہ صفا اور مروہ (مکہ میں دو پہاڑوں کا نام ہے) منجملہ خدائی یادگاروں کے ہیں (علامات دین سے ہی شعائر جمع شعیرۃ کی ہے) جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے (یعنی حج و عمرہ سے متلبس ہوا، حج کے اصلی معنی قصد کے اور عمرہ کے معنی زیارت آتے ہیں) اس پر کوئی مضائقہ (گناہ) نہیں ہے طواف کرنے میں (لفظ یطوف میں تاء اصلی کو طاء کرایا اور طاء کو طاء میں ادغام کر دیا ہے) ان دونوں پہاڑوں کا (سات دفعہ ان کے درمیان سعی کرے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ مسلمان اس سعی کو مکروہ سمجھ رہے تھے۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ان پہاڑوں کا طواف ایسی حالت میں کرتے تھے کہ ان پر دو بت رکھے ہوئے تھے کہ لوگ ان کو چھوتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ سعی فرض نہیں ہے کیونکہ رفع گناہ سے اختیار سمجھ میں آ رہا ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ اس کی رکنیت کے قائل ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کے وجوب کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض کیا ہے“ رواہ البیہقی وغیرہ اور فرمایا کہ جہاں سے خدا نے شروع کیا تم بھی وہیں سے شروع کرو یعنی صفا سے رواہ مسلم) اور جو شخص خوش دلی سے کرتا ہے (ایک قرأت میں یاے تختانیہ اور طاء کی تشدید کے ساتھ مجزوم پڑھا گیا ہے دراصل اس میں تا کا طاء میں ادغام ہوا ہے) کسی خیر کو (خیر معنی میں بخیر کے ہے یعنی غیر واجب طواف وغیرہ کرے) تو اللہ تعالیٰ قدر دانی کرنے والے ہیں (اس کے عمل پر ثواب دے کر) خوب جاننے والے ہیں (اس کو۔)

تحقیق و ترکیب: صفا پہاڑ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ آدم صغی اللہ اس پر قیام پذیر ہوئے اور مسرورہ کی وجہ تسمیہ امراة آدم حوا علیہا السلام کا قیام پذیر ہونا بتلایا جاتا ہے۔ اعلام دینہ جلال محقق نے لفظ دینہ نکال کر اشارہ کر دیا کہ عبارت بتقدیر المضاف ہے۔ ای شعائر دین اللہ، شعائر جمع شعیرۃ علامت حج و عبادت کے معنی ہیں۔ علیہ یہ لا کی خبر ہے اور ترکیبی لحاظ سے اس میں چند وجوہ ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ لاجنح کی خبر محذوف ہو ای لاجنح فی الحج اور علیہ خبر مقدم اس کا مبتداء مؤخران یطوف ہے۔ بتاویل مصدر مرفوع بنا بر مبتدا کے اور بعض نے ان یطوف سے پہلے لامقدر مانا ہے ای ان لا یطوف بہما، ضمان، اساف، ونا مکہ یہ بت تھے جن کے متعلق مشہور یہ تھا کہ کسی زمانہ میں دونوں مرد و عورت تھے۔ جنہوں نے مسجد حرام میں زنا کا ارتکاب کیا تھا اللہ نے سزاء ان کو مسخ کر دیا تھا۔ لوگوں نے عبرت کے لئے ان کو ان دونوں پہاڑوں پر رکھ چھوڑا تھا کہ تھوڑے دنوں کے بعد بے وقوفی سے ان کا طواف ہونے لگا۔ دولت اسلام سے جب اللہ نے مشرف فرمایا تو مسلمانوں کو ان کے طواف میں تردد پیدا ہوا لیکن کہا گیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ طواف شعائر دین میں سے ہے اور گویا حضرت ابراہیم کے افعال کی تقلید ہے۔ لفظ لاجنح اور ومن تطوع دونوں سے اس سعی کا غیر واجب ہونا معلوم ہوا۔ جیسا کہ امام احمد کی ایک روایت ہے یعنی امام احمد کی رائے اس کے سنت ہونے کی ہے اور دوسری روایت امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ان کا رکن اور فرض ہونے کا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے کہ جبر، دم کے ساتھ کیا جائے گا اور مستدل یہی حدیث ہے۔ خبر واحد ہونے کی وجہ سے اس سے رکنیت ثابت نہیں ہوتی۔

بخیر اشارہ ہے کہ منصوب بنزع الخافض ہے۔ ابن عباسؓ کی قرأت اس کی مؤید ہے یا فعل بتضمین معنی اتی خود متعدی بنفسہ ہے۔ شاکر اصل معنی انعام کے ہیں۔ حق تعالیٰ کے لئے یہ معنی چونکہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے مفسر علام نے بسا لاتباہ سے مجاز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ جواب شرط کے قائم مقام علت ہے اور اس میں اشارہ ہے ایفاء و وعدۃ الہی کی طرف۔

رابطہ:..... چونکہ بنائے ابراہیمی اور دعائے ابراہیمی کا تذکرہ ہو چکا ہے جس میں مناسک حج کی طرف بھی اشارہ تھا۔ اس لئے یہاں اس مناسبت سے سعی کا بیان ہو رہا ہے۔ دوسری قریبی مناسبت یہ ہے کہ آیت و لنبسولنکم الخ میں جان و مال کے انفاق کا ذکر تھا۔ حج و عمرہ میں بدنی اور مالی مجاہدہ کا بیان ہے۔

شان نزول:..... لباب النقول میں امام بخاری سے دو روایتوں کی تخریج اسی مضمون کی بیان کی ہے۔ جس کا تذکرہ جلال محقق نے بیان کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... سعی کی سنیت، وجوب، فرضیت کی تفصیل مذاہب کا بیان گزر چکا ہے البتہ ابتداء بالصفا تو امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔ واؤ سے استدلال کرتے ہوئے۔ چنانچہ حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے ”نحن نبداء بما بدء الله تعالى“ تو آیت و حدیث سے واؤ کی ترتیب سمجھی گئی ہے۔ لیکن حنفیہ بھی وجوب کے قائل ہیں۔ البتہ واؤ سے استدلال کی بجائے آنحضرت ﷺ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری آیت ان يطوف بهما میں بلا واؤ کے حکم ہے۔ رہا حدیث کا مفہوم تو تقدیم ذکر سے اہتمام کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

وَنَزَلَ فِي الْيَهُودِ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ النَّاسَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيْتِ وَالْهُدَى كَايَةِ الرَّجْمِ وَنَعْتِ مُحَمَّدٍ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۚ التَّوْرَةِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ يُبْعِدُهُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ﴿١٥٩﴾ ۚ الْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُونَ أَوْ كُلُّ شَيْءٍ بِالْدُّعَاءِ عَلَيْهِمُ بِاللَّعْنَةِ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا رَجَعُوا عَنْ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا عَمَلَهُمْ وَبَيَّنُوا مَا كَتَمُوهُ فَأُولَٰئِكَ اتُّوبَ عَلَيْهِمْ ۚ أَقْبَلُ تَوْبَتَهُمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ ۚ بِالْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا حَالٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ ۚ أَيُّ هُمْ مُسْتَحِقُّو ذَٰلِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالنَّاسُ قِيلَ عَامٌ وَقِيلَ الْمُؤْمِنُونَ خَلِيدِينَ فِيهَا ۚ أَيُّ اللَّعْنَةِ أَوْ النَّارِ الْمَذْلُومِ بِهَا عَلَيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ طَرَفَةً عَيْنٍ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾ ۚ يُمَهَّلُونَ لِتَوْبَةٍ أَوْ مَعْدِرَةٍ

ترجمہ:..... (اور یہود کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی) جو لوگ چھپاتے ہیں (لوگوں سے) ان مضامین کو جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو واضح دلائل اور ہدایت بخش ہیں (جیسے ایت رجم اور آنحضرت ﷺ کی نعت) اس کے بعد کہ ہم ان کو عام لوگوں پر واضح کر چکے ہیں۔ کتاب (تورات) میں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں (اپنی رحمت سے ان کو دور فرما دیتے ہیں) اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں (فرشتے، مؤمنین یا ہر چیز کی پھنکار ان پر ہوتی ہے) البتہ جو لوگ توبہ کر لیں (اس سے باز آ جائیں) اور اصلاح کر لیں (اپنے اعمال کی) اور ظاہر کر دیں (چھپائی ہوئی باتوں کو) ایسے لوگوں پر متوجہ ہو جاتا ہوں (ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں) اور ہماری تو عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا (مسلمانوں پر) البتہ جو لوگ اسلام نہ لاویں اور اسی حالت کفر پر مر جاویں (کفار) حال ہے) ایسے لوگوں پر اللہ کی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت پھنکار (یعنی یہ دین و دنیا میں لعنت کے مستحق ہیں۔ الناس سے مراد

یہ عام انسان ہیں خاص مؤمن) وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں گرفتار رہیں گے (یعنی لعنت میں یا نارِ جہنم میں کہ لعنت کا مدلول ہے) ان سے عذاب ہلکانہ ہونے پائے گا (ایک پل بھر بھی) اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (توبہ یا معذرت کی)

تحقیق و ترکیب:..... یکتمون کے مفعول ثانی کے حذف کی طرف مفسر نے اشارہ کیا ہے۔ کتم اور کتمان کے معنی ضروری چیز کو ظاہر کرنا باوجود داعیہ کے۔ کبھی تو یہ بصورتِ انخفاء ہوتا ہے اور کبھی ایک چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ دوسری چیز کو رکھنے سے ہوتا ہے۔ الا الذین استثناء متصل ہے۔ ہم مستحقو یہ تقدیر عبارتِ شبہ تکرار کو دفع کرنے کے لئے مانی ہے یعنی پہلی لعنت سے مراد بالفصل اور اس لعنت سے استحقاق لعنت ہے اور بعض نے اول سے مراد دوام تجمید لعنت اور ثانی سے مراد دوام ثبوتی لیا ہے اور بعض نے اول سے مراد زندگی کی لعنت اور ثانی سے مراد بحالتِ موت لعنت لی ہے۔ غرضیکہ ان سب صورتوں میں تکرار کا شبہ نہیں رہتا۔ الناس مفسر جلال نے دو قول نقل کئے ہیں۔ رہا کافر تو وہ مثل انعام ہل ہم اضل سیلا ہیں۔ اس لئے دائرہ انسانیت سے خارج اور ناقابل شمار ہیں۔

رابط:..... تحویل قبلہ کے ذیل میں لیکتمون الحق سے صاحب قبلہ کے سلسلہ میں کتمان حق کا بیان ہوا تھا۔ یہاں ان پر وعید کا بیان ہے۔

شان نزول:..... ابن عباس سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل، سعد بن معاذ، خارجہ بن زید نے چند علمائے یہود سے تورات کے بعض مضامین کے متعلق دریافت کیا، لیکن انہوں نے چھپایا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾:..... کتمان حق سے توبہ کرنے اور اصلاح کا معتبر طریقہ یہ ہے کہ ان کو اسلام قبول کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اسلام نہ لانے پر عوام پر یہ حق مخفی رہے گا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر آپ اور اسلام حق ہوتے تو یہ اہل علم یہود کیوں اس سے دور رہتے، اور مہلت نہ دیئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مہلت اس وقت دی جایا کرتی ہے کہ مقدمہ میں کچھ گنجائش ہو ورنہ پہلی ہی پیشی پر حکم سزا ہو جایا کرتی ہے۔
علم المعاملہ کا اظہار اور علم المکاشفہ کا نامحرموں سے انخفاء ضروری ہے:..... اس آیت سے محقق عارفین نے علم المعاملہ کے کتمان اور انخفاء کی ممانعت اور علم المکاشفہ کو نامحرموں سے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

وَنَزَلَ لِمَا قَالُوا صِفْ لَنَا رَبَّكَ وَالْهُكْمِ اِی الْمُسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَةِ مِنْكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا نُنْظِرُ لَهٗ فِیْ ذَاتِهِ وَلَا فِیْ صِفَاتِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾ وَطَلَبُوا اٰیَةً عَلٰی ذٰلِكَ فَنَزَلَ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْہِمَا مِنَ الْعَجَابِ وَاخْتِلَافِ الْیَلِ وَالنَّهَارِ بِالذَّهَابِ وَالْمَجِیِّ وَالزَّیَادَةِ وَالنَّقْصَانِ وَالْفُلْکِ السُّفُنِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ وَلَا تَرُسُّ مُؤَقَّرَةٌ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ مِنَ التَّجَارَاتِ وَالْحَمْلِ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاءٍ مَطَرٍ فَاَحْیَاہِ الْاَرْضَ بِالنَّبَاتِ بَعْدَ مَوْتِہَا یُسِّہَا وَبَتْ فَرَقٌ وَنَشَرِہِ فِیْہَا مِنْ کُلِّ ذَابَّةٍ ۗ لَآنَہُمْ یَنْمُوْنَ بِالْحَصْبِ الْکَاثِنِ عَنْہُ وَتَصْرِیْفِ الرِّیْحِ تَقْلِیْبِہَا جُنُوبًا وَّشَمَالًا حَارَّةً وَّبَارِدَةً وَالسَّحَابِ الْغِیْمِ الْمُسَخَّرِ الْمُدَلِّلِ بِاَمْرِ اللّٰهِ یَسِیْرُ اِلٰی حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ بَیْنَ

السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ بِإِعْلَاقِهِ لآيَاتٍ ذَلَّاتٍ عَلَىٰ وَحْدَانِيَّتِهِ تَعَالَىٰ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۶۳﴾ يَتَدَبَّرُونَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيَّ غَيْرِهِ أَنْدَادًا اصْنَامًا يُحِبُّونَهُمْ بِالْعَظِيمِ وَالْخُضُوعِ كَحُبِّ اللَّهِ أَيَّ كَحُبِّهِمْ لَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ط مِنْ حُبِّهِمْ لِأَنْدَادٍ لِأَنَّهُمْ لَا يَعْدِلُونَ عَنْهُ بِحَالٍ مَا وَالْكَفَّارُ يَعْدِلُونَ فِي الشَّدَّةِ إِلَى اللَّهِ وَلَوْ يَرَى تَبْصِيرًا مُحَمَّدُ الَّذِينَ ظَلَمُوا بِاتِّخَاذِ الْأَنْدَادِ إِذْ يَرُونَ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ يُبْصِرُونَ الْعَذَابَ لَا تَرَأَيْتَ أَمْرًا عَظِيمًا وَإِذْ بِمَعْنَى إِذَا أَنْ أَيَّ لَأَنَّ الْقُوَّةَ الْقُدْرَةَ وَالْغَلْبَةَ لِلَّهِ جَمِيعًا لَا حَالَ وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ وَفِي قِرَاءَةِ يَرَى بِالْتَّحْتَانِيَّةِ وَالْفَاعِلُ فِيهِ قِيلَ ضَمِيرُ السَّمْعِ وَقِيلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا فَهِيَ بِمَعْنَى يَعْلَمُ وَأَنَّ وَمَا بَعْدَهَا سَدَّتْ مَسَدَّ الْمَفْعُولِينَ وَجَوَابُ لَوْ مَحذُوفٌ وَالْمَعْنَى لَوْ عَلِمُوا فِي الدُّنْيَا شِدَّةَ عَذَابِ اللَّهِ وَأَنَّ الْقُدْرَةَ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَقَتَّ مُعَانِيَّتِهِمْ لَهُ وَهُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَنْدَادًا إِذْ بَدَلُ مِنْ إِذْ قَبْلَهُ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا أَيَّ الرُّؤْسَاءِ مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا أَيَّ أَنْكَرُوا إِضْلَالَهُمْ وَ قَدَرَا وَالْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ عَطْفٌ عَلَى تَبَرُّأَ بِهِمْ عَنْهُمْ الْأَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ الْوَصْلُ الَّتِي كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْأَرْحَامِ وَالْمَوَدَّةِ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً رَاجِعَةً إِلَى الدُّنْيَا فَتَبَرَّأْنَا مِنْهُمْ أَيَّ الْمَتَّبِعِينَ كَمَا تَبَرَّأْنَا مِنْهَا ط الْيَوْمَ وَلَوْ لِنَمْنِي وَفَتَبَرَّأْنَا جَوَابَهُ كَذَلِكَ كَمَا آرَاهُمْ شِدَّةَ عَذَابِهِ وَتَبَرَّأْنَا مِنْ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ السَّيِّئَةَ حَسَرَاتٍ حَالَ نَدَامَاتٍ عَلَيْهِمْ ط وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ بَعْدَ دُخُولِهَا -

ترجمہ

ترجمہ:..... (اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ مشرکین نے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کی توصیف بیان کیجئے) اور جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے (یعنی جس کو تم سب کی عبادت کا استحقاق حاصل ہے) ایک ہی معبود ہے (ذات و صفات میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے) اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے وہی رحمن و رحیم ہے (مشرکین نے اس پر نشان طلب کیا تو اس پر آیت نازل ہوئی) بلاشبہ آسمان و زمین کے بنانے (اور اس میں جو کچھ عجائبات ہیں) اور رات دن کے اختلاف (دن رات کی آمد و رفت اور کمی بیشی) اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے پھرتے ہیں (اور باوجود ثقل کے غرق نہیں ہوتے) لوگوں کے سامان نفع لے کر (سامان تجارت و بار برداری) اور خدا نے آسمان سے جو پانی (بارش) برسایا پھر اس سے زمین کو تر و تازہ کیا (گھاس پھوس سے) اس کے خشک ہونے کے بعد اور پھیلا دیئے (متفرق و منتشر کر دیئے) اور ہر قسم کے جانور (کیونکہ جانور اسی سبزی سے پلتے ہیں جس کی پیداوار پانی سے ہوتی ہے) اور ہواؤں کے بدلنے چلنے میں (گرم و سرد ہواؤں کا شمالاً جنوباً پلٹنا) اور ابر (بادل) میں جو زمین و آسمان کے درمیان (بغیر علاقہ کے) معلق رہتا ہے (اللہ کے تابع فرمان رہتا ہے۔ جہاں چاہے چلا دیتا ہے) ان میں دلائل ہیں (جو ان کی وحدانیت پر دلالت کرنے والے ہیں) ان لوگوں کے لئے جو عقلمند (مدبر) ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ (غیر اللہ کو) اوروں کو بھی شریک ٹھہراتے ہیں (اصنام کو) ان سے ایسی محبت کرتے ہیں (تعظیم و پستی کے لحاظ سے) جیسے اللہ سے (ان کی) محبت رکھنا ضروری ہونا

چاہئے اور مسلمانوں کو صرف اللہ سے انتہائی محبت ہے (بتوں کے ساتھ ان کی محبت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ مسلمان تو کسی حال میں بھی اللہ سے نہیں پھرتے اور کفار سختی میں بتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف آجاتے ہیں) اور کیا خوب ہوتا اگر آپ دیکھتے (اے محمدؐ) ان لوگوں کو جو (شرک و بت پرستی سے) ظلم کرنے والے ہیں جبکہ دیکھتے ہیں (یرون کی قرأت معروف اور مجہول دونوں طرح ہے) عذاب کو (تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے ایک ہولناک معاملہ کو اور اذ بمعنی اذا ہے) اس لئے کہ (ان بمعنی لان) قوت (قدرت و غلبہ) اللہ تعالیٰ ہی کی ہے تمام کی تمام (جمیعا حال ہے) اور اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت سخت ہے (اور ایک قرأت میں یسری یاے تختانیہ کے ساتھ ہے اور فاعل کے متعلق بعض کی رائے ہے کہ ضمیر خطاب ہے اور بعض نے خود الذین ظلموا کو کہا ہے اس صورت میں یسری بمعنی یعلم ہوگا اور لفظ ان اور اس کا مابعد مفعولین کے قائم مقام ہو جائے گا اور لو کا جواب محذوف ہوگا اور معنی آیت اس طرح ہوں گے کہ دنیا میں اگر یہ لوگ اللہ کے عذاب کی شدت اور عذاب کے معائنہ کی وقت یعنی قیامت میں تنہا اس کی قدرت کو سمجھ جائیں تو ہرگز اس کے ماسوی کسی کو اس کا شریک معبود نہ بنائیں) جبکہ صاف بچ نکلنے کی کوشش کریں گے وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے (خواص ان لوگوں سے جو ان کا کہا مانتے تھے) (یعنی ان کے گمراہ کرنے کا انکار کر دیں گے) اور سب مشاہدہ کر لیں گے عذاب کا اور قطع ہو جائیں گے (اس کا عطف قسرا پر ہے) باہم ان میں جو تعلقات تھے (صلہ رحمی اور دوستی کے جو ملائق دنیا میں ان کے مابین تھے) اور کہہ رہے ہوں گے عوام کہ کسی طرح ہم سب کو بس ذرا ایک دفعہ جانا مل جائے (دنیا میں واپس ہو جائے) تو ہم بھی ان سے (خواص سے) صاف الگ ہو جائیں گے جس طرح یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے (اس وقت اور لو تو تمنا یہ ہے اور فستبراً اس کا جواب ہے) یونہی (جس طرح ان کو شدت عذاب اور ایک دوسرے کی طوطہ چشمی ہم نے دکھلا دی ہے) دکھلائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال (بد) کو خالی ارمان کر کے (یہ حال ہے بمعنی ندامت) ان کو اور وہ کبھی دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے (داخلہ کے بعد)۔

تحقیق و ترکیب: و نزل یہ شان نزول باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ قالوا شریکین مکہ ۳۶۰ بتوں کے پرستار تھے۔

سورۃ اخلاص اور یہ آیت ان کی رد میں نازل ہوئی۔ ای المستحق صیغہ جمع میں جو تعدد والہ کا وہم ہوتا ہے۔ اس کے لحاظ سے وحدت کی توجیہ یہ ہے۔ الہ واحد لفظ الہ خبر ہے اور واحد اس کی صفت اور الا هو مستثنیٰ موضع رفع میں لا الہ سے بدل واقع ہو رہا ہے اور الرحمن بدل ہے سو سے یا مبتداء محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر جلال محقق نے کی ہے۔

السموات جمع کا صیغہ اس کے تعدد کی طرف مشیر ہے۔ دوسری آیت میں تصریح ہے "خلق سبع سموات" بخلاف زمین کے وہ دیکھنے میں بظاہر ایک معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ ومن الارض مثلہن سے اس کا تعدد معلوم ہوتا ہے۔ بما ینفع ما موصولہ یا مصدر یہ ہے۔ اور بالما بستہ کے لئے ہے۔ وبث جلال محقق نے لفظ احیاء پر اس کے معطوف ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور عائد محذوف ہے۔ ای کہ جہم اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک معنی یہ کہ یحبون الاصنام کما یحبون اللہ جس کا حاصل شرک فی المحبت ہے اور دوسرے معنی یہ کہ یحبون الاصنام کحب المؤمنین اللہ. ولو تری جلال مفسر نے تبصر سے تفسیر کر کے عامر و نافع کی قرأت بالتاء کی طرف اشارہ کر دیا۔ اذ یرون دراصل اذ ماضی پر داخل ہوتا ہے اور اذ مضارع پر۔ یہاں مضارع پر داخل کر کے اشارہ اس طرف ہے کہ حق تعالیٰ کا فعل مستقبل ایسا ہی متعین اور محقق ہے۔ جیسا کہ ہماری ماضی لرایت یہ جواب لو ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کو خطاب خاص ہے اور یا ہر مخاطب کو خطاب عام ہے۔ ان کو لان کے معنی میں لے کر اس طرف اشارہ کرنا ہے یہ لرایت جواب محذوف کی دلیل ہے اور یعقوب کی قرأت میں ان بکسر ہے جملہ متانفہ یا باضمار قول۔

جمیعا حال ہے متعلق جار مجرور کی ضمیر سے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ان القوۃ کانه للہ جمیعا لما اتحدوا پہلی قرأت

تربی کی صورت میں لرأیت جواب کو ان القوه الخ پہلے مقدر مانا گیا ہے اور دوسری قرأت میں یربی کی صورت ان القوه کو پہلے اور لما اتخذوا جواب کو مؤخر مقدر مانا ہے۔ کیونکہ اول صورت میں جواب کی علت ہے۔ اس لئے جواب مقدم اور علت مؤخر ہونی چاہئے اور دوسری صورت میں ان القوه معمول یربی ہے گویا اس کا متمم ہے اس کی تکمیل کے بعد جواب لایا گیا ہے۔

اذ تبرء یہ اذ پہلے اذ یرون سے بدل ہو کر ظرف ہوگا۔ وراؤ میں قد کی تقدیر اشارہ حالت کے لئے ہے۔ الذین سے حال ہے اور ضمیر جمع۔ تابع اور متبوع دونوں کی طرف راجع ہے اور حال میں عامل لفظ تبرء ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے تبر وافی حال رویتہم۔ بہم اس میں بامعنی عن ہے۔ اور سمیت کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ ای انقطعت بسبب کفرہم اسباب النجاة اور ہاملا بستہ کے لئے بھی ہو سکتی ہے ای انقطعت الاسباب موصولہ بہم اور با تعدیہ کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ ای قطعت بہم الاسباب کرة، مصدر بمعنی رجعة اور فتبرء جواب لو ہے۔ تقدیر اس طرح لیت لنا کرة فتبرء منہم۔ کما میں ما مصدریہ اور کذالک قائم مقام مفعول مطلق کے ہے۔ یربہم سے اور کذالک کا مشار الیہ ارادہ ہے۔ حسرات اگر رویت بصریہ ہے تو یہ اس سے حال ہے اور رویت قلبیہ ہے تو یہ اس کا مفعول ثالث ہے بمعنی ندامت شدیدہ اور کمد جس کے معنی قلبی تکلیف کے ہیں۔

رابطہ:..... کچھلی آیات میں رسالت سے متعلق کتمان حق کا بیان تھا۔ دین میں دو ہی بنیادی اور مرکزی مسئلے ہیں۔ رسالت اور توحید اس لئے آئندہ آیات میں توحید پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ اس کا اثبات بالذلیل، مشرکین کی مذمت اور ان پر عقوبت کا بیان ہے۔

شان نزول:..... آیت والہکم الخ اور ان فی خلق السموات کے ذیل میں شان نزول کی طرف مفسر علام نے اشارہ کیا ہے۔ اور لباب النقول میں ہے کہ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور فریابی نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں تخریج کی ہے کہ جب والہکم الخ نازل ہوئی تو مشرکین کو بڑا تعجب ہوا کہ سارے زمین و آسمان میں صرف ایک رب کیسے ہو سکتا ہے اور اس پر دلیل کا مطالبہ کیا یہ آیات اس مطالبہ کا جواب ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... وجود باری کی دلیل عقلی:..... حاصل استدلال یہ ہوگا کہ آیت میں جن چیزوں کو ذکر کیا گیا ہے وہ تمام ممکن الوجود ہیں۔ بعض کا ممکن ہونا تو بدلتہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ پہلے موجود نہیں تھا بعد میں موجود ہوئیں یا ان میں تغیر اور رد و بدل ہوتا رہتا ہے اور بعض کا ممکن ہونا مرکب ہونے کی وجہ سے یا آپس میں ایک دوسرے کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے غرضیکہ یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ممکن اپنے وجود میں محتاج ہوتا ہے کسی مرجح کا۔ اب اگر اس کا مرجح بھی ممکن ہے تو اس مرجح کے لئے بھی دوسرے مرجح کی ضرورت ہوگی۔ وہلم جراً اس طرح تسلسل لازم آئے گا۔ اس لئے بچنے کے لئے کسی واجب پر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا اور اسی واجب کو شرعی زبان میں اللہ کہا جاتا ہے۔ دوسرے لوگ خواہ اللہ کا نام علت اول یا علت العلل رکھیں یا کچھ اور کہیں یہ دلیل تو وجود باری کی دینی۔

توحید باری کی دلیل عقلی:..... اب رہی اس کے ایک ہونے کی دلیل تو کہا جائے گا کہ اگر واجب الوجود ایک کے بجائے دو مانے جائیں تو ان میں سے کوئی ایک عاجز ہوگا یا دونوں کا قادر ہونا ضروری ہے۔ عاجز ہونا تو وجوب کے منافی ہے، اس لئے پہلی صورت میں تو محال ہے اب قادر ہونے کی دوسری صورت میں ان میں سے کوئی ایک مثلاً بارش برسانا چاہتا ہے تو کیا دوسرا خدا اس کے خلاف یعنی بارش نہ برسانے کا ارادہ کر سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں کر سکتا تو دوسرے خدا کا عاجز ہونا لازم آیا جو اس کی خدائی کے منافی ہے

اور اگر کر سکتا ہے تو اس پر اس کی مراد کا ترتب ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری نہیں تو مراد کا تخلف قادر مطلق کے ارادہ سے لازم آیا جو محال ہے اور اگر ضروری ہے تو دو مختلف مرادوں کا اجتماع لازم آیا یعنی بارش کا برسانا اور نہ برسانا اور یہ اجتماع ضدین ہونے کی وجہ سے محال ہے اور مستلزم محال خود محال ہوا کرتا ہے اس لئے تعدد واجب محال ہوا اور توحید باری واجب اور ثابت ہو گئی۔

اسلامی اصول عقلی ہیں فروع کا عقلی ہونا ضروری نہیں ہے:..... اسلام کے دونوں اصول توحید و رسالت عقلی ہیں آیت ان فی ذلک لآیت لقوم یعقلون اس طرح مشیر بھی ہے۔ البتہ احکام فروعی کا عقلی ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے تو کسی عقلی دلیل کے خلاف نہ ہونا ہی کافی ہے اس لئے ہر ہر جزئی کا اثبات عقلی دلیل سے بالکل غیر ضروری ہے۔

آسمانوں کے وجود کا سائنسی انکار:..... آسمان کا وجود ثابت ہے اگر کوئی دعویٰ نفی کرے تو کہا جائے گا کہ ہاتھ آبرو ہانکے ان کنتم صدقین البتہ یہ ممکن ہے کہ طلوع و غروب کے نظام میں آسمانوں کو دخل نہ ہو لیکن اس سے وجود کی نفی لازم نہیں آتی۔

اللہ کی محبت کے ساتھ دوسروں کی محبت:..... یحبونہم کحب اللہ الخ گویا شرک فی المحبت بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ میں غیر اللہ کی مطلق محبت کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اللہ کی محبت کے مقابلہ میں غالب نہ ہو اور غور کے لئے مصیبت کے وقت کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ ایسے وقت جب اللہ کی طرف رجوع ہو جاتے ہو اور کسی قدر طبیعت ٹھکانے اور راہ راست پر آنے لگتی ہے اگر صحیح نظر سے کام لو تو ہمیشہ کے لئے راہ حق کھل سکتی ہے اور توحید پر ثبات نصیب ہو سکتا ہے۔ آخرت میں عذاب کی شدت کئی طرح ہوگی اول تو جہنم کا عذاب فی نفسہ شدید ہونا، دوسرے جن لوگوں کے سہارے کی آس تھی ان کا جواب ملنا، تیسرے انتقام سے عاجز ہونا اور محض گھٹ کر رہ جانا اور پھر ان سب پر حسرت کا روحانی عذاب مصیبت بالائے مصیبت سے کم نہیں۔

وما ہم بخارجین۔ دراصل ما انا قلت کے باب سے مفید حصر ہے جس سے گنہگار مؤمنین کا جہنم سے خارج ہو کر نجات پانا معلوم ہوتا ہے۔ خلافاً للمعتزلة آیت یرہم اللہ اعمالہم حسرات سے کفار کا مکلف باعمال فرعیہ ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن حنفیہ کی طرف سے تو یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ مراد اعمال سے خاص اعمال شرکیہ و کفریہ ہیں۔

وَنَزَلَ فِيمَنُ حَرَّمَ السَّوَابِ وَنَحْوَهَا يَأْيُهَا النَّاسُ كُلُّوَا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا حَالًا طَيِّبًا صِفَةً مُؤَكَّدَةٌ
أَوْ مُسْتَلِدًّا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ طُرُقِ الشَّيْطَانِ ط أَي تَزِينُهُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۶۸﴾ بَيْنُ الْعَدَاوَةِ إِنَّمَا
يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوَاءِ الْإِثْمِ وَالْفَحْشَاءِ الْقَبِيحِ شَرْعًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۶۹﴾ مِنْ تَحْرِيمِ
مَا لَمْ يُحَرِّمْ وَغَيْرِهِ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَي الْكُفَّارِ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ التَّوْحِيدِ وَتَحْلِيلِ الطَّيِّبَاتِ قَالُوا لَا
بَلْ نَتَّبِعُ مَا آفَأْنَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ط مِنْ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ وَتَحْرِيمِ السَّوَابِ وَالْبَحَائِرِ قَالَ تَعَالَى
أَتَتَّبِعُونَهُمْ أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الدِّينِ وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۱۷۰﴾ إِلَى الْحَقِّ وَالْهَمْزَةُ
لِلْإِنكَارِ وَمَثَلُ صِفَةِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَنْ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِصُوتٍ بِمَا

لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ط أَي صَوْتًا لَا يَفْهَمُ مَعْنَاهُ أَي هُمْ فِي سِمَاعِ الْمَوْعِظَةِ وَعَدَمِ تَدَبُّرِهَا كَالْبَهَائِمِ
تَسْمَعُ صَوْتًا رَاعِيَهَا وَلَا تَفْهَمُهُ هُمْ صُمُّ بِكُمْ عُمِّي فَهَمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۷۱﴾ الْمَوْعِظَةُ

ترجمہ:..... (جو لوگ سائبہ وغیرہ جانوروں کو حرام سمجھتے تھے ان کے متعلق آیت نازل ہوئی) اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں موجود ہیں۔ حلال (یہ لفظ حال ہے) پاک چیزیں (طیباً صفت مؤکدہ ہے یا محض لذت کے لئے ہے) اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو (خطوات بمعنی طرق اور شیطان سے مراد اس کی تزئین کے طریقے ہیں) فی الواقع شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے (ظاہر العداوت ہے) وہ ان ہی باتوں کی تعلیم کرتا ہے جو بری (گناہ کی) اور گندگی (شرعاً بری) ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جس کی تم سند نہیں رکھتے (حلال و حرام کرنا وغیرہ) اور جب کوئی ان سے (کفار سے) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے اس پر چلو (یعنی توحید اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنا) تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس طریقہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ (الفینا بمعنی وجدنا یعنی بت پرستی اور سائبہ اور بخیرہ جانوروں کو حرام کرنا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) کیا (یہ ان کا اتباع کرتے ہیں) اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ سمجھ نہ رکھتے ہوں (دین کے معاملہ کی) اور نہ ہدایت یافتہ ہوں (حق کی طرف۔ اس میں ہمزہ استفہام انکاری ہے) اور کیفیت (حالت) کافروں کی (اور جو لوگ ان کو ہدایت کی طرف بلا تے ہیں) اس کیفیت کی مانند ہے کہ ایک شخص چلا رہا ہے (آواز دے رہا ہے) اس (جانور) کے پیچھے جو بجز پکارنے اور بلانے سے کوئی بات نہیں سنتا (یعنی ایسی آواز جس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں۔ یعنی یہ کافر وعظ سننے اور نہ سمجھنے میں چوپاؤں کی طرح ہیں کہ چرواہے کی صرف آواز سنتے رہتے ہیں مگر سمجھتے کچھ نہیں یہ کفار) بالکل بہرے، گونگے، اندھے ہیں چنانچہ بالکل نہیں سمجھتے (نصیحت کو۔)

تحقیق و ترکیب:..... السوائب جمع سائبة کی۔ وہ اونٹنی جو زمانہ جاہلیت میں بت کے نامزد کردی جاتی تھی۔ اس کے دودھ اور گوشت کے استعمال کو حرام سمجھتے تھے۔ بحائر جمع بحیرة جس کا صرف دودھ بتوں کے نام پر نامزد اور ممنوع کر دیا جائے۔ بحر کے معنی کان شق کرنے کے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہی ہے کہ ایسے جانور کو بطور علامت کان شق کر دیا کرتے تھے۔ بنو ثقیف، بنو عامر، خزاعہ، بنو مدیج قبیلوں کے لوگ ایسا کرتے تھے۔ اس قسم کے جانوروں کی تحقیق و تفصیل سورۃ مائدہ میں آئے گی۔

ایہا الناس سے اہل مکہ کو خطاب کرنا سورۃ کے مدنی ہونے کے منافی نہیں ہے یا اہل مکہ اس لفظ سے مراد ہونا کلی قاعدہ نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اکثری قاعدہ ہو۔ حلال حال ہے یا مفعول بہ ہے اور مما فی الارض حال ہو جائے گا۔ حلالاً سے نکرہ ہونے کی وجہ سے مقدم کر لیا گیا ہو۔ طیباً اگر شرعی پاکیزگی مراد ہو تو حلال کی صفت مؤکدہ ہے تو صیح کرنی مقصود ہے اور اگر لوگوں کا مرغوب ہونا مراد لیا جائے تو صفت مفیدہ یا حال ہو جائے گی۔ تزیینہ یعنی عبارت بتقدیر المضاف ہے۔ ای طرق تزیینہ اور تزئین سے مراد وساوس شیطانی ہیں۔ بین ابان لازم سے مشتق ہے۔ متعدی میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ خطوات جمع خطوة، قدم اور مابین القدمین فاصلہ دونوں معنی آتے ہیں۔ پھر مطلقاً اقتداء کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

السوء والفحشاء اول منکر عقلی اور دوسرا منکر شرعی۔ اسی اختلاف و صفین کی وجہ سے عطف کیا گیا ہے اور امر سے مراد یہاں تزئین شیطانی ہے اولو کان ہمزہ کے بعد بتبعون کی تقدیر فعل سے اشارہ ہے۔ لو کھان کے مفعول سے حال ہونے کی طرف۔ ای ایتبعونہم فی حال فرضہم غیر عاقلین ولا مہتدین ہمزہ انکاری رد اور تعجب کے لئے ہے۔

اولو میں واو وصلیہ ہے۔ مثل چونکہ الذی ینعق کے ساتھ کفار کی تمثیل درست نہیں۔ اس لئے جلال مفسر نے تقدیر معطوف علی

المشبه کی ہے اور مشبہ یا مشبہ بہ کی تقدیر کی جانب مضاف بھی کر سکتے ہیں۔ اسی مثل داعی الذین کفروا کمثل الذین ینعقوا کفراً یا مثل الذین کفروا کمثل الذین ینعقوا کفراً سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ مفسر علامہ نے مشبہ فیہ کے محذوف ہونے کی طرف الی الہدیٰ سے اشارہ کیا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ ومثل من یدعوا الذین کفروا الی الہدیٰ کمثل الذین ینعقوا کفراً اس تشبیہ میں داعی یعنی داعی الی الہدیٰ سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور یہ کفار مثل بہائم اور غنم کے ہوئے۔

رابطہ..... گذشتہ آیات میں مشرکین کے عقیدہ شریک کا ابطال کیا تھا۔ ان آیات میں ان کے بعض اعمال شریک کی تردید کرنی ہے۔

شان نزول:..... بقول علامہ آلوسی، ابن جریر و ابن عباس کی رائے کے مطابق یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں ہے جو بحیرہ، سائب، وصیلہ، حام وغیرہ خاص قسم کے جانوروں کو اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ یعنی تحریم حلال جو شارع کا حق ہے اس کے مرتکب تھے اس پر آیت ایہا الناس الخ نازل ہوئی۔

قاضی بیضاوی کی رائے ہے کہ آیت واذا قیل الخ ان مشرکین کے باب میں نازل ہوئی جن کو آپ نے قرآن کریم وغیرہ آسمانی کتابوں کی طرف دعوت عمل دی تھی تو انہوں نے تقلید آباء کا عذر کیا اور لباب النقول میں ابن ابی حاتم نے سعید یا عکرمہ کے طریق پر حضرت ابن عباس سے تخریج کی ہے کہ آپ نے یہود کو اسلام کی طرف دعوت پیش کی تو رافع بن حرمہ اور مالک بن عوف نے کہا بل ننبع ما وجدنا علیہ آباءنا کیونکہ وہ ہم سے زیادہ بہتر اور واقف کار تھے۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔ پہلی روایت نظم قرآنی کے زیادہ قریب اور دوسری روایت زیادہ قوی ہے اور ممکن ہے آیت دونوں فریق کو شامل ہو کیونکہ الفاظ عام ہیں اور مرض بھی عام ہے۔

﴿تشریح﴾:..... خاص جانوروں کی حرمت و حلت:..... اس آیت میں مذکورہ جانوروں کو خاص طریقہ

پر حرام کرنے کی ممانعت ہے یعنی ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے حرمت ہو جائے یا اس تحریم کی وجہ سے بتوں کی تعظیم ہوتی ہو اور پھر اس عمل کو باعث برکت و تقرب سمجھتے ہوں اور اس سے نفع اٹھانے کو بے ادبی سمجھتے ہوں۔ اسی طرح تحریم کو دائمی اور ناقابل رفع سمجھتے ہوں حالانکہ یہ سب باتیں غلط اور ممنوع اور بے اصل ہیں۔ اس لئے نہ تمہیں ایسا فعل کرنا چاہئے کہ کسی جانور کو غیر اللہ پابت کے نامزد کرو بلکہ اس کو اپنے حال پر رکھ کر کھاؤ پیو اور اس کو حرام نہ سمجھو بلکہ حلال اور مشروع سمجھتے رہو اور اگر لاعلمی یا جہالت سے ایسی غلطی ہو جائے تو ایمان و توبہ سے اس کی اصلاح کر لو یعنی یہ سمجھو کہ یہ جانور ہمارے لئے حرام نہیں رہا، بلکہ حلال ہو گیا ہے۔ سانڈ، بکرے، مرغے کا کسی بت یا پیر فقیر غیر اللہ کے نامزد کرنے کی حرمت کا بیان آگے آتا ہے۔

تقلید کفار اور تقلید فتہی کا فرق:..... بعض لوگ نادانیت سے آیت واذا قیل الخ کو تقلید کی مذمت اور عدم تقلید کی

تائید میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اگر غور کیا جائے تو اس سے تو اور تقلید مجتہدین کی تائید اور تقویت نکل رہی ہے کیونکہ تقلید دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تقلید صحیح کہ جس شخص کی تقلید کی جائے اس کا قول مستند ہو دلیل شرعی کی طرف۔ وہ دلیل شرعی خواہ نص یعنی کتاب اللہ یا حدیث ہو، جس کو یہاں لفظ ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے اور یا قیاسی شرعی ہو جس میں علت حکم قرآن و حدیث مستنبط ہوئی ہے کہ جس کو یہاں عقل سے تعبیر فرمایا گیا ہے پس ایسا شخص شرعاً قابل اتباع اور لائق تقلید ہوتا ہے جب تک اس کے قول کا دلیل صحیح اور صریح سے معارض ہونا معمول نہ ہو جائے آیت میں اس کی نفی نہیں ہے۔ دوسری صورت تقلید غیر صحیح کی ہوتی ہے جو اس کے برخلاف ہو۔ یعنی جو شخص یا طریقہ ان دونوں باتوں سے عاری ہو کہ نہ اس کی بات کی سند قرآن و حدیث ہو اور نہ قیاس کی تائید اس کو حاصل ہو پھر تقلید بھی ایسی بات میں نہ ہو کہ

جس کے متعلق شرع خاموش ہو بلکہ شریعت میں اس کے برخلاف دلیل موجود ہوتے ہوئے بھی اس کی تقلید کی جائے یہ تقلید جامد اور کورانہ تقلید کہلائے گی جو شیوۂ کفار تھی جس کی تغلیط اس آیت میں کی گئی ہے اس کو تقلید فقہی سے قطعاً مس نہیں ہے۔

اعتدال، اتباع مشائخ اور اکات روحانیہ: کُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فِي غُلُوْفِي الْمَجَاهِدَةِ سَنَجْنِي أَوْرَاعْتِدَالٍ پَر رَهْنِي كِي تَعْلِيمِ أَوْرِ آيْتِ اُولُو كَانِ فِي دِلَالَتِ هِي بِلَاتِرْدِ اِتْبَاعِ مَشَائِخِ كِي۔ آيْتِ ضَمَّ بِنُكْمِ فِي مَدْرَكَاتِ رُوحَانِي كَا اَثْبَاتِ هُو رِهَا هِي۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ حَلَالَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ عَلَىٰ مَا أُحِلَّ لَكُمْ إِن كُنتُمْ
إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۱۷۲﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ أَىٰ أَكَلَهَا إِذَا الْكَلَامُ فِيهِ وَكَذَا مَا بَعْدَهَا وَهِيَ مَا لَمْ تُذَكَّ
شَرْعًا وَالْحَقُّ بِهَا بِالسَّنَةِ مَا بَيْنَ مِنْ حَيٍّ وَخُصَّ مِنْهَا السَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَالِدَّمُ أَى الْمَسْفُوحُ كَمَا فِي
الْأَنْعَامِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ خُصَّ اللَّحْمُ لِأَنَّهُ مُعْظَمُ الْمَقْضُودِ وَغَيْرُهُ تَبِعَ لَهُ وَمَا هَلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ أَى ذُبِحَ
عَلَىٰ إِسْمِ غَيْرِهِ تَعَالَىٰ وَالْإِهْلَالُ رَفْعُ الصَّوْتِ وَكَانُوا يَرْفَعُونَهُ عِنْدَ الذَّبْحِ لِإِلَهَتِهِمْ فَمَنْ اضْطُرَّ أَى الْحَاطَةُ
الضَّرُورَةُ إِلَىٰ أَكْلِ شَيْءٍ مِّمَّا ذُكِرَ فَآكَلَهُ غَيْرَ بَاغٍ خَارِجٍ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَلَا عِبَادٍ مُتَعَدِّ عَلَيْهِمْ بِقَطْعِ
الطَّرِيقِ فَلَا تَأْتِمُّ عَلَيْهِ ط فِي أَكَلِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۷۳﴾ بِأَهْلِ طَاعَتِهِ حَيْثُ وَسَّعَ لَهُمْ فِي
ذَلِكَ وَخَرَجَ الْبَاغِيُّ وَالْعَادِيُّ وَيَلْحَقُ بِهِمَا كُلُّ عَاصٍ بِسَفَرِهِ كَالْأَبْقِ وَالْمَكَّاسِ فَلَا يَحِلُّ لَهُمْ أَكْلُ شَيْءٍ
مِّنْ ذَلِكَ مَا لَمْ يَتُوبُوا وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ -

ترجمہ: اے اہل ایمان! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو حلال (پاک) چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں اور اللہ میاں کا شکر ادا کرو (ان کو تمہارے لئے حلال فرمادیا ہے) اگر تم خاص ان کی ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام فرمایا ہے مردار کو (یعنی اس کا کھانا حرام فرمایا ہے کیونکہ گفتگو کھانے ہی میں ہو رہی ہے۔ علیٰ ہذا بعد والے الفاظ مہیتہ، شرتا غیر مذ بود جانور کو کہتے ہیں اور جس زندہ جانور کا کچھ حصہ الگ کاٹ لیا جائے۔ حدیث کی رو سے وہ کٹا ہوا حصہ بھی میتہ کے حکم میں ہے اور حکم میتہ سے مچھلی اور ٹڈی کو خاص کر لیا گیا ہے) اور خون (جو بہتا ہوا ہو جیسا کہ سورۃ انعام میں ہے) اور خنزیر کا گوشت (خنزیر میں گوشت کی تخصیص اس لئے ہے کہ بڑا مقصد اس میں گوشت کا ہی ہوتا ہے۔ دوسری سب چیزیں اس کے تابع ہوتی ہیں) اور جو جانور غیر اللہ کے نامزد ہوں (یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے جائیں۔ اہلال کہتے ہیں آواز بلند کرنے کو۔ یہ لوگ ذبح کے وقت بلند آواز سے ان کا نام چپا کرتے تھے) پھر بھی جو شخص بے تاب ہو جائے (یعنی ضرورت مجبور کرے ان چیزوں کو کھانے کے لئے اور وہ کھالے) بشرطیکہ نہ تو باغی ہو (مسلمانوں کے خلاف بغاوت پھیلانے والا) اور نہ ظالم ہو (لوٹ مار سے ان پر تعدی کرنے والا) تو ایسے شخص پر کوئی گناہ نہیں ہے (اس کے کھانے میں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (اپنے دوستوں کی) مغفرت فرمانے والے (اور فرمانبرداروں) پر رحم فرمانے والے ہیں (کہ ان کو ایسے وقت وسعت دیدی ہے اور باغی اور ظالم اس حکم سے خارج ہو گئے ہیں اور ہر وہ شخص جس کا مقصد سفر معصیت اور نافرمانی ہو جیسے بھاگا ہو غلام یا زبردستی ٹیکس وصول کرنے والا وہ بھی اس حکم میں ان دونوں کو ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ ان کیلئے مذکورہ چیزوں کا کھانا جائز

نہیں ہے تا وقتیکہ تو بہ نہ کر لیں۔ امام شافعی کا مذہب یہی ہے)

تحقیق و ترکیب:..... یا ایہا الذین امنوا میں خطاب اہل مدینہ کو ہوگا اور یا ایہا الناس سے خطاب اہل مکہ کو ہوگا اللہ کی تعلیمی عادت کی وجہ سے۔ انما حرم یہ حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے۔ ان کے عقیدہ تحریم سائب، بحیرہ، وصیلہ، حام کی نفی کرنا ہے کہ یہ مذکورہ چیزیں حرام نہیں ہیں بلکہ ہم جن کو بتلا رہے ہیں وہ حرام ہیں اکلہا چونکہ حلت یا حرمت کا تعلق اعیان اور ذوات سے نہیں ہوتا۔ اس لئے جلال محقق کو اکل مقدر ماننا پڑا۔ بالسنة ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر سے مرفوعاً تخریج کی ہے اُحَلَّتْ لَنَا مَيْتَانِ السَّمَكِ وَالْجِرَادُ وَذِمَانُ الْكَبْدِ وَالطَّحَالُ یہ حدیث مشہور ہے جس سے زیادتی علی الکتاب جائز ہے۔ بخلاف دوسری روایت زکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امہ کے وہ خبر واحد ہے وما اهل به لغير الله یعنی ما ذبح یہ مجاہد، سخاک، قتادہ کا قول ہے اور ربیع بن انس اور ابن زید عام معنی مراد لیتے ہیں۔ یعنی ما ذکر علیہ اسم غیر اللہ اور یہی معنی الفاظ کے زیادہ اوفق ہیں الاہلال آواز بلند کرنا بلال بمعنی چاند بھی اس لئے ہے کہ اس کے نکلنے پر آوازیں بلند کی جاتی ہیں اس کے دیکھنے دکھانے کے لئے۔

استہل المولود پیدائش کے وقت بچہ کا آواز کرنا۔ تسمیۃ الشیء باسم صاحبہ ہے۔ فاكلہ اشارہ ہے کہ جملہ اضطراک معطوف محذوف ہے۔ غیر باغ اس کی جو تفسیر جلال المنفسر نے کی ہے سعید بن منصور نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر اسی طرح تخریج کی ہے۔ امام احمد کا قول بھی اس بارہ میں وہی ہے جو امام شافعی کا مذہب ہے۔ لیکن امام اعظم اور جمہور کی رائے میں ان احکام کی رخصت کی تخصیص کسی کے ساتھ نہیں ہے اور وہ ان دونوں لفظوں کی تفسیر اور طرح کرتے ہیں۔ اگر یہ مختصہ کسی کا دائمی ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کو ان چیزوں کے ہی کھانے کی رخصت ہے۔ بلکہ پیٹ بھر کر کھانے کی بھی جمہور کے نزدیک اجازت ہے، البتہ اگر مختصہ دائمی نہ ہو تو امام مالک کے نزدیک پیٹ بھرائی اور توشہ رکھنا دونوں جائز ہیں اور دوسرے حضرات کے اس بارہ میں دو قول ہیں۔ نیز مینتہ اور ما اهل به لغير الله کو ایسی صورت میں خنزیر کے گوشت سے مقدم سمجھا جائے گا یعنی اگر دونوں کسی کے پاس ہوں تو کھانے کی اجازت نہیں اول کو آخر پر ترجیح دی جائے گی۔

رابط:..... پہلی آیات میں حلال چیزوں کے متعلق کفار کی غلطی کا اظہار تھا اور ان کی اصلاح مقصود تھی۔ ان آیات میں مسلمانوں کو اس باب میں ان کی پیروی کرنے سے روکا جا رہا ہے اور ان پر انعام کا اظہار اور اس پر پھر شکر کا مطالبہ ان سے کیا جا رہا ہے۔

شان نزول:..... شان نزول تقریباً وہی ہے جو گذشتہ آیات میں گزر چکا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... حلال و طیب کس کو کہتے ہیں؟..... طیبات سے مراد یہاں مطلقاً حلال چیزیں ہیں اور بعض نے اس کی تفسیر خاص بحیرہ سائبہ وغیرہ جانوروں سے کی ہے یعنی یہ مذکورہ چیزیں حرام نہیں ہیں جن کو تم نے حرام کر رکھا ہے۔ بلکہ میتہ وغیرہ چیزیں حرام ہیں اور بعض نے طیبات سے مراد صرف اونٹ کا گوشت لیا ہے۔ یعنی عبد اللہ بن سلام وغیرہ، بعض اصحاب جو اس سے پرہیز کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ یہود کا بحیرہ وغیرہ جانوروں سے پرہیز کرنا صحیح نہیں تھا اور بعض نے حلال کے معنی یہ لئے ہیں کہ مفتی جس کو جائز قرار دے دیں اور طیب وہ جس کی شہادت دل دیدے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے ذُعْ مَا يَسْرِيكَ الٰہی مَا لَا يُسْرِئُ اور بعض نے حلال و طیب کا مصداق ایسی چیز کو کہا ہے جو دنیا میں بلا مشقت حاصل ہو جائے اور آخرت میں موجب عذاب نہ ہو۔ اس آیت میں چونکہ رزق حلال کھانے کا حکم اس سے معلوم ہوا کہ حلال اور حرام دونوں رزق ہوتے ہیں اول مامورد و سرامنوع خلافاً

تمام چیزیں اصل میں حلال ہیں:..... اس مضمون کی آیات تین عنوان کے ساتھ مذکور ہیں (۱) یَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مَحَلَّالًا (۲) یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن الطَّيِّبَاتِ مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَرُوا بَعْدَ ظَهْرِكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ رَجِمْتُم مِّن دُونِهَا وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ طُغْيَانَكُمْ لَخَلَّتِ الْأَرْضُ حَرَجًا لِّلَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ هَٰؤُلَاءِ سَوَاءُ لَّهُمْ أَلَمٌ أَلِيمٌ (۳) یَا أَيُّهَا الرَّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَرُوا بَعْدَ ظَهْرِكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ رَجِمْتُم مِّن دُونِهَا وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ طُغْيَانَكُمْ لَخَلَّتِ الْأَرْضُ حَرَجًا لِّلَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ هَٰؤُلَاءِ سَوَاءُ لَّهُمْ أَلَمٌ أَلِيمٌ

میں حلت اصل ہے جب تک کوئی دلیل حرمت نہ ہو اور چونکہ اس آیت میں بعض محرمات کو بیان کیا گیا ہے اور بعض محرمات اور دوسری آیت اور کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ اس لئے کہا جائے گا کہ آیت میں حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے میتہ سے مراد وہ جانور جس کا ذبح ضروری ہو اور بغیر ذبح کے وہ ہلاک ہو جائے یا زندہ جانور کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے یا جس جانور کا ذبح ضرور نہ ہو خواہ وہ ہڈی یا مچھلی ہو کہ بہر صورت حلال ہے۔

ذبح اضطراری:..... یا ہرن وغیرہ وحشی جانور ہو کہ جس کا ذبح اختیاری نہ ہو تو ذبح اضطراری کافی ہوگا یعنی دور ہی سے بسم اللہ کہہ کر تیر یا کوئی دوسرا تیز ہتھیار مار دیا جائے جس سے جانور زخمی ہو جائے تو اس ذبح اضطراری سے بھی جانور حلال ہو جائے گا۔ البتہ بندوق کی گولی سے محض جانور حلال نہیں ہوگا تا وقتیکہ باقاعدہ اس کو ذبح نہ کیا جائے اور میتہ کا صرف گوشت کھانا حرام ہوگا البتہ اس کے چمڑے کو باغٹ کے بعد استعمال کرنا جائز ہے بخلاف امام مالک کے۔ اسی طرح اس کے بال، ہڈی، پٹھے، کھروں سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔ حرمت کی اضافت یہاں اعیان کی طرف مجازی ہے۔ امام شافعی اس میں اختلاف فرماتے ہیں۔ دم سے مراد بہنے والا خون ہے۔ او دم مسفو حاً دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔ البتہ حدیث احلت الخ کی وجہ سے دو فرد میتہ کے اور دو فرد خون کے جو نہ بہنے والا ہو مستثنیٰ ہیں۔ خنزیر پورا نجس العین ہے اس لئے اس کے تمام اجزاء گوشت، پوست، ہڈی، بال، کھال سب حرام اور نجس ہیں مگر باوجود اس کے گوشت کی تخصیص احترازی نہیں ہے بلکہ معظم منافع کی وجہ سے ان کی تخصیص کی گئی ہے البتہ اس کے بالوں سے موزوں اور جوتوں کے سینے کی اجازت فقہاء نے بضرورت دی ہے۔

ما اہل بہ لغیر اللہ جو جانور غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا جائے یا بکرا، مرغ، بچھڑا، سانڈ کسی شہید، پیر، فقیر کے مزار پر یا دیوی دیوتا کے نامزد کر دیا جائے تاکہ یہ بزرگ خوش ہو کر مراد پوری کر دیں۔ حاجت بر آری کر دیں جیسا کہ جاہل نذر و نیاز میں ایسی باتیں کرتے ہیں۔ تو ایسے جانور اگرچہ اللہ کا نام لے کر ذبح بھی کئے جائیں تب حرام ہی رہتے ہیں اور یہ بھی ما اہل میں سمجھے جائیں گے البتہ اس طرح نامزد کرنے کے بعد اگر کسی نے بعد میں توبہ کر لی تو وہ جانور پھر حلال ہو جاتے ہیں۔

غیر اللہ کے نامزد جانوروں کی حرمت:..... بعض لوگ سانڈ وغیرہ کو ما اہل میں داخل نہیں سمجھتے بلکہ پچھلی آیت کَلُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مَحَلَّالًا میں داخل کرتے ہیں اور اسکے استعمال کی اجازت دیتے ہیں یا آیت سابقہ کے شان نزول پر خیال کر کے جب سانڈ کی تحریم کی ممانعت کئی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ حلال ہونا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ جلال محقق اور دوسرے تمام مفسرین نے ما اہل کی تفسیر خاص ما ذبح کے ساتھ کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف مذبوہ علی اسم غیر اللہ جانور مراد ہے ما ذکر علی اسم غیر اللہ جانور اس ذیل میں نہیں آتا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ اول آیت میں تحریم کا مطلب یہ تھا کہ ایسا فعل کرنا مثلاً سانڈ وغیرہ چھوڑنا جس سے حرمت پیدا ہو جائے صحیح نہیں ہے کیونکہ اول آیت میں تحریم کا مطلب یہ تھا کہ ایسا فعل کر لیا تو خود وہ سانڈ حرام ہو جائے گا۔ نیز کفار کی تحریم تعظیم تھی جس کی ممانعت کی گئی تھی اور یہ حرمت نجاست ہے۔ نیز کفار اس حرمت کو دائمی سمجھتے تھے اور یہ تحریم توبہ سے اٹھ جاتی ہے یعنی توبہ سے پہلے سانڈ وغیرہ حرام تھا اور بعد توبہ حلال ہو جاتا ہے۔ یہ تو پہلی بات کا جواب ہو اور دوسرے استدلال کا جواب یہ ہے کہ ما اہل کے دو فرد ہیں ایک مذبوہ علی اسم غیر اللہ کہ جاہلیت میں اس کا زیادہ رواج تھا۔ عام مفسرین نے اسی لئے اس کو

ذکر کر دیا۔ دوسرا فرد مذکور التسمیہ ہے مطلق اہلال دونوں فردوں کو شامل ہے۔ بلکہ لغت مذکور التسمیہ کے حق میں زیادہ صریح ہے۔

آیت مائدہ سے تائید:..... نیز سورۃ مائدہ کی آیت ما اهل کے بعد ما ذبح علی النصب کی تصریح خود بتلا رہی ہے کہ ما اهل سے مراد ما ذبح نہیں ہے ورنہ تکرار ہو جائے گا بلکہ ایک فرد ما ذبح کو علیحدہ بیان کر دیا گیا ہے۔ اب رہ گیا دوسرا فرد مذکور التسمیہ ما اهل سے مراد صرف یہی فرد ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ مفسرین کے ایک فرد ذکر کرنے سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ زیادہ سے زیادہ ایک فرد کی تخصیص اور دوسرے فرد سے سکوت لازم آتا ہے لیکن مندرجہ بالا وجوہ و دلائل سے یہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں چہ جائیکہ ذکر عدم کو مستلزم ہو۔

تفسیر احمدی کا جواب:..... تفسیرات احمدی کے عبارت اس لئے مفید احتجاج نہیں ہے کہ خود ان کے منہیہ کی تصریح کے مطابق صرف ایصال ثواب کی غرض سے وہ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن بغیر ایصال ثواب کے وہ بھی حلال نہیں سمجھتے۔ اب دیکھنا عوام کے فعل کو ہے اس سے باسانی اس اگر مگر کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی اس جانور کو ان سے دو گنی قیمت پر لینا چاہے کہ اس جانور کی بجائے دو گنی رقم کا ایصال ثواب کر دیا جائے تو غالباً وہ اس تبادلہ کو باعث ناراضگی بلکہ باعث تباہی سمجھتے ہوئے اس پر آمادہ نہ ہوں گے۔ اس سے فساد نیت و عقیدہ معلوم ہو گیا۔ اس لئے بقول ملا جیون بھی یہ جانور، حدود جواز سے خارج ہی رہے۔ چنانچہ رد مختار وغیرہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ اگر کسی حاکم کے آنے پر بطور بھینٹ کوئی جانور ذبح کیا جائے اگرچہ اس پر اللہ کا نام لے کر ہی ذبح کیا گیا ہو تب بھی وہ ما اهل میں داخل ہو کر حرام ہو جائے گا۔

اضطراری حالت اور شرعی رخصت:..... یہ بیان تو محرّمات اختیار یہ کا تھا۔ اب رہی اضطراری حالت کہ انسان بلاکت کے قریب پہنچ جائے جس کی حد بعض کے نزدیک تین روز ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ حلال کھانا پانی نہ ملنے سے اگر بلاکت متیقن ہو جائے تو بلا تاحدید ان حرام چیزوں کے برتنے کی اجازت و رخصت ہو جائے گی۔ غیر باغ و لا عادی کی تفسیر میں اختلاف رائے نقل کیا جا چکا ہے۔ البتہ اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ رخصت کی چار قسموں میں سے یہ کس قسم میں داخل ہے۔ امام شافعی کا قول اور امام ابو یوسف کی روایت یہ ہے کہ حالت اکراہ کی طرح اس میں بھی رخصت حقیقیہ ہے۔ یعنی حرمت باقی رہتے ہوئے کھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی صبر کر لے اور جان دیدے تو گنہگار نہیں ہوگا بلکہ مَاتَ شَهِيدًا کا مصداق ہوگا اور انَّ اللہَ غَفُورٌ رَحِيمٌ بھی اسی طرف مشیر ہے۔ کیونکہ مغفرت حرمت پر دلالت کرتی ہے اور اکثر علمائے حنفیہ اس کو رخصت مجازیہ کی دوسری قسم میں داخل کرتے ہیں یعنی رخصت کے بعد اس میں حرمت بالکل نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اس رخصت سے فائدہ اٹھائے بغیر جان دیدے تو مَاتَ اِثْمًا کا مصداق ہوگا۔ جیسا کہ آیت وقد فصل لكم ما حرم عليكم الا ما اضطررتم سے یہ سمجھ میں آتا ہے۔ رہا انَّ اللہَ غَفُورٌ رَحِيمٌ تو ممکن ہے کہ اپنے اہتمام سے اضطرار تجویز کرنے میں اس سے غلطی ہو گئی ہو یا کھانے کی مقدار میں جو بقدر ضرورت اور سد رفق ہونی چاہئے غلطی ہو گئی ہو یا کھانے میں التذاز ہو گیا ہو۔ ان وجوہ سے مضطر کو اطمینان دلایا گیا اور تسلی دی گئی ہے کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ فی الجملہ یہ کوتاہیاں ہم معاف کر دیں گے۔

لذا نذبا عث شکر ہوں تو نعمت ہیں:..... آیت کلاوا من طيبات الخ سے معلوم ہوا کہ مستلذات اور طيبات اگر حق تعالیٰ کی محبت اور شکر گزاری کے باعث ہو جائیں تو یقیناً مستحسن ہو جائیں گی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ الْمُسْتَمِلِ عَلَى نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ
 الْيَهُودُ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ مِنَ الدُّنْيَا يَأْخُذُونَ بِدَلَّةٍ مِنْ سَفَلَتِهِمْ فَلَا يُظْهِرُونَ خَوْفَ قُوَّتِهِ عَلَيْهِمْ
 أُولَئِكَ مَأْيَا كُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ لِأَنَّهَا مَالُهُمْ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ غَضَبًا عَلَيْهِمْ
 وَلَا يَزَكِيهِمْ يُطَهِّرُهُمْ مِنْ دَنَسِ الذُّنُوبِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾ مَوْلَاهُمْ هُوَ النَّارُ أُولَئِكَ الَّذِينَ
 اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى أَخَذُوا بِدَلَّةٍ فِي الدُّنْيَا وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ ۗ الْمُعَدَّةَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ لَوْ لَمْ
 يَكْتُمُوا فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ أَي مَا أَشَدَّ صَبْرَهُمْ وَهُوَ تَعْجِيبٌ لِلْمُؤْمِنِينَ مِنْ ارْتِكَابِهِمْ
 مُوجِبَاتِهَا مِنْ غَيْرِ مُبَالَاةٍ وَإِلَّا فَأَيُّ صَبْرٍ لَهُمْ ذَلِكَ الَّذِي ذُكِرَ مِنْ أَكْلِهِمُ النَّارَ وَمَتَابَعَدَهُ بَانَ بِسَبَبِ أَنَّ
 اللَّهُ نَزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ مُتَعَلِّقٌ بِنَزْلِ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ حَيْثُ آمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ بِكُتْمِهِ وَإِنَّ
 الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ بِذَلِكَ وَهُمْ الْيَهُودُ وَقِيلَ الْمُسْتَمِلُ كَوْنٌ فِي الْقُرْآنِ حَيْثُ قَالَ بَعْضُهُمْ شِعْرٌ
 وَبَعْضُهُمْ سِحْرٌ وَبَعْضُهُمْ كِبَاهِنَةٌ لِفِي شِقَاقٍ ۗ خِلَافٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾ عَنِ الْحَقِّ -

۲۱
۷

ترجمہ:..... اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کا انہما کرتے ہیں (جو مشتمل ہے آنحضرت ﷺ کے
 اوصاف جمیلہ پر مراد ان سے یہود ہیں) اور اس کے معاوضہ میں کچھ نفع حاصل کر لیتے ہیں (اس کے بدلہ میں کچھ دنیا کما لیتے ہیں اپنے عوام
 سے اور ان منافع کے فوت ہو جانے کے اندیشہ سے ان کو طاہر نہیں کرتے) یہ لوگ اور کچھ نہیں اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں کیونکہ اس
 برائی کا انجام جہنم کی آگ ہے) اور اللہ میاں نہ تو ان سے قیامت میں کلام فرمائیں گے (ناراضگی کی وجہ سے) اور نہ ان کو پاک (صاف
 کریں گے گناہوں کے میل کچیل سے) اور ان کو سزائے دردناک ہوگی (الیم بمعنی مولم بصیغہ فاعل و مفعول۔ مراد نار جہنم) یہ لوگ وہ
 ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی مول لے لی ہے (دنیا میں ہدایت کے بدلہ گمراہی خرید لی ہے) اور مغفرت چھوڑ کر عذاب لے لیا ہے
 (مراد وہ مغفرت ہے جو کتمان نہ کرنے کی صورت میں ان کو آخرت میں ملتی) سو کیسے باہمت ہیں جہنم کی آگ کے لئے (بڑے ہی صبر
 والے معلوم ہوتے ہیں۔ دراصل مسلمانوں کو بے فکری سے ان کے موجبات نار کے ارتکاب سے تعجب دلانا مقصود ہے ورنہ ان کو صبر کہاں
 ہے؟) یہ آگ کا کھانا وغیرہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے) اس وجہ سے ہے کہ (بان ای بسبب ان) کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا
 (بالحق کا تعلق نزل کے ساتھ ہے چنانچہ اس حق میں یہود نے اختلاف کیا۔ بعض حصہ کو مانا اور بعض کو چھپا کر رد کر دیا) اور جو لوگ کتاب
 میں بے راہ روی اختیار کرتے ہیں (اس بارہ میں مراد ان سے یہود ہیں اور بعض کے نزدیک مشرکین کہ قرآن کو بعض نے شعر کہا، بعض نے
 سحر کہا، بعض نے کہانت قرار دیا) وہ ظاہر ہے کہ ایسے بڑے شقاق میں ہیں جو بہت دور ہے (حق سے۔)

تحقیق و ترکیب:..... الا النار یا توفی الحال کھانا مراد ہے جیسا کہ یا کلون مضارع کی حالت پر دلالت کرتی ہے مراد
 شوتیں ہیں جو نار جہنم کا سبب ہوں گی۔ یا استعارة ایسا کہا ہے اور یا آخرت میں کھانا مراد ہے یعنی لا یا کلون فی الآخرة الا النار۔ شیخ
 اکبر اس قسم کی آیات سے آخرت کی سزا و جزاء کے عین اعمال ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

غضباً جلال محقق نے استعارہ عن الغضب کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حکام ناراضگی کے وقت کلام سے اعراض کیا کرتے ہیں۔ ولہم عذاب یہ آخروی حالت کا بیان ہے اور اولئک الذین اشتروا سے دنیاوی حالت کا بیان ہے۔ فما اصبرہم تعجب کے لئے دو صیغے وضع کئے گئے ہیں۔ ما افعال اور افعال بہ اس میں ملتا مہ مرفوعہ ہے۔ بنا بر ابتداء کے اور شراہر ذاناب کی طرح اس میں تخصیص تعلیم کے لئے کر لی گئی ہے یا ما استفہامیہ ہے اور ما بعد اس کی خبر یا صلہ ہے اور خبر محذوف ہے۔ ای شیء عظیم۔

تعجب للمؤمنین مفسر علام نے یہ توجیہ اس لئے کر دی ہے کہ تعجب کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف باعث اشکال نہ ہو۔ الکتب اول سے مراد تورات اور دوسری سے مراد قرآن کریم ہے۔ اختلفوا ای تختلفوا عن طریق سلوک الحق فیہا۔

رابطہ: پہلی آیت میں محرمات حسیہ کا بیان تھا۔ ان آیات میں محرمات معنویہ کا بیان ہے یعنی یہود کا اخفاء حق اور رشوت ستانی کرنا مقصود مسلمانوں کو ان سے بچنے کی تعلیم دینا ہے۔

شان نزول: لباب النقول میں نقابی نے بطریق کلبی ابوصالح ابن عباس سے تخریج کی ہے کہ یہ آیت ان علمائے یہود کے باب میں نازل ہوئی ہے جو اپنے عوام سے رشوتیں وصول کرتے تھے اور یہ امید لگائے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ ان میں مبعوث ہوں گے۔ لیکن جب آپ قوم عرب میں مبعوث ہوئے تو اپنے بدایا اور نذرانوں کی انہیں فکر دامن گیر ہوئی اور لگے آنحضرت ﷺ کے اوصاف مذکورہ فی التوراة میں تبدیلی کرنے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾: تاریخی شہادت یہ ہے کہ فتنہ و فساد کی جڑ ہمیشہ علماء سورہے ہیں: بار بار قرآن مجید میں علمائے یہود کی ان برائیوں کو ذکر کر کے مسلمانوں کو تنبیہ کرنی ہے کہ تمہارے علماء میں یہ خرابیاں نہیں ہونی چاہئیں ورنہ یہ علماء سوء عوام کو لے ڈوبیں گے۔ کیونکہ تمام اصلاح و فساد کی جڑ یہ خواص ہوتے ہیں۔ علمائے کتاب نے حلال و حرام کے بارہ میں طرح طرح کی پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ کتاب اللہ کے علم و عمل کو ترک کر کے دنیاوی طمع سے احکام الہی میں تحریف کر کے حق کوشی اور حق فروشی کرتے تھے۔ عوام اپنے پیشواؤں کی بے سمجھ اندھی تقلید کرتے فی الحقیقت اختلافات ہمیشہ جہالت اور ظن و تخمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں علم الہی کی حقیقی روشنی سامنے آ جائے وہاں اختلافات کے تمام بادل چھٹ جایا کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کتاب الہی کے نزول کے بعد بھی انہی گروہ بندیوں اور تفرقہ پروری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور الگ الگ پارٹی بندیاں کر کے اپنی وحدت پارہ پارہ کر بیٹھتے ہیں تو وہ ”شقاق بعید“ میں گم ہو جاتے ہیں یعنی ایسے گہرے اور در دراز غاروں میں کھو جاتے ہیں جن سے انہیں کبھی نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ جس قدر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور زیادہ حقیقت سے دور ہوتے جاتے ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ نَزَلَ رَدَا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى حَيْثُ رَعَمُوا ذَلِكَ وَلَكِنَّ الْبِرَّ وَقُرَى الْبَارِّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ آيِ الْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى مَعْ حُبِّهِ لَهُ ذَوِي الْقُرْبَى الْقَرَابَةِ وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ الْمُسَافِرِ وَالسَّائِلِينَ الطَّالِبِينَ وَفِي فِكَ الرِّقَابِ الْمُكَاتِبِينَ وَالْأَسْرَى وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَمَا قَبْلَهُ فِي التَّطَوُّعِ وَالْمُؤْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا اللَّهُ أَوْ النَّاسَ وَالصَّابِرِينَ

نَصَبَ عَلَى الْمَدْحِ فِي الْبِأْسَاءِ شِدَّةَ الْفَقْرِ وَالضَّرَاءِ الْمَرَضِ وَحِينَ الْبِأْسِ ط وَقَتَّ شِدَّةَ الْقِتَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ الْمَوْصُوفُونَ بِمَا ذُكِرَ الَّذِينَ صَدَّقُوا ط فِي إِيْمَانِهِمْ أَوْ إِدْعَاءِ الْبِرِّ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾ اللَّهُ -

ترجمہ:..... کچھ سارا اسی میں نہیں ہے کہ تم اپنا منہ (نماز میں) مشرقی سمت کر لو یا مغربی سمت (یہود و نصاریٰ کا اعتقاد یہی تھا۔ اس کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی) لیکن کمال یہ ہے (یعنی کمال والا ایک قرأت میں بر کی بجائے بسا پڑھایا گیا ہے) کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور تمام کتابوں (کتاب بمعنی کتب) پر اور پیغمبروں پر اور مال دیتا ہو اللہ تعالیٰ کی محبت میں (علیٰ بمعنی مع) رشتہ داروں کو (قربی بمعنی قرابت) اور قییموں اور محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کو اور گردان (چھڑانے) میں (مکاتب اور قیدی کی) اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو (زکوٰۃ فرضی مراد ہے اور اس سے پہلے نفل صدقات تھے) اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں، جب کہ کوئی عہد کر لیں (اللہ سے یا لوگوں سے) اور مستقل مزاج رہنے والے ہوں (الصبرین منصوب علی المدح ہے) تنگدستی (شدت فقر اور بیماری (مرض) میں اور معرکہ جہاد میں (قتال فی سبیل اللہ کی شدت کے وقت) یہ لوگ (جو مذکورہ اوصاف کے مالک ہیں) سچے ہیں (ایمان میں یا دعویٰ میں) اور یہی متقی ہیں (اللہ سے ڈرنے والے)۔

تحقیق و ترکیب:..... البر پسندیدہ فعل۔ الکتب میں مفسر نے الف لام کے جنسی ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ علی جبہ موضع حال میں ہے قبل المشرق و المغرب ان دوستوں کی تخصیص مقصود نہیں ہے بلکہ تعمیم سمت مراد ہے۔ اور البر میں الف لام جنسی مفید قصر ہے یعنی دین کا تمام کمال کچھ اسی اشتغال بالقبلہ میں منحصر نہیں ہے اس سے بھی بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ ولکن البر میں مفسر نے مضاف محذوف مانا ہے۔ ای ذوالبر یا یوں کہا جائے ولکن البر بر من امن الخ لہ کی ضمیر مال کی طرف راجع ہے یا اللہ کی طرف، یا ایتاء کی طرف راجع ہے۔

ذوی القربی عام اس سے کہ قرابت میں مودت ہو یا قرابت میں رحم۔ یتامی بے باپ نابالغ بچہ کو کہتے ہیں اور لغت میں انسان کے بے باپ بچہ کو اور جانوروں میں بے ماں بچہ کو کہتے ہیں۔ مساکین جس کے پاس کچھ نہ ہو سائلین مانگنے والا محتاج ہوں یا نہ ہوں۔ ابن السبیل بمعنی ملازم السبیل مہمان یا مسافر کو کہتے ہیں۔ اتسی الزکوٰۃ اس سے پہلے اتسی المال میں صدقات نفل کا بیان ان کے اہتمام شان کے لئے مقدم کیا گیا ہے۔ الصبرین تقدیر عبارت اس طرح تھی امدح و اخص الصابریں یہ جملہ کا عطف جملہ پر ہو جائے گا اور ایسا کرنا مزید اختصاص کے باعث ہوا کرتا ہے جس طرح صفات منقطعہ میں نصب علی المدح ہوتا ہے۔ معطوف میں بھی نصب علی المدح ہوتا ہے اور اس مقدر کا حذف واجب ہوتا ہے۔ الباساء اور فقر مال میں ہوتا ہے ضراء اور مرض نفس میں ہوا کرتا ہے۔ والموفون سابقہ طرز کے مطابق اوفی نہیں کہا۔ وجوب استقرار وفا کی طرف اشارہ کرنے کے لئے۔

حین الباس یہ ترقی من الادنی الی الاعلیٰ ہے۔ کیونکہ صبر علی الفقر سے بڑھ کر علی المرض ہوتا ہے اور صبر علی المرض سے بڑھ کر صبر علی القتال ہوتا ہے۔ اسی لئے باساء اور ضراء کے ساتھ فی ظرفیہ استعمال کیا۔ یعنی جب تک ان دونوں کا اشتغال اور احاطہ ظرفیت کی طرح نہ ہو قابل مدح نہیں۔ تھوڑی بہت تکلیف تو ہر ایک کو ہر وقت ہوتی رہتی ہے البتہ جنگ کی ہولناکیوں پر صبر تھوڑی دیر بھی کافی ہے۔ اس لئے لفظ حین استعمال کیا کیونکہ یہ حالت دائمی نہیں ہوتی۔

رابطہ: سورۃ بقرہ کے نصف اول یعنی سوا پارہ اول میں زیادہ تر روئے سخن منکرین اور مخالفین کی جانب تھی۔ کہیں کہیں مسلمانوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے۔ لیکن آئندہ بقیہ نصف سورۃ میں مقصود زیادہ تر مسلمانوں کو اصول و فروع کی تعلیم دینا ہے۔ گو ختمنا کہیں خطاب کافروں کو بھی ہو جائے۔ چنانچہ اس آیت میں تمام ابواب برکات کا ایک جامع اور اجمالی عنوان قائم کر دیا گیا ہے اور پھر آخر سورت تک ان ہی عنوانات کی تفصیلات آتی رہیں گی اور طرز عنوان میں یہ لطافت اور خوبی رکھی ہے کہ گذشتہ مسئلہ تحویل قبلہ پر بھی ہلکی سی تعریض ہو گئی۔

شان نزول: لباب النقول میں قنادۃ سے روایت ہے کہ یہود کا قبلہ مغرب بیت المقدس تھا اور نصاریٰ کا قبلہ مشرق بیت المقدس (اور وہ اسی کو خالص بر اور قابل فخر سمجھتے تھے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ امام زاہد یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت غزوہ خندق کے موقع پر نازل ہوئی جبکہ مسلمانوں پر یہاں تک تنگ دستی ہوئی کہ مدینہ میں قحط اور سخت گرمی تھی، حتیٰ کہ بعض حضرات کو ایک ایک ہفتہ کچھ کھانا نصیب نہ ہوا۔ باب المدینہ پر لوگ نکل پڑے۔

﴿تشریح﴾: اسلام سے پہلے عالمگیر مذہبی گمراہی: خاص طور پر ان دو سمتوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ تحویل قبلہ کے وقت یہود و نصاریٰ کی تمام تر بحث صرف اسی میں رہ گئی تھی۔ بلکہ نزول قرآن کے وقت دنیا کی عالمگیر مذہبی گمراہی یہی تھی کہ لوگ سمجھتے تھے کہ دین سے مقصود محض شریعت کے ظواہر و رسوم ہیں اور انہی کے کرنے نہ کرنے پر انسان کی نجات و سعادت کا دار و مدار ہے۔ اس لئے قرآن اعلان کر رہا ہے کہ اصل دین خدا پرستی اور نیک کرداری ہے۔ شریعت کے ظاہری رسوم و اعمال بھی اس لئے ہیں کہ یہ مقصود مکمل طریقہ پر حاصل ہو۔ اس لئے جہاں تک دین کا تعلق ہے ساری طلب مقاصد کی ہونی چاہئے نہ کہ وسائل کی۔ مثلاً کمال نماز ہے استقبال قبلہ اس کے شرائط و توابع میں سے ہے۔ نماز ہی کی وجہ سے اس میں بھی حسن و خوبی آگئی ہے، اسی طرح اگر نماز مشروع نہ ہوتی تو کسی خاص سمت منہ کرنے کی فضیلت بھی نہ ہوتی۔ پس یہ کس درجہ حیرت انگیز بات ہوگی کہ نماز کی تو خبر نہیں لیکن سارا زور تمام تر قوت ایک ذیلی اور فروعی مسئلہ پر خرچ کی جا رہی ہے۔

سچی خدا پرستی: سچی خدا پرستی نیک عملی کی زندگی سے حاصل ہوتی ہے۔ اصل شئے دل کی پاکی، عمل کی نیکی ہے۔ باقی دوسری ظاہری چیزیں اسی مقصد کے تابع ہیں۔ چنانچہ شریعت میں کل احکام کا حاصل تین باتیں ہیں۔ عقائد، اعمال، اخلاق، باقی تمام جزئیات ان ہی کلیات اور ابواب کے تحت آجاتے ہیں۔ اس آیت میں ان تینوں اصول کی بڑی بڑی شاخیں ذکر کر دی گئی ہیں۔ اس لئے یہ آیت بھی منجملہ ”جوامع الکلم“ ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ عَمِلَ بِهَذِهِ الْآيَةِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ.

چھ ابواب بر: اس آیت میں چھ ابواب بر بیان کئے گئے ہیں اول ایمان ہے جس کے پانچ معنی ہیں۔ (۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالیوم الآخر (۳) ایمان بالملائکہ (۴) ایمان بالکتاب (چار کتابیں مشہور اور سو صحیفے بائیں تفصیل کے پچاس حضرت شیث کو، تیس (۳۰) حضرت ادریس کو، دس (۱۰) حضرت آدم کو، اور حضرت ابراہیم کو، یا کل بیس حضرت ابراہیم کو (۵) ایمان بالانبیاء (جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش ہے۔ اسی طرح رسولوں کی تعداد کم و بیش تین سو تیرہ ہے، لیکن اہل کتاب نے ایمان کی ان تمام دفعات کا کھل کر خلاف کیا ہے اور سب باتوں کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ حالانکہ اصل فکر ان اہم اور بنیادی باتوں کی ہونی چاہئے تھی۔

عورتیں رسول اور نبی نہیں ہوتیں: باقی رسولوں کی بجائے نبی کا لفظ ذکر کرنے میں تعیم کی طرف اشارہ ہے یعنی سب پر ایمان لانا خواہ رسول بھی یا صرف نبی اور جمع مذکر سالم کے صیغہ سے استعمال کرنا اس پر مشیر ہو سکتا ہے کہ نبوت مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ بعض نے حضرت حوا اور سارہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی والدہ ان چار عورتوں کو نبی مانا ہے۔ یہ آیت ان پر رد ہے چنانچہ وما ارسلنا من قبلك الا رجالا الخ سے اس مسئلہ پر صاف روشنی پڑتی ہے۔

اصل اعتبار معافی کا ہے نہ کہ صورت کا اور بالذات محبت اللہ کی ہونی چاہئے: آیت لیس البر الخ کے لطائف میں سے یہ ہے کہ صورت کا اعتبار بدون معنی کے نہیں ہوا کرتا ہے واتی المال علی حبدہ میں ضمیر کا مرجع اگر مال ہو تو مال کی مطلق محبت کا جواز نکلتا ہے اور مرجع اگر اللہ ہو تو طریق عشاق کی طرف اشارہ ہے کہ مقصود بالذات ان کے نزدیک صرف اللہ کی محبت ہوتی ہے دوسری چیزوں کی محبت اصل نہیں ہوتی صرف عارضی ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ الْمُمَاتِلَةُ فِي الْقَتْلِ ط وَصَفًا وَفِعْلًا الْحُرُّ يُقْتَلُ بِالْحُرِّ وَلَا يُقْتَلُ بِالْعَبْدِ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأَنْثَى بِالْأُنْثَى ط وَبَيَّنَّتِ السُّنَّةُ أَنَّ الذَّكَرَ يُقْتَلُ بِهَا وَأَنَّهُ تُعْتَبَرُ الْمُمَاتِلَةُ فِي الدِّينِ فَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ وَلَوْ عَبْدًا بِكَافِرٍ وَلَوْ حُرًّا فَمَنْ عَفِيَ لَهُ مِنَ الْقَاتِلِينَ مِنْ دَمِ أَخِيهِ الْمَقْتُولِ شَيْءٌ بَانَ تَرَكَ الْقِصَاصُ مِنْهُ وَتَنْكِيْرُ شَيْءٍ يُفِيدُ سُقُوطَ الْقِصَاصِ بِالْعَفْوِ عَنِ بَعْضِهِ وَمِنْ بَعْضِ الْوَرِيَّةِ وَفِي ذِكْرِ أَخِيهِ تَعَطَّفَ دَاعٍ إِلَى الْعَفْوِ وَإِيْدَانٌ بَانَ الْقَاتِلِ لَا يَقْطَعُ أُخُوَّةَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ مُبْتَدَأَ شَرْطِيَّةً أَوْ مَوْصُولَةً وَالْحَبْرُ فَاتَّبَاعُ أَيُّ فَعَلَى الْعَافِي اتَّبَاعُ الْقَاتِلِ بِالْمَعْرُوفِ بَانَ يُطَالِبُهُ بِالِدِّيَّةِ بِلا عُنْفٍ وَتَرْتِيْبُ الْإِتْبَاعِ عَلَى الْعَفْوِ يُفِيدُ أَنَّ الْوَاجِبَ أَحَدُهُمَا وَهُوَ أَحَدُ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ وَالثَّانِي الْوَاجِبُ الْقِصَاصُ وَالِدِّيَّةُ بَدَلٌ عَنْهُ فَلَوْ عَفَا وَلَمْ يُسَمِّهَا فَلَا شَيْءَ وَرَجَحَ وَ عَلَى الْقَاتِلِ آدَاءٌ لِلِدِّيَّةِ إِلَيْهِ إِلَى الْعَافِي وَهُوَ الْوَارِثُ بِإِحْسَانٍ ط بِلا مَطْلٍ وَلَا بَخْسٍ ذَلِكَ الْحُكْمُ الْمَذْكُورُ مِنْ جَوَازِ الْقِصَاصِ وَالْعَفْوِ عَنْهُ عَلَى الدِّيَّةِ تَخْفِيفٌ تَسْهِيْلٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةٌ ط بِكُمْ حَيْثُ وَسَّعَ فِي ذَلِكَ وَلَمْ يَحْتَمِمْ وَاحِدًا مِنْهُمَا كَمَا حَتَمَ عَلَى الْيَهُودِ الْقِصَاصَ وَعَلَى النَّصَارَى الدِّيَّةَ فَمَنْ اِعْتَدَى ظَلَمَ الْقَاتِلَ بَانَ قَتْلَهُ بَعْدَ ذَلِكَ أَيُّ الْعَفْوِ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۸﴾ مُؤَلِّمٌ فِي الْأَخِرَةِ بِالنَّارِ أَوْ الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوَةٌ أَيُّ بَقَاءً عَظِيمٌ يَا وُلِيَّ الْأَلْبَابِ ذَوِي الْعُقُولِ لِأَنَّ الْقَاتِلَ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ يُقْتَلُ ارْتَدَعَ فَاحْيِي نَفْسَهُ وَمَنْ أَرَادَ قَتْلَهُ فَشَرِّعْ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۹﴾ الْقَتْلَ مَخَافَةَ الْقَوَدِ

ترجمہ: اے اہل ایمان! مقرر (فرض) کیا جاتا ہے تم پر قصاص (برابر کا قانون) مقتولین کے بارہ میں (برابری وصف کے لحاظ سے بھی ہو اور فعلاً بھی) آزاد آدمی (قتل کیا جائے) آزاد آدمی کے بدلہ (اور غلام کے بدلہ قتل نہ کیا جائے) اور غلام غلام کے بدلہ

میں اور عورت عورت کے بدلہ میں (اور حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے بدلہ قتل کیا جائے اور یہ کہ دعویٰ مماثلت اور ہم مذہب ہونا بھی شرط ہے۔ چنانچہ مسلمان اگر چہ غلام ہی کیوں نہ ہو کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے۔ چاہے کافر آزاد ہی کیوں نہ ہو) ہاں جس کو (قاتلین میں سے) کچھ معافی ہو جائے اس کے بھائی (مقتول کے خون سے) کچھ (اس طرح کہ قصاص سے بچ جائے اور لفظ شہی کی تکلیف سے یہ فائدہ ہوا کہ بعض قصاص اور بعض حصہ دار وارث کی معافی سے بھی قصاص بالکلیہ ساقط ہو جائے گا اور لفظ اخیہ میں معافی پر ابھارنا ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ ارتکاب قتل اخوت ایمانی کا منقطع نہیں کر دیتا اور من مبتدأ، شرطیہ ہے یا موصولہ اور اس کی خبر لفظ فاسباع ہے) تو مطالبہ ہے (یعنی معافی دینے والے کو قاتل سے مطالبہ کا حق ہے) معقول طریقہ پر (اس طرح کے بغیر زبردستی کئے دیتے کا مطالبہ کرے اور معافی پر اتباع کو مرتب کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ امام شافعی کے ایک قول پر ان دونوں باتوں میں سے ایک کا وجوب ہے اور دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ قصاص واجب ہے اور دیت اس کا بدل ہے۔ چنانچہ اگر وارث نے قصاص معاف کر دیا اور دیت کی تعمین نہ کی تو قاتل پر کچھ نہیں آئے گا اور یہی دوسرا قول راجح ہے) اور (قاتل پر عالیہ پر) ادا کرنا (دیت کا) ہے۔ اس (معاف کرنے والے مدعی وارث) کے لئے خوبی کے ساتھ (بغیر مال منول اور کمی کے) یہ (مذکور حکم جواز قصاص اور بدل موت کا) آسانی (سہولت) ہے تمہارے پروردگار کی جانب سے (تم پر) اور ترحم ہے (تمہارے ساتھ کہ اس میں تم کو توسع دیا اور کسی ایک جانب کو واجب قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ یہود پر قصاص اور نصاریٰ پر دیت لازم کر دی تھی) پھر جو شخص تعدی کرے (قاتل کو ظلماً قتل کر دے) بعد اس (معافی) کے تو اس کو بڑا دردناک عذاب ہوگا (آخرت میں تکلیف دہ بشكل جہنم یا دنیا میں بسورت قتل) اور تمہارے لئے قصاص میں بڑا بچاؤ (بقاء عظیم) ہے۔ اے فہیم لوگو! دانشمندو! کیونکہ قاتل کو جب اپنے قتل ہونے کا قانون معلوم رہے گا تو وہ ارتکاب قتل سے بچے گا۔ اس لئے گویا اس نے خود کو بھی بچا لیا اور اپنے مقتول کو بھی زندہ رہنے دیا۔ یہ قانون تمہارے لئے مشروع کر کے (ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ پرہیز رکھو گے) (قتل سے خطرہ قصاص کے ہوتے ہوئے۔)

تحقیق و ترکیب:..... کتب اصل معنی لینے کے ہیں۔ لیکن بقریہ نے علی الزام اور فرض کے معنی ہو جاتے ہیں۔ قصاص ماخوذ ہے قص الاثر سے۔ گویا قاتل ایسا راستہ اختیار کرتا ہے کہ دوسرے اس کا اتباع کرتے ہیں اور اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ قصہ کو بھی قصہ اسی لئے کہتے ہیں کہ حکایت محلی عنہ کے تابع اور پیچھے ہوتی ہے اور چونکہ قصاص مماثلتہ کو متضمن ہے اس لئے فی کے تعدیہ سے استعمال ہوا۔ یانی سببہ ہو۔ القتل جمع قتل بمعنی مقتول اور فعل بمعنی مفعول بکثرت آتا ہے۔

وصفا و فعلا مماثلت اور وصفی کہ دونوں میں اوصاف کے لحاظ سے کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ جیسے آزاد غلام میں اوصاف کا فرق ہے اور مماثلت فعلی دونوں کے فعل میں برابری ہو۔ ایک نے تلوار سے قتل کیا تو دوسرا بھی تلوار ہی سے قتل کیا جائے ایک نے غرق کیا تو دوسرا بھی غرق کرے۔ یہ رائے امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کی ہے۔ امام اعظم کی رائے اور امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ قصاص صرف تلوار کے ذریعہ لیا جائے گا۔ بینت السنۃ چنانچہ صحیحین میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک یہودی کو ایک عورت کے قصاص میں قتل فرمایا۔ فلا یقتل مسلم۔ یہ شوافع کی رائے ہے متدل یہ حدیث ہے لایقتل مؤمن بکافر الخ اور حنفیہ کے نزدیک کافر ذمی کے بدلے مسلمان کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ البتہ کافر حربی یا مستامن کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے قتل مسلماً بدمی۔

امام شافعی کی پیش کردہ روایت کافر حربی پر محمول ہے۔ سیاق فی حدیث ولا ذو عہد فی عہدہ اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عطف تغایر پر دلالت کیا کرتا ہے۔ ذم اخیہ بتقدیر حذف المضاف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ مفسر جلال نے ان کا مصداق مقتول کو قرار دیا

ہے بتقدیر المضاف لیکن علامہ زنجشیری صاحب کشف کی رائے میں اس سے مراد والی دم یعنی وارث مقتول ہے۔

ترک القصاص عنی بمعنی ترک لیا ہے اور شیء مفعول بہ ہے چنانچہ بولتے ہیں عَفْوُ الشَّيْءِ إِذَا تَرَكَتَهُ، حَتَّى يَطُولَ. لیکن علامہ زنجشیری کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ عقی کی بجائے اعفاه کہتے ہیں۔ اس لئے شیء مفعول مطلق ہوگا کیونکہ عفا لازم ہے پس اس کے معنی ہیں فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ جِهَةِ أَخِيهِ شَيْءٌ مِنَ الْعَفْوِ چونکہ عفا لازم ہے اگر جانی یا جنایت کی طرف متعدی ہوتا ہے تو بواسطہ عن چنانچہ کہا جائے گا عَفْوُ لِفُلَانٍ عَمَّا جَنَى جِيسَا کہ غفرت له ذنبه، کہا جاتا ہے۔ فاتباع ای فلیکن اتباع۔

عنف بمعنی زبردستی۔ و ترتیب الاتباع یعنی بعض قصاص یا بعض و رثاء کی معافی پر قصاص کی بجائے اتباع دیت کی اجازت کا ملنا بتلا رہا ہے۔ قتل عمد میں صرف قصاص متعین نہیں تھا بلکہ قصاص اور دیت دونوں میں سے ایک واجب ہے ورنہ مطلق معافی کافی نہ ہوتی بلکہ قاتل کی رضامندی بھی ضروری ہونی چاہئے تھی۔ یہ امام شافعی کا قول مرجوح ہے۔ دوسرا قول راجح یہ ہے کہ قصاص علی التعین واجب ہے اور دیت ابتداء واجب نہیں بلکہ قصاص کا بدل ہے۔ اصل کے ساقط ہونے کے بعد اس کا نمبر آئے گا۔ نصوص صریح بھی اسی پر دال ہیں۔

الدية یعنی نصاریٰ پر صرف دیت تھی اور بعض کی رائے یہ ہے کہ دیت اور معافی دونوں کا اختیار تھا بہر حال قصاص بالاتفاق ان پر نہیں تھا۔

بالقتل حدیث ابوداؤد میں ارشاد ہے۔ لا اعافی احد اقل بعد اخذ الدية. ولکم فی القصاص. اس آیت میں اس قدر محاسن ہیں کہ اہل بلاغت سردھنتے ہیں۔ جلال محقق نے جو اس کی تشریح فرمائی ہے صاحب خازن کی رائے یہ ہے کہ قصاص ہی کے ساتھ یہ نوع حیات مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام جروح میں بھی یعنی یہ تقریر جاری ہوگی کیونکہ جارح کو جب اپنی پاداش اور انجام معلوم ہوگا تو یقیناً وہ جارح ہونے سے باز رہے گا اور مجروح بھی محفوظ ہو جائے گا۔ عبارت قرآنی فی القصاص حیات بہ نسبت اہل عرب کی عبارت القتل النفسی للقتل کے وجیز بھی ہے اور بلا تکرار ابلیغ بھی اور مشتمل برضدین ہے جس سے کلام کا لطف اور حلاوت بڑھ گئی ہے لفظ حیاة میں توین تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔

رابطہ:..... ”ابواب بر“ جن کا اجمالی تذکرہ آیت سابقہ میں آچکا ہے اس کی تفصیلی جزئیات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ یہ پہلی جزئی ہے۔

شان نزول:..... سعید بن جبیر سے ”معالم“ میں روایت ہے کہ اوس و خزرج دو قبیلوں میں چشمک رہتی تھی اور ایک خاندان دوسرے خاندان پر فضیلت و برتری رکھتا تھا۔ چنانچہ برتر خاندان کا اگر غلام بھی قتل ہو جاتا تو اس کے بدلہ میں آزاد مرد قتل کر دیا جاتا۔ عورت قتل ہو جاتی تو اس کے عوض مرد قتل کر دیا جاتا اور آزاد مرد قتل ہو جاتا تو اس کے بدلہ میں دو مرد۔ اور دو مرد کے بدلہ چار مرد قتل کئے جاتے۔ غرض اس طرح اپنی برتری کا اظہار کیا جاتا۔ اسلامی مساوات قائم کرنے کے لئے اس آیت میں مماثلت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور امام زاہد نے ان دو خاندانوں کا واقعہ بنو نضیر اور بنو قریظہ سے متعلق کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... نفس انسانی کا احترام:..... اس آیت میں قصاص اور اس کے معافی دونوں کے احکام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں تک اول مسئلہ کا تعلق ہے تو قصاص مخصوص ہے صرف قتل عمد کے ساتھ جس میں کسی تیز یا دھار دار چیز سے جان بوجھ کر اس طرح مارنا ہوتا ہے کہ اس سے گوشت پوست کٹ کر خون بہہ سکے ایسے قتل میں حنفیہ کے نزدیک اصل مساوات ملحوظ رہے گی۔ یعنی مرد کے بدلے مرد یا عورت کے بدلے عورت یا مرد آزاد ہو یا غلام چاہے جانی قصاص ہو یا عضوی اسی طرح مسلمان کا قتل ہو یا

ذمی کافر کا۔ چنانچہ یہ آیت اور اس کا شان نزول بھی اس پر دلالت کر رہا ہے نیز آیت مائدہ "ان النفس بالنفس" اور حدیث المسلمون تتکافوا دماءہم اسی کی مؤید ہیں۔ برخلاف امام شافعی اور امام مالک کے وہ اس آیت کے الفاظ پر ظاہری نظر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غلام کے بدلہ آزاد کو نہ قتل کیے جانے پر حدیث لا یقتل حر بعد (رواہ الدارقطنی) پیش کرتے ہیں اور کافر و مسلم کے بارہ میں حدیث لا یقتل مومن بکافر پیش کرتے ہیں۔ البتہ مفسر غلام کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنے میں حدیث مذکور فی التفسیر کی وجہ سے شوافع حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ حالانکہ العبد بالعبد کی طرح آیت میں الانشی بالانشی فرمایا گیا ہے۔ جن کا تقاضا یہ تھا کہ شوافع نے جس طرح اول جملہ میں مفہوم کا لحاظ کیا ہے دوسرے جملہ میں بھی مفہوم کا اعتبار کیا ہوتا اور غلام کے بدلہ میں آزاد کی طرح عورت کے بدلہ میں مرد کے قتل نہ کرنے کو بھی فرماتے۔ چونکہ کفار ذمی مسلمانوں کی طرح حدود و قصاص کے مکلف ہیں اس لئے حنفیہ کے نزدیک ان میں بھی برابری رہے گی۔ جیسا کہ حدیث قتل مسلماً بدمی سے معلوم ہوتا ہے اور شوافع نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ کافر حرابی کے باب میں ہے جس میں حنفیہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔

گناہ کبیرہ سے انسان نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور نہ کافر:..... آیت میں یا ایہا الذین امنوا سے خطاب قائلین کو کیا گیا ہے حالانکہ قتل کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معتزلہ کا یہ خیال غلط ہے کہ مرتکب کبیرہ دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا خوارج کا یہ کہنا کہ ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصاص قتل عمد میں متعین ہے۔ شوافع کا اول تخییر بین العفو والدیت جو جلال محقق نے ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ خود جلال اس کو قول مرجوح قرار دے رہے ہیں۔

قصاص و دیت کی تفصیل:..... دوسرا مسئلہ قصاص کی معافی یا دیت کی تعیین کا ہے۔ معافی کی دو صورتیں ہیں۔ یا تمام قصاص تمام ورثاء کی طرف سے معاف کر دیا جائے تب تو قاتل بالکل بری الذمی ہو جائے گا اور اگر نا تمام معافی ہو جائے تو قصاص سے بچ گیا۔ لیکن اسی نسبت سے دیت آجائے گی۔ خون بہا جانوروں کی صورت میں ادا کیا جائے سو (۱۰۰) اونٹ ہوتے ہیں اور نقدی ہو تو ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ایک درہم سوا چار آنہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے اور اگر بجائے اس شرعی مقررہ خون بہا کے دوسرے کسی قسم کے مال پر قاتل اور ورثاء مقتول میں باہمی مصالحت ہو جائے جو علاوہ اونٹ، اشرفی، روپیہ کے دوسری کوئی جنس، غلہ، کپڑا، گھوڑا، مکان، دوکان، جائیداد، سائیکل وغیرہ ہو تب بھی قصاص ساقط ہو جائے گا اور یہ طے کردہ مال یا اس مال کی قیمت ادا کرنی پڑے گی خواہ وہ مقررہ خون بہا سے زیادہ قیمت کی ہو یا کم کی سب جائز ہے۔ البتہ اگر بدل صلح وہی تین چیزیں ہوں تو مقدار میں سابقہ عدد کی پابندی کرنی ہوگی، نیز قتل عمد میں دیت یا مال صلح کی ادائیگی صرف قاتل کے ذمہ ہوگی دوسروں کو شریک نہیں کیا جائے گا البتہ مقتول کے تمام وارثوں پر شرعی سہاموں کے لحاظ سے قصاص، و دیت، بدل صلح کی تقسیم ہوگی۔

انسانی مساوات:..... اس آیت میں انسداد جرائم کی رعایت، پھر اس میں بھی حد درجہ اعتدال اور انسانی مساوات کی انتہاء کر دی ہے۔ اسلام نے اس بارہ میں شریف و رذیل، اونچ، نیچ، غلام، آزاد، مرد، عورت، مسلم، غیر مسلم اور ذمی کے وہ سارے امتیازات ختم کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے انسانی حقوق پامال ہو رہے تھے۔ انسانیت کے ناطے سب برابر ہیں۔ ہاں اگر ورثاء مقتول خون بہالینے پر بخوشی رضامند ہوں تو قاتل کی جان بخشی ہو سکتی ہے۔

آیت ولکم فی القصاص الخ میں عرفاء کے لئے "بتا ورفقا" کا اشارہ ملتا ہے۔

كُتِبَ فَرَضٌ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ أَى سَبَابُهُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا مَّا لِلْوَصِيَّةِ مَرْفُوعٌ
بِكُتِبَ وَمُتَعَلَّقٌ بِإِذَا إِنْ كَانَتْ ظَرْفِيَّةٌ وَذَالٌ عَلَى جَوَابِهَا إِنْ كَانَتْ شَرْطِيَّةً وَجَوَابُ إِنْ مَحذُوفٌ أَى
فَلْيُوصِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ بِالْعَدْلِ بِأَنَّ لَا يُزِيدُ عَلَى الثَّلْثِ وَلَا يُفْضِلُ الْغَنَى حَقًّا مُصَدَّرٌ
مَوْكَّدٌ لِمُضْمُونِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۱۸۰﴾ اللَّهُ وَهَذَا مَبْسُوحٌ بِأَيَّةِ الْمِيرَاثِ وَبِحَدِيثِ لَا وَصِيَّةَ
لِوَارِثٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فَمَنْ بَدَّلَهُ أَى الْإِيصَاءَ مِنْ شَاهِدٍ وَوَصِيٍّ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ عِلْمَهُ فَإِنَّمَا أَثْمُهُ أَى
الْإِيصَاءِ الْمُبَدَّلِ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ط فِيهِ إِقَامَةُ الظَّاهِرِ مَقَامِ الْمُضْمَرِ إِنْ اللَّهُ سَمِعَ لِقَوْلِ الْمُوصِي
عَلَيْهِمُ ﴿۱۸۱﴾ بِفِعْلِ الْوَصِيِّ فَمُحَازٌ عَلَيْهِ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ مُخَفَّفًا وَمُثَقَّلًا جَنَفًا مَيْلًا عَنِ الْحَقِّ خَطَأً
أَوْ إِثْمًا بِأَنَّ تَعَمَّدَ ذَلِكَ بِالزِّيَادَةِ عَلَى الثَّلْثِ أَوْ تَخْصِيصٍ غَنَى مَثَلًا فَاصْلَحَ بَيْنَهُمْ بَيْنَ الْمُوصِي وَالْمُوصِي
لَهُ بِالْأَمْرِ بِالْعَدْلِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ إِنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۸۲﴾

ترجمہ:..... مقرر (فرض) کیا جاتا ہے تم پر کہ جب کسی کو موت (اسباب موت) آئے۔ بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو۔
وصیت کرنا (وصیۃ مرفوع ہے لفظ کتب سے اور متعلق ہے اذا کا۔ یعنی عامل ہے بشرطیکہ ظرفیہ ہو اور اذا شرطیہ ہو تو یہ دال بر جواب ہے
اور ان کا جواب محذوف ہوگا یعنی فلیوص) والدین اور عزیز واقارب کے لئے معقول طریقہ پر (انصاف) کے ساتھ کہ نہ تہائی مال سے
وصیت بڑھنے پائے اور نہ مالدار کو ترجیح دی جائے (ضروری ہے) (حقاً مصدر ہے ما قبل کے مضمون جملہ کے لئے مؤکد ہے خدا کا) خوف
رکھنے والوں پر (یہ آیت منسوخ ہے دوسری آیت میراث یوصیکم اللہ سے اور حدیث لا وصیۃ لوارث سے جس کو امام ترمذی نے نقل
کیا ہے) پھر جو شخص تبدیل کر دے گا اس (وصیت) کو (خواہ وہ گواہ ہو یا منیجر) اس کے سن لینے (معلوم کر لینے) کے بعد تو اس (تبدیل
شدہ وصیت) کا گناہ تبدیل کرنے والوں ہی کو ہوگا (اس جملہ میں اسم ظاہر بجائے ضمیر کے استعمال کیا گیا ہے یعنی علیہم کی بجائے علی
الذین الخ فرمایا ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ (وصیت کنندہ کا قول) سن رہے ہیں (منیجر کے افعال سے) باخبر ہیں (ان کو کیے کے مطابق بدلے
گا) ہاں جس شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے اندیشہ ہو (لفظ منوص مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) کسی بے عنوانی کا
(حق سے خطا کی طرف میلان کا) یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق معلوم ہوئی ہو (کہ جان کر ثلث مال سے زائد وصیت کی ہو یا مالدار کی
تخصیص ہو۔ مثلاً) پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت کرادے (یعنی وصیت کنندہ اور جس کے لئے وصیت کی گئی دونوں کو انصاف کا مشورہ
دے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں رہا (اس بارہ میں) واقعی اللہ تو معاف فرمادینے والے ہیں اور رحم فرمانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... ای سببہ یعنی عبارت بتقدیر المضاف ہے۔ خیر اس میں اشارہ ہے کہ مال وصیت حلال طیب
ہونا چاہئے کیونکہ خبیث مال کی وصیت گناہ ہوگی اور واجب الرد۔ بعض کی رائے ہے کہ خیر سے مراد مال قلیل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں
اکثر اس معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً (۱) وما تنفقوا من خیر اور (۲) وما انفقتم من خیر (۳) وانہ لحب الخیر لشدید۔
لیکن بعض کا خیال ہے کہ مال کثیر مراد ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے ایک غلام کے پاس سات سو درہم تھے۔
اس نے وصیت کا ارادہ کیا تو آپ نے اس کو منع فرمادیا کہ یہ مال کثیر نہیں ہے جس کا حکم آیت میں ہے۔ اسی طرح ایک صحابی کے پاس

تین ہزار روپے تھے، اور عیال بھی کثیر تھی انہوں نے وصیت کرنی چاہی ہوگی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ مال کثیر نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال کی کثرت و قلت اضافی ہے حالات اور اشخاص کی وجہ سے مختلف ہو سکتی ہے۔

الوصیۃ چونکہ مصدر ہے اور فعل و فاعل میں مفعول کا فاصلہ بھی ہو گیا ہے۔ اس لئے تانائیت کے باوجود فعل کو مذکر لانا جائز ہے اس سے پہلے اذا کے متعلق جلال محقق نے دو صورتیں ذکر فرمائی ہیں (۱) اذا ظرفیہ یعنی متضمن معنی شرط کونہ ہو۔ ای کتب علیکم ان یوصی احدکم وقت حضور الموت (۲) اذا شرطیہ یعنی ظرفیت متضمن معنی شرط ہو۔ اس صورت میں دو شرط جمع ہوں گی اور دونوں کا جواب محذوف ہوگا جس پر لفظ وصیت وال ہوگا دونوں کا جواب فلیوص محذوف ہے۔ غرضکہ مفسر علام نے تین باتیں بتلائی چاہی ہیں۔ ایک لفظ وصیۃ کا کتب سے مرفوع ہونا اور دوسرے اذا کا اس میں عمل کرنا بشرطیکہ ظرفیہ ہو اور اگر شرطیہ ہو تو اس کے جواب پر دلالت کرنا تیسرے جواب ان پر دلالت کرنا۔ کتب اور اس کے فاعل وصیۃ میں دو جملے شرطیہ معترضہ ہیں۔ حقاً ما قبل کا مضمون جملہ "کتب علیکم" ہے جس میں سوائے حقیقت کے دوسرا احتمال نہیں ہے اس لئے مفعول مطلق مؤکد لفظ ہو گیا۔ ہذا منسوخ یعنی صرف حکم منسوخ ہے تلاوت منسوخ نہیں ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے جو روایت پیش کی ہے یاداری نے حسن و مکرمہ و قنادہ سے جو روایت کی ہے وہ اس کی مؤید ہیں۔ حدیث لا وصیۃ لوارث کے بارہ میں بروایت ابوداؤد، ابوامامہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سنے ہیں۔ اور لباب میں دارقطنی کی روایت امام شافعی سے یہ ہے کہ وہ اس متن کو متواتر مانتے ہیں اور صاحب کشف کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ روایت متواتر کی فوت میں ہے۔ جنفاً مطلقاً میلان۔ لیکن یہاں غلطی سے میلان مراد ہے۔ بقرینہ مقابل۔ کیونکہ اثم بالقصد گناہ کو کہتے ہیں۔ خوف وہ انقباضی حالت جو متوقع شرکی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کبھی معلوم الوقوع بھی ہوتا ہے۔

او تخصیص غنی ریاکاری اور نام و نمود کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں والدین جیسے اقارب کو لوگ فراموش کر دیتے تھے اور اغنیاء اجانب کے بارہ میں وصیت کر جاتے تھے۔ اسی قسم کی دوسری بے اعتدالیاں بھی کرتے تھے۔ اس لئے مفسر محقق نے مثلاً کہا ہے۔

رابطہ:..... پہلی آیت میں جان سے متعلق احکام کا ذکر تھا۔ اس آیت میں مال سے متعلق احکام کا بیان ہے۔

شان نزول:..... زمانہ جاہلیت میں ریا اور نام و نمود کے لئے اپنے اموال کی وصیت اجانب اور اغنیاء کے لئے کر کے اقرباء اور والدین، محروم کر جایا کرتے تھے اس آیت وصیت میں اس کی اصلاح کی گئی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... ترکہ میں رشتہ داروں کے ساتھ سلوک:..... حاصل اس مالی انتظام کا یہ ہوا کہ مرنے والا اپنے تہائی مال سے اپنے رشتہ داروں کے متعلق جتنا جس کو مناسب سمجھے وصیت کر جائے ان کو بالکل محروم کر کے غیر مستحقین کو مال لٹا دینا سخت ناانصافی ہے، ایک تو ان کے مرنے والے عزیز کا صدمہ پھر فی الجملہ اس کی مکافات تھوڑے بہت مال سے ہو جاتی، اس سے بھی محروم کر دیئے گئے۔ مصیبت بالائے مصیبت اور مفت خوروں کو بیٹھے بیٹھے مفت کی دولت ہاتھ آ جائے یہ کہاں کا انصاف ہے۔ چنانچہ ابتدائے اسلام میں اس حکم پر عملدرآمد رہا لیکن آیت میراث نے ورثاء کا مکمل انتظام کر دیا اور ان کے حقوق اور حصے متعین کر دیئے۔ اب اس وصیت کی حاجت نہیں رہی۔ بس جہاں تک اولاد کے علاوہ دوسرے اعزہ کے حصص کا مقرر نہ ہونا آیت سے معلوم ہوتا ہے اب وہ آیت میراث سے منسوخ ہو گیا ہے۔ اور جہاں تک ایسے ورثاء کے لئے وصیت کے حکم کا تعلق ہے وہ بھی اب حدیث لا وصیۃ لوارث اور اجماع کی وجہ سے وجوباً اور جوازاً بالکل منسوخ ہو گیا ہے۔ وارث کے لئے علاوہ میراث کے مزید مال کی وصیت کرنا بالکل باطل ہے۔ البتہ ثلث

سے زیادہ کی وصیت بغیر رضا مندی بالغ و رثاء کے اب بھی ناجائز ہے اس لئے یہ جزو منسوخ نہیں ہے۔

وصیت ایک مقدس امانت ہے:..... بہر حال مرنے والے میں اپنے پسماندوں کے لئے خیر اندیشی اور خیر سگالی کا جذبہ کارفرما ہونا چاہئے۔ انسان جو کچھ چھوڑ جاتا ہے وہ اگرچہ دوسروں کے قبضہ میں چلا جاتا ہے تاہم مرنے والے کو اس کے ٹھیک ٹھیک خرچ ہونے کی اور اپنے عزیزوں، قریبوں کو فائدہ پہنچانے کی فکر اس کے فرائض زندگی میں سے ہے۔ اس ذمہ داری سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ نیز اس مرنے والے کی وصیت ایک مقدس امانت ہے جو لوگ اس کے امین ہوں بے کم و کاست اس کی تعمیل کرنا ان کا فریضہ ہے۔ جن کے سپرد اس وصیت کی تعمیل کی گئی ہے وہ اگر خیانت مجرمانہ کرنے لگیں تو وہ خود اس کے لئے جوابدہ ہوں گے۔ وصیت کرنے والے یا مستفید ہونے والے بری الذمہ ہیں۔

ان ترک خیرا کی تعبیر سے معلوم ہوا کہ مالدار ہونا شرط ادائیگی حقوق کمال تقویٰ کے منافی نہیں ہے ورنہ اس کو خیر کیوں کہا جاتا البتہ حقوق اگر ادا نہ ہوں تو پھر شر ہی شر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْأُمَمِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ الْمَعَاصِي فَإِنَّهُ يَكْسِرُ الشَّهْرَ الَّتِي هِيَ مَبْدُؤُهَا أَيَّامًا تُصَبُّ بِالصِّيَامِ أَوْ بِصَوْمٍ مُقَدَّرٍ مَعْدُودٍ ۖ أَيُّ قَلَائِلِ أَيْ مُوقِفَاتٍ بَعْدَ مَعْلُومٍ وَهِيَ رَمَضَانُ كَمَا سَيَأْتِي وَقَلَّةٌ تَسْهِيلاً عَلَى الْمُكَلَّفِينَ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ حِينَ شُهُودِهِ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَيْ مُسَافِرًا سَفَرَ الْقَصْرِ وَاجْتَهَدَهُ الصَّوْمُ فِي الْحَالِ فَافْطَرَ فَعِدَّةٌ عَلَيْهِ عَدَدُ مَا أَفْطَرَ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۖ يُصُومُهَا بَدَلَهُ وَعَلَى الَّذِينَ لَا يُطِيقُونَهُ لِكَبْرٍ أَوْ مَرَضٍ لَا يُرْجَى بَرُؤُهُ فِدْيَةٌ هِيَ طَعَامُ مَسْكِينٍ ۖ أَيُّ قَدَرٍ مَا يَأْكُلُهُ فِي يَوْمٍ وَهُوَ مُدٌّ مِنْ غَالِبِ قُوَّةِ الْبَلَدِ لِكُلِّ يَوْمٍ وَفِي قِرَاءَةِ بِإِضَافَةِ فِدْيَةٍ وَهِيَ لِلْبَيَانِ وَقِيلَ لَاغَيْرَ مُقَدَّرَةٍ كَانُوا مُحِيرِينَ فِي صَدْرِ الْإِسْلَامِ بَيْنَ الصَّوْمِ وَالْفِدْيَةِ ثُمَّ نُسِخَ بِتَعْيِينِ الصَّوْمِ بِقَوْلِهِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيُصُمْهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِلَّا الْحَامِلَ وَالْمُرْضِعَ إِذَا أَفْطَرَا خَوْفًا عَلَى الْوَلَدِ فَإِنَّهَا بَاقِيَةٌ بِالنَّسْخِ فِي حَقِّهِمَا فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا بِالزِّيَادَةِ عَلَى الْقَدْرِ الْمَذْكُورِ فِي الْفِدْيَةِ فَهُوَ أَيْ التَّطَوُّعُ خَيْرٌ لَهُ ۖ وَأَنْ تَصُومُوا مُبْتَدَأُ حَبْرَةَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنَ الْإِفْطَارِ وَالْفِدْيَةِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾ أَنَّهُ خَيْرٌ لَكُمْ فافْعَلُوهُ

ترجمہ:..... اے اہل ایمان! مقرر (فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ۔ جس طرح تم پر فرض کیا تھا تم سے پہلے (لوگوں) پر اس امید پر کہ پرہیزگار بن جاؤ گے) (گناہوں سے۔ کیونکہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے جو گناہوں کی جڑ ہے) چند روزہ (ایسا منسوب ہے لفظ صیام یا صوموا مقدر سے اور معدودات بمعنی قلیل یعنی رمضان کے سنتی کے چند روزہ مراد ہیں۔ جیسا کہ اگلی آیت میں آ رہا ہے اور دونوں صورتوں میں روزہ اس کے لئے نقصان دہ ہو تو اس کو افطار کر لینا چاہئے) تو اتنی ہی تعداد (جس قدر روزہ افطار کئے ہیں اتنے ہی اس پر واجب ہیں) دوسرے دنوں میں (اس کے بدلے روزے رکھے) اور جو لوگ روزہ کی طاقت (نہ) رکھتے ہوں (بڑھاپے یا کسی بیماری

کی وجہ سے جس کے اچھے ہونے کی توقع نہ ہو) ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ (وہ) ایک غریب آدمی کا کھانا ہے (جس قدر ایک روز میں ایک آدمی کھا سکتا ہو جس کی مقدار روزانہ کے لئے ایک مدغلہ تجویز کی گئی ہے۔ جو غلہ رواجی ہو اور ایک قرأت میں لفظ فدیہ اضافت بیانہ کے ساتھ آیا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ ”یطیقونہ“ سے پہلے مقدر نہ کیا جائے۔ ابتداء اسلام میں لوگوں کو روزہ اور فدیہ کے درمیان تھا۔ اس کے بعد یہ منسوخ ہو کر آیت ”فمن شهد منکم الشهر فليصمه“ کے ذریعہ روزہ کی تعیین ہو گئی۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ اس حکم نسخ سے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت مستثنیٰ ہے اگر یہ دونوں قسم کی عورتیں بچہ کے خیال سے روزہ افطار کر لیں تو یہ حکم فدیہ ان کے لئے اب بھی باقی اور غیر منسوخ ہے) جو شخص خوشی سے خیر خیرات کرے (فدیہ کی مقدار مقررہ سے زائد خرچ کر ڈالے) تو یہ (نفلی خیرات) کے لئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا (یہ مصدر ہے جس کی خبر آگے ہے) زیادہ بہتر ہے (بہ نسبت افطار و فدیہ کے) اگر تم کچھ واقفیت رکھتے ہو (کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو اس کی تعمیل کر لو۔)

تحقیق و ترکیب: صوم و صیام دونوں مصادر ہیں من الامم مراد یا بعینہ تشبیہ ہے جیسا کہ ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پچھلی امتوں پر بھی رمضان کے روزے فرض تھے اور یانس صوم میں شرکت مقصود ہے۔ وقت، مقدار، کیفیت، سب میں اشتراک بیان کرنا نہیں ہے جیسے فاذا کروا لله کذا کر کم اباء کم یا ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل ادم وغیرہ تشبیہات ہیں چنانچہ حضرت آدم پر ایام بیض کے اور قوم موسیٰ پر صرف عاشورہ کا روزہ فرض تھا اور مقصود اس طرز تعبیر سے ”مرگ انبوہ جشنے دارڈ“ کے قبیل سے روزہ کی صعوبت کو کم کرنا اور تسلی دینا ہے جیسا کہ ایک ماہ کے روزوں کو ”تقلیل“ کا عنوان دینا تسہیل کی خاطر ہے آسانی عنوان سے بڑی سے بڑی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ایاماً روح المعانی میں صیام کے ذریعہ ایاماً کے منسوب ہونے کا تظہیر کیا ہے کیونکہ عامل و معمول میں اجنبی کا فاصلہ ہو گیا ہے۔ البتہ صوم و مقدر کے ذریعہ سے صحیح ہے۔

فی الحالین بحالت سفر عجز حقیقی پر مدار نہیں ہے۔ بلکہ بحالت سفر مطلقاً رخصت افطار ہے۔ نفس کو قائم مقام مشقت کے مان لیا گیا ہے۔ چاہے حقیقہ تکلیف ہو یا نہ ہو اس لئے جلال محقق کی رائے سے حنفیہ کو اتفاق نہیں ہے۔ الا یہ کہ عجز تقدیری مراد لیا جائے۔

وعلی الذین اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول تو یہ کہ ابتداء اسلام میں مقیم تندرستوں کے لئے بھی یہ رخصت تخییر تھی کہ چاہے وہ روزہ رکھ لیں یا فدیہ دے دیں۔ اس صورت میں یطیقونہ تو اپنی حالت پر رہے گا کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ علامہ زخشری کی رائے یہی ہے البتہ اب یہ حکم آیت فممن شهد منکم الشهر فلیصمه کے ذریعہ منسوخ ہو گیا ہے۔ امام بخاری نے ابن عمر اور سلمہ ابن اکوع سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور جمہور کا قول یہی ہے۔ دوسرا قول اس کو منسوخ نہ ماننے کا ہے۔ اس صورت میں دو توجیہیں ہو سکتی ہیں (۱) لا کی تقدیر جیسے دوسری آیت میں یبین الله لکم ان تصلوا میں لا کی تقدیر ضروری ہے۔ چنانچہ امام حفص کی قرأت بھی لا یطیقونہ ہے (۲) یا پھر یطیقون باب افعال سے ہے اور اس میں ہمزہ سلب کے لئے ہے۔ اطلاق فلان جبکہ اس کی طاقت زائل ہو جائے چنانچہ شمس الائمہ سے یہ توجیہ منقول ہے۔ ان دونوں صورتوں میں یہ حکم شیخ فانی کے لئے یا بقول امام شافعی حاملہ اور مرضہ محتملہ الضرر کے لئے مخصوص ہوگا اور منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ او علی سفر اس کی بجائے فی سفر نہیں کہا اس میں اشارہ ہے کہ اگر کسی نے درمیان دن کے سفر شروع کیا تو اس کو رخصت افطار نہیں ہے البتہ جس نے صبح سے پہلے سفر شروع کر دیا اس کے لئے اجازت ہے فعدا اس میں ایک شرط اور دو مضاف محذوف ہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح تھی فعليه صوم عدة ايام المرض والسفر من ايام اخر ان افطر۔

فمن شهد منکم اس خطاب سے مراد عاقل، بالغ، تندرست، ہیں ورنہ بچہ مجنون پر باوجود شہود رمضان کے اور مقیم ہونے کے روزہ

فرض نہیں ہے۔

رابطہ:..... ابواب بر میں سے تیسرا حکم روزہ سے متعلق ہے۔ تقریباً پورے رکوع میں دور تک اسی کے متعلقات اور احکامات کا بیان ہے۔

شان نزول:..... سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ”وعلیٰ الذین یطیقونہ“ نازل ہوئی تو ہم لوگوں کو اختیار تھا چاہے روزہ رکھ لیں اور چاہے فدیہ دے کر افطار کر لیں۔ لیکن جب اس کے بعد والی آیت ”فمن شہد منکم الشهر فلیصمه“ نازل ہوئی تو پھر یہ اختیار منسوخ ہو کر روزہ متعین ہو گیا۔

﴿تشریح﴾:..... روزہ کی اہمیت و عظمت:..... روزہ روحانی، اخلاقی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی، طبی ہر لحاظ سے ایک بہترین عبادت ہے اور زمانہ قدیم سے مختلف شکلوں اور نوعیتوں کے ساتھ خدا کے حکم سے انسانوں میں مروج رہا ہے۔ اسلام جو ایک جامع اور مکمل مذہب ہے اس عظیم الشان عبادت سے کیسے خالی رہ جاتا۔ روزہ کا مقصد محض فاقہ کرنا اور اپنے جسم کو تکلیف و مشقت میں ڈالے رکھنا نہیں ہے بلکہ نفس انسانی کی تہذیب و اصلاح، پرہیزگاری اور تقویٰ و طہارت، نفس کی خواہشوں کو قابو میں رکھنے کی مشق کا بہم پہنچانا ہے۔ جس کی طرف لعلکم تتقون میں اشارہ ہے یعنی کھانے پینے، صحبت سے بہ نیت روزہ، دن بھر کنا تو روزہ کی صورت ہے لیکن حقیقت و روح کچھ اور ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:..... تاہم لعلکم تتقون سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ تقویٰ اگر کسی اور ذریعہ سے حاصل کر لیا جائے تو پھر روزہ کی کیا ضرورت ہے؟ یا کسی روزہ سے اگر یہ مقصد حاصل نہ ہوتا ہو تو پھر روزہ سے کیا فائدہ۔ سوا دل تو یہ روزہ کی علت نہیں ہے کہ اس کے بغیر روزہ ساقط ہو جائے بلکہ روزہ ایک مصلحت اور حکمت ہے پھر حکمت کچھ اس ایک مصلحت میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہزاروں مصالح علم الہی میں محفوظ ہوں گی۔ وہ بغیر روزہ کے کس طرح حاصل ہو سکیں گی۔ تیسرے تقویٰ خاص جس کا تعلق صرف روزہ کے ساتھ ہو وہ روزہ کے بغیر کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کی صورت مخصوصہ کا فیضان تو روزہ کے ہیولی پر ہی ہوگا غرضکہ ہر عبادت کی روح جس طرح اسی مخصوص جسم عبادت میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے یہی حال روزہ کا ہے۔ اگر روزہ کی حکمت روزہ کے بغیر حاصل ہو سکتی تو پھر کسی عبادت کی بھی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اس لئے فی الحقیقت یہ عبادت سے بچنے کا ایک شیطانی بہانہ اور کید نفس ہے۔

روزہ کے ضروری احکام:..... روزہ کے تفصیلی احکام تو کافی ہیں، ان کے لئے کتب فقہ کی مراجعت ضروری ہے۔ البتہ آیت میں بیمار اور مسافر کے لئے رخصت و قضا کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح فدیہ کا بیان ہوا ہے۔ اس لئے چند باتیں مناسب مقام ملحوظ رہنی چاہئیں۔

۱: بیماری سے مراد ہر طرح کی بیماری نہیں ہے بلکہ صرف ایسی بیماری کہ جس میں روزہ بے حد تکلیف دہ ہو۔ یا بیماری کے بڑھنے اور دیر میں اچھا ہونے کا خطرہ ہو اور طبیب حاذق روزہ کو مضر بتلا دے ایسے وقت روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ امام مالک کے نزدیک مطلق بیماری کافی ہے اور امام شافعی کے نزدیک مہلک بیماری ہونی چاہئے۔ اسی طرح سفر سے مراد عام سفر نہیں کہ تھوڑا ہو یا زیادہ بلکہ کم از کم ۲۸ میل کے سفر کا ارادہ ہو۔ شرعی میل انگریزی میل سے ۱/۸ حصہ زائد ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک ۴۵ یا ۵۴ میل اور ۶۰ میل مسافت ہے ایسے مسافروں کے لئے آبادی سے باہر نکلنے سے لے کر منزل مقصود پر پہنچ کر کم از کم پندرہ روز قیام کرنے کی نیت تک روزہ چھوڑنے

کی اجازت ہے تاہم اگر روزہ رکھ سکتا ہو تو روزہ رکھنا ہی افضل ہے۔

۲:..... ایسے مریض اور مسافر اگر روزہ کی نیت کر چکے ہوں تو بلا ضرورت شدیدہ توڑنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر نیت ہی نہ کی ہو اور بیماری یا سفر شروع ہو گیا ہو تو روزہ کا ترک جائز ہے۔ اگر رمضان ختم ہونے سے پہلے ہی بیماری یا سفر ختم ہو جائے تو اول بقیہ رمضان کے روزے رکھے جائیں۔ پھر بعد رمضان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنی چاہئے۔ خواہ ایک دم لگاتار یا ایک ایک دو دو کر کے پورے کیے جائیں اور بعض کے نزدیک ابی بن کعب کی قرأت من ایام اخر متتا بعات کی وجہ سے مسلسل قضا کو لازم کہتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ خبر واحد ہے اس سے زیادتی علی الکتاب کی گنجائش نہیں ہے۔

۳:..... ابتدائے اسلام میں جو فدیہ کی عام اجازت تھی جس کا تذکرہ آیت کے ابتدائی حصہ میں ہے وہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ لیکن فدیہ کی خاص اجازت اب بھی ہے۔ بہت زیادہ بوڑھے یا ایسے بیمار کے لئے جس کے اچھے ہونے کی امید نہ رہی ہو جائز ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ ایک غریب کو دو وقت کا کھانا کھلا دیں۔ یا غلہ دینا چاہیں تو اسی تولہ (فی سیر) کے حساب سے ایک روزہ کا بدلہ پونے دو سیر گیہوں دے دیے جائیں۔ یہ ایک مسکین کا غلہ ہے اگر اس کو کئی جگہ تقسیم کیا گیا یا ایک ہی تاریخ میں ایک مسکین کو ایک سے زائد فدیہ دیا گیا تو دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہوگا۔ نیز فدیہ ادا کرنے کے بعد بیمار اچھا ہو گیا اور اس میں روزہ کی طاقت آگئی تو فدیہ روزوں کے حق میں شمار نہیں ہوگا بلکہ روزوں کی قضا کرنی پڑے گی۔ البتہ فدیہ کا ثواب بدستور رہے گا اور کسی معذور میں فدیہ کی بھی سکت نہ ہو تو بجائے روزوں کے استغفار کرتا رہے اور عذر دور ہوتے پر روزوں کا عزم رکھے۔

تِلْكَ الْأَيَّامُ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ هُدًى حَالًا هَادِيًا مِنَ الضَّلَالَةِ لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ آيَاتٍ وَاضِحَاتٍ مِّنَ الْهُدَى مِمَّا يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ مِنَ الْأَحْكَامِ وَمِنَ الْفُرْقَانِ مِمَّا يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَمَنْ شَهِدَ حَضْرَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط
وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط تَقَدَّمَ مِثْلُهُ وَكَرَّرَهُ لِئَلَّا يُتَوَهَّمَنَّ نَسْخُهُ بِتَعْمِيمٍ مِّنْ شَهِدَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَ وَلِذَا أَبَاحَ لَكُمْ الْفِطْرَ فِي الْمَرَضِ وَالسَّفَرِ وَلِكُونَ ذَلِكَ فِي مَعْنَى الْعِلَّةِ أَيْضًا لِلْأَمْرِ بِالصَّوْمِ عَطْفٌ عَلَيْهِ وَلِتُكْمِلُوا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ الْعِدَّةَ أَيْ عِدَّةَ صَوْمِ رَمَضَانَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عِنْدَ اكْمَالِهَا عَلَى مَا هَدَيْكُمْ أَرْشَدَكُمْ لِمَعَالِمِ دِينِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۸۵﴾ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ وَسَأَلَ جَمَاعَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَبُ رَبَّنَا فَنَجَّاهُ أَمْ بَعِيدُ فَنَادِيَهُ فَنَزَلَ وَإِذَا سَأَلْتَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط مِنْهُمْ يَعْلَمُونَ فَأَخْبِرْهُمْ بِذَلِكَ أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لَا يَنَالُكَ مَسْأَلٌ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي دُعَائِي بِالطَّاعَةِ وَلْيُؤْمِنُوا بِيَدِي مَوْعَلَى الْإِيمَانِ بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾ يَهْتَدُونَ

ترجمہ:..... (یہ زمانہ) ماہ رمضان کا ہے کہ جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا ہے (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں) جو ہدایت دینے والا ہے (لفظ ہدیت سے گمراہی سے ہدایت بخشنے والا) لوگوں کو واضح الدلالة ہے (یعنی اس کی آیات واضح ہیں)

مجملاً ان کتابوں کے ہے جو ہدایت بخشنے والی ہیں (یعنی ایسے احکام پر مشتمل ہے جو ہدایت الی الحق کرنے والے ہیں) اور فیصلہ کرنے والی ہیں (جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن ہیں) چنانچہ جو شخص اس وقت موجود ہے اس کے لئے اس مہینہ میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کو دوسرے دنوں میں شمار سے رکھنے چاہئیں (یہ آیت پہلے بھی گزر چکی ہے اور مکرر ہے اس لئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ "من شہد" کی تعیم سے اس کی منسوخیت کا شبہ نہ ہو جائے) اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے۔ اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں ہے (اسی لئے بیماری اور سفر میں تمہارے لئے افطار جائز کیا ہے اور چونکہ یہ مضمون حکم صوم کی معنا علت بھی ہے اس لئے اس پر اگلا جملہ عطف کر دیا ہے) اور تاکہ تم لوگ پورا کر لیا کرو (تکملوا تخفیف اور تشدید کے ساتھ پڑھا گیا ہے) گنتی کو (یعنی رمضان کے روزوں کی تعداد) اور اس لئے کہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو (اس کے پورا کرنے پر) کہ اس نے تم کو طریقہ بتلا دیا ہے (تم کو اپنے معاملہ دین سکھلائے) اور اس لئے کہ تم شکر یہ ادا کرو (اللہ کا اس انعام پر ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارے رب ہم سے قریب ہیں کہ صرف مناجات ہمارے لئے کافی ہو یا دور ہیں کہ پکارنے کی ضرورت پیش آئے۔ اس پر آیت نازل ہوئی) اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارہ میں دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں (اپنے علم کے لحاظ سے ان سے آپ ان کو اس کی اطلاع فرما دیجئے) قبول کر لیا کرتا ہوں، دعا مانگنے والوں کی درخواست جبکہ وہ میرے حضور میں پیش کرتے ہیں (ان کی درخواست منظور کر لیتا ہوں) ان کو چاہئے کہ قبول کر لیا کریں (میرے احکام بجا آوری کے ساتھ) اور مجھ پر یقین رکھنا چاہئے (مجھ پر ہمیشہ ایمان رکھیں) امید یہ ہے کہ وہ لوگ فلاح (ہدایت) حاصل کر سکیں گے۔

تحقیق و ترکیب:..... شہر رمضان سے پہلے تلک الایام مبتداء ہے اور الذی اس کی خبر ہے اور بقول ابن عباس اور حسن اور ابو مسلم شہر رمضان سے مراد ایام معدودات ہیں۔ اولاً مطلقاً روزہ کی فرضیت کی اطلاع دی۔ پھر چند روزہ کہہ کر اس کو ہلکا کیا، اس کے بعد شہر رمضان فرما کر بات صاف کر دی۔ اس تدریج میں نفس کی گرانی کم ہو جائے گی۔ من اللوح اس آیت میں شہر رمضان میں نزول معلوم ہوا۔ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر و فی ایۃ فی لیلۃ مبارکۃ سے مخصوص ایک شب میں نزول معلوم ہوا۔ حالانکہ نبوت کے بعد سے وفات تک تقریباً ۲۳ سال سلسلہ وحی جاری رہا۔ تینوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ نزول اول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ہوا۔ خواہ پورے قرن کا یا سال بھر جس قدر اتارنا ہوتا یہ نزول تو شب قدر میں ہوا اور شب قدر رمضان میں ہے تو اس طرح نزول فی لیلۃ نزول فی رمضان ہوا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے پاس حسب وقائع اور بقدر ضرورت ایک آیت دو آیت رکوع سورت کی صورت میں کل مدت نبوت سلسلہ جاری رہا۔ اول کو نزول یا انزال کہتے ہیں اور دوسری صورت کو تنزیل سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح پوری تطبیق ہو گئی ہے۔ ہدی و بینات یہ دونوں حال ہیں۔ القران سے اور عامل انزال ہے اور من الہدی والفرقان صفت ہیں ہدی اور بینات کی۔ پس یہ محلاً منصوب ہے۔ ای ان کان القران ہدی و بینات ہو من جملۃ ہدی اللہ و بیناتہ فمن شہد منکم الشہر۔ اس میں الشہر مفعول بہ ہے اور فاء سببیہ تا تعقیبہ ہے تفصیلیہ نہیں ہے بظاہر اس حکم میں مریض و مسافر، مقیم، تندرست سب کے لئے تعیم تھی اس لئے آگے من کان مریضاً سے اس کی تخصیص کر دی اور یہ تکرار بھی اس تخصیص کے لئے فدیہ کا سابقہ حکم جو من شہد سے منسوخ ہو گیا ممکن ہے کہ مریض و مسافر بھی اس تعیم میں داخل ہوں۔ اس لئے اس کو مستثنیٰ کرنے کے لئے دوبارہ ذکر کرنا پڑا۔ یرید اللہ یہ دو حکموں کی علت ہے جن پر من کان مریضاً دلالت کر رہا ہے۔ یعنی جواز افطار اور توسع فی القضاء جو فعدۃ من ایام اخر سے سمجھ میں آرہے ہیں۔ مفسر جلال بھی ان دونوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں معتزلہ اس آیت سے بندہ کے ارادۃ خداوندی کے خلاف کرنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ مریض و مسافر اگر روزہ رکھ کر مشقت برداشت کریں

تو اللہ کے ارادہ یسر کے خلاف ہوا لیکن جواب دیا جائے گا کہ اللہ کا ارادہ یسر افطار کا مباح کرنا ہے اور وہ اجازت سے حاصل ہو چکا ہے اس کا تخلف نہیں ہوا۔ فلا اشکال و لتکملوا یعنی روزہ کا حکم آسانی کے لئے ہے اور تکمیل مدت کے لئے ہے خواہ مدت رمضان ہو اگر مخاطب عام ہو یا مدت قضا کی تکمیل مراد ہو اگر مخاطب خاص یعنی مریض و مسافر ہوں و لتکبروا اللہ اکمال سے مراد اگر اول یعنی اکمال ادا ہو تو تکبیر سے مراد تکبیر عید الفطر ہوگی یعنی روزے پورے کرو۔ اور تکبیر عید یعنی دو گنا نہ اور تکبیرات ادا کرو۔ اس صورت میں یہ فمن شہد کی علت ہوگی اور اکمال سے ثانی یعنی تکمیل قضا مراد ہو تو تکبیر سے مراد خدا کی شہادت ہوگی اور یہ تیسری علت ہوگی اور تکبیر کا تعدیہ علی کی ذریعہ بتضمین معنی حمد ہوگا۔ ای لتکبروا اللہ حامدین علی ما ہدانا کم الیہ ایسے مواقع پر یہ عطف کا لطیف ترین پیرایہ ہے کیونکہ ما قبل کی علتیں ہونے کی وجہ سے مقتضی ظاہر یہ تھا کہ واوترک کر دیا جاتا۔ لیکن اس میں بلا تکلف احکام سابقہ کی طرف مزید اہتمام شان ہے۔ قریب قرب سے مراد جسمانی یا مکانی قرب نہیں ہے کہ وہ محال ہے بلکہ علمی اور حفاظتی قرب مراد ہے اور صوفیا اقرب ذاتی بلا کیف کے قائل ہیں۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت ہے فالتحقیق فی مقام التوفیق ان مختار ان الامام قرب الحق من الخلق وقرب الخلق و صفت بلا کیف و ثبت بلا کشف۔ فاخبرہم یہ تقدیر عبارت خبر قریب کی تصحیح کے لئے ثانی ہے۔ اجیب استجاب و اجاب دونوں کے معنی قطع سوال کے ہیں مراد سے ہمکنار کر دینے کی وجہ سے جو ب بمعنی قطع سے ماخوذ فلیستجیوا لی ای فلیتثلوا او امری ایمان کو بعد میں اور اطاعت کو پہلے لانے میں اشارہ ہے کہ طاعت ہی مفطی الی نور الا ایمان کر دیتی ہے۔ یدیموا جلال محقق نے ایک شبہ کے ازلہ کے لئے یہ توجیہ فرمائی ہے کہ استجاب اور ایمان ایک دوسرے سے بے نیاز کرتے ہیں اس لئے دونوں کے اجتماع کی ضرورت نہیں تھی۔ جواب یہ ہے کہ نفس ایمان مراد نہیں ہے بلکہ بقا اور دوام ایمان مقصود ہے یا تخصیص بعد اعمیم ہے ایمان کے شرف و فضل ظاہر کرنے کے لئے۔

رابطہ:..... پچھلی آیت میں ایام روزہ کا اجمالی بیان تھا اس آیت میں اس کا تفصیلی بیان ہے ان تمام احکام میں بندوں کی مصالح حق تعالیٰ کے پیش نظر ہیں جن سے حق تعالیٰ کا بندوں پر مہربان اور متوجہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے آیت و اذا سألک سے قرب و اجابت کا بیان مناسب مقام ہوا۔

شان نزول:..... آیت و اذا سألک کے شان نزول کی طرف خود جلال محقق نے اشارہ فرما دیا ہے کہ بعض اعراب نے آنحضرت ﷺ سے حاضر ہو کر استفتاء کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ تشریح ﴾:..... روزہ کی مشروعیت میں تدریج:..... بالکل ابتداء اسلام میں صرف یوم عاشورہ (دسویں محرم) کا روزہ فرض ہوا تھا۔ اس کے بعد ایام بیض یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے روزے فرض رہے۔ اس تدریج کے بعد یہ دونوں حکم منسوخ ہو کر رمضان کے روزے مقرر ہوئے لیکن روزہ اور فدیہ کے اختیار کے ساتھ۔ بعد میں اس آیت کے ذریعہ یہ تخییر بھی منسوخ ہوئی اور ہمیشہ کے لئے ۲۹، ۳۰ دن کے روزے ایک خاص مہینے کے مقرر ہو گئے۔ ریگزار عرب کا ذرہ ذرہ اس وقت تنور کی طرح تپ رہا تھا جب کہ ایک با خدا انسان حراء کی کھو میں سر بزا نو اور جمال خداوندی میں کھویا ہوا تھا کہ روزہ کی صورت میں اس کو پیغام محبت ملا۔ رمضان کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ رمض کے معنی شدت حرارت کے ہیں وہ زمانہ سخت ترین گرمی کا تھا۔

روزوں کے لئے ماہ رمضان کی تخصیص:..... روزہ کے لئے ماہ رمضان کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ نہ صرف اس میں نزول قرآن ہوا ہے بلکہ تمام آسمانی کتابیں اس ماہ مبارک میں انسانی ہدایت کا سرچشمہ لے کر آئیں ہیں۔ امام احمد اور طبرانی کی

روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیمی صحیفے رمضان کی پہلی شب میں اور تورات رمضان کی چھٹی شب میں اور انجیل تیرہویں شب میں اور قرآن کریم رمضان کی چوبیسویں شب میں نازل فرمائے گئے۔ لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ شب قدر سے مراد ستائیسویں شب رمضان ہے جس میں قرآن نازل ہوا چنانچہ سورۃ قدر میں لفظ لیلۃ القدر تین دفعہ لایا گیا ہے اور اس مجموعہ کے لفظ نو حروف ہیں اس طرح مجموعہ ستائیس ہوتا ہے۔

قرآن اور رمضان: تو اس ماہ کا روزہ کے لئے مخصوص ہونا نزول قرآن کی یادگار ہے اسی لئے تراویح وغیرہ میں بکثرت کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی سیرت میں بھی یہی خصوصی اہتمام و التزام ملتا ہے۔

رمضان اور قبولیت دعاء: اسی طرح دعاء التجاء تضرع و زاری کو بھی اس ماہ مبارک سے خصوصی ربط اور ایک گونہ علاقہ معلوم ہوتا ہے۔ روزہ جس کے بارے میں الصوم لی وانا اجزی بہ فرمایا گیا ہے اس سے یقیناً بندہ کا خدا سے انتہائی قرب معلوم ہوا چنانچہ یسنلونک عن الاہلہ اور یسنلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ یسنلونک ما ذا ینفقون وغیرہ جس سے اور سوالات قرآن کریم میں صحابہؓ کے نقل کیے گئے ہیں سب میں آنحضرت ﷺ کو "قل" کے ذریعہ واسطہ جواب بنایا گیا ہے۔ مگر جب خود حق تعالیٰ کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو حق تعالیٰ بنفس نفس خود بلا واسطہ جواب عطا کر رہے ہیں یہاں قل انسی قریب نہیں فرمایا گیا اس سے بے حجابانہ قرب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ باقی جس طرح حق تعالیٰ کی ذات بے چون و چگون ہے اسی طرح اس کا قرب بھی بلا کیف اور ماورئی سمجھنا چاہئے متشابہ الفاظ کے حقائق کے درپے ہونا مناسب نہیں ہے۔

سبب ادا اور سبب قضاء: من شہد کے عموم اور من کان منکم مریضاً الخ کی تخصیص سے معلوم ہوتا ہے کہ شہود رمضان جو اداء روزہ کا سبب ہوتا ہے وہی سبب قضاء روزہ کا بھی ہوتا ہے۔ البتہ جیسا کہ امام فخر الاسلام بزدویؒ کی رائے ہے مسافر و مریض کی حق میں نفس و جوہ باقی رہتے ہوئے و جوہ ادا مؤخر ہو گیا ہے ورنہ قضا کے لئے اگر سبب جدید کی ضرورت سب کے یا مریض و مسافر کے لئے ہوتی تو قضا کے لئے دوسرے رمضان کا شہود درکار ہوتا۔ تاہم علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نفس و جوہ مطلق شہود شہر یعنی پورا ماہ رمضان دن و رات کا مجموعہ ہوتا ہے یا صرف دن سبب ہوتا ہے یا شہود بعض شہر سبب ہوتا ہے۔ شمس الائمہ اول صورت کے قائل ہیں دوسرے اکثر علماء روزہ کا علیحدہ سبب اس روز کو مانتے ہیں یعنی صبح کا جزو اول مقارن لداداء یارات کا اخیر جزو علی اختلاف الاقوال اور معیار پورا دن اور ظرف پورا مہینہ ہو جائے گا۔

بیماری یا سفر اور روزہ: بعض حضرات مسافر و مریض کے لئے افطار کو فرض و واجب کہتے ہیں۔ یرید اللہ بکم الیسر ان پر حجت ہوگی کیونکہ یہ وجوب یسر کے منافی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بمقابلہ رخصت کے عزیمت پر عمل کرنا بہتر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ رخصت اسقاط ہے جیسا کہ خمر و میتہ کی رخصت بحالت اضطرار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بحالت سفر روزہ کو پسندیدہ نہیں سمجھتے۔ آیت یرید اللہ کی وجہ سے نیز مدینہ طیبہ سے بجانب مکہ سفر کرنے والوں کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا تھا اولنک العصاة اولنک العصاة لیکن حنفیہ نے سب نصوص پر غور کر کے یہ فیصلہ کیا کہ عزیمت تو روزہ ہی ہے۔ وان تصوموا خیر لکم کی وجہ سے تاہم اس عزیمت میں رخصت کا پہلو بھی موجود ہے یعنی سب کے ساتھ روزہ رکھنے کی جو سہولت اس وقت ہوگی وہ بعد میں نہیں رہے گی۔ البتہ افطار میں بھی یسر ہے یعنی دفع مشقت۔ اس لئے یہ رخصت حقیقی کی قسم ثانی ہے۔ رہا روایت اولنک الخ وغیرہ وہ سفر جہاد کے

بارہ میں ہے عام سفروں کو اس پر قیاس کرنا مناسب نہیں ہے۔ علیٰ ہذا حنفیہ کے نزدیک یہ شرعی رخصت ہر قسم کے سفر کے بارے میں ہے اچھا سفر ہو یا برا امام شافعی کے نزدیک سفر معصیت اس رخصت سے مستثنیٰ ہے۔ صرف سفر طاعت کے لئے یہ انعام خداوندی مخصوص ہے، لیکن ظاہر ہے کہ سفر کی اچھائی برائی مقاصد کے لحاظ سے ہو سکتی ہے اور مقاصد سے اول تو رخصت کو کوئی تعلق نہیں ہے نفس سفر سے تعلق ہے۔ دوسرے وہ مقاصد بھی کبھی اس سفر پر مرتب ہوتے ہیں اور کبھی اس سفر سے ان مقاصد کی ضد یعنی طاعت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے باب رخصت میں سفروں کی تفریق و تخصیص کرنا کچھ مناسب نہیں ہے۔

دعاء کے سلسلے میں اہل سنت اور معتزلہ کا نظریہ: واذا سألک سے قضاء حاجت اور دہلا کے سلسلہ میں دعاؤں کا مؤثر ہونا معلوم ہوتا ہے جو عقیدہ ہے اہل سنت کا۔ لیکن معتزلہ اس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ دعاء تقدیر کے موافق ہوگی یا مخالف؟ اگر موافق ہے تو مقصد کو پورا ہونے میں دعاء کا کیا دخل؟ جو کچھ ہوا تقدیر سے ہوا اور اگر مخالف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے ورنہ ”جف القلم بما ہو کائن“ ”ما یبدل القول لدی“ کے خلاف لازم آئے گا۔ اہل حق یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کے دو درجے ہوتے ہیں۔ ایک تقدیر مبرم، دوسرے تقدیر مطلق ہے۔ اول میں تغیر و تبدل ممکن نہیں ہوتا۔ حدیث و آیت مذکورہ اسی سے متعلق ہیں لیکن تقدیر مطلق جو غیر مختتم اور غیر حتمی ہوتی ہے اس میں دعا وغیرہ اسباب سے رد و بدل ہو سکتا ہے اور ایک دقیق اور غامض حقیقت ہے جس پر اہل حقیقت کے علاوہ اور کوئی مطلع نہیں ہو سکا۔

قبولیت دعا کے بارہ میں شبہ: آیت میں جو قبولیت دعا کا وعدہ اور فی الفور ایفاء کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح دعا کے باب میں مطلقاً وعدہ معلوم ہوتا ہے۔ بظاہر سب باتیں مخدوش ہیں کیونکہ مؤمنین کی بعض دعاؤں کا پورا نہ ہونا مشاہدہ سے اور کافروں کی دعا کا نامقبول ہونا آیت وما دعاء الکافرین الا فی ضلال سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح استجابت میں تاخیر بھی اکثر مشاہدہ میں آتی ہے۔ علماء نے اس کی متعدد توجیہات فرمائی ہیں۔

جوابات: (۱) اجابت داعی سے مراد ممکن ہے جو اب دعا یعنی بندہ جب خدا کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً جواب دیتے ہیں اس کی پکار بے کار نہیں جاتی۔ یہ توجیہ عاشقانہ ہے چنانچہ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا جمال مبارک خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے اللہ میں نے کتنی دفعہ دعا کی مگر آپ نے منظور نہیں فرمائی۔ جواب ملا کہ ہمیں تمہارا پکارنا اور پکارنے کی آواز ہی پسند ہے۔

(۲) قبولیت دعا کی کچھ شرائط اور کچھ مواقع ہوتے ہیں۔ شرائط مثلاً اکل حلال، صدق مقال وغیرہ اور موانع مثلاً قلب لاہی، عدم اخلاص نیت وغیرہ ان میں نقصان باعث حرمان ہوتا ہے اس لئے قبولیت دعا کا وعدہ مطلق نہیں ہوتا بلکہ مقید ہے۔

(۳) دعاء دراصل اللہ کا فضل ہے اور فضل مشیت الہی پر موقوف ہوتا ہے ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء تو قبولیت دعا بھی مشیت الہی پر موقوف ہوتی ہے۔

(۴) اجابت دعا کے معنی خیر مقدر کرنے کے ہیں اگر علم الہی میں اس دعا کا پورا نہ کرنا ہی خیر ہو تو یہی قبولیت کی حقیقت ہوگی۔

(۵) قبولیت دعا کبھی بعینہ اس بات کے پورا کرنے سے ہوتی ہے اور کبھی کسی مصیبت خاص کے دفعیہ سے ہوتی ہے اور کبھی اس سے بہتر کوئی خاص نعمت دنیا ہی میں دے دی جاتی ہے اور کبھی آخرت میں رفع تکلیفات یا رفع درجات کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس وقت تو بندہ کو اس کی قدر و قیمت نہیں ہوتی لیکن آخرت میں اس کی قدر و منزلت ہوگی اور یہ تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی دعا بھی پوری

نہ ہوئی ہوتی۔

(۶) اذا دعان میں لفظ اذا قضیہ مہملہ قضیہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی ایک دفعہ بھی اگر دعاء قبول ہوگئی تو آیت کا وعدہ صادق ہونے کے لئے کافی ہے۔

(۷) یہ وعدہ مناسب دعاؤں کے متعلق ہے۔ نامناسب دعاؤں کے بارہ میں وعدہ نہیں ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو فی الواقع نامناسب ہو اس کا علم بھی دعاء کرنے والے کو ہو جائے۔

بعض دعاؤں کی نامقبولیت کیا بعض احکام کے رد کا باعث ہو سکتی ہے:..... اس سے یہ ملحدانہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ جس طرح حق تعالیٰ ہماری بعض درخواستیں نہیں مانتے ہمارے لئے بھی گنجائش ہے کہ ان کے بعض احکام نہ مانیں۔ کیونکہ ہماری بعض درخواستیں تو نامناسب ہوتی ہیں اور ان کے سارے احکام مناسب ہی ہوتے ہیں اس لئے دونوں برابر نہ ہوئے۔

أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ بِمَعْنَى الْإِفْضَاءِ إِلَى نِسَائِكُمْ بِالْجَمَاعِ نَزَلَ نَسْخًا لِمَا كَانَ فِي صَدْرِ
الْإِسْلَامِ مِنْ تَحْرِيمِهِ وَتَحْرِيمِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ بَعْدَ الْعِشَاءِ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ كِنَايَةٌ عَنْ
تَعَانُقِهِمَا أَوْ إِحْتِيَاجِ كُلِّ مِنْهُمَا إِلَى صَاحِبِهِ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ تَخُونُونَ أَنْفُسَكُمْ بِالْجَمَاعِ
لَيْلَةَ الصِّيَامِ وَقَعَ ذَلِكَ لِعُمَرِ وَغَيْرِهِ وَاعْتَدَرُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَابَ عَلَيْكُمْ قَبْلَ تَوْبَتِكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ إِذَا حَلَّ لَكُمْ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا أَطْلُبُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ صَ أَيُّ أَبَاحَهُ
مِنَ الْجَمَاعِ أَوْ قَدَرَهُ مِنَ الْوَلَدِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا اللَّيْلَ كُلَّهُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ يَظْهَرَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ
الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ صَ أَيُّ الصَّادِقِ بَيَانٌ لِلْخَيْطِ الْأَبْيَضِ وَبَيَانٌ الْأَسْوَدِ مَحْدُوفٌ أَيُّ مِنَ اللَّيْلِ
شَبَهَ مَا يَبْدُو مِنَ الْبَيَاضِ وَمَا يَمْتَدُّ مَعَهُ مِنَ الْغَيْشِ بِخَيْطَيْنِ أبيضٍ وَأَسْوَدٍ فِي الْإِمْتِدَادِ ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ مِنَ
الْفَجْرِ إِلَى اللَّيْلِ صَ أَيُّ إِلَى دُخُولِهِ بِغُرُوبِ الشَّمْسِ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ أَيُّ نِسَاءِكُمْ وَأَنْتُمْ عَكِفُونَ
مُقِيمُونَ بِنِيَّةِ الْإِعْتِكَافِ فِي الْمَسْجِدِ ط مَتَّعَلِقٌ بِعَكِفُونَ نَهَى لِمَنْ كَانَ يَخْرُجُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَيَجَامِعُ
إِمْرَأَتَهُ وَيَعُودُ تِلْكَ الْأَحْكَامُ الْمَذْكُورَةُ حُدُودُ اللَّهِ حَدَّهَا لِعِبَادِهِ لِيَقْفُوا عِنْدَهَا فَلَا تَقْرُبُوهَا ط أَبْلَغُ مِنْ
لَا تَعْتَدُوهَا الْمُعْبَرُ بِهِ فِي آيَةِ أُخْرَى كَذَلِكَ كَمَا يَبَيِّنُ لَكُمْ مَا ذَكَرَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَّقُونَ ﴿۱۸۷﴾ مَحَارِمَهُ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ أَيُّ لَا يَأْكُلُ بَعْضُكُمْ مَالَ بَعْضٍ بِالْبَاطِلِ الْحَرَامِ
شَرْعًا كَالسَّرِقَةِ وَالْغَضَبِ وَلَا تَدُلُّوا تَلْقُوا بِهَا أَيُّ بِحُكُومَتِهَا أَوْ بِأَمْوَالِ رِشْوَةٍ إِلَى الْحُكَامِ لِتَأْكُلُوا
بِالتَّحَاكُمِ فَرِيقًا طَائِفَةً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ مُتَلَبِّسِينَ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾ إِنَّكُمْ مُبْطِلُونَ

ترجمہ:..... تمہارے لئے روزہ کی رات میں مشغول رہنا حلال کر دیا گیا ہے (رفث بمعنی افشاء۔ کتابیہ جماع سے ہے) تمہاری

بیویوں سے (جماع کے ساتھ ابتدائے اسلام میں صحبت، کھانے پینے سے عشاء کے بعد جو ممانعت ہوئی تھی اس کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے) کیونکہ وہ تمہارے لئے بمنزلہ اوڑھنے بچھانے کے ہیں اور تم ان کے لئے بمنزلہ اوڑھنے بچھانے کے ہو (یہ کنایہ ہے دونوں کے معانقہ یا ایک دوسرے کی طرف ضرورت مند ہونے سے) اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کے گناہ میں خود کو مبتلا کر رہے تھے (روزوں کی رات میں جماع کر کے۔ حضرت عمرؓ وغیرہ اس میں مبتلا ہو چکے تھے اور آنحضرت ﷺ سے معتذر ہوئے) خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی (تمہاری توبہ قبول فرمائی) اور تم سے گناہ دھو دیا۔ سواب (جبکہ تمہارے لئے حلال کر دیا ہے) ان سے ملو ملاؤ (صحبت کرو) اور تلاش (طلب) کرو خدا نے جو تمہارے لئے تجویز کیا ہے (یعنی صحبت جائز کی یا اس سے اولاد مقدر کی) اور کھاؤ پیو (پوری رات) حتیٰ کہ تمہارے لئے واضح (ظاہر) ہو جائے صبح کا سفید خط سیاہ خط سے (صبح سے مراد صبح صادق، من الفجر بیان ہے خیط الابيض کا اور خیط الاسود کا بیان محذوف ہے یعنی من الليل۔ نور و ظلمت جو نمایاں ہوتے ہیں۔ ان کو سفید و سیاہ دو دھاگوں سے درازی میں تشبیہ دی گئی ہے) پھر پورا کر لیا کرو روزہ (صبح سے) رات تک (یعنی غروف آفتاب کے بعد رات آنے تک) اور مباشرت نہ کیا کرو (اپنی بیویوں سے) جس زمانہ میں تم اعتکاف کرنے والے ہو (بہ نیت اعتکاف بیٹھ گئے ہو) مساجد میں (فسی المساجد متعلق ہے عاکفون کے۔ جو شخص بحالت اعتکاف بیوی سے صحبت کرنے کے لئے نکلے اور پھر واپس مسجد میں آئے اس کے لئے ممانعت ہے، یہ (مذکورہ احکام) خدائی ضابطے ہیں) جو اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ اس کی حدود میں رہیں) سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی نہ جاؤ (لفظ لا تقربوا بہ نسبت لا تعتدوا کے جو دوسری آیت میں آیا ہے زیادہ مبالغہ لئے ہوئے ہے) اسی طرح (جیسا کہ تمہارے لئے مذکورہ حکم بیان کیا گیا) اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے لئے بیان فرمایا کرتے ہیں، اس توقع پر کہ وہ پرہیز رکھیں گے (محارم خداوندی سے) اور آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھایا کرو (یعنی ایک دوسرے کا مال نہ کھایا کرو) ناحق (جو شرعاً حرام ہو جیسے چوری غصب) اور رجوع نہ کیا کرو (ڈالنا نہ کرو) اس کے ذریعہ (یعنی مال طاقت سے یا رشوت مالی کے ذریعہ) حکام کے یہاں اس غرض سے کہ کھا جاؤ (زبردستی) لوگوں کے لئے مالوں کا ایک حصہ گناہ سے (آلودہ کر کے) درآں خالیہ تم جانتے بھی ہو (کہ تم ناحق پر ہو)۔

تحقیق و ترکیب:..... لیلۃ الصیام الرفث. لیلۃ الصیام منصوب ہے رفث مقدر کے ذریعہ جس پر مذکورہ رفث دال ہے ورنہ رفث مذکور کو عامل بنانے سے مصدر کے معمول کا تقدم مصدر پر لازم آ رہا ہے۔ رفث کے معنی بغیر کسی چیز کی حیلولۃ کے اتصال کے ہے۔ یعنی بدن سے ملنا۔ کنایہ جماع سے ہے اور معنی افشاء کی تضمین کی وجہ سے الی کے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے اور کنایہ بیان کرنے میں اس کی تصحیح کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے اس کو خیانت سے تعبیر کیا ہے۔ بعد العشاء مراد اس سے نوم ہے۔ جیسا کہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بعد العشاء کے لفظ سے اس لئے تعبیر کر دیا کہ اس وقت نوم کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت ابن عباسؓ سے ہے۔ كانوا على عهدہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلوا العشاء حرم علیہم الطعام والشراب والنساء. هن لباس لکم. زن وشوئی کے تعلقات کو لباس کے ساتھ تشبیہ دینے میں تین وجوہ جامعہ پیش نظر ہیں۔ ایک تو دونوں کا معانقہ اور اشتمال جو بمنزلہ لحاف کے ابرہ اور استر کے ہوتا ہے۔ دوسرے ہر ایک دوسرے کے عیوب کے لئے ساتر ہوتا ہے اور گناہوں سے مانع تیسرے ایک دوسرے کے بغیر صبر نہیں کر سکتا اور جدا ہوگی برداشت نہیں کر سکتا۔ حدیث میں ارشاد ہے۔ لا خیر فی النساء ولا صبر عنہن یغلبن کریمًا ویغلبهن نسیم فاحب ان اکون کریمًا مغلوبًا ولا احب ان اکون نسیمًا غالبًا. اور هن کی تقدیم میں مردوں کی بہ نسبت عورتوں کے احوج ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ وقع ذلک لعمرؓ چنانچہ ایک روز

عشاء کے بعد مکان پر تشریف لائے تو بیوی کو اچھی حالت میں پایا اور بستر ہو گئے۔ صبح حاضر خدمت ہو کر نادمانہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ انی اعتذر الی اللہ الیک مما وقع منی۔ حضرت عمرؓ کی تائید میں دوسرے لوگوں کی آوازیں بھی آئیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ فالآن اس کے اصل معنی حال کے ہیں لیکن کبھی مجازاً ماضی قریب اور مستقبل قریب کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ یہاں ہے۔ باشر وھن۔ مباشرہ الصاق البشرۃ بالبشرۃ کنایہ ہے جماع سے۔ کتب سے مراد جماع مباح ہے یا اولاد مقدر۔ اس میں اشارہ ہے کہ مقصد جماع افزائش نسل ہونی چاہئے نہ کہ شہوت رانی، کلووا و اشربوا، حرقہ بن قیس یا صرعہ بن انس غنوی ایک غریب کاشتکار صحابی تھے۔ دن بھر روزہ سے رہے، شام کو مکان پر آئے تو کھانا تیار نہیں تھا۔ تھکے ماندہ سو گئے۔ آنکھ کھلی تو کھانا تیار تھا۔ لیکن ممانعت کی وجہ سے نہ کھا سکے اور اگلے روز بھی روزہ پر روزہ رکھ لیا۔ لیکن آدھا دن نہیں گزرا تھا کہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

خط الابيض یہ استعارہ نہیں ہے بلکہ تشبیہ و تمثیل ہے کیونکہ دونوں طرفین تشبیہ مذکور ہیں۔ صبح صادق جو افق میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ ظلمت لیل کا اتصال ایک خط وہمی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ان دونوں خطوط وہمی کو خطوط محسوس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور خط صبح لیل پر دلالت کرتا ہے اس لئے اول پر اکتفاء کر لیا۔ اس تقریر کے بعد یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ صبح صادق تو مستطیل ہوتی ہے۔ خط کے ساتھ کیسے اس کو تشبیہ دی گئی ہے کہا جائے گا کہ شروع اور ابتدائی صبح مراد ہے اور وہ خط کی طرح ہوتی ہے بعد میں پھیلتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ شبہ بھی نہیں رہتا کہ رات کی تاریکیاں تو بہت ہوتی ہیں پھر کیسے ایک خط سے تشبیہ ہو گئی؟ کہا جائے گا کہ سپیدہ صبح سے متصل جو ظلمت ہے بشکل خط وہمی وہ مراد ہے۔ یعنی واقع میں تو وہ ایک ہی خط جو نور و ظلمت دونوں کا منتہاء اور دونوں کے درمیان مشترک ہے جیسا کہ اہل ریاضی جانتے ہیں لیکن محسوس دونوں ہوتے ہیں۔ ایک خط نور، دوسرا خط تاریکی۔

غیش بقیہ رات یا آخر شب کی تاریکی من الفجر۔ من تبغیضیہ ہے کیونکہ وہ وقت بعض فجر ہوتا ہے۔ لفظ من الفجر نازل ہونے سے عدی بن حاتم اپنے پیر میں سفید اور سیاہ ڈورا باندھ کر اس کو دیکھتے رہتے۔ جب نمایاں معلوم ہونے لگتے تو روزہ شروع کر دیتے۔ آنحضرت ﷺ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ انک لعریض القضاء وانما ذلک بیاض النهار و سواد اللیل۔ اس کے بعد لفظ من الفجر بیان نازل ہوا۔ اسی پر فقہاء میں بحث شروع ہو گئی کہ ضرورت کے موقع پر تاخیر بیان جائز ہے یا نہیں۔ ابوعلی و ابو ہاشم وغیرہ اکثر فقہاء اور متکلمین تاخیر بیان کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔

فلا تقربوھا۔ کنایہ ہے نہی عن الباطل سے اور لا تعدوھا اس معنی میں صریح ہے والکنایۃ ابلغ من التصریح۔ حدود اللہ سے مراد احکام ہیں یا محارم دین۔ پس جو شخص سرحد کے قریب بھی نہیں جائے گا اس سے باہر نکل جانے کا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ لایسا کل بعضکم یعنی یہاں جمع کا مقابلہ جمع کے ساتھ نہیں ہے۔ جیسے رکبوا دو ابھم میں ہے۔ یعنی ہر ایک کو اپنا مال کھانے کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کا مال ناحق کھانا منع ہے۔

لا تدلوا۔ دلوڈول۔ اولاری کنویں میں ڈالنا، پھر مطلق القاء اور توسل کے لئے یہ لفظ مستعار لے لیا اور با اولاء کے صلہ میں ہے یعنی اس مال کو توسل فی الحکام کا ذریعہ مت بناؤ کہ حکومت کے زور سے رشوتیں دو۔ جلال محقق نے ٹبھا کے بعد مضاف محذوف نکال دیا اور اولاء کا ترجمہ القاء بمعنی السراع کیا۔ یعنی حق کو دبانے اور باطل کو ابھارنے کے لئے احکام کو رشوتیں دے دے کر ان کی حکومت کی تائید حاصل نہ کرو متلبسین سے اشارہ اس طرح ہے کہ من اموال الناس تا کلووا کا فاعل ہے۔

رابطہ:..... ان تین آیات میں مزید تین احکام ابواب بر کے اور بیان کیے جا رہے ہیں۔ آیت احل الخ میں چوتھا حکم حلت

مفطرات سے رمضان کی راتوں میں اور آیت ولا تبأسوا وھن میں پانچواں حکم دوبارہ اعتکاف ہے اور اس کے بعد تعمیل حکم کی تاکید ہے۔ پھر آیت ولا تاکلوا میں حرام مال سے اجتناب اور پرہیز کی تعلیم ہے۔

شان نزول:..... جماع اور کھانے پینے کے سلسلہ میں دو (۲) روایتیں جن کی طرف جلال مفسر نے اشارہ کیا ہے مفصلاً گزر چکی ہیں۔ البتہ مباشرۃ فی الاعتکاف کے بارہ میں لہاب النقول کی روایت حضرت قتادہؓ سے یہ ہے کہ بعض لوگ بحالت اعتکاف مسجد سے باہر نکلتے اور مباشرت سے فارغ ہو کر پھر آ جاتے اس پر ممانعت کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... روزہ کی پابندیوں میں اعتدال:..... یہود کے یہاں چونکہ روزہ کی شرائط اور پابندیاں نہایت سخت اور تکلیف دہ تھیں ابتداءً اسلام میں مسلمان بھی ان کے پابند رہے۔ جن کا ابھی تذکرہ ہوا۔ لیکن بعض لوگ ان کو نبھانہ سکتے اور اپنے فعل کمزوری سمجھ کر چھپانے بھی لگے۔ اس کو خیانت سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ان آیات کی روشنی میں یہ بتلایا گیا ہے کہ روزہ سے مقصود جسمانی خواہشات کا بالکل ترک کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد اصلی ضبط و اعتدال ہے۔ اس لئے ان باتوں کی پابندی صرف دن کے حصہ میں محدود رہنی چاہئے۔ رات کو کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ بالخصوص زین و شوئی کے معاملات کوئی ناپاکی نہیں ہے جن کا اس عبادتی مہینہ میں کرنا بالکل جرم ہو۔ وہ مرد و عورت کا ایک فطری تعلق ہے وہ اپنے حوائج میں ایک دوسرے سے ہم رشتہ اور وابستہ ہیں۔ اس لئے فطری علاقہ عبارت الہی کے منافی کیوں ہو۔ البتہ حد اعتدال سے تجاوز یہ منشاء عبادت کے منافی ہے۔ اس لئے حد بندی کر دی گئی ہے۔ نیز تمہارے عمل میں کوئی کھوٹ نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں جس کو تم کھوٹ سمجھ رہے ہو اور واقع میں وہ کھوٹ نہیں ہے تو چوری چھپے اس کے کرنے سے واقع میں تو برائی نہیں ہوئی۔ البتہ تمہارے دل کی پاکیزگی میں دھبہ لگ گیا ہے۔

روزہ کی نورانیت اور حرام کمائی سے پیٹ کا خالی رکھنا:..... آگے ولا تاکلوا میں یہ حقیقت واضح کرنی ہے کہ بدنی عبادت و ریاضت اس وقت تک زیادہ سود مند نہیں ہو سکتی جب تک مال حرام سے خود کو نہیں روکو گے اور بندوں کے حقوق سے لاپرواہی نہیں چھوڑو گے۔ نیکی صرف اس میں نہیں ہے کہ چند روز کے لئے جائز غذا ترک کر دو بلکہ نیکی کی راہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمیشہ کے لئے ناجائز غذا ترک کر دو۔ اذا كان ملبسہ حرام و مطعمہ و مشربہ حرام فاین يستجاب الدعاء اکل حلال کی ضرورت کا اس طرح تعلق ماقبل کے مسئلہ دعاء سے بھی ہو سکتا ہے۔

آیت کے نکات:..... علم اللہ الخ میں اشارہ ہے معافی کی طرف اور تسلی ہے اور وابتغوا ما کتب میں اشارہ ہے کہ مقصد (۱) یا افزائش نسل ہونی چاہئے، تاکہ کثیر امت ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: تزوجوا اتنا کحوا تو والد و اتنا سلوا فانی ابھی بکثرت امتی ولو کان سقطاً اور یا (۲) مباشرۃ مباح کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ حالت حیض میں ہم بستری یا لواطت ممنوع ہے اور یا (۳) جائز عورتوں پر اکتفا کرنے اور ناجائز سے پرہیز کرنے کی تلقین کرنی ہے یا (۴) آزاد بیویوں کے سلسلہ میں عزل کی ممانعت کرنی ہے کیونکہ ان ہی کے باب میں نازل ہوئی ہے۔ حتیٰ یتبین میں حتیٰ بمعنی الی غایۃ کے لئے ہے اور غایۃ مغیا میں داخل نہیں ہے کیونکہ حتیٰ جب افعال پر داخل ہوتا ہے تو اس میں اصل یہی ہے اور الی اللیل میں بھی غایۃ مغیا کے تحت میں داخل نہیں ہے اور مباشرۃ کا صبح تک جائز ہونا بتلاتا ہے کہ جنابہ روزہ کے منافی نہیں ہے۔ نیز غسل میں تاخیر کرنا جائز ہے اور اتصوا بالصیام الی اللیل اس طرف مشیر ہے کہ صوم وصال جائز نہیں ہے۔ نیز روزہ کی نیت دن میں بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ نصف دن سے کم گزرا ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کفارہ جس طرح مباشرت سے واجب ہوتا ہے اسی طرح کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ مفطرات ہونے میں سب برابر

ہیں۔ بخلاف امام شافعیؒ وہ حدیث اعرابی کی وجہ سے کفارہ کو جماع ہی کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ اس طرح گویا روزہ کی پوری تحدید اس آیت سے ہو رہی ہے یعنی الامساک من الاکل والشرب والجماع نہارا بالنیة۔

آیت اعتکاف سے مسائل کا استخراج:..... لیکن رمضان کی راتوں میں مباشرت کا جو کچھ توسع دیا گیا تھا آگے معتکفین کو اس سے بھی مستثنیٰ کر لیا گیا ہے۔ اعتکاف کے متعلق آیت سے چند باتیں مستفاد ہوئیں۔

(۱) اعتکاف مردوں کے لئے مسجد کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ بعض نے مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد بیت المقدس کی تخصیص کی ہے اور بعض جامع مسجد کی تخصیص کرتے ہیں۔ لیکن علماء ہر ایسی مسجد جس میں نماز باجماعت کا انتظام ہو اعتکاف کے لئے کافی سمجھتے ہیں البتہ عورتوں کے لئے مسجد البیت کافی ہے۔

(۲) مباشرتہ غیر صحیحہ بوسہ، لمس، بشوۃ اگرچہ بحالت اعتکاف بلا انزال ناجائز ہیں لیکن مبطل اعتکاف نہیں ہیں اور انزال ہو جائے تو اعتکاف باطل ہے۔

(۳) معتکف کے لئے مسجد میں کھانا، پینا، سونا، خرید و فروخت بغیر موجودگی سامان جائز ہے۔

(۴) اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان۔

(۵) بحالت اعتکاف مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ضروریات شرعی نماز جمعہ یا ضروریات طبعی پیشاب، پاخانہ، غسل وغیرہ کے لئے نکلنا جائز ہے مگر بلا ضرورت راستہ میں نہ ٹھہرے۔

مال حرام:..... آیت ولاتساکلوا سے معلوم ہوا کہ جو اموال نامشروع طریق پر حاصل ہوں جیسے شراب یا زنا کے ذریعہ یا جو اموال باطلہ ہوں جیسے چوری، غصب، جوا، عقود فاسدہ، رشوت وغیرہ سب حرام ہیں۔ اگر کسی کو ان کا باطل ہونا بطور خود معلوم ہو پھر خواہ ظاہر کے لحاظ سے اپنا حق ثابت ہی ہوتا ہو تب بھی ایسے اموال کا استعمال بُرا ہوگا۔ جیسا کہ عبدان حضرمی نے امرء القیس کنڈی پر ایک قطعہ زمین کا دعویٰ کیا مگر ان کے پاس مدعی ہونے کے باوجود بینہ نہیں تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے حسب قاعدہ مدعا علیہ امراء القیس سے حلف لینا چاہا تو انہوں نے حلف اٹھانے کا ارادہ بھی کر لیا لیکن آپ نے آیت ان الذین یشترون الخ تلاوت فرمائی جس سے ڈر کر نہ صرف یہ کہ انہوں نے قسم کو چھوڑ دیا بلکہ زمین سے بھی دستبردار ہو گئے یا ایک روایت کے مطابق انہوں نے قسم کھالی، بہر صورت اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قضاء قاضی صرف ظاہر نافذ ہوتی ہے باطناً نہیں ہوتی۔ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ و محمدؒ اور امام شافعیؒ کی رائے ہے البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر طرح قضاء قاضی نافذ ہوتی ہے ظاہر و باطناً۔

يَسْأَلُونَكَ يَا مُحَمَّدُ عَنِ الْاَهْلِ ط جَمْعُ هِلَالٍ لِمَ تَبْدُو دَقِيْقَةً ثُمَّ تَبْرِيْدُ حَتَّى تَمْتَلِي نُورًا ثُمَّ تَعُوْدُ كَمَا بَدَتْ وَلَا تَكُوْنُ عَلٰى حَالَةٍ وَاِحْدَةٍ كَالشَّمْسِ قُلْ لَهُمْ هِيَ مَوَاقِيْتُ جَمْعُ مِيْقَاتٍ لِلنَّاسِ يَعْلَمُوْنَ بِهَا اَوْقَاتِ زُرْعِهِمْ وَمَتَاجِرِهِمْ وَعِدَّةِ نِسَائِهِمْ وَصِيَامِهِمْ وَاِفْطَارِهِمْ وَالْحَجَّ ط عَطْفٌ عَلٰى النَّاسِ اَيُّ يَعْلَمُ بِهَا وَقْتُهُ فَلَوْ اسْتَمَرَّتْ عَلٰى حَالَةٍ وَاِحْدَةٍ لَمْ يُعْرَفْ ذَلِكَ وَلَيْسَ الْبُرْبَانُ تَاتُوا الْبُيُوْتُ مِنْ ظُهُورِهَا فِي الْاِحْرَامِ بِاَنْ تَنْقُبُوْا فِيْهَا نَقْبًا تَدْخُلُوْنَ مِنْهُ وَتَخْرُجُوْنَ وَتَتْرَكُوْا الْبَابَ وَكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ وَيَزْعَمُوْنَهُ بِرَا

وَلَكِنَّ الْبِرَّ أَى ذَا الْبِرِّ مَنِ اتَّقَى ۗ اللَّهُ بِسِرِّكَ مُخَالِفْتِهِ وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ فِي الْإِحْرَامِ كَغَيْرِهِ
وَأَتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۸۹﴾ تَفُوزُونَ -

ترجمہ:..... بعض لوگ آپ سے تحقیقات کرتے ہیں (اے محمد) چاند کی بابت (اہل جمع ہلال کی ہے کہ ابتداء میں کس طرح باریک ہوتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے مکمل بدر ہو جاتا ہے۔ پھر اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آتا ہے اور آفتاب کی طرح ایک حال پر نہیں رہتا) آپ فرمادیں گے (ان سے) کہ وہ چاند آلہ شناخت اوقات ہے (مواقیت جمع میقات بمعنی وقت) لوگوں کے لئے (اس کے ذریعہ لوگوں کی کھیتی کے اور کاروبار کے اوقات عورتوں کی عدت، روزوں اور افطار کے اوقات معلوم ہو سکتے ہیں) اور حج کے لئے (اس کا عطف الناس پر ہے یعنی اس کے ذریعہ اوقات صحیح بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ ایک حال پر رہتا تو بآسانی یہ باتیں معلوم نہ ہو سکتیں) اور اس میں کوئی بہترائی نہیں ہے کہ گھروں میں ان کی پشت کی جانب سے آیا کرو (بحالت احرام خیمہ میں نقب لگا کر آ جاؤ اور اس کے اصلی دروازہ کو چھوڑ دو اور پھر اس کو ہنر اور کمال سمجھو) ہاں البتہ نیکی (نیکی والا) وہ ہے جو اللہ سے ڈرے (مخالفت سے بچتے ہوئے) اور داخل ہوا کرو مکان میں ان کے دروازوں سے (بحالت احرام بھی غیر احرام کی طرح) اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے کہ تم فلاح یاب (کامیاب) ہو جاؤ گے۔

تحقیق و ترکیب:..... اہلہ۔ ہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے آتے ہیں۔ ہلال دیکھتے کے وقت بھی عادتاً عام طور پر آواز سے بتلایا جاتا ہے اور جمع لانا اس نکتہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ روزانہ چونکہ کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس لئے گویا روزانہ نیا چاند نکلتا ہے یا ہر مہینہ کا چاند نیا ہوتا ہے۔ مواقیت میقات کہتے ہیں کسی کام کے لئے مقررہ وقت کو اور زمان کہتے ہیں وقت منقسم یعنی ماضی حال مستقبل کو اور مدت کہتے ہیں فلک کی امتداد حرکت کو جو مبتداء سے منتہا تک ہوتی ہے۔ میقات اسم آلہ ہے۔ یعنی آلہ شناخت اوقات، مقیاس۔ للناس والحج عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ اس لئے تعین دو قسم کی ہوگی "مواقیت للناس" میں تو لوگوں کی اختیار کردہ مدت مراد ہے اور الحج میں منجانب اللہ کی تعین و تحدید ہو چکی ہے۔ حج میں چونکہ تحدید وقت کی ضرورت ادا و قضا زیادہ نمایاں ہے اس لئے عبادات میں اس کی تخصیص ذکر کی گئی ہے اور روزوں کے متصل چونکہ وقت صبح شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے بھی مناسب مقام ہے۔ لیس البر پہلے سوال کی طرح صحابہؓ نے یہ سوال بھی کیا تھا اهل من البراتیان البيوت من ظهورها اس لئے جواب دیا گیا ہے۔ البر مرفوع ہے کیونکہ باء کے مابعد کو خبر بنایا جائے گا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ بالیس کے اسم پر نہیں بلکہ خبر پر داخل ہوا کرتی ہے۔

رابط:..... اس آیت میں ابواب بر میں سے ساتواں اور آٹھواں حکم بیان کیا گیا ہے۔ ساتواں حکم اختلاف چاند کی علت یا حکمت کی تحقیق کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب ہے اور آٹھواں حکم حج کی ایک خاص رسم سے متعلق سوال کا اصلاحی جواب ہے۔

شان نزول:..... لباب النقول میں ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ سے تخریج کی ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے خلقت ہلال کا سوال کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوال کا منشاء حکمت اختلاف ہلال دریافت کرنا تھا۔ چنانچہ جواب اسی سوال کے مطابق نازل ہوا۔ اس لئے علامہ سکا کی کا یہ کہنا کہ سوال عن الحکمت ہونا چاہئے تھا اور جواب کو اسلوب حکم پر محمول کرنا اب اس تکلف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ معاذ بن جبلؓ کی جو روایت اس بارہ میں بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا ما بال الهلال يبدو دقیقاً جیسا کہ جلال محقق نے اشارہ کیا ہے علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس کی سند کو ضعیف بتلایا ہے۔ تاہم

اس کو بھی سوال عن الحکمۃ پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

بخاری کی روایت براء سے ہے کہ زمانہ جاہلیت کی رسم یہ تھی کہ حالت احرام میں خیمہ کے عام دروازہ سے آنا جانا برا سمجھتے تھے اور ایسے شخص کو فاجر سمجھتے تھے بلکہ لباس کی تبدیلی کی طرح اس آمد و رفت کے طریق میں بھی تبدیلی کرتے تھے۔ یہ آیت اس کی اصلاح کے لئے نازل ہوئی۔ تفسیر احمدی میں مزید اضافہ یہ ہے کہ یہ حکم تمام اعراب کے لئے عام تھا۔ بجز قبیلہ تمس کے جو قریش بنی خزاعہ، بنی عامر، بنی ثقیف پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ اس قانون سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اور حضرت رفاعہ انصاریؓ دونوں مکان کے دروازوں سے نکلے تو رفاعہ گولوگوں نے فاجر کہنا شروع کیا۔ آپ نے بھی رفاعہ سے فرمایا کہ تم دروازہ سے کیوں برآمد ہوئے۔ حالانکہ تم تمس میں سے نہیں ہو۔ میں چونکہ تمس ہوں اس لئے قانوناً مجھے حق ہے۔ لیکن حضرت رفاعہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بھی تمس ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا اور میرا دین ایک ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس کا حاصل یہ ہے کہ اول تو یہ کوئی بڑائی یا بھلائی نہیں۔ دوسرے اس میں یہ تفریق اور تقسیم کیسی؟ جو مساواتِ اسلامی کے خلاف ہے۔

﴿تشریح﴾: شمسی حساب کے مقابلہ قمری حساب اسلامی ہے:..... حاصل یہ ہے کہ چاند کے طلوع و

غروب اور کمی بیشی سے مہینوں اور مہینوں سے متعلق اختیاری اور غیر اختیاری دینی اور دنیاوی معاملات اور احکام میں حساب لگایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں میں جو وہم پرستانہ خیالات رواج پذیر ہیں۔ ان کا تعلق کواکب پرستی سے ہو یا نجومی، عقائد و نظریات سے ان کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسی طرح مقدس زیارت گاہوں سے متعلق لوگوں نے جو طرح طرح کی بے جا پابندیاں عائد کر لی ہیں اور مفروضہ اجر و ثواب کے لئے خود کو مشقتوں اور تکلیفوں میں ڈالتے ہیں یہ کوئی کمال و خوبی کی بات نہیں ہے بلکہ اصل نیکی اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے میں ہے۔

شمسی حساب کی نسبت قمری حساب باعث سہولت ہے:..... دنیا کی تمام قوموں میں مذہبی یا غیر مذہبی طریقہ سے صرف دو ہی قسم کے حساب رائج رہے ہیں شمسی اور قمری۔ شمسی حساب میں دقت یہ ہے کہ آفتاب کے طلوع و غروب میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی، مطالع و مغارب میں جو کچھ معمولی دقیق فرق ہوتا ہے وہ اس قدر غیر نمایاں اور خفی ہے کہ بجز ماہر اہل ہیت و ریاضی ہر ایک کو معلوم نہیں ہو سکتا اور کسوف و اعم یا معین یا ہر جگہ نہیں اس لئے عوام کو عامۃً اس میں سہولت نہیں ہے۔ البتہ قمری حساب میں یہ سب سہولتیں ہیں۔ روزانہ کمی بیشی، اختلاف مطالع، پھر ہر مہینہ اس ایک مقرر طریق پر نظام عمل متعین۔

بعض احکام میں شمسی حساب جائز نہیں ہے:..... اس لئے شریعت نے اسی عام اور سہل نظام کو اپنایا اور بالاصالت احکام کا مدار اس پر رکھا ہے۔ چنانچہ حج، روزہ، زکوٰۃ، رمضان، عیدین، طلاق، وغیرہ جیسے احکام میں تو اس حساب کو لازم کر دیا ہے۔ نظام شمسی سے ان احکام کا تعین جائز ہی نہیں ہے۔ البتہ معاملات بیع و شری، رہن، عاریت، وغیرہ میں اگرچہ شمسی حساب کی اجازت ہے لیکن سہولت قمری حساب میں ہے۔ بہر حال چونکہ بہت سے احکام شرعیہ کا مدار قمری حساب پر ہے اس لئے اس کا منضبط و محفوظ رکھنا فرض علی الکفایہ ہے جو کہ عبادت ہے اور عبادت کی حفاظت کا ذریعہ بھی عبادت ہی میں شمار ہونا چاہئے۔ ویسے بھی مسلمانوں کی ملی اور قومی غیرت کے خلاف ہے کہ وہ اپنا مخصوص قومی شعار چھوڑ کر بلا ضرورت دوسروں کی کاسہ لیس کر لیں۔ سرکاری یا نیم سرکاری ضروریات تو خیر ایک مجبوری کا درجہ ہے اس میں بھی دونوں تاریخوں سے دونوں پہلوؤں کی رعایت ہو سکتی ہے لیکن روزمرہ کے عام کاروبار مکاتبت، مراسلت میں تو نرمی فیشن پرستی ہے۔

دروازہ چھوڑ کر غیر دروازہ سے گھر میں داخل ہونا بے عقلی ہے..... جہاں تک یہ دوسرے اصلاحی اقدام کا تعلق ہے تو غور کرنے کی بات ہے کہ مکان کے مقررہ دروازوں سے آمد و رفت ایک جائز کام تھا جس کو انہوں نے ایک خاص وقت میں خاص لوگوں کے لئے گناہ سمجھ لیا۔ اسی طرح دروازہ چھوڑ کر کسی دوسرے طریق پر آنا جانا بھی فی نفسہ جائز تھا۔ جس کو انہوں نے اس وقت عبادت و فضیلت سمجھ لیا۔ گویا ان کا یہ طریقہ التزام مالا یلتزم ہو اور تحریم حلال یا تحلیل حرام کے قبیل سے ہو گیا۔ کیونکہ ایک فعل مباح کو واجب یا حرام سمجھ رہے تھے اس لئے ضرورت اصلاح پیش آئی اس سے ایک بڑی اصل ہاتھ آگئی جس سے ہزاروں اعمال کا فیصلہ اور حکم سامنے آ گیا۔ جس میں عوام و خواص مبتلا ہیں کہ جو بات شرعاً مباح ہو یعنی اس کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہوں ان کی کسی ایک جانب کو اپنی طرف سے مقرر کر کے عملاً یا اعتقاداً اطاعت و عبادت سمجھ لینا یا معصیت اور موجب ملامت و نفرت بنا لینا یقیناً بُر اور بدعت ہوگا۔

آیت کے نکات:..... باقی ان دونوں مذکورہ بالا باتوں میں باہمی مناسبت کیا ہے؟ تو کہا جائے کہ دونوں باتیں چونکہ حج سے ہی متعلق ہیں اس لئے ان کو ایک جا بیان کر دیا گیا ہے یا ایک تقدیر پر اختلاف بلد کی لم اور علۃ دریافت کرنا علوم نبوت اور منشاء بندگی سے ایسے ہی بے جوڑ ہے جیسے مکان کا دروازہ چھوڑ کر غیر دروازہ سے داخل ہونا غیر معقول کام ہے یا برعکس سوال کرنے پر تنبیہ ہے اور اس کو اس تمثیل سے سمجھایا گیا ہے اور بعض حضرات نے ایقان بیوت من الظہور کو ایقان المرءۃ فی الدبر سے اور ایقان البیوت من الابواب کو ایقان المرءۃ فی الفرج سے کنایہ قرار دیا ہے۔ اس صورت میں روافض اور شیعہ پر رد ہو جائے گا۔ جو تاویل دوبارہ آیت فاتوا حرثکم انی شنتم وہ کرتے ہیں۔

فضولیات کی بجائے ضروریات میں لگنا چاہئے:..... قل ہی موافقت سے معلوم ہوتا ہے کہ فضولیات سے احتراز کرنا چاہئے اور ضروریات میں لگے رہنا چاہئے نیز شیخ کو بعض نامناسب سوالات سے منع کر دینے کا یا "ماسأل" کے خلاف جواب دینے کا حق ہے اور لیس البر الخ سے معلوم ہوا کہ اہل باطل کے ساتھ شبہ اگرچہ رسوم و عادات ہی میں ہو بُرا ہے۔

وَلَمَّا صَدَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَيْتِ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَصَالِحَ الْكُفَّارِ عَلَى أَنْ يَعُودَ الْعَامَ الْقَابِلَ وَيَخْلُؤَا لَهُ مَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَتَجْهَزَ لِعُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَخَافُوا أَنْ لَا تَفِي قُرَيْشٌ وَيُقَاتِلُوهُمْ وَكَرِهَ الْمُسْلِمُونَ قِتَالَهُمْ فِي الْحَرَمِ وَالْأَحْرَامِ وَالشَّهْرِ الْحَرَامِ نَزَلَ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَى لِإِعْلَاءِ دِينِهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلَا تَعْتَدُوا عَلَيْهِمْ بِالْإِبْتِدَاءِ بِالْقِتَالِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۱۹۰﴾ الْمُتَجَاوِزِينَ مَا حُدِّلَهُمْ وَهَذَا مَنْسُوخٌ بِآيَةِ بَرَاءَةِ أَوْ بِقَوْلِهِ وَقَاتِلُوهُمْ وَجَدْتُمُوهُمْ وَآخِرُ جُوهَرٍ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ أَى مِنْ مَكَّةَ وَقَدْ فَعَلَ بِهِمْ ذَلِكَ عَامَ الْفَتْحِ وَالْفِتْنَةُ الشَّرْكَ مِنْهُمْ أَشَدُّ أَعْظَمُ مِنَ الْقَتْلِ لَهُمْ فِي الْحَرَمِ وَالْأَحْرَامِ الَّذِي اسْتَعْظَمْتُمُوهُ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَى فِي الْحَرَمِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فِيهِ فَاقْتُلُوهُمْ فِيهِ وَفِي قِرَاءَةِ بَلَاءِ الْفِ فِي الْأَفْعَالِ الثَّلَاثَةِ كَذَلِكَ الْقَتْلُ

وَالْإِحْرَاجُ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿۱۹۱﴾ فَإِنْ أَنْتَهَوْا عَنِ الْكُفْرِ وَأَسْلَمُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹۲﴾ بِهِمْ وَقَتْلُهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ تُوَجَّدُ فِتْنَةً شِرْكَ وَيَكُونَ الدِّينُ الْعِبَادَةَ لِلَّهِ ط وَحُدَّهُ لَا يُعْبَدُ سِوَاهُ فَإِنْ أَنْتَهَوْا عَنِ الشِّرْكِ فَلَا تَعْتَدُوا عَلَيْهِمْ دَلَّ عَلَى هَذَا فَلَا عُدْوَانَ إِيَّاهُمْ بِقَتْلِ أَوْ غَيْرِهِ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿۱۹۳﴾ وَمَنْ أَنْتَهَى فَلَيسَ بِظَالِمٍ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيْهِ الشَّهْرُ الْحَرَامُ الْمُحَرَّمُ مُقَابِلَ الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَكَمَا قَاتَلْتُمْ فِيهِ فَاقْتُلُوهُمْ فِي مِثْلِهِ رَدًّا لِاسْتِعْظَامِ الْمُسْلِمِينَ ذَلِكَ وَالْحُرْمَةُ جَمْعُ حُرْمَةٍ مَا يَحِبُّ إِحْتِرَامَهُ قِصَاصٌ ط أَى يُقْتَصُّ بِمِثْلِهَا إِذَا أَنْتَهَكَتْ فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ بِالْقِتَالِ فِي الْحَرَمِ أَوْ الْإِحْرَامِ أَوْ الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَاغْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ص سُمِّيَ مُقَابِلَتُهُ اعْتَدَاءً لِشِبْهَتِهَا بِالْمُقَابِلِ بِهِ فِي الصُّورَةِ وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي الْإِنْتِصَارِ وَتَرَكِ الْإِعْتِدَاءَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۴﴾ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ طَاعَتِهِ الْجِهَادِ وَغَيْرِهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى أَنْفُسِكُمْ وَالْبَاءُ زَائِدَةٌ إِلَى التَّهْلُكَةِ الْهَلَاكِ بِالْإِمْسَاكِ عَنِ النَّفْقَةِ فِي الْجِهَادِ أَوْ تَرْكِهِ لِأَنَّهُ يَقْوَى الْعَدُوَّ عَلَيْكُمْ وَأَحْسِنُوا بِالنَّفْقَةِ وَغَيْرِهَا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۹۵﴾ أَى يُشَبِّهُهُمْ -

ترجمہ:..... (جس وقت سروردو عالم ﷺ کو سال حدیبیہ میں بیت اللہ کی حاضری سے روک دیا گیا اور آپ سے مشرکین مکہ نے اس امر پر صلح کی کہ آپ سال آئندہ آئیے۔ آپ کے لئے مکہ تین روز تک خالی رکھا جائے گا۔ چنانچہ عمرہ القضاء کے لئے آپ نے تیاری کی تو صحابہ کرام گویا اندیشہ ہوا کہ کہیں قریش بے وفائی نہ کر بیٹھیں اور قتال کی نوبت نہ آجائے۔ جس کے لئے مسلمان حرم شریف احرام کی حالت شہر حرم ان تین حرمتوں کی وجہ سے ہچکچا رہے تھے تو آیت نازل ہوئی) اور تم بھی اللہ کی راہ میں (یعنی اس کے اعلاء دین کے لئے) لڑو ان لوگوں (کفار) کے ساتھ جو تم سے لڑنے لگیں اور حد سے مت نکلا (ان پر اقدام جنگ کر کے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے حد سے بڑھنے والوں کو (جو اپنی مقررہ حدود کو پھلانگ جائیں۔ یہ دفاعی جنگ کا حکم آیت براءۃ یا اگلی آیت سے منسوخ ہے) مارو ان کو جہاں پاؤ (قابو ملے) اور ان کو نکال باہر کرو۔ جہاں سے انہوں نے تم کو نکل جانے پر مجبور کیا ہے (یعنی مکہ سے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر یہ منظر ان کے سامنے آیا) اور فتنہ (شرک) تو سخت (عظیم) تر ہے بہ نسبت (ان کے) قتل کے (حرم اور احرام کی حالت میں جس کو تم عظیم سمجھ رہے ہو) اور ان سے قتال مت کرو مسجد حرام کے قریب (یعنی حرم میں) جب تک وہ لوگ تم سے وہاں قتال میں پیش قدمی نہ کریں۔ ہاں اگر وہ خود ہی تم سے (وہاں) لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم بھی ان کو (وہیں) مارو (اور ایک قرأت میں تینوں افعال میں بغیر الف پڑھا گیا ہے) ایسے ہی (قتل و اخراج) کی سزا ہے ایسے کافروں کی۔ پھر اگر باز آ جائیں (کفر سے اور اسلام قبول کر لیں) تو اللہ تعالیٰ (ان کی) مغفرت فرمانے والے ہیں اور (ان پر) رحم فرمانے والے ہیں۔ ان سے اس حد تک لڑو کہ نہ رہے (نہ پایا جائے) فساد عقیدہ (شرک) اور دین (عبادت) اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو جائے (اس کے علاوہ کسی کی پوجا نہ کی جائے) اور اگر باز آ جائیں یہ لوگ (شرک سے تو ان پر تعدی نہ کی جائے۔ اس جزائے محذوف پر اگلا جملہ دلالت کر رہا ہے) تو ان پر (قتال وغیرہ سے) تعدی نہیں ہے مگر ان ہی لوگوں کے مقابلہ میں جو ظلم کرنے والے ہیں (اور جو باز آ جائے وہ ظالم نہیں رہا اس لئے اس پر لڑائی بھی نہیں ہے) حرمت

والے (محرم) مہینوں کی رعایت (مقابل ہے) محترم مہینوں کی رعایت کے (اگر وہ تم سے ان میں قتال کریں تو تم بھی اتنی ہی جنگ ان سے کر سکتے ہو یہ جواب ہے مسلمانوں کے اس جنگ کو ناگوار سمجھنے کا) یہ حرمتیں بھی (حرمت جمع حرمت کی ہے جس کا احترام ضروری ہو) اولہ کا بدلہ (یعنی اگر کوئی اس کو توڑے گا تو اس کا بدلہ ویسا ہی دیا جائے گا) پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے (حرم یا احرام یا حرام مہینوں میں مار دھاڑ کر کے) تو چاہئے کہ جس طرح کا معاملہ اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو (اعتداء کے جواب اور بدلہ کو بھی اعتداء سے تعبیر کیا گیا ہے صوری مشاکلت کی وجہ سے) البتہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (ایک دوسرے کی امداد کرنے میں) اور یہ بات نہ بھولو کہ اللہ تعالیٰ پر ہیروز گاروں کے ساتھی ہیں (مدد اور تائید کے لحاظ سے) اور مال خرچ کرو اللہ کی راہ میں (جہاد وغیرہ طاعت میں) اور نہ ڈال دو اپنے ہاتھوں (جانوں) کو (اس میں باہ زائد ہے) ہلاکت میں (جہاد میں اخراجات روک کر یا ترک کر کے تباہی مول نہ لو کیونکہ اس سے دشمن تم پر قوی ہو جائیں گے) اور (انفاق وغیرہ) اچھی طرح کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں سنوار کر کام کرنے والوں کو (یعنی ان کو ثواب عطا فرمائیں گے)

تحقیق و ترکیب:..... حدیبیہ مکہ معظمہ سے قریب ایک مقام ہے جس کو آج کل شمیہ کہتے ہیں۔ ۶ھ میں آپ ﷺ نے نیت عمرہ چودہ سو صحابہ کرام کی معیت میں بیت اللہ شریف حاضر ہونا چاہتے تھے۔ لیکن مشرکین نے اپنے لئے خطرہ محسوس کرتے ہوئے آپ کو روک دیا۔ جس کے نتیجے میں مشہور تاریخی صلح نامہ مرتب ہوا۔ جس کو مسلمانوں کی فتح مبین کہا گیا۔ ۶ھ میں آپ معاہدہ کی دفعہ کے تحت تشریف لائے اور عمرہ صاف فرمایا۔ وہ تسمیہ عمرہ القضاء کی یہی ہے اور یا قضاء بمعنی صلح ہے چونکہ صلح کے مطابق یہ عمرہ ادا کیا گیا اس لئے عمرہ القضاء کہا گیا۔

شہر الحرام یہاں مراد ذیقعدہ ہے۔ اشہر حرم، شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ، رجب چار مہینے تھے جن میں قتل و قتال ممنوع تھا۔

بایۃ البراءۃ یعنی فاذا انسلخ الا شہر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ عام الفتح رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا ہے۔ جس میں بعض کفار قتل و جلا وطن ہوئے۔ فتنہ شرک کو فتنہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے فساد فی الدارین ہوتا ہے اور قتل سے زیادہ سخت اس لئے کہا گیا ہے کہ قتل میں تو صرف جانی نقصان ہوتا ہے اور شرک میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ فیہ آیت برأت حیث ثقفتموہم میں ہر جگہ قتل کی اجازت سمجھ میں آتی ہے لیکن حد و حرم اس سے مستثنیٰ اور خاص تھے۔ وہاں قتل جائز نہیں تھا اب اس آیت سے مدافعا نہ قتل کا جواز اور اقدامی قتل کا علیٰ حالہ عدم جواز سمجھ میں آ رہا ہے (مدارک) اور قتادہ کی رائے یہ ہے کہ کفار سے قتال حرم، غیر حرم، اقدما، مدافعا ہر طرح ہر جگہ جائز ہے اور یہ آیت منسوخ ہے۔ آیت حیث وجدتموہم کے ذریعہ سے۔

فی الافعال الثلاثة یعنی ولا تقتلوہم اور حتی یقتلوکم اور فان قتلوکم مراد ہیں انتھوا کا متعلق عن الکفر محذوف تھا۔ لئلا لام اختصاص کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جلال محقق نے وحدۃ نکالا ہے اور چونکہ اس کے مقابل فتنہ واقع ہے اس لئے اس کی تفسیر شرک کے ساتھ مناسب معلوم ہوئی۔ الشہر الحرام مسلمانوں کا اطمینان اور تسلی بخش ہونا مقصود ہے یا مشرکین کے اعتراضات کا دفعیہ کرنا ہے۔ عبارت کی تقدیر مضاف اور متعلق جار کے ساتھ ہے۔ ای حرمة الشہر الحرام مقابل بالشہر الحرام۔ قصاص بحذف المضاف ای ذات قصاص۔

سمی مقابلتہ ایک شبہ کا دفعیہ مفسر علام کرنا چاہتے ہیں کہ ظلم کی سزا کو ظلم کیسے کہا گیا۔ حالانکہ وہ تو عین عدل ہے، حاصل توجیہ یہ ہے کہ مشاکلت صوری کا لحاظ کر کے یہ عنوان اور تعبیر اختیار کی ہے۔ ولا تعلقوا اس کا تعلق حکم قتال اور انفاق دونوں سے ہے۔ جان کو ہاتھ سے تعبیر کرنے میں تسمیۃ الكل باسم الجزء الاہم کا لحاظ کیا ہے۔ جیسے دوسری آیت فبما کسبت ایدیکم میں ہے۔ ای

انفسکم چونکہ القی متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔ اس لئے بازائد ہوگی۔ چنانچہ فالقی موسیٰ عصاہ میں بغیر جر کے تعدیہ ہوا ہے یا پھر زائد نہ مانا جائے۔ بلکہ مفعول کو محفوظ مانا جائے۔ ای لا تلتقوا انفسکم بایدیکم۔

التھلکۃ بروزن تفعلاً مازنی کی رائے یہ ہے کہ کلام عرب میں بجز اس لفظ کے اس وزن پر دوسرا لفظ نہیں آتا ہے۔ لیکن ابوعلی نے تردید کرتے ہوئے سیبویہ سے تنصرت اور تنصرتہ نقل کیا ہے۔ ہلاک اصل میں انتہائی الفساد کے معنی میں آتے ہیں۔ اور اللقاء کے معنی کسی چیز کو ڈال دینا۔ یہاں انتہاء کے معنی سے تضمین کر کے الی کے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ لا تلتقوا کے معنی لا تجعلوها اخذہ بایدیکم لئے جائیں۔ اس وقت لفظ ایدی اپنے معنی پر رہے گا۔ اس جامع الکلم اور حکیمانہ جملہ کی ایک وجہ کی طرف تو جلال محقق نے لانہ یقوی الخ سے اشارہ کیا ہے کہ کوئی کام بھی بغیر روپے پیسے کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سامان جہاد بغیر روپے کے فراہم نہیں ہو سکتا اور جہاد بغیر سامان جہاد کے ممکن نہیں۔ اس لئے خرچ نہ کرنے میں اپنی تباہی اور دشمن کی طاقت مضمر ہے اور منشاء الہی اسراف فی الاتفاق سے بچا کر اعتدال کی تعلیم دینا ہے کہ حد سے زیادہ خرچ کرنا بھی اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ لیکن امام بخاری نے حضرت حذیفہ سے جو روایت نقل کی ہے کہ نزلت فی النفقۃ فی سبیل اللہ اس سے اول معنی کی تائید ہوتی ہے۔ یہ جب چونکہ محبت میں میلان قلبی ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کی جناب میں محال ہے۔ اس لئے حقیقی معنی مراد نہیں لئے جا سکتے۔ جلال مفسر نے اس کے لازمی اور مجازی معنی کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ای لایشبہم

رابطہ: اس آیت میں بھی ابواب بر میں سے لو اس اور دسواں حکم بیان فرمایا جا رہا ہے یا کہا جائے کہ احکام حج سے متعلق ایک خاص وقتی حکم جہاد کی اجازت کا بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: شان نزول کی طرف جلال محقق اشارہ کر چکے ہیں۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اسی طرح آیت وانفقوا فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ یہ آیت نفقہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابویوب انصاریؓ کی روایت پیش کی ہے کہ یہ آیت ہم لوگوں انصار کے بارہ میں نازل ہوئی۔ اللہ نے اسلام کو عزت و شوکت اور اس کے معاونین کو کثرت و نصرت عطا فرمائی تو بعض لوگوں نے مخفی طریقہ پر کہنا شروع کر دیا کہ بہت سامان ہمارا برباد ہو گیا ہے اور اللہ نے اسلام کو عزت بخش دی ہے اس لئے ضائع شدہ مال کی اصلاح و اضافہ میں ہم کو لگ جانا چاہئے۔ اس پر حق تعالیٰ نے اس خیال کی تردید فرمائی ہے کہ بلاکت انفاق میں نہیں ہے بلکہ ترک انفاق و جہاد حقیقی تباہی ہے۔

﴿تشریح﴾: مدافعانہ جنگ: مشرکین مکہ کے ظلم و تعدی سے جب مسلمانوں پر حج و زیارت کا دروازہ بند ہو گیا تو اس مقام کو ظالموں کے پنجوں سے نجات دلانے کے لئے جنگ ناگزیر ہو گئی تاہم دو اہم باتوں کا پیش نظر رکھنا ضروری سمجھا گیا۔ اول یہ کہ امن کی حالت ہو یا جنگ کی ہر حال میں مسلمانوں کو عدل و راستی کے علاوہ کوئی بات نہ کہنی اور نہ کرنی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ جنگ اگرچہ کسی درجہ میں برائی ہے لیکن فتنہ اور شرارت کی جز اور بنیاد کا قائم رہنا اس سے بھی زیادہ سخت بڑائی ہے اس لئے ناگزیر ہے کہ فتنہ کے ازالہ کے لئے جنگ کی حالت کو گوارا کر لیا جائے۔ ایک بڑی برائی کو ختم کرنے کے لئے ایک ہلکی اور چھوٹی برائی اختیار کر لینا دانشمندی ہے اور انصاف کے خلاف نہیں ہے۔

سبب جنگ: کفار مکہ جبر و قہر سے لوگوں کو حق بات کہنے سے روکتے تھے اور حق کو حق نہ سمجھنے پر مجبور کرتے تھے۔ دین و

اعتقاد کی آزادی سلب کر رکھی تھی۔ یہ برائی لڑائی کی برائی سے زیادہ ناگوار ہے۔ اس صورت حال کو ختم کرنے اور دین و اعتقاد کی آزادی بحال کرنے کے لئے جنگ کی اجازت دی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دینی معاملہ میں جس کا تعلق صرف اللہ کے ساتھ ہے انسانی ظلم و تشدد کی مداخلت باقی نہ رہے۔

حرمتِ قتال:..... رہا حرمت کا معاملہ اس میں ایک فریق جنگ کی جو روش رہے گی وہی دوسرے فریق کو اختیار کرنی پڑے گی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک فریق تو سب حرمتوں کو بالائے طاق رکھ کر حملہ کر دے اور دوسرا فریق حرمت کے خیال سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔ اسی طرح جو لوگ جنگی تیاری میں مال خرچ نہیں کرتے وہ اپنے ہاتھوں اپنی جان تباہی کے غاروں میں دھکیل رہے ہیں اور اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار رہے ہیں کیونکہ جہاد سے بے پرواہی کا نتیجہ قومی زندگی کی تباہی ہے۔

مسائلِ ضروری:..... آیت اور مقام کے مناسب چند مسائل ضروری ہیں۔ (۱) جمہورائے کے نزدیک اشہر حرم میں اب قتال جائز ہے اور جن آیات سے ممانعت معلوم ہو رہی ہے وہ منسوخ ہیں۔ تاہم افضل یہی ہے کہ ان دونوں میں ابتداءً بالقتال نہ کرے علاوہ ان دونوں کے اگر کفار سے کوئی معاہدہ ”ناجنگی“ نہیں ہوا ہے تو اقدامی جنگ کی بھی اجازت ہے۔ یہاں معاہدہ کی وجہ سے اقدامی جنگ سے روکا گیا ہے۔ ہاں معاہدہ باقی رکھنا ہی خلاف مصلحت ہو تو معاہدہ کے ختم کر دینے کی اطلاع کر دی جائے یا ابتداءً ان کی طرف سے نقض عہد ہو گیا ہو تو دونوں صورتوں میں اقدام کی اجازت ہے۔ چنانچہ کفار مکہ نے اول نقض عہد کیا جس کے نتیجہ میں ۸ھ فتح مکہ کی بشارت لے کر آیا۔

کفارِ عرب کا امتیاز اور خصوصیت:..... (۲) کفارِ عرب اگر اسلام قبول نہ کریں اور جزیہ نہ دینا چاہیں تو ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بجز قتل کے یعنی عام کفار کے لئے تو تین راستے ہیں (۱) اسلام، (۲) جزیہ اور (۳) قتل لیکن عرب جو مکرز ہدایت اور دارالاسلام ہے اس کے لئے صرف دو قانون ہیں۔ اسلام یا تلوار۔ بیچ کی راہ نکال کر وہاں کفر کو گنجائش نہیں دینی ہے۔ بہر حال اگر وہ بزور رہنا چاہیں تو حرم کے علاوہ ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور حد و حرم میں اولاً قتل نہیں کیا جائے گا دوسرے طریقوں سے تنگ کر کے وہاں سے ان کو باہر نکلنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ باہر نکلنے پر قتل کیا جائے اور کسی طرح باہر نہ نکلیں تو پھر مجبوراً حد و حرم میں قتل کر دیا جائے گا۔ بعینہ یہی صورت اس وقت اختیار کی جائے گی جب کوئی قتل وغیرہ جرم کر کے حرم میں پناہ گزیں ہو جائے، اس آیت سے نقض عہد نہ کرنے والے سے تعرض نہ کرنا جو سمجھ میں آتا ہے وہ منسوخ ہے یہ رعایت جزیرہ عرب کے دارالاسلام بننے سے پہلے کی ہے جو اب باقی نہیں ہے۔

حفاظتِ جان:..... (۳) لا تُلْقُوا النّٰح کو علماء نے عام معنی پر محمول کیا ہے جتنی باتیں اختیاری تباہ کن ہیں سب نا جائز ہیں مثلاً اسراف فی الانفاق، ترک جہاد و انفاق، بغیر ہتھیاروں کے میدان جنگ میں گود جانا، غرق یا حرق کی صورت میں یا زہر خورانی سے اور چاقو و تلوار زنی سے خودکشی کر لینا، طاعون وغیرہ امراض جہاں پھیل رہے ہوں وہاں گھس جانا۔ یہ سب صورتیں اس میں داخل ہو جاتی ہیں جن میں اختیار کو دخل ہے البتہ بلا اختیار و قصد اگر کچھ ہو جائے تو وہ معاف ہے، کیونکہ فی الحقیقت جان اللہ کی ایک امانت ہے۔

معنی کو صورت پر ترجیح:..... بظاہر تو جہاد اور انفاق تہلکہ ہیں۔ فی الحقیقت ان کی اضداد تہلکہ ہیں اسی لئے یہاں گویا صورت پر معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔

وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ^ط اَدُوهُمَا بِحُقُوقِهِمَا فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ مِّنْهُمَا عَنْ اِتْمَامِهِمَا بَعْدُوْا اَوْ
فَمَا اسْتَيْسَرَ تَيَسَّرَ مِنَ الْهَدْيِ ^ج عَلَيْكُمْ وَهُوَ شَاةٌ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ اِىَّ لَا تَحْلَلُوْا حَتَّىٰ يَبْلُغَ
الْهَدْيُ الْمَذْكُوْرَ مَجَلَّهُ ^ط حَيْثُ يَحِلُّ ذَبْحُهُ وَهُوَ مَكَانُ الْاِحْصَارِ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ فَيَذْبَحُ فِيْهِ بِنِيَّةِ التَّحْلِيْلِ
وَيَفْرُقُ عَلٰى مَسَاكِيْنِهِ وَيَحْلِقُ وَبِهِ يَحْصُلُ التَّحْلِيْلُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهِ اَذْيٌ مِّنْ رَّاسِهِ
كَتَمَلٍ وَّضِدَاعٍ فَحَلَقَ فِي الْاِحْرَامِ فَفِدْيَةٌ عَلَيْهِ مِّنْ صِيَامٍ لِّثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اَوْ صَدَقَةٌ لِّثَلَاثَةِ اَصْحٍ مِّنْ غَالِبِ قُوْتِ
الْبَلَدِ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنٍ اَوْ نُسُكٍ ^ج اِىَّ ذَبْحِ شَاةٍ وَاَوْ لِلتَّحْيِيْرِ وَالْحَقُّ بِهٖ مِّنْ حَلْقٍ بِغَيْرِ عُذْرٍ لِاَنَّهُ اَوْلٰى
بِالْكَفٰرَةِ وَكَذٰلِكَ مَنِ اسْتَمْتَعَ بِغَيْرِ الْحَلْقِ كَالطَّيِّبِ وَاللُّبْسِ وَالدُّهْنِ لِعُذْرٍ اَوْ غَيْرِهٖ فَاِذَا اَمِنْتُمْ ^ف الْعَدُوْا بِاَنْ
ذَهَبَ اَوْ لَمْ يَكُنْ فَمَنْ تَمْتَعَ اسْتَمْتَعَ بِالْعُمْرَةِ اِىَّ بِسَبَبِ فِرَاعِهِ مِنْهَا وَالتَّحْلِيْلُ عَنْهَا بِمَحْظُوْرَاتِ الْاِحْرَامِ
اِلَى الْحَجِّ اِىَّ الْاِحْرَامِ بِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ اَحْرَمَ بِهَا فِيْ اَشْهُرِهٖ فَمَا اسْتَيْسَرَ تَيَسَّرَ مِنَ الْهَدْيِ ^ج عَلَيْهِ وَهُوَ شَاةٌ
يَذْبَحُهَا بَعْدَ الْاِحْرَامِ بِهٖ وَالْاَفْضَلُ يَوْمُ النَّحْرِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ الْهَدْيَ لِفَقْدِهٖ اَوْ فَقَدَ ثَمَنِهٖ فَصِيَامٌ اِىَّ فَعَلِيْهِ
صِيَامٌ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ اِىَّ فِيْ حَالِ اِحْرَامِهٖ فَيَجِبُ حَيْثُ اِنْ اُحْرِمَ قَبْلَ السَّابِعِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ
وَالْاَفْضَلُ قَبْلَ السَّادِسِ لِكَرَاهَةِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ لِلْحَاجِّ وَلَا يَجُوْزُ صَوْمُهَا اَيَّامَ التَّشْرِيقِ عَلٰى اَصْحِ قَوْلِي
الشَّافِعِيِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ^ط اِلَى وَطَنِكُمْ مَكَّةَ اَوْ غَيْرَهَا وَقِيْلَ اِذَا فَرَعْتُمْ مِنْ اَعْمَالِ الْحَجِّ وَفِيْهِ التَّفَاتُ
عَنِ الْغَيْبَةِ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ جُمْلَةٌ تَاكِيْدٌ لِمَا قَبْلَهَا ذَلِكَ الْحُكْمُ الْمَذْكُوْرُ مِنْ وُجُوْبِ الْهَدْيِ اَوْ
الصِّيَامِ عَلٰى مَنْ تَمْتَعَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ اَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ^ط بِاَنْ لَمْ يَكُوْنُوْا عَلٰى مَرَحَلَتَيْنِ
مِنَ الْحَرَمِ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ فَاِنْ كَانَ فَلَادَمَ عَلَيْهِ وَاَصِيَامٌ وَاِنْ تَمْتَعَ وَفِي ذِكْرِ الْاَهْلِ اَشْعَارٌ بِاشْتِرَاطِ
الْاِسْتِيْطَانِ فَلَوْ اَقَامَ قَبْلَ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَمْ يَسْتَوْطِنْ وَتَمْتَعَ فَعَلِيْهِ ذَلِكَ وَهُوَ اَحَدُ الْوَجْهَيْنِ عِنْدَنَا وَالثَّانِي
لَا وَاْلَاَهْلُ كِنَايَةٌ عَنِ النَّفْسِ وَالْحَقُّ بِالْمُتَمْتِعِ فَيَمَّا ذِكْرُ بِالسَّنَةِ الْقَارِئُ وَهُوَ مَنْ يُحْرِمُ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا اَوْ
يُدْحِلُ الْحَجَّ عَلَيْهَا قَبْلَ الطَّوَافِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ فَيَمَّا يَأْمُرُكُمْ بِهٖ وَيَنْهٰكُمْ عَنْهُ وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ لِمَنْ خَالَفَهُ -

ترجمہ: اور حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا پورا کر لیا کرو (حقوق کے ساتھ دونوں کو ادا کیا کرو) پھر اگر روک دیئے جاؤ
(دشمن کی وجہ سے ان کی ادائیگی پوری نہ کر سکو) تو پھر جیسا کچھ میسر (آسان) ہو۔ ایک جانور کی قربانی (تم پر ہے یعنی بکری کی) اور اپنے
سروں کو مت منڈواؤ (یعنی حلال نہ ہو) تا وقتیکہ قربانی (مذکور) کا جانور اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے (جہاں اس کو ذبح کیا جائے گا اور وہ

رکنے کی جگہ ہے امام شافعیؒ کے نزدیک۔ چنانچہ حلال ہونے کی نیت سے وہ ہیں اس کو ذبح کر کے مساکین پر خیرات کر دے اور سر منڈوا ڈالے حلال ہو جائے گا) ہاں اگر کوئی شخص تم میں سے بیمار ہو جائے یا اسے سر کی تکلیف کی وجہ سے کوئی مجبوری ہو (مثلاً جوٹیں پڑ جائیں یا دروسر ہو جائے اور سر منڈوا ڈالے) تو فدیہ ہے (اس پر) وہ روزے ہیں (تین روز کے) یا صدقہ دے۔ (تین صاع غلہ جو وہاں کا اکثر رواجی ہو۔ چھ مسکینوں پر تقسیم کر دے) یا جانور کی قربانی کرے (یعنی بکری کی قربانی کرے اور لفظ او اختیار کے لئے ہے اور اس میں وہ صورت بھی لاحق کر دی جائے گی۔ اگر کسی نے بلا عذر سر منڈا ڈالا تو بدرجہ اولیٰ اس کو کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ علیٰ ہذا کسی نے طلق کے علاوہ اگر خوشبو یا سلاہوا لباس یا تیل استعمال کر کے فائدہ حاصل کر لیا عذر ہو یا بلا عذر کے وہ بھی اس حکم میں داخل ہے) پھر اگر تم امن کی حالت میں ہو (دشمن چلا جائے یا نہ رہے) تو جو شخص نفع (فائدہ) اٹھائے عمرہ سے (یعنی عمرہ سے فراغت کے سبب اور ممنوعات احرام جائز ہو جانے سے) اس کو حج کے ساتھ ملا کر یعنی احرام حج کے ساتھ اس طرح ملا دے کہ عمرہ کا احرام یا حج میں باندھ دے (پھر تو جو کچھ قربانی میسر (آسان) ہو (اس پر لازم ہے یعنی احرام کے بعد ایک بکری ذبح کرے جس کے لئے افضل قربانی کا دن ہے) پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو (جانور ملنے کی وجہ سے یا قیمت پاس نہیں ہے) تو روزے ہیں (یعنی اس پر) تین روز کے روزے ہیں حج کے زمانہ میں (یعنی بحالت احرام تمتع اس لئے ساتویں ذی الحجہ سے پہلے احرام باندھنا اس پر لازم ہے اور بہتر چھٹی تاریخ سے پہلے ہے کیونکہ نویں تاریخ عرفہ کا روزہ حجاج کے لئے مکروہ ہے اور امام شافعیؒ کے اصح قولین پر ایام تشریق میں ان کے لئے روزے جائز نہیں ہیں) اور سات روزے جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آجائے (اپنے وطن مکہ وغیرہ کی طرف اور بعض نے رجعتہم کے معنی یہ لئے ہیں کہ جب تم افعال حج سے فارغ ہو جاؤ بہر حال اس صیغہ میں غائب سے حاضر کی طرف التفات ہے) یہ کامل دس روزے ہونے (یہ جملہ ما قبل کی تاکید کے لئے ہے) یہ (مذکورہ حکم تمتع پر قربانی یا روزوں کا) اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں (حرم سے ان کا فاصلہ دو مرحلوں (مدت سفر قصر) سے کم ہو امام شافعیؒ کے نزدیک اور اگر اتنی مسافت ہو تو اگرچہ تمتع کر لیا ہو تب بھی اس پر قربانی یا روزہ واجب نہیں ہوگا۔ اور اہل کی شرط لگانے میں وطن بنا لینے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اگر ایام حج سے پہلے کسی نے قیام کیا مگر وطن نہیں بنا لیا اور تمتع کی نیت کی تو اس پر قربانی وغیرہ واجب ہوگی۔ امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے اور دوسرے قول میں اس پر واجب نہیں ہے اور اہل کنایہ ہے اپنے نفس سے تمتع مذکورہ کے حکم میں بحکم سنت قارن بھی داخل ہے۔ یعنی جس نے حج و عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا ہو یا طواف عمرہ سے پہلے احرام حج باندھ لیا ہو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (جو احکام تم کو دیئے گئے ہیں اور جن باتوں سے تم کو روکا ہے ان سب میں) اور اس سے غافل نہ رہو کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ سخت سزا دینے والے ہیں (خلاف کرنے والے کو)۔

تحقیق و ترکیب: بعدو یہ امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ وہ احصار کو دشمن کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک

احصار عام ہے بیماری ہے یا دشمن وغیرہ۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے من کبر او عرج فقد حل فعليه الحج من قابل اور لفظ بھی امن کا اطلاق بری من المرض والعدو پر آتا ہے۔ تیسرے معنی استیسا میں ست طلب کا نہیں ہے لاتحللوا یعنی حلق کنایہ ہے حلال ہونے سے۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ صرف سر منڈانے سے حلال ہو جاتا ہے قربانی سے نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محصر پر حلق و قصر واجب ہی نہیں ہے وہ صرف ذبح ہی سے حلال ہو جاتا ہے۔ محلہ امام شافعیؒ کے نزدیک محلہ سے مراد محل احصار ہے عام اس سے کہ حل ہو یا حرم۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرم مراد ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ ہدی کا حرم میں پہنچنا جب تک معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک حلال نہ ہو۔ امام شافعیؒ کا متدل یہی واقعہ حدیبیہ ہے کہ آنحضرت ﷺ محصر تھے۔ آپ نے وہیں قربانی فرمائی اور حدیبیہ حرم سے باہر حل میں داخل ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے۔ چنانچہ علامہ واقدی کہتے ہیں کہ مکہ سے نو میل

کے فاصلہ پر حدیبیہ حرم کا حصہ ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حرم میں ذبح کرنے کی تصریح بھی زہری کی روایت میں ہے۔ بہر حال امام شافعی کے نزدیک مکان احصار ہی میں حلق و قربانی کی جائے گی اور حنفیہ کے نزدیک حرم میں قربانی ضروری ہے جانور کسی کے ہاتھ بھیج کر عین بھی کر لی جائے کہ فلاں وقت قربانی کر دینا اور اندازہ کر کے اسی وقت حلال ہو جائے فصدیہ، فدیہ اور فمما استیسر اور فصیام یہ سب مبتداء محذوف اخیر ہیں۔ ای علیہ اور بلد سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ صدقۃ تین ماع گیہوں چھ مسکینوں پر بحساب نصف صاع فی مسکین دیا جائے اور جو یا کھجور چھ صاع بحساب ایک صاع ہر مسکین کو دیا جائے۔ بالعمرة باسپیہ اور تمتع کا تعلق محذوف ہونے کی طرف جلال محقق نے اشارہ کیا ہے "محظورات الاحرام" اور باکوصلہ تمتع بھی کہا جاسکتا ہے یعنی جو شخص ایام حج میں حج کے نفع حاصل کرنے سے پہلے عمرہ سے نفع حاصل کرے یا تقدیر عبارت ایسے ہو فممن تمتع بالعمرة مقرونة مضمومة الى الحج . من الهدی۔ ادنیٰ درجہ بکری ہے، گائے اور اونٹ بھی جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک دم تمتع دم شکر ہوتا ہے اس کو تمتع خود بھی کھلا سکتا ہے اور قربانی کی طرح یوم اخیر میں ذبح کر لے۔ لیکن یہ قربانی واجبہ کے قائم مقام نہیں ہو جائے گی۔ وہ علیحدہ کرنی پڑے گی۔ ما استیسر کی خبر علیہ محذوف ہے۔ فصیام اگر چھ (۶) ذی الحجہ سے روزہ شروع کر دیا جائے گا تو آٹھویں تاریخ کو روزہ کی کراہت سے امام شافعی کے نزدیک محفوظ رہ جائے گا۔ ابوداؤد کی روایت ہے نہی عن صوم یوم عرفہ لیکن حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کراہت نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس شخص کے لئے مکروہ ہے جس کو روزہ باعث دشواری اور تکلیف دہ ہو۔ اسی طرح ایام تشریق میں روزوں کی ممانعت حنفیہ اور شوافع کے نزدیک بالاتفاق ہے حدیث ممانعت کی وجہ سے۔ لیکن امام مالک، امام احمد کی رائے اور امام شافعی کا قول قدیم جواز کا ہے۔ دارقطنی کی روایت ابن عمر سے پیش کرتے ہیں جس میں تمتع کے لئے اگر ہدی نہ ملتی ہو تو آپ نے ایام تشریق کے روزوں کی اجازت فرمائی ہے۔

اذا رجعتہم اس کی تفسیر علماء کی مابین اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک افعال حج سے فراغت کے معنی ہیں چنانچہ مکہ ہی میں یا راستہ میں سات روزے پورے کر سکتا ہے۔ امام شافعی کا قول بھی یہی ہے اور بعض کے نزدیک رجوع سے مراد اہل اور وطن میں پہنچنا ہے۔ امام شافعی کا قول یہی ہے اور ابن عباس سے منقول ہے۔ پھر بعض نے وطن پہنچنے میں توسع کیا ہے کہ راستہ بھی اس میں داخل ہے۔ تلک عشرۃ چونکہ او تخیر اور اباحت کے لئے بھی آتا ہے جو یہاں درست نہیں ہے اس لئے اس احتمال کو منقطع کرنے کے لئے یہ جملہ لایا گیا یا حسابی لحاظ سے یہ نکتہ پیش نظر ہوگا مجموعی ٹوٹل بھی بیان کر دیا جائے تو اجمال و تفصیل کے دونوں پہلو مکمل ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ عرب کے امیوں کی جماعت حساب و کتاب کے معاملہ میں مبتدی ہومائتہ اور الف سے آگے اعداد کے لئے الفاظ بھی وضع نہ ہوں۔ ذلک کا مشار الیہ جلال محقق نے اپنے مذہب کی رعایت سے حکم مذکور قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام شافعی کے نزدیک آفاقی کی طرح مکہ کے لئے بھی تمتع اور قرآن کی اجازت ہے لیکن یہ مکہ تمتع حکمی ہوگا اس پر دم تمتع واجب نہیں کہتے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک یہ دونوں حق صرف آفاقی کے لئے ہیں مکہ کے لئے صرف حج افراد ہے۔ کیونکہ عمرہ کی سہولتیں اس کو ہر وقت حاصل ہیں۔ باہر کے حجاج کے پاس ایک بہت مختصر اور محدود وقت ہوتا ہے ان کو محروم کرنا یا ان کی مشکلات میں اضافہ کرنا مناسب نہیں ہے اس کے باوجود اگر کسی مکہ نے تمتع یا قرآن کیا تو اس کے دم جنایت دینا پڑے گا۔ اس لئے ذلک کا اشارہ تمتع کی طرف ہے اگر اس سے مراد بقول امام شافعی دم ہوتا تو بجائے ذلک کے من کہنا چاہئے تھا۔

حاضری المسجد امام مالک کے نزدیک صرف اہل مکہ حضار مسجد ہوں گے۔ امام طحاوی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور طاؤس کی رائے ہے کہ صرف اہل حرم مراد ہیں اور امام اعظم کے نزدیک مکہ اور میقاتی لوگ حاضرین مسجد کہلائیں گے۔ جلال محقق نے جو مرحلتان کی قید لگائی ہے یہ امام شافعی کی رائے ہے۔ ان کے نزدیک مدت سفر سے کم مسافت پر مکہ سے جو لوگ رہتے ہیں وہ بھی حاضرین میں شمار

ہوں گے۔

ولاھل . مفسر نے اھل کنا یہ نفس سے کیا ہے مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ یہ اس محرم کے لئے ہے کہ اس کا نفس یعنی وہ خود محرم مسجد حرام کا باشندہ نہ ہو۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اہل سے مراد بیوی بچے لئے جائیں۔

رابطہ..... پچھلی آیت میں حرم احرام اشہر حرم میں جنگ چھڑ جائے تو اس گتھی کو سلجھایا تھا۔ اس آیت میں جنگ وغیرہ کی وجہ سے حج و عمرہ میں رکاوٹ پڑ جائے جس کو احصار کہتے ہیں تو کیا کرنا چاہئے؟ حج و عمرہ کا اتمام اور ان کا اجتماع جس کو تمتع و قرآن کہتے ہیں یہ تین مسئلے بیان کئے جا رہے ہیں گویا یہ گیارہواں حکم ہے۔

شان نزول:..... لباب النقول میں ہے صفوان بن امیہ سے تخریج کی ہے کہ ایک شخص زعفران لگائے ہوئے، جب پہننے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عمرہ کے بارہ میں دریافت کیا تو اس پر آیت واتموا الحج و العمرة نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے عمرہ کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ثم ما كنت مانعا في حجاج فاصنع في عمرتك اور امام بخاری نے کعب ابن عجرہ سے نقل کیا ہے کہ کعب نے ففدية من صيام کے بارہ میں دریافت کیا اور ان کے سر میں اس قدر جوئیں تھیں کہ چہرہ پر چل رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بکری میسر ہے؟ عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا کہ تین روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو فی مسکین نصف صاع غلہ دے دو۔

﴿تشریح﴾:..... عمرہ سنت اور حج فرض ہے:..... حنفیہ کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ ہے اور صاحب استطاعت پر حج فرض ہے۔ لیکن اگر باوجود فرض نہ ہونے کے حج یا عمرہ شروع کر دیا جائے تو پھر بالاتفاق فرض و واجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک حج و عمرہ، دونوں یکساں فرض ہیں۔

امام شافعی کی دلیل وجوب:..... اور استدلال میں اتموا امر کے صیغہ کو پیش کرتے ہیں جو وجوب کے لئے آتا ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ آیت میں بعد شروع اتمام کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس کے ہم منکر نہیں جیسے نفل نماز کا اہتمام شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے یہی حال عمرہ کا ہے لیکن ابتداً وجوب اس سے کہاں لازم آیا۔ دوسرے ممکن سے امر کا تعلق قید کمال و تمام سے ہو یعنی حج و عمرہ مکمل طور پر خالصاً بوجہ اللہ کیا کرو، جیسے ارشاد نبوی ہے بیعوا سواہ اس میں وجوب بیع نہیں ہے بلکہ بیع میں برابری کرنا واجب ہے۔

حنفیہ کی دلیل عدم وجوب:..... ابتداً عمرہ کے واجب نہ ہونے کی دلیل حنفیہ کے لئے وہ روایت ہے جو ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے خود آنحضرت ﷺ سے عمرہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ واجب ہے یا نہیں آپ نے فرمایا لا وان تعتمر واخیر لکم۔

احصار کی شرح اور اس کے احکام:..... اسی طرح حنفیہ کے نزدیک احصار عام ہے۔ خواہ دشمن کے خوف سے ہو یا راستہ کی بد امنی اور بیماری کی زیادتی سے ہو۔ ہر صورت میں حلال ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت ایک جانور بکری یا گائے یا اونٹ میری طرف سے حرم میں ذبح کر دینا۔ اگر حج افراد کی نیت ہو تو ایک جانور اور تمتع اور قرآن ہو تو دو جانور اسی طرح ذبح کرانے کو کہہ دے۔ جب مقررہ وقت آجائے اور گمان غالب یہ ہو کہ اس نے قربانی کر دی ہوگی چاہے قربانی کے دنوں سے پہلے ہی کی تاریخ ہو تو مرد اپنا سر منڈا ڈالے یا قصر کرالے اور عورت ہو تو سر منڈا حرام ہے۔ اس کو ایک ایک انگل بال کاٹ

لینا چاہئیں۔ احرام کی وجہ سے جتنی چیزیں حرام ہو گئیں تھیں اب سب حلال ہو جائیں گی۔ اس کے بعد رکاوٹ دور ہونے پر حج و عمرہ کی قضاء کرنی پڑے گی۔ البتہ اس احصار کے علاوہ کسی دوسری مجبوری سے اس کو سرمنڈانا پڑے تو اس کو تین باتوں میں سے ایک بات کر لینی چاہئے۔ (۱) بکری ذبح کر کے خیرات کر دے (۲) تین روزے رکھ لے (۳) ۸۰ تولا فی سیر کے حساب سے ہر مسکین کو پونے دو سیر گیہوں یاد گئے جو بقدر صدقہ الفطر چھ مسکینوں کو دے دے۔ حنفیہ کے نزدیک ذبح صرف حرم میں ہوگی۔ البتہ روزہ اور صدقہ کے لئے کوئی جگہ معین نہیں ہے نیز ایک مسکین کو پونے دو سیر ہی دینا چاہئے۔ اگر دو حصے ایک فقیر کو دیئے تو وہ ایک ہی حصہ شمار ہوگا۔

حج کی تین قسمیں اور احکام: حج کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) حج افراد کہ ایام حج میں صرف حج کا احرام باندھا جائے، یہ آفاقی اور مکئی سب کے لئے جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک سب سے افضل یہی طریقہ ہے۔ (۲) حج تمتع حج اور عمرہ دو الگ الگ احراموں کے ساتھ ایک ہی زمانہ حج میں ادا کئے جائیں۔ بعض ائمہ کے نزدیک سب سے افضل قسم یہی ہے۔ (۳) حج قرآن زمانہ حج میں ایک ہی احرام کے ساتھ حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی جائے۔ حنفیہ کے نزدیک سب سے افضل قسم یہی ہے۔ کیونکہ مشقت اور کام سب سے زیادہ اس میں ہے۔ تمتع اور قرآن دونوں حنفیہ کے نزدیک صرف آفاقی کے لئے ہیں جو میقات کی حدود سے باہر کارہنے والا ہو۔ حدود کے اندر رہنے والے کے لئے اجازت نہیں ہے۔ ذلک لمن لم یکن سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شیخ کی خدمت میں پہلے سے حاضر رہتے ہوں ان کو چاہئے کہ دوسرے آنے والے واردین مسافرین کا جو شیخ کے پاس آئیں خیال اور رعایت رکھیں یعنی ان کو موقع دیں۔

الْحَجُّ وَقْتُهُ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَةٌ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرُ لَيْلٍ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَقِيلَ كُلُّهُ فَمَنْ فَرَضَ عَلَى نَفْسِهِ فِيهِنَّ الْحَجَّ بِالْأَحْرَامِ بِهِ فَلَارَفَتْ جَمَاعٌ فِيهِ وَلَا فُسُوقَ مَعَاصِيٍّ وَلَا جِدَالَ حِصَامٍ فِي الْحَجِّ ^ط وَفِي قِرَاءَةِ بَفَتْحِ الْأَوَّلِينَ وَالْمُرَادُ فِي الثَّلَاثَةِ النَّهْيُ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ كَصَدَقَةٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ ^ط فَيُجَارِيكُمْ بِهِ وَنَزَلَ فِي أَهْلِ الْيَمَنِ وَكَانُوا يَحْجُّونَ بِالزَّادِ فَيَكُونُونَ كَلًّا عَلَى النَّاسِ وَتَزَوَّدُوا مَا يَبْلُغُكُمْ بِسَفَرِكُمْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى مَا يُتَّقَى بِهِ سُؤَالَ النَّاسِ وَغَيْرَهُ وَاتَّقُونَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ ذَوِي الْعُقُولِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي أَنْ تَبْتَغُوا تَطْلُبُوا فَضْلًا رِزْقًا مِنْ رَبِّكُمْ ^ط بِالتَّجَارَةِ فِي الْحَجِّ نَزَلَ رَدَّ الْكِرَاهَتِهِمْ ذَلِكَ فَإِذَا أَفْضْتُمْ دَفَعْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ بَعْدَ الْوُقُوفِ بِهَا فَادْكُرُوا اللَّهَ بَعْدَ الْمَبِيتِ بِمُزْدَلِفَةَ بِالتَّلْبِيَةِ وَالتَّهْلِيلِ وَالدُّعَاءِ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ^ص هُوَ جَبَلٌ فِي الْخِزْرِ الْمُزْدَلِفَةَ يُقَالُ لَهُ قُرْحٌ وَفِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ بِهِ يَذْكُرُ اللَّهَ وَيَدْعُوهُ حَتَّى اسْفَرَ جَدًّا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَادْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ ^ح لِمَعَالِمِ دِينِهِ وَمَنَاسِكِ حَجِّهِ وَالْكَافُ لِلتَّعْلِيلِ وَإِنْ مُخَفَّفَةٌ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ قَبْلَ هُدَاةٍ لِّمَنِ الضَّالِّينَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ أَفِيضُوا يَا قُرَيْشُ مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ أَيْ مِنْ عَرَفَةَ بِأَنْ تَقِفُوا بِهَا مَعَهُمْ وَكَانُوا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ تَرْفَعًا عَنِ الْوُقُوفِ مَعَهُمْ وَتَمَّ لِلتَّرْتِيبِ فِي الذِّكْرِ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ^ط مِنْ ذُنُوبِكُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۹۹﴾ بِهِمْ فَإِذَا قَضَيْتُمْ أَدْيَتَكُمْ مَنَاسِكَكُمْ عِبَادَاتِ حَجِّكُمْ بِأَنْ رَمَيْتُمْ حِمْرَةَ

الْعَقَبَةَ وَحَلَقْتُمْ وَطَفْتُمْ وَاسْتَقَرَّرْتُمْ بِمِنَى فَادْكُرُوا اللَّهَ بِالْتَّكْبِيرِ وَالثَّنَاءِ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ كَمَا كُنْتُمْ تَدْكُرُونَهُمْ عِنْدَ فِرَاعٍ حَجَّكُمْ بِالْمَفَاجِرِ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ط مِنْ ذِكْرِكُمْ إِيَّاهُمْ وَنَصَبُ أَشَدَّ عَلَى الْحَالِ مِنْ ذِكْرِ الْمَنْصُوبِ يَأْذُكُرُوا إِذْ لَوْ تَأَخَّرَ عَنْهُ لَكَانَ صِفَةً لَهُ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا إِنَّا نَصَبْنَا فِي الدُّنْيَا فَيُؤْتَاهُ فِيهَا وَمَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ نَصِيبٌ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ نِعْمَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ هِيَ الْجَنَّةُ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ بَعْدَ دُخُولِهَا وَهَذَا بَيَانٌ لِمَا كَانَ عَلَيْهِ الْمُسْتَعْرَكُونَ وَلِحَالِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْقَصْدُ بِهِ الْحَثُّ عَلَى طَلَبِ خَيْرِ الدَّارَيْنِ كَمَا وَعَدَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ أُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ ثَوَابٍ مِمَّا كَسَبُوا ط أَجَلِ عَمِلُوا مِنَ الْحَجِّ وَالِدُّعَاءِ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ يُحَاسِبُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ فِي قَدْرِ نِصْفِ نَهَارٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا لِحَدِيثِ بَدَلِكِ وَادْكُرُوا اللَّهَ بِالْتَّكْبِيرِ عِنْدَ رَمَى الْجَمْرَاتِ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ ط أَيَّامِ التَّشْرِيقِ الثَّلَاثَةِ فَمَنْ تَعَجَّلَ أَيَّامِ التَّعَجَّلَ بِالنَّفْرِ مِنْ مِنَى فِي يَوْمَيْنِ أَيَّامِ فِي ثَلَاثِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ بَعْدَ رَمَى جِمَارِهِ فَلَا تَمُّ عَلَيْهِ بِالْتَّعَجِيلِ وَمَنْ تَأَخَّرَ بِهَا حَتَّى بَاتَ لَيْلَةَ الثَّلَاثِ وَرَمَى جِمَارَهُ فَلَا تَمُّ عَلَيْهِ بِذَلِكَ أَيُّ هُمْ مُخَيَّرُونَ فِي ذَلِكَ وَتَفِي الْأَثْمَ لِمَنْ اتَّقَى ط اللَّهُ فِي حَجِّهِ لِأَنَّهُ الْحَاجُّ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۰۳﴾ فِي الْآخِرَةِ فَيَجَازِيكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ

ترجمہ: حج (کا زمانہ) چند مقررہ مہینے ہیں (شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ کی دس راتیں اور بعض کے نزدیک پورا ذی الحجہ) چنانچہ جو شخص مقرر کر لے (اپنے اوپر) ان دنوں میں حج (احرام باندھ کر) پھر نہ کوئی فحش بات (جماع) ہے اور نہ کوئی حکم عدولی (نافرمانی) ہے اور نہ کسی طرح کا جھگڑا (تکرار) ہے۔ حج کے ساتھ (اور ایک قرأت میں رفق اور فسوق میں فتح پڑھا گیا ہے اور ان تینوں لفظوں سے مراد دراصل نہیں ہے) اور جو نیک کام (صدقہ وغیرہ) کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہیں (اس لئے وہ تم کو اس کا بدلہ عنایت فرمائیں گے اور اہل یمن جو بلا سر و سامان حج کے لئے نکل پڑتے تھے اور لوگوں پر بار بٹتے تھے۔ ان کے متعلق حکم نازل ہوا کہ) اور سر و سامان ضرور ساتھ لے جایا کرو (سفر میں جو کچھ حاصل ہوتا ہے) کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں بچا رہنا ہے (لوگوں سے سوال وغیرہ کا پرہیز رکھنا ہے) اور مجھ سے ڈرتے رہو! (ذی عقل لوگو! اس میں) تمہارے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں ہے کہ تلاش (طلب) کرو اپنے پروردگار کے فضل (رزق) کو (حج میں بذریعہ تجارت جو لوگ اس کو مکروہ سمجھتے تھے ان کے جواب میں یہ حکم نازل ہوا ہے) پس جب واپس ہونے (لوٹنے) لگو عرفات سے (وقوف عرفہ کے بعد) تو اللہ کا ذکر کیا کرو (مزدلفہ میں شب باشی کر کے تلبیہ اور لا الہ الا اللہ اور دعا کرتے رہا کرو) مشعر حرام کے پاس (یہ مزدلفہ کے آخر میں پہاڑ ہے جس کو قزح کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس پر قیام فرمایا اور اچھی خاصی صبح ہونے تک ذکر اللہ اور دعا میں مشغول رہے۔ رواہ مسلم) اور اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے (احکام دین اور مسائل حج اور کاف کما میں تعلیلیہ ہے) اور فی الحقیقت (ان مخففہ

من المشقلۃ ہے ان نافیہ نہیں ہے) اس (ہدایت سے پہلے) تم بھی ناواقف محض تھے پھر تمہارے لئے ضروری ہے (اے قریش!) کہ اس جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں (یعنی عرفہ سے۔ اس طرح کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ وقوف بعرفہ کرو۔ قریشی دوسروں کے ساتھ وقوف کرنے سے خود کو بالا سمجھتے ہوئے مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے تھے۔ ثم یہاں ترتیب ذکر کی کے لئے ہے) اللہ تعالیٰ کے سامنے (اپنے گناہوں سے) توبہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے (مؤمنین کو) اور (ان پر) رحم فرما دیں گے۔ پھر جب تم پورے (ادا) کر لیا کرو اپنے اعمال (عبادات حج کو اور جمرہ عقبہ کی رمی اور حلق سے فارغ ہو جاؤ اور طواف کر کے منیٰ میں قیام پذیر ہو گئے ہو) تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو (تکبیر و ثنا کی صورت میں) جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو (چنانچہ حج سے فراغت کے بعد ان کے مفاخر بیان کیا کرتے تھے) بلکہ یہ ذکر اس سے بڑھ کر ہونا چاہئے (یعنی تمہارے اپنے آباؤ اجداد کے ذکر سے اور لفظ اشد منصوب ہے ذکر سے حال ہونے کی بناء پر جو اذکسروا کی وجہ سے منصوب ہے اور مقدم اس لئے ہے کہ اگر مؤخر کر دیا جاتا تو پھر لفظ اشد ذکر کی صفت بن جاتا) پھر بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو دے دیجئے (ہمارا حصہ) دنیا میں (چنانچہ وہ ان کو دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور ایسے شخص کے لئے آخرت میں کچھ حصہ (نصیب) نہیں ہوگا اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو عنایت فرما دیجئے دنیا میں بہتری (نعمت) اور آخرت میں بھی بہتری (جنت) اور ہم کو بچا لیجئے عذاب دوزخ سے (اس میں داخل نہ کیجئے یہ بیان حال ہے مشرکین اور مؤمنین کا اور مقصد اس سے ترغیب دینا ہے خیردارین کی طلب کی۔ چنانچہ اس پر ثواب کا وعدہ بھی فرمایا چاہا ہے کہ) ایسے لوگوں کو بڑا حصہ (ثواب) ملے گا ان کے اعمال کی بدولت، جو کام حج میں کئے اور دعائیں مانگیں) اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں (تمام مخلوق کا حساب دنیا کے آدھے دن کے برابر وقت میں چکا ڈالیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے) اور ذکر اللہ کرو (رمی جمرات کے وقت تکبیرات پڑھو) کئی روز تک (تین دن تشریق کے) پھر جو شخص جلدی کرنا چاہے (یعنی منیٰ سے جلد رخصت ہونا چاہے) دو روز میں (رمی جمار کے بعد ایام تشریق کے دوسرے روز) اس پر کچھ گناہ نہیں (جلدی کرنے کا) اور جو شخص ان دو دن میں تاخیر کرنا چاہے (حتیٰ کہ ایام تشریق کی تیسری شب بھی گزار دے اور رمی جمار کرے) تو اس پر بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے (اس تاخیر کی وجہ سے یعنی ہر طرح کا لوگوں کو اس میں اختیار ہے اور گناہ نہ ہوتا) اس شخص کے لئے جو ڈرتا رہے (اللہ سے حج میں کیونکہ فی الحقیقت حاجی وہی ہے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس بات سے غافل نہ رہو کہ بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے آخرت میں اور وہ تم سب کو تمہارے کئے کی پاداش پر پہنچائے گا)

تحقیق و ترکیب: الحج بتقدیر المضاف ای وقت الحج . معلومات شوال، ذیقعدہ، تو بالاتفاق اشہر حج ہیں۔ ذی الحجہ میں تین قول ہیں ایک امام شافعی کا جو مفسر جلال نے ذکر کیا یعنی دس راتیں اور دسواں دن ذی الحجہ کا اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ احرام کا آخری وقت اس رات تک ہے اس کے بعد نہیں ہے۔ اور شوال سے پہلے بھی احرام جائز نہیں ہے۔ دوسرا قول امام اعظم کا ہے دس دن پورے ذی الحجہ کے ہیں یعنی دسویں تاریخ کا دن بھی اس میں داخل ہے۔ کیونکہ حج کے مناسک اور افعال دن میں بھی کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح شوال سے پہلے احرام مع الکرہتہ جائز ہے مگر افعال حج پہلے ادا نہیں کیئے جائیں گے۔ چنانچہ اگر کسی نے رمضان میں طواف قدوم اور سعی بین الصفا والروہ کر لی تو یہ کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ سعی واجب کا استیناف کرنا پڑے گا۔ نیز وقت کی تحدید کا مطلب امام کے نزدیک یہ ہے کہ ان ایام سے پہلے افعال حج نہ کیئے جائیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مؤخر بھی نہ کیئے جائیں۔ چنانچہ طواف زیارت دس تاریخ کے بعد آخر ماہ تک جائز ہے اور تیسرا قول امام مالک کا مفسر نے نقل کیا ہے یعنی پورا ذی الحجہ چنانچہ طواف زیارت آخر ماہ تک کرنا جائز ہے۔

بالاحرام امام شافعی کے نزدیک صحیح احرام کے لئے نیت ضروری ہے اور حنفیہ کے نزدیک تلبیہ یا سوق ہدی سے بھی احرام درست ہو جاتا ہے۔ وفی قراءۃ ابن کثیر اور ابو عمرو کی قرأت میں اولین کا رفع اور تیسرے کا فتح اور دونوں قراء کے علاوہ کے نزدیک سب کا فتح ہے اور نسی بمعنی نہیں مبالغہ کے لئے ہے۔ فی الحج ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لانے میں اشارہ اس کی اہمیت اور علت حکم کی طرف ہے کہ بیت اللہ کی زیارت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان خرافات کو چھوڑا جائے۔

من خیر۔ شرور سے ممانعت کے بعد خیر کی ترغیب دی گئی ہے اور اسی لئے علم کا تعلق خاص چیز کو فرمایا گیا ہے ورنہ خیر و شر دونوں کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ ان تبغوا سے پہلے فی مقدر نکال کر ظرف کی طرف بحذف الجار اشارہ کر دیا ہے۔ ان اور ان پر قیاس کرتے ہوئے اور اس کا تعلق لاجناح سے ہے۔ افضتم جلال محقق نے افاضہ کے معنی دفع کے لئے ہیں۔ اصل عبارت افضتم انفسکم تھی۔ مفعول کو ترک کر دیا گیا ہے۔ کما ہدکم کاف تعلیلیہ۔ ما مصدریہ ای اذ کروہ لاجل ہدایتہ ایاکم یا ما کافہ ہے۔ ای اذ کروہ ذکرًا حسنا کما ہدکم ہدایۃ حسنة ثم ترتیب ذکر کی کے لئے ہے تراخی کے لئے نہیں ہے تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ دفع کا ذکر اللہ سے مقدم ہونا لازم آ گیا ہے حالانکہ ذکر اللہ مؤخر ہوتا ہے یا ترتیب ہی کے لئے ہے کہ دونوں افاضوں میں کتنا فرق ہے ایک صحیح اور دوسرا غلط۔

جمرة چھوٹا پتھر جمع جمار، جمرات، جمرۃ اولی، وسطی، عقبی۔ ان کنتم۔ ای انکم ان تحفہ ہے۔ اسم محذوف ہے متروک العمل ہو گیا ہے اس کے مابعد لام لازم ہے۔ نصب اشد یعنی لفظ حال ہے ذکرًا سے اور اس کے باوجود اس سے مقدم ہے کیونکہ تاخیر کی صورت میں صفت کا شبہ ہو سکتا ہے اور عبارت اس طرح ہو جاتی۔ ذکرًا اشد تو اس صورت میں بلا فاصلہ لفظ ذکر کا تکرار ہو جاتا۔ یعنی فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او ذکرًا اشد۔ اس لئے ذکر کو مؤخر کر دیا تاکہ کچھ فاصلہ ہو جائے۔

حسنات ای نعمت۔ مراد برکت و خیر جیسے صحت، بیوی عمدہ، کشادہ مکان، وغیرہ جو چیزیں دین و دنیا میں نافع ہوں۔ حدیث عائشہ ہے "سلی العافیۃ فی الدارین" فمن الناس الخ سے حق تعالیٰ لوگوں کی چار قسمیں بیان فرما رہے ہیں۔ دو قسمیں یہ ہیں اور دو قسمیں آگے آرہی ہیں۔ فی قدر نصف النہار دوسری جگہ انہ کلمح البصر آیا ہے۔ مقصود اس سے انتہائی جلدی ہے۔ انسانی سائنس نے جب ایسی مشینری ایجاد کر دی ہے کہ بڑی بڑی کمپنیوں کے عظیم حسابات سیکنڈوں میں چیک کر لیتی ہے تو انسان ساز خدا کی قدرت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

لحدیث بذلک ابن عباس کی روایت ہے۔ انما الحساب صخرة لیقل الاولیاء مع الحور والاعداء مع الشیاطین مقربین۔ واذکروا اللہ۔ تکبیرات تشریق ایام تشریق میں یعنی عرفہ کی نویں تاریخ کی صبح کو نماز کے بعد سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک بقول صاحبین ہر نماز فرض کے بعد مرد، عورت، مقتدی، امام، منفرد پر واجب ہے۔ مردوں پر بلند آواز سے اور عورتوں پر آہستہ۔ نیز اگر امام بھول جائے تو مقتدی پڑھ کر یاد دلا دیں اور تینوں جمرات پر ہر مرتبہ رمی کے وقت تکبیر مسنون ہے۔ فی یومین۔ ای فی ثانی اثین بتقدیر المضاف۔ چنانچہ دونوں دن نفر نہیں کیا جائے گا۔ ومن تاخر یعنی دونوں دن کے بعد اگر تیسرے روز بھی ٹھہرے اور رمی کرے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ رمی جمرات ثلاثہ کی مشہور وجہ یہ ہے کہ ان مواقع پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ذبح اسماعیل کے وقت شیطان نے بہکانا چاہا۔ اس پر انہوں نے کنکریوں کی بوچھاڑ کر کے دفع کیا۔ اب عشاق و عجاج کے لئے یہ سنت عاشقانہ رواج پذیر ہو گئی۔ ان ابراہیم کان امة قانتا للہ حنیفاً۔ ہم مخیرون یہ مبتدا محذوف ہے۔ اس کی خبر لمن اتقی ہے یعنی گناہ نہ ہونے میں یہ دونوں صورتیں برابر ہیں اگرچہ تاخیر افضل ہے بمقابلہ تقدیم کے تو یہ فرق افضل مفضل کا ایسا ہی ہے جیسے مسافر کے لئے روزہ و افطار میں اختیار ہے تاہم روزہ افضل ہے لمن اتقی خبر ہے مبتدائے محذوف "ونفی الاثم" کی اور لام اختصاصیہ ہے یا تعلیلیہ یا بیانیہ ہے۔

رابطہ:..... یہ آیات بھی احکام حج کا تمہ اور تکملہ ہیں جس میں حج کے لئے سروسامان کی تاکید اور وقوف و مزدلفہ و منی کے احکام اور حجاج کے اقسام کا بیان ہے۔

شان نزول:..... امام بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اہل یمن حج کے لئے بغیر سروسامان نکل کھڑے ہوتے تھے اور خود کو متوکلین علی اللہ کہتے تھے۔ اس پر آیت و تزو دو انازل ہوئی۔ کما بین المفسر العلام آیت لیس علیکم کے ذیل میں امام بخاری نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالحجاز مکہ کے بازار تھے۔ جن میں زمانہ جاہلیت سے بازار لگتے تھے۔ بسلسلہ حج لوگوں نے کاروبار میں تامل کا اظہار کیا اور آنحضرت ﷺ سے استفسار کیا اس پر لیس علیکم جناح ان تبسٹوا نازل ہوئی۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ قریش مزدلفہ میں قیام پذیر ہوتے تھے اور خود کو خمس کہلاتے تھے لیکن عام لوگ عرفات میں جا کر وقوف کرتے۔ اسلام نے آ کر تم افیضوا سے مساوات کا حکم دیا۔

علی ہذا ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ جب لوگ مناسک حج سے فارغ ہو جاتے اور منی میں ٹھہرنا ہوتا تو مجالس مشاعرہ منعقد ہوتیں اور ان میں آباؤ اجداد کے کارناموں اور مفاخر کا تذکرہ ہوتا۔ اس پر آیت واذ کروا اللہ کا نزول ہوا۔

علی ہذا ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اعراب وقوف کرتے اور یہ دعا پڑھتے اللہم اجعل لی عام غیث و عام خضب و عام ولاء و حسن جن میں آخرت کا دھیان تک نہ ہوتا۔ لیکن ان کی جگہ دوسرے مومنین آئے تو یہ دعا کی ربنا اتنا فی الدنيا الخ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾:..... ایام حج:..... جہاں تک افعال حج کا تعلق ہے ان میں تین باتیں ضروری ہیں۔ (۱) احرام (۲) وقوف عرفہ (۳) طواف زیارت۔ احرام کی ابتداء بلا کراہت شوال سے ہو سکتی ہے اور اس سے پہلے مکہ سے ہے۔ آخری فعل طواف زیارت جو دس ذی الحجہ کو ہوتا ہے اس لئے یہ آخری تاریخ ہوئی۔ بعض واجبات اور بھی بعد کی تاریخوں میں ادا کئے جاتے ہیں۔

احترام حج:..... جو بے حیائی حج سے پہلے جائز تھی جیسے بیوی سے بے حجابی سے پیش آنا جب حج میں اس کی ممانعت ہو گئی تو دیگر فواحش کا کیا محل۔ اسی طرح خوشبو وغیرہ استعمال کرنا، سلعے ہوئے کپڑے پہننا، بال کٹانا، یہ باتیں حج سے پہلے بالکل جائز تھیں لیکن جب ان جائز چیزوں کو ناجائز کر دیا گیا تو جو باتیں پہلے ہی سے نافرمانی اور حکم عدولی کی سمجھی جانی ہیں جیسے تمام معاصی اور گناہ۔ اس موقع پر بدرجہ اولیٰ ان کی ممانعت ہو گئی۔ علی ہذا فقہائے سفر سے لڑائی جھگڑا پہلے ہی براتھا، حج میں اس کی شدت اور برائی اور بھی بڑھ گئی۔

حقیقی سروسامان حج:..... اعمال حق کے لئے سب سے بڑی تیاری یہ ہے کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو، سروسامان کے بغیر ایسے شخص کے لئے حج کو جانا درست نہیں ہے جس میں قوت برداشت نہ ہو اور توکل کی کمی سے اس کو بے صبری اور شکایت میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، بلکہ خدا پرستی اور دینداری، دنیوی فلاح و معیشت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے دونوں میں منافات نہیں ہے۔

کامل اور جامع زندگی:..... اسلام ایک ایسی کامل زندگی پیدا کرنا چاہتا ہے جس میں دین و دنیا کی سعادتیں جمع ہوں۔ حج کی مقدس عبادت اس بات سے نہیں روکتی کہ کاروبار تجارت جو اللہ کا فضل ہے اس کو تلاش نہ کرو۔ دنیا کی عالمگیر تباہی یہ تھی کہ اعتدالی راہ سے ہٹ کر افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ایک طرف دنیا کا انہماک اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ فکر آخرت سے لوگ یک قلم بے پرواہ ہو جاتے تھے۔ دوسری طرف آخرت کے استغراق میں اس قدر غرق اور مدہوش ہو جاتے کہ ہا بیت کی بو آنے لگتی۔ لیکن اسلام کی راہ

حق زندگی کے دوسرے گوشوں کی طرح یہاں بھی وہی اعتدالی رہی ہے کہ صحیح اور جامع زندگی اس کی ہے جو کہتا ہے کہ خدایا دونوں جہان کی بھلائی چاہتا ہوں۔

ازالہ غلط فہمی:..... البتہ آیت میں دنیا طلبی کے لئے قطعاً گنجائش نہیں ہے اور جامعیت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ دین کی طرح جس کو ہم دنیا کہتے اور سمجھتے ہیں وہ بھی اس درجہ مطلوب ہو جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ دنیا دنیا باقی نہ رہے اس کو دین میں مدغم کر کے دین بنا دیا جائے۔ اس کی حیثیت دنیا باقی نہ رہے بلکہ اس میں روح آخرت کی اور اس پر چھاپ دین کی ہو۔

دنیا مطلوب نہیں ہے:..... چنانچہ آیت میں اتنا کا مفعول دنیا نہیں ہے کہ اس کا مطلوب بالذات ہونا سمجھ میں آئے بلکہ مفعول اور مطلوب بالذات حسنہ ہے۔ دنیا تو محض حسنہ اور ظرف و مفعول فیہ ہے یعنی اصل بالذات مطلوب تو افعال حسنہ ہیں مگر صحت، مال، آبرو، جان، کھانا پینا یہ اگر نیکیوں کا ذریعہ ہیں تو مستحسن اور مطلوب بالغرض ہو جائے گی۔ ورنہ دنیا کی طلب میں اگر حلال اور حرام کی حدود شکستہ نہ کی جائیں تو زیادہ سے زیادہ ان کو مباح کہا جاسکتا ہے اور مباح شرعی ہونے سے مطلوب شرعی ہونا لازم نہیں آتا۔

افعال حج:..... اب مختصر طور پر حج کا یکجائی بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جس میں آیات سے متعلقہ مسائل و احکام بھی شامل ہوں۔ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ کو مکہ سے تین میل فاصلہ پر منیٰ ہے وہاں جا کر ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں تاریخ کی نماز فجر پانچ نمازیں منیٰ میں ٹھہر کر پڑھنی چاہئیں۔ اس کے بعد منیٰ سے مزدلفہ ہوتے ہوئے جو تین میل پڑتا ہے۔ عرفات پہنچ جانا چاہئے جو مکہ سے تقریباً نو میل اور منیٰ سے چھ میل اور مزدلفہ سے تین میل فاصلہ پر ہے۔ عرفات کا وقوف اصل فرض اور حج کا رکن اعظم ہے اسی پر مدار حج ہے۔

جمع بین الصلوٰتین:..... ظہر و عصر یہاں رہ کر پڑھی جائیں۔ اگر شرائط پائی جائیں تو ان کو جمع کیا جائے ورنہ الگ الگ منفرد ایجا جماعت سے پڑھ لی جائیں۔ قبیل مغرب یہاں سے مزدلفہ کے لئے واپسی ہوگی اور مغرب و عشاء مزدلفہ ہی میں پہنچ کر جمع کر کے پڑھی جائیں گی۔ اگر کسی نے عرفات یا راستہ میں مغرب پڑھ لی تو واجب الاعدادہ ہوگی۔ یہ جمع بین الصلوٰتین مزدلفہ میں واجب ہے۔ مشعر الحرام۔ ایک پہاڑ ہے۔ وادی محسر کو چھوڑ کر سارا مزدلفہ موقف ہے جہاں چاہے ٹھہر جائے۔

قریش کا غرور نسلی:..... قریش غرور نسلی اور نسبی کی وجہ سے نیز تجارت اور کاروبار دنیا کے انہماک کی وجہ سے وہ حج کے لئے عرفات تک جانا بھی اپنے لئے پسند نہیں کرتے تھے بلکہ ”بھاگتوں کی اگاڑی اور مارتوں کی پچھاڑی“ کا مصداق یہیں رہ کر وقوف بعرفہ اور مزدلفہ کر لیتے تھے۔ دوسرے لوگ دور دراز کی مسافت طے کر کے آگے جاتے پھر واپس آتے اس آیت میں اس کی اصلاح فرمائی گئی ہے۔ باقی کما ہدکم اس لئے کہہ دیا گیا ہے کہ کوئی شخص جمع بین الصلوٰتین پر شہادت نہ کرنے لگے۔

خرید و فروخت اور حج:..... رہی تجارت اور کاروبار اس کو نہ مطلقاً منع کیا گیا ہے اور نہ مطلقاً اس کی ہمت افزائی کی گئی ہے۔ بلکہ دوسرے جائز کاموں کی طرح یہ بھی ایک مباح کام ہے البتہ منافی اخلاص ہونا نہ ہونا اس میں اصل دار و مدار نیت پر ہے اگر مقصود اصلی صرف حج ہے تو خواہ تجارت ہو یا نہ ہو۔ تجارت صرف ایک تابع کی حیثیت میں ہے تو نہ صرف یہ کہ اخلاص کے خلاف نہیں ہے بلکہ تجارت کے منافع سے اگر افعال حج میں اور ادائیگی مناسک میں اعانت ملتی ہو تو مزید ثواب کا استحقاق اور امید ہے اور اگر اصل منشاء کاروبار ہے حج صرف ایک ذیلی اور ضمنی درجہ رکھتا ہے تو یقیناً یہ صورت منافی اخلاص ہوگی اور دونوں اگر مساوی درجہ ہیں تو مباح اور منافی

اخلاص ہونے میں بھی برابر رہیں گے اور قلب کی کیفیت اور حقیقت حال کی اصل اطلاع اللہ تعالیٰ کو ہے جو عالم السرائر ہیں۔ زبان آوری اور سینہ زوری سے کام نہیں چلے گا۔

وظائف مزدلفہ اور مشاغل منی: بہر حال دسویں تاریخ کی نماز فجر مزدلفہ میں ادا کر کے طلوع آفتاب کے قریب منی کے لئے سفر کرے اور منی میں پہنچ کر تین پتھر کچھ فاصلہ سے نصب ہیں ان میں رمی کی جائے گی۔ اس طرح دسویں تاریخ کو صرف جمرہ عقبی کی رمی کی جائے گی۔ سات کنکریاں مارے اور ہر کنکر پر تکبیر کہنا مستحب ہے۔ اس سے فارغ ہو کر قربانی کرے اور بال کٹوائے، پہلے دن کی رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسرے تیسرے روز یعنی گیارہویں بارہویں تاریخ کی رمی کا وقت بجائے صبح صادق کے زوال آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے اور دونوں تینوں دن پتھروں کی رمی کی جائے گی اور ہر کنکری پر تکبیر مستحب ہے۔ اب تینوں پتھروں کی رمی سے فارغ ہو کر مکہ مکرّمہ جانا چاہے تو اختیار ہے اور اگر تیرہویں شب گزار دی تو پھر تیرہویں کی صبح کو تینوں جمروں کی رمی کرنا ضروری ہو جائے گا۔ البتہ آج کے دن اتنی رعایت ہے کہ پہلے روز کی طرح اس دن بھی رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ آیت میں تاخیر و تعجیل کا یہی مطلب ہے۔ حج کا دوسرا ضروری رکن طواف زیارت ہے وہ کر لیا جائے اس کے بعد کافر و مومن کی دعاؤں کا ذکر ہے کہ ۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

عوام و خواص کا فرق: آیت فلا رفث سے معلوم ہوا کہ عوام و خاص کے معاملات میں فرق ہوتا ہے اور حج کو بہ نسبت دوسری عبادات کے ایک خاص قربت حاصل ہے اور فان خیر الزاد سے معلوم ہوتا ہے کہ عفو کے لئے اسباب میں حکمت ہے اور چونکہ توشہ سبب ہے تقویٰ کا اور تقویٰ واجب ہے اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اس لئے سر و سامان کرنا ہی ضروری ٹھہرا۔ لیس علیکم جناح سے معلوم ہوا کہ دنیا اگر دین کی معین بن جائے تو وہ بھی طاعت میں داخل ہے و من تاخر فلا اثم علیہ سے معلوم ہوا کہ رخصت عزیمت کے مساوی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا يُعْجِبُكَ فِي الْآخِرَةِ لِدُخَالَفَتِهِ لِإِعْتِقَادِهِ وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ ۚ إِنَّهُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِهِ وَهُوَ الَّذِي الْخَصَامُ ﴿۲۰۴﴾ شَدِيدُ الْخُصُومَةِ لَكَ وَلَا تَبَاعِكَ لِعَدَوَاتِهِ لَكَ وَهُوَ الْإِخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ كَانَ مُنَافِقًا حَلَوُ الْكَلَامِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ بِهِ وَمُحِبٌّ لَهُ فَيُدْنِي مَجْلِسَهُ فَأَكْذَبَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ وَمَرَّ بِزُرْعٍ وَحُمُرٍ لِبَعْضِ الْمُسْلِمِينَ فَأَحْرَقَهَا وَعَقَرَهَا لِيَلَّا كَمَا قَالَ تَعَالَى وَإِذَا تَوَلَّى انصُرْفَ عَنْكَ سَعَى مَشَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ ط مِنْ جُمْلَةِ الْفَسَادِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ أَيْ لَا يَرْضَى بِهِ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ فِي فِعْلِكَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ حَمَلَتْهُ الْإِنْفَةُ وَالْحَمِيَّةُ عَلَى الْعَمَلِ بِالْإِثْمِ الَّذِي أَمَرَ بِاتِّقَائِهِ فَحَسَبَهُ كَافِيَهُ جَهَنَّمَ ۗ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ الْفِرَاشُ هِيَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي بِيَعِ نَفْسَهُ أَيْ يَبْدُلُهَا فِي طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى ابْتِغَاءً طَلَبَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ ط رِضَاهُ وَهُوَ صَهِيْبٌ لَمَّا أَذَاهُ الْمُشْرِكُونَ هَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَرَكَ لَهُمْ

مَالَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ حَيْثُ أَرْشَدَهُمْ لِمَافِيهِ رِضَاؤُهُ

ترجمہ: اور بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ آپ کو ان کی گفتگو مزیدار معلوم ہوگی، دنیاوی لحاظ سے (لیکن آخرت میں وہ تعجب خیز نہیں معلوم ہوگی بوجہ خلاف عقیدہ ہونے کے) اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر بتلاتا ہے اپنے دلی اعتقاد پر (کہ وہ اس کے اقرار کے مطابق ہے) حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے (آپ سے دشمنی ہونے کے سبب آپ کے اور آپ کے خدام کے حق میں سخت لڑاکا ہے۔ یعنی اخص بن شریق جو کہ منافق ہونے کے ساتھ شیریں کلام بھی ہے اپنی چرب زبانی سے آنحضرت ﷺ کے سامنے قسمیں کھا بیٹھتا کہ وہ مؤمن اور آپ کا عاشق زار ہے۔ چنانچہ مجلس مبارک میں اس کو آگے جگہ مل جاتی۔ حق تعالیٰ اس کی تکذیب فرما رہے ہیں۔ ایک روز کی بات کہ وہ مسلمانوں کے کھیت اور سواری کے جانوروں پر گزرتو رات کے وقت کھیتی کو آگ لگا دی اور جانوروں کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ ارشاد ہے) جب واپس ہوتا ہے (آپ کی مجلس سے) دوڑ دھوپ کرتا (چلتا پھرتا) ہے تاکہ شہر میں فساد برپا کر دے اور مویشی تلف کر دے (یہ بھی اس کے فساد کا ایک حصہ ہے) اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے (خوش نہیں ہوتے) اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کرو (اپنی حرکتوں کے بارہ میں) تو آمادہ کر دیتی ہے اس کو نخوت (ابھار دیتی ہے بڑائی اور عار اس کو) گناہ (کی کاروائی پر جس سے اس کو بچنے کا حکم دیا گیا تھا) سوائے شخص کے لئے بس (کافی) ہے جہنم اور وہ بہت ہی بڑا ٹھکانہ (بستر ہے وہ) اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اپنی جان تک صرف کر (بچ) ڈالتے ہیں (یعنی اس کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کر دیتے ہیں) تلاش (طلب) میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (رضا جوئی میں اس سے مراد حضرت صہیبؓ ہیں۔ مشرکین نے جب ان کو ستانا شروع کیا تو اپنا سارا مال ان کو دے دلا کر ہجرت فرمائے مدینہ طیبہ ہو گئے) اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال پر بڑے ہی مہربان ہیں (کہ ان کو اپنی رضا جوئی کو توفیق بخشی ہے)

تحقیق و ترکیب: فی الحیوة الدنیا اس کا تعلق قول کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے یعنی یہ تمام خوشامدانہ گفتگو دنیاوی غرض سے ہوتی ہے۔ لیکن جلال محقق نے یہ عجبک سے اس کا تعلق کیا ہے۔ الدالخصام محقق جلال نے شدید الحسومۃ کے ساتھ ترجمہ کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ الداسم تفضیل نہیں ہے بلکہ محفت کا صیغہ ہے جس کی اضافت مجازاً افاعل کی طرف ہو رہی ہے جیسے جد جدہ اور علامہ زنجشیری اضافت بمعنی فی کرتے ہیں۔ اس کے صفت مشبہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کی جمع لداد اور مؤنث لداء آتا ہے الخصام المخاصمة۔ اخذته العزة کہا جاتا ہے اخذته بكذا اذا حملته عليه والزمتہ اياه۔

اخص اس کا نام ابی یا ورید اور لقب اخصس ہے۔ خص کے معنی پیچھے ہٹنے کے ہیں۔ غزوة بدر میں بنی زہرہ کے تین سو (۳۰۰) ساتھیوں سمیت یہ منافق آنحضرت ﷺ سے یہ کہہ کر الگ ہو گیا کہ ان محمد ابن اخصم فان یک کاذا باکفا کموہ الناس وان یک صادقاً کنتم اسعد الناس بہ۔ سب نے کہا کہ پھر آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا میں تو پیچھے ہٹتا ہوں۔ یہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی یا عام منافقین کے بارہ میں۔

ويهلك الحرث اس کا عطف لفسد پر ہے عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے من جملة الفساد ای هذا من جملة الفساد۔ الانفة والحمية۔ الف بمعنی کبر اور حمیت بمعنی ننگ و عار بالاثم بالماستہ اور ایتان کے لئے ہے۔ جس کو علماء بدیع تمیم کہتے ہیں۔ بس المهاد اس میں تہکم و استہزاء ہے اور ہی مخصوص بالذات محذوف ہے۔

رابطہ: پچھلی آیت میں کافر اور مومن کی دعاؤں کا تذکرہ آچکا ہے ایک منافق اور مخلص کا تذکرہ ان دو آیات میں کیا جا رہا ہے اس طرح چار طرح کے لوگوں کا بیان پورا ہو گیا ہے۔

دوبارہ تفریق دین ہے (بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) (ظاہر العداوت) پھر اگر پھسل جاؤ (پورے اسلام میں داخل ہونے سے لغزش میں آ جاؤ) تمہارے پاس کھلی دلیلیں آنے کے بعد (دلائل واضحہ اس کے حق ہونے پر) سو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (تمہارے سے انتقام لینے سے کوئی چیز ان کو باز نہیں رکھ سکتی) حکمت والے ہیں (اپنی کاریگری میں) نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ لوگ (دخول فی الاسلام کو چھوڑنے والے منتظر نہیں ہیں) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس آ جائیں (یعنی ان کا حکم آ جائے)۔ چنانچہ دوسری آیت میں اویاسی امر ربک ہے (یعنی اللہ کا عذاب) سائبانوں میں (ظلل جمع ظلہ کی) بادل کے اور فرشتے بھی اور سارا قصہ ہی ختم ہو جائے (یعنی ان کی بربادی کا قضیہ پورا ہو جائے) اور یہ تمام مقدمات اللہ ہی کی طرف رجوع کئے جائیں گے۔ (ترجمہ مجہول اور معروف ہے یعنی آخرت میں کہ اللہ ہی جزا دیں گے)

تحقیق و ترکیب:..... فی السلم س، ل، م، میں صلح کے معنی رکھے ہوئے ہیں۔ بیع سلم استسلام، سلمی، سلمان، سلیمان، مسلمان، سلیم سب میں انقیاد و اطاعت کے معنی رکھے ہوئے ہیں۔ کافہ یہ لفظ حرب کی طرح مؤنث ہے اور سلم سے حال ہے۔ یا ادخلوا کی ضمیر سے اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ لفظ ذوی العقول کے ساتھ خاص نہیں ہے دراصل یہ صفت ہے کف یکف بمعنی منع جملہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اجزاء کے لئے مانع ہوتا ہے تفریق سے تا تانیث ہے یا نقل عن الوصفیۃ الی العلمیۃ کی ہے جیسے عامۃ خاصۃ یا مبالغہ کے لئے۔ ای تنزیسہ، جلال مفسر نے اشارہ کیا ہے کہ کلام علی حذف المضاف ہے۔ طرق کی تفسیر نہیں ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے طرق تنزین الشیطان اور تزئین سے مراد شیطانی وساوس ہیں اور طرق سے مراد ان کے آثار جیسے دودھ گوشت کی حرمت۔ ہفتہ کے روز کا احترام، ہل بمعنی نفی۔ اس لئے اس کے بعد لا آیا ہے ای امرہ سے جلال محقق نے اشارہ کیا ہے کہ ایقان کی اسناد اللہ کی طرف مجازی ہے، مراد حکم خداوندی کا آنا ہے۔ دوسری آیت سے اس کی تصریح پیش کر دی۔ اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا گیا ہل ينظرون الا ان یاتیہم الملائکۃ او یاتیہم امر ربک. والملائکۃ کا عطف اللہ پر ہے۔ فی ظلل یہ ایقان کا ظرف ہے۔ یعنی اللہ کا عذاب بادل کی شکل میں ہوگا دیکھنے والا باران رحمت سمجھے گا لیکن درحقیقت زحمت ہو۔ ظلل جمع ظلہ کی ہے جیسے قتل جمع قتلہ کی جو چیز سایہ لگن ہو جیسے بادل و قضی الامر یعنی قضاء بمعنی اتمام ہے اور لام عہد کا ہے۔ توجع اگر متعدی ہے تو مصدر رجوع ہے ضرب کی طرح اور اگر لازمی ہے تو مصدر رجوع ہے بمعنی رد اور دونوں قرأتوں میں فی الاخرۃ متعلق ہے توجع سے۔ فیجازی یعنی حق تعالیٰ کا مقصد یہ اطلاع دینا ہے کہ اعمال جزاء اور سزا دی جائے گی ورنہ سب چیزوں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

رابطہ:..... پچھلی آیت میں ایک مخلص کا ذکر تھا۔ لیکن بعض دفعہ اخلاص کی زیادتی اور اطاعت کے جذبہ سے اس میں غلو اور افراط ہو جاتا ہے جو بظاہر دیکھنے میں تو غایت اطاعت ہوتی ہے لیکن درحقیقت اور بنظر غائر حد و سنت و شریعت سے تجاوز ہوتا ہے جو بدعت کا حاصل ہے۔ آیت ذیل میں اس کی اصلاح فرمائی جا رہی ہے۔

شان نزول:..... ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن سلام، ثعلبہ، ابن یامین، اسد، اسید، سعید بن عمرو، قیس بن زید، جو اسلام میں داخل ہوئے تو آنحضرت ﷺ سے ان اشیاء مذکورہ کی حرمت و احترام کی اجازت چاہی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... خلاصہ دین:..... خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام کی مکمل اطاعت فرض ہے اور کمال اسلام کے لئے جہاں اس کے تمام داخلی اجزاء و ارکان اور اسی طرح تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے۔ وہیں بیرونی چیزوں سے احتیاط بھی حد درجہ ضروری ہے یعنی اسلام میں جس چیز کی رعایت نہ کی گئی ہو دین ہونے کی حیثیت سے اس کی رعایت نہ کی جائے۔ اگر شروع ہی سے

حفاظتِ اسلام کے سلسلہ میں اس درجہ احتیاط نہ کی جاتی تو کچھ دنوں میں اس تساہل کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام چوں چوں کا مرہ ہو کر رہ جاتا۔ یعنی اول اس کی صورتِ شخصیہ، نوعیہ، جنسیہ بدلتی، پھر بیولی بھی تبدیل ہو کر رہ جاتا۔ اس سے احداث فی الدین کی بُرائی واضح ہے جس کا حاصل بدعت ہے۔

بدعت کے خطرناک نقصانات:..... بدعات کو دین سمجھنا ایک شیطانی لغزش ہوگی اور ظاہری گناہوں کی نسبت اس کا ضرر دور رس اور زیادہ نقصان رساں ہوگا اور اس پر عذاب کا زیادہ گمان اور مظنہ ہوگا۔ اسی لئے اس آیت میں اور اس سے زیادہ صریح و عیدیں اور ملامت احادیث میں بیان کی گئی ہے اور علمائے حق نے ہمیشہ اس پر اظہارِ نفرت و برأتِ ضروری سمجھا اور حقیقت کے لحاظ سے بدعت نہایت خطرناک چیز ہے کیونکہ اس کا حاصل غیر دین کو دین بنانا ہوتا ہے اور چونکہ دین من اللہ ہوتا ہے تو گویا جو چیز واقع میں خدائی حکم نہیں ہے اس کو یہ اپنے اعتقاد میں خدائی حکم سمجھتا ہے۔

بدعتی اللہ پر بہتان اور نبی پر کذب بیانی کرنا ہے:..... یہ گویا خدا پر اس کی طرف سے ایک قسم کا بہتان ہو اور صرف یہی نہیں بلکہ ایک درجہ میں نبی کی تنقیص بھی کرتا ہے اور اس پر الزام رکھتا ہے کہ نبی ہونے کے باوجود ایک ضروری چیز اس سے رہ گئی تھی جس کو گویا میں پورا کر رہا ہوں۔ تو ایک لحاظ سے اپنے لئے اس میں ادعاءِ نبوت بھی ہو اور ساتھ ہی نبی کی شان میں تنقیص بھی ہوئی۔ اس سے بڑھ کر بدعت کی اور بُرائی کیا ہو سکتی ہے اور سب سے بدترین اثر بدعت کا یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو توبہ کی توفیق بہت ہی کم نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ اس کام کو بُرا ہی نہیں سمجھتا بلکہ ثواب اور نیکی سمجھتا ہے تو پھر توبہ کیسی، الا یہ کہ اللہ ہی توفیق دے دے اور اس کی آنکھ کھل جائے تو دوسری بات ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ جس درجہ جو شخص بدعات میں گرفتار ہوتا ہے اتنا ہی وہ برکاتِ سنت اور انوارِ شریعت سے محروم رہتا ہے۔ کیا تصوف اور اسلام کے نادان دوست اس سے عبرت اور سبق حاصل کریں گے؟

مقامِ تسلیم و رضاء:..... ادخلوا فی السلم کفافة میں اشارہ ہے مقامِ تسلیم و رضاء بالقضاء کی طرف۔

دریائے خون:..... الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس کی روایتوں میں اللہ تعالیٰ کا بروز قیامت عرشِ اعظم سے بادل کے سائبانوں میں آنا اور فرشتوں کا گردِ آگر جمع ہو کر آنا بیان کیا گیا ہے۔ دراصل یہ متشابہ الفاظ میں سے ہے۔ جس طرح حق تعالیٰ کی ذات و صفات بے چون و چگون ہیں۔ اسی طرح اس کے آنے پر بالا جمال بلا تفصیل کیف ایمان لانا چاہئے بندے اور اس کے علم کی بساط ہی کیا ہے جو اس خون کے سمندر میں گھسنے کی کوشش کرے۔

سَلُّ يَا مُحَمَّدُ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَبَكُّيْنَا كَمَا اتَيْنَهُمْ كَمَا اسْتَفْهَمِيَّةٌ لِسَلُّ مِنَ الْمَفْعُولِ الثَّانِي وَهِيَ ثَانِي مَفْعُولِي اتَيْنَا وَمُمَيِّزُهَا مِنْ آيَةِ بَيِّنَةٍ طَ ظَاهِرَةٌ كَفَلَقِ الْبَحْرِ وَأَنْزَالَ الْمَنِّ وَالسَّلْوَى فَبَدَّلُوْهَا كُفْرًا وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ أَيْ مَا أَنْعَمَ بِهِ عَلَيْهِ مِنَ الْآيَاتِ لِأَنَّهَا سَبَبُ الْهَدَايَةِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ كُفْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ لَهُ زَيْنٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ الْحَيَوَةُ الدُّنْيَا بِالتَّمْوِيهِ فَاحْبُوهَا وَهُمْ يَسْخَرُونَ

مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا لِفَقْرِهِمْ كَعَمَّارٍ وَبِلَالٍ وَصُهَيْبٍ أَيْ يَسْتَهْزِئُونَ بِهِمْ وَيَتَعَالَوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْمَالِ وَالَّذِينَ هَيَّأُوا اتَّقُوا الشِّرْكَ وَهُمْ هَؤُلَاءِ فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ أَيْ رِزْقًا

وَاسْعَافِي الْأَجْرَةَ أَوِ الدُّنْيَا بِأَنْ يَمْلِكَ الْمَسْحُورُ مِنْهُمْ أَمْوَالِ السَّاحِرِينَ وَرِقَابِهِمْ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً
 وَاحِدَةً عَلَى الْإِيمَانِ فَاخْتَلَفُوا بِأَنْ أَمِنَ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ إِلَيْهِمْ مُبَشِّرِينَ مَنْ أَمِنَ
 بِالْجَنَّةِ وَمُنذِرِينَ مَنْ كَفَرَ بِالنَّارِ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِمَعْنَى الْكِتَابِ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِالنَّزْلِ لِيُحْكَمَ بِهِ
 بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ط مِنَ الدِّينِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ أَي الدِّينِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ فَأَمَّنَ
 بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ الْحُجُجُ الظَّاهِرَةُ عَلَى التَّوْحِيدِ وَمِنْ مُتَعَلِّقَةٌ بِاخْتَلَفَ
 وَهِيَ وَمَا بَعْدَهَا مُقَدَّمٌ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ فِي الْمَعْنَى بَعْضًا مِنَ الْكُفْرِيِّينَ بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
 لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ اللَّيْلِ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ بِإِرَادَتِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ هِدَايَتَهُ إِلَى صِرَاطٍ
 مُسْتَقِيمٍ ﴿۲۱۳﴾ طَرِيقِ الْحَقِّ وَنَزَلَ فِي جُهْدِ أَصَابِ الْمُسْلِمِينَ أَمْ بَلْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا لَمْ
 يَأْتِكُمْ مَثَلُ شَيْءٍ مَا آتَى الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مِنَ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْمَحْنِ فَتَصَبَّرُوا كَمَا صَبَرُوا مَسْتَهْمُ
 جُمْلَةٌ مُسْتَانِفَةٌ مُبَيَّنَّةٌ لِمَا قَبْلَهَا الْبَأْسَاءُ شِدَّةُ الْفَقْرِ وَالضَّرَّاءُ الْمَرَضُ وَزُلْزَلُوا أُرْعَجُوا بِأَنْوَاعِ الْبَلَاءِ حَتَّى
 يَقُولَ بِالنَّصَبِ وَالرَّفْعِ أَي قَالَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اسْتَبْطَاءٌ لِلنَّصْرِ لَتَنَاهَى الشَّدَّةَ عَلَيْهِمْ مَتَى
 يَأْتِي نَصْرُ اللَّهِ الَّذِي وَعَدْنَاهُ فَأَجِيبُوا مِنْ قَبْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا أَنْ نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبٌ ﴿۲۱۳﴾ آتِيَانُهُ

ترجمہ: ذرا پوچھئے (اے محمدؐ) بنی اسرائیل سے (ڈانٹ کر) کہ ہم نے ان کو کتنی (کم) استفہامیہ ہے۔ سل کو مفعول ثانی
 میں عمل دینے سے اس نے روک دیا ہے اور کم فعل آتیس کا مفعول ثانی ہے اور اس کا میتر ہے من ایہ) واضح دلیل دی ہیں (کھلی
 جیسے سمندر کا پھٹنا، من و سلویٰ کا نازل ہونا۔ لیکن انہوں نے ان کو کفر سے بدل دیا) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے (یعنی جن
 آیات اور دلائل کا اس پر انعام کیا ہے۔ کیونکہ وہ نعمت ہی باعث ہدایت بنتی ہے) اس کے پاس پہنچنے کے بعد (کفر کر کے) تو یقینی
 بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (ایسے شخص کو) آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے کفار (اہل مکہ) کو دنیاوی زندگی (لمع
 سازی کی وجہ سے اس لئے اس سے محبت کرتے ہیں) اور یہ (اسی لئے) مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں (مسلمانوں کی غربت کی وجہ
 سے جیسے عمار و بلال و صہیب یعنی ان پر بہتان کتے ہیں اور مال کی وجہ سے ان پر رعب جھاتے ہیں) حالانکہ جو لوگ نیچے ہیں (شرک
 سے یہی مسلمان) ان کافروں سے بالارہیں گے قیامت میں اور روزی تو اللہ جس کو چاہتے ہیں بے اندازہ دیتے ہیں (دین یاد دنیا میں
 کشادہ رزق اس طرح کہ مذاق اڑانے والوں کے مال اور گردنوں کا مالک تمسخر زدہ لوگوں کو بنا دے) پہلے سب لوگ ایک ہی طریقہ
 پر تھے (یعنی ایمان پر، یعنی کچھ لوگوں نے ایمان اور کچھ لوگوں نے کفر اختیار کر کے اختلاف قائم کر دیا) پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو
 (ان کے پاس) بھیجا جو خوشخبری سناتے تھے (ایمانداروں کو جنت کی) اور ڈراتے رہتے تھے (کافروں کو جہنم سے) اور ان کے ساتھ
 اتاری کتابیں بھی (کتاب بمعنی کتب) صحیح طریقہ پر (بالحق متعلق ہے النزول کے) اس لئے تاکہ فیصلہ کر سکیں ان کے ذریعہ لوگوں
 کے (دینی) اختلافات کا اور (دین کے باب میں) کسی نے اختلاف برپا نہیں کیا۔ بجز ان لوگوں کے جن کو (وہ کتابیں) دی گئی تھیں

(چنانچہ بعض لوگ ایمان لاسکے اور بعض نے کفر کیا) ان کے پاس کھلے دلائل پہنچنے کے بعد (توحید پر روشن دلائل قائم ہونے کے بعد اور من متعلق ہے اختلاف سے اور یہ من اور اس کا مابعد۔ یعنی بغیاً دراصل استثناء سے معنی مقدم تھا) محض (کافروں کی) باہمی ضدی کی وجہ سے پھر رہنمائی فرمادی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی اس امر حق کے سبب جس میں لوگ اختلاف کیا کرتے تھے (من بیانہ ہے) بغضہ تعالیٰ (مشیت الہی سے) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں (ہدایت دینا) راہ راست (حق کا راستہ) دکھلا دیتے ہیں (مسلمانوں کو جب انتہائی مصیبتیں پہنچنی شروع ہوئیں تو یہ آیت نازل ہوئی) اچھا دوسری بات سنو کیا (ام بمعنی بل یعنی منقطعہ) تمہارا خیال یہ ہے کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ ابھی تو تمہیں ان جیسی عجیب باتیں بھی پیش نہیں آئیں (جو آزمائشیں) تم سے پہلے لوگوں کو پیش آچکی ہیں (مؤمنین پر مصائب پڑے لیکن انہوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو) واقع ہوئی ہے ان پر (یہ جملہ مستانفہ ماقبل کا بیان ہے) ایسی ایسی تنگی (انتہائی غربت) اور سختی (بیماری) اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں (طرح طرح کی ہولناکیوں اور شدتوں سے دل دہل گئے) کہ چیخ اٹھے (يقول نصب اور رفع کے ساتھ ہے بمعنی قال) پیغمبر اور ان کے ہمراہی اہل ایمان (اداد الہی میں تاخیر اور مصیبت کی انتہائی شدت کی وجہ سے) کہ کب (آئے گی) اللہ تعالیٰ کی امداد (کہ جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ منجانب اللہ ان کو جواب دیا گیا) ہاں بے شک اللہ کی نصرت تم سے نزدیک (آنے والی) ہے۔

تحقیق و ترکیب:..... سل صیغہ امر تعلیل شدہ ہے۔ دراصل اسئل تھا۔ ہمزہ کا فتح سین کو دے کر ہمزہ حذف کر دیا۔ اول ہمزہ وصل کی ضرورت نہیں رہی اس کو بھی حذف کر دیا سل رہ گیا۔ مراد اس سے آنحضرت ﷺ یا کھل من سمع ہے مقصد اس سوال سے تفریع ہے جیسا کہ مفسر علام نے تبکیتا کہا ہے اور اس میں آنحضرت ﷺ کے لئے بڑی تسلی ہے کہ اگر آپ پر ایمان نہیں لائے تو جائے تعجب نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتنے معجزات دیئے گئے مگر پھر بھی یہ منکر ہی رہے معلقہ افعال قلوب کی ایک خصوصیت تعلق یعنی صرف لفظاً ابطال عمل ہے حقیقتہً عمل باطل نہیں ہوتا۔ سوال اگرچہ افعال قلوب میں داخل نہیں تاہم سبب عمل ہونے کی وجہ سے اس کو بھی فعل قلب شمار کر کے وہ مفعولوں کو نصب دینا اور تعلق عمل اس کی تاثیر مان لی ہے۔ اس لحاظ سے جملہ کم اتینہم محل نصب میں مفعول ثانی کے قائم مقام ہے یا مفعول مطلق کی جگہ ہے۔ ای سلہم عن السؤال یا منصوب بنا بر حال کے ہے ای سلہم قائلاً کم اتیناہم اور کم کا میتر من ایۃ الخ ہے اگر کم اور اس کے میتر کے درمیان فاصلہ ہو تو چاہے کم استفہامیہ ہو یا خبریہ۔ بہر صورت من کا داخل کرنا میتر پر مستحسن ہے تاکہ مفعول اور میتر میں امتیاز ہو سکے۔ علامہ رضی نے جو کم استفہامیہ کے ساتھ من کے زائد لانے سے انکار کیا ہے وہ بلا فاصلہ کی صورت میں ہے ورنہ فاصلہ کے وقت بھی جواز زیادتی کے قائل ہیں۔ فبدلوہا کفرا اس میں ضمیر ہا مفعول اول اور کفراً مفعول ثانی ہے ای اخذ و ابدل الایمان کفراً۔

نعمة اللہ جلال محقق نے نعمت اللہ سے مراد دلائل اور آیات لی ہیں۔ کیونکہ آیت سبب ہدایت ہوق ہے اور ہدایب ہی سب سے بڑا انعام ہے۔ کفرا یہاں بھی بدلوا کا مفعول اول نعمۃ اللہ ہے اور کفرا مفعول ثانی مفسر علام نے مقدر مانا ہے۔

من بعد ما جاء تہ ظاہر ہے کہ اللہ کی نعمت جس سے مراد آیات اللہ ہیں ان میں تبدیلی ان کے آنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ پھر اس قید لگانے کا کیا فائدہ؟ سو منشاء اس قید کا ان کی گستاخی اور جرأت بے جا کا اظہار اور اشد عذاب کا استحقاق بیان کرنا ہے کہ اول تو اس تبدیلی کی وجہ سے بھی عذاب کے مستحق ہو چکے تھے لیکن سمجھ چکنے کے بعد جان بوجھ کر اس جرم کا ارتکاب مزید استحقاق عذاب کا باعث ہے۔ لہذا جلال محقق نے من یبدل کی خبر بنانے کیلئے لہ مقدر مانا ہے اور بعض من یبدل کو مبتدا ہونے کی وجہ سے محل رفع میں مانتے ہیں۔ اور عائذ ضمیر یبدل ہے یا مخذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہو کہ شدید العقاب لہ۔ زین اس کا فاعل اور خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے

اور مجازاً مزین شیطان ہے کہ وسوسہ اندازی کرتا ہے۔

وہم ہؤلاء تقدیر مبتداء کی طرف اشارہ ہے اور والذین جملہ حالیہ ہے مراد اس سے ضعفاء اور غرباء مؤمنین ہیں۔ بغیر حساب قرآن کریم میں لفظ حساب تین معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) تعب کے معنی میں جیسے ترزق من تشاء بغیر حساب (۲) عدد کے معنی میں جیسے انما یوفی الصبرون اجرهم بغیر حساب (۳) مطالبہ کے معنی میں جیسے فامنن او امسک بغیر حساب۔

کان الناس امة مراد اس سے حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ ہے جو دس قرن کا اور ہر قرن اسی (۸۰) سالہ تھا۔ اس میں سب لوگ ایمان پر متفق تھے بعد میں اختلافات شروع ہوئے اور شدید تر ہوتے چلے گئے تو ایمان قدیم اور کفر حادث رہا قابیل وغیرہ کا کفر تو وہ بہت اقل قلیل تھا ایسے لوگوں کی تعداد برائے نام تھی اور بعض نے اس کا مقصد برعکس بیان کیا ہے کہ کان الناس امة واحده کفاراً فبعث اللہ النبیین یعنی اول کفر متفق علیہ تھا بعد میں ایمان کی وجہ سے اختلاف ہو گیا۔ لیکن علامہ زنجشیری نے پہلی صورت کو اوجہ قرار دیا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود کی قرأت کان الناس امة واحده فاختلفوا فبعث اللہ النبیین۔ رواہ الحاکم اس کی مؤید ہے کہ بعثت انبیاء سے پہلے اختلاف کا ذکر ہے۔ دوسرے کفر پر سب کے اتفاق کا ثبوت کسی زمانہ میں بھی نہیں ہے۔ الكتاب الف لام جنس کا ہے یا مفرد جمع کے موقع میں ہے۔ بالحق مفسر نے انزل کے متعلق کر کے اس کو ظرف لغو بتایا ہے اور کتاب سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ من بعد ماجاء تہم جلال محقق اس کو الالذین کی بجائے اختلف سے متعلق کر رہے ہیں۔ اس پر اشکال ہو سکتا تھا کہ الا کا ما قبل اس کے مابعد میں کس طرح عمل کر سکتا ہے اس کو وہی وما بعد الخ سے رفع کر دیا۔ جس کا حاصل ہے کہ یہ الا کا مابعد نہیں ہے۔ بلکہ معنا استثناء پر مقدم ہے اس لئے اختلف کا معمول بننے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کمالین میں تقدیر عبارت اس طرح لکھی ہے۔ وما اختلف فیہ من بعد معجی البینت لاجل البغی احد من الکافرین۔ الالذین اوتوا الکتب۔ اب یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی الا سے دو (۲) چیزیں کیسے مشتق ہو سکتی ہیں اور اچھی صورت یہ ہے کہ اختلفوا کی ضمیر سے وما اختلف فیہ الخ کو بیان مان لیا جائے اور اختلاف سے مراد راستہ دعوت کا اختلاف ہے کہ بعض نے ایمان قبول کر لیا اور بعض کفر پر رہے بغیاً منصوب ہے بنا بر مفعول لہ ہونے کے یا حال کے اور بینہم صفت ہے بغیاً کی یا حال ہے۔ باذنبہ یہ حال ہے الذین امنوا سے ای ما ذوننا لہم اور ہدنی کا مفعول بھی ہو سکتا ہے۔ ای ہداهم بامرہ۔ ونزل بعض کی رائے ہے کہ غزوة احزاب کے موقع پر جب کہ بارہ ہزار مشرکین نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور تین سو (۳۰۰) منافقین اندر رہ کر مسلمانوں میں سازشیں کر رہے تھے اور مسلمانوں اور کفار کے درمیان صرف ایک خندق حائل اور رکاوٹ تھی۔ مسلمان انتہاء درجہ سراسیمہ اور پریشان تھے ان آیات کا نزول ہوا اور بعض غزوة احد کے موقع پر نزول مانتے ہیں اور بعض کے نزدیک مہاجرین جب اموال و جائیداد، مکہ کے مشرکین کے رحم و کرم پر چھوڑ آئے۔ اس وقت بطور تسلی آیات نازل ہوئیں۔ یا مکہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کو حوادث و مصائب کی چکی میں پیسا جا رہا تھا اس وقت ان آیات نے مرہم کا کام کیا۔ غالباً مفسر نے اسی لئے کسی جہت کی تعیین نہیں کی ام منقطعہ بمعنی بل ہے ولما واو حالیہ ہے اور لما بمعنی لم ہے۔ مثل بتقدیر المناف ہے۔ جلال محقق نے شبہ کا لفظ مقدر مانا ہے من المؤمنین بیان ہے الذین کا اور من المحن بیان ہے ما اتی الذین کا اور فتصبروا کا عطف لما کے مدخول پر ہے اس لئے بحذف النون مجزوم ہے اور حیرت نفی ہے۔ ای لم یاتکم مثل ما اتاہم ولم تصبروا چنانچہ ایک ایک شخص کو آروں سے چیرا گیا، لوہے کی کنگھیوں سے گوشت پوست اڑھیرا گیا اس قسم کے ہولناک اور ناقابل تصور مصائب پہلے لوگوں کو پیش آئے ان ہی سے عبرت دلائی مقصود ہے۔

مبینة لما قبلہا بمعنی الذین خلوا کا بیان ہے۔ حالانکہ یہ پہلے بیان کے خلاف ہے۔ کیونکہ مثل کے بعد "ما اتی" مقدر مانا تھا اسی صورت میں تو یہ ما اتی الذین کا بیان ہوا۔ فی الحقیقت نہ کہ مثل کا۔ کیونکہ مثل تو ما اصاب المؤمنین ہے اور آیت میں جو مذکور ہے

وہ "ما اصاب الذین خلوا" ہے حتیٰ یقول کا مابعد اگر حال ہوتا ہے تو مرفوع ہوتا ہے۔ جیسے مرض فلان حتی لا یرجونہ اور اگر مابعد مستقبل ہو تو منصوب ہوتا ہے جیسے سرت حتی ادخل البلد اور حتی کا مابعد اگر ماضی ہو تو قول مذکور کی طرف دیکھا جائے کہ وہ ماقبل کے لحاظ سے مستقبل ہے تو نصب ہونا چاہئے اور اس کی حکایت حال ماضیہ کی طرف نظر کی جائے تو رفع ہونا چاہئے۔ بہر حال یہاں حتی، الی کے معنی میں ہو اور ان مقدر ہو تو یقول منصوب ہو جائے گا ورنہ یقول ماضی کے معنی میں ہوگا تو مرفوع ہوگا اول صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ "الی ان قال الرسول" اور دوسری صورت میں تقدیر اس طرح ہوگی "ووزلوا فقال الرسول" متنی نصر اللہ متنی منصوب علی الظرف ہے اور محلاً مرفوع ہے بنا بر خیر مقدم کے اور نصر مبتدأ مؤخر ہے۔ لیکن جلال محقق نصر اللہ کو فعل محذوف کا فاعل قرار دے رہے ہیں۔

رابطہ:..... دلائل واضح آجانے کے بعد حق کی مخالفت کو باعث سزا بتلایا گیا تھا۔ آگے اس کے ثبوت میں بنی اسرائیل کی تاریخ پر نظر ڈالنے کا مشورہ ہے۔ دوسری آیت میں مخالفت حق کی علت یعنی حب دنیا کا بیان ہے۔ تیسری آیت میں بھی ساری خرابی کی جڑ دنیا کی محبت کو قرار دیا گیا ہے، چوتھی آیت میں اہل حق کو تسلی دینا ہے کہ وہ اہل دنیا کی تکالیف سے نہ گھبرائیں۔

شان نزول:..... شان نزول کی تفصیلات کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔ یعنی آیت ام حسبکم کو خواہ غزوہ احزاب سے متعلق کیا جائے یا غزوہ احد یا قبل الجرحہ اور بعد الجرحہ سے۔ جبکہ مسلمانوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اس سلسلہ میں ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿تشریح﴾:..... آیات مینات سے مراد تورات کا عطا ہونا، کلام الہی سنانا، فرعونینوں سے نجات بخشنا، من و سلویٰ کا نازل فرمانا وغیرہ ہے کہ جن سے بجائے طاعت کے مزید سرکشی اور طغیانی بڑھی۔

رزق کی فراوانی دلیل مقبولیت نہیں ہے:..... کسی پر رزق کی فراوانی اس کے مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کمال کی علامت ہے بلکہ اگر طاعت کی بجائے معاصی کے ساتھ یہ سب چیزیں جمع ہیں تو یہ سب 'ستدرج اور ڈھیل ہوگی۔ غرضکہ روزی کا اصل بدلہ قسمت پر ہے قبولیت و کمال پر نہیں ہے کہ جو زیادہ مالدار ہو وہ بڑا با کمال بھی ہو اور جو انتہائی غریب ہو تو وہ بے کمال و مردود ہو۔ بلکہ معاملہ برعکس بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت آدم وغیرہ کے زمانہ میں توحید دین پر اتفاق ہونا اس لئے تھا کہ دنیا کی آبادی کم تھی۔ حضرت آدم نے جو تعلیم اپنی اولاد کو دی وہ اس پر عمل پیرا رہے لیکن جب اولاد در اولاد کا سلسلہ بڑھا تو اختلاف مذاق و طبائع رنگ لایا۔ بعد مکانی ایک دوسرے کے درمیان حائل ہوا تو ایک عرصہ بعد عقائد و اعمال میں اختلاف کی بنیاد پڑ کر خلیج بڑھنی شروع ہو گئی۔

انبیائے کرام علیہم السلام تسلیم و رضا کے پیکر ہوتے ہیں:..... حضرات انبیاء کرامتیں نصر اللہ کہنا کسی تردد و شک کی وجہ سے یا اختلاف رضا و تسلیم نہیں تھا بلکہ امداد الہی کا وعدہ جس کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں تھا۔ ادھر شدید ضرورت نے انتظار کی شکل اختیار کر لی اور انتظار نے الحاج و زاری، عرض و معروض کی صورت حاصل کر لی اور ظاہر ہے کہ الحاج و زاری جس کا حاصل دعا ہے وہ تو عین مطلوب اور حاصل تسلیم و رضا ہے۔ البتہ یہ فرمانا کہ بلا مشقت جنت میں جانا نہیں ہوگا سو یہ اپنے اپنے درجہ کے لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ ادنیٰ درجہ مشقت کا یہ ہے کہ ایمان لانے میں نفس اور شیطان کی مخالفت جھیلنی پڑتی ہے۔ جو ہر مؤمن کے لئے ضروری ہے۔ آگے جتنی جتنی مشکلات اور مشقتیں بڑھیں گی اتنے ہی جنت کے بلند درجات میں داخلہ کا مسئلہ حل ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے شبہ بھی نہیں رہتا کہ بعض گنہگار جو محض فصل ربی سے داخل جنت ہوں گے ان کو کیا مشقت ہوگی؟ کہا جائے گا کہ کم از کم ایمان لانے میں یہی تو کچھ نہ کچھ

مشقت ہوتی ہے کہ نفس و شیطان کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ غرض جیسی مشقت ویسا ہی داخلہ۔

بارگاہِ قدوس کی رسائی: تاہم ترک لذات اور تحمل مجاہدات کے بغیر بارگاہِ قدس تک رسائی میسر نہیں ہے جیسے حدیث حفت الجنة بالمکارہ سے اس کی تائید ہو رہی ہے اور حتیٰ يقول الرسول سے معلوم ہوتا ہے کہ طبعی چیزیں کالمین میں بھی پائی جاتی ہیں اور یہ بات منافی کمال نہیں ہے۔

يَسْأَلُونَكَ يَا مُحَمَّدُ مَاذَا آيَ الَّذِي يُنْفِقُونَ^ط وَالسَّائِلُ عَمْرُو بْنُ الْجَمُوحِ وَكَانَ شَيْخًا ذَا مَالٍ فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُنْفِقُ وَعَلَى مَنْ يُنْفِقُ قُلْ لَهُمْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ بِيَأْتِ لِمَا شَامِلٌ لِلْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ وَفِيهِ بَيَانُ الْمُنْفِقِ الَّذِي هُوَ أَحَدُ شَقِي السُّؤَالِ وَأَجَابَ عَنِ الْمَصْرَفِ الَّذِي هُوَ الشَّقُّ الْآخِرُ بِقَوْلِهِ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ^ط آيَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهِ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ انْفَاقٍ وَغَيْرِهِ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۲۱۵﴾ فَمَجَّازٌ عَلَيْهِ كُتِبَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ الْقِتَالَ لِلْكَفَّارِ وَهُوَ كُرَّةٌ مَكْرُوهَةٌ لَكُمْ^ع طَبَعًا لِمَشَقَّتِهِ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ^ط لِمِيلِ النَّفْسِ إِلَى الشَّهَوَاتِ الْمُوجِبَةِ لِهَلَاكِهَا وَتَفُورِهَا عَنِ التَّكْلِيفَاتِ الْمُوجِبَةِ لِسَعَادَتِهَا فَلَعَلَّ لَكُمْ فِي الْقِتَالِ وَإِنْ كَرِهْتُمُوهُ خَيْرًا لِأَنَّ فِيهِ إِمَّا الظَّفَرُ وَالْغَنِيمَةُ أَوْ الشَّهَادَةُ وَالْآخِرُ وَفِي تَرْكِهِ وَإِنْ أَحْسَبْتُمُوهُ شَرًّا لِأَنَّ فِيهِ الدُّلَّ وَالْفَقْرَ وَحَرَمَانَ الْآخِرِ وَاللَّهُ يُعَلِّمُ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۱۶﴾^ع ذَلِكَ فَبَادِرُوا إِلَى مَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ وَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ سَرَايَاهُ وَأَمَرَ عَلَيْهَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَحْشٍ فَقَاتَلُوا الْمُشْرِكِينَ وَقَتَّلُوا ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ جُمَادَى الْآخِرَةِ وَالتَّبَسَّ عَلَيْهِمْ بِرَحَبٍ فَغَيَّرَهُمُ الْكُفَّارُ بِاسْتِحْلَالِهِ فَنَزَلَ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ الْمُحَرَّمِ قِتَالٍ فِيهِ^ط بَدَلُ اسْتِمَالِ قُلْ لَهُمْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ^ط عَظِيمٌ وَزُرًّا مُبْتَدَأٌ وَخَبْرٌ وَصَدٌّ مُبْتَدَأٌ مَنَعَ لِلنَّاسِ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ وَكُفْرًا بِهِ بِاللَّهِ وَصَدٌّ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ^ع آيَ مَكَّةَ وَإِخْرَاجِ أَهْلِهِ مِنْهُ وَهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَخَبْرُ الْمُبْتَدَأِ أَكْبَرُ اعْظَمُ وَزُرًّا عِنْدَ اللَّهِ^ع مِنَ الْقِتَالِ فِيهِ وَالْفِتْنَةُ الشَّرُّ مِنْكُمْ أَكْبَرُ مِنَ الْقِتَالِ^ط لَكُمْ فِيهِ وَلَا يَزَالُونَ أَيُّ الْكُفَّارِ يُقَاتِلُونَكُمْ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ كَيْ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِلَى الْكُفْرِ إِنْ اسْتَطَاعُوا^ط وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ الصَّالِحَةُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ^ع فَلَا اعْتِدَادَ بِهَا وَلَا تَوَابَ عَلَيْهَا وَالتَّقْيِيدُ بِالمَوْتِ عَلَيْهِ يُفِيدُ أَنَّهُ لَوَرَجَعَ إِلَى الْإِسْلَامِ لَمْ يَبْطُلْ عَمَلُهُ فَيُنَابُ عَلَيْهِ وَلَا يُعِيدُهُ كَالْحَجِّ مَثَلًا وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ^ع

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۱۷﴾ وَلَمَّا ظَنَّ السَّرِيَّةُ أَنَّهُمْ إِنْ سَلِمُوا مِنَ الْإِثْمِ فَلَا يُحْصِلُ لَهُمْ أَجْرٌ نَزَلَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فَآرَقُوا أَوْطَانَهُمْ وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَعْلَاءِ دِينِهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ تَوَابَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾ بِهِمْ

ترجمہ: آپ سے لوگ دریافت کرتے ہیں (اے محمد) کیا چیز ہے (وہ) کہ خرچ کیا کریں (دریافت کرنے والے عمر و ابن الجموح ایک مالدار بوڑھے شخص تھے جنہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ کیا خرچ کریں؟ اور کن لوگوں پر خرچ کریں؟) فرمادیتے ہیں آپ (ان سے) جو کچھ تمہیں مال خرچ کرنا ہے (من خیر بیان ہے ما کا جو شامل ہے تھوڑے اور بہت مال کو یہ ان کے ایک حصہ سوال کا جواب تھا۔ یعنی مال منفق رہا۔ دوسرے حصہ سوال یعنی مصرف کا جواب وہ یہ ہے کہ) اس میں ماں باپ کا حق ہے اور رشتہ داروں کا اور قسیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے (یعنی یہ اولیٰ ہیں) اور جو کچھ نیک کام بھی کرو گے (خواہ انفاق ہو یا اور کوئی) تو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہیں (اس پر جزائے عمل مرتب ہوگی) فرض (مقرر) کیا جاتا ہے تم پر جہاد (کفار سے) اور وہ تم کو ناگوار (مکروہ) معلوم ہوتا ہے (طبعاً مشقت کی وجہ سے) اور ممکن ہے کہ تم کسی کام کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو تم مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بُری ثابت ہو) کیونکہ نفس کو شہواتِ مہلک سے رغبت اور تکالیفِ شرعیہ موجب سعادت سے نفرت ہوتی ہے، اس لئے ممکن ہے کہ جس جہاد کو تم ناگوار سمجھتے رہے ہو، تمہارے لئے اس میں بہترائی موجود ہو کیونکہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا کامیابی اور مالِ غنیمت اور پھر یا شہادت و اجر اور ترکِ جہاد اگرچہ وہ طبعاً مرغوب ہو لیکن اس میں رسوائی، تنگدستی، محرومی اجر ہوتا ہے) اور اللہ تعالیٰ واقف ہیں (جو تمہارے لئے بہتر ہوتا ہے) اور تم (اس کو) نہیں مانتے ہو (اس لئے تعمیل حکم کی تعمیل کرو۔ آنحضرت ﷺ نے پہلا جہادی دستہ روانہ فرمایا اور اس کی کمان عبداللہ بن جحش کو سپرد فرمائی۔ مشرکین سے معرکہ آرائی ہوئی اور ۳ جمادی الثانی کو ابنِ حضرمی کو قتل کر دیا۔ لیکن رجب کی پہلی تاریخ سے لوگوں کو التباس ہو گیا اور کفار نے مسلمانوں پر اس وجہ سے الزام لگایا کہ انہوں نے شہرِ حرام کی حرمت کو باقی نہیں رکھا یا مال کر دیا ہے اس پر آیت نازل ہوئی) آپ سے لوگ محترم مہینوں میں قتال کی بات دریافت کرتے ہیں (قتال فیہ شہرِ حرام سے بدل اشتهال واقع ہے) آپ فرمادیتے ہیں (ان سے) اس میں خاص قسم کی لڑائی جرمِ عظیم (گناہِ شدید) ہے (مبتداء اور خبر سے مل کر یہ جملہ ہے) اور روک ٹوک کرنا ہے (مبتداء ہے لوگوں کے لئے بندش ہے) اللہ کی راہ (دین) سے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا ہے اور (رکاوٹ ڈالنا ہے) مسجدِ حرام (یعنی مکہ معظمہ) سے اور وہاں کے باشندوں کو نکال باہر کرنا ہے (مراد اس سے آنحضرت ﷺ اور مؤمنین ہیں۔ مبتداء کی خبر آگے ہے) یہ سب زیادہ (بڑے) جرم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بہ نسبت ان مہینوں میں قتل و قتال کے) اور فتنہ پردازی (تمہارا شرک کرنا) زیادہ شدید و قبیح ہے بہ نسبت (تمہارے خاص) قتل و قتال کے (اس وقت) اور ہمیشہ جاری رکھیں گے یہ (کفار) جنگ و جدال (تم سے اے مؤمنین) حتیٰ کہ (اس لئے کہ) تم کو تمہارے دین سے مرتد بنا دیں (کفر کی جانب) اگر ان کو قابو ملے اور جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور وہ بحالتِ کفر مرجائے تو ایسے لوگوں کے غارت (باطل) ہو جاتے ہیں سارے اعمالِ صالحہ (دنیا و آخرت میں) چنانچہ ناقابلِ لحاظ ہو جاتے ہیں ان پر ثواب نہیں ملے گا اور حج وغیرہ لوٹانا نہیں پڑے گا۔ یہی مذہبِ امامِ شافعی کا ہے) اور یہ لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے (اسلامی لشکر کو یہ خیال ہوا کہ یہ مسلمان ہونے والے گناہ سے اگرچہ محفوظ رہیں گے لیکن ممکن ہے اجر سے بھی محروم رہیں۔ اس پر آیت نازل ہوئی) فی الحقیقت جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جن لوگوں نے ہجرت کی (ترکِ وطن کیا) اور جہاد فی سبیلِ اللہ (دینِ اسلام کے

بلند کرنے کے لیے) کیا ایسے لوگوں کو اللہ کی رحمت (ثواب) کا امیدوار ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ (مؤمنین کی) مغفرت فرمانے والے (اور ان پر) رحم فرمانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: ما ذاینفقون جلال مفسر نے ما موصولہ بمعنی الذی لیا۔ ہے اور عائد محذوف ہے۔ اس لئے بسئلونک کا کمال اس میں نہیں ہوا۔ ما مبتدأ اذا خبر، جملہ محل نصب میں ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے یسئلونک ای شی الذی ینفقونہ آیت میں بسلسلہ سوال مصرف کا ذکر نہیں کیا گیا بوجہ اختصار کے جواب کی دونوں شقیوں پر اعتماد کرتے ہوئے کیونکہ جواب سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے پھر طرز جواب میں بھی اسلوب کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ یعنی جس چیز کو صراحتہ دریافت کیا گیا اس کا جواب تو اجمالی دیا گیا یعنی ما انفقتم من خیر کہ کم خرچ کرو یا زیادہ اصل نظر مقدار پر نہیں ہے تو وہ حسب مقدرت اور توفیق ہوتی ہے جو چیز قابل التفات اور لائق اعتناء ہونی چاہئے وہ مصارف صحیحہ ہیں جن کو سوال میں ترک کر دیا گیا اس لئے اس کی تفصیل کی گئی ہے وہیہ چونکہ بظاہر جواب سوال کے مطابق نہیں ہے کہ سوال میں صرف ایک چیز کا ذکر ہے اور جواب میں دو باتوں کا۔ اس لئے علماء نے اس کی دو توجیہیں کی ہیں۔ ایک توجیہ جلال محقق کر رہے ہیں دوسری توجیہ یہ ہے کہ سوال چونکہ غیر اہم تھا اس لئے جواب میں نظر انداز کر دیا گیا اور جس اہم سوال کو ترک کر دیا گیا اس کا جواب ذکر کیا گیا ہے۔

کسرہ مصدر ہے مبالغہ جمل کیا گیا ہے یا فعل بمعنی مشغول ہے جیسے خبز بمعنی مجبوز اور لفظ عسی کے ساتھ تعبیر کرنا اس لئے ہے کہ نفس جب مرتاض ہو جاتا ہے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔

واللہ یعلم محقق مفسر نے یعلم کے مفعول محذوف کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ یہ متروک نہیں ہے بلکہ اختصاراً حذف لفظی ہے سراسر ایسا جمع سریہ کی لشکر کی حصہ جس میں رسول اللہ ﷺ شریک نہ ہوں اور جس میں بہ نفس نفیس شریک رہے ہوں وہ غزوہ کہلاتا ہے۔ شرکائے سریہ کی تعداد پانچ سے لے کر تین سو یا چار سو تک بتائی جاتی ہے۔ ابن حزمی نام عمرو بن عبد اللہ بن عاد۔ حضر موت کے رہنے والے تھے والتبس علامہ زخشری کی رائے ہے کہ غزوہ رجب میں واقعہ ہوا اور مسلمان اس کو جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ سمجھ رہے تھے۔ فعیرہم یعنی مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو اس فعل پر عار دلائی حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کرنے میں بھی وحی کا انتظار فرمایا۔ شہر حرام سے مراد یہاں رجب ہے۔ قتال فیہ اس سے بدل اشمال واقع ہو رہا ہے۔ چونکہ ان میں کلیت و جزئیت کے علاوہ علاقہ ملاہست ہے اس لئے بدل الکل یا بدل البعض نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ بدل نکرہ موصوفہ ہے اس لئے معرفہ سے بدل بنانا صحیح ہے علاوہ ازیں وصف کا لانا تو بدل الکل میں ضروری ہوا کرتا ہے۔ فیہ جار مجرور کا تعلق قتال کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور ظرف مستقر اس کی صفت بھی بن سکتی ہے۔ یہاں قتال سے مراد خاص قتال عمدہ ہے اسی کو کبیر فرمایا ہے۔ ورنہ قتل خطا جیسا کہ مسلمانوں سے غلطی ہو گئی وہ نادانستگی ہے وہ کبیر کیسے ہو سکتا ہے بہر حال حرمت قتال شہر حرام میں آیت برأت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم سے منسوخ ہو گئی ہے۔ قتال موصوفہ۔ فیہ۔ صفت۔ مبتداء اور یہ کبیر اس کی خبر ہے۔

والمسجد الحرام جلال محقق نے لفظ صد محذوف نکال کر اشارہ کر دیا کہ المسجد الحرام کا عطف عن سبیل اللہ پر ہے اور اس پر ذرا سا اشکال ہو سکتا تھا چونکہ صلہ موصول کا متمم ہوتا ہے اس لئے عطف علی الموصول کو عطف علی الصلہ پر مقدم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہاں و کفر بہ عطف کے لئے مانع ہے لیکن علامہ زخشری نے اس کا جواب دیا ہے کہ کفر باللہ اور صد عن سبیل اللہ دونوں سے مراد ایک ہی ہے اس لئے ان دونوں کا اتحاد جواز عطف کے لئے کافی ہو گیا و کفر بہ درمیان میں فاصل ہی نہیں ہے یا کہا جائے کہ و کفر بہ دراصل عن المسجد الحرام سے مؤخر تھا اس کی اہمیت کے پیش نظر مقدم کر دیا گیا ہے۔ فرأ کی رائے یہ ہے کہ المسجد الحرام کا عطف بہ کی ضمیر پر ہو رہا

ہے ای و کفر بہ و المسجد الحرام اور نجاۃ کوفہ، انخس، یونس، ابو علی ضمیر مجرور پر بلا اعادہ جار بھی عطف جائز سمجھتے ہیں۔

اکبر عند اللہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک عام قتال دوسرے قتل خاص۔ ابن حضرمی نے اول کے ساتھ قید عمد کی ہے۔ یعنی قتال عمد اگرچہ فی الحال بڑا ہے لیکن اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکنے اور کفر باللہ ان تینوں برائیوں کے مقابلہ میں یقیناً کم درجہ ہے۔ لیکن یہاں تو عمد قتال نہیں ہوا بلکہ تاریخ کی غلطی سے ہو اس لئے قطعاً قابل اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا شخص واحد کا قتل بلاشبہ بڑا ہے لیکن کفر و شرک کی بڑائی جس میں تم لوگ آلودہ ہو اس سے یقیناً کم درجہ ہے۔ ان استطاعوا اس کی جزاء محذوف ہے ای فیردو کم فی سبیل اللہ جلال مفسر نے اشارہ کر دیا کہ فی بمعنی لام تعلیل ہے اور سبیل بمعنی ذین ہے عبارت بحذف المضاف ہے۔

رابطہ: یہاں سے پھر سلسلہ احکام شروع کیا جا رہا ہے آیت یسئلونک ماذا ینفقون میں بارہواں حکم انفاق و مصارف کا ہے۔ آیت کتب علیکم القتال میں تیرہواں حکم جہاد کا ہے۔ آیت یسئلونک عن الشهر الحرام میں چودھواں حکم و شہر حرام میں قتال کے بارہ میں ہے اس کے بعد آیت ولا ینالون میں دین حق کے ساتھ کفار کی مزاحمت کا بیان ہے اور آیت ومن یرتد الخ میں ارتداد پر وعید اور ان الذین امنوا میں مخلصین کے انجام کا ذکر ہے۔

شان نزول: ابن جریر نے روایت پیش کی ہے کہ مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ سے اپنے اموال کے مصارف دریافت کئے اور ابن حیان کی روایت ہے کہ ہے کہ عمرو بن الجموح نے آنحضرت ﷺ سے جنس انفاق کے متعلق سوال کیا۔ اس پر آیت قل ما انفقتم نازل ہوئی۔ ابن جریر نے جناب بن عبد اللہ کی روایت پیش کی ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو معلوم نہیں ہو سکا کہ جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ تھی یا رجب کی پہلی۔ اور دوسری روایت ابن جریر کی یہ ہے کہ واقع میں قتال رجب میں ہوا لیکن مسلمان اس کو جمادی الثانیہ سمجھتے رہے۔ تیسری روایت روح المعانی میں زہری کی نقل ہے کہ اس واقعہ کے بعد مشرکین کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شہر حرام کے بارہ میں دریافت کیا اس پر آیت قل قتال الخ نازل ہوئی اور آیت ان الذین امنوا کاشان نزول خود مفسر بیان کر چکے ہیں۔

﴿تشریح﴾: خیرات کے اول مستحقین غریب اقربا ہیں: اول آیت میں خیرات کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ کم سے کم خیرات سے بھی نہ چوکو، اس میں بھی تمہارے لئے کچھ نہ کچھ خیر ہے اور مصارف کے سلسلہ میں اس غلطی کا ازالہ کیا گیا کہ خیرات کا مستحق غیروں کو سمجھتے تھے۔ عزیز واقارب کی امداد کو خیرات نہیں سمجھتے تھے لیکن واضح کر دیا گیا کہ خیرات کے اولین مستحق عزیز واقارب ہی ہیں بشرطیکہ محتاج ہوں اور زکوٰۃ و صدقات واجبہ اگر ہیں تو والدین مکلف نہیں ہیں اس جیسی آیت آئندہ قریب میں بھی آرہی ہے۔ یہاں سے چھ سوالات اور ان کے جوابات کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ آیت کتب الخ میں دفاعی جنگ کے کچھ احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔

فلسفہ جہاد: (۱) مثلاً جنگ کی حالت یقیناً طبعی طور پر خوشگوار نہیں ہو سکتی لیکن دنیا میں کتنی ہی ناگواریاں ہیں جن سے خوشگواریاں پیدا ہوتی ہیں اور کتنی ہی خوشگواریاں ہیں جن سے ناگواریاں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح جنگ ایک برائی ہے لیکن اپنے سے بڑی بڑی بہت سی برائیوں کو مٹانے کا ذریعہ اگر بن جائے یا مدار اس پر آ کر ٹھہر جائے تو اس کے سوا چارہ کار کیا ہوگا؟

(۲) یہ جنگ شخصی یا جماعتی حیثیت سے ذاتی طور پر نہیں تھی بلکہ اصولی جنگ تھی۔ اہل حق و باطل میں سے کوئی بھی جب اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے تو بجز اس کے کیا طریقہ کار رہ جاتا ہے کہ حق و باطل کی معرکہ آرائی اور آویزش ہو اور حق کو باطل سے

اس طرح ٹکرایا جائے کہ فیدمغہ الباطل کا منظر سامنے آجائے۔

(۳) اس شدید مجبوری میں بھی امن پسند اسلام نے پہل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن اگر کوئی خواہ مخواہ آ کر ٹکرایا جائے تو پھر بزدل کی زندگی پر بہادری کی موت کو ترجیح دی گئی ہے۔ البتہ جہاں کہیں ضروری یا مصلحت سمجھا جائے تو دفاعی جنگ کی طرح اقدامی جنگ کی اجازت بھی دی گئی ہے اور اس پر بیضاویؒ، روح المعانی کبیر نے اجماع نقل کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اول تو مسلمانوں نے جنگ کرنے میں کوئی گناہ نہیں کیا اور بالفرض اگر کیا بھی تو تم کس منہ سے اعدا اس کرتے ہو؟ ”ستر چو ہے کھا کر بلی ج کو چلی۔“

مرتد کی سزا:..... مرتد کے جہاں اعمال کے سلسلہ میں اس آیت میں موت علی الکفر کی قید ہے۔ لیکن سورۃ مائدہ کی آیت ومن یکفر الخ میں مطلقاً ارتداد اور کفر کو حاوی اعمال کہا گیا ہے جو حنفیہ کا مستدل ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیت حنفیہ کے لئے باعث اشکال ہوگی۔ لیکن کہا جائے گا کہ آیت مائدہ میں مطلق ارتداد پر مطلق جہاں کو مرتب کیا گیا ہے اور اس آیت میں ارتداد اور موت علی الکفر دو چیزوں پر دو سزائیں علی الترتیب مرتب فرمائی گئی ہیں۔ ایک جہاں دوسرے خلو دینار۔ اس لئے مطلق کو متقید کرنا بھی لازم آتا اور ایک جرم پر دو سزائیں بھی مرتب نہیں ہوتیں، مرتد کے لئے اعمال کی بربادی دنیاوی لحاظ سے یہ ہے کہ اس کی بیوی نکاح سے خارج ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار مرے تو اس کو میراث نہیں ملے گی۔ بحالت اسلام نماز روزہ جو کچھ کیا سب بیکار ہو گیا۔ دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد بشرط استطاعت حج فرض ہوگا اور نماز روزہ زکوٰۃ کا اعادہ ضروری ہوگا اور آخرت کے ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ امام شافعیؒ دونوں باتوں میں خلاف رائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح مرتد کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے محروم کر دیا جائے گا اور آخرت میں بالکل ثواب سے محروم کر دیا جائے گا۔

مرتد کافر سے زیادہ مجرم ہے:..... مرتد نے چونکہ کافر اصلی کی نسبت اسلام کی توہین زیادہ کی ہے اس لئے اس کا جرم اور حکم زیادہ سخت شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ کافر اصلی سے بجز عرب کے جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ کوئی نیک کام کرے تو اس کا ثواب معلق کر دیا جاتا ہے۔ اگر اسلام لے آیا تو اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے گا ورنہ کالعدم ہو جائے گا۔ حدیث نبوی اسلمت علی ما اسلفت اس کی مؤید ہے۔ لیکن مرتد سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ مرد کو قتل کر دیا جائے گا اور عورت مرتدہ کو جس دوام کی سزا دی جائے گی اور آخرت میں بھی امتیازی سلوک کیا جائے گا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ الْقِمَارِ مَا حَكُمُهُمَا قُلْ لَهُمْ فِيهِمَا آيٌ فِي تَعَابِيهِمَا إِنَّهُمْ كَبِيرٌ عَظِيمٌ ۖ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالمثلثة لما يحصل بسببهما من المخاصمة والمشاتمة وقول الفحش ومَنَافِعُ لِلنَّاسِ بِاللَّذَّةِ وَالفُرْحِ فِي الْخَمْرِ وَاصَابَةِ الْمَالِ بِلا كَدِّ فِي الْمَيْسِرِ وَائْتِمُهُمَا أَي مَا يَنْشَأُ عَنْهُمَا مِنَ الْمَفَاسِدِ أَكْبَرُ اعْظَمُ مِنْ نَفْعِهِمَا ۖ وَلَمَّا نَزَلَتْ شَرِبَهَا قَوْمٌ وَامْتَنَعَ آخَرُونَ إِلَى أَنْ حَرَّمْتُهُمَا آيَةُ الْمَائِدَةِ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۗ أَي مَاقْدَرُهُ قُلْ أَنْفِقُوا الْعَفْوُ ۗ أَي الْفَاضِلَ عَنِ الْحَاجَةِ وَلَا تُنْفِقُوا مَا تَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ وَتُضَيِّعُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ بِتَقْدِيرِ هُوَ كَذَلِكَ كَمَا بَيَّنَّ لَكُمْ مَا ذَكَرَ بَيْنَ اللَّهِ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي آيِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ فَتَأْخُذُونَ بِالْأَصْلِحِ لَكُمْ فِيهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ

الْيَتْمَىٰ ۖ وَمَا يُلقُونَہُ مِنَ الْحَرَجِ فِیْ شَأْنِهِمْ فَإِنْ أَكَلُوهُمۡ یَاثُمُوا وَإِنْ عَزَلُوا مَالَهُمْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَصَنَعُوا لَهُمْ
طَعَامًا وَحَدَّهُمْ فَحَرَجٌ قُلُّ إِصْلَاحٌ لَهُمْ فِیْ أَمْوَالِهِمْ بِتَمِیَّتِہَا وَمَدَاخِلَتِکُمْ خَیْرٌ ۖ مِنْ تَرْکِ ذَٰلِکَ وَإِنْ
تُخَالِطُوهُمۡ أَىْ تَخْلِطُوا نَفَقَتَهُمْ بِنَفَقَتِکُمْ فَأِخْوَانُکُمْ ۖ أَىْ فِیْہُمْ إِخْوَانُکُمْ فِی الدِّینِ وَمِنْ شَأْنِ الْآخِ أَنْ
یُخَالِطَ آخَاهُ أَىْ فَلِکُمْ ذَٰلِکَ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ لِأَمْوَالِهِمْ بِمُخَالَطَتِہِ مِنْ أَلِہِ صَٰلِحٌ ۖ لَهَا فِی حَازِئِ کُلِّ
مِنْہُمَا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَکُمْ ۖ لَظِیْقٌ عَلَیْکُمْ بِتَحْرِیمِ الْمُخَالَطَةِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَالِبٌ عَلٰی أَمْرِہِ
حٰکِیْمٌ ﴿۲۲۰﴾ فِی صُنْعِہِ

ترجمہ:..... لوگوں سے آپ شراب اور جوئے کی نسبت دریافت کرتے ہیں (میسر جو ہے۔ یعنی ان دونوں کا حکم دریافت کرتے ہیں) آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ ان دونوں چیزوں (کے استعمال کرنے) میں بڑا گناہ ہے۔ (ایک قرأت میں بجائے کبیر کے کثیر ہے۔ شراب و جوا، لڑائی جھگڑے، گالم گلوچ، گندی بکواس کا باعث ہوتے ہیں) اور لوگوں کے لئے اس میں کچھ فوائد بھی ہیں (شراب میں لذت و سرور اور جوئے میں بلاصحت مالی منفعت ہے) اور ان دونوں کا گناہ (یعنی جو خرابیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں) بڑھا ہوا ہے ان کے منافع سے (اس آیت کے نزول کے بعد ایک جماعت شراب خوری کرتی رہی اور دوسری جماعت اس سے باز رہی۔ حتیٰ کہ آیت ماندہ نے دونوں کی حرمت صاف ظاہر کر دی) اور کچھ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کتنا خرچ کیا کریں (یعنی مقدار خرچ کیا ہونی چاہئے) آپ فرمادیجئے کہ (خرچ کرو) جس قدر آسانی ہو (یعنی ضروریات سے جو زائد ہو۔ لیکن جس کی ضرورت ہو اس کو خرچ کر کے خود کو ہلاک نہ کرو اور ایک قرأت میں العفو رفع کے ساتھ ہے تقدیر ہو کے ساتھ) اسی طرح (جیسا کہ مذکورہ احکام تمہارے لئے بیان کئے ہیں) اللہ تعالیٰ صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں شاید کہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں غور کر سکو (اور اپنے لئے ان دونوں چیزوں میں مفید بات کو حاصل کر سکو) اور آپ سے لوگ یتیم بچوں کی بابت حکم دریافت کرتے ہیں (ان کے بارہ میں جو مشکلات پیش آتی ہیں کہ اگر ان کو اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں تو گنہگار ہوتے ہیں اور ان کے مال کو اپنے مال سے علیحدہ کر کے ان کے لئے الگ کھانا بنائیں تو سخت حرج ہوتا ہے) آپ فرمادیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت (ان کے مالی اضافہ کے لئے تمہارا دخل انداز ہونا) زیادہ بہتر ہے (بہ نسبت ترک مصلحت کے) اور اگر تم ان کو اپنے ساتھ خرچ میں شامل رکھو (یعنی ان کا خرچ اپنے میں ملا لو) تو (وہ) تمہارے (دینی) بھائی ہیں (اور بھائی اپنے بھائی کا مال ملا ہی لیا کرتا ہے اس لئے تمہارے لئے بھی اس کی اجازت ہے) اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں مصلحت ضائع کرنے والے کو (اپنے مال میں ملا کر) اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (چنانچہ ہر ایک کو بدلہ دیں گے) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم کو تنگی میں ڈال سکتے تھے (مال ملانے کو حرام کر کے تنگ کر دیتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست (غالب الحکم) ہیں اور حکمت والے ہیں (اپنے کام میں)

تحقیق و ترکیب:..... الخمر مخمرت میں چھپانے کے معنی ہیں۔ وجہ تسمیہ شراب کی ظاہر ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کے مفہوم میں عموم ہے اور حنفیہ کے نزدیک جس شراب کو نجس العین کا درجہ دیا جاتا ہے اور اس کے پینے پر حد جاری ہوتی ہے وہ خاص قسم کی شراب ہے اس کے علاوہ دوسری منشیات کو حد نشہ تک استعمال کرنے کو حرام کہا جائے گا اور اس کے پینے پر حد جاری نہیں ہوگی۔ تعزیر سے یہاں تعین نہیں ہے۔ 'امیسر مصدر میسی ہے بمعنی یسر جیسے موعدا و مرجع قمار کو کہتے ہیں وجہ تسمیہ یا تو یسر ہے مال باسانی حاصل ہو جاتا

ہے اور یا یہاں ہے یعنی جس آسانی سے مال حاصل ہوتا ہے اسی طرح سب بھی ہو جاتا ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ جاہلیت عرب میں دس تیر ہوتے تھے جن میں سے سات پر کچھ خاص نشانات اور علامات ہوتی تھیں اور تین تیر بلا نشان ہوتے تھے۔ نشان زدہ تیروں میں بھی مختلف اعتبارات تھے۔ چنانچہ مشترک داموں سے جانور کو خرید کر ذبح کرتے اور ان تیروں سے ہر شریک کے نام پر فال نکالی جاتی تھی کسی کے نام پر ایک سے زائد حصہ آتا اور کوئی بالکل محروم ہو جاتا۔ اس طرح اس گوشت کو فقراء کا حصہ سمجھتے اور خود استعمال نہیں کرتے تھے اور اس پر اظہارِ مخالفت کرتے اور جو اس طریقہ میں ان کا شریک نہ ہوتا اس کو بُرا سمجھتے اور اس کا نام بھی برم رکھتے۔ قمار کے اس حکم میں چوسر اور شطرنج بھی داخل ہے۔ لیکن امام شافعی شطرنج کو مباح فرماتے ہیں اس سے فقہی چیتان مشہور ہے۔ الشطرنج اباحی قتی هو الشافعی“

وفی قراءۃ یہ حمزہ اور کسائی کی قرأت ہے۔ بسببہما یعنی فی نفسہ اس وقت تک شراب حرام نہیں تھی اس لئے معصیت بھی نہیں تھی۔ بلکہ ان عوارض کے سبب اس سے بچنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ اسی لئے عام طور پر صحابہ اس حکم کے بعد بالکل دست کش نہیں ہو سکے۔ باللذۃ والفرح یعنی منافع سے مراد تدوی اور شفا کا فائدہ نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث مسلم کے الفاظ ہیں لیست بد واء ولکنہ داء اور حدیث ابوداؤد کے الفاظ ہیں ان اللہ لم يجعل شفاء کم فیما حرم علیکم اسی لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقاً حرام چیزوں سے تدوی حرام ہے اور امام شافعی کا صحیح قول بھی بطور تدوی شراب کی حرمت کا ہے۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ تحریم سے پہلے شراب میں منافع تھے لیکن اب سبب کر لئے گئے ہیں۔

ولما نزلت تحریم خمر کی ترتیب اس طرح پر ہے کہ اولاً ومن ثمرات النخیل والاعناب الخ سوہ نخل کی آیت نازل ہوئی جس میں بذیل انعامات اس کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ لیکن اس میں ناگواری کا کوئی کلمہ نہیں تھا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں نفع و نقصان کے اگرچہ دونوں پہلو دکھلائے گئے لیکن غالب نقصان کو دکھلایا جس سے دیرک اصحاب چونک گئے۔ تاہم برائیاں فی حد ذاتہ نہیں بتلائی گئی بلکہ عارضی خرابیوں کی طرف اشارہ کیا گیا جس میں عام لوگوں کے لئے گنجائش کا پہلو رہا۔ اس کے بعد آیت نساء نازل ہوئی لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکران یعنی یہ حالت عبادت کی حالت کے منافی ہے۔ گویا اس سلسلہ کا ایک مؤثر قدم تھا جس سے کافی تنبیہ ہوئی کہ جو چیز مناجات اور تقرب کے منافی ہے ضرور اس میں کوئی خرابی ہے۔ تاہم نیم ممانعت تھی اور ضرورت تھی کہ فیصلہ کن اور آخری قدم اٹھادیا جائے۔ جس کی درخواست حضرت عمرؓ نے پیش کی چنانچہ آیت مائدہ انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی جس میں کھل کر دس (۱۰) خرابیاں گنائی گئی ہیں اور ساتھ ہی ایک دم اس سے رک جانے کی اپیل کی۔ فہل انتم منتہون کہہ کر قرآن نے مستسفرانہ نظر ڈالی تو اطاعت شعاروں کی صفوں میں انتہینا انتہینا کی آوازیں آئیں اور آنحضرت ﷺ نے اطمینان کا سانس لیا اور حقیقت اصلاح حال میں اس تدبیر کو بڑا دخل ہے۔

ائم کبیر سے یہاں ذاتی اور داخلی گناہ مراد نہیں ہے بلکہ عارضی اور خارجی خرابیاں مراد ہیں اس لئے بعض صحابہ کے طرز عمل پر بھی شبہ نہیں رہتا اور تحریم کے لئے آیت مائدہ کی ضرورت بھی رہتی ہے۔ ماذا ینفقون اس میں ماذا مرکب ہے اور ما اور ذ دونوں ملکر مفعول ینفقون کا ہوگا قرأت نصب پر لیکن قرأت رفع پر لفظ مابتداء، واما موصول ینفقون صلہ ل کر خبر ہے ”ما اقدرہ“ سے مفسر علام اس آیت کے شبہ تکرار کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ پہلی آیت میں جنس انفاق سے سوال تھا اور یہاں مقدار انفاق کا سوال ہے۔

العفو اس کی نفیض جہد آتی ہے نرم زمین کو بھی اسی لئے عفو کہتے ہیں۔ مراد وہ مال ہے جس کا خرچ سہل ہو باعث تکلیف نہ ہو۔ مال فاضل کو بھی کہتے ہیں چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انفقوا ما فضل من الہل لفظ عفو کو ابو عمرؓ نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قرأت نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اول صورت ماذا کی ترکیب یہ ہوگی کہ ما مبتدا اور ذا بمعنی الذی مع صلہ ینفقون کے

اس کی خبر ہے اور نصب والی صورت میں ماذا ایک اسم منصوب علی المفعولیت ہے ای انفقوا العفو۔ غرضکہ جواب کا اعراب سوال کے اعراب کے مطابق ہوگا۔

رابطہ:..... آیت اول میں پندرہواں حکم شراب اور جوئے سے متعلق ہے۔ آیت یسنلونک الخ میں سولہواں حکم مقدار انفاق کے بارے میں ایک سوال کا جواب ہے اور آیت یسنلونک عن الیتمی میں سترہواں حکم یتیموں کے مال سے متعلق ہے۔

شان نزول:..... امام احمد نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال استعمال کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آیت قل فیہا اثم کبیر نازل ہوئی تو لوگوں کا خیال ہوا کہ ان کی تحریم تو ہوئی نہیں صرف "اثم کبیر" کہا گیا اس لئے شراب پیتے رہے۔ حتیٰ کہ عبدالرحمن بن عوف نے دعوت کی اور اس میں شراب کا دور چلا۔ نماز مغرب کا وقت آ گیا حضرت علیؑ کی امامت میں نماز ہوئی۔ سورہ کافرون پڑھی گئی اور لا اعبد الخ کی بجائے اعبدو ما تعبدون پڑھا گیا تو تنبیہ اور افسوس ہوا آیت لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکران نازل ہوئی۔ اس کے بعد آیت ما تہ انما الخمر و المیسر الخ اور سخت تشدید فرمائی گئی۔ علیؑ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کا جب حکم ہوا تو صحابہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقدار انفاق کی بابت دریافت کیا تو آیت قل العفو نازل ہوئی۔ نیز ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیت لا تقربوا مال الیتیم الا بالسی اور آیت ان الذین یا کلون الخ نازل ہوئیں تو جن لوگوں کی تربیت میں یتیم بچے تھے ان کا کھانا پینا لگ کر دیا گیا لیکن اس کی وجہ سے سخت دقتیں پیش آئیں اور آپ ﷺ سے صل دریافت کیا گیا اس پر آیت قل اصلاح الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... ہر چیز کی اچھائی برائی کا معیار:..... بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ شراب سے لڑائی میں مدد ملتی ہے اور حصول مال کا ذریعہ جوئے کو سمجھتے ہیں۔ اس آیت میں ان دونوں غلطیوں کا ازالہ ایک اصولی حقیقت کے ذریعہ کر دیا گیا۔ یعنی یہ صحیح ہے کہ ان میں کچھ منافع بھی ہیں اور اضافی نفع نقصان سے دنیا کی کوئی چیز بھی خالی نہیں ہے۔ لیکن نفع نقصان کو تولنا چاہئے اگر نقصان زیادہ ہے تو اس چیز کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر چہ تھوڑا بہت کچھ فائدہ کا پہلو بھی اس میں ہو اور جس چیز میں نفع غالب ہو اس کو لے لینا چاہئے۔ گو اس میں کچھ ضرر بھی نکلتا ہو۔

شراب اور جوئے کی خرابی:..... مثلاً شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے جو تمام کمالات کا منبع ہے اور جوئے سے مال کی حرص و محبت بڑھ جاتی ہے جو جڑ ہے تمام خرابیوں کی۔ اگرچہ ان میں کچھ فوائد بھی ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہیں تاہم غالب نقصان کا خیال کرتے ہوئے چھوڑ دینا چاہئے۔ مقصود اس مشورہ سے فی نفسہ ان کی برائی بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ دوسری خرابیوں کا ذریعہ اور باعث بتلانا تھا۔ اسی لئے دانا حضرات نے تو یہ سمجھ لیا کہ ان میں نفع حالی اور غیر باقی ہے اور نقصان مالی اور دائمی اور متعدی ہے۔ اس لئے فوراً باز آگئے اور بعض نے صریحی حرمت کا انتظار کیا اور جب وہ آگئی تو انتھینا انتھینا پکارا ٹھے۔ اس طرح آپ ﷺ کی حسن تعلیم و تربیت سے ایک ایسی برائی سے جو عرب کی گٹھی میں پڑی ہوئی تھی اس عمدگی کے ساتھ نجات مل گئی کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہ رہی تھی اور وہ تمام برتن توڑے جا رہے ہیں جن میں شراب کشید کی جاتی یا رکھی اور پی جاتی تھی۔ شراب بندی کی حرمت اور مکمل بندش ۳ھ میں ہوئی ہے۔

مالی اخراجات کا کلی معیار:..... مالی اخراجات کے سلسلہ میں جو نظر فی الدنیا و الآخرہ کی تعلیم دی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ (۱) کسی معصیت میں مال خرچ کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ (۲) طاعت میں خرچ کرنا ہے تو اگر وہ طاعت فرض واجب ہے جیسے زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا بھی واجب ہے۔ (۳) اور طاعت اگر نفلی ہے جیسے خیرات تو اگر حقدار کا حق ضائع ہوتا ہو تو ایسا خرچ کرنا ناجائز ہے۔ (۴) اور حق اگر ضائع نہیں ہوتا لیکن خرچ کرنے کے بعد خود پریشان ہو جائے گا تب بھی ناجائز ہے۔ (۵) اگر نہ حق ضائع ہوتا ہے اور نہ خود بے صبری میں مبتلا ہوگا تو پھر خرچ کرنا جائز ہے۔ (۶) اگر وہ موقع نہ طاعت کا ہے اور نہ معصیت کا تو جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا مثلاً فواکہ و لذائذ وغیرہ مباحات میں اگر نیت اعانت اطاعت کی ہے تو ثواب اور نیت اعانت معصیت کی ہے تو گناہ۔ ورنہ مباح ہے۔ گذشتہ آیت کی طرح اس آیت میں بھی نفلی صدقات کا بیان ہے یعنی جو کچھ ہمت ہو خرچ کر لیا جائے۔ لیکن یہ بات پھر بھی باقی رہ گئی تھی کہ اگر کوئی سارا مال جوش طاعت میں خرچ کر ڈالے تو اس کا حکم کیا ہے یہاں اس کی تحقیق مقصود ہے اس لحاظ سے یہ حکم تکرار سے بھی محفوظ رہ گیا۔

مسلم اور غیر مسلم لا وارث و یتیم بچے:..... لا وارث بچوں اور یتیموں کی طرف سے جو کچھ لاپرواہی ہو رہی تھی وہ بھی انسانیت کی پیشانی پر ایک بدنما داغ تھا۔ اسلام نے ان کے متعلق جب سخت ترین وعیدیں سنائیں اور شدید عذاب کی دھمکیاں دی گئیں تو مسلمان ڈر گئے اور اس درجہ احتیاط کرنے لگے کہ کھانے پینے کا پورا انتظام الگ کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی وقت طلب اور نہ چلنے والی تھی۔ اس لئے جامع حکم فرما دیا گیا کہ مقصود اصلی تو ان کی اصلاح و درستگی اور خیر اندیشی ہے۔ جس طریقہ سے یہ حاصل ہوتی ہے اس کو اختیار کرو اور تم ان کو اپنا بھائی اور اپنے گھر میں شامل سمجھو۔ جو چیز مثلاً سڑنے ٹھسنے والی ہو اس میں یتیم کا خرچ اپنے ساتھ رکھو اور جو چیزیں خراب ہونے والی نہ ہوں ان کا حساب کتاب علیحدہ رکھو۔ بھائی کہنے میں ترحم اور شفقت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اس زمانہ میں اکثر یتیم بچے مسلمان ہی تھے۔ لیکن اگر غیر مسلم یتیم بچہ بھی زیر پرورش ہوں تب بھی یہی حکم ہے۔ آیات و احادیث کے عموم الفاظ سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ اتنی رعایت مزید اور کرنی ہوگی کہ اس کی مذہبی آزادی پر دست اندازی نہیں کی جائے گی یعنی بالغ ہونے کے بعد اپنی پرورش کا دباؤ ڈال کر اور حق استعمال کر کے اسلام قبول کرنے کے لئے زور ڈالنا ناجائز نہیں ہوگا آزادانہ رائے قائم کرنے کا اس کو پورا پورا حق ہوگا۔ آیت قل العفو میں عدم ادخار کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا تَزَوُّجُوا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ الْمُشْرِكِ أَيْ الْكَافِرَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَ ۖ وَلَا مِمَّنْ مُمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ حُرَّةٍ لِأَنَّ سَبَبَ نَزُولِهَا الْعَيْبُ عَلَى مَنْ تَزَوَّجَ أُمَّةً مُّؤْمِنَةً وَالتَّرْغِيبُ فِي نِكَاحِ حُرَّةٍ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ لِجَمَالِهَا وَمَالِهَا وَهَذَا مَخْصُوصٌ بِغَيْرِ الْكِتَابِيَّاتِ بَابِةٍ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَلَا تَنْكِحُوا تَزَوُّجُوا الْمُشْرِكِينَ أَيْ الْكُفَّارِ الْمُؤْمِنَاتِ حَتَّى يُؤْمِنُوا ۖ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ لَمَالِهِ وَجَمَالِهِ أَوْلَيْتُكَ أَيْ أَهْلُ الشَّرِكِ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ يَدْعَاهُمْ إِلَى الْعَمَلِ الْمَوْجِبِ لَهَا فَلَا تَلِيقُ مَنَّا كَحَتْمِهِمْ وَاللَّهُ يَدْعُوآ عَلَى لِسَانِ رُسُلِهِ إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ أَيْ الْعَمَلِ الْمَوْجِبِ لَهُمَا بِإِذْنِهِ ۖ بِإِرَادَتِهِ فَتَجِبُ إِجَابَتُهُ بِتَزْوِيجِ أَوْلِيَائِهِ وَيُبَيِّنُ آيَتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۲۱﴾ يَتَعَضُّونَ

ترجمہ: اور نکاح نہ کرو (شادی نہ کرو اے مسلمانو!) کافر عورتوں کے ساتھ جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت، لونڈی، بہتر ہے مشرک (آزاد) عورت سے (کیونکہ آیت کا سبب نزول مسلمان باندی کے نکاح کو عیب بتلانا اور کافر آزاد عورت کے نکاح کی ترغیب ہے) اگرچہ وہ تم کو بھلی معلوم ہوتی ہو (مال و جمال کے لحاظ سے)۔ یہ حکم آیت والمحصنات من الذین اوتوا الکتب کی وجہ سے مخصوص ہے غیر کتابی کافر عورتوں کے ساتھ) اور نکاح نہ کرو مشرک (کافر) مردوں کے ساتھ (مؤمن عورتوں کا) حتیٰ کہ وہ مرد مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان غلام بہتر ہے کافر سے۔ اگرچہ وہ کافر تم کو بھلا معلوم ہو (مال و جمال کے اعتبار سے) یہ (کافر) دوزخ کی طرف تحریک کرتے ہیں (ایسا فعل کرا کر جو دخول جہنم کا باعث ہو۔ اس لئے ان سے نکاح مناسب نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ (پیغمبر کی زبانی) جنت اور مغفرت کی طرف تحریک کرتے ہیں (یعنی ایسے کام کی جس سے یہ دونوں چیزیں حاصل ہوتی ہوں) اپنے حکم (ارادہ) سے (لہذا اس کی تعمیل حکم ضروری ہے۔ مسلمانوں سے شادی کر کے) اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو احکام بتلا دیتے ہیں۔ اس توقع پر کہ اس سے نصیحت (وعظ) حاصل کریں گے۔

تحقیق و ترکیب: لاتسکحوا مشہور قرأت فتح تاء کے ساتھ ہے نکاح نہ کرنا اور اعمش کی قرأت شاذ بضم التاء ہے انکاح متعدی ہے نکاح نہ کرنا۔ ولو اعجبکم واو حال یہ ہے اور لو بمعنی ان ہے اور کان اور اس کا اسم اس کے بعد اکثر محذوف ہوتا ہے۔ ای وان کانت المشرکۃ تعجبکم فالؤمنۃ خیر۔ زخشری کے نزدیک یہ واوان اور لو پر داخل ہوتا ہے اور ان ولو تو محض فرض کے معنی میں آتے ہیں۔ ان میں شرطیت کے معنی باقی نہیں رہتے۔ اسی لئے جزاء کی ضرورت نہیں ہوتی اور بعض کے نزدیک مقدر پر عطف کے لئے یہ واو ہوتا ہے اور جواب شرط محذوف ہوتا ہے جس پر ماقبل کا جملہ دلالت کرتا ہے۔ ای ولو لم تعجبکم ولو اعجبکم اور بعض کے نزدیک یہ جملہ معترضہ ہے جو درمیان کلام واقع ہے۔ بہر حال نقیض شرط کی تقدیر پر حکم ہے۔ تاکہ تمام تقادیر پر بدرجہ اول حکم ثابت ہو جائے۔ و هذا یعنی لفظ مشرکات اہل کتاب کو بھی شامل تھا۔ جیسا کہ آیت وقالۃ الیہود عزیز ابن اللہ وقالت النصارى المسيح بن اللہ سے دونوں کا مشرک ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آیت والمحصنات الخ سے کتابیہ عورتوں کی تخصیص کر لی گئی۔ اب یہاں صرف غیر کتابیہ کافر عورتیں مراد ہوں گی اور اس کا برعکس اس لئے نہیں کہ سورہ مائدہ کی آخری آیت سے اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ بتزویج اولیائہ اس کا تعلق لاتسکحوا المشرکین ثانی حکم سے ہے اور اگر تزویج کی بجائے تزویج کہا جائے تو اول حکم لاتسکحوا المشرکات سے اس کا تعلق ہو جائے گا۔

رابطہ: اس آیت میں ستر ہواں حکم نکاح کفار سے متعلق بیان کیا جا رہا ہے۔ ان سب احکام کو قریبی ربط جنگی حکم سے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی انفاق، خمر و میسر اور یتیموں کی نگہداشت، نکاح کافر یہ سب مسائل اسی ایک مسئلہ سے کھڑے ہو گئے جن کو حل کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: مقاتل سے روایت ہے کہ یہ آیت ابن ابی مرشد الغنوی کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ جبکہ ان کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ ایک ضرورت کے لئے آنحضرت ﷺ نے بھیجا تو عناقہ شرک جو نہایت حسین و جمیل تھی ان پر فریفتہ ہو گئی اور ان سے درخواست نکاح کی، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی تو ولامۃ مؤمنۃ حکم نازل ہوا۔

ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن رواحہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ ان کی ایک نہایت بد شکل باندی تھی ایک دفعہ کسی بات پر اس کے طمانچہ مار دیا تو اس نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی جس کے نتیجے میں ابن رواحہ نے اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح

کر لیا۔ لوگوں نے ایک بد شکل باندی سے شادی کرنے کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ممکن ہے دونوں واقعے سبب نزول ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ پہلا واقعہ دو آیات کا سبب نزول ہو اس آیت کا اور آیت نور کا بھی۔ اسی طرح دوسرے واقعہ میں لفظ امۃ پر یہ شبہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے کہ ابو مرثد کی باندی آزاد ہو گئی تھی۔ پھر اس کو باندی کہنا اور باندی کی توجیہ مطلق عورت کے ساتھ کرنا کیسے صحیح ہوگا؟ کہا جائے گا سابقہ حالت کے لحاظ سے اس کو باندی کہا گیا ہے یا چونکہ لوگ تحقیراً باندی سمجھتے ہیں۔ اس لئے لفظ امۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... کافرہ اور کتابیہ عورتوں سے شادی:..... اس آیت میں دو حکم فرمائے گئے ہیں۔ (۱) مسلمان مرد کا نکاح کافرہ عورت سے نہ کیا جائے۔ (۲) مسلمان عورت کا نکاح کافر سے نہ کیا جائے۔ اول حکم کی تفصیل یہ ہے کہ غیر کتابیہ سے تو اب بھی مسلمان کا نکاح جائز نہیں ہے۔ البتہ صحیح معنی میں اگر عورت کتابیہ ہو تو اس سے نکاح کا جواز مفسر علم نے آیت والمحصنت الخ سے ثابت کیا ہے۔ تاہم کتابیہ سے نکاح بہتر اور پسندیدہ نہیں ہوگا۔

دوسرے حکم کی تشریح یہ ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے چاہے وہ کتابی ہو یا غیر کتابی جائز نہیں ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی اگر نکاح ہوا ہے تو ایک کے کافر اور دوسرے کے مسلمان ہونے کی صورت میں نکاح باقی نہیں رہے گا۔ جس کی دو صورتیں ہیں (۱) مرد عورت دونوں مسلمان تھے۔ مگر بعد میں مرد کافر ہو گیا تو نکاح فورا ٹوٹ جائے گا اور عورت عدت پوری کرے۔ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ (۲) مرد عورت دونوں کافر تھے۔ مگر پھر عورت مسلمان ہو گئی تو اگر یہ صورت دارالاسلام میں پیش آئے تو مرد سے دریافت کیا جائے گا اگر مرد اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا اور اگر دارالحرب میں یہ واقعہ ہو تو بغیر مرد سے دریافت کئے عدت گزار کر نکاح سے باہر ہو جائے گی اور نکاح سے نکلنے کے بعد بھی پھر عدت ہوگی۔ اکثر لوگ بے احتیاطی سے عدت گزارے بغیر ایسی عورت کا فوراً نکاح کر دیتے ہیں حالانکہ یہ نکاح درست نہیں ہوتا۔

نکاح سے پہلے نو تعلیم یافتہ نوجوانوں کے عقائد کی تحقیق:..... آجکل مادیت اور سائنس کے اثرات سے نہ صرف یہ کہ یہود و نصاریٰ اپنے مذاہب پر باقی نہیں رہے۔ بلکہ بہت سے مسلمان کہلوانے والے یورپ زدہ نوجوان بھی ملحدانہ خیالات اور کفرانہ نظریات کی نذر ہو گئے ہیں۔ ایسے میں بے تحقیق ولایت سے میمیں بیاہ لانا کہ نہ وہ خدا کی قائل نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کے کتاب الہی کو تسلیم کرنے والی۔ اسی طرح نیچریت زدہ طبقہ کے نوجوان کہ نہ اللہ و رسول پر ان کو عقیدہ اور نہ احکام شریعت و آخرت کے قائل۔ غرضیکہ دونوں صورتوں میں یہ نکاح درست نہیں ہے اور اگر نکاح کے بعد ایسے عقائد ہو جائیں تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اول ایک دوسرے کے عقائد کی طرف سے اطمینان کر لیا جائے تب نکاح کیا جائے گا اور نکاح کے بعد اگر خاوند کا بے دین ہونا ثابت ہو جائے تو عورتوں پر ان سے کنارہ کشی واجب اور سر پرستوں پر اس سلسلہ میں عورتوں کی امداد ضروری ہے۔

اس مقام پر سوال و جواب کی صورت میں ”کبریٰ احمر“ سے زیادہ ایک قیمتی تحقیق بیان القرآن میں قابل ملاحظہ ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۗ أَيْ الْحَيْضِ أَوْ مَكَانِهِ مَاذَا يُفْعَلُ بِالنِّسَاءِ فِيهِ قُلْ هُوَ آذَىٰ لَا قَدْرَ أَوْ مَحَلَّةٌ فَاغْتَزِلُوا النِّسَاءَ أَتْرَكُوا وَطَيْهَنَ فِي الْمَحِيضِ ۗ أَيْ وَقْتِهِ أَوْ مَكَانِهِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ بِالْجَمَاعِ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۚ بِسُكُونِ الطَّاءِ وَتَشْدِيدِهَا وَالْهَاءِ وَفِيهِ إِدْعَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الطَّاءِ أَيْ يَغْتَسِلْنَ بَعْدَ انْقِطَاعِهِ

فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ لِدِجْمَاعٍ مِّنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۖ يَتَجَنَّبُ فِي الْحَيْضِ وَهُوَ الْقُبْلُ وَلَا تَعْدُوهُ إِلَىٰ غَيْرِهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ يُثِيبُ وَيُكْرِمُ التَّوَابِينَ مِنَ الذُّنُوبِ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿۲۲۲﴾ مِّنَ الْأَقْدَارِ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ أَىٰ مَحِلٌّ زُرْعَتِكُمْ لِلْوَالِدِ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَىٰ مَحِلَّهُ وَهُوَ الْقُبْلُ أَىٰ كَيْفَ نَشِئْتُمْ مِّنْ قِيَامٍ وَقُعُودٍ وَإِضْطِجَاعٍ وَأَقْبَالٍ وَإِدْبَارٍ نَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِ الْيَهُودِ وَمَنْ أَتَىٰ امْرَأَتَهُ فِي قُبْلِهَا مِنْ جِهَةِ ذُبْرِهَا جَاءَ الْوَالِدَ أَحْوَلَ وَقَدِمُوا لِأَنْفُسِكُمْ ۖ الْعَمَلُ الصَّالِحُ كَالْتَسْمِيَةِ عِنْدَ الْجِمَاعِ وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلْقَوَةٌ ۖ بِأَبْعَثَ فَيَجَارِيكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲۳﴾ الَّذِينَ اتَّقَوْهُ بِالْجَنَّةِ

ترجمہ: اور لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں (محيض بمعنی حیض۔ مصدر یا ظرف بمعنی حیض، عورتوں کے ساتھ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے) آپ فرمادیتے کہ وہ گندی چیز ہے (گندی سے یا گندی کی جگہ ہے) تو علیحدہ رہا کرو تم عورتوں سے (ان سے ہم بستری چھوڑ دو) بحالت حیض (یعنی وقت حیض اور یا ظرف بمعنی مکان حیض) اور ان کے نزدیک نہ جاؤ (با ارادۃ جماع) جب تک وہ پاک صاف نہ ہو جائیں (یطہرن سکون طاء اور تشدید طاء سے اور ہا کے ساتھ ہے۔ دراصل تا تفعل کو طاء سے بدل کر طاء میں ادغام کر دیا ہے۔ یعنی جب تک حیض بند ہونے کے بعد وہ غسل نہ کر لیں) پھر وہ عورتیں جب اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جاؤ (ہم بستری کے لیے) جس موقعہ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے (بحالت حیض بچے رہنے کا یعنی سامنے کی شرمگاہ دوسری طرف رخ نہ کرو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں۔ (ثواب دیں گے اور عزت افزائی کریں گے) تو بہ کرنے والوں سے (گناہوں کی) اور محبت کرتے ہیں پاک صاف رہنے والوں کے ساتھ (گندیوں سے) تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیت ہیں (یعنی اولاد کی پیدائش گاہ) اس لئے اپنے کھیت میں آؤ (یعنی محل حرث میں مراد سامنے کی شرمگاہ ہے) جس طرف سے (انسی بمعنی کیف ہے) تم چاہو (بحالت قیام بیٹھنے لیٹنے کے سامنے کی جانب ہو کر یا الٹی طرف ہو کر یہود کے اس خیال کی تردید کے لئے کہ جو شخص اپنی بیوی سے الٹی جانب سے ہم بستری کرے اس کے بچہ بھیڑگا پیدا ہوتا ہے۔ یہ آیت نازل ہوئی) اور آئندہ کے لئے بھی اپنے واسطے کچھ کرتے رہو (نیک کام مثلاً صحبت کے وقت بسم اللہ الخ پڑھنا) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کرنے نہ کرنے سے متعلق حکم میں) اور یہ یقین رکھو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش ہونے والے ہو روز قیامت کہ وہ تم کو تمہارے اعمال کی جزا دیں گے) اور ان مسلمانوں کو بشارت سنا دیجئے (جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں جنت کی)

تحقیق و ترکیب: المحيض مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے مجھی اور مہیت۔ حدیثی معنی اور زمان و مکان کے معنی کی صلاحیت رکھتا ہو۔ حیض کے معنی سیلان خون کے ہیں۔ یہ مصدر ہے۔ چنانچہ وقت اور مکان کے لفظ سے جلال محقق نے اشارہ کر دیا ہے کہ اس صورت میں تقدیر مضاف کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ سوال میں نہ جواب میں بلکہ حقیقۃً مستثول عنہ اتیان النساء فی المحيض ہوگا۔ قدرا او مکانہ اول تفسیر مصدری معنی کی صورت میں ہے اور دوسری تفسیر ظرف مکان کی صورت میں ہے۔

فاعتزلوا ولا تقر بوا۔ یہ دونوں لفظ کناہیہ ہیں ترک جماع سے اور ذات کی طرف اسناد مبالغہ کے لئے ہے اور مطلقاً اعتزال اور عدم قربان کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ لفظ اذی سے خود معلوم ہو رہا ہے کہ مطلقاً اعتزال نہیں ہے کیونکہ تمام بدن محل اذی نہیں ہے۔ حتیٰ یطہرن یہ امام شافعی کا مستدل ہے کہ وہ بغیر غسل جماع جائز نہیں فرماتے۔ چنانچہ حمزہ اور کسائی کی قرأت بالتشدید بصیغہ

مبالغہ بھی اس کی مؤید ہے کہ طہارتِ کاملہ کی ضرورت ہے اور فابھی اس پر دال ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ تخفیف اور تشدید کی دو قراتیں حکم میں دو آیتوں کے ہیں۔ چنانچہ ہم نے صیغہ مبالغہ مادون العشرہ پر محمول کر لیا ہے اور تخفیف والی قرات کو دس روز پورے ہونے پر محمول کر لیا ہے اور فابھی صرف ارتباط کے لئے ہے بغیر معنی تاخیر کے۔ نیز ہم اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ طہارت صرف غسل ہی سے ہوتی ہے کبھی طہارت بالایام بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ مقصود بندش حیض کا اطمینان ہے اور وہ بلاشبہ پورے دس (۱۰) روز میں ہو جاتا ہے اور بعض کا طہارت کے لفظ سے غسل سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ طہارت کا اطلاق خلاف طمٹ پر کیا جاتا اور امرأۃ طاهر و نساء طواھر بولتے ہیں اور مراد منقطع الدم لیتے ہیں۔

محل ذر عکم یعنی بخذف المضاف ہے۔ علامہ زنجشیری کی رائے پر اس کو مجاز یا استعارہ بالکنایہ کہا جاسکتا ہے انی یہ تین معنی میں استعمال ہوتا ہے بمعنی کیف جیسے انی یحییٰ ہذہ اللہ اور بمعنی این جیسے انی لک لہذا اور بمعنی متی آیت کی تفسیر تینوں طریقہ پر کی گئی ہے اول کی تخریج ابن جریر نے ابن عباس سے کی ہے اور دوسرے کی ربیع بن انس اور تیسرے کی ضحاک سے اور ابن عمر وغیرہ نے تخریج کی ہے کہ انی بمعنی حیث ہے۔ اس لئے فقہاء نے اس کو مشکل الفاظ میں شمار کیا ہے۔

احول پتلیوں کا پھر جانا جس کو بھیگا کہتے ہیں۔ الحرث زمین میں بیج ڈالنا۔ یہ ما قبل مبتداء کی خبر ہے۔ بخذف المضاف ای مواضع الحرث یا مجازاً تشبیہ بلیغ کے طور پر محمول ہے۔ نساء کم حرث لکم یہ جملہ بیان ہے فاتوھن من حیث امرکم اللہ کا۔

رابط: اس آیت میں انیسواں (۱۹) حکم حائضہ عورت سے متعلق ہے۔

شان نزول: امام مسلم و ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ یہود اپنی عورتوں سے بزمانہ حیض بالکلیہ یکسوئی اختیار کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، مجامعت سب ترک کر دیتے تھے۔ نصاریٰ کا حال روایات یہود کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سب کچھ علیٰ حالہ کرتے رہتے تھے۔ حالت حیض اور غیر حیض میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ گویا ایک قوم افراط اور دوسری تفریط میں مبتلا تھی۔ ثابت بن الدحداد اور دوسرے صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے اس صورت حال کا ذکر کر کے حکم دریافت کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اصنعوا کل شی الا النکاح ای الوطی۔

علیٰ ہذا حضرت جابر کی روایت ہے کہ یہود کا خیال یہ تھا کہ اگر وطی من جانب الدبر کی جائے تو بچہ بھیگا پیدا ہوتا ہے اس پر آیت نساء کم حرث لکم نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: بحالت حیض یہود و نصاریٰ کی معاشرتی بے راہ روی: اسلامی حکم اس بارہ میں

کس قدر جامعیت اور تمام پہلوؤں کی رعایت اور اعتدال لئے ہوئے ہے کہ نہ یہود و مجوس کی طرح عورت کو ناپاک ملنے جلنے اور چھونے کے ناقابل سمجھا گیا اور نہ عیسائیوں کی طرح گھلنے ملنے کو روا رکھا گیا۔ بلکہ اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ اس زمانہ میں زن و شوئی کے معاملات مضر اور انظافت و طہارت کے خلاف ہوں گے۔ فطرت نے دونوں کے باہم ملنے اور وظیفہ زوجیت ادا کرنے کا جو دستور ٹھہرایا ہے اس کی پابندی ہونی چاہئے اس کے علاوہ حق تعالیٰ کسی دوسرے طریقہ کو پسند نہیں فرماتے۔ اس سلسلہ میں لوگوں نے جو طرح طرح کی توہم پرستیاں اور پابندیاں لگا رکھی ہیں ان کی کوئی حقیقت و اصلیت نہیں ہے۔ فطری طریقہ پر جس طرح چاہو یہ کاروائی کر سکتے ہو۔

اسلامی معتدل احکام: فقہاء نے جو احکام اس حالت کے مناسب آیت سے مستنبط کئے ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں یسین کے نزدیک ناف سے لے کر زانو تک عورت کے بدن کو ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ ہم

بستری۔ امام محمد کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق شعار دم مستثنیٰ ہیں البتہ (۱) حیض کی اکثر مدت دس دن اگر گزر چکے ہوں تو بلا غسل بھی صحبت کی اجازت ہے اور دس (۱۰) دن سے کم میں بندش ہوئی تو اس کی دو (۲) صورتیں ہیں (۲) اگر عادت کے مطابق دن پورے ہو چکے ہیں مثلاً پانچ یا سات روز کی عادت تھی وہ پوری ہو گئی ہے تو بلا غسل بھی صحبت کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ ایک نماز کا مکمل وقت گزر چکا ہو (۳) دس (۱۰) روز سے کم اور عادت سے بھی کم دن گزرے ہوں تو عادت کا وقت پورا ہوئے بغیر صحبت جائز نہیں ہے اور پہلی دو صورتوں میں غسل کے بعد بدرجہ اولیٰ صحبت جائز ہوگی۔ اگر غلبہ شہوت میں کسی سے یہ حرکت ہو گئی ہو تو اس کو خوب اچھی طرح توبہ کرنی چاہئے اور صدقہ بھی کچھ دے دیا جائے تو عمدہ ہے۔ پاخانہ کے مقام سے بیوی سے بھی ہمبستر ہونا قطعاً حرام ہے۔

شیعی معاشرت:..... فقہاء نے لفظ انسی کو الفاظ مشککہ میں شمار کیا ہے۔ اہلسنت نے سیاق و سباق پر نظر کرتے ہوئے اس کو کیف کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی تعیم احوال کے لئے ہے۔ ماتی اور مقام میں تعیم نہیں کی ہے برخلاف روافض اور شیعہ کے وہ انی کو این کے معنی میں لے رہے ہیں اور تعیم مکان کا ارادہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حرث و طہارت اس کی اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ موضع حرث نہیں ہے جو خلاف نظافت و طہارت ہے اور اجازت دی جا رہی ہے موضع حرث کی جس میں افزائش نسل کی طرف اشارہ ہے۔ بہر حال لواطت بیوی سے بھی حرام ہے۔ اسی لئے فقہاء نے کہا ہے کہ لواطت کرنے والے یا حیض میں صحبت کرنے والے کو اگر کوئی قتل کر دے تو یہ اتنے بڑے گناہ ہیں کہ قاتل پر قصاص وغیرہ بھی واجب نہیں ہوگا۔ لیکن حرام لغیرہ ہونے کی وجہ سے فقہاء نے ایسے واطی کو محصن کہا ہے اور زوج اول کے لئے اس کو محلل بھی مانا ہے حتیٰ کہ اس کو محصن ہونے کی وجہ سے قابلِ رحم بھی مانا جائے گا اور اس پر جھوٹی تہمت لگانے والے پر حد قذف بھی جاری کی جائے گی۔

لواطت کی برائی اور اس کے احکام:..... بعض علماء نے حرمت لواطت کو حرمت حیض پر قیاس کیا ہے کیونکہ دونوں میں مشترک علت "اذی" ہے۔ ممکن ہے اس پر یہ اعتراض ہو کہ قیاس کی اس وقت اجازت ہوتی ہے جبکہ مقیاس میں نص موجود نہ ہو اور واطی کے باب میں دوسری آیت موجود ہے اتاتون الرجال شہوة من دون النساء لیکن کہا جائے گا کہ آیت میں صراحتاً جس لواطت کا ذکر ہے وہ لواطت من الرجال ہے۔ اور جس لواطت کو قیاس کیا جا رہا ہے وہ لواطت من النساء ہے۔ اسی لئے دونوں میں فرق ہے۔ لواطت من الرجال قطعاً حرام ہے۔ حنفیہ کے نزدیک واجب التعزیر اور شواہع کے نزدیک حد زنا کا مستوجب ہوگا۔ اس کے حلال سمجھنے والے کو کافر کہا جائے گا اور یہی حالت لواطت من الاجنبیہ کا ہے۔ اسی طرح بیوی سے بحالت حیض صحبت کو حلال سمجھنے والا بھی کافر۔ کیونکہ حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ البتہ بیوی سے لواطت کا یہ حکم نہیں ہے کہ اس کی حرمت ظنی ہے۔

بعض شبہات کا ازالہ:..... اور چونکہ حرث کا اطلاق مطلق استمتاع کے لحاظ سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ صرف ایوان کے لحاظ سے حرث کہا گیا ہے اس لئے الامناء فی الساق والفخذ پر شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ عرفا وہ واطی نہیں کہلاتے اور چونکہ انی بمعنی این نہیں ہے۔ جو تعیم مکان کے لئے آتا ہے اور بلکہ کیف اور متی کے معنی میں ہے۔ اس لئے بھی امناء مذکور پر شبہ کو کوئی تقویت نہیں ملتی۔ اس مقام پر ایک شبہ یہ گزر سکتا ہے کہ جس طرح علت اذی کی وجہ سے واطی بحالت حیض ناجائز ہے۔ بحالت استحاضہ بھی اسی وجہ سے ناجائز ہونی چاہئے۔ لیکن کہا جائے گا کہ بعض دفعہ استحاضہ دائمی ہو جاتا ہے۔ اگر اس حالت میں بھی ناجائز کر دیا تو سخت حرج واقع ہو جاتا ہے اور شریعت میں حرج مدفوع ہے اس لئے استحاضہ میں اذی کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ اِي الْحَلْفِ بِهِ عُرْضَةً لَا اِيْمَانِكُمْ اَي نَصْبًا لَهَا بِاَنْ تُكْتَرُوا الْحَلْفَ بِهِ اَنْ لَا تَبْرُوا
وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ط فَتُكْرَهُ الْبِعْسُ عَلَى ذَلِكَ وَيُسْنُ فِيهِ الْحِنْثُ وَيُكْفَرُ بِخِلَافِهَا عَلَى فِعْلِ
الْبِرِّ وَنَحْوِهِ فَهِيَ طَاعَةٌ الْمَعْنَى لَا تَمْتَنِعُوا مِنْ فِعْلِ مَا ذَكَرَ مِنَ الْبِرِّ وَنَحْوِهِ اِذَا حَلَفْتُمْ عَلَيْهِ بَلِ اِتَّوَهُ وَكَفَرُوا
لَاَنْ سَبَبَ نَزْوُلِهَا الْاِمْتِنَاعُ مِنْ ذَلِكَ وَاللَّهُ سَمِيعٌ لِقَوْلِكُمْ عَلَيْهِ ﴿۲۲۳﴾ بِاِحْوَالِكُمْ لَا يُوَاخِذُكُمْ اللَّهُ
بِاللَّغْوِ الْكَاثِرِ فِي اِيْمَانِكُمْ وَهُوَ مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ اللِّسَانُ مِنْ غَيْرِ قَصْدِ الْحَلْفِ نَحْوُ لَا وَاللَّهِ وَبَلَى وَاللَّهِ
فَلَا اِثْمَ فِيهِ وَلَا كَفَّارَةَ وَلَكِنْ يُوَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ط اَي قَصْدَتُهُ مِنَ الْاِيْمَانِ اِذَا حَنَثْتُمْ وَاللَّهُ
غَفُورٌ لِمَا كَانَ مِنَ اللَّغْوِ حَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾ بِتَاخِيرِ الْعُقُوبَةِ عَنْ مُسْتَحِقِّهَا لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ اَي
يَحْلِفُونَ اَنْ لَا يُجَامِعُوْهُنَّ تَرَبُّصٌ اِنْتَظَارٌ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ط فَاِنْ فَاءٌ وَرَجَعُوا فِيْهَا اَوْ بَعْدَهَا عَنِ الْيَمِيْنِ
اِلَى الْوَطْئِ فَاِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ لَّهُمْ مَا اَتَوْهُ مِنْ ضَرْرِ الْمَرْأَةِ بِالْحَلْفِ رَحِيمٌ ﴿۲۲۵﴾ بِهِمْ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ
اَي عَلَيْهِ بِاَنْ لَمْ يَفِيْتُوا فليُوقِعُوْهُ فَاِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ لِقَوْلِهِمْ عَلَيْهِ ﴿۲۲۶﴾ بِعَزْمِهِمُ الْمَعْنَى لَيْسَ لَّهُمْ بَعْدَ تَرَبُّصٍ
مَا ذَكَرَ اِلَّا الْفَيْئَةُ اَوْ الطَّلَاقُ

ترجمہ: اور اللہ کے نام کو مت بناؤ (یعنی اللہ کی قسم کو) حجاب اپنی قسموں کے ذریعہ (یعنی قسموں کو آڑ نہ بناؤ کہ اللہ کے نام کی
بکثرت قسمیں کھاؤ) کہ تم نیکی اور تقویٰ اور اصلاحی کام نہ کر سکو (ان باتوں پر قسمیں کھانا مکروہ ہے اور کھالی جائیں تو قسموں کو توڑ کر کفارہ
ادا کر دینا مسنون ہے اور ان کاموں کے خلاف نیک جانب کو اختیار کرے کہ یہ طاعت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان قسموں کی وجہ سے ان
نیک کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ بلکہ ان کو کر کے کفارہ ادا کر لیا کرو۔ اس آیت کا سبب نزول ان کاموں سے رکاوٹ ڈالنا تھا) اور اللہ
تعالیٰ (تمہارے اقوال) سب کچھ سنتے ہیں (اور تمہارے احوال) سب کچھ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم پر دارو گیر نہیں فرمائیں گے۔ بیکار
باتوں پر جو تمہاری قسموں میں (ہونے والی) ہیں (یہیں لغو کہتے ہیں بلا ارادہ زبان پر قسموں کا جاری ہونا۔ جیسے لا واللہ اور بلی واللہ ان
میں نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ کفارہ لازم ہے) البتہ دارو گیر فرمائیں گے اس پر جس میں تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہے (یعنی ارادہ سے قسم
کھا کر توڑ دیں) اور اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں (لغو یمن کی برائی کو) بردبار ہیں (کہ مستحق کی سزا کو مؤخر رکھا ہے) جو لوگ قسم
کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیویوں کے پاس جانے سے (یعنی صحبت نہ کرنے پر حلف کر لیتے ہیں) ان کے لئے چار مہینے کی مہلت (انتظار ہے)
چنانچہ اگر یہ لوگ رجوع کر لیں (مدت کے اندر یا بعد حلف سے رجوع کر کے ارادہ و طی کر لیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے والے
ہیں (جو کچھ انہوں نے قسم کھا کر بیوی کو نقصان پہنچایا ہے) ان پر رحم فرمانے والے ہیں اور اگر بالکل ہی چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے
(یعنی رجوع نہیں کرنا چاہتے تو ان کو طلاق واقع کر دینی چاہئے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان کی بات) سننے والے (ان کے ارادوں سے)
واقف ہیں (حاصل یہ ہے کہ اس انتظار کے بعد ان کے لئے بجز رجوع یا طلاق کے کوئی چارہ نہیں ہے۔)

تحقیق و ترکیب: العرضة بروزن فعلة بمعنى مفعول مثل قبضة وعرفة باب نصر یا ضرب سے عرض الشئ اذا جعله

معتراضاً۔

ایمان جمع یمین بمعنی قسم لام تعلیل کا ہے۔ نصبا یعنی مثل علم منصوب کے قابل اعتماد۔

بان تکثروا یہاں مفسر کو لفظ او استعمال کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ یہ دوسری تفسیر کی طرف اشارہ ہے۔ ان تباروا مفسر جلال محقق نے لا مقدر مانا ہے اور دوسرے اکثر مفسرین لا مقدر نہیں مانتے اور لام کی تقدیر کرتے ہیں ای لان تباروا اور یہ لا تجعلوا فعل کا صلہ ہو جائے یا لفظ عرضۃ کا صلہ بن جائے ای لا تجعلوا اللہ حاجزاً لاجل حلقکم بہ عن البر والتقویٰ والصلاح۔

علی ذلک یعنی مذکورہ پر قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ اس صورت میں عرضۃ سے مراد یا ما یعرض اور ایمان سے مراد امور مخلوق اور ان تباروا عطف بیان ہے۔ ویسن حدیث مسلم ہے۔ اذا حلفت علی یمین فرایت غیرہا خیر امنہا فکفر عن یمینک فات الذی ہو خیر۔

وہو ما یسبق یمین لغوی کی یہ تشریح مفسر نے اپنے شافعی مذہب کی رعایت سے کی ہے۔ امام اعظم کے نزدیک یمین لغوی کے معنی یہ ہیں کہ زمانہ ماضی پر کسی بات کو صحیح سمجھتے ہوئے قسم کھالینا اور فی الواقع وہ خبر غلط ہو یا بلا ارادہ جھوٹی قسم زبان سے نکل گئی اور مختار میں زمانہ حال کا بھی اضافہ کیا ہے یعنی آئندہ بات پر بلا ارادہ قسم نکل گئی اور اس پر نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ یعنی ساقط الاعتبار ہے۔

ای قصدتہ یمین غموس اور یمین منعقدہ دونوں ہی ہیں۔ ارادہ ہوتا ہے لیکن یمین منعقدہ میں شوافع اور احناف دونوں کے نزدیک کفارہ اور گناہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ البتہ یمین غموس میں شوافع کے نزدیک کفارہ ہے اور احناف کے نزدیک صرف گناہ ہے کفارہ نہیں ہے۔ یمین منعقدہ کی حقیقت یہ ہے کہ آئندہ کام پر قصد قسم کھائے اور یمین غموس زمانہ ماضی پر جھوٹی قسم کھانا۔

یؤلون، ایلاء لغت یمین کو کہتے ہیں اور شریعت میں چار مہینے یا اس سے زائد بیوی سے ترک صحبت پر قسم کھانے کو کہتے ہیں۔ اور قسم بھی خدا یا اس کے نام یا صفت کی معتبر ہوگی۔ لیکن غیر اللہ کی اگر قسم کھالی جائے۔ مثلاً بیت اللہ، کعبۃ اللہ، نبی اللہ، کی تو وہ معتبر نہیں ہیں اور موجب کفارہ نہیں بلکہ ایسی قسمیں مکروہ ہیں۔ امام شافعی تو ایسی قسموں کے بارہ میں معصیت ہونے کا خطرہ ظاہر فرماتے ہیں اور رازی تو کفر کا اندیشہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر عوام کا خیال پیش نظر نہ ہوتا کہ وہ معانی کی طرف متفت نہ ہوتے تو میں اس کو شرک قرار دے دیتا کما فی الحدیث من حلف بغير اللہ فقد اشرك باللہ۔

لقولہم یعنی قول طلاق کو اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں۔ یہ تفسیر امام شافعی، امام مالک، امام احمد کی رائے کے موافق کی ہے ان حضرات کے نزدیک مدت ایلاء گزرنے کے بعد یا طلاق دی جائے گی یا رجوع کیا جائے گا محض مدت گزرنا کافی نہیں ہوگا۔ سمع کا تعلق قول سے ہوتا ہے اور مدت مسموع نہیں ہوا کرتی۔

اور فان فاؤ کی فاعتقیبہ ہے یعنی رجوع مدت کی ہونا چاہئے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجوع مدت کے اندر ہوتا ہے بعد میں سوال ہی باقی نہیں رہتا اور طلاق خود بخود ہو جائے گی واقع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رہا فاؤ تعقیب ذکر کی کیلئے ہے جو جملوں پر تفصیل بعد الاجمال کیلئے آتی ہے ای فان رجعوا فی المدة اور عبد اللہ بن مسعود کی قرأت میں فان فاء وافیہن بھی اسی کی موید ہے اور سمیع کا تعلق ایلاء کے ساتھ ہے کہ یہ بقصد ضرر ایلاء کیا گیا ہے یا نہیں۔

فاء وا امرئہ بولتے ہیں یعنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور بیوی سے رجوع کیا عن اور الی کے ذریعہ تعدیہ ہوتا ہے یتفییوا ظلالة عن الیمین اور تفی الی امر اللہ ایسے ہی مفسر علام نے عزموا کے بعد علیہ نکال کر اشارہ کر دیا کہ عزم تعدی علی کے ساتھ ہے۔

رابطہ: آیت لا تجعلوا میں نیکی سے رکنے کیلئے قسموں کا بیسوں (۲۰) حکم مذکور ہے۔ آیت لا یؤاخذکم میں جھوٹی قسموں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہ اکیسواں (۲۱) حکم ہے۔ آیت للذین یؤلون میں بائیسواں حکم ایلاء سے متعلق ہے۔

شانِ نزول:..... ابن جریر کی روایت یہ ہے کہ آیت لاتجعلوا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت مسطح کی شان میں نازل ہوئی۔ جبکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے واقعہ افاک کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ پر زبان درازی کرنے کی وجہ سے مسطح کے ساتھ نیک سلوک نہ کرنے کی قسم کھالی تھی اور روح المعانی میں اس آیت کو عبداللہ بن رواحہؓ کے متعلق نازل ہونا ذکر کیا گیا ہے جبکہ انہوں نے اپنے بہنوئی نعمان بن بشیر کے بارہ میں قسم کھائی تھی کہ ان سے بات چیت نہیں کریں گے۔

﴿تشریح﴾:..... قسم کی اہمیت اور اس کا مقصد:..... قسم کا مقصد کسی کام سے مؤکد طریقہ پر روکنا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ کے نام کو حجاب کا ذریعہ بنا لیا جاتا ہے۔ کسی نیک کام سے روکنا تو ویسے بھی برا تھا چہ جائیکہ اللہ کے نام کو برائی کا ذریعہ بنا لیا جائے یہ تو نہایت درجہ فتنج ہوگی۔ حالانکہ اللہ کے نام سے تو اور زیادہ نیک کام کرنے چاہئیں تھے گویا اللہ تعالیٰ کے نام کو الٹا استعمال کیا گیا ہے۔

قسم کی قسمیں اور احکام:..... بے معنی اور لغو قسمیں جو گزری ہوئی بات پر بلا ارادہ یا بالارادہ جھوٹ کو سچ سمجھ کر کھالی جائیں یا آئندہ بات پر کہنا چاہتا تھا کہ کچھ اور زبان سے نکل گئی قسم تو وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی ان پر نہ کچھ گناہ اور نہ کفارہ۔ اسی طرح اگر گزری ہوئی بات پر جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھالی جائے تو اس پر مواخذہ یعنی گناہ اگرچہ ہے۔ کہ آیت میں ان دونوں چیزوں کو فرمایا گیا ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک ایسی قسم پر کفارہ نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اس ”یمین غموس“ کو یمین لغو بھی کہہ سکتے ہیں۔ البتہ قسم کی تیسری قسم یمین منعقدہ ہے کہ زمانہ آئندہ کے لئے کسی کام پر جھوٹی قسم کھا جائے یعنی اس کو پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ اس کا بیان آیت ماندہ میں آئے گا۔ بالاتفاق اس پر گناہ بھی ہے اور کفارہ بھی۔

تین قسم کی قسم:..... حاصل یہ کہ غموس تو ہمیشہ ماضی پر ہوتی ہے اور منعقدہ ہمیشہ آئندہ کام پر ہوتی ہے اور لغو کبھی ماضی پر ہوتی ہے اور کبھی مستقبل پر۔

ولائل طرفین:..... نیز لغو اور منعقدہ کے حکم میں سب کا اتفاق ہے۔ صرف لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ البتہ غموس کے حکم میں حنفیہ اور شوافع کا اختلاف ہے یعنی اس کے گناہ ہونے پر دونوں متفق ہیں۔ البتہ کفارہ کے بارہ میں حنفیہ اس کو لغو میں شمار کرتے ہیں اور گناہ میں منعقدہ کی ساتھ اور شوافع گناہ اور کفارہ دونوں میں اس کو منعقدہ ہی کے ساتھ شمار کرتے ہیں۔ انہوں نے ولکن یؤاخذکم بما عقدتم کو یمین غموس اور منعقدہ دونوں پر معمول کیا ہے اور جو سزا آیت ماندہ میں گناہ اور کفارہ کی ہے وہ دونوں میں جاری کی ہے اور حنفیہ اس آیت پر ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم کو بھی غموس اور یمین منعقدہ پر محمول کر کے مواخذہ کا حکم دیتے ہیں اور مواخذہ سے مراد عذاب اخروی ہے تو اس آیت سے دونوں میں گناہ کا ہونا معلوم ہوا۔ اب رہ گئی آیت ماندہ اس میں کفارہ کا بیان یمین منعقدہ کے ساتھ مختص ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ مخصوص رہے گا۔

ایلاء کی اصلاح:..... آیت ایلاء کے سبب نزول کے سلسلہ میں علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کسی وجہ سے بیوی کی طرف اگر میلان نہیں ہوتا تھا اور اپنی غیرت کی وجہ سے اس کو چھوڑنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح عورت معلقہ اور ادھر لٹکی رہتی تھی اور اس کی زندگی تنگ رہتی۔ ایلاء میں اس صورت حال کی اصلاح کی گئی ہے اور ہدایہ سے اس کے خلاف مضمون معلوم ہوتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایلاء کو طلاق معجل سمجھا جاتا تھا اسلام نے اس کی تاجیل بیان کر دی۔

ایلاء کی قسمیں مع احکام:..... ایلاء کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) چار مہینے سے کم مدت کی قسم کھائے۔ چاہے آدھا دن ہی کم ہو (۲) چار مہینے مدت کی قید لگا کر حلف کرے (۳) چار مہینے سے زیادہ مدت کی قسمیں کر کے قسم کھائی جائے (۴) بلا تعیین مدت قسم کھائی جائے۔ اس صورت میں ایلاء شرعی نہیں ہوتا۔ اس صورت میں نہ بیوی ہاتھ سے جائے گی اور نہ کفارہ دینا پڑے گا۔ البتہ اگر قسم توڑے گا تو اس کا کفارہ دینا پڑے گا اور باقی تینوں صورت میں ایلاء ہو جائے گا۔ چنانچہ دو نقصان میں سے ایک نقصان ضرور ہوگا۔ اگر قسم پوری کر لی تو بیوی ہاتھ سے جائے گی اور بیوی کو بچانے کے لئے قسم کو توڑ دیا تو کفارہ دینا پڑے گا۔ بیوی کے علیحدہ ہو جانے کی صورت میں دونوں رضامند ہوں تو بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔

وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ أَى لِيَنْتَظِرْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ عَنِ النِّكَاحِ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۖ تَمُصِي مِنْ حَيْثُ الطَّلَاقِ جَمْعُ قُرءٍ يَفْتَحُ الْقَافِ وَهُوَ الطَّهْرُ أَوْ الْحَيْضُ قَوْلَانِ وَهَذَا فِي الْمَدْخُولِ بِهِنَّ أَمَا غَيْرُهُنَّ فَلَا عِدَّةَ لَهُنَّ لِقَوْلِهِ تَعَالَى فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا وَفِي غَيْرِ الْأَيْسَةِ وَالصَّغِيرَةِ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالْحَوَامِلُ فَعِدَّتُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ كَمَا فِي سُورَةِ الطَّلَاقِ وَالْإِمَاءُ فَعِدَّتُهُنَّ قِرَانِ بِالسَّنَةِ وَأَيَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ مِنَ الْوَالِدِ وَالْحَيْضِ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَبُعُولَتُهُنَّ أَرَوَاهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ أَى بِمُرَاجَعَتِهِنَّ وَلَوْ أَبَيْنَ فِي ذَلِكَ أَى فِي زَمَنِ التَّرَبُّصِ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا بَيْنَهُمَا لِأَضْرَارِ الْمَرْأَةِ وَهُوَ تَحْرِيطٌ عَلَى قَصْدِهِ لَا شَرْطَ لِجَوَازِ الرَّجْعَةِ وَهَذَا فِي الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ وَاحِقٌ لَا تَفْضِيلَ فِيهِ إِذْ لَأَحَقُّ لِغَيْرِهِمْ فِي نِكَاحِهِنَّ فِي الْعِدَّةِ وَلَهُنَّ عَلَى الْأَزْوَاجِ مِثْلُ الَّذِي لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحُقُوقِ بِالْمَعْرُوفِ ۖ شَرْعًا مِنْ حُسْنِ الْعَشْرَةِ وَتَرْكِ الضَّرْرِ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۖ فَضِيلَةٌ فِي الْحَقِّ مِنْ وَجُوبِ طَاعَتِهِنَّ لَهُمْ لِمَا سَاقَوْهُ مِنَ الْمَهْرِ وَالْإِنْفَاقِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ فِي مُلْكِهِ حَكِيمٌ ﴿۲۲۸﴾ فِيمَا دَبَّرَهُ لِخَلْقِهِ

ترجمہ:..... اور طلاق دی ہوئی عورتیں روکے رکھیں (یعنی انتظار کریں) اپنے آپ کو (نکاح سے) تین طہر تک (جو طلاق کے وقت سے شروع ہو قروء جمع ہے قراء کی قاف کی فتح کے ساتھ۔ مراد اس سے طہر ہے یا حیض دو قول ہیں۔ یہ حکم مدخولہ کے بارہ میں ہے اور غیر مدخولہ کی کوئی عدت نہیں ہے۔ آیت فمالکم علیہن من عده تعددونہا کی وجہ سے بزائے اور صغیرہ نہ ہوں کہ ان کی عدت تین تین مہینے ہے۔ نیز حاملہ نہ ہوں کہ ان کی عدت وضع حمل ہے۔ آیت طلاق فعدتہن ان یضعن حملہن کی وجہ سے نیز باندیاں نہ ہوں کہ حدیث کی رو سے ان کی عدت دو (۲) حیض ہیں) اور ان عورتوں کے لئے حلال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا اس کو پوشیدہ رکھیں (یعنی بچہ یا حیض) اگر وہ عورتیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں اور ان عورتوں کے شوہر (خاوند) ان کے پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں (اگر عورتیں رضامند نہ ہوں تب بھی رجوع کر سکتے ہیں) اس عدت کے اندر (زمانہ انتظار میں) بشرطیکہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں (آپس میں نہ یہ کہ عورت کی ضرور پہنچانے کی نیت سے لوٹانا ہو۔ یہ جملہ اصلاحی ترغیب

کے لئے ہے۔ جو از رجعت کی شرط نہیں ہے اور یہ حکم رجوع طلاق رجعی میں ہے اور احق میں تفصیل مقصود نہیں ہے کیونکہ زمانہ عدت میں خاوند کے علاوہ دوسروں کو رجوع کا حق ہے ہی نہیں) اور ان عورتوں کے حقوق بھی (شوہروں پر) مثل ان حقوق کے ہیں جو مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ دستور (شرعی) کے مطابق (کہ خوش معاملگی ہونی چاہئے نقصان پہنچانے کی نیت نہ ہونی چاہئے وغیرہ) اور مردوں کا درجہ عورتوں کے مقابلہ میں کچھ بڑھا ہوا ہے (حق بزرگی کے لحاظ سے کہ عورتوں پر مردوں کی اطاعت مہر وغیرہ اخراجات کی وجہ سے واجب ہے) اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے (اپنے ملک میں) اور حکیم بھی ہیں (مخلوق کی تدبیر میں)

تحقیق و ترکیب: یتربصن مفسر علام نے اشارہ کر دیا ہے کہ خبر معنی میں امر کے ہے۔ مبالغۃً امتثال حکم کیلئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

ثلاثة قروء ممیز یعنی قروء جمع کثرت ہے قلت کے موقع پر استعمال کر لیا گیا ہے چنانچہ جمع قلت و کثرت تو سعا ایک دوسرے کے مواقع پر استعمال ہوتی ہیں اور یا قراء جمع قلت کی قلیل الاستعمال اور قروء کے کثیر الاستعمال ہونے کی وجہ سے اول کو ترک اور ثانی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور ثلاثة منصوب بر بناء مفعولیت ہے بتقدیر مضاف ای یتربصن مضی ثلاثة قروء۔ یا منصوب بناء بر ظرفیت کے ہے۔ ای یتربصن مدة ثلاثة قروء۔ یہ لفظ مشترک ہے۔ طہر اور حیض دونوں کے معنی آتے ہیں اول قول امام مالک و امام شافعی کا ہے اور ثانی قول امام احمد کا ہے۔ دلائل طرفین کے پاس ہیں۔

بالسنة ابو داؤد کی روایت ہے طلاق الامة تطليقتان وعدتها حیضتان چنانچہ حدیث مذکور لفظ قروء حیض کے معنی لینے میں حنفیہ کا مستدل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے باندی کی عدت صراحةً حیضتان فرمائی۔ معلوم ہوا کہ آزاد عورت مدخول کی عدت "ثلاثة قروء" سے مراد بھی تین حیض ہیں۔ گویا حدیث نے مشترک لفظ کے ایک معنی کی تعیین کی۔ مفسر جلال کیلئے لفظی روایت چونکہ مضرتھی اس لئے شاید روایت بالمعنی کر دی ہے۔

من الولد او الحیض یعنی اگر حاملہ ہے تو حمل کو اور حائضہ ہے تو حیض کو ظاہر کر دے۔ وبعولتھن بعول جمع بعول اور تازاند ہے اور امثلہ سماعی ہیں۔ ضمیر مؤنث مطلقات رجعی کی طرف راجع ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ الطلاق مرتن آگے آ رہا ہے۔ گویا ضمیر مطلقہ کے بعض افراد کی طرف راجع ہے۔ ولو ابین کی ضمیر مطلق نساء کی طرف راجع ہے۔ یہاں ضمیر خاص اور مرجع عام ہے۔ احق یعنی اس میں تفصیل کا مفہوم نہیں ہے کہ ایک مفضل دوسرا مفضل علیہ ہے یعنی شوہر کو بھی حق ہو اور شوہر کے علاوہ بیوی وغیرہ کو بھی حق ہو اور زیادہ حق شوہر کا ہو۔ مطلب نہیں ہے بلکہ حق صرف شوہر کا ہے یہ لفظ الشتاء ابرد من الصیف کی طرح ہے۔ یعنی صرف برودت مراد ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ گرمی بھی ٹھنڈی ہوتی ہے مگر موسم سرما موسم گرما کے مقابلہ میں زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ مبالغۃً صیغہ تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور یا یہ معنی ہیں کہ انہم احق بالرجعة منہن۔

بالاباء وللرجال رجل کے لفظ میں غلبہ کے معنی ہونے کی وجہ سے اس کو ذکر کیا ہے اور بجائے ضمیر کے اسم ظاہر لائے تاکہ اس کی مزیت و شرف معلوم ہو جائے۔

رابط: اس آیت میں تیسواں (۲۳) اور چوبیسواں (۲۴) حکم مطلقہ کی عدت کے بارہ میں ہے۔

شان نزول: اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ کہتی ہیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ان کو طلاق ہوئی اور مطلقہ کے لئے کوئی عدت نہیں تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت کیلئے والمطلقات یتربصن نازل فرمائی۔

﴿تشریح﴾: نکاح اور طلاق میں مرد و عورت کی حیثیت: اس آیت میں طلاق کے احکام اور ازدواجی زندگی میں عورت کی حق تلفی جن باتوں سے ہو سکتی ہے ان کا انسداد مقصود ہے۔ مثلاً طلاق کی عدت کا ایک مناسب زمانہ مقرر کر کے نکاح کی اہمیت، نسبت کے تحفظ اور عورت کے نکاحِ ثانی کی سہولتوں کا انتظام کر دیا گیا اور یہ بات بھی واضح کی جا رہی ہے کہ طلاق کے بعد اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو وہی حقدار ہے کیونکہ شرعاً میل ملاپ مطلوب ہے نہ کہ افتراق۔ نیز یہ اصل عظیم بھی واضح کر دی گئی ہے کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔ البتہ نوعیتِ حقوق میں فرق ہے کہ مرد کی بالادستی عورت پر ناقابل انکار حیثیت ہے گویا ساری خانگی زندگی کا نچوڑ ان دو لفظوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اگر مرد و عورت کی یہ حیثیتیں پیش نظر نہ رہیں کہ ایک گارڈ ہے اور دوسرا ڈرائیور، تو زندگی کی گاڑی بلا کٹکٹ کھینچ سکتی ہے۔

احکامِ حیض: (۱) آیت میں یہ عدت ایک خاص قسم کی مطلقہ کے لئے بیان کی جا رہی ہے۔ جس کی طرف جلالِ محقق نے پورے اشارات کر دیئے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک خلوتِ صحیحہ بھی ہمبستری کے حکم میں ہے۔ یعنی جس عورت کو خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق ہوتی ہو اس کی عدت بھی وہی ہے جو مذکورہ مذکورہ کی ہے۔

(۲) جو عورت جو ان غیر حاملہ ہو مگر مرضِ احتباس کی وجہ سے اس کو حیض نہ آتا ہو تو اس کے احکام کتبِ فقہ میں موجود ہیں۔

(۳) شرعی باندی کو اگر پیرانہ سالی یا کم عمری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

(۴) عدت کے اندر کسی دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں ہے۔

(۵) مطلقہ پر اپنے حمل یا حیض کا اظہار ضروری ہے تاکہ عدت کے حساب میں گڑ بڑ نہ ہو۔

(۶) طلاقِ رجعی میں رجعت دونوں طریقے سے حنفیہ کے نزدیک ہو سکتی ہے۔ زبان کے کہنے سے بھی کہ ”میں نے اپنی بیوی سے رجعت کی“ اور عمل سے بھی کہ بوس و کنار وغیرہ دوائی جماع یا صحبت کر لی جائے۔ رجعت کے بعد پہلا ہی نکاح قائم رہتا ہے۔ تجدید کی ضرورت نہیں۔

عورت و مرد کے خاص حقوق: عورت کے خاص حقوق مرد پر یہ ہیں کہ اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق اس کیلئے کھانے، کپڑے، رہنے کا بندوبست کرے۔ تنگ نہ کرے، مہر ادا کرے، اور عورت کے ذمہ مرد کے خاص حقوق یہ ہیں کہ وہ اس کی اطاعت و خدمت کرے، حکمِ عدولی، نافرمانی نہ کرے۔ تو جہاں تک نفسِ حقوق کے واجب ہونے کا تعلق ہے دونوں برابر ہیں۔ البتہ دونوں کی نوعیت کا فرق ان کی تفصیلات ہی سے واضح ہے۔

الطَّلَاقُ اَبَى التَّطْلِيْقِ الَّذِي يُرَاجِعُ بَعْدَهُ مَرَّتَيْنِ مِّنْ اَيِّ اِثْنَانِ فَاِمْسَاكٌ اَيُّ فَعَلَيْكُمْ اِمْسَاكُهُنَّ بَعْدَهُ بِاَنْ تَرَاجِعُوهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ مِّنْ غَيْرِ ضِرَارٍ اَوْ تَسْرِيْحٍ اَوْ اِرْسَالٍ لَّهُنَّ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اِيْهَا الْاَزْوَاجُ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اَتَيْتُمُوْهُنَّ مِنْ الْمَهْوَرِ شَيْئًا اِذَا طَلَّقْتُمُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَيُّ الزَّوْجَانِ اِلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اَيُّ لَا يَاْتِيَا بِمَا حُدِّدَ لَهُمَا مِنَ الْحُقُوْقِ وَفِي قِرَاءَةِ يَّخَافَا بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ فَاَنْ لَا يُقِيْمَا بَدْلًا اِسْتِمَالٍ مِنَ الضَّمِيْرِ فِيْهِ وَقُرِيْ بِالْفَوْقَانِيَةِ فِي الْفِعْلَيْنِ فَاِنْ خِفْتُمْ اِلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ نَفْسَهَا مِنَ الْمَالِ لِيُطَلِّقَهَا اَيُّ لَا حَرَجَ عَلٰى الزَّوْجِ فِيْ اَخْذِهِ وَلَا الزَّوْجَةَ فِيْ بَدْلِهِ تِلْكَ

الْأَحْكَامُ الْمَذْكُورَةُ حُدُودَ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۲۹﴾
 فَإِنْ طَلَّقَهَا الزَّوْجُ بَعْدَ الثَّنِيَّتَيْنِ فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ بَعْدِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثَةِ حَتَّى تَنْكِحَ تَزْوِجَ زَوْجًا
 غَيْرَهُ ۗ وَيُعْطَاهَا كَمَا فِي الْحَدِيثِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ فَإِنْ طَلَّقَهَا الزَّوْجُ الثَّانِي فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَى
 الزَّوْجَةَ وَالزَّوْجَ الْأَوَّلِ أَنْ يَتَرَاجَعَا إِلَى النِّكَاحِ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ
 وَتِلْكَ الْمَذْكُورَاتُ حُدُودَ اللَّهِ يَبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۲۳۰﴾ يَتَدَبَّرُونَ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ
 أَجَلَهُنَّ قَارِبِينَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهِنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِأَنْ تُرَاجِعُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ مِنْ غَيْرِ ضَرَارٍ أَوْ سَرَخُوهُنَّ
 بِمَعْرُوفٍ ۚ أْتَرَكُوهُنَّ حَتَّى تَنْقُضِيَ عِدَّتِهِنَّ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ بِالرَّجْعَةِ ضَرَارًا مَفْعُولٌ لَهُ لِيَتَعَدَّوْا
 عَلَيْهِنَّ بِالْإِلْجَاءِ إِلَى الْإِفْتِدَاءِ أَوْ التَّطَلُّقِ وَتَطْوِيلِ الْحَيْسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۗ بِنَعْرِضِهَا
 إِلَى عَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوعًا ۚ مَهْزُوعًا بِهَا بِمُخَالَفَتِهَا وَإِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ
 عَلَيْكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْقُرْآنِ وَالْحِكْمَةِ مَافِيهِ مِنَ الْأَحْكَامِ يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ بِأَنْ
 تَشْكُرُوهَا بِالْعَمَلِ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۳۱﴾ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ وَإِذَا
 طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ بِحُطَابٍ لِلْأَوْلِيَاءِ أَى لَا تَمْنَعُوهُنَّ مِنْ أَنْ
 يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ الْمُطَلِّقَاتِ لِهِنَّ لِأَنَّ سَبَبَ نَزْوِلِهَا أَنَّ أُخْتِ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجَهَا فَأَرَادَ أَنْ
 يُرَاجِعَهَا فَمَنَعَهَا مَعْقِلٌ كَمَا رَوَاهُ الْحَاكِمُ إِذَا تَرَاضُوا أَى الْأَزْوَاجُ وَالنِّسَاءُ بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ شَرْعًا
 ذَلِكَ النَّهْيُ عَنِ انْقِضَالِ يَوْعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ لِأَنَّهُ الْمُتَنَفِّعُ بِهِ ذَلِكُمْ
 أَى تَرَكَ الْعَضْلَ أَرْكَى لَكُمْ وَأَطَهَرَ ۗ لَكُمْ وَلَهُمْ لِمَا يَخْشَى عَلَى الزَّوْجَيْنِ مِنَ الرَّيْبَةِ بِسَبَبِ الْعِلَاقَةِ بَيْنَهُمَا
 وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَافِيهِ مِنَ الْمَصْلِحَةِ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۲﴾ ذَلِكَ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُ -

۲۹
۶۳
۱۳

ترجمہ: طلاق (یعنی وہ طلاق کہ جس کے بعد رجعت کی گنجائش ہے) دو (۲) ہیں (دو (۲) عدد ہیں) پھر خواہ روک لینا ہے (یعنی پھر تم اس کے بعد رجعت کر کے روک لو) قاعدہ کے موافق (بغیر نقصان کے) اور یا چھوڑ دینا ہے خوش اسلوبی کے ساتھ (ان کو آزاد کر کے) اور تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں ہے (اے شوہرو!) کہ وصول کر لو اس مال سے جو تم نے ان کو دیا تھا (یعنی مہر) کچھ بھی (جب کہ تم نے ان کو طلاق دے دی ہے) (الایہ کہ دونوں (خاوند بیوی) کو یہ احتمال ہو کہ دونوں قائم نہیں رکھ سکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو (یعنی جن حقوق کی ان کے لئے ضابطہ بندی ہو چکی ہے وہ ان کو باقی نہیں رکھ سکیں گے اور ایک قرأت میں یہ خافا مجہول صیغہ کے ساتھ ہے اس صورت میں الا یقینا یخافا کی ہمیر تشبیہ سے بدل الاشتمال ہو جائے گا اور ایک قرأت میں یہ دونوں لفظت خافا اور تقیما پڑھے گئے ہیں) چنانچہ اگر تم لوگوں کو یہ اندیشہ ہو کہ شوہر بیوی خدائی ضابطوں کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں کو گناہ نہیں ہوگا کہ

عورت کچھ دے کر چھڑا لے (اپنی جان مال کے بدلہ میں طلاق دے کر یعنی شوہر پر اس کے قبول کرنے میں اور بیوی پر اس کے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے) یہ (مذکورہ احکام) اللہ کے حدود ہیں سو ان کو نہ پھلانگنا۔ جو خدائی ضابطوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر اگر طلاق دیدے (دو طلاق کے بعد شوہر) بیوی کو تو وہ بیوی حلال نہیں رہے گی۔ اس شوہر کے لئے بعد (تیسری طلاق کے) حتیٰ کہ نکاح (شادی) کر لے وہ عورت پہلے خاوند کے علاوہ دوسرے سے (اور وہ دوسرا شوہر اس عورت سے ہمبستر ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے جس کو ستین نے روایت کیا ہے) پھر اگر طلاق دیدے (دوسرا شوہر بھی) تو ان دونوں پر اب کوئی حرج نہیں ہے (یعنی عورت اور شوہر اول پر) کہ بدستور پھر مل جائیں (عدت کے بعد دونوں نکاح کر لیں) بشرطیکہ دونوں کو گمان غالب ہو کہ وہ خدائی ضابطوں کو برقرار رکھیں گے اور یہ (مذکورہ احکام اللہ کے حدود ہیں ان کو بیان فرماتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے جو اصحاب دانش ہیں) غور کرتے ہیں) اور جب تم نے ان عورتوں کو طلاق دے دی پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے بعد قریب ہو جائیں (یعنی ان کی عدت قریب ختم ہو) تو تم روک سکتے ہو (ان سے رجعت کر کے) قاعدہ کے مطابق (نقصان نہ پہنچا کر) یا ان کو رہائی دیدو قاعدہ کے مطابق (ان کو چھوڑ دو کہ ان کی عدت گزر جائے) اور ان کو روکنا نہیں چاہئے (رجعت کر کے) نقصان پہنچانے کی غرض سے (ضرر امفعول لہ ہے) اس ارادہ سے کہ ظلم کیا کرو گے (ان عورتوں پر۔ فدیہ پر مجبور کر کے یا طلاق دینے اور زیادہ روکنے پر مجبور کر کے) اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا (خود کو اللہ کے عذاب پر پیش کر کے) اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق مت بناؤ (ان کی مخالفت کر کے کھلوانا نہ بناؤ) اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر (اسلام کی) ہیں ان کو یاد کرو اور اس کتاب کو جو تم پر نازل کی گئی (قرآن) اور حکمت کو (قرآنی احکام) درنحالیکہ اس کی نصیحت تم کو کی جاتی ہے (یہ شکر یہ تمہارے عمل کی صورت میں ہونا چاہئے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے) اور جب تم طلاق دے دو اپنی بیویوں کو پھر وہ عورتیں اپنی عدت پوری کر چکیں (ان کی عدت ختم ہو جائے) تو تم ان کو مت روکو (یہ خطاب عورتوں کے اولیاء سے ہے یعنی اولیاء کو روکنے کا حق نہیں ہے) نکاح کرنے سے ان شوہروں کے ساتھ (جنہوں نے ان کو طلاق دی تھی۔ چنانچہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دیدی تھی اس کے بعد شوہر نے رجعت کرنی چاہی تو معقل نے بہن کو روک دیا (رواہ الحاکم) جبکہ رضامندی ہو جائے (شوہروں اور بیویوں کی) باہمی حسب دستور (شرعی) اس (ممانعت کی رکاوٹ سے) نصیحت کی جاتی ہے۔ اس شخص کو جو تم میں سے ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے روز پر (کیونکہ دراصل نفع حاصل کرنے والے مؤمنین ہی ہوتے ہیں) یہ (رکاوٹ) دور کر دینا (تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پائوں کی بات ہے) تمہارے اور ان کیلئے سابقہ علاقہ کی وجہ سے ان میں شبہ کا اندیشہ ہو سکنے کے باعث) اور اللہ تعالیٰ واقف ہیں (اس حکم کی مصلحت سے) اور تم نہیں جانتے ہو (یہ مصلحت اس لئے تعمیل حکم کرو)

تحقیق و ترکیب:..... فان خفتهم بظاہر جلال محقق کے طرز سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس لفظ کا مخاطب وہ ازواج کو قرار دے رہے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے بھی یہی مخاطب ہیں۔ لیکن علامہ زخشری کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے حکام کو مخاطب مانا ہے اور ما قبل میں ازواج کو اور یہ بھی جائز ہے۔

فان طلقها عام اس سے کہ اس تیسری طلاق سے پہلے دو طلاقیں ایک دم واقع کی ہوں یا علیحدہ علیحدہ مثلاً انت طالق ثلاثا کہا ہوا انت طالق البتہ بہر صورت تین طلاقوں کے بعد حلالہ کی ضرورت پیش آئے گی یہ متفق علیہ ہے۔ بجز علامہ ابن تیمیہ جنہوں نے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا وہ طالق ثلاثا کو ایک ہی طلاق مانتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان ہی کے ہم مذہب علماء نے ان کی سخت تغلیظ اور تھلیل کی

ہے۔ البتہ امام اشہب مالکی کی طرف اس مسئلہ کا انتساب صحیح نہیں ہے۔ تنکح ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک حلالہ کے محلل بننے کے لئے وطی شرط ہے۔ ابن المسیب اور ابن جبیر کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ تمیہ یا عائشہ بنت عبد الرحمن بن عتیک القرظی جو امراة رفاة القرظی کہلاتی ہیں۔ ان کی روایت میں ہے کہ وہ اپنے چچا زاد بھائی رفاعہ بن وہب بن عتیک القرظی سے منسوب ہوئیں اور ان کو وہاں سے طلاق مل گئی۔ پھر عبد الرحمن بن الزبیر سے ان کی شادی ہوئی تو ان سے علیحدگی کی درخواست کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ انما معہ مثل ہذیہ الثواب۔ یہ کنایہ تھا ان کے عنین ہونے کی طرف۔ چنانچہ سن کر آپ مسکرائے اور ان کے دوبارہ رفاعہ سے ملنے کے ارادہ پر فرمایا کہ لا حتی یدوق عسیلتک و تذوقی عسیلنتہ رواہ الشیخاں یہ حدیث مشہور ہے اس لئے آیت پر زیادتی بالاتفاق جائز ہے۔ نیشاپوری فرماتے ہیں کہ تنکح کے معنی یہاں وطی کے ہیں اور نکاح لفظ زوجہ سے سمجھا جا رہا ہے اس لئے زیادتی علی الکتاب ماننے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ البتہ تنکح کی اسناد عورت کی طرف تمکین زوج کی طرف مشہور ہے۔

بلغن قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ بلوغ کے معنی دخول شے اور دنو، شے دونوں آتے ہیں یہی دوسرے معنی قریب ہونے کے آیت میں مراد ہیں۔ ورنہ عدت ختم ہونے کے بعد امساک کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ضرور اس کی صورت یہ ہے کہ عدت جب ختم ہونے کے قریب آجائے تو مراجعت کر لی جائے تاکہ عدت طویل ہو کر عورت پریشان ہو جائے۔

لتعتدوا لام کا تعلق ضرار کے ساتھ ہے کیونکہ مقصد ضرر کی اتقیا ہے یعنی جو امساک بارادہ ضرر ہو وہ ممنوع ہے اور جو بارادہ اصلاح ہو وہ مطلوب ہے۔ ہمز و مفسر علام مصدر بمعنی مفعول لے رہے ہیں جو شخص کسی کام کا پختگی سے ارادہ نہ رکھتا ہو اس کو کہا جاتا ہے۔ انما انت ہازی مقصد اس سے ہز و گور وک کر اس کی ضد کا حکم ہوتا ہے۔

فبلغن یہاں مفسر جلال نے اشارہ کر دیا کہ لفظ بلوغ اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ یعنی مدت کیلئے نہ کہ مجازی معنی کیونکہ انعقاد نکاح ختم مدت کے بعد بھی ہو سکتا ہے فلا تعصلوہن یہاں تمام مفسرین کے نزدیک مخاطب اولیاء ہیں۔ امام شافعی کی طرف نسبت عضل سے استدلال کرتے ہیں کہ عورتوں کا نکاح اجازت اولیاء پر موقوف ہونا چاہئے۔ لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ عضل شرعی ہو بلکہ حسی عضل ظلمنا بھی ہو سکتا ہے یاد ہو کہ وہی کے طریقہ پر۔ اس لئے استدلال صحیح نہیں ہے۔ برخلاف اس کے تنکح کی اسناد عورت کی طرف اس کے استقلال پر دلالت کرتی ہے۔ یومن اس تخصیص کا ایک نکتہ تو جلال مفسر نے بیان کیا ہے اور ممکن ہے کہ کفار کے مکلف بالفروع نہ ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو۔

رابطہ: آیت الطلاق میں طلاق رجعی کا بیان پچیسویں (۲۵) حکم کی صورت میں اور آیت لا یحل لکم میں چھبیسواں (۲۶) حکم دوبارہ خلع اور آیت فان طلقھا میں ستائیسواں (۲۷) حکم حلالہ کا ہے اس کے بعد و اذا طلقتم الخ میں بطور تہ اٹھائیسواں (۲۸) حکم۔ تلعب بالا حکام کی ممانعت کا بیان کیا جا رہا ہے۔ بعد ازاں و اذا طلقتم الخ میں انیسویں (۲۹) حکم نکاح ثانی کی ممانعت نہ کرنے سے متعلق ہے۔

شان نزول: حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ شوہر اپنی بیویوں کو طلاق دیتے رہتے تھے اور عدت میں رجوع کر لیا کرتے تھے چاہے سو (۱۰۰) مرتبہ سے زیادہ طلاقوں کی نوبت آجائے۔ جس سے حد درجہ عورتوں کی مشکلات بڑھی ہوئی تھیں چنانچہ ایک عورت نے آپ ﷺ سے آ کر شکایت کی اس پر الطلاق مرتن آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے روایت نقل کی ہے کہ حبیبہ اور ان کے خاوند ثابت بن قیس کے درمیان تعلقات خوشگوار نہیں تھے اور وہ ان سے علیحدہ ہونا چاہتی تھیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم مہر کا باغ واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں اسی طرح آپ نے ان کے

شوہر سے بلا کر دریافت فرمایا اور اس پر یہ آیت ولا یحل لکم نازل ہوئی جس کا حاصل خلع ہے۔

اسی طرح آیت فان طلقھا الخ کے سلسلہ میں امرۃ رفاعہ کے واقعہ کی تفصیل گزر چکی ہے وہ اس کا سبب نزول ہے۔

ابن جریر نے روایت بیان کی ہے کہ ثابت بن یسار انصاری نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور جب عدت گزرنے میں دو تین روز رہ گئے

تو انہوں نے بارادہ اضرار رجوع کر لیا اس پر ولا تمسکوہن آیت نازل ہوئی۔

ابو درداء سے روایت ہے کہ بعض اشخاص طلاق دیتے اور خرید و فروخت کرتے پھر کہہ دیتے کہ ہم نے بطور مذاق ایسا کہہ دیا تھا۔

اس پر آیت ولا تتخذوا الخ نازل ہوئی۔ امام بخاری وغیرہ نے معقل بن یسار کی روایت پیش کی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کی شادی

ایک شخص سے کی۔ انہوں نے ان کو طلاق دے دی اور عدت گزرنے تک رجوع نہیں کیا حتیٰ کہ پھر دوبارہ شادی کی طرف ایک دوسرے کا

میلان ہوا تو معقل بن یسار مانع ہوئے۔ اس پر آیت ولا تعضلوہن نازل ہوئی تو معقل کہنے لگے سمعنا لربی و طاعة اور بہنوئی کو

بلا کر کہا اذ و جک و اکر مک یہ روایت تو عضل من الاولیاء کی ہے۔ اسی طرح عضل من الزوج الاول اور من غیر الزوجین الاولین کی

طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... طلاق رجعی، خلع، طلاق مغلظہ کا بیان:..... یہاں سے طلاق رجعی، طلاق مغلظہ، خلع کا

بیان ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں احکام طلاق و عدت کی تفصیلات کافی ہیں۔ یہ بات تو ابھی معلوم ہو چکی ہے کہ طلاق کے سلسلہ میں کوئی

حد بندی نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے سخت الجھنیں پیش آرہی تھیں۔ اس لئے طلاق رجعی کی تحدید کر دی گئی کہ وہ دو تک ہو سکتی ہے یعنی ایک یا

دو طلاق تک خاوند کو رجوع کا حق ہے کہ عدت کے اندر بلا نکاح کے رجوع کر سکتا ہے عدت کے بعد نکاح کی تجدید کرنی پڑے گی آیت کی

یہ توجیہ توجیہ اور شوافع کے نزدیک متفق علیہ ہے گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے الطلاق الرجعی مرتان ای اثنا۔

طلاق کی تین صورتیں:..... دوسری صورت صرف حنفیہ کے مذاق کے موافق ہے جس کو صاحب کشاف و مدارک اور فخر

الاسلام نے اختیار کیا ہے کہ شرعی طلاق مراد ہے کہ وہ ایک دم نہیں دی جاتی، بلکہ مرۃ بعد مرۃ یعنی علیحدہ علیحدہ دی جاتی ہے۔ تقدیر

عبارت اس طرح ہوگی۔ الطلاق الشرعی مرۃ بعد مرۃ. مثل ثم ارجع البصر کرتین ای کرة بعد کرة کے ہے چنانچہ لفظ

مرتان ارشاد فرمایا گیا لفظ اثنا نہیں فرمایا ہے اور یہ صغہ خبر ہے لیکن متصود امر ہے اس توجیہ پر تفصیل یہ ہوگی کہ طلاق کی تین صورتیں ہیں

(۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی۔ طلاق احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دی جائے اور ایسے طہر کی حالت میں صحبت نہ کی ہو۔ اس کے

بعد عدت گزرنے دی جائے۔

طلاق حسن یہ ہے کہ تین طلاقیں دی جائیں۔ مگر علیحدہ علیحدہ تین طہروں میں یا تین مہینوں میں دی جائیں۔ امام مالک کے نزدیک

یہ صورت بھی طلاق بدعی کی ہے اور حنفیہ کے نزدیک طلاق کی تیسری صورت طلاق بدعی یہ ہے کہ ایک دم ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں

دے دی جائیں یا ایک ہی کلمہ سے دے دی جائیں یا بحالت طہر و طی کے بعد طلاق دی جائے یا موطوۃ عورت کو بحالت حیض طلاق دی

جائے۔ یہ سب صورتیں بجز طلاق فی الحيض کے شوافع کے نزدیک بھی طلاق بدعت کی ہیں اور بحالت حیض ان کے نزدیک طلاق جائز

ہے۔ پھر طلاق رجعی کے لئے صریح لفظ کے ساتھ ہونا بھی شرط ہے۔ اگر عدت گزر گئی یا طلاق صریح الفاظ کی بجائے کنایات کے ساتھ

دی گئی۔ دونوں صورتوں میں طلاق جائز ہو جائے گی۔ بلا تجدید نکاح کوئی صورت ملنے کی نہیں ہے اور تین طلاقوں کی عدت اگر پوری

ہو جائے خواہ طلاقیں صریح الفاظ کے ساتھ ہوں یا کنایات کے ساتھ ہوں یا بلا مال۔ بہر صورت طلاق مغلظہ ہو جائے

گی کہ بدوں حلالہ کے اول شوہر سے نکاح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

بیوی سے خوش اسلوبی کا سلوک:..... اس آیت میں قاعدہ اور خوش اسلوبی سے مراد یہ ہے کہ اس کا طریقہ بھی شرع کے موافق ہو اور نیت درست ہو کہ رجعت کے بعد ادائیگی حقوق پیش نظر ہو۔ عورت کو تنگ کرنا مقصود نہ ہو، اور چھوڑنے میں خوش اسلوبی یہ ہے کہ دفع نزاع کا ارادہ ہونہ یہ کہ تذلیل و دل شکنی باعث ہو بلکہ نرمی و دلجوئی ملحوظ رہنی چاہئے۔

طلاق کی تدریج میں شرعی مصلحت:..... غرضکہ رشتہ نکاح ایسی چیز نہیں ہے کہ جب چاہا بات کی بات میں توڑ کر رکھ دیا اس کے توڑنے کے لئے مختلف منزلوں سے گزرنے، اچھی طرح سوچنے سمجھنے اور کوئی دفعہ اصلاح حال کی مہلت ملنے اور آخر کار صورتحال سے بالکل مایوس ہونے کے بعد آخری قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اسی لئے ابغض المباحات عند اللہ الطلاق فرمایا گیا ہے۔

خلع یا مال کے بدلہ طلاق:..... مال کے بدلہ میں عورت کی رہائی کی دو (۲) صورتیں ہیں۔ (۱) خلع (۲) طلاق علی مال۔ خلع یہ کہ مرد سے عورت درخواست کرے کہ اتنے روپے کے بدلہ مجھ سے خلع کر لے۔ ایجاب و قبول ہوتے ہی قطعی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ لفظ طلاق کہا ہو یا نہ کہا ہو اور وعدہ کے مطابق مال عورت کو دینا پڑے گا اور طلاق علی مال یہ کہ خلع کا لفظ استعمال نہ کیا جائے بلکہ مرد عورت سے کہے کہ اتنے روپے کے بدلے تجھ کو طلاق۔ عورت کے منظور کرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی اور روپیہ عورت کے ذمہ واجب ہو جائے گا۔ نامنظور کرنے کی صورت میں نہ طلاق واجب ہوگی نہ مال واجب ہوگا۔

خلع کے احکام:..... (۱) اس سلسلہ میں اگر فی الواقع قصور وار عورت ہے اور پھر خود ہی خلع کی درخواست کر رہی ہے تو گنہگار ہوگی اور مرد کو مال لینے میں گناہ نہیں ہوگا بشرطیکہ مہر سے زیادہ نہ ہو ورنہ مکروہ ہوگا۔ (۲) لیکن اگر قصور وار مرد ہے تو عورت تو مال دینے میں گنہگار نہ ہوگی البتہ مرد کو مال لینا مطلقاً خواہ کم ہو یا زیادہ۔ مہر ہو یا مہر کے علاوہ باعث گناہ ہوگا۔

(۳) لیکن اگر صورت حال کچھ اس طرح کی ہے کہ قصور کسی ایک کا متعین نہیں ہو پاتا۔ مرد تو عورت کا قصور سمجھتا ہے اور عورت مرد کا قصور سمجھتی ہے یعنی ہر ایک دوسرے کو ظالم اور خود کو مظلوم تصور کیئے ہوئے ہے تو دونوں میں سے کوئی گنہگار نہیں ہوگا۔ مرد کو مال لینا اور عورت کو مال دینا دونوں درست ہیں البتہ مہر سے زیادہ مال لینا یہاں بھی مکروہ رہے گا۔ اور آیت میں الا ان یخافا الخ سے جو صورت حلال ہونے کے استثناء کے ساتھ بیان کی ہے اس سے بھی تیسری صورت مراد ہے ورنہ پہلی دو صورتوں میں تو ایک ایک گنہگار ہوا۔ نیز مقصود یہاں حلال ہونے سے حصر حقیقی نہیں ہے بلکہ حصر اضافی ہے یعنی مرد کے ظالم ہونے کی صورت میں مرد کیلئے مال حلال نہیں ہے۔ باقی عورت کے ظالم ہونے کی حالت میں جیسا کہ اول صورت یا مرد کے ظالم ہونے کی صورت میں جیسا کہ تیسری حالت۔ مرد کے لئے مال دونوں طرح حلال رہے گا نیز خلع اور طلاق علی مال دونوں کا حکم یہاں ایک ہی رہے گا، مال کے جائز اور ناجائز ہونے میں۔

امام شافعی کا اختلاف دربارہ خلع مع دلیل و جواب دلیل:..... آیت فان طلقھا الخ سے امام شافعی یہ سمجھے ہیں کہ خلع طلاق نہیں ہوتی بلکہ فسخ نکاح ہوتا ہے ورنہ فان طلقھا کو چوتھی طلاق ماننا پڑے گا۔ دو طلاقیں الطلاق مرتان میں گزر چکی ہیں اور تیسری طلاق خلع کو مانا جائے۔ پھر فاعقیبہ کے بعد ان طلقھا میں چوتھی طلاق مانی ہوگی حالانکہ طلاقوں کا نصاب کل تین ہے۔ لیکن حنفیہ خلع کو طلاق ہی مانتے ہیں جیسے کہ آیت سے ظاہر ہے اور یہی قول شافعیہ کا ہے۔ البتہ فان طلقھا کا تعلق الطلاق مرتان

کے ساتھ ہے اور یہ تیسری طلاق ہے۔ جس کے بعد طلاق مغلظہ ہو جائے گی اور درمیان میں خلع کی صورت بطور جملہ معترضہ ذکر کی گئی ہے۔ یعنی طلاق اگر مفت ہوگی تو اس کو طلاق رجعی سمجھا جائے گا۔ جس کا ذکر الطلاق مرتن میں ہوا ہے اور اگر معاوضہ کی نوبت آجائے تو اس کو خلع یا طلاق علی مال کہتے ہیں۔ درمیان میں اس کو بیان کر کے آگے پھر فان طلقھا سے تیسری طلاق کا ذکر ہو رہا ہے۔ چنانچہ سعید بن المسیب کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی خلع کو طلاق ہی قرار دیا ہے۔

ایک نکتہ نا درہ:..... فیما افدت میں فدیہ کا مادہ فداء مساوات کے معنی کے لئے موضوع ہے۔ معلوم ہوا کہ بدل خلع نفس کے مساوی ہونا چاہئے اور نفس کی قیمت کو شریعت نے مہر قرار دیا ہے حاصل یہ نکلا کہ بدل خلع مہر سے بڑھنا نہیں چاہئے۔

احکام حلالہ اور حدیث عسیلہ:..... حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ مرد تین طلاقوں کے بعد اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا تا وقتیکہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے ہمبستری کے بعد طلاق حاصل نہ کر لے یا اس کے دوسرے شوہر کا انتقال ہو جائے اور دونوں صورتوں میں یہ عورت عدت طلاق یا وفات نہ گزار لے۔ یہ تین طلاقیں رجعی ہوں یا بائن یا بعض رجعی اور بعض بائن پھر صریح لفظ سے ہوں یا کنایہ کے لفظ سے۔ کنایہ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ تینوں طلاقیں بدفعات ہوں یا ایک دم۔ ایک ہی کلمہ سے ہوں یا علیحدہ علیحدہ الفاظ کے ساتھ۔ ہر صورت میں حلالہ کی ضرورت ہے نکاح ثانی کے اول نکاح کی مکمل بننے کے لئے صحبت کی شرط لگانا حنفیہ کی طرف سے اگرچہ لفظ تنکح سے کچھ میں آسکتا ہے تاہم حدیث رفاعہ سے جو مشہور ہے نیز ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے شوافع کے لئے گنجائش اعتراض نہیں ہے۔

دین کے ساتھ استخفاف و استہزاء کا انجام:..... آیت لاتتخذوا النع میں حقیقتہً احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء مراد نہیں ہے کہ اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ فساد عقیدہ کے ساتھ ہوتب تو ظاہر ہی ہے لیکن صحت عقیدہ کے ساتھ بھی اگر ہوتب بھی کفر ہے کیونکہ دین کی تحقیر جو بنیاد کفر ہے دونوں صورتوں میں حاصل ہے بلکہ احکام الہیہ پر لا پرواہی کے ساتھ عمل نہ کرنا مراد ہے مجازاً اسی کو استہزاء فرما دیا گیا ہے اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ طلاق وغیرہ الفاظ اگر کسی نے براہ ہزل بھی کہہ دے۔ بے تو اس مذاق سے بھی طلاق کے احکام واقعی ثابت ہو جائیں گے۔ ثلاث جدهن جدهن وھزلھن جدهن۔ الطلاق و العتاق و النکاح پھر ان کو احکام واقعی نہ سمجھنا اور عورت سے بدستور برتاؤ رکھنا باعث گناہ ہوگا۔

ہزل اور خطا کا فرق:..... ہزل اور خطا میں یہ فرق ہے کہ ہزل میں لفظ کا تو ارادہ ہوتا ہے لیکن اس کے اثر اور معنی کا ارادہ نہیں ہوتا اور خطا میں لفظ ہی کا ارادہ نہیں ہوتا۔ کہنا چاہتا تھا کچھ مگر بے ساختہ نکل گیا طلاق کا لفظ۔ تو شریعت نے بعض احکام میں ہزل کا بھی اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ارادہ سے الفاظ نکل گئے تو ان ہی پر احکام جاری ہو جائیں گے۔ خواہ تاثیر کی نیت ہو یا نہ ہو۔ البتہ طلاق خطا واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ الفاظ ارادہ نہیں نکلے۔

نکاح ثانی سے روکنے کی ممانعت:..... آیت فلا تعصلوھن میں خطاب عام ہے خواہ شوہر ہی دوسری جگہ نکاح سے مانع آئے یا عورت کے بھائی بند۔ پہلے خاوند اور عورت کے درمیان آڑ۔ آ ہے، ہوا، بہر صورت روکنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن عورت کی رضامندی حسب ضابطہ ہو۔ مثلاً مرد غیر کفونہ ہو، مہر مثل سے کم نہ تجویز لیا گیا ہو، ورنہ ولی کو حق اعتراض ہوگا یعنی نکاح ہونے کے بعد بھی مسلمان حاکم سے فسخ کر سکتا ہے۔ اسی طرح شرعی گواہوں کے بغیر نہ ہو۔ نابالغ اجازت ولی کے بغیر نکاح نہ کرے۔ ایسے شخص سے

نکاح نہ کرے جس سے شرعاً ناجائز ہو۔ علیٰ ہذا اگر پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اگر تین طلاقیں نہ دی ہوں تو بغیر حلالہ ورنہ بعد از حلالہ نکاح درست ہوگا ورنہ سب صورتوں میں سب کو نکاح سے روکنے کا حق رہے گا عزیز ہو یا اجنبی۔

آیت میں جو صحت نکاح کے لئے قبلین سے عدت گزارنے کی شرط لگائی ہے یا دوسرے شوہر کے لحاظ سے ہے یا اول شوہر کے لئے ہی اگر کہا جائے تو اس قصہ متعلقہ آیت میں اتفاق سے عدت ختم ہو چکی تھی گویا اول صورت میں قید احترازی ہوگی اور دوسری صورت میں قید واقعی ہے۔

تقاضائے دُور اندیشی:..... احکام الہیہ کی تعمیل اول تو عام طور پر باعثِ طہارتِ قلوب ہوتی ہے لیکن مرد کے میلان کے مصالح کو دیکھ کر دُور اندیشی نکاح سے نہ روکنے ہی میں ہے ورنہ فتنہ و فساد کا باعث ہوگا۔ رہا بے قاعدہ نکاح سو وہ درحقیقت نکاح ہی نہیں ہو اس لئے وہ روکنا اس میں داخل نہیں ہے۔

ازدواجی زندگی کی رُوح:..... غرضیکہ نکاح کی غرض یہ نہیں ہے کہ مرد و عورت کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے گلے پڑ جائیں اور نہ عورت کو مرد کی خود غرضانہ کام جوئیوں کا آلہ بنانا ہے بلکہ مقصد اصل یہ ہے کہ دونوں کے ملاپ سے ایک کامل اور خوشحال ازدواجی زندگی پیدا ہو جائے اور یہ جب ہی ہو سکتی ہے کہ آپس میں محبت و سازگاری ہو، اللہ کی حدود کی پاسداری ہو، اگر کسی وجہ سے ایسا نہیں ہے تو نکاح کا حقیقی مقصد فوت ہو گیا اور ضروری ہو گیا کہ دونوں فریق کے لئے تبدیلی کا دروازہ کھول دیا جائے ورنہ انسانی آزادی کا گلہ گھونٹنا ہوگا۔ اس میں حق علیحدگی کے بغیر سچی ازدواجی زندگی کی تابندگی باقی نہیں رہتی، ازدواجی زندگی کا معاملہ نہایت نازک اور اہم ہے اور مرد کی خود غرضیوں اور نفس پرستیوں سے ہمیشہ عورتوں کی حق تلفی ہوئی ہے اس لئے خصوصیت سے یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ نے انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم اور ہدایت و مواعظت کے تمام پہلو سمجھادیئے ہیں۔ اس لئے جماعتی شرف و ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا اور ازدواجی زندگی میں اخلاق و پرہیزگاری کا نمونہ بننا یہ ان کا اپنا فرض ہوگا۔

برائی کا ذریعہ بھی بُرا ہے اور مباح میں تشدد نہیں کرنا چاہئے:..... آیت لا تمسکوا ہن ضرازا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز مفضی الی المذموم ہو وہ بھی مذموم ہوتی ہے اور یہ ایک بہت بڑی اصل ہے۔ اسی طرح آیت فلا تعضلوہن سے معلوم ہوا کہ امر مباح سے منع کرنے میں تشدد نہیں کرنا چاہئے بالخصوص جب کہ اس باب میں کوئی مفسدہ نہ ہو اور انھیں خصوص جبکہ اس کے ترک میں کوئی مفسدہ ہو۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَيْ لِيُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلِينَ عَامِينَ كَامِلِينَ صِفَةً مُؤَكَّدَةً ذَلِكَ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۖ وَلَا زِيَادَةَ عَلَيْهِ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ أَيْ الْآبِ رِزْقُهُنَّ إِطْعَامُ الْوَالِدَاتِ وَكِسْوَتُهُنَّ عَلَى الْإِرْضَاعِ إِذَا كُنَّ مُطْلَقَاتٍ بِالْمَعْرُوفِ ۖ بِقَدْرِ طَاقَتِهِ لَا تُكَلِّفُ نَفْسٌ إِلَّا أَوْسَعَهَا ۚ طَاقَتَهَا لَا تَضَارُّ وَالِدَةَ بِوَلَدِهَا بِسَبَبِهِ بِأَنَّ تَكْرَرَهُ عَلَى إِرْضَاعِهِ إِذَا امْتَنَعَتْ وَلَا يُضَارُّ مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ أَيْ بِسَبَبِهِ بِأَنَّ يُكَلِّفُ فَوْقَ طَاقَتِهِ وَإِضَافَةُ الْوَالِدِ إِلَى كُلِّ مِنْهُمَا فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِلِاسْتِعْطَافِ وَعَلَى الْوَارِثِ أَيْ وَارِثِ الْآبِ وَهُوَ الصَّبِيُّ أَيْ عَلَى وَوَلِيهِ فِي مَالِهِ مِثْلُ ذَلِكَ ۚ الَّذِي عَلَى الْآبِ لِلْوَالِدَةِ مِنَ الرِّزْقِ وَالْكِسْوَةِ فَإِنْ

أَرَادَا أَى الْوَالِدَانِ فَصَالًا فَطَامًا لَهُ قَبْلَ الْحَوْلَيْنِ صَادِرًا عَنْ تَرَاضٍ اِتِّفَاقٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ بَيْنَهُمَا لِيُظْهَرَ
مَصْلَحَةُ الصَّبِيِّ فِيهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِي ذَلِكَ وَإِنْ أَرَدْتُمْ حِطَابَ لِلآبَاءِ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا
أَوْلَادَكُمْ مَرَضِعَ غَيْرِ الْوَالِدَاتِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيهِ إِذَا سَلَّمْتُمْ إِلَيْهِنَّ مَا آتَيْتُمْ أَى أَرَدْتُمْ اِئْتَاءَهُ لِهِنَّ
مِنَ الْأَجْرَةِ بِالْمَعْرُوفِ بِالْجَمِيلِ كَطِيبِ النَّفْسِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿۲۳۳﴾ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهُ -

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں گی (ان کو دودھ پلانا چاہئے) اپنے بچوں کو دو سال پورے (کاملین صفت مؤکدہ ہے
حولین کی) یہ مدت اس شخص کیلئے ہے جو شیر خوار کی مدت پوری کرنی چاہے۔ (اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے) اور جس کا بچہ ہے
(یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان کا (دونوں کا) کھانا اور ان کا کپڑا دودھ پلانے کی وجہ سے بشرطیکہ مائیں مطلقہ ہو گئی ہوں) ضابطہ کے
مطابق (باپ کی طاقت کے مطابق) کسی کو حکم نہیں دیا جاتا۔ مگر اس کی برداشت (طاقت) کے مطابق کسی ماں کو تکلیف نہیں دینی چاہئے
اس کے بچہ کی وجہ سے (بچہ کے سبب دودھ پلانے پر مجبور کر کے جب کہ وہ نہیں پلانا چاہتی) اور نہ (نقصان پہنچانا چاہئے) باپ کو اس
کے بچہ کی وجہ سے (بچہ کے سبب باپ کی طاقت سے زیادہ بار ڈال کر اور دونوں جگہ بچہ کی اضافت ماں کی طرف شفقت مائل کرنے کے
لئے ہے) اور وارث کے ذمہ ہے (یعنی باپ کے وارث پر ہے۔ مراد بچہ ہے یعنی بچہ کے ولی پر اس کے مال میں ہے) مثل مذکورہ طریقہ
کے (بچہ کی والدہ کا کھانا، کپڑا جو بچہ کے باپ کے ذمہ تھا) اگر دونوں (والدین) دودھ چھڑانا چاہیں (دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا
چاہیں اور یہ بات طے) رضامندی (اتفاق) باہمی اور دونوں کے مشورہ سے ہو جائے (کہ جس میں بچہ کی مصلحت کھلی ہوئی ہو) تو
دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے (اس بارہ میں) اور اگر تم لوگ (باپ کو خطاب ہے) دودھ پلوانا چاہو اپنے بچوں کو والدہ کے علاوہ کسی
دوسری اتا کا) تب بھی تم پر کوئی گناہ (اس میں) نہیں ہے۔ بشرطیکہ حوالہ کر دو (ان دودھیاریوں کے) جو کچھ ان کو دینا چاہتے ہو (یعنی جو
کچھ اجرت ان کو دینی ٹھہری ہو) دستور کے مطابق (خوش اسلوبی مثلاً خوش دلی سے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس سے بے خبر نہ
رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے رہتے ہیں (کوئی بات ان سے پوشیدہ نہیں رہتی ہے)

تحقیق و ترکیب: والوالدات مطلقہ ہوں یا غیر مطلقہ حدیث میں تعیم کی طرف اشارہ ہے۔ انہا احق بہا مالم تتزوج
لیرضعن یعنی خبر بمعنی امر ہے۔ یہ امر بعض صورتوں میں مفید استجاب ہے اور بعض صورتوں میں مفید وجوب باپ کو استیجار پر قدرت
ہو۔ ماں کے علاوہ اتا موجود ہو اور بچہ اس کا دودھ بھی قبول کر لے ان تین شرطوں کی موجودگی مفید استجاب ہے۔ ورنہ ماں باپ پر دودھ
پلانا واجب ہوگا۔ کاملین یعنی حولین کا اطلاق تاسمًا بھی کیا جاسکتا ہے جیسے اقامت عند فلان حولین ولم یستكملہا لیکن کاملین
نے اس احتمال کی تردید کر کے تاکید کر دی۔ امام شافعیؒ واحمدؒ وامام ابو یوسفؒ ومحمدؒ جمہور کے نزدیک مدت رضاعت دو سال اور امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک ڈھائی سال ہے۔ المولود اس تعبیر میں اشارہ ہے کہ والدہ اولاد کو والد کیلئے جنتی ہے اور اولاد کو والد کیلئے ہوتی ہے۔ رزقہن
مرضعہ اگر بیوی یا معتدہ ہو تو اجرت واجب نہیں ہے بلکہ امام صاحبؒ کے نزدیک بحیثیت دودھ کے اجرت جائز نہیں ہوگی البتہ بیوی
ہونے کی جہت سے نان نفقہ ہوگا۔

وعلى الوارث اس کا عطف المولود پر ہے ای علی وارث الاب مراد اس سے بچہ ہے۔ یعنی باپ اگر مر جائے تو مرضعہ کی

اجرت باپ کے ولی یعنی بچہ پر ہوگی۔ جس تفصیل سے باپ پر تھی۔ حاصل یہ ہے کہ اگر بچہ کے پاس مال ہے تو مرضعہ کی اجرت اس میں سے ادا کی جائے۔ امام شافعی، امام مالک کا قول یہی ہے۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے لیکن بچہ مالدار نہیں ہے تو پھر ماں پر ہے اور بعض نے وارث سے مراد والدین میں سے باقی لیا ہے۔ اور بعض نے بچہ کا وارث بلحاظ میراث رشتہ دار مرد و عورت کو قرار دیا ہے۔ خواہ بچہ ان کا وارث نہ ہوتا ہو لیکن بچہ کے مال کی میراث ان کو پہنچتی ہو اور حنفیہ کے نزدیک اس سے مراد ذی رحم محرم قرابت دار ہیں۔ عبداللہ بن مسعود کی روایت بھی اس کی مؤید ہے اسی لئے حنفیہ کے نزدیک فقیر ذی رحم پر بھی بقدر حق میراث نفعہ بچہ کا واجب ہوگا۔

ان تسترضعوا بحذف المفعول الاول ای المرضع اولاد کم اور اولاد کم مفعول ثانی ہے۔ فعل جب متعدی بیک مفعول ہو۔ س، ت طلب یا نسبت کا اس میں اضافہ کر دیا جائے تو متعدی بدو مفعول ہو جائے گا۔ زخمشری کی رائے یہی ہے اور جمہور حرف جر کے ذریعہ مفعول ثانی کی طرف متعدی مانتے ہیں۔ ای الاولاد کم۔

اذا سلمتم یہ صحت اجارہ کیلئے شرط نہیں ہے بلکہ اکملیت کا بیان ہے۔ پیشگی دینا باعث خوشنودی ہوتا ہے۔ اتیتیم ای ضمنتم و التزتم مجازی معنی ہیں۔ بالمعروف سلمتم کے متعلق ہے۔

رابط:..... اس آیت میں تیسواں (۳۰) حکم رضاعت کے بیان پر مشتمل ہے۔

﴿تشریح﴾:..... احکام پرورش:..... والوالدات یرضعن سے معلوم ہوا کہ منکوحہ اور معتدہ پر بلا اجرت دودھ پلانا دینا واجب ہے بشرطیکہ کوئی صحیح عذر نہ ہو البتہ عدت گزرنے کے بعد اس آیت کے عموم کی وجہ سے بلا اجرت واجب ہونا چاہئے تھا۔ لیکن رزقہن و کسوتہن کی وجہ سے اس وقت اجرت کا مطالبہ جائز ہو گیا۔

پرورش کے اصول:..... البتہ ماں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے انکار کر دے تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ نیز ماں اگر دودھ پلانا چاہتی ہے اور اس کے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے تو باپ کیلئے جائز نہیں ہے کہ ماں پر دوسری اتا کو ترجیح دے۔ اسی طرح اگر عدت کے بعد ماں دوسری اتا کے برابر اجرت مانگتی ہے تب بھی دوسری اتا کو ترجیح دینا جائز نہیں ہے اور یہ سب مسائل لاتضار والدة بولدھا سے سمجھ میں آرہے ہیں۔ البتہ اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ ہی نہیں لیتا اور کسی جانور کا دودھ بھی نہیں پیتا تب ماں کو مجبور کیا جائے گا۔ نیز بحالت منکوحہ یا معتدہ اگر عورت اجرت طلب کرتی ہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ قضاء بھی دودھ پلا۔ نے پر اس کو مجبور کیا جائے گا۔ ہاں عدت کے بعد دوسری اتا (اگر ماں سے کم اجرت مانگتی ہے تو ماں کو مقدم نہیں سمجھا جائے گا اور ماں کا زیادہ اجرت کا مطالبہ جائز نہیں ہوگا۔ البتہ ماں کی درخواست پر دوسری اتا) کو اس کے پاس رکھا جائے گا اور یہ سب احکام لامولود لہ بولدہ سے ثابت ہو رہے ہیں۔ ماں کا دودھ اگر بچہ کو مضر ہو اور وہ ماں کی بجائے اتا سے پلوانا چاہے تو ان تسترضعوا میں اس کی اجازت ہے۔

اتا کی اجرت:..... کھانے کیڑے پر کسی کو نوکری رکھنا جائز ہے۔ لیکن اتا اس سے مستثنیٰ ہے۔ تاہم کھانے، کیڑے کی نوعیت، حیثیت تعداد، مقدار وغیرہ اچھی طرح کھول کر بیان کر دینی چاہئے۔ عدم یقین کی صورت میں اوسط درجہ کا وجوب ہوگا۔ اگر نقد معاملہ طے کیا ہے تو اس کی مقدار، مدت وغیرہ بھی صاف صاف بتلا دی جائے تاکہ بعد میں جھگڑے کی نوبت نہ آجائے۔ جس کا اثر بچہ پر پڑنے لگے۔ بالمعروف میں یہ سب باتیں داخل ہیں۔

بچہ کی پرورش کے ذمہ دار:..... بچہ کی پرورش کا اصل بار تو باپ پر ہے۔ لیکن اس کی موت کے بعد اگر بچہ مالدار ہے تو

اس کے مال میں سے خرچ کر لیا جائے گا ورنہ اس کے ایسے قرابت داروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی کہ جو جو ذمی رحم محرم ہوں۔ یعنی اس بچہ اور رشتہ دار کو مرد و عورت فرض کیا جائے تو ان میں نکاح جائز نہ ہو اور نیز اس بچہ کی میراث کے مستحق بھی ہوں ان میں ماں بھی داخل ہے۔ سب کو میراث کی نسبت سے حق امانت پہنچے گا۔

دودھ پلانے کی مدت اور اختلاف مع دلائل: امام ابوحنیفہؒ ڈھائی سال کی مدت پر آیت حملہ و فصالہ ثلثون شهراً سے استدلال فرماتے ہیں۔ حمل سے مراد عورت کا حاملہ ہونا نہیں بلکہ بچہ کا ہاتھوں میں لینا کھلانا مراد ہے یعنی مدت رضاعت مراد ہے۔ رہا آیت حولین کاملین فرمانا تو دو (۲) سال کی مدت تمام کہلائے گی اور ڈھائی سال اتم مدت کہلائے گی اور بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ دو سال سے مدت بلا اجرت مراد ہے اکثر کا فتویٰ اسی پر ہے کہ مدت رضاعت (۲) دو سال ہے لیکن اس کے بعد بھی کسی نے ڈھائی سال کے اندر اگر دودھ پلا دیا تو احتیاط یہی ہے کہ حرمت رضاعت ثابت ہو جائے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ يَمُوتُونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ يَتْرُكُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ أَيْ لِيَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ بَعْدَهُمْ عَنِ النِّكَاحِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا مِنَ اللَّيَالِي وَهَذَا فِي غَيْرِ الْحَوَامِلِ أَمَّا الْحَوَامِلُ فَعِدَّتُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ بِلَايَةِ الطَّلَاقِ وَالْأَمَّةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ بِالسَّنَةِ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ انْقَضَتْ مُدَّةُ تَرَبُّصِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا الْأَوْلِيَاءُ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنَ التَّرْيِينِ وَالتَّعْرِيطِ لِلْخَطَابِ بِالْمَعْرُوفِ شَرَعًا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۳﴾ عَالِمٌ بِبَاطِنِهِ كَظَاهِرِهِ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ لَوْحْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ الْمُتَوَفَّى عَنْهُنَّ أَزْوَاجَهُنَّ فِي الْعِدَّةِ كَقَوْلِ الْإِنْسَانِ مَثَلًا إِنَّكَ لَجَمِيلَةٌ وَمَنْ يَجِدْ مِثْلَكَ وَرَبَّ رَاغِبٍ فَيْكَ أَوْ أَكُنْتُمْ أَضْمَرْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ مِنْ قَصْدٍ نِكَاحِهِنَّ عِلْمَ اللَّهِ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ بِالْخِطْبَةِ وَلَا تَصْبِرُونَّ عَنْهُنَّ فَأَبَاحَ لَكُمْ التَّعْرِيطَ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا أَيْ نِكَاحًا إِلَّا لَكِنْ أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا أَيْ مَا عَرِفَ شَرَعًا مِنَ التَّعْرِيطِ فَلَكُمْ ذَلِكَ وَلَا تَعْزِمُوا عَقْدَةَ النِّكَاحِ أَيْ عَلَى عَقْدِهِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَيْ الْمَكْتُوبُ مِنَ الْعِدَّةِ أَجَلَهُ ط بَانَ يَنْتَهَى وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ مِنَ الْعَزْمِ وَغَيْرِهِ فَاحْذَرُوهُ ط أَنْ يُعَاقِبَكُمْ إِذَا عَزَمْتُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ لِمَنْ يَحْذَرُهُ حَلِيمٌ ﴿۲۳۵﴾ بِتَأْخِيرِ الْعُقُوبَةِ عَنْ مُسْتَحَقِّهَا -

۲۳۵

ترجمہ: اور جو لوگ وفات پاتے ہیں (مر جاتے ہیں) تم سے اور چھوڑ جاتے ہیں اپنی بیویوں کو تو وہ انتظار کریں گی (یعنی ان کو رکتنا چاہئے) خود کو (شوہروں کے بعد نکاح کرنے سے) چار مہینے دس دن تک (مع راتوں کے)۔ یہ عدت غیر حاملہ کی ہے لیکن حاملہ کی وضع حمل ہوگی۔ آیت و اولات الاحمال الخ کی وجہ سے اور باندی کی مدت اس سے نصف ہوگی۔ یہ سنت سے ثابت ہے) پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں (ان کے انتظار کی مدت ختم ہو جائے) تو تم کو کبھی کبھی گناہ نہ ہوگا (مراد عورت کے ورثاء ہیں) ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کاروائی کر لیں (آرائش یا شادی کی بات چیت) قاعدہ کے مطابق (شرعی طریقہ) اور اللہ تعالیٰ

تمہارے کاموں سے باخبر ہیں (ظاہر و باطن کے جاننے والے ہیں) اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر کوئی بات اشارۃً (کنایہ) کہو ان عورتوں سے پیغام نکاح کے بارہ میں (جن کے شوہروں کا انتقال ہو چکا ہے۔ درانحالیکہ یہ اشارہ عدت کے اندر ہی ہو مثلاً) کوئی شخص کہنے لگے (۱) انک جمیلۃ تو بڑی خوبصورت ہے (۲) من یجد مثلک تجھ جیسی عورت کس کو دستیاب ہو سکتی ہے۔ (۳) اور ب داغب فیک تیرے خواہاں بہت ہیں (یا پوشیدہ (چھپا ہوا ارادہ رکھو) اپنے دل میں (ان کے نکاح کے بارہ میں) اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کرو گے (پیغام کے ذریعہ اور تم صبر نہیں کر سکو گے اس لئے تم کو تعریض کی اجازت دے دی) لیکن ان سے نکاح کا وعدہ بھی نہ کرو (سرا سے مراد نکاح ہے) الا یہ کہ کوئی بات قاعدہ کے موافق ہو (یعنی تعریض وغیرہ کی جو شرعی اجازت دی گئی ہے وہ تم کو بھی حاصل ہے) اور تم نکاح کی وابستگی کا ارادہ بھی نہ کرو (یعنی عقد نکاح ہو جانے کا) یہاں تک کہ عدت مقررہ (مفروضہ عدت) اپنے اختتام کو پہنچ جائے یعنی ختم ہو جائے) اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری دلی باتوں (عزم وغیرہ) کا پتہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ تمہارے عزم پر وہ تم کو سزا نہ دے دیں) اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (اپنے ڈرنے والے کی) مغفرت فرمانے والے ہیں۔ بردبار ہیں (کہ باوجود استحقاق کے تاخیر عذاب فرمادیتے ہیں)

تحقیق و ترکیب:یتوفون مجہول لفظ کی تفسیر مجہول ہی صیغہ تقبض اور احہم کے ساتھ ہوتی تو زیادہ اچھا ہوتا۔

الذین یتوفون مبتداء اور یتربصن خبر ہے اور عائد محذوف ہے ای لہم۔

منکم محل نصب میں ہے ضمیر مرفوع یتوفون سے حال ہونے کی بناء پر اور عامل محذوف ہے ای حال کونہم منکم اور من تبعیض اور جنسہ دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ اربعۃ اشہر وعشرا۔ جلال محقق نے من الیالی سے عدد کی تائید کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن روح المعانی کی رائے ہے کہ تذکیر و تائید کا قاعدہ معدود کے ذکر کے وقت ہوتا ہے اور اگر معدود محذوف ہو تو مطلقاً دونوں طریقے جائز ہیں۔ والامۃ علی النصف یعنی دو مہینے یا پانچ روز اور یہی حکم نابالغ زوج کی بیوی اور نابالغہ بیوی کا ہوگا۔ اس سے ان لوگوں کو قیاسی گھوڑے دوڑانے کا موقعہ نہیں رہا۔ جو چار مہینے دس دن عدت کی عقلی مصلحت حمل کی طرف سے مطمئن ہونا بتلاتے ہیں کہ اتنی مدت میں حمل کا اظہار یقینی ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ مصلحت مطرد نہیں ہے کیونکہ زوج الصغیر یا زاجہ صغیرہ میں استقرار ہی کا احتمال نہیں ہے۔ اس لئے اللہ کے احکام میں لم اور مصالح کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔

عرضتم تعریض اہل بیان کے نزدیک یہ کہلاتی ہے کہ لفظ حقیقی یا مجازی یا کنائی کے ذکر سے فی الجملہ ایک چیز مقصود ہو لیکن اس کی دلالت غیر مذکور چیز پر بھی ہو جائے۔ تعریض اور کنایہ میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے۔ خطبہ بروزن قعدہ و جلسہ جو طلب اور استعطاف قولاً یا فعلاً مخاطب کی طرف سے پایا جائے یا ماخوذ ہے خطبہ بمعنی امر ذی شان سے یا خطاب سے ہے مرد و عورت کی طرف سے مذاکرہ نکاح پر اطلاق کیا جائے گا۔

ولکن لا تواعدوہن یہ عبارت محذوف سے استدراک ہے ای فاذا کروہن ولكن لا تواعدوہن۔

سرا۔ جہر کے مقابلہ میں آتا ہے مراد اس سے وطی ہوتی ہے کیونکہ وہ سرا ہوتی ہے۔ پھر مراد عقد نکاح ہے گویا مجاز علی المجاز ہے۔ الا ای لا تواعدوہن سرا مواعداۃ الا مواعداۃ معروفہ اور جلال محقق اس کو لکن کی معنی لے کر استثناء منقطع قرار دے رہے ہیں کیونکہ مستثنیٰ منہ تصریح ہے اور قول معروف تعریض ہے۔

العقدہ ما یعقد علیہ یعنی گرہ کو کہتے ہیں عقد النساء میں اضافت بیانیہ ہے الکتب ای ما کتب من العداۃ۔

رابط:ان دو آیات میں اکتیسواں (۳۱) حکم زوج کی عدت وفات کا اور تیسواں (۳۲) حکم عدت کی حالت میں پیغام نکاح

سے متعلق ہے۔

﴿تشریح﴾: عدتِ وفاتِ ابتدائے اسلام میں: اس آیت کے بعد آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃ الخ سے عدتِ وفاتِ زوج کا ایک سال ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ جو اس آیت سے منسوخ ہو گیا گویا یہ آیت اس آیت سے نزولاً مؤخر اور تلامدۃً مقدم ہے۔ لیکن اس سے عدت کا چار مہینے دس روز ہونا معلوم ہوتا ہے خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ البتہ آیت طلاق واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن سے عدت وضع حمل معلوم ہوتی ہے۔ خواہ عدت طلاق ہو یا وفات۔ گویا مفہوم ان دونوں آیات میں کچھ تعارض سا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حاملہ غیر متوفی عنہا زوجہا کی عدت بلاشبہ وضع حمل ہے۔ علیٰ ہذا متوفی عنہا غیر حاملہ چار مہینے دس دن ہونی چاہئے لیکن حاملہ متوفی عنہا کے باب میں بظاہر دونوں آیت معارض معلوم ہو رہی ہیں۔

دربارہ عدت صحابہ کا اختلاف: چنانچہ عبداللہ بن مسعود آیت طلاق کو آیت بقرہ سے مؤخر مانتے ہوئے عدت وضع حمل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں من شاء باہلته ان سورة النساء بعد التي في سورة البقرة حضرت عمر فاروق کا ارشاد گرامی بھی اس کا مؤید ہے کہ خاوند کی نعش اگر تختہ غسل ہی پر ابھی رکھی ہو کہ وضع حمل ہو جائے تو عدت پوری ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے گویا یہ آیت آیت طلاق سے منسوخ ہے۔ حضرت علیؑ اور عبداللہ بن عباسؓ کی رائے اس خاص صورت میں یہ ہے کہ عدت ”ابعد الاجلین“ ہونی چاہئے۔ یعنی وضع حمل اگر چار مہینے دس دن سے زیادہ میں ہو تو اس کو ورنہ چار مہینے دس دن کو عدت سمجھا جائے گا، نیز اس آیت کا مفہوم عموم اگرچہ اس بات کو چاہتا ہے کہ آزاد اور باندی میں فرق نہ کیا جائے۔ لیکن حدیث کی وجہ سے اس کے لئے عدت کی تنصیف کی جائے گی۔

عدت کی حکمت و مصلحت: وفات کی عدت چار مہینے دس دن مقرر کر کے ان مفاسد کی اصلاح کر دی گئی جو اس بارے میں افراط و تفریط کا موجب تھے۔ اگر عورت کو فوراً نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو اس میں نکاح کی بے وقعتی، مرحوم شوہر کے تذکار و محبت سے بے رخی، نسب میں اشتباہ ہو سکتا تھا۔ ایسے ہی زیادہ مدت تک عورت کو شوہر کا سوگ منانے پر مجبور کرنا بھی ظلم ہوتا۔

عدتِ وفات و طلاق کے احکام: جس کے خاوند کا انتقال ہو جائے یا جس کو طلاق بائنہ ہو جائے عدت کے اندر خوشبو، سرمہ، تیل، مہندی، اور بلا ضرورت دو الگانا، سنگار کرنا، رنگین کپڑے استعمال کرنا، عدتِ وفات میں نکاح ثانی کی گفتگو صریح کرنا، رات کو دوسرے کے مکان میں رہنا، اور معتدۃ البائنة کو دن میں بھی بلا ضرورت شدیدہ گھر سے نکلنا درست نہیں ہے۔ امام شافعیؒ بائنہ کے سوگ میں اختلاف کرتے ہیں اور مطلقہ رجعیہ کے لئے شوہر کو مائل کرنے کیلئے آرائش کی اجازت ہے۔

مدتِ عدت کا حساب: شوہر کا انتقال اگرچہ اندر رہے ہو تب تو چاند سے حساب لگایا جائے گا، مہینہ ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰ دن کا ورنہ درمیان کی کسی تاریخ میں انتقال ہو تو پورے پورے تیس دن کا مہینہ لگا کر ایک سو تیس دن کے چار مہینے دس دن شمار کئے جائیں گے اور جس ساعت میں انتقال ہوا ہو ٹھیک اسی وقت جا کر عدت ختم ہوگی۔

آیتِ عدت اور خطبہ سے معلوم ہوا عدتِ وفات و طلاق بائنہ کے دوران ایک فعلِ زبان کا اور ایک فعلِ زبان کا اور ایک دل کا ناجائز ہے۔ لاجنح اور قولاً معروفاً میں اشارۃً زبان سے نکاح کا ذکر اور اکنتم فی انفسکم میں بعد العدت ارادۃً نکاح کا جواز معلوم ہوا۔ لاتواعدوہن میں صراحتہً زبان سے تذکرہ اور لاتعزموا میں ارادۃً نکاح فی العدت کا ناجائز ہونا معلوم

ہو رہا ہے۔ لاجنح سے معلوم ہوا کہ مجاہدات میں طالب کے ضعف کی رعایت ضروری ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمْ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ وَفِي قِرَاءَةِ تَمَاسُوهُنَّ أَيْ تَحَامُعُوهُنَّ أَوْ لَمْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً مَهْرًا أَوْ مَامْصَدْرِيَّةً ظَرْفِيَّةً أَيْ لَا تَبَعَةٌ عَلَيْكُمْ فِي الطَّلَاقِ زَمَنَ عَدَمِ الْمَسِيَسِ وَالْفَرَضِ بِأَثْمٍ وَلَا مَهْرٍ فَطَلَّقُوهُنَّ وَ مَتَّعُوهُنَّ أَيْ أَعْطُوهُنَّ مَا يَتَمَتَّعْنَ بِهِ عَلَى الْمَوْسِعِ الْغَنِيِّ مِنْكُمْ قَدْرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ الضَّيْقِ الرِّزْقِ قَدْرَهُ يُفِيدُ أَنَّهُ لَا نَظَرَ إِلَى قَدْرِ الزَّوْجَةِ مَتَاعًا تَمْتِيعًا بِالْمَعْرُوفِ شَرَعًا صِفَةً مَتَاعًا حَقًّا صِفَةً ثَانِيَةً أَوْ مَصْدَرٌ مُؤَكَّدٌ عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۳۶﴾ الْمُطِيعِينَ وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ يَجِبُ لَهُنَّ وَيَرْجِعُ لَكُمْ النِّصْفُ إِلَّا لَكَرَّ أَنْ يَعْفُونَ أَيْ الزَّوْجَاتُ فَيَتْرُكْنَهُ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَهُوَ الزَّوْجُ فَيَتْرُكُ لَهَا الْكُلَّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْوَالِي إِذَا كَانَتْ مَحْجُورَةً فَلَا حَرَجَ فِي ذَلِكَ وَإِنْ تَعَفَّوْا مُبْتَدَأً حَبْرَةً أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ أَيْ أَنْ يَتَّفَضَلَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ إِنْ اللَّهُ بِمَا تَعْلَمُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۳۷﴾ فَيَجَارِيكُمْ بِهِ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ بِأَدَائِهَا فِي أَوْقَاتِهَا وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ هِيَ الْعَصْرُ كَمَا فِي الْحَدِيثِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ أَوْ الصُّبْحِ أَوْ الظُّهْرِ أَوْ غَيْرِهَا أَقْوَالٌ وَأَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ لِفَضْلِهَا وَقَوْمُوا لِلَّهِ فِي الصَّلَاةِ قَنِينٌ ﴿۲۳۸﴾ قِيلَ مُطِيعِينَ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قُنُوتٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ طَاعَةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ وَقِيلَ سَاكِنِينَ لِحَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى نَنْزَلَتْ فَأَمْرُنَا بِالسُّكُوتِ وَنُهَيْنَا عَنِ الْكَلَامِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ فَإِنْ خِفْتُمْ مِنْ عَدُوٍّ أَوْ سَيْلٍ أَوْ سَبْعٍ فَرَجَالًا جَمْعُ رَاجِلٍ أَيْ مُشَاةٍ صَلُّوا أَوْ رُكْبَانًا جَمْعُ رَاكِبٍ أَيْ كَيْفَ أَمَكَّنَ مُسْتَقْبَلِي الْقِبْلَةِ وَغَيْرَهَا وَيَوْمِي بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَإِذَا آمَنْتُمْ مِنَ الْخَوْفِ فَادْكُرُوا اللَّهَ أَيْ صَلُّوا كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۹﴾ قِيلَ تَعْلِيمِهِ مِنْ فَرَائِضِهَا وَحُقُوقِهَا وَالْكَافُ بِمَعْنَى مِثْلِ وَمَا مَوْصُولَةٌ أَوْ مَصْدَرِيَّةٌ

ترجمہ:..... تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے (اور ایک قرأت میں تماسوہن بمعنی تجماعوہن ہے) اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے (اور ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔ یعنی تم پر نہ پھونکنے اور کچھ نہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں کوئی بارگناہ یا مہر کا نہیں رکھا جاتا طلاق دینے کی صورت میں۔ چنانچہ تم ان کو طلاق دے سکتے ہو) اور ان کو ایک جوڑا دے دو (جس سے وہ کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا سکیں) صاحب وسعت (تم میں سے مالدار) پزاس کی حیثیت کے موافق اور تنگ دست (غریب) کے ذمہ اس کی حیثیت کے مطابق (معلوم ہوا کہ اس میں بیوی کی حیثیت کا لحاظ نہیں ہے) جوڑا دینا (فائدہ پہنچانا) قاعدہ کے موافق و شرعاً بالمعروف و ہفت ہے متاعاً کی) واجب ہے حقہ صفت ثانیہ یا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے (خوش معاملہ

لوگوں پر (جو فرمانبردار ہیں) اور اگر تم ان بیویوں کو طلاق دینے لگو ہا تھ لگانے سے پہلے اور ان کیلئے کچھ بہر بھی مقرر کر چکے ہو تو جس قدر مہر تم نے مقرر کیا ہے اس سے نصف (ان کو دینا ضروری ہے اور نصف تم واپس لے سکتے ہو) الا یہ کہ (لیکن اگر) وہ عورتیں معاف کر دیں (بیویاں کل مہر چھوڑ دیں) یا وہ شخص رعایت کر دے جس کے قبضہ میں معاملہ نکاح ہے (یعنی شوہر کو وہ پورا مہر بیوی کو دے دے یا بقول ابن عباسؓ مراد ولی ہے جبکہ عورت مجبورہ (باکرہ) ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے) اور تمہارا معاف کر دینا (مبتداء ہے اس کی خبر آگے ہے) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کیا کرو (یعنی ایک دوسرے پر احسان کرو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (ان پر تم کو جزاء دیں گے) محافظت کیا کرو تمام نمازوں کی (پانچوں نمازیں اپنے اوقات میں ادا کرو) اور درمیانی نماز کی (مراد عصر ہے جیسا کہ شیخین کی روایت میں ہے یا صبح یا ظہر وغیرہ کی نمازیں مراد ہیں۔ علی اختلاف الاقوال اس کو علیحدہ ذکر کرنا) اس کی فضیلت کی وجہ سے ہے (اور کھڑے ہوا کرو (نماز میں) اللہ کے سامنے عاجز بن کر) (بعض کے نزدیک قناتین کے معنی فرمانبردار کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن میں جہاں قنوت ہے وہ بمعنی طاعت ہے۔ امام احمد وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے اور بعض نے اس کے معنی خاموش رہنے والے کے بیان کیے ہیں چنانچہ زید بن ارقم کی روایت ہے کہ ہم لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں ہم کو خاموشی کی تعلیم دی گئی اور گفتگو کرنے سے منع کیا گیا رواہ الشیخان) پھر اگر تم کو اندیشہ ہو (دشمن یا سیلاب یا درندہ کا) تو تم کھڑے کھڑے (رجلاً جمع ہے راجل یعنی پیدل نماز پڑھو) یا سواری پر چڑھے چڑھے (رکباناً جمع راکب کی یعنی جس طرح بھی ممکن ہو، خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو سکے یا نہ ہو سکے یا رکوع سجدہ کا صرف اشارہ ہی ممکن ہو) پڑھ لیا کرو۔ پھر جب تم کو اطمینان ہو جائے (خوف نہ رہے) تو اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح کیا کرو (نماز پڑھو) جیسے تم کو سکھایا ہے جس کو تم جانتے نہیں تھے (نماز کے فرائض و حقوق کی تعلیم سے پہلے اور کاف بمعنی مثل ہے اور ما موصولہ یا مصدر یہ ہے)

تحقیق و ترکیب: اولم تفرضوا جلال مفسر نے او کے بعد لم مقدر مان کر اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ تم سوہن عطف کی وجہ سے یہ مجزوم ہے اور ما مصدریہ ظریف ہے۔ ای فی مدۃ عدم المسیس۔ لم احد الامرین کی نفی کیلئے ہوگا یعنی نکرہ تحت النفی واقع ہونے کی وجہ سے مفید عموم ہوگا۔ اس صورت میں او کو معنی میں واؤ کے لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ای سالم یکن منکم مسیس ولا فرض

فریضۃ بمعنی مفعول اور تا نقل من الوصفیۃ الی العلمیت کے طور پر ہے اور مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ لا تبعۃ ای لاحق وقیل لا وزر۔ یعنی شوہر پر ایسی صورت میں طلاق دینے سے نہ مہر واجب ہوگا اور نہ کوئی بدعت وغیرہ کا گناہ۔ متعوہن امام شافعی کے نزدیک اس کا تخمینہ حاکم کی رائے پر ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک جہاں تک فیص، دوپٹہ، چادر تین کپڑوں کا تعلق ہے وہ تو شرعاً متعین ہیں۔ اس میں کسی کی رائے کو دخل نہیں ہے۔ البتہ ان کی قیمت اور کیفیت کی تعیین میں بے شک شوہر کی استطاعت و مقدور کا لحاظ کیا جائے گا۔ بعض ائمہ شوہر کی بجائے اس میں عورت کی حیثیت کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ کرخی کی رائے ہے لیکن آیت اس کی مؤید نہیں ہے۔

متاعا کی تفسیر تمتیعاً سے اشارہ ہے کہ اسم مصدر مصدر کے معنی میں اور اس کے قائم مقام ہے اور بالمعروف جار مجرور مل کر صفت سے متاعا کی۔ حقا کو اگر مفعول مطلق بنایا جائے تو عامل و جو با محذوف ہوگا۔ ای حق ذلک حقا۔ الا استثناء منقطع ہے کیونکہ نصف مہر کی معافی جنس استحقاق سے نہیں ہے۔

الذی بیدہ حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، سعید بن المسیب ابن جبیر نے اس کی تفسیر زوج کے ساتھ کی ہے۔ طبرانی کی روایت انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الذی بیدہ عقدۃ النکاح الزوج بھی اس کی مؤید ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی رائے اور امام شافعی کا قول

جدید بھی یہی ہے کیونکہ بقاء نکاح اور طلاق شوہر کے اختیار میں ہوتی ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس سے مراد ولی زوجہ ہے۔ امام مالکؒ کا خیال اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ اس صورت میں حاصل یہ ہر گاہ کہ اگر عورت ٹیبہ ہے تب تو خود شوہر کو اپنا حصہ معاف کر سکتی ہے اور باکرہ ہے تو اس کے ولی کو حق معافی ہوگا۔

لا تنسوا الفضل نسیان سے مراد حقیقی معنی نہیں ہیں کہ وہ غیر اختیاری امر ہے بلکہ مراد ترک احسان ہے الفضل بمعنی التفضیل والاحسان۔ فنصف۔ ای فلہن اوفالواجب نصف ما فرضتم۔ الا ان یعفون۔ ای فلہن هذا المقدار بلا زیادة ولا نقصان فی جمیع الاحوال الا الخ او یعفوا الذی اس کا نام معافی رکھنا یا مشاکلت صورتی کی وجہ سے ہے اور یا اس لئے کہ اگر مہر معجل بیوی کو ادا کر دیا تو طلاق قبل الدخول کی صورت میں نصف کا حق استرداد باقی رہتا ہے اور جب استرداد نہ ہوا تو یہی معافی ہے۔ ان تعفوا میں خطاب خاوند بیوی دونوں کو ہے لیکن لفظوں میں تذکیر کی رعایت صرف اس کے شرف کی وجہ سے کی گئی ہے۔

حافظوا مفاعلت یہاں مجرد کے معنی میں ہے جیسے عاقبت اللص اور چونکہ مواظبت کے معنی کو متضمن ہے اس لئے علی کے ساتھ تعدیہ کیا گیا ہے اور علی حالہ اپنے باب سے قرار دیا جائے تو بندہ اور خدا یا بندہ اور نماز کے درمیان محافظت مراد ہوگی۔

الصَّلوة الوسطی امام اعظمؒ اور اکابر صحابہؓ حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ و عائشہؓ و ام سلمہؓ و حفصہؓ کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد عصر کی نماز ہے کیونکہ مصحف حفصہؓ میں صلوٰۃ الوسطی کے بعد صلوٰۃ العصر کا لفظ موجود ہے۔ نیز غزوة احزاب میں جب آنحضرت ﷺ کی نماز عصر فوت ہو گئی تو یہ دعائیہ جملہ ارشاد فرمائے شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر ملا اللہ بیوتہم ناراً۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر بھی ایک دفعہ فوت ہو گئی تھی جس کے بارہ میں ارشاد نبوی ہے انہا الصلوٰۃ التي شغل عنها سليمان حتى تورات بالحجاب اور مقتضی قیاس بھی یہی ہے کہ اس کے ایک طرف دو نمازیں نہاری ہیں قصری اور غیر قصری فجر اور ظہر اور اسی طرح دوسری طرف دو نمازیں لیلیٰ ہیں قصری اور غیر قصری یعنی مغرب و عشاء اور نماز عصر ان کے درمیان ہے اور وقت بھی یہ کاروباری مشغولیت اور ہنگامہ آرائی کا ہے اس لئے مزید اہتمام کی ضرورت پیش آئی ہے اور انسؓ بن مالک، معاذ بن جبلؓ، ابو امامہؓ کی رائے یہ ہے کہ مراد اس سے نماز فجر ہے۔ کیونکہ وہ دن رات کی دو دو نمازوں کے درمیان میں ہے یا دو قصری نمازوں کے درمیان میں ہے اور ابن عمرؓ، زید بن اسامہؓ کا قول یہ ہے کہ ظہر کی نماز مراد ہے کیونکہ وسط نہار میں ہے اور ابن عباسؓ کی ایک روایت اور قیصرہ بن زبیرؓ کی روایت میں ہے کہ نماز مغرب مراد ہے کیونکہ وہ ایک جہری اور ایک سری نماز کے درمیان ہے یا رکعات کے لحاظ سے دو گانہ اور چہارگانہ نمازوں کے درمیان ہے اور بعض نے نماز عشاء مراد لی ہے کیونکہ وہ دو جہری نمازوں کے مابین ہے۔ جو رات کی دونوں سروں پر ہیں اور بعض نے لیلة القدر کی طرح اس کو غیر معین کہا ہے۔

وافردها یعنی عطف عام علی الخاص کا نکتہ جلال مفسر ذکر کر رہے ہیں کہ تخصیص ذکر کی وجہ شرف وقت ہے کہ ملائکۃ النہار واللیل کے اجتماع اور ڈیوٹی بدلنے کا یہ وقت ہے۔

قوموا للہ یعنی للہ کا تعلق قوموا سے ہے جس سے مراد قیام صلوٰۃ ہے لفظ قانتین سے متعلق نہیں ہے ورنہ عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی قوموا فی صلوٰۃ اللہ قانتین کیونکہ عامل اصل میں معمول پر مقدم ہوتا ہے۔ قانتین ابن مسعودؓ اور زید بن ارقمؓ کا قول بھی یہی ہے کہ قنوت کے معنی سکوت کے ہیں۔ فرجالا اور رکبانا یہ دونوں حال ہیں عامل ان میں صلوٰۃ مقدر ہے اسی لئے اس کو مفسر علام نے بھی مؤخر مانا ہے۔ نماز چونکہ معظم ذکر ہے اس لئے تفسیر مناسب ہے۔ باقی امام شافعیؒ کے نزدیک بحالت مشی اور مسابقت بھی نماز پڑھنی واجب ہوگی اور بخلاف امام اعظمؒ کے وہ اس حالت میں مؤخر کرنے کو فرماتے ہیں۔ چنانچہ غزوة احزاب میں آنحضرت ﷺ نے بھی ترک فرمادی تھی۔ کما علمک تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بحالت امن رکوع سجدہ، استقبال قبلہ کی رعایت سے نماز پڑھتے

رہے اسی طرح پڑھو اسی لئے وضع الظاہر موضع المضممر کیا ہے۔

رابطہ: آیت لا جناح میں طلاق قبل الدخول کی صورت میں مہر واجب اور غیر واجب کا تین تیسواں (۳۳) حکم مذکور ہے اور آیت حافظوا میں چوتیسواں (۳۴) حکم نماز کی محافظت کا ہے۔

شان نزول: ایک انصاری صحابی نے ایک عورت سے نکاح تفویض کیا اس کے بعد طلاق قبل الدخول دے دی اس پر عورت نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مرافعہ پیش کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا امتعھا ولو بقلنسوتک۔

﴿تشریح﴾: مطلقہ عورت کی چار صورتیں: مطلقہ کی دو صورتیں ہیں۔ موطوءہ اور غیر موطوءہ۔ حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ نکاح کے حکم میں ہے پھر ان کی بھی دو صورتیں ہیں۔ مہر کی تعیین ہو چکی تھی یا نہیں۔ اسی طرح چار صورتیں نکل آئیں۔ (۱) موطوءہ مسمیٰ لہا مہر (۲) موطوءہ غیر مسمیٰ لہا مہر (۳) غیر موطوءہ مسمیٰ لہا مہر (۴) غیر موطوءہ غیر مسمیٰ لہا مہر۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ پورا مہر واجب ہوگا۔ دوسری صورت کا حکم یہ ہے مہر مثل کو حکم بنا کر مہر ادا کیا جائے گا۔ تیسری صورت جو آیت میں دوسرے نمبر پر بیان کی جا رہی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نصف مہر کا ادا کرنا مرد پر واجب ہے الا یہ کہ مرد رعایت کر کے پورا مہر عورت کو دیدے یا اس کے پاس ہی رہنے دے۔ اسی طرح عورت اپنے نصف حق کو بھی نہ لے لائے تو اسے کو واپس کر دے۔ ان چار صورتوں میں نصف مہر کا حکم وجوبی باقی نہیں رہے گا اور استثناء صحیح ہو سکے گا اور چوتھی صورت جس کو آیت میں اول بیان کیا گیا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ مرد کو مہر کے نام سے کچھ دینا نہیں پڑے گا کیونکہ نکاح کی صحت اگرچہ تعیین مہر پر موقوف نہیں ہے۔ بلا ذکر مہر بلکہ عدم مہر کی شرط لگا کر بھی نکاح صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز مہر کا نفس وجوب صرف عقد نکاح سے ہو جاتا ہے البتہ خلوت و صحبت سے مہر مؤکد ہوتا ہے لیکن اس چوتھی صورت میں جب نہ مہر کی تعیین ہوئی اور نہ خلوت و صحبت سے مہر مؤکد ہوا تو مہر کی تنصیف کیسے کی جائے اور کیوں کی جائے؟

جوڑہ دینے کے احکام: البتہ اس مفت کی طلاق سے عورت کو استحیاش ضرور ہوا ہے۔ اسی کی مکافات اس طرح کی جا رہی ہے کہ ایک جوڑہ تین کپڑوں کا جس میں گرتہ، ایک سر بند اور ایک سر سے پاؤں تک ستر کیلئے چادر ہو بطور قائم مقام مہر کی شوہر پر اس کی مقدور بھر واجب ہے۔ جس کی قیمت پانچ درہم سے کم اور ایسی عورت کے نصف مہر سے زیادہ نہ ہو۔ چنانچہ علی اور متاعا کا مصدر مؤکد ہونا اور لفظ حق اس وجوب پر دال ہیں۔ امام مالک اس کے استحباب پر لفظ المحسنین سے استدلال کرتے ہیں لیکن اس کا ترجمہ خوش معاملگی کے ساتھ کرنے کے بعد استدلال کا موقع ہی نہیں رہتا۔ اس آخری صورت کے علاوہ پہلی تینوں صورتوں میں جوڑے کا وجوب نہیں ہے اور استحباب سے انکار بھی نہیں ہے کیونکہ سب صورتوں میں کچھ نہ کچھ عورت کا جبر و نقصان ہو گیا ہے صرف اس ایک صورت میں آنسو پونچھنے کی ضرورت تھی۔

کسی کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنا یا اپنا حق معاف کر دینا بلاشبہ قابل استحسان ہے لیکن اگر کسی خاص عارض فقر و تنگدستی کی وجہ سے مثلاً رعایت نہ کرنے کو ترجیح ہو جائے تو اس میں فی نفسہ استحسان اور عارضی غیر استحسان میں کچھ تعارض اور منافات نہیں ہے دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔

معاشرتی احکام کے ساتھ عبادات: طلاق و عدت کے احکام کے درمیان نزدکا ذکر اس مصلحت سے ہے کہ مقصود اصلی توجہ الی اللہ ہے۔ معاشرت و معاملات میں لگ کر کہیں اس سے کسی درجہ غفلت نہ ہو جائے بلکہ خوردان احکام میں بھی ایمان کی

جان جب ہی پڑے گی کہ خدائی احکام سمجھ کر ان کو کیا جائے نیز حقوق العباد کی ادائیگی باعث تقرب خداوندی ہے ورنہ بارگاہ الہی سے دوری اور توجہ الی الحق سے محرومی کا باعث ہوگا۔ اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسی شریک حالت میں بھی جبکہ جانوں کی آپا دھاپی پڑ رہی ہے نماز مؤخر نہیں کی گئی بلکہ کھڑے کھڑے اشاروں سے پڑھنے کا حکم ہے سجدہ کا اشارہ رکوع کے مقابلہ میں پست یا جائے گا۔ البتہ اگر کھڑا رہنا بھی ممکن نہ ہو بلکہ چلنا یا بھاگنا ہو رہا ہو تو عمل کثیر کی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ رجالات کی تفسیر حنفیہ نے کھڑے رہنے کے ساتھ کی ہے۔ امام شافعی اس حالت میں بھی مؤخر نہیں فرماتے بلکہ رجالات کے معنی پیدل چلنے اور اکیس کے معنی سوار ہو کر چلنے کے لیتے ہیں۔ لیکن رجالات مشترک معنوی ہے۔ ماشی اور واقف دونوں معنی کے۔ لئے عمل کثیر کے مفسد ہونے کی وجہ سے اور واقعہ احزاب سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ نے ثانی معنی کو ترجیح دے دی ہے۔

وان تعفوا میں علو ہمت اور ترک اسراف کی تعلیم ہے اور فرجالات اور کسانا تعداد اور بہت اعمال کے لحاظ سے تخفیف کی اصل نکلتی ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا مَّطْلُوعًا فَلْيُوصُوا وَفِي قِرَاءَةِ بِالرَّفْعِ أَيْ عَلَيْهِمْ لِأَزْوَاجِهِمْ وَيُعْطُوهُنَّ مَتَاعًا مَا يَتَمَتَّعْنَ بِهِ مِنَ النَّفَقَةِ وَالْكِسْوَةِ إِلَى تَمَامِ الْحَوْلِ مِنْ مَوْتِهِمْ أَلَوْ أَحْبَبَّ عَلَيْهِنَّ تَرْبُصَهُ غَيْرَ إِخْرَاجٍ حَالِ أَيْ غَيْرِ مُخْرَجَاتٍ مِنْ مَسْكِنِهِنَّ فَإِنْ خَرَجْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ يَا أَوْلِيَاءَ الْمَيِّتِ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ شَرْعًا كَالْتَرْتِيبِ وَتَرْكِ الْإِحْدَادِ وَقَطْعِ النَّفَقَةِ عَنْهَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ فِي مَلِكِهِ حَكِيمٌ ﴿۲۴۰﴾ فِي صُنْعِهِ وَالْوَصِيَّةُ الْمَذْكُورَةُ مَنْسُوخَةٌ بِأَيِّ الْمِيرَاثِ وَتَرْبُصُ الْحَوْلِ بِأَيِّ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرٍ السَّابِقَةِ الْمُتَأَخِّرَةِ فِي التَّرْوِيلِ وَالسُّكْنَى ثَابِتَةٌ لَهَا عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَلِلْمُطَلَّقِ مَتَاعٌ يُعْطِيهِ بِالْمَعْرُوفِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ حَقًّا نَصَبٌ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۲۴۱﴾ اللَّهُ كَرِيمٌ لِيَعْمَ الْمَمْسُوسَةَ أَيْضًا إِذِ الْآيَةُ السَّابِقَةُ نَبِيٌّ غَيْرِهَا كَذَلِكَ كَمَا يَبِينُ لَكُمْ مَا ذَكَرَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۴۲﴾ تَتَذَبَّرُونَ -

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو (اس کے ذمہ لازم ہے کہ) وصیت کر جایا کریں (اور ایک قرأت میں لفظ وصیہ رفع کے ساتھ ہے ای علیہم وصیہ) اپنی بیویوں کے لئے (اور ان کو دے جایا کریں) سامان (نفقہ و لباس کہ جس سے وہ نفع اٹھالیں) ایک سال (تمام) کے لئے (ان کی وفات کے وقت سے عورتوں پر واجب ہے) اس طرح کہ ان کو گھر سے نہ نکالا جائے (غیر اخراج حال ہے یعنی اپنے مکانوں سے نکالی نہ جائیں) ہاں اگر (خود) نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے (اے ورثائے میت) اس ضابطہ کے مطابق جس کو وہ اپنے لئے تجویز کریں (شرعاً مثلاً آرائش کرنا، سوگ نہ کرنا، نفقہ سے محروم ہو جانا) اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (اپنے ملک میں) حکمت والے ہیں (اپنی کارگیری میں) وروصیت مذکورہ آیت میراث کے ذریعہ منسوخ ہے اور سہاں بھر کی عدت منسوخ ہے۔ اس سے پہلی آیت اربعہ اشہر و عشر کے ذریعہ جو نزولاً مؤخر ہے اور اس کیلئے قیام گاہ بھی لازم ہے۔ امام شافعی کے نزدیک (اور تمام مطلقہ عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا) کہ جو اس کو دیا جائے گا) دستور کے

مطابق (بقدر امکان) مقرر ہوا ہے (حقاً منصوب ہے فعل مقدر کے ذریعہ) ان لوگوں پر جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والے ہیں (اس کو مکرر بیان کیا ہے تاکہ موطوءہ عورت بھی اس حکم میں داخل ہو جائے کیونکہ کچھلی آیت غیر موطوءہ کے باب میں تھی) اسی طرح (جیسے کہ تمہارے لئے پہلے احکام بیان کیئے گئے ہیں) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرماتے ہیں اپنے احکام اس توقع کے ساتھ کہ تم سمجھو گے (تدبر کرو گے)

تحقیق و ترکیب: والذین يتوفون. ای يموتون. تسمية الشئ باسم ما يؤل اليه کے طریقہ پر ہے کیونکہ وفات کے بعد وصیت ممکن نہیں ہے۔ وصیة کی تقدیر فلیو صوا وصیة ہے ای فلیجب علیہم ان یوصوا لزوجاتهم بثلاثة اشياء النفقة والكسوة والسكنی دوسری قرأت رفع پر تقدیر علیہم الوصیة ہوگی۔ الحول کے بعد مفسر نے جو واجب کہا ہے یہ مجرور ہے حول کی صفت ہونے کی وجہ سے اور الی الحول صفت ہے متاع کی اور تر بھس سے مراد تر بھس الحول ہے۔ ای متاعا منتھیا الی الحول. خرجن یعنی رہنے نہ رہنے میں اور نفقہ لینے نہ لینے میں عورتوں کو اختیار ہے جیسا کہ امام شافعی کی رائے ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک سکنی لازم ہوگا موت اور طلاق دونوں کی عدت میں اختیاری امر نہیں ہے اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اگر سال بھر بعد نکلیں گے تو اب آرائش وغیرہ کی اجازت ہے۔ الاحداد احدت المرءة بولتے ہیں خاوند کی وفات کے بعد زیب و زینت چھوڑ دی ہے۔ حقا علی المتقین کچھلی آیت میں جب علی المحسنین کا لفظ نازل ہوا تو ایک اعرابی نے بیوی کو طلاق کے بعد متاع نہیں دیا اور کہہ دیا کہ ان اردت احسنت وان اردت لم احسن اس پر حقا علی المتقین نازل ہوا..... کورہ یعنی آیت وللمطلقات الخ کا نزول مدخولہ کو داخل کرنے کے لئے ہوا ہے اس میں تین رائیں ہیں (۱) امام شافعی کے نزدیک تمام صورتوں میں متاع واجب ہے بجز غیر مدخولہ مفروض لہا کے۔ (۲) امام مالک کے نزدیک سب صورتوں میں مستحب ہے بجز اس صورت کے۔ (۳) امام ابوحنیفہ کی رائے اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے مدخولہ مطلقاً اور غیر مدخولہ غیر مسمی لہا مہر کے لئے واجب ہے اور صاحب مدارک نے اس متاع کو نفقہ عدت پر محمول کیا ہے اس لئے تکرار نہیں رہے گا۔

رابط: اس آیت والذین الخ میں پینتیسواں (۳۵) حکم بیوہ کیلئے وصیت سکونت سے متعلق ہے اور آیت وللمطلقات الخ میں حکم طلاق کا تمہ بیان کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: بیوہ کی عدت: اسلام سے پہلے عدت وفات ایک سال تھی۔ ابتداء اسلام میں بھی جب تک احکام میراث مقرر نہیں ہوئے تھے اور بیوی کا کوئی حصہ میراث طے نہیں تھا بلکہ سب کا مدار صرف مرنے والے کی وصیت پر تھا۔ عورت کے لئے اتنی رعایت رکھی گئی تھی کہ اگر وہ چاہے تو خاوند کے ترکہ کے مکان میں سال بھر تک رہ سکتی ہے۔ اس مدت میں اسی ترکہ سے ان کے نفقہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ مرد کے لئے بھی اس قسم کی وصیت کر جانے کا حکم تھا اور چونکہ یہ حق عورت کا تھا اس لئے اس کے وصول کرنے نہ کرنے، مکان میں رہنے نہ رہنے کا اس کو اختیار تھا۔ وراثت کے لئے مجبور کرنے کا حق نہیں تھا عدت کے اندر عورت کے لئے باہر نکلنا اور نکاح وغیرہ کرنا گناہ تھا۔ لیکن عدت کے بعد سب چیزوں کی اجازت تھی۔ لیکن جب آیت سابقہ اربعۃ اشھر و عشر انازل ہو گئی تو یہ لمبی عدت چھوٹی عدت سے تبدیل ہو گئی اور جب آیت میراث نازل ہو گئی جس میں گھر بار سب کا ترکہ عورت کو مل گیا تو اب نفقہ بھی منسوخ اور سکنی بھی منسوخ ہے۔ اپنے حصہ میں رہے اور اپنا مال خرچ کرے۔ غرضکہ اس آیت کے سب اجزاء منسوخ ہو گئے ہیں۔

مطلقہ کے احکام: کچھلی آیت کے ذیل میں مطلقہ کی چاروں اقسام اور ان کے احکام بزرگوار ہوئے ہیں ان کی تفصیل سے

معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ نفع ہوا۔ مثلاً مطلقہ غیر مدخولہ غیر مسمی لہا مہر کے لئے ایک جوڑا غیر مدخولہ مسمی لہا مہر کے لئے نصف مہر دیا جائے گا۔ اسی طرح مدخولہ کی دو قسمیں رہ گئی تھیں وہ اس آیت میں آگئیں یعنی مسمی لہا مہر اس کے لئے پورا مہر اور غیر مسمی لہا مہر اس کے لئے بعد الدخول مہر مثل۔ یہ ان کا نفع ہو گیا ایک صورت نفع کی یہ تھی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خالص جوڑا مراد لیا جائے تو ایک صورت میں واجب اور تین صورتوں میں مستحب ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ متاع سے مراد نفقہ عدت لیا جائے تو جس طلاق میں عدت ہوگی۔ مثلاً رجعی بائنہ اس میں عدت گزرنے تک واجب رہے گا۔ غرض کہ آیت عموم الفاظ سے سب صورتوں کو شامل ہے اور قاعدہ سے مراد یہی تفصیل ہے وجوب و استحباب کا فرق دلائل سے ثابت ہوتا جائے گا۔ اس صورت میں حقاً کو وجوب کے لئے نہ لیا جائے بلکہ ثابت کے معنی میں لیا جائے گا اور علی الزام کی بجائے صرف تاکد کے لئے ہوگا چاہے استحباب ہی ہو۔

أَلَمْ تَرَ اسْتَفْهَامٌ تَعْجِيبٌ وَتَشْوِيقٌ إِلَى اسْتِمَاعِ مَا بَعْدَهُ أَيْ لَمْ يَنْتَهَ عِلْمُكَ أَلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ أَرْبَعَةٌ أَوْ ثَمَانِيَةٌ أَوْ عَشْرَةٌ أَوْ ثَلَاثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ أَوْ سَبْعُونَ أَلْفًا حَذَرَ الْمَوْتِ مَفْعُولٌ لَهُ وَهُمْ قَوْمٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَقَعَ الطَّاعُونَ بِيَلَادِهِمْ فَفَرُّوا فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا فَفَمَاتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ط بَعْدَ ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ بَدْعَاءِ نَبِيِّهِمْ حَزَقِيلَ بِكَسْرِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ وَسُكُونِ الرَّايِ فَعَاشُوا دَهْرًا عَلَيْهِمُ اثْرُ الْمَوْتِ لَا يَلْبَسُونَ ثُوبًا إِلَّا عَادَ كَالْكَفَنِ وَاسْتَمَرَّتْ فِي أَسْبَابِهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَمِنْهُ أَحْيَاءُ هَؤُلَاءِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ وَهُمْ الْكُفَّارُ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۲۲۳﴾ وَالْقَصْدُ مِنْ ذِكْرِ خَيْرِ هَؤُلَاءِ تَشْجِيعُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ وَلِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَى لِأَعْلَاءِ دِينِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ لِقَوْلِكُمْ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾ بِأَحْوَالِكُمْ فَيَجَازِيكُمْ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ بِإِنْفَاقِ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا بَأَنْ يُنْفِقَهُ لِلَّهِ تَعَالَى عَنْ طِيبِ قَلْبٍ فَيُضْعِفَهُ وَفِي قِرَاءَةِ فَيُضْعِفُهُ بِالتَّشْدِيدِ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً مِنْ عَشْرِ إِلَى أَكْثَرٍ مِنْ سَبْعِمِائَةٍ كَمَا سَيَأْتِي وَاللَّهُ يُقْبِضُ يُمْسِكُ الرِّزْقَ عَمَّنْ يَشَاءُ ابْتِلَاءً وَيَبْصِطُ ص يُوَسِّعُهُ لِمَنْ يَشَاءُ امْتِحَانًا وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲۵﴾ فِي الْآخِرَةِ بِالْبَعْثِ فَيَجَازِيكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ

ترجمہ:..... آپ کو تحقیق نہیں ہوا (استفہام تعجب کے لئے اور مابعد کے شوق دلانے کے لئے ہے یعنی آپ کا علم وہاں تک نہیں پہنچا) واقعہ ان لوگوں کا جو اپنے مکانوں سے نکل گئے تھے۔ حالانکہ وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے (چار یا آٹھ یا دس یا تیس یا چالیس یا ستر ہزار افراد تھے) موت سے بچنے کے لئے (یہ مفعول لہ ہے مراد ان لوگوں سے بنی اسرائیل کی قوم ہے کہ ان کے شہروں میں ایک وبائی مرض پھیلا چنانچہ وہ لوگ وہاں سے بھاگ گئے) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حکم فرمایا کہ مر جاؤ (چنانچہ وہ مر گئے) پھر ان کو زندہ کر دیا (آٹھ روز یا اس سے زیادہ مدت کے بعد حضرت حزقیل (حا اور قاف کے کسرہ اور سکون زا کے ساتھ) علیہ السلام نبی کی دعا سے چنانچہ وہ ایک عرصہ ایسی حالت میں زندہ رہے کہ ان پر اثر موت تھا کہ جب کوئی کپڑا پہنتے تو کفن کی طرح ہو جاتا اور یہ اثر ان کی نسلوں میں باقی رہا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا فضل فرمانے والے ہیں لوگوں پر (مخملہ فضل کے ان لوگوں کا زندہ کرنا تھا) لیکن اکثر لوگ (یعنی کفار) شکر گزاری نہیں کرتے (مقصود ان لوگوں کے تذکرہ سے مسلمانوں کو جہاد پر دلیر کرنا ہے اسی لئے اس پر عطف ہے) اور اللہ تعالیٰ

کی راہ میں قتال کرو (اعلاء دین کی خاطر) اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں (تمہاری باتوں کو) اور خوب جاننے والے ہیں (تمہارے حالات کو اس لئے کہ تم کو بدلہ دیں گے) کون ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے (اللہ کی راہ میں مال صرف کر کے) بہترین طور پر قرض (کہ اللہ کی راہ میں خوشدلی سے صرف کرے) پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر (اور ایک قرأت میں فی ضعفہ تشدید کے ساتھ آیا ہے) بہت سے حصے کر دیں (دس گنا سے لے سو گنا سے بھی زائد جیسا کہ آئندہ آیت میں آ رہا ہے) اور اللہ تعالیٰ ہی کمی کرتے ہیں (جس سے چاہتے ہیں بطور آزمائش رزق روک لیتے ہیں) اور فراخی کر دیتے ہیں (بطور امتحان جس کے لئے چاہیں کشادگی فرما دیتے ہیں) اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (آخرت میں تم کو تمہارے اعمال کی پاداش کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔)

تحقیق و ترکیب:..... تعجبک یعنی تعجب دلانا، اس سے معلوم ہوا کہ مخاطب کو اس سے پہلے حصہ کا حال معلوم نہیں تھا اور بعض نے استفہام تقریر پر محمول کیا ہے۔ اس وقت مخاطب واقعہ سے باخبر ہوگا صرف تقریر کے لئے دہرایا گیا ہے۔ قاضی بیضاوی کی رائے سے کہ تعجب اور تقریر ہی ان لوگوں کے لئے جو اہل کتاب میں سے ارباب تاریخ اس قصہ کو سننے ہوئے ہیں اور جو افراد سننے ہوئے نہیں ہیں کبھی ان کو بھی مخاطب بنا لیا جاتا ہے۔ تری رویت علمیہ سے ہے اور متضمن معنی انتہاء کو ہے۔ اسی لئے الیٰ کے ساتھ تعدیہ کر لیا گیا ہے۔ ثم احیاهم مقدر پر معطوف ہے۔ ای فماتوا ثم احیاهم غایت ظہور کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔

حز قیل ان کو ذوالکفل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ستر (۷۰) انبیاء کا انہوں نے تکفل کیا تھا۔ حضرت کالب کے بعد ان کو نبی بنایا گیا تھا جو جانشین حضرت موسیٰ علیہ السلام یوشع بن نون کے بعد ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کی وفات کے بعد حضرت حز قیل رنجیدہ اور آبدیدہ ہوئے اور عرض کیا یا رب بقیت و حیداً حکم ہوا کہ ان کی زندگی تمہارے سپرد کی چنانچہ انہوں نے احیوا باذن اللہ کہا سب زندہ ہو گئے اور اثر موت سے مراد زردی ہے چنانچہ بعض قبائل یہود میں اب تک زرد رنگ چلے آ رہے ہیں۔

قرضاً حسناً مفعول مطلق ہے ای اقراضاً فیضعفہ الضعف المثل۔ ای جزاءً ہ بتقدیر امضاف اضعاف ضمیر منصوب سے حال ہے یا مضاعفت کے متضمن معنی تصمیر ہونے کی وجہ سے مفعول الثانی ہے یضاعف بشکل مبالغہ، مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ کما سیاتی مراد آیت مثل الذین ینفقون الخ ہے۔ واللہ یقبض گویا یہ ماقبل کی دلیل ہے۔ یعنی انفاق کی وجہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ قابض و باسط تو حق تعالیٰ ہیں وہ دونوں طریقوں سے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ لیکن تنگی کی بہ نسبت فراخی کا امتحان زیادہ پرخطر ہوتا ہے۔

رابط:..... مختلف قسم کے پینتیس (۳۵) احکام ابوب بر بیان کیئے گئے ہیں۔ جن میں نماز کی محافظت کا حکم دے کر عبادات کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔ عبادات چونکہ دو طرح کی عبادتیں اکمل و نفع واقوی ہیں۔ ایک بذل نفس دوسرے بذل مال اور یہ دونوں فرد ہیں جہاد کی۔ اس لئے آیت ماندہ میں دور تک انہی کے ترغیبی مضامین آ رہے ہیں۔ اس سورت میں پہلے بھی جگہ جگہ ضمناً ان دونوں احکام کا تذکرہ آچکا ہے اور اب الم اتر الی الذین الخ اور الم اتر الی الملاء الخ میں ترغیب جہاد بالانفس اور من الذلی الخ میں مالی جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... میدان جنگ اور وبائی شہر سے بھاگنا حرام ہے:..... بعض حضرات نے اس قصہ کو فرار من الحرب پر محمول کیا ہے۔ اسی لئے جس طرح جہاد سے بھاگنا حرام ہے اسی طرح طاعون وغیرہ وبائی امراض کی جگہ سے بھاگنا بھی حرام ہے۔

مسئلہ تناسخ:..... نیز یہاں مرکر دوبارہ زندہ ہونے سے تناسخ کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ تناسخ کے عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ دوسری زندگی میں پہلی زندگی کی سزایا جزاء کے طور پر دوسرا بدن دیا جاتا ہے۔ اور یہاں دوبارہ زندگی سزایا جزا کے طور پر نہیں تھی بلکہ قدرتِ خداوندی کا اظہار تھا۔ اسی طرح جہاں جہاں کسی معذب قوم کا مسخ ہوا ہے اس پر بھی تناسخ کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ تناسخ میں دونوں زندگیوں کے درمیان موت کا حائل ہونا ضروری مانتے ہیں اور مسخ میں ایسا نہیں ہوتا۔ نیز اس دوبارہ زندہ ہونے کے واقعہ سے ان آیات پر بھی شبہ نہ کیا جائے جن میں قیامت سے پہلے مرکر دنیا میں دوبارہ آنے کی نفی کی گئی ہے کیونکہ مقصود ان آیات کا نفی عادت کی ہے اور یہاں اثبات بطور خرق عادت اور خلاف عادت ہو رہا ہے اس لئے کوئی تعارض نہیں ہے۔

نیچریوں کی تاویل:..... بعض نیچری مردہ ہونے سے مراد بزدلی اور زندہ ہونے سے مراد بہادری لیتے ہیں۔ یعنی بنی اسرائیل نے مداینوں سے شکست کھا کر بزدلی اختیار کی اور گویا بالکل ہی ختم ہو گئے۔ لیکن ایک زمانہ بعد جدعون نے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا اور ہمت و شجاعت، بہادری اور دلیری سے پھر لوگوں کو زندہ کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ بلا ضرورت حقیقی معنی چھوڑ کر مجاز اختیار کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر خرق عادت ہونے کی وجہ سے بھاگنا ہے تو کہاں کہاں تاویل کی جائے گی۔

قرضہ جنگ:..... قرضہ جنگ کو مجازاً اقرص کہہ دیا گیا ہے ورنہ ساری چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں۔ لیکن جس طرح قرض کی رقم اکثر حالات میں محفوظ سمجھی جاتی ہے اور ماری نہیں جاتی بلکہ اس کی وصول یا بی یقینی سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کو سمجھو اور قرضہ جنگ جس طرح سو دوسو ذکر کے واپس کیا جاتا ہے اور تضاعف میں رعایا کی وفاداری اور خلوص کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ کے یہاں بھی اجر و ثواب کی تحدید نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ایک خرما بھی اگر کوئی اللہ کی راہ میں صرف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو احد پہاڑ کے برابر بڑھا دیں گے۔ ظاہر ہے کہ ایک خرما کا پہاڑ کے ساتھ کیا تناسب ہے۔ اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ جب آیت مثل الذین ینفقون الخ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے امت کے لئے سات سو گنا سے بھی زیادہ اضافہ کی درخواست پیش کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اضعافاً کثیراً کو غیر محدود رکھا گیا ہے علی قدر اخلوص۔

واللہ یقبض ویبسط سے معلوم ہوا کہ چونکہ قبض و بسط دونوں کا مرجع اللہ کی ذات ہے اور دونوں موصل الی اللہ اور اس کے ظہور تجلیات کے آئینے ہیں اس لئے دونوں محمود ہیں۔

قَالَ الْمَلَأُ إِلَى الْمَلَ الْجَمَاعَةَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدَ مَوْتِ مُوسَى أَي إِلَى قِصَّتِهِمْ وَخَبْرِهِمْ
 إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَهُمْ هُوَ شَمَوِيلُ ابْعَثْ يَقُمْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلُ مَعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَنْتَظِمُ بِهِ كَلِمَتَنَا وَنَرْجِعُ
 إِلَيْهِ قَالَ النَّبِيُّ لَهُمْ هَلْ عَسَيْتُمْ بِالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ أَنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ إِلَّا تُقَاتِلُوا حَبْرُ عَسَى
 وَالْإِسْتَفْهَامُ لِتَقَرُّبِ التَّوَقُّعِ بِهَا قَالُوا وَمَالْنَا إِلَّا نُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَا بِنَا
 بِسَبِيهِمْ وَقَتْلِهِمْ وَقَدْ فَعَلَ بِهِمْ ذَلِكَ قَوْمٌ جَالُوتٌ أَي لَأَمَانِعَ لَنَا مِنْهُ مَعَ وَجُودِ مُقْتَضِيهِ قَالَ تَعَالَى فَلَمَّا
 كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَحَبِنُوا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَهُمْ الَّذِينَ عَبَرُوا النَّهْرَ مَعَ طَالُوتَ كَمَا سَيَأْتِي
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۲۳۶﴾ فَيَجَازِيهِمْ وَسَأَلَ النَّبِيُّ رَبَّهُ إِرْسَالَ مَلِكٍ فَاجَابَهُ إِلَى إِرْسَالِ طَالُوتَ وَقَالَ

لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۗ قَالُوا أَنَّىٰ كَيْفَ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ
أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ سِبْطِ الْمَمْلُوكَةِ وَلَا النَّبُوءِ وَكَانَ ذَبَابًا أُورَاعِيًّا وَلَمْ يَأْتِ سَعَةً مِّنَ
الْمَالِ ۗ يَسْتَعِينُ بِهَا عَلَىٰ إِقَامَةِ الْمُلْكِ قَالَ النَّبِيُّ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ اخْتَارَهُ لِلْمُلْكِ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ
بَسْطَةً سَعَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۗ وَكَانَ أَعْلَمَ بِنَبِيِّ إِسْرَائِيلَ يُؤْمِنُ بِوَعْدِ اللَّهِ وَأَحْمَلُهُمْ وَأَتَمَّهُمْ خَلَقًا وَاللَّهُ يُؤْتِي
مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۗ اِتِّبَاءَهُ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ فَضْلُهُ عَلَيْهِمُ ﴿۲۳۷﴾ بِمَنْ هُوَ أَهْلٌ لَهُ وَقَالَ لَهُمْ
نَبِيُّهُمْ لَمَّا طَلَبُوا مِنْهُ آيَةً عَلَىٰ مُلْكِهِ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ الصُّنْدُوقُ كَانَ فِيهِ صُورُ الْأَنْبِيَاءِ
أَنْزَلَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ آدَمَ وَاسْتَمَرَ إِلَيْهِمْ فَغَلَبَتْهُمُ الْعَمَالِقَةُ عَلَيْهِ وَأَخَذُوهُ وَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ بِهِ عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ
وَيُقَدِّمُونَهُ فِي الْقِتَالِ وَيَسْكُنُونَ إِلَيْهِ كَمَا قَالَ تَعَالَىٰ فِيهِ سَكِينَةٌ لِّقُلُوبِكُمْ وَقَالَ رَبُّكُمْ بِبَقِيَّةِ مِمَّا
تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ أَي تَرَكَاهُ وَهُوَ نَعْلًا مُوسَىٰ وَعَصَاهُ وَعِمَامَةُ هَارُونَ وَقَفِيضٌ مِّنَ الْمَنِّ الَّذِي
كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ وَرِضَاضُ الْأَلْوَاحِ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۗ حَالَ مَن فَاعِلٍ يَأْتِيَكُمُ رَنٌّ فِي ذَلِكَ لآيَةٍ لَّكُمْ
عَلَىٰ مُلْكِهِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۳۸﴾ فَحَمَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ حَتَّىٰ وَضَعَتْهُ
عِنْدَ طَالُوتَ فَاقْرَأُوا بِمُلْكِهِ وَتَسَارَعُوا إِلَىٰ الْجِهَادِ فَاخْتَارَ مِنْ شَبَابِهِمْ سَبْعِينَ أَلْفًا فَلَمَّا فَصَلَ خَرَجَ
طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۗ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَكَانَ حَرًّا شَدِيدًا وَطَلَبُوا مِنْهُ الْمَاءَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ
مُخْتَبِرُكُمْ بِنَهْرٍ ۗ لِيُظْهَرَ الْمُطِيعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِي وَهُوَ بَيْنَ الْأُرْدُنِّ وَفَلَسْطِينِ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ أَيُّ مِنْ مَائِهِ
فَلَيْسَ مِنِّي ۗ أَيُّ مِنْ أَتْبَاعِي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ يَدُّقْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۗ بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ
بِيَدِهِ فَانْتَفَىٰ بِهَا وَلَمْ يَرِدْ عَلَيْهَا فَإِنَّهُ مِنِّي ۗ فَشَرِبُوا مِنْهُ لَمَّا وَافَوْهُ بِكَثْرَةِ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ فَانْتَصَرُوا عَلَىٰ
الْفُرْقَةِ رُوِيَ أَنَّهَا كَفَتْهُمْ لِشَرِبِهِمْ وَدَوَابِهِمْ وَكَانُوا ثَلَاثِمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا
مَعَهُ ۗ هُمُ الَّذِينَ انْتَصَرُوا عَلَىٰ الْفُرْقَةِ قَالُوا أَيُّ الَّذِينَ شَرِبُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۗ أَيُّ
بِقِتَالِهِمْ وَجَبُنُوا وَلَمْ يُجَاوِزُوهُ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ يُوقِنُونَ أَنَّ اللَّهَ يُدْخِلُهُمْ فِي الْبَيْتِ وَالَّذِينَ جَاوَزُوهُ
كَمْ خَبْرِيَّةٌ بِمَعْنَى كَثِيرٌ مِّنْ فِتْنَةٍ جَمَاعَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِتْنَةٌ كَثِيرَةٌ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ بِإِرَادَتِهِ وَاللَّهُ مَعَ
الصَّابِرِينَ ﴿۲۳۹﴾ بِالنَّصْرِ وَالْعَوْنِ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ أَي ظَهَرُوا لِقِتَالِهِمْ وَتَصَافَوْا قَالُوا رَبَّنَا
أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا بِتَقْوِيَّةِ قُلُوبِنَا عَلَى الْجِهَادِ وَأَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوهُمْ كَسْرُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ ^{فلا} بِرَأْدَتِهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ وَكَانَ فِي عَسْكَرِ طَالُوتَ جَالُوتَ وَاتَّهُ
 أَى دَاوُدَ اللَّهُ الْمُلْكَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْحِكْمَةَ النُّبُوَّةَ بَعْدَ مَوْتِ شَمُوئِيلَ وَطَالُوتَ وَلَمْ يَجْتَمِعَا لِأَحَدٍ
 قَبْلَهُ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ^ط كَصْنَعَةِ الدَّرُوعِ وَمَنْطِقِ الطَّيْرِ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَدَلٍ بَعْضٍ مِنَ
 النَّاسِ بَبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ بِغَلْبَةِ الْمُشْرِكِينَ وَقَتَلَ الْمُسْلِمِينَ وَتَخْرِبُ الْمَسَاجِدَ وَلَكِنَّ اللَّهَ
 ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۲۵۱﴾ مَدَفَعَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ تِلْكَ هَذِهِ الْآيَاتُ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا نَقُصُّهَا
 عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْحَقِّ بِالصِّدْقِ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۵۲﴾ التَّكْوِينُ بَانَ وَغَيْرَهَا رَدُّ لِقَوْلِ الْكُفَّارِ
 لَهُ لَسْتَ مُرْسَلًا

ترجمہ:..... کیا تم کو تحقیق نہیں ہو واقعہ قوم (جماعت) بنی اسرائیل کا موسیٰ علیہ السلام (کی وامت) کے بعد (یعنی ان کا قصہ۔
 ان کی خبر تم تک نہیں پہنچی ہے) جب کہ انہوں نے اپنے ایک نبی (شمویل) سے کہا کہ آپ بھیجئے (مقرر کر دیجئے) ہمارے لئے ایک
 بادشاہ کہ ہم (اس کے ساتھ مل کر) اللہ کی راہ میں قتال کریں (جو ہماری تنظیم کر سکے اور ہم اس کو مرجع سمجھیں) فرمایا (پیغمبر نے ان سے)
 کیا یہ ممکن ہے (لفظ عسیتم فتح سین اور کسر سین کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے کہ تم جہاد نہ کرو (الا تقاتلوا خبر
 ہے عسی کی اور استفہام تقریر وقوع کے لئے ہے) وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے لئے کیا سبب ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں۔ حالانکہ
 ہم اپنی بستیوں اور اپنی اولاد سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں (قتل یا قید کی وجہ سے جالوت نے ان کے ساتھ یہ کاروائی کی تھی یعنی جہاد سے
 کوئی مانع موجود نہیں۔ بلکہ مقتضی موجود ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) پھر جب ان کو جہاد کا حکم ہوا وہ سب پھر گئے (جہاد سے اور بڑولی
 اختیار کر لی) باستثناء چند لوگوں کے (جنہوں نے طالوت کی معیت میں نہر کو پار کیا تھا جیسا کہ آگے آ رہا ہے) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو
 خوب جانتے ہیں (چنانچہ ان کو سزا دیں گے۔ نبی علیہ السلام نے بادشاہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں اللہ سے درخواست کی جو طالوت کی
 صورت میں منظور ہوئی) فرمایا پیغمبر نے ان لوگوں سے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے کہنے لگے کہ ان کو ہم پر حکمرانی کا
 حق کہاں (کیسے) حاصل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بہ نسبت ان کے حکمرانی کے ہم زیادہ مستحق ہیں (کیونکہ اول تو وہ خاندان شاہی یا نبوت
 کے گھرانہ سے نہیں ہیں بلکہ زنگ ریز یا چرواہے ہیں دوسرے) ان کو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی۔ ہے (جس کی اعانت سے مہمات
 ملکی چلا سکیں) فرمایا (پیغمبر نے ان سے) کہ (اولاً تو) اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے (سلطنت کے لئے ان کو
 نامزد کیا ہے) اور (دوسرے) ان کو زیادتی (وسعت) عطا فرمائی ہے علم و حیات میں (اور وہ اس دور میں تمام بنی اسرائیل سے اعلم اور
 خلقۃ اجمل و اتم تھے) اور (تیسرے) اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں عطا فرمائیں (کس کو مجال اعتراض ہے) اور (چوتھے) اللہ تعالیٰ
 وسعت دینے والے ہیں (اپنے فضل کو) جاننے والے ہیں (کون سلطنت کے لائق ہے) اور فرمایا ان سے ان کے پیغمبر نے (جبکہ
 لوگوں نے پیغمبر سے اس کی بادشاہت کی علامت معلوم کرنی چاہی) کہ ان کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ
 صندوق آجائے گا (اس صندوق میں انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں جن کو خدا نے بھیجا تھا آدم کے پاس اور لوگوں کے پاس یہ صندوق
 برابر رہا۔ حتیٰ کہ نبی عمالقہ ان لوگوں پر غالب آگئے اور انہوں نے یہ صندوق ان سے چھین لیا حالانکہ یہ لوگ اس صندوق کی برکت سے
 دشمنوں پر فتوحات حاصل کرتے تھے۔ میدان جنگ میں اس کو آگے آگے رکھتے اور اس سے تسکین حاصل کرتے جیسا کہ حق تعالیٰ خود

ارشاد فرماتے ہیں کہ) جس میں تسکین (دلوں کی چین) ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے ہیں (یعنی ان دونوں بزرگوں کا متروکہ تبرک ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مبارک اور عصا مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ مبارک اور ایک تھیلہ اس گوند کا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اتاری تھی اور تورات کی کچھ تختیاں تھیں) اس صندوق کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے (یہ حال ہے یا تیکم کے فاعل سے) اس میں تمہارے لئے مکمل نشانی ہوگی (ان کی سلطنت پر) اگر تم یقین لانے والے ہو (چنانچہ فرشتوں نے اس صندوق کو آسمان وزمین کے درمیان اس طرح اٹھالیا کہ وہ دیکھ رہے تھے۔ حتیٰ کہ طالوت کے سامنے لا رکھا۔ لوگوں نے ان کی حکومت تسلیم کر لی، اور جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ ستر ہزار نوجوان بہادر منتخب کیئے) پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے (بیت المقدس سے سخت گرمی پڑ رہی تھی ان سے لوگوں نے پانی طلب کیا) طالوت کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے (آزمائیں گے) ایک نہر کے ذریعہ (تاکہ فرمانبردار اور نافرمان کھل جائیں) اور وہ نہر اردن و فلسطین کے درمیان تھی) سو جو شخص اس سے پانی پیوے گا (یعنی اس پانی کو پیئے گا) وہ میرے ساتھیوں میں نہیں ہے (یعنی میرے ساتھیوں میں داخل نہیں ہے) اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے (نہ چکھے) وہ میرے ساتھیوں میں ہے۔ لیکن جو پیئے گا ایک چلو بھر (غرفة بفتح الغین والضم) اپنے ہاتھ سے (اور اسی پر اکتفاء کر لے اس سے زیادہ نہ بڑھے وہ بھی میرے ساتھ ہے) سو سب نے اس سے پینا شروع کر دیا (جب اس شہر پر پہنچے اکثروں نے بجز چند آدمیوں کے ان میں سے (یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے صرف چلو پر اکتفاء کیا روایت ہے کہ یہی ایک چلو ان کے اور ان کے گھوڑوں کے لئے کافی ہو گیا اور وہ تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے) سو جب طالوت اور ان کے مؤمن ساتھی نہر پارا تر گئے (جنہوں نے ایک چلو پر اکتفاء کیا تھا) کہنے لگے (جنہوں نے پیا تھا) آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت معلوم نہیں ہوتی (یعنی ان سے لڑنے کی اور بزدلی کا مظاہرہ کیا اور آگے نہیں بڑھ سکے) کہنے لگے وہ لوگ کہ جن کو خیال (یقین) تھا کہ اللہ تعالیٰ کے زور و پریش ہوں گے (قیامت کے روز اور ایسے لوگ وہ تھے جو نہر سے پار ہو گئے تھے) کہ اکثر (کم خبر یہ ہے بمعنی کثیر) چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آگئی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم (ارادہ) سے اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں (اعانت و امداد فرما کر) اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے (جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور صف بندی کر لی) تو کہنے لگے اے ہمارے پروردگار انڈیل دیجئے (برسا دیجئے) ہم پر صبر اور ہمارے قدم جمائے رکھیے (جہاد پر ہمارے دل مضبوط فرما کر) اور ہم کو اس کا فرقہ پر غالب کر دیجئے۔ چنانچہ طالوتوں نے جالوتیوں کو شکست دے دی (ان کو توڑ کر رکھ دیا) اللہ تعالیٰ کے حکم سے (ارادہ) اور قتل کر دیا داؤد علیہ السلام نے (جو لشکر طالوت میں تھے) جالوت کو اور عطا فرما دیا ان کو (داؤد علیہ السلام کو) اللہ نے سلطنت (بنی اسرائیل کی) اور حکمت (نبوت شموئیل اور طالوت کی وفات کے بعد اور یہ دونوں باتیں اس سے پہلے کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہوئی تھیں) اور بھی جو اللہ کو منظور ہو ان کو تعلیم فرمایا (مثلاً مخصوص زرہ سازی اور جانوروں کی بولی سمجھنا) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ دفع فرماتے رہتے ہیں بعض لوگوں کو (یہ الناس سے بدل البعض ہے) بعض لوگوں کے ذریعہ سرزمین فساد سے لبریز ہو جاتی (مشرکین غالب آجاتے، مسلمان قتل ہو جاتے، مساجد برباد ہو جاتیں) لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں اہل جہان پر (چنانچہ بعض لوگوں کے ذریعہ بعض لوگوں کو برباد دیا) یہ (آیات) اللہ تعالیٰ کی آیتیں جو ہم پڑھ کر (بیان کر کے) آپ کو سناتے ہیں (اے محمد) صحیح صحیح (سچ کے طریقہ پر) اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں (ان وغیرہ کی تاکید لا کر قول کفار "لست مرسل" کی تردید کرنی ہے)

تحقیق و ترکیب:..... الم تر اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے اس میں بھی خطاب عام ہے۔ الملاء جماعت جو مشورہ کے

لئے جمع ہو اور بعض کی رائے ہے کہ جماعت اشراف کو کہتے ہیں۔ جن کی جلالت سے قلوب لبریز اور ہیبت سے آنکھیں بھری ہوئی ہوں۔ یہ اسم جمع ہے اس کا واحد نہیں ہے جیسے قوم اور املاء بھی جمع آتی ہیں۔ شموئیل دوسرے نسخہ میں اول ہمز زائد ہے اور یہ لفظ مرکب ہے شمو یعنی اسمع اور ایل بمعنی اللہ یعنی اسمع یا اللہ دعائی ان کے اور حضرت یوشع کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہوئے اور بعض کی رائے ہے کہ حزقیل اور الیاس اور یسع علیہم السلام کے بعد ہوئے ہیں۔ هل عسیتم عسی اور اس کی خبر کے درمیان شرط فاعل ہو گئی ہے۔ ای التوقع جنبکم من القتال ان کتب علیکم بل کوفعل متوقع پر داخل کر کے استفہام کیا گیا ہے۔ تقریر و تثبیت کے لئے تو اس جملہ میں توقع اور متوقع دونوں آگئے۔ وما لنا ای کالداعی لنا الی ان لا نقاتل۔ یہ ما کی خبر ہے اس جیسے موقع پر مالنا نفعل یا لا نفعل ترکیب شائع ذائع ہے۔ جملہ حالیہ اور انخفش کے نزدیک ان زائد ہے۔

وقد اخرجنا وادّٰ حالیه ہے قوم جالوت مصر و فلسطین کے درمیان رہا کرتے تھے اور چار سو چار شہزادے ان کے گرفتار کر لئے گئے تھے اسی طرف اس جملہ میں اشارہ ہے۔ جالوت قوم عمالقہ کا بڑا سرکش بادشاہ تھا جو عملیق بن عاد کی اولاد سے تھا۔ عمالقہ بھی مصر و فلسطین کے درمیان ساحل بحر روم پر رہتے تھے۔ فلما کتب عبارت محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے فدعاشمویل ربہ بذلک فبعث لهم ملکاً و کتب علیہم القتال۔ فلما کتب الخ اور اس طرز میں زیادہ مبالغہ ہو گیا کہ جب جہاد فرض ہونے کے باوجود انہوں نے رؤگردانی کی تو فرض نہ ہونے کی صورت میں کس درجہ تساہل کرتے۔ قلیلان ذرا ص کی تعداد ۳۱۳ تھی بدرتین کی تعداد کے موافق۔

وسئل النبی چنانچہ ان پیغمبر کو ایک لکڑی پیمائش کے لئے دی گئی جس سے وہ لوگوں کے قد پیمائش کرتے تھے جس طرح فوجی رگروٹوں کو بھرتی سے پہلے قد و قامت اور سینہ کی پیمائش کی جاتی ہے لیکن سوائے طالوت کے کوئی دوسرا اس پر پورا نہیں اترتا۔ ونحن احق کیونکہ خاندان شاہی تو بہود بن یعقوب کی اولاد میں تھا اور سلسلہ نبوت لاوی بن یعقوب کی نسل میں تھا اور طالوت ان دونوں سلسلوں سے الگ بنیامین بن یعقوب کی اولاد میں تھے جن میں نہ نبوت رہی نہ سلطنت، بلکہ گناہوں اور ادنیٰ کاموں کے عادی تھے اور سلسلہ نبوت میں بھی صرف شمویل رہ گئے تھے۔ جنہوں نے کبر سنی میں تو رات حفظ کی اور بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ علم ہوئے اللہ نے ان کو نبوت سے سرفراز فرما دیا اور چالیس سال بہترین حال کے ساتھ قوم میں رہے۔ سعة وسع بروزن کرم ہے۔ ساعۃ سعة اللہم وسع علینا سعة مصدر ہے اور واسع بمعنی موسع ہے۔ التابوت توب سے ہے بمعنی رجوع۔ بکس میں سے جو چیز نکالی جاتی ہے۔ بار بار اس میں پھر رکھی جاتی ہے، صندوق بضم الصاد بروزن فعلوت، شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا، سونے سے ملمع شدہ تھا، تین ہاتھ چوڑا، دس ہاتھ لمبا تھا، تورات کا صندوق کہلاتا تھا اس میں تبرکات کی اصل نکلتی ہے مگر اس میں افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال ملحوظ رہنا چاہئے۔

مما ترک من بانیہ ہے بقیہ اس لئے کہا کہ ان دونوں بزرگوں کا باقی ماندہ تبرک تھا۔ ال موسیٰ لفظ آل تخم شان کے لئے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے اللہم صل علی ال محمد۔ تحملہ حقیقی معنی ہیں یا مجازی معنی مراد ہیں جیسے حمل زید متاعی الی مکة، فلما فصل ای فصل نفسه مفعول کا حذف بکثرت ہوتا ہے اس لئے بمنزلہ لازم کے ہو گیا۔

قال ان اللہ طالوت نے پیغمبر کی جانب سے اطلاع دیتے ہوئے یہ کہا ہوگا۔ اُردن و فلسطین دونوں بیت المقدس کے قریب بستیاں ہوں گی۔ لم یطعمہ اس سے مراد نفس ذوق نہیں ہے بلکہ مایؤدیہ الذوق مراد ہے۔ ماکول ہو یا مشروب۔ طعم المشروب بمعنی ذاق بطعمہ کا استعمال بلا تکلف صحیح و درست ہے یعنی شربہ و اتخذہ طعاماً کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔

غرفة ابن عامر اور کوئی اس کو بافتح اور ابو عمرو ابن کثیر و نافع بالضم پڑھتے ہیں اور بافتح مصدر ہے اور بالضم بمعنی چلو پانی۔ الاصل

اغترِف کے بعد مفسر نے اشارہ کر دیا ہے کہ یہ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي سے استثناء ہے یا خبر کی ضمیر سے استثناء ہے اور دوسرے جملہ کی تقدیم کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو جملہ اولیٰ کا تتمہ بنانا ہے اور یہ کہ اس سے غرض تاکید ہے اور نہی عن الشرب کی من کل الوجہ کی تمیم ہے۔ مؤخر کرنے میں یہ فوائد نہیں تھے۔

وجنودہ تقریباً ایک لاکھ یا اس سے زائد ہتھیار بند لشکر تھا اور جالوت کا حال یہ تھا کہ ایک میل لسا اس کا قدر اور تین سو رطل وزن کی خود اس کے سر پر تھی۔ یظنون آخرت کی ملاقات کا یقین اگرچہ ہر مؤمن کیلئے ضروری ہے لیکن یہاں تخصیص کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان کو اپنی قریبی شہادت کا یقین ہو گیا ہو کہ اس کے بعد اللہ سے ملاقات ہوگی اور اس ملاقات کا ظن بھی جب موجب طاعت ہے تو یقین محکم اور عزم راسخ تو کیوں باعث طاعت نہیں ہوگا۔ گویا اس میں مبالغہ ہے اور یا ظن کو یقین کے معنی میں لے لیا جائے۔

کم من فتنۃ میں کم خبر یہ ہے لیکن استفہامیہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ قاضی بیضاوی کی رائے ہے کیونکہ بلا فصل استفہامیہ کی تمیز پر من داخل نہیں ہو سکتا اور فتنۃ بروزن فتنۃ یا فعلتہ ہے فناء ت راسدہ بولتے ہیں اذ اشقتہ فاء بمعنی رجوع سے مستق ہے۔

بروزوا کھلی زمین کو براز کہتے ہیں اور بروز کہتے ہیں ایسی زمین میں آنے کو بروزوا بمعنی ظہرا ہے۔ وقتل داؤد کہا جاتا ہے کہ طالوت کے لشکر میں ان کے علاوہ چھ نبی اور بھی تھے اور حضرت داؤد ساتویں نبی ہونے والے تھے۔ ابھی کمسن تھے اور بکریاں چراتے تھے کہ شمویل پیغمبر کو بذریعہ وحی بتلادیا گیا کہ جالوت کو داؤد قتل کریں گے چنانچہ ان کے والد سے اجازت لے کر فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ راستہ میں تین پتھروں نے کلام کیا کہ ہمارے ذریعہ سے جالوت کو مارنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور کامیاب ہوئے۔ طالوت نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کی شادی کر دی اور بالآخر یہ نبی اور بادشاہ دونوں کے تہاواراٹ ہوئے۔ لوہان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم کر دیا گیا و النسلہ الحدید فرمایا گیا ہے۔ بلا آلات اس سے زرہ بنا لیتے تھے اور یا آلات کے ذریعہ بناتے ہوں گے لیکن ایسے بہترین طریقہ سے بناتے تھے کہ جیسے کپڑا سوت سے بنایا جاتا ہے اور پردوں اور بہائم وغیرہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

لولا دفع اللہ الخ لولا آتا ہے امتناع ثانی کے لئے اول کے وجود کی وجہ سے چنانچہ فساد زمین میں ممتنع ہو گیا۔ دفع بعض الناس بعضهم کی وجہ سے نفلوہا یہ حال ہے آیات اللہ سے اور عامل معنی اشارہ ہے یا آیات بدل ہے تلک سے اور نفلوہا اس کی خبر ہے۔

رابطہ:..... جہاد و قتال کی تائید کے لئے طالوت و جالوت کا واقعہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... واقعہ کا پس منظر:..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً گیارہ سو (۱۱۰۰) برس پہلے کی بات ہے

کہ حضرت شمویل سے پہلے بنی اسرائیل میں کوئی بادشاہ نہیں ہوتا تھا بلکہ کاہن امام قاضی فصل مقدمات کیا کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً جو انبیاء علیہم السلام ان میں آتے وہ شریعت موسوی اور تورات کے مطابق فتاویٰ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے تین سو بہتر سال بعد عیدون اسرائیل سردار مر گیا تو بنی اسرائیل نے بت پرستی اور بے دینی اختیار کر لی۔ جس کے نتیجہ میں اہل فلسطین جو نہایت درجہ خالی، بت پرست اور بنی اسرائیل کے سخت دشمن تھے ان پر غالب آگئے اور چالیس سال ان پر حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ شمعون کے عہد میں نجات ملی اور بیس سال شمعون کی سلطنت رہی۔ تا آنکہ پھر اہل فلسطین غالب آگئے اور بنی اسرائیل کا ابر حال کر دیا۔ حضرت موسیٰ کے تقریباً چار سو بیالیس سال کے بعد کی بات ہے کہ بنی اسرائیل میں عیسیٰ نام کا ایک کاہن مشہور ہوا۔ اس کے عہد میں کوہستان میں ایقانہ ایک شخص سیلا میں قربانی اور سجدہ کرانے آتا تھا اس کی دو بیویاں فنینہ اور حنینہ نامی تھیں۔ حنینہ کے اولاد نہ ہوتی تھی جس سے وہ غمگین تھی اس نے خدا سے نذر اور دعا کی چنانچہ اس کے بطن سے ایک بچہ ہوا جو شمویل کہلایا۔ عبرانی زبان کا یہ لفظ ہے جس کے معنی ”عطاء اللہ“ یا ”اللہ دیا“ ہیں شمویل کا جب دودھ بڑھا تو ولدین کو شہر رامہ سے سیلا میں عیسیٰ کاہن کے پاس لائے جس کی اولاد نالائق تھی مگر انہوں نے

خدمت کر کے بنی اسرائیل میں شہرت و اعتبار حاصل کر لیا اور عہدہ نبوت سے سرفراز ہوئے۔

تابوت: بنی اسرائیل کے ہاتھ سے جو تابوت جاتا رہا تھا اور فلسطینی اس کو اپنے یہاں لے گئے تھے۔ بنی اسرائیل اور فلسطینیوں میں شدید اور خونریز جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں تیس ہزار بنی اسرائیل مارے گئے تھے۔ اس واقعہ سے تقریباً بائیس سال بعد شمویل نے بنی اسرائیل میں اصلاحی کوششیں کیں اور ان کو بمقام مصفا، فلسطینیوں کے مقابلہ پر آمادہ کیا اور آخر کار عقرون سے جات تک تمام شہر بنی اسرائیل نے واپس لے لیا اور ان کی فتح ہوئی۔ پھر جب شمویل بوڑھے ہو گئے تو لوگوں نے رامہ میں جمع ہو کر عرض کیا کہ آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں اور آپ کے صاحبزادے بوایل اور ابیہ تمہاری پیروی نہیں کرتے بلکہ نفع خوری اور رشوت ستانی کر کے غلط فیصلے کرتے ہیں آپ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے جس کی کمان میں ہم رہیں اور لڑیں۔ چنانچہ ہر ہر فرقہ کے ہزاروں نمائندے جمع ہوئے لیکن قرعہ فال فرقہ بنیامین کے نام پڑا اور ان میں سے مطری خاندان میں قیس کے بیٹے ساؤل یعنی طاوت کا نام نکلا جو بنی اسرائیل میں سب سے بلند قدر اور خوبصورت و وجیہ اور شہر جعہ کے رہنے والے تھے۔ تاہم بنی یلعال نے بنظر تحقیر مخالفت کرتے ہوئے یہ کہا کہ ”یہ کس طرح ہم کو دشمنوں سے بچا سکتا ہے“ شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ یہ تابوت شہادت تمہارا واپس کر دیں گے۔ چنانچہ ساؤل کی بادشاہت تسلیم کر لی گئی اور فلسطینیوں سے جنگ جاری رہی اور فلسطینی دبتے چلے گئے اور وہ صندوق جو کہ کبھی نشان فتح تھا اب ان کے لئے نشان مصیبت بن گیا۔ جہاں اس کو رکھتے مصیبتوں اور بیماریوں اور سخت بلاؤں کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس لئے عاجز آ کر سب نے ملاح کی اور اس صندوق شہادت کو ایک گاڑی پر رکھ کر ایک صندوقچے میں کچھ سونے کی تصویریں رکھ کر بنی اسرائیل کے سرحدی شہر بیت شمس کی طرف ہنکا دیا۔ چنانچہ فرشتوں کی مدد سے وہ گاڑی پشتونامی ایک شخص کے مکان پر بیت شمس میں پہنچ گئی لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی اور قریہ یعارم کے لوگوں کو بلوایا وہ اس کو بخوشی اپنے یہاں لے گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے کارنامے: اس عرصہ میں کئی موقعوں پر ساؤل یعنی طاوت نے حضرت شمویل کی نافرمانی کی جس پر وہ ناراض ہوئے۔ حق تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ بیت طم میں جاؤ اور ایسی کے بیٹوں کو بلاؤ اور جن کو بتلاؤ ان کو منتخب کر لو۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر ان کے سب بیٹوں میں چھوٹے بیٹے کو جو بکریاں چراتے تھے پسند کیا اور ان پر تیل ملا۔ یہ لڑکا داؤد تھا، اس کو لے کر شمویل شہر رامہ آئے اور پھر فلسطینیوں سے صف آراء ہوئے اور فلسطینی یہودا کے شہر شوکہ اور غریقہ کے درمیان خیمہ زن ہوئے۔ طاوت نے بھی بنی اسرائیل کے لشکر کو مرتب کیا۔ دریائے شوق کے جنوبی جانب فلسطینی اور شمالی جانب بنی اسرائیل تھے۔ متواتر فتوحات سے بنی اسرائیل کے حوصلے بڑھتے رہے اور شوق میں آ کر بنی اسرائیل کے عوام و خواص بچے بڑے سب نکل کھڑے ہوئے۔ جنگی اصول کے پیش نظر اس قسم کی بھیڑ عموماً شکست کا باعث بن جایا کرتی ہے۔ اس خیال سے طاوت نے دریا پر پہنچ کر گرمی اور سخت تشنگی کے وقت فوج کا انتخاب کرنا چاہا۔ ان سے پہلے مداینوں کے مقابلہ میں جدعون بھی اس قسم کا انتخاب کر چکا تھا۔ چنانچہ پُر جوش اور سچے مجاہدین امتحان میں بھی پورے اترے اور ان کو اپنی عددی قلت کی فکر نہیں ہوئی۔ دوسری قسم ان رنگروٹوں کی تھی جو امتحان میں پورے اترے۔ لیکن ساتھ ہی قلت و کثرت میں نظر اُبھی رہی۔ لیکن کچے لوگ ایک گھڑی پیاس کی تاب بھی نہ ادا سکتے تھے ان کے قدم ریت میں کیسے جم سکتے غرض کہ جنگ کا بگل بجا۔ جالوت پینیل کی زرہ عظیم خود پہن کر آگے بڑھا اور اس زمانہ کے دستور کے مطابق اپنا مقابل طلب کیا ادھر سے داؤد ہاتھ میں لٹھ لئے اور تین چکنے پتھر اور فلاخن لے کر سامنے آئے۔ جالوت نے کہا کیا میں آتا ہوں کہ لٹھ اور پتھر میرے لئے لایا ہے؟ داؤد نے کہا تو تمام ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آیا ہے اور میں رب الافواج کے نام سے تیری طرف آیا ہوں۔ جالوت حملہ آور ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے فوراً ایک پتھر فلاخن میں جما کر اوگھما کر ایسا مارا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ رہا اور اسی کی تلوار سے سر کاٹ لیا۔ پھر تو فلسطینیوں

میں عام بھگدڑ مچ گئی اور داؤد جالوت کا سر لے کر یروشلم میں آئے جس سے بنی اسرائیل میں ان کی دھوم مچ گئی اور طالوت نے اپنی چھوٹی بیٹی میکل کی شادی داؤد سے کر دی۔ لیکن رشک و حسد کی آگ میں جلنے اور داؤد کی قتل کی سازش کرنے لگا آخر الامر طالوت اور اس کے بیٹے فلسطینیوں کی جنگ میں مارے گئے اور پوری سلطنت داؤد کے حصے میں آ گئی۔

واقعات کی یہ تلخیص کتاب شمول میں سے ماخوذ ہے قرآن کریم میں بھی ان ہی واقعات کا اجمال ہے۔

پادریوں کے اعتراضات:..... لیکن عیسائی مؤرخ قرآن کریم کے بیانات پر دو اعتراض کیا کرتے ہیں۔ اول یہ کہ تاہوت سیکینہ طالوت کے باوشاہ بننے سے پہلے آپکا تھا۔ جیسا کہ کتاب الہی شمول کے حوالہ سے گزرا۔

دوسرے یہ کہ کتاب شمول میں لشکر کی آزمائش پانی کے ساتھ اور مقابلہ کے وقت دعا کرنا مذکور نہیں ہے پھر ان دونوں باتوں میں قرآن کریم کا بیان کس طرح تسلیم کر لیا جائے۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ کتاب شمول میں اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی تعارض موجود ہے۔ اسی لئے عیسائی مؤرخ خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ واقعہ کی ترتیب میں الٹ پھیر ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تحقیق نہیں کہ کتاب شمول کس کی تصنیف ہے۔ بعض خود شمول کی تصنیف مانتے ہیں اور بعض نائن پیغمبر کی اور بعض یرسیاہ کی مانتے ہیں۔ اس لئے ان حالات میں کتاب شمول کی ترتیب قرآن کریم کی ترتیب کے مقابلہ میں زیادہ وزن نہیں رکھتی۔ ترجیح قرآن ہی کے بیان کو ہوگی۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ کتاب شمول میں عدم ذکر سے کسی واقعہ کا محذوم ہونا لازم نہیں آتا۔ بہت سی باتیں بھی کتاب شمول میں موجود نہیں ہیں حالانکہ دنیا میں ان کا وجود مسلم ہے تو کیا اس اصول سے ان کا بھی انکار کر دیا جائے گا۔ اس لئے بھی قرآن ہی کا بیان زیادہ صحیح ہے۔ (حقانی)

واقعہ کے مفید نتائج:..... قرآن کریم اس واقعہ سے مندرجہ ذیل کارآمد نتائج اخذ کرتا ہے۔

- (۱) جس جماعت میں صبر و استقلال کی سچی روح نہیں ہوتی، اس میں بسا اوقات سعی و عمل کے پیہم و لو لے پیدا ہوتے ہیں لیکن جب آزمائش کا وقت آتا ہے تو راہ عمل میں ثابت قدم رہنے والے بہت کم نکلتے ہیں۔
- (۲) حکومت و قیادت کی قدرتی صلاحیت جن میں ہوتی ہے وہی اس کی اہل ہوتے ہیں۔ اگرچہ مال و دولت، دنیوی حالت و جاہ سے تہی دامن ہوں۔

- (۳) صلاحیت کیلئے اصلی جوہر علم و جسم کی قوت و قابلیت ہے۔ یعنی دماغی اور جسمانی صلاحیت نہ کہ مال و دولت، نسل و خاندان کا شرف۔
- (۴) جس شخص کو بھی سردار بنایا جائے افراد جماعت کا فرض ہے کہ سچے دل سے اس کی اطاعت کریں۔ کسی جماعت میں اگر سمع و طاعت نہیں ہے تو کبھی بھی جماعتی زندگی کی کشاکش کامیاب نہیں ہو سکتی۔

- (۵) اس راہ میں اصلی چیز صبر و طاعت ہے جو لوگ ایک گھڑی کی پیاس ضبط نہیں کر سکتے وہ میدان جنگ کی مشکلات کیونکہ سہہ سکتے ہیں۔
- (۶) کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہوتی ہیں جو بڑی جماعتوں پر غالب آ جاتی ہیں اور کتنی ہی بڑی جماعتیں ہوتی ہیں جو چھوٹی جماعتوں سے شکست کھا جاتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ فتح و شکست کا مدار اصلی افراد کی عددی قلت و کثرت پر نہیں بلکہ دلوں کی قوت پر ہے اور اللہ کی مدد انہی لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو صابر اور ثابت قدم ہوتے ہیں۔

- (۷) دعا میں صرف فتح مندی کی طلب نہیں کی گئی ہے بلکہ فتح مندی سے پہلے صبر و ثبات کی طلب کی گئی جس سے معلوم ہوا کہ سچی دعا وہ ہے جو سچی استعداد عمل کے ساتھ ہو، خدا کی نصرت ان ہی کے حصہ میں آتی ہے جو صبر و ثبات کی روح ہو جاتی ہے۔

(۸) اللہ کی حکمت بالغہ کا یہ بڑا ہی ایک کرشمہ اور فضل و احسان ہے کہ جب کبھی ایک گروہ ظلم و فساد میں چھوٹ جاتا ہے۔ محرکات دوسرے گروہ کو مدافعت کے لئے کھڑا کر دیتے ہیں اور ایک قوم کا ظلم دوسری قوم کی مقاومت سے رفع ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اصل مقصود اہل حق کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ انجام کار ہو کر رہتا ہے۔

قرآنی بادشاہتیں:..... قرآن کریم جن بادشاہتوں کا ذکر کرتا ہے مثلاً یہی قصہ طالوت و جالوت، داستان یوسف، واقعہ ذوالقرنین، فرعون مصر کی لائف وغیرہ ان سب میں قدرِ مشرک کی کئی باتیں سامنے آ جاتی ہیں۔
(۱) قدیم طرزِ سلطنت شخصی رہا ہے جمہوری نہیں۔

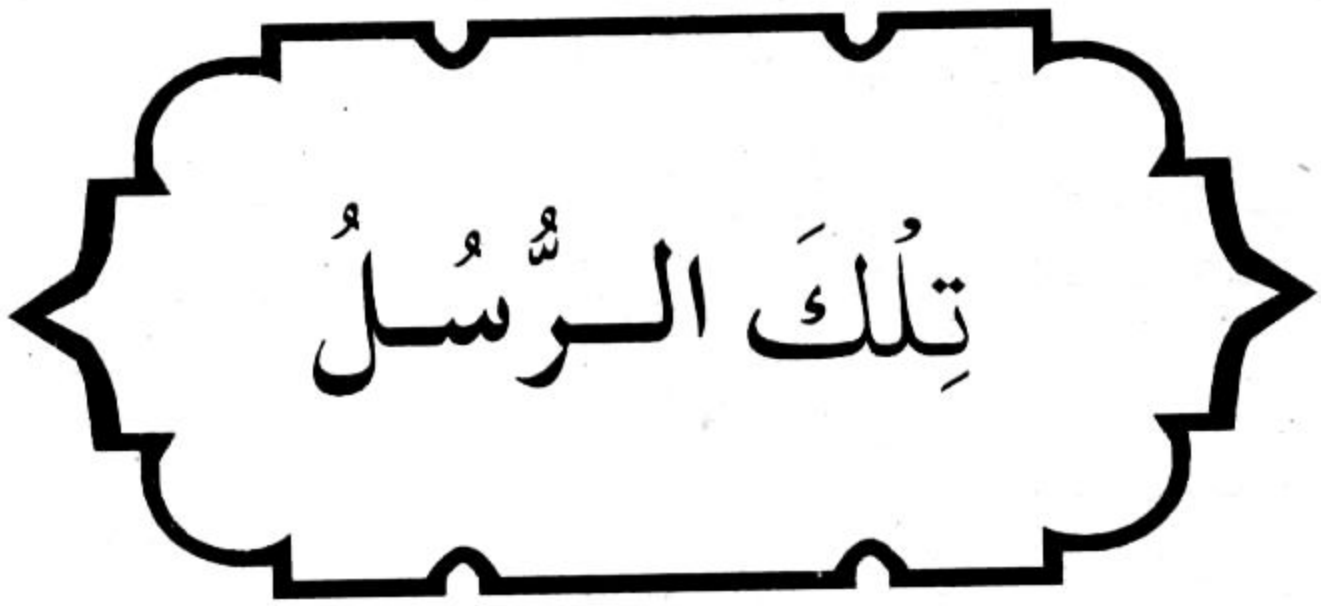
(۲) بادشاہت نام بادشاہ کا ہوتا تھا۔ اسی کی ذات اور اقوال و احوال اصولِ سلطنت سمجھے جاتے تھے۔ گویا بادشاہ سے بادشاہت وابستہ ہوتی۔ بادشاہت سے بادشاہ وابستہ نہیں ہوتا تھا۔ اسی لئے بادشاہوں کے آئینہ سیرت میں ان کے آئین جہانبانی کارنگ جھلک رہا ہے۔ بادشاہتوں کے جھروکوں سے بادشاہ نہیں جھانک رہے ہیں۔

(۳) سیاست و مذہب دو الگ الگ بنیادیں تھیں۔ قیصر کی حدود الگ تھیں اور کلیسا کی علیحدہ ایک زمانہ تک قدیم دستور کے مطابق طرز حکومت یہی رہا ہے۔

چونکہ قرآن کریم کے اعظم مقاصد میں سے رسالت محمدیہ ﷺ کا اثبات بھی ہے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی بجز وحی کے اس قسم کے واقعات کی اطلاع کا کوئی معتبر ذریعہ آپ کے پاس نہیں تھا۔ یہ معجزہ صریح دلیل ہے آپ ﷺ کی نبوت کی اور صدق دعویٰ کی۔

الحمد للہ تفسیر پارہ سيقول السفهاء پوری ہوگئی

پاره نمبر ﴿ ۳ ﴾



تِلْكَ الرُّسُلُ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۱۹	عمدہ چیز کی بجائے نامی چیز کا صدقہ		پارہ تلک الرسل
۳۱۹	خیر خیرات اور شیطانی تخیلات		ترجمہ
۳۲۰	علانیہ صدقہ بہتر ہے یا مخفی خیرات	۲۹۹	تحقیق و ترکیب
۳۲۱	ترجمہ	۳۰۰	رابط
۳۲۲	تحقیق و ترکیب	۳۰۰	﴿تشریح﴾ انبیاء کی تفصیل جائز ہے، تحقیر جائز نہیں
۳۲۲	رابط و شان نزول	۳۰۱	قیامت میں ایمان کے بغیر کوئی چیز مفید نہیں ہوگی
۳۲۲	خیرات میں کن کن باتوں پر نظر رکھنی چاہئے	۳۰۱	ترجمہ
۳۲۳	خادمان دین کی امداد	۳۰۲	تحقیق و ترکیب
۳۲۳	بھکاری قوم کیلئے ایک بدنام داغ ہیں	۳۰۲	رابط، فضائل و شان نزول
۳۲۴	ترجمہ	۳۰۲	﴿تشریح﴾ زبردستی دین سر تھوپا نہیں جاتا
۳۲۵	تحقیق و ترکیب	۳۰۲	اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا
۳۲۶	رابط و شان نزول	۳۰۲	مسلمانوں کو تعمیل احکام پر مجبور کیا جائے گا
۳۲۷	سود، خدا کی ایک لعنت اور سود خوار قوم کا دشمن ہے	۳۰۵	ترجمہ
۳۲۷	سود سے مال گھٹتا ہے اور خیرات سے بڑھتا ہے	۳۰۶	تحقیق و ترکیب
۳۲۷	سود کا دائرہ	۳۰۷	پہلا واقعہ
۳۲۸	سود خوار کو خدائی چیلنج	۳۰۹	دوسرا واقعہ
۳۲۸	ہمارے دیار کے مسلمانوں کے کنگال ہونے کی وجہ	۳۰۹	تیسرا واقعہ
۳۳۰	ترجمہ	۳۱۰	اعتراض و جواب
۳۳۱	تحقیق و ترکیب	۳۱۰	ترجمہ
۳۳۳	رابط	۳۱۱	تحقیق و ترکیب
۳۳۳	قرض اور بیع سلم کے احکام	۳۱۲	رابط و شان نزول
۳۳۳	ثبوت کا اصل مدار شہادت پر ہے نہ کہ دستاویز یا دستخط پر	۳۱۳	خیرات کے درجات
۳۳۳	دستاویز کے فائدے	۳۱۳	خیرات کے لئے گھسن
۳۳۳	رہن یا گروی رکھنا	۳۱۳	ریا کاری کے صدقہ کی مثال
۳۳۵	آیت مداینہ کی سات دفعات	۳۱۳	معتزلہ پر رد
۳۳۶	ترجمہ	۳۱۳	ترجمہ
۳۳۷	تحقیق و ترکیب	۳۱۴	تحقیق و ترکیب
۳۳۷	رابط	۳۱۵	رابط
۳۳۷	شان نزول	۳۱۵	صدق دلانہ صدقہ کی تمثیل
۳۳۸	اختیاری اور غیر اختیاری کاموں کا فرق	۳۱۶	مراتب اخلاص
۳۳۸	ماتریدیہ کی رائے	۳۱۷	ترجمہ
۳۳۸	دوسرے کے ذریعہ ثواب یا عذاب ہو سکتا ہے یا نہیں	۳۱۷	تحقیق و ترکیب
۳۳۹	دعائیہ پیرائیہ بیان	۳۱۸	رابط و شان نزول
۳۳۹	تکلیف مالا یطاق عقلاً جائز ہے	۳۱۹	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۶۲	احکام موالیات	۳۳۰	تکلیف مالایطاق سے کیا مراد ہے
۳۶۲	مدارات کی تفصیلات	۳۳۱	سورۃ آل عمران
۳۶۲	مواسات کی اجازت	۳۳۲	ترجمہ
۳۶۲	شیعوں کا تقیہ	۳۳۳	تحقیق و ترکیب
۳۶۳	قیامت میں تین طرح کے لوگ	۳۳۵	رابط و شان
۳۶۳	ترجمہ	۳۳۶	نزول عیسائیوں کی تثلیث کا رد
۳۶۵	تحقیق و ترکیب	۳۳۶	پادریوں کا استدلال
۳۶۶	رابط	۳۳۷	پچی اور پچی سمجھ کے لوگ
۳۶۶	﴿تشریح﴾	۳۳۷	محکم و متشابہ کی تحقیق
۳۶۶	چند شبہات کے جوابات	۳۳۷	مشتبہ المراد کی دو صورتیں
۳۶۶	لطائف	۳۳۸	متشابہات کی حکمت
۳۶۷	قرع اندازی کا حکم	۳۳۸	مقطعات کے معانی
۳۶۸	ترجمہ	۳۳۹	ترجمہ
۳۶۸	تحقیق و ترکیب	۳۵۰	تحقیق و ترکیب
۳۷۰	رابط	۳۵۰	رابط و شان نزول
۳۷۰	بے موسم پھل اور ناوقت اولاد	۳۵۱	آنحضرت ﷺ کے بدخواہوں کا انجام
۳۷۰	مشرب تکوی	۳۵۱	ایک اشکال اور اس کا حل
۳۷۰	نکات	۳۵۲	ترجمہ
۳۷۱	تحقیقات	۳۵۳	تحقیق و ترکیب
۳۷۱	لطائف	۳۵۳	رابط و فضائل
۳۷۲	ترجمہ	۳۵۵	حُب دنیا اور زہد
۳۷۳	تحقیق و ترکیب	۳۵۵	نعمت کے تین درجے
۳۷۶	رابط	۳۵۶	دین حق کی شہادت
۳۷۶	حضرت مریم و عیسیٰ کے واقعات	۳۵۶	مناظرہ کا اسلام طریقہ
۳۷۷	حضرت مریم کی پاکدامنی	۳۵۶	لطائف
۳۷۷	عداوت مسیح	۳۵۷	ترجمہ
۳۷۸	نکات	۳۵۸	تحقیق و ترکیب
۳۷۸	خاتم الانبیاء ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام	۳۵۹	شان نزول
۳۷۸	معجزہ کی عام حیثیت اور غرض	۳۳۹	غرور نسل اور قبول حق
۳۷۹	حضرت مسیح کے حواری	۳۳۹	عزت و ذلت
۳۷۹	ایک شبہ کا ازالہ	۳۶۰	ترجمہ
۳۷۹	پادریوں کے اعتراضات سے نیچریوں کی مرعوبیت	۳۶۰	تحقیق و ترکیب
۳۷۹	لطائف	۳۶۱	رابط و شان نزول
۳۸۱	ترجمہ	۳۶۱	اسلام و کفر میں ملاپ ممکن نہیں

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
		۳۸۱	تحقیق و ترکیب
		۳۸۲	رابطہ و شان نزول
		۳۸۲	حضرت مسیح کو سولی یا قتل
		۳۸۳	اللہ تعالیٰ کے پانچ وعدے
		۳۸۳	سولی اور قتل کی تحقیق
		۳۸۳	منکرین حیات مسیح کا جواب (۱)
		۳۸۳	احادیث اور اجماع سے حیات مسیح
		۳۸۳	جواب (۲)
		۳۸۳	نزاہت نسب اور دنیاوی غلبہ
		۳۸۵	الوہیت مسیح بے بنیاد ہے
		۳۸۵	دنیا میں ولادت کے چار طریقے
		۳۸۸	صداقت اسلام کی دلیل
		۳۸۸	مباہلہ کی حقیقت
		۳۸۸	مباہلہ کا انجام
		۳۸۹	شیعوں کا غلط استدلال
		۳۸۹	شُرک جلی و خفی
		۳۸۹	اتمام حجت کے بعد اندھی اور صحیح تقلید
		۳۹۲	حضرت ابراہیم کے متعلق اہل کتاب کے نزاع کا فیصلہ
		۳۹۶	غلط پندار اور تنگ ذہنی
		۳۹۷	امانت داری سب کے لئے ہر طرح مفید ہے
		۳۹۷	دونادر نکلتے
		۳۹۷	بد عہدی
		۳۹۷	تحریف لفظی اور معنوی
		۳۹۸	قرآن وحدیث میں تحریف
		۴۰۰	علماء و مشائخ سوء کی خدائی
		۴۰۱	تمام انبیاء کی دعوت اور طریق کار ایک ہی تھا
		۴۰۱	آنحضرت ﷺ کی افضلیت
		۴۰۱	اللہ کی طرف سے بندوں سے تین عہد
		۴۰۲	ربانی کس کو کہتے ہیں
		۴۰۵	سچائی کی راہ
		۴۰۵	اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل
		۴۰۵	قانون مکافات

تِلْكَ الرُّسُلُ

تِلْكَ مُبْتَدَأُ الرُّسُلِ صِفَةٌ وَالْحَبِيرُ فَضْلُنَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ بِتَخْصِيصِهِ بِمَنْقَبَةٍ لَيْسَتْ لِغَيْرِهِ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ كَمُوسَى وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ أَيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَرَجَاتٍ عَلَى غَيْرِهِ بِعُمُومِ الدَّعْوَةِ وَخَتَمِ النُّبُوَّةِ بِهِ وَتَفْضِيلِ أُمَّتِهِ عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ وَالْمُعْجَزَاتِ الْمَتَكَاثِرَةِ وَالْخَصَائِصِ الْعَدِيدَةِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيْتِ وَأَيَّدْنَاهُ قَوْلِنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ جِبْرَاءِ يَلْ يَسِيرُ مَعَهُ حَيْثُ سَارَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ هُدَى النَّاسِ جَمِيعًا مَا قَتَلُ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ بَعْدَ الرُّسُلِ أَيْ أُمَّتُهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيْتِ لِاخْتِلَافِهِمْ وَتَضَلِيلِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا لِمَشِيئَةِ ذَلِكَ فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ ثَبَّتَ عَلَى إِيْمَانِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ كَالنَّصَارَى بَعْدَ الْمَسِيحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا تَوَكِيدٌ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿٢٥٣﴾ مِنْ تَوْفِيقٍ مِنْ شَاءَ وَخُذْلَانٍ مِنْ شَاءَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ زَكَاةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِدَاءٍ فِيهِ وَلَا خُلَّةَ صَدَاقَةٍ تَنْفَعُ وَلَا شَفَاعَةَ بِغَيْرِ إِذْنِهِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ وَفِي قِرَاءَةِ بَرُفَعِ الثَّلَاثَةِ وَالْكَافِرُونَ بِاللَّهِ أَوْ بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٥٣﴾ لِيُوضِعَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي غَيْرِ مَحَلَّةٍ

ترجمہ: یہ (مبتداء ہے) حضرات مرسلین (صفت ہے اور خبر آگے ہے) کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے (ایسی خصوصی منقبت عطا کر کے جو دوسروں میں موجود نہیں ہے) بعض ان میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے (حضرت موسیٰ) اور بعض کو ان میں سے سرفراز بنایا ہے (یعنی محمد ﷺ کو) بلند درجات کے ساتھ (بہ نسبت انبیائے سابقین کے۔ مثلاً عموم دعوت، ختم نبوت دوسری امتوں کے مقابلہ میں امت محمدیہ کافائق ہونا۔ کثیر معجزات اور خصائص کبریٰ) اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو صاف اور کھلے معجزات عطا کئے اور ہم نے ان کی تائید (تقویت) روح القدس (جبریل) کے ذریعہ کی (کہ جہاں جاتے وہ ان کے ساتھ رہتے) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا (سب لوگوں کو ہدایت بخشنا) تو باہمی قتل و قتال نہ کر سکتے ان کے (مرسلین کے) بعد (یعنی ان کی امتیں) اس کے بعد کہ ان کے پاس دلائل پہنچ چکے تھے (ان کے آپس کے اختلاف اور ہر ایک دوسرے کی تھلیل کی وجہ سے) لیکن وہ لوگ باہم مختلف ہو گئے (کیونکہ خدا کی مشیت اس سے وابستہ ہو چکی تھی) سو ان میں کوئی تو ایمان لے آیا (اپنے ایمان پر ثابت رہا) اور کوئی کافر رہا (جیسے حضرت مسیح کے بعد عیسائی) اور اگر اللہ میاں چاہتے تو وہ لوگ آپس میں قتل و قتال نہ کر سکتے (یہ ماقبل کی تاکید ہے) لیکن اللہ تعالیٰ جو

چاہتے ہیں کرتے ہیں (جس کو چاہتے ہیں تو فیتنہ بخشتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں رسوا کر دیتے ہیں) اے اہل ایمان! خرچ کرو اللہ کے لئے جو چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں (مراد زکوٰۃ دینا ہے) ایسا دن آنے سے پہلے کہ جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو سکے گی (مراد فدیہ) اور نہ دوستی ہوگی (نافع دوستی) اور نہ کوئی سفارش چل سکے گی (بلا اجازت یعنی بروز قیامت۔ اور ایک قرأت میں تینوں لفظ "بیع، وحلۃ، وشفاعۃ" کا رفع پڑھا گیا ہے) اور (اللہ یا ان کی طرف سے مقررہ فرائض کا) انکار کرنے والے ہی لوگ ظلم کیا کرتے ہیں (خدا کے احکام کو بے محل رکھنے کی وجہ سے)

تحقیق و ترکیب:..... تلک سے اشارہ ہے آدم علیہ السلام سے لیکر داؤد علیہ السلام تک جماعت رسل کی طرف۔ تلک

مبتداء الرسل صفت اور فصلنا الخ خبر ہے من کلم اللہ اسی کلمہ اللہ صلہ سے عائد محذوف ہے ای منہم من کلمہ اللہ بلا واسطہ۔ درجات ای بدرجات اوالی الدرجات۔ اوفی درجات حرف جر حذف ہونے کے بعد فعل بنفسہ عمل کر رہا ہے یا منصوب بنا بر مصدر کے کہا جائے کیونکہ درجہ معنی میں رفعتہ کے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص ذکر کی آیات عظیمہ اور معجزات کثیرہ کی وجہ سے کی گئی ہے کعموم الدعوة چنانچہ آپ ﷺ کا انسان اور جنات ثقلین کی طرف مبعوث ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کی دعوت خاص جماعتوں کے لئے ہوتی تھی۔ اسی طرح جوامع الکلم سے آپ ﷺ کو سرفراز فرمانا، مال غنیمت کا حلال ہونا، ساری زمین کا مسجد اور طہور بنا دینا، قیامت میں شفاعت کبریٰ کا ملنا یہ سب خصائص ہیں۔ چنانچہ علامہ ابوسعید نیشاپوری نے آپ کے خصائص کبریٰ کے ساتھ (۶۰) شمار کرائے ہیں۔ ولو شاء اللہ کے بعد مفسر نے مشیت کے حذف مفعول کی طرف اشارہ کیا ہے اگرچہ تقدیر عبارت بلا مفعول اس طرح بھی ہو سکتی ہے فلو شاء اللہ عدم اقتالہم ما اقتتلوا الخ

لا اختلافہم یہ متعلق ہے اقتل کے ساتھ اور اقتل کی تفسیر بھی مختلف کے ساتھ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ سبب قتل ہوتا ہے۔

ولو شاء اللہ ما اقتتلوا یعنی لو شاء اللہ ان لا یقتلوا لم یقتلوا اس میں معتزلہ پر بھی رد ہو گیا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں لو شاء ان لا

یقتلوا فاقتلوا۔

انفقوا مفسر علام نے انفاق واجب کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ولا بیع جلال محقق نے اس کا ترجمہ فدیہ کے ساتھ کیا ہے کیونکہ اس میں بھی نفس کو ہلاکت سے خرید کر گویا بچانا ہوتا ہے۔

صداقة تنفع جلال مفسر نے نافع کی قید اس لئے لگائی کہ متقین کے لئے خلد نافعہ ہوگی الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو

الا المتقین سے دونوں باتیں صراحتہ معلوم ہو رہی ہیں۔

ولا شفاعة اس میں بھی بلا اذن کی قید اس لئے لگائی کہ انبیاء کی شفاعت کا اثبات حدیث سے ہو رہا ہے جیسے انیس ایک صحابی ہیں

انہوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے قیامت میں شفاعت کا سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا انا فاعل امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار

دیا ہے۔ نیز دوسری آیت میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا الا من اذن له الرحمن اس لئے معتزلہ کے لئے آیت سے اجتماع کا موقع

نہیں رہا۔ والكفرون جلال نے تفسیر میں کفر کے حقیقی اور مجازی معنی لینے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

رابطہ:..... پچھلی آیت میں اجمالاً پیغمبروں کے فضائل و کمالات کی طرف اشارہ تھا ان آیات میں صراحتہ بعض کمالات اور

خوارق کا نام بنام اثبات کیا جا رہا ہے اور اسی کے ضمن میں ان کی امتوں کی ایک خاص حالت کا وجود پذیر ہونا اور پھر اس میں مصالح اور

حکمت کا ظہور پیش نظر ہونا مذکور ہے۔

﴿تشریح﴾..... انبیاء کی تفصیل جائز ہے تحقیر جائز نہیں ہے..... نبوت محمدیہ ثابت بالدلائل ہونے کے باوجود بھی جب منکرین کے لئے قابل تسلیم نہیں تھی تو اس سے آنحضرت ﷺ کو رنج و غم ہو سکتا تھا اس لئے حق تعالیٰ آپ کی تسلی کے لئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی بلند درجہ انبیاء و مرسلین گذرے ہیں لیکن ایمان کا عام اور ہمہ گیر ہونا کسی کی امت میں بھی نہیں رہا۔ کسی نے موافقت کی اور کسی نے مخالفت اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی چند در چند مصالح اور حکمتیں مضمر ہوتی ہیں جو ہر شخص پر منکشف نہیں ہوئیں۔ مگر خدا چاہتا تو طبیعت انسانی ایسی بنا دیتا کہ اس میں اختلاف و نزاع کا مادہ ہی باقی نہیں رہتا اور وہ ایک حالت معیشت پر مجبور کر دیا جاتا۔ لیکن اس کی حکمت بالغہ کا فیصلہ یہی ٹھہرا کہ انسان کو مجبور و مضطر نہ بنائے بلکہ ہر راہ میں چلنے کی اس کو قدرت دیدے۔ پس کتنے ہی ہیں جو راہ ہدایت اختیار کرتے ہیں اور کتنے ہیں جو گمراہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ پس جب تمہارے لئے جنگ کی منزل پیش آگئی اور سنت الہیہ کا مقتضی بھی تھا کہ پیش آئے ظلم و فساد کی مدافعت کے لئے اس منزل سے گذرنا ناگزیر ہے اس لئے اس سے غفلت نہ کرو اور اس کے لئے بڑی تیاری یہ ہے کہ اپنا مال اس راہ میں خرچ کرو۔

قیامت میں ایمان کے بغیر کوئی چیز مفید نہیں ہوگی..... ایسا وقت آنے سے پہلے کہ نجات کے مدار اصل ایمان و عمل کے مدارک کا جب کوئی موقعہ نہیں رہے گا مدارک کے بعض طریقے تو خود نہ ہوں گے جیسے خرید و فروخت اور بعض عام نہیں ہوں گے جیسے دوستی اور بعض اختیاری نہیں ہوں گے جیسے شفاعت۔ پس اس سے نہ مطلق دوستی کی نفی ہوگی اور نہ مطلق شفاعت کی۔ اگلے ہی جملہ من الذی یشفع عنده الا باذنه میں اس کا اثبات ہو رہا ہے تاہم غلت و شفاعت کے باوجود بھی آخری درجہ میں تو اعمال خیر کی ضرورت ہوگی۔ جس میں کم از کم ایمان ہی سہی۔ حاصل یہ کہ آخرت میں ان اعمال خیر کا موقعہ نہیں ہوگا کہ وہ دارالجزاء ہے۔ درالعمل تو دنیا ہے اور بعض نے ترک انفاق کی وعید پر اس کو محمول کیا ہے اور انفاق سے مراد زکوٰۃ ہے۔ تارک زکوٰۃ کو کافر کہا جا رہا ہے۔

تلك الرسول فضلنا، اس سے معلوم ہوا کہ بعض اہل اللہ کو بعض اہل اللہ پر محض رائے اور تخمین سے ترجیح نہیں دینی چاہئے البتہ منہم من کلم الخ کی طرح بعض واقعات ذکر کر دینے چاہئیں۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْمُبَالِغُ فِي الْقِيَامِ بِتَدْبِيرِ خَلْقِهِ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ نُّعَاسٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَلَكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا ۗ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ لَهُ فِيهَا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَيْ خَلْفَهُمْ ۗ أَيْ أَمْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۗ أَنْ يَعْلَمَهُمْ بِهِ مِنْهَا بِأَخْبَارِ الرُّسُلِ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۗ قَبْلِ أَحَاطَ عِلْمُهُ بِهِمَا وَقِيلَ مُلْكُهُ وَقِيلَ الْكُرْسِيُّ بَعِيْنَهُ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِمَا لِعَظَمَتِهِ لِحَدِيثِ مَا السَّمَوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَدِرَاهِمٍ سَبْعَةُ أَلْفَيْتٍ فِي تَرْسٍ وَلَا يُثَوِّدُهُ يَثْقُلُهُ حِفْظُهُمَا ۗ أَيْ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ فَوْقَ خَلْقِهِ بِالْقَهْرِ الْعَظِيمِ ﴿۲۵۵﴾ الْكَبِيرُ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ عَلَى الدُّخُولِ فِيهِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۗ أَيْ ظَهَرَ بِالْآيَاتِ الْبَيِّنَاتِ أَنَّ الْإِيمَانَ رُشْدٌ وَالْكُفْرَ عَيٌّ نَزَلَتْ فِيْمَنْ كَانَ لَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ أَوْلَادٌ أَرَادَ أَنْ يُكْرَهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ فَمَنْ يُكْفِرْ

بِالطَّاغُوتِ الشَّيْطَانِ أَوْ الْأَصْنَامِ وَهُوَ يُطَلَّقُ عَلَى الْمُفْرَدِ وَالْجَمْعِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ
تَمَسَّكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ بِالْعَقْدِ الْمُحْكَمِ لَا انْفِصَامَ انْقِطَاعَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ لِمَا يُقَالُ عَلَيْهِ ﴿۲۵۶﴾
بِمَا يُفَعَّلُ اللَّهُ وَلِيُّ نَاصِرُ الَّذِينَ آمَنُوا لَا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ الَّتِي كَفَرُوا إِلَى النُّورِ الْإِيمَانِ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا أَوْلِيَائُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ ذِكْرُ الْإِخْرَاجِ إِمَّا فِي مُقَابَلَةٍ
قَوْلِهِ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ أَوْ فِي كُلِّ مَنْ آمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ بَعْثِهِ مِنَ الْيَهُودِ ثُمَّ كَفَرَ بِهِ
﴿۲۵۷﴾ أَوْلَيْكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۵۷﴾

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں ہے (یعنی کوئی معبود حقیقی موجود نہیں ہے) وہ زندہ ہے (ہمیشہ باقی رہنے والا) تھامنے والا ہے (تدبیر سے اپنی مخلوق کو بہت سنبھالنے والا ہے یعنی) نہ اس کو اونگھ (ٹول) مغلوب کر سکتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کی ملک میں آسمان و زمین کی سب چیزیں (مملوک و مخلوق بندے ہیں) ایسا کون شخص ہے (کوئی نہیں ہے) جو اس کے پاس بلا اس کی اجازت کے سفارش کر سکے (تا وقتیکہ اس کو اذن شفاعت نہ ہو) وہ جانتا ہے کہ تمام حالات موجودہ (مخلوق کے) اور آئندہ (یعنی دنیا و آخرت کے احوال) اور وہ موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لاسکتے (یعنی اس کی معلومات میں سے کسی چیز کو نہیں جان سکتے ہیں) مگر جس قدر وہ چاہے (کہ پیغمبروں کے اطلاع دینے سے وہ اس کی معلومات میں سے جان جائیں) اس کی کرسی نے تمام آسمان و زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے (بعض کہتے ہیں کہ علم الہی نے آسمان و زمین کا احاطہ کر رکھا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے ملک کی وسعت مراد ہے۔ اور بعض بعینہ کرسی کو کہتے ہیں کہ وہ اپنی عظمت کی وجہ سے زمین و آسمان پر مشتمل ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ سات آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں جیسے سات درہم ڈھال میں ڈال دیئے جائیں) اور گراں نہیں گذرتی ہے (ناگوار نہیں ہوتی) ان دونوں (آسمان و زمین کی حفاظت اور وہ عالی شان (اپنی مخلوق پر قہر غالب ہے) عظیم الشان (کبریا) ہے زبردستی نہیں ہے دین میں (داخل ہونے کی) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے (یعنی دلائل واضح سے یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ ایمان ہدایت ہے اور کفر گمراہی ہے یہ آیت ان لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی جبکہ ایک انصاری نے اپنی اولاد کو اسلام لانے پر مجبور کرنا چاہا) سو جو شخص شیطان سے پھر جائے (طاغوت سے مراد شیطان یا بت ہے اس کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر آتا ہے) اور اللہ کو مان لے تو اس نے تھام لیا ہے (استمسک بمعنی تمسک ہے) بڑا مضبوط حلقہ (بڑی مضبوطی کے ساتھ) جس کو کسی طرح کی شکستگی (ٹوٹنا) نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں (جو کچھ کہا جاتا ہے) اور خوب جاننے والے ہیں (جو کچھ کیا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ ساتھی (مددگار) ہیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان کو ظلمات (کفر) سے نکال کر یا بچا کر نور (ایمان) کی طرف لاتے ہیں اور جو کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں وہ ان کو نور سے نکال کر یا بچا کر تاریکیوں میں لا ڈالتے ہیں (یہاں نکالنے کا ذکر یا تو اخراج من الظلمات کے مقابلہ کی وجہ سے ہے اور یا وہ یہود مراد ہیں جو آپ کی بعثت سے پہلے آپ کو مانتے تھے لیکن تشریف لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا) ایسے لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

تحقیق و ترکیب:..... اللہ لا الہ الا هو یہ آیت الکرسی ہے جس کو افضل الآیات کہا گیا ہے کیونکہ جس درجہ مکمل توحید کا مضمون اس میں ہے دوسری آیات میں نہیں ہے۔ چنانچہ لفظ حی و قیوم میں اسم اعظم بھی ہے تقدیر آیت لا الہ موجود الا اللہ ہے یا لا

الہ ممکن الا اللہ ہے علی اختلاف الاقوال۔ الحی یعنی جس میں فنا کا شائبہ بھی نہیں ہے حیات ابدیہ کے ساتھ متصف ہے۔
 القيوم من قام بالامرا اذا حفظه فعل لازم ہے۔ لا تاخذہ سنۃ چونکہ وجوداً مقدم ہوتی ہے حالت نوم سے اس تقدم خارجی کی رعایت سے تقدم ذکر بھی کر دیا گیا۔ ورنہ مبالغہ کا مقتضی تو نوم کی تقدیم اور سنۃ کی تاخیر کا تھا۔ اس توجیہ کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ اخذ کو عروض اور اغتراء کے معنی میں لیا جائے لیکن قہر و غلبہ کے معنی میں اگر لیا جائے جیسا کہ امام راغب کی رائے ہے چنانچہ اخذ عزیز مقتدر میں بھی یہی معنی ہیں تو پھر ترتیب بحسب الظاہر رہے گی۔ سنۃ کہتے ہیں سرگرائی کو جو مقدمہ ہوتا ہے نیند کا اور نعاس کہتے ہیں آنکھوں کی نیند کو اور نوم کہتے ہیں قلبی نیند کو۔ یہ جملہ گویا قیوم کی تاکید ہے کیونکہ اس حالت میں نظم عالم کا سنبھالنا ممکن ہی نہیں ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی تھی قل الہو لاء انی امسک السموات والارض بقدرتی فلو اخذنی نوم اونعاس لزالتا علم، حیات، قومیت، تین ام الصفات بیان کی گئی ہیں۔ صفات میں ان کو مرکزی اور بنیادی درجہ حاصل ہے ان کے بغیر کوئی دوسری صفت کارگر نہیں ہو سکتی۔

ملکا بہ نسبت کسرہ کے ضم میم کے ساتھ پڑھنا زیادہ بہتر ہے ورنہ لفظ عبید کے ساتھ تکرار ہو جائے گا۔ من ذا لفظاً استفہام اور معنی نفی کے ہیں چنانچہ اس کے بعد لا آ رہا ہے۔

لا یحیطون احاطہ علمی سے مراد احاطہ معلومات ہے کیونکہ علم الہی تو صفت ذاتیہ قائم بالذات ہے جو تجزی کو قبول نہیں کر سکتی۔ اس لئے علم بمعنی معلوم مصدر بمعنی مفعول کی قبیل سے ہے۔ علما سے معلوم ہوا کہ اللہ عالم مع علم ہے یعنی علم اس کی ذات سے وابستہ اور قائم ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ اللہ کو عالم بلا علم مانتے ہیں اس میں ان پر رد ہو گیا۔

ما بین ایدیہم میں ضمیر جمع مافی السموات الخ کی طرف تغلیب مذکر کے ساتھ راجع ہوگی ما بین ایدیہم وما خلفہم ای ما قبلہم وما بعدہم او امور الدنیا والآخرۃ او ما یدر کونہ وما لا یدر کونہ۔
 کرسیہ۔ مفسر نے اشارہ کر دیا کہ کرسی سے مجازی معنی علم اور ملک کے بھی لئے جاسکتے ہیں۔ وجہ مناسبت احاطہ ہوگا اور یا حقیقی معنی لئے جائیں۔

ولا یؤدہ الا ود والاید بمعنی قوت یا اعوجاج۔ بھاری چیز بھی نیچے کی طرف مائل رہتی ہے الطاغوت طغیان سے ہے فعلوت عین لام کلمہ میں قلب مکانی ہو گیا اصلہ طغیوت ثم طیغوت ثم طاغوت یہ مصدر یا اسم جنس ہے مفرد جمع مذکر مؤنث ہر طرح مشتمل ہے۔
 استمسک اس میں س طلب کا نہیں ہے بلکہ استفعال بمعنی تفعل ہے۔ اور یا طلب الامساک من نفسہ کے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔
 العروۃ الوثقی اس میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہے۔ عروۃ ثقی پیالے یا ڈول کے پکڑنے کے حلقہ کو کہتے ہیں۔ یہ کلام نمیشلی بھی ہو سکتا ہے حق کو مضبوط پکڑنے کی بیعت عقلیہ کو حلقہ کی بیعت حسیہ پکڑنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور استمساک اور عدم الانفصال مناسبات مشبہ بہ کا اثبات ہے اس لئے استعارہ ترشیحیہ ہے۔

من الظلمت الی النور واقدی کی رائے ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی ظلمت اور نور کا ذکر آیا ہے اس سے مراد کفر و اسلام ہوتا ہے۔ بجز آیت انعام کے کہ وہاں ظلمت لیل اور نور نہا مراد ہے۔ ذکر الاخراج جلال محقق اس شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ کفار کو پہلے نور حاصل ہی نہیں تھا پھر اس سے ظلمت کی طرف اخراج کے کیا معنی؟ اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ اول ما قبل کی مشاکلت صوری پر محمول کر لیا ہے اور مراد اصل نور سے روکنا ہے دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اخراج حقیقی مراد ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے معتقدانہ آپ ﷺ کے اوصاف سن کر ایمان لے آئے تھے لیکن بعثت کے بعد اس نور سے ظلمت کفر کی طرف خارج ہو گئے۔ نور کو مفرد اور ظلمت کو جمع لانے میں یہ نکتہ ہے کہ حق ایک ہوتا ہے اور باطل متعدد یعنی تمام باطل چیزوں کی نفی حق ہے اور وہ ایک ہوتا ہے۔

رابطہ:..... گزشتہ آیت میں بلا اجازت شفاعت کی نفی کے ذیل میں حق تعالیٰ کی عظمت و قدرت پر بھی دلالت تھی اس آیت الکرسی میں بھی توحید ذاتی اور کمال صفاتی کے ذیل میں عظمت شان کی خوب تصریح و توضیح ہو گئی۔

فضائل:..... آیت الکرسی کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (۱) ان اعظم اية في القرآن اية الكرسي من قرءها بعث الله ملكا يكتب من حسناته ويمحو من سيئاته الى الغد من تلك الساعة (۲) قال عليه الصلوة والسلام ما قرئت هذه الآية في دار الاحمرتها الشيطان ثلاثين يوماً ولا يدخلها ساحر ولا ساحرة اربعين ليلة يا على علمها ولدك واهلك وجيرانك فما نزلت اية اعظم منها (۳) قال عليه السلام من قراء اية الكرسي في دبر كل صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا الموت ولا يوظب الا صديق او عابد ومن قرأ اذا اخذ مضجعه امنه الله على نفسه و جاره و جاره و الا بيات حواله وغيره وغيره

شان نزول:..... ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آیت لا اکراہ فی الدین ایک انصاری صحابی حصینؓ من بنی سالم بن عوف کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ان کے دو بیٹے آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے عیسائی ہو گئے اور مدینہ طیبہ میں روغن زیتون کی تجارت کے لئے آئے تو ان کے والد جو مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے ان کو بھی جبراً مسلمان کرنا چاہا۔ بات بڑھی اور آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچی، حصین انصاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا بعض حصہ نار جہنم میں داخل ہو اور میں دیکھتا رہوں؟ اس پر آیت لا اکراہ الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... زبردستی دین سر تھوپا نہیں جاتا:..... جس طرح مضبوط رسی کے ٹوٹ کر گرنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ یوں کوئی رسی ہی کو چھوڑ دے تو اور بات ہے اسی طرح اسلام کو مضبوطی سے تھامنے والے کے لئے گرنے کا کوئی امکان نہیں ہے اور یوں خود کوئی اسلام ہی کو چھوڑ دے تو وہ دوسری بات ہے اور مقصود آیت کا اس عظیم کا اعلان کرنا ہے کہ دین و اعتقاد کے معاملہ میں کسی طرح کا جبر و اکراہ جائز نہیں ہے کیونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد و یقین کی راہ ہے جو دعوت و موعظت سے تو پیدا ہو سکتی ہے نہ کہ جبر و اکراہ سے۔ احکام جہاد کے بعد ہی اس کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ واضح ہو جائے جنگ کی اجازت ظلم و تشدد کے انسداد کے لئے دی گئی ہے نہ کہ دین کی اشاعت کے لئے کیونکہ کفار و مشرکین بھی ظلم و جور کے ذریعہ اپنا اعتقاد زبردستی دوسروں کے سر تھوپنا چاہتے تھے۔ قرآن نے اسی زبردستی کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیا تھا پھر جس بات کے خلاف اس نے جنگ کا حکم دیا ہے وہ خود اسی کا مرتکب کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسلام کی حقانیت کا وضوح اور ثبوت دلائل کی روشنی میں آفتاب سے زیادہ روشن ہو چکا ہے اس لئے اس کے قبول کرانے میں فی نفسہ اکراہ نہیں ہے بلکہ جس بات کا تعلق دل سے ہو اس میں اجبار ہو بھی نہیں سکتا۔

اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا:..... پس اگر حربی کافر یا عام مرتد پر اسلام قبول کرانے میں زبردستی کا حکم ہے تو وہ صورت دین پر اجبار ہوگا حقیقت دین پر اکراہ نہیں ہے کہ دل پر کسی کا بس نہیں ہے اور اس کے احوال کی اطلاع کا کوئی ذریعہ نہیں ہے غرض کہ خفاء دلیل کی وجہ سے ان کے حق میں کسی عارض کی وجہ سے اکراہ ہو اجونی نفسہ نفی اکراہ کے معارض نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح نفس جہاد پر بھی شبہ نہیں نہ کیا جائے کہ اس کی مشروعیت عین اکراہ ہے پھر کیسے اس کی نفی کی جا رہی ہے؟ جواب یہ ہے کہ جہاد کے ساتھ جزیہ کی مشروعیت خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے اس کے لئے آزادی کا راستہ تنگ نہیں کیا اور اس کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا بلکہ اس کو آزادی سے اس کا موقع دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو بغیر اسلام قبول کئے اپنی جان اور اپنا کفر محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جہاد کی

نوبت اور تلوار اٹھانے کا واقعہ تو تیسرے نمبر پر آئے گا۔ اول آزادی سے اسلام کے سمجھنے کا موقعہ دیا جائے گا اس کے بعد اسلام کے غلبہ کو تسلیم کرانا ہوگا یہی حقیقت ہے جزیہ کی ان دونوں پیش کشوں کو ٹھکرانے کے بعد نتیجہ تلوار پیش کی جائے گی جس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ حاصل یہ کہ جہاد اسلام قبول کرانے کے لئے نہیں ہے بلکہ غلبہ اسلام کے لئے ہے خواہ وہ اسلام کو مان کر یا اس کی باجگزار رعایا بن کر زبردستی اگر دنیا سے کفر مٹانا ہوتا یا صرف اسلام کو زبردستی رائج کرنا ہوتا تو جزیہ کی درمیانی راہ نہ ہوتی بلکہ صرف اسلام یا تلوار ہوتی۔

مسلمانوں کو تعمیل احکام پر مجبور کیا جائے گا:..... اور اس نفی اکراہ سے نہی اکراہ بھی لازم آگئی بطریق ابلاغ کیونکہ نہی سے نفی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی لئے بعض حضرات نے لا اکراہ نفی کی تفسیر لا تکرہوا نہیں کے صیغہ کے ساتھ کی ہے یعنی دین کے قبول کرانے میں زبردستی مت کرو اس پر حدود و قصاص اور تعزیری و تادیبی کاروائیوں پر شبہ نہ کیا جائے کہ ان سزاؤں کے ذریعہ بھی زبردستی دین پر عمل کرانا ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ دین کے زبردستی قبول کرانے کی ممانعت کی جارہی ہے اور جو شخص خوش دلی سے اسلام قبول کر چکا ہو اس پر احکام اور جزئیات قبول کرانے یا ان پر عمل درآمد کرنے میں اجبار کی ممانعت نہیں ہے یا یوں تعبیر کی جائے کہ اصول دین میں زبردستی نہیں لیکن جب کوئی اصول تسلیم کر چکا تو احکام کی تعمیل میں اس کو آزادی نہیں رکھا جائے گا بلکہ جس پابندی کو باختیار خود اس نے اپنے اوپر لاگو کیا ہے اس کی ادائیگی اور پابندی کا مطالبہ کرنا ہوگا اور وہ اجبار قبیح نہیں ہے بلکہ نہایت مستحسن اور انضباط نظم کی دلیل ہے۔ چنانچہ کوئی سرکاری ملازمت قبول کرنا اگرچہ ضروری نہیں ہے لیکن ملازم ہو جانے کے بعد ڈیوٹی کی بجا آوری اور قوانین کی پابندی لازم ہوتی ہے ورنہ مستوجب سزا سمجھا جائے گا۔

سچائی ایک روشنی ہے اگر تاریکی چھائی ہوئی ہے تو صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ روشنی موجود ہو جائے روشنی جس طرف بھی رخ کرے گی تاریکی خود بخود دم دبا کر بھاگ جائے گی۔

بعض لوگ اول ہی سے مسلمان یا کافر ہوتے ہیں اور بعض ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب اختیار کر لیتے ہیں آیت اللہ ولی الذین الخ سب صورتوں کو شامل ہے۔ لا انفصام سے معلوم ہوا کہ نسبت مع اللہ حاصل ہونے کے بعد منقطع نہیں ہوتی اور اللہ ولی الذین میں ولایت عامہ کا اثبات ہو رہا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ جَادِلَ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكََ أَيْ حَمَلَهُ بِطَرَفٍ بِنِعْمَةِ اللَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ الْبَطْرِ وَهُوَ نَمْرُودٌ إِذْ بَدَّلَ مِنْ حَاجِّ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَمَّا قَالَ لَهُ مِنْ رَبِّكَ الَّذِي تَدْعُونَا إِلَيْهِ رَبِّي الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ أَي يَخْلُقُ الْحَيَاةَ وَالْمَوْتَ فِي الْأَجْسَادِ قَالَ هُوَ أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ بِالْقَتْلِ وَالْعُقُوبَةِ وَدَعَىٰ بَرَجُلَيْنِ فَفَلَّ أَحَدُهُمَا وَتَرَكَ الْآخَرَ فَلَمَّا رَأَاهُ عَبِيدًا قَالَ إِبْرَاهِيمُ مُنْتَقِلًا إِلَىٰ حُجَّةٍ أَوْ ضَحَّ مِنْهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا أَنْتَ مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ تَحْيِيرٌ وَدَهْشٌ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۵۸﴾ بِالْكَفْرِ إِلَىٰ مَحَجَّةِ الْإِحْتِجَاجِ أَوْ رَأَيْتُ كَالَّذِي الْكَافِرُ زَائِدَةٌ مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ هِيَ بَيْتُ الْمَقْدِسِ رَاكِبًا عَلَىٰ حِمَارٍ وَمَعَهُ سَلَّةٌ تَيْنٌ وَقَدْ حُجَّ عَصِيرٌ وَهُوَ عَزِيزٌ وَهِيَ خَاوِيَةٌ سَاقِطَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا سَقُوفُهَا لَمَّا خَرَّبَهَا بُحْتُ نَصَرَ قَالَ أَنَّىٰ كَيْفَ يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا اسْتِعْظَامًا لِقُدْرَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ وَالْبَثَّةُ مِائَةٌ عَامٌ ثُمَّ بَعَثَهُ أَحْيَاهُ لِيُرِيَهُ كَيْفِيَّةَ ذَلِكَ قَالَ تَعَالَىٰ لَهُ كَمْ لَبِثْتَ

مَكَثْتُ هُنَا قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ لِأَنَّهُ نَامَ أَوَّلَ النَّهَارِ فَنَبِضَ وَأُحْيِيَ عِنْدَ الْغُرُوبِ فَظَنَّ أَنَّهُ يَوْمُ
النُّومِ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ وَقِيلَ لِلسَّكِّتِ مِنْ سَأَلَيْتُ وَفِي قِرَاءَةٍ بِحَدِيثِهَا فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَ
شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهٖ ۖ وَانظُرْ إِلَى حِمَارِكَ ۚ كَيْفَ هُوَ فَرَاهُ مَيْتًا وَعِظَامُهُ بِيضٌ تَلُوْحٌ فَعَلْنَا ذَلِكَ لِنَتَّعَمَ
وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً عَلَى الْبَعَثِ لِلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ مِنْ حِمَارِكَ كَيْفَ نُنشِرُهَا نُحْيِيهَا بِضَمِّ النُّونِ
وَقُرِئَ بِفَتْحِهَا مِنْ أَنْشَرَ وَنَشَرَ لَعْنَانٍ وَفِي قِرَاءَةٍ بِضَمِّهَا وَالرَّأْيَ نُحَرِّكُهَا وَتَرْفَعُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۖ
فَنظَرَ إِلَيْهَا وَقَدْ تَرَكِبَتْ وَكُشِيَتْ لَحْمًا وَنُفِخَ فِيهِ الرُّوْحُ وَنَهَقَ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ذَلِكَ بِالمُشَاهَدَةِ قَالَ أَعْلَمُ
عِلْمَ مُشَاهَدَةٍ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَفِي قِرَاءَةٍ أَعْلَمُ أَمْرًا مِنَ اللَّهِ لَهُ وَأَذْكَرُ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ
رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى ۖ قَالَ تَعَالَى لَهُ أَوَلَمْ تُؤْمِنُ ۖ بِقُدْرَتِي عَلَى الْآخِيَاءِ سَأَلَهُ مَعَ عِلْمِهِ
بِإِيمَانِهِ بِذَلِكَ لِيُجِيبَ بِمَا قَالَ لَهُ فَيَعْلَمُ السَّامِعُونَ غَرَضَهُ قَالَ بَلَى أَمِنْتُ وَلَكِنْ سَأَلْتُكَ لِيُطْمَئِنَّ يَسْكُنَ
قَلْبِي ۖ بِالمُعَايِنَةِ المَضْمُونَةِ إِلَى الإِسْتِدْلَالِ قَالَ فَخَذَ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَضَرَهُنَّ إِلَيْكَ بِكُسْرِ الصَّادِ
وَضَمِّهَا أَمْلَهُنَّ إِلَيْكَ وَقَطَعَهُنَّ وَأَخْلَطَ لَحْمَهُنَّ وَرَيْشَهُنَّ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْ جِبَالِ أَرْضِكَ
مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ إِلَيْكَ يَأْتِيَنَّكَ سَعِيًّا ۖ سَرِيْعًا وَأَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ لَّا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ
حَكِيمٌ ﴿۲۶۰﴾ فِي صُنْعِهِ فَأَخَذَ طَائِفًا وَسُرًّا وَغُرَابًا وَدِيكًا وَفَعَلَ بِهِنَّ مَا ذَكَرَ وَأَمْسَكَ رُؤُسَهُنَّ عِنْدَ
وَدْعَاهُنَّ فَتَطَايَرَتْ الْأَجْزَاءُ إِلَى بَعْضِهَا حَتَّى تَكَامَلَتْ ثُمَّ أَقْبَلَتْ إِلَى رُءُوسِهَا -

ترجمہ:..... کیا آپ کو اس شخص کے واقعہ کی تحقیق نہیں ہوئی جس نے مباحثہ (تکرار) کیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنے پروردگار کے بابت۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کو سلطنت عطا فرمائی تھی (یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اترانے نے اس کو اس شیخی پر آمادہ کر دیا تھا۔ مراد اس سے نمرود ہے) جبکہ (لفظ اذ بدل ہے حاج سے) ارشاد فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے (جواب میں اس شخص کے جس نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ جس رب کی طرف بلا رہے ہیں وہ کون ہے؟) میرا پروردگار ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی اجسام میں زندگی پیدا کرتا ہے اور موت) کہنے لگا (وہ) کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں (قتل کر کے اور معافی دے کر۔ چنانچہ دو آدمی طلب کیئے۔ ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا چونکہ حضرت ابراہیم نے سمجھ لیا کہ وہ غیبی ہے) فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے (ایک دلیل سے زیادہ واضح دلیل کی طرف منتقل ہوتے ہوئے) کہ اللہ تعالیٰ تو آفتاب مشرق سے نکالتے ہیں تو نکال کر دکھادے مغرب سے اس پر مہبوت ہو کر رہ گیا وہ کافر (متحیر اور ہکا بکا رہ گیا) اور اللہ تعالیٰ ایسے بے راہوں کو راہ نہیں دکھلایا کرتے (جو کفر سے آلودہ ہوں طریق استدلال کی طرف) یا تم کو اس طرح کا قصہ (معلوم) ہے (کالذی میں کاف زائد ہے) جیسے ایک شیخ تھے ایک بستی پر ان کا گذر ہوا (یعنی بیت المقدس پر اپنے ہمارے پر سوار ہو کر اس حال میں تشریف لائے کہ ان کی ہمراہ انجیروں کا تھیلہ، شیرہ، انگور کا پیالہ تھا حضرت عزیز) درانحالیکہ وہ بستی گری (پڑی ہوئی تھی) اپنی چھتوں پر (جبکہ بخت نصر نے اس کو برباد کر دیا تھا) کہنے لگے کیسے (کس طرح) زندہ

کریں گے اللہ تعالیٰ اس بستی کو مر جانے کے بعد (اللہ کی قدرت کا اظہار عظمت کرتے ہوئے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان صاحب کو وفات دیدی (اور ان کو اسی حال میں ٹھہرائے رکھا) سو (۱۰۰) سال۔ پھر ان کو زندہ کر دیا (حیات بخش دی تاکہ وہ اس کیفیت احیاء کا مشاہدہ کر سکیں حق تعالیٰ نے) ارشاد فرمایا (ان سے) کہ تم کتنی مدت اس حال میں رہے (یہاں کتنے ٹھہرے رہے) عرض کیا ایک روز رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم (کیونکہ صبح کے اول وقت ان پر یہ منامی کیفیت طاری ہوئی تھی اور غروب کے وقت زندہ ہو گئے اس سے یہ سمجھے کہ یہ وہی سونے کا دن ہے) ارشاد ہوا کہ نہیں بلکہ تم سو (۱۰۰) سال رہے ہو ذرا اپنے کھانے (انجیر) پینے (شیرہ انگور) کو تو دیکھئے کہ ذرا بھی گلے سڑے نہیں۔ (باوجود کافی مدت گزرنے کے اوریتسنہ میں بعض کے نزدیک بااصلی ہے سانسہت سے ماخوذ ہے اور بعض سانسیت سے ماخوذ مان کرہائے سکتہ کہتے ہیں اور ایک قرأت حذف ہا ہے) اور اپنے گدھے کو دیکھئے (کہ وہ کس حال میں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو مردہ پایا کہ اس کی ہڈیاں تک سفید ہو چکی تھیں جو صاف چمک رہی تھیں۔ یہ ہم نے اس لئے کیا تاکہ آپ سمجھ جائیں) اور تاکہ ہم آپ کو (دوبارہ زندہ ہونے کی) ایک نظیر بنادیں لوگوں کے لئے اور ہڈیوں کی طرف نظر کیجئے (اپنے گدھے) کہ ہم اس کو کس طرح پہنائے دیتے ہیں (زندہ کئے دیتے ہیں ضم نون کے ساتھ اور نیز فتح نون کے ساتھ یہ لفظ پڑھا گیا ہے انشور اور نشور دونوں لغت ہیں اور ایک قرأت جس ضم نون و زاء کے ساتھ ہے بمعنی نحر کھا و نرفعھا) پھر ہم ان ہڈیوں پر گوشت چڑھائے دیتے ہیں (چنانچہ ان صاحب نے ہمارے طرف نظر اٹھائی تو وہ جڑ چکا تھا اور گوشت کا خول پہن رہا تھا اور اس میں جان ڈالی جا رہی تھی اور وہ بولنے لگا) پھر جب یہ سب کیفیت ان صاحب کے مشاہدہ میں آگئی (انہوں نے ملاحظہ کر لیا) تو بول اٹھے کہ میں (مشاہدہ کا علم) یقین رکھتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں (اور ایک قرأت میں اعلم ہے یعنی خدا نے ان کو یہ امر فرمایا) اور (یاد کیجئے اس واقعہ کو) جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ فرمائیں گے دریافت فرمایا (حق تعالیٰ نے ان سے) کہ کیا تم یقین نہیں رکھتے ہو (میرے زندہ کرنے کی قدرت پر حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے باوجود یکہ اس پر ان کے ایمان رکھنے کا علم تھا اس لئے دریافت فرمایا تاکہ جو کچھ جواب ابراہیم علیہ السلام دیں سامعین حضرت ابراہیم کی غرض سے واقف ہو جائیں) عرض کیا کیوں نہ (یقین کرتا) لیکن (میری درخواست) اس لئے ہے کہ اطمینان (سکون) ہو جائے میرے دل کو (استدلال کی تائید مشاہدہ سے ہو کر) ارشاد ہوا کہ اچھا لے لو تم چار پرندے، پھر ان کو اپنے پاس ہلا لو (صبر ہن صاد کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ یعنی اپنی طرف انکو ہلا لو اور ان کے ٹکڑے کر کے گوشت پوست آپس میں ملا لو) پھر ہر ایک پہاڑ پر رکھ (اپنی بستی کے پہاڑوں میں سے) ان کے ایک ایک حصہ کو پھر ان سب کو (اپنی طرف) بلاؤ تو دوڑے چلے آئیں گے وہ تمہارے پاس (جلدی سے) اور خوب یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (کہ کوئی چیز ان کو عاجز نہیں کر سکتی اور (اپنی صفت میں) حکمت والے بھی ہیں) چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک مور اور کرگس اور کوا اور مرغ لئے اور ان کے ساتھ مذکورہ کاروائی کر کے ان کے سر اپنے پاس رکھ لئے اور ان جانوروں کو آواز دی تو ان کے اجزاء آپس میں اڑاڑد کہ مل گئے اور اپنے اپنے سروں سے آ کر جڑ گئے)

تحقیق و ترکیب: الم تر مفسر نے اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت علم مناظرہ کی اصل ہے ان اتاہ ای حاج لاجلہ شکوالہ یہ برعکس نہند نام زنگی کا نور کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے عربی محاورہ میں عادیسی لانی احسنت الیک یعنی چونکہ میں نے تم پر احسان کیا ہے اس لئے تم مجھ سے عداوت کر رہے ہو۔

نصروذ یہ نمروذ بن کنعان یا ابن کوش ہے جس نے دنیا میں سے اول تاج سر پر رکھا اور ظلم و جور کو پھیلایا۔ اور ساری زمین کی بادشاہت حاصل کر کے خدائی کا اعلان کیا۔ اس قسم کے جہاں گیر اور عالمگیر بادشاہ چار (۴) گذر چکے ہیں۔ حضرت سلیمان و ذوالقرنین خدا کے دو

فرمانبردار، اور نمرود و بخت نصر و کافر قبہست یہ ان افعال میں سے ہے کہ صورتہ مجہول اور معنا معروف ہوتے ہیں اسی لئے مفسر نے تفسیر سے تفسیر کی ہے چنانچہ "الذی کفر" اس کا فاعل ہوگا نہ کہ نائب فاعل البہت الغلیہ والمبہوت المغلوب اول دلیل حضرت ابراہیم نے ایسی پیش کی جس میں حقیقت و مجاز دونوں کا احتمال تھا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حقیقی معنی اور نمرود نے مجازی معنی مراد لینے، لیکن نمرود نے جب اس پر مجاز انقض کرنا چاہا تو بقاعدہ جدل حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسی دوسری دلیل کی طرف ہو گئے جس میں صرف حقیقی معنی تھے مجاز کا احتمال نہیں تھا۔ البتہ یہ احتمال تھا کہ وہ کہہ دیتا کہ مشرق سے آفتاب نکالنا میرا کام ہے اللہ اگر ہے تو اس سے مغرب سے نکلوا کر دکھلاؤ لیکن اس پر کچھ ایسی ہیبت چھائی اور اس کو ایسا سانپ سونگھ لیا کہ دیوار بولے تو وہ بولے۔

اورایت تقدیرایت میں اشارہ ہے کہ یہ الم تر سابق پر معطوف ہے عطف جملہ علی الجملہ اور چونکہ لم نے توری کو معنا ماضی بنا دیا ہے اس لئے تقدیرایت نکالی ہے اور الذی حاج پر اس لئے عطف نہیں کیا کہ کاف پر المی کا داخل کرنا ممنوع ہے اور کالذی میں کاف اسمیہ بمعنی مثل ہے سلة پھلوں کی ٹوکری یا تھیلہ تین بمعنی انجیر عصیر بمعنی شیرہ انگور عزیز عزیز بن شریحنا پیغمبر ہیں یا ارمیا ہیں جو خاندان ہارون سے ہیں یا خصر یا حزقیل مراد ہیں۔

علی عرو شہا یعنی اولاً چھتیس گریں پھر ان پر دیواریں گر گئیں۔ بخت نصر کا زمانہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے تقریباً چار سو (۳۰۰) سال پیشتر ہوا ہے یہ اسی وقت کا واقعہ ہے والبشہ موت چونکہ آنا فنا ہوتی ہے اس لئے تصحیح کی ضرورت پیش آئی کم لشت کم ظریف ہے ممیز محذوف ہے اور ناصب بشت ہے ای کم یوم او وقتاً لم یستہ اس میں اگر بااصلی ہے تو یہ سنہ سے ہے ہا کا اصلی ہونا اس کی تصغیر سنہ سے معلوم ہوتا ہے سانہت النحلۃ بولتے ہیں اور اگر ہائے سکتہ ہے تو سنہ سے ماخوذ ہے جس کی اصل سنوۃ تھی۔ یہاں لازم معنی میں استعمال ہو رہا ہے کیونکہ سنہ اور تسنی بولتے ہیں یعنی سال گذر گئے اور اتنے زمانہ کے لئے تغیر لازم ہے۔

ولنجعلک کا عطف درست کرنے کیلئے مفسر نے فعلنا ذلک لتعلم مقدر مانا ہے ننشز اس کے حقیقی معنی نحر کھا و نرفعہا کے بھی ہو سکتے ہیں اور مجازاً انھیہا کے معنی ہو سکتے ہیں اور ابن کثیر و نافع و ابی عمر و یعقوب کی قرأت ننشز۔ بالراء انشر اللہ الموتی ای احیاء لیکن ثم نکسوها لحمًا الفاظ پہلی قرأت کے مؤید ہیں۔ کیونکہ احیاء اس کے بعد ہوتا ہے نہ کہ پہلے الایہ کہ احیاء کے بعد بعض اجزاء کو بعض کے ساتھ جمع کر لئے جائیں تو دونوں قرأتوں کا مفہوم ایک ہی ہو سکتا ہے۔ انشر و انشز دونوں کے معنی ارتفاع کے ہیں۔ انشز تہ فنشز ای رفعتہ فارفع و نشز ایضاً بمعنی واحد ای الاحیاء نہق گدھے کی آواز کو کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک غیبی آواز بھی اس وقت سنی گئی کہ ایہا العظام البالیۃ المتفرقة ان اللہ یامرک ان یضم بعضک الی بعض کما کان لحمًا و جلدًا چنانچہ ہمارا اسی کے مطابق لباس زندگی سے آراستہ ہو گیا۔

قال اعلم یعنی پہلے علم الیقین کے درجہ میں اعتقاد تھا اور اب عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے حضرت عزیز جس وقت دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے تو سر اور داڑھی کے بال اسی طرح سیاہ تھے اور چالیس سالہ عمر کی منزل میں تھے۔ غرضیکہ تلاش کرتے کرتے اپنے مکان پر پہنچے تو زمانہ چونکہ بدل گیا تھا اس لئے لوگوں نے ان کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ ایک بڑھیا کھوسٹ جس نے عزیز کا زمانہ کچھ پایا تھا انہوں نے اس سے تصدیق چاہی تو چونکہ آنکھوں سے معذور تھی اس لئے مکان کے بارہ میں تو تصدیق کر دی مگر خود عزیز کو نہ پہچان سکی۔ اور کہنے لگی کہ عزیز مستجاب الدعوات ہے اگر تم واقعی وہی ہو تو میری آنکھوں کے لئے دعا کرو تا کہ میں دیکھ کر پہچان سکوں چنانچہ رات عزیز نے اس کے لئے دعا بھی کی اور دست شفاعت آنکھوں پر پھیرا جس سے وہ بینا ہو گئی اور دیکھ کر پہچان لیا۔

بلی کے بعد امت کی تقدیر اس لئے کی ہے کہ لکن لیطمئن قلبی کا اس پر مرتب ہو سکے لیطمئن ای لازداد ایمان مع ایمانی یہاں بھی درخواست کا منشا وہی عین الیقین حاصل کرنا ہے اب یہ حضرت ابراہیم کا حسن ادب اور فضل و مقبولیت عند اللہ ہے کہ فوراً

درخواست پوری کر دی گئی اور حضرت عزیزؑ کی درخواست پورا ہونے پر سو سال لگے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ذکر کیا گیا۔ حضرت عزیزؑ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ خود انہی پر امتحان کیا گیا۔

اربعۃ من الطیر ان جانوروں کی تخصیص اور اس کے نام کسی حدیث سے ثابت نہیں البتہ علماء نے ذکر کئے ہیں چار پرندوں کا عدد اس طرف مشیر ہے کہ انسان بھی عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے اور اس کے یہ بساط جو درحقیقت الگ مرکبات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور زندگی سے تعبیر ہیں لیکن۔ مرنے کے بعد الگ الگ اپنے چیز میں پہنچ جائیں گے لیکن قیامت کے روز پھر حکم الہی سے دوڑ دوڑ کر آئیں گے۔ اسی کی نظیر کا مشاہدہ یہاں کرایا گیا ہے اور پرند کی تخصیص اس لئے ہے کہ انسان سے یہ زیادہ قریب ہیں اور خواص حیوانی کے جامع ہیں۔ اور ان جانوروں کی تعین میں یہ نکتہ ہے کہ مور میں عجب و خود بینی اور تکبر ہوتا ہے، کرگس میں کھانے پینے کی شہوت، مرغ میں جفتی کی رغبت اور صولت کوئے میں شدت حرص اور حسد نفس اور کبوتر ہے تو اس میں ترفع اور سرعت، ابی الہوی ہوتی ہے۔

انسان کو چاہئے کہ ترقی کے درجات اور حیات ابدی چاہے تو ان سب کو قربان کر دے۔

رابطہ: پچھلی آیت میں نور ایمان اور ظلمت کفر کا ذکر ہوا تھا اسی کی نظیر میں تین واقعے نقل کئے جا رہے ہیں جن میں ایک طرف حضرت ابراہیم و عزیز جیسے مؤمن ہیں دوسری طرف نمرود جیسا مردود ہے اور احکام جہاد سے بھی ان قصوں کو ایک گونہ مناسبت ہے۔ نیز لا اکرہ فی الدین سے بھی یہ مناسبت ہے کہ دعوت کی تاثیر و فتح مندی دکھلانے کے لئے حضرت ابراہیم کا واقعہ مناظرہ کیا گیا ہے وہ ایک ایسے ملک میں جہاں ان کا کوئی ساتھی نہ تھا اور ایک سرکش بادشاہ کے سامنے تنہا دعوت حق کا حربہ لے کر کھڑے ہوئے اور فتح مند ہو گئے۔

﴿تشریح﴾: پہلا واقعہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آج سے تین ہزار سال پیشتر کا زمانہ ہے جبکہ ایک و تنہا شہر بابل میں ان کی خدا پرستی اور نیکی و تقدس کی شہرت ہوئی تو نمرود جیسی بے پناہ طاقت کا سامنا ہوا۔ پہلے زبانی مقابلہ ہوا جس میں اللہ کے خلیل نے اس حقیقت کا اظہار بھی ضمناً کر دکھایا کہ دعوت حق تلقین و ہدایت کی راہ ہے جدل و خصومت کی راہ نہیں ہے اس لئے داعی حق کا شیوہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ مخاطب کو دلیلوں کے الجھاؤں میں پھنسا دے یا بات کی پیچ کرے اور کسی خاص دلیل پر اڑ کر اس کا ناطقہ بند کر دے بلکہ اس کی اصل کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کسی نہ کسی طرح سچائی کو مخاطب کے دل میں اتار دے۔ چنانچہ ایک دلیل سے کام نہ چلا تو انہوں نے فوراً دوسری دلیل پیش کر دی نتیجہ یہ نکلا کہ تیرا نشانہ پر لگ گیا اور انکار و سرکشی کا دم خم باقی نہیں رہا۔ اس زبانی شکست کے بعد دشمن نے اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کیا یعنی ان کو ایک ہیبت ناک دکھتی ہوئی آگ میں جھونک دیا لیکن حق کے مقابلہ میں اس کی قوی و فعلی دونوں دلیلیں بیکار کر دی گئیں۔

دوسرا واقعہ: دوسرا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو سال پیشتر ملک شام بمقام ایلیا میں پیش آیا۔ شاہ بابل بخت نصر نے یروشلیم کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا اور بیت المقدس بالکل ویران اور تباہ کر دیا گیا تھا اور یہودیوں کی قومیت پارہ پارہ کر دی گئی تھی۔ ستر ہزار بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے ستر سال قید و بند کی تکالیف میں رکھا تھا اس زمانہ میں ایک نبی حضرت عزیر علیہ السلام کا دل بستی کی اس ویرانی کو دیکھ کر بھرا آیا اور نہایت حسرت آمیز لہجہ میں زبان سے نکلا کہ اس تباہی کے آباد کاری کی کیا صورت ہوگی؟ حق تعالیٰ نے اس کا جواب تو خود ان پر تجر بہ کر کے دکھلا دیا۔ جس میں طول زمانہ کا ایک اثر تو یہ ہوا کہ دیر تک رہنے والی چیز یعنی ان کی سواری میں درجہ تغیر ہوا کہ گوشت پوست نابود ہو کر سفید ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا اور دوسری طرف قدرت کی کرشمہ سازی یہ ہوئی کہ جلدی خراب ہونے اور سڑنے والی کھانے

پینے کی چیزوں میں "لم یتسنہ" کہہ کر تغیر کی راہ روک دی گئی۔ تھرما فلکس کی ایجاد نے بہت حد تک اس بات کا سمجھنا ہمارے لئے آسان کر دیا ہے۔

اس تاثیر تضاد کی گتھی کو قدرت بے پایاں ہی حاصل کر سکی تھی۔ غرضکہ اس عجوبہ قدرت کے مشاہدہ کے ساتھ شہر کی آباد کاری کا یہ انتظام ہوا کہ اس طویل مدت میں بخت نصر مر گیا۔ اور ایرانی بادشاہوں کا دور دورہ ہوا وقت کے تین بڑے شہنشاہوں سائرس، دارا، ارتخششت کے دل انبیائے بنی اسرائیل عزیز، یرمیا، دانیال کی دعوت سے مسخر ہو گئے اور اس طرح بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر و آباد کاری کا انتظام ہو گیا اور مردہ ہستی کی دوبارہ زندگی کا سامان ہو گیا۔ غرضکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو سال پہلے کی یہ بات ہے جیسا کہ کتاب عزرا کتاب تخمیا سے بھی ثابت ہے۔

قال اعلم کانعرة حق بے ساختہ جوان کی زبان سے نکلا یہ ان کی طبعی اور اضطراری کیفیت کا ترجمان ہے جیسے کسی عجیب و غریب کام کو دیکھ کر بے اختیار زبان سے سبحان اللہ یا اللہ اکبر نکل جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ پہلے متکلم کا یہ اعتقاد نہیں تھا یا اس خیال کا منکر تھا بلکہ اس بے ساختگی میں ایک اضطراری کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ دوسرے لوگوں نے جب اس کیفیت کا مشاہدہ نہیں کیا بلکہ تنہا نبی کو مشاہدہ کرایا گیا تو لوگوں کے لئے یہ واقعہ کس طرح نمونہ قدرت بنے گا؟ جواب یہ ہے کہ قرآن خارجیہ سے لوگوں کو بطور علم ضروری کے ان کا صدق بیان معلوم ہو گیا ہوگا۔ جو اطمینان کے لئے کافی ہے جیسا کہ خود نبی کو اس قسم کے قرآن سے ایک زمانہ تک اپنا مردہ رہنا معلوم ہوا تھا۔

تیسرا واقعہ:..... تیسرا واقعہ بابل سے شام کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتی کی کیفیت کا مشاہدہ چاہا اور سوال میں عنوان ادب ملحوظ رکھا چنانچہ ان کو فوراً یہ تماشا دکھلا دیا گیا۔ روح المعانی میں حضرت حسن کی روایت پیش کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واقعی طور پر اس حکم کا امتثال کیا۔ ادعہ من سے مراد حقیقت پکارنا نہیں ہے جس کے لئے مخاطب کا ذمی عقل ہونا ضروری ہو بلکہ تکوینی دعوت کے قبیل سے ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیطمئن قلبی اور حضرت علیؑ کے اس کہنے کو لو کشف لی الغطاء ما ازددت یقینا حضرت علیؑ کی افضلیت کا شہ نہیں کیا جائے۔ کیونکہ اولاً تو اس قول کا ثبوت ہی یقینی نہیں کہ جواب کی ضرورت پیش آئے دوسرے اگر یہ قول ثابت بھی ہو تو یہ ثابت نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایقان میں اس واقعہ سے اضافہ ہوا بلکہ ایک کیفیت خاص کا جماؤ ہو گیا۔ تیسرے اگر اضافہ کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو مرتبہ نبوت کا یقین اور ہے اور مرتبہ ولایت کا یقین اور نبوت و ولایت میں کمیت و کیفیت کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے ولایت کے انتہائی اضافہ کا درجہ نبوت کے اصل یقین کے مرتبہ سے بھی بہت کم تر ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل یقین بھی حضرت علیؑ کے انتہائی مراتب پر یقین سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت خلیل اس طمانیت صدیقیت کے نہ فاقد تھے اور نہ طالب۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت شمس تبریز نے مولانا رومیؒ کی رکاب تھام کر دریافت کیا کہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کے دعائیہ کلمات "اللہم زدنی تحیراً فیک" ہیں اور دوسری طرف بایزید بسطامیؒ ساری عمر اس مقام حریرت میں متمکن رہے اس پر مولانا رومیؒ نے اسی قسم کی جوابی تقریر کی تو خواجہ شیخ مارکر ایک نعرہ مستی لگاتے ہوئے جنگل کو نکل گئے اور خود مولانا پر اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ غلام شمس تبریز ہو گئے اور تمام علمی کروفر چھوڑ دیا۔

اعتراض و جواب:..... پہلے واقعہ پر پادری اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ تورات میں اس واقعہ کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے قرآن کا بیان غلط ہے۔ حالانکہ تورات دس بارہ ورق کا ایک مختصر سا مجموعہ ہے اس کے عدم ذکر سے عدم وقوع کیسے لازم آ گیا؟ ہزاروں باتیں اس میں درج نہیں ہیں تو کیا سب کا انکار کیا جاسکتا ہے؟

اسی طرح تیسرے واقعہ کو بعض پادری اس لئے نہیں مانتے کہ دنیا میں مردے زندہ نہیں ہوا کرتے۔ حالانکہ یہ بات بائبل اور حضرت مسیح کے معجزانہ کارناموں کے اور کتاب حزقیل میں مندرجہ واقعات کا بالکل برخلاف ہے۔ بعض نیچری بھی اس کا انکار کرتے ہیں اور کیف تحی اللہ الموتی کو حقیقی معنی کی بجائے مجازی معنی پر محمول کرتے ہیں اور کالذی کی توجیہ کا نہ مر علی قریۃ سے کرتے ہیں۔ یعنی خواب میں یہ واقعہ دیکھا غرضکہ دونوں واقعوں میں حقیقت کی بجائے مجاز پر حمل کرتے ہوئے جیسا کہ پہلے واقعہ حزقیل کو فرضی اور عام مفسرین کی رائے کو غلط کہہ چکے ہیں حالانکہ اسی طرح ہر جگہ اگر مجازی جاری کیا جائے تو الفاظ سے بالکل ہی امن اٹھ جائے اور ہر لفظ میں یہ امکان و احتمال باقی رہے جو بالکل خلاف عقل ہے پھر آخر کوئی ضرورت بھی ہے غرضکہ استحالہ ان واقعات کا تسلیم نہیں اور خلاف عادت ہونا ناقابل تسلیم نہیں ہے۔ اذ قال ابراہیم سے معلوم ہوا کہ ضرورت دینی کے موقع پر مباحثہ تجرید و تفرید کے منافی نہیں ہے بالخصوص کامل کے لئے نیز مدہنت باطل ہے۔

مَثَلُ صِفَةِ نَفَقَاتِ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَى طَاعَتِهِ كَمَثَلِ حَبَّةِ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ ۗ فَكَذَلِكَ نَفَقَاتُهُمْ تَتضاعَفُ بِسَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ وَاللَّهُ يُضَعِفُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ فَضْلُهُ عَلِيمٌ ﴿۲۶۱﴾ بِمَنْ يَسْتَحِقُّ الْمُضاعَفَةَ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنَّا عَلَى الْمُنْفِقِ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِمْ مَثَلًا قَدْ أَحْسَنْتُ إِلَيْهِ وَجَبْرَتْ حَالَهُ وَلَا أَدَى لَهُ بِذِكْرِ ذَلِكَ إِلَى مَنْ لَا يُحِبُّ وَقُوفُهُ عَلَيْهِ وَنَحْوِ ذَلِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ ثَوَابُ انْفَاقِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۶۲﴾ فِي الْآخِرَةِ قَوْلٌ مَعْرُوفٌ كَلَامٌ حَسَنٌ وَرَدَّ عَلَى السَّائِلِ جَمِيلٌ وَمَغْفِرَةٌ لَهُ فِي الْحَاجَةِ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا آذَى ۗ بِالْمَنْ وَتَعْيِيرٌ لَهُ بِالسُّؤَالِ وَاللَّهُ غَنِيٌّ عَنِ صَدَقَةِ الْعِبَادِ حَلِيمٌ ﴿۲۶۳﴾ بِتَاخِيرِ الْعُقُوبَةِ عَنِ الْمَاءِ وَالْمُؤَذَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَتِكُمْ أَيُّ أُجُورِهَا بِالْمَنْ وَالْآذَى ۗ أَبْطَالًا كَالَّذِي أَيُّ كَابْطَالِ نَفَقَةِ الَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ مُرَائِيًا لَهُمْ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَهُوَ الْمُنَافِقُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ حَجَرٍ أَمْلَسَ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاصَابَهُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيدٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۗ صَلْبًا أَمْلَسَ لِأَشْيَاءٍ عَلَيْهِ لَا يَقْدِرُونَ اسْتِيْنَافَ لِبَيَانِ مَثَلِ الْمُنَافِقِ الْمُنْفِقِ رِيَاءً وَجَمْعُ الضَّمِيرِ بِاعْتِبَارِ مَعْنَى الَّذِي عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ عَمَلُوا أَيُّ لَا يَجِدُونَ لَهُ ثَوَابًا فِي الْآخِرَةِ كَمَا لَا يُوجَدُ عَلَى الصَّفْوَانِ شَيْءٌ مِنَ التُّرَابِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ لِإِذْهَابِ الْمَطَرِ لَهُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۲۶۴﴾ .

ترجمہ:..... حالت (خرچ کرنے کی کیفیت) ان لوگوں کو جو اپنے اموال کو اللہ کی راہ (طاعت) میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں اُگ آئیں ہر بال میں سو (۱۰۰) دانے ہوں (یہی حال ان لوگوں کے انفاق کا ہے سات سو گنا اجر بڑھ سکتا ہے) اور اللہ تعالیٰ بڑھا سکتے ہیں (اس سے بھی زائد) جس کے لئے چاہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے

ہیں (اپنے فضل میں) اور واقف ہیں (کون اضافہ کا مستحق ہے) جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں (جس سے یہ سلوک کیا مثلاً یہ کہہ کر میں نے یہ احسان کیا اور اس کی ٹوٹی پھوٹی حالت درست کی اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں اس سلوک کا تذکرہ ایسے شخص کے سامنے کر کے جس کے سامنے سائل اظہار پسند نہیں کرتا۔ اسی قسم کی اور کوئی صورت آزار ہو) ان کے لئے اجر (ان کے انفاق کا ثواب) ہے ان کے پروردگار کے پاس اور ان کو خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے (قیامت کے روز) مناسب بات (کلام شریں اور سائل کو موزوں جواب) کہہ دینا اور درگزر کر دینا (اس کے حد سے زیادہ بڑھے ہوئی اصرار پر) بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے پیچھے تکلیف رسائی لگی ہوئی ہو (احسان جتلا کر یا مانگنے پر پھوٹا کر کے) اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں (بندوں کی خیرات سے) اور بردبار ہیں (کہ احسان جتلانے والے موزی کو ڈھیل دے رکھی ہے) اے اہل ایمان تم برباد مت کرو اپنی خیرات کو (یعنی اس کے ثواب کو) احسان جتلا کر یا آزار پہنچا کر (برباد کرنا) اس شخص کی طرح (یعنی جیسے ضائع ہو گیا خرچ کرنا اس کا جو اپنا مال خرچ کرتا ہے ریاکاری کے طور پر لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتا) (یعنی منافق ہے) چنانچہ اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر (صاف پتھر) جس پر کچھ مٹی آگئی ہو اور پھر موسلا دھار بارش اس پر پڑ جائے (جو نہایت زور کی ہو) کہ اس پتھر کو بالکل ہی صاف کر دے (ایسا صاف و چکنا کہ پھر اس پر کوئی چیز بھی باقی نہ رہے) ایسے لوگوں کو ہاتھ نہ لگے گی (یہ جملہ مستانفہ ہے ریاکار منافق منفق کی حالت کا اظہار ہے اور ضمیر جمع کا استعمال کرنا، الذی کی معنوی رعایت سے ہے) ذرا بھی اپنی کمائی (یعنی جس طرح چکنے پتھر پر بارش کی وجہ سے ذرا کسی چیز کا اثر باقی نہیں رہتا اسی طرح آخرت میں ان کے لئے ثواب کا کوئی نشان نہیں ملے گا) اور اللہ تعالیٰ کافروں کو راہ نہیں دکھائیں گے (

تحقیق و ترکیب..... مثل کے بعد مفسر صفت کا اضافہ اس کے معنی بیان کرنے کے لئے کر رہے ہیں اور نفقات کی تقدیر اس لئے ہے کہ الذین ینفقون کی تشبیہ حبتہ کے ساتھ صحیح ہو جائے کیونکہ منفقین جاندار اور حبتہ بے جان لیکن نفقات کو مشابہ بنانے میں کوئی اشکال نہیں ہے نسبت انبات کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف نہیں کی بلکہ ظاہری سبب ہونے کی وجہ سے حبتہ کی طرف اسناد کر دی گئی ہے اور یہ تمثیل فرضی ہے محض انفاق کے اضافہ کو سمجھانے کے لئے اس کا واقعی اور نفس الامری ہونا ضروری نہیں ہے اگر چھوٹے دانوں کے اناج میں بھی زمینوں کے لحاظ سے ایک ایک بال میں اتنی تعداد بھی ممکن ہے۔ سنبلات کی بجائے سنبال استعمال ایسا ہی ہے جیسے اقراء کی بجائے قروء کا استعمال ثم نفس انفاق اور من و اذی کے ترک میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی صرف ترک من و اذی بھی انفاق سے بڑھا ہوا ہے۔

ما انفقوا ما مصدریہ ہے لہم اجر لہم چونکہ مبتدا متضمن معنی شرط کو نہیں ہے اس لئے فانہیں لائی گئی جیسا کہ آگے فلہم میں اسی لئے فا داخل ہے۔ حلیم اس میں دھمکی اور عذاب آخرت کی وعید ہے فمثلہ فاما قبل کے ساتھ ربط کے لئے ہے اور یہ جملہ مبتدا خبر ہے۔ اس کی ضمیر منفق مرئی کی طرف لوٹے گی قریب ہونے کی وجہ سے یا منفق مان کی طرف راجع ہوگی۔ ثانی صورت میں گویا احسان رکھنے والے کو دو چیزوں سے تشبیہ دی جا رہی ہے ایک ریاکار منفق سے دوسرے چکنے پتھر سے۔ اور خطاب سے یہ نسبت کی طرف اور جمع سے مفرد کی طرف عدول ہوگا۔ کمثل میں کاف نحل نصب میں ہے علی العال ای لا تبطلوا صدقتکم مماثلین الذی ینفق۔ صفوان حجر املس ضد خشونت لا یقدرون میں الذی کی معنوی رعایت ہوئی اور ینفق میں لفظ کی رعایت کی گئی ہے یا باعتبار جنس یا فریق کے مفرد لایا گیا لایہدی دنیاوی لحاظ سے اگر ہدایت مراد لی جائے تو مخصوص منافقین مراد ہوں گے یا یہ مراد ہے کہ جب تک وہ اپنے کفر و نفاق پر جسے رہیں ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوگی اور آخرت کی رہنمائی مراد ہو تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں رہتی۔

رابط :..... انفاق مالی کا ذکر ترغیب جہاد کے سلسلہ میں چل رہا تھا اسی کا اعادہ کیا جا رہا ہے کہ جو ذات احیاء موتی کے ان عظیم واقعات پر قادر ہو وہ انفاق کے اضعاف مضاعفہ کرنے پر کیوں قادر نہیں ہوگی الذین ینفقون سے انفاق صحیح کی شرائط کا بیان ہے اور ان کو تمثیل کے ذریعے سمجھایا جا رہا ہے۔

شان نزول :..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیت الذین ینفقون نازل ہوئی جبکہ اول الذکر نے غزوہ تبوک میں ہزار اونٹ غلہ سے بھرے ہوئے اور ثانی الذکر نے ہزار دینار کی پیش کش کی۔

﴿تشریح﴾ :..... خیرات کے درجات :..... دینی یا دنیاوی جماعتی یا شخصی کاموں میں روپیہ پیسہ کی جس درجہ قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے وہ بالکل ظاہر ہے مال کے عشق میں اور پیسے کی محبت میں اگر آدمی مرتا رہے تو وصیت، روزے، اکل حلال، حج، جہاد، نکاح، طلاق، یتیموں کی خبر گیری، عورت کے ساتھ حسن سلوک، رضاعت وغیرہ کے تمام احکام بر ما دہو جاتے ہیں۔ کما حقہ ان احکام پر جب ہی عمل ہو سکتا ہے جبکہ اللہ کی راہ میں پیسہ خرچ کرنا آسان ہو جائے کسی نیک کام میں پیسہ خرچ کرنے کی تین ہی نیتیں ہو سکتی ہیں (۱) ادنیٰ درجہ کے اخلاص کے ساتھ العسنة بعشر امثالها کے لحاظ سے اس کو دس گنا ثواب عطا ہوگا۔ (۲) اوسط درجہ کے اخلاص نیت کے ساتھ اس آیت کی رو سے سات سو (۷۰۰) گنا اجر کا وعدہ ہے (۳) اعلیٰ درجہ کے اخلاص کے ساتھ واللہ یضاعف کی رو سے بے شمار اجر و ثواب کا مستحق ہے اخلاص کی کمی بیشی کے ساتھ مشقت کی کمی بیشی کا اثر بھی تناسب اجر پر پڑے گا۔

خیرات کے لئے گھسن :..... علیٰ ہذا انفاق کو خراب کرنے والی چیزیں بھی تین ہیں۔ (۱) ریا کاری، (۲) دل آزاری، (۳) احسان سے زیر باری جہاں تک دکھاوے کی خیرات کا تعلق ہے وہ بالکل ہی اکارت چلی جاتی ہے کیونکہ جو شخص نیکی کو نیکی کے لئے نہیں بلکہ نام و نمود کے لئے کرتا ہے اور خدا کی جگہ انسانوں کی نگاہوں میں بڑائی چاہتا ہے وہ یقیناً خدا پر سچا یقین نہیں رکھتا۔ کسی کو احسان سے زیر بار کرنا چاہے قولاً ہو یا فعلاً اسی طرح آزار پہنچانا زبانی طعن و تشنیع سے ہو غلط برتاؤ سے بہر صورت بُرا ہے سائل اگر بد تمیز ہو کہ لچر ہو کر رہ جائے تو اپنی استطاعت کے ہوتے ہوئے حاجت مند کو نہ دینا یقیناً برا ہے البتہ اگر خود مسؤل عنہ بھی نادار ہو تو سائل کے اصرار پر تلخ و ترش جواب کی بجائے شیریں کلامی، خندہ پیشانی، سے پیش آنا یقیناً بہتر اور موجب اجر ہے جس کو خیر فرمایا گیا ہے غرض کہ خوش کلامی کے ساتھ تو نہ دینا بھی بہتر ہے، لیکن آزار رسانی کے ساتھ دینا بھی بدتر، حرام اور موجب گناہ ہے۔

ریا کاری کے صدقہ کی مثال :..... جو لوگ دکھاوے کے لئے دیتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑ پر چٹان، جس پر مٹی کی معمولی سی تہہ جم گئی ہو اس جگہ جتنی بھی زیادہ بارش ہوگی اتنی ہی جلدی اور اتنی ہی زیادہ وہ جگہ صاف ہو کر رہ جائے گی کبھی بھی سرسبز نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ اس میں پانی سے فائدہ اٹھانے کی استعداد ہی نہیں ہے پانی جب برسے گا دھل دھلا کر صاف ہو جائے گی۔

معتزلہ پر رُو :..... نصوص پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہے کہ جس طرح طاعات کے لئے کچھ شرائط صحت ہوتی ہیں جیسے نماز کے لئے طہارت وغیرہ شرائط یا تمام اعمال کی صحت و قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اسی طرح کچھ شرائط بقاء صحت کے لئے بھی ہوتی ہیں مثلاً یہی ایمان کہ صحت اعمال کی طرح بقاء اعمال کے لئے بھی شرط ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد کوئی شخص کافر ہو جائے تب بھی اس کے سارے اعمال جط و ضبط اور بالکل معدوم ہو جائیں گے یا نماز کے شفعہ میں پہلی رکعت کی بقاء کے لئے دوسری شرط ہے۔ بالکل ٹھیک یہی حال انفاق مالی کا ہے کہ علاوہ ایمان کے اخلاص تو اس کی شرط صحت ہے اور احسان نہ جتلا نایا ایزارسانی کرنا دونوں شرائط بقاء

ہیں چنانچہ ریاکار اور منافق کے صدقہ کو شرطِ صحت مفقود ہونے کی وجہ سے باطل اور مان اور موذی کے صدقہ کو شرطِ بقا نہ رہنے کے وجہ سے مبطل کہا گیا ہے اور چونکہ ریا کا بطلان من و اذی کے بطلان سے زیادہ ظاہر و واضح ہے اس لئے اول کو مشبہ بہ اور موخر الذکر کو مشبہ بنایا گیا ہے البتہ مشبہ بہ کے ساتھ نفاق و ریا کی دو قیدیں جو گائی گئیں وہ محض مشبہ بہ کی تقویت کے لئے ہیں تاکہ من و اذی سے نصرت دلانے میں مبالغہ ہو جائے۔ ورنہ تنہا ایک ایک امر بھی موجب بطلان ہے۔

اس کے بعد معتزلہ کا یہ شبہ صحیح نہیں ہے کہ تمام سیئات کفر کی طرح حاوی طامعات ہوتے ہیں کیونکہ کسی خاص سیدہ کا کسی خاص طاعت کے لئے شرط بقا، کے منافی ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ہر سیدہ ہر حسنہ کے لئے موجب حبط ہو جائے کیونکہ اول تو یہ باطل ہونا سیدہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شرط بقا نہ پائے جانے کی وجہ سے ہے دوسرے معتزلہ کا دعویٰ بھی تمام سیئات کے متعلق عام ہے اس کی دلیل یہ خاص خاص اعمال نہیں بن سکتے۔

وَمَثَلُ نَفَقَاتِ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ طَلَبِ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَشْبِيْتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ أَمْ تَحْقِيقًا لِّلشَّوَابِ عَلَيْهِ بِخِلَافِ الْمُنَافِقِينَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لَإِنْكَارِهِمْ لَهُ وَمِنْ ابْتِدَائِيَّةٍ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بُسْتَانٍ بَرْبُوتَةٍ بِصَمِّ الرَّاءِ وَفَتْحِهَا مَكَانٍ مَّرْتَفِعٍ مُّسَوٍّ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاتَتْ أَكْلَهَا بِضَمِّ الْكَافِ وَسُكُونِهَا ثَمَرُهَا ضِعْفَيْنِ ۚ مِثْلَى مَا يُثْمِرُ غَيْرَهَا فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ مَطَرٌ خَفِيفٌ يُصِيبُهَا وَيَكْفِيهَا لِارْتِفَاعِهَا أَلْمَعْنَى تَثْمُرُ وَتَزْكُو كَثَرَ الْمَطَرِ أَمْ قَلَّ فَكَذَلِكَ نَفَقَاتٌ مِّنْ ذِكْرِ تَزْكُو عِنْدَ اللَّهِ كَثُرَتْ أَمْ قَلَّتْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۶۵﴾ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ أَيُّدٌ أَيْحُتُ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ بُسْتَانٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ لَهُ فِيهَا ثَمَرٌ مِّنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ وَقَدْ أَصَابَهُ الْكِبَرُ فَضَعُفَ عَنِ الْكَسْبِ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضِعْفَاءٌ أَوْلَادٌ صِغَارٌ لَا يَقْدِرُونَ عَلَيْهِ فَاصَابَهَا إِعْصَارٌ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ فَفَقَدَهَا أَحْوَجَ مَا كَانَ إِلَيْهَا وَبَقِيَ هُوَ وَأَوْلَادُهُ عَجْزَةٌ مُّتَحَيِّرِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ وَهَذَا تَمْثِيلٌ لِّنَفَقَةِ الْمُرَائِي وَالْمَانِ فِي ذَهَابِهَا وَعَدَمِ نَفْعِهَا أَحْوَجَ مَا يَكُونُ إِلَيْهَا فِي الْأَجْرَةِ وَالْإِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى النَّفْيِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ لِرَجُلٍ عَمِلَ بِالطَّاعَاتِ ثُمَّ بُعِثَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِي حَتَّى أَعْرَقَ أَعْمَالَهُ كَذَلِكَ كَمَا بَيْنَ مَا ذُكِرَ بَيْنَ اللَّهِ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۶۶﴾ فَتَعْتَبِرُونَ .

ترجمہ: اور حالت (خرچ کرنے کی) ان لوگوں کے مال کی جو خرچ کرتے ہیں اللہ کی رضا جوئی (تلاشِ رضا) کیلئے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں (یعنی اس پر ثواب محقق کرنے کے لئے بخلاف منافقین کے جن کو منکر ہونے کی وجہ سے امیدِ ثواب نہیں ہے اور من ابتدائیہ ہے) مثل حالت ایک باغ کی ہے جو کسی ٹیلہ پر ہے (لفظ ربوتہ ضم راء اور فتح راء کے ساتھ ہے • اونچی اور سپاٹ جگہ) اس پر ذور کی بارش پڑی ہو کہ وہ باغ لے آیا (اس نے دیدیا) ہو پھل (لفظ اکل ضم کاف اور سکون کاف کے ساتھ ہے بمعنی پھل) دو گنا (دوسرے باغ کے مقابلہ میں دو چند) اور اگر ایسی زور کی بارش نہ ہو تو ہلکی پھوار بھی اس کے لئے کافی ہو جائے (طل کے معنی ہلکی بارش کے ہیں جس کا ہونا بھی باغ کی بلندی کی وجہ سے کافی ہو جائے، حاصل یہ ہے کہ بارش کم ہو یا زیادہ باغ بہر

صورت پھل جاتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کے نفقات کا ہے کم کم ہوں یا زیادہ عند اللہ موجب اضافہ حسنت ہیں) اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں (چنانچہ تم کو جزا ملے گی) بھلا پسند (مرغوب) ہے تم میں سے کسی کو یہ بات کہ اس کا باغ ہو کھجوروں اور انگوروں جس کے نیچے چلتی ہوں نہریں، اس شخص کے یہاں اس باغ میں بھی ہر قسم کے میوے ہوں در آنحالیکہ اس شخص کا بڑھا پا آ گیا ہو (کہ کمانے کے قابل نہ رہا ہو) اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں قوت نہیں ہے (چھوٹے بال بچے جن میں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے کہ اس باغ پر ایک گولہ آ جائے (تیز و تند لو) کہ جس میں آگ ہو پھر وہ باغ بھسم ہو جائے (ایسی حالت میں ایسے باغ کا تباہ ہو جانا مالک کو کس قدر زیادہ محتاج بنا دے گا وہ اس کی اولاد حیران و پریشان رہ جائے، ان کے لئے کوئی بھی سہارا نہ رہ جائے۔ یہ ایک تمثیل ہے۔ ریاکار اور احسان جتانے والے کے صدقہ کا آخرت میں باوجود ضروری ہونے کے بیکار اور ضائع ہو جانے کی اور استفہام نشی کے معنی میں ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ یہ تمثیل ایسے شخص کے لئے جو طاعات بجالاتا ہو لیکن شیطان کے غلبہ سے معاصی میں غرق ہو جائے) اسی طرح (جیسا کہ بیان ہو چکا) تمہارے سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نظائر بیان فرماتے رہتے ہیں تاکہ تم سوچا کرو (اور عبرت حاصل کرو)

تحقیق و ترکیب:..... من انفسہم من ابتداء یعنی یہ عقیدہ خود ان کے نفوس میں ہو یا بمعنی لازم ہو۔ فانت مفعول اول محذوف ہے ای صاحبہا اور ضعیفین حال ہے اکل ماکول شے مراد میوے۔ ضعیفین ای ضعیفا بعد ضعف تشبیہ سے مقصود ہے تکثیر ہے یاد و چند یا چہار چند ہونا مراد ہے علی اختلاف الاقوال فطل مبتداء ہے، خبر محذوف ہے جیسا کہ مفسر نے یصیہا و یکفیہا کہا ہے۔ ایود یہ دوسری تمثیل ہے مرانی اور مان کی مودت بمعنی محبت۔ لیکن مع تمنائے ملاقات کے۔ نخیل اسم جنس جمع ہے واحد نخلة ہے اعناب جمع عنبہ کی انگور کو کہتے ہیں اہل عرب کے نزدیک دونوں قسم کے باغ نہایت قیمتی ہوتے تھے چہ جائیکہ کسی کے یہاں دونوں مجموعی ہوں بلکہ میوؤں کی اور اقسام بھی ہوں تو اس کی ثروت و مال داری کا کیا ٹھکانہ۔

فیہا من کل الثمرات کے درمیان لفظ ثمر کا اس طرف اشارہ ہے کہ جار مجرور کا متعلق محذوف ہے اور وہ صفت ہے موصوف محذوف کی لہ متعلق ہے محذوف کے خبر ہے ثمر مقدر کی اور فیہا متعلق ہے محذوف کے اور ضمیر خبر سے حال ہے۔ وقد اصابہا مفسر علام نے تقدیر میں اشارہ کر دیا ہے کہ واؤ حالیہ ہے معنا کیونکہ ان تکون کا ان مصدر یہ اگرچہ اصاب ماضی پر داخل ہو سکتا ہے "عجبت من ان قام" لیکن مضارع منصوب چونکہ استقبال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے ماضی کی صلاحیت قطعاً اس میں نہیں رہتی اس لئے اصاب کا عطف تکون پر درست نہ ہوتا۔ مفسر نے اس اشکال کو حل کرنے کے لئے اشارہ کیا کہ اصاب میں واو حالیہ ہے۔ تقدیر قد واؤ عاقظ نہیں ہے ذریعہ ولد الرجل والنساء.

رابط:..... آیت گذشتہ میں صدقات مقبولہ کی مثال فمشلہ کمشل الخ سے بیان کی تھی اب آیت ومثل الذین میں صدقات مقبولہ کی مثال بیان فرماتے ہیں۔ نیز آیت ایود میں صدقات کے انوار و برکات کی شرط کا بیان ہے۔

﴿تشریح﴾:..... صدق دلانہ صدقہ کی تمثیل:..... یعنی جو لوگ اخلاص کے ساتھ خیرات کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بلند اور موزوں مقام پر باغ ہو کہ جب بارش ہو تو اس کی شادابی دگنی ہو جائے اور اگر زور سے پانی نہ برسے تو ہلکی پھوار بھی اسے شاداب کر سکے گی۔ اگر دل میں اخلاص ہے تو تھوڑی خیر اب بھی برکت و فلاح کا موجب ہو سکتی ہے جس طرح بارش کی چند ہلکی بوندیں بھی ایک باغ کو شاداب کر سکتی ہیں۔ عالم مادی اور عالم معنوی کے احکام و قوانین دونوں یکساں ہیں جو بوؤ گے اور جس طرح

بوو گے ایسے ہی اور اسی طرح کا پھل پاؤ گے۔

حاصل "تثیتاً من انفسہم" کا یہ ہے کہ جس کام میں ابتدا نفس کو دشواری پیش آتی ہے اس کو بار بار کرنے سے ایک طرح کی عادت ہو جاتی ہے۔ اور وہ دشواری ایک درجہ میں رفع ہو جاتی ہے یہاں تک یہ عادت پھر طبیعت میں ایک ملکہِ راسخہ پیدا کر لیتی ہے جس سے دوسرے اعمال میں بھی ایک طرح کی سہولت اور آمادگی پیدا ہو جاتی ہے اور صفت مزاحمت مغلوب ہو کر ترغیب غالب آ جاتی ہے جو حاصل ہے مجاہدہ کا بس آیت میں اسی کی ترغیب ہے کہ ہر نیک کام کرنے کے وقت نیت بھی زہنی چاہئے کہ اس سے رضائے الہی حاصل ہو اور دوسری طاعت کے لئے مشقت رفع ہو کر شوق و عمل کا راستہ ہموار ہو جائے تاکہ ان سے بھی مرضیات الہیہ حاصل ہو سکیں ان دونوں غرضوں کی ایک ہی غرض نکلتی ہے یعنی رضائے الہی کہ کام شروع میں بھی وہی مقصود ہو اور ثمرہ اور نتیجہ کے درجہ میں بھی اسی پر نظر رہے حالاً اور مآلاً وہی مقصد پیش نظر رہے۔

مراتب اخلاص: اور دو طرح کی بارش فرض کرنے میں اشارہ ہے فرق مراتب اخلاص کی طرف۔ صدقات تین طرح کے ہیں ایک وہ جن میں شرائطِ صحت و بقاء دونوں پائی جائیں جیسا کہ کمثل حبة انبت اور کمثل جنۃ بر بوءہ دو مثالوں کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ دوسرے وہ کہ جن میں شرائطِ صحت ایمان و اخلاص ہی نہ پائی جائیں انفرادی اجتماعاً کمثل صفوان میں اس کی تمثیل پیش کی گئی ہے۔ تیسری قسم صدقات کی وہ رہ گئی جس میں شرائطِ صحت تو ہوں مثلاً ایمان و اخلاص مگر شرائطِ بقاء نہ پائی جائیں یعنی من و اذی کا ترک آیت ایود احد کم میں اسی کی تمثیل یعنی تم میں کون ہے جو یہ پسند کرے کہ اپنی ساری عمر ایک باغ لگانے میں صرف کرے اور سمجھے کہ اس کی یہ محنت اور اس کا ثمرہ بڑھاپے میں کام آئے گا لیکن جب بڑھا پا آئے تو دیکھے کہ سارا باغ ویران ہو کر رہ گیا ہے یہی حال اس انسان کا ہے جو ساری عمر دکھاوے کی نیکیاں کرتا رہے اور سمجھتا رہے کہ یہ نیکیاں عاقبت میں کام آئیں گی لیکن جب عاقبت کا دن آئے تو دیکھے اس کی ساری محنت رائیگاں گئی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مضمون انفاق وغیرہ انفاق تمام طاعات کے لئے عام ہے یعنی اعمال کی کچھ شرطیں انوار و برکات کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے مثلاً ہر قسم کے معاصی اور سینات سے پرہیز کرنا اگر کوئی شخص طاعات کے ساتھ برائیوں میں بھی منہمک و مشغول ہو جاتا تو اس سے دو طرح کے نقصان سامنے آتے ہیں۔ ایک تو خود اس طاعت کی جو تلاوت و بشاشت قلب میں پیدا ہوئی تھی وہ زائل ہونے لگتی ہے اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس طاعت کے سب انوار و برکات سلب ہو جاتے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دوسری طاعات کی توفیق بھی اس برائی کی شامت سے سلب کر لی جاتی ہے اور جو طاعات معمول بہا ہوتی ہیں ان میں کمی، سستی، نافعہ ہونے لگتی ہے اور آخرت میں جو ثمرات و فوائد ان پر مرتب ہوتے ہیں ان سے بالکل حیران ہو جاتا ہے پس اس آیت میں بھی معتزلہ کا اصطلاحی مشہورہ "جبط اعمال" مراد نہیں "تثیتاً من انفسہم" سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال سے مقصود جس طرح اجر و ثواب ہوتا ہے اصلاحِ نفس بھی مقصد ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا زَكَاةً مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ مِنَ الْمَالِ وَمِنْ طَيِّبَاتِ مَا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ مِنَ الْحُبُوبِ وَالشِّمَارِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ الرَّدِيءَ مِنْهُ أَى مِنَ الْمَذْكُورِ تَنْفِقُونَ فِي الزَّكَاةِ حَالاً مِنْ ضَمِيرِ تَيَمَّمُوا وَلَسْتُمْ بِأَخْذِيهِ أَى الْخَبِيثِ لَوْ أُعْطِيْتُمْ فِي حُقُوقِكُمْ إِلَّا أَنْ نَغْمِضُوا فِيهِ ط بِالْتَّسَاهُلِ وَغَضَّ الْبَصَرَ فَكَيْفَ تُؤَدُّونَ مِنْهُ حَقَّ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ نَفَقَاتِكُمْ

حَمِيدٌ ﴿۲۶۷﴾ مُحْمُوذٌ عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ يُخَوِّفُكُم بِهِ إِنْ تَصَدَّقْتُمْ فَتَمْسِكُوا وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۗ الْبُخْلِ وَمَنْعِ الزَّكَاةِ ۗ وَاللَّهُ يَعِدُكُم عَلَى الْإِنْفَاقِ مَغْفِرَةً مِنْهُ لِدُنُوبِكُمْ وَقَفْلاً ۗ رِزْقًا خَلْقًا مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ فَضْلُهُ عَلِيمٌ ﴿۲۶۸﴾ بِالْمُنْفِقِ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ الْعِلْمَ النَّافِعَ الْمُؤَدِّيَ إِلَى الْعَمَلِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ لِمَصِيرِهِ إِلَى السَّعَادَةِ الْآبِدِيَّةِ وَمَا يَدَّرُ فِيهِ أَذْغَامُ النَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ يَتَعَطَّى إِلَّا أَوْلُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ أَصْحَابُ الْعُقُولِ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَدَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نَذْرٍ مِمَّنْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَوَقِّتُمْ بِهِ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ فَيَجْازِيكُمْ عَلَيْهِ وَمَا لِلظَّالِمِينَ بِمَنْعِ الزَّكَاةِ وَالنَّذْرِ أَوْ بَوَاضِعِ الْإِنْفَاقِ فِي غَيْرِ مَجَلِّهِ مِنْ مَعَاصِي اللَّهِ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ مَا نَعِينُ لَهُمْ مِنْ عَذَابِهِ إِنْ تَبَدُّوا تُظْهِرُوا الصَّدَقَاتِ أَيِ النَّوَافِلِ فَبِعَمَاهِي ۗ أَيِ نَعْمِ شَيْءٍ أَبْدَأُوهَا وَإِنْ تُخْفَوْهَا تُسِرُّوهَا وَتُوتُوهُهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۗ مِنْ أَيْدَائِهَا وَإِيَائِهَا الْأَغْيَاءَ أَمَّا صَدَقَةُ الْفَرَضِ فَلَا قُضْلَ إِظْهَارِهَا لِيُقْتَدَىٰ بِهِ وَلَيْلًا يُتَّهَمُ وَإِيَاؤُهَا الْفُقَرَاءَ مُتَعَيَّنٌ وَيُكْفَرُ بِالْيَأَىٰ ۗ وَبِالنَّوْنِ مَعْزُومٌ بِالْعَطْفِ عَلَى مَحَلِّ فَهُوَ وَمَرْفُوعًا عَلَى الْإِسْتِيفَانِ عَنْكُمْ مِّنْ بَعْضِ سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۷۱﴾ عَالِمٌ بِبَاطِنِهِ كَظَاهِرِهِ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهُ .

ترجمہ: اے اہل ایمان خرچ کرو (زکوٰۃ ادا کرو) اپنی کمائی (کے مال) میں سے بہترین چیز اور (عمدہ چیز) اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے (دانے اور پھل) اور نیت مت لے جایا کرو (ارادہ نہ کیا کرو) نکمی (ردی) چیز کی طرف کہ اس میں سے (مذکورہ ردی میں سے) تم خرچ کرنے لگو (زکوٰۃ میں یہ حال ہے ضمیر تیمموا سے) حالانکہ خود تم کبھی بھی اس کو لینے کے لئے آمادہ نہ ہو (ردی چیز اگر تمہارے حصہ میں لگا دی جائے) ہاں مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اس میں (سرسری طور پر نظر انداز کرتے ہوئے پھر اللہ کا حق کس طرح اس سے ادا کرتے ہو) اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (تمہارے نفقات کے محتاج نہیں ہیں) ہر حال میں (تعریف کے لائق ہیں شیطان تم کو محتاجگی سے ڈراتا ہے) کہ اگر تم نے مال خیرات کر دیا تو تم خود محتاج ہو جاؤ گے اس لئے خرچ سے باز رہو) اور تم کو مشورہ دیتا ہے بری باتوں (بخل کرنے اور زکوٰۃ روکنے) کا اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتے ہیں (انفاق پر) اپنی جانب سے (تمہارے گناہ) معاف کرنے کا اور زیادہ عطا کرنے کا (ایسے رزق کا جو صرف شدہ مال کے قائم مقام ہو جائے گا) اور اللہ تعالیٰ (اپنے فضل میں) وسعت والے ہیں، خوب جاننے والے ہیں (منفق کو) دین کا فہم (علم نافع جو عمل کے باعث بن جائے) جس کو چاہتے ہیں عطا کر دیتے ہیں اور جس کو دولت حکمت مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی ہے (کہ نیک انجام اس کا دائمی سعادت ہے) اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں (یاد کرو دراصل یسذکر تھا تا کو ذال کیا اور ذال کو ذال میں ادغام کر دیا۔ بمعنی يتعظ) جو عقلمند (اصحاب دانش) ہیں اور تم لوگ جو کسی طرح کا خرچ کرتے ہو (زکوٰۃ یا صدقہ ادا کرتے ہو) یا کسی قسم کی نذر مانتے ہو (اور اس کو پورا بھی کر دو) سو اللہ تعالیٰ کو یقیناً سب باتوں کی اطلاع ہے (چنانچہ اس کے مطابق تم کو جزا دیں گے) اور بے جا کام کرنے والوں کا (جو زکوٰۃ و نذر پورا کرنے سے روکتے ہیں یا معاصی میں بخل انفاق کرتے ہوں) کوئی حمایتی نہیں ہوگا (جو اللہ کے عذاب سے ان کو بچالے) اگر تم ظاہر کر کے (کھلم

کھلا) صدقات (نافذ) دو تو بہت اچھی بات ہے (یعنی اس کا اظہار بہترین چیز ہے) اور اگر چھپا کر (پوشیدہ طور) ادا کرو اور فقیروں کو دے دیا کرو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے (بہ نسبت اظہار کے اور مالدار لوگوں کو دینے کے البتہ فرض زکوٰۃ اس میں اظہار ہی افضل ہے۔ دو وجہ سے تاکہ دوسرے تقلید کر سکیں اور خود یہ متم نہ رہے) اور مصارف زکوٰۃ میں فقراء متعین ہیں (بمقابلہ اغنیاء) اور اللہ تعالیٰ دور فرمائیں گے (یکفرو یا اور نون کے ساتھ مجزوم پڑھا گیا ہے فہو کے محل پر عطف کرتے ہوئے اور استیناف کے طور پر مرفوع ہے) تمہارے کچھ (بعض) گناہ بھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں (ظاہر کی طرح باطن سے بھی باخبر ہیں ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے)

تحقیق و ترکیب:..... ما اخرجنا بحذف المضاف ای من طیبات ما اخرجنا اور اخرجنا کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ

اس میں تفاوت زیادہ ہوتا ہے من الحبوب اشارہ اس طرف ہے کہ اموال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ تنفقون حال مقدرہ ہے ای مقدرین النفقۃ اس کا تعلق من سے بھی ہو سکتا ہے اور نہیں سے بھی ان تغمضوا بحذف الجار ہے ای بان تغمضوا اور ابوالبقاء کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ ان اور اس کا ماتحت منصوب علی الحال ہوں اور عامل لفظ اخذیہ ہو اور متشبی منہ بھی محذوف ہے ای فی وقت من الاوقات اغماض سے استعارہ کیا گیا ہے تغافل اور تسابل کی طرف یعد کم وعدہ کا اطلاق خیر و شر دونوں پر ہوتا ہے چنانچہ بولتے ہیں وعدہ خیراً و شرّاً لیکن اگر خیر و شر مفعول محذوف ہوں تو پھر وعدہ کا اطلاق خیر پر اور وعید اور ایجاد کا اطلاق شر پر ہوتا ہے۔ فتمسکوا مفسر علام اگر اس کو مجزوم نہ کرتے بلکہ ثبوت نون کے ساتھ رکھتے تو اس کا "یعد کم الفقیر" کا مسبب بننا اور زیادہ واضح ہوتا۔ الفحشاء قرآن کریم میں یہ لفظ جہاں بھی آیا ہے زنا کے معنی میں آیا ہے بجز اس جگہ کے کہ یہاں بخل کے معنی میں ہے خلفامنہ یعنی منجاب اللہ شمرہ عطا ہوگا یا زکوٰۃ میں صرف شدہ مال کا جبر نقصان کر دیا جائے گا۔

من یوت الحکمۃ حکمت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں سدی نے نبوت کے معنی لئے ہیں اور ابن عباس معرفت قرآن کے وسیع معنی لیتے ہیں۔ قنادہ اور مجاہد حکمت کے معنی فہم قرآن کے لیتے ہیں مجاہد قول و عمل کی درستگی کے معنی لیتے ہیں۔ ابن زید فقہ فی الدین کے معنی لیتے ہیں، مالک بن انس کی رائے ہے کہ دین کی معرفت و تفقہ اور اتباع مراد ہے۔ ابن قاسم کی روایت ہے کہ تفکر فی امر اللہ، اتباع، فقہ فی الدین طاعة اللہ کے معنی ہیں۔ جامع تفسیر اتقان علم و عمل کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ جلال محقق نے علم نافع کے ساتھ حکمت کی تفسیر کر کے تمام علوم نافعہ حتیٰ کہ علم منطق کی تعلیم کی طرف اشارہ کر دیا ہے بشرطیکہ کتاب و سنت کی ممارست اور حسن عقیدت حاصل ہو اسی لئے عراقی نے منطق کو معیار العلوم شمار کیا ہے مفعول اول یوت کا مؤخر کیا گیا اور مفعول ثانی کو اہتمام کی وجہ سے مقدم لایا گیا ہے اور مثنیٰ للمفعول بھی اس صیغہ کو اسی لئے استعمال کیا گیا ہے کہ مفعول مقصود ہے۔

فذرتم نذر کہتے ہیں ایسے فعل کا لازم کر لینا جس کی نظیر شروع میں موجود ہو۔ چنانچہ اگر تمہا سجدہ کرنے کی کسی نے نذر مانی ہو تو بجز سجدہ تلاوت کے امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور ما انفقتم مبتداء ہے اور من اس کا بیان ہے فان اللہ الخ اس کی خبر ہے بمعنی یجازیکم علیہ فوفیتم اس میں اشارہ ہے عطف اور معطوف کے حذف کی طرف۔ کیونکہ نفس نذر پر مجازات مرتب نہیں ہوتی بلکہ ایفائے نذر پر مرتب ہوتی ہے بعلمہ کی تفسیر فی جازیکم سے کر کے جملہ تہدید یہ ہونے کی طرف اشارہ ہے اور ضمیر مفعول کا مفرد لانا اس لئے ہے کہ مرجع میں انفاق و نذر کا عطف او کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔

صدقات اکثر مفسرین اس کو زکوٰۃ فرض پر اور وان تخفضوها کو نفلی صدقات پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن مفسر علام کے قول کی توجیہ بھی ممکن ہے فالافضل سے آیت کو صرف نفل پر محمول کرنے کا اعتذار کر رہے ہیں کیونکہ اگر عموم مراد ہو تو صدقہ فرض کی نسبت وان

تخفوها کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ فنعمما ہی۔ حمی مخصوص بالمدح ہے بخذف المضاف تاکہ شرط و جزاء میں ارتباط عمدہ ہو جائے۔ فہو خیر لکم کی تذکیر بھی اس پر دلالت کرتی ہے اسی اخفاء ہا صدقہ کے اظہار و اخفاء میں فقراء کی تصریح اخفاء کے ساتھ تو کی لیکن ابداء کے ساتھ نہیں کی کیونکہ فقراء پر اغنیاء کی ترجیح کا حالت اخفاء میں زیادہ احتمال تھا۔ اسی طرح دوست اور ملاقاتیوں کی ترجیح بدون تفتیش حال زیادہ امکان تھا برخلاف ابداء کے وہاں لوگوں کی ملامت کے ڈر سے خود ہی محتاط رہے گا۔

من سیناتکم۔ من تبعیضیہ ہے کیونکہ تو بہ تو تمام گناہوں کے لئے مکفر ہوتی ہے لیکن صدقہ تمام سینات کے لئے نہیں بلکہ بعض گناہوں کے لئے کفارہ ہو سکتا ہے بماتعملون خبیر ای سر او جھوٹا نہ ہر شر اخلاص پر اور نہ ہر جہر یا پر دلالت کرتا ہے۔

رابطہ:..... پچھلی آیات میں آداب انفاق کا ذکر تھا کہ نیت انفاق درست اور صحیح رکھنی چاہئے اس آیت یا ایہا الذین الخ میں منجملہ آداب کے خود متفق کے بارہ میں اخلاص پیش نظر رکھنا چاہئے خراب و ردی چیز دینا آداب نفعہ و اخلاص کے منافی ہے۔ آیت الشیطن اغوائے شیطان سے بچانے کی تلقین و ہدایت کرتی ہے آیت وما انفقم میں شرائط انفاق کی نگہداشت اور حفاظت کی تاکید کرنی ہے اس کے بعد آیت ان تبدوا الخ سے اس کا معیار بتلانا ہے کہ خیرات میں اظہار بہتر ہے یا اخفاء افضل ہے۔

شان نزول:..... لباب النقول میں براء سے روایت ہی کہ ہم لوگ انصار باغات رکھتے تھے اور معمولی ردی کھجوریں بعض لوگ بے رغبتی کے ساتھ لٹکا دیا کرتے تھے اس پر آیت یا ایہا الذین الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... عمدہ چیز کی بجائے نلکی چیز کا صدقہ:..... شان نزول پر نظر کرتے ہوئے طیبات کی تفسیر عمدہ کے ساتھ مناسب معلوم ہوتی ہے بعض علماء نے طیبات کی تفسیر حلال کے ساتھ کی ہے کیونکہ اصل عمدگی تو حلال ہی میں ہوتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جس کہ پاس عمدہ چیز ہو اس کے ہوتے ہوئے اللہ کی راہ میں خراب اور نلکی چیزیں دینا بے کار اور ردی چیزوں کو خیرات کے نام سے محتاجوں کو دینا اور پھر یہ سمجھنا کہ تم نے ثواب کما لیا کہاں تک درست ہے؟ اگر تمہیں کوئی ایسی چیز دیدے تو کیا تم اسے پسند کرو گے؟ پھر اگر اپنے لئے نلکی چیز لینا پسند نہیں کرتے تو اپنے محتاج بھائیوں کے لئے کیوں پسند کرتے ہو؟ دوسروں کے ساتھ وہی کرو جو تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے بالخصوص جب کہ مہدی لہ حق تعالیٰ کی غنی اور بے نیاز ذات ہو کہ ہدیہ کی ظاہری، باطنی، اندرونی، بیرونی کیت و کیفیت میں مہدی لہ، کی حیثیت و عظمت پیش نظر رہنی چاہئے ہاں اگر کسی کو اچھی اور بہترین چیز ہی میسر اور مہیا نہ ہو تو اس کے لئے حسب حیثیت بڑی چیز کی خیرات بھی جائز اور باعث ثواب ہے وہ اس ممانعت سے بری اور مستثنیٰ ہے۔

ما کسبتم سے مال تجارت میں زکوٰۃ کی فرضیت ما اخرجنا سے عشری زمین میں عشر کا وجوب علماء نے مستنبط کیا ہے۔ صاحبین کے نزدیک عشر صرف مزارع پر ہے اور امام صاحب کے نزدیک مالک اور مزارع دونوں پر ہے، دونوں کا مستنبط لفظ لکم ہے۔ ایک کے نزدیک ایک قسم اور دوسرے کے نزدیک دونوں کا مجموعہ، غرضیکہ یہ آیت انفاق واجب کے باب میں ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت ۳ھ میں ہوئی اور اسی سنہ میں شراب حرام ہوئی اور غزوہ احد ہوا۔

خیر خیرات اور شیطانی تخیلات:..... شیطان کے ڈرنے سے مراد اور ازکار اوہام اور تخیلاتِ فاسدہ میں مبتلا کرنا ہے کہ میں خرچ کروں گا تو ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی گنجائش ہونے پر قبل از مرگ اس واویلا کا اعتبار نہیں اور ایسے اوہام کے جال میں غلط و چیچاں رہنا شیطانی وسوسہ سے ہے ہاں اگر گنجائش نہ ہو بلکہ اسباب محتاجی موجود ہوں تو شریعت خود ایسے شخص کو نقلی صدقات،

تطوعات، تبرعات سے روکتی ہے اور نہ ایسی صورت میں خرچ نہ کرنے کو بخل کہا جاسکتا ہے۔ اور دین کی فہم اس لئے سب سے بڑی دولت ہے کہ اسی سے عقائد کی درستگی ہوتی ہے اور اس سے اعمال کی اصلاح و توفیق ہوتی ہے اور یہی دونوں باتیں کنجیاں ہیں سعادت دارین کی۔ انسان میں ایسی سمجھ بوجھ کا پیدا ہو جانا کہ دنیا کے محض ظاہری اور نمائشی فائدوں میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ حقیقی نفع نقصان کو سمجھ سکے اور اچھائی اور برائی کی راہوں کا شناسا ہو جائے یہ قرآنی حکمت ہے اور جسے حکمت مل گئی اس نے زندگی کی بہت بڑی برکت پالی۔

ما انفقتم کی عموم میں سب طرح کے خرچ آگئے خواہ ان میں تمام شرائط و بقاء کی رعایت کی گئی ہو یا بعض شرائط کی رعایت ملحوظ ہو یا بالکل شرائط موجود نہ ہوں۔ علی ہذا اندر میں بھی اسی طرح کا عموم ہوگا۔ عباداتِ مالیہ کی نذر ہو یا بدنیہ کی نذر ہو، نذر مطلق ہو یا کسی امر پر معلق ہو ادا کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو سب کو علم الہی میں داخل کر کے ترتیب و ترغیب مقصود ہے کہ جس قدر احکام کی رعایت رکھو گے مستحق اجر و ثواب ہو گے۔ ورنہ باعث ملامت و عتاب۔ ظالمین سے وہی لوگ مراد ہیں جو شرائط ضروریہ اور احکام کی مخالفت کرتے رہتے ہیں اور ان کو صریح وعید سنادی ہے۔

علانیہ صدقہ بہتر ہے یا مخفی خیرات:..... صدقات کے علانیہ یا مخفی طریقہ کی افضلیت کے باب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض کی رائے یہ ہے کہ مزی اگر مشہور مالدار ہو تو ادائے زکوٰۃ علانیہ افضل ہے اور مالدار ہو مگر مشہور نہ ہو زکوٰۃ میں بھی اخفاء ہی بہتر ہے۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ نفلی صدقات میں علانیہ کے مقابلہ میں اخفاء ستر (۷۰) درجہ افضل ہے اور واجبات و فرائض میں بہ نسبت اخفاء کے اظہار پچیس (۲۵) گنا بڑھا ہوا ہے۔ لیکن راجح قول حسن بصری کا معلوم ہوتا ہے کہ نفلی اور فرضی تمام صدقات میں سب پہلوؤں پر نظر کرتے ہوئے اخفاء ہی افضل ہے۔ دینے والے کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ ریاء سے محفوظ رہتا ہے اور لینے والے کی مصلحت کی رعایت یہ ہے کہ ندامت سے محفوظ رہتا ہے۔ دنیاوی مصلحت یہ ہے کہ عام لوگوں کو اس کے مال کے اندازہ اور تخمینہ کا موقع نہیں ملتا اور اس کا مال محفوظ رہتا ہے اور دینی مصلحت ظاہر ہے اور اخفاء کی فضیلت فی نفسہ ہے اس لئے کسی موقع پر رفع تہمت، یا امید تقلید وغیرہ مصالح کی وجہ سے اگر اظہار کو ترجیح ہو جائے تو یہ عارضی فضیلت اصل فضیلت کے منافی نہیں ہوگی۔

اور گناہوں کا کفارہ بننا اخفاء صدقہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ علانیہ صدقہ بھی مکفر سینات ہوتا ہے لیکن تخصیص ذکر یہ شاید اس نکتہ اور مصلحت کی وجہ سے ہو کہ علانیہ صدقہ سے تو کسی درجہ میں سرور نفس بھی حاصل ہو جاتا ہے اور اخفاء کی صورت میں تو کوئی ظاہری فائدہ چونکہ نظر نہیں آتا اس لئے منقبض ہوتا ہے مگر جب یہ فائدہ عظیم بتلا دیا گیا ہے تو اپنی نظر اسی پر مرکوز رکھے گا۔

واللہ بما تعملون خبیر میں بھی اسی مضمون کی تاکید و ترغیب ہے کہ اللہ کو تمہارے اس عمل کی خبر ہے کسی دوسرے کو اطلاع نہ ہونے سے پھر انقباض کیوں ہو اور ایسی طاعات سے صرف صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ کبیرہ گناہوں کے لئے آداب و شرائط کے ساتھ تو بہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم معافی کے لئے کافی ہو سکتا ہے اور حقوق العباد ہوں تو معافی یا ابراء درکار ہوگا۔

انفقوا میں جس طرح بخل کا علاج عملی بتلایا گیا تھا الشیطن بعدکم میں علمی علاج بتایا جا رہا ہے ان تبدوا الصدقات الخ سے معلوم ہوا کہ عمل کا اعلان و اخفاء دونوں اختیار ہیں اور مساوی ہیں اظہار یا اخفاء کا خواہ مخواہ تکلف و خود عمل خیر سے مانع اور حاجب نہ بنایا جائے۔ اصل یہ ہے کہ دل میں اخلاص ہونا چاہئے اور اپنی جانب سے دکھاوے اور نمائش کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ افضل اخفاء ہی ہے۔

وَلَمَّا مَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّصَدُّقِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ لِيُسَلِّمُوا نُزِّلَ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدًى مِّنْ آيِ النَّاسِ إِلَى الدَّخُولِ فِي الْإِسْلَامِ إِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ هِدَايَتَهُ إِلَى الدَّخُولِ فِيهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ مَّا لِفَلَانُفْسِكُمْ ۗ لِأَنَّ ثَوَابَهُ لَهَا وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۗ أَيُّ ثَوَابِهِ لِأُغْيَرِهِ مِنْ أَعْرَاضِ الدُّنْيَا خَيْرٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤَفِّ إِلَيْكُمْ جَزَاؤُهُ وَانْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾
 تَنْقُصُونَ مِنْهُ شَيْئًا وَالْجُمْلَتَانِ تَاكِيدٌ لِلْأَوْلَى لِلفُقَرَاءِ خَيْرٌ مُّبْتَدَأٍ مَّحذُوفٍ آيِ الصَّدَقَاتِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَي حَسَبُوا أَنْفُسَهُمْ عَلَى الْجِهَادِ وَنَزَلَتْ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ وَهُمْ أَرْبَعِمِائَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أَرْصَدُوا لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْخُرُوجِ مَعَ السَّرَايَا لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا سَفَرًا فِي الْأَرْضِ لِلتَّجَارَةِ وَالْمَعَاشِ لِشُغْلِهِمْ عَنْهُ بِالْجِهَادِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ بِحَالِهِمْ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۗ أَي لِيَتَعَفَّفَهُمْ عَنِ السُّؤَالِ وَتَرْكِهِ تَعْرِفُهُمْ يَا مُحَاطَبًا بِسِيمَاهُمْ ۗ عَلَامَتِهِمْ مِنَ التَّوَاضُعِ وَآثِرِ الْجُهْدِ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ شَيْئًا فَيُلْحِقُونَ الْحَافِطَ أَي لَا سُؤَالَ لَهُمْ أَضَلًّا فَلَا يَقَعُ مِنْهُمْ الْحَافِطُ وَهُوَ الْإِلْحَاحُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ فَيَجَازِيكُمْ عَلَيْهِ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

ترجمہ: (آنحضرت ﷺ نے مشرکین پر صحابہ کو صدقہ کرنے سے جب اس غرض سے روکا کہ شاید اس طرح مسلمان ہو جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی) آپ کے ذمہ نہیں ہے ہدایت پر لے آنا ان (لوگوں) کو (داخل اسلام کرنے کے لیے۔ آپ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے) اور لیکن اللہ تعالیٰ جس کی (ہدایت) چاہیں ہدایت پر لے آتے ہیں اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو بہتر چیز (مال) وہ اپنے فائدہ کے لئے خرچ کرتے ہو (کیونکہ اس کا ثواب تم کو ہی ملے گا) اور تم کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز طلب رضائے الہی کے (یعنی بجز ثواب کے اور کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے لفظا خبر اور معنا نہیں ہے) اور جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب پورا کا پورا (ثواب) تم کو مل جائے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہیں کی جائے گی کہ کچھ اس میں گھٹا دیا جائے۔ یہ دونوں جملے پہلے جملہ کی تاکید ہیں) اصل حق ان محتاجوں کا ہے (یہ خبر ہے مبتدائے محذوف کی یعنی صدقات) جو گھر گئے ہوں اللہ کی راہ میں (یعنی پابند کر لیا ہو خود کو جہاد کا۔ یہ آیت اہل صفہ کے بارہ میں نازل ہوئی جو چار سو مہاجرین تھے جو تعلیم قرآن اور جہادی مہم کے لئے وقف رہتے تھے) ان میں یہ طاقت نہیں کہ چل پھر سکیں (سفر کر سکیں) کہیں ملک میں (تجارت و معیشت کے لئے جہادی مشغولین، کی وجہ سے) خیال کرتا ہے (ان کے حال سے) ناواقف ان کو تو نگرمانگنے سے بچنے کی وجہ سے (یعنی ان کے سوال سے بچنے اور ترک کرنے کی وجہ سے) تم ان کی حالت جان سکتے ہو (اے مخاطب) ان کے چہرے دیکھ کر (انکساری، اثر ضعف کی علامت سے) لوگوں سے وہ سوال نہیں کرتے پھرتے (کسی چیز کا لپچڑا ہو کر) لپٹ کر (یعنی بالکل سوال ہی نہیں کرتے تو پیچھے پڑنے کی نوبت کہاں آئے کہ وہ لپٹتے پھریں) اور جو کچھ مال تم خرچ کرو گے بااِشہاق تعالیٰ کو خوب طرح اس کی اطلاع ہے (وہ اس پر بدلہ مرحمت فرمائیں گے) جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنا مال رات دن میں پوشیدہ اور علانیہ، سوان کو اس کا ثواب ملے گا پروردگار کے حضور میں ان کے لئے نہ تو کسی طرح ڈر ہوگا اور نہ غم۔

تحقیق و ترکیب:..... من خیر کافر پر صدقات نافذ خرچ کرنا جائز ہے۔ خبر بمعنی النهی مراد لا تنفقوا کے معنی میں ہے اس وقت اس کے معطوف و ما تنفقوا میں بھی تاویل کرنی پڑے گی ورنہ عطف انشاء علی الاخبار لازم آجائے گی ای انفقوا ما یبفع لانفسکم. والجملتان یعنی و ما تنفقوا من خیر یوف الیکم اور وانتم لا تظلمون اور اول جملہ سے مراد و ما تنفقوا من خیر فلا نفسکم ہے للفقراء یہ جواب ہے سوال محذوف کا ای قالوا لمن الصدقات گویا مصارف صدقہ بتلائے گئے۔ الصفہ ابن عمر مفرماتے ہیں کہ مسجد کے چبوترہ کے مقابل شمالی جانب میں ایک چبوترہ تھا۔ علامہ صاوی کی رائے ہے کہ مسجد نبوی کے پیچھے ایک مقام ہے بہر حال مسجد کی توسیع اور ترمیم کی وجہ سے جہتیں بدلتی رہتی ہیں یہ حضرات چار سو سے کم و بیش ہوتے رہتے تھے۔

السرا یا سرا یہ کہتے ہیں وہ جہادی دستہ جو آپ روانہ فرمائیں مگر خود بنفس نفیس شریک نہ ہوں۔ من التعفف جار مجرور متعلق ہے یحسبہم سے اغنیاء سے متعلق نہیں ہے ورنہ بے معنی عبارت ہو جائے گی۔ چونکہ مفعول لہ کے نصب کی شرط یعنی اتحاد فاعل موجود نہیں ہے اس لئے حرف تعلیل سے مجرور کرنا ضروری ہے کیونکہ حسب ان کا فاعل جاہل ہے اور تعفف کا فاعل فقراء ہے لا سوال لہم یعنی بظاہر نشی قید الحاف کی معلوم ہو رہی تھی جس سے سوال بغیر الحاف معلوم ہو رہا تھا حالانکہ یحسبہم الجاہل اغنیاء کے منافی ہے اس لئے جلال محقق نے مقید اور قید دونوں کی نشی کر دی جیسے لاحب یھندی بمنارہ یعنی نہ منار ہے اور نہ ابتداء ہے۔ باللیل با معنی فی ہے۔

سرا و علانیۃ یہ مصدر ہیں ای انفاقا سرا و علانیۃ اور سرا کو مقدم کرنے میں انفاء کی اولویت کو ظاہر کرنا ہے۔

رابط:..... آیت لیس علیک الخ میں یہ بتلانا ہے کہ خیر خیرات میں کچھ مسلمانوں ہی کی تخصیص نہیں ہے کافر بھی اگر حاجت مند ہوں تو ان کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی گریز نہ کرو بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے پر آمادہ نہ رہتے ہوں۔ یہ تو ضرورت کا بیان تھا۔ لیکن اصل مستحقین خیر خیرات کے وہ لوگ ہیں جن میں خاص صفات ہوں جن کا بیان آیت للفقراء میں کیا جا رہا ہے حتی الامکان اپنی طرف سے ان احوال کی تفتیش کر کے دینا چاہئے اور ویسے بلا تفتیش کسی کا حاجت مند ہونا معلوم ہو جا۔ بے تو یہ اس کے معارض بھی نہیں ہے اسی طرح آیت الدین ینفقون الخ میں زلانا انفاق کی تعیم کرنی ہے کہ جب اور جس حال میں بھی موقع مل جائے خرچ کرنے سے نہ چوکو۔

شان نزول:..... ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بجز مسلمانوں کے دوسروں پر صدقات خرچ کرنے کی ممانعت فرمایا کرتے تھے۔ اور ابن جریر نے تخریج کی ہے کہ بعض انصار صحابہ خیر مسلموں کو صدقات اس لئے نہیں دیتے تھے کہ وہ اس طرز عمل سے شاید مسلمان ہو جائیں۔ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد تھا لا تصدقوا الا علی اہل دینکم اس پر آیت لیس علیکم ہداهم نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تصدقوا علی اہل ادیان کلہا اسی طرح آیت کے متعلق بعض کی رائے ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں صرف کئے دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں دس ہزار علانیہ اور دس ہزار خفیہ اور بعض کی رائے ہے کہ حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ ان کے پاس صرف چار درہم تھے ایک دن میں، ایک رات میں، اسی طرح ایک خفیہ اور ایک علانیہ اللہ کی راہ میں اٹا دیئے، یا حضرت عثمان غنیؓ اور عبد الرحمن بن عوفؓ کے بارہ میں غزوہ عسرة کے موقع پر نازل ہوئی ہے بہر حال اعتبار خصوص واقعہ کا نہیں ہے بلکہ عموم الفاظ کے لحاظ سے جہاں جہاں یہ اوصاف ہوں گے وہی ان آیات کا مصداق ہوں گے۔

﴿تشریح﴾:..... خیرات میں کن کن باتوں پر نظر رکھنی چاہئے:..... یعنی جب کہ خیر خیرات کا اصلی اجرو ثواب، رضائے الہی ہے اور خیرات خدا پرستی کا قدرتی نتیجہ ہے اور وہ بہر صورت تمہیں حاصل بھی ہے پھر کسی پر احسان جتلانا کسی سے تحسین و تشکر کی توقع رکھنا یا اپنے صدقات کو صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ خاص رکھنا ان رُواند پر کیوں نظر کی جائے رہا یہ ارشاد نبوی ﷺ

کہ تمہارا کھانا خاص متقی ہی کھایا کریں اس سے مراد طعام دعوت ہے اور اس آیت میں جس کا ذکر ہے وہ طعام حاجت ہے پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے البتہ کافر حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا یا ذمی کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے ہاں دوسرے صدقات نافلہ واجبہ کافر غیر حربی کو بھی مسلمانوں کی طرح دینا جائز ہیں۔

غرضکہ عارض حاجت کی وجہ سے غیر متقی بلکہ غیر مؤمن بھی مستحق ہو سکتا ہے مثلاً متقی سے زیادہ غیر متقی محتاج اور ضرورت مند ہوں یا یہ خیال ہو کہ متقیوں کی امداد تو دوسرے لوگ بھی کر دیں گے مگر ان غیر متقی یا غیر مؤمنین کو کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے تو ایسی حالت میں ان کو بھی مستحق ہی سمجھا جائے گا تاہم اصلی شرف اور اصلی استحقاق متقیوں ہی کو حاصل ہے۔

خادمان دین کی امداد:..... خیر خیرات کا ایک ضروری مصرف ایسا بھی تھا جس کی ظاہر میں نگاہیں متوجہ نہیں ہو سکتی تھیں۔ یعنی جو لوگ دنیا کا کام دھندہ چھوڑ کر خدمت دین کے لئے وقف ہو جائیں نہ انہیں تجارت و زراعت کی مقدرت ہو اور نہ کوئی دوسرا وسیلہ معاش رکھتے ہوں۔ دن رات دین و ملت کی خدمت میں منہمک و مشغول رہتے ہوں ان کی حالت حاجت مندوں کی مگر صورت بے نیازوں اور خودداروں کی ہو ایسے افراد کی خبر گیری جماعتی فرض ہے اس لئے خصوصیت سے اس پر توجہ دلائی گئی۔

فی زمانہ اس آیت کا بہترین مصداق اور صدقات کا سب سے اچھا مصرف وہ طلبہ اور علماء ہیں جو علوم دینیہ کی نشر و اشاعت اور مشاغل دینیہ میں مصروف ہوں، اہل زمانہ کا ان پر یہ اعتراض کہ وہ بالکل نکلے قوم پر بوجھ ہیں کمانے کے حق میں بیکار ہیں احصا و فی سبیل اللہ میں اسی کا دفعیہ کیا جا رہا ہے یعنی ایک وقت میں چونکہ نفس پورے کمال کے ساتھ ایک ہی طرف متوجہ ہو سکتا ہے زائد باتوں کی طرف توجہ گویا طلب الكل فوت الكل کا مصداق ہو جائے گا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص دو کام نہیں کر سکتا اگر کر لے گا تو ایک میں یا دونوں میں نقصان ضرور واقع ہوگا۔ توجو بات قابل اعتراض کبھی گئی ہے درحقیقت وہی باعث کمال ہے اس کا ہونا قابل اعتراض نہیں ہے بلکہ نہ ہونا باعث اعتراض ہونا چاہئے تھا۔ جو لوگ دینی ذوق رکھتے ہیں اور جن کو علم کا چسکہ لگا ہوا ہے وہ قرآن کی اس بات کی صحت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسے لوگ بالکل ہی گرفت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

بھکاری، قوم کے لئے ایک بدنما داغ ہیں:..... عام طور پر لوگ خیر خیرات کا مستحق انہی لوگوں کو سمجھتے ہیں جن کا شیوہ بھیک مانگنا ہو، یا پیشہ وارانہ طور طریق اختیار کر کے اس فن میں چاق و چوبند ہوں لیکن ایک خوددار حاجت مند کو کوئی نہیں پوچھتا حالانکہ سب سے زیادہ مستحق ایسے ہی لوگ ہیں جس طرح دیئے والوں کو چاہئے کہ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر دیں۔ اسی طرح لینے والوں کو بھی چاہئے کہ سوال کر کے اپنی خودداری اور عفت کو تاراج نہ کریں۔ ان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ بے نیاز رہیں، اور لوگوں کا فرض یہ ہونا چاہئے کہ بے مانگے مدد کریں۔

خیر خیرات میں اخفاء اسی وقت تک افضل اور بہتر ہے جب تک کوئی عارض نہ پیش آجائے، ورنہ پھر علانیہ ہی خرچ کرنا افضل ہوگا مثلاً ایک شخص کا دم نکلا جا رہا ہے وہاں اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا کہ سب لوگ ہٹیں، تخلیہ ہو اور اس کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کیا جائے بلکہ جس طرح بھی بن پڑے گا فوری امداد کی سبیل نکالی جائے گی۔

اور لا خوف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں ان کو کوئی خطرہ کی بات پیش نہیں آنے گی یوں اگر کسی کو طبعی خوف و دہشت ہونے لگے تو اس کے منافی نہیں ہے لیس علیک ہذہم سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے سلسلہ میں کسی کے زیادہ درپے نہیں ہونا چاہئے اور تدبیر میں زیادہ کوشش نہیں کرنا چاہئے۔ وما تنفقوا من خیر الخ سے معلوم ہوا کہ ارادۃ ثواب اخلاص بوجہ اللہ کی منافی نہیں ہے للذین احصروا سے معلوم ہوتا ہے کہ اشغال آخرت اور کسب معاش میں اگرچہ کچھ منافات نہیں تاہم فقیر مشتغل بالآخرة کے لئے اسباب معیشت کا چھوڑ دینا ہی اولیٰ ہے بحسبہم الجاہل سے معلوم ہوا کہ خواص کو عوام سے کچھ امتیازی شان نہیں رکھنی چاہئے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا أَيْ يَأْخُذُونَ وَهُوَ الزِّيَادَةُ فِي الْمُعَامَلَةِ بِالنَّقُودِ وَالْمَطْعُومَاتِ فِي الْقَدْرِ أَوْ الْأَجَلِ لَا يَقُومُونَ مِنْ قُبُورِهِمْ إِلَّا قِيَامًا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ يَضْرَعُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ط الْجُنُونُ بِهِمْ مُتَعَلِّقٌ بِيَقُومُونَ ذَلِكَ الَّذِي نَزَلَ بِهِمْ بِأَنَّهُمْ سَبَبِ أَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا فِي الْحَوَازِ وَهَذَا مِنْ عَكْسِ التَّشْبِيهِ مَبَالِغَةً فَقَالَ تَعَالَى رَدًّا عَلَيْهِمْ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ط فَمَنْ جَاءَهُ بَلَاغَةٌ مَوْعِظَةٌ وَعَظٌّ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى عَنْ أَكْلِهِ فَلَهُ مَا سَلَفَ ط قَبْلَ النَّهْيِ أَيْ لَا يُسْتَرَدُّ مِنْهُ وَأَمْرُهُ فِي الْعَفْوِ عَنْهُ إِلَى اللَّهِ ط وَمَنْ عَادَ إِلَى أَكْلِهِ مُشَبَّهًا لَهُ بِالْبَيْعِ فِي الْحِلِّ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُنْقِصُهُ وَيُذْهِبُ بَرَكَتَهُ وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ط بَزِيدُهَا وَيُنْمِيهَا وَيُضَاعِفُ ثَوَابَهَا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ بِتَحْلِيلِ الرِّبَا أَثِيمٍ ﴿۲۷۶﴾ فَاجْرِبْ بِأَكْلِهِ أَيْ يُعَاقِبُهُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۷۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۷۸﴾ صَادِقِينَ فِي إِيْمَانِكُمْ فَإِنَّ مِنْ شَأْنِ الْمُؤْمِنِ امْتِثَالَ أَمْرِ اللَّهِ نَزَلَتْ لَمَّا طَالَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ بَعْدَ النَّهْيِ بِرَبْوَا كَانَ لَهُ قَبْلُ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا مَا أَمَرْتُمْ بِهِ فَادْنُوا إِعْلَمُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ط لَكُمْ فِيهِ تَهْدِيدٌ شَدِيدٌ لَهُمْ وَلَمَّا نَزَلَتْ قَالُوا لَا يَدَى لَنَا بِحَرْبِهِ وَإِنْ تَبْتُمْ رَجَعْتُمْ عَنْهُ فَلَكُمْ رِءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ط لَا تَظْلِمُونَ بِزِيَادَةٍ وَلَا تَظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾ بِنَقْصٍ وَإِنْ كَانَ وَقَعَ غَرِيمٌ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظْرَةٌ لَهُ أَيْ عَلَيْكُمْ تَأْخِيرُهُ إِلَى مَيْسَرَةٍ ط بِفَتْحِ السَّيْنِ وَضَمِّهَا أَيْ وَقْتُ يُسْرِهِ وَأَنْ تَصَدَّقُوا بِالتَّشْدِيدِ عَلَى ادْغَامِ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الصَّادِ وَبِالتَّخْفِيفِ عَلَى حَذْفِهَا أَيْ تَصَدَّقُوا عَلَى الْمُعْسِرِ بِالْإِبْرَاءِ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۸۰﴾ أَنَّهُ خَيْرٌ فافْعَلُوهُ فِي الْحَدِيثِ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظْلَهُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ تَرْدُونَ وَلِلْفَاعِلِ تَصِيرُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ط هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تُوفَى فِيهِ كُلُّ نَفْسٍ جَزَاءً مَا كَسَبَتْ عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۸۱﴾

بِنَقْصِ حَسَنَةٍ أَوْ زِيَادَةِ سَيِّئَةٍ

ترجمہ:..... جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں اور سود وہ زیادتی ہے جو نقدی معاملات اور کھانے پینے کی چیزوں میں بشرطیکہ مقدار اور اجل ہو) وہ نہیں کھڑے ہو سکیں گے (اپنی قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو خبیثی (مدہوش) بنا دے شیطان لپٹ کر (جنون ان کو لوگ جائے من المس کا تعلق یقومون کے ساتھ ہے) یہ (جو کچھ ان پر سزا واقع ہوئی) اس سبب سے ہے (بسبب اس امر کے ہے) کہ کہا کرتے تھے کہ خرید و فروخت سود کی طرح ہے (جائز ہونے میں)۔ یہ عکس تشبیہ ہے بطور مبالغہ کے

چنانچہ حق تعالیٰ جو ابا ارشاد فرماتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے جائز فرمایا ہے خرید و فروخت کو اور ناجائز کر دیا ہے سود کو پس جس شخص کے پاس پہنچ چکی ہے (آچکی ہے) نصیحت (وعظ) پروردگار کی جانب سے اور وہ باز آجائے (اس کے استعمال سے) تو وہ اسی کا ہے جو کچھ پہلے گزر چکا ہے (ممانعت سے پہلے وہ واپس نہیں کرایا جائے گا) اور اس کا معاملہ (معافی کے بارہ میں) اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے لیکن جو باز نہ آیا (اس کے کھانے سے درآنحالیکہ وہ سود کو حلت میں بیع ہی کے ساتھ تشبیہ دیتا رہا) تو یہ دوزخی گروہ میں سے ہے ہمیشہ عذاب میں رہنے والا۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے رہتے ہیں (اس کو گھٹاتے رہتے ہیں اس کی برکت زائل کرتے رہتے ہیں) اور خیرات کو بڑھاتے رہتے ہیں (ترقی و اضافہ کرتے ہیں اور اس کے ثواب کو کئی گنا کر دیتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (سود کو حلال سمجھنے والے) کسی گناہ کا کام کرنے والے کو (جو اس کو استعمال کر کے گنہگار ہو یعنی اس کو سزا دیں گے) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی بلاشبہ ان کے پروردگار کے حضور ان کا اجر ہے۔ نہ تو ان کے لئے کسی طرح کا ڈر ہو سکتا ہے نہ کسی طرح کی غمگینی۔ مسلمانو! خدا سے ڈرو اور چھوڑ دو (ترک کر دو) جس قدر سود مقرضوں کے ذمہ باقی رہ گیا ہے اگر فی الحقیقت تم مؤمن ہو (اپنے ایمان میں سچے ہو کیونکہ مؤمن کی شان حکم الہی کی تعمیل ہے۔ سودی کاروبار کی ممانعت کے بعد جب بعض صحابہؓ نے اپنے پیچھے سودی معاملہ کا مطالبہ کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی) پھر اگر تم تعمیل نہیں کرو گے (جو تم کو حکم دیا گیا ہے) تو اعلان سن لو (جان لو) اللہ ورسول سے جنگ کرنے کا (تمہارے ساتھ) اس حکم میں ان کے لئے سخت دھمکی ہے چنانچہ جب یہ حکم نازل ہوا تو عرض کرنے لگے کہ ہم میں اس جنگ کی طاقت نہیں ہے (اور اگر تم توبہ کرتے ہو) اس باغیانہ روش سے باز آجاتے ہو) تو تمہارے لئے اپنے اصل مال کی اجازت ہے نہ تم کسی پر ظلم (زیادتی) کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم (نقصان) کرنے پائے گا۔ اور اگر (مقرض واقع ہو) تنگ دست تو اس کے لئے مہلت ہے (یعنی تم پر اس کو مہلت دینا لازم ہے) فراخی ہونے تک (میسرہ فتح سین اور ضم سین کے ساتھ یعنی گنجائش ہونے تک) اور یہ بات کہ اس کو معاف ہی کر دو (تصدقوا تشدید کے ساتھ ہے تاہم اصلی کو صاد بنایا اور صاد کو صاد میں ادغام کر دیا اور تخفیف کے ساتھ ہے تو حذف ہوگا یعنی ایسے تنگ دست کو بطور خیرات قرض بخش دو) تمہارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو (اس کے بہتر ہونے کو تو ضرور کر گزر۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی تنگ دست کو مہلت دے یا بالکل ہی معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ عاطفت و رحمت میں ایسے وقت جگہ دیں گے کہ جب بجز اس کے سایہ کے کہیں سایہ نہیں ہوگا) (رواہ مسلم) اور اس وقت سے ڈرو کہ تم لوٹائے جاؤ گے (ترجعون اگر مجہول ہے تو تردون کے معنی میں ہے اور معروف ہے تو تصیرون کے معنی میں ہے) اس روز اللہ تعالیٰ کے حضور (مراد قیامت کا دن ہے) پھر پورا پورا بدلہ ملے گا (اس دن) ہر جان کو (بدلہ) اپنے کئے کا (جو کہ اچھا بر عمل کیا ہوگا) ان میں سے کسی کی بھی حق تلفی نہ ہوگی (نیکی گھٹا کر یا بدی بڑھا کر)

تحقیق و ترکیب: یا کلون کی تفسیر یا اخذون سے اس لئے کی ہے کہ سودی مال کھانا ہی ناجائز نہیں بلکہ ہر طرح کا

استعمال ممنوع ہے چونکہ عام طور پر کھانے پینے میں پیسہ زیادہ کام آتا ہے اس لئے یا کلون سے تعبیر کیا ہے۔

المطعمومات مذہب شافعی کی رعایت سے مفسر نے مطعمومات کی قید لگائی ہے خواہ مکلی ہوں یا غیر مکلی جیسے میوے لیکن امام اعظم کے نزدیک مکلی ہونا شرط ہے۔ اگرچہ غیر مطعموم ہو جیسے چونہ۔ تو پھلوں میں امام صاحب کے نزدیک اور چونہ میں شافعی کے نزدیک ربوا نہیں کہلائے کافی القدر والاجل یہ بدلہ ہے فی المعاملۃ سے۔

یتخبطہ الشیطان الخبط القرب علی غیر استواء کخبط العشواء زمانہ جاہلیت میں عرب کا خیال تھا کہ شیطان انسان کو خبطی بنا کر مدہوش کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ جنات انسان کو مس کر دیتے ہیں اس لئے اس کو جنون ہو جاتا ہے۔

فراء نحوی لکھتے ہیں کہ مس کے معنی جنون کے اور مسوس کے معنی مجنون کے ہیں۔ یہاں اسی کیفیت ربودگی اور مدہوشی میں تشبیہ دی گئی ہے۔
من المس کا تعلق یقومون کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور کما یقوم کے ساتھ بھی۔ اور یتخبطہ کے ساتھ بھی، اول صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لا یقومون یوم القیمة من الجنون الا کما یقوم الرجل الذی یتخبطہ الشیطن اور دوسری صورت میں اس طرح ہوگی لا یقومون یوم القیمة الا کما یقوم الرجل المصروع من الجنون تیسری صورت میں تقدیر اس طرح ہوگی الا کما یقوم الرجل الذی یتخبطہ الشیطان من الجنون۔

من عکس التشبیہ یعنی دراصل ان کو کہنا یوں چاہئے تھا کہ انما الربوا حلال مثل البیع لیکن مبالغہٗ اصل کو فرع اور فرع کو اصل کر کے پیش کرتے تھے۔ موعظۃ کی تفسیر وعظ کے ساتھ کر کے فعل جاء کی تذکیر کی توجیہ کر دی ہے دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تانیث غیر حقیقی ہے اس لئے فعل مذکر لانے میں کوئی حرج نہیں ہے و من عاد مفسر علام نے حلال سمجھنے کی جو قید لگائی ہے اس سے معتزلہ کو احتجاج کا موقع نہیں رہا کہ سود خور کا خلود نار آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ حاصل توجیہ یہ ہے کہ سود خور نے حرام کو جب حلال سمجھ لیا تو اس کفر یہ عقیدہ کے بعد اس کے خلود میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

یربی الصدقات چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ بندہ جب صدقہ کرتا ہے تو ان اللہ یربہا له کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون فی میزانہ کا احد غرضیکہ بظاہر زکوٰۃ ادا کرنے سے مال گھٹتا ہے اور سود سے بڑھتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت دین و دنیا دونوں میں معاملہ برعکس ہے۔

فاذنوا مداور قصر کے ساتھ دونوں قرأتیں سبع کی مشہور ہیں۔ اول صورت میں اعلان کے اور دوسری صورت میں یقین کرنے کے معنی ہیں۔ مفسر علام کی عبارت دونوں معانی کا احتمال رکھتی ہے بحرب میں تنوین تعظیم کی ہے فنظرۃ قاء، جواب شرط ہے اور نظرۃ مبتداء ہے جس کی خبر محذوف ہے ای فعلیکم نظرۃ اور نظرۃ کے معنی تاخیر کے ہیں اور ترکیب برعکس بھی ہو سکتی ہے ای فالحکم نظرۃ ان کنتم تعملون کی جزائے محذوف مفسر نے فافعلوہ نکالی ہے۔ و اتقوا ان ماس کی رائے ہے کہ قرآن کریم کی نزولاً یہ آخری آیت ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو یہ بتایا تھا کہ اس آیت و سورہ بقرہ کی دوسواں (۲۸۰) آیت کے بعد رکھنا۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی کل آیات دو سو چھیاسی (۲۸۶) ہیں اور اس آیت کے بعد پانچ آیات ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک ہفتہ یا صرف تین گھنٹے پہلے نازل ہوئی تھی۔ نرجعون مجہول اگر ہے تو رجوع سے ہے اور معروف ہے تو رجوع سے مشتق ہے۔ لازمی اور متعدی کا فرق رے گا ماسکست ضمیر مفرد لانے میں نفس کی رعایت لفظی پیش نظر ہے اور وہم لایظلمون جمع لانے میں معنوی رعایت ملحوظ ہے اور لفظی رعایت کو اصل ہونے کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

رابطہ:..... دیر اور دور سے مالی احکام اور خیر خیرات کا سلسلہ چلا آ رہا ہے آیات آئندہ میں بھی کچھ مالی اصلاح سے متعلق احکام آرہے ہیں مثلاً سودی کاروبار، مقروض کو مہلت دینا، معاملہ قرض کو لکھوا لینا، شہادت، کتاب، رہن سے متعلق احکام۔ گویا سلسلہ احکام کا چھتیسواں (۳۶) حکم ہے جس میں سود کی حرمت و مذمت میں آیت ان الذین میں مؤمنین کی تعریف کی ہے۔ آیت یا ایہا الذین النح میں سود کا بقایا سابقہ وصول کرنے کی ممانعت ہے و ان کان ذو عسرۃ میں مفلس مقروض کو مہلت دینے کا سنتیسواں حکم ہے۔

شان نزول:..... ابن ابی حاتم نے تخریج کی ہے کہ بنی عمرو یعنی مسعود بن عمرو اور ربیعہ بن عمرو اور حبیب بن عمیر وغیرہ آپس میں بھائی برادر تھے بنو المغیرہ ان دونوں جماعتوں میں سے اول جماعت دائن اور دوسری جماعت مدیون تھی۔ اور بنو المغیرہ زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار پر قرض لیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بنی ثقیف یعنی بنی عمرو سے مصالحت فرمائی تو انہوں نے بنی مغیرہ

سے اپنے سود کا مطالبہ کرنا چاہا جو ایک بڑی مقدار کی مالیت تھی۔ لیکن بنو مغیرہ نے یہ دیکھ کر دینے سے انکار کر دیا کہ جب اسلام میں اللہ اور رسول نے اس کو منع فرما دیا ہے تو ہم ہرگز نہیں دیں گے۔ چنانچہ معاذ بن جبل اور عتاب بن اسید نے آنحضرت ﷺ کو لکھا کہ بنو عمر و اور بنو عمیر دونوں بنو مغیرہ سے اپنے سود کا مطالبہ کر رہے ہیں اس پر آیت یا ایہا الذین امنوا لئح نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے معاذ بن جبل کو لکھ بھیجا کہ یہ آیت ان پر پیش کر دو۔ اگر وہ جان جائیں تو اصل راس المال کے مطالبہ کا ان کو حق ہے لیکن اگر باز نہ آئیں تو فسادنوا بحرب من اللہ ورسولہ سے ان کو خبردار کر دو۔ لیکن بنی ثقیف نے سنا تو کہنے لگے لایدی لنا بحر بہ۔

﴿تشریح﴾: سود خدا کی ایک لعنت اور سود خوار قوم کا دشمن ہے: انفاق فی سبیل اللہ اور نیکی کی راہ میں خرچ کرنے کا مقصد کہ انسانوں میں باہمی محبت و ہمدردی، انس و انسانیت پیدا ہو پورا نہیں ہو سکتا تھا تا وقتیکہ سود خواری کی ذہنیت جو اس کی پوری ضد ہے اس کو نہ روک دیا جاتا۔ خیرات کا منشاء یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کی حاجت روائی کرے، اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھے۔ لیکن سود خوار اپنے بھائی کو حاجت مند دیکھتا ہے لیکن اس کی مدد کے جذبہ کی بجائے اس کی احتیاج اور بے بسی سے اپنا کام نکالنا چاہتا ہے اور اس کی غربت کو اپنی دولت مندی کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔ خود غرضی کا یہ جذبہ اگر بے روک ٹوک بڑھتا رہے تو پھر اس میں انسانی ہمدردی کی خوبت تک باقی نہیں رہتی وہ ایک بے رحم اور بے پناہ درندہ بن کر رہ جاتا ہے۔ قرآن اسی جنون اور دیوانگی کی حالت کو مرگی کے مرض سے تشبیہ دے رہا ہے یعنی زر پرستی کے جوش میں تمام انسانی احساسات فنا ہو جاتے ہیں اور پیسے کے پیچھے پاگل ہو کر رہ جاتا ہے۔ آخرت میں جو اس کو خاص یہ سزا دی جائے گی جرم اور سزا میں مناسبت یہ ہے کہ اپنی عقلمندی کے زعم میں جو اس نے بے عقلی کی بات ”انما البیع مثل الربوا“ کہی تھی حالانکہ خود اس کا علم کے خلاف یہ عمل گویا ناشی ہے بے عقلی سے اس لئے سزا زوال عقل کے ساتھ دی گئی ہے آیت سے تو اس جنونی حالت کا مرتب ہونا سود خوار کے قول و فعل کے مجموعہ پر ہوتا ہے لیکن حدیث سے صرف سود کے فعل پر اس سزا کا مرتب معلوم ہوتا ہے الفاظ حدیث یہ ہیں فمن اکل الربوا بعث یوم القیمة مجنوناً یتخبط ثم قرأ الایة •

سود سے مال گھٹتا ہے اور خیرات سے بڑھتا ہے: سود خواروں کے استدلال کا یہ جواب تو حق تعالیٰ نے حاکمانہ دیا ہے جو موقع محل کے نہایت مناسب ہے لیکن جہاں تک حکیمانہ اور مصلحانہ جواب کا تعلق ہے اس کی طرف یمحق اللہ الربوا ویرببہ الصدقت میں اشارہ ہے یعنی سود خواری کا طریقہ تو دولت کو سمیٹتا ہے سرمایہ داری کی راہوں کو کھولتا ہے لیکن اسلامی میزان اس کے خلاف ہے وہ سود کرنا کر دولت کو پھیلا نا چاہتا ہے۔ خیرات کے جذبہ کو ترقی دے کر چاہتا ہے کہ جماعت کا کوئی فریختان و مفلس نہ رہنے پائے، نیز سود کو اموال باطلہ میں داخل کر کے لاتا کلو اموالکم بینکم بالباطل سے ناحق دوسرے کے مال کو ضائع اور برباد کرنے سے بچاتا ہے۔

در اصل مسئلے دو ہیں۔ سود کا اور سود در سود کا۔ سود کے مسئلہ پر اس آیت میں روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ اور سود در سود سے دوسری آیت یا ایہا الذین امنوا لاتاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفہ میں تعرض کیا گیا ہے آیت میں بیع کی حلت اور سود کی حرمت کا معلوم ہونا تو ظاہر ہے لیکن دونوں میں مساوات کے ابطال اور تفرقہ کے اثبات میں یہ آیت نص ہے۔ تاہم آیت میں بہت زیادہ اجمال سے کام لیا گیا ہے حدیث الحنطۃ بالحنطۃ والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح والذهب بالذهب والفضۃ بالفضۃ مثلاً ید اید والفضل ربوا۔ اس کی تفصیلات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ حضرت عمر فاروق کی جب تشفی نہ ہوئی اور انہوں نے اللہم بین لنا بیانا شافیا سے مستجاب درخواست پیش کی تو زبان نبوت پر یہ کلمات شافیہ جاری ہو گئے۔

سود کا دائرہ: چنانچہ علمائے ظاہر تو ربوا کا دائرہ صرف ان ہی چھ چیزوں تک محدود رکھتے ہیں لیکن علمائے مجتہدین نے علایہ

کے موتی نکالنے کی کوشش کی احناف نے ان اشیاء کے مقابلہ سے اتحاد جنس اور مماثلت سے ٹیل و موزون ہونا سمجھنا نچہ حال کا ذکر اگرچہ حدیث میں نہیں ہے لیکن دونوں علتیں پائے جانے کی وجہ سے بیع میں مساوات شرط ہوگی کمی بیشی ربوا سمجھی جائے گی۔ یہی حال چونہ اور نورہ کا ہوگا۔ امام شافعی نے مذکور فی الحدیث چار چیزوں سے علت طعم اور نقدین سے تمنیث دو علتیں مستنبط کی ہیں۔ چونہ اور نورہ میں چونکہ یہ دونوں علتیں نہیں پائی جاتیں اس لئے شوائع کے نزدیک حلال ہوگی قوت اور ذخیرہ نہ ہونے کی وجہ سے حاصل یہ کہ اس پر تو تمام مجتہدین کا اتفاق ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ بھی ربوا ہو سکتا ہے اور وہ ناجائز ہوگا اور اس میں بجن اتفاق ہے کہ ماخذ علت یہی حدیث ہے لیکن معیار حرمت اور علت ممانعت نکالنے میں پھر باہم رائیں مختلف ہو گئیں اس لئے اصولیوں نے اس کو خصوص معلوم اور خصوص مجہول دونوں کی نظیر قرار دیا ہے۔

بداعتقاد و بدعمل لوگوں کے تذکرہ کے بعد نیک کرداروں کا بیان آیت ان الذین الخ میں کیا جا رہا ہے چنانچہ انما البیع الخ کو کفری قول کے مقابلہ میں ان الذین امنوا اور ان کے فسق و عمل کے مقابلہ میں عملوا الصلحت اور سودی روپیہ کمانے کے مقابلہ میں اتوا الزکوٰۃ فرمایا گیا ہے جس سے کلام میں حسن و خوبی پیدا ہو گئی ہے۔

سود خور کو خدائی چیلنج:..... فاذنوا بحرب میں جو اعلان جہاد کیا جا رہا ہے سو اگر سودی کاروبار اعتقاد حلت کے ساتھ ہے تب تو یہ کافر ہے اور کافر کے ساتھ حکم جہاد ظاہر ہے لیکن اگر سود بیاج کا نہ چھوڑنا صرف عملاً ہے اعتقاداً نہیں ہے تو حاکم اسلام جبراً اس کو روکے گا اگر باز آ گیا فہماور نہ اگر مقابلہ سے پیش آتا ہے تو اس کا حکم باغی کا سمجھا جائے گا ایسے مقابلہ کی صورت میں تو فقہاء نے اذان و ختنہ جیسی سنت کے ترک پر بھی جہاد کی مشروعیت کا حکم دیا ہے۔

وان تبتم فلکم رؤس اموالکم کی تفصیلات بھی قریب قریب یہی ہیں کہ توبہ کی صورت میں اصل سرمایہ کی رقم بلا سود بیان کے دلا دی جائے گی لیکن اگر توبہ نہیں اور سود کو حلال سمجھتا ہے تو کافر اور مرتد ہو جائے گا۔ اگر از سر نو اسلام قبول کر لے تو فہماور نہ اس کا تمام مال اس کی ملک سے خارج ہو گیا۔ یعنی جس قدر مال مرتد ہونے سے پہلے کمایا ہوا ہے وہ اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اتداد کے بعد کا مال بیت المال میں داخل کر لیا جائے گا۔ اور اگر توبہ نہ کرنا حلال نہ سمجھنے کی صورت میں ہے تو اگر بمقابلہ پیش نہیں آتا تو حاکم اسلام کی طرف سے جبراً اس کا کاروبار بند کر دیا جائے گا۔ اور مقابلہ کرتا ہے تو باغی ہے اور باغی کا حکم یہ ہے کہ جو قتل سے بچ جائے تو اس کا مال اس کی ملک سے تو زائل نہیں ہوگا لیکن اس کے قبضہ میں بھی نہیں رہنے دیا جائے گا بلکہ بطور امانت چھین کر بیت المال میں رکھ لیا جائے گا۔ توبہ کرنے اور باز آ جانے پر واپس کر دیا جائے گا۔

ہمارے دیار کے مسلمانوں کے کنگال ہونے کی وجہ:..... آیت وان کان ذو عسرۃ میں اس رسم کی اصلاح کرنی ہے کہ سود خوار میعاد گذرنے پر مطالبہ کرتے تھے اگر مقرض مزید مہلت مانگتا تو مہلت کے بدلے مزید سود لیتے اور اس طرح غریب مقرض سود و رسود کے چکر میں اس طرح پھنستا کہ اس بد نصیب کو عمر بھی اس جنجال سے نکلنا نصیب نہ ہوتا جیسا کہ ہمارے دیار کے تباہ حال مسلمانوں کی تمام زمین، جائیداد، گھرباہر مہاجنوں کے اسی چکر کی نذر ہوئی ہے لیکن اسلام نے مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب قرار دیا ہے گنجائش ہونے پر پھر مطالبہ کرنے کی اجازت ہے ہاں اگر کسی کا مفلس ہونا ہی محل شبہ میں ہے متیقن نہیں ہے تو حاکم قرض خواہ کی درخواست پر مقرض کو اس وقت تک حوالا کر سکتا ہے جب تک قرائن سے یقین کی حد تک یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ اگر واقعی اس کے پاس مال ہوتا تو ضرور اگل دیتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ تَعَامَلْتُمْ بِدِينِ كَسَلِمَ وَقَرِضَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى مَعْلُومٍ فَارْتَبُوا
سِيْتَا فَا وَدَفْعًا لِلنِّزَاعِ وَلِيَكْتُبَ كِتَابَ الدِّينِ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ بِالْحَقِّ فِي كِتَابَتِهِ لَا يَزِيدُ فِي
الْمَالِ وَالْأَجْلِ وَلَا يَنْقُصُ وَلَا يَأْبَ يَمْتَنِعُ كَاتِبٌ مِنْ أَنْ يَكْتُبَ إِذَا دُعِيَ إِلَيْهَا كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ أَيُّ فَضْلَهُ
بِالْكِتَابَةِ فَلَا يَبْخُلُ بِهَا وَالْكَافُ مُتَعَلِّقَةٌ بِأَبٍ فَلِيَكْتُبَ تَأْكِيدٌ وَلِيَمْلِلَ عَلَى الْكَاتِبِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ
الَّذِينَ لِأَنَّهُ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ فَيَقْرَأُ لِيَعْلَمَ مَا عَلَيْهِ وَلِيَتَّقِيَ اللَّهَ رَبَّهُ فِي إِمْلَائِهِ وَلَا يَبْخُسُ يَنْقُصُ مِنْهُ أَيُّ الْحَقِّ
شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا مُبَدِّرًا أَوْ ضَعِيفًا عَنِ إِمْلَاءِ لِصَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ
يَمْلَأَ هُوَ لِخَرَسٍ أَوْ جَهْلٍ بِاللُّغَةِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ فَلِيَمْلِلْ وَلِيَهُ مُتَوَلَّى أَمْرِهِ مِنْ وَالِدٍ وَوَصِيِّ وَقِيمٍ وَمُتَرَجِّمٍ
بِالْعَدْلِ وَأَسْتَشْهِدُوا أَشْهَدُوا عَلَى الدِّينِ شَاهِدَيْنِ شَاهِدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ أَيُّ بِالْغَى الْمُسْلِمِينَ
الْأَحْرَارِ فَإِنْ لَمْ يَكُنَا أَيُّ الشَّاهِدَانِ رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَأَمْرَاتِنِ يَشْهَدُونَ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ
لِدِينِهِ وَعَدْلَتِهِ وَتَعَدُّ النِّسَاءَ لِأَجْلِ أَنْ تَضِلَّ تَنْسَى أَحَدُهُمَا الشَّهَادَةَ لِنَقْصِ عَقْلِهِنَّ وَضَبْطِهِنَّ فَتُذَكَّرُ
بِالتَّحْقِيفِ وَالتَّشْدِيدِ أَحَدُهُمَا الدَّاكِرَةُ الْآخَرَى النَّاسِيَةَ وَحَمَلَةُ الْأَذْكَارِ مَحَلُّ الْعِلَّةِ أَيُّ لِتُذَكَّرَ
ضَلَّتْ وَدَخَلَتْ عَلَى الضَّلَالِ لِأَنَّهُ سَبَبُهُ وَفِي قِرَاءَةِ بِكُسْرٍ أَنْ شَرْطِيَّةٌ وَرَفْعٌ تُذَكَّرُ اسْتِيْنَا فِ جَوَابِهِ وَلَا يَأْبَ
الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا زَائِدَةٌ دُعُوا إِلَى تَحْمِلِ الشَّهَادَةِ وَأَدَائِهَا وَلَا تَسْتَمُوا تَمَلُّوا مِنْ أَنْ تَكْتُبُوهُ أَيُّ
مَا شَهِدْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ لِكثْرَةِ وَقُوعِ ذَلِكَ صَغِيرًا كَانَ أَوْ كَبِيرًا قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا إِلَى أَجَلِهِ وَقَتِ
حُلُولِهِ حَالٍ مِنَ الْهَاءِ فِي تَكْتُبُوهُ ذَلِكَ أَيُّ الْكُتُبِ أَقْسَطُ أَعْدَلُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ أَيُّ أَعْوَنُ
عَلَى إِقَامَتِهَا لِأَنَّهُ يُذَكَّرُهَا وَأَذْنَى أَقْرَبُ إِلَى الْأَتْرَتَابُوا تَشْكُوا فِي قَدْرِ الْحَقِّ وَالْأَجْلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ
تَقَعُ تِجَارَةً حَاضِرَةً وَفِي قِرَاءَةِ بِالنَّصْبِ فَتَكُونُ نَاقِصَةً وَإِسْمُهَا ضَمِيرُ التِّجَارَةِ تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ أَيُّ
تَقْبِضُونَهَا وَلَا أَجَلَ فِيهَا فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي الْأَتْرَتَابُواهَا وَالْمُرَادُ بِهَا الْمُتَجَرِّفُ فِيهِ وَأَشْهَدُوا إِذَا
تَبَايَعْتُمْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ أَدْفَعُ لِلِاخْتِلَافِ وَهَذَا وَمَاقِبَلُهُ أَمْرٌ نُدْبٌ وَلَا يُضَارُّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ صَاحِبَ الْحَقِّ
وَمَنْ عَلَيْهِ بِتَحْرِيفٍ أَوْ إِمْتِنَاعٍ مِنَ الشَّهَادَةِ أَوْ الْكِتَابَةِ أَوْ لَا يَضُرُّهُمَا صَاحِبُ الْحَقِّ بِتَكْلِيفِهِمَا مَا لَا يَلِيقُ فِي
الْكِتَابَةِ وَالشَّهَادَةِ وَإِنْ تَفَعَّلُوا مَا نَهَيْتُمْ عَنْهُ فَإِنَّهُ فَسُوقٌ خُرُوجٌ عَنِ الطَّاعَةِ لِأَحَقِّ بِكُمْ وَأَتَّقُوا اللَّهَ
فِي أَمْرِهِ وَنَهَيْهِ وَيُعَلِّمُكُمْ اللَّهُ مَصَالِحَ أُمُورِكُمْ حَالٍ مُقَدَّرَةٍ أَوْ مُسْتَأْنَفٍ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۸۲﴾
وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ أَيُّ مُسَافِرِينَ وَتَدَايَنْتُمْ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنِ وَفِي قِرَاءَةِ فَرِهْنِ مَقْبُوضَةٌ

تَسْتَوْثِقُونَ بِهَا وَيَبَيِّنُ الشُّنَّةَ جَوَازِ الرِّهْنِ فِي الْحَضَرِ وَوَجُودِ الْكَاتِبِ فَالتَّقْيِيدُ بِمَا ذَكَرَ لِأَنَّ التَّوَثُّقَ فِيهِ أَشَدُّ
وَإِفَادَةُ قَوْلِهِ مَقْبُوضَةٌ إِشْرَاطُ الْقَبْضِ فِي الرِّهْنِ وَالْإِكْتِفَاءُ بِهِ مِنَ الْمُرْتَهِنِ وَوَكِيلِهِ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا
أَيِ الدَّائِنِ الْمَدِينِ عَلَى حَقِّهِ فَلَمْ يَرْتَهِنِ فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أَوْتُمِنَ أَيِ الْمَدِينِ أَمَانَتَهُ دِينَهُ وَلَيَتَّقِ اللَّهُ رَبَّهُ ط فِي آدَائِهِ
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط إِذَا دُعِيتُمْ لِإِقَامَتِهَا وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ إِثْمٌ قَلْبُهُ ط خُصَّ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُ مَحَلُّ الشَّهَادَةِ
وَلِأَنَّهُ إِذَا أَثِمَ تَبِعَهُ غَيْرُهُ فَيُعَاقَبُ مُعَاقِبَةَ الْأَثِمِينَ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۲۸۳﴾ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهُ .

۳۹
ع
۷

ترجمہ: اے اہل ایمان جب ادھار کا (معاملہ) کرنے لگو (مثلاً دین مسلم یا مالی قرض) ایک مقررہ میعاد تک (جو معلوم و
معین ہو) تو اس کو لکھ لیا کرو (حفاظت و رفع نزاع کی خاطر) اور لکھ دیا کرو (دستاویز) تمہارے آپس میں انصاف (حق) کے ساتھ
(مال اور مدت کے لکھنے میں نہ زیادتی کرے نہ کمی) اور انکار (منع) نہ کرے کاتب (اس بات سے کہ) لکھے (جب کہ لکھنے کی اس سے
فرمائش کی جائے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھایا ہے (یعنی اس کو کاتب بنا کر فوقیت بخشی اس لئے اس کو بخل نہیں کرنا چاہئے۔ اور کما
کا کاف متعلق ہے یا ب سے) کاتب کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے (یہ تاکید ہے) اور وہ شخص لکھا دیا کرے (کاتب کو) جس کے ذمہ حق
واجب ہو (یعنی قرض کیونکہ شہادت اسی پر دلائی جا رہی ہے لہذا اسی کا اقرار معتبر ہوگا تاکہ اس پر حق واجب کا علم ہو سکے) اور اپنے
پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے اس تحریر (دستاویز میں) کمی نہ کرے (نہ گھٹائے) ذرہ برابر اس (حق) میں سے پھر جس شخص کے ذمہ حق
واجب تھا وہ اگر خفیف العقل (فضول خرچ) ہو یا عاجز ہو (لکھنے سے کم سنی یا کبر سنی کی وجہ سے) یا لکھانے پر قدرت نہ رکھتا ہو وہ خود
(گو نگے یا غیر زبان ہونے کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کوئی عذر ہو) تو لکھوادیا کرے اس کا کارکن (کارنرہ خواہ اس کا والد ہو یا وصی یا بیٹھ
اور ترجمان ہو) ٹھیک ٹھیک طریقہ پر اور گواہ بنا لیا کرو (قرض پر گواہ کر لیا کرو) دو (۲) گواہ (شاید) مردوں میں سے (یعنی بالغ، مسلمان،
آزاد ہونے چاہئیں) پھر اگر میسر نہ ہو سکیں (ایسے دو (۲) گواہ) مردوں میں سے تو ایک مرد اور دو (۲) عورتیں (گواہی دیں) ایسے
گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو (ان کے دین و عدالت کی وجہ سے اور عورت کا متعدد ہونا اس مصلحت سے ہے کہ) اگر بچل
جائے (بھول جائے) ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک (گواہی کو عقل و ضبط کے کم ہونے کی وجہ سے) تو یاد دلایا کرے (تذکر
تحقیف و تشدید کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے) ان میں سے ایک (یا درکھنے والی) دوسری (فراموش کرنے والی) کو (اور جملہ
”تذکر“ بمنزلہ علت کے ہے یعنی اگر ایک بچل جائے تو دوسری یاد دلا دے لیکن بنا دیا گیا ہے علت ان تضل کو کیونکہ وہ دراصل سبب علت
ہے۔ اور ایک قرأت میں ان مکسورہ شرطیہ کے ساتھ اور تذکر کے رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے استیناف ہو کر جواب شرط ہو جائے گا) اور
گواہوں کو بھی چاہئے کہ انکار نہ کیا کریں جبکہ (اذا ما میں ما زائد ہے) ان کو بلا یا جایا کرے (گواہ بننے اور گواہی دینے کے لئے) اور تم
اکتایا نہ کرو (اظہار ملال نہ کیا کرو) لکھنے سے (اس حق کے جس کے تم شاہد بنے ہو بار بار ہونے کی وجہ سے) خواہ چھوٹا (ہو) یا بڑا (تھوڑا
ہو یا زیادہ) میعاد تک کے لئے (مدت ختم ہونے تک۔ تکتبہ کی ضمیر سے یہ حال ہے) یہ (دستاویز) انصاف (عدل) کو زیادہ قائم
رکھنے والی ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کو زیادہ صحیح رکھنے والی ہے (یعنی ادائے شہادت میں اس لکھا پڑھی سے مدد مل جاتی ہے کیونکہ اس
کو دیکھ کر واقعہ یاد آ جاتا ہے) اور زیادہ سزاوار (قریب الامکان) ہے کہ تم کسی شبہ میں نہ پڑو (مقدار حق یا مدت کے بارہ میں شک نہ
گزرنے لگے) ہاں اگر ایسا ہو کہ کاروبار لین دین کا نقد انقدی ہو (ایک قرأت میں تجارۃ حاضرة منصوب ہے۔ اس صورت میں ”تکون“
ناقصہ ہو جائے گا اور اس کا اسم ضمیر ہوگی جس کا مرجع تجارت ہے) جسے تم آپس میں لیا دیا کرتے ہو (ہاتھوں ہاتھ کرتے ہو جس میں

مہلت کا کوئی سوال ہی نہیں) تو تم پر کوئی الزام نہیں ہے (اس بارہ میں) کہ لکھا پڑھی نہ کرو (مراد اس سے سامان تجارت ہے) اور گواہ کر لیا کرو سوہا کرتے وقت (کیونکہ اس طرح اختلاف کی نوبت نہیں آتی۔ یہ اور اس سے پہلے احکام استجابی ہیں) اور کاتب اور گواہ کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائیں (حقدار یا فریق مخالف کو گواہی یا کتابت میں، ترمیم، رو بدل کر کے یا بالکل انکار کر کے یا یہ مطلب ہے کہ صاحب حق کاتب اور گواہ کو کسی طرح نقصان نہ پہنچائیں۔ کتابت یا گواہی میں نامناسب باتوں کا دباؤ ڈال کر) اور اگر تم نے ایسا کیا (جس بات سے تم کو روکا گیا ہے) تو اس میں تمہارے لئے گناہ کی بات ہوگی (اطاعت سے نکل جانا تمہارے ذمہ لگ جائے گا) اور اللہ تعالیٰ سے (امرو نہی کے احکام) میں ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ تم کو سکھلاتے ہیں (تمہارے کاموں کے مصالح، یہ حال مقدرہ یا جملہ مستانفہ ہے) اور اللہ ہر چیز کے جاننے والے ہیں اور اگر تم کہیں سفر میں ہو (یعنی مسافر ہو جاؤ اور ادھار کا معاملہ کرنے لگو) اور کوئی کاتب نہ پاؤ تو گرو رکھنے کی چیز (اور ایک قرأت میں "فَرُهْنٌ" ہے) قبضہ میں دیدی جائے (جس سے قرض دینے والوں کو اطمینان ہو جائے اور سنت سے حالتِ حضر اور کاتب کی موجودگی میں بھی رہن کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے یہ دونوں قیدیوں صرف اس لئے ہیں کہ اس حالت میں توثیق کی زیادہ کی حاجت پیش آتی ہے اور لفظ مقبوضۃ کی شرط سے یہ فائدہ نکالا کہ رہن میں قبضہ کی شرط معلوم ہوئی۔ اور یہ کہ قبضہ مرہن یا اس کے وکیل دونوں میں سے کسی ایک کا کافی ہوگا) اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کر لیا جائے (یعنی قرض دینے والا لینے والے پر اظہار اطمینان کرتا ہے اور گروہی نہیں رکھتا تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے (یعنی مدیون کا) اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق (دین) پورا پورا ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے (اس کی ادائیگی کے سلسلہ میں) اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ شہادت چھپاؤ (جبکہ تم کو ادائے شہادت کے لئے بلایا جائے) جو کوئی گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا (دل کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اصل محل شہادت ہے۔ دوسرے یہ کہ جب وہ گنہگار ہو گیا تو دوسرے اعضاء اس کے تابع رہیں گے اور ان پر گنہگاروں جیسا عتاب ہوگا) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں (کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہے)

تحقیق و ترکیب:..... بدین پورے رکوع کی یہ آیت قرآن کریم کی سب سے لمبی آیت ہے سلم کہتے ہیں بیع العاجل بالاجل کو مع شرائطہ و تفاسیلہ، حنفیہ اور شوافع کے نزدیک دین اور قرض میں فرق یہ ہے کہ دین میں مدت کی تعیین ہوتی ہے اور قرض میں نہیں ہوتی۔ اس خاص اصطلاح کے لحاظ سے قرض آیت مداینہ میں داخل نہیں ہوتا لیکن امام مالک کے نزدیک قرض میں بھی مدت کی تعیین ہو سکتی ہے ممکن ہے جلال مفسر نے امام مالک کے مذہب کے مطابق یہاں قرض کو داخل کر لیا ہو۔ عموم آیت پر نظر کرتے ہوئے اور حدیث بخاری پر نظر کرتے ہوئے جس میں حضرت ابن عمرؓ نے آحضرت ﷺ کے یہاں ایک مہمان کا آنا اور آپ کا ہلال رجب تک ایک یہودی کے یہاں سے ادھار آنا منگوانا بیان کیا ہے۔ لفظ بدین کی وجہ سے کہا جائے گا کہ تداینتم میں تجرید کر لی گئی ہے اور لفظ تداینتم پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ بدین بڑھایا گیا ہے محض اہتمام کے لئے کیونکہ مجازاً مطلق معاملہ کے معنی میں محتمل تھا۔ الی رجل اس کا تعلق تداینتم کے ساتھ ہے فاکتبوا امر ارشادی ہے۔ امثال امر کی نیت سے ہو تو ثواب ہوگا ورنہ نہیں۔

بالعدل متعلق ہے ولیکتب کے کما علمہ اللہ متعلق ہے لایاب سے جیسے احسن کما احسن اللہ میں ہے۔ ولیممل الاملال والا ملاء دونوں کے معنی کاتب کو مضمون لکھانے کے ہیں من علیہ الحق سے مراد بالغ ہے ولیہ من علیہ الحق اگر بچہ یا سفیہ ہے تو اس کا ولی باپ ہوگا بڑا ہے تو وصی ہوگا گونگا ہے تو قیم ہوگا جاہل ہے تو مترجم ہوگا اور کاتب اور ولی کے بارہ میں تو بالعدل فرما کر زیادہ اور نقصان دونوں کی نفی کر دی ہے اور من علیہ الحق کے بارہ صرف لایبخص کہہ کر نقصان کی نفی کی ہے کیونکہ یہاں زیادتی کا احتمال ہی نہیں ہے۔ رجالکم بلوغ کی اور حریت کی قید لفظ رجال سے مستفاد ہوئی ہے اور اسلام کی قید رجال کو کاف

خطاب کی طرف مضاف کرنے سے سمجھ میں آئی ہے۔ دراصل آزاد ہی رجل کہلانے کا مستحق ہے۔ غلام تو بہائم کے حکم میں سمجھے گئے ہیں نیز خطابات شرع آزاد ہی کو ہوتے ہیں غلاموں کی طرف عبارت متوجہ نہیں ہوتی۔ تاہم چونکہ مداینہ وغیرہ معاملات کفار کے درمیان بھی پیش آتے ہیں اس لئے حنفیہ کے نزدیک کفار کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں معتبر سمجھی گئی ہے۔ خلافاً للجمہور۔

ممن ترضون مراد اس سے وصف عدالت ہے عورتوں میں چونکہ وصف عام طور پر کم ہوتا ہے اس لئے یہاں بالتخصیص قید لگانی پڑی ورنہ ہر قسم کے گواہ کے لئے عدالت ضروری ہے تاہم حنفیہ کے نزدیک فاسق کی گواہی قبول نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر قبول کر لی گئی تو جائز ہو جائے گی۔ شواہع کے نزدیک بالکلہ جائز نہیں ہے استشهدوا شہیدین من رجالکم سے معلوم ہوا کہ عادل کو گواہ بنانا چاہئے اگر عادل نہ ہو تو گواہ ہونے سے خارج نہیں ہوگا اس لئے شاہد عام ہو عادل ہو یا بغیر عادل۔

ان متصل لام تعلیل محذوف ہے اور ان متصل بھی محذوف کے متعلق ہے جس کی طرف مفسر نے اشارہ کیا ہے۔ ای وتعدد النساء الخ فی الحقیقت علة "تذکیر" ہے لیکن ضلال کو سبب اور اذکار کو مسبب ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے قائم مقام کر لیا جیسے کہا جائے عدوت السلاح ان یجی عدو فادفعہ تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی ارادة ان تذکر احدہما الاخر ای ان ضلت الشهادة اشارہ اس طرف ہے کہ تظل کا مفعول محذوف ہے "فندکر" فاعل ضمیر مستتر اور مفعول محذوف ہے ای لتذکر الذاکرة الاخری ان ضلت الاخری۔ ضلت ضمیر مستتر اخری کی طرف ہوگی جو مفعول محذوف ہے۔

استیناف یعنی اس صورت میں اداۃ شرط کا لفظ کوئی عمل نہیں ہوگا ورنہ ترکیب میں یہ فعل مبتدائے محذوف کی خبر ہوگی اور جملہ محلا مجزوم ہو کر جواب شرط ہوگا مبتدائے محذوف ضمیر شان یا قید ہوگی تقدیر عبارت اس طرح ہوگی القصۃ تذکر احدہما وہی المذکرۃ للاخری وہی الضالۃ۔ صغیراً او کبیراً محذوف کی خبر ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

قلیلاً او کثیراً اس میں اشارہ ہے کہ کپڑوں میں بھی سلم جائز ہے۔ الی اجلہ ضمیر فاکتبہ سے حال ہے۔ ای فاکتبہ بصفة اجلہ یعنی مدت سلم کا ذکر کتابت میں ضرور ہونا چاہئے الی اجلہ کو فاکتبہ کے متعلق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ کتابت مستمر الی الاجل نہیں ہوا کرتی۔

اقسط سیبویہ کی رائے یہ ہے کہ اقسط مزید سے اسم تفضیل ہے جیسے ان اللہ یحب المقسطین۔ قسط مجرد قسطوطاً معنی ظلم سے نہیں ہے جیسے اما القاسطون فکانوا لجهنم الخ چنانچہ ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ قسط ظلم و انصاف دونوں معنی میں آتا ہے اور اقسط صرف انصاف کے معنی میں آتا ہے اور قاسط بمعنی وقسط سے بھی اسم تفضیل ہو سکتا ہے جیسے لابن اور تاصر الانتساب کے لئے ہیں یہی حال لفظ "اقوم" کا ہے اس کے معنی بھی اشد اقامة کے ہیں تجارة۔ عاصم کے نزدیک تکون کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اسم ضمیر ہے ای الا ان یکون التجارة تجارة حاضرة دوسرے قرأ رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں اسم ہونے کی وجہ سے اور تدیر و نہا اس کی خبر ہے یا کان تامد مان لیا جائے۔

واشہدوا یعنی ہاتھوں ہاتھ خرید و فروخت میں گواہ بنانا اور اسی طرح کے دوسرے ماقبل احکام استحبانی ہیں اور بعض کے نزدیک وجوبی حکم ہے۔ صاحب الحق اشارہ اس طرف ہے کہ لایضار بکسر الراء معروف ہے کاتب اور شہید اس کے فاعل اور صاحب الحق اور اس کا مابعد مفعول ہے۔

فسوق بکم ای لاحق بکم یعنی ظرف مستقر فسوق کی صفت ہے فاتقوا اللہ یہ تینوں جملوں میں لفظ اللہ استقلال کی وجہ سے مکرر لایا گیا ہے اول تقویٰ کی ترغیب کے لئے دوسرے میں شمار انعام کے لئے اور تیسرے میں تعلیم شان کے لئے و یعلمکم اللہ ضمیر فاتقوا سے حال ہے چونکہ مضارع مثبت مقترن بالواو ہے اس کا حال بنانا محتاج تاویل ہے اس لئے بہ نسبت جملہ حالیہ کے استینافیہ بنانا زیادہ

ظاہر ہے مفسر کو صرف استیناف پر اکتفاء کرنا چاہئے تھا کیونکہ جملہ حالیہ بنانے میں ضمیر ماضی پڑے گی اور واؤ سے خالی کرنا پڑے گا نیز و اتقوا اللہ پر عطف بھی درست نہیں ہے ورنہ خبر کا عطف انشاء پر لازم آئے گا جو مختلف فیہ ہے یہاں علم سے مراد علم نافع ہے۔
رہان جمع ہے رہن کی۔ رہن مصدر ہے بمعنی مرہون۔ امن۔ امنہ ای کنت فی امن منہ ضمیر رب الدین یا مدیون کی طرف راجع ہے۔

تستوثقون اشارہ ہے تقدیر خبر کی طرف اور تقدیر عبارت اس طرح بھی ہو سکتی ہے الذی یستوثق بہ یا فعلیکم یا فلیوخذوا یا فالمشروع رہان مقبوضہ۔

بیت السنۃ یعنی فی السفر کی قید سے جو تخصیص جواز رہن کا شبہ ہو سکتا تھا مفسر نے اس کے ازالہ کے لئے حدیث کا حوالہ دیا جس میں آنحضرت ﷺ نے بیس (۲۰) صاع گیہوں کے بدلہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی تھی وجہ تخصیص صرف شدت حاجت ہے کہ عام طور پر باقاعدہ سامان کتابت یا کاتب و شاہد دستیاب نہیں ہوتا اور دین ضائع ہونے کے احتمالات زیادہ ہوتے ہیں۔

امانتہ دین کو امانت اس لئے کہا کہ ترک ارتہان اس پر مبنی ہے محل الشہادۃ یعنی محل کتمان شہادت چونکہ کتمان شہادت فعل قلب ہے اس لئے فعل کی اسناد آلہ جارحہ کی طرف ابلغ ہوتی ہے جیسے ابصر تہ بعینی یا سمع تہ باذنی عرف تہ بقلبی نیز قلب سلطان الاعضاء ہے تو اس میں فعل کتمان کی شدت اور قلب کے اصل ہونے کی طرف اشارہ ہے نیز یہ شبہ نہ ہو کہ گناہ صرف زبان کا ہوگا قلب بری رہے گا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب۔

رابط: آیت یا ایہا الذین الخ سے اڑتیسویں (۳۸) حکم دین کی تفصیلات پیش کی جا رہی ہیں جو پانچ افراد پر مشتمل ہیں مثلاً اذا تداینتم میں دستاویز لکھنے کا مشورہ اور لایاب میں کاتب کے لئے انکار کرنے کی ممانعت اور ولیملل الخ میں دستاویز کا مقروض کی جانب سے ہونا آیت استشهدوا میں شاہد بنانے کا مشورہ اور لایاب الشہداء میں انکار شہادت کی ممانعت بیان کی گئی ہے پھر آیت ولا تسنموا میں جزء اول کا تمہ اور واشہدوا میں چوتھے جزو کا تمہ اور ولا یضار میں دوسرے اور پانچویں جزو کا تمہ بیان کیا گیا ہے اسی طرح آیت وان کنتم الخ میں انتالیسویں (۳۹) حکم رہن سے متعلق ہے اور آیت وتکتبوا الشہادۃ میں چالیسویں (۴۰) حکم اخفاء سے متعلق ہے۔

﴿تشریح﴾: قرض اور بیع سلم کے احکام: (۱) معاملہ دین کا لکھانا، اور کاتب کے لئے لکھنے کا حکم اور انکار کی ممانعت یہ سب استنباطی احکام ہیں وجوبی نہیں۔ اسی لئے کاتب کے لئے لکھنے کی اجرت لینا جائز ہے۔ ”بیع سلم“ جو ایک طرح کا دین ہوتا ہے یہ ہے کہ مکان یا گیہوں خریدے اور روپیہ فی الحال نہ دے بلکہ سال چھ مہینے کا ادھار کرے یا اس کا برعکس روپیہ فی الحال دیدے اور غلہ کے لئے سال چھ مہینے کا وعدہ کرے۔ دونوں صورتیں صحیح منجملہ شرائط سلم کے صحیح طریقہ پر تعیین میعاد بھی ہے۔ یعنی فلاں مہینہ میں پاب سے چھ مہینے میں لین دین ہوگا۔ اس طرح کی مدت میں اشتباہ نہ رہے کہ جس سے نزاعی صورت قائم ہو جائے۔ مثلاً اگر یہ کہہ دیا کہ فصل کے موقع پر یہ حجاج کی آمد پر مطالبہ ادا کیا جائے گا تو یہ درست نہیں ہے غرضکہ سلم میں ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہوتا ہے لیکن اگر لین دین ہاتھ در ہاتھ ہو مگر معاملہ بڑا ہونے کی وجہ سے مصلحت مقتضی ہو تب بھی بیع نامہ لکھو لینا جائز ہے مثلاً مکان، دکان، زمین، باغ وغیرہ میں اہم چیزوں کی بیع البتہ غیر اہم اور معمولی چیزوں میں بیع نامہ کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔

(۲) سفیہا سے مراد خفیف العقل ہے خواہ بالکل ہی پاگل ہو یا کچھ خبطی ہو اور ضعیفا سے مراد نابالغ بچہ یا بوڑھا شخص ہے چنانچہ نابالغ، پاگل، خبطی اور بدحواس بوڑھے کی خرید و فروخت اور اقرار تو شرعاً بالکل ناقابل اعتبار ہے۔ باپ، دادا، اور ان دونوں کے وصی، یا حاکم شرعی اس کے ولی ہیں ان کی اجازت کے بغیر ان کے تصرفات صحیح اور نافذ نہیں ہو سکتے۔ تاہم مطالبہ ولی سے ہوگا لیکن ادائیگی خود ان معذورین کے مال سے ہوگی اور ان ہی کو مدیون سمجھا جائے گا۔ بوڑھا شخص اگر بالکل ہی حواس گم ہے تو اس کا بھی یہی حکم ورنہ وہ خود یا اپنے وکیل سے معاملہ کرا سکتا ہے اور اگر صاحب معاملہ گونگا ہے، دوسرا فریق اس کے اشارات کو نہیں سمجھتا یا غیر زبان والا ہے تو کسی معتبر آدمی کو ترجمان بنایا جاسکتا ہے غرضکہ لفظ کارکن ان سب کو شامل ہے۔

ثبوت کا اصل مدار شہادت پر ہے نہ کہ دستاویز یا دستخط پر:..... ثبوت دعویٰ کا اصل مدار شہادت پر ہوتا ہے کہ نہ دستاویز پر۔ دستاویز تو صرف اس لئے ہوتی ہے کہ اس کو دیکھ کر واقعہ یاد آجاتا ہے چنانچہ اگر واقعہ یاد نہ ہو تو صرف دستاویز سے اثبات دعویٰ نہیں ہوگا۔ وہ تو صرف ایک یادداشت ہے اس کو دیکھ کر اگر واقعہ یاد نہیں آیا تو گواہی دینا درست نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدار شہادت جب دستاویز پر نہیں ہے تو نہ دستاویز لکھنا ضروری ہے اور لکھی جائے تو اس پر گواہوں کے دستخط ضروری نہیں ہیں۔ صرف دستاویز سن کر اگر واقعہ یاد ہو تو اس طرح گواہی دی جائے گی کہ فلاں شخص نے اپنا اقرار سنایا یا دوسرے نے سنایا اور فلاں نے اس کی صحت کا اقرار کیا اور واقعہ کا مشاہدہ کیا۔ تو اس طرح گواہی دی جائے گی کہ ہمارے سامنے یہ معاملہ ہوا۔ البتہ دستاویز پر دستخط کر دینا باعث سہولت و یادداشت ضرور ہے۔ کیونکہ دستخط دیکھ کر واقعہ یاد آنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ اور مصلحت و احتیاط کے مقتضی بھی یہی ہے کہ دستخط کرائے جائیں لیکن آجکل کے عدالتی دستور کے مطابق مدار شہادت نہ دستاویز پر ہوگا اور نہ دستخط پر گواہ مسلمان، بالغ، آزاد، عادل ہونے چاہئیں۔ مسلمان ہونا الذین امنوا سے اور عادل ہونا صمن ترصون سے مفہوم ہو رہا ہے۔

رہا یہ کہ صرف عدالت ظاہری کافی ہے یا مزید چھان بین کی ضرورت ہوگی یہ مختلف فیہ ہے اور اس قسم کے معاملات چونکہ عاقل ”بالغ“ آزاد لوگوں میں ہوا کرتے ہیں اس لئے یہ شرائط بھی اضافہ کی گئی ہیں گواہ بننے کے لئے اگر بلایا جائے تو گواہ بن جانا مستحب ہے لیکن اس کی ادائیگی بعض صورتوں میں فرض ہوگی۔

دستاویز کے فائدے:..... ذلکم اقسط الخ سے کتابت کے تین فائدے بیان فرمائے ہیں (۱) ایک دوسرے کے حق کی حفاظت رہے گی، حق العباد ضائع نہیں ہوگا (۲) گواہوں کو سہولت اور آسانی (۳) ایک دوسرے کی طرف سے طبیعت صاف رہے گی۔ دل میں کدورت نہیں ہوگی اس سے بھی کتابت کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح گواہ بنانا مستحب ہے البتہ کاتب یا گواہ کو ضرر پہنچانا مثلاً عرائض نویس اجرت مانگتا ہو یا گواہ آمد و رفت کا خرچ مانگتا ہو اور ان کو مفت کام کرنے پر مجبور کرنا یہ حرام اور فسوق میں داخل ہے۔

لیس علیکم جناح میں دنیاوی نقصان کی نفی مقصود ہے۔ ورنہ گناہ تو کسی معاملہ کے نہ لکھنے میں بھی نہیں ہے۔ چنانچہ نقد القندی بیع میں اختلاف و نزاع کا احتمال بھی کم ہوتا ہے اور بکثرت ایسے معاملات ہونے کی وجہ سے اور اکثر خفیف ہوتے ہیں دستاویز اور بیع نامہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں سمجھی گئی ہاں کوئی معاملہ اہم اور بڑا ہو تو ادھار نہ ہونے کی صورت میں بھی بیع نامہ احوط ہے۔

رہن یا گروہی رکھنا:..... آیت رہن سے دو (۲) ضروری مسئلے جلال محقق نے مستنبط کئے ہیں (۱) جو از رہن فی السفر و الحضر (۲) صحت رہن کے لئے مرتہن یا اس کے وکیل کا قبضہ شے مرہونہ پر شرط ہے کسی معاملہ کو بالکل بیان نہ کرنا جس طرح اخفاء شہادت ہے۔ غلط بیانی کرنا بھی اخفاء میں داخل ہے اور اس میں صرف زبان ہی کا گناہ نہیں ہوگا بلکہ اول ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے اس لئے دل

بھی گنہگار ہے۔ بدون شہادت اگر کسی کا حق ضائع ہونے لگے اور صاحب حق شہادت کے لئے درخواست بھی کرے تو پھر ادائے شہادت سے انکار بھی حرام ہے۔ اور چونکہ ادائے شہادت کتابت کی طرح مستحب نہیں ہے بلکہ واجب ہے اس لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے البتہ سفر کے ضروری مصارف صاحب معاملہ کے ذمہ ہیں۔ زائد رقم واپس کر دینی چاہیے، اتفاقی طور پر اگر کسی کو واقعہ کا علم ہو لیکن صاحب معاملہ کو اس کے علم کا علم نہیں ہے کہ وہ اس سے ادائے شہادت کی درخواست کرتا تو بدون شہادت اگر حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو شاہد پر صورت حال ظاہر کر دینا واجب ہے۔ پھر بھی واقف ہونے کے بعد صاحب معاملہ اگر ادائے شہادت نہ کرے تو خواہ مخواہ از خود گواہی دیتے پھر نا اس پر واجب نہیں رہتا۔

آیت مداینہ کی سات دفعات:..... خلاصہ ان احکام کا مندرجہ ذیل دفعات ہیں۔ (۱) ہر طرح کے لین دین کے لئے لکھا پڑھی اور گواہی ہونی چاہئے (۲) اگر کوئی فریق نابالغ یا نابالغ سمجھ ہو تو اس کا کارندہ کام سرانجام دے (۳) کاتب کے لئے مناسب ہے کہ دیانتداری کے ساتھ اپنا فرض انجام دے (۴) گواہی دینے سے انکار نہیں کرنا چاہئے اور اس کا چھپانا حرام ہے (۵) اس کا بند و ست کرنا چاہئے کہ کاتب یا گواہ کو اہل معاملہ یا اہل معاملہ کو کاتب یا گواہ نقصان نہ پہنچا سکیں ورنہ نظام شہادت درہم برہم ہو جائے گی۔ (۶) گواہی کے لئے اگر دو مرد سلیقہ کے دستیاب نہ ہو سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں جو ایک مرد کے قائم مقام سمجھی جائیں شہادت کے لئے کافی ہیں۔ (۷) کوئی چیز گروی رکھ کر قرض لینا دینا بھی جائز ہے لیکن مرہونہ چیز مالک کی رہے گی قرض دینے والے کے لئے اس کی واپسی سے انکار جائز نہیں ہے۔

فاکتوہ سے معلوم ہوا کہ اصلاح معاشرت طریق باطن کے منافی نہیں ہے اور اثم قلبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی مدار قلب پر ہے۔

لِّلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبَدُّوْا تُظٰهِرُوْا مَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ مِّنَ السُّوْءِ وَالْعَزْمُ عَلَيْهِ اَوْ تَخْفُوْهُ تُسِرُّوْهُ يُحَاسِبُكُمْ بِحُزْرِكُمْ ۗ بِهٖ اللّٰهُ ۗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ الْمَغْفِرَةَ لَهٗ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ تَعَذِّيْبُهُ وَالْفِعْلَانِ بِالْحَزْمِ عَطْفًا عَلَىٰ جَوَابِ الشَّرْطِ وَالرَّفْعِ اِى فِهْوٌ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ وَمِنْهُ مُحَاسِبَتُكُمْ وَجَزَاؤُكُمْ اَمِنْ صَدَقَ الرَّسُوْلُ مُحَمَّدٌۭ بِمَا اُنزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۗ عَطْفٌ عَلَيْهِ ۗ كُلُّ تَنْوِيْنُهُ عَوَضٌ عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ اَمِنْ بِاللّٰهِ وَمَلَئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ وَرُسُلِهٖ يَقُوْلُوْنَ لَا نَفْرِقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۗ فَتَوَمَّنْ مِنْ بَعْضٍ وَنَكْفُرْ بِبَعْضٍ كَمَا فَعَلَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوْا سَمِعْنَا مَا اَمَرْتَنَا بِهٖ سِمَاعٌ قُبُوْلٌ وَاَطَعْنَا ۗ نَسْأَلُكَ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ الْمَرْجِعُ بِالْبَعْثِ وَلَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِىْ قَبْلَهَا شَكَا الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الْوَسْوَسَةِ وَشَقَّ عَلَيْهِمُ الْمُحَاسِبَةُ بِهَا فَنَزَلَ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۗ اِى مَا تَسَعُهُ قُدْرَةٌ لَهَا مَا كَسَبَتْ مِنَ الْخَيْرِ اِى ثَوَابِهٖ وَعَلَيْهَا مَا كَتَسَبَتْ ۗ مِنَ الشَّرِّ اِى وَزْرُهُ وَلَا يُؤْخَذُ اَحَدٌ بِذَنْبِ اَحَدٍ وَلَا بِمَالٍ يَكْسِبُهٗ مِمَّا وَشَوَسَتْ بِهٖ نَفْسُهُ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا بِالْعِقَابِ اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۗ تَرَكَنَا الصَّوَابَ لَا عَنَ عَمَدٍ كَمَا اَخَذَ بِهٖ مِنْ قَبْلِنَا وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ عَنِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ كَمَا وَرَدَ فِى الْحَدِيْثِ فَسُوْا لَهٗ اِعْتِرَافٌ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ

عَلَيْنَا اِصْرًا اَمْرًا يَثْقُلُ عَلَيْنَا حَمْلُهُ كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَي الدِّينِ مِنْ قَبْلِنَا ۚ اَيُّ بَنِي اِسْرَاءِيلَ مِنْ قَتْلِ النَّفْسِ
 فِي التَّوْبَةِ وَاِحْرَاجِ رُبْعِ الْمَالِ فِي الزَّكَاةِ وَقَرْضِ مَوْضِعِ النَّحَاسَةِ رَبَّنَا وَلَا تُحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ قُوَّةَ لَنَا بِهِ ۚ
 مِنْ التَّكَالِيفِ وَالبَلَاءِ وَاَعْفُ عَنَّا ۗ اُمِّحْ ذُنُوبَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَاَرْحَمْنَا ۗ فِي الرَّحْمَةِ زِيَادَةً عَلَي الْمَغْفِرَةِ
 اَنْتَ مَوْلَانَا سَيِّدُنَا وَمَتَوَلَى اُمُورِنَا فَانصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۱﴾ بِاِقَامَةِ الْحُجَّةِ وَالْغَلْبَةِ فِي قِتَالِهِمْ
 فَاِنَّ مِنْ شَأْنِ الْمَوْلَى اَنْ يَنْصُرَ مَوَالِيَهُ عَلَي الْاَعْدَاءِ وَفِي الْحَدِيثِ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْاٰيَةُ فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهُ عَقَبَ كُلَّ كَلِمَةٍ قَدْ فَعَلْتُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں آسمان اور زمین کی سب چیزیں اور اگر تم ظاہر کرو گے (کھول دو گے) اپنی دلی باتیں
 (برائی یا برائی کا عزم) یا چھپاؤ گے (پوشیدہ رکھو گے) تو حساب لیں گے (دریافت کریں گے) تم سے اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) بخش
 دیں گے جس کے لئے چاہیں گے (اس کی مغفرت) اور سزا دیں گے جس کے لئے منظور ہوگا (سزا دینا، بیغفر اور بیعذب دونوں فعل
 مجزوم ہیں جو اب شرط پر عطف کرتے ہوئے اور مرفوع بھی ہیں تقدیر ہو کے ساتھ) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں
 (مجملاً ان کے تم سے محاسبہ کرنا اور بدلہ دینا ہے) اعتقاد (یقین) رکھتے ہیں رسول (محمد ﷺ) اس پر بات کا آپ کے پروردگار کی جانب
 سے آپ پر نازل کیا گیا (قرآن مجید) اور دوسرے مؤمنین بھی (اس کا عطف رسول پر ہے) سب کے سب (لفظ کل پر تین مضاف
 الیہ کے بدلہ میں ہے) عقیدہ رکھتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں اور کتابوں (لفظ کتب جمع اور مفرد دونوں صیغوں کے ساتھ ہے) اور
 رسولوں پر (اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے) کہ بعض پر ایمان لے آئیں اور بعض کا کفر
 کریں۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا) اور ان سب نے کہا کہ ہم نے سن لیا (آپ کا حکم بارادۃ اطاعت) اور خوشی سے مان لیا (ہم
 درخواست کرتے ہیں) آپ کی بخشش کی اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے (قبروں سے اٹھنے کے بعد اس سے پہلی
 آیت ان تبدوا الخ جب نازل ہوئی تو صحابہ نے وسوسہ پر محاسبہ کے شاق ہونے کی شکایت کی جس پر اگلی آیت نازل ہوئی) اللہ تعالیٰ
 کسی شخص کو پابند نہیں بناتے مگر اسی حکم کا جو اس کی طاقت میں ہو (یعنی جس پر اس کو اختیار و قدرت ہو) اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو
 اپنے ارادہ سے کر لے (نیک کام یعنی اس کا ثواب) اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو اپنے ارادہ سے کرے (کوئی بڑا کام یعنی اس کا
 گناہ نہ تو کوئی ایک دوسرے کے گناہ میں پکڑا جائے گا اور نہ کسی نہ کئے ہوئے ایسے کام پر جو حد و سوسہ سے آگے نہ بڑھا ہو مواخذہ کیا
 جائے اس طرح کہا کرو) اے ہمارے پروردگار ہم سے دار و گیر (عذاب) نہ فرمائے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں (بلا ارادہ صحیح راہ
 اگر چھوڑ دیں جیسا کہ آپ نے ہم سے پہلوں پر مواخذہ فرمایا ہے اور جس کو اللہ نے اس امت کے لئے معاف کر دیا ہے چنانچہ حدیث
 میں آیا ہے۔ تو اس کا سوال درحقیقت اللہ کی نعمت کا اعتراف کرنا ہے) اے ہمارے پروردگار اور نہ بھیجئے ہم پر کوئی سخت حکم (جس کا تحمل
 ہماری برداشت سے باہر ہو) جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے (یعنی بنی اسرائیل پر) تو بہ میں قتل نفس کرنا اور زکوٰۃ میں چوتھائی
 مال نکالنا، موقع نجاست کا کاٹ پھینکنا) اے ہمارے پروردگار اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے جو ہماری طاقت (قوت) سے باہر ہو
 (تکالیف اور بلائیں) اور درگزر کیجئے ہم سے (ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے) اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کر دیجئے ہم پر (رحمت مغفرت
 سے بڑھ کر ہے) آپ ہمارے کارساز ہیں (مالک اور کاموں کو سرانجام دینے والے) سو آپ ہم کو کافروں پر غالب فرما دیجئے (لسانی
 حجت اور سنائی غلبہ کے ساتھ۔ مولیٰ کی شان ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے غلاموں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں امداد کیا کرتا ہے۔ حدیث

میں ارشاد ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی تو ہر حکم پر اجازت کی بشارت سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا) تحقیق و ترکیب:..... وان تبدوا وادواتینا فیہ ہے، مقصد و ارادہ کے پانچ مراتب کو بعض نے اس طرح منظوم بیان کیا ہے۔

مراتب القصد خمس ہا جس ذکر و
وخطر فحدیث النفس فاستمعنا
یلیہ ہم فعزم کلہا رفعت
سوی الاخیر ففیہ الاخذ قدوقعا

والعزم علیہ آیت کے الفاظ کو اگر عموم پر محمول کیا جائے تب تو یہ عموم اگلی آیت لایکلف اللہ سے منسوخ ہے ورنہ اگر مواخذہ برائی اور صرف عزم برائی پر مراد ہو تو آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ہوگی اور ما بعد کی آیت اس کی توضیح کر دے گی۔

کل تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کلہم اور ضمیر کا مرجع نبی اور مؤمنین ہیں۔ لا نفرق یہ محل نصب میں ہے بتقدیر القول ای قائلین۔ فنزل مشہور یہ ہے کہ اخبار میں نسخ نہیں ہوتا لیکن اخبار مستقبلہ اگر کسی حکم کو متضمن ہوں تو ان میں نسخ ہو سکتا ہے جیسا کہ بیضاوی کی رائے ہے اور بیہقی نسخ کو یہاں تخصیص کے معنی میں لیتے ہیں۔ گویا چھپی آیت میں عموم تھا اس آیت سے معلوم ہوا کہ حدیث النفس وغیرہ جو غیر اختیاری ہیں ان پر مواخذہ نہیں ہے۔

لہا ما کسبت کسب کا استعمال خیر کے ساتھ اور اکتساب کا استعمال شر کے ساتھ ہے کیونکہ نفس کی رغبت زیادہ تر شر کی طرف ہوتی ہے اس لئے گویا شر میں زیادہ مساعی ہوتا ہے کلام یہاں بحذف المضاف ہے اول میں لفظ اور دوسرے میں لفظ تھا اب مقدر مانا جائے گا۔ لہا میں لام نفع کا ہے اور علیہا علی ضرر کے لئے ہے وسعہا یا وسع بمعنی طاقت سے یا سعة سے، اخوذ ہے ولا بما لم یکسب یعنی محض وسوسہ پر جب تک عمل در آمد نہ ہو قابل مواخذہ نہیں ہے۔

فسوالہ اعتراف مفسر ایک شبہ کا ازالہ کر رہے ہیں کہ حدیث کی رو سے خطا و تیسان پر مواخذہ نہیں ہے تو پھر اس کی دعا تحصیل حاصل ہے حاصل جواب یہ ہے کہ مقصود اس دعا سے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا اعتراف و اظہار ہے من قبلنا منجملہ دشوار احکام کے یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل پر پچاس نمازیں واجب تھیں نیز مسجد کے علاوہ دوسری جگہ نماز جائز نہیں تھی۔ صرف پانی سے طہارت حاصل ہو سکتی تھی، تیمم وغیرہ کی اجازت نہیں تھی رات کو سونے کے بعد روزوں کے ایام میں کھانے کی ممانعت اور بعض گناہوں کی پاداش میں بعض طیبات کا حرام کر دیا جانا، رات کے کئے ہوئے گناہ کا صبح دروازہ پر لکھا ہوا ملنا۔

فان من شان فاجونکہ سہیت پر دلالت کرتا ہے اسی کی تصحیح کے لئے مفسر علام نے یہ تقریر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ چونکہ آقا اس اور آقا علاموں کی اعانت کیا کرتے ہیں اس لئے آپ بھی ہماری اعانت فرمائیے۔

رابط:..... چھپی آیت میں کتمان شہادت کو قلب کا فعل شمار کرتے ہوئے اس کی ممانعت اور قلب کو گنہگار کہا گیا تھا۔ آیت للہ صافی السموات الخ میں مسئلہ کی پوری تحقیق مقصود ہے کہ قلب کی کن برائیوں پر گناہ مرتب ہوگا اور کن پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ حکم من وجہ اکتالیسواں (۴۱) مستقل حکم بھی ہو سکتا ہے اور ما قبل کے حکم کے تتمہ بھی جیسا کہ معاملات بنی اسرائیل کے ذیل میں بھی آخری معاملہ ذوقہین گذرا ہے۔

شان نزول:..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت وان تبدوا الخ نازل ہوئی تو صحابہؓ پر نہایت شاق ہوا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مؤذبانہ عرض کیا کہ جو اعمال ہمارے حد اختیار میں تھے جیسے نماز، روزہ، جہاد، صدقہ اس کا مکلف تو خیر ہم کو بنایا ہی گیا تھا لیکن یہ آیت ایسے افعال کا پابند بنانا چاہتی ہے جو ہماری طاقت سے بالا ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم پچھلے اہل کتاب کی طرح سے سمعنا و عصینا کہنا چاہتے ہو؟ تمہیں تو سمعنا و اطعنا غفر انک ربنا و الیک المصیر کہنا چاہئے۔ چنانچہ ان حضرات نے ان الفاظ کو ادا کرنا چاہا لیکن زبان لڑکھڑائی اور یارائی نہ کر سکی۔ تب آیت امن

الرسول الخ نازل ہوئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب تعمیل حکم کی تو اس پر آیت لایکلف اللہ الخ نازل ہو کر اس شان حکم کو منسوخ کر دیا۔

﴿تشریح﴾:..... اختیاری اور غیر اختیاری کاموں کا فرق:..... خلاصہ کلام یہ ہے کہ افعال اختیاریہ مثلاً غلط عقائد جو بڑے اخلاق، گناہ کا عزم ان پر تو عذاب اور مؤاخذہ ہوگا۔ لیکن غیر اختیاری اور اضطراری افعال جیسے وساوس و خطرات ان پر گناہ نہیں ہے۔

جس طرح زبان اور دوسرے اعضاء سے متعلق کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اختیاری جیسے ارادہ سے بولنا مارنا وغیرہ، دوسرے غیر اختیاری جیسے بے اختیار زبان سے کچھ نکل جانا، یا ریشہ والے کے ہاتھ پاؤں کی بے اختیار حرکت ظاہر ہے کہ اول قسم کے کاموں پر مؤاخذہ ہے اور دوسری قسم معاف ہے۔

اسی طرح دل سے متعلق بھی دو طرح کے کام ہیں ایک اختیاری جیسے جان کر کفریہ عقیدہ رکھنا، شراب و زنا کا ارادہ، دوسرے غیر اختیاری جیسے کسی معصیت یا کفر کا بُرا خیال، خطرہ، وسوسہ خود بخود آ جانا، دونوں قسموں کے احکام بھی وہی ہیں جو پہلی دو قسموں کے ہیں یعنی اول پر مؤاخذہ اور دوسرے پر مؤاخذہ نہیں ہے۔

ماتریدیہ کی رائے:..... چنانچہ ابو منصور ماتریدی اور شمس الامم حلوانی اور جمہور کی رائے یہی ہے کہ عزم پر مؤاخذہ ہوگا ان

الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ اور حدیث عائشہ ماہم العبد بالمعصیۃ من غیر عمل یعاقب علی ذالک بما یلحقہ من الهم والحزن فی الدنیا اسی کی مؤید ہے البتہ حدیث ان اللہ عفا عن امتی ما حدثت بہ انفسہم مالم تعمل او تکلم اس کو خطرات پر محمول کیا گیا ہے اور جس طرح کفر کے علاوہ اعضاء سے متعلق تمام کاموں میں عذاب اور مغفرت دونوں کا امکان ہوتا ہے اسی طرح دلی ارادوں میں بھی عزم کفر کے علاوہ دیگر بڑے عزائم مغفرت و عتاب دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔ تاہم آیت میں چونکہ اختیاری اور غیر اختیاری کی قید اور یہ تقسیم صریح نہیں تھی اس لئے حضرات صحابہ ان الفاظ کا ظاہری عموم دیکھ کر گھبرا گئے اور آنحضرت ﷺ کی نظر بھی کمال نشیہ کی وجہ سے الفاظ کی ظاہری عموم تک ہی رہی اس لئے ادا با آپ نے سمعنا و اطعنا الخ کی تعلیم پر زور دیا اور انتظارِ وحی میں خود آیت کی تفسیر نہیں فرمائی۔ چنانچہ آپ کے اور صحابہ کی انقیاد و اطاعت کو امن الرسول میں سراہا گیا ہے اور پھر بات کو لایکلف اللہ سے اچھی طرح صاف کر دیا گیا۔ اسی کو بعض حضرات نے نسخ سے تعبیر کر دیا ہے اور سلف کے یہاں نسخ کے مفہوم میں توسع تھا تو نسخ مراد کو بھی نسخ کہہ دیا کرتے تھے۔

یحاسبکم بہ اللہ میں حساب و کتاب حشر و نشر کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اس میں منکرین حشر یررد ہے۔ اور امن الرسول میں اصل مقصد تو صحابہ کے ایمان کے مدح و توصیف ہے لیکن آنحضرت ﷺ کے ایمان کو محض تسلی اور اطمینان کی خاطر ملا دیا گیا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کا ایمان بلاشبہ مقبول ہے آپ ﷺ کے خدام کا ایمان بھی مقبول ہے اگرچہ دونوں میں کامل و اکمل ہونے کا فرق اپنی جگہ ہے۔ اس جملہ معترضہ کے بعد پھر اس مضمون سابق کی توضیح آیت لایکلف اللہ میں پوری طرح کی جا رہی ہے۔

دوسرے کے ذریعہ ثواب یا عذاب ہو سکتا ہے یا نہیں؟:..... لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت اور آیت نجم لیس للانسان الا ما سعی اور لا تزر وازرة الخ میں جو ثواب و عذاب کا حصر کیا جا رہا ہے صرف اپنے ہی کئے کا ثواب و عذاب ہوگا اس سے مراد اول ثواب و عذاب کا حصر ہے۔ مطلقاً ثواب و عذاب کا حصر مقصود نہیں ہے کہ نہ دوسرے کے ذریعہ ثواب ہو سکے اور نہ عذاب کی گنجائش ہو۔ چنانچہ من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل علیہا و من سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل علیہا وغیرہ نصوص جن سے دوسرے کے ذریعہ ثواب و عذاب کا ہونا معلوم ہوتا ہے اسی طرح کوئی نیک کام کر کے

اس کا ثواب دوسرے کو بخش دینا اور اس کا ثواب مل جانا یہ سب باتیں اس آیت کے منافی نہیں ہیں اور یہ شبہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان صورتوں میں دوسرے کے اکتساب سے ثواب و عذاب کیسے ہو گیا۔ حالانکہ اس آیت میں تو اس کی نفی کی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ بلا اکتساب دوسرے کی طرف سے ثواب ملنے میں اس آیت کو سامنے رکھ کر چار جواب ہوں گے اور بلا اکتساب عذاب ہونے میں دو توجیہ ہیں ہوں گی۔

بلا اکتساب ثواب ملنے کی چار توجیہ ہیں یہ ہیں (۱) آیت لھا ما کسبت اور لیس للانسان میں اولی طور پر ثواب مراد ہے اور دوسروں کے ذریعہ سے ثواب مل جانا بالواسطہ اور تسبب کے درجہ میں ہوگا۔ اس لئے ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ایک میں بلا واسطہ ثواب مراد ہے اور دوسرے میں بواسطہ، دونوں جمع ہو سکتے ہیں یہ مانعہ الجمع نہیں ہے۔

(۲) تسبب اور دوسروں کے لئے ذریعہ ثواب بن جانا درحقیقت یہ بھی اپنا ہی فعل اختیاری ہے اور اپنے فعل اختیاری پر ثواب کا ملنا اس آیت میں منصوص ہے اس لئے دوسروں کے لئے نیکی کا ذریعہ بن جانا اپنا ہی فعل ہے اور قابل ثواب ہے۔

(۳) دوسرے کی طرف سے ثواب کا بخش دیا جانا اگرچہ موہب لہ کے لئے غیر اختیاری فعل ہے لیکن بواسطہ ہبہ کے ثواب مل رہا ہے جو اس آیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ آیت حصر ابتداء ثواب کا ہے جو بالواسطہ ثواب کے منافی نہیں ہے۔

(۴) کہا جائے کہ اس آیت میں اصل مقصد صرف عذاب کی نفی ہے خود اپنے فعل کے ثواب یا دوسرے کے فعل کے ذریعہ ثواب کی نفی کرنا نہیں ہے اس لئے دوسرے کے ثواب بخش دینے سے ثواب کامل جانا اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

اور بلا اکتساب کے لئے برائی کا ذریعہ بن جانا بھی درحقیقت اپنا ہی فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاری پر عتاب ہوا کرتا ہے اس لئے یہ عذاب بھی باعث اشکال نہیں ہونا چاہیے۔

دعائیہ پیرایہ بیان:..... افعال قلوب غیر اختیاریہ کا ذکر تو کلیاً اور جزویاً دونوں طرح ان تبدوا مافی انفسکم الخ اور لایکلف اللہ میں ہو چکا ہے اور افعال جوارح ظاہری کا ذکر بھی کلیۃً قاعدہ کلیہ ہونے کی وجہ سے اس کے تحت نہ ہو چکا ہے لیکن ضرورت تھی کی جزویاً بھی افعال ظاہرہ کا ذکر کیا جائے۔ اس لئے حق تعالیٰ مع مضامین مناسبہ کے دعائیہ پیرایہ میں ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ جن چیزوں کا ہونا نہ ہونا دونوں شامل ہوں اور جن کا کوئی صریحی وعدہ بھی نہ ہو ان کا دعائیہ پیرایہ میں آنا تو ظاہر ہے لیکن جن کا وقوع یقینی ہو اور وعدہ بھی صریحی منقول ہو جیسے ”رفع عن امتی الخطاء والنسیان“ سے خطاء و نسیان پر مواخذہ نہ ہونا یقینی ہے پھر ان کا دعائیہ پیرایہ میں لانا زمانہ نبوت تک تو اس لحاظ سے ہوگا کہ اے اللہ جس طرح اب تک ہم کو اس کا مکلف نہیں بنایا آئندہ بھی مکلف نہ بنائے اور اس حکم کو منسوخ نہ فرمائے اور زمانہ نبوت کے بعد محض تذکیر ہوگی نعمت سابقہ کی کہ ہمارے فضل کو دیکھو کہ کس طرح ہم نے یہ دعاء سکھلائی اور اس کو قبول کر کے سابقہ حکم باقی رکھا منسوخ نہیں کیا جیسا کہ مفسر علام اشارہ کر رہے ہیں۔

تکلیف مالا یطاق عقلاً جائز ہے:..... رہا یہ شبہ کرنا کہ اگر آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت میں خطاء و نسیان کا عدم مواخذہ منسوخ ہو جاتا تو وہ تکلیف مالا یطاق لازم آتی۔ اور وہ عقلاً جائز نہیں ہے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں لیکن جواب دیا جائے گا کہ عقلاً اس کا محال ہونا مسلم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے اور وہ مالک ہے جس طرح چاہیں حکم دے سکتے ہیں البتہ شرعاً تکلیف مالا یطاق محال ہے جیسا کہ اشاعرہ کی رائے ہے اور وہ امتناع شرعی نسخ کے ذریعہ اٹھ جاتا۔ البتہ اسی طرح یہ شبہ کرنا کہ جب وہ کام ہو ہی نہیں سکتا پھر مکلف بنانے سے کیا فائدہ؟ یعنی تکلیف مالا یطاق قدرت کے تو منافی نہیں ہے البتہ حکمت کے منافی معلوم ہوتا ہے جو اب یہ ہے کہ حکمت کچھ عمل ہی میں منحصر نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں جس طرح ان پر بعض آثار مرتب ہوئے ہیں مثلاً قتل خطاء پر کفارہ نسیان کا مفسد نماز ہونا۔ اسی طرح آخرت میں بھی بعض آثار مرتب ہوتے۔ مثلاً اللہ کا مالک اور بندہ کا مملوک ہونا ظاہر کرنے کے لئے اس پر

محاسبہ کیا جاتا اور پھر معذرت کے بعد معافی ہو جاتی۔ سو یہ عملی افادہ ایک بہت بڑی حکمت ہے اور عملی فائدہ یہ کہ مثلاً خطا و نسیان اسی طرح و مساوس و خطرات کے جتنے مراتب معاف کئے گئے ہیں ممکن ہے بعض ان میں اختیاری ہوں اس لئے ان کے مکلف بنانے میں کوئی اشکال نہیں تھا۔ چنانچہ حدیث عن امتی کو قید سے کچھلی امتوں کا بعض مراتب میں مکلف ہونا خود مفہوم ہوتا ہے ورنہ تمام امتوں سے تکلیف مالا یطاق کی نفی تو صرف دو لفظ نفساً سے سمجھ میں آرہی ہے۔

تکلیف مالا یطاق سے کیا مراد ہے؟..... آیت میں زائد از طاقت جن کاموں کی نفی کی گئی ہے ان سے مراد یہ ہیں مثلاً اجتماع الضدین کی تکلیف دی جاتی یا کسی جاندار کو بنانے یا ہوا میں اڑانے کا مکلف کیا جاتا یا بحالت بیماری نماز کے قیام اور وضو پر مجبور کیا جاتا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح الاوسعہا میں قدرت میسرہ مراد ہے جس کو مدار احکام بنایا گیا ہے قدرت ممکنہ مراد نہیں ہے ورنہ انسان ایک دن میں پانچ نمازوں سے زائد اور سال بھر میں ایک ماہ سے زائد روزوں کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے لیکن باعث سہولت نہیں بلکہ دقت کا باعث ہوتی۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہو گئیں بعض کی قبولیت تو ظاہر ہے لیکن بعض کی قبولیت میں اگر شبہ ہو تو یہ خیال کر لینا چاہئے کہ کسی ظاہری یا باطنی مصلحت سے کسی وقت اگر عدم قبولیت ہی نافع ہو تو وہ عدم قبولیت بھی قبولیت ہی ہے کیونکہ خود قبولیت مقصود اصلی نہیں ہے۔ اصل مقصد تو مصلحت ہوتی ہے وہ جس صورت میں بھی ہو قبولیت یا عدم قبولیت کے لحاظ سے جن مضامین سے سورت شروع ہوئی تھی ان ہی مضامین پر سورت کا اختتام بھی ہو رہا ہے۔ کفار کے مقابلہ میں نصرت محاجہ لسانی، غلبہ سنانی دونوں میں مطلوب ہے اور یہی حاصل ہے آئندہ سورۃ آل عمران کا (ملخصاً من البیان)

ان تبدوا مافی انفسکم میں افعال قلوب کے حکم کی تحقیق ہے لانفرق بین احد انبیاء کی طرح اولیاء میں بھی تفریق نہیں کرنی چاہئے کہ ایک پر اعتقاد رکھے اور دوسرے پر نہ رکھے۔ لایکلف اللہ میں دلالت ہے کہ مجاہدہ میں سالک کے حال کی رعایت ہونی چاہئے۔ امن الرسول میں باوجود آنحضرت ﷺ کے کامل الایمان بلکہ اکمل الایمان ہونے کے کمال مزید کی ترغیب دینے سے معلوم ہوا کہ ترقی کی کوئی انتہا نہیں ہے لایکلف اللہ سے معلوم ہوا کہ تجلیات کا ورود بھی بقدر استعداد ہوتا ہے جس سے طالب تنگ دل نہ ہو جائے (مسائل السلوک)

قد تمت سورۃ البقرۃ بحمد اللہ - وتلیہا سورۃ آل عمران انشاء اللہ



سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ

سورۃ ال عمران مدنیۃ وہی مائتا ایۃ

ترجمہ:..... سورۃ آل عمران مدنیہ ہے، اس میں دو سو آیات ہیں

تحقیق و ترکیب:..... سورۃ ال عمران مبتدا ہے اور مدنیۃ خبر اول ہے اور مائتا آیۃ دوسری خبر ہے یعنی ہجرت کے بعد یہ سورت نازل ہوئی ہے خواہ مدینہ کے علاوہ دوسری جگہ نازل ہوئی ہو۔ اور عمران کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد مراد ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت مریم کے والد ہیں۔ چنانچہ اس سورت میں حضرت مریم و عیسیٰ کا ذکر اس بات کا قرینہ ہے۔ اول صورت میں آل عمران سے مراد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہونگے اور دوسری صورت میں حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام مراد ہوں گے دونوں عمر انوں کے درمیان اٹھارہ سو سال کا فاصلہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ:..... شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں۔

الْم ﴿۱﴾ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذٰلِكَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ الْكِتٰبَ الْقُرْآنَ مُتَلَبِّسًا بِالْحَقِّ بِالصِّدْقِ فِيْ اَخْبَارِهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ اَيُّ قَبْلُ تَنْزِيْلِهِ هُدًى حَالٌ بِمَعْنٰى هَادِيْنٍ مِنَ الضَّلٰلَةِ لِلنَّاسِ مِمَّنْ تَبِعَهُمَا وَعَبَّرَ فِيْهِمَا بِاَنْزَلَ وَفِي الْقُرْآنِ بِنَزْلِ الْمُقْتَضٰى لِلتَّكْرِيْرِ لِاَنْهُمَا اُنْزِلَا دَفْعَةً وَاِحْدَةً بِخِلَافِهِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ بِمَعْنٰى الْكِتٰبِ الْفَارِقَةَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَذَكَرَ بَعْدَ ذِكْرِ الثَّلَاثَةِ لِيَعْمَ مَا عَدَاهَا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَايَاتِ اللّٰهِ الْقُرْآنِ وَغَيْرِهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهِ فَلَا يَمْنَعُهُ شَيْْءٌ مِنْ اِنْجَاذِ وَعِيْدِهِ وَوَعْدِهِ ذُوْ اَنْتِقَامٍ ﴿۴﴾ عُقُوْبَةٌ شَدِيْدَةٌ مِمَّنْ عَصَاهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى مِثْلِهَا اَحَدٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْْءٌ كَاٰتِنٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۵﴾ لِيَعْلِمَهُ بِمَا يَقَعُ فِي الْعَالَمِ مِنْ كُلِّى وَجُزْءٍ يَّ وَخَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِاَنَّ

الْحَسَّ لَا يَتَجَاوَزُهُمَا هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۗ مَنْ ذُكُّورًا وَأُنْثَىٰ وَيَبْيَضُّ
 وَسَوَادٌ وَغَيْرِ ذَلِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ فِي مُلْكِهِ الْحَكِيمُ ﴿۶﴾ فِي صُنْعِهِ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ
 الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَأَضْحَاتُ الدَّلَالَةِ هُنَّ أُمَّ الْكِتَابِ أَصْلُهُ الْمُعْتَمَدُ عَلَيْهِ فِي الْأَحْكَامِ وَأُخْرُ
 مُتَشَبِهَاتٌ ۗ لَا يُفْهَمُ مَعَانِيهَا كَأَوَائِلِ السُّورِ وَجَعَلَهُ كُلَّهُ مُحْكَمًا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى أَحْكَمْتَ آيَاتِهِ بِمَعْنَى أَنَّهُ
 لَيْسَ فِيهِ عَيْبٌ وَمُتَشَابِهًا فِي قَوْلِهِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا بِمَعْنَى أَنَّهُ يَشْبَهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي الْحُسْنِ وَالصِّدْقِ فَأَمَّا
 الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ مِيلٌ عَنِ الْحَقِّ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ طَلَبِ الْفِتْنَةِ لِيُجْهَلِيَهُمْ لَوْ قَرَعَهُمْ
 فِي الشُّبُهَاتِ وَاللَّبْسِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ تَفْسِيرِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الثَّبَاتِ
 الْمُتَمَكِّنُونَ فِي الْعِلْمِ مُبْتَدَأُ حَبْرُهُ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ لَا بِيَأْتِيهِمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَلَا نَعْلَمُ مَعْنَاهُ كُلٌّ مِنْ
 الْمُحْكَمِ وَالْمُتَشَابِهِ مَنْ عِنْدَ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ بِإِدْغَامِ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الدَّالِ أَيْ يَتَّعِظُ إِلَّا أَوْلُو
 الْأَلْبَابِ ﴿۷﴾ أَصْحَابُ الْعُقُولِ وَيَقُولُونَ أَيْضًا إِذَا رَأَوْا مَنْ يَتَّبِعُهُ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا تَمْلِكُنَا عَنِ الْحَقِّ
 بِابْتِغَاءِ تَأْوِيلِهِ الَّذِي لَا يَلِيقُ بِنَا كَمَا أَرَزَعْتَ قُلُوبَ أَوْلِيكَ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا أَرْشَدْنَا إِلَيْهِ وَهَبْ لَنَا مِنْ
 لَدُنْكَ مِنْ عِنْدِكَ رَحْمَةً ۗ تَثْبِيثًا إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ يَا رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ تَجْمَعُهُمْ
 لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ هُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ فَتُجَازِيَهُمْ بِأَعْمَالِهِمْ كَمَا وَعَدْتَ بِذَلِكَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ
 وَعْدَهُ ﴿۹﴾ مُوَعَدَهُ بِالْبَعْثِ فِيهِ النِّفَاتُ عَنِ الْخَطَابِ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مِنْ كَلَامِهِ تَعَالَى وَالْغَرَضُ مِنَ
 الدُّعَاءِ بِذَلِكَ بَيَانُ أَنَّ هَمَّهُمْ أَمْرُ الْآخِرَةِ وَلِذَلِكَ سَأَلُوا الثَّبَاتَ عَلَى الْهِدَايَةِ لِيَسْأَلُوا ثَوَابَهَا رَوَى الشَّيْخَانِ
 عَنْ عَائِشَةَ ۗ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ
 مُحْكَمَاتٌ إِلَى آخِرِهَا وَقَالَ فَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَى اللَّهُ تَعَالَى
 فَاحْذَرُوهُمْ وَرَوَى الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي إِلَّا لَثْلَ حِلَالٍ وَذَكَرَ مِنْهَا أَنْ يُفْتَحَ لَهُمُ الْكِتَابُ فَيَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ يَتَّبِعِي تَأْوِيلَهُ
 وَلَيْسَ يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أَوْلُو
 الْأَلْبَابِ الْحَدِيثُ -

ترجمہ:..... الف۔ لام۔ میم (اس کے حقیقی مراد تو اللہ ہی کو معلوم ہے) اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود بنانے کے
 لائق نہیں ہے اور وہ زندہ اور سب چیزوں کو سنبھالنے والے ہیں۔ انہوں نے آپ کے پاس (اے محمد) کتاب (قرآن) بھیجی ہے

در آنحالیکہ وہ لئے ہوئے ہے) واقعت (صدقت اخبار) کو اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے (کتابیں) نازل ہو چکی ہیں اور اللہ نے نازل فرمائیں تھیں تورات و انجیل اس سے پہلے (یعنی نزول قرآن سے پہلے) ہدایت کے واسطے (ہدئی حال ہے یعنی ہادی ہیں گمراہی کے لئے) لوگوں کی (جو ان کا اتباع کر لے۔ تورات و انجیل کو لفظ انزل سے اور قرآن کریم کو لفظ نزل سے تعبیر فرمایا ہے جو مقتضی تکرار ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تورات و انجیل دونوں کتابیں ایک دم نازل ہوئیں۔ بخلاف قرآن کے) اور اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے فیصلہ کن چیز کو (یعنی جو کتابیں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن ہیں۔ اور تینوں کتابوں کے بعد اس لفظ کا ذکر اس لئے کیا ہے تاکہ ان تینوں کے علاوہ بھی سب کو شامل ہو جائے) بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات (قرآن وغیرہ) کے منکر ہیں ان کے لئے سزائیں سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہیں (اپنے کام پر غلبہ والے ہیں ان کو وعدہ وعید کے پورا کرنے سے کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے) اور بدلہ لینے والے ہیں (سخت سزا دینے والے ہیں نافرمانوں کو کسی کو ایسی سزا پر قدرت حاصل نہیں ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان میں (عالم میں جو کئی یا جزئی واقعہ ہوتا ہے اس کا علم حق تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کی تخصیص اس لئے کی کہ عالم حس ان سے آگے متجاوز نہیں ہے) وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری شکل و صورت بناتا ہے رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے (نریامادہ سفید یا سیاہ وغیرہ) کوئی لائق عبادت نہیں ہے بجز اس کے۔ وہ غالب ہیں (اپنے ملک میں) حکمت والے ہیں (اپنی کارگیری میں) وہ ایسے ہیں کہ نازل کی آپ پر ایسی کتاب کہ جس میں ایک حصہ ایسی آیات کا ہے جو اشتباہ مراد سے محفوظ ہے (واضح الدلالة) ہے اور یہی آیات مدار اصلی ہیں (احکام میں ان ہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے) اور دوسری آیات مشتبه المراد ہیں (کہ ان کے معانی مفہوم ہی نہیں ہوتے جیسے مقطعات قرآنیہ لیکن آیت احکمت ایاتہ میں پورے قرآن کو باین معنی محکم کہا گیا ہے کہ اس میں کہیں عیب نہیں ہے۔ اور دوسری آیت کتابا متشابہا میں کل قرآن کو متشابہ کہا گیا ہے یعنی حسن اور صدق میں سب آیات ایک جیسی ہیں) سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی (حق سے اعراض) ہے۔ وہ تو اس کے اس حصہ کی طرف ہو لیتے ہیں جو مشتبه المراد ہے تلاش (جستجو) کرنے کے لئے شورش کی (شبہات والتباس کی بھنور کہ جس میں وہ متبلا ہیں) اور اس (مشتبه المراد) کا مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے حالانکہ اس کا مطلب بجز (تنہا) اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ پختہ کار (مضبوط جہے ہوئے) ہیں علم میں (یہ مبتداء ہے اس کی خبر آگے ہے) وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں (یعنی متشابہ کے منجانب اللہ ہونے پر اگرچہ ہم اس کے معنی نہیں جانتے) سب آیات (ظاہر المعنی اور خفی المعنی) ہمارے پروردگار کی جانب سے ہیں اور نصیحت کی بات قبول نہیں کرتے (بذکر دراصل یتذکر تھا تا کو ذال کیا اور ذال کو ذال میں ادغام کر دیا بمعنی یتعظ) بجز دانشمندیوں کے جو ارباب عقل ہیں وہ یوں بھی کہتے ہیں کہ جب کسی کو اس کا اتباع کرتے دیکھتے ہیں کہ (خدایا ہمارے دلوں کو کج نہ ہونے دیجئے) (ایسا کہ حق سے پھر جائے نامناسب تا ویلیس کر کے جیسا کہ ان یہود کے دل آپ نے پھیر دیئے ہیں) اس کے بعد کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اس طریق کی طرف رہنمائی فرما چکے ہیں) اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمادے دیجئے (ثابت قدمی) یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوگا۔ (دربارہ قیامت اس جملہ میں خطاب سے غیبیہت کی طرف التفات فرمایا گیا ہے اور ممکن ہے یہ بھی منجملہ کلام الہی ہو اور خاص اس دعاء کی غرض یہ ہے کہ آخرت کا ان لوگوں کی غرض اصلی ہونا معلوم ہو جائے۔ اسی لئے ہدایت پر ثبات قدمی کی دعا مانگی ہے تاکہ اس کا ثواب حاصل کر سکیں۔ شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ھو الذی انزل علیک الکتب منہ آیت محکمات الی اخرھا تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ وہ متشابہ آیات کے درپے ہو رہے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر حق تعالیٰ اس آیت میں فرما رہے ہیں اس لئے ان سے بچنے کی کوشش کرو۔ اور طبرانی نے کبیر میں ابو مالک اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ”میں اپنی امت پر بجز تین باتوں کے کسی بات کا اندیشہ نہیں کرتا

ہوں مجملہ ان کے ایک بات آپ نے یہ فرمائی لوگوں کے سامنے قرآن کھولا جائے گا لیکن مسلمان اس کی تاویل کے درپے ہوں گے حالانکہ اس کی تاویل بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور راہنہ فی العلم تو یہی کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت کی بات اہل حق ہی قبول کیا کرتے ہیں۔ (الحديث)

تحقیق و ترکیب:..... بالحق سے پہلے متلبسا اس طرف مشیر ہے کہ بالحق موضع حال میں ہے اور باسبب ہے۔ بین یدیدہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے سامنے کے معنی ہیں۔ آگے اور پیچھے دونوں زمانوں میں مجازاً اطلاق ہوتا ہے چنانچہ یہاں زمانہ ماضی کے اخبار مراد ہیں۔ انزل باب افعال اور تفعیل دونوں متعدی کرنے کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کے لئے تنزیل اور تورات و انجیل کے لئے انزال یا تو صرف تفسیر عبارت کے لئے ہے اور یا اس فرق کے لئے ہے کہ اول مفید تکرار ہوتا ہے اور دوسرا مفید نہیں ہوتا۔ الفرقان تعظیم بعد التخصیص کے طریقہ پر زبور وغیرہ تمام کتابیں مراد ہیں۔ اور یا قرآن ہی کو خصوصی وصف کے ساتھ فرقان کہا گیا ہے لانسہ فارق بین الحق و الباطل۔ و بین الحلال و الحرام اور یا ان سے قوت عاقلہ لی جائے کہ اس سے بھی حق و باطل کے درمیان امتیاز ہوتا ہے گویا قرآن قوت فاعلہ ہے اور عقل قوت قابلہ ہے۔ ذوالانتقام تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔

ان اللہ لایخفی یہ جواب ہے ان کے اس قول کا کہ عیسیٰ اللہ یعلم الامور حاصل جواب یہ ہے کہ الوہیت کے یہ لوازم حضرت عیسیٰ میں منتہی ہیں اور انشاء لوازم مستلزم ہوتا ہے انشاء ملزوم کو لہذا ان کی الوہیت غیر مسلم ہے۔

فی الارض۔ کائن محذوف کے متعلق ہے اور صفت ہے شیء کی محکمت یعنی جس کی عبارت اجمال و اشتباہ سے محفوظ ہو۔ اب اس میں ظاہر نص، مفسر، محکم اقسام اربعہ داخل ہو جائیں گی ام الكتاب۔ آیات محکمات جمع ہیں اور ام الكتاب مفرد ہے اشارہ اس طرف ہے کہ مجموعہ آیات بمنزلہ آیت واحدہ کے ہیں۔ اور جلال محقق اسی اشکال کی توجیہ لفظ اصل نکال کر کر رہے ہیں کہ ام کے معنی اصل کے ہیں اور اصل کا اطلاق مفرد اور متعدد دونوں پر ہوتا ہے۔ متشابہات مقصود قرآن کریم کا جب ہدایت و ارشاد ہے تو تمام قرآن ہی محکم ہونا چاہئے تھا کوئی حصہ بھی متشابہ نہ ہوتا لیکن قرآن کریم چونکہ اسلوب عرب پر نازل ہوا ہے اور عربی اسلوب میں مجاز، کنایہ، تلمیح وغیرہ کی تعبیریں بھی داخل ہیں اس لئے بعض حصہ کلام متشابہ بھی ہوا۔ مفسر علام نے تین آیات جمع کر کے جو اشکال پیش کیا حاصل اس کا یہ ہے کہ ان تینوں آیات میں بظاہر تعارض ہے ایک آیت میں پورے قرآن کا محکم اور دوسری میں پورے قرآن کا متشابہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس آیت میں قرآن کا محکم اور متشابہ دونوں حصوں پر مشتمل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کی صحت اور تطبیق کا حاصل یہ ہے کہ ان تینوں آیات میں محکم اور متشابہ کے معانی علیحدہ علیحدہ ہیں اس لئے کوئی تعارض نہیں ہے۔

ابن عباس کا ارشاد ہے کہ قرآن کی آیات چار طرح کی ہیں (۱) کوئی بھی ان سے ناواقف نہیں رہ سکتا جیسے قل هو اللہ احد (۲) اس کے معانی سمجھنے کے لئے لغات القرآن سے واقفیت کی ضرورت ہے جیسے ہی عصای اتو کوا علیہا واہش بہا علی غنمی (۳) علمائے راہنہ جن کے معانی جانتے ہوں (۴) اس کے معانی صرف اللہ کو معلوم ہیں۔

متشابہ آخر کی دو قسموں میں داخل ہے اور محکم اور متشابہ آیات کے لانے میں حکمت یہ ہے کہ محکم کے معانی اگرچہ مفہوم ہیں لیکن مماثلت لفظی سے لوگوں کا عجز ظاہر ہوتا ہے اور متشابہ لانے میں معنوی اور لفظی دونوں طرح کے عجز پیش نظر ہوتے ہیں۔

الا اللہ اکثر صحابہ اور قرآن مثلاً ابن عباس، عائشہ، مالک، بن انس، حسن، کسائی، ابو حنیفہ رحمہم اللہ۔ اللہ پر وقف کرتے ہیں چنانچہ والراسخون کی قرأت و اوستینافیہ کے ساتھ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ اور بعض حضرات مثلاً مجاہد، ربیع ابن انس، اکثر معلمین معتزلہ فی العلم پر وقف کرتے ہیں۔ چنانچہ مجاہد و ضحاک کی روایت ابن عباس سے یہی ہے اور علامہ نے اس کو اصح کہا ہے علامہ ابن حاجب

نے بھی اس کو مختار کہا ہے۔ لیکن امام الحرمین اول تاویل کی طرف مائل تھے اور بعد میں اتباع سلف کرتے ہوئے متشابہ کے معانی سے ترک تعرض کر لیا۔ اور ابن اصلاح نے تو اس طریقہ کا اتباع کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ علی ذالک مضی صدر الامۃ و ساداتہا و اختار ائمة الفقہاء و الحدیث۔ و الراسخون اگر الا اللہ پر وقف کیا جائے تو یہ مبتداء ہے ورنہ یہ حال ہوگا۔ ای الراسخون یعلمون تاویلہ حال کونہم قائلین ذلک اور جملہ متانفہ بھی ہو سکتا ہے جو موضح حال ہو۔ بقول شارح جامی اما الذین فی قلوبہم زیغ کا معطوف امانانیہ مجذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے و اما الذین لیس فی قلوبہم زیغ فیبعون المحکمات۔

من عند ربنا صرف من ربنا نہیں کہا بلکہ آیات متشابہ پر ایمان لانا مزید تاکید کا مقتضی تھا اس لئے لفظ عند بڑھا دیا۔ یاربنا جلال مفسر نے یہاں حرف ندا کا اضافہ اس لئے کر دیا کہ معنی دعاء واضح ہو جائے بر خلاف اول کے کہ وہاں پہلے ہی دعائیہ معنی ظاہر تھے امام رازی کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ بھی راسخون فی العلم کی دعاء کا نتیجہ ہے۔ انک انت الوہاب سے قاضی بیضاوی نے مستنبط کیا ہے کہ ہدایت و گمراہی دونوں منجانب اللہ ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ اللہ کا انعام بندوں پر محض اس کا فضل ہے۔ اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔ فیہ التفات یعنی پہلے انک جامع میں خطاب کا صیغہ استعمال کیا تھا اور اب ان اللہ میں اسم صریحی استعمال کر لیا جو حکم میں غائب کے ہوتا ہے۔ اور التفات اسی کو کہتے ہیں کہ مقتضی ظاہر کے خلاف عبارت لائی جائے خواہ پہلی تعبیر اس کے برخلاف ہو جیسا کہ جمہور اہل معانی کی رائے ہے یا یہ عام رکھا جائے کہ پہلے کوئی تعبیر ہوئی یا نہ ہوئی جیسا کہ سکا کی کی رائے ہے و یحتمل ان یکون یعنی لوگوں کی دعا انک جامع الناس کی تصدیق و تاکید کے لئے حق تعالیٰ یہ جملہ ارشاد فرما رہے ہیں اور والغرض سے مفسر علام نے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بظاہر تو یہ محض جملہ خبریہ ہے مگر مقصود دعاء ہے۔

رابطہ: پہلی سورۃ سورۃ بقرہ کو انصرنا علی القوم الکافرین پر ختم کیا گیا تھا جس کا حاصل مجاہدہ لسانی و سنانی میں غلبہ نکلتا تھا۔ اس پوری سورت کا حاصل بھی یہی خلاصہ مضمون ہے لیکن اس مجاہدہ کی ضرورت نوبت محض اس لئے آئی کہ دین کے بنیادی مسئلہ توحید میں اختلاف تھا۔ اس لئے مضمون توحید ہی سے سورت کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد نزل علیک میں قرآن کی حقانیت کا اثبات ان الذین کفروا میں منکرین کے لئے وعید اور ان اللہ لا یخفی الخ میں توحید کا تمہ اور هو الذی انزل الخ میں قرآن اور اس کے سننے والوں کی دو قسمیں پھر آگے ربنا الخ سے حق پرستوں کی قوی اطاعت یعنی دعاء کا بیان ہے۔

شان نزول: ابن جریر اور محمد بن اسحاق وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے اور یہ متعدد روایتیں انفرادی طور پر اگرچہ کچھ کم درجہ ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ نجران جو مدینہ سے چند منزل فاصلہ پر ایک جگہ ہے وہاں سے ساٹھ افراد پر مشتمل نصاریٰ کی ایک جماعت جن کالات پادری عبد اسح اور اس کا وزیر ابہم اور پوپ اعظم ابو حارثہ بن علقمہ تھے۔ اس پوپ کی شاہ روم کے یہاں بڑی عزت و توقیر تھی اور کلیسائے عرب کی سیادت بھی اسی کو حاصل تھی۔ غرض کہ یہ جماعت مدینہ طیبہ حاضری کے لئے نکلی کہ ابو حارثہ کے خچر نے ایک ٹھوکر کھائی جس پر اس کے بھائی کز ز کی زبان سے نکلا کہ ہم جہاں جا رہے ہیں وہ بڑا کمبخت معلوم ہوتا ہے لیکن ابو حارثہ نے اس پر خفگی کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ جس شخص کے پاس ہم جا رہے ہیں واللہ وہ نبی ہے جس کی بشارت حضرت موسیٰ نے تورات میں دی اور حضرت مسیح بھی مصلوب ہونے کے وقت اس کی بشارت دے گئے۔ حضرت مسیح اور یوحنا سے لے کر اب تک ان کا انتظار تھا۔

اس پر کز ز کہنے لگا کہ پھر آپ اس کے دین کو کیوں نہیں قبول کر لیتے؟ حارثہ کہنے لگا کہ پھر بادشاہ کا تقرب اور عزت و دولت سب

خاک میں مل جائے۔

غرضکہ یہ سب مناظرہ کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور چونکہ الوہیت مسیح اور انبیت مسیح اور تثلیث کے قائل تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان تینوں عقائد کو باطل کرنے کے لئے اور حضرت مسیح کی بندگی ثابت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ (۱) اللہ اس کی بات سے پاک ہے کہ وہ نو مبینے رحم مادر میں رہ کو خون پیپ سے پرورش پائے، اور پھر پیدائش کے بعد کھائے پیئے اور بقول عیسائی سولی پر لٹکایا جائے اور تڑپ تڑپ کر جان دیدے۔

(۲) باپ بیٹے میں مماثلت ہونی چاہئے حالانکہ کوئی چیز بھی خدا کے مماثل نہیں ہے۔ (۳) اور اگر اب بھی دل میں کچھ کھٹک ہو اور اطمینان نہ ہو تو میں مبالغہ کے لئے تیار ہوں۔ غرضکہ لاجواب ہو کر انہوں نے آپ سے مہلت مانگی اور کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ شخص اللہ کا رسول ہے اس سے مبالغہ کا انجام ہمارے حق میں نہایت تباہ کن ہوگا اس لئے آپ سے ایک معتد بہ مقدر جزئیہ پر صلح ہوگئی اور اس کو منظور کر کے واپس ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں آیات **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** نازل ہوئیں۔

نیز اس وفد نے آپ پر یہ اعتراض بھی کیا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ نہیں کہتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک کہتے ہیں اسی طرح انہوں نے کہا کہ آپ اللہ کے لئے متکلم مع الغیر کے صیغے استعمال کرتے ہیں مثلاً **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** قسمنا اس سے ہماری باتوں کی صحت ثابت ہونی ہے چنانچہ اس پر **هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ الْخَبْرَ** سے لے کر تقریباً اسی (۸۰) یا اس سے کچھ اوپر آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾: عیسائیوں کی تثلیث کا رد: آیت **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** الحی القیوم میں عیسائیوں کے مذکورہ تینوں عقیدوں کا ابطال کر دیا گیا ہے کیونکہ توحید حقیقی کے منافی دونوں صورتیں ہیں خواہ مستقلاً مریم، عیسیٰ، اللہ کو اقانیم ثلاثہ مانا جائے یا مرکب کر کے واحد اعتبار قرار دیا جائے۔ بہر صورت یہ عقیدہ وحدت حقیقیہ کے منافی ہے۔ پھر ”حی و قیوم“ کہہ کر دلیل عقلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو چیز ازلاً وابداً موجود نہ ہو بلکہ خود اپنی حفاظت میں بھی دوسروں کی محتاج ہو وہ الوہیت کی عزت سے کیسے ہمکنار ہو سکتی ہے کیونکہ بندگی اور عبادت کہتے ہیں غایت تذلل کو اور غایت تذلل اسی کے سامنے کیا جاسکتا ہے جس کو غایت عزت نصیب ہو۔ اور غایت عزت اسی کا حصہ ہوتا ہے جس میں غایت کمال ہو لیکن حیات اور قیومیت سے محروم ہو کر دوسروں کا محتاج ہونا یہ انتہائی نقص ہے جو انتہائی عزت کے منافی ہے۔ اس لئے ناقص ذات الوہیت کی انتہائی عزت کی سزاوار کس طرح ہو سکتی ہے؟ اثبات توحید کے بعد نبوت و وحی اور قرآن کی حقانیت کا اثبات کیا جا رہا ہے۔

پادریوں کا استدلال: رہا عیسائیوں کا ”کلمۃ اللہ“ اور ”روح اللہ“ وغیرہ الفاظ سے عقیدہ انبیت پر استدلال کرنا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ الفاظ خفی المراد ہیں۔ حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی میں مستعمل ہیں۔ چنانچہ بیٹے کا اطلاق جس طرح حقیقی بیٹے پر ہوتا ہے دوسرے شخص کو بھی پیار اور لاڈ میں مجازاً ایسا کہہ دیا جاتا ہے۔ عیسائی ایسے ہی مجاز کی آڑ لے کر حقیقت کی وادیوں میں بھٹک گئے ہیں لیکن دینی عقائد کا مدار اور مذہبی عمارت کی بنیاد صاف اور صریح الفاظ پر ہوتی ہے جن کو محکمات کہنا چاہئے مبہم اور غیر صریح الفاظ کو ان ہی واضح اور کھلے لفظوں کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ چنانچہ ”کلمۃ اللہ“ اور ”روح اللہ“ میں قواعد شرعیہ و عقلیہ پر نظر کرتے ہوئے مجازی معنی یہ لئے جائیں گے **ذُو رُوحٍ مَسْبُوبٍ وَجُودِهِ عَنِ امْرِ اللَّهِ وَكَلِمَتِهِ** اور یہی تاویل حق اور صحیح ہوگی۔

بچی اور بچی سمجھ کے لوگ:..... قرآن کریم کی تعلیم دو اصولی قسموں پر مشتمل ہے محکم اور متشابہ۔ اول سے مراد وہ مطالب ہیں جو اصلی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً توحید، رسالت، اوامر نواہی، حلال، حرام اور متشابہ سے مراد وہ حقائق اور مطالب ہیں جن کا ماوراء عقل سے تعلق ہے اور انسانی حواس ان کا ادراک نہیں کر سکتے۔ مثلاً خدا کی ہستی، اس کی صفات، مرنے کے بعد کی زندگی، آخرت کے احوال و احوال، جب یہ چیزیں انسانی عقل و شعور کی گرفت سے باہر ہیں تو ناگزیر ہے کہ ان کے لئے پیرایہ بیان تشبیہ و مجاز اور ابہام اصل اور ہدایت و عمل کے لئے کافی سمجھتے ہیں متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے۔ متشابہات کو خلاف عقل نہیں مگر ماوراء عقل ضرور ہوتے ہیں۔ انسان ان پر یقین کر سکتا ہے لیکن حقیقت نہیں پاسکتا، کیونکہ انسانی عقل کی پہنچ سے وہ باہر ہوتے ہیں اس لئے وہ اللہ کے کلام پر ایمان لے آتے ہیں اس سے آگے قدم بڑھانا نہیں چاہتے۔ لیکن جن لوگوں کی سمجھ میں کچی ہوتی ہے وہ متشابہ کو اصل سرمایہ سمجھتے ہیں اور ایمان و یقین جیسی محکمت کے لئے فتنہ کا سر و سامان کر لیتے ہیں۔

محکم و متشابہ کی تحقیق:..... محکم احکام سے مشتق ہے۔ مضبوط بنیاد کو کہتے ہیں کتاب احکمت ایاتہ محکم بمعنی ممنوع کہ ایک احتمال متعین کرنے کے بعد دوسرے احتمال کو روک دیا جاتا ہے حاکم جو ظلم سے روکتا ہے۔ حکمت لایعنی باتوں سے روکتی ہے۔ اور متشابہ کہتے ہیں ہم شکل کو اسی لئے دو چیزوں کے آپس میں ملنے کو بھی کہتے ہیں۔ کتابا متشابہا یہی لغوی معنی مراد ہیں۔ اصولیوں کے نزدیک محکم ایسے لفظ کو کہتے ہیں جس میں نہ دوسرے معنی کا احتمال ہو اور نہ نسخ کا۔ اور اس کے مقابل کو متشابہ کہتے ہیں۔ گویا ایک ظہور کے انتہائی آخری مقام پر ہوتا ہے اور دوسرا انخفاء کے آخری درجہ پر۔

(۱) اور بعض کی رائے ہے کہ محکم کہتے ہیں جس کی مراد ظہور یا تاویل کے ذریعہ سے معلوم ہو سکے۔ اور متشابہ کی مراد کا پتہ چلنا کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا جیسے قیام قیامت، دجال کا نکلنا، حرف مقطعات۔ (۲) اور بعض کے نزدیک محکم میں صرف ایک تاویل کی گنجائش ہوتی ہے اور متشابہ میں چند وجوہ محتمل ہوتی ہیں۔ (۳) اور بعض کہتے ہیں کہ محکم نسخ ہوتا ہے۔ اور متشابہ منسوخ کو کہتے ہیں۔ (۴) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ محکم میں تکرار الفاظ نہیں ہوتا اور متشابہ میں تکرار الفاظ ہوتا ہے۔ (۵) اور بعض کا خیال ہے کہ محکم معقول المعنی اور متشابہ غیر معقول المعنی کو کہتے ہیں۔ مثلاً نماز میں تعداد رکعات یا اوقات مخصوصہ کا ہونا، روزوں کی فرضیت صرف رمضان کے ساتھ مخصوص ہونا۔ (۶) اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ محکم فرائض، وعد اور وعید کو کہتے ہیں اور متشابہ قصص و امثال کو۔ (۷) علی ہذا بعض علماء کے الفاظ یہ ہیں کہ محکم ان احکام کو کہتے ہیں جو اللہ نے تمام کتابوں میں عام طور پر نازل فرمائے ہوں جیسے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم الخ یا وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ الخ اور متشابہ جو حکم قرآن کے ساتھ مخصوص ہو۔ غرضیکہ علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں محکم اور متشابہ کے سلسلہ میں سترہ (۱۷) قول نقل کئے ہیں۔

مشتبہ المراد کی دو صورتیں:..... متشابہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کہ جن کے معانی نہ لغت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور نہ مراد متکلم کا پتہ چل سکتا ہے جیسے مقطعات قرآنیہ۔ چنانچہ کھلی عَص، طہ، حم عسق، وغیرہ الفاظ کے معانی کا پتہ نہ لگتا چل سکتا ہے اور نہ مراد متکلم کے جاننے کی کوئی یقینی اور قطعی راہ ہے۔ دوسری قسم ان الفاظ کی ہے جن کے لغوی معانی تو معلوم ہوں لیکن مراد متکلم و تحقیق مشکل ہو۔ مثلاً آیات صفات۔ الرحمن علی العرش استوی، ولتصنع علی عینی، کل شیء ہالک الا وجہہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ والسموات مطوَّیّت، علی ما فرطت فی جنب اللہ، یوم یکشف عن ساق، وهو القاهر فوق عبادہ، نحن اقرب الیہ من جبل الوریث، وفی انفسکم افلا تبصرون، واللہ بکل شیء محیط، وحاء ربک، یوم یاتی عند

ربك، من دون الله، اينما تولوا فثم وجه الله، وهو معكم اينما كنتم، ونفخت فيه من روحي، سنفرغ لكم ايها الثقلان، الله نور السموات والارض، وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة، يابقول امام رازي وہ آیات بھی جن میں اغراض نفسانیہ، رحمت و غضب حیا، مکر اور استہزاء وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔

معتزلہ اور شوافع کے نزدیک تشابہات کی تاویل راسخون فی العلم کو معلوم ہوتی ہے اسی لئے وہ الا اللہ پر وقف نہیں کرتے۔ بلکہ الراسخون فی العلم پر وقف کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کی تاویل کسی کو بھی معلوم نہیں ہوگی تو ناخ منسوخ، حلال حرام کی شناخت کیسے ہو سکے گی۔ لیکن اکثر صحابہ، اہل سنت حنفیہ کی رائے اس کے خلاف ہے۔

تشابہات کی حکمت: اور تشابہات آیات کے نازل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ علمائے راہین کا اس میں امتحان ہے کہ آیا وہ اپنی طبعی رفتار کے مطابق اس میں بھی گھسنے کی کوشش کرتے ہیں یا اپنی خواہش کے خلاف عقلی ہتھیار ڈال کر تسلیم و انقیاد کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی لئے متقدمین کا مذاق ظواہر نصوص کو بلا چون چرا اور بلا تفتیش کیفیت وغیرہ مان لینا ہے لیکن علمائے متاخرین کو فلسفیانہ جدت طرازیوں، اور فساد طبائع کا لحاظ کرتے ہوئے تاویل اور مجاز کا دروازہ کھولنا پڑا ہے تاکہ عوام کے اطمینان اور حفاظت ایمان کا سر و سامان ہو سکے۔ ظاہر نصوص کے حقیقی معانی سے مجسمہ مشبہ جیسے گمراہ فرقے چونکہ رخنہ انداز ہو چکے ہیں اس لئے مجاز کی ”راہ نجات“ نکالنی پڑی مثلاً نفخت فیہ من روحي کے معنی نفخت فیہ من روح مخلوق اللہ کے لئے اور نور السموات الخ کے معنی منور السموات الخ کے لئے اسی طرح يد اللہ فوق ایدیہم کے معنی قدرت اللہ فوق قدرتہم کے ہیں وجہ اللہ سے مراد ذات اللہ ہے جاء ربك سے مراد جاء امر ربك ہے۔ استوی کے معنی استولی کے ہیں فی جنب اللہ سے مراد فی جوار رحمت اللہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

مقطعات کے معانی: اسی طرح متاخرین نے مقطعات قرآنیہ میں بھی تاویل مراد کی کوششیں کی ہے اگرچہ یہاں تاویل چھوڑنے سے وہ بات لازم نہیں آتی جو آیات صفات میں ترک تاویل سے لازم آ رہی تھی۔ چنانچہ الہم میں الف سے مراد اللہ اور لام سے مراد جبریل اور میم سے مراد محمد لیا یعنی ”اللہ نے جبریل کو محمد کے پاس بھیجا“ یا الف سے مراد انا اور لام سے مراد اللہ اور میم سے مراد اعلم ہو یعنی ان اللہ اعلم علیٰ ہذا المصّٰء مخفف ہو انا اللہ افضل بین الحق والباطل کا یا المر سے مراد انا اللہ اری اور کھیلے عص میں کاف سے مراد کریم اور ہا سے مراد ہادی اور یا سے مراد حکیم اور عین سے اشارہ علیم کی طرف اور صاد سے اشارہ صادق کی طرف ہو۔ طہ کے معنی بعض نے یہ بتلائے کہ اس میں طہارت اہل بیت کی قسم کھائی گئی ہے اور بعض نے طا سے طلب عزت، اور ہا سے ہرب کافرین مراد لئے ہیں علیٰ ہذا طہم میں طاذی الطول کا مخفف اور سین قدوس کا اور قاف قاہر کا مخفف ہے وغیرہ ذلک۔

غرض کہ اس طرح آیات صفات اور مقطعات قرآنیہ دونوں میں شوافع کی طرح متاخرین علمائے حنفیہ نے تاویل کی کوشش کی ہے اس طرح اب دونوں میں اختلاف نہیں رہا اور ممکن ہے کہ یہ اختلاف محض لفظی ہو جیسا کہ مقطعات قرآنیہ کی تشریح کے ذیل میں اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

فاما الذین فی قلوبہم زیغ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسرار کہ جن کا صدق تو ان کے احوال سے معلوم ہو جائے لیکن ان کی مراد معلوم نہ ہوتی ہو تو ان کے کلام کا انکار نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس کلام کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنا چاہئے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ تَدْفَعَهُمْ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ أَى عَذَابِهِ شَيْئًا وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ بِفَتْحِ الْوَاوِ مَا يُوقَدُ بِهِ ذَاتُهُمْ كَذَابِ كَعَادَةِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط مِنْ الْأُمَمِ كَعَادِ وَثَمُودَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ أَهْلَكَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ط وَالْحُمْلَةُ مُفْسِرَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ وَنَزَلَ لَمَّا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ بِالْإِسْلَامِ فِي مَرْجِعِهِ مِنْ بَدْرِ فَقَالُوا لَهُ لَا يَغْرَنَّاكَ أَنْ قَتَلْتَ نَفَرًا مِنْ قُرَيْشٍ إِيْمَارًا لَا يَعْرِفُونَ الْقِتَالَ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ الْيَهُودِ سَتُغْلَبُونَ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ فِي الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْإِسْرِ وَضَرْبِ الْجِزْيَةِ وَقَدْ وَقَعَ ذَلِكَ وَتَحَشَرُونَ بِالْوَجْهَيْنِ فِي الْأَخِرَةِ إِلَى جَهَنَّمَ ط فَتَدْخُلُونَهَا وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ الْفَرَّاشُ هِيَ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ عِبْرَةٌ وَذُكِرَ الْفِعْلُ لِلْفُضْلِ فِي فِتْنَيْنِ فِرْقَتَيْنِ التَّقَاتُ يَوْمَ بَدْرِ لِلْقِتَالِ فِيمَا تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَى طَاعَتِهِ وَهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَكَانُوا ثَلَاثِينَ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَعَهُمْ فَرَسَانِ وَسِتُّ أَدْرُعٍ وَثَمَانِيَةُ سَيْوفٍ وَكَثْرُهُمْ رَجَالَةٌ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ أَى الْكُفَّارُ مِثْلِيهِمْ أَى الْمُسْلِمِينَ أَى أَكْثَرِ مِنْهُمْ كَانُوا نَحْوَ أَلْفِ رَأَى الْعَيْنِ ط أَى رُؤْيَا ظَاهِرَةً مُعَايَنَةً وَقَدْ نَصَرَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى مَعَ قَلَّتِهِمْ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ الْيَقْوَى بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ ط نَصْرَهُ أَنْ فِي ذَلِكَ الْمَذْكَورِ لَعِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ لِذَوِي الْبَصَائِرِ أَفَلَا تَعْتَبِرُونَ بِذَلِكَ فَتَوُ مَنُونَ -

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آسکتے (ان کی طرف سے مدافعت نہیں کر سکتے) ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے (عذاب کے) مقابلہ میں ذرہ برابر بھی اور یہ لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے (و قود فتح واؤ کے ساتھ بمعنی ایندھن ان لوگوں کا ڈھنگ ایسا ہے) جیسا ڈھنگ (معاملہ) فرعونوں اور ان سے پہلے لوگوں کا تھا (قوم عاد و ثمود کا) انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی (ان کو تباہ کر دیا) ان کی نافرمانی کی وجہ سے (یہ جملہ کذبوا ما قبل کی تفسیر کر رہا ہے) اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (آنحضرت ﷺ نے غزوہ بدر سے واپسی پر یہود کو جب دعوت اسلام پیش کی تو یہود گستاخانہ کہنے لگے کہ اگر آپ ﷺ نے قریش کے چند بیوقوفوں کو مار بھگایا جو جنگ کے نا آزمودہ تھے تو اس سے آپ مغرور نہ ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی) فرمادیتے تھے (اے محمد) ان کفر کرنے والے لوگوں (یہود) سے کہ عنقریب تم مغلوب کر دیئے جاؤ گے (سیغلبون تا اور یا کے ساتھ ہے) دنیا میں قتل و قید و جزیہ کے ذریعہ مغلوب کئے جاؤ گے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہو چکا ہے) اور ہنکا دیئے جاؤ گے (آخرت میں، یا اور تا کے ساتھ دونوں طرح ہے) جہنم کی طرف (اس میں دھکیل دیئے جاؤ گے) اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ (جگہ) ہے وہ۔ بلاشبہ تمہارے لئے بڑی نشانی تھی (یعنی عبرت، اور فعل کسان مذکر لایا گیا ہے فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے) ان دونوں جماعتوں (گروہوں) میں جو باہم ایک دوسرے کے مد مقابل ہوئے تھے (بدر کے میدان جنگ میں) ایک گروہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا (یعنی اس کی فرمانبرداری میں۔ مراد اس سے آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ ہیں جو تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے۔) جن کے پاس

صرف دو (۲) گھوڑے، چھ (۶) زرہیں، آٹھ (۸) تلواریں تھیں۔ اکثر لوگ پیدل ہی تھے (دوسرا گروہ منکرین حق کا تھا جنہیں دیکھ رہے تھے) یسرون یا اورتا کے ساتھ دونوں طرح ہے یعنی کفار دیکھ رہے تھے خود کو (مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ) یعنی کفار مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے چنانچہ ہزار کے قریب تھے) کھلی آنکھوں (یعنی کھلم کھلا دیکھنا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے باوجود قلت تعداد کے مسلمانوں کی مدد فرمائی) اور اللہ تعالیٰ مددگاری (قوت) پہنچا دیتے ہیں اپنی نصرت سے جس کو چاہتے ہیں (مدد دینا) اس (مذکورہ) معاملہ میں بڑی ہی عبرت ہے دانشمندوں کے لئے (اہل بصیرت کے لئے تو کیا تم اس سے عبرت حاصل کر کے ایمان نہیں لے آتے)

تحقیق و ترکیب:..... لن تغنی عنهم کے معنی لن تجزی عنهم یعنی لا تکفیہم بدل الرحمة والطاعة

اموالہم چونکہ بطور فدیہ اول مال خرچ کیا جاتا ہے اولاد پر بعد میں آنچ آتی ہے۔ اس لئے مال کی تقدیم اولاد پر کی گئی ہے۔ من اللہ کے موضع نصب ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور شینا اس صورت میں منصوب علی المصدر یا مفعول مطلق ہوگا اور من مجازاً ابتداً یہ ہوگا لیکن اگر لن تغنی کو اغن غنی و جھک بمعنی غیبہ عنی سے ماخوذ مانا جائے تو شینا مفعول بہ ہو جائے گا۔

وقود النار اس میں شدت عذاب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب ایندھن کافروں کو بنایا جائے گا تو اس سے زیادہ اور کیا شدت ہو سکتی ہے۔ کذبوا بآئیننا یہ کلمہ کذاب ال فرعون کی تفسیر ہے گویا یہ سوال مقدر کا جواب ہے اس لئے عاطف ترک کر دیا گیا ہے۔

دأب یہ مصدر ہے دأب فی العمل اذا کدح فیہ سے معنی شان کی طرف منتقل کر لیا گیا۔ الیہود ان سے بنو قریظہ، بنو نضیر مراد ہیں اور یہ واقعہ سوق قینقاع میں پیش آیا تھا۔ چنانچہ یہود نے یہ جملہ بھی مزید کہا تھا لان قاتلنا لعلمت ان نحن الناس۔

اغمارا کی تفسیر لا یعرفون القتال ہے۔ وقد وقع ذلک چنانچہ بنی قریظہ قتل کئے گئے اور بنی نضیر جلا وطن ہوئے۔ خیبر فتح ہو گیا اور دوسرے یہود باجگذار اسلام بن گئے۔ وبئس المهاد قاضی کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ بھی منجملہ ان اقوال کے ہوگا جو جنہمیوں سے کہے جائیں گے یا جملہ مستانفہ ہے۔ قد کان لکم یہ خطاب قریش یا یہود یا مسلمانوں کو ہے و ذکر الفعل یعنی قد کانت کہنا چاہئے تھا لیکن کان اور اس کی خبر کے درمیان اسم فاعل ہو گیا اس لئے فعل مذکر لانے کی گنجائش مل گئی ہے ثلاثمانۃ الخ ان میں ۷۷ مہاجر اور ۲۳۶ انصار تھے ایک گھوڑا مقدار بن عمر کے پاس اور ایک گھوڑا مرثد بن ابی مرثد کے پاس تھا۔ ۷ رمضان ۲ھ کو معرکہ بدرہ پیش آیا جس سے حق کو فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ یسرونہم نافع تا کیساتھ اور باقی قرآیہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ رویت بصریہ مراد ہے۔ ضمیر فاعل مسلمانوں کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور کافروں کی طرف بھی اور ضمیر مفعول کفار کی طرف راجع ہوگی۔ اول صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ مسلمانوں نے کفار کو اپنے سے دو چند دیکھا۔ اور دوسری صورت میں حاصل یہ ہوگا کہ کفار نے خود کو مسلمانوں سے دو گنا دیکھا۔ غرضکہ دونوں ضمیریں دونوں کی طرف متفق اور مختلف صورتوں میں راجع ہو سکتی ہیں۔ اس طرح چار احتمال ہو جائیں گے جیسا کہ ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مثلیہم کا ترجمہ مفسر علام نے اکثر کے ساتھ اس لئے کیا ہے کہ کفار مسلمانوں سے دو گنے نہیں بلکہ تین گنا تھے۔

رابط:..... پچھلی آیات میں محاجہ لسانی کا بیان تھا آیت ان السدین میں محاجہ سنی کا تذکرہ شروع کیا جا رہا ہے یعنی قمہ شمشیر واجل ہونے کی دھمکی اور دشمنوں کے زیرنگوں ہونے کی بشارت مذکور ہے۔

شان نزول:..... شان نزول کی تفصیل خود جلال محقق پیش کر چکے ہیں جس کا بیان ابھی گزرا ہے۔

﴿تشریح﴾: آنحضرت ﷺ کے بدخواہوں کا انجام بد: یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آل فرعون نے سرکشی جو دکی روش اختیار کی تھی اسی طرح آنحضرت ﷺ کے مقابل قرآن کے ساتھ معاندانہ روش آپ ﷺ کے معاصر کفار اختیار کر رہے ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب ان کے لئے بھی وہی ہوگا جو آل فرعون کے لئے ہو چکا ہے اور دنیا دیکھ لے گی کہ آخر فتح مندی کس کا ساتھ دیتی ہے؟

چنانچہ جنگ بدر کا معاملہ اس معرکہ کارا کی ابتداء تھی تاہم فیصلہ کن تھی۔ اگر عبرت پذیری کی استعداد فنا نہ ہوگئی ہوتی تو ان لوگوں کو تنبیہ کے لئے کافی سامان کر دیا گیا تھا کہ مسلمانوں نے خالی ہاتھ، اپنے سے تین گنی، سامان میں غرق تعداد کے لشکر سے قوت آزمائی کی اور خدا کی نصرت سے میدان اقلیت کے ہاتھ رہا اور اکثریت کے بت کو شکست و ریخت کر دیا گیا۔

مال و اولاد کے قیامت میں کارآمد نہ ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کی رحمت و عنایت کی بجائے صرف مال و اولاد کافی ہو جاتی دوسرے یہ کہ مال و اولاد اللہ کے مقابل ہو کر عذاب سے بچا لیتے ہیں۔ آیت میں ان دونوں صورتوں کی نفی کرنی ہے۔ اور کفار سے مراد خالص وہی کفار ہیں جو جنگ میں مغلوب ہوئے تھے عام کفار مراد نہیں ہیں کہ یہ شبہ کیا جائے کہ بہت سے کفار مغلوب ہونے کی بجائے غالب رہتے ہیں البتہ سزائے آخرت وہ بلاشبہ سب کفار کے لئے عام ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل: غزوہ بدر کے سلسلہ میں سورۃ انفال سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں کفار کا عدد کم دکھلایا گیا تا کہ مسلمانوں کی ہمت و حوصلہ بڑھا رہے لیکن جب دونوں گروہ مد مقابل ہوئے تو مسلمانوں کو کفار اور کفار کو مسلمان کم معلوم ہوئے تا کہ جوش و خروش سے مقابلہ ہو، تا آنکہ مسلمان غالب ہو گئے۔

اس پر بظاہر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خواب میں اور مسلمان صحابہ کا بیداری میں خلاف واقعہ کفار کو کم دیکھنا کیسے ہوا؟ جواب یہ ہے کہ خلاف واقعہ کہتے ہیں غلط دیکھنے کو لیکن بعض کو دیکھنا اور بعض کو نہ دیکھنا اس کو خلاف واقعہ یا غلط دیکھنا نہیں کہا جائے گا بلکہ کل میں سے بعض کو مصالح مذکورہ کی وجہ سے پوشیدہ کرنا کہا جائے گا جو قابل اعتراض نہیں ہے۔ باقی اس آیت میں کفار کا اپنی جماعت کو مسلمانوں سے کئی گنا زائد دیکھنا اور آیت انفال میں کفار کا مسلمانوں کو کم دیکھنا دونوں کا مفہوم اور ما حاصل ایک ہی ہے۔

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مَا تَشْتَهِيهِ النَّفْسُ وَتَدْعُوا إِلَيْهِ زَيْنَهَا اللَّهُ تَعَالَى ابْتِلَاءً أَوْ الشَّيْطَانُ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْأَمْوَالِ الْكَثِيرَةِ الْمُقَنْطَرَةِ الْمَجْمَعَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ الْحَسَنِ وَالْأَنْعَامِ أَيْ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالغَنَمِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ الْمَذْكُورُ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا يُتَمَتَّعُ بِهِ فِيهَا ثُمَّ يَفْنَىٰ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَبَادِ ۗ ۱۴ ۝ الْمَرْجِعُ وَهُوَ الْجَنَّةُ فَيَسْبَعُ الرِّغْبَةَ فِيهِ دُونَ غَيْرِهِ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِقَوْمِكَ أَوْ نَبِيِّكُمْ أَحْبَبُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَٰلِكُمْ ۗ ۱۵ ۝ الْمَذْكُورُ مِنَ الشَّهَوَاتِ اسْتِفْهَامُ تَقْرِيرٍ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا الشِّرْكَ عِنْدَ رَبِّهِمْ خَيْرٌ مُّبْتَدِئُهُ جَنَّتْ تَجْرِي مِّنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِيدِينَ أَيْ مُقَدَّرِينَ الْخُلُودَ فِيهَا إِذْ دَخَلُوهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ مِنَ الْحَيْضِ وَغَيْرِهِ مِمَّا يَسْتَقْدِرُ وَرِضْوَانٌ بِكَسْرِ أَوَّلِهِ وَضَمِّهِ لِعُتَانِ أَيْ رِضَى كَثِيرٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ عَالِمٌ بِالْعِبَادِ ۗ ۱۵ ۝ فَيُحَازِي كَلَامًا مِنْهُمْ بِعَمَلِهِ الَّذِينَ نَعَتْ أَوْ

بَدَلٌ مِنَ الَّذِينَ قَبْلَهُ يَقُولُونَ يَا رَبَّنَا إِنَّا أَمْنَا صَدَقْنَا بِكَ وَبِرَسُولِكَ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ الصَّابِرِينَ عَلَى الطَّاعَةِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ نَعَتْ وَالصَّادِقِينَ فِي الْإِيمَانِ وَالْقَتِينَ الْمُطِيعِينَ لِلَّهِ وَالْمُنْفِقِينَ الْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ اللَّهَ بَأَن يَقُولُوا اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا بِالْأَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ أَوْ آخِرَ اللَّيْلِ خُصَّتْ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهَا وَقْتُ الْغَفْلَةِ وَلَذَلِكَ النَّوْمُ شَهِدَ اللَّهُ بَيْنَ لِحَلْفِهِ بِالذَّلَائِلِ وَالآيَاتِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَعْبُودَ بَحَقٍّ فِي الْوُجُودِ إِلَّا هُوَ وَشَهِدَ بِذَلِكَ الْمَلَائِكَةُ بِالْإِقْرَارِ وَأَوْلُوا الْعِلْمَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُؤْمِنِينَ بِالْإِعْتِقَادِ وَاللَّفْظَ قَائِمًا بِتَدْيِيرِ مَصْنُوعَاتِهِ وَنَصْبِهِ عَلَى الْحَالِ وَالْعَامِلُ فِيهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ أَيْ تَفَرَّدَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كَرَّرَهُ تَأْكِيدًا الْعَزِيزُ فِي مُلْكِهِ الْحَكِيمُ ﴿۱۸﴾ فِي صُنْعِهِ إِنَّ الدِّينَ الْمَرْضَى عِنْدَ اللَّهِ هُوَ الْإِسْلَامُ وَيُفَى أَيْ الشَّرْعُ الْمَبْعُوثُ بِهِ الرُّسُلُ الْمَسِيئِي عَلَى التَّوْحِيدِ وَفِي قِرَاءَةِ بَفَتْحِ إِنْ بَدَلٌ مِنْ أَنَّهُ الْخِ بَدَلٌ إِشْتِمَالٍ وَمَا اخْتَلَفَ الدِّينَ أَوْ تَوَالِ كِتَابِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فِي الدِّينِ بَأَن وَحَدَّ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ الْعِلْمُ بِالتَّوْحِيدِ بَغْيًا مِنَ الْكُفْرِينَ بَيْنَهُمْ ط وَمَنْ يَكْفُرْ بَايَتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ أَيْ الْمَجَازَاةُ لَهُ فَإِنْ حَاجُوكَ خَاصَمَكَ الْكُفَّارُ يَا مُحَمَّدُ فِي الدِّينِ فَقُلْ لَهُمْ أَسَلَمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ انْقَدْتُ لَهُ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي ط وَخُصَّ الْوَجْهَ بِالذِّكْرِ لِشَرَفِهِ فَغَيْرُهُ أَوْلَى وَقُلْ لِلَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْأَمِّيِّينَ مُشْرِكِي الْعَرَبِ ءَ أَسَلَمْتُمْ ط أَيْ أَسَلَمُوا فَإِنْ أَسَلَمُوا فَقَدْ اهْتَدَوْا ط مِنَ الضَّلَالِ وَإِنْ تَوَلَّوْا عَنِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ ط التَّبْلِيغُ لِلرِّسَالَةِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِأَعْيُنِ الْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ فَيَجَازِيهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ -

ترجمہ:..... خوشنمائی دکھائی گئی ہے لوگوں کے لئے مرغوب چیزوں کی محبت میں (نفس جن چیزوں کی رغبت کرتا ہے اور جن کی طرف بلاتا ہے ان کو اللہ نے مزین کیا ہے آزمانے کے لئے شیطان نے) عورتیں ہوں، بیٹے ہوں، ڈھیر ہوں (مال کثیر کے) لگے ہوئے (جمع شدہ) سونے اور چاندی کے نمبری گھوڑے ہوں (خوبصورت) اور مویشی (یعنی اونٹ، گائے، بکری) ہوں اور کھیتی باڑی (زراعت) یہ سب (مذکورہ چیزیں) استعمال سامان ہے دنیاوی زندگی (دنیا میں اس سے نفع اٹھایا جاتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے) اور اللہ ہی کے پاس ہے بہترائی انجام کی (وہ ٹھکانہ جنت ہے اسی کی طرف رغبت ہونی چاہئے دوسری طرف نہیں) آپ فرمادیتے (اے محمد اپنی قوم سے) کیا میں تم کو بتلا دوں (بتلا دوں) ایسی چیز جو بدرجہا بہتر ہو ان (مذکورہ شہوت کی) چیزوں سے (استفہام تقریری ہے) جو لوگ پرہیز کرتے ہیں (شرک سے) ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس (یہ خبر ہے مبتداء آگے ہے) باغ ہیں کہ جن کے پائیں نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ رہیں گے (یعنی بیشکلی ان کے لئے مقدر ہوگی) ان باغات میں (جب وہ ان میں داخل ہوں گے) اور پاک بیویاں ہوں گی (جو حیض وغیرہ گندگیوں سے صاف ستھری ہوں گی) اور ان کو خوشنودی حاصل ہوگی (رضوان کسرہ اور ضم را کے ساتھ۔ دونوں

لغت ہیں بڑی رضا مندی) اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھ بھال کرنے والے (عالم) ہیں بندوں کے (چنانچہ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیں گے) وہ لوگ (یہ نعت یا بدل ہے پہلے السدیس سے) جو کہتے ہیں خدایا ہم ایمان لے آئے (آپ کی اور آپ کے نبی کی تصدیق کر چکے ہیں) پس ہمارے گناہ بخش دیجیو اور عذاب جہنم سے ہمیں بچالی جو صبر کرنے والے (خیرات دینے والے) ہیں اور طلبگار مغفرت ہیں (اللہ کے حضور میں یعنی اللھم اغفر لنا کہتے ہیں) رات کی آخری گھڑیوں میں (اخیر شب میں۔ اس وقت کی تخصیص اس لئے کی یہ میٹھی نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے) اللہ نے شہادت آشکارہ کر دی (مخلوق کے سامنے دلائل و آیات واضح کر دیئے) اس بات پر کہ کوئی پرستش کے لائق نہیں (حقیقی معبود موجود نہیں ہے) بجز ذات بیگانہ کے (اور اس کی گواہی) فرشتوں نے بھی (اقرار کر کے) دی ہے اور اہل علم نے (یعنی انبیاء و مؤمنین نے اعتقاد و اقرار کے ذریعہ) اور معبود بھی اس شان کے ہیں کہ انتظام رکھنے والے ہیں (اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی تدبیر کر کے یہ منصوب علی الحال ہے اور اس میں عامل جملہ کے معنی ہیں یعنی تفرّد) امتدال (عدل و انصاف) کے ساتھ کوئی معبود نہیں بجز ان کی ذات کے (تاکیداً یہ جملہ مکرر لائے) وہ زبردست ہیں (اپنے ملک میں) اور حکمت والے ہیں (اپنی صنعت میں) بلاشبہ دین (پسندیدہ) اللہ کے نزدیک (وہ) اسلام ہی ہے (یعنی وہ شریعت جس کو لے کر انبیاء مبعوث ہوئے جو نبی برتو حید ہے اور ایک قرأت میں "ان السدیس فتح ان کے ساتھ" انہ لا الہ" سے بدل الاشتمال واقع ہو رہا ہے) اور اہل کتاب نے جو باہمی اختلاف کیا (یہود و نصاریٰ نے جو یہ اختلاف کیا کہ بعض تو حید پر رہے اور بعض نے کفر اختیار کر لیا) تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل (توحید) پہنچ چکی تھی محض (کافروں میں) ایک دوسرے سے بڑھنے اور ضد کے سبب سے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی بلاشبہ حساب لینے میں ست رفتار نہیں ہیں (یعنی اس کو جلد بدلہ دیں گے) پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے محبتیں نکالیں (اے محمد آپ سے کفار دین کے باب میں جھگڑنے لگیں) تو آپ (ان سے) فرمادیتے کہ میں تو اللہ کے آگے سرطاعت جھکا چکا ہوں (میں نے بھی اس کی فرمانبرداری اختیار کر لی) اور میرے پیروں نے بھی (اور ذکر میں وجہ کی تخصیص اس کے شرف کی وجہ سے ہے پس چہرہ کے علاوہ اور اعضاء بدرجہ اولیٰ مطیع ہوں گے) اور دریافت کیجئے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور (مشرکین عرب کے) ان پڑھ لوگوں سے کہ تم بھی اللہ کے آگے جھکتے ہو یا نہیں؟ (یعنی تم کو جھکنا چاہئے) سو اگر وہ لوگ جھک جائیں تو وہ بھی (گمراہی سے مٹ کر) راہ راست پر آجائیں گے۔ اور اگر روگردانی کریں (اسلام سے) تو پھر آپ کے ذمہ جو کچھ ہے وہ پیام حق کا پہنچا دیا ہے (تبلیغ رسالت ہے) اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خود دیکھ رہے ہیں (ان کے کئے کا بدلہ دیں گے یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے)

تحقیق و ترکیب: اہل جلال محقق نے ایک شبہ کے دفعیہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ نے دنیا کو آراستہ امتحان اور آزمائش کی غرض سے کیا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ دنیا کہ یہ آراستگی سعادتِ اخرویہ کا سبب بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ رضائے الہی کے مطابق ہو یا بقائے نوعی کی وجہ سے۔ اسبابِ تعیش کو پیدا کیا گیا ہے لیکن آرائش کی نسبت اگر شیطان کی طرف ہو تو کسی توجیہ کی حاجت نہیں رہتی۔

والبنین بیویوں کے بعد اولاد ہی کا درجہ ہے فروع ہونے کی وجہ سے اس لئے اموال پر مقدم کیا ہے۔ نیز مالی فتنہ سے بڑھ کر اولاد فتنہ ہوتی ہے اور اولاد کو ترجیح ہوتی ہے بہ نسبت اناث کے ان کو شہوات کہنا یا مبالغہ کے طریقہ پر ہے کہ انہماک بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ ان اشیاء کی شہوت بھی محبوب ہے جیسے کسی بیمار سے اگر دریافت کیا جائے کہ کیا خواہش رکھتے ہو؟ تو وہ جواب میں کہے اشتہسی ان اشتہسی چنانچہ دوسری آیت میں احببت حب الخیر یا پھر ان اشیاء کی خست تملانی مقصود ہے کیونکہ حکماء اور عقلاء شہوات کو خسیس سمجھتے ہیں بہر حال جہاں تک ان چیزوں کی محبت کے پیدا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا انتساب اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور کسب و اکتساب و سوسہ

اندازی کی حیثیت سے شیطان کی طرف انتساب ہوگا۔

قنطار بروزن فعلال یا فنعال اور مقنطرة بروزن مفعلة اگر نون اصلی ہو یا مفعلة اگر نون زائد ہو قنطار کی تاکید کے لئے مقنطرة جیسے بدر مبدرة قناطر مقنطرة کا اطلاق کم از کم نوپر آنا چاہئے بالمسومة اگر یہ لفظ سماء بمعنی حسن سے مشتق ہے جیسا کہ مفسر علام کی رائے ہے تو اس کے معنی حسین و خوبصورت کے ہیں ورنہ مسومة کے معنی معلمہ کے ہیں یعنی علامتہ اور نشانی۔

قل اؤنبکم یعنی اللہ کا ثواب نعمائے دنیا سے بہتر ہے۔ الدین بقولون یہ پہلے الدین کی صفت ہو سکتی ہے اور العباد کی صفت بھی ہو سکتی ہے علی ہذا الصابریں بھی ہے۔

مقدرین الخلود یعنی داخل ہونے کے بعد جنت کا خلود مقدر ہوگا۔ داخل ہونے کے وقت نہیں و الصادقین موصوف ان سب صفات کا ایک ہے پھر صفات پر اولانے کا کیا مطلب؟ سو اس کے دو جواب ہیں۔ علی سبیل التسلیم جواب یہ ہے کہ اگر موصوف ایک ہو تو متعدد صفات کا عطف ایک دوسرے پر واؤ کے ذریعہ جائز ہے۔ دوسرا جواب علی سبیل الازکار یہ ہے کہ موصوف ایک نہیں ہے بلکہ ہر صفت کا موصوف علیحدہ ہے ای بعضہم صابر بعضہم صادق الخ اس صورت میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان صفات میں سے ہر صفت مستقلاً مدح کے لئے کافی ہے۔

والملائكة سے پہلے و شہدا اس لئے مقدر مانا ہے کہ لفظ اللہ پر عطف درست ہو جائے اور یہ کہ فاعل ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے اور علیحدہ فعل کی تقدیر اس لئے کہ اللہ اور ملائکہ اور اہل علم کی شہادت معنایاً الجملہ مختلف ہوتی ہے فرق مراتب کے لحاظ سے۔

فائماً یہ حال ہوگا ضمیر منفصل سے جو اللہ کے بعد کے ہے لہذا حال بھی محل شہادت ہو جائے گا۔ گویا وحدانیت اور انصاف پسندی کی شہادت موجود ہے۔ لفظ اللہ سے اگر حال بنایا جائے تو اس صورت میں صرف وحدانیت کی شہادت ہوگی دو چیزوں کی نہیں اس لئے پہلی صورت بہتر ہے اور جملہ سے مراد جملہ لا الہ الا ہو سے اور تفرید معنی جملہ ہیں جو عامل ہیں۔ العزیز یہ مرفوع علی الاستیناف ہے ای ہو العزیز یا ضمیر سے بدل ہے یا فاعل شہد کی صفت ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے لفظ ہو کی صفت نہیں ہو سکتی کیونکہ ضمیر کی صفت نہیں آتی۔ الذین مفسر نے اشارہ کر دیا کہ الف لام عہد کا ہے اور اسلام سے پہلے لفظ ہو سے بمعنی حصر کی طرف اشارہ ہے۔

بدل اشتمال یعنی اسلام لا الہ الا ہو سے بدل الاشتمال ہے جبکہ اسلام کی تفسیر شریعت سے کی جائے۔ اور اگر ایمان سے کی جائے تو بدل الکل ہوگا۔ و ما اختلف یہ اسی سوال متانفہ کا جواب ہے کہ جب ان الدین عند اللہ الاسلام کی وجہ سے ازم آدم تا اس دم دین اسلام کا ایک ہونا معلوم ہوا تو پھر اس میں باہم یہ مذہبی تخالف کیسا؟ بغیا مفعول لہ ہے اور عامل اس میں اختلف ہے اور استثناء مفرغ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ و ما اختلفوا الا للبعی لا لغيرہ یا مصدر موضع حال میں بھی ہو سکتا ہے۔

اسلمت وجہی۔ ای اخلص لا اشرک بدغیرہ تو اسلم ماخوذ ہے۔ سلم الشئ لفلان سے بمعنی اخلص۔ اس سے ہے رجل سلم لرجل اور وجہ مستعار ہے ذات کے لیئے۔ انا ومن۔ اشارہ اس طرح ہے کہ محل رفع میں ہے اسلمت کی ضمیر پر عطف کرتے ہوئے اور مفعول کے فاعل ہونے کی وجہ سے یہ جائز ہے۔ اسلموا یعنی یہاں استنبہام بمعنی امر ہے جیسے فہل انتم منتہون۔ ای انتہوا۔

رابطہ:..... گذشتہ آیت میں اموال و اولاد کا آخرت میں کار آمد نہ ہونا بیان کیا تھا۔ ان آیات میں بھی اسی کی تائید ہے اور یہ کہ نعمائے آخرت لائق حصول ہیں اور ان کا طریق ایمان، مناجات، صبر، صدق، قنوت، نفاق و استغفار وغیرہ امور تقویٰ ہیں جو قابل توجہ ہیں۔ آیت شہد اللہ میں توحید کا اثبات، حقانیت اور غلبہ اسلام کی پیشین گوئی بیان فرمائی جا رہی ہے۔

فضائل:..... آیت شہد اللہ کے سلسلہ فضائل میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کے تلاوت کرنے والے کو قیامت میں اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ کہ میرے اس بندہ کا مجھ پر ایک عہد ہے اور میں ایقائے عہد کا زیادہ مستحق ہوں۔ اس لئے اس بندہ کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔

سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے لیکن جب یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی تو تمام بت سرنگوں ہو گئے اور بعض کی رائے ہے کہ یہ آیت وفد نجران کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ کلبی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شامی دو عالم آئے۔ انہوں نے دریافت کیا انت محمد؟ آپ نے فرمایا نعم، انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں اگر آپ ﷺ نے صحیح جواب دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے اجازت دیدی، انہوں نے کہا کہ بتلائیے کتاب اللہ میں اعظم شہادت کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو دونوں عالم سن کر مسلمان ہو گئے۔ اور تفسیر مدارک میں ہے کہ سوتے وقت جو شخص اس آیت کی تلاوت کرتا رہے وہ قیامت میں اس فضل کا مستحق ہو جس کا ذکر اول آیت میں گزرا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... حُبِّ دُنْيَا أَوْ رُحْدٍ:..... آیت زین للناس حب الشهوات میں دنیا کی تحقیر اور زہد کی ترغیب ہے۔ حدیث میں ہے ظاہر ہا غرة و باطنها عبرة یعنی دنیا کی محبت و میلان اکثر موجب فتنہ ہو جاتا ہے جس کو اکثر لوگ نقصان دہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ علی الاطلاق اچھا سمجھتے ہیں حالانکہ ڈر کی چیز ہے۔ امنا فاغفر لنا کا حاصل یہ ہے کہ کفر جو مغفرت کے لئے ابدی رکاوٹ ہوتی ہے اس کو ہم دور کر چکے ہیں اس لئے اب معاف فرما دیجئے۔ اولی یا غیر اولی طور پر اور اخیر شب کی تخصیص اس لئے کی کہ دنیا اس وقت محو خواب و استراحت ہوتی ہے ایسے میں اللہ کے حضور پیش ہونا باعث مشقت بھی ہے اور باعث عظمت و عزیمت بھی اور ساتھ ہی باعث قبولیت بھی۔

نعمت کے تین درجے:..... آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حق تعالیٰ اہل جنت سے ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تم راضی اور خوش ہو؟ سب عرض کریں گے کہ آپ نے سب کچھ مرحمت فرمایا۔ پھر ناخوشی کا کیا سوال؟ ارشاد ہوگا کہ کیا ہم اس سے بھی افضل چیز تم کو نہ عطا کریں؟ عرض کیا جائیگا کہ خدایا اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟ حکم ہوگا احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابدًا یعنی میں ہمیشہ کے لئے تم سے خوش ہو گیا ہوں اب کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے تین طرح کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ادنیٰ درجہ کی نعمتیں تو دنیاوی لذائذ، اوسط درجہ کی نعمتیں نعمائے جنت، اعلیٰ درجہ کی کرامت ”رضوان من اللہ اکبر“ یعنی اللہ کی خوشنودی۔

بدر کی عسرت کے بعد دنیا کی اس چمک دمک کے تذکرہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصل دولت ایمان و عمل کی دولت ہے جو بجز اللہ تم کو حاصل ہے دنیاوی بے سروسامانی سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ یہ سروسامانی تو خود بخود حاصل ہو جائیں گے باقی بیوی بچے، دھن دولت میں دل کا لگاؤ یہ زندگی کے فطری علاقے ہیں۔ خدا کی مرضی یہی ہے کہ اعتدال کے ساتھ قائم رہیں۔ نہ ہوں تو دنیا برباد اور پورا انہماک و اشتغال ہو تو آخرت تباہ ہو جائے۔

دین حق کی شہادت:..... شہد اللہ میں نقلی شہادت بیان کی گئی ہے جو اہل کتاب اور اہل علم کے مقابلہ میں ہے جو اس کے منکر نہیں تھے۔ باقی عقلی دلائل وہ دوسرے مواقع پر بیان کئے گئے ہیں۔ قائمًا بالقسط کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف اپنی ہی تعظیم و عبادت نہیں کراتے بلکہ دوسروں کا کام بھی کرتے ہیں اس لئے نا انصاف نہیں ہیں۔ اللہ کی وحی اور زمین و آسمان کے مدبر ملائکہ اور اسحاب علم و بصیرت تینوں کی گواہیاں اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس نے تمام کارخانہ ہستی میزان عدل پر استوار کر رکھا ہے۔ انسان کو اول ہی دن سے ایک پسندیدہ دین اسلام دے رکھا ہے جس کی تائید و تعلیم تمام رہنمایان عالم کرتے چلے آئے ہیں لیکن تعصب اور ضد کے روگی اصل دین سے انحراف کر کے گروہ بندی کے چکر میں پڑ گئے۔

مناظرہ کا اسلم طریقہ:..... فقل اسلمت الخ یہ جواب اور گفتگو خاص ان منکرین کے بارہ میں ہے جو محض ضد اور بے جا عناد کا شکار تھے تمام دلائل سن کر بھی ہٹ دھرمی پر اتر آتے تھے ان سے مزید گفتگو کرنا بیکار ہے۔ بلکہ قطع حجت کے لئے بطور آخری جواب کے یہ کہہ کر الگ ہو جانا چاہئے کہ ”تم جانو تمہارا کام جانے ہم نے تو اس راہ کو اختیار کر لیا ہے، ورنہ اس سے الجھنے میں محض اضعاف وقت ہوگی البتہ مطلق منکر کے لئے یہ جواب نا کافی ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ساری باتیں چھوڑو، یہ بتلاؤ تمہیں خدا پرستی کا اقرار ہے یا انکار۔ اگر اقرار ہے تو سارا جھگڑا ختم، کیونکہ اسلام کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں اور اگر انکار ہے تو پھر ایسے شخص کے لئے مذہبی بحث و مباحثہ کیا سوزہ ہو سکتا ہے۔

لطائف:..... ذین للناس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان ان چیزوں کی محبت طبعی ہونے کی وجہ سے اس کے ازالہ کا مکلف نہیں ہے اور قل اؤنسکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی محبت عقلی ہونے کی وجہ سے انسان کو اس کا مکلف بنایا گیا ہے کہ عملاً اس محبت کو اول محبت پر ترجیح دے۔ اور اخلاقیات میں یہ ایک اصل عظیم ہے۔ جو سالکین قسم اول کے پیچھے پڑ جاتے ہیں وہ ہمیشہ کی ادھیڑ بن میں مشوش رہتے ہیں اور جو دوسری قسم کی تحصیل میں لگ جاتے ہیں وہ راحت میں رہتے ہیں الصابریں الخ اس میں اولیاء اللہ کی صفات کا بیان ہے۔ فان حاجوک الخ سے اصل نکلتی ہے اہل طریقت کی اس عادت کی کہ حق بالکل واضح کر دینے کے بعد بھی اگر مخاطب کی حالت سے اس کا اندازہ ہو کہ یہ قبول نہیں کرے گا تو اس وقت مباحثہ ترک کر کے اعراض کر لیتے ہیں اور ایک طرف ہو جاتے ہیں۔

انَّ الدِّينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ وَفِي قِرَاءَةِ يُقَاتِلُونَ النَّبِينَ بغيرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ مِنَ النَّاسِ ۗ وَهُمْ الْيَهُودُ رَوَىٰ أَنَّهُمْ قَتَلُوا ثَلَاثَةً وَأَرْبَعِينَ نَبِيًّا فَهَنَاهُمْ مِائَةً وَسَبْعُونَ مِنْ عِبَادِهِمْ فَفَقَتَلُوهُمْ فِي يَوْمِهِمْ فَبَشَّرَهُمْ بِعَذَابِ الْيَوْمِ ﴿۲۱﴾ مَوْلَاهُمْ وَذَكَرَ الْبَشَارَةَ تَهَكُّمًا لَهُمْ وَدَخَلَتِ الْمَاءُ فِي خَبْرٍ إِذْ لَشِبَّهِ اسْمِهَا الْمَوْضُولُ بِالشَّرْطِ أُولَئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ بَطَلَتْ أَعْمَالُهُمْ مَاعْمَلُوهُ مِنْ خَيْرٍ كَصَدَقَةٍ وَصِلَةٍ رَحِمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ فَلَا اعْتِدَادَ بِهَا لِعَدَمِ شَرْطِهَا وَمَالَهُمْ مِّنْ نَّصْرِينَ ﴿۲۲﴾ مَانِعِينَ لَهُمْ مِنَ الْعَذَابِ أَلَمْ تَرَ تَنْظُرُ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا حَظًّا مِّنَ الْكُتُبِ التَّورَةِ يُدْعَوْنَ حَالًا إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ عَنِ قُبُولِ حُكْمِهِ نَزَلَ فِي الْيَهُودِ زَنَىٰ مِنْهُمْ إِثْمَانٌ فَتَحَاكَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَحَكَمَ عَلَيْهِمَا بِالرَّحِمِ فَأَبَوْا فَجِيءَ بِالتَّوْرَةِ فَوُجِدَ فِيهَا فَرْجَمًا فَعَضِبُوا ذَلِكَ التَّوْرَى وَالْأَعْرَاضُ بِأَنَّهُمْ
 قَالُوا أَى سَبَبٍ قَوْلُهُمْ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۚ أَرْبَعِينَ يَوْمًا مُدَّةَ عِبَادَةِ آيَاتِهِم الْعَجَلُ ثُمَّ
 نَزَّلَ عَنْهُمْ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ مِنْ قَوْلِهِمْ ذَلِكَ فَكَيْفَ حَالُهُمْ إِذَا
 جَمَعْتَهُمْ لِيَوْمٍ أَى فِي يَوْمٍ لَأَرْيَبَ شَكٌّ فِيهِ ۚ هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مِنْ أَهْلِ الْكُتُبِ
 وَغَيْرِهِمْ جَزَاءً مَا كَسَبَتْ عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ وَهُمْ أَى النَّاسُ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ بِمَنْعِ حَسَنَةِ أَوْ زِيَادَةِ
 سَيِّئَةٍ وَنَزَلَ لَمَّا وَعَدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ مُلْكُ فَارِسِ وَالرُّومِ فَقَالَ الْمُتَفَقِّهُونَ هَبِيهَاتِ قُلِ اللَّهُمَّ يَا
 اللَّهُ مُلْكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي تُعْطِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ مِنْ خَلْقِكَ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ۚ
 وَتَعَزُّ مَنْ تَشَاءُ بِأَيَّتَائِهِ آيَاهُ وَتُدِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۚ بِنَزْعِهِ مِنْهُ بِيَدٍ بِقُدْرَتِكَ الْخَيْرُ ط أَى وَالشَّرُّ إِنَّكَ
 عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۶﴾ تُولِجُ نُدْخِلُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ تَدْخِلُهُ فِي اللَّيْلِ قَبْرِيكَ كُلُّ
 مِنْهُمَا بِمَا نَقَصَ مِنَ الْآخِرِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ كَالْإِنْسَانِ وَالطَّائِرِ مِنَ النَّطْفَةِ وَالْبَيْضَةِ وَتُخْرِجُ
 الْمَيِّتَ كَالنَّطْفَةِ وَالْبَيْضَةِ مِنَ الْحَيِّ ۚ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ أَى رِزْقًا وَاسِعًا

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں (ایک قرأت میں یقمانلون ہے) پیغمبروں کو
 ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو اعتدال (انصاف) کی تعلیم دیتے ہیں (یہودی لوگ مراد ہیں۔ نقل ہے ۳۳ پیغمبروں کو یہود نے
 شہید کیا تھا اس پر (۱۷۰) عباد قوم نے ان کو منع کیا تو ان کو بھی اسی وقت شہید کر دیا) سو خبر سنا دیجئے (اطلاع دید دیجئے) ایک سزائے درد
 ناک کی (جو تکلیف دہ ہو۔ لفظ بشارت کا استعمال مذاقاً ہے خبر ان پر فاس لئے داخل ہوئی کہ اسم ان جو موصول ہے وہ مشابہ بالشرط ہے)
 یہ وہ لوگ ہیں کہ اکارت گیا (غارت ہوا) ان کا سارا کیا دھرا (ان کے سب اعمال خیر، صدقہ، صلہ رحمی کے) دنیا و آخرت ان کا کچھ اعتبار
 نہیں رہا شرط ایمان نہ ہونے کی وجہ سے) اور ان کا کوئی حامی مددگار نہیں ہوگا (کہ جو ان کو عذاب الہی سے بچالے) آپ نے کیا ایسے
 لوگ نہیں دیکھے (ملاحظہ فرمائے؟) کہ جن کو ایک حصہ کتاب (توراة) کا دیا گیا درآنحالیکہ بلا یا بھی جاتا ہے (یہ حال ہے) اس کتاب اللہ
 کی طرف سے اس غرض سے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے پھر ان میں سے بعض لوگ انحراف کر لیتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے)
 اس کا حکم قبول کرنے سے۔ یہود میں سے دو مرد و عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا تو آپ
 نے رجم کا حکم فرمایا لیکن انہوں نے حکم تسلیم نہیں کیا۔ تورات منگوائی گئی تو اس میں بھی وہی حکم نکالا مجبوراً رجم کرنا پڑا۔ جس سے لوگ ناخوش
 ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (یہ بے اعتنائی اور بے توجہی) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں (یعنی ان کے اس قول کی
 وجہ سے ہے) کہ دوزخ کی آگ ہمیں کبھی نہیں چھوئے گی۔ اور چھوئے گی بھی تو گنتی کے چند دنوں کے لئے (گو سالہ پرستی کی مدت
 چالیس روز کے لئے پھر ان سے دُور کر دی جائے گی) اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے انہیں دین کے بارہ میں (فی دینہم متعلق ہے
 اگلے قول کے ساتھ) ان کی تراشی ہوئی باتوں نے (اس قسم کے اقوال نے) لیکن اس وقت ان کا کیا (حال) ہوگا جب ہم ان کو اپنے
 حضور جمع کر لیں گے اس تاریخ (دن) میں جس کے آنے میں ذرا شبہ (شک) نہیں ہے (وہ قیامت کا روز ہے) اور پورا پورا بدلہ مل
 جائے گا ہر شخص کو (خواہ اہل کتاب میں سے ہو یا دوسرا) جیسا کچھ اس نے کمایا (اچھائی یا برائی) اور ان (لوگوں) کے ساتھ نا انصافی نہیں

ہوگی (نیکی کم کر کے یا بدی بڑھا کر آنحضرت ﷺ نے جب اپنی امت کو فارس و روم کے ممالک فتح ہونے کی بشارت سنائی تو منافقین کہنے لگے ہیہات تو اس پر اگلی آیت نازل ہوئی) آپ یوں کہئے کہ خدایا (اے اللہ) شاہمی و جہاں داری کے مالک! بخش دے (نواز دے) تو جسے چاہے ملک (اپنی مخلوق میں) اور جس سے چاہے ملک لے لے، جسے چاہے عزت دیدے (ملک عطا کر کے) جسے چاہے ذلیل کر دے (سلطنت چھین کر) تیرے ہی ہاتھ (قدرت) میں ہر طرح کی بھلائی (اور برائی) کا سر رشتہ ہے بلاشبہ تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے تو یہی ہے کہ لے آتا ہے (داخل کر دیتا ہے) رات کو دن میں اور لے آتا ہے (بخل کر دیتا ہے) دن کو رات میں (چنانچہ ان میں سے ہر ایک میں دوسرے کی کمی کا اضافہ کر دیتا ہے) اور جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے (جیسے انسان اور پرند کو نطفہ اور بیضہ سے) اور بے جان (جیسے نطفہ اور بیضہ) کو جاندار سے، اور جسے چاہتا ہے بے حساب بخش دیتا ہے (بے شمار روزی)

تحقیق و ترکیب:..... بغیر حق یہ حال مؤکدہ ہے کیونکہ قتل انبیاء حق ہو ہی نہیں سکتا۔ ویقتلون معلوم ہوا کہ اندیشہ اور خوف قتل کے وقت بھی امر بالمعروف جائز ہے۔ فبشر کی تفسیر اعلم کے ساتھ استعارہ تبعیہ ہونے کی طرف مشیر ہے۔ فبشر مشبہ اور اعلام عذاب مشبہ بہ اور انتقال من حال الی حال دونوں میں وصف جامع ہے و دخلت یہ شبہ کا جواب ہے کہ خبر پر فا کیوں داخل کی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مبتداء متضمن معنی شرط ہونے کی وجہ سے خبر مشابہ جزا ہو گئی ای من یکفر فبشر ہم۔ وہم معروضوں کی ترکیب کی طرف مفسر علام نے حالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور زخشری جملہ معترضہ کہتے ہیں ای قوم عادتهم الاعراض دوسرے اکثر مفسرین اس کو تذلیل کہتے ہیں۔

وہم کے بعد مفسر علام نے الناس اس لئے نکالا ہے کہ ہم کو مذکور اور جمع لانا "کل نفس" کے معنی کے پیش نظر ہے ہیہات یعنی یہ ممالک محمدؐ کو کہاں اور کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ قل اللہم یعنی اے اللہ جس طرح ان گمراہ لوگوں کو آخرت میں ذلت و خسران نصیب ہوگا دنیا میں بھی ان کو بے نیل و مرام کر کے ہم کو فائز المرام کر دیجئے۔ اللہم دراصل یا اللہ تھا یا حذف کر کے اس کے عوض میم لے آئے مشد۔ ای والشیر یعنی دو ضدوں میں سے ایک ضد ارادہ یا اکتفاء کر لیا گیا ہے یا خبر کے مرغوب ہونے کی طرف اشارہ ہے یا ثبوت و سلطنت میں کلام ہو رہا ہے۔ اور وہ خیر ہوتی ہے یا اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ خیر مقتضی ذاتی ہے اور شر مقتضی عرضی اس لئے کوئی جزئی شر بھی ایسا نہیں جس میں کلی خیر موجود نہ ہو۔

تولج یہ آیت علم الہدیۃ اور جنتری کے لئے اصل کا درجہ رکھتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابن مسعود سے تخریج کی ہے کہ یا خذا الصیف من الشتاء و یاخذ الشتاء من الصیف ابن عباس فرماتے ہیں کہ دن کم ہوتا ہے تو رات بڑھ جاتی ہے اور رات کم ہوتی ہے تو دن بڑھ جاتا ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ کبھی پندرہ (۱۵) گھنٹہ کی رات اور نو گھنٹہ کا دن ہوتا ہے اور شدہ شدہ اس کا برعکس ہو جاتا ہے۔ ابن منذر حسن سے تخریج کرتے ہیں کہ دن رات بارہ بارہ گھنٹے کے ہوتے ہیں لیکن موسموں کے فرق سے بحکم الہی ایک دوسرے کی طرف کی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ کالانسان یا جیسے کھیتی کی پیداوار دانوں سے اور کھجور کی گٹھلی سے، یا مؤمن کی پیدائش کافر سے یا کافر کی مؤمن سے۔ بغیر حساب یہ مصدر محذوف کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور مفعول محذوف کی بھی۔ بندوں کے لحاظ سے بے شمار کہا گیا ورنہ اللہ کے شمار سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ حساب کا لفظ قرآن کریم میں تین معنی میں آتا ہے تعجب، عدد اور مطالبہ۔

رابطہ:..... ابتدائے سورت میں روئے سخن صرف نصاریٰ کی طرف تھا پھر الذین اتوا الکتب میں یہود و نصاریٰ کو مشترک خطاب ہوا۔ اب ان آیات میں بالتخصیص یہود کے احوال مذکور ہیں پھر آیت قل اللہم میں غلبہ و نصرت کی دعا سکھائی گئی ہے۔

شان نزول:..... ابو عبیدہ بن الجراح فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت میں سب سے زیادہ عذاب کس کو ہوگا؟ فرمایا جس نے نبی کو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کو قتل کیا۔ پھر آیت ان الذین یکفرون تائید اُڑھی اور وہی تفصیل ارشاد فرمائی جو جلال محقق نقل کر چکے ہیں۔

لباب النقول میں ابن عباسؓ کی تخریج نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ بیت المدراس میں یہود کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اسلامی دعوت پیش کی۔ نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے دریافت کیا علی ای دین انت یا محمدؐ آپ نے فرمایا علی ملة ابراهیم و دینہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم تو یہودی تھے آپ نے فرمایا اچھا تورات لا وہی فیصلہ کرے گی لیکن وہ نہیں لا سکتے تب آیت الم تر الی الذین الخ نازل ہوئی اور آیت قل اللہم کے سلسلہ میں جلال محقق روایت نقل کر چکے ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... غرور نسل اور قبول حق:..... ان آیات سے یہود کی مسخ شدہ ذہنیت کا پتہ اچھی طرح چل جاتا ہے کہ جس کتاب الہی کو ماننے کے مدعی تھے جب اس کتاب کی طرف دعوت علم و عمل دی گئی تو انکار کر گئے۔ کیونکہ اس کے احکام پر عمل کرنے کا مطلب اپنی نفسانی خواہشوں اور مطلب برآریوں کے خلاف کرنا تھا جس کے لئے وہ تیار نہ تھے جو لوگ حق و عدالت کے دشمن اور ظلم و فساد کے پرستار ہوں اور جن کے زعم گروہ بندی اور غرور علمی نے ان میں یہ فاسد پندار پیدا کر دیا ہو کہ ہم نجات یافتہ ہیں ہمارے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہم جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے ان سے قول حق کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ حالانکہ خدا کا قانون نجات صرف ایمان و عمل دیکھتا ہے جس کا جیسا عمل ہوگا ویسا ہی نتیجہ اس کو پیش آئے گا خواہ کسی گروہ، کسی نسل، کسی نسب سے ہو۔ دنیا میں تو جہت اعمال یہ ہے کہ ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں یہ کہ ان کی نجات نہیں ہوگی۔ کسی ناصح کا قتل اگرچہ گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے تاہم یہاں دوسرے اجزائے کفر یہ جمع ہیں اس لئے مجموعہ پر کفر کا حکم مرتب ہوگا اور اس پر جہت اعمال کا۔ یہ حرکات اگرچہ اسلاف یہود کی ہیں لیکن اخلاف جب ان پر رضامند ہیں تو یہ بھی شریک خطاب و عتاب سمجھے گئے۔

عزت و ذلت:..... قل اللہم میں اشارہ اس طرف ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ دنیا ہی میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے جسے اٹھنا ہو وہ اٹھ کھڑا ہو جسے گرنا ہے وہ گرا دیا جائے اور یہ نری گرم گفتاری نہیں ہے بلکہ ایسی طاقت کے خزانہ سے آس لگانی ہے جس کے قبضہ قدرت میں زمان و مکان کی طنابیں ہیں۔ ضعفاء کے لئے اس کو قوت و سلطنت دینا کیا مشکل ہے؟

البتہ بیدت الخیر کی تخصیص اس لئے ہے کہ موقعہ خیر مانگنے کا ہے جیسے کوئی امیدوار ملازمت عرضی میں لکھے کہ یہ جگہ دینا آپ کے اختیار میں ہے اگرچہ ملازمت سے برطرف و برخاست کرنا بھی حد اختیار میں ہوتا ہے لیکن اس موقعہ پر اس کا ذکر بے محل ہوتا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ يُوَالُوهُمْ مِنْ دُونِ أَيْ غَيْرِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ أَيْ يُوَالِيهِمْ فَلَيْسَ مِنْ دِينِ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَنَّةً مَصْدَرُ تَقِيَّتِهِ أَيْ تَخَافُوا مَخَافَةً فَلَكُمْ مَوَالِيَهُمْ بِاللِّسَانِ دُونَ الْقَلْبِ وَهَذَا قَبْلَ عِزَّةِ الْإِسْلَامِ وَيَجْرِي فِي مَنْ فِي بَلَدٍ لَيْسَ قَوْلًا فِيهَا وَيُحَذِّرُكُمْ يُخَوِّفُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ أَيْ أَنْ يَغْضِبُ عَلَيْكُمْ إِنْ وَالَيْتُمُوهُمْ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿۲۸﴾ الْمَرْجِعُ فَيَحَازِيكُمْ قُلْ لَهُمْ أَنْ تَخَفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ قُلُوبِكُمْ مِنْ مَوَالِيَتِهِمْ أَوْ تُبَدُّوهُ تَطَهَّرُوهُ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَهُوَ يَعْلَمُ مَا فِي

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ وَمِنْهُ تَعَذَّبَ مَنْ وَاِلَآهِمْ وَاذْكُرْ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَمَا عَسَلَتْ مِنْ سُوءٍ شَاءَتْ مُتْتَدًا حَبْرُهُ تَوَدُّ لَو أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا غَابَةً فِي نِهَآيَةِ الْعُدَدِ فَلَا يَصِلُ إِلَيْهَا وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ كَرَّرَهُ لِلتَّكْيِيدِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۰﴾ وَنَزَلَ لِمَا قَالُوا مَا نَعْبُدُ إِلَّا الصَّنَامَ الْأَحْبَالَ لِلَّهِ لِيُقَرِّبُنَا إِلَيْهِ قُلْ لَهُمْ يَا مُحَمَّدٌ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ بِمَعْنَى إِنَّهُ يُشِيكُم وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ مَّا سَلَفَ مِنْهُ قَبْلَ ذَلِكَ رَحِيمٌ ﴿۳۱﴾ بِهِ قُلْ لَهُمْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فِيمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ مِنَ التَّوْحِيدِ فَإِنْ تَوَلَّوْا أَعْرَضُوا عَنِ الطَّاعَةِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۲﴾ فِيهِ إِقَامَةُ الظَّاهِرِ مَقَامِ الْمُضْمَرِ أَيْ لَا يُحِبُّهُمْ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبُهُمْ

ترجمہ: مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو دوست نہ بنائیں (کہ انہیں اپنا رفیق و مددگار بنا لیں) مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ اور جس کسی نے ایسا کیا (کہ ان سے دوستی رکھی) تو پھر اللہ (کے دین) کو اس سے کوئی سروکار نہیں رہے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ تم ان کے شر سے بچنے کے لئے اپنا بچاؤ کرنا چاہو (تفتیہ کا یہ مصدر ہے اسی تخافوا مخافة ایسی حالت میں صرف زبانی اظہار موالات کی اجازت ہے۔ باقی دلی ترک موالات ہی رہے گی۔ اور یہ اجازت بھی اسلامی سوکت قائم ہونے سے پہلے کی ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو کسی شہر میں کمزور ہوں) خدا تمہیں اپنے سے ڈرا (خوف دلا) رہا ہے (کہ اگر تم نے ان سے دوستانہ تعلقات رکھے تو تم پر غضبناک ہوگا) اور آخر کار اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (ٹھکانہ وہی ہے اس لئے تم کو بدلہ دے گا) آپ (ان سے) فرمادیتے کہ تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے (ان کی محبت تمہارے قلوب میں ہے) یا ظاہر کرو۔ ہر حال میں اللہ سے خوب جانتے ہیں اور آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب اس پر روشن ہے اس کے احاطہ قدرت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں ہے۔ (مجملاً اس کے کفار سے دوستی پر سزا دینا بھی ہے) اور یاد کیجئے (اس آنے والے دن کو جب کہ ہر انسان پالے گا اپنے سامنے جو کچھ اس کے نفس نے اچھے کام کئے تھے اور جو کچھ کہ اس نے برائی کی (یہ مبتداء ہے خبر اس کے آگے ہے) تمنا کرے گا کہ اے کاش اس میں اور اس دن میں ایک بڑی مدت حائل ہو جاتی (دور دراز کی مسافت کہ اس تک نہ پہنچتے) اور خدا تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے۔ (اس کو مکرر تاکید کے لئے الئے ہیں) اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں کے حال پر (جبکہ کفار کہنے لگے کہ بتوں کی پرستش تو ہم اللہ کے تقرب حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں) تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (فرمادیتے) آپ (اے محمد ان لوگوں سے) اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا (یعنی تم کو اجر عطا کرے گا) اور تمہاری خطائیں معاف فرمادے گا اور بڑا ہی بخشنے والا ہے (ان لوگوں کی پچھلی خطائیں جو میری پیروی کر لیں) بڑا ہی رحم فرما ہے (ایسے شخص پر) آپ فرمادیتے (ان سے) کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور بارہ توحید جو حکم تم کو دیا گیا ہے) پھر اگر یہ لوگ رُوگردانی کریں (طاعت سے پہلو تہی کریں) تو اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے (اسی جملہ میں اسم ظاہر بجائے ضمیر لایا گیا ہے اصل عبارت لایحبہم تھی یعنی اللہ ان کو سزا دے گا)

تحقیق و ترکیب: من دون المؤمنین یہ قید احترازی نہیں ہے کہ مسلمانوں کی دوستی کے ہوتے ہوئے کفار کی دوستی جائز ہو، بلکہ مبالغہ کے لئے قید ہے کہ کفار سے دوستی مطلقاً حرام ہے لیکن اس صورت میں تو اور بھی بُرا ہے کہ جن سے دوستی ہونی چاہئے تھی ان سے نہیں ہے اور جن سے نہیں ہونی چاہئے تھی ان سے ہے۔

فليس من الله یعنی فلیس من ولایة الله فی شئی، الا ان تتقوا، یہ استثناء مفرغ ہے مفعول لہ سے یعنی لا یتخذ المؤمن الکافر و لیس الشئی من الاشیاء الاتقاء ظاہرا، اور تفسیر مدارک میں ہے کہ اگر کافر کا ایسا غلبہ نہ ہو کہ جان و مال کا خوف ہو تو دوستی کا اظہار اور دشمنی کا اخفاء جائز ہے۔ تقاۃ دراصل وقیۃ تھا لیکن واؤ کوتا کر لیا گیا ہے جیسے تہمة اور تہمة میں اور پھر یا کو الف سے تبدیل کر لیا گیا ہے۔ تخافوا سے جلال مفسر نے اشارہ کر دیا ہے لفظ تقاۃ کی ترکیب میں دو وجہوں میں سے ایک وجہ کی طرف یعنی منصوب ہے بنائے مصدریت اور مفعول مطلق کے۔ ہذا کا مشارا یہ اور یجوری کی ضمیر کا مرجع الا ان تتقوا کا استثناء ہے۔ نفسہ بخذف المضاف ہے۔ ای غضب نفسہ جیسا کہ مفسر علام نے ان یغضب بدل الاشمال نکال کر اشارہ کر دیا ہے۔ وهو یعلم میں جلال مفسر نے لفظ هو ظاہر کر کے اشارہ کیا ہے کہ اس کا عطف جواب شرط پر نہیں ہے بلکہ کلام متانف ہے لو ان بینہا ای بین النفس و بین السوء۔

امدا بعیدا مدعا یت شے اور منتہاء شے کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک مسافت بعیدہ مراد ہے یہی زیادہ ظاہر ہے یوم کو منصوب مانا جائے گا لفظ تو دو کی وجہ سے اور ما عملت من سوء کو جلال محقق نے تو جملہ متانفہ قرار دیا ہے لیکن اکثر مفسرین نے اس کو ما عملت من خیر پر عطف کیا ہے اور محض مقدر کو اختصاراً محذوف مانا ہے اور لفظ محضراً جو تہویل ہے وہ لفظ حاضر میں نہیں ہے اور بین ہ کی ضمیر اگر یوم کی طرف راجع کی جائے تو اس میں مبالغہ ہو جائے گا قاضی بیضاوی کی رائے ہے کہ قل ان تخفوا الخ یہ آیت بیان ہے پہلے و یحذرکم اللہ نفسہ کا یعنی اللہ سے ڈرو کہ وہ علم ذاتی محیط اور قدرت ذاتی عام کے ساتھ متصف ہے۔ لہذا اس کی نافرمانی پر جرأت بے جا نہ کرو۔

یحببکم اللہ چونکہ محبت کے معنی میلان نفس کے ہیں اور اللہ کی جناب میں یہ معنی باعث اشکال ہیں اس لئے مفسر علام نے استعارہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یشبہم کی ساتھ تفسیر کر دی۔

رابطہ:..... گذشتہ آیت میں کفار کی مذمت تھی اس پر بطور تفریع آئندہ آیت میں ان کے ساتھ دوستی کی ممانعت کی جا رہی ہے پھر آیت قل ان تخفوا الخ میں اس ممانعت کی تعمیم اور آیت یوم تجدد میں اس کی تاکید فرمادی اور آیت قل ان کنتم الخ میں اللہ و رسول کی محبت و اطاعت کی تلقین ہے گویا حاصل سب آیات کا محبت صحیحہ کا صحیح محل اور اس کا صحیح معیار بتلانا ہے۔

شان نزول:..... عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے تین (۳۰۰) سو رفقاء بظاہر مسلمانوں میں ملے چلے رہتے لیکن فی الحقیقت دلی رابطہ اور ساز باز کفار سے تھی۔ اس روش کی ناپسندیدگی کے لئے آیت لا یتخذ المؤمنون الخ نازل ہوئی۔
لباب النقول میں حسن سے تخریج ہے کہ ایک جماعت آنحضرت ﷺ سے ادعاء کہتی تھی واللہ یا محمد انا لنعجب ربنا اس پر آیت قل ان کنتم تحبون الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... اسلام و کفر میں ملاپ ممکن نہیں:..... پیروان اسلام کو خطاب ہے کہ راہ عمل میں سرگرم ہو جاؤ اور کسی طرح کی کمزوری نہ دکھلاؤ اپنے شخصی علاقوں کو جماعتی علاقوں پر ترجیح نہ دو، دشمنوں کو اپنا رفیق نہ بنو، نہ سمجھو دوست دشمن کی دو صفیں الگ الگ کھڑی ہو گئی ہیں۔ ہر شخص کے لئے ناگزیر ہے کہ اپنے لئے کوئی ایک صفت اختیار کر لے اور جسے اختیار کر لے اسی کا ہو رہے یہ نہ ہو کہ اسلام کی برادری میں شریک ہو کر دوسروں سے بھی ساز باز رکھے۔ اس قسم کی آیات قرآن کریم میں متعدد جگہ آئی ہیں جن میں بڑی سختی کے ساتھ کفار سے کھلنے ملنے کو روک دیا گیا ہے۔

آیت ومن یتولہم منکم کے تحت ابوالسعود نے لکھا ہے کہ اس میں ظاہری موالات پر بھی مسلمانوں کے لئے بڑی وعید

شدید ہے۔

قاضی بیضاویؒ بھی ترجمہ یہ کرتے ہیں من والاہم منکم فاندہ من جملتہم اور اس ذیل میں ارشاد نبوی ﷺ بھی نقل کیا ہے ولا تترا انار اہما اور تفسیر کبیر میں بھی اسی آیت کے ذیل میں ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ یرید کاندہ مثلہم۔

احکام موالات:..... علماء نے کفار کے ساتھ تین طرح کے معاملات کی تفصیل بیان کی ہے (۱) موالات یعنی قلبی میلان اور دوستی محض کفر یا کافر ہونے کی وجہ سے یہ مطلقاً حرام ہے اور کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ ترک موالات کی تمام آیات و نصوص اس کی شاہد ہیں۔ ہاں رشتہ قرابت کی وجہ سے اگر کسی کی طرف میلان ہو تو وہ اس کے کفر کو اچھا سمجھنے یا اس کے کافر ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

مدارات کی تفصیلات:..... (۲) مدارات، یعنی محض ظاہری خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی تو اس کی تین حالتوں میں اجازت ہے۔ ایک دفع ضرر کے لئے یعنی محض اخیال یا وہم کے درجہ میں نہ ہو بلکہ نقصان کا واقعی اندیشہ ہو پس آیت میں جو الا ان تتقوا السخ فرمایا گیا ہے اور اس مقام میں جو نقصان کے اندیشہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اس سے مراد یہی مدارات ہے جس کو صورۃ اور مجازاً موالات کہہ دیا گیا ہے لیکن آیت سابقہ میں چونکہ حقیقی موالات مراد ہے اس لئے استثناء نہیں کیا گیا ہے۔ دوسرے اس کافر کی دینی مصلحت یعنی بامید ہدایت اچھا برتاؤ کرنا جیسے آنحضرت ﷺ خوش خلقی کا برتاؤ کے ساتھ اسی توقع ہدایت کے لئے فرمایا کرتے تھے۔ تیسرے مہمان کے اکرام کے سلسلہ میں خاطر مدارات کرنا جیسا کہ بنی ثقیف کو آنحضرت ﷺ نے مسجد نبویؐ میں قیام کرایا۔ البتہ اپنے مالی یا جاہی نفع کے لالچ میں مدارات کی بھی اجازت نہیں ہے۔ بالخصوص دینی نقصان کا پہلو بھی اگر سامنے ہو تو بالکل ہی حرام ہوگا۔ چنانچہ ایتغون عندہم العزۃ میں اسی صورت کی ممانعت ہے لہذا مسلمانوں کو اس قسم کے مواقع میں خوشامدانہ برتاؤ کرنا بالکل مناسب نہیں ہے۔

مواسات کی اجازت:..... (۳) مواساة یعنی ہمدردی و غم خواری، احسان و نفع رسانی تو کافر حربی کے ساتھ یہ بھی ناجائز اور غیر حربی کافر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ آیت لاینہا کم اللہ الخ میں اس کا بیان ہے اور اس آیت میں مواساة کو مجازاً موالات سے تعبیر کیا گیا ہے آیت میں جو احکام موالات، مدارات، مواسات کے بیان کئے گئے ہیں وہ فاسق اور بدعتی کو بھی شامل ہیں۔

شیعوں کا تقیہ:..... الا ان تتقوا منہم قسۃ میں جو لفظ تقاۃ فرمایا گیا ہے اس سے مراد شیعوں کا تقیہ نہیں ہے کہ اس کو آیت سے قطعاً تعلق نہیں ہے کیونکہ آیت میں اندیشہ ضرر کے وقت دوستی کے اظہار اور دشمنی کے اخیال کی اجازت دی جا رہی ہے اور تقیہ متعارفہ میں دوستی کی بجائے کفر کا اظہار اور دشمنی کی بجائے ایمان کا اخیال کیا جاتا ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے البتہ آیت الا من اکرہ میں اندیشہ ضرر سے اظہار کفر کی اجازت ہے لیکن اس میں بھی تقیہ شیعہ سے دو طرح کا فرق ہے (۱) اکراہ صرف دفع ضرر کے لئے ہے اور تقیہ جلب منفعت اور دفع مضرت دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ (۲) اکراہ میں اندیشہ کا قوی ہونا ضروری ہے اور تقیہ میں نقصان کا احتمال و ہم بھی کافی ہے۔ اس لئے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

قیامت میں تین طرح کے لوگ:..... قیامت میں تین طرح کے لوگ ہوں گے نیک و بد، ملے جلے اعمال والے خالص بد اعمال، خالص نیک اعمال۔ آیت یسوم تجد میں قسم اول کا ذکر ہے۔ لیکن قسم ثانی والے بدرجہ اولیٰ اس کے متمنی ہوں گے البتہ تیسری قسم والوں کو اس تمنا کی نوبت نہیں آئے گی۔ اور دن کے نہ آنے کی تمنا کرنا نہایت بلیغ ہے کہ تمام مصائب سے دُوری کی تمنا کرنا ہے آیت لا یتخذ المؤمنون کی رو سے مشائخ مریدین کو منکرین کے ساتھ تعلق اور دوستی سے منع کرتے ہیں۔ البتہ ان سے اگر اندیشہ ضرر ہو تو ظاہر ہے تعلق کی اجازت دیتے ہیں۔ اور یہ ضعیفوں کے لئے حکم ہے ورنہ قوی الیقین اور پختہ کار اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

آیت قل ان کنتم میں اس پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محب و محبوب ہونا بجز اتباع محب حق کے میسر نہیں ہو سکتا۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ اخْتَارَ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ بِمَعْنَى أَنْفُسَهُمَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾
 بِجَعْلِ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَسْلِهِمْ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ أُوْلَادِ بَعْضٍ مِنْهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ اذْكَرُ اذْكَرَتْ
 امْرَأَتُ عِمْرَانَ جَنَّةٌ لَمَّا اسْتَتْ وَاسْتَقَاتْ لِلْوَلَدِ فَدَعَتْ اللَّهَ وَاحْسَتْ بِالْجَمْلِ يَا رَبِّ اِنِّي نَذَرْتُ اَنْ
 اَجْعَلَ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا عَتِيقًا خَالِصًا مِنْ شَوْاِغِلِ الدُّنْيَا لِخِدْمَةِ بَيْتِكَ الْمَقْدِسِ فَتَقَبَّلْ مِنِّي
 اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ لِلدُّعَاءِ الْعَلِيمُ ﴿۳۵﴾ بِالسِّيَاتِ وَهَلَكَ عِمْرَانٌ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا وَلَدَتْهَا
 جَارِيَةً وَكَانَتْ تَرْجُو اَنْ يَكُونَ غُلَامًا اِذْ لَمْ يَكُنْ يُحَرَّرُ اِلَّا الْعِلْمَانُ قَالَتْ مُعْتَدِرَةً يَا رَبِّ اِنِّي وَضَعْتُهَا
 اَنْثَىٰ وَاللَّهُ اَعْلَمُ اَيُّ عَالِمٍ بِمَا وَضَعَتْ جُمْلَةٌ اِعْتِرَاضٍ مِنْ كَلَامِهِ تَعَالَىٰ وَفِي قِرَاءَةِ بِضَمِّ التَّاءِ وَلَيْسَ
 الذِّكْرُ الَّذِي طَلَبْتُ كَالْاُنْثَىٰ الَّتِي وَهَبْتَ لِاَنَّهُ يُقْصَدُ لِلْخِدْمَةِ وَهِيَ لَا تَصْلُحُ لَهَا لِضَعْفِهَا وَعَوْرَتِهَا
 وَمَا يَعْتَرِيهَا مِنَ الْحَيْضِ وَنَحْوِهِ وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّي اَعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا اَوْلَادَهَا مِنْ
 الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾ اَلْمَطْرُودِ فِي الْحَدِيثِ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُوْلَدُ اِلَّا مَسَّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهْلُ
 صَارِحًا اِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا اَيُّ قَبْلِ مَرْيَمَ مِنْ اُمِّهَا بِقَبُولِ حَسَنِ وَاَنْبَتَهَا
 نَبَاتًا حَسَنًا اَنْشَأَهَا بِخَلْقِ حَسَنِ فَكَانَتْ تَنْبُتُ فِي الْيَوْمِ كَمَا يَنْبُتُ الْمَوْلُودُ فِي الْعَامِ وَاَتَتْ بِهَا اُمُّهَا
 الْاَحْبَارَ سَدَنَةَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَتْ دُونَكُمْ هَذِهِ النَّذِيرَةُ فَتَنَافَسُوا فِيهَا لِاَنَّهَا بِنْتُ اِمَامِهِمْ فَقَالَ زَكَرِيَّا
 اَنَا اَحَقُّ بِهَا لِاَنَّ خَالَتَهَا عِنْدِي فَقَالُوا اِلَّا حَتَّىٰ نَقْتَرِعَ فَاَنْطَلَقُوا وَهُمْ تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ اِلَىٰ نَهْرِ الْاَرْدَنِ وَالْقَوْمُ
 اَقْلَامُهُمْ عَلَىٰ اَنْ مَنْ ثَبَّتَ قَلَمَهُ فِي الْمَاءِ وَصَعَدَ فَهُوَ اَوْلَىٰ بِهَا فَثَبَّتَ قَلَمَ زَكَرِيَّا فَاخَذَهَا وَبَنَىٰ لَهَا غُرْفَةً فِي
 الْمَسْجِدِ بِسَلْمٍ لَا يَصْعَدُ اِلَيْهَا غَيْرُهُ وَكَانَ يَأْتِيهَا بِاَكْلِهَا وَشَرِبِهَا وَذُهْنِهَا فَيَجِدُ عِنْدَهَا فَاِكْهَةَ الشِّتَاءِ فِي
 الصَّيْفِ وَفَاِكْهَةَ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ثُمَّ اِيَّاهُ وَفِي قِرَاءَةِ بِالتَّشْدِيدِ
 وَنَصْبِ زَكَرِيَّا مَمْدُودًا وَمَقْصُورًا وَالْفَاعِلُ اللَّهُ كَلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ الْغُرْفَةَ وَهِيَ

اشْرَكَ الْمَجَالِسِ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَمْرِيْمُ اَنْتِي مِنْ اَيْنَ لَكَ هَذَا قَالَتْ وَهِيَ صَغِيْرَةٌ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ طَيَّبْتَنِيْ بِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ رِزْقًا وَاَسْعًا اِيْلًا تَعْبَةً

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ پُسن لیا (منتخب فرمایا) آدم اور نوح کو اور ابراہیم اور عمران (آل ابراہیم اور آل عمران سے مراد خود ان کی ذوات ہیں) تمام دنیا میں (انبیاء کو ان کی نسل میں کیا) ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں اور (یاد رکھیں) جب عمران کی بیوی نے دعا مانگی تھی (ان کا نام نہ تھا جب وہ من ایاس کو پہنچ گئیں اور بچہ کی تمنا ہوئی تو اللہ سے دعا کی اور حاملہ ہو گئیں) خدایا میں نذر پیش کرتی ہوں آپ کے لئے (نذر مانتی ہوں کہ تیرے لئے وقف کروں گی) میرے شکم میں جو بچہ ہے اس کو آزاد کر کے (دنیا کے کام دھندوں سے فارغ کر کے تیرے مقدس ہیکل کے لئے وقف کرتی ہوں) سو میری طرف سے یہ نذر قبول فرمائیجئے، بلاشبہ آپ (دعا) خوب سننے والے (نیتوں کا حال) خوب جاننے والے ہیں (عمران کی وفات اس حال میں ہو گئی کہ ان کی بیوی حاملہ تھیں) پھر جب ان کے لڑکی پیدا ہوئی (اس بی بی نے لڑکی جنی، حالانکہ ان کو توقع لڑکا پیدا ہونے کی تھی) کیونکہ ہیکل مقدس کی خدمت کے لئے لڑکے ہی وقف ہوا کرتے تھے (تو وہ بولیں) (معذرت کے لہجہ میں) خدایا میرے تو لڑکی ہوئی ہے حالانکہ اللہ بہتر جاننے والے (عالم) تھے جو کچھ انہوں نے جنتھا (یہ جملہ معترضہ من جملہ کلام الہی ہے اور ایک قرأت میں ضم تا کے ساتھ بصیغہ متکلم ہے) اور وہ لڑکا (جس کی وہ دعا مانگ رہی تھیں) اس لڑکی کے برابر نہیں تھا (جو ان کو مرحمت کی گئی ہے کیونکہ لڑکے سے مقصود معبد کی خدمت تھی اور لڑکی اپنے ضعف اور عورت ہونے کے عوارض حیض وغیرہ کی وجہ سے اس کام کی نہیں ہو سکتی) میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی نسل (اولاد) کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ شیطان مردود (ملعون) سے (حدیث میں ارشاد ہے کہ کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا کہ پیدائش کے وقت شیطان اس کو نہ چھوٹا ہو۔ اور بچہ اس کے چھونے سے نہ روتا ہو۔ بجز مریم اور ان کے صاحبزادہ کے رواہ الشیخان) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کو قبول فرمایا (یعنی مریم کو ان کی والدہ کی طرف سے قبول کر لیا) بڑی ہی اچھی قبولیت کے ساتھ اور بڑی ہی اچھی نشوونما دی (یعنی ان کی پرورش عمدہ طریقہ پر ہوئی چنانچہ روزانہ اتنی بڑھتی تھیں۔ جتنا دوسرا بچہ سال بھر میں بڑھتا ہے۔ ان کی والدہ ان کو بیت المقدس کے خدام کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا کہ اس نذر کو قبول کر لیجئے۔ چونکہ امام بیت المقدس کی یہ صاحبزادی تھی۔ اس لئے ہر ایک نے چھیننے چھیننے کی کوشش کی۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کا کہنا یہ تھا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ رشتہ میں اس کا خالو ہوں، لیکن دوسرے خواہش مند قرد سے کم کسی بات پر رضامند نہ ہوئے چنانچہ ۲۹ آدمیوں کا یہ قافلہ نہر اردن پر پہنچا اور اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال دیئے اس قرارداد کے ساتھ کہ جس کا قلم پانی میں ٹھہرا رہے گا اور کھڑا رہے گا وہی زیادہ حقدار سمجھا جائے گا۔ اس قرارداد کے مطابق حضرت زکریا کا قلم پورا ترا۔ اس لئے انہوں نے بچی کو حاصل کر لیا اور اس کے لئے مسجد میں زینہ پر ایک بالا خانہ علیحدہ تیار کرا دیا کہ جس میں ان کے سوا اور کوئی نہیں جاسکتا تھا اس کے لئے کھانا، پینا، تیل پھیلل آجاتا تھا اور غیر موسمی پھل بھی آپ اس کے پاس دیکھتے کہ سرما کا پھل گرما میں۔ اور ایک قرأت میں تشدید کے ساتھ اور زکریا کے نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ ممدود آیا مقصوراً۔ اور اللہ فاعل ہوگا) جب کبھی حضرت زکریا علیہ السلام اس کے پاس محراب میں جاتے بالا خانہ میں جو سب سے افضل جگہ تھی) تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کی چیزیں موجود پاتے۔ پوچھتے اے مریم یہ چیزیں تجھے کہاں سے مل گئیں؟ وہ کہتی (حالانکہ کم سن تھی) اللہ کے پاس سے (جنت سے میرے پاس آتا ہے) بلاشبہ اللہ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں (بے اندازہ اور بلا محنت کے)

تحقیق و ترکیب:..... آل عمران یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں جو یسہر بن فہنث بن لادی بن یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے اور یا مریم علیہا السلام کے والد اور ماٹان کے بیٹے ہیں جو یہود ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔ ان دونوں عمر انوں کے مابین تقریباً ایک ہزار آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے، دوسرا احتمال سیاق کے زیادہ مناسب ہے یعنی ابو مریم مراد ہوں۔ اس سورت کا نام بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ عمران ثانی کے گھرانہ کا حال اس میں مذکور ہے۔ آل سے مراد انس ہوتا ہے جیسے بولتے ہیں اکذاء، ای نفس کذا، یا اس لفظ کو زائد مانا جائے۔

ذریۃ بمعنی ولد۔ بروزن فعلیۃ ذر سے ماخوذ ہے یا بروزن فعولۃ ذر، سے ماخوذ ہے ہمزہ کو یا اور یا کو وا، سے تبدیل کر کے ادغام کر دیا ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ ترکیب میں آل سے یا آل اور نوح دونوں سے بدل ہے۔

اصراءۃ عمران حضرت زکریا و عمران دونوں ہم زلف تھے جنہوں نے فاقو کی دونوں بیٹیوں سے شادی کی، اول اشاع ام یحییٰ سے اور دوسرے نے ان کی بہن حنہ بنت فاقو سے جو ام مریم تھی، تو یحییٰ (یوحنا) اور مریم دونوں خالہ زاد بہن بھائی تھے۔ حنہ کے اولاد نہیں ہوئی، کبر سن میں ایک دفعہ ایک جانور کو یہ دیکھ کر کہ اپنے بچہ کو جو گدے رہا ہے ان کے دل میں تحریک اور بچہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ مطلق اولاد سے زیادہ لڑکا مرغوب ہوتا ہے اس لئے دعا میں اس کی تخصیص کی۔ چنانچہ مطلق دعا بلا تخصیص قبول ہوئی اور حاملہ ہو گئیں۔

محوراً منسوب علی الحالیۃ ہے۔ ما سے اور عامل لفظ نذرت ہے لک میں لام تعلیلیہ ہے والمراد لخدمۃ بیتک ہے اور محرراً سے متعلق ہے جار مجرور کی تقدیم کمال اعتناء کے لئے ہے نیز جار مجرور کا تعلق نذرت سے بھی ہو سکتا ہے ای نذرت العبادتی ایاک اور وضعت کی ضمیر غائب یا متکلم راجع ہے مافی بطنہا کی طرف اور تائید اس کے مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے۔

واللہ اعلم کا بیان ولیس الذکر الخ ہے اور ذکر واثی میں لام عہدی ہے۔ انی سمیتها مریم ان کی زبان میں مریم کے معنی عابدہ خادمہ کے ہیں گویا اس نام میں اشارہ ہے کہ میں اپنے سابقہ ارادہ پر قائم ہوں گو لڑکا نہیں لڑکی ہے جو خدمت بیت اللہ کے لئے اگرچہ مجاز نہیں ہو سکتی لیکن عبادت کے لئے تو وقف ہو سکتی ہے۔ اور انسی مسند الیہ کی تقدیم اس لئے ہے کہ چونکہ باپ موجود نہیں ہے اس لئے صرف میرا رکھا ہوا نام ہے۔ وفی الحدیث بظاہر حدیث تمام انبیاء غیر انبیاء کے لئے عام معلوم ہوتی ہے حالانکہ انبیاء معصوم ہیں لیکن کہا جائے گا کہ انبیاء کرام حس اغوائی سے معصوم ہوتے ہیں جو یہاں ثابت نہیں ہے۔ یہاں جسمانی لحاظ سے جس کو کہ بیان ہے وہ عصمت پر اثر انداز نہیں البتہ آیت سے صرف حضرت مریم کا حضرت عیسیٰ کے بارہ میں استعاذہ ثابت ہوتا ہے حنہ کا نہیں۔ اور حدیث میں حنہ اور مریم دونوں کا ماموں رہنا معلوم ہوا جو انعام خداوندی ہے تاہم آیت کی تفسیر میں حدیث کو لانا مناسب نہیں تھا درآئنا لیکہ دوسری روایت میں ہے۔ ان الشیطان کان ایضاً الا انه صادف الغشاء۔

استہلال رفع صوت عند الہلال کو کہتے ہیں یہاں پیدائش کے وقت بچہ کا رونا مراد ہے۔ بقبول حسن باس میں کتبت بالقلم کی طرح ہے۔ ما قبل ما یقبل میں بی الشیء جیسے معوط ما یسعط بہ نباتا حسنا مفعول مطلق من غیر لفظ ہے اور بعض کے نزدیک تقدیر اس طرح ہے بیت نباتا بقبول میں باء زائدہ بھی ہو سکتی ہے اور یہ معبودیت کی وجہ سے منسوب بھی ہو سکتی ہے اور چونکہ بنو ماٹان بنی اسرائیل کے رئیس و سردار ہوتے تھے اس لئے عمران بھی ان کے امام کہلائے۔ اقسام یہ وہی قلم ہوں گے جن سے تورات لکھی جاتی ہوگی جو پتیل کے تھے عرفہ اس کے سات دروازے تھے حضرت زکریا کہیں باہر جاتے تو متغفل کر جاتے تھے یہ امام کی محراب تھی۔ کفلہا جنہوں نے ممدود اُپرٹھا ہے انہوں نے نصب ظاہر کر دیا اور قصر کی صورت میں محل نصب میں ہوگا۔

المحراب امام کے کھڑے ہونے کی مخصوص جگہ یا مسجد کا مخصوص حصہ۔ سسی لتحارب الناس او الشیطان فیہا۔ ان اللہ

یوزق اس کو کلام مریم پر محمول کرنا اولیٰ ہے بہ نسبت کلام الہی کے۔

رابطہ:..... گذشتہ آیت میں اللہ کی محبت کا ذکر تھا آئندہ آیات میں اللہ سے محبت کرنے والوں کا ذکر ہے نیز جو معاندین مسئلہ نبوت و رسالت کو مستبعد سمجھتے تھے مختلف انبیاء کے واقعات سے استبعاد کو رفع کرنا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... چاروں انجیلوں اور حواریوں کے خطوط میں اگرچہ عمران کے والد اور ان کی بیوی وغیرہ کے ناموں کی تصریح نہیں ملتی لیکن مورخین اسلام نے اپنی تحقیقات سے پتہ لگایا ہے کہ یہ عمران حضرت موسیٰ و ہارون کے والد نہیں ہیں۔ بلکہ بقرہ سباق ماتان کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم کے والد اور حضرت عیسیٰ کے نانا ہیں۔ حضرت ہارون کی اولاد میں ہیں حضرت زکریا بن اذن کے ہم زلف ہیں اگر کوئی شخص بچہ کو اللہ کے گھر کا مجاور بنانے کی نذر مانتا تو دستور کے مطابق بچہ کو دودھ چھڑانے کے بعد شہر یروشلم (بیت المقدس) میں لا کر ہیکل اور کلیسا کی نذر کر دیتا اور کاہن (امام) کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔ چنانچہ عمران مرحوم کی بیوہ حنہ بھی اپنی بیٹی مریم کو ہیکل میں وقف عبادت کرنے کے لئے لائیں تو حضرت زکریا جو مریم کے خالو اور ان کی مہن اشاع یا ایسبات کے شوہر تھے انہوں نے کفالت کی ذمہ داری قبول کر لی۔ پھر حضرت مریم سے کرامات اور خوارق کا صدور دیکھا تو معتقد ہوئے اور اپنے لئے تائید نبی کا ایک لطفہ ہاتھ آیا۔

ان آیات میں اکثر الوالعزم انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں بھی پھر تخصیص بعد التعمیم کے طور پر بطور خاص آل عمران مریم و عیسیٰ کا اور حضرت زکریا و یحییٰ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس نذر کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے ایسی نذر اس وقت مشروع تھی اب مشروع نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ہے لانذر فیما لایملک۔

چند شبہات کے جوابات:..... ولادت کے وقت شیطان کے جس چھیڑنے کا ذکر حدیث میں ہے اس کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی کہ انسی اعیذھا الخ کی بشارت قبولیت ان کو ولادت کے ساتھ ہو گئی تھی۔ اور آیت میں چونکہ ان دونوں کے لئے دعا کی تصریح ہے اس لئے حدیث میں بھی اجابت دعا کی تصریح ان دونوں ناموں کے ساتھ ظاہر فرمادی ہے لیکن اس سے اور انبیاء کے لئے نفی لازم نہیں آتی کہ ولادت کے وقت اوروں کو شیطان نے مس کیا ہو۔ یا پھر اس کو فضیلت جزئی پر محمول کر لیا جائے البتہ آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت کلی حاصل ہے۔ رہا شیطان کو بچہ پر اتنی قدرت دیئے جانے سے بچہ کو ہلاک کر دینے کا اندیشہ ہونا؟ سو دو وجہ سے صحیح نہیں ہے اول تو محض چھیڑنے کی قوت سے ہلاک کرنے کی قدرت کا حاصل ہو جانا لازم نہیں آتا۔ دوسرے نگہبانی کے لئے فرشتے بھی موجود رہتے ہیں اس لئے شیطان کا وار اور ہتھیار کارگر نہیں ہوتا۔

لطائف:..... مریم بمعنی عابدہ نام رکھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ میں اپنے ارادہ نظر سے نہیں پھری ہوں۔ خدمت کے لئے نہ سہی عبادت ہی کے لئے سہی اس کو پیش کر رہی ہوں۔ چنانچہ حضرت زکریا امام ہونے کی وجہ سے اور عزیز خاص ہونے کی وجہ سے ان کی کفالت کے مستحق تھے۔ لیکن قوم کے مزید اطمینان کے لئے قرعہ سے اور وہ بھی عجیب و غریب طریقہ پر ان ہی کو ترجیح ہو گئی جس سے خدا کی مرضی کا ہونا بھی معلوم ہو گیا۔ اور نشوونما کے عمدہ ہونے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ شروع ہی سے عبادت و زہد کی طرف دھیان رکھا اور یا یہ کہ جسمانی لحاظ سے ظاہری نشوونما دوسروں کی نسبت بہت جلد ہوا۔ قرعہ اندازی کی یہ صورت خارق عادت تھی جس میں حضرت زکریا کی کامیابی معجزہ تھی۔

قرعہ اندازی کا حکم: ہماری شریعت میں حنفیہ کے نزدیک قرعہ کا حکم یہ ہے کہ شرع میں جن حقوق کے اسباب معلوم اور متعین ہوں ان میں قرعہ ناجائز ہوگا اور داخل قرار سمجھا جائے گا۔ البتہ جن حقوق کے اسباب رائے پر محمول ہوں ان میں قرعہ جائز ہے۔ اول کی مثال کہ کسی بچے کے نسب میں اختلاف ہو اور اس کا فیصلہ قرعہ سے کرنا چاہے کہ جس کا نام نکل آئے گا وہی باپ سمجھا جائے گا، یہ غلط اور ناجائز ہے۔ یا ایک مشترک چیز جس میں برابر کے حصہ دار ہیں تو اگر ایک شخص قرعہ اندازی کر کے اپنا نام نکلنے پر سب چیز کا مالک بنا چاہے یہ جائز نہیں ہے۔ دوسری کی مثال جیسے کسی مشترک چیز میں اپنے حصہ کی تعیین کہ مکان غربی حصہ فلاں کو اور مشرقی فلاں کو دیدیا جائے یہ بے شک قرعہ سے جائز ہے کیونکہ بلا قرعہ خود آپس کی رضا مندی یا قضاء قاضی سے بھی یہ تقسیم اور تعیین جائز تھی۔

وجد عندھا رزقا قول مشہور پر کہ حضرت مریم ولیہ تھیں اس سے کرامات اولیاء کا ثبوت ہوتا ہے۔ خلافاً للمعتزل۔

هُنَالِكَ أَي لَمَّا رَأَى زَكَرِيَّا ذَلِكَ وَعَلِمَ أَنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْإِتْيَانِ بِالشَّيْءِ فِي غَيْرِ حِينِهِ قَادِرٌ عَلَى الْإِتْيَانِ بِالْوَلَدِ عَلَى الْكِبَرِ وَكَانَ أَهْلُ بَيْتِهِ أَنْقَرَضُوا دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ لَمَّا دَخَلَ الْمِحْرَابَ لِلصَّلَاةِ جَوْفَ اللَّيْلِ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ مِنْ عِنْدِكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۗ وَلَدَا صَالِحًا إِنَّكَ سَمِيعٌ مُجِيبُ الدُّعَاءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَكَةُ أَي جَبْرَائِيلُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَي الْمَسْجِدِ أَنَّ أَي بِأَنَّ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْكَسْرِ بِتَقْدِيرِ الْقَوْلِ اللَّهُ يُبَشِّرُكَ مُثَقَّلًا وَمُخَفَّفًا بِيحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ كَائِنَةٍ مِنَ اللَّهِ أَي بَعِثْنِي أَنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَسُمِّيَ كَلِمَةً لِأَنَّهُ خُلِقَ بِكَلِمَةٍ كُنَّ وَسَيِّدًا مَتَّبِعًا وَحُضُورًا مُنَوَّعًا عَنِ النِّسَاءِ وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۹﴾ رَوَى أَنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيئَةً وَلَمْ يَهَمْ بِهَا قَالَ رَبِّ أَنَّى كَيْفَ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَدٌ وَقَدْ بَلَغَنِي الْكِبَرُ أَي بَلَغَتْ نِهَآيَةَ السِّنِّ مِائَةٌ وَعِشْرِينَ سَنَةً وَأَمْرَاتِي عَاقِرٌ ۗ بَلَغَتْ ثَمَانِي وَتِسْعِينَ قَالَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ غُلَامًا مِنْكُمْ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿۴۰﴾ لَا يُعْجِزُهُ عَنْهُ شَيْءٌ وَلَا يَظْهَرُ هَذِهِ الْقُدْرَةُ الْعَظِيمَةُ الَّتِي اللَّهُ السُّؤَالَ لِيُجَابَ بِهَا وَلَمَّا تَأَقَّتْ نَفْسُهُ إِلَى سُرْعَةِ الْمُبَشِّرِ بِهِ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۗ أَي عَلَامَةً عَلَى حَمَلِ امْرَأَتِي قَالَ آيَتُكَ عَلَيْهِ أَنْ لَا تُكَلِّمَ النَّاسَ أَي تَمْتَنِعَ مِنْ كَلَامِهِمْ بِخِلَافِ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَي بِلَيَالِيهَا إِلَّا رَمَزًا ۗ إِشَارَةً ۗ وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ صَبْرًا بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ أَوْ آخِرَ النَّهَارِ وَأَوَائِلَهُ ۗ وَادْكُرْ إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ أَي جَبْرَائِيلُ يَلُ مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ بِحَمْلِكِ إِحْتَارِكِ وَطَهَّرَكِ مِنْ مَسِيئِ الرِّجَالِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿۴۲﴾ وَأَهْلَ زَمَانِكَ يَهُرِيْمُ اقْسِي لِرَبِّكِ اطِّيعِيهِ وَأَسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۴۳﴾ أَي صَلَّى مَعَ الْمُصَلِّينَ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ مِنْ أَمْرِ زَكَرِيَّا وَمَرْيَمَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ أَخْبَارِ مَا غَابَ عَنْكَ نُوحِيَهُ إِلَيْكَ ۗ يَا مُحَمَّدُ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ فِي الْمَاءِ يَقْتَرِعُونَ لِيُظْهَرَ لَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ رَبِّي مَرْيَمَ

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۳﴾ فِي كِفَالَتِهَا فَتَعْرِفُ ذَلِكَ فَتُخْبِرُ بِهِ وَإِنَّمَا عَرَفْتَهُ مِنْ جِهَةِ الرُّوحِ .

ترجمہ:..... اس وقت کا یہ معاملہ ہے (یعنی جبکہ حضرت زکریا نے ان خوارق کا ظہور دیکھا اور سمجھا کہ جو ذات بے موسم پھل پیدا کر سکتی ہے کیا وہ بڑھاپے میں اولاد نہیں دے سکتی۔ اس وقت حضرت زکریا کے متعلقین وفات پا چکے تھے) کہ زکریا نے اپنے پروردگار کے حضور دعا مانگی (جس وقت حضرت زکریا نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوئے) عرض کی خدایا تو اپنے فضل خاص سے (اپنے پاس سے) مجھے پاک نسل (اولاد صالح) عطاء فرما۔ بلاشبہ آپ دعا سننے والے (قبول فرمانے والے) ہیں پس پکارا ان کو فرشتوں (جبرئیل) نے در آنحالیکہ حضرت زکریا محراب (مسجد) میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ (ان معنی میں بان کے اور ایک قرأت میں ان بکسر الہمزہ ہے بتقدیر القول) اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری دے رہے ہیں (یہ لفظ تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) یحییٰ کی جو کلمۃ اللہ کے تصدیق کنندہ ہوں گے (یعنی حضرت عیسیٰ کے روح اللہ ہونے کی تصدیق فرمائیں گے کلمۃ اللہ اس لئے کہا گیا کہ وہ کلمہ کس سے پیدا کئے گئے ہیں) اور مقتدا (سردار) و پارسا (عورتوں سے پرہیز کرنے والے) پیغمبر اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے (روایت ہے کہ انہوں نے نہ کبھی کوئی خطا کی اور نہ اس کا ارادہ کیا) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا۔ حالانکہ مجھ پر بڑھاپا طاری ہو چکا ہے (یعنی ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں) اور میری اہلیہ بانجھ ہے (کہ اٹھانوے سال کی عمر کو پہنچ چکی ہے) حکم ہوا (معاملہ) ایسے ہی ہو جائے گا (بحالت موجودہ تم سے بچہ پیدا ہوگا) کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں اس کو پورا کر دیتے ہیں (ان کو کوئی روک نہیں سکتا) اور اس عظیم قدرت کو ظاہر کرنے ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سوال الہام کیا تا کہ اسی کے مطابق جواب مرحمت فرمایا جائے۔ جب ان کا دل اس خوشخبری کا زیادہ مشتاق ہوا) عرض کیا کہ خدایا میرے لئے کوئی بات بطور نشانی ٹھہرا دیجئے (یعنی بیوی کے حاملہ ہونے پر کوئی علامت مقرر کر دیجئے) فرمایا تمہارے لئے (اس پر) یہی نشانی ہوگی کہ تم کسی سے بات چیت نہیں کر سکو گے (یعنی لوگوں کی گفتگو سے باز رہو گے۔ البتہ ذکر اللہ جاری رہے گا) تین دن (مع تین راتوں کے) الایہ کہ اشاروں سے۔ اور اپنے پروردگار کا ذکر بکثرت کیجئے اور صبح و شام اس کی حمد و ثناء نماز) میں مشغول رہئے (پچھلا پہر، اول پہر) اور (وہ وقت یاد رکھنے کے قابل ہے) جب کہ فرشتوں (جبرئیل) نے کہا اے مریم اللہ نے تمہیں جن لیا (برگزیدہ بنا دیا) ہے اور پاک صاف رکھا ہے (مردوں کی صحبت سے) اور تمام دنیا (تمہاری ہم عصر) عورتوں پر تم کو فوقیت بخشی ہے۔ اے امریم اب تم اپنے پروردگار کی اطاعت (فرمانبرداری) میں سرگرم ہو جاؤ اور رکوع و سجود کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع و سجود میں منہمک رہو (یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو) یہ (زکریا اور مریم کے مذکورہ واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں (جو خبریں آپ سے غائب تھیں) جن کی وحی آپ پر (اے محمد) کبر رہے ہیں اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے نہ تو اس وقت جبکہ وہ جھگڑ رہے تھے آپس میں (مریم کی کفالت کے سلسلہ میں آپ کو اس کی خبر ہوتی اور آپ دوسروں کو اس کی خبر کرتے آپ کو تو صرف بذریعہ وحی یہ باتیں معلوم ہو سکتی ہیں)

تحقیق و ترکیب:..... لفظ ہہنا ظمرف مکان کے لئے آتا ہے اور لام بعد کے لئے ہے اور کاف خطاب کے لئے ہے لیکن کبھی ہنا، حیث، کم ظرف زمان کے لئے بھی مستعار لے لیا جاتا ہے۔ یعنی یہ امور عجیبہ وغریبہ جن میں وہ مکان و زمان بھی داخل ہیں۔ اس دعا کا باعث اور محرک ذریعہ بمعنی نسل کا اطلاق مفرد جمع دونوں پر آتا ہے اسی لئے مفسر علام نے ولد اصالحا کہا تذکیر و تانیث کبھی لفظی مراد ہوتی ہے اور کبھی معنوی۔

بتقدیر القول۔ ای حال کون الملائکة قائلین له ان اللہ الخ فنادتہ فاتعقبتہ کے لئے یعنی فوراً دعا قبول ہو گئی۔ جو

روایت کے سلسلہ میں بیان کی جاتی ہے کہ دعاء اور اجابت میں چالیس سال کا فصل ہوا۔ وہ صحیح نہیں ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ دعا بار بار ہوئی جیسا کہ لفظ کلمہ بھی دلالت کرتا ہے تو اس طرح حمل سے کچھ پہلے بھی دعا ہوئی ہو الملائکہ مراد جبریل ہیں مجازاً تعظیم کے طور پر یا جمع علی حالہ ہو اور جبریل بھی من جملہ مخاطبین ہوں۔

مشقلا و مخففا یعنی یبشرک اور یبشرک۔ مصدقا۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ سے چھ ماہ بڑے تھے اور سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے نبی اور کلمۃ اللہ ہونے کی تصدیق انہوں نے ہی فرمائی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ مریمؑ کی طرح ان کی بہن بھی حاملہ تھیں ایک دفعہ کہنے لگیں کہ اے مریمؑ میں دیکھتی ہوں کہ میرے پیٹ میں بچہ تیرے پیٹ کے بچہ کی طرف سجدہ ریز ہوتا ہے۔ مصدقا حال مقدرہ ہے یحییٰؑ سے بکلمۃ کن اور بعض کی رائے میں اس سے مراد قول کذلک اللہ یخلق الخ ہے اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اللہ نے نفع جبریل کے وقت جبریل کو فرمایا ہے۔ انسی یہ استبعاد بطور عادت کے مراد ہے نہ بطور شک کے عاقر مرد یا عورت جس کے بچہ نہ پیدا ہوتا ہو۔ عقر بمعنی قطع بلسغی الکبر بلوغ کی نسبت کبر کی طرف توسعا کی گئی ہے گویا بڑھا یا طالب ہے اور خود وہ مطلوب۔ کذلک جلال محقق اس سے پہلے الامر مبتداء محذوف نکالا ہے اور اللہ یفعل الخ اس کا بیان ہے یعنی تم میں سے کسی میں تبدیلی نہیں ہوگی بلکہ بحالت موجودہ ہماری قدرت کا اظہار ہوگا۔ اور عامل مقدر کر کے اس پر جواب تام بھی کہا جاسکتا ہے یعنی یكون لك غلام وانت كذا لك من الشيخوخة وكون امراتك عجوزاً۔

اللهم الله السؤل یعنی انسی یكون لی غلام حضرت یحییٰؑ کے سلسلہ میں اللہ یفعل ما یشاء کہا گیا ہے اور آگے حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں اللہ یخلق ما یشاء کہا جا رہا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بلا باپ زیادہ معجزہ ہے بہ نسبت ولادت یحییٰؑ کے۔ ان لاتکلم اس کی تفسیر میں لفظ تمتع سے اشارہ کر دیا کہ کسی بیماری سے زبان بند نہیں ہو جائے گی بلکہ اختیاری طور پر زبان بندی ہوگی اور باتیں کرنے کو جی نہیں چاہے گا چنانچہ سورہ مریمؑ میں سو یا کا لفظ بھی موجود ہے یعنی تندرست رہو گے۔ اور قاضی بیضاویؒ کی رائے ہے کہ کلام پر قادر ہی نہیں رہو گے ثلاثۃ ایام صوفیاء کے یہاں تین دن تین رات ریاضت باعث کامیابی شمار کی جاتی ہے کہ جس میں ذکر اللہ کی کثرت اور دنیا کی باتوں سے بالکل اجتناب ہو اور جواب میں لفظ آیت کا اعادہ جواب کو بلوغ بنا رہا ہے واحسن احسن الجواب ما کان منتزعا من السوال۔ العشی۔ زوال سے غروب آفتاب تک۔ ابکار طلوع فجر سے لے کر چاشت تک اس سے معلوم ہوگا کہ شریعت میں بھی دو نمازیں قبل طلوع الشمس اور قبل الغروب تھیں۔ اسی لئے صبح کی تفسیر جلال محقق نے صل کے ساتھ کی ہے ورنہ تسبیح و ذکر کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

واذ قالت الملائکہ اس کا عطف اذ قالت امراة عمران پر ہے وہ ماں کا قصہ تھا یہ بیٹی کا قصہ ہے مناسبت ظاہر ہے۔ اور قصہ زکریا ان دونوں کے درمیان اس لئے ذکر کر دیا کہ اول قصہ ہی اس دعاء کا باعث بنا تھا۔ اور ملائکہ کی تفسیر جبریل کے ساتھ کرنا تسمیۃ الخاص باسم العام ہے تعظیماً۔ و طہر ل یعنی خاص نزاہت مردوں سے علیحدگی اور یکسوئی مراد ہے حیض وغیرہ سے علیحدگی مراد نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے کہا جاتا ہے ایک دفعہ ان کو حیض آیا ہے۔ واصطفیٰ اس سے خاص فضیلت جزئی مراد ہے یعنی حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ہونا اس سے حضرت عاقر اور حضرت فاطمہؑ کے فضال کثیرہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ محققین کے نزدیک ان دونوں کو افضل نساء العالمین سمجھا جائے گا۔ یا مریم قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کے سوا کسی عورت کا نام صراحتاً ذکر نہیں فرمایا گیا اس میں رد ہے ان کو اللہ میاں کی بیوی کہنے والے عیسائیوں پر۔ کیونکہ کوئی آدمی اپنی بیوی کا نام دوسروں کے سامنے لینا پسند نہیں کرے گا۔

واسجدی وارکعی ان کی نماز میں اگر سجدہ پہلے ہوتا تھا اور رکوع بعد میں تو پہلے ترتیب وار سے نہیں سمجھی جائے گی۔ لیکن اگر ان کی نماز ہماری ہی نماز کی طرح ہے کہ رکوع پہلے اور سجدہ بعد میں ہو تو اس وار کا جواب شوافع کے پاس کیا ہوگا جو وار کو ترتیب کے لئے مانتے

ہیں۔ البتہ حنفیہ کے لئے معقول استدلال ہو سکتا ہے۔ مع الراکعین بجائے مع الراكعات کے مع الراكعین فرمایا گیا بطور تغلیب کے یا یہ مقصد ہے کہ عورتوں کی طرح گنڈے دار خالی نقل و حرکت کی نماز نہ پڑھو بلکہ پابندی اور خشوع والی مردانہ نماز پڑھا کرو اور نماز پر رکوع کا اطلاق تسمیۃ الکل باسم الجزاء ہے اور سجدہ کی تقدیم یا تو ان کی شریعت کے مطابق ہوگی اور یا محض شرف کے لیے۔

رابطہ: ان آیات میں حضرت زکریا کا واقعہ دعائے ولادت تکمیلی اور حضرت مریم کے واقعہ کا تمثیل بیان کیا جا رہا ہے اور ذلک من انباء الغیب میں اس کو دلیل نبوت قرار دیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾: بے موسم پھل اور ناوقت اولاد: حضرت زکریا علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی ہونے کی وجہ سے اللہ کی عظیم قدرت کے معتقد تھے۔ لیکن اسباب عادیہ نہ ہونے کی وجہ سے اس قسم کی درخواست کو جرات بے جا سمجھتے تھے لیکن جب حضرت مریم کے پاس بے موسم پھل آتے دیکھتے تو دل میں ایک خاص قسم کی تحریک ہوتی اور بار بار اس کرامت کے مشاہدہ سے کیفیت نے شدت رغبت کی صورت اختیار کر لی۔ تو درخواست پیش کر دی کہ اے اللہ مجھے بھی ”بے موسم کا پھل“ عطا فرما نذر یہ کہ مطلب یہ ہے کہ بابرکت اور نیک کردار ہو۔ یہ دعاء مختلف مواقع میں مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے ممکن ہے مختلف اوقات کے لحاظ سے مختلف الفاظ استعمال کئے ہوں اس لئے کہیں کوئی لفظ نقل کر دیا اور کہیں کوئی۔ محراب سے مراد عمدہ اور مخصوص مکان ہے خواہ امام کا مصلی ہو یا وہ مخصوص جگہ جو حضرت مریم کے لئے بنائی گئی تھی۔ حضرت عیسیٰ چونکہ بلا واسطہ سبب عادی یعنی باپ کے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ان کو ”کلمۃ اللہ“ یا ”روح اللہ“ کہا گیا یہ جواب ہے وفد نجران کے شبہ کا۔ حضرت تکمیلی، حضرت عیسیٰ کے ہم عصر ہیں اور سب سے پہلے ان کو ماننے والے اس لئے ان کو مصدق کہا گیا ہے۔

مشرب تکوی: اور حصول میں سب جائز خواہشوں سے رُکنا بھی داخل ہے۔ مثلاً عمدہ کھانا پینا، پہننا، نکاح وغیرہ۔ حالانکہ احادیث سے نکاح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے سو جس شخص کی حالت واقعی یہ ہو کہ اس پر فکر آخرت غالب ہو کر اس کو ادائیگی حقوق سے بے توجہ بنا دے تو اس کے لئے تجرد ہی بہتر ہے۔ نکاح کی فضیلت میں من استطاع منکم الباءة کی قید خود اس کی مؤید ہے۔ اور صالح ہونا ایک کلی مشکلک ہے جس سے ادنیٰ درجہ عام مؤمن اور اعلیٰ درجہ انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے محل مدح میں اس لفظ کا استعمال بے فائدہ نہیں ہے اور بحالت نماز فرشوں کی بات چیت چونکہ پیغام الہی تھا اس لئے اس کی مشغولیت عین حضور قلب ہے وہ اس میں خلل انداز یا اس کے منافی نہیں ہے۔ انسی یکون لی غلام سے مقصود استبعاد نہیں ہے کہ ایک جلیل القدر پیغمبر سے یہ سوال خود مستبعد ہے بلکہ اجابت دعا کی کیفیت کے اشتیاق کا اظہار ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی بحالت موجودہ بوڑھے رہیں گے یا اس میں کچھ رد و بدل کیا جائے گا۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ موجودہ حالت باقی رہے گی کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔

نکات: اور لڑکے کا تعین اور اس کا زندہ رہنا یہ بات یحییٰ کے نام سے معلوم ہو گئی تھی اور نشانی کی فرمائش بھی اسی شدت شوق کا نتیجہ تھی یا ادائے شکر کے لئے پہلے سے آمادگی کا اظہار تھا۔ غرض کہ نشانی بڑی لطیف تجویز کی گئی کہ نشانی کی انسانی ہوگی اور مقصود کا مقصود۔ بدرجہ اتم حاصل ہو گیا کہ ادائے شکر کے سوا کسی دوسرے کام ہی کے نہ رہیں گے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ بہ نسبت عدم کلام اختیاری کے عدم کلام اضطراری مراد لینا اوفق ہے کما قال البیضاوی اور دونوں مراد لینا اور بھی جامعیت رکھتا ہے۔ اس آیت میں تین دن اور دوسری آیت سے تین رات معلوم ہوتی ہیں اور دونوں صحیح ہیں اور گواہی شوق اور جذبہ کے لحاظ سے وہ خود تین دن تین رات ذکر اللہ

میں مصروف رہتے لیکن بطور استحسان و تاکید حق تعالیٰ نے بھی اس کو ارشاد فرمادیا اور صبح شام سے مراد یا تو مطلق اوقات ہیں مجازاً اور حقیقتاً یہی اوقات مراد ہیں تو ان کی عبادت کو دن کے ساتھ مخصوص کرنا پڑے گا۔

تحقیقات:..... اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِیْں دو باتیں قابل تحقیق ہیں۔ (۱) مطلقاً فرشتوں سے کلام کرنا خواص نبوت سے نہیں ہے۔ خواص نبوت سے وہ کلام ہے جو مامور بالتبلیغ سے کیا جائے گو خود اس کلام کی تبلیغ مقصود نہ ہو۔ (۲) لفظ نساء سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت مریم بالغ ہو چکی تھیں اس لئے شاید لفظ اصطفااء مکرر لایا گیا ہے کہ پہلا اصطفااء بچپن میں ہوا اور یہ اصطفااء جوانی میں ہوا غرض کہ دونوں اصطفااء کرامات سے لبریز ہیں۔

اطلا ف:..... ہنالک دعا سے بھی دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو اولاد کا آرزو مند ہونا زہد کے منافی نہیں ہے بالخصوص جبکہ کسی دینی مصلحت و غرض سے ہو جیسے حضرت زکریا نے انبی خفت الموالی کی مصلحت دوسری آیت میں بیان فرمائی اس سے بقاء سلسلہ کی تمنا اور آرزو کا استحسان بھی معلوم ہوا جیسا کہ مشائخ کی خواہش اور تمنا ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ اسباب بعیدہ کا سوال منافی ادب نہیں ہے۔ ذریعہ طیبہ کی قید سے معلوم ہوا کہ خلیفہ بنانے کے لئے ان صفات کی شرط ہے اولاد بنانے کے لئے نہیں کہ وہ تو بہر صورت اولاد ہی ہوگی بعض بزرگوں سے جو اس کی ضد کی تمنا منقول ہے وہ غلبہ حال پر محمول ہے یا عند اللہ مقدر نہ ہونے پر تفویض ہے اور رب اجعل لی ایة میں مزید طمانیت کے لئے دعاء ہے جیسے حضرت ابراہیم کی دعاء دربارہٴ احیاء موتی گذر چکی ہے۔

اُذْکُرْ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ اٰی جِبْرِیْلُ یَمْرِیْمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ ۗ اٰی وَاٰی وَوَلَدٍ اِسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ ۗ خَاطَبَهَا بِنِسْبَتِہٖ اِلَیْہَا تَنْبِیْہُہَا عَلٰی اَنَّہَا تَلِدُہٗ بِلَا اَبٍ اِذْ عَادَہُ الرَّجَالَ نِسْبَتُہُمْ اِلٰی اٰبَائِہِمُ وَجِیْہُہَا ذَا جَاہٍ فِی الدُّنْیَا بِالنُّبُوَّةِ وَالْاٰخِرَةِ بِالشَّفَاعَةِ وَالذَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ عِنْدَ اللّٰهِ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ اٰی طِفْلاً قَبْلَ وَقْتِ الْکَلَامِ وَکَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ کَیْفَ یَکُوْنُ لِیْ وَوَلَدٌ وَلَمْ یَمَسَّسْنِیْ بِبَشَرٍ ۗ تَتَزَوَّجُ وَلَاغَیْرَہٗ قَالَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ مِنْ خَلْقِ وَوَلَدٍ مِنْکَ بِلَا اَبٍ اللّٰهُ یُخَلِّقُ مَا یَشَآءُ ۗ اِذَا قَضٰی اَمْرًا اَرَادَ خَلْقَہٗ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فِیْکُوْنُ ﴿۳۷﴾ اٰی فَہُوَ یَکُوْنُ وَیَعْلِمُہٗ بِالنُّوْنِ وَالْاٰیَاتِ الْکِتٰبِ الْخَطِّ وَالْحِکْمَةِ وَالتَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِیْلِ ﴿۳۸﴾ وَنَجَعَلُہٗ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیِّ اِسْرَآءِیْلَ ۗ فِی الصَّبَآءِ اَوْ بَعْدَ الْبُلُوْغِ فَفَنَفَخَ جِبْرِیْلُ فِی حَبِیْبٍ دِرْعَہَا فَحَمَلَتْ وَکَانَ مِنْ اَمْرِہَا مَا ذِکَرْتُ فِی سُوْرَةِ مَرْیَمَ فَلَمَّا بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی بَنِیِّ اِسْرَآءِیْلَ قَالَ لَہُمْ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ اِنِّیْ اٰی بَآئِیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ عَلَآمِةٍ عَلٰی صِدْقِیْ مِنْ رَبِّکُمْ ۗ ہٰی اِنِّیْ وَفِیْ قِرَآءَةِ بِالْکَسْرِ اسْتِیْنَافًا اَخْلَقْتُ اَصُوْرًا لَّکُمْ مِنْ الطِّیْنِ کَہِیْئَةِ الطَّیْرِ مِثْلَ صُوْرَتِہٖ وَالْکَافُ اِسْمٌ مَّفْعُوْلٌ فَاَنْفُخُ فِیْہِ الضَّمِیْرُ لِلْکَافِ فِیْکُوْنُ طِیْرًا ۗ وَفِیْ قِرَآءَةِ طَآئِرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ بِاِرَادَتِہٖ فَخَلَقَ لَہُمْ الْخَفَآشَ لِاَنَّهُ اَکْمَلُ الطَّیْرِ خَلْفًا فَکَانَ یَطِیْرُ وَہُمْ یَنْظُرُوْنَہٗ فَاِذَا غَابَ

عَنْ أَعْيُنِهِمْ سَقَطَ مَيْتًا وَأُبْرِيءُ أَشْفَى الْأَكْمَهَ الَّذِي وُلِدَ أَعْمَى وَالْأَبْرَصَ وَخُصًّا لِأَنَّهُمَا ذَاةٌ إِنْ أَعْيَا
 الْأَطْبَاءَ وَكَانَ بَعَثُهُ فِي زَمَنِ الطَّبِّ فَابْرَأَ فِي يَوْمِ حَمْسِينَ أَلْفًا بِاللُّغَاءِ بِشَرَطِ الْإِيمَانِ وَأَخِي الْمَوْتَى
 بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ بِإِرَادَتِهِ كَرَّرَهُ لِنَفْسِي تَوَهُمَ الْأُلُوْهِيَّةِ فِيهِ فَأَحْيَا عَازَرَ صَدِيقَالَهُ وَأَبْنَ الْعَجُوزِ وَأَيَّةَ الْعَاشِرِ فَعَاشُوا
 وَوُلِدَتْ لَهُمْ وَمَمَامُ بْنُ نُوحٍ وَمَاتَ فِي الْحَالِ وَأَنْبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ تَخْبِأُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۗ
 مِمَّا لَمْ أَعَايَنُهُ فَكَانَ يُخْبِرُ الشَّخْصَ بِمَا أَكَلَ وَمَا يَأْكُلُ بَعْدُ إِنَّ فِي ذَلِكَ الْمَذْكُورِ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
 مُؤْمِنِينَ ﴿۴۹﴾ وَجِئْتُكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ قَبْلِي مِنَ التَّوْرَةِ وَلَا حِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ
 عَلَيْكُمْ فِيهَا فَأَحَلَّ لَهُمْ مِنَ السَّمَكِ وَالطَّيْرِ مَا لَا صَيْصِيَّةَ لَهُ وَقِيلَ أَحَلَّ الْجَمِيعَ فَبَعْضُ بَمَعْنَى كُلِّ
 وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ كَرَّرَهُ تَاكِيدًا أَوْ لِيَبَيِّنَ عَلَيْهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿۵۰﴾ فِيمَا أَمَرُكُمْ بِهِ مِنْ
 تَوْحِيدِ اللَّهِ وَطَاعَتِهِ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَذَا الَّذِي أَمَرُكُمْ بِهِ صِرَاطٌ طَرِيقٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۵۱﴾
 فَكَذَّبُوهُ وَلَمْ يُؤْمِنُوْا بِهِ فَلَمَّا أَحَسَّ عِلْمَ عِيسَى مِنْهُمْ الْكُفْرَ وَأَرَادُوا قَتْلَهُ قَالَ مَنْ أَنْصَارِيْ أَعْوَانِي
 ذَاهِبًا إِلَى اللَّهِ ۗ لِأَنْصَرَ دِينَهُ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۚ أَعْوَانُ دِينِهِ وَهُمْ أَصْفِيَاءُ عِيسَى أَوَّلُ مَنْ
 آمَنَ بِهِ وَكَانُوا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مِنَ الْحَوْرِ وَهُوَ الْبِيَاضُ الْحَالِضُ وَقِيلَ كَانُوا قَصَّارِينَ يُحَوِّرُونَ الثِّيَابَ أَيْ
 يُبَيِّضُونَهَا أَمَّا صَدَّقْنَا بِاللَّهِ ۚ وَاشْهَدُ يَا عِيسَى بِأَنَا مُسْلِمُونَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ مِنَ الْإِنجِيلِ
 وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ عِيسَى فَآكُتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۳﴾ لَكَ يَا وَاحِدِيَّةُ وَلِرَسُولِكَ بِالصِّدْقِ قَالَ تَعَالَى
 وَمَكْرُؤًا أَيْ كُفْرًا بِنَبِيِّ إِسْرَائِيلَ بَعِيسَى إِذْ وَكَلُّوا بِهِ مِنْ يَقْتُلُهُ غَيْلَةً وَمَكْرَ اللَّهِ ۗ بِهِمْ بَأَنَّ الْقِيَّ شَبَّهَ عِيسَى
 عَلَى مَنْ قَصَدَ قَتْلَهُ فَمَقْتُلُوهُ وَرَفَعَ عِيسَى وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿۵۴﴾ أَعْلَمَهُمْ بِهِ

ترجمہ: (یاد کیجئے) وہ وقت جبکہ فرشتوں (جبرئیل) نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ (لڑکے) کی جو منجانب اللہ ہوگا۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا (ان کی نسبت مریم کی طرف کرتے ہوئے ان کو مخاطب بنانا یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ وہ بلا باپ پیدا ہوں گے۔ ورنہ لوگوں کی عادت یہی ہے کہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف کی جاتی ہے) وہ باوجود جاہت (ماوقار) ہوں گے دنیا میں (تو نبوت سے سرفراز ہو کر) اور آخرت میں (شفاعت اور مراتب عالیہ سے مشرف ہو کر) اور پہنچے ہوئے ہوں گے (اللہ کے حضور) اور لوگوں سے کلام کریں گے گہوارہ میں (بچپن میں بولنے کے وقت سے پہلے ہی) اور بڑی عمر میں اعلیٰ درجہ کی شائستہ لوگوں میں سے ہوں گے۔ مریم بولیں خدایا یہ کہاں (کیسے) ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکا ہو حالانکہ کسی مرد نے مجھ کو چھوا تک میں (نہ نکاحانہ غیر نکاح کے طور پر) ارشاد الہی ہوا (یہ کاروائی) یوں ہوگی (کہ تم سے بچہ بلا باپ پیدا ہوگا) اللہ جو کچھ چاہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں جب وہ کسی کام کو پورا کرنا چاہتے ہیں (اس کو پیدا کرنا چاہتے ہیں) تو اس کو حکم دیدیتے ہیں ہو جا پھر جیسا کچھ انہوں نے چاہا تھا ویسا ہی (وہ کام ظہور پذیر ہو کر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا فرمائیں گے) یہ لفظ نون اور یا کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ یعنی نَعْلَمُهُ،

وَبِعَلْمِهِ) کتاب (کتابت) اور حکمت تورات و انجیل اور نیز (ہم ان کو بنائیں گے) رسول بنی اسرائیل (بچپن میں یا بالغ ہونے کے بعد۔ چنانچہ حضرت جبرئیل نے حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک مار دی تو وہ حاملہ ہو گئیں۔ اور کچھ اس کا واقعہ سورۃ مریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو انہوں نے لوگوں کے سامنے جا کر اعلان فرمایا کہ میں تمہارے لئے خدا کا رسول ہوں) دیکھو میں تم لوگوں کے پاس تمہارے پروردگار کی نشانی (اپنی صداقت کا نشان) لے کر آیا ہوں (وہ یہ ہے کہ) میں بلاشبہ (ایک قرأت میں کسراٹ کے ساتھ ہے بطور استیناف کے) بناتا ہوں (مصنوعی شکل) تمہارے لئے گارے کی پرندہ کی سی صورت (پرندہ کی شکل اور کاف اسم مفعول ہے) پھر اس میں پھونک مار دیتا ہوں (فیہ کی ضمیر کھینچنے میں کاف مثلیہ کی طرف راجع ہے) جس سے وہ پرندہ بن جاتا ہے اللہ کے حکم (ارادہ) سے (چنانچہ انہوں نے چمکا ڈر کی شکل ان کے سامنے بنائی کیونکہ خلقت کے لحاظ سے وہ سب سے مکمل پرندہ ہوتا ہے۔ غرضکہ وہ اڑنے لگا اور سب لوگ اس کا تماشا دیکھتے رہے لیکن جب نگاہوں سے او جھل ہو جاتا تو فوراً مر کر گر جاتا۔ اور میں چمکا کر دیتا ہوں) اچھا کر دیتا ہوں (مادر زاد اندھوں) (پیدائشی نابیناؤں) کو اور کوڑھیوں کو (ان دونوں بیماریوں کی تخصیص اس لئے کہ یہ لاعلاج بیماریاں سمجھی جاتی ہیں کہ جن سے ڈاکٹر عاجز تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت طب کے زمانہ عروج میں ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک دن میں انہوں نے پچاس ہزار بیماریوں کو محض دست دعاء کی بدولت بشرط ایمان بھلا چمکا کر دیا) اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں (یعنی اللہ کے ارادہ سے۔ اس جملہ کو اس لئے دوہرایا کہ ان پر شبہ الوہیت کا نہ ہو جائے غرضکہ انہوں نے اپنے دوست عاز کو اور اسی طرح ایک بڑھیا کے لڑکے، اور عشر وصول کرنے والے کی لڑکی کو جلا دیا۔ چنانچہ وہ زندہ رہے اور ان کے اولاد پیدا ہوئی۔ اور سام بن نوح کو زندہ کر دیا جو پھر فوراً مر گئے) اور میں تم کو جلا سکتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم ذخیرہ (جمع) رکھتے ہو اپنے گھروں میں (جن چیزوں کو میں نے دیکھا بھی نہیں چنانچہ آپ ہر شخص کے کھانے کے بعد یا کھانا کھانے سے پہلے ہی بتلا دیتے تھے) بلاشبہ ان (مذکورہ) باتوں میں تمہارے لئے بڑی ہی نشانی ہے۔ واقعی اللہ پر اگر ایمان رکھنے والے ہو (اور میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ) تصدیق کر دوں تورات کی جو میرے سامنے (میرے سے پہلے) ہے اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے لئے حلال کر دوں بعض چیزیں جو تمہارے لئے حرام کر دی گئی تھیں (چنانچہ انہوں نے ان کے لئے مچھلی اور وہ پرندہ جس کے چونچ نہیں ہوتی حلال کر دیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ہر چیز ان کے لئے حلال کر دی تھی۔ اس صورت میں لفظ بعض کل کے معنی میں ہو جائے گا) اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی نشانی لے کر آیا ہوں (اللہ کی توحید و اطاعت جو کچھ میں تم کو حکم دوں) دیکھو اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے سب کے پروردگار ہیں۔ سوان کی بندگی کرو یہی (اس جملہ کو تاکیداً مکرر لائے ہیں یا اس لئے کہ اگلے جملہ کا عطف اس پر درست ہو سکے۔ اس لئے تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو) (اللہ کی توحید و اطاعت کا جو کچھ میں تم کو حکم دوں) دیکھو اللہ تعالیٰ نے میرے اور تمہارے سب کے پروردگار ہیں سوان کی بندگی کرو یہی (جس کی طرف میں تم کو بلا رہا ہوں) (این کا سیدھا راستہ ہے) (لیکن ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو جھٹلایا اور ان پر ایمان نہیں لائے) پھر جبکہ حضرت عیسیٰؑ نے محسوس کر لیا (جان لیا) بنی اسرائیل سے کفر کو (اور ان کے ارادہ قتل کو) تو پکارا ٹھے کون ہے جو میرا مددگار (حمایتی ہو جائے درآنحالیکہ میں اٹھنا چاہتا ہوں) اللہ کے لئے (اس کے دین کی نصرت کے لئے) اسی پر ان کے چند حواریوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں (دین کے حمایتی ہیں۔ یہ بارہ مخلص ترین افراد تھے جو سب سے اول حضرت عیسیٰؑ کے دست حق پر ایمان لائے حواری حور سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سفیدی کے ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو دھو کر سفید کیا کرتے تھے) ہم اللہ پر ایمان لائے (اس کی تصدیق کی) اور گواہ رہے (اے حضرت عیسیٰؑ) کہ اس کی فرمانبرداری میں ہمارا سر جھک گیا ہے۔ خدایا جو کچھ آپ نے نازل فرمایا (انجیل) اس پر ہم ایمان لے آئے اور پیروی کر لی رسول (عیسیٰؑ) کی سو ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں کر لیجئے جو شہادت دینے والے ہیں (آپ کی وحدانیت کی اور آپ

کے پیغمبروں کی صداقت کی حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (کفار بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ کے بارہ میں ایسا شخص تجویز کر کے جو ان کو (اچانک قتل کر دے) اور اللہ نے بھی مخفی تدبیر کی (ان کے ساتھ کہ حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کرنے والے کو اللہ نے ان کا مشکل بنا دیا۔ چنانچہ لوگوں نے اس شبہ میں اس کو قتل کر دیا اور حضرت عیسیٰ کا رفع سماوی ہو گیا) اور یاد رکھو کہ مخفی تدبیریں کرنے والوں میں اللہ سے بہتر کوئی (زیادہ جاننے والا) نہیں ہے

تحقیق و ترکیب:..... اسمہ المسیح عیسیٰ لفظ عیسیٰ بدل ہے مسیح اور مسیح معرب ہے۔ اصل میں ماشح یا مشیحا عبرانی لفظ تھا بمعنی مبارک۔ معرب ہو کر مسیح ہو گیا۔ اور بعض نے اس کو مسیح سے ماخوذ مانا ہے کیونکہ ان کے مسیح سے برکت و شفاعت حاصل ہوتی تھی۔ یا زمین کا مسیح مراد ہے یعنی ہمہ وقت سیر و سیاحت میں رہنے کی وجہ سے ان کو مسیح کہا گیا۔ اور مسیح الدجال بااقتناع عربی لفظ ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ممسوح العین (پچکی ہوئی آنکھ) ہوگا۔ مسیح حالانکہ لقب ہے لیکن اس لئے کہا گیا کہ وہ مسیحی پر علامت ہوتی ہے مسیح خراول۔

ابن مریم یہ مبتدائے محذوف کی خراول ہوگی۔ عیسیٰ کی صفت نہیں ہے اور عیسیٰ خبر ثانی ہے۔ وحیہا ای ذاجاہ منسوب علی الحال المقدرہ ہے لفظ کلمتہ سے باوجود یکہ یہ نکرہ ہے مگر موصوفہ ہے اور تذکیر بحسب المعنی ہے بالشفاعت اس سے مراد خاص اپنی امت کی شفاعت ہے جو ہر نبی لوت یا جائے گا۔ لیکن شفاعت کبریٰ عامہ و خاصہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ بعثت عامہ بھی آپ کا خاصہ ہے۔ ومن المقربین یہ معطوف ہے و جیہا پر یعنی ومقر با من المقربین۔

و یکلم الناس اس کا عطف حال پر ہے بتاویل اسم فی المہد و کھلا یہ دونوں لفظ مل کر حال ہیں صرف لفظ کھل حال نہیں ہے کیونکہ دونوں زمانوں کی برابری ہے۔ مہد مصدر مہمی ہے۔ بچہ کا گہوارہ، تفسیر کبیر میں اس سے مراد ماں کی گود بھی لی گئی ہے۔ عبارت بتقدیر الخفاف ہے جس کی طرف جلال محقق نے لفظ طفلا سے اشارہ کیا ہے یعنی فسی زمان المہد و ملاقہ زمانہ کہولت میں (۳۰) سال کے بعد یا چالیس (۴۰) سال کے بعد ہوتا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ میں (۳۰) سال کی عمر میں اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ میں (۳۰) ماہ یا تین (۳) سال کچھ ماہ کے بعد یہ واقعہ رفع سماوی پیش آ گیا۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک مدت نبوت کا چالیس سال ہونا یہ اکثری ہے کلیہ نہیں ہے۔ حضرت یحییٰ ہمر میں (۳۰) سال نبی بنا دیئے گئے، دوسرے زمانہ کہولت ان کو نہیں ملا۔ اور قرآن کے بیان کا صحیح ہونا ضروری ہے اس لئے دوبارہ تشریف آوری ہوگی اور اس زمانہ کہولت میں کلام ہدایت، ارشاد فرمائیں گے۔ اس سے رفع سماوی اور مسئلہ حیات عیسیٰ پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں سعید بن المسیب اور زید بن اسلم کا قول نقل کیا ہے کہ انہ رفع الی السماء وهو ابن ثلاث وثلثین سنة اور ابن جریر نے ابن زید سے اس آیت کے ذیل میں تخریج کی ہے و سیکلمہم اذا قتل الدجال وهو یومئذ کھل دلت الایۃ علی نزولہ الی الارض فافہم۔

ومن الصالحین یہ تیسرا حال ہے یعلمہ یہ مستقل کلام ہے حضرت مریم کی تالیف قلب کے لینے۔ اور غم ملامت کے ازالہ کے لئے لایا گیا ہے۔ الكتاب یا مطلق کتب الہیہ مراد ہے زبور و صحائف وغیرہ اور یا بقول مفسر خطاطی اور کتابت مراد ہے۔ کیونکہ اپنے زمانہ میں بہترین اور بے نظیر خطاط تھے۔ تورات اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی لیکن کتب سابقہ کے بھی وہ حافظ ہوں گے تورات کے جس حصہ کو انجیل میں منسوخ کر دیا گیا ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ورسولا سے پہلے و نجعلہ میں اشارہ اس کے منسوب بفعل مضمر ہونے کی طرف اور وہ معطوف ہوگا یعلمہ پر فی الصبا تین سالہ عمر میں اور بعد البلوغ سے مراد میں (۳۰) سال کی عمر ہوگی۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ چالیس (۴۰) سال کی عمر میں نبی بنائے گئے اور اسی (۸۰) سال اس کے بعد رسالت کے فرائض انجام دیتے رہے پھر

۱۲۰ سال رفع سماوی ہوا۔

ما ذکر فی سورۃ مریم یعنی واذکر فی الكتاب مریم اذ انتدت من اهلها الی ابعث حیاً انی قد جنتکم بایۃ لفظ بانی سے اس طرف اشارہ ہے کہ جملہ کل جبر میں ہے جیسا کہ خلیل کا مذہب ہے بایۃ ای متلبساً بایۃ اس میں تنوین تعظیم کی ہے ہی انی لفظ ہی کی تقدیم سے اشارہ ہے کہ اَنَّ بفتح الہمزہ محل رفع میں ہے مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ اخلق۔ یہ بدل ہے آیت سے خلق کی تفسیر تصویر کے ساتھ اس لئے کی تاکہ ایجاد بعد العدم سے شبہ نہ ہو جائے جو اللہ کا خاصہ فعل ہے۔ لکم۔ ای لاجلکم یعنی لتحصیل ایمانکم و رفع تکذیبکم ای ای کھیٹہ الطیر۔ بحذف المضاف ہے یعنی ذات ہیئۃ کائنۃ کھیٹہ الطیر اور کاف محذوف کے متعلق ہے جو خلق کے مفعول محذوف کی نعت واقع ہو رہا ہے۔ اور جلال محقق کاف کو مفعول کہہ رہے ہیں بمعنی مثل تقدیر اس طرح ہوگی فاصور لکم من الطین مماثل ہیئۃ الطیر آگے فیہ کی ضمیر کاف کی طرف راجع کر رہے ہیں یعنی فانفخ فی ذلک الشئی المماثل لہیئۃ الطیر۔

اکمل الطیر چمگاڈر کے دانت، کان، پستان ہوتے ہیں۔ عورتوں کی طرح حیض آتا ہے بغیر پروں کے اڑتا ہے۔ صبح اور مغرب کے بعد کچھ دیر اس کو نظر آتا ہے باقی اوقات سو جھائی نہیں دیتا۔ نظر سے غائب ہونے کے بعد مر جانا اس لئے ہوتا ہے کہ مصنوعات باری اور مخلوق کی کارگیری میں فرق رہے۔ اور بعض نے ان پرندوں کی عمر صرف ایک روز بتلائی ہے۔

بشرط الایمان کا مطلب یہ ہے کہ گویا اچھا ہونے کی فیس یہ ترغیب الی الایمان تھی ممکن ہے مشن کے ہسپتالوں کا جال عیسائیوں کی طرف سے تمام ملکوں میں پھیلانے کی بنیاد یہی ہو۔

واحی الموتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حی یا قیوم پڑھ کر زندہ کر دیتے تھے۔ چنانچہ جالینوس مشہور طبیب کے سامنے لوگوں نے جب یہ بات نقل کی تو کہنے لگا کہ بغیر علاجہ ایسا کرتے ہیں تو یقیناً وہ نبی ہیں۔ کیونکہ طبیب کا یہ کام نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ سے احیاء موتی کی درخواست کی گئی انہوں نے چار نفوس پر تجربہ کر کے دکھلایا۔ عازر جو ان کے دوست تھے، ان کے انتقال پر ان کی ہمشیرہ نے آپ کو اطلاع دی تو حالانکہ ان کو مدفون ہوئے تین روز گزر چکے تھے لیکن آپ ان کی ہمشیرہ کے ہمراہ قبر پر پہنچے اور اللہ سے دعا کی چنانچہ عازر ایسی حالت میں قبر سے نکلے کے تازہ خون ان کے بدن سے بہ رہا تھا۔ عرصہ تک یہ زندہ رہے، ان کی اولاد ہوئی اسی طرح ایک بڑھیا کا لڑکا اور ایک عشر وصول کرنے والے شخص کی لڑکی تھی۔ فرمائش پر ان کو بھی زندہ کیا۔ اور چوتھے شخص سام حضرت نوح کے صاحبزادہ کی قبر پر پہنچے ان کو زندہ کیا۔ انہوں نے گھبرا کر دریافت کیا کہ کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ فرمایا لکن دعوتک باسم اللہ الاعظم ان خوارق کو دیکھ کر بھی لوگوں نے یہی کہا کہ یہ سحر ہے کوئی اور کرامت دکھلائے فرمایا فلاں شخص نے یہ کھایا اور فلاں شخص یہ کام کرے۔

مصدقاً اس کا عطف لفظ آیت کے متعلق مضمحل ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے قد جنتکم متلبساً بایۃ ومصداقاً ولاحل کا عطف مصداقاً پر ہو رہا ہے اگرچہ مصداقاً ترکیب مس حال اور لاجل مفعول لہ ہے تاہم دونوں کو تاویلاً ایک کرنا پڑے گا۔

ای جنتکم لا صدق ولا حل ولا حل لکم علماء کی اس بارہ میں دورائے ہیں بعض کی رائے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کے بعض احکام منسوخ کئے اور بعض میں تغیر و تبدل کیا جیسا کہ خود شریعت اسلامیہ اور قرآن کریم کے احکام میں تغیر و تبدل نسخ ہوتا رہا ہے۔ اور یہ بات مصداقاً لما بین یدی من التوراة کے منافی نہیں ہے اور بعض کی رائے ہے کہ چونکہ ان دونوں جملوں میں تعارض لازم آتا ہے کہ ان کو توراہ کا مصداق بھی کہا جائے اور پھر نسخ اور مبدل بھی مانا جائے اس لئے مان لینا چاہئے کہ خود انہوں نے اصل شریعت موسوی میں ترمیم نہیں کی بلکہ رسوم فاسدہ اور غلط رسوم و رواج کی اصلاح کی تھی لیکن قول اول ہی صحیح ہے بہر حال حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کے زمانوں میں ۱۹۷۵ سال کا فصل ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سب سے اول نبی حضرت یوسف ہوئے ہیں اور

سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

وقیل اهل الجمیع تمام احکام سے مراد زنا اور قتل جیسے افعال نہیں ہیں کہ ان کو بھی حضرت عیسیٰ نے حلال فرمادیا تھا بلکہ صرف وہ تمام افعال جن میں زیادہ تشدد اور سختی تھی۔ ان اللہ ربی اس میں نصاریٰ پر تعریض اور تردید ہے۔ فلما احس اس سے پہلے فکذبوہ ولم یومنوا کی تقدیر اس لئے مانی ہے تاکہ فلما احس کا ترتب اس پر صحیح ہو سکے۔ احساس کے معنی وجدان شے بالجاسرہ کے آتے ہیں اس کے بعد علم سے اس کی تفسیر کرنا اس طرف مشیر ہے کہ کفر محسوسات میں سے نہیں ہیں لیکن شدت ظہور سے کنایہ کرنے کے لئے استعارہ کیا گیا ہے الی اللہ سے پہلے ذاہباً متعلق ظاہر کر دیا اور بعض نے الی کو بمعنی مع یا بمعنی فی یا بمعنی لام لیا ہے اور اس نصاریٰ کے متعلق کر دیا ہے اور مؤخر صورت میں کم تکلف کرنا پڑے گا اگرچہ روح المعانی میں اس تقدیر کو زیادہ بلیغ کہا ہے من یصرنی منتہیا نصرہ الی اللہ بہر حال اللہ یا رسول یا دین کی نصرت کا مفہوم معنا ایک ہی ہے اس لئے سوال و جواب دونوں منطبق ہو گئے۔

الحواریون۔ حواری الرجل خالۃ من الحور گویا حور کی طرف نسبت ہے اور الف کی زیادتی تغیرات نسب سے ہے اور یا حور بمعنی رجوع ہے ان کے دل اللہ کی طرف راجع ہیں یا روشن تھے اس لئے حواری کہلائے ممکن ہے یہ بارہ حضرات شاہی خاندان کے افراد ہوں جو نہایت سفید کپڑے پہنتے ہوں اور بعض کی رائے ہے کہ یہ دھوبی تھے جو کپڑے دھو کر سفید کرتے تھے۔ فقال کی رائے ہے کہ ان بارہ افراد میں بعض شہزادے اور بعض دھوبی، رنگریز، ماہی گیر تھے ان سب کے مجموعہ کو حواری کہا جاتا ہے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ یہ سب مخلصین صحابہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ ان کو بھوک و پیاس لگی تو حضرت عیسیٰ نے فوراً اپنی کرامت سے ان کو کھلا پلا کر شکم سیر کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا من افضل منا آپ نے ارشاد فرمایا افضل منکم من یعمل بیدہ ویاکل من کسبہ یعنی تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود کما کر کھائے اس پر ان سب نے اجرت پر کپڑے دھونے شروع کر دیئے۔ یا غالباً بچپن میں ایک مرتبہ ان کی والدہ نے ان کو ایک رنگریز کے پاس چھوڑ دیا اس کے پاس رنگنے کے لئے مختلف قسم کے کپڑے آئے ہوئے تھے وہ ان کو کام سمجھا کر کہیں چلا گیا آ کر دیکھا تو تمام کپڑے ایک ہی ماٹ میں ڈال دیئے گئے لیکن جب حضرت عیسیٰ کے فرمانے پر اس نے نکالے تو سب علیحدہ علیحدہ مختلف رنگ کے نکل آئے۔ یہ دیکھ کر اس کو نہایت درجہ حیرت اور سخت تعجب ہوا اور دیکھنے والے ان کے معتقد ہو گئے۔

ومکر اللہ یہ لفظ بھی متشابہات میں سے ہے جس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ (۱) مشاکلت صورت کی وجہ سے "جزاء سینۃ" سینۃ مثلہا کی طرح ہے یعنی جزائے مکر کو مکر کہہ دیا گیا ہے۔ (۲) اللہ کی طرف سے ان کے ساتھ کی گئی کاروائی مشابہ مکر کے تھی اس لئے اس کو مکر کہا گیا ہے۔ (۳) اس لفظ کو متشابہ نہ کہا جائے بلکہ تدبیر مخفی محکم کے معنی ہیں۔ پھر بعد میں عرفاً شہ پر پہنچانے کی تدبیر کے معنی میں اس کو خاص کر لیا گیا ہے۔ روح المعانی میں امام سے یہ معنی نقل کئے گئے ہیں ایصال المکر وہ الی الغیر علی وجہ تکلفی فیہ اس لحاظ سے اس کا صدور حق تعالیٰ سے حقیقہً ممکن ہے۔

رابطہ:..... حضرت مریم کے واقعات گذشتہ آیات میں بیان ہوئے تھے ان آیات میں بھی اس کا تہہ یعنی حضرت عیسیٰ کا واقعہ بیان کرنا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... حضرت مریم و عیسیٰ کے واقعات:..... اصل منشاء تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ ولادت کے سلسلہ میں جو بعد و استعجاب عام طبائع میں پایا جاتا تھا اس کو کم کرنا ہے اور اسی کو ہلکا کرنے کے لئے بطور تمہید حضرت مریم کے خوارق و کرنامات کا ذکر چھیڑا گیا ہے۔ ولادت سے لے کر پوری جوانی تک جس کے واقعات زندگی عجائب و غرائب سے لبریز ہوں تو اس

کی فرع بھلائی اصل کے برخلاف کیونکہ ہو سکتی ہے۔ پھر ان کو بے موسم پھل ملے تو حضرت زکریا کو بے موسم میوہ خوبانی عطا ہوا غرض کہ جس گھرانے پر خدائی نوازشوں اور کرشموں کی اس طرح بارش ہو رہی ہو وہاں ”بے باپ بچہ کی پیدائش“ انکار کی حد تک عجوبہ نہیں دینی چاہیے۔ بہر حال ہوا یہ کہ حضرت یحییٰ بھی اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے کہ حضرت مریم ایک دفعہ غسل حیض سے فارغ ہو کر اٹھیں تو سامنے فرشہ کو دیکھا۔ اپنی پاکدامنی اور پاک طینتی کی وجہ سے ایک دم گھبرا گئیں، تعارف کے بعد جب ذرا اطمینان ہوا تو فرشہ نے بامر الہی کچھ دم کر دیا جس سے ان کو کچھ امید ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ چا ہوا ایک کنواری لڑکی کا امید سے ہو جانا کیا کچھ ہنگامہ آرائی کا باعث نہیں ہوا ہوگا۔ اس سے تنگ آ کر وہ پچازاد بھائی یوسف کے ساتھ بیت المقدس سے ناصرہ چلی گئیں، اور وہیں بیت اللحم کے کسی گوشہ میں ولادت ہوئی۔ لوگوں نے حضرت زکریا کو متہم کر کے قتل کر دیا تھا۔ کچھ لوگوں نے یوسف کو مریم کا شوہر قرار دیا اور اہل کتاب میں بھی یہی بات مشہور ہے۔

حضرت مریم کی پاکدامنی:..... ممکن ہے کہ حمل ظاہر ہو جانے کے بعد یا ولادت کے بعد ان سے شادی ہو گئی ہو یا جاہلوں کے طعن سے بچنے کے لئے لوگوں نے شادی کی بات مشہور کر دی ہو۔ قرآن نے اس سے تعرض نہیں کیا البتہ اس بے بنیاد الزام سے ان کی نزاہت و نظافت بڑے زوردار الفاظ میں ان اللہ الخ سے فرمادی گئی ہے کہ جس کو روز اول ہی سے چھانٹ لیا ہو اور باوجود لڑکی ہونے کے اس کو اپنی نیاز اور کلیسا کے لئے قبول فرمایا۔ نیز احوال رفیعہ مرحمت فرمائے پاک طبیعت، ستھرے اخلاق ظاہری، باطنی تقدیس سے مالا مال کیا جہاں بھر کی عورتوں پر ایک خاص فضیلت بخشی یعنی ایسی استعداد رکھی کہ بدون مرد و عورت کے تعلقات کے غیر معتاد طریقہ پر ایک جلیل القدر پیغمبر پیدا ہوں۔ یہ امتیاز دنیا میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سکا۔

عداوت مسیح:..... بہر حال حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یوسف ان کو مصر لے گئے وہیں حضرت عیسیٰ جوان ہوئے اور پھر ملک شام گئے وہاں حضرت یحییٰ جوان ہو چکے تھے اور ان سے بڑے تھے وہ لوگوں کو نصیحت کرتے اور ان کی نبوت کی تصدیق کرتے۔ آخر بادشاہ نے ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عیسیٰ یروشلم وغیرہ شہروں میں تبلیغ کرتے رہے اور یہود کو ان کے ساتھ عداوت بڑھتی رہی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ نے بامر الہی دین موسوی کے احکام میں ترمیم کی جس کی تفصیل اناجیل اربعہ سے معلوم ہو سکتی ہے یوم السبت کے سلسلہ میں بڑی پابندیاں تھیں ان کو ہٹایا۔ غرض کہ اس سے یہود مشتعل اور ان کے درپے آزاد ہو گئے جس سے ان کو اپنے اعوان و انصار سے اعانت طلب کرنی پڑی یہاں ابن مریم کو بطور جزاء علم استعمال کر کے حضرت مریم کی بزرگی کی طرف اشارہ ہے اور نیز یہ کہ ان کی نسبت باپ کی بجائے تمہاری طرف ہوگی۔ رہا یہ کہ دوسروں کو اس سے شبہ ہوگا مگر اس کا جواب وجیہا فی الدنیا والآخرہ میں دیدیا کہ وہ خود اپنی بزرگی کی وجاہت سے تم کو ان شبہات کے الزام سے بڑی کر دے گا۔ چنانچہ جب لوگوں نے استفسار حال کیا تو آپ نے ہدایت الہی کے مطابق بچہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ حضرت عیسیٰ نے او یکلم الناس فی المہد کا پورا پورا ثبوت بہم پہنچا دیا۔ اور فرمایا انسی عبد اللہ اتانی الکتاب الخ بعض محرفین نے کہا کہ ویکلم الناس فی المہد کے یہ معنی نہیں کہ خاص قسم کا عاقلانہ کلام کریں گے بلکہ مقصد یہ تھا کہ بچہ گونگا پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ عام طور پر بچوں کی طرح بولے گا استغفر اللہ حالانکہ قیامت میں لوگ ان کے اس خصوصی وصف کو یہ کہہ کر سراہیں گے اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المہد و کھلا کیا کوئی احق کہہ سکتا ہے کہ وہاں بھی اس کہنے کا منشاء یہی ہوگا کہ لڑکا گونگا نہیں تھا۔ عام لڑکوں کی طرح بولنے والا تھا لاجول و لاقوة الخ۔

زکات: ملائکہ کا اطلاق بصیغہ جمع حضرت جبریل پر ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ اس مسئلہ میں علماء یہ کہتے ہیں اگرچہ ایک ہی عالم کہتا ہو اور یا ممکن ہے کہ دوسرے فرشتے بھی ان کے ہمراہ ہوں گے مگر جبریل اصل ہوں اور دوسرے تابع۔ اور انہوں نے بھی اجمالاً یا تفصیلاً بشارت سنائی ہو یا صرف تائید کی ہو۔

اور کلمۃ اللہ کہنے میں اشارہ ہے کہ جس چیز کو بلا اسباب عادیہ پیدا کیا جاتا ہے اس کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے جیسے ومارمیت اذرمیت ولكن اللہ رمی اور ابن مریم کہنے میں اشارہ ہے بن باپ پیدا ہونے کی طرف۔ ورنہ باپ کی طرف اسناد ہونی چاہئے تھی۔

اذا قضی امرًا اس سے استبعاد اور استعجاب کو رفع کرنا ہے کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اسباب کے ماتحت ہوتا ہے لیکن اللہ کی قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے اول تو خود اسباب ہی انہوں نے پیدا کئے اور سبب اور مسبب علاقہ بھی ان ہی کا پیدا کردہ ہے۔ اس لئے اسباب اور عادات تو اس کے تابع ہیں لیکن وہ ان میں سے کسی کا پابند نہیں۔ دوسرے اگر ہر چیز کو اسباب ہی کا محتاج مانا جائے تو پھر اسباب ہی اسباب کے محتاج ہونے چاہئیں اور وہ اسباب بھی دوسرے اسباب کے۔ اس طرح تسلسل لازم آئے گا جو محال ہے، اور اگر اسباب اپنے اسباب کے محتاج نہ ہوں تو پھر مسبب کا بلا اسباب ہونا ممکن ہو اور ممکن کی خبر خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں اس لئے یقین و اذعان ضروری ہے۔

خاتم الانبیاء ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام: و یعلمہ الكتاب والحکمة سے مراد یا تو عام کتب آسمانی اور خصوصاً تورات و انجیل کا علم ہوگا کہ وہ بڑی گہری حکمت کی باتوں کی تلقین کرے گا۔ اور یا مراد قرآن و سنت کا علم ہو کہ وہ دوبارہ نزول کے بعد شریعت محمدیہ کے موافق حکم کریں گے۔ اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ پہلے شریعت کا علم ہو۔ انسی اخلق محض ظاہری حیثیت سے شکل و صورت بنانا مراد ہے اور اس لحاظ سے غیر اللہ پر اس کا اطلاق جائز ہے۔ خود حق تعالیٰ احسن الخالقین فرما رہے ہیں۔ گویا نبوت سے پہلے بطور ”ارہاس“ اس نمونہ قدرت اور خارق عادت کا اظہار اس طرف اشارہ ہے کہ جب خدا میری ایک پھونک سے مٹی کی بے جان مورتیوں میں جان ڈال سکتا ہے تو کیا وہ ایک نختہ جبریل سے ایک پاکباز عورت کے رحم میں روح عیسوی فائض نہیں کر سکتا ہے۔ قدرت کے ان دونوں تماشوں کے بعد کیا تعجب رہ جاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح پر کمالات روحانیہ و ملکیہ کا غلبہ تھا اسی کے مناسب آثار ظاہر ہوئے تھے۔ لیکن اگر ملک پر بشر کو شرف و فضیلت حاصل ہے اور اس وجہ سے ابوالبشر کو اگر مجبور ملائکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ جس ذات میں تمام کمالات بشریہ یعنی روحانی اور ملکوتی صفات اعلیٰ درجہ کی ہوں اس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑے گا۔ پرندوں کی شکل بنانا تصویر میں داخل ہے اور یہ اس وقت کی شریعت میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں ناجائز ہے۔

معجزہ کی عام حیثیت اور غرض: ہر زمانہ میں جن باتوں کا رواج زیادہ رہا معجزہ ان ہی باتوں میں نبی کا تفوق ثابت کرنے کے لئے آتا ہے چنانچہ حضرت مسیح کے زمانہ میں سب سے زیادہ مایہ ناز فن فن طبابت رہا ہے لیکن اللہ نے حضرت مسیح کے ذریعہ لاعلاج مریضوں کو صحت یاب کر کے ان کا تفوق ثابت کر دکھایا اور اگر ان کے علاج کا امکان اسباب طبعیہ کے ذریعہ سے ثابت ہو جائے تو وجہ اعجاز یہ تھی کہ حضرت مسیح نے بلا اسباب ان کو اچھا کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دینا فی الحقیقت اللہ کا فعل ہے لیکن سبب کے درجہ میں حضرت مسیح نے اس کو اپنی طرف منسوب کر دیا ہے۔

رہا یہ کہنا کہ خدا دنیا میں کسی مردہ کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا محض بلا دلیل دعویٰ ہے اور فی مسک التی قضی علیہا الموت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری:..... حواری کے سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے دو دھوبی ان کے معتقد ہوئے تو حضرت مسیح نے فرمایا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ میں تم کو دلوں کو دھونا سکھلاؤں۔ اس کے بعد سے سب متبعین کا یہی لقب پڑ گیا۔ بارہ (۱۲) حواریوں کے نام یہ ہیں (۱) شمعون (پطرس) (۲) اندریاس برادر شمعون (۳) یعقوب بن زبدي (۴) یوحنا برادر یعقوب (۵) فلپوس (۶) برتھولما (۷) تھوما (۸) متی (۹) یعقوب بن حلفائی (۱۰) تھدی (۱۱) شمعون کنعانی اور (۱۲) یہودا اسکریوتی۔

مگر کہتے ہیں مخفی اور لطیف تدبیر کو اب اگر کسی نیک مقصد کے لئے ہے تو اچھی اور نبرے مقصد کے لئے ہے تو بری ہے۔ اسی لئے "ولا یحیق المکر السی الا باہلہ" میں مکر اسی کہا گیا ہے۔ یہاں ایک طرف انسانی تدبیر کا جال بنا جا رہا تھا۔ دوسری طرف قدرت اس کو ادھیڑ رہی تھی۔ اور وہ اس کا تار پود کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ امانا باللہ متضمن ہے ایمان بالرسول کو اس طرح گویا مناجات میں ایمان بالرسول کی تصریح بھی ہو گئی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:..... رہا یہ کہ اس آیت سے تو حضرت مسیح کا حواریین کی طرف مبعوث ہونا معلوم ہوا۔ اور آیت بالا سے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونا معلوم ہوا تھا۔ دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حواریین بھی بنی اسرائیل میں داخل ہیں چنانچہ ابن عباس کی روایت میں بنی اسرائیل کا ماندہ کی درخواست کرنا مذکور ہے۔ اور آیت ماندہ میں تصریح ہے کہ درخواست کنندہ حواریین تھے دونوں کے مجموعہ سے نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونوں لفظوں کا مصداق ایک ہی ہے اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ دونوں جماعتیں علیحدہ علیحدہ تو ہیں ہوں یعنی اصل بعثت تو حضرت مسیح کی بنی اسرائیل کی طرف ہوگی جیسا کہ ان کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے اور البتہ دوسری قریبی تو ہیں حواریین وغیرہ جن کی طرف کوئی مستقل اور جدید نبی نہیں آئے وہ بھی آپ ہی کی دعوت کے مخاطب اور مکلف ہوں گے اس پر بعثت عامہ کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص بھی اصول و فروع کے مجموعہ سے مستثنیٰ نہ ہو۔ سو یہ خاصہ ہے آنحضرت ﷺ کا اس میں کوئی نبی آپ کا شریک و سہم نہیں ہے علیٰ ہذا طوفانِ نوح کے عام ہونے سے بھی شبہ عموم بعثت کا نہ کیا جائے کیونکہ وہ عذاب تھا اصول تو حید کی مخالفت کا جو سب کے نزدیک واجب الاتباع ہے۔ فروع خاصہ کی وجہ سے عذاب نہیں تھا کہ شبہ عموم بعثت کا ہو۔

پادریوں کے اعتراضات سے نیچریوں کی مرعوبیت:..... اس موقع پر عیسائیوں نے انجیلوں کو سامنے رکھ کر قرآن کے بیانات پر کچھ اعتراضات کئے ہیں لیکن اول تو اناجیل موجودہ کی تاریخی حیثیت نہایت درجہ کمزور ہے دوسرے جو کچھ تھیں لیکن محرف ہونے کی وجہ سے قرآن کے مقابلہ میں لائق احتجاج نہیں رہیں۔ اسی طرح بعض نیچری اور دھریوں کا حضرت مریم کو ان کی بیوی بتلانا اور یہ کہنا کہ یوسف نے نکاح کے بعد رخصت سے پہلے خلاف دستور ہمبستری کر لی تھی اس لئے وہ مطعون ہوئے اور چونکہ اس مذہب کو یونانیوں میں رواج دینا منظور تھا اور ان کے یہاں ایسی عجوبہ باتیں باعث بزرگی سمجھی جاتی تھیں چنانچہ مشہور یونانی فلسفی افلاطون کا بن باپ پیدا ہونا مشہور و معروف تھا اسی لئے پادریوں نے بن باپ ان کا پیدا ہونا مشہور کر دیا وغیرہ وغیرہ خرافات اور فضول بکواس ہے اور تاریخ کا منہ چراتا ہے۔

لطا ئف:..... واذا قالت الملئکة سے معلوم ہوا کہ فرشتوں سے بات چیت غیر انبیاء کی بھی ہو سکتی ہے۔ انبیاء کے ساتھ جو کلام ملائکہ مخصوص ہے وہ ان کے مامور بالتبلیغ ہونے کی حیثیت سے ہے وأحی الموتی سے معلوم ہوا کہ بعض مشائخ غلبہ حال میں جو

افعال مخصوص باری تعالیٰ کو مجازاً اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں اس کے لئے یہ اصل ہے لیکن جو اہل ادب ہیں وہ حضرت مسیح کی طرح باذن اللہ کی قید لگایا کرتے ہیں و مصدقا الخ اس پورے جملہ سے اس بات کی اصل نکل آئی کہ ایک شیخ کی عدم موجودگی میں اس کے مریدوں کی تربیت دوسرا شیخ اگر کرے اور پہلے شیخ کے اصول کی رعایت رکھتے ہوئے فروع میں کچھ مناسب حال رد و بدل کر دے تو مضائقہ نہیں ہے۔

من انصاری اس جملہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں (۱) اہل دین کے باب میں مدد طلب کرنے کا جواز اور اس کا منافی توکل نہ ہونا کیونکہ ان کو مظاہر الہیہ ہی سمجھ کر مدد طلب کی جاتی ہے۔ (۲) اہل اللہ کے ساتھ جو کچھ معاملہ ہوتا ہے وہ دراصل اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا ہے۔

و مکروا و مکروا اللہ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی بات اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے اچھی اور بندوں کے لحاظ سے بری ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بعض باتیں قبیح لذاتہ نہیں ہوتیں بلکہ ان میں کسی مفسدہ کے شامل ہونے یا کسی مصلحت سے خالی ہونے کی وجہ سے برائی آ جاتی ہے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ تو ان تمام مصالح اور حکم کی رعایت فرما سکتے ہیں جہاں بندوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی لیکن بندوں کے لئے اس قسم کی رعایت معذور ہے۔ اس لئے ان کے لحاظ سے اچھی اور بندوں کے اعتبار سے بری ہو سکتی ہے۔

أذْكَرُ إِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي إِنْ مِتَّوْفِيكَ قَابِضُكَ وَرَأْفَعُكَ إِلَىٰ مِنَ الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ مَوْتٍ وَمُطَهِّرُكَ مِبْعِدُكَ مِنَ الدِّينِ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ صَادِقُوا نَبْوَتِكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّصَارَىٰ فَوْقَ الدِّينِ كَفَرُوا بِكَ وَهُمْ الْيَهُودُ يَعْلَمُونَ أَنَّهُمْ بِالْحُجَّةِ وَالسِّيفِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۵۵﴾ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذَبْنَاهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالسَّبْيِ وَالْحَزْبِ وَالْآخِرَةِ بِالنَّارِ وَمَالَهُمْ مَنْ نَصِرِينَ ﴿۵۶﴾ مَا نَعِينُ مِنْهُ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ بِالنَّبَا وَالنُّونِ أَجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۵۷﴾ أَيْ يُعَاقِبُهُمْ رُوِيَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ أَرْسَلَ إِلَيْهِ سَحَابَةً فَرَفَعَتْهُ فَتَعَلَّقَتْ بِهِ أُمَّهُ وَبَكَتْ فَقَالَ لَهَا إِنَّ الْقِيَامَةَ تَجْمَعُنَا وَكَانَ ذَلِكَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَلَهُ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً وَعَاشَتْ أُمَّهُ بَعْدَهُ سِتِّ سِنِينَ وَرَوَى الشَّيْخَانِ حَدِيثٌ أَنَّهُ يَنْزِلُ قُرْبَ السَّاعَةِ وَيَحْكُمُ بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتُلُ الدَّجَالَ وَالْحَزِيرَ وَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَضَعُ الْحَزِيرَةَ وَفِي حَدِيثٍ مُسْلِمٍ أَنَّهُ يَمُكُّ سَبْعَ سِنِينَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي دَاوُدَ الطَّيَالِسِيِّ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَيُتَوَفَّى وَيُصَلَّى عَلَيْهِ فَيَحْتَمِلُ أَنَّ الْمُرَادَ مَجْمُوعَ لُبِّهِ فِي الْأَرْضِ قَبْلَ الرَّفْعِ وَبَعْدَهُ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ مِنْ أَمْرِ عِيسَى نَتْلُوهُ نَقْصَهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ مِنَ الْآيَاتِ حَالٌ مِنَ الْهَاءِ فِي نَتْلُوهُ وَعَامِلُهُ مَعْنَى ذَلِكَ مِنْ مَعْنَى الْإِشَارَةِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿۵۸﴾ الْمُحْكَمِ أَيْ الْقُرْآنِ إِنَّ مَثَلَ عِيسَى شَأْنَهُ الْغَرِيبُ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ كَشَابِهِ فِي خَلْقِهِ مِنْ غَيْرِ أَبِي وَهُوَ مِنْ تَشْبِيهِ الْغَرِيبِ بِالْأَعْرَابِ لِيَكُونَ أَقْطَعَ لِلْخَصْمِ وَأَوْقَعَ فِي النَّفْسِ خَلْقَهُ أَيْ

ادَمَ اَيُّ قَالِبُهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ بَشَرًا فَيَكُونُ ﴿۵۹﴾ اَيُّ فَكَانَ وَ كَذَلِكَ عِيسَى قَالَ لَهُ كُنْ مِنْ غَيْرِ اَبٍ فَكَانَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ خَبْرٌ مُبْتَدِئًا مَحذُوفٍ اَيُّ اَمْرُ عِيسَى فَلَاتَكُنْ مِنَ الْمُؤْتَرَيْنِ ﴿۶۰﴾ الشَّاكِيْنَ فِيهِ

ترجمہ:..... (وہ وقت یاد رکھنے کے لائق ہے) جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تمہارا وقت پورا کروں گا (تجھ کو وفات دوں گا) اور تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا (بلا موت دنیا سے بلاؤں گا) اور تم کو پاک (صاف) کر دوں گا تمہارے مخالفین سے اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی ہے (تمہاری نبوت کی تصدیق کی ہے خواہ مسلمان ہوں یا عیسائی) انہیں برتری دوں گا تمہارے منکروں پر (یعنی یہود پر ان کو برہان و سنان سے غالب کر دوں گا) قیامت تک بالآخر سب کو میری طرف لوٹنا ہے۔ اس دن ان (دینی) باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں لوگ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کر لی ہے تو انہیں سخت عذاب دوں گا دنیا میں (قتل و قید و جزیہ کے ساتھ) اور آخرت میں (بصورت نار) اور کوئی بھی ان کا مددگار نہیں ہوگا (عذاب الہی سے بچانے میں) اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کر چکے ہیں تو ان کا اجر انہیں پورا پورا ملے گا (یہ لفظ یا اور نون کے ساتھ ہے) اور اللہ تعالیٰ ظلم کر نیوالوں کو پسند نہیں کرتے (یعنی ان کو سزا دیں گے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کی طرف ایک بادل بھیجا جس نے ان کو اٹھا لیا ان کی والدہ ان کو پکڑنے لگیں اور روئے لگیں تو کہنے لگی کہ قیامت ہم کو ملائے گی یہ واقعہ لیلۃ القدر میں بمقام بیت المقدس پیش آیا۔ آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔ والدہ ماجدہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ۶ سال حیات رہیں اور شیخین کی روایت ہے کہ آپ قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے اور آنحضرت ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ دجال و خنزیر کو قتل کر دیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ کو منسوخ فرمادیں گے اور حدیث مسلم میں ہے کہ سات سال قیام پذیر رہیں گے۔ ابوداؤد طیالسی کی حدیث میں ہے کہ چالیس (۴۰) سال رہیں گے اور آپ کی وفات ہوگی اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد مجموعی مدت ہو۔ رفع سماوی سے پہلے اور بعد کی ملا کر) یہ (مذکورہ حال حضرت مسیح کا) ہم تمہارے سامنے سنار ہے (بیان کر رہے) ہیں (اے محمد) جو منجملہ آیات کے ہے (یہ حال ہے نسلوہ کی ضمیر سے اور اس میں عامل معنی اشارہ اور منجملہ حکمت آ میر مضامین کے ہے) حکم بمعنی محکم مراد قرآن ہے) بلاشبہ عیسیٰ کی منال (شانِ غریب) اللہ کے نزدیک آدم کی حالت کے مشابہ ہے (بغیر باپ کے پیدائش میں یکساں حالت ہے، یہ غریب کی تشبیہِ غریب کے ساتھ ہو رہی ہے تاکہ مخالف کے لئے مسکت و قاطع ہو اور اطمینان بخش) کہ ان کو (مراد آدم ہیں یعنی ان کے قالب کو) مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم فرمایا کہ ہو جاؤ (انسان) پس وہ ہو گئے (یکون بمعنی کسان ہے یہی حال حضرت مسیح کا ہے کہ ان کو بغیر باپ ہونے کا حکم ملا اس لئے وہ ہو گئے) یہ مراد واقعی آپ کے پروردگار کی جانب سے ہے (یہ خبر ہے مبتدائے محذوف کی ای امر عیسیٰ) سو آپ شک (شبہ) کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔

تحقیق و ترکیب:..... اذ قال یہ مکر کا ظرف ہے یا محذوف کا ظرف ہے۔ جیسا کہ مفسر نے اذکر مقدر کیا ہے۔ انی متوفیک اسم فاعل کا صیغہ ہے پورا پورالے لینا۔ موت پر اسی لئے اس راہ اطلاق آتا ہے۔ متوفیل و رافعہ دونوں لفظ مستقبل کے لئے ہیں۔ تقدیم تاخیر ہو گئی ہے کیونکہ رفع پہلے ہوا اور وفات بعد میں ہوگی۔ اور بعض نے ثم متوفیک قابضک بعد النزول کے معنی لئے ہیں اور بعض نے قابضک و رافعک من الدنیا الی من غیر موت کے معنی لئے ہیں اور تفسیر کبیر میں ہے کہ میں تمہارا وقت پورا کروں گا تب تم کو وفات دوں گا اور تم کو ان کے قتل کے لئے نہیں چھوڑوں گا بلکہ آسمان پر اٹھالوں گا۔

یعلونہم چنانچہ نیشاپوری کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی یہودی کو بادشاہ نہیں دیکھا گیا۔ اور قاضی کی رائے بھی یہ ہے کہ اب تک کہیں یہود

کا غالبہ سننے میں نہیں آیا یعنی اکثر مواقع اور حالات میں یہود کا غالبہ مسلمانوں یا عیسائیوں پر نہیں ہوا۔

فَاعْزِبْهُمْ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ متکلم ہے اور یوفیہم بصیغہ غائب ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اجر کے پورا دینے میں کسی جدوجہد کی حاجت نہیں کہ وہ مقتضی رحمت ہے لیکن عذاب ایسا نہیں ہے ذلک مبتداء نسلوہ خبر۔ من الایات حال ہے اسم اشارہ بعید لانا مشاڑ الیہ کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے اور نسلوہ بصیغہ حال استحضار کے لئے ہے بطور اعتناء شان کے ذکر الحکیم صاحب کشف کے نزدیک مراد قرآن ہے صفت حکیم یا سبب ہونے کی وجہ سے لائی گئی گویا ناطق بال حکمت ہے۔ فیکون معنی کان کے ہے جیسا کہ مفسر کی رائے ہے لیکن مضارع کے ساتھ تعبیر کرنے میں یا تو اس صورت عجیبہ غریبہ کا استحضار مقصود ہے اور یا اس لئے ہے کہ ما قبل کے لحاظ سے تو یہ مستقبل ہی ہے۔

ثلاث و ثلاثین سنۃ بظاہر سن نبوت چالیس سال مانا گیا ہے جو کمال عقل کا زمانہ ہے جیسا کہ مواہب اور اس کی شرح زرقانی سے سمجھ میں آتا ہے اس لئے بقول زاد المعاد حضرت مسیح کا ۳۳ سال ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ شامی اس کو نصاریٰ کی روایت کہتے ہیں اور حدیث کی تصریح رفع سماوی کے وقت ۱۲۰ سال عمر کی ہے۔ زرقانی نے علامہ سیوطی کی اس تشریح پر جو انہوں نے یہاں اور شرح نقایہ میں پیش کی ہے اولاً تو ان کے حفظ و اتفاق اور جامع معقول و منقول ہونے کے باوجود ایسی کمزور بات کہہ دینے پر اظہار تعجب کیا لیکن مرقات الصعود میں ان کا رجوع دیکھ کر ان کو اطمینان ہوا۔

ویضع الجزیۃ جزیرہ کی منسوخی کے بعد بحکم بشر یعتنا کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ لیکن کہا جائے گا کہ وہ از خود منسوخ نہیں کریں گے بلکہ آنحضرت ﷺ کی یہ خبر اور روایت ان کو پہنچے گی اس کی وجہ سے وہ منسوخ فرمائیں گے تو یہ شریعت کے برخلاف عمل نہ ہوا۔ بلکہ شریعت ہی پر عمل ہوا۔ یکسر الصلیب صلیبی نشان بقول نصاریٰ وہ ہے جس شکل کی سولی پر حضرت مسیح کو چڑھایا گیا تھا اور بعض کی رائے ہے کہ وہ ایک مثلث ہے جس کی پرستش نصاریٰ کرتے ہیں۔ فیحتمل سے مفسر دونوں روایتوں میں تطبیق دینا چاہتے ہیں۔ غریب حضرت مسیح بلا باپ ہونے کی وجہ سے غریب اور حضرت آدم بغیر ماں باپ کے غریب ہوئے۔ الحق خبر ہے امر عیسیٰ مبتدائے محذوف کی اور من ربک خبر بعد خیر ہے اور بعض کے نزدیک الحق مبتداء من ربک خبر ہے ای الحق المذکور من اللہ. الشاکین فیہ یعنی حضرت مسیح کے واقعہ کے واقعی ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

رابط: اذ قال اللہ میں حضرت مسیح کے واقعہ کا تمہ مذکور ہے اور آیت فاما الذین میں اختلاف کرنے والوں کے درمیان خدائی فیصلہ کا ذکر ہے۔ ذلک نسلوہ میں اس واقعہ سے آپ ﷺ کے لئے دلیل نبوت کا بیان اور ان مثل عیسیٰ میں حضرت مسیح کے واقعہ ولادت پر استدلال مذکور ہے۔

شان نزول: وفد نجران نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے نبی (عیسیٰ) کو بڑا بھلا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے پوچھا کیسے انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔ انہوں نے کہا مخلوق میں بغیر باپ پیدا ہونے کی کوئی مثال ہے؟ اس پر آیت ان مثل عیسیٰ الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: حضرت مسیح کو سولی یا قتل: ملک شام میں چونکہ کوئی یہودی سلطنت نہ تھی بلکہ رومیوں کی سلطنت تھی۔ اور قیصر روم کی جانب سے ہیرودیس نامی گورنر ہوتا تھا۔ یہود جو حضرت مسیح سے مشتعل اور موقعہ کے متلاشی تھے اتفاق وقت کہ ان کی "عید فطیر" جس کو "عید مسیح" کہتے ہیں آچہنی جس پر حضرت مسیح کے حواریوں میں سے کہا جاتا ہے کہ یہود انامی ایک شخص مبلغ

تیس روپے لے کر یہود سے مل گیا اور رات کو حضرت مسیحؑ کی پہاڑی قیام گاہ سے جس کو زیتون کی پہاڑی کہتے ہیں ان کو گرفتار کر دیا۔ آخر الامر لوگ یکر کر آپ کو پلاطوس نامی افسر کے پاس لے گئے کہ یہ شخص لوگوں کو قیصر کے محصول سے روکتا ہے اور خود کو مسیح بادشاہ کہتا ہے۔ لیکن آپ نے انکار کیا اس پر اس نے آپ کو ہیرودیس گورنر کے پاس بھیج دیا۔ اس نے بھی چھوڑنا اور پلاطوس کے پاس واپس کرنا چاہا مگر لوگوں نے شور و غل کر کے مزاحمت کی اور سولی دینے پر اصرار کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ کو ان کا کوئی قصور نہیں معلوم ہوتا صرف تمہارے اصرار سے سولی دیتا ہوں۔ اس کے نتائج کے ذمہ دار تم اور تمہاری اولاد ہوگی۔ بالاتفاق سب نے مان لیا اس موقع پر کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کے تمام حواری بھاگ گئے اور حضرت مسیحؑ پر ایک عجیب و غریب حالت طاری ہو گئی جس میں حق تعالیٰ نے آپ سے مندرجہ آیت ارشادات فرمائے کہ تجھ کو اس طرح صحیح و سالم رکھوں گا کہ تیرا بال بدیکانہ کر سکیں گے بجائے اس کے کہ وہ لے جائیں خدا تجھ کو اپنی پناہ میں لے جائے گا، وہ صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں لیکن خدا تجھ کو آسمان پر چڑھائے گا بالآخر حق تعالیٰ نے اس ایک مفسد شخص شمعون اقرانی کو جو سب سے زیادہ آپ کا سرگرم مخالف تھا آپ کی بمشکل بنا دیا اور آپ کو مع جسد و روح زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

اللہ تعالیٰ کے پانچ وعدے: واقعہ کی تاریخی حیثیت سے قطع نظر آیت سے پانچ بشارتیں اور وعدے معلوم ہوئے۔ (۱) وفات دینا (۲) آسمان پر زندہ اٹھانا (۳) تہمت سے بری کر دینا (۴) تبعین کو غالب اور مخالفین کو مغلوب کر دینا (۵) قیامت میں مذہبی اختلافات کا عملی فیصلہ۔ ان میں سے پہلے دو وعدوں کا حال یہ ہے کہ اول وعدہ بعد میں پورا ہوگا اور دوسرا وعدہ پہلے پورا ہو چکا ہے اور واؤ چونکہ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا اس لئے ترتیب ذکر کی تقدیم تاخیر باعث اشکال نہیں ہونی چاہیے۔ نیز اول جملہ دوسرے جملہ کی دلیل ہے اور دلیل رتبہ مقدم ہوا کرتی ہے دعویٰ سے۔

سولی اور قتل کی تحقیق: چونکہ یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کی اس مسئلہ میں تمام تر معرکہ آرائی پہلے اور دوسرے وعدہ سے متعلق ہے اس لئے قدرے اس کی تفصیل ضروری ہے۔

یہود کا خیال یہ تھا کہ حضرت مسیح مصلوب و مدفون ہو گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہوئے اور نہ آسمان پر اٹھائے گئے اور عیسائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ مصلوب و مدفون بھی ہو گئے اور زندہ ہو کر آسمان پر بھی گئے۔

لیکن قرآن کریم نے آیت مائدہ میں وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم سے ان دونوں خیالوں کی نفی کر دی اور منشاء اس غلطی کا اشتباہی کیفیت کو قرار دیا۔ جو لوگ آپ کی وفات اور مدفن کا دعویٰ کرتے ہیں اور قریب قیامت دوبارہ نزول نہیں مانتے وہ بنی اپنی دلیل کا دو باتوں کو کہتے ہیں ایک عقلی اور دوسری نقلی، نقلی تو یہی آیت انسی متوفیک ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم آپ کو وفات دیں گے اور آسمان پر بلا لیں گے اور عقلی دلیل یہ کہ جسم عنصری کا زندہ آسمان پر جانا چونکہ ممکن ہے اس لئے ان کے متعلق ایسا خیال بھی غلط ہے۔

منکرین حیات مسیح کا جواب (۱): جہاں تک نقلی دلیل کا تعلق ہے لفظ متوفیک کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں ایک علی سبیل التسلیم دوسری علی سبیل الازکار۔ علی سبیل التسلیم کا ما حاصل تو یہ ہے کہ اگر وفات کے معنی موت کے بھی لے لئے جائیں تب بھی یہ کیا ضروری ہے کہ اس کا وقوع ہو چکا ہے۔ یہ لفظ تو اس صورت میں بھی صادق آ سکتا ہے کہ جبکہ اولاً آپ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہوں اور پھر دوبارہ جب نزول اجلال فرما کر حیات بقیہ کو پورا کر لیں گے۔ اس وقت معتاد اور طبعی وفات ہوگی۔ اس سے فی الحال موت کا وقوع یا فی الحال حیات کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ دلائل رفع اور دلائل حیات پر نظر کرتے ہوئے دونوں کا ماننا ضروری ہے۔ رفع آسمانی تو لہی

آیت دفعہ اللہ سے ثابت ہے حقیقی معنی اس کے یہی ہیں کہ زندہ جسم و روح سمیت آسمان پر اٹھائے گئے اور بلا ضرورت حقیقی معنی چھوڑ کر مجاز مراد لینا جائز نہیں ہے۔

احادیث اور اجماع سے حیات مسیح:..... (۱) ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة (۲) بانہ سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلك (۳) لاتقوم الساعة حتی ينزل عیسیٰ بن مریم حکماً مقسطاً واما ما عادلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیه و یفیض المال حتی لا یقبله احد ﴿ابن ماجہ﴾ (۴) و فی ابی داؤد ثم ينزل عیسیٰ بن مریم علیهما السلام عند المنارة البیضاء شرقی دمشق ملحض الحدیث (۵) و فی حدیث المسلم قال انها (ای الساعة) لن تقوم حتی تر و اقبلها عشرایات ف ذکر الدجال و الدجال و الدابة و طلوع الشمس من مغربها و نزول عیسیٰ بن مریم و یاجوج ماجوج (۶) و فی المشکوٰۃ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ينزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد و یمکث حمساً و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری..... فاقوم انا و عیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر (رضی اللہ عنہ) و عمرؓ و اجماع امت سے بھی آپ کی حیات ثابت ہے چنانچہ سلفاً خلفاً کسی مستند عالم سے اس کا خلاف منقول نہیں ہے۔

جواب (۲):..... اور علی سبیل الایضاح جواب کی تقریر یہ ہے کہ متوفیوں کے معنی وفات اور موت کے نہیں ہیں بلکہ بحفاظت تمام پورے جسم مبارک کو اٹھالینے کے ہیں۔ اس صورت میں بناء شبہ ہی ختم ہوگئی کہ جواب کی نوبت نہیں آئے۔ اور یا بقول بعض اول وفات ہوگئی ہو اور پھر حیات بعد الرفع ہوگئی ہو۔ غرض ان دونوں صورتوں میں بھی فی الحال حیات کی نشی لازم نہیں آتی۔ باقی دلیل عقلی کا جہاں تک تعلق ہے تو کہا جائے گا کہ جو چیزیں ممکن ہوں یعنی نہ ممتنع بالذات ہوں اور نہ شرعاً ممتنع ہوں وہ سب باتیں ان اللہ علی کل شیء قدیور کی رو سے اللہ کی قدرت کے ماتحت ہیں اور کسی کو زندہ آسمان پر اٹھالینا ممکن ہے اس پر دلیل امتناع نہ عقلاً ہے اور نہ شرعاً۔ اس لئے اس کے ماننے میں عقلی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ جیسا کہ واقعہ معراج میں بھی یہی توجیہ علماء کرتے ہیں۔

نزاہت نسب اور دنیاوی غلبہ:..... تیسرا وعدہ جو دربارہ نزاہت نسب ہے وہ قرآن کریم کی تعدد آیات اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات عالیہ سے پوری طرح ثابت ہو گیا ہے اور چوتھا وعدہ یعنی آپ کے تبعین کا منکرین پر غالب رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پورا کر دکھایا۔ یہاں تبعین سے پورے تبع مراد نہیں ہیں یعنی صرف نصاریٰ بلکہ جو آپ کو نبی مانتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی۔ اسی طرح منکرین سے مراد آپ کی نبوت کے منکر ہیں جیسے یہود۔ بہر حال مسلمان اور عیسائی دنیا ہی ہمیشہ یہود پر غالب رہی ہے اور ان کو کبھی کبھی باقاعدہ اور باعزت سلطنت کرنے کا موقعہ نہیں مل سکا ہے۔ پانچویں وعدہ کا ایفاء یعنی مذہبی اختلافات کا عملی فیصلہ سو وہ قیامت کے روز ہوگا۔ رہا علمی اور شرعی فیصلہ تو وہ دنیا ہی میں ہو چکا ہے جس کا بیان اوپر گزرا ہے۔

رہا قیامت کے فیصلہ کے ذیل میں اس کہنے کے کیا معنی کہ ہم تم کو دنیا و آخرت میں سزا دیں گے؟ سو حاصل اس کا یہ ہے دنیا میں جو کچھ سزا ہو چکی اس کے ساتھ یہ سزائے آخرت مل کر مجموعہ قیامت کے روز مکمل ہو جائے گا۔ کفار کے حق میں دنیاوی سزا بوجہ ان سے مبعوضیت کے آخرت کی سزا کے لئے کفارہ نہیں ہو سکے گی۔ البتہ اہل ایمان کیلئے ان کی مجبوبیت کے باعث دنیاوی مصائب گناہوں کا

کفارہ، تخفیفِ عذاب اور رفعِ درجات کا باعث بن جاتی ہیں۔ واللہ لایحب الظالمین میں اس فرق اور اس کی وجہ کی طرف اشارہ ہے باقی کفار سے مراد یہاں صرف یہودی ہیں۔ یا عام کفار بھی ہو سکتے ہیں جن میں سب فرقے داخل ہو جائیں کہ جن کو آخرت میں بھی سزا ہوگی اور دنیا میں بھی گوشمالی اور سرکوبی ہوتی رہتی ہے۔ مسلمانوں کو دنیا میں اگرچہ یہ واقعات و حوادث پیش آتے رہتے ہیں لیکن وہ بطور سزا یا مبعوضت کے نہیں بلکہ ان کی محبوبیت کے سبب ان کے لئے رحمت و مغفرت کا باعث ہو جاتے ہیں اس لئے کوئی شبہ نہیں ہے۔

الوہیت مسیح بے بنیاد ہے:..... آیت ان مثل عیسیٰ النسخ میں عیسائیوں کی اس بدترین گمراہی کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کی الوہیت کا اعتقاد باطل قائم کر لیا تھا۔ حالانکہ تمام بنی آدم کی طرح وہ بھی ایک انسان تھے اور خدا نے ان کو اپنی پیغمبری کے لئے چن لیا تھا۔ لیکن نصاریٰ اس پر آنحضرت ﷺ سے جھگڑتے تھے کہ مسیح اللہ کے بندہ نہیں اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور اللہ کے بیٹے اگر نہیں تو بتلاؤ کس کے بیٹے ہیں؟ اس پر آیت نازل ہوئی کہ اگر یہی دلیل الوہیت یا اعتقاد نبیت کی ہے تو اس حساب سے آدم سب سے زیادہ اس کے مستحق پڑتے ہیں حالانکہ کوئی بھی ان کو الوہیت کا مقام دینے یا ان کو بیٹا ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ضمناً یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی کیا جا رہا ہے کہ اگرچہ مسیحی کلیسا نے صدیوں سے الوہیت مسیح کا خواب دیکھ رکھا ہے اور وہ اس کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن قرآن کی حقیقت افروز اور واقعی دعوت کے سامنے یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

دنیا میں ولادت کے چار طریقے:..... عند اللہ تجویز ازلی کا مطلب یہ ہے کہ پیدا کرنے سے پہلے علم الہی میں یوں ہی طے ہو چکا کہ عیسیٰ بغیر باپ کے اور آدم بغیر ماں باپ کے پیدا کئے جائیں گے۔ سو وہ ہو کر رہا اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات ہے کیونکہ تولید کے عقلاً چار ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ (۱) مرد و عورت دونوں کے توسط سے۔ (۲) صرف عورت سے (۳) صرف مرد سے (۴) مرد و عورت دونوں کے بغیر۔

اول صورت تو تمام دنیا کے انسانوں میں رائج ہے۔ دوسری صورت کا اظہار حضرت مسیح میں اور تیسری صورت کا حضرت حوا میں اور چوتھی صورت حضرت آدم میں کر کے دکھلا دیا تا کہ ہر طریقہ پر اس کی مکمل قدرت نمایاں ہو جائے پس بے باپ پیدا ہونے میں مسیح و آدم شریک اور بے ماں پیدا ہونے میں آدم و حوا شریک ہیں۔ اس لحاظ سے مشہ بہ زیادہ عجیب و غریب ہے کیونکہ مرد و عورت میں سے صرف ایک خون سے پیدا ہونا اس قدر عجیب نہیں جتنا کہ مٹی سے پیدا ہونا زیادہ عجیب ہے۔ پھر آدم کی عدم الوہیت سب کے نزدیک مسلم پھر الوہیت مسیح کے یہ لوگ کس طرح قائل ہیں۔ افسوس کہ عیسائیوں کے اس عقیدہ الوہیت کی پرچھائیاں ہمارے جاہل اور گمراہ فقیروں اور نام کے درویشوں پر بھی پڑیں کہ وہ اولیاء اللہ میں بھی اس کی جھلک دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فلا تکن من الممترین کا منشاء یہ نہیں ہے کہ خدا نخواستہ آنحضرت ﷺ کو شک و شبہ تھا جس سے ممانعت کی نوبت آئی بلکہ جس طرح فقط فائدہ مخاطب کی خصوصیت ہوتی ہے کہ اسی کو سنانا یا روکنا ہوتا ہے اسی طرح کبھی مخاطب کے علاوہ دوسرے لوگ اصل مخاطب اور مقصود کلام ہوتے ہیں گویا بظاہر روئے سخن کسی ایک کی طرف فرضی ہوتا ہے اور فی الحقیقت سنانا دوسروں کو ہوتا ہے اور اس کا فیصلہ قرآن و مواقع کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ جَادَلْكَ مِنَ النَّصَارَىٰ فِيهِ مِنْ أَسْمَاءَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بِأَمْرِهِ فَقُلْ لَهُمْ تَعَالَوْا
 نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ فَجَمَعْتُهُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلُ تَنْصَرَعُ
 فِي الدُّعَاءِ فَجَعَلَ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ ﴿٦١﴾ بِأَنَّ نَقُولَ اللَّهِ الْعِنَ الْكَاذِبَ فِي شَأْنِ عَيْسَىٰ وَقَدْ
 دَعَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نَجَرَ لِكَ لِمَا حَاجُّوهُ فِيهِ فَقَالُوا حَتَّى نَنْظُرَ فِي أَمْرِنَا ثُمَّ نَأْتِيكَ فَقَالَ دُو
 رَأْيِهِمْ لَقَدْ عَرَفْتُمْ نُبُوَّتَهُ وَأَنَّهُ مَا بَاهِلَ قَوْمٌ نَبِيًّا إِلَّا أَهْلَكُوا فَوَادَعُوا الرَّجُلَ وَأَنْصَرَفُوا فَاتَوَهُ وَقَدْ خَرَجَ وَمَعَهُ
 الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَفَاطِمَةُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَقَالَ لَهُمْ إِذَا دَعَوْتُ فَأَمِنُوا فَأَبَوْا أَنْ يُبَلِّغُوا وَصَالِحُوهُ
 عَلِيُّ الْجَزِيَّةِ رَوَاهُ أَبُو نَعِيمٍ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ أَنَّهُمْ صَالِحُوهُ عَلِيُّ الْفِي حُلَّةِ النِّصْفِ فِي صَفَرٍ وَالبَقِيَّةِ فِي رَجَبٍ
 وَثَلَاثِينَ دِرْعًا وَثَلَاثِينَ فَرَسًا وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا وَثَلَاثِينَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ أَصْنَافِ السَّلَاحِ وَرَوَى أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ
 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَوْ خَرَجَ أَنْ يُبَاهِلُونَهُ لِرَجْعِ الْإِيحِدُونَ مَالًا وَلَا أَهْلًا وَرَوَى
 الطَّبْرَانِيُّ مَرْفُوعًا لَوْ خَرَجُوا لَا حَتْرُقُوا إِنَّ هَذَا الْمَذْكُورَ لَهُوَ الْقِصَصُ الْخَبْرُ الْحَقُّ الَّذِي لَا شَكَّ فِيهِ
 وَمَا مِنْ زَائِدَةٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ فِي مُلْكِهِ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فِي صُنْعِهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا أَعْرَضُوا
 عَنِ الْإِيمَانِ فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ فَيَجَازِيهِمْ وَفِيهِ وَضَعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ يَا أَهْلَ
 الْكِتَابِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ مُصَدَّرٌ بِمَعْنَى مُسْتَوٍ أَمْرًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِلَّا نَعْبُدُ
 إِلَّا اللَّهَ وَلَا نَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ط كَمَا اتَّخَذْتُمْ الْأَحْبَارَ
 وَالرُّهْبَانَ فَإِنْ تَوَلَّوْا أَعْرَضُوا عَنِ التَّوْحِيدِ فَقُولُوا أَنْتُمْ لَهُمْ أَشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ مُوَحِّدُونَ

ترجمہ:..... پھر جو کوئی تم میں سے اس بارہ میں آپ سے جھگڑا کرے (حضرت عیسیٰ کے باب میں نصاریٰ میں سے کوئی آپ سے جھگڑنے لگے) حالانکہ علم و یقین تمہارے سامنے آچکا ہے (دراہۃ عیسیٰ علیہ السلام) تو تم (اس سے) یوں کہو کہ آؤ ہم دونوں (فریق اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بلا لیں اور خود بھی شریک ہوں) (غرض اس طرح سب مل کر) پھر عجز و نیاز کریں (اللہ کے حضور دعا میں گر گڑا میں) اور التجا کریں کہ جھوٹوں پر خدا کی پھٹکار (یعنی یوں درخواست کریں کہ الہی! عیسیٰ کے باب میں جھوٹے پر تیری مار۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے وفد نجران کو ان کے محلہ کرنے پر دعوت مبادلہ دے دی لیکن انہوں نے غور کرنے کے لئے مہلت مانگی۔ پوپ اعظم نے ان سے کہا کہ اے لوگو! تم اچھی طرح ان کی نبوت سے واقف ہو اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ جس قوم نے نبی سے مبادلہ کیا وہ جماعت ضرور ہلاک ہوئی غرضکہ تم لوگ آنحضرت ﷺ سے مصالحت کر کے اپنے وطن واپس چلو چنانچہ اس قرارداد کے مطابق آپ کی طرف نکلے تو آپ مع حضرات حسین اور حضرت علی و فاطمہ کے تشریف لائے تھے۔ اور آپ نے اپنے رفقاء سے فرما دیا تھا کہ جب دعا مانگوں تو تم آمین کہنا لیکن وفد کے لوگ مبادلہ پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ جزیہ پر مصالحت کر لی (رواہ ابو نعیم) اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ وفد نجران نے دو ہزار خلوں پر مصالحت کر لی کہ نصف کی ادائیگی ماہ صفر میں اور باقیہ کی رجب کے مہینہ میں ہوگی۔ اور تمیں زرہیں اور تمیں

گھوڑے اور تیس اونٹ اور جنگی ہتھیاروں میں سے ہر قسم کے تیس تیس ہتھیار دینے طے ہوئے اور امام احمد نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مہابلہ کر کے یہ لوگ اپنے گھر جاتے تو نہ مال پاتے اور نہ اہل و عیال۔ اور طبرانی کی مرفوعاً روایت ہے کہ اگر چلے جاتے تو جل جاتے (یہ مذکورہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے بلاشبہ (وہ خبر) حق ہے) جس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے) اور کوئی معبود نہیں (من زائد ہے) مگر صرف اللہ کی ذات اور یقیناً اسی کی ذات ہے جو (اپنے ملک میں) سب پر غالب اور حکمت والی ہے (اپنے کاموں میں) پھر یہ لوگ اگر روگردانی کریں (ایمان لانے سے روگردانی کرنے لگیں) تو اللہ مفسدوں کا حال خوب جانتے ہیں (وہ ان سے خود نبٹ لیں گے اس میں بجائے ضمیر کے اسم ظاہر لایا گیا ہے) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آؤ ایسی بات کی طرف جو یکساں طور پر مسلم ہے (سواء مصدر بمعنی مستو ہے یعنی مستوا امر ہا تقدیر عبارت ہے) ہمارے اور تمہارے دونوں کے لئے (وہ یہ کہ) اللہ کے سوا کسی ہستی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ ہم میں سے ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے کہ گویا خدا کو چھوڑ کر اسے اپنا پروردگار بنا لیا ہے (جیسا کہ تم نے اپنے علماء و مشائخ کو یہ مقام دے رکھا ہے) پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں (توحید سے ہٹنے لگیں) تو تم کہہ دو (ان سے) گواہ رہنا کہ ہم خدا کے ماننے والے (پرستار توحید) ہیں۔

تحقیق و ترکیب: تعالوا اور تعالیوا امر کا صیغہ ہے یا متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے اس کو الف سے بدل لیا۔ پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ تعالوا رہ گیا بمعنی تعلموا۔ نبتھل ابتھال اجتھاد فی الدعاء اور اخلاص دعا کو کہتے ہیں بھل مال قلیل اور نعمت۔ البھلۃ بالفتح والضم دراصل بمعنی لعنۃ ہے لیکن پھر پرکوشش دعا میں استعمال ہونے لگا چاہے اس میں لعنت نہ ہو۔ امام راغب اصفہانی کہتے ہیں ببھل الشی والبعیر کے معنی دونوں کو چھوڑ دینے کے ہیں پھر مطلق دعا میں استعمال ہونے لگا۔ نجران یمن کا ایک شہر جو نجران بن زید بن سبا کے نام سے موسوم ہے۔ اس وفد کی تعداد ۶۰ افراد تھی۔ عرفتم نبوتہ باوجود نبی اور اسلام کی معرفت کے پھر ہدایت قبول نہیں کرتے تھے جس کی وجہ وہ خود بیان کرتے تھے کہ ہم کو شاہ روم کی طرف سے جو وظائف و فتوحات ملتی ہیں ان سے محروم رہ جائیں گے۔ بُراہو اس نے حُب دنیا کا کہ آخرت تباہ کر بیٹھے۔ فواد عوا۔ وادع بمعنی صالح۔ الرجل سے مراد آنحضرت ﷺ لیتے ہیں۔ فابوا جب آنحضرت ﷺ اور آپ کے رفقاء کے پاکیزہ اور نورانی چہروں کو دیکھا تو بے ساختہ لاٹ پادری بول اٹھا کہ ان چہروں کو دیکھ کر میرا گمان یہ ہے کہ اگر اللہ سے پہاڑ کے اپنی جگہ سے ہٹنے کی بھی یہ درخواست کریں گے تو مان لی جائے گی اس لئے ہرگز مہابلہ نہ کرو ورنہ زمین پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ مصالحت کر لی اس سے آنحضرت ﷺ کی نبوت کی حقانیت اور صداقت ثابت ہوئی کہ لکار کے باوجود کسی میں بھی سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان هذا لہو القصص الحق اس جملہ کو کتنی تاکیدات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ان کی شدت انکار کا لحاظ کرتے ہوئے القصص یہ خبر ہے یعنی حق بات یہ ہے کہ نصرانیوں کا دعویٰ الوہیت و ابنیت غلط ہے۔

من الہ الا اللہ اس میں دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں اور ایک تو من الہ مبتداء جس میں من زائد ہے استغراق و عموم کے لئے اور الا اللہ اس کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ما الہ الا اللہ دوسری صورت یہ ہے کہ خبر مضموم ہو تقدیر اس طرح ہے ما من الہ لنا الا اللہ۔ من الہ چونکہ مبتداء ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے اس لئے الا اللہ بھی اس سے بدل ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہوگا۔

فیہ وضع الظاہر یعنی اصل عبارت اس طرح تھی انہ علیہم بہم اس میں بہم ضمیر کی بجائے بالمفسدین اسم ظاہر لائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اعراض من التوحید ہی افساد دین ہے۔ تعالوا الی کلمۃ عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو اپنے علماء و مشائخ کی پرستش نہیں کیا کرتے تھے پھر قرآن میں کیسے کہا گیا؟ آپ نے فرمایا کہ کیا ان کے حلال کو تم

حلال اور ان کے حرام کو تم حرام نہیں سمجھتے تھے؟ عرض کیا جی حضور (ﷺ)! آپ نے فرمایا بس یہی مقصد ہے کہ ایسی اطاعت کاملہ بجز خدا کے کسی کی جائز نہیں ہے۔

سواء بمعنی مستوی یعنی ایسا متفقہ مطالبہ ہے کہ جس میں کسی نبی یا کسی کتاب کا اختلاف نہیں ہے۔

رابطہ: اوپر کی تقریر تو طالبان حق کے لئے تھی۔ آگے معاندین سے منہنے کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں جس کو مباہلہ کہتے ہیں اور آیت اور میں تاکید اثبات توحید اور قل یا اهل البیت میں توحید کی طرف دعوت عامہ ہے۔

شان نزول: روح المعانی میں ان آیات کا نزول وفد نجران سے متعلق مانا گیا ہے لیکن قتادہ، ربیع، ابن جریج وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہود مدینہ کے بارہ میں ہے۔ اور ابوعلی جبائی اس کو اہل کتاب کے دونوں فریق کے متعلق مانتے ہیں محققین نے عموم ہی کو پسند کیا ہے جیسا کہ ترمذی نے عدی بن حاتم کی روایت علماء و مشائخ کے باب میں نقل کی ہے جس کا بیان ماقبل کی سطور میں گدرا ہے۔

﴿تشریح﴾: صداقت اسلام کی دلیل: آنحضرت ﷺ نے جو مکتوب گرامی نصاریٰ نجران کے نام بھیجا تھا اس فرمان کا حاصل تین باتیں تھیں۔ (۱) دعوت اسلام (۲) جزیہ (۳) قتال۔ لیکن انہوں نے باہم مشورہ کر کے شرح حیل، عبد اللہ، ابن شریحیل، حیاد بن قفص کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ زیادہ تر مذہبی گفتگو کا رخ حضرت عیسیٰ کی طرف رہا۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ اگر دلیل سے گفتگو ختم نہ ہو تو سب مل کر اللہ کی جناب میں التجا کے ساتھ دعا کرو کہ جو شخص اور فریق اس بارہ میں باطل پر ہو اس پر قبر خداوندی نازل ہو کہ تباہ و برباد ہو جائے جس کو مباہلہ کہتے ہیں پس جو شخص جھوٹا ہوگا وہ اس خمیازہ کے لئے تیار نہیں ہوگا اور اس طرح صادق اور کاذب کا فرق نمایاں اور سچے جھوٹے کا امتیاز کھل جائے گا۔

مباہلہ کی حقیقت: اور اس میں اصل تو خود مباحثہ کرنے والوں کا جمع ہو کر مباہلہ کرنا اور بددعا کرنا ہے لیکن اپنے عزیز ترین قرابت داروں کو جس میں اپنی جان سے زیادہ عزیز اولاد اور اہل و عیال ہوں لے کر حاضر ہو جائے تو اس بات کا وثوق اور وزن بڑھ جاتا ہے اور معاملہ کی اہمیت کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اس سے اس کے دعویٰ کی راستی یقین و اعتماد کا کمال معلوم ہو جاتا ہے۔ اور جس کو ذرا پس و پیش، تامل و تردد ہوتا ہے اس کے قدم ڈگمگانے لگتے ہیں اور اس کی اندرونی قلعی کھلنے لگتی ہے اور سطح ابھرنے لگتی ہے چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تو مع حضرت فاطمہؑ اور حسینؑ اور حضرت علیؑ کے بلا تامل تشریف فرما ہو گئے لیکن وفد کے افراد حیس و بیص میں پڑ گئے اور لگے پھر مچر کرنے۔ مباہلہ کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوئے اور بالآخر سالانہ جزیہ پر مصالحت کر کے وطن واپس ہو گئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو وادی ان پر آگ برسائی اور اللہ نجران کا استیصال فرمادیتا اور ایک ہی سال میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔

مباہلہ کا انجام: قرآن کریم نے یہ نہیں بتلایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی مباہلہ کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟ اور یہ کہ مباہلہ کا اثر کیا اب بھی وہی ظاہر ہو سکتا ہے جو آپ ﷺ کے مباہلہ کا اثر ظاہر ہوتا؟ لیکن بعض سلف کے طریق عمل اور فقہاء حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی ضرورت کے وقت مباہلہ کی مشروعیت باقی ہے۔ چنانچہ لعان کا مشروع ہونا خود اس کی مشروعیت کی دلیل واضح ہے۔ مگر صرف ان چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی اور صدق یقینی ہو مباہلہ کی اجازت ہوگی۔ اب یہ مسائل اختلافیہ ظنیہ

میں مباہلہ ناجائز ہوگا نیز مباہلہ میں عورتوں کا شریک کرنا ضروری نہیں ہے۔ علی ہذا فریق معاند ہو تو مباہلہ کی اجازت ہوگی۔ رہا مباہلہ کا انجام تو اب مباہلین پر اس قسم کا عذاب آنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کرنے پر آتا البتہ ان احادیث سے جو از عذاب کا قیاس کیا جاسکتا ہے تاہم ضرر پہنچنے میں کچھ توقف ہو جانا یا نقصان کا ظاہر نہ ہونا موجب اشتباہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حق و باطل کا فیصلہ تو دلائل سے ہو چکا ہے۔ مباہلہ کی زیادہ غرض تو اتمام حجت و جدال سے الگ ہو جانا اور زبانی جھگڑوں کا سلسلہ منقطع کرنا ہے۔

شیعوں کا غلط استدلال:..... بعض روایات کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لفظ انفسنا میں داخل ہونے کی وجہ سے عین رسول اللہ ہیں اس لئے خلافت بلا فصل کے مستحق ہوئے کیونکہ پھر اس کے علاوہ آیت میں دو ہی لفظ رہ جاتے ہیں۔ انشاء نا اور نساء نا اور ظاہر ہے کہ حضرت علی ان دونوں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہو سکتے ہیں پس اخیر شق متعین ہو گئی۔

لیکن بادی تامل یہ بات واضح ہو سکتی ہے کہ یہ خیال بناء فاسد علی الفاسد ہے کیونکہ انفسنا سے مراد تو مفرد اہل مباحثہ ہیں اور نساء نا سے مراد خاص زوجہ نہیں بلکہ تمام اہل بیت مستورات ہیں خواہ وہ بیٹیاں ہوں۔ حضرت فاطمہ چونکہ سب میں زیادہ لاڈلی تھیں اس لئے آپ ﷺ ان کو لے آئے۔ علی ہذا انشاء نا سے مراد خاص اپنی اولاد نہیں بلکہ عام ہے اولاد کی اولاد کو یا مجازاً ماد کو بھی اولاد ہی میں داخل کرتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ حضرت علی اور حضرت حسین کو لے آئے پس ان کی اولاد میں داخل کرنے کے بعد انفسنا میں داخل کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں رہ جاتی ورنہ پھر حضرات حسین کی خلافت بلا فصل بھی اس دلیل سے ثابت ہو جائے گی۔ یعنی بیک وقت بیٹوں باپ بیٹے خلافت بلا فصل کے مستحق ہو جائیں گے۔ حضرات شیعہ کے اس استدلال سے جو یہ خانہ جنگی ہو گئی اس کے حل کی کوئی صورت ان کے پاس ہے؟

دوسرے محاورہ میں نفس کا اطلاق متعلقین پر بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ تقتلون انفسکم میں مراد آپس کے متعلقین اور عزیز واقارب ہیں ورنہ خودکشی لازم آئے گی اور آپس اس سے بلا فصل خلافت ثابت نہیں ہوتی اور اگر ہوتی تو حضرت ابو بکر و حضرت عمر بھی قریبی قرابت داروں میں داخل ہیں۔

شُرک جلی و خفی:..... تعالو الی کلمۃ سواہ بیننا و بینکم میں مسئلہ توحید کو مسلمات میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ تمام شرائع میں اس کی تعلیم مشرک رہی ہے اور اہل کتاب بھی توحید کی فرضیت اور شرک کی حرمت و کفر کے قائل تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی شرک کی بعض انواع میں وہ اسی طرح مبتلا تھے کہ وہ ان کو خلاف توحید نہیں سمجھتے تھے مثلاً بعض صفات مخصوصہ الہیہ کا اثبات حضرت عیسیٰ و عزیز علیہما السلام کے لئے کرتے تھے جس کو عبادت غیر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اسی طرح کسی کو مطاع علی الاطلاق اس طرح مان لینا کہ تحریم و تحلیل کا اختیار اس کو حاصل ہو جائے جیسا کہ مشائخ و علماء کے ساتھ ان کا تعامل تھا۔ جس کو آیت میں ربوبیت من دون اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے یہ سب باتیں خواص باری میں سے نہیں۔ لیکن وہ اس میں دوسروں کو بھی بالذات اور بالعرض کا فرق کر کے شریک کر لیتے تھے اور اس کا منافی توحید نہیں سمجھتے تھے حالانکہ یہ فرق صفات غیر مخصوصہ میں تو صحیح ہے مگر صفات مخصوصہ میں غیر صحیح ہے، پس اس تقریر میں لطیف تردید ہو گئی، کہ ان کا مسلمہ اصول یاد دلایا جس کے بعد مختلف فیہ جزئیات کا کلیات میں داخل ہونا اہل ہو گیا، غیر اللہ کی اس کامل اطاعت سے ظاہر ہے کہ اول تو احکام الہی چھوٹ جاتے ہیں دوسرے جب شرک ہو تو شرک کے ساتھ دامن توحید بھی چھوٹ جاتا ہے اسی کو خدا کا چھوڑنا فرما دیا گیا ہے۔

اتمام حجت کے بعد اندھی اور صحیح تقلید:..... اور قولوا اشہدوا باننا مسلمون میں اس اصول کی تعلیم دینی ہے کہ وضوح حق کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو اتمام حجت کے لئے اپنا مسلک بیان کر کے الگ ہو جانا چاہئے۔

ابراہیم) اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں (ان کے حال سے) اور تم کچھ نہیں جانتے (حق تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کا تبریہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں) ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ تمام گمراہیوں سے بچے ہوئے (تمام مذہبوں سے کٹ کر دینِ قیم سے جڑے ہوئے) اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار (پرستار تو حید) تھے اور ان کی راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہ تھی۔ فی الحقیقت یعنی زیادہ نزدیک (حق) ابراہیم علیہ السلام سے وہ لوگ تھے جو ان کے قدم بقدم چلے (ان کے زمانہ میں) اور یہ نبی (محمد ﷺ) اکثر احکام دین میں ان کے موافق ہونے کی وجہ سے (اور وہ لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں) (یعنی امت محمدیہ۔ ان لوگوں کو واقعی اس کا حق ہے کہ ملت ابراہیمی کے اتباع کا دعویٰ کریں نہ کہ تم کو) اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے مددگار (ناصر و حامی) ہیں (یہود نے حضرت معاذ، حذیفہ، عمار رضی اللہ عنہم کو یہودیت کی دعوت پیش کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی) اہل کتاب میں ایک گروہ اس بات کا آرزو مند ہے کسی طرح تمہیں راہِ حق سے بچلا دے۔ لیکن وہ تمہیں نہیں خود اپنے ہی کو گمراہی میں ڈالے ہوئے ہیں (کیونکہ دوسروں کو گمراہ کرنے کا وبال بھی ان پر ہوگا اور مسلمان اس میں ان کی اطاعت نہیں کریں گے) اگرچہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ اے اہل کتاب اللہ کی آیتوں کا تم کیوں انکار کرتے ہو (آیات قرآنی کا جن میں آپ کے اوصاف ہیں) حالانکہ تم اقرار کرتے ہو (جانتے ہو کہ وہ حق ہیں) اے اہل کتاب کیوں ملا جلا کر (مشتبہ کر دیتے ہو) حق و باطل کو (تحریف اور دھوکہ دہی کر کے) اور حق (آنحضرت ﷺ کے اوصاف) کو چھپاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو (کہ وہ حق ہے)

تحقیق و ترکیب: زمن طويل حضرت ابراہیم و موسیٰ کے درمیان ایک ہزار سال کا فصل اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے مابین دو ہزار سال کا فصل حائل ہے۔ افلا تعقلون ہمزہ کا مدخول مقدر ہے ای اتدعون المحال فلا تعقلون یا اتقولون ذلک فلا تعقلون بطلانہ۔

ہا انتم هؤلاء . ہا حرف تنبیہ۔ انتم مبتدأ ہؤلاء خبر ہے حاجتہم جملہ اولیٰ کا بیان ہے۔ یا جملہ ندائیہ مبتدأ خبر کے درمیان معترضہ ہے یا هؤلاء حرف نداء محذوف تھا جس کو مفسر علام نے مذہب کوئی کی مدعایت کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے۔ فیما لکم ما بمعنی الذی یا کمرہ موصوفہ ہے اور علم مبتدأ ہے اور لکم خبر ہے اور بہ موضع نصب میں ہے بناء بر حال ہونے کے اصل میں علم کی صفت تھی مقدم کر دیا گیا ہے۔

من شان ابراہیم یعنی حضرت ابراہیم کا ذکر نہ تمہاری کتابوں میں ہے اور نہ تم کو ان کے بارے میں معلومات ہیں۔ وما کان من المشرکین مشرکین پر تو اس جملہ میں تعریض ہے ہی لیکن یہود و نصاریٰ پر بھی تعریض ہے کہ حضرت مسیح و عزیز کے بارے میں شرکیہ عقائد رکھتے ہو الحنف، الاستقامة بابراہیم یہ متعلق ہے اولیٰ کے جو اسم تفضیل ہے ولی بمعنی قرب سے۔ للذین میں لام زائدہ تاکید کے لئے ہے یعنی لام ابتداء لو یضلونکم لومصدر یہ ہے بمعنی ان. اضلالہم یعنی ان کا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا اور مسلمانوں کا گمراہی کو قبول نہ کرنا کسی کے نقصان کا باعث ہوا ہے۔ بذلک یعنی ان کو گمراہ کرنے کا وبال کس پر ہے اس کو وہ نہیں جانتے۔ تشهدون اس کی تفسیر علم کے ساتھ کی ہے کیونکہ شہادت کہتے ہیں خبر قطعی کو جس کے لئے علم لازم ہے۔

رابطہ: پچھلی آیات میں حضرت مسیح کے بارہ میں عقیدہ الوہیت و ابیت کی اصلاح کے بعد ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں اس خیال کی اصلاح کی جا رہی ہے کہ ہر جماعت ان کے اتباع کی دعویٰ دار ہے جس کا مقصود اصلی اپنے اپنے طریق کی حقانیت کا اثبات تھا اور اس کا لازمی اثر آنحضرت ﷺ کی رسالت کا ابطال ہوتا ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ ان طرق کو منسوخ بتلا رہی ہے جس کی بقاء مشروعیت کے وہ قائل ہیں۔ تو اس طرح ناسخ و منسوخ دونوں مشروعیت میں جمع ہو جاتے ہیں جو بدلتہ غلط ہے اس لئے حق تعالیٰ اس کی تردید فرما رہے ہیں۔ یہودیت و نصرانیت اور ابراہیمیت میں اگر مطابقت بھی تسلیم کر لی جائے تب بھی شریعت اسلامیہ کے

بعد آنے اور ناسخ ہونے کی وجہ سے اہل کتاب کے لئے مفید نہیں چہ جائیکہ سرے سے اصل مطابقت ہی بے بنیاد اور غلط ہو تب تو بقاء مشروعیت کا دعویٰ بدرجہ اولیٰ بدلتہ غلط ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ پہلے مسئلہ تو حید کا احقاق مقصود تھا اور یہاں احقاق ہے مسئلہ رسالت کا۔

شان نزول:..... جلال محقق نے شان نزول خود فرما دیا ہے جس کی تفصیل ابھی گذری ہے۔

﴿تشریح﴾:..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اہل کتاب کے نزاع کا فیصلہ:..... اہل کتاب کا یہ دعویٰ مطابقت اگر عناد آیا لاطلمی اور ناواقفیت کی وجہ سے تھا تب تو رد ظاہر ہے لیکن اگر تاویلاً ہو کر ہماری شریعت ان ہی کے موافق ہے تب بھی غلط ہے کیونکہ فروع میں یقیناً اختلاف موجود ہے۔ رہا محض اصول میں اتفاق و اتحاد کا ہونا سو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہودیت و نصرانیت تو نام سے مجموعہ احکام اصلیہ اور فرعیہ ممنوعہ کا جو حضرت ابراہیم کے مقدم ہونے کی وجہ سے یقیناً ان کے زمانہ میں موجود تھی اس لئے یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوا؟ اور اس سلسلہ میں اگر کوئی نئی اصطلاح ان کے پیش نظر تھی تو اس کا تعلق الفاظ اور لغت سے تو ہو سکتا ہے لیکن شریعت سے اس کا کیا تعلق؟ پھر اس سے ایک باطل کا ایہام لازم آ رہا ہے جو بالکل غلط ہے۔

برخلاف امت محمدیہ کے وہ تمام اصول اور اکثر فروع میں موافقت کی وجہ سے دعویٰ مطابقت میں حق بجا نہ ہیں نیز اس سے آنحضرت ﷺ کے استقلال نبوت میں بھی کوئی ادنیٰ خلل واقع نہیں ہوتا بلکہ الذین تبعواہ سے آپ کی اور آپ کی امت کی مزید خصوصیت ثابت ہوتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ دعویٰ مطابقت و موافقت اہل کتاب کے شایان شان نہیں ہے۔ البتہ امت محمدیہ کو زیب دیتا ہے لیکن افسوس کہ اس درجہ اتمام حجت کے بعد بھی قبول حق کے لئے تیار نہیں ہیں۔ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی فکر میں رہتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ حضرات صحابہؓ بالکل گمراہ نہیں ہو سکے۔ البتہ مابعد کے لوگوں کے بارہ میں یہ خطرہ بیشک ہے لیکن وہاں بھی ان کے اختیار میں کسی کی گمراہی نہیں ہے۔ یوں خود کوئی تباہ ہونے لگے تو وہ دوسری بات ہے۔ طائفہ سے مراد اگر عام اشخاص اور جہلاء ہوں تب تو یہ فرمانا کہ وہ اس کی اطلاع نہیں رکھتے اپنے ظاہر پر ہے لیکن اس طرف التفات نہیں کرتے اس کا منشاء یہ نہیں کہ جان بوجھ کر کفر کرنا برا ہے اور ناواقفیت و لاطلمی میں برا نہیں ہے بلکہ مقصد اس صورت میں مزید تفسیح اور ملامت کا اظہار ہے۔

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْيَهُودُ لِبَعْضِهِمْ آمَنُوا بِالَّذِي نَزَّلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا أَيْ الْقُرْآنِ وَجَهَ النَّهَارِ أَوْلَهُ وَكَفَرُوا بِهِ آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ أَيْ الْمُؤْمِنِينَ يَرْجِعُونَ ﴿۷۲﴾ عَنِ دِينِهِمْ إِذَا يَقُولُونَ مَا رَجَعَهُمْ لَآءٍ عَنْهُ بَعْدَ دُخُولِهِمْ فِيهِ وَهُمْ أُولُو عِلْمٍ إِلَّا لِعِلْمِهِمْ بَطْلَانَهُ وَقَالُوا أَيْضًا وَ لَا تُؤْمِنُوا تَصَدِّقُوا إِلَّا لِمَنْ أَلَّامٌ زَائِدَةٌ تَبِعَ وَافَقَ دِينَكُمْ ط قَالَ تَعَالَى قُلْ لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْهُدَى هُدَى اللَّهِ الَّذِي هُوَ الْإِسْلَامُ وَمَاعَدَاهُ ضَلَالٌ وَالْجُمْلَةُ اعْتِرَاضٌ أَنْ أَيْ بَانَ يُؤْتَى أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيْتُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ وَالْفَضَائِلِ وَأَنْ مَفْعُولٌ تُوْمِنُوا وَالْمُسْتَشْنَى مِنْهُ أَحَدٌ قَدِمَ عَلَيْهِ الْمُسْتَشْنَى الْمَعْنَى لَا تُفِرُّوا بَانَ أَحَدًا يُؤْتَى ذَلِكَ إِلَّا مَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ أَوْ بَانَ يُحَاجُّوْكُمْ أَيْ الْمُؤْمِنُونَ يَغْلِبُوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط يَوْمَ الْقِيَمَةِ لِأَنَّكُمْ أَصْحَابُ دِينًا وَفِي قِرَاءَةِ الْإِنِّ بِهَمْزَةِ التَّوْبِيْحِ أَيْ اِئْتَاءِ أَحَدٍ مِثْلَهُ تُفِرُّونَ بِهِ قَالَ تَعَالَى قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط فَمِنْ أَيْنَ لَكُمْ أَنَّهُ لَا يُؤْتَى أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيْتُمْ وَاللَّهُ وَاسِعٌ كَثِيرُ الْفَضْلِ عَلَيْهِمُ ﴿۷۳﴾ بِمَنْ هُوَ

أَهْلُهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۷۳﴾ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ
 بِقِنطَارٍ أَوْ بِمَالٍ كَثِيرٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ لِأَمَانَتِهِ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ أَوْ دَعَا رَجُلٌ الْفَا وَمِائَتِي أَوْ قِيَّةَ ذَهَبًا
 فَأَدَّهَا إِلَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ لِخِيَانَتِهِ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ لَا تَفَارِقْهُ
 قَمَتِي فَارْقَتْهُ أَنْكَرَهُ كَعَبِ بْنِ الْأَشْرَفِ اسْتَوَدَعَهُ قُرَشِيٌّ دِينَارًا فَجَحَدَهُ ذَلِكَ أَيْ تَرَكَ الْأَدَاءَ بِأَنَّهُمْ
 قَالُوا بِسَبِّ قَوْلِهِمْ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ أَيْ الْعَرَبِ سَبِيلٌ ۗ أَيْ إِثْمٌ لِاسْتِحْلَالِهِمْ ظُلْمَ مَنْ خَالَفَ
 دِينَهُمْ وَنَسَبُوهُ إِلَيْهِ تَعَالَى قَالَ تَعَالَى وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ فِي نِسْبَةِ ذَلِكَ إِلَيْهِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾
 أَنَّهُمْ كَاذِبُونَ بَلَى عَلَيْهِمْ فِيهِمْ سَبِيلٌ مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ الَّذِي عَاهَدَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَوْ بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِ مِنْ آدَاءِ
 الْأَمَانَةِ وَغَيْرِهِ وَاتَّقَى اللَّهَ بِتَرْكِ الْمَعَاصِي وَعَمَلِ الطَّاعَاتِ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۷۶﴾ فِيهِ وَضَعُ
 الظَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ أَيْ يُجِبُّهُمْ بِمَعْنَى يُشِيهُهُمْ وَنَزَلَ فِي الْيَهُودِ لَمَّا بَدَّلُوا نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَعَهَدَ اللَّهُ إِلَيْهِمْ فِي التَّوْرَةِ أَوْ فِيمَنْ حَلَفَ كَاذِبًا فِي دَعْوَى أَوْفَى بِبَيْعِ سِلْعَةٍ إِنْ الَّذِينَ
 يَشْتَرُونَ يَسْتَبَدِّلُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ إِلَيْهِمْ فِي الْإِيمَانِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآدَاءِ الْأَمَانَةِ وَإِيمَانِهِمْ
 حَلْفِهِمْ بِهِ تَعَالَى كَاذِبًا ثَمَّنًا قَلِيلًا مِنَ الدُّنْيَا أَوْلَيْتُكَ لِأَخْلَاقٍ نَصِيبَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ
 اللَّهُ غَضَبًا عَلَيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَرْحَمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۗ يُطَهِّرُهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ ﴿۷۷﴾ مُؤَلِّمٌ وَإِنَّ مِنْهُمْ أَيْ أَهْلَ الْكِتَابِ لَفَرِيقًا طَائِفَةً كَعَبِ بْنِ الْأَشْرَفِ يَلُونِ السِّتْهُمْ
 بِالْكِتَابِ أَيْ يَعْطِفُونَهَا بِقِرَاءَتِهِ عَنِ الْمُنْزَلِ إِلَى مَا حَرَفُوهُ مِنْ نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْوِهِ
 لِتَحْسَبُوهُ أَيْ الْمُحَرَّفَ مِنَ الْكِتَابِ ۗ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ
 عِنْدِ اللَّهِ ۗ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۸﴾ أَنَّهُمْ كَاذِبُونَ -

ترجمہ:..... اہل کتاب میں ایک گروہ ہے (یہود جو آپس میں ایک دوسرے سے) کہتا ہے کہ ایمان لے آؤ ان مسلمانوں کی
 کتاب (قرآن) پر صبح کے (اول) وقت اور انکار کر دو اس کا (شام کے وقت) اس طرح عجب نہیں کہ وہ (مسلمان) پھر جائیں (اپنے
 مذہب سے یہ کہتے ہوئے یہ لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اہل علم ہونے کے باوجود پھرے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا
 بطلان ان پر واضح ہو گیا ہے اور نیز کہتے ہیں کہ) کسی کی بات نہ مانو (یقین نہ کرو) بجز ان لوگوں کے جو (لمن میں لام زائدہ ہے)
 پیروی (اتباع) کریں تمہارے دین کی (حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) کہ فرمادیتے آؤ (ان سے اے محمد) ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی
 ہدایت ہے (جو کہ دین اسلام ہے اور اس کے علاوہ گمراہی ہے یہ جملہ معترضہ ہے) یہ بات بھی نہ مانو جیسا کچھ دین تمہیں دیا گیا ہے ویسا
 کسی دوسرے انسان کو ملا ہو (یعنی کتاب و حکمت اور فضائل۔ اور ان یوتی مفعول ہے لا تو منوا کا اور لفظ احل مستثنیٰ منہ ہے جس پر مستثنیٰ

کو مقدم کر دیا گیا ہے حاصل یہ ہوا کہ اس بات کا اقرار نہ کرو کہ تمہارے ماننے والوں کے علاوہ کسی کو ایسا دین مل سکتا ہے (یا یہ کہ حجت کر سکتے ہیں) (یہ مومنین غالب آسکتے ہیں) تمہارے پروردگار کے حضور (قیامت میں کیونکہ تمہارا دین سب سے زیادہ صحیح ہے اور ایک قرأت میں اَنَّ ہمزہ توحیح کے ساتھ ہے یعنی کیا اس جیسا کسی کو ملنے کا اقرار کرتے ہو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ گہر دیجئے کہ فضل و بخشش تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے مالا مال کر دیتا ہے (پس یہ تم کہاں سے کہہ رہے ہو کہ تمہارے جیسا کسی کو نہیں مل سکتا) اللہ تعالیٰ بڑی ہی وسعت رکھنے والے (بڑے مہربان) اور جاننے والے ہیں (کہ کون اس کا اہل ہے) وہ جس کسی کو چاہتے ہیں اپنی رحمت کے لئے چُن لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا ہی فضل ہے اور اہل کتاب میں کچھ آدمی تو ایسے ہیں کہ اگر آپ سونے چاندی کا ڈھیر (کافی مال) بھی ان کے پاس امانت میں چھوڑ دیں۔ تب بھی وہ تم کو ادا کر دیں (اپنی امانت جیسا عبد اللہ بن سلامؓ کے پاس کسی صاحب نے دو ہزار درہم دو سو اوقیہ سونا امانت رکھا لیکن انہوں نے اس سب کو ادا کر دیا) مگر ایک گروہ ان میں کا ایسا بھی ہے کہ اگر ایک روپیہ بھی ان کی امانت میں رکھ دو تو وہ کبھی تم کو واپس نہ دیں (خیانت کی وجہ سے) جب تک ہر وقت ان کے سر پر کھڑے نہ رہو (کہ ان سے الگ ہونے کا نام نہ لو اور اگر الگ ہوئے تو فوراً انکار کر بیٹھے۔ کعب بن اشرف کے پاس ایک قریشی نے ایک دینار (روپیہ) امانت رکھا تو اس نے دینے سے صاف انکار کر دیا) یہ (بد معاملگی) اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں (یعنی ان کے اس قول کی وجہ سے ہے) اُمیوں (عرب کے لوگوں) سے معاملہ کرنے میں ہمارے لئے کوئی مواخذہ (گناہ) نہیں ہے (کیونکہ وہ اپنے مخالف دین کے ساتھ ظلم کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور اس اجازت کی نسبت خدا کی طرف کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) اور اللہ پر یہ لوگ بہتان باندھتے ہیں (اس قسم کی غلط باتوں کی نسبت ان کی طرف کر کے) حالانکہ وہ بھی جانتے ہیں (کہ وہ جھوٹے ہیں) ہاں کیوں نہیں جو شخص اپنا قول و قرار سچائی کے ساتھ پورا کرتا ہے (جو عہد خدا نے اس سے لیا ہے یا خدا سے کئے ہوئے اس کے عہد کو جو امانت وغیرہ کی ادائیگی سے متعلق ہے) اور ڈرتا ہے (اللہ سے ان کی نافرمانی چھوڑتے ہوئے اور فرمانبرداری کرتے ہوئے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں پرہیزگاروں کو (اس میں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا ہے گویا یحبہم بمعنی یشیہم ہے یہود نے جب آنحضرت ﷺ کے اوصاف تبدیل کر دیئے حالانکہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لے لیا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یا ان لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی جنہوں نے کسی دعوے میں یا سامان فروخت کرنے میں جھوٹی قسم کھالی تھی) یقیناً جو لوگ فروخت کر (بدل) ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو (جو ان سے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کے اور اداء امانت کے بارہ میں لیا گیا تھا) اور اپنی قسموں کو (جو انہوں نے جھوٹی کھالی تھیں) ایک حقیر قیمت کے بدلہ (متاع دنیا سے) یہی وہ لوگ ہیں کہ کوئی حصہ (نصیب) ان کے لئے آخرت میں نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان سے نہ تو کلام کریں گے (ان پر ناراضگی کی وجہ سے) اور نہ ان پر نظر التفات پڑے گی (کہ ان پر رحم کھالیا جائے) قیامت کے دن اور نہ گناہوں کی آلودگی سے پاک (صاف) کئے جائیں گے اور ان کے لئے دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہوگا۔ اور بیشک ان (اہل کتاب میں سے) ایک گروہ ایسا بھی ہے (جیسے کعب بن اشرف) کہ الٹ پھیر کرتے رہتے ہیں کتاب اللہ میں (یعنی زبان کو موڑ دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی لغت اور دوسرے صحیح مضامین کو غلط کر کے) تاکہ تم خیال کرو (کہ جو کچھ یہ غلط بنا رہے ہیں) وہ کتاب اللہ میں سے (صحیح) ہے حالانکہ وہ قطعاً کتاب اللہ میں سے نہیں ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں (کہ جھوٹ بول رہے ہیں)

تحقیق و ترکیب: و وجہ النہار جس طرح انسان کے اعضاء میں چہرہ ممتاز ہے اسی طرح دن میں اول حصہ نمایاں ہوتا ہے اس لئے "وجہ النہار" کے معنی اول حصہ کے ہیں۔ یا جس طرح اول نظر چہرہ پر پڑتی ہے اسی طرح اول نظرات کے بعد صبح پر پڑتی

ہے۔ لا تؤمنوا آیت کی دو توجیہوں کی طرف جلال محقق اشارہ کر رہے ہیں۔ اول توجیہ کی طرف السلام زائدا اور دوسری توجیہ کی طرف المعنی لا تقروا سے۔ اول توجیہ پر لمن میں لام زائد ہوگا کیونکہ ایمان میں اقرار و تصدیق خود متعدی ہے لام تعدیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور قل ان الخ یہ جملہ معترضہ ہوگا فعل اور مفعول کے درمیان ان یوتی احدیہ مستثنیٰ منہ موخر اور لمن تبع مستثنیٰ مقدم ہے۔ معنی یہ ہیں کہ بجز یہودیت کے کسی کو سچا نہ سمجھو اور یقین رکھو کہ تم جیسی نعمتیں کسی کو نہیں دی گئی ہیں۔ اور یہ کہ مسلمان آخرت میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارا دین زیادہ بہتر ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ لام زائد نہ مانا جائے بلکہ اصلی مانا جائے اور تؤمنوا معنی میں تصدقوا کے ہے اور مستثنیٰ منہ محذوف ہو تقدیر عبارت لاحد ہو یعنی جس قدر فضائل و کمالات تم کو دیئے گئے ہیں اس کا یقین نہ رکھو وہ کسی دوسرے کو دیئے گئے ہیں بجز اس شخص کے جو تمہارے دین کا تبع ہو۔ اور مقصد اس کا آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار ہے۔ جلال مفسر نے اختصار کر کے دونوں تقریروں کو خلط کر دیا ہے۔ او یحاجو کم اس کا عطف ان یوتی پر ہے اور ضمیر لفظ احد کی طرف راجع ہے جو معنای جمع ہے اور استثناء بھی احد کی طرف راجع ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لا تقربوا بان المسلمین یحاجو کم عند ربکم ویغلبونکم الا لمن تبع دینکم اس صورت میں لام زائد نہیں رہا۔ لانکم اصح دینا یہ دلیل ہے بخیاں خویش یہود کے غالب رہنے کی۔

وفی قراءۃ ان اس صورت میں ہو الہدیٰ پر جملہ ختم ہو گیا اور ان یوتی جملہ متانفہ ہوگا ہمزہ استفہام تو بخیاں ہوگا اور مستثنیٰ منہ محذوف رہے گا اور ان مصدر یہ ہوگا جیسا کہ مفسر نے "ای ابتداء احد" سے اس طرف اشارہ کیا ہے اور یہ مع اپنے مدخول کے مبتدا کی تاویل میں ہے خبر محذوف ہے "تقدرون بہ" مفسر نے مقدر مانی ہے یعنی اپنے دین کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے تمہارا یہ اقرار مناسب نہیں ہے اور ان یوتی ظرف کو لان یوتی کے معنی میں لے کر متعلق اس کا محذوف مان لیا جائے تو یہ کلام الہی ہو جائے گا۔ چنانچہ ابن کثیر کی قرأت ان یوتی کو استفہام تفریحی پر محمول کرنے کی اس کی مؤید ہے۔

من اهل الكتاب اهل کتاب کی دینی خیانتیں بیان کرنے کے بعد ان کی مالی خیانتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ القنطار چالیس اوقیہ سونا یا ایک ہزار دو سو دینار یا ایک ہزار دو سو اوقیہ یا ستر ہزار دینار یا اسی ہزار درہم یا سورطل سونا یا چاندی یا ہزار دینار یا تیل کی کھال بھر سونا چاندی علی اختلاف الاقوال ایک اوقیہ چالیس درہم یعنی دس روپے کے برابر ہوتا ہے۔ بقنطار میں با بمعنی علی یا بمعنی فی ہے یعنی فی حفظ قنطار۔

من ان تامنہ یہ مبتداء ہے اور ومن اهل الكتاب خبر ہے اور شرط اور جواب شرط کر صفت من نکرہ کی بدینار ایک دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط پانچ جو وزن ہوتا ہے فخاص بن عازوراء یہودی کے پاس ایک قریشی نے ایک دینار امانت رکھوایا لیکن ادائیگی کے وقت صاف انکار کر دیا۔ اور بعض نے اقیسن کا مصداق اہل کتاب میں سے نصاریٰ کو اور خائن کا مصداق یہودیوں کو قرار دیا ہے دونوں میں ان دونوں وصفوں کے غائب ہونے کی وجہ سے مادمات اس میں ما مصدر یہ ہے اور استثناء مقدر سے ہے ای وانکرہ بسبب تو لیہم یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ان لوگوں کی تخصیص کیوں کی حالانکہ دوسرے لوگ بھی امی اور خائن ہوئے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کی تخصیص شان نزول کی وجہ سے باعتبار واقعہ حال کے ہے۔ سبیل بیان مراد کے لئے مفسر نے بسالائم سے اس کی تشریح کی ہے ورنہ لغت میں مطلق طریق کے معنی ہیں اور یہاں طریق عتاب کے معنی ہیں۔

بلی اثبات نفی ماقبل کے لئے ہے زجاج کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بلی پر وقف تام ہے اور اس کا مابعد استیناف ہے اور اس جملہ کا بیان ہے جس کے قائم مقام بلی ہے۔

فیمن حلف کاذباً اشعث بن قیس اور ایک دوسرے شخص کے درمیان ایک کنویں پر جھگڑا ہوا اور مقدمہ آنحضرت ﷺ کی خدمت

میں پہنچا تو آپ نے گواہ اور قسم کا مطالبہ کیا تو اشعث کا ساتھی جھوٹی قسم کھانے کے لئے تیار ہو گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح ”بیع سلعۃ“ کی صورت ہوگی کہ جھوٹی قسم کھانے کے لئے آمادہ ہو گیا ہوگا۔

ولا یسکلمہم اللہ سورۃ مومنوں میں ہے قال احسنوا فیہا ولا تکلمون جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ان سے کلام فرمائیں گے دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اس آیت میں کلام رضا کی نفی ہے اور سورۃ مومنوں میں کلام غضب کا اثبات ہے یا براہ راست کلام کی نفی اور فرشتوں کے توسط سے کلام کا اثبات مراد لیا جائے گا۔ ککعب بن اشرف اور مالک بن حنیف اور حی بن اخطب وغیرہ مراد ہیں۔

یلوون۔ لٹی کے معنی موڑنے اور کسی چیز کو ٹیڑھا کرنے کے لئے ہیں۔ لویت یدہ بولتے ہیں ”التوی الشیء التوی فلان۔ لوی لسانہ سب محاورات ہیں۔ جملہ یلوون صفت ہے فریقا کی محل نصب میں ہے اور ضمیر جمع معنی کے لحاظ سے ہے کیونکہ لفظ قوم اور دھط کی طرح یہ اسم جمع ہے یلوون السنتم سے مراد ایہام ہے یعنی مسلمانوں کو ایہام میں مبتلا کرتے ہیں۔

رابطہ:..... گزشتہ آیت میں یہود کے اضلال کا بیان تھا۔ آیت وقال الخ میں ان کی اسی قسم کی ایک اسکیم کا ذکر ہے اور آیت ومن اهل الكتاب میں خیانت فی العلم کی طرح ان کی خیانت مالی کا تذکرہ ہے آیت بلسی من اوفی میں ایفاء وعدہ پر وعدہ اور عدم ایفاء وعدہ پر وعید کا بیان ہے آیت وان منهم الخ میں ان کی خصوصی خیانت تحریف و تزویر کا ذکر ہے۔

شان نزول:..... ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن صیف عدی بن زیاد حارث بن عوف ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ صبح کو ہم قرآن پر ایمان لے آیا کریں اور شام تک رجوع کر لیا کریں تو اس طرح دیکھا دیکھی دوسرے مسلمان بھی ایسا کرنے لگیں گے۔ اس پر آیت یا اهل الكتاب لم تلبسون الحق الخ نازل ہوئی۔ ابن جریر نے تخریج کی ہے کہ یہود نے مسلمانوں سے ان کے اسلام لانے سے پہلے خرید و فروخت کی لیکن مسلمان ہونے کے بعد قیمت کا تقاضہ کیا گیا تو یہود نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ تم نے اپنے دین کو چھوڑ دیا اس لئے ہم کچھ نہیں دیتے اور اس کے حکم الہی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس پر آیت ویقولون الخ نازل ہوئی۔ اس کے علاوہ ابن مسعودؓ کی روایت اشعث بن قیس کے متعلق ہے جس کا بیان اوپر گذرا ہے کہ کسی کنویں کے معاملہ میں یہودی قسم کھانے کے لئے تیار ہو گیا تھا تب ان الذین الخ آیت نازل ہوئی عبداللہ بن اوفیٰ کی روایت بخاری وغیرہ نے پیش کی ہے جس کی رو سے آیت کا تعلق بازار میں کاروباری سامان لانے والوں سے معلوم ہوتا ہے جو جھوٹی قسم کھا لیا کرتے تھے۔ ابن جریر نے تخریج کی ہے کہ ابورافع اور لبابہ ابن ابی الحقیق اور کعب بن اشرف کے بارے میں آیت ان الذین الخ نازل ہوئی۔ جنہوں نے تورات کو جلا دیا تھا اور آنحضرت ﷺ کے اوصاف کو رد و بدل کر ڈالا تھا۔ اور اس پر رشوتیں لیتے تھے۔ ممکن ہے کہ اسباب نزول مختلف واقعات ہوں اور بہتر توجیہ یہ ہے کہ سبب نزول تو ایک ہی ہے لیکن کسی مناسبت سے دوسرے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے آیت تلاوت کرنے سے راوی نے اس کو بھی سبب نزول سمجھ کر روایت کر دی ہو۔

﴿تشریح﴾:..... غلط پنہار اور تنگ ذہنی:..... اہل کتاب کی یہ بنیادی گمراہی ہے کہ انہوں نے حق و صداقت کو صرف اپنی نسل اور اپنی جماعت کا ورثہ سمجھ لیا تھا اور یہ کہتے تھے کہ یہ ہونی نہیں سکتا کہ جو شخص ہمارے گروہ سے نہ ہو اور پھر دین و صداقت رکھتا ہو۔ یا کسی فرد و قوم کو ہم سے بہتر دین و دیانت مل سکے۔ جو کچھ ملنا تھا وہ ہمیں مل چکا ہے اور خدا کے خزانہ فیضان و رحمت پر مہر لگ چکی ہے۔ قرآن اس کی تردید کر رہا ہے ذلک بانہم الخ میں ان کی ایک دوسری گمراہی کی طرف اشارہ ہے وہ سمجھتے تھے کہ دین و دیانت

کے جس قدر احکام ہیں وہ سب اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہیں۔ وہی ان تمام مراعات اور حسن اخلاق کے مستحق ہیں لیکن دوسرے مذاہب کے لوگوں سے ہر طرح کی بد معاملگی بددیانتی کو جائز سمجھتے تھے جس طرح بن پڑے اس کے مال کو حلال سمجھتے تھے۔ لیکن قرآن عزیز کہتا ہے کہ دیانت بہر حال دیانت ہے اور خیانت ہر حال میں خیانت ہے۔ ملک و ملت کے اختلاف سے دین و دیانت کی حدود نہیں بدل سکتیں، سچائی اور اچھائی کا ہر شخص مستحق ہے۔

امانت داری سب کے لئے ہر طرح مفید ہے:..... بقول حضرت ابن عباسؓ اگر امانت داروں سے مراد تو مسلم یہود ہوں جیسے عبد اللہ بن سلامؓ وغیرہ تب تو مدح ظاہر ہے لیکن اگر خاص مسلمان مراد نہ ہوں بلکہ مطلقاً اہل کتاب میں امین و خائن دونوں کا ہونا مذکور ہو تو تعریف کا حاصل مقبولیت عند اللہ نہیں ہے کہ وہ بلا ایمان کے حاصل نہیں ہوتی بلکہ محض اچھی بات ہونے کے لحاظ سے تعریف کرنا چاہئے کافر ہی کی طرف سے ہو۔ دنیا میں اچھی بات کا اثر نیک نامی وغیرہ ہوتا ہے اور آخرت کے لحاظ سے بھی باعث تخفیف عذاب ہوتی ہے یا خاص اسی عذاب کی کمی ہوتی ہے جو اس کی مخالف جانب کے کرنے سے ہوتا۔ آیت ہود سے جو عدم ثواب معلوم ہوتا ہے وہ اس عدم عذاب کے منافی نہیں ہے اس سے اسلام کی انصاف پسندی اور بے تعصبی واضح ہوتی ہے کہ مخالف کے ہنر کی بھی کتنی قدر کی جاتی ہے اور قرآن واقعی داد دی جاتی ہے۔

دونا در نکلتے:..... آیت ”و یفسو لون“ کے ذیل میں جن واقعات یہود کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کو سامنے رکھ کر شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ مسلمان بھی تو حربی کافر کے مال کو مباح سمجھتے ہیں خواہ عقد فاسد ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو لیکن کہا جائے گا کہ وہاں رضامندی اور عدم عذر شرط ہے جو یہود کے یہاں نہیں تھا اس لئے دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا۔

علی ہذا مال غنیمت کے حلال ہونے پر بھی شبہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مال غنیمت نہ تو کوئی حربیوں سے معاہدہ ہوتا ہے اور نہ ان کی طرف سے استیمان ہوتا ہے برخلاف یہود کے وہ امن و عہد کے ہوتے ہوئے بھی بد عہدی اور نقض امن کرتے تھے۔

بد عہدی:..... مخلوق کے ساتھ عہد اگر جائز ہو تو اس کا ایفاء ضروری ہے ورنہ حرام ہے۔ اور چونکہ یہود آنحضرت ﷺ کی رسالت کے منکر تھے اس لئے عہد اللہ میں ایمان الانبیاء کو بھی داخل کیا جائے گا اور دوسری ضروری چیزوں کو بھی عام ہوگا اور ولایز کیہم کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ مسلمانوں جیسی ان کی تعریف نہیں کریں گے اور عہد اللہ میں چونکہ ایمان بھی داخل ہے اس لئے یہ شبہ نہیں رہے گا کہ ایفاء عہد پر جو محبت کا وعدہ ہے اس میں ایمان بھی شرط نہیں ہے اور اہل لنگ لاخلاق کا خطاب اگر کفار کو ہے تب تو یہ وعیدیں قیامت کے لئے ہیں اور اگر کفار کو بھی کفار کے ساتھ شامل کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ چند روز وہ ان وعیدوں کے مستحق ہوں گے نہ وقوع یقینی ہے اور نہ ہدایت۔ چنانچہ اہل سنت کے نزدیک معافی بغیر عفو بت بھی درست ہے۔

تحریف لفظی اور معنوی:..... علامہ آلوسیؒ کے بیان کے مطابق یہود تو رات میں تحریف لفظی بھی کرتے تھے اور ممکن ہے کہ صرف تحریف معنوی ہی کرتے ہوں لفظی تحریف میں گویا اہل غلطی کے منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہوتا ہے اور تحریف معنوی میں تعبیر اور تفسیر غلط کرنی ہوتی ہے اور اسی کو قواعد شرعیہ کی موافق و مطابق ہونے کو کہا جاتا ہے گویا ایک میں صورتہ جزو ہونے کا دعویٰ اور دوسرے میں صرف معنی جزو ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس طرح کہ یہ شرع سے ثابت ہے اور جو شرع سے ثابت ہو وہ منزل من اللہ ہے اس لئے یہ بھی منزل من اللہ ہے اہل کتاب کے علاوہ مشائخ کا ایک گروہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے لیکن ہوائے نفس سے اس کے معانی میں

تحریف کر دیتا۔ عوام یہ سمجھتے کہ کتاب کا بیان ہے حالانکہ وہ خدائی کتاب کا بیان نہ ہوتا بلکہ ان کی افتراء پر دازیاں ہوتیں۔

قرآن و حدیث میں تحریف:..... امت محمدیہ میں قرآن میں تحریف لفظی تو نہیں ہو سکی کیونکہ الفاظ قرآنی محفوظ من اللہ ہیں البتہ تحریف معنوی کج طبع لوگوں نے تفسیر بالرائے کے ذریعہ کی ہے اور احادیث میں تحریف لفظی اور معنوی دونوں کی گئی ہیں۔
ولا تؤمنوا سے ان اہل طریقت کی غلطی واضح ہو گئی جو غیر سلسلہ والے شخص سے اپنے طریق کو مخفی کرتے ہیں اور اس پر اپنی اجارہ داری سمجھتے ہیں۔ ان الذین یشہدون سے روئے ایسے شخص کی حالت پر جو دنیا کی طرف مائل ہو اور اس کو مشاہدہ حق پر ترجیح دیتا ہو اور اپنے ظاہر کو اہل اللہ کے لباس سے آراستہ رکھتا ہو مگر حب جاہ کے ساتھ۔ پس ایسا شخص بقاء حقیقی سے محروم اور مخاطبت حق سے دونوں جہاں میں ساقط ہو جائے گا۔

وَنَزَلَ لِمَاقَالِ نَصَارَىٰ نَجْرَانَ أَنَّ عِيسَىٰ أَمْرَهُمْ أَنْ يَتَّخِذُوهُ رَبًّا أَوْ لَمَّا طَلَبَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ السُّجُودَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ أَيِ الْفَهْمِ لِلشَّرِيعَةِ وَالنُّبُوَّةِ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ يَقُولُ كُونُوا رَبَّانِينَ عُلَمَاءَ عَامِلِينَ مَنْسُوبٌ إِلَى الرَّبِّ بِزِيَادَةِ أَلْفٍ وَتُونَ تَفْخِيمًا بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿۷۹﴾ أَيِ بِسَبَبِ ذَلِكَ فَإِنَّ فَائِدَتَهُ أَنْ تَعْمَلُوا وَلَا يَأْمُرُكُمْ بِالرَّفْعِ اسْتِيفَانِ أَيِ اللَّهِ وَالنَّصَبِ عَطْفًا عَلَى يَقُولِ أَيِ الْبَشَرِ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا كَمَا اتَّخَذَتِ الصَّابِئَةُ الْمَلَائِكَةَ وَالْيَهُودُ غَزِيرًا وَالنَّصَارَىٰ عِيسَىٰ أَيَّامُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۸۰﴾ لَا يَنْبَغِي لَهُ هَذَا وَإِذْ كُرِأُ حِينَ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ عَهْدَهُمْ لَمَّا بَفَتَحِ اللَّامِ لِلْإِبْتِدَاءِ وَتَوَكِيدِ مَعْنَى الْقَسَمِ الَّذِي فِي أَخْذِ الْمِيثَاقِ وَكَسْرِهَا مُتَعَلِّقَةً بِأَخْذِ وَمَا مَوْصُولَةٌ عَلَى الْوَجْهَيْنِ أَيِ لِلَّذِي اتَّيْتُكُمْ إِيَّاهُ وَفِي قِرَاءَةِ آتَيْنُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ جَوَابُ الْقَسَمِ إِنْ أَدْرَكْتُمُوهُ وَأَمَّهُمْ بَعِ لَهُمْ فِي ذَلِكَ قَالَ تَعَالَى لَهُمْ أَأَقْرَرْتُمْ بِذَلِكَ وَأَخَذْتُمْ قَبْلَتُمْ عَلَىٰ ذَلِكَمْ إِصْرِي عَهْدِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ وَأَتْبَاعِكُمْ بِذَلِكَ وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۸۱﴾ عَلَيْكُمْ وَعَلَيْهِمْ فَمَنْ تَوَلَّىٰ أَعْرَضَ بَعْدَ ذَلِكَ الْمِيثَاقِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:..... (نصاری نجران نے جب یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کو اپنا رب سمجھیں، یا بعض مسلمانوں نے جب آنحضرت ﷺ کو سجدہ کرنا چاہا تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں) سزاوار (مناسب) نہیں ہے کسی انسان کو یہ بات کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور حکمت (دین کی سمجھ) اور نبوت مرحمت فرمائیں اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ تم میرے بندے بن

جاؤ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بلکہ (اس کو یہ کہنا چاہئے کہ) اللہ والے بن جاؤ (عالم باعمل۔ ربانی کے معنی الی الرب کے ہیں۔ الف ونون کا اضافہ فحاشیت کے لئے ہے) اس لئے کہ تم کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہو (تعلیمون کی قرأت تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) وہ تم کو یہ حکم نہیں دی گا (رفع کے ساتھ جملہ مستانفہ ہے یعنی اللہ حکم نہیں دیتا ہے۔ اور نصب کے ساتھ ہے تو یقول پر عطف ہے یعنی وہ ربانی انسان اس کا حکم نہیں دے سکتا ہے) کہ فرشتوں یا نبیوں کو اپنا پروردگار بنا لو (چنانچہ فرقہ صابیہ نے فرشتوں کو، اور یہود نے حضرت عزیر کو، نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا لیا ہے) کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو کفر کرنے کا حکم دے۔ درآںحالیکہ تم مسلمان ہو چکے ہو (ایسی تلقین اس کے شایان شان نہیں ہے) اور (اسی کو یاد کرو) جب اللہ نے (عہد) لیا تھا انبیاء علیہم السلام سے کہ (لما لام ابتداء مفتوح کے ساتھ ہے جو معنی قسم کی تاکید کے لئے ہے جو لفظ "اخذ میثاق" سے ماخوذ ہے۔ اور لام مکسور بھی ہو سکتا ہے۔ لفظ اخذ کے متعلق ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں ما موصولہ رہے گا یعنی للذی) ہم نے تمہیں کتاب و حکمت مرحمت کی ہے پھر اگر ایسا ہو کہ کوئی رسول تمہارے پاس آئے اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے پاس (کتاب و حکمت) ہے (اور وہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے) تو تم ضرور ماننا اور ان کی تائید کرنا (یہ جواب قسم ہے یعنی اے گروہ انبیاء اگر تم ان کو پاؤ تو ضرور ان کی عقیدت و نصرت کا حق ہوگا ادا کرنا۔ اور ان انبیاء کی امتیں اس حکم میں ان کے تابع تھیں) ارشاد الہی ہوا تھا کہ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس کا ذمہ لیتے ہو (قبول کرتے ہو) میرے عہد (وعدہ) کو سب نے عرض کیا تھا بے شک ہم اقرار کرتے ہیں اس پر حکم ہوا کہ تو گواہ رہو (اپنے رب اور اپنے متبعین کی طرف اس پر) میں بھی تمہارے ساتھ اس پر گواہ ہوں۔ (تمہارے اور ان کے لئے) تو اب بھی جو کوئی روگردانی (اعراض) کرے گا اس (عہد) کے بعد تو یقیناً ایسے لوگ فاسق شمار کئے جائیں گے۔

تحقیق و ترکیب:..... ماکان لبشر یعنی مایصح لاحد لفظ بشر لانے میں علت حکم کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی بشریت منافی اس حکم ربوبیت کے ہے اور فعل یقول کو ثم کے ذریعے سے منسوب ان پر عطف اس قول کی تعظیم کے لئے کیا ہے یعنی ان دونوں باتوں میں بہت زیادہ بون بعید ہے جب مہلت کے بعد بھی بعد ہے تو بغیر مہلت بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ ماکان لبشر اور ماکان یعنی ان یکون الخ اور ماکان لکم ان تنبوا الخ اس قسم کے صیغے نفی عام کے لئے آتے ہیں کہ ان کا ثبوت عقلاً بھی جائز نہیں ہے جیسے صدیق اکبر کا قول ماکان لابن ابی قحافہ ان يتقدم فی الصلوہ بین یدی رسول اللہ یعنی میری کیا مجال ہے کہ میں ایسا کر سکوں۔ اس لئے قول مفسر میں ینبغی کے معنی یمکن کے ہیں نبی کے لئے دعوت الوہیت ممکن نہں ہے لفظ ینبغی یا تو لفظ کان کی تفسیر ہے یا کان کی خبر کے متعلق محذوف کا بیان ہے ولکن کے بعد یقول نکال کر تقدیر عبارت کی طرف اشارہ کر دیا ای ولکن یقول کونوا الخ

ربانی اس میں دو قول ہیں (۱) یہ لفظ عربی ہے سریانی نہیں ہے منسوب الی الرب جیسے الھی منسوب الی الالف نون مبالغہ کے لئے اضافہ کر دیا جیسے لحمی لبحیانی کثیر اللحمیہ کو کہتے ہیں۔ رقبانی موٹی گردن کو کہتے ہیں شعرانی لمبے گھنے بال، بلا مبالغہ اگر کہنا ہو تو رقبی لحمی شعری کہتے ہیں۔ (۲) اس لفظ کو منسوب الی الربان مانا جائے اور ربان کے معنی معلم الخیر کے ہیں۔ الف نون اس صورت میں مبالغہ فی الوصف کے لئے ہوگا۔ جیسے عطشان ریان یہ نسبت مبالغہ فی الوصف کے لئے ہوگی جیسے احمری تعلمون ابن کثیر ابو عمر نافع تخفیف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ تعلمون بمعنی عالمون اور باقی قراء بالتشدید پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں مفعول ثانی محذوف ہوگا۔ ای کنتم تعلمون الناس الكتاب. ولا یامرکم ابو عمر، ابن کثیر و نافع کی رفع کے ساتھ استینافیہ ہے ابتداء کلام کے لئے ہے یا امرکم کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہوگی اور نصب کی صورت میں یقول پر عطف ہوگا۔ ضمیر اللہ کی طرف یا بشر کی طرف راجع

ہے۔ تعلیم کو درست پر مقدم کرنا شرف کی طرف مشیر ہے یا اول کام رو سائے یہود کا اور دوسرا کم درجہ لوگوں کا ہے۔

الصائبۃ یہود کا ایک فرقہ ہے جو دین موسوی سے پھر گئے تھے اور فرشتوں کو بنات اللہ سمجھ کر قابل پرستش مانتے تھے۔

لاینبغی جلال محقق نے استفہام انکاری ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے دوسروں کی حالت سامنے رکھ کر مسلمان پر تعجب کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ میثاق النہن یہ عہد انبیاء علیہم السلام سے بنفس نفیس لیا گیا تھا۔ یا مراد ان کی اولاد بنی اسرائیل ہے۔ بحذف المضاف لهما اکثر قراء کے نزدیک بفتح اللام ہے۔ ابتداء کے لئے جس میں تاکید معنی ہیں اس قسم کے لئے جو لفظ میثاق سے ماخوذ ہے صاموصول یا متضمن معنی شرط بھی ہو سکتا ہے اور لتو منن جواب قسم اور جواب شرط دونوں کے قائم مقام ہے۔

اتینکم کے بعد مفسر علام نے ایہ نکال کر اشارہ کر دیا ہے کہ عائد موصول محذوف ہے۔ من الكتاب اشارہ اس طرف ہے کہ اسم ظاہر قائم مقام ضمیر کے لایا گیا ہے اور عائد کو محذوف بھی مانا جاسکتا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی ثم جاء کم رسول جواب القسم یعنی جو قسم لفظ میثاق کے ضمن میں پائی گئی ہے۔ اصری اصصر کے معنی قاموس میں عہد گناہ، بوجھ کے لکھے گئے ہیں۔ سمي العهد اصرا لانہ یوصرا ی یشد مضموم و مفتوح دونوں طرح آتا ہے۔

اقررنا یہ سوال مقدر کا جواب ہے تقدیر عبارت اس طرح تھی۔ ماذا قالوا حينئذ حق تعالیٰ کو اگرچہ یہ معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ ان انبیاء کو نہیں مل سکتا تاہم معاہدہ کا فائدہ عزم ایمان و اطاعت پر ثواب کا ترتب اور دونوں کا عدم عزم عقاب کا ترتب تھا۔

رابطہ: آیات گذشتہ میں اہل کتاب کے غلط اقوال کی تردید تھی ماسکان الخ میں ان کے ایک لغو اعتراض کا ابطال اہل وفد نجران کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے جب ان کو دعوت اسلام پیش کی تو ابورافع قرظی یہودی نے فوراً کہا آپ ﷺ کیا یہ جانتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی اسی طرح بندگی کریں جس طرح عیسیٰ کی پرستش نصرانی کیا کرتے ہیں اس کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آگے آیت واذ اخذ الله من تمام سابقین کی جانب سے اسلام کی توثیق اور آنحضرت ﷺ کی نبوت و اطاعت کی تصدیق نقل کی جا رہی ہے۔

شان نزول: ایک روایت تو ابھی مذکور ہو چکی ہے دوسری روایت لباب النقول میں نقل کی گئی ہے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم حضور کو بھی عام طریقہ کے ساتھ سلام کرتے ہیں اگر اجازت ہو تو آپ ﷺ کو سجدہ تعظیمی کر لیا کریں؟ آپ ﷺ نے منع فرمادیا اور کہا لکن اکرموا بینکم واعرفوا الحق لاهلہ باقی سجدہ اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اس پر آیت ماکان لبشر الخ نازل ہوئی۔ روح المعانی میں حضرت علیؑ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم سے لیکر نیچے تک اللہ نے ہر نبی سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں عہد لیا ہے کہ لسن بعث و هو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ اور پھر انبیاء اپنی امتوں سے یہ عہد لیتے تھے پھر حضرت علیؑ نے آیت واذ اخذ الله الخ تلاوت کی۔

﴿تشریح﴾: علماء و مشائخ سوء کی خدائی: علماء و مشائخ اہل کتاب نے عوام الناس کو اپنا غلام سمجھ رکھا تھا۔

اور بجائے ہدایت کے ان پر خدائی کرنے لگے تھے۔ عوام یہ سمجھتے تھے کہ نیک و بد، حلال و حرام، جنت و دوزخ کا تمام اختیار ان ہی کے قبضہ میں ہے حالانکہ کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے احکام کی جگہ انسان کے گھڑے ہوئے قوانین کی پابندی کرے۔ اللہ نے اگر اپنے کسی بندے کو کتاب نبوت عطا فرمادی تو اس لئے کہ احکام الہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے اس لئے نہیں کہ اپنی بندگی کرائے۔ ممکن ہے کہ یہ معترض عبادت و اطاعت میں براہ عناد فرق نہ کرتا ہو اس لئے اعتراض کر دیا۔ جواب میں اس کی تصریح فرمادی کہ نبی سے عبادت غیر اللہ کا حکم محال ہے البتہ اطاعت کی بات دوسری ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اہل علم کے لئے موحد ہونے

کی علت درس و تعلیم کتاب کو فرمایا لیکن یہ علت محض مقتضی ہے شرط نہیں ہے اور عوام میں دوسرا مقتضی یعنی علم کا موجود ہونا ہے البتہ درس و تعلیم کی تخصیص اقتضائے مقام کی وجہ سے ہے کہ مخاطب اہل علم میں سے تھا۔ دوسرے یہ کہ عوام خواص ہی کے مقلد ہوتے ہیں اس لئے جو مقتضی خواص کے لئے ہوگا وہ عوام کے لئے بھی ضروری ہوگا اور انبیاء و ملائکہ کے ملانے سے مقام کی تاکید مزید ہوگئی کہ اس میں کسی کو کوئی تخصیص نہیں ہے نیز دوسرے مشرکین پر بھی تعریض ہوگئی کہ کسی کا عقیدہ درست اور تعلیم نبوت کے موافق نہیں ہے اور چونکہ مخاطب یہود ہیں اس لئے اسلام سے مراد حقیقی اسلام نہیں بلکہ وہ مدعی توحید تھے اس لئے لفظ اسلام کہہ دیا۔ عام اس سے کہ معترض فی الواقع مسلمان ہو یا نہ ہو۔

تمام انبیاء کی دعوت اور طریق کار ایک ہی تھا:..... واذا اخذ الله الخ میں یہ بتلانا ہے کہ تم اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کرتے پھرتے ہو حالانکہ ان کی افضلیت کا حال یہ ہے کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے ان کو سچا ماننے اور ان کی تائید و نصرت کا عہد لیا گیا تھا پھر تم کس شمار میں ہو۔ اس لحاظ سے انبیاء کرام کملت اسلام پر ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ اب وہ اطاعت حق منحصر ہے آنحضرت ﷺ کے اتباع میں آپ کی شریعت کے ناسخ الشرائع ہونے کی وجہ سے۔ اس لئے تم لوگوں کا انکار یقیناً احکام الہیہ کی اطاعت کے منافی ہے کیونکہ اب اسلام کا اطلاق صرف آنحضرت ﷺ کی شریعت پر ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی افضلیت:..... مسلمانوں کا اجماعی متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور علمائے عقائد اس عقیدہ کو احادیث کثیرہ اور آیت کنتم خیر امة الخ سے ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی امت کی خیریت ثابت نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ اس کا نبی خیریت پر نہ ہو۔ پس جب آپ ﷺ کی امت اور آپ کی کتاب تمام امتوں اور کتابوں سے بہتر ہیں تو آپ ﷺ کی افضلیت کیسے ثابت نہیں ہوگی۔ تاہم اس آیت کنتم خیر امة الخ سے صراحتاً افضلیت ثابت نہیں ہو رہی ہے بلکہ التزاماً افضلیت ثابت ہو رہی ہے لیکن آیت واذا اخذ الله الخ سے صراحتاً افضلیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ سب سے میثاق و اقرار کا لینا اور آپ کا خاتم النبیین ہو کر سب کے لئے مصدق بننا اس سے ثابت ہوتا ہے اور جب انبیاء سے قول و قرار ہوگا تو ان کے اتباع اور امتی بدرجہ اولیٰ اس خطاب کے مکلف ہوئے ہوں گے۔ البتہ متکلمین کو اس آیت سے استدلال کرنے میں شاید اس لئے تامل ہوا ہو کہ اس آیت میں دوسرے معنی کا احتمال بھی ہے کہ ”اخذ میثاق“ انبیاء سے نہ ہوا ہو بلکہ ان کے تبعین اولاد بنی اسرائیل سے ہوا ہو۔ اور عبارت بتقدیر المضاف اس طرح ہو ”واذا اخذ الله اولاد النبین“ جیسا کہ اگلا جملہ ”فمن تولی بعد ذلك فاولئک هم الفاسقون“ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ فسق انبیاء سے نہیں ہو سکتا۔ اعراض اور فساق ان کی اولاد بنی اسرائیل ہی سے ہوا ہے۔ اور لفظ نبیین سے ان کو تعبیر کرنا حکماً ہے کہ وہ خود کو نحن اولیٰ بالنبوة من محمد کہا کرتے تھے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں میثاق من النبین مراد نہ ہو میثاق النبین من غیر ہم مراد ہو علاوہ ازیں جس طرح آنحضرت ﷺ کے بارہ میں دوسرے تمام انبیاء سے قول و قرار لیا گیا ہے اسی طرح آپ ﷺ کو بھی سب کا مصداق قرار دیا گیا ہے گویا آپ سے بھی میثاق لیا گیا ہے اور غرض جانہین کے قول و قرار کی اس گروہ کا باہم شیر و شکر ہونا اور ایک دوسرے کے ساتھ عداوت و دشمنی نہ رکھنا ہے چنانچہ آیت واذا اخذنا من النبین میثاقهم و من نوح الخ سے یہ مدعا پوری طرح واضح ہے۔

اللہ کی طرف سے بندوں سے تین عہد:..... اسی لئے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ تین عہد لئے گئے ہیں۔ ایک عہد ربوبیت ہے جو تمام اولاد آدم کو عام ہے سورۃ اعراف کی آیت واذا اخذ ربك الخ میں اس کا تذکرہ ہے دوسرا عہد نبوت ہے کہ تمام

انبیاء سے اقامت دین اور بغیر تفریق خدمت دین کا لیا گیا ہے۔ تیسرا عہد علماء سے لیا گیا ہے کہ کتمان حق کی بجائے اظہار حق اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کریں "وینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ" میں اسی طرف اشارہ ہے غرضکہ ان وجوہ سے احتجاج میں قطعیت نہیں رہی اس لئے شاید علماء نے آنحضرت ﷺ کی افضلیت کے لئے دوسرے دلائل کی طرف رجوع کیا ہے۔

فانک شمسی والملوک کواکب اذا طلعت لم یبد منهن کوکب

انبیاء کرام سے عہد کا لیا جانا تو صراحتہ قرآن کی اس آیت میں مذکور ہے۔ البتہ ان کی امتوں سے یا تو ان کے ساتھ اسی وقت لیا گیا ہوگا انبیاء علیہم السلام کے توسط سے لیا گیا ہوگا باقی متبوع کے ذکر کے بعد تابع کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی ہوگی۔ یہ عہد یا تو عالم ارواح میں "بدست" کی طرح لیا گیا ہوگا یا پھر دنیا ہی میں بواسطہ وحی لیا گیا ہوگا۔ اور اہل کتاب کو اتمام حجت کے لئے یہ سب سنایا جا رہا ہے۔ تمام انبیاء اصحاب علم تو تھے لیکن بعض اصالتہ صاحب کتاب نہیں تھے اس لئے یہاں کتاب اور حکمت دو لفظ اختیار کئے گئے ہیں تاکہ سب کو شامل ہو جائے اور کتاب کو اگر عام رکھا جائے اصالتہ یا نبیۃ تب بھی سب انبیاء اور دلائل و پیغامات کا تسلسل قائم رکھا گیا ہے البتہ اس عہد سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ جس طرح بھولا ہوا سبق یاد آجاتا ہے اسی طرح انبیاء کی یہ دعوت عقول سلیمہ کے نزدیک غیر مانوس نہیں معلوم ہوتی بلکہ فطری تعلیم معلوم ہوتی ہے۔

ربانی کس کو کہتے ہیں؟..... میں ارباب الحق کے علوم و اعمال و احوال خاصہ اور ان کے طریق کے دوسروں پر فائز کرنے کی تصریح ہے چنانچہ حضرت علیؓ و ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ربانی فقیہ عالم ہے اور قنادہ و سدئی عالم حکیم کو۔ اور ابن جبیر حکیم متقی کو کہتے ہیں۔ ابن زید دینی تدبیر کرنے والے کو، اور شیخ شبلی علوم خاصہ حق تعالیٰ سے اخذ کر نیوالے کو کسی بات میں بھی غیر حق کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہو ربانی کا مقداق مانتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ جو اپنے رب پر کسی کو ترجیح نہ دیتا ہو اور قائم فرماتے ہیں جو علم و عمل میں اخلاق ربانیہ سے متصف ہو اور بعض کے نزدیک جو اپنے شہود سے اس کے وجود میں محو ہو جائے اور بعض کے نزدیک جس پر حوادث موثر نہ ہوں غرضکہ یہ سب ایک ہی گھاٹ کے پینے والے حضرات ہیں۔

ولا یامرکم اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو مشائخ کی تعظیم میں خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ ہوں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں۔ و اذا اخذ اللہ سے معلوم ہوا کہ کسی مقتدا سے علم و عمل میں اگر کوئی دوسرا فائق یا مساوی ہو تو اس سے اس مقتدا کو عار اور استنکاف نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبی ایک ہی دین کے داعی تھے۔ اور جب اللہ کا دین ایک ہی ہے اور تمام رہنما ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں تو جو کوئی ان میں تفریق کرتا ہے ایک کو مانتا ہے اور دوسرے کو جھٹلاتا ہے وہ دراصل پورے سلسلہ ہدایت ہی کا منکر ہے۔

أَفْغیرَ دینِ اللہِ یبغونَ بالیاءِ آی المتوکونَ والتاءِ ولہِ اسلمَ انقادَ من فی السموتِ والارضِ طوعاً بلا اباہِ وکرہاً بالسیفِ ومعاینۃ ما یلجئ الیہِ والیہِ یرجعون ﴿۸۳﴾ بالتاء والیاءِ والہمزۃ للانکارِ قل لہم یا محمدُ امنا باللہِ وما انزلَ علینا وما انزلَ علی ابراہیمَ واسمعیلَ واسحقَ ویعقوبَ والاسباطِ اولادہِ وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیونَ من ربہم لانفرقَ بین احدہم منہم بالتصدیق والتکذیبِ ونحن لہ مسلمون ﴿۸۴﴾ مخلصون فی العبادۃ ونزل فیمن ارتد ولحق بالکفار ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وهو فی الآخرۃ من الخسیرین ﴿۸۵﴾ لمصیرہ الی النار

الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِ كَيْفَ آي لَا يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا آي وَشَهِدَتْهُمْ أَنَّ
الرَّسُولَ حَقٌّ قَدْ جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط الْحُجُجُ الظَّاهِرَاتُ عَلَى صِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾ الْكَافِرِينَ أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَلِدِينَ فِيهَا آي اللَّعْنَةُ أَوْ النَّارِ الْمَذْلُومِ بِهَا عَلَيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
يُنظَرُونَ ﴿٨٨﴾ يُمَهَّلُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَمَنْ عَمِلَتْهُمُ فَنَ اللَّهُ غُفُورٌ لَهُمْ
رَحِيمٌ ﴿٨٩﴾ بِهِمْ وَنَزَلَ فِي الْيَهُودِ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعِيسَى بَعْدَ إِيمَانِهِمْ بِمُوسَى ثُمَّ اذْدَابُوا كُفْرًا
بِمُحَمَّدٍ لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ إِذَا عَرَّغُوا أَوْ مَاتُوا كُفْرًا وَأُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَمَاتُوا وَهُمْ كُفْرًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ مِيقَدَارَ مَا يَمْلَأُهَا ذَهَبًا وَلَوْ افْتَدَى بِهِ ط
أُدْحِلَ النَّارَ فِي خَبْرٍ إِنَّ لَشِبْهَةَ الَّذِينَ بِالشَّرِّطِ وَإِذْنَا بِتَسْبِيبِ عَدَمِ الْقُبُولِ عَنِ الْمَوْتِ عَلَى الْكُفْرِ أُولَئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ مَوْلَاهُمْ وَمَالَهُمْ مِنْ نَصِيرِينَ ﴿٩١﴾ مَا نَعِينُ مِنْهُ

۹۱
۱۷

ترجمہ: پھر کیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کا دین چھوڑ کر کوئی دوسری راہ ڈھونڈ نکالیں (بغون یا کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی متولون بمعنی اعراض کرنے والے۔ اور تا کے ساتھ بھی ہے) حالانکہ سب اس کے حکم کے فرمانبردار ہیں (مطیع) ہیں آسمان و زمین میں جو کچھ بھی موجود ہے خوشی سے (بلا انکار) ہو یا ناخوشی سے (تلوار یا دوسری مجبور کن چیزوں کو دیکھ کر) بالآخر سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں (تا اور یا کے ساتھ ہے اور ہمزہ انکار کے لئے ہے) تم کہہ دو (ان سے اے محمد) ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اولاد یعقوب، پر نازل ہو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز جو کچھ موسیٰ کو اور عیسیٰ کو خدا کے تمام نبیوں کو اللہ کی طرف سے ملا ہے اس سب پر ایمان لائے ہیں ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں) ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں (اخلاص کے ساتھ عبادت گزار ہیں) جو لوگ مرتد ہو گئے اور کفار سے مل گئے ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ (اور جو کوئی اہلام کے سوا کسی دوسرے دین کا خواہشمند ہوگا تو وہ کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت کے دن اس کی جگہ ان لوگوں میں ہوگی جو تباہ و نامراد ہوں گے) کیونکہ اس کا ٹھکانہ بدی جہنم کی طرف ہوگا) یہ کس طرح ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا) کہ اللہ ایسے گروہ پر کامیابی کی راہ کھول دے جس نے ایمان کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لی۔ حالانکہ اس نے گواہی دی تھی (یعنی ان کی گواہی یہ تھی) کہ اللہ کا رسول برحق ہے دراصل ایک روشن دلیل (نبی کریم ﷺ کی صداقت پر واضح جھٹیں) اس کے سامنے آچکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے گروہ (کافروں) پر سعادت کی راہ نہیں کھولا کرتا۔ ان لوگوں کو جو بدلہ ملنے والا ہے تو تو یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی، انسانوں کی، سب ہی کی لعنت برس رہی ہے۔ ہمیشہ گرفتار رہیں گے اس (لعنت یا آگ میں جو لعنت کا مدلول ہوگی) نہ تو کبھی ان کا عذاب کم ہوگا نہ کبھی مہلت (ڈھیل) پائیں گے ہاں جن لوگوں نے اس حالت کے بعد بھی توبہ کر لی اور اپنے کو سنوار لیا (عمل ٹھیک کر لیتے) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان کو) بخشنے والے (ان پر) رحم فرمائیں والے ہیں (یہود کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) جن لوگوں نے کفر کیا (حضرت عیسیٰ کے ساتھ، حضرت موسیٰ پر) ایمان لانے کے بعد اور اپنے کفر میں بڑھتے ہی رہے (آنحضرت ﷺ کے ساتھ

کفر کر کے) تو ایسے لوگوں کی پشیمانی ہرگز قبول نہیں کی جائے گی (جبکہ ان کی حالت غرغری کی ہو یا کفر پر مہر جائیں) اور یہی لوگ ہیں جو راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی اور مرتے دم تک کفر پر جمے رہے تو یاد رکھو کفر اور بد عملی کے بدلے کوئی معاوضہ اگرچہ پورا کرے ارضی (یعنی زمین بھر مقدار) بھی سونے سے بھر کر کوئی دیدی تب بھی قبول نہیں کیا جائیگا (ان کی خبر پر فاداخل کیا گیا کیونکہ الذین مشابہ بالشرط ہے اور تشبیہ کرنا ہے کہ عدم قبولیت کا سبب موت علی الکفر ہے) یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہے اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا کہ عذاب سے ان کو بچالے)

تحقیق و ترکیب: یبغون بغیة بمعنی طالب۔ طوعاً و کرہاً منصوب علی الحال ہے ای طانعون و مکرہین۔

معاینۃ ما یلجی الیہ یعنی زبردستی کی اور مجبور کن باتیں مثلاً فرعون کو غرق کرنا، یا کوہ طور کو سر پر مسلط کر دینا وغیرہ افعیر میں ہمزہ انکاری ہے اس کا دخول لفظ یبغون ہے۔ تقدیر اس طرح ہے ایبغون غیر دین اللہ کیونکہ..... دراصل افعال و حوادث سے ہوا کرتا ہے۔ غیر دین اللہ مفعول کو فعل یبغون پر اہتماماً مقدم کر دیا گیا ہے اور ہمزہ کو اسی پر داخل کر دیا گیا ہے دینا اس میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) دین کو فعل یتبع کا مفعول اور "غیر الاسلام" کو حال مانا جائے جو اگرچہ اصل میں صفت تھی لیکن مقدم ہونے کی وجہ سے منصوب علی الحال کر لیا۔ (۲) دین کو لفظ غیر مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز مانا جائے۔ (۳) دین کو لفظ غیر سے بدل مانا جائے۔

کیف یهدی یہ تعبیر بطریق جمعید ہے جیسے کہا جائے کیف اهدیک الی الطریق وقد ترکتہ یعنی ان کے لئے کوئی طریق ہدایت نہیں بجز اس کے جو ان کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ جحد عن الحق کے بعد گمراہی میں اشہاک اور ہدایت سے دوری ہو جاتی ہے نیز تعجب تعظیم و توثیح کے لئے بھی مانا جاسکتا ہے۔ جلال محقق نے لامقدر کر کے استفہام انکاری ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ و شہدوا اس کے بعد و شہادتهم مقدر کر کے اشارہ اس طرف ہے کہ یہ فعل معنی میں اسم کے ہے تاکہ اس کا عطف ایمان پر ہو سکے اگرچہ اس کو علی حال رکھ کر معنی فعل جو ایمانہم سے مفہوم ہیں ان پر بھی عطف کیا جاسکتا ہے نظیر اس کی "فاصدق و اکن" ہے یا قد مضمر کر کے حال بھی بنایا جاسکتا ہے۔

وجاء ہم البینات کے درمیان لفظ قد مقدر کر کے اس کی حالت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اولئک لفظ و اللہ لایہدی الخ جملہ معترضہ ہے۔ اولئک مبتداء جزائہم، مبتدائے ثانی ہے۔ ان علیہم مبتدائے ثانی کی خبر اور یہ دونوں مل کر خبر ہے مبتداء اول کی جمعین یہ تاکید ہے تمام معطوفات کی صرف الناس کی تاکید نہیں ہے۔

المدلول بہا علیہا۔ بہا کی ضمیر کا مرجع لعنة اور علیہا کا مرجع النار ہے الا الذین جیسے حارث بن سوید کہ اولاً مرتد ہو گئے تھے اور مکہ میں کفار سے جا ملے تھے۔ لیکن بعد میں اللہ نے ہدایت دی تو اپنے بھائی کو مدینہ طیبہ آپ کی خدمت میں بھیج کر دریافت کرایا کہ کیا آپ مجھ کو دوبارہ غلامی میں قبول کر سکتے ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ پھر صادق الاسلام ہو گئے۔

اذا غرغروا یہ کافر کے حق میں ہے لیکن عاصی کی تو بہ اس حالت غرغری میں قبول ہو جاتی ہے۔ لشبہ الذین یہ بطور حکایت بالمعنی کے مفسر نے کہد یا ورنہ مذکور الا الذین ہے مگر مقصد ایک ہی ہے ایذا نا یعنی کفر فی نفسہ عدم قبول تو بہ کا سبب نہیں ہے بلکہ کفر اور موت علی الکفر دونوں کا مجموعہ سبب ہے۔

رابط: آیات گذشتہ میں اسلام کے متعلق ایفائے عہد و وعدہ کا وجوب اور اس کے توڑنے کی حمت بیان کی گئی تھی۔ ان آیات میں اس نقض پر زجر و توثیح ہے آیت قل امننا میں حقانیت اسلام کا خلاصہ اور ما حصل بیان کرنے کا حکم ہے اور آیت ومن یتبع میں اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کا نام معقول ہونا ظاہر کر دیا ہے اور آیت کیف یهدی اللہ میں اسلام سے پھرنے والوں کا بیان ہے

خواہ وہ بعد تک مرتد رہے ہوں یا پھر دوبارہ انہیں توفیق ہدایت مل گئی ہو، آگے دونوں کا بیان ہے۔

شان نزول:..... ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے لیکن پھر ندامت ہوئی تو آپ ﷺ سے دریافت کرایا کہ آیا میری یہ توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس پر آیت کیف یهدی اللہ نازل ہوئی۔ چنانچہ وہ پھر مسلمان ہو گئے۔ اور تفسیر کی روایت ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دس آدمی اسی طرح کے تھے جن کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... سچائی کی راہ:..... آسمان و زمین میں جس قدر مخلوق ہے سب قوانین الہی کی اطاعت کر رہی ہے پھر کیا تمہیں اس راہ پر چلنے سے انکار ہے جس پر تمام کارخانہ، ہستی چل رہا ہے۔ نوع انسان کے لئے اسلام کی ہدایت ایک عالمگیر راہ ہے مگر لوگوں نے اسے چھوڑ کر اپنی الگ الگ ٹکڑیاں کر لی ہیں ہر گروہ دوسرے گروہ کو جھٹلا رہا ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ سچائی کی راہ یہ ہے کہ تمام رہنمایان عالم اور پیشوایان مذہب کا یکساں طور پر احترام و تصدیق کرو، سب کی متفقہ مشترکہ تعلیم کو دستور العمل بناؤ۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل:..... اللہ تعالیٰ کے احکام تکوینیہ جو ہمارے اختیار سے باہر ہیں جیسے مارنا، بیمار کرنا وغیرہ ان میں تو ظاہر ہے کہ سارا عالم مسخر ہے، اور کسرہا کے یہی معنی ہیں لیکن بہت سی مخلوق احکام تشریحیہ کی بھی پابند ہے جو ہمارے اختیار میں ہے۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اور طوعاً سے یہی مراد ہے غرضکہ تکوینیات کے تو سب پابند ہیں۔ البتہ شریعات کے بھی پابند ہیں جس سے حاکم کی عظمت واضح ہے بعض انسان جو شریعات میں خلاف کرتے ہیں تو کیا ان کے نزدیک اللہ سے زیادہ عظمت دوسری اور کوئی ذات ہے جس کی یہ اطاعت کریں گے؟

ایسے لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی دوبارہ کیا امید ہو سکتی ہے جنہوں نے دین حق کی ہدایت پا کر دیدہ و دانستہ راہ حق سے منہ موڑ لیا اور سچائی کی کوئی دلیل بھی ان کے لئے عبرت و بصیرت کا سامان نہ بن سکی ہو اور جو آج بھی محض ضد اور عناد سے دعوت حق کا معاندانہ مقابلہ کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے لئے تو دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں دائمی عذاب کے سوا اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ مرتد ہونے والوں کو خود کو ہدایت یافتہ سمجھنا اور کہنا ایسا ہی ہے جیسے مریض یرقان میں سفید چیزوں کو زرد کہنے لگے یا مارگزیدہ نیم کے پتوں کو بیٹھا بتلانے لگے۔ اس سے کہیں نفس الامریا حقیقت واقعہ بدل سکتی ہے؟

قانون مکافات:..... قانون مکافات کا لازمی نتیجہ جزا ہے یعنی اچھائی برائی دونوں حالتوں کا ایک ثمرہ اور بدلہ ہے جو لازمی مل کر رہتا ہے لیکن آخرت کا حال دنیا کی طرح نہیں کہ یہاں مجرم مختلف ترکیبوں سے بچ سکتا ہے۔ مگر خدا کے یہاں ایک چھوٹے سے چھوٹے گناہ کا بدلہ پورا کرۃ ارضی سونے سے بھر کر دیدیا جائے جب بھی مجرم اس کی پاراش سے خود کو نہیں بچا سکے گا۔ ہاں سچی توبہ کا صاف و شفاف پانی ایسا ہے جو تمام گناہوں کے داغ دھبوں کو مٹا کر صاف کر دیتا ہے۔ اور حقیقی توبہ بجز اسلام قبول کے ممکن نہیں اس لئے بغیر اسلام قبول کئے مرتد یا کافر کا توبہ کرنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ از دہاد کفر سے مراد دوام کفر یعنی موت علی الکفر ہے۔ چنانچہ آیت ان الذین کفروا و ماتوا وہم کفار میں اس کی تصریح بھی کر دی گئی ہے۔

غرض اس آیت سے یہ تین نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اولاً فتدی کا عنوان مبالغہ کا فائدہ دے رہا ہے حاصل یہ ہے کہ اس مالی فدیہ کا اقرب طریق یعنی خود سے مال دینا بھی کارآمد نہیں ہوگا چہ جائیکہ طریق بعید بلکہ ابعد کہ مجرم خود دینا نہ چاہے۔ بدو، اس کی رضامندی زبردستی اس سے وصول کر لیا جائے جس میں کوئی دلیل معذرت بھی نہیں ہے وہ کیا نافع اور مفید ہو سکتا ہے؟ اور مل الا رض فرمانا ایسا ہی

ہے جیسے دوسری جگہ ولو ان للذین ظلموا مافی الارض الخ یعنی مبالغہ کے لئے ایسا فرض کر لیا جائے اس کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے۔ کہ اعتراض کا موقع نکالا جائے۔

لطا ئف: ومن یتغ غیر الاسلام سے بعض لوگوں نے اسلام و ایمان کے اتحاد پر استدلال کیا ہے کیونکہ اگر دونوں کو غیر مانا جائے تو ایمان کا نامقبول ہونا لازم آتا ہے جو باطل ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں آیت میں غیر سے مراد معارض اسلام ہے۔ مطلقاً مفہوم یا مصداق کے لحاظ سے غیر مراد نہیں ورنہ نماز روزہ بھی ظاہر ہے کہ اس لحاظ سے فی الجملہ اسلام کا غیر ہیں چاہئے کہ یہ اعمال بھی نامقبول ہو جائیں، اس لئے اسلام و ایمان میں اتحاد ثابت نہیں ہوا۔

ولہ اسلم الخ کے معنی میں کئی قول روح المعانی میں نقل کئے گئے ہیں مثلاً طوعاً اسلام سے مراد علم علمی اسلام ہے خواہ استدلال والا اسلام ہو جو انسانوں کو حاصل ہے اور یا علم غیر استدلال والا اسلام ہو جیسے ملائکہ کا ایمان ہے اور ”اسلام گربا“ سے مراد وہ اسلام ہے جو تلواریں دوسری مجبور کن چیزوں کے مشاہدہ اور معائنہ سے حاصل ہو۔ علیٰ ہذا بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ اسلام طوعاً وہ ہے کہ خدائی احکام کی تعمیل بلا مزاحمت نفسانی ہو جائے اور ”اسلام گربا“ وہ اسلام ہے کہ جس میں نفسانی معارضہ اور وساوس شیطانی کی آمیزش کے ہوتے ہوئے بھی اتشال امر ہوتا رہے اول قسم کا ایمان بعض اہل اللہ اور ملائکہ اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور دوسری قسم وساوس میں گرفتار اشخاص کو حاصل ہے۔

ان الذین کفروا الخ سے معلوم ہوا کہ جو شخص اہل اللہ کے طریق کی طرف متوجہ ہو کر پھر اس کو معطل کر دے یا انکار کی راہ سے اس سے منہ موڑ لے تو اکثر پھر اس کو طریق ہدایت کی طرف عود کی توفیق نہیں رہتی بلکہ مخذول ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات پھر اہل طریق سے عداوت و نفرت کی طرف منجز ہو کر دین کے ایک بڑے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

الحمد للہ تیسرے پارہ کی تفسیر مکمل ہو گئی



پارہ نمبر ﴿ ۴ ﴾

لَنْ تَنَالُوا

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۴۲۸	احکام و آداب تبلیغ		پارہ لن تنالوا
۴۲۹	مسئلہ اتحاد و اتفاق	۴۱۲	ثواب ہر صدقے کا ہے لیکن عمدہ چیز کا زیادہ ہے
۴۲۹	لطائف	۴۱۳	پہلے اعتراض کا جواب
۴۳۳	امت محمدیہ کا خصوصی اور امتیازی وصف	۴۱۳	حضرت یعقوب کی نذر
۴۳۳	بہترین امت	۴۱۶	یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب
۴۳۴	بدترین امت	۴۱۶	بانی کعبہ حضرت ابراہیم کی مختصر تاریخ
۴۳۴	اچھائی برائی کا معیار قوم کی اکثریت ہوتی ہے	۴۱۶	اولاد ابراہیم
۴۳۷	اختلاف مذہب کے ہوتے ہوئے آخرت میں اولاد کا کارآمد نہ ہونا	۴۱۷	حضرت ابراہیم کا وطن
۴۳۷	اہل کتاب کے شدتہ غضب کی وجہ سے ان سے چوکنار ہونے کی ضرورت	۴۱۷	تعمیر بیت اللہ کی تمہید
۴۳۸	لطائف آیات	۴۱۷	دنیا میں سب سے پہلا گھر خدا کا
۴۳۸	ایک اشکال کا حل	۴۱۸	تاریخ خانہ کعبہ
۴۴۲	جنگ احد کی تفصیل	۴۱۸	خانہ کعبہ کے انقلابات
۴۴۳	جنگ میں مسلمانوں کی ناکامی کی بنیاد	۴۱۹	آنحضرت کے بعد خانہ کعبہ میں تبدیلیاں
۴۴۴	آڑے وقت کے ساتھی	۴۲۰	مسجد حرام
۴۴۴	جانثار صحابہ	۴۲۰	کعبۃ اللہ
۴۴۵	بنو سلمہ اور بنو حارثہ کا واقعہ صحابہ کی سر بلندی کا ثبوت ہے	۴۲۰	حجر اسود
۴۴۵	معرکہ بدر	۴۲۰	باب کعبہ
۴۴۶	فرشتوں کی کمک یا غیبی امداد	۴۲۱	ملترم
۴۴۶	تینوں وعدوں کا ایفاء	۴۲۱	حطیم
۴۴۶	مقصد مقام	۴۲۱	حجر اسماعیل
۴۴۶	کیفیت نصرت	۴۲۱	مقام ابراہیم
۴۴۷	مقصد نصرت	۴۲۱	مطاف
۴۴۷	فرشتے اور جنات بھی شریک قتال ہوئے یا نہیں	۴۲۲	المعجن
۴۴۷	لطائف آیت	۴۲۲	زمزم
۴۵۰	مہاجنی سود یا سودور سود کی لعنت	۴۲۲	باب بنی شیبہ اور منبر
۴۵۳	قانون الہی کی گردش	۴۲۲	مسعی
۴۵۳	شکست کا باطنی مصلحتی پہلو	۴۲۳	منی، مزدلفہ، عرفات
۴۵۷	وفات سرور دو عالم ﷺ کی غلط خبر کا اثر	۴۲۳	خدا کا دنیا میں سب سے پہلا گھر
۴۵۷	سرور کائنات کی وفات شریف کے المناک سانحہ کا اثر	۴۲۳	استطاعت کی تشریح
۴۵۷	خلافت اول کے مستحق	۴۲۷	عرب جاہلیت اور اسلام کا نقشہ
۴۶۱	غزوہ حراء الاسد کی تمہید	۴۲۷	اسلام کی برکات
۴۶۱	تمام صحابہ مخلص تھے کوئی بھی طالب دنیا نہ تھا	۴۲۸	لطائف

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۰۳	ازالہ شبہات	۴۶۱	ایک اشکال کا حل
۵۰۳	ایک نادر نکتہ	۴۶۳	حقیقی شکست و فتح
۵۰۳	دوسرا نکتہ	۴۶۵	لطائف آیت
۵۰۳	تعداد ازواج کی حد	۴۶۷	بہادر مؤمن موت سے جی نہیں چراتا
۵۰۳	تعداد ازواج کا شبہ و ازالہ	۴۶۸	مشورہ کی اہمیت
۵۰۳	عورت کی طرف سے کل یا بعض مہر کی معافی یا واپسی	۴۶۸	آپ ﷺ کے اخلاق اور مشورہ کا دستور العمل
۵۰۶	یتیموں کا مال اور ہدایتی دفعات	۴۶۸	مشورہ طلب امور اور فوائد مشورہ
۵۰۶	یتیموں کیلئے سمجھ بوجھ کا معیار	۴۶۹	مشورہ اور توکل
۵۰۷	یتیم کے کارندہ کی تنخواہ	۴۷۱	نبوت و امانت میں تلازم اور نبوت و خیانت میں منافات ہے
۵۰۹	بیان مراد کی تاخیر	۴۷۱	حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیلئے مسکت جواب ہے
۵۰۹	ذوی القربیٰ کا مطلب	۴۷۲	انسان، ملائکہ، جنات میں ماہ الا تمیاز جامعیت ہے
۵۰۹	لطائف آیت	۴۷۵	جنگ احد میں منافقین و مخلصین کے درمیان ایک فیصلہ کن
۵۱۳	ترکہ میں دو سے زائد لڑکیوں کی تخصیص کی وجہ		آزمائش تھی
۵۱۳	باغ فدک اور حضرت فاطمہؑ کی میراث	۴۷۵	صحابہ پر دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے
۵۱۳	والدین کی تین حالتیں اور اولاد، بہن، بھائی کی تعیم	۴۷۶	لطائف آیت
۵۱۳	احکام شرع شرعی مصالح پر مبنی ہیں	۴۷۹	غزوہ حراء الاسد کا تذکرہ
۵۱۳	میراث نہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ہے اور نہ کیونزوم کے موافق	۴۸۲	درازی عمر فرمانبرداروں کیلئے از دیاد اجر کا باعث اور
۵۱۶	کلالہ کے احکام اور اخیانی بھائی بہن کی تخصیص کی وجہ		نافرمانوں کیلئے ڈھیل
۵۱۷	معتزلہ کیلئے اس آیت سے استدلال مفید نہیں ہے	۴۸۳	علم غیب
۵۱۹	زانی کی تعیم اور سزائے زانی کی تعین	۴۸۷	اللہ تعالیٰ کو فقیر کہنے کا مقصد
۵۲۳	عورتوں کی جان و مال پر قبضہ	۴۸۷	یہود کے غلط قول کی تردید
۵۲۳	عضل کی صورتیں اور احکام	۴۸۸	لطائف آیت
۵۲۳	پرانی بیوی کے ساتھ غلط کاروائی کر کے نئی شادی رچانا	۴۹۰	کتمان حق جائز و ناجائز
۵۲۳	فوائد قیود	۴۹۰	نیک نامی پر سرور طبعی
۵۲۵	اشکال اور حل	۴۹۰	علمائے حق کا فرض
۵۲۵	سوتیلی ماں اور دو حقیقی بہنوں اور مٹھنی کی بیوی سے نکاح	۴۹۳	دلائل قدرت پر فکر و نظر
۵۲۵	نکاح مقت اور مقتی اولاد	۴۹۳	قانون قدرت
۵۲۵	لطائف آیات	۴۹۵	جامع دعائیں
۵۲۸	تین قسم کی محرکات کا ذکر	۴۹۵	نکات آیت
		۴۹۷	سورۃ کا آغاز و اختتام
		۴۹۸	اہل کتاب اور مسلمانوں کا امتیازی نشان
		۴۹۹	سورۃ النساء
		۵۰۲	خدا کی قدرت اور پیدائش کے تین طریقے

لَنْ تَنَالُوا

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ اِىْ ثَوَابَهُ وَهُوَ الْجَنَّةُ حَتَّى تُنْفِقُوا تَصَدَّقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ ۗ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾ فَبَجَازِيْ عَلَيْهِ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْيَهُودُ اِنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّكَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَكَانَ لَا يَأْكُلُ لَحْمًا اَبْلًا وَاَبَانِهًا كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلٰلًا حَلًا لَا لِبَنِيْ اِسْرٰئِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرٰءِيْلُ يَعْقُوْبُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَهُوَ الْاَبْلُ لَمَّا حَصَلَ لَهٗ عِرْقُ النَّسَا بِالْفَتْحِ وَالْقَصْرِ فَنَدَرَ اَنْ شَفٰى لَا يَأْكُلُهَآ فَحَرَّمَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَلَ التَّوْرَةُ ۗ وَذٰلِكَ بَعْدَ اِبْرٰهِيْمَ وَلَمْ تَكُنْ عَلٰى عَهْدِهٖ حَرَامًا كَمَا زَعَمُوْا قُلْ لَهُمْ فَاتُوْا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوْهَا لِيَتَبَيَّنَ صِدْقُ قَوْلِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فِيْهٖ فَبِهْتُوْا وَلَمْ يَأْتُوْا بِهَا قَالَ تَعَالٰى فَمَنْ اَفْتَرٰى عَلٰى اللّٰهِ الْكُذْبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اٰى ظُهُوْرُ الْحُجَّةِ بِاَنَّ التَّحْرِيْمَ اِنَّمَا كَانَ مِنْ جِهَةِ يَعْقُوْبَ لَا عَلٰى عَهْدِ اِبْرٰهِيْمَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اَلْمُتَجَاوِزُوْنَ الْحَقَّ اِلَى الْبٰطِلِ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فِىْ هٰذَا اَكْثَمِ مِمَّا اُخْبِرَ بِهٖ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ الَّتِىْ اَنَا عَلَیْهَا حَنِیْفًا مَّا تَلَا عَنْ كُلِّ دِيْنٍ اِلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ:..... تم نیکی کا درجہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے (نیکی کا اجر جس سے مراد جنت ہے) جب تک تم میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے کہ تم خرچ کرو (خیرات کرو) جو کچھ محبوب رکھتے ہو (اپنے مال و دولت میں سے) اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے (لہذا وہ اس پر تم کو بدلہ دیں گے۔ یہود نے جب آپ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں ملت ابراہیمی کا۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ اونٹ کا گوشت استعمال فرماتے تھے اور نہ اس کا دودھ۔ تب یہ آیت نازل ہوئی) کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں۔ ہاں وہ چیزیں جو اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام ٹھہرائی تھیں (مراد اونٹ ہے۔ جب عرق النساء (فتح النون وقصر الالف) کا مرض ان کو ہوا تو انہوں نے نذرمان لی کہ خدایا اگر میں صحت یاب ہو جاؤں تو ان کو استعمال نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام پر وہ حرام ہو گئیں) تورات نازل ہونے سے پہلے (اور یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوا۔ ان کے عہد میں یہود کے گمان کے مطابق کوئی چیز حرام نہیں تھی۔ کہہ دیجئے آپ (ان سے) تورات لے آؤ اور اس کو پڑھو) تاکہ اس سے تمہارے قول کی صداقت واضح ہو جائے) اگر تم لوگ سچے ہو (اس بیان میں یہ سن کر یہود مبہوت ہو گئے اور تورات نہ لاسکے۔ حق تعالیٰ

ارشاد فرماتے ہیں) پھر جو کوئی اس کے بعد بھی غلط بیانی سے اللہ پر بہتان باندھے (یعنی ظہورِ حجت کے بعد بھی کہ تحریمِ حضرت یعقوب علیہ السلام کی جانب سے ہوئی ہے نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے) تو ایسے ہی لوگ واقعی مجرم ہیں (جو حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھلانگتے ہیں) کہہ دیجئے آپ (ﷺ) اللہ نے سچائی ظاہر کر دی ہے (تمام باتوں کی طرح اس معاملہ میں بھی، پس ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو) (جس طریقہ پر میں ہوں) جو ہر طرف سے ہٹ کر صرف اللہ ہی کا ہورہتا ہے (تمام دینوں سے کٹ کر دینِ اسلام کی جانب مائل ہوتا ہے) اور یقیناً ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

تحقیق و ترکیب:..... تنالوا ناله نیلاً۔ نیل بمعنی پانا۔ البر۔ الحیر کا فرکا صدقہ مقبول نہیں۔ کیونکہ قبولیت کے لئے اسلام شرط ہے۔ صما تحبون اس جملہ میں من تبعیضیہ ہے۔ اس کا مفعول شیئاً۔ محذوف ہے اور بعض من بیان یہ کہتے ہیں چنانچہ حسن سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص ایک شمرہ بھی بوجہ اللہ خرچ کرے گا وہ بھی اس آیت کا مصداق ہوگا۔ نیز بعض قرأت میں لفظ "بعض ماتحبون" ہے معلوم ہوا کہ کل مال خیرات کرنا مناسب نہیں ہے اور واسطی کا کہنا ہے کہ جو شخص "وصول الی البر" چاہے اس کو بعض پسندیدہ چیزوں کو قربان کرنا پڑے گا۔ لیکن اللہ کا وصول اگر مطلوب ہو تو "کوئین" کو قربان کرنا پڑے گا۔ ابو بکر و راق کہتے ہیں کہ وصول رب کے لئے براخوان ضروری ہے۔ عمر بن عبدالعزیز گنے کی گنڈیریاں خرید کر خیرات کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ پیسے کیوں خیرات نہیں کرتے؟ کہنے لگے جو چیز مجھے محبوب ہے اسی کو دینا چاہئے۔ غرض محبوب کی قربانی کے بغیر مطلوب حاصل نہیں ہو سکتا۔ کل الطعام اس سے مراد حقیقی عموم نہیں ہے بلکہ جن چیزوں کی حرمت کا امتساب یہود حضرت ابراہیم کی طرف کر رہے تھے وہ اشیاء مراد ہیں اس لئے یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ میثہ اور خنزیر کی اباحت تو ثابت نہیں ہوئی۔

اسرائیل عبرانی زبان کے اس لفظ کے معنی عبد اللہ کے ہیں۔ یہ آپ کا نام اور یعقوب کا لقب تھا۔ عقب سے ماخوذ ہے دوسرے بھائیوں کے بعد ان کی ولادت ہوئی۔ چھوٹا بھائی ہونے کی وجہ سے یعقوب کہا گیا۔ جب تک انگریزی میں یعقوب کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ جوزف یوسف کو کہتے ہیں۔ عرق النساء پاؤں کی ایک خاص رگ کے درد کو کہتے ہیں۔ نسا۔ بروزن عصا۔ ران یا سرین کی رگ جو گھٹنے یا ٹخنے تک جاتی ہے نسوان تشبیہ ہے اور نسوی رضی کے وزن پر ہے۔ بعض نے عرق کی اضافت نساء کی طرف اضافت عام الی الخاص کے قبیل سے جائز مانی ہے دونوں میں لفظی اختلاف اگرچہ ہے اور بعض نے اس اضافت کا انکار کیا ہے۔

فحرم علیہ اللہ نے ان پر اس نذر کی وجہ سے حرام کر دیا خود انہوں نے ہی اپنے اوپر تحریم طاری کر لی۔ امام ترمذی نے روایت نقل کی ہے کہ یہود نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضرت ابراہیم نے کن چیزوں کو اپنے اوپر حرام کیا اور کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اشتکسی عرق النساء فلم یجد شیئاً یلائمہ الا لحم الابل والبانہا فلذا احرمہا یہود نے سن کر آپ ﷺ کے بیان کی تصدیق کی۔

رابط:..... آیت گذشتہ میں کافروں کیلئے فدیہ کا نافع نہ ہونا بتلایا تھا۔ اب مسلمانوں کیلئے انفاق کا نافع ہونا سننا تسالوا میں بتلاتے ہیں اور آیت کل الطعام میں یہود کے ایک محلجہ کا ذکر ہے جو دربارہ حضرت ابراہیم واقع ہوا تھا۔

﴿تشریح﴾:..... ثواب ہر صدقے کا ہے لیکن عمدہ چیز کا ثواب زیادہ ہے:..... حاصل یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک انفاق مالی بلا ایمان کے معتبر نہیں۔ ہاں ایمان کے ساتھ کارآمد ہے تھوڑے بہت ردی اعلیٰ ہر چیز کا ثواب ملتا ہے مگر کمال ثواب محبوب اور پسندیدہ اور پیاری چیز کو اللہ کی راہ میں دینے سے ہوتا ہے۔

یہود کی طرف سے دو اعتراض خصوصیت کے ساتھ کئے گئے تھے (۱) قرآن کی دعوت بھی اگر وہی ہے جو پچھلے نبیوں کی تھی تو قرآن نے بھی پھر ان تمام چیزوں کو حرام کیوں نہیں قرار دیا جو یہودیوں کے یہاں حرام سمجھی جاتی تھیں۔

(۲) قرآن کریم کا طریقہ اگر حضرت ابراہیم اور انبیاء کے راستہ سے مختلف نہیں ہے تو ”بیت المقدس“ کی جگہ جو متفقہ طور پر ”قبلہ انبیاء“ رہا ہے ”خانہ کعبہ“ کو کیوں قبلہ قرار دیا گیا؟

پہلے اعتراض کا جواب:..... یہاں ان دونوں باتوں کو صاف کیا جا رہا ہے۔ پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ تورات کے نازل ہونے سے پہلے حضرت ابراہیم نے ان چیزوں کو حلال سمجھا۔ بجز اونٹ کے گوشت اور دودھ کے کہ وہ بھی حضرت یعقوب (اسرائیل) نے نذر اپنے اوپر ممنوع کر لیا تھا۔ خدا نے حرام نہیں قرار دیا تھا البتہ تورات کے نازل ہونے کے بعد بعض چیزوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی نہ اس لئے کہ اصلاً وہ چیزیں حرام تھیں۔ بلکہ یہود کی بے لگام طبیعتوں کی روک تھام کے لئے اس قسم کی اصلاح ضروری سمجھی گئی۔ باقی نزول تورات سے پہلے جن چیزوں کو تم ممنوع سمجھتے ہو وہ خدا کی جانب سے ممنوع نہیں تھیں چنانچہ ”اسفار توراہ“ اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ غرض کہ حضرت ابراہیم کی طرف اس تحریم کا انتساب بالکل غلط ہے ہاں توراہ کے بعد بمصالح بعض چیزیں حرام کی گئی ہیں جن کی قدرے تفصیل سورۃ انعام کی آیت و علی الذین ہادوا حرمنا الخ میں آئے گی۔

حضرت یعقوب کی نذر:..... حضرت یعقوب نے مرض عرق النساء کے سلسلہ میں جو ”احب طعام“ کی تحریم کی نذر مانی تھی۔ شفاء ہونے کے بعد اپنی مرغوب غذا اونٹ کے گوشت اور دودھ کو انہوں نے ترک فرمادیا اور یہ تحریم نذری وحی کے ذریعے سے ان کی اولاد بنی اسرائیل میں بھی رہی اور ان کی شریعت میں نذر سے تحریم ہو جاتی ہوگی۔ جس طرح ہماری شریعت میں نذر سے ایک مباح چیز واجب ہو جاتی ہے۔ تحریم کی نذر ہمارے یہاں جائز نہیں ہے بلکہ کسی نے اگر ایسی نذر کر لی تو ایسی قسم کو توڑ کر کفارہ دینا واجب ہو جاتا ہے۔ یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ میں اس کا بیان آ جائے گا۔ (انشاء اللہ)

لن تنالوا البر الخ میں ایک مقدمہ تو یہ ہوا کہ محبوب چیز کے بغیر مطلوب بر حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرا مقدمہ بدیہی یہ ہے کہ جان طبعاً انسان کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اپنی ہستی کو نذر کیے بغیر محبوب حقیقی کا قرب و وصل میسر نہیں۔

کل العظام سے معلوم ہوا کہ اہل محبت کو لذائذ نفس، مرغوب کھانے آخرت کی نعمتوں کے حصول کیلئے ترک کر دینے چاہئیں۔

وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوا قِبَلْتُنَا قَبْلَ قِبَلْتِكُمْ إِنَّ أَوْلَ بَيْتٍ وَضِعُ مَتَعَبًا لِلنَّاسِ فِي الْأَرْضِ لِلَّذِي بِيَكَّةَ بِالْبَاءِ لُغَةً فِي مَكَّةَ سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا بَيْتُ أَغْنَاقِ الْجَبَابِرَةِ أَي تَدُقُّهَا بِنَاهُ الْمَلِكَةِ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ وَوَضِعَ بَعْدَهُ الْأَقْصَى وَبَيْنَهُمَا أَرْبَعُونَ سَنَةً كَمَا فِي حَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ وَفِي حَدِيثٍ أَنَّهُ أَوْلُ مَا ظَهَرَ عَلَى وَجْهِ الْمَاءِ عِنْدَ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ زُبْدَةٌ بِيضَاءٌ فَدُ حَيْثِ الْأَرْضِ مِنْ تَحْتِهِ مُبْرَكًا حَالَ مِنَ الَّذِي أَي ذَا بَرَكَةٍ وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ﴿۹۶﴾ لِأَنَّهُ قِبَلْتُهُمْ فِيهِ أَيَّتُ مِنْهَا مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ هَ أَيِ الْحَجَرِ الَّذِي قَامَ عَلَيْهِ عِنْدَ بِنَاءِ الْبَيْتِ فَاتْرَقَ قَدَمَاهُ فِيهِ وَبَقِيَ إِلَى الْآنَ مَعَ تَطَاوُلِ الزَّمَانِ وَتَدَّ أَوَّلِ الْأَيْدِي عَلَيْهِ وَمِنْهَا تَضَعُفُ الْحَسَنَاتِ فِيهِ وَأَنَّ الطَّيْرَ لَا يَعْلُوهُ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا لَا يَتَعَرَّضُ لَهُ بِقَتْلِ أَوْ ظَلْمٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ وَاجِبٌ بِكُسْرِ الْحَاءِ وَفَتْحِهَا لُغْتَانِ فِي مَصْدَرٍ حَجَّ بِمَعْنَى قَصَدَ وَيُبَدِّلُ مِنَ النَّاسِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا طَرِيقًا فَسَّرَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُهُ وَمَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ أَوْ بِمَا

فَرَضَهُ مِنَ الْحَجِّ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۹۷﴾ الْإِنْسِ وَالْجِنَّ وَالْمَلَائِكَةَ وَعَنْ عِبَادَتِهِمْ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ قُلْ الْقُرْآنَ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۸﴾ فَيَجَازِيكُمْ عَلَيْهِ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ تُصْرَفُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَي دِينِهِ مَنْ آمَنَ بِتَكْذِيبِكُمُ النَّبِيِّ وَكُتِمَ نَعْتِهِ تَبْغُونَهَا أَي تَطْلُبُونَ السَّبِيلَ عَوْجًا مَصْدَرٌ بِمَعْنَى مُعْوَجَّةً أَي مَائِلَةٌ عَنِ الْحَقِّ وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ط عَالِمُونَ بِأَنَّ الدِّينَ الْمَرْضِيُّ هُوَ الْقِيَمُ دِينُ الْإِسْلَامِ كَمَا فِي كِتَابِكُمْ وَمَا لِلَّهِ بِعَاقِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۹﴾ مِنَ الْكُفْرِ وَالتَّكْذِيبِ وَإِنَّمَا يُؤَخِّرُكُمْ إِلَىٰ وَقْتِكُمْ فَيَجَازِيكُمْ

ترجمہ:..... (اور جب یہود نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمارا قبلہ تمہارے کعبہ سے پہلے ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں) بلاشبہ پہلا گھر جو بنایا گیا ہے (خدا پرستی کا مرکز) انسان کیلئے (روئے زمین پر ہے) وہ یہی ہے، جو مکہ میں ہے (مکہ باکے ساتھ لغت ہے لفظ مکہ میں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شہر جابر لوگوں کی گردنیں توڑ دیتا ہے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں نے اس کو بنایا تھا اس کے بعد پھر مسجد اقصیٰ بنائی گئی۔ ان دونوں کی بناؤں کے درمیان چالیس (۴۰) سال مدت کا فاصلہ ہے جیسا کہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ سب سے پہلے زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت پانی پر ایک سفید جھاگ نمایاں ہوا۔ اس کے نیچے زمین پچھتی چلی گئی) بابرکت ہے (لفظ الذی سے یہ حال ہے یعنی ذی برکت) اور تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ (کیونکہ یہ لوگوں کا قبلہ ہے) اس میں روشن نشانیاں ہیں (از انجملہ) مقام ابراہیمؑ ہے (یعنی وہ پتھر جس پر بنا کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوئے اور ان کے نشانات قدم اس پر ثبت ہو گئے تھے جو طول زماں اور ہاتھوں کے بکثرت لمس کے باوجود آج تک باقی چلے آ رہے ہیں اور منجملہ نشانیوں کے ٹیکوں کا وہاں کئی گونہ ہو جانا اور پرندوں کا اس پر سے اڑ کر نہ گزر سکتا) اور جو کوئی اس کے حدود میں داخل ہو وہ امن و حفاظت میں آ گیا (اس کے ساتھ کوئی قتل یا ظلم وغیرہ کے تعرض نہیں کر سکتا) اور اللہ کی طرف سے لوگوں کے لئے اللہ کے گھر کا حج (واجب ہے۔ لفظ حج مکسور الحاء و مفتوح الحاء دونوں لغت ہیں مصدر حج بمعنی قصد میں اور الناس سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ من استطاع الخ) بشرطیکہ اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں (سہولت راہ کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح توشہ اور سواری کے ساتھ فرمائی ہے۔ رواہ الحاکم وغیرہ) اور جو شخص اللہ کا منکر ہو (یا حج کے فرائض کا منکر ہو) تو اللہ تعالیٰ کی ذات تمام دنیا سے بے نیاز ہے (انسان جن اور فرشتے اور ان کی عبادات سے) آپ گمہ دیجئے اے اہل کتاب کیا تم اللہ کی آیتوں (قرآن سے انکار کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کے شاہد حال ہیں) (وہ تم کو اس پر بدلہ دیں گے) آپ کہئے اے اہل کتاب تم کیوں اللہ تعالیٰ کی راہ (دین) سے روکتے (پھیرتے) ہو اللہ تعالیٰ پر جو ایمان لانا چاہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور آپ کے اوصاف کا کتمان کر کے) چلانا چاہتے ہو اس کو (تلاش کرتے ہو راست) ٹیڑھا (عوجاً یعنی حق سے برگشتہ) درآں حالیکہ تم حقیقت حال سے بے خبر نہیں ہو (تم باخبر ہو کہ پسندیدہ دین صرف دین اسلام ہے جیسا کہ خود تمہاری مذہبی کتابیں اس پر شاہد ہیں) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہیں (تمہارے کفر تکذیب سے ایک وقت تک کے لئے تم کو مہلت دے رکھی ہے ضرورت تم کو بدلہ ملے گا)

تحقیق و ترکیب:..... بسکۃ چونکہ با اور میم متقارب الحرج ہیں اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کر لیا جاتا ہے۔ جیسے راتب اور راتم، لازب اور لازم۔ جبارہ اور گردن کشوں کی گردن کشی کرنا۔ جیسا کہ واقعہ فیل میں ابرہہ اور اس کے لشکر کے ساتھ ہوا۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مکہ اور بکہ کے استعمال میں یہ فرق ہے کہ اول کا اطلاق مطاف اور مسجد حرام اور ثانی کا بلد پر یا اس کا برعکس

ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے کعبۃ اللہ کی بناء ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ”اول بیت“ کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا المسجد الحرام ثم بیت المقدس پھر ان دونوں کے درمیان مدت کا فرق دریافت کیا۔ فقال اربعون سنة۔ لیکن حضرت ابراہیم کی بناء کعبہ اور مسجد اقصیٰ کی بناء سلیمانی کے مابین ایک ہزار سال سے زیادہ فصل ہے۔

منہا: مفسر علام نے یہ لفظ مقدر کر کے اشارہ کر دیا۔ بینات اور نشانیوں کے متعدد ہونے کی طرف۔ مقام ابراہیم عطف بیان ہے ”ایات بینات“ کا اور چونکہ مقام ابراہیم بہت سی نشانیوں پر مشتمل ہے اس لئے باوجود لفظاً مفرد ہونے کے جمع سے بدل واقع ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے ابن وہب نے اپنی موطا میں انس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس پتھر میں حضرت ابراہیم کے نشانات قدم دیکھے۔

منہا تضعیف الحسنات یہ دوسری خصوصیت ہے جو نمایاں ہے۔ زمان و مکان میں اللہ نے بعض شرف رکھے ہیں جو عام زمان و مکان میں نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ زمانوں میں جو خصوصیت اور شرف، رمضان المبارک، عشرہ ذی الحجہ، عاشورہ محرم، جمعہ کے روز کو بالخصوص اس کی ایک خاص ساعت کو اور نماز و جہاد کی صفیں جب درست ہونے لگیں۔ ان اوقات میں جو وصف اللہ نے رکھا ہے وہ دوسرے اوقات کو نصیب نہیں۔ اسی طرح مختلف مکانوں میں جو بزرگی، بیت اللہ، بیت المقدس، حرم نبوی، عام مساجد کو اللہ نے بخشی ہے وہ دوسری عام جگہوں کو حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے جہاں ان اوقات اور مقامات میں نیکی کا وزن بڑھ جاتا ہے وہیں برائیوں میں قباحت بھی زیادہ آ جاتی ہے۔

وان الطیر لا یعلوہ بعض دفعہ پرندوں کو اس سے اوپر فضا میں اڑتے دیکھا جاتا ہے اور وہ دائیں بائیں کئی کاٹ کر نہیں جاتے تو اس وجہ ان کی کوئی بیماری ہوتی ہے جس سے وہ حصول شفاء کے لئے پرواز کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

ومن دخلہ اس کی مفصل تحقیق سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ یعنی حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی جرم کی وجہ سے مباح الدم ہو کر اندر داخل ہو جائے تو حرم اس کو پناہ دے گا۔ بارادہ قتل اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ البتہ کھانے پینے سے تنگ کر دیا جائے گا اور مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے گا۔ تاکہ وہ از خود باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے، اس وقت ماخوذ کر لیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسا جرم کر کے باہر سے آیا جس کی سزا قتل کے علاوہ اور کوئی ہو یا اندر رہ کر قتل یا ماڈون القتل جرم کا ارتکاب کر لیا ہو تو اس کے لئے یہ قانون امن نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ”الحرم لا یعیذ“ دوسری آیت اولم یروا انا جعلنا حرما امننا ویتخطف الناس من حولہم میں بھی اس قسم کی تفصیلات ہیں۔

او غیر ذلک بہر حال قتل ظلم وغیرہ جرائم سے حرم کو آمن کہا گیا ہے یا ”امن من الذنوب“ اور ”امن من النار“ مراد ہو اور بعض نے کہا ہے کہ حرمین میں اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو قیامت میں حق تعالیٰ اس کو مومن اٹھائیں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص حرم کی تکالیف پر ایک گھنٹہ صبر کر لے حق تعالیٰ جہنم کو اس سے دو سو سال کی مسافت پر دور کر دیں گے۔ یا ابن مسعود کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز شنیۃ المیمون پر تشریف فرما تھے اور اس وقت تک وہاں کوئی مقبرہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ سے اور حرم سے حق تعالیٰ بروز قیامت ستر ہزار ایسے انسان اٹھائیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ پھر ان میں سے ہر آدمی ایسے ہی ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت کر لے گا۔

وللہ خبر مقدم ہے اور متعلق ہے محذوف کے جیسا کہ مفسر علام نے واجب مقدر نکالا ہے۔ علی الناس بھی اسی کے متعلق ہے۔ من استطاع یہ لفظ الناس سے بدل البعض یا بدل الاشمال واقع ہو رہا ہے۔ جیسا کہ مفسر علام نے ویدل سے اشارہ کیا ہے۔ اس میں ضمیر بہر صورت محذوف ہوگی۔ ای من استطاع منہم امام شافعی کے نزدیک، استطاعت کی تفسیر صرف زاد راہ کے ساتھ ہے چنانچہ ویدل حج واجب نہیں ہے اگرچہ قدرت ہو۔ لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک صحت بدن اور امن راہ بھی مزید شرط ہے اور امام مالک کے نزدیک صرف صحت بدن کافی ہے خود چلے اور راستہ میں معاش بذریعہ کسب حاصل کرتا رہے گا۔

قل یا اهل الكتاب پہلی آیت میں ضلال پر توخ اور دوسری آیت میں اضلال پر توخ۔ شہید بمعنی مطلع چونکہ اہل کتاب کا کفر ظاہر تھا اس لئے لفظ شہادت کا استعمال اول آیت میں مناسب ہے اور چونکہ اللہ کی راہ سے روکنادر پردہ کید و مکر اور مخفی تدابیر سے ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کے مناسب لفظ غفلت ہو اور خطاب میں اہل کتاب کی تخصیص اس لئے کی کہ ان کا کفر واضح ہے اگرچہ وہ خود کو مومن بالتوراة والانجیل سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو دین سے روکنایہ ہے کہ آل کتاب کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی صفت یا ان کے باب میں کوئی بشارت ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہے اور لم کا تعلق مابعد فعل سے ہے اور من امن مفعول ہے۔

رابطہ: آیت ان اول بیست میں یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے اور بیت اللہ کے خصائص و فضائل کا بیان ہے اور آیت قل یا اهل الكتاب لم تکفرون میں اہل کتاب کی ضلالت اور آیت لم تصدون الخ میں ان کے اضلال کا بیان ہے۔

شان نزول: سعید بن منصور نے حضرت عکرمہ سے تخریج کی ہے کہ جب آیت ومن یتبع غیر الاسلام نازل ہوئی تو یہود کہنے لگے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں پر حج فرض کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم پر فرض نہیں کیا ہے اور حج کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت ومن کفر فان الله غنی الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب: یہاں سے یہود کے دوسرے شبہ کا جواب دیا جا رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلی اللہ کی عبادت گاہ حضرت ابراہیم نے تعمیر فرمائی تھی وہ بیت المقدس نہیں بلکہ ”خانہ کعبہ“ ہے۔ قرآن کریم کے متعدد مواقع میں کعبۃ اللہ کے ذکر کے ساتھ بانی کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر خیر کیا گیا ہے اور ان کی غیر فانی یادگار محبت کا حق واقعہ ہے بھی یہی جہاں تک دونوں کی تاریخی قدامت اور عظمت کا تعلق ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

بانی کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مختصر تاریخ: حضرت ابراہیم کا مجملہ تاریخی تذکرہ یہ ہے کہ وہ تاریخ (آزر) بن ناحور بن ساروغ (سروج) بن رعو بن فالح (فلجم) بن عابر (عبر) بن شالح (سلح) بن ارفخشذ (ارفلسد) بن سام بن نوح کے بیٹے ہیں (تورات میں سر پیدائش باب ۱۱) گویا حضرت ابراہیم نو واسطوں سے حضرت نوح کی اولاد میں ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ایک واسطہ اور زائد ہے۔ یعنی شالح کے باپ قینان اور ارفخشذ داد ہیں یعنی قینان کا اضافہ ہے۔

اولاد ابراہیم علیہ السلام: حضرت ابراہیم کے آٹھ بیٹے ہوئے۔ سب سے بڑے حضرت اسماعیل ہاجرہ سے۔ پھر ان سے چھوٹے احق سارہ سے اور قنورہ کنعانہ کے لطن سے۔ زمران، یقان، مدان، میان، اسباق، سوخ پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل مکہ معظمہ میں اور حضرت احق ملک شام میں رہے۔ دوسرے بیٹے اطراف و جوانب میں اقامت گزین رہے۔ میان کی اولاد میں حضرت شعیب اور یقان کی اولاد میں صبا اور وان پیدا ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ صاحبزادے ہوئے جن میں سب سے چھوٹے قیدار ہوئے جن کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ یہ سلسلہ بنی اسماعیل کہلاتا ہے۔ حضرت اسماعیل کے دوسرے بھائی یعنی حضرت احق کے بڑے بیٹے عیص اور ان سے چھوٹے حضرت یعقوب ہوئے جن کو اسرائیل بھی کہتے ہیں۔ ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کے بارہ بیٹے ہوئے ان کی بیوی لیاہ کے لطن سے ردفن، سمعون، لاوی، یہودا پیدا ہوئے۔ زان بعد اسکارا، زبولون، متولد ہوئے راحیل کی باندی بلہا سے وان، نفتالی پیدا ہوئے۔ لیاہ کی باندی زلفا سے جاد اور اشیر پیدا ہوئے پھر لیاہ کی چھوٹی بہن راحیل کے لطن سے یوسف، بنیامین پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام بنی اسماعیل (عرب) اور بنی اسرائیل (اہل کتاب) کے جد اعلیٰ اور متفق علیہ

بزرگ تھے۔ اسی لئے سب کی نظر انتخاب آپ پر پڑتی تھی اور کوئی بھی آپ کے وسیع دامن سے الگ ہونے کا تصور نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطن: حضرت ابراہیم علیہ السلام قصبہ اہواز میں پیدا ہوئے جو عراق کا ایک حصہ ہے۔ اور بعض خاص بابل میں پیدائش کہتے ہیں۔ طوفان نوح کے بعد جب حضرت نوح کی اولاد پھیلی تو حضرت سے تقریباً دو ہزار دو سو ستالیس ۲۲۳۷ سال پہلے شہر بابل کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ یہ شہر ملک عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان دو آبہ میں واقع ہے یا کنارہ فرات پر ہے اور اس کے قریب لب دجلہ پر شہر نینوا تھا۔ جہاں حضرت یونس کی پیدائش ہوئی۔ دونوں شہر عظیم الشان کلدانیوں اور کسدیوں کے تعمیر کردہ اور آباد کردہ تھے۔ مختلف زبانیں یہاں سے پیدا ہوئیں۔

بخت نصر یہاں کا بادشاہ رہا ہے۔ کلدانی مذہب صابی کہلاتے تھے۔ بت پرستی، آفتاب و ماہتاب اور کواکب پرستی ان کا شعار تھا۔ نمرود جو شاح ضحاک کی لطف سے عراق کا گورنر یا مستقل حاکم تھا۔ نہایت ظالم اور تند مزاج شخص تھا، حضرت ابراہیم کا اس کے ساتھ مقابلہ اور مناظرہ و مباحثہ رہا جس کے نتیجے میں ”تنگ آمد جنگ آمد“ کے اصول پر حضرت ابراہیم کو نذر آتش کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے خلیل کی برکت سے نار کو گل و گلزار بنا کر نمرود کو ناکام بنا دیا۔ تو کچھ لوگ حضرت خلیل پر ایمان لے آئے اور آپ کو منجانب اللہ ہجرت کا حکم ہو گیا۔ اس لئے آپ اپنی بی بی سارہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام کو ساتھ لے کر فلسطین آئے اور حران میں ٹھہرے لیکن قحط پڑنے پر وہاں سے مصر پہنچے تو شاہ مصر سارہ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ لیکن حضرت ابراہیم کی امامت دیکھ کر معتقد ہو گیا اور باعزازان تمام کو رخصت کیا اور بقول بعض علمائے محققین اپنی صاحبزادی ہاجرہ آپ کی خدمت میں پیش کی، اس طرح ایک شہزادی کے لطن سے اللہ نے حضرت اسماعیل اور ان کے عظیم خاندان کا سلسلہ قائم فرمایا۔ حضرت ہاجرہ کو باندی اور بنی اسماعیل کو باندی کی اولاد سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

تعمیر بیت اللہ کی تمہید: فلسطین میں دوبارہ واپسی اور اقامت ہوئی اور حضرت ہاجرہ کے لطن سے اسماعیل علیہ السلام متولد ہوئے تو سارہ بڑی بیوی کو رشک ہوا۔ حضرت ابراہیم کی عمر اس وقت ۸۶ سال تھی۔ ۹۹ سال کی عمر میں آپ نے بحکم الہی اپنی اور اپنے جوان سال بیٹے اسماعیل کی بھر ۱۳ سال ختنہ کی سو سال کی عمر میں اللہ نے حضرت سارہ کی گود بھی اتلخ علیہ السلام سے بھر دی۔ جب ان کے دودھ چھٹنے کی خوشی ہوئی تو سارہ نے کسی بات پر ناخوش ہو کر حضرت ابراہیم کو مجبور کیا کہ وہ اسماعیل اور ہاجرہ کو وارث نہیں ہونے دیں گے۔ اس لئے آپ علیہ السلام کہیں ان کو جنگل میں چھوڑ آئے۔ حضرت ابراہیم کو پہلے تو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی لیکن پھر بحکم الہی ان دونوں کو لے کر اشارات نبی کے ماتحت ”وادی غیر ذی زرع“ میں پہنچا دیا اور اس مقام پر جہاں ”بیر زمزم“ ہے ایک درخت کے نیچے بٹھلا دیا۔ ایک مشک پانی، کچھ کھجوریں اور روٹیاں حوالہ کر کے جانے لگے تو حد درجہ آبدیدہ ہوئے، دل صدمہ سے چور چور ہوا، مگر اس مقام کی تقدیس کے آثار محسوس ہوئے تو فی الجملہ تسکین ہوئی۔ کیونکہ اچھے لوگ ہمیشہ وہاں، آ کر عبادت و ریاضت کیا کرتے اور دعائیں کر کے قبولیت کے آثار مشاہدہ کیا کرتے تھے، حضرت کیلئے باعث تسلی ہوئی یہ وہی جگہ تھی جس کا انتخاب تخلیق آدم سے پہلے ہی ہو چکا تھا اور اس کی قسمت کا ستارہ ازل ہی میں چمک چکا تھا۔

دنیا میں سب سے پہلا گھر خدا کا: یہی نے شعب الایمان میں اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم جب بہشت سے کرہ زمین پر آئے تو تنہائی اور وحشت سے گھبرا کر عرض کیا کہ ”خدا عبادت کیلئے کوئی جگہ بنا دے“ چنانچہ حضرت جبرئیل نے اس مقام مقدس کی نشاندہی کی، جس پر مقدس ہاتھوں کعبۃ اللہ کی بنیادیں پتھروں سے ٹھہرائیں اور اس پر ایک قبۃ نورانی نصب کیا گیا۔ جو ملاء اعلیٰ کے ”بیت المعمور“ کی محاذات میں تھا۔ حضرت آدم اور ان کی اولاد کیلئے یہی قبلہ عبادت و مناجات بنا رہا۔ طوفان

نوح ہوا تو سب ہی چیزیں بہا لے گیا۔ طوفان کے فرو ہونے کے بعد دیکھا گیا کہ یہ جگہ ایک سرخ نیلہ کی حیثیت میں نمایاں رہی اور اس کی عظمت و تقدس دلوں میں قائم رہی۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل اور ہاجرہ کے تشریف لانے سے یہ خطہ "بقدر نور" بن گیا حضرت ابراہیم کی خلت کے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں اٹھے اور زبان پر الہامی رجز جاری ہوا۔ ربنا انسی اسکنت من ذریعتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ اور پھر کسی نیک ساعت میں دونوں کے پاکیزہ ہاتھ جریدہ عالم پر غیر فانی نقش محبت کے ثبت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ غرض کہ اس طرح اس بناء مقدس اور "سرزمین نور" سے ان تینوں رہروان عشق و محبت کی کچھ یادگاریں قائم ہو گئیں۔ جن کو صدائے خلیلی و اذن فی الناس بالحج یا تولک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق پر لبیک کہنے والی سعید روحوں نے دوام بخشا۔

حج ان ہی پاکیزہ رسموں کا مجموعہ ہے جو اللہ کے ان سچے عاشقوں کی خاص نقل و حرکت سے وابستہ رہتی ہیں۔ ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا۔

تاریخ خانہ کعبہ:..... آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم نے بیت اللہ اور مکہ مکرمہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ مکہ مکرمہ کی آبادی پہلے صرف خیموں میں رہتی تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں قصی بن کلاب جب شام سے آئے تو یہاں مکانات بننا شروع ہوئے اور شہر کو برابر ترقی ہوتی گئی۔ مکہ مکرمہ وادی ابراہیم میں واقع ہے اور سطح سمندر سے تقریباً ساڑھے تین سو فٹ بلندی پر ہے۔ اس کا عرض البلد ۲۱ درجہ شمالی اور طول البلد ۱۱/۲ ۳۹ درجہ مشرقی ہے۔ ساحل سمندر سے ۴۷ میل مشرق میں واقع ہے اس وقت تقریباً ۸ لاکھ کی آبادی ہے، بلکہ مکہ، ام القری، بلد امین اس کے نام ہیں۔ یہ شہر مشرق سے مغرب تک تقریباً چار پانچ میل اور عرض میں دو میل پھیلا ہوا ہے۔ شمالاً جنوباً دو پہاڑی سلسلہ میں یہ شہر گھرا ہوا ہے جس کو احشبان کہتے ہیں۔ اسی لئے اس میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے۔ بارش صرف جاڑوں میں ہوتی ہے جس کی سالانہ مقدار چار پانچ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی۔

خانہ کعبہ کے انقلابات:..... ایک مدت بعد جب حضرات خلیل و ذیح کی بنائی ہوئی عمارت کا نقشہ پہاڑی نالہ کی نذر ہو گیا تو بنی جرہم قبیلہ نے جو ایک خانہ بدوش قافلہ کی صورت میں یہاں ٹھہر گیا تھا اور حضرت اسماعیل کا سسرالی رشتہ اس سے قائم ہو کر باعث ازدیادِ نسل ہو چکا تھا۔ دوبارہ اسی طرز پر پھر اس عمارت کو قائم کیا۔ ایک زمانہ بعد عمارت پھر شکستہ اور منہدم ہوئی تو بنو حمیر کے ایک قبیلہ عمالیق نے پھر اس کی تعمیر کی۔ اس کے بعد عمارت ٹوٹی تو قصی بن کلاب نے اس کو اس شان کے ساتھ بنایا کہ اس کی چھت لکڑیوں سے پاٹ دی اور اس پر سیاہ غلاف ڈالا گیا۔ یہ عمارت اور طرز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی تک قائم رہا۔ اتفاقاً ایک عورت غلاف کعبہ کے پاس نجور روشن کرنا چاہتی تھی کہ پردہ میں آگ لگ گئی اور تمام عمارت جل گئی یہ زمانہ عرب میں قحط سالی کا تھا قریش نے اس عمارت کو بنانا چاہا لیکن روپیہ کی کمی اور بعض سہولتوں کے پیش نظر سابقہ عمارت میں پانچ ترمیمیں کرنی پڑیں۔

۱:..... حطیم کی جانب کئی گز جگہ چھوڑ کر کعبہ کی غربی دیوار اٹھائی گئی جس کی وجہ سے کعبہ اللہ کا بہت سا حصہ عمارت سے باہر رہ گیا۔

۲:..... دروازہ کی چوکھٹ زمین کے ہموار کرنے کی بجائے سطح زمین سے دو گز اونچی لگائی گئی تاکہ ہر شخص بغیر اجازت کے اندر داخل نہ ہو سکے۔

۳:..... خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونوں کی دو صفیں قائم کیں ہر لائن میں تین تین ستون رکھے چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر تشریف لے جا کر نماز ادا کی تو ان ہی ستونوں کے درمیان پڑھی تھی۔

۴:..... دیواریں پہلے سے دو چند بلند کر دی گئیں۔

۵:..... رکن شامی کے قریب کعبہ کی چھت پر چڑھنے کے لئے ایک زیئہ بنایا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف میں (۳۰) پینتیس (۳۵) سال ہوگی جب تعمیر کعبہ کے وقت ”حجر اسود“ کے نصب کرنے کا مسئلہ لایحل صورت میں پیش ہوا اور ہر شخص کو اس شرف کے اپنانے پر اس درجہ اصرار بڑھا کہ قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل جائیں۔ فیصلہ یہ ٹھہرا کہ جو شخص کل صبح ہی سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوگا گویا سبقت وہی لے جائے گا۔ لیکن قسام ازل نے یہ سعادت سید الاولین والآخرین کی قسمت کر دی تھی چنانچہ ڈھونڈنے والی نظریں سب سے پہلے آفتاب نبوت پر پڑیں تو سب کی باچھیں کھل گئیں۔ یوں بھی تو آپ ”محمد امین“ کے گراں بہا لقب سے معزز تھے۔ لیکن آپ کی بے مثل ذہانت اور بے نظیر قوت فیصلہ نے یہ جو ہر دکھلایا کہ اپنی ردا مبارک میں دست مبارک سے ”حجر اسود“ اٹھا کر رکھا اور سب طرف سے چادر کے کونے مختلف خاندانوں اور قبیلوں کے سرداروں کو پکڑ دیئے تاکہ سب اس سعادت و شرف میں شریک ہو جائیں سب نے ہنسی خوشی مل کر پتھر اپنے مقام پر نصب کر دیا اور آپ ﷺ کی امانت، عدالت، محبت اور صداقت کا نقش دلوں پر جم گیا۔

خانہ کعبہ میں پتھر کی مورتیاں اور بت پہلے سے نصب نہیں تھے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد سے تقریباً تین سو سال پہلے عمرو بن لُحی عرب کے ایک شخص نے یہ بدعت کی کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل اور دوسرے بزرگوں کی مورتیاں لگا دی تھیں، جن کی پوجا لوگ کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن فتح کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے سب کو نکال پھینکا اور اللہ کے گھر کو غیروں سے پاک کر کے اصل توحید کا مرکز بنا دیا۔

آنحضرت ﷺ کے بعد خانہ کعبہ میں تبدیلیاں: آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ تمہاری قوم ابھی نو مسلم ہے لیکن اگر میں زندہ رہا تو کعبہ کو بناؤ ابراہیم پر قائم کروں گا اور ایک دروازہ کی بجائے دو (۲) دروازے رکھوں گا اور اونچا رکھنے کی بجائے دروازہ نیچے رکھوں گا۔

مگر آپ ﷺ کی عمر نے وفاندگی، اس لئے آپ ﷺ کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ تاہم عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث سنی تو کعبہ کو بناؤ ابراہیم پر قائم کر کے رسول اللہ ﷺ کے اس ارادہ کی تکمیل فرمادی۔ یہ ستائیس رجب ۶۴ھ کی بات ہے۔ لیکن بنی امیہ کا دور حکومت آیا تو کچھ دنوں بعد ہی حجاج بن یوسف عبدالملک بن مردان کے گورنر نے اس تعمیر زبیری کو شہید کرا کر از سر نو بناؤ قریشی پر کعبہ اللہ کو تعمیر کیا۔ یہ ۷۴ھ کی بات ہے۔ اس کے بعد بنو عباس کے عہد میں ہارون رشید نے پھر ارادہ کیا بناؤ ابراہیم پر بنانے کا۔ لیکن غالباً امام مالکؒ اور دوسرے علماء نے اس مصلحت سے روک دیا کہ اس طرح بار بار کی تبدیلیوں سے کعبہ اللہ کی عظمت و ہیبت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی اور وہ ایک ملعون بن کر رہ جائے گا۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً اس عمارت کی مرمت اور ٹوٹ پھوٹ تو ہوتی رہی لیکن مکمل انہدام کی ہمت پھر کسی کو نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ جب اس کی عمارت بالکل بوسیدہ اور شکستہ ہو گئی تو ۱۰۴۰ھ میں سلاطین قسطنطنیہ میں سے سلطان مراد بن احمد خان کی مراد اللہ نے پوری کی۔ انہوں نے بجز ”حجر اسود“ والے کونے کے تمام عمارت کو اتروا کر از نو بناؤ قریشی پر تعمیر کرایا۔ اندر فرش اور دیواروں میں سنگ مرمر لگوا دیا، عمدہ کٹری کے چھ ستونوں کی، دو لائیں بنوائیں، چھت پر مخمل، چھت گیری اور اوپر سے گچ ہوئی ہے باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چونہ کے ساتھ چنی ہوئی ہیں اوپر سے استرکاری تو نہیں ہوئی لیکن نہایت نفیس ریشمی سیاہ غلاف پورے کعبہ اللہ پر پڑا رہتا ہے اور ہر سال عید الاضحیٰ کی صبح کو بدل دیا جاتا ہے جو پہلے سلاطین ترکی کی طرف سے، پھر شاہان مصر کی طرف سے اور امسال شاہ حجاز کی طرف سے بارگاہ صمد میں نذر ہوا ہے۔ جس پر بہترین سچے کارچوب کا کام، کلمہ طیبہ، قرآن کریم کی موقع محل کے مناسب آیات، سلاطین وقت کا نام بخط جلی لکھا ہوتا ہے۔ ہزاروں بجلی کے قلموں کی روشنی میں کعبہ اللہ ایک ایسی پر جلال و جمالی دلہن بنا رہتا ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور عجیب پر لطف اور مسرت اور مست الست منظر ہوتا ہے جس کی کیفیت لفظوں میں ادا

نہیں کی جاسکتی، یہ کام بس نگاہ و دل کا ہے اور روحانی سرمستیوں کا تو پوچھنا ہی کیا؟

شروع ہی سے خدا نے اس کو ظاہری، باطنی، حسی معنوی خوبیوں اور برکات سے مالا مال کیا ہے۔ سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھہرایا، روئے زمین پر جہاں کہیں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے وہ اس بیت منور کا عکس و پرتو سمجھنا چاہئے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی بعثت یہیں سے ہوئی۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے سارے جہان کو دعوت یہیں سے ملی ہے، عالمگیر مذہب اسلام کے پیرووں کو مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ملا، سارے پیغمبر اور شمع تو حید کے پروانے ہر طرف سے ہمیشہ اڑا کر اس کے گرد جمع ہوئے، اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی تجلی خاص ہے جس کی لگن میں ڈور دراز مسافتوں سے مصیبتیں اور تکلیفیں جھیل کر پروانہ وار لوگوں کے غول پہنچتے ہیں۔

حریم شریفین کی حالیہ حیرت انگیز توسیع شاہ حجاز کی فیاضیوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے، خانہ کعبہ اور اس سے متعلق جو چند خاص اور اہم چیزیں ہیں ان کا اجمالی تعارف ضروری ہے۔

مسجد حرام:..... یہ ایک نہایت عالی شان مستطیل مربع عمارت ہے جس کے وسط میں خانہ کعبہ واقع ہے جس کے ایک طرف حطیم ہے، دوسری طرف زمزم، مقام ابراہیم، منبر ہے اور چاروں طرف مطاف ہے، مطاف کے چاروں طرف ایک وسیع صحن ہے اس کے بعد چار جگہ آگے پیچھے کسی جگہ تین اور کسی جگہ چار بڑے بڑے دالان موجود ہیں اور ہر دو دالانوں کے درمیان ستونوں کی صف موجود ہے، اور چاروں جانب مضبوط ستونوں پر مضبوط ڈاٹ لگائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسجد حرام کی حد صرف موجودہ نصف مطاف تک تھی، احاطہ کی دیوار بھی نہ تھی بلکہ چاروں طرف مکانات تھے۔ ۷ھ میں حضرت عمرؓ نے ان مکانات کو خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔ یہ پہلا اضافہ تھا نیز قد آدم سے نیچی ایک چار دیواری بنوادی جس پر چراغ روشن کر کے رکھ دیئے جاتے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں توسیع کی۔ ۹۷ھ میں مسجد حرام کا مشرقی دالان گرنے کے قریب ہو گیا اس وقت سلطان سلیم ٹرکی نے توجہ کی، لکڑی کے بجائے پتھروں کو استعمال کیا چھت قبہ نما ڈالٹوں کی لگائی۔ ۹۸۴ھ میں یہ تعمیر مکمل ہوئی اور اب تک قائم ہے حالیہ توسیع کی وجہ سے اس میں ترمیم ہو رہی ہے اس عمارت کا طول مشرق سے مغرب تک ۲۱۰ گز اور عرض ۱۴۰ گز تھا۔

کعبۃ اللہ:..... خانہ کعبہ تقریباً مسجد حرام کے درمیان میں واقع ہے اس کی شکل ایک بڑے کمرہ کی سی ہے۔ عمارت اونچی اور تقریباً مربع ہے جس کی بلندی ۱۵ میٹر ہے، کعبہ کے چار رکن ہیں۔ (۱) رکن عراقی شمالی جانب (۲) رکن شامی شمال مغربی جانب (۳) رکن یمانی جنوب مشرقی جانب (۴) رکن حجر اسود مشرقی جانب۔ کعبہ بڑے مضبوط پتھروں سے بنا ہوا ہے، اس کی چھت سنگ مرمر کی سلوں سے بنائی گئی ہے، بیت اللہ کے اندر رکن عراقی کے گوشہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر جانے کے لئے ایک زینہ لگا ہوا ہے۔ بلا ضرورت اس پر چڑھنا ادھر ادھر تا کنا جھانکنا خلاف ادب ہے۔

حجر اسود:..... تقریباً ڈیڑھ دو فٹ چاندی کے مدور حلقہ میں گہرا عنابی سیاہی مائل ایک چکنا پتھر بیضوی شکل کا جس کو عقیق تصور کرنا چاہئے خانہ کعبہ کے شرقی جنوبی کونہ میں باہر کی طرف گز بھر کی بلندی پر نصب ہے۔ ہندوستانیوں کا سجدہ غالباً کچھ اس کی محاذات میں پڑتا ہے کسی وجہ سے اس کے ٹکڑے ہو گئے ہیں ان کو احتیاط کے ساتھ یکجائی جوڑا گیا ہے ایک دس انچ کے بیضوی لاکھ کے پیالہ میں پھر اس لاکھ کے پیالہ پر چاندی کا حلقہ فریم کیا ہوا ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے: ان الحجر الاسود نزل من الجنة اشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بني ادم یہ ایک

با عظمت اور بابرکت پتھر ہے جس کو آنحضرت ﷺ اور بے شمار انبیاء اور صلحاء نے اپنے ہاتھوں اور ہونٹوں سے مس کیا ہے۔ اس لئے استلام کرنا باعث قربت خداوندی ہے۔ اس نیت سے اگر ممکن ہو تو اس کو بوسہ دینا چاہئے ورنہ ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لینا بھی کافی ہوگا۔ اس پتھر کو نافع یا ضار نہیں سمجھنا چاہئے جیسا کہ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے۔

باب کعبہ: بیت اللہ کے مشرقی کونہ سے متصل ایک دروازہ ہے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کا یہی ایک راستہ ہے جو مسجد حرام کے صحن سے قد آدم سے زیادہ بلند ہے دروازہ کی جو کرسی ہے وہی خانہ کعبہ کے اندر فرش کی کرسی ہے بغیر میزھی کے اس دروازہ کے ذریعہ اندر داخل ہونا مشکل ہے اس لئے اندر جانے کے لئے ناجائز ذرائع نہیں اختیار کرنے چاہئیں۔ حجر اسماعیل یعنی حطیم میں جا کر یہ سعادت حاصل کر لے۔

ملتزم: باب کعبہ سے لے کر مشرقی کونہ میں لگے ہوئے حجر اسود تک ڈھائی تین گز کے اس حصہ کو ملتزم کہتے ہیں یعنی لپٹنے کی جگہ۔ لوگ اس سے لپٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول مادعی احد بشئ فی هذا الملتزم الاستجیب لہ۔

حطیم: ہلالی شکل کی ایک نصف قد آدم دیوار جو کعبہ کی شمالی دیوار کے سامنے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر رکن عراقی سے رکن شامی تک نصف دائرہ کی شکل میں بنی ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل پر منقش پتھر جڑے ہوئے ہیں اس کے اوپر والے حصہ پر ایک عبارت کندہ ہے جس پر قرآن کریم کی بعض آیات بھی ہیں اور ساتھ ہی تعمیر کرنے والے کی تاریخ بھی ہے۔ حطیم کے اندر نماز نفل مسجد حرام کے دوسرے عام حصوں سے افضل ہے۔ طواف کرنے والے کو کعبہ کی طرف اس کو بھی اپنے بائیں کر کے طواف میں لے لینا چاہئے اسے بجا کر طواف نہیں کرنا چاہئے اسی کے اندر خانہ کعبہ کی چھت کا پرنا لہ کھلتا ہے جس کو میزاب رحمت کہتے ہیں جو سونے کا بنا ہوا ہے۔

حجر اسماعیل: کعبہ اور حطیم کے درمیان تین گز زمین اور فرش کو حجر اسماعیل کہتے ہیں اس میں سے تقریباً تین میٹر دیوار کعبہ سے متصل فرش دراصل خانہ کعبہ کے اندر کا ایک حصہ ہے۔ جو روپیہ کی کمی کی وجہ سے قریش کی تعمیر سے رہ گیا تھا۔ اس پر خوبصورت پتھر کا فرش ہے اس پر نماز پڑھنا گویا خانہ کعبہ کے اندر ہی نماز پڑھنا ہے، طواف کے وقت اس پر نکلنے سے طواف نہیں ہوتا کیونکہ یہ کعبہ کا اندرونی حصہ ہے۔

مقام ابراہیم: باب کعبہ کی محاذات میں منبر اور زمزم کے درمیان قدیم باب السلام سے متصل چار کھمبوں پر ایک چھوٹا سا گنبد ہے۔ جس میں ارد گرد پتیل کا مربع نما مقصورہ بنا ہوا ہے اور اس کے اندر وہ پتھر نصب ہے جو مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔ پتھر چاندی سے منڈھا ہوا ہے جس کی بلندی تین بالشت ہے، چوڑائی دو بالشت ہے۔ دونوں قدم اور انگلیوں کے نشانات اس پر واضح ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے یہ پتھر دیوار کعبہ کے قریب اس گڑھے میں رکھا تھا جس کو اب معجن کہتے ہیں شاید اس مصلحت سے کہ طواف کعبہ میں یہ پتھر بھی شامل ہے اور شمار نہ کر لیا جائے، فتح کے بعد وہاں ہٹا کر موجودہ جگہ پر منتقل کر دیا گیا اس کے پاس نماز پڑھنا مستحب ہے۔

مطاف: یہ ایک بیضوی صحن ہے جو کعبہ اور حطیم کے ارد گرد بنا ہوا ہے۔ جس پر سنگ مرمر بچھا ہوا ہے اس میں سے بیت اللہ کے قریب کا نصف صحن حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں مسجد حرام تھا لیکن اب پورے صحن میں طواف کیا جاتا ہے۔

المعجن:..... صحن مطاف میں باب کعبہ کے قریب داہنی اور شمالی جانب ایک مربع شکل کا گڑھا ہے اس کا پھیلاؤ ایک دو میٹر ہوگا اس میں تین آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں نماز جب فرض ہوئی تو حضرت جبرئیل نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ امی جگہ امامت فرمائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل نے بناء کعبہ کے وقت اس جگہ گار تیار کیا تھا۔

زمزم:..... خانہ کعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے۔ حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل کے لئے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ پر دوڑ کر تھک گئیں تو آواز نصیبی پر اس جگہ پانی کی نشاندہی ہوئی اور ان کے لئے پانی برآمد کیا گیا۔ امتداد زمانہ سے یہ کنواں مٹی وغیرہ سے اٹ گیا تھا لیکن آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے کھلوایا تب سے ہی جاری ہو گیا۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے ماء زمزم لسا شرب له یا ابن عباس کی روایت ہے خیر ماء علی وجه الارض زمزم طبی اور کیمیائی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ زمزم کے پانی میں تمام معدنی مفید اشیاء پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے جگر، معدہ، آنتوں، گردے سب کے لئے مفید ہے کم پینا بھی مفید ہے اور زیادہ پینا مضر نہیں ہے۔

باب بنی شیبہ اور منبر:..... مقام ابراہیم کے سامنے نصف دائرہ کی شکل میں یہ محراب بنی ہوئی ہے۔ اس کا یہ نام آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے ہے اور یہی اس وقت تک باب السلام تھا اور یہی مسجد حرام کی حد تھی۔ بنی شیبہ اور بنی عبد شمس پہلے یہیں رہتے تھے اور طواف قدوم کے لئے حجاج ۵ پہلا داخلہ اسی دروازہ سے ہوتا ہے گویا یہ کعبۃ اللہ کو سلام کرنا تھا۔ اللهم انت السلام ومنک السلام اسی کے قریب سلطان سلیم خان عثمانی کا بنوایا ہوا بڑے سنگ مرمر کا چمک دار منبر ۹۶۶ھ سے رکھا ہے اس کی تیرہ سیڑھیاں ہیں اس کے اوپر چار سنگ مرمر کے ستون ہیں اور ان پر لکڑی کا لمبا گنبد ہے جو چاندی کی تختیوں سے منڈھا ہوا ہے اور اس پر سونے کی پالش ہے صحن مطاف سے منبر کی بلندی بارہ میٹر ہے۔

مسعی:..... سعی کرنے کی جگہ کو مسعی کہتے ہیں یہ صفا و مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان ایک راستہ ہے۔ بیت اللہ کے مشرقی جانب، پہلے یہ مسجد حرام سے باہر تھا اب اسی کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے یہ پہاڑیاں بھی اب موجود نہیں ہیں کٹ کٹا کر ختم ہو گئی ہیں صرف ان کی جگہیں متعین ہیں اور وہاں چند سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ان دونوں میں فاصلہ ڈیڑھ فرلانگ کا ہے۔ صفا پہاڑی جبل البقیس کے دامن میں تھی وہیں سے سعی شروع ہوتی ہے اب مسعی دو منزلہ بن گیا ہے اور اوپر جانے کے لئے زینے بنے ہوئے ہیں۔ مسعی کے درمیان کا تھوڑا سا فاصلہ سبز نشانوں سے ممتاز کر دیا گیا ہے ان کو ”میلین انصرین“ کہتے ہیں جہاں سعی کرنے والے کو ذرا تیز چلنا پڑتا ہے۔

منی، مزدلفہ، عرفات:..... مکہ مکرمہ کے مشرقی جانب جو سڑک، معلّٰیہ کو جاتی ہے وہی سڑک عرفات تک گئی ہے اس پر منی اور مزدلفہ واقع ہیں۔ منی مکہ مکرمہ سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے یہاں تین جمرات ہیں ان کو حجاج قیام منی کے دوران کنکریاں مارتے ہیں یہاں جب حضرت ابراہیم اللہ کے حکم سے اپنے محبوب بیٹے اسماعیل کو قربانی کے لئے لے جا رہے تھے تو شیطان نے دوسرا انداز کی تھی انہوں نے کنکریاں ماریں تھیں ان کو جمرات ثلاثہ کہتے ہیں ان میں سے بڑا جمرۃ العقبہ، اس کے بعد جمرۃ الوسطی اور تیسرا جمرۃ الاولی کہلاتا ہے۔ منی حج کے تین دنوں میں بہت آباد رہتا ہے۔ شعائر حج یہیں سے شروع ہوتے ہیں اور یہیں ختم ہو جاتے ہیں۔ ۸ ذی الحجہ کو حجاج آ جاتے ہیں، پانچ نمازیں پڑھتے ہیں پھر واپسی میں دو سو، گیارہ سو، بارہ سو اور بعض تیرہ سو تاریخ یہاں گزارتے ہیں۔ رمی جمرات اور قربانی کرتے ہیں منی میں سب سے اہم جگہ مسجد خیف جو چوکور اور کھلے صحن کی ایک کشادہ مسجد ہے۔ درمیان میں ایک

قبہ بنا ہوا ہے جہاں حضور ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ منیٰ کے معنی خون بہانے کے ہیں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ مزدلفہ، منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک وادی ہے جس کو مشعر حرام کہتے ہیں۔ یہاں بھی ایک مسجد ہے جہاں حجاج عرفات سے واپسی میں نماز مغرب و عشاء پڑھتے ہیں۔ منیٰ میں جمرات کو مارنے کے لئے کنکریاں حجاج یہیں سے چن لیتے ہیں اور صبح ہی یہاں سے منیٰ کے لئے روانگی ہو جاتی ہے اس میں وادی محسر یا بطن محسر ایک گھائی ہے وہاں سے تیزی سے گزر جانا چاہئے قیام کی اجازت نہیں ہے۔

اس سے آگے عرفات کا عظیم میدان ہے چونکہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ساڑھے پندرہ میل ہے جس میں نہ کوئی آبادی ہے اور نہ کوئی عمارت یا درخت۔ یہ میدان تین اطراف سے پہاڑیوں میں گھرا ہوا ہے درمیان میں شمالی جانب جبل الرحمہ ہے، جس پر حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ نے اونٹنی پر عظیم تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ نویں ذی الحجہ کو یہ لوق و دوق میدان اچانک ایک عظیم الشان شہر کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ وجہ تسمیہ کئی ہیں۔ منجملہ ان کے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم و حوا علیہم السلام کی اول ملاقات جنت کے بعد یہاں ہوئی تھی۔ یہاں کی حاضری حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔ یہاں کی عظیم مسجد، مسجد نمبرہ کہلاتی ہے یہاں بعض شرائط کے ساتھ ظہر و عصر جمع کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ خانہ کعبہ کی اس تفصیلی تاریخی کا ذکر تقاضا ہے کہ بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ پر روشنی ڈالی جائے لیکن اس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں انشاء اللہ آئے گا۔ اس کے بعد کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کا نقشہ اس سارے بیان کی وضاحت کر دے گا۔

خدا کا دنیا میں سب سے پہلا گھر:..... غرضکہ دنیا میں عبادت کے لئے سب سے پہلا اللہ کا گھر ”خانہ کعبہ“ ہے۔ بقول حالی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا

ازل سے مشیت نے تھا جس کو تا کا

خلیل ایک معمار تھا جس بناء کا

کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہدیٰ کا

بیت المقدس بھی اگرچہ قبلہ انبیاء رہا ہے لیکن قدامت اور عظمت میں وہ اس سے بعد کا ہے۔ حدیث صحیحین میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس لئے افضل خانہ کعبہ ہی ہے اور شرائع سابقہ میں بھی بابرکت اور قابل زیارت رہا ہے۔ آیت میں خانہ کعبہ کی پانچ نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے چار تشریحی اور صرف ایک تکوینی کو تشریحی آیات کے وسط میں لایا گیا ہے۔ جس سے تشریحی نشانیوں کی عظمت مقصود ہے کہ اول و آخر میں نظر یہی تشریعیات ہونی چاہئیں۔ مقام ابراہیم کا نشانی ہونا تو محسوس ہے اور خانہ کعبہ کی طرف اس کا منسوب ہونا اس لئے ہے کہ یہ فضیلت خانہ کعبہ سے تعلق ہی کی وجہ سے اس میں پیدا ہوئی ہے۔ باقی احکام تشریحیہ کا نشان فضیلت ہونا باوجود ان کے غیر محسوس ہونے کے دلائل صحیحہ کی وجہ سے ثابت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایسے عمدہ احکام جن کا ثبوت اور تعلق دلائل سے ہے وہ خانہ کعبہ سے متعلق ہیں۔ بیت المقدس سے ان کا تعلق نہیں ہے اس لئے خانہ کعبہ بیت المقدس سے افضل ہے اور مسلمان اپنے دعوائے فضیلت میں حق بجانب ہیں۔

استطاعت کی تشریح:..... اور استطاعت میں سواری اور توشہ کی شرط روایت کی وجہ سے ہے۔ جس کو خود مفسر پیش کر رہے ہیں

لیکن حنفیہ کے نزدیک صحت بدن، سلامتی، بینائی عقل، اسلام و حریت کی شرائط دوسرے دلائل سے ثابت ہیں۔ جس طرح مقام ابراہیم کا اثر قلوب پر محسوس طور پر تکویناً ہوتا ہے اسی طرح باقی تشریحی نشانیوں کا تکوینی اثر بھی قلوب پر ایسا ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم اور جاہلیت سے اس کے یہ آثار نمایاں ہیں مثلاً حرم میں امن و امان قائم رکھیں، بلکہ اسی کی وجہ سے خاص مہینوں کی حرمت، اس کے گرد طواف کرنا، ذور دراز سے صعوبتیں اور تکلیف سفر اٹھا کر سر کے بل ذوق و شوق سے آنا وغیرہ وغیرہ۔

وَنَزَلَ لِمَآ مَرَّ بَعْضُ الْيَهُودِ عَلَى الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ فَعَاظَهُ تَأْلُفَهُمْ فَذَكَرَهُمْ بِمَا كَانُوا بَيْنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنَ
الْفِتَنِ فَتَشَاجَرُوا وَكَادُوا يَقْتَتِلُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
يُرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ إِسْتَفْهَامُ تَعْجِيبٌ وَتَوْبِيخٌ وَأَنْتُمْ تَتْلُو عَلَيْكُمْ
آيَاتِ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِمَسْكِ اللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۰۱﴾ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ بِأَنْ يُطَاعَ فَلَا يُعْطَى وَيُشْكِرُ فَلَا يُكْفَرُ وَيُذَكَّرُ فَلَا يُنْسَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ
اللَّهِ وَمَنْ يَقْوَى عَلَى هَذَا فَنُسخَ بِقَوْلِهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾
مُؤَخِّدُونَ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ آيٌ دِينِهِ جَمِيعًا وَلَا تَفْرُقُوا بَعْدَ الْإِسْلَامِ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ
اللَّهِ أَنْعَامَهُ عَلَيْكُمْ يَا مَعْشَرَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ إِذْ كُنْتُمْ قَبْلَ الْإِسْلَامِ أَعْدَاءً فَالْفَ جَمَعَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
بِالْإِسْلَامِ فَاصْبَحْتُمْ قَصِيرْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا فِي الدِّينِ وَالْوَلَايَةِ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا طَرْفِ حُفْرَةٍ مِّنَ
النَّارِ لَيْسَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْوُقُوعِ فِيهَا إِلَّا أَنْ تَمُوتُوا كُفْرًا فَانْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ بِالْإِيمَانِ كَذَلِكَ كَمَا بَيَّنَّ
لَكُمْ مَا ذَكَرَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰۳﴾ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ الْإِسْلَامِ
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَأُولَئِكَ الدَّاعُونَ الْأَمْرُؤُا النَّاهُونَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۴﴾
الْفَائِزُونَ وَمِنَ اللَّتَبَعِيصِ لِأَنَّ مَا ذَكَرَ قَرَضَ كِفَايَةً لَا يُلْزَمُ كُلَّ الْأُمَّةِ وَلَا يَلْبِقُ بِكُلِّ أَحَدٍ كَالْجَاهِلِ وَقِيلَ زَائِدَةٌ
أَي لَتَكُونُوا أُمَّةٌ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفْرُقُوا عَنِ دِينِهِمْ وَاخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ
وَهُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۗ أَى
يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ۗ فَهُمْ الْكٰفِرُونَ فَيَلْقَوْنَ فِي النَّارِ وَيُقَالُ لَهُمْ تَوْبِيخًا أَكْفَرْتُمْ
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ يَوْمَ أَخَذَ الْمِيثَاقَ فذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ
وُجُوهُهُمْ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ آيٌ جَنَّتِهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ آيٌ هَذِهِ الْآيَةُ
آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعٰلَمِينَ ﴿۱۰۸﴾ بِأَنْ يَأْخُذَهُمْ بِغَيْرِ جُرْمٍ
ۗ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَلِكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ:..... (کسی یہودی کا جب خاندان اوس و خزرج کے لوگوں پر گزر رہا ہو اور ان کی باہمی محبت نے اس کو غیظ و غضب میں مبتلا
کر دیا جس کی وجہ سے اس نے اوس و خزرج کے زمانہ جاہلیت کے بعض فتنوں کا ذکر چھیڑ دیا تو یہ لوگ بھبک اٹھے اور قریب تھا کہ تلواریں
سوٹ لی جائیں تو یہ آیات نازل ہوئیں) مسلمانو! اگر تم اہل کتاب میں سے کسی گروہ کی باتوں پر کار بند ہو گئے تو نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ وہ
تمہیں راہ حق سے پھیر دیں گے اور ایمان کے بعد کفر میں مبتلا کر دیں گے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم کفر کی راہ اختیار کرو (استفہام تعجب اور

تو بیخ کے لئے ہے) جبکہ تمہارا حال یہ ہے کہ اللہ کی آیتیں تمہیں سنائی جا رہی ہیں اور اس کا رسول تم میں موجود ہے اور جو کوئی مضبوطی (قوت) کے ساتھ اللہ کا ہورہا تو بلاشبہ اس پر سیدھی راہ کھل گئی۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو، ایسا ڈرنا جو واقعی ڈرنا ہے (اس طرح کہ اللہ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کا شکر کیا جائے کفران نہ کیا جائے، اس کا ذکر کیا جائے اس کو فراموش نہ کیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور! کون ان باتوں کی طاقت رکھتا ہے؟ چنانچہ اس پر فاتقوا اللہ ما استطعتم سے یہ حکم منسوخ ہو گیا) اور دنیا سے نہ جاؤ مگر اس حالت میں کہ اسلام پر ثابت قدم (پرستار تو حید) رہو اور اللہ (کے دین) کی رسی مضبوط پکڑ لو (تھام لو) سب مل جل کر اور جدا جدا نہ ہو جاؤ (اسلام لانے کے بعد) اور یاد رکھو اللہ نے جو نعمت (انعام) تمہیں عطا فرمائے ہیں (اے اوس و خزرج کے گروہ) تمہارا حال یہ تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے (اسلام سے پہلے) لیکن اس نے ملا دیا (جمع کر دیا) تمہارے دلوں کو (اسلام کے ذریعہ) آپس بن گئے (ہو گئے) اس کے فضل و کرم سے آپس میں بھائی بھائی (دین و دوستی کے لحاظ سے) تمہارا حال تو یہ تھا کہ آگ سے بھری ہوئی خندق کے کنارے (ڈھانگ) پر کھڑے ہوئے تھے (تم میں اور خندق میں کچھ دوری اور دیری نہیں تھی بجز موت کے) لیکن اللہ نے تمہیں اس حالت سے نکال لیا (ایمان کی بدولت) اسی طرح (جیسا کہ تمہارے لئے ابھی واضح کر دیا) واضح فرما دیا کرتے ہیں اپنی نشانیاں اور احکام تاکہ تم راہ پا لو اور دیکھو ضروری ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی باتوں (اسلام) کی طرف دعوت دینے والی ہو۔ وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور ایسے ہی لوگ (جو داعی، آمر، ناہی ہوں) کامیابی حاصل کرنے والے ہوتے ہیں (بامراد اور لفظ منکم میں من تبغیضہ ہے کیونکہ مذکورہ احکام فرض کفایہ ہیں تمام امت پر لازم نہیں ہیں اور نہ ہر آدمی مثلاً جاہل کے لئے سزاوار ہیں اور بعض کے نزدیک من زائدہ ہے۔ یعنی چاہئے کہ تم سب مل کر یہ کام کرو) اور ان لوگوں کی سی چال نہ چلنا جو لوگ الگ الگ ہو گئے (اپنے دین سے) اور اختلاف کر لیا (دین میں) باوجود یکہ روشن دلیل ان کے سامنے آچکی تھیں (یہود و نصاریٰ مراد ہیں) اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس دن کتنے ہی چہرے چمک اٹھیں گے اور کتنے ہی چہرے کالے پڑ جائیں گے (یعنی قیامت کے روز) سو جن لوگوں کے چہرے کالے پڑ جائیں گے (اور وہ کافر ہوں گے نار جہنم میں ان کو جھونک دیا جائے گا اور ان سے دانٹ کر کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان (عہد میثاق) کے بعد پھر انکار حق کی راہ اختیار کر لی تھی تو عذاب کا مزہ چکھ لو اپنی منکرانہ چال کی پاداش میں اور جن لوگوں کے چہرے چمک رہے ہوں گے (اور وہ مؤمن ہوں گے) سو وہ اللہ کی رحمت (جنت) کے سایہ میں ہوں گے۔ ہمیشہ رحمت الہی میں رہنے والے یہ (آیات مذکورہ) اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو (اے محمد) فی الحقیقت سنار ہے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا پر ظلم کرنا چاہیں (اس طرح کہ بلا جرم اپنی مخلوق کو پکڑ لیں) اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے (سب اسی کے مملوک، مخلوق، بندے ہیں) اور بالآخر سب باتیں اللہ ہی کی طرف لوٹنے (رجوع ہونے) والی ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... بعض الیہود شماس بن قیس یہودی نے جنگ بغاٹ زمانہ جاہلیت کے واقعات سنادیئے اور خزرج کی بھوسے متعلق ایک قصیدہ سنا دیا جس سے لوگوں میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی۔

یا ایہا الذین امنوا پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے بواسطہ حضور ﷺ کے اہل کتاب کو خطاب فرمایا اور یہاں اہل ایمان کی تکریم و تشریف کی خاطر خود خطاب بلا واسطہ فرمایا۔ لفظ رد کے بعد بعد ایمانکم بظاہر ضرورت نہیں تھی کیونکہ ارتداد ایمان کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح دونوں مفعول کے درمیان اس کو لانا شاعت کفر بڑھانے کے لئے ہے۔ اور لفظ کیف بھی اظہار تعجب کے لئے ہے تلاوت کی اسناد آنحضرت ﷺ کی طرف نہیں کی گئی ہے کیونکہ مقصود تلاوت کا غرض اصلی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ تالی کوئی بھی ہو نیز تلاوت اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی دونوں کا بالاستقلال بیان کرنا مقصود ہے۔

فقد ہدیٰ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے اذا جنت فلانا فقد افلحت یعنی اس صورت میں ہدایت کا حصول اس درجہ یقینی ہے کہ

گویا حاصل ہو چکی ہے جس کی خبر دی جا رہی ہے تو دراصل جزاء متیقن کرنا ہے

یا ایہا الدین خطاب میں تکرار تشریحاً ہے اور تکرار میں اہل کتاب کے خطاب کے تکرار کا مقابلہ بھی ہے۔

حق تفتہ ضمیر اگر اللہ کی طرف راجع کی جائے تو مراد اکمل تقویٰ ہے جو انبیاء اور خواص مقررین کا تقویٰ ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل مفسر علام کر رہے ہیں یہی بات صحابہؓ کے لئے باعث اشکال بنی کہ اللہ کے حق کے موافق تقویٰ کون کر سکتا ہے لیکن تفتہ کی ضمیر کا مرجع اگر خود تقویٰ کو قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ تقویٰ کا جو حق ہے اس کو ادا کرو اور اس کی تفسیر فاتقوا اللہ ما استطعتم میں کر دی گئی ہے۔ حضرات صحابہؓ کے استفسار پر تو جمہور و محققین کی رائے پر اس آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں رہتی، البتہ مقاتل کی رائے وہی ہے جو مفسر جلال نے پیش کی ہے کہ اس سورت میں بجز اس آیت کے کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

ولا تموتن مراد و اما علی الاسلام یا بقول کبیر اقامت علی الاسلام ہے کیونکہ موت امر ضروری ہے اس لحاظ سے گویا یہ کہا گیا ہے داموا علی الاسلام بحبل اللہ حدیث میں فرمایا گیا ہے القرآن حبل اللہ المتین لا تنقضی عجائبہ ولا یخلق عن كثرة الرد من قال به صدق ومن عمل به رشد ومن اعتصم به ہدی الی صراط مستقیم لفظ حبل میں استعارہ کیا گیا ہے جس طرح رسی کا پکڑنا کرنے سے سلامتی کا باعث ہوتا ہے اسی طرح قرآن کا تمسک باعث نجات ہے اور لفظ اعتصام میں تشریح مجازی ہے، علامہ آلوسیؒ کہتے ہیں کہ مؤمنین کی حالت کو اس رسی کے پکڑنے سے تشبیہ دی گئی ہے جو اوپر سے لٹکی ہوئی ہو۔

یدعون مفعول محذوف ہے ای یدعون الناس وینہون منکر کو کہتے ہیں جو عقل و شرع کے خلاف ہو یا معروف کے معنی ایسی چیزیں جو قرآن و سنت کے موافق اور منکر جو ان کے خلاف ہو یا معروف طاعت کو اور منکر معاصی کو کہتے ہیں۔ دعوت الی الخیر عام اور مجمل عنوان ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور مفصل معطوفات ہیں اور من تبعیضیہ ہے یا بیانیہ، کیونکہ محتسب یا جس کو امام نے تبلیغ احکام پر مامور کیا ہے اس پر تو فرض علی العین ہے ورنہ فرض علی الکفایہ ہے من کو تشبیہ ماننے کی صورت میں وجوب علی الکفایہ اس کے معارض نہیں ہوگا کیونکہ عموم خطابات وجوب علی العین کا تقاضا نہیں کرتے چنانچہ جہاد کا خطاب عام ہے حالانکہ خود جہاد واجب علی الکفایہ ہے۔ نیز اس کے مخاطب تمام مؤمنین ہیں جن میں اوس و خزرج بھی اولاد داخل ہیں۔

المفلحون یعنی کامل الفلاح۔ اس لئے ان کے علاوہ دوسروں سے فلاح کی بالکل نفی لازم نہیں آئی البتہ دوسروں پر ان کی فوقیت ثابت ہوئی خیر الناس من ینفع الناس حدیث نبوی ہے۔

منہا ضمیر لفظ حضرہ کی طرف راجع ہے۔ گویا شفا سے انقاذا۔ انقاذا من الحضرة ہے اس لئے سنت اور احسان کی اضافت انقاذا من الحضرة الیخ اور واقع ہو گئی۔ الامۃ جماعت جس کا قصد کیا جائے، اس کا اطلاق انبیاء کی اتباع پر بھی کیا جاتا ہے کیونکہ سب ایک ہی مقصد پر جمع ہوتے ہیں اور مقتدا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کہ ان ابراہیم کان امۃ اور دین و ملتہ پر بھی اطلاق آتا ہے جیسے انا وجدنا اباہنا علی امیۃ اور زمانہ پر بھی اطلاق آتا ہے جیسے واذا کر بعد امیۃ

ولا تفرقوا یعنی اصول میں تفریق نہ کرو و فروع کی تفریق مراد نہیں ہے کہ وہ تو ایک لحاظ سے باعث رحمت ہے ارشاد ہے اختلاف امتی رحمة واسعة اور من اجتهدا فاصابہ فله اجران ومن اخطا فله اجر واحد بشرطیکہ نصوص و اجماع کے مخالف اختلاف نہ ہو یوم تبیض منصوب ہے اذکر مقدر کی وجہ سے یا مستقر لہم عذاب کے عامل کی وجہ سے پہلی صورت میں یہ مفعول بہ اور دوسری صورت میں مفعول فیہ ہوگا۔ یوم اخذ المیثاق یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ اکفرتم بعد ایمانکم کہنا کس طرح صحیح ہے درآنحالیکہ ان کا ایمان پہلے سے متحقق نہیں تھا۔ بلکہ کافر الاصل ہیں حاصل جواب یہ ہے کہ ایمان سے مراد عہد الست ہے جو سب نے کیا تھا۔

رحمة اللہ کی تفسیر جنت کے ساتھ مفسر علام نے اس لئے کی ہے کہ دخول جنت کی اصل علت اللہ کی رحمت ہے جو طاعت و عمل نہیں

ہے گویا حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے۔ واما الذین ابیضت ترتیب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اما الذین اسودت کا ذکر موخر ہونا چاہئے تھا اور اس کا مقدم لیکن اس نکتہ کی رعایت کی گئی ہے کہ مؤمنین کے ذکر سے کلام کی ابتداء اور انتہاء ہو۔ اول میں ان کی شان اور آخر میں ان کا ثواب۔ تلک مبتداء آیت اللہ خبر نتلوہا حال ہے و ما اللہ یرید جب ارادہ ظلم کی نفی ہے تو ظلم کی نفی بدرجہ اولیٰ ہوگی للہ مفسر علام نے اس کی تفسیر میں لام ملکہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور اللہ کے ساتھ اختصاص ظاہر ہے کہ اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔

رابطہ: آیت یا ایہا الذین میں مسلمانوں کو فہمائش ہے کہ وہ مخالفین کی کاروائیوں سے محتاط اور چوکے رہا کریں جیسا کہ اس کا خاص واقعہ میں ذرا سی غفلت سے شیطان نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر لی تھی۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ میں بھی اسی فہمائش کی تاکید ہے اور یہ کہ خود مضبوطی سے ہدایت پر قائم رہو اور آیت ولتکسن میں دوسروں کو بھی ہدایت پر قائم کرنے کی کوشش کا حکم ہے جیسا کہ اس سے پہلی آیات میں خود گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہی پر چلانے کی ممانعت کی گئی تھی۔

شان نزول: ایک اندھے شمس بن قیس کی جنگ بغاث کا قصہ چھیڑ دینے کا واقعہ اور گڑے مردے اکھاڑنے کا جو نتیجہ ہوا اس کا تذکرہ جلال مفسر کر چکے ہیں۔

﴿تشریح﴾: عرب جاہلیت اور اسلام کا نقشہ: عرب کی بے انتہا برائیوں کا اندازہ صرف اس ایک بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپس میں جنگ و جدال، قتل و غارت، مار دھاڑان کا ایک معمولی کھیل اور ہنر تھا جس سے ان کی قوت و سالمیت پارہ پارہ ہو رہی تھی۔ اوس و خزرج کے درمیان مشہور جنگ بغاث کا بازار ایک سو بیس سال اس طرح گرم رہا کہ ہر مرنے والا اپنے جانشینوں کو اس آگ کے روشن رکھنے کی وصیت کر کے جاتا تھا۔ جس کو ان کے بڑوں نے لڑائی کی صورت میں سلگایا تھا۔ لیکن یہ اسلام ہی کی برکت تھی کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے دشمنوں کو اس نے باہم شیر و شکر کر دیا۔ اور دست و گریبان ہونے والوں کو گلے ملا دیا۔ بلکہ وہ عظیم الشان موآخات اور بھائی چارگی قائم کر دی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی صدیوں کے عداوت اور دشمنی کی آگ کو بجھا کر خاکستر بنا دیا۔ لیکن اے مسلمانو! یہ کیا اندھیر ہے کہ اندھے نے راکھ کے ڈھیر میں سے ایک ذرا سی چنگاری کو ہوادینی شروع کی تو پھر سے آگ بھسکنے کے قریب ہو گئی، نزدیک تھا کہ زبانی سر و جنگ، سیف و سنان کی گرم جنگ میں تبدیل ہو جاتی۔ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جبکہ اللہ کا کلام بھی اتر رہا ہے۔ آخر یہ شیطان کو بار کیسے مل رہا ہے لیکن خیر مقدم ستائش ہے کہ پیغمبرانہ ایک لکار سے پھر شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔

اسلام کی برکات: اہل کتاب کی محرومیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد پیروان اسلام کو بتلانا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی گمراہیاں تمہارے لئے درس عبرت ہیں اگر تم نے ان کی گمراہانہ خواہشوں کی پیروی کی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ راہ ہدایت پا کر پھر گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ایمان کی برکتوں کے حصول کے لئے یہی کافی نہیں ہے کہ بس ایمان کا اقرار کر لو۔ بلکہ اصل چیز ایمان کا جماؤ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ (۱) جماعت کے تفرقہ سے بچو، اللہ کی رسی مضبوط کر لو، جو چھوٹ تو سکتی ہے لیکن ٹوٹ نہیں سکتی، اللہ کی سب سے بڑی نعمت تم پر یہ ہے کہ تمہاری دشمنی دور کر کے بھائی بھائی بنا دیا۔ (۲) دوسروں کے طور طریق سے اپنے دل و دماغ کی حفاظت کرو۔

(۳) تم میں ہمیشہ ایک جماعت ہونی چاہئے جو تقویٰ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی، اسلامی موآخات باقی رکھنے کے لئے دعوت و ارشاد کا کام کرے جس کا وظیفہ یہ ہے کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلائے، لوگوں کو جب اچھے کاموں میں سست اور

برے کاموں میں چاق و چوبند دیکھے تو مقدور بھر اصلاح کی کوشش کرے، اور ظاہر ہے کہ یہ کام حدود سے واقفیت اور قرآن و سنت کی معرفت کے بغیر کس طرح انجام پاسکتا ہے اس لئے مخصوص شرائط کے ساتھ اس کے لئے ایک جماعت وقف کرنی چاہئے۔

(۴) یہود و نصاریٰ کی طرح نہ بنو۔ ان کی سب سے بڑی گمراہی یہ تھی کہ اللہ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد بعض اوہام و ابواء کی پیروی کر کے وہ اصول دین میں متفرق اور فروع احکام میں مختلف ہو گئے ہیں جس نے ان کی قومیت اور شیرازہ بندی کو تباہ کر دیا اور اس طرح وہ عذاب الہی کے نیچے آ گئے۔

لطا ئف:..... اہل کفر کی پیروی دو طرح ہوتی ہے۔ (۱) اعتقادی پیروی کہ اس سے کفر و اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور (۲) عملی پیروی کہ اس سے کفر عملی پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے یہاں ان کے کہنے میں آ کر مسلمان مشتعل ہو گئے۔ غرضکہ ہر طرح کے کفر اور اس کی پیروی سے بچنا ضروری ہے اور مجازاً کفر عملی پر قرآن و حدیث میں کفر کا اطلاق شائع ذائع ہے و فیکم رسولہ کا خطاب اگر صرف صحابہ کو ہے تب تو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی ظاہر ہے اور بتقاضائے مقام مضمون عام لیا جائے تو آثار و شواہد نبوت کا تا قیامت قائم رہنا بمنزلہ آپ ﷺ ہی کے تشریف رکھنے کے ہے کیونکہ اصل مؤثر آپ ﷺ کے ہادی ہونے میں آپ ﷺ کا وصف نبوت تھا اور اب بھی ہے اور تا قیامت آپ ﷺ کی نبوت رہے گی۔ حق تفتہ کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ کی عظمت کا جو حق ہے اتنا ڈرو کیونکہ یہ حق کسی سے ادا نہیں ہو سکتا بلکہ منشاء یہ ہے کہ جس قدر حق تمہارے ذمہ واجب کر دیا گیا اس کو بجالاؤ یعنی تقویٰ کے ادنیٰ درجہ پر جس کا حامل صرف کفر و شرک سے بچنا ہے اکتفاء نہ کرنا بلکہ اس کا اعلیٰ درجہ حاصل کرو جس میں معاصی سے بچنا بھی داخل ہے۔

احکام و آداب تبلیغ:..... تبلیغ کے احکام، آداب و شرائط کی تفصیلات تو احکام القرآن ابو بکر رازی میں اور تفسیرات احمدی اور عالمگیری، تاتارخانیہ، خلاصہ وغیرہ میں ملے گی تاہم یہ مسائل ست (۶) ضرور پیش نظر رہنے چاہئیں۔

(۱) سب سے پہلی حدیث ابو سعید خدریؓ من راہی منکم منکراً کے لحاظ سے اس سلسلہ میں قادر اور غیر قادر ہونے کا فرق ملحوظ رکھنا ہے۔ یعنی اگر کسی کو غالب قرآن سے اطمینان ہو کہ دوسرے کو فہمائش و نصیحت کرنے سے اس کو زیادہ نقصان لاحق نہیں ہوگا تو اس کے لئے واجب چیزوں کی تبلیغ واجب اور مستحبات کی تبلیغ مستحب ہوگی۔ (۲) اگر ہاتھ سے اس اچھائی یا برائی کے انتظام اور تغیر کی قدرت ہو تو ہاتھ سے اور زبان سے ہو تو زبان سے قدرت کو کام میں لانا ضروری ہوگا۔ ورنہ دل سے برائی کو برا جاننا ضروری ہوگا جو قدرت کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔ (۳) پھر قدرت کے ساتھ یہ وجوب علی الکفایہ ہے کہ بقدر ضرورت اگر لوگ اس میں لگے ہوں اور کام چل رہا ہو تو دوسرے اصحاب قدرت کے ذمہ سے ساقط ہے ورنہ سب لوگ تارک واجب سمجھے جائیں گے کیونکہ تقسیم کار کا اصول نہایت ضروری ہے دین کے آخر اور ابواب بھی ہیں ان سب کے حدود کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ تدریس، تصنیف، افتاء وغیرہ خدمات کے لئے بھی ایک ایک معتد بہ جماعت کی ضرورت ہوگی اگر سب ایک ہی طرف لگ گئے تو دوسرے کام ادھورے رہ جائیں گے الا یہ کہ خود تبلیغ کے مفہوم میں اس قدر توسع کر لیا جائے کہ یہ سب ابواب ایک ہی کتاب کے اوراق بن جائیں۔ تو پھر بھی انفرادی اہرورق پر حفاظتی نظر فرض علی الکفایہ رہے گی۔ (۴) ہاتھ کی قدرت کی صورت میں تو کبھی بھی امر و نہی کا ترک جائز نہیں ہوگا زبانی قدرت کی صورت میں البتہ نفع سے مایوسی کے وقت نصیحت چھوڑنے کی اجازت ہوگی مگر ساتھ ہی اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو تعلق و محبت بھی ترک کرنا ضروری ہوگا۔ (۵) قدرت کے علاوہ بقدر ضرورت اس چیز کے متعلق شریعت کا حکم بھی معلوم ہونا ضروری ہے یعنی معروف و منکر کا علم قرآن و سنت کی معلومات، موقع و محل شناسی بنیادی چیز ہے ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل معروف کو منکر اور منکر کو معروف خیال کر کے اصلاح کی بجائے سارا نظام ہی

مختل کر کے رکھ دے یا ایک منکر کے ساتھ ایسا طریقہ کار اور روش اختیار کرے کہ اس سے اور بھی زیادہ منکرات بڑھ جائیں یا نرمی کی جگہ گرمی اور گرمی کی بجائے نرمی اختیار کر بیٹھے۔ اس طرح مقصد اصلاح و دعوت ہی فوت ہو جائے گا، چنانچہ مستحبات میں مطلقاً نرمی کرنی چاہئے اور واجبات میں اولاً نرمی سے کام نہ چلے تو گرمی برتنی چاہئے۔ (۶) جس شخص کو مذکورہ تفصیل کے ساتھ قدرت نہ ہو اس پر مستحبات تو مستحبات و واجبات کی تبلیغ بھی واجب نہیں رہتی البتہ اگر ہمت اور عزیمت پر عمل کر لے تو افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جانور کے باعث باعث ثواب ہوگا۔

لیکن اگر علم سے بے بہرہ اور چیز کی شرعی معلومات سے بے خبر ہو تو ”ضلووا فاضلووا“ کا مصداق ہوگا۔ خود بھی گنہگار اور دوسرے سننے والوں کو بھی گنہگار کرے گا۔ ”خفتہ را خفتہ کے کند بیدار“ اور ”ہر کہ خود گم است کرار بہری کند“ آزمودہ بزرگوں کا مقولہ ہے اس کے علاوہ صحیح نیت یعنی محض لوجہ اللہ اس کا ارادہ ہونا ماموردین پر شفقت اور خیر اندیشی کا جذبہ ہونا ناصح کا حلیم و بردبار اور صبور ہونا، فتنہ و فساد کے برپا ہونے کا اندیشہ نہ ہونا، واعظ کا مجلس و عطا ہی میں لوگوں سے سوال نہ کر لینا، اور ذاتی اغراض پیش نہ کر دینا وغیرہ وغیرہ ضروری آداب تبلیغ قابل لحاظ ہوں۔

مسئلہ اتحاد و اتفاق: بذات خود نہ تو اتحاد و اتفاق فی نفسہ محمود اور مطلوب ہوتا ہے اور نہ تفریق و اختلاف فی حد ذاتہ مذموم اور بُرا ہے بلکہ ان کے پیچھے مقاصد کو دیکھنا پڑے گا اگر مقصد محمود ہے تو ذرائع بھی مستحسن شمار ہوں گے خواہ اختلاف ہی کیوں نہ ہوں، اور مقصد اگر مذموم ہے تو پھر وسائل چاہے اتفاق و اتحاد ہی کیوں نہ ہوں یقیناً بُرے ہوں گے چنانچہ اصول دین میں اگر اختلاف ہوگا یا فروع دین ہی میں براہ نفسانیت اختلاف ہو تو یقیناً بدترین گناہ ہوگا۔ اہل باطل و اہواء اور مبتدعین کا اختلاف اہل سنت و الجماعت سے اسی قسم کا رہا ہے جو قابل نفرت و ملامت ہے۔ آیت ”من بعد ما جاء تہم البینت“ میں اسی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اصول تو تمام واضح ہوتے ہیں لیکن بعض فروع بھی اس طرح واضح نہیں ہوتے ہیں کہ اگر نفسانیت کو دخل نہ ہو تو اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔ ہاں جن بعض فروع میں کوئی نص نہیں ہوتی یا ہوتی ہے مگر بظاہر معارض اور وجہ تطبیق کچھ کھلی ہوئی نہیں ہوتی پس ایسے فروع غیر ظاہرہ میں اختلاف ہو جانا بعید نہیں ہے اور نہ محل ملامت اور قابل مذمت ہے کہ اس کو آیت کے ذیل میں داخل کیا جائے بلکہ امت کے حق میں ایسے اختلاف کو باعث سہولت و رحمت کہا گیا ہے جیسا کہ اہل حق کے درمیان مسائل اجتہاد یہ میں ہوا ہے کہ وہ اختلاف مخالفت کی حد تک نہیں پہنچتا جو علامت ہوتی ہے نفسانیت اور انانیت کی۔

لطائف: اکفرتم کے پیش نظر الذین تفرقوا کے مصداق میں مفسر مختلف ہیں، بہتر یہ ہے کہ کفر سے مراد عام معنی لئے جائیں خواہ ان کا توحید و رسالت ہو یا اعتقاد و بدعت ہو۔ کیونکہ وضوح دلائل کے بعد ہی یہ تمام باتیں ہوا کرتی ہیں۔ اب تمام کفار و اہل کتاب آیت کا مصداق ہو جائیں گے اور معنی یہ ہو جائیں گے کہ اے صحابہ! یا عام مسلمانو! تم ان مخالفین کی طرح مت ہو جاؤ پس اس صورت میں مشبہ اور مشبہ بہ میں اگرچہ یہ فرق رہے گا کہ مشبہ میں معصیت عملی اور مشبہ بہ میں معصیت اعتقادی ہوگی اور پھر اس کی وجہ سے وجہ شبہ میں بھی فرق اور اتنا ہی تفاوت مشبہ اور مشبہ بہ کی وعیدوں میں رہے گا لیکن صحت تشبیہ کے لئے طرفین کی مماثلت من کل الوجہ ضروری نہیں ہوتی اس لئے کوئی حرج نہیں۔

وما اللہ یرید الخ میں ظلم کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہیں وہ اپنی مخلوق کے ساتھ جو کچھ بھی کریں اس کو ظلم ہرگز نہیں کہا جاسکتا، پس جب کوئی ان کا حقیقی ظلم نہیں تو اس کی نفی کی ہی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہاں ظلم کے متبادر معنی مراد

ہیں جن کو عقلاً یا شرعاً بندوں کے نزدیک ظلم کہا جاتا ہے وہ بھی اللہ کی جناب میں نہیں پائے جاتے۔

حق تفتہ یہ آیت طریقت کی مطلوبیت پر صاف دلالت کر رہی ہے کیونکہ طریقت کا حاصل بھی حق تقویٰ کی ادائیگی ہے۔

ولکن منکم امة اس سے معلوم ہوا کہ مشائخ طریقت میں جو اہل ارشاد ہوتے ہیں وہ غیر اہل ارشاد سے افضل اور بہتر ہوتے ہیں۔

كُنْتُمْ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اَمَّنْ اَهْلُ الْكِتَابِ بِاللّٰهِ لَكَانَ الْاِيْمَانُ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمْ
الْمُؤْمِنُونَ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهِ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۱۱۰﴾ الْكَافِرُونَ لَنْ يُّضْرُوْكُمْ اَيُّ الْيَهُودِ
يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ بِشَيْءٍ اِلَّا اَذٰى بِاللِّسَانِ مِنْ سَبِّ وَّوَعِيْدٍ وَاِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمْ الْاَدْبَارَ مِنْهُمْ
ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ عَلَيْكُمْ بَلْ لَكُمْ النَّصْرُ عَلَيْهِمْ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الدَّلٰلَةُ اَيْنَمَا ثَقِفُوا احْتِمًا وُجِدُوا
فَلَا عِزَّ لَهُمْ وَلَا اِعْتِصَامٌ اِلَّا كَاتِنِيْنَ بِحَبْلِ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِّنَ النَّاسِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَهُوَ عَهْدُهُمْ اِلَيْهِمْ
بِالْاِيْمَانِ عَلٰى اَدَاءِ الْجِزْيَةِ اَيُّ لَا عِصْمَةَ لَهُمْ غَيْرُ ذَلِكَ وَبَاءُ وَّرَجَعُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِاَنَّهُمْ اَيُّ سَبَبِ اَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِاَيْتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ
ذَلِكَ تَاكِيدٌ بِمَا عَصَوْا اَمْرَ اللّٰهِ وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۱۱۲﴾ يَتَجَاوَزُونَ الْحٰلَالَ اِلَى الْحَرَامِ لَيْسُوا اَيُّ اَهْلِ
الْكِتَابِ سَوَاءً مُّسْتَوِيْنَ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ مُّسْتَقِيْمَةٌ ثَابِتَةٌ عَلٰى الْحَقِّ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ
وَاَصْحَابِهِ يَتْلُوْنَ اَيْتِ اللّٰهِ اِنَّا الْيَلِ اَيُّ فِيْ سَاعَاتِهِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُصَلُّوْنَ حَالَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ
الْمَوْصُوْفُونَ بِمَا ذَكَرَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّيْسُوا كَذٰلِكَ وَلَيْسُوا مِنَ الصّٰلِحِيْنَ وَمَا يَفْعَلُوْا
بِالْبٰئِ اَيْتِهَا الْاُمَّةُ وَبِالْبٰئِ اَيُّ الْاُمَّةِ الْقَائِمَةُ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوْهُ بِالْوَجْهِيْنَ اَيُّ تُعَدِّمُوْا ثَوَابَهُ بَلْ تُجَارُوْنَ
عَلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ تَدْفِعُ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِّنْ
اللّٰهِ اَيُّ عَذَابِهِ شَيْئًا وَحَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ يَدْفِعُ عَنْ نَفْسِهِ تَارَةً بِفِدَاءِ الْمَالِ وَتَارَةً بِالْاِسْتِعَانَةِ
بِالْاَوْلَادِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُونَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ:..... (اے محمد کی امت! اللہ کے علم میں) بہترین امت ہو جو ظہور میں آئی (نمایاں ہوئی) ہے لوگوں کی اصلاح کے لئے تم نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے (اللہ پر) تو (ایمان) ان کے لئے بہترین بات ہوتی۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان رکھنے والے ہیں (جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے رفقاء) لیکن بڑی تعداد ان ہی لوگوں کی ہے جو اطاعت کے دائرہ سے باہر (کافر) ہو چکے ہیں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (یہ یہود اے مسلمانو!) الا یہ کہ تھوڑی بہت کچھ اذیت پہنچادیں (زبانی گالی یا دھمکی دے کر) اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو یاد رکھو کہ انہیں لڑائی میں پیٹھ دکھانی

پڑے گی (شکست کھانی ہوگی) پھر کبھی فتح مند نہ ہوں گے (تمہارے مقابلہ میں بلکہ تمہیں ان کے مقابلہ میں کامیاب کیا جائے گا) ان لوگوں پر ذلت کی مار بڑی جہاں کہیں بھی یہ پائے گئے (جس جگہ بھی ہیں ان کو عزت اور جماؤ نصیب نہیں ہے) ہاں یہ کہ اللہ کے عہد سے پناہ (پانے والے ہو گئے ہوں) یا انسانوں کے عہد سے پناہ مل گئی ہو (یعنی مسلمانوں کی طرف سے اس عہد کی وجہ سے جو ایمان کے سلسلہ میں ادائے جزیہ پر انہوں نے کیا ہو۔ حاصل یہ کہ بجز اس عہد کے اور کوئی صورت ان کے بچاؤ کی نہیں ہے) اور غضب الہی ان پر چھا گیا ہے (مستحق ہو گئے) محتاجی میں گرفتار ہو گئے اور یہ اس لئے (یعنی اس سبب سے) ہوا کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کے قتل ناحق کے مرتکب تھے یہ (ما قبل کی تاکید کے لئے ذلک ہے) اس لئے ہوا کہ (اللہ کے حکم کی) نافرمانی کرنے لگے تھے اور حد سے گزر گئے تھے (کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے لگے تھے) یہ بات نہیں ہے کہ (تم اہل کتاب) برابر ہیں (سواء بمعنی مستوی ہے) ان اہل کتاب میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو قائم ہیں (حق پر مستقیم اور ثابت قدم ہیں۔ جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے رفقاء) وہ اللہ کی آیتوں کی تلاوت راتوں میں (رات کی گھڑیوں میں) اٹھ کر کرتے ہیں اور اس کے حضور میں سر بسجود رہتے ہیں (نماز میں مشغول رہتے ہیں یہ حال ہے) وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، بھلائی کے کاموں میں پھر تیلے رہتے ہیں اور یہ لوگ (جن کا تذکرہ ہوا) نیک کرداروں میں ہیں (لیکن اہل کتاب میں سے بعض لوگ نہ ایسے ہیں اور نہ شانستہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں) اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو (تسفععلوا تا اور یا کے ساتھ ہے یعنی اے امت یا امتہ قائمہ) نیک کاموں میں سے ہرگز اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی (دونوں طریقہ پر یہاں بھی ہے۔ یعنی ان کو ثواب سے محروم نہیں کیا جائے گا بلکہ بدلہ دیا جائے گا) اور اللہ تعالیٰ متسیوں کو خوب جانتے ہیں جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی نہ تو بچا سکے گی (محفوظ رکھ سکے گی) انہیں مال و دولت کی طاقت اور نہ اولاد کی کثرت اللہ (کے عذاب) سے کچھ کسی درجہ میں (مال و اولاد کا ذکر بالخصوص اس لئے ہے کہ انسان کبھی اپنا بچاؤ نقدیہ مالی سے کرتا ہے اور کبھی اولاد کے بل بوتہ پر) یہ لوگ دوزخی اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: کنتم لفظ کان کبھی لزوم کے لئے آتا ہے جیسے وکان الانسان اکثر شیء جلالاً اس کے بعد جلال محقق نے ”امت محمد“ سے اشارہ کر دیا کہ اس سے خطاب تمام امت کو ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ارشاد ہے وجعلت امتی خیر الامم لیکن ابن ابی حاتم کی روایت حضرت عمرؓ سے یہ ہے کہ اس سے مراد صرف صحابہؓ ہیں اس لئے کنتم بصیغہ خطاب فرمایا گیا۔ ورنہ اگر دوسرے لوگ مراد ہوتے تو انہم ہونا چاہئے تھا اور ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد صرف وہ حضرات صحابہؓ ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔

فی علم اللہ زختریؒ کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ وجودی فی زمان الماضی کی طرف ہے بطریق ابہام۔ لیکن عدم سابق اور انقطاع لاحق پر اس کی کوئی دلالت نہیں۔ اخراجت صفت ہے امتہ کی الناس، الف لام سے اشارہ تعمیم کی طرف ہے کہ یہ امت تمام انسانوں کے لئے باعث رحمت و خیر ہے۔ تامسرون صیغہ خطاب تشریحاً ہے کہ تمام حجابات اٹھا دیئے گئے ہیں اور تم غایت تقرب سے مرتبہٴ حضوری میں پہنچ گئے ہو جملہ مستانفہ ہے خیرات کا بیان ہے۔ لکان خیرا لہم یہ خیریت ان کے اپنے گمان کے لحاظ سے ہوئی۔

الاذی سے پہلے مفسر نے بشی استثناء متصل کی طرف اشارہ کرنے کے لئے نکالا ہے۔

ثم لاینصرون ثم تراخی فی الاخبار کیلئے ہے یعنی اخباء تولى سے زیادہ بڑی خبر تسلط خذلان کی خبر ہے اور لاینصرون کا عطف جواب شرط پر نہیں ہے ورنہ یہ وہم ہوگا کہ بغیر قتال ان کی امداد ہو سکتی ہے جو غلط ہے یہ جملہ مستانفہ کے سلب نصرۃ کو تمام احوال میں بتلانا ہے۔

الابحبل من اللہ یہ استثناء جمع احوال سے ہے عہد کے لئے لفظ حبل استعارہ ہے کیونکہ دونوں کامیابی اور نجات کا باعث ہوتے ہیں اللہ کا امان تو اداء جزیہ کی صورت میں ان کے جان و مال کی حفاظت ہے اور دوسرا امان امام وقت کی طرف سے مفت ہو یا کسی مخصوص

رقم پر، بہر حال دونوں صورتوں میں مسلمانوں کو ان کی پابندی کرنی چاہئے۔

ضربت علیہم الذلۃ چونکہ آنحضرت ﷺ کے معاصر یہود قتل انبیاء کی آبائی فعل پر رضامند تھے اس لئے ان کو بھی جرم اور پاداش میں شریک کر لیا گیا ہے آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذلت و مسکنت کی علت کفر اور قتل انبیاء ہے اور خود کفر کی علت معاصی ہیں گویا ذلت کا سبب السبب معاصی ہیں۔

کعبہ اللہ ثعلبہ بن سعید، اسید بن عبید وغیرہ دوست احباب مراد ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے اور بعض کی رائے ہے کہ اس سے مراد چالیس نصاریٰ نجران اور تیس حبشی اور تیس رومی ہیں جو پہلے عیسائی تھے لیکن سب نے آنحضرت کی تصدیق کی اور بعض انصار جیسے اسعد بن زرارہ، براہ بن معرور، محمد مسلمہ، ابو قیس، صرمہ بن انس وغیرہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہی موحد تھے، غسل من الجنابہ کرتے اور دین حنیف کی جو باتیں ان کو معلوم تھیں ان کو ادا کرتے، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو سب نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کی تائید و نصرت کی۔ قائمہ یہ قام لازم سے ماخوذ ہے بمعنی استفہام ای مستقیمۃ علی طاعة اللہ

اناء الیل انا اس کا واحد انا بروزن عصا ہے اور بعض کے نزدیک معا کی طرح ہے۔ اناء کے معنی ساعات ہیں مراد تہجد ہے اور بعض نے نماز عشاء مراد لی ہے۔ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب یہ نماز نہیں پڑھتے اور مفسر نے یصلون سے تفسیر اس لئے کی ہے کہ تلاوت قرآن سجدہ میں نہیں ہوتی، اس لئے نماز ہی مراد ہے فاعل یتلون سے حال ہے۔

یسارعون یعنی مبادرۃ اور رغبت کے معنی میں بھی آتا ہے اور مفاعلۃ سے مبالغہ کے لئے ہے۔ سرعت اور عجلت میں یہ فرق ہے کہ سرعت کہتے ہیں مناسب اور جائز چیز میں جلدی کرنے کو جس کی ضد ابطاء آتی ہے اور عجلت کہتے ہیں نامناسب چیز میں جلدی کرنے کو اس کی ضد اناء ہے سرعت محمود اور عجلت مذموم ہوتی ہے فرمایا گیا ہے التعجیل من الشیطان

ومنہم من لیسوا کذلک مفسر نے اشارہ کر دیا ہے کہ عادت عرب کی طرف کہ اس کی وجہ سے احد الفریقین کے ذکر پر اکتفاء کر لیا گیا ہے اور دوسرے فریق پر منہم لیسوا کذلک کا ذکر نہیں کیا گیا۔

فی الخیرات بجائے الی کے فی استعمال کر کے اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اصل غیر میں مستقر ہیں اس سے باہر ہو کر اس کی طرف منتہی نہیں ہیں۔

من الصالحین یہود کے قول کا رد ہے وہ کہا کرتے تھے ما امن بہ الا اشرارنا۔ لن یکفروا اصل معنی کفر کے ستر اور چھپانے کے ہیں لیکن معنی منع اور حرمان کے متضمن ہونے کی وجہ سے اس کا تعدیہ و مفعول کی طرف کر لیا گیا ہے۔

رابطہ:..... گذشتہ آیات میں ثبات علی الایمان اور معروفات کی ترویج اور منکرات کی تخریب پر زور دیا گیا تھا، آیت کنتم خیر امة میں اسی کی مزید ترغیب و تاکید ہے کہ تمہارا خصوصی وصف اور مبنی خیریت ہے جب تک اس پر قائم رہو گے سمجھو کہ یہ خیریت پر ہو۔ اس لئے اس میں کمی نہ آنے پائے اس سلسلہ میں تم کو نقصانات اور تکالیف کا خطرہ بھی درپیش ہوگا۔ لن یضروکم میں اس کی طرف سے اطمینان کرایا جا رہا ہے بلکہ ضربت علیہم الذلۃ میں مخالفین اور دشمنوں کے نقصان سے دوچار ہونے کی اطلاع دی جا رہی ہے آیت لیسوا سواء میں بتلایا جا رہا ہے کہ مخالفین میں بھی سب یکساں نہیں ہیں کچھ اچھے بھی تھے جو تمہاری طرف آئے۔

شان نزول:..... امام زاہد کی رائے یہ ہے کہ آیت کنتم خیر امة مالک بن الصنف اور وہب بن الیہود دونوں یہودیوں کے باب میں نازل ہوئی۔ جبکہ ان سے ابن یہود اور ابی بن کعب نے ایک موقعہ پا کر کہا کہ ان دیننا خیر من دینکم ونحن افضل

منکم اس پر تو عیناً یہ آیات نازل ہوئیں۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ اور ثعلبہ بن شعبہؓ اور اسید بن عبید وغیرہ جب ایمان لائے تو بعض علماء یہود اور کفار نے کہا ما امن بمحمد و تبعه الا اشرا رنا ولو كانوا خیارنا ما ترکوا دین ابائهم و ذهبوا الی غیرہ۔ یعنی یہودیت چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے والے ہم میں سے بدترین افراد ہیں۔ اگر یہ لوگ بہترین ہوتے تو اپنے سابقہ مذہب کو کیوں چھوڑتے اس پر آیت ان الذین کفروا نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: امت محمدیہ کا خصوصی اور امتیازی وصف:..... بھلائی کے پھیلانے اور برائی کے مٹانے کے

سلسلہ میں جو بہت آیات و نصوص ہیں یہ آیت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ قرآن کریم میں معروفات اور منکرات کے حدود و اربعہ بتلا کر جامع مانع تعریف کی کوشش نہیں کی گئی کہ وہ ایک محسوس اور بدیہی چیز کو نظری اور غیر محسوس بنا دینا تھا۔ حالانکہ جن چیزوں کی اچھائی متعارف اور کھلی ہو وہی معروفات میں داخل ہیں۔ اسی طرح بُری چیزیں جو سب کو معلوم ہیں وہ منکرات کہلائیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت جعلت امتی خیر الامم سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کنتم میں تمام امت کو خطاب ہے امر بالمعروف کی تقدیم ایمان پر محض فضل و شرف ظاہر کرنے کیلئے ہے اور ایمان باللہ متضمن ہے تمام اجزائے ایمان کو کیونکہ انتقائے جز مستلزم ہوتا ہے انتقائے کل کو اسی طرح امت کی خیریت مستلزم ہے خیریت نبی کو، جس طرح یہ امت تمام امم سے افضل ہے اسی طرح اس کے نبی تمام انبیاء سے افضل ہیں اور وجہ فضیلت وہی امر مشترک تبلیغ دین ہے۔

لما دعی اللہ داعینا للطاعۃ باکرم الرسل کنا اکرم الامم

پھر تمام امت میں حضرات صحابہؓ اول مخاطب ہونے کی وجہ سے سب سے افضل ہیں، اس طرح قصہ اوس و خزرج سے بھی اس کی مناسبت واضح ہے۔ اس امت کی وجہ خصوصیت و فضیلت متعدد ہیں لیکن آیت میں منجملہ ان کے صرف دو کو بیان کیا گیا ہے ایک اچھائی برائی کا احتساب دوسرے ایمان بظاہر ان دونوں وصفوں میں دوسری امتیں بھی شریک ہیں۔ لیکن یہاں دونوں وصفوں کے اعلیٰ افراد مراد ہیں جو اس امت کے خواص مختصہ ہوں۔ چنانچہ احتساب کافر و اعلیٰ تو تغیر بالید ہے جو امت محمدیہ کے ساتھ دو وجہ سے خاص ہے۔ (۱) ایک تو مشروعیت جہاد کی وجہ سے ہے کہ وہ دوسری امتوں میں جائز نہیں تھا۔ (۲) دوسرے عموم دعوت جس کی طرف اخر جت للناس میں توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر پہلی امتوں میں جہاد مشروع تھا بھی تو عموم دعوت نہ ہونے کی وجہ سے جہاد عام نہیں تھا اور امت محمدیہ میں جہاد اپنی انواع کے لحاظ سے بھی عام ہے کہ زبان و قلم سے ہو یا ہاتھ سے ہو، تیر و تفنگ تلوار سے ہو اور افراد کے اعتبار سے بھی عام ہے غرضکہ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام کے ساتھ امت محمدیہ میں پائی گئی ہے، پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اور دوسری وجہ فضیلت ایمان ہے چونکہ شریعت محمدیہ تمام شرائع میں اکمل و اتم ہے الیوم اکملت لکم دینکم الخ کی رو سے اس لئے اس پر ایمان لانا بھی ظاہر ہے کہ اکمل ایمان ہوگا۔

بہترین امت:..... امام فخر الاسلام بزدویؒ اور قاضی بیضاویؒ نے اس آیت سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ اثرات خیرات امت کے ہے۔ نیز الف لام استغراق سے ہر معروف کا آ مر اور ہر منکر کا نا ہی ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان کے اتفاق کو باطل نہ قرار دیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ بحیثیت تمام امتوں میں بہترین امت ہونے کے امت محمدیہ کا نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ نیکی کی ترویج اور برائی کی تخریب کرنے والے ہوں۔ یہ نہیں کہ طاقت و برتری کے جماعتی گھمنڈ اور قومی غرور

کا شکار ہوں کیونکہ یہ بات انسانیت امن و سلام، اخوت و مساوات کے منافی اور اس دعوت عمومی کے مزاج کے برخلاف ہے۔ صرف خیر اور بہتر ہونے پر زور دیا جا رہا ہے جس کی تمام تر روح اخلاقی معنوی محاسن پر مبنی ہے جس جماعت کا نصب العین یہ ہوگا وہ کبھی اس طرح کے مفاسد میں مبتلا نہیں ہوگی۔

بدترین امت: یہود و نصاریٰ سے ایمان و ہدایت کی روح مفقود نہ ہوگئی ہوتی تو وہ آج اس نعمت خیریت کے ضرور مستحق ہوتے لیکن دعوت کی مخالفت میں سب سے زیادہ حصہ آج یہود کا ہے۔ اس لئے وہ غضب الہی کے مستوجب ہو چکے ہیں۔ آج دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں وہ اپنے بل بوتہ پر زندگی بسر کر رہے ہوں، جہاں کہیں بھی پناہ ملی ہے وہ ذلت و نامرادی کی پناہ ہے یعنی کہیں تو اہل کتاب اور اہل جزیرہ ہونے کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا ہوگا جیسا کہ عرب میں اور کہیں حکمران افراد یا قوموں نے محکومیت و طاعت کے قول و قرار پر زندگی کی مہلت دے دی ہے۔ جیسے دوسری جگہوں میں پس ایسی حالت میں ان کی مخالفت سے کیا ڈر ہو بلکہ وہ وقت دور نہیں جب عرب میں ان کی رہی سہی قوت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قومی حکومت میں دوسروں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے کو قرآن عزیز کس نظر سے دیکھتا ہے۔

اہل کتاب کے حق میں قرآن کی یہ پیشن گوئی صحابہ کے زمانہ میں تو اس طرح پوری ہوئی کہ کسی ایک جگہ بھی صحابہ کے مقابلہ میں یہ غالب نہیں آسکے بلکہ مغلوب و مخذول رہے۔ چنانچہ بعضوں کو قتل کیا اور بعض پر جزیہ مسلط کیا گیا اور بعض جلا وطن کئے گئے۔ باقی حضرات صحابہ کے بعد بھی اس پیشن گوئی کا ظہور اس طرح رہا کہ کبھی بھی دنیا کی نظروں میں ان کو اعزاز نصیب نہیں ہو سکا ہے اور ”حبل اللہ“ سے اللہ کی پناہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کتابی صرف عبادت الہی میں اس طرح مشغول ہو کہ اس کو مسلمانوں کی لڑائی بھڑائی سے کوئی واسطہ و مطلب ہی نہ ہو تو اس کو جہاد میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ یہ عبادت آخرت میں اس کے لئے مفید نہ ہو سکے یا نابالغ بچہ ہو یا کتابی عورت ہو۔ یہ سب باتیں گویا منجانب اللہ دستاویز اور فی نفسہ موجب امن ہیں اور بعض حبل اللہ سے مراد اسلام لیتے ہیں یعنی مسلمان ہو کر وہ مامون ہو سکتے ہیں۔

اور جعل من الناس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے معاہدہ یا صلح مسلمانوں کے ساتھ ہو جائے، اس میں اہل کتاب کی تخصیص نہیں ہے۔ تمام معاہدہ، ذمی، مصالح اور وہ لوگ داخل ہو جائیں گے جو امن پسند ہیں اور کسی سے لڑائی بھڑائی نہیں کرتے۔

اچھائی برائی کا معیار قوم کی اکثریت ہوتی ہے: لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام ہی یہود اور اہل کتاب برے ہیں اور کوئی بھی ان میں سے راست باز نہیں ہے کیونکہ سب کا حال یکساں کیسے ہو سکتا ہے؟ اچھے افراد مغلوب اور برے افراد غالب ہی سہی مگر تاہم ان میں کچھ افراد اچھے بھی ہیں۔ اگرچہ وہ آٹے میں نمک کے برابر ہی سہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی جماعت کی نسبت رائے قائم کرنے میں اکثریت کی حالت دیکھی جابجا کرتی ہے نہ کہ خال خال افراد کا حال۔ چنانچہ یہاں یہود کے باب میں رائے قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی یہی اصول پیش نظر ہے۔

اور یہ جو اچھے اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان سب کا فرض ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ شب بیداری، تلاوت قرآن پاک، نماز تہجد، خصوصاً یا عموماً یہ سب نوافل ہیں اور مقصد یہ ہے کہ جب یہ لوگ نوافل تک کے اس قدر یا بند ہیں تو ضرور بات کے تارک کیسے ہو سکتے ہیں؟

مَثَلُ صِفَةٍ مَا يَنْفِقُونَ أَي الْكُفَّارُ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي عَدَاوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ صَدَقَةٍ
وَنَحْوَهَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ حَرًّا وَبُرْدًا شَدِيدًا أَصَابَتْ حَرْثَ زَرْعٍ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ بِالْكَفْرِ
وَالْمَعْصِيَةِ فَأَهْلَكَتَهُ فَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِهِ فَكَذَلِكَ نَفَقَاتُهُمْ ذَاهِبَةٌ لَا يَنْتَفِعُونَ بِهَا وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ بِضِيَاعِ
نَفَقَاتِهِمْ وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾ بِالْكَفْرِ الْمَوْجِبِ لِضِيَاعِهَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
بِطَانَةَ أَصْفِيَاءَ تَطْلِعُونَهُمْ عَلَى سِرِّكُمْ مِنْ دُونِكُمْ أَي غَيْرِكُمْ مِنَ الْيَهُودِ وَالْمُنَافِقِينَ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط
نُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ أَي لَا يَقْضِرُونَ لَكُمْ جُهْدَهُمْ فِي الْفَسَادِ وَدُّوا تَمَنُّوا مَا عَنَيْتُمْ أَي عَنَيْتُمْ وَهُوَ شِدَّةُ
الضَّرِّ قَدِّبَتْ ظَهَرَتْ الْبُغْضَاءُ الْعَدَاوَةُ لَكُمْ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ط بِالْوَقِيعَةِ فِيكُمْ وَإِطْلَاعِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى
سِرِّكُمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ مِنَ الْعَدَاوَةِ أَكْبَرُ قَدِّبْنَا لَكُمْ الْآيَاتِ عَلَى عَدَاوَتِهِمْ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۸﴾ ذَلِكَ فَلَا تُوَالُّوهُمْ هَا لِلتَّنْبِيهِ أَنْتُمْ يَا أَوْلِيَاءَ الْمُؤْمِنِينَ تُحِبُّونَهُمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِنْكُمْ وَصِدَاقَتِهِمْ
وَلَا يَحِبُّونَكُمْ لِمُخَالَفَتِهِمْ لَكُمْ فِي الدِّينِ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ ط أَي بِالْكِتَابِ كُلِّهَا وَلَا يُؤْمِنُونَ
بِكِتَابِكُمْ وَإِذَا لَقُّوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمْ الْأَنَامِلَ أَطْرَافَ الْأَصَابِعِ مِنَ الْغَيْظِ ط
شِدَّةَ الْغَضَبِ لِمَا يَرَوْنَ مِنْ إِيْتِلَافِكُمْ وَيُعَبَّرُ عَنْ شِدَّةِ الْغَضَبِ بِعَضِّ الْأَنَامِلِ مَجَازًا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ تَمَّ عَضُّ
قُلُوبًا مَوْتُوا بِغَيْظِكُمْ ط أَي أَبَقُوا عَلَيْهِ إِلَى الْمَوْتِ فَلَنْ تَرَوْا مَا يَسُرُّكُمْ إِنْ اللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۱۹﴾
بِمَا فِي الْقُلُوبِ وَمِنْهُ مَا يَضْمُرُهُ هَؤُلَاءِ إِنْ تَمَسَّسْتُمْ تُصِيبُكُمْ حَسَنَةٌ نِعْمَةٌ كَتَضَرُّ وَغَنِيمَةٌ تَسُوهُمُ
تَحْزَنُهُمْ وَإِنْ تُصِيبُكُمْ سَيِّئَةٌ كَهَزِيمَةٍ وَجَدِبٍ يَفْرَحُوا بِهَا ط وَجُمْلَةُ الشَّرْطِيَّةِ مُتَّصِلَةٌ بِالشَّرْطِ قَبْلَ
وَمَا يَنْهَمَا إِعْتِرَاضٌ وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ مُتَنَاهَوْنَ فِي عَدَاوَتِكُمْ فَلَمْ تُوَالُّوهُمْ فَاجْتَنِبُوهُمْ وَإِنْ تَصَبَرُوا عَلَى
أَذَاهُمْ وَتَتَّقُوا اللَّهَ فِي مَوَالِيهِمْ وَغَيْرِهَا لَا يَضُرُّكُمْ بِكُسْرِ الضَّادِ وَسُكُونِ الرَّاءِ وَضَمِّهَا وَتَشْدِيدِهَا
كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط إِنْ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ بِالْبَيَاءِ وَالنَّاءِ مُحِيطٌ ﴿۱۲۰﴾ عَالِمٌ قَيْحَازِيهِمْ بِهِ -

ترجمہ:..... مثال (کیفیت) اس مال کی جو خرچ کرتے ہیں (یہ کافر) اس دنیاوی زندگی میں (آنحضرت ﷺ کی عداوت
میں یا بطور صدقہ خیرات کے) ایسے سے جیسے اس ہوا کی مثال کہ جس میں پالا یا لو (ٹھنڈی یا سخت گرم ہوا) ہو کہ پہنچ جائے وہ ہوا ایسے لوگوں
کے کھیت میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (کفر و معاصی کر کے) کہ وہ ہوا اس کھیت کو برباد کر کے رکھ دے (لوگ اس سے نفع نہ
اٹھا سکیں۔ یہی حال ان کے خرچ کرنے کا ہے کہ بالکل بیکار اور ناقابل انتفاع ہے) اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا ہے (ان کے نفقات برباد
کر کے) لیکن یہ خود ہی اپنے کو نقصان پہنچا رہے ہیں (کفر اختیار کر کے جو نفقات ضائع ہونے کا اصل باعث ہے) مسلمانو! ایسا نہ کرو کہ
اپنا ہمارا بنا لو (معمد علیہ کہ تمہارے رازوں تک سے واقف ہو) اپنے آدمیوں کے سوا کسی کو (تمہارے علاوہ یہودی یا منافقین میں سے کسی
کو) یہ لوگ کئی نہیں چھوڑیں گے تمہارے خلاف فتنہ انگیزی میں (یہ منصوب ہے بنزع الجار۔ اصل عبارت اس طرح تھی لا یقصر و ن لکم

جہدہم فی الفساد) پسند کرتے ہیں (اچھا سمجھتے ہیں) یہ لوگ جس بات سے تمہیں نقصان پہنچے (یعنی تمہاری تکلیف اور ضرر کی شدت) ظاہر ہوئی (پسلی) بڑتی ہے دشمنی (عداوت) ان کی باتوں سے (تم میں فتنہ پردازی کرنے اور مشرکین کے واقف اسرار ہونے سے) لیکن جو کچھ دلوں میں (دشمنی) چھپائے ہوئے ہیں وہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہے، ہم نے علامات تم پر واضح کر دی ہیں (ان کی دشمنی کی) بشرطیکہ تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو (اس کی تو ہرگز تم ان سے خصوصیت نہیں برتو گے) دیکھو (ہاں تنبیہ کے لئے ہے) تمہارا حال یہ ہے اے (مؤمنین) کہ تم ان سے دوستی رکھتے ہو (ان سے قرابت اور تعلقات کی وجہ سے) لیکن ان کا حال یہ ہے کہ وہ تمہیں دوست نہیں رکھتے (تم سے دینی مخالفت کی وجہ سے) حالانکہ تم اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان رکھنے والے (یعنی کل کتابوں پر مگر وہ تمہاری کتابوں کو بھی نہیں مانتے) جب بھی وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں لیکن جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف انگلیاں (انگلیوں کے سرے) کاٹ لیتے ہیں شدت غصہ (جوش غضب) میں (تمہارا آپس کا گھٹنا ملنا دیکھ کر جوش غضب کو مجازاً "عض انا مل" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگرچہ حقیقتاً انگلیوں کو کاٹنا نہ ہوتا ہو) آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے جوش غضب میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو (یعنی مرتے دم تک اسی حال میں رہو کہ تمہیں خوشی دیکھنا نصیب نہ ہو) بلاشبہ اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو انسان کے سینوں میں پوشیدہ ہے (جو کچھ دلوں میں سے جملہ ان کے ان کے دلی راز سے باخبر ہے) اگر تمہارے لئے کسی قسم کی بھلائی کی بات ہو جائے (تم کو مل جائے۔ جیسے تائید غیبی اور مال غنیمت کی نعمت) تو انہیں بُرا لگے (رنج پہنچے) لیکن تمہارے لئے اگر کوئی برائی ہو جائے (جیسے شکست یا قحط و تنگی) تو بڑے ہی خوش ہوں (اور دوسرا جملہ شرطیہ پہلے جملہ شرطیہ سے متصل ہے اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ تمہاری دشمنی کی انتہاء تک پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر تم ان سے دوستی کیوں کرتے ہو تمہیں ان سے بچے رہنا چاہئے) اگر تم صبر کرتے رہے (ان کی تکلیفوں پر) اور ڈرتے رہے (اللہ سے ان سے دوستی وغیرہ کرنے میں) تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے (بضر کسر ضا اور سکون راء کے ساتھ اور ضم ضا اور تشدید راء کے ساتھ دونوں طرح ہے) ان کا مکرو فریب کچھ بھی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جیسے کچھ بھی ان کے کرتوت ہیں (یعلمون یا اور تاکہ ساتھ ہے) انہیں گھیرے ہوئے ہے (باخبر ہے اس لئے ضرور ان کو کرنے کا پھل ملے گا)

تحقیق و ترکیب: مثل یہ تشبیہ مرکب ہے اس میں مجموعہ اور خلاصہ پیش نظر ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اداۃ تشبیہ مشبہ بہ سے متصل ہو۔ جیسا کہ مثل الحیوة الدنیا کماء الخ حالانکہ مشبہ بہ حرث ہے منفق کے لئے ماینفقون میں ما موصولہ اور ینفقون صلہ ہے اور عائد محذوف یا ما مصدریہ۔ اول صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہے مثل المال الذی ینفقونہ اور دوسری صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی مثل انفاقہم صر یہ جملہ مبتداء خبر سے مل کر صفت ہے ریح کی محل جر میں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فیہا صرف صفت اور صر اس کا فاعل اور چونکہ جار موصوف پر اعتماد کر رہا ہے اس لئے یہ صورت زیادہ مستحسن ہوگی کیونکہ اوصاف میں افراد ہی اصل ہے۔ صر کے معنی شدۃ برد یا شدۃ حر کے ہیں یعنی پالا یا لُو کی ہو اور صر صر کہتے ہیں شدید الصوت و البرد کو۔ بطانۃ کی تفسیر اصفیاء کے ساتھ کر کے استعارہ تصریحیہ اصل یہ کی طرف اشارہ ہے بطانۃ الثوب اور اصفیاء میں جامع وجہ شبہ شدۃ التصاق ہے۔ بطانہ بالکسر السریہ اور درمیانی کو کورۃ اور بطانہ کے خلاف کو ظہارہ کہتے ہیں۔ یعنی بطانہ استرا و ظہارہ ابرا اور درمیانی کورہ الالو بمعنی کوتاہی کرنا۔ یہ لازمی ہے ایک مفعول کی طرف متعدی بالحر ف ہوتا ہے اور کبھی دو مفعول کی طرف بھی متعدی ہو جاتا ہے جیسے لا الوک نصحا ولا الوک جہذا متضمنین بمعنی منع کے، نبل کے معنی فساد کے ہیں۔

نصب بنزع الخافض یعنی لایالونکم کا کاف منصوب ہے لام حرف جار کے حذف کے ساتھ اور خبالا منصوب ہے فی جارہ کے حذف کے ساتھ اور اس توجیہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہ فعل لازمی ہے جو معنی منع کے متضمن ہونے کی وجہ سے متعدی ہوا۔ ماعنتم ما مصدریہ ہے اور یہ اور ما بعد کے دونوں جملے مستانفہ اور عدم اتخاذاً بطانہ کی علت ہیں۔ اولاء اس سے پہلے یا حرف ندا محذوف ہے۔ مبتداء اور خبر کے درمیان واقع ہے اور اولاء خبر بھی ہو سکتی ہے یعنی انتم اولاء المخاطبون اور تحبونہم سے ان کی غلطی کا بیان ہے یا تحبون کو اولاء کی خبر مانا جائے اور یہ دونوں مل کر انتم مبتداء کے خبر ہو یا حال ہے اور اس میں عامل معنی اشارہ ہے یا اولاء

موصول اور تحبونہم اس کا صلہ ہے اور تؤمنون حال ہے۔

عضوا علیکم نام اور متاسف عاجز چونکہ یہ فعل کرتا ہے اس لئے محاورہ میں اس کے معنی تاسف اور ندامت کے ہیں۔ جیسے اردو محاورہ میں کہتے ہیں ”فلاں مارے غصہ کے بوٹیاں نوچ رہا ہے“ ان تمسکم مس کے معنی حس بالید (ہاتھ سے چھونے) کے ہیں لیکن پھر تشبیہاً مطلق چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ حسنہ سے مراد منافع دنیا اور سینہ سے مضار دینا ہے۔

وجملۃ الشرطیۃ یعنی دوسرا جملہ شرطیہ ان تمسکم پہلے جملہ شرطیہ و اذا لقوکم سے متصل ہے اور قل موتوا الخ درمیان میں جملہ مقررہ ہے لایضربکم ضارب یضرب سے یضرب قرأت ہے ابو عمرو، ابن کثیر، نافع کی اور یضرب قرأت ہے باقی قراء کی۔

کید کہتے ہیں دوسرے کو کسی ناگوار بات میں مبتلا کرنے کی تدبیر مخفی کو۔ یعلمون بصیغہ غائب قراء عشرہ کی قرأت ہے لیکن بصیغہ خطاب تا کے ساتھ قرأت شاذ حسن بصری کی ہے مفسر علام کو اپنی عادت کے مطابق قرأت شاذہ کے لئے قری بصیغہ تملیض کہنا چاہئے تھا۔

رابطہ:..... گذشتہ آیات میں مسلمانوں کی تعریف کے بعد ان الذین سے کافروں کی مذمت بیان کی گئی تھی کہ آخرت میں ان کی اولاد ان کے کام آئے گی اور نہ ان کا خرچ کیا ہو مال کا رآمد ہوگا۔ لیکن کفار کے انفاق فی الصدقات کے بارہ میں شبہ ہو سکتا تھا کہ اگر وہ اتفاقی مصرف خیر میں خرچ کریں جیسے مساکین و غرباء و فقراء یا مختلف فیہ مصرف میں خرچ کریں تو کیا حکم ہوگا؟ اس کو ایک تمثیل کے ذریعہ باطل قرار دیا جا رہا ہے کیونکہ اس کی شرط قبولیت یعنی ایمان مفقود ہے اس کے بعد مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے باخبر اور چوکنے رہنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے اور یا ایہا الذین الخ سے دوستی کی ممانعت کی جا رہی ہے۔

شان نزول:..... آیت ان الذین کفروا یہود قریظ و بنو نضیر یا مشرکین عرب یا عام مشرکین کے باب میں نازل ہوئی۔

آیت مثل الخ میں ان ہی کی تمثیل دی جا رہی ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ ابن اسحاق وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے تخریج کی ہے کہ مسلمان اپنے یہود پڑوسیوں کے ساتھ کچھ تعلقات اور مواصلہ رکھتے تھے اس پر یا ایہا الذین سے تشبیہ کی گئی اور عبد بن حمید کی تخریج یہ ہے کہ یہ آیت مدینہ کے منافقین کے باب میں نازل ہوئی۔ بہر حال دونوں باتیں ممکن ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... اختلاف مذہب کے ہوتے ہوئے آخرت میں اولاد کا کارآمد نہ ہونا:..... آیت

ان الذین الخ میں اگرچہ مال و اولاد دونوں کا بیکار ہونا مذکور تھا۔ لیکن آیت و مثل الخ میں صرف مالی صدقات وغیرہ کا ضائع ہونا مکرر ذکر کیا جا رہا ہے اولاد کا کارآمد نہ ہونا چونکہ بدیہی تھا ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے اس لئے اس کے اعادہ کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا اولاد بھی ماں باپ کی طرح کافر ہوگی، تب تو اس کا بے کار محض ہونا بالکل ظاہر ہے، لیکن اگر اولاد مؤمن ہوئی تو کافر ماں باپ کی صریح دشمن ہوگی، اس لئے ان کے حق میں اس کا ہونا نہ ہونا بھی برابر ہی ہوا۔

تکمیل تشبیہ میں جملہ ظلموا انفسہم کو اگرچہ دخل نہیں ہے کیونکہ ایسی ہوا سے ظالم اور غیر ظالم دونوں کی کھیتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن مبالغہ کے لئے یہ قید لگا دی گئی ہے کہ اگر ظالم نہیں ہوگا یعنی مسلمان ہوگا تو ایسی ہوا سے دنیا ہی میں اس کا کسی قدر نقصان ہوگا تاہم آخرت میں تو فائدہ کی توقع ہے لیکن ظالم اور کافر کے لئے دین و دنیا دونوں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

اہل کتاب کے شدت غضب کے پیش نظر ان سے چوکنے رہنے کی ضرورت ہے:..... قریش کی طرح اہل

کتاب بھی چونکہ مسلمانوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم ان سے چوکنے رہو ان سے خصوصی برتاؤ کر کے ان کو اپنا راز دار اور کار پرداز نہ بناؤ، ان کی دشمنی اور جوش غضب تو اس سے ہی ظاہر ہے کہ تنہائی میں اگر ہوتے ہیں تو اپنی بوٹیاں نوچے ڈالتے ہیں

اور برسر گفتگو ہوتے ہیں تو غصہ ان کی باتوں سے پکا ہوتا ہے دلوں میں جو کچھ آگ بھری ہوئی ہے اور سوزش دروں ہے وہ تو اس سے بھی کہیں زائد ہے، لیکن اگر تمہارے اندر صبر و تقویٰ کی روح پیدا ہو چکی ہے تو مجال نہیں کہ تمہارے مخالف تم پر فتح مند ہو سکیں اور تمہارا کچھ بگاڑ سکیں اگرچہ یہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہی کیوں نہ مر جائیں۔ شان نزول آیت کا اگرچہ خاص ہے لیکن عموم الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے حکم عام ہی رکھا جائے گا۔

غیر مذہب والوں سے خصوصیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنا ہمزاد نہ بناؤ۔ جیسا کہ بیہقی کی حدیث میں ہے اور نہ ان کو اپنے انتظامات میں دخیل بناؤ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی کو کارپرداز دفتر بنانے سے انکار فرما دیا تھا۔

لَطَافٌ آيَاتٍ:..... قد بدت الخ یعنی ان کے دل میں اس درجہ غبار بھرا ہوا ہے کہ باوجود درجہ احتیاط اور زبان سنبھالنے کے کچھ نہ کچھ زبان پر آ ہی جاتا ہے۔ جوش میں کچھ نہ کچھ ابل ہی پڑتا ہے، تنگ ظرف ہونے کی وجہ سے چھلک ہی جاتے ہیں۔ قل موتوا مایوسی کے وقت میں دلخراش کلمہ کہہ کر قطع تعلق کر لینا اخلاقی لحاظ سے نہایت درجہ اثر انداز ہوتا ہے تاہم حد و شرع میں رہ کر اس کی اجازت ہے۔ یہاں بھی خطاب اگرچہ خاص ہے لیکن حکم عام رہے گا۔

ایک اشکال کا حل:..... لایضرکم کے مخاطب اگر صرف حضرات صحابہؓ ہیں تب تو ان کو ان کا نقصان نہ پہنچا سکتا ظاہر ہے لیکن اگر صحابہؓ تعمیر صحابہؓ سب کو یہ حکم عام ہے تب بھی صبر و تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر کہیں اس شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان کا غلبہ ہو گیا ہو تو باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں اگر صبر و تقویٰ کے باوجود کہیں ایسا ہوا کہ مسلمان مغلوب ہو گئے ہوں تو اول تو ایسا بہت ہی کم ہوا ہوگا اور الشاذ کالمعدوم دوسرے امتحان و ابتلاء کی خاطر دانستہ کیا گیا ہوگا تا کہ مسلمانوں کی استقامت اور عظمت اور عزیمت واضح ہو جائے کہ باوجود شکست کے بھی اس طریق پر مستقیم رہتے ہیں۔ اگر ہمیشہ کامیابی ان کے قدم چومتی رہتی تو لوگ یہ سمجھتے کہ دنیاوی منافع اور کامیابی کی خاطر یہ اس دین سے لگے لپٹے رہتے ہیں۔ صرف شریک دسترخوان رہتے ہیں، رفیق بزم ہیں، شیر رزم نہیں۔ اس سے مسلمانوں کی اصل ثبات قدمی نمایاں نہ ہوگی، تیسرے یہ نقصان اور مغلوبیت محض ظاہری ہوتی ہے حقیقی ضرر مخالفین کے ہونے کی صورت میں بھی نہیں ہوتا۔ یعنی حقیقۃً مسلمان ناکام نہیں ہوتے اور مخالفین کامیاب نہیں ہوتے بلکہ ظاہراً ایسا ہوتا ہے کیونکہ اصل نقصان قلبی تشویش اور دل کی پریشانی کا ہوتا ہے لیکن مسلمان رضاء و توکل کی وجہ سے کسی حالت میں بھی متوحش اور پریشان نہیں ہوتے۔ پورے سکون و دل جمعی کے ساتھ رہتے ہیں بلکہ اس ظاہری نقصان سے تہذیب اخلاق حاصل ہوتی ہے اور ثواب اور تقرب خداوندی کی توقع قائم ہوتی ہے، غرضکہ دینی اور دنیاوی ان منافع کی موجودگی میں اس معمولی ضرر کے قابل وقعت نہیں سمجھا جائے گا۔ جیسے ایک فاتح جماعت کے ایک دو آدمی مقتول ہو جائیں تو عظیم الشان کامیابی کے مقابلہ میں مقدار قلیل نقصان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

کمثل ریح سے ثابت ہوا کہ مقبولین کی مصیبت حقیقی نہیں ہوتی بلکہ محض صوری مصیبت ہوتی ہے۔

ان تصبروا میں بھی یہی مضمون ہے کہ مقصود ضرر حقیقی کی نفی ہے نہ کہ ضرر صوری کی کہ فی الحقیقت وہ ضرر ہی نہیں ہے۔

وَ اذْکُرْ يَا مُحَمَّدُ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ تَبَوَّئِ تَنْزِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ مَرَاكِزٍ يَقْفُوْنَ فِيْهَا لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ لِّاَقْوَالِكُمْ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۱﴾ بِاَحْوَالِكُمْ وَهُوَ يَوْمٌ اُحْدٍ خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفِ اَوْ اِلَّا خَمْسِيْنَ رَجُلًا وَالْمُشْرِكُوْنَ ثَلَاثَةُ اَلْفٍ وَنَزَلَ بِالشَّعْبِ يَوْمَ السَّبْتِ سَابِعِ شَوَالٍ سَنَةِ ثَلَاثٍ مِنْ

الْهَجْرَةَ وَجَعَلَ ظَهْرَهُ وَعَسْكَرَهُ إِلَىٰ أَحَدٍ وَسَوَّىٰ صُفُوفَهُمْ وَأَجْلَسَ حَيْشًا مِنَ الرُّمَاهِ وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ
بْنَ جُبَيْرٍ بِسَفْحِ الْجَبَلِ وَقَالَ انْضَحُوا عَنَّا بِالنَّبْلِ لَا يَأْتُونَنَا مِنْ وَرَائِنَا وَلَا تَبْرَحُوا غَلْبِنَا أَوْ نَصِرْنَا إِذْ بَدَلُ مِنْ إِذْ
قَبْلَهُ هَمَّتْ طَائِفَتٌ مِنْكُمْ بَنُو سَلَمَةَ وَبَنُو حَارِثَةَ جَنَاحَ الْعَسْكَرِ أَنْ تَفْشَلُوا تَحِبُّنَا عَنِ الْقِتَالِ وَتَرْجِعَا لِمَا
رَجَعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْمُنَافِقِ وَأَصْحَابُهُ وَقَالَ عَلَامٌ نَقَلُ أَنْفُسَنَا وَأَوْلَادَنَا وَقَالَ لِأَبِي حَاتِمِ السَّلَمِيِّ الْقَائِلِ
لَهُ أَنْشِدْكُمْ اللَّهُ فِي نَبِيِّكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ لَوْ نَعَلِمُ قِتَالَ لَا تَبْعُنَاكُمْ فَتَبَّهُمَا اللَّهُ تَعَالَىٰ وَلَمْ يَنْصَرِفَا وَاللَّهُ
وَلِيَهُمَا^ط نَاصِرُهُمَا وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلَيْتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۲﴾ لِيَشْفُوا بِهِ دُونَ غَيْرِهِ وَنَزَلَ لَمَّا هَزَمُوا تَذْكِيرًا
لَهُمْ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ مَوْضِعَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ^ق بِقِلَّةِ الْعَدَدِ وَالسَّلَاحِ
فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲۳﴾ نِعْمَةٌ إِذْ ظَرَفَ لِنَصْرِكُمْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ تُوْعِدُهُمْ تَطْمِينًا لِقُلُوبِهِمْ
أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمَدِّدَ كُمْ يُعِينَكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ ﴿۱۲۴﴾ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ
بَلَىٰ^ل يَكْفِيكُمْ ذَلِكَ وَفِي الْأَنْفَالِ بِأَلْفٍ لِأَنَّهُ أَمَدَّهُمْ أَوْلَا بِهَا ثُمَّ صَارَتْ ثَلَاثَةً ثُمَّ صَارَتْ خَمْسَةً كَمَا قَالَ
تَعَالَىٰ إِنْ تَصَبَرُوا عَلَىٰ لِقَاءِ الْعَدُوِّ وَتَتَّقُوا اللَّهَ فِي الْمُخَالَفَةِ وَيَأْتُواكُمْ أَيُّ الْمُشْرِكُونَ مِنْ قُورِهِمْ وَقَتِهِمْ
هَذَا يُمَدِّدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۲۵﴾ بِكُسْرِ الْوَاوِ وَفَتْحِهَا أَيُّ مُعَلِّمِينَ
وَقَدْ صَبَرُوا وَأَنْجَزَ اللَّهُ وَعَدَّهُمْ بِأَنْ قَاتَلَتْ مَعَهُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَىٰ خَيْلٍ بَلَىٰ عَلَيْهِمْ عَمَائِمُ صُفْرٍ أَوْ بَيْضٍ
أَرْسَلُوهَا بَيْنَ أَكْتِفَيْهِمْ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ أَيُّ الْإِمْدَادِ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ بِالنَّصْرِ وَلِتَطْمَئِنَّ تَسْكُنَ قُلُوبُكُمْ بِهِ^ط
فَلَا تَجْرَعُ مِنْ كَثْرَةِ الْعَدُوِّ وَقَلْبِكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۲۶﴾ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ
وَلَيْسَ بِكَثْرَةِ الْجُنْدِ لِيَقْطَعَ مُتَعَلِّقٌ بِنَصْرِكُمْ أَيُّ لِيَهْلِكَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْقَتْلِ وَالْإِسْرِ أَوْ
يَكْتِبَهُمْ يُذَلُّهُمْ بِالْهَزِيمَةِ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿۱۲۷﴾ لَمْ يَنَالُوا مَارَامُوهُ وَنَزَلَ لَمَّا كُسِرَتْ رُبَاعِيَّتُهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَجَّ وَجْهَهُ يَوْمَ أَحَدٍ وَقَالَ كَيْفَ يَفْلَحُ قَوْمٌ حَضَبُوا وَجْهَ نَبِيِّهِمْ بِالْدَمِ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ
شَيْءٌ بَلِ الْأَمْرُ لِلَّهِ فَاصْبِرْ أَوْ بِمَعْنَىٰ إِلَىٰ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ بِالْإِسْلَامِ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۲۸﴾
بِالْكُفْرِ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ^ط مَلَكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ الْمَغْفِرَةَ لَهُ
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ تَعْدِيَّتَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾ بِأَهْلِ طَاعَتِهِ

ترجمہ: اور (اے محمد وہ وقت یاد کرو) جب تم صبح سویرے اپنے گھر (مدینہ) سے نکلے تھے، بٹھارے تھے (جمارے تھے)
مسلمانوں کو مورچوں پر (کہ ان اڈوں پر کھڑے رہیں) لڑائی کے لئے اور اللہ تعالیٰ (تمہاری باتوں کو) سننے والے (تمہارے حالات
کو) جاننے والے ہیں (یہ جنگ احد کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ ایک ہزار یا ساڑھے نو سو کی جمعیت اور لاؤ لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں

تشریف لے گئے، مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی۔ سنیچر کے روز، شوال ۳ھ کو آپ ﷺ نے شعب میں پڑاؤ ڈال دیا اور مع لشکر کے اپنی پشت پر اُحد کو رکھا اور لشکر کی صفیں آراستہ کر دیں اور تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں پہاڑ کی گھائی پر بٹھلا دیا اور فرمایا کہ ہمارے مدافعت و حفاظت میں تیر اندازی کے جو ہر دکھلاتے رہنا تاکہ دشمن ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہ ہو جائے، اور خبردار اپنی جگہ سے نہ ہلنا، چاہے ہم مغلوب ہوں یا غالب (یہ اذا پہلے اذا سے بدل واقع ہو رہا ہے) تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کیا تھا (بنو سلمہ اور بنو حارثہ جو لشکر کے دونوں بازو تھے) کہ ہمت ہار دیں (پست حوصلہ ہونے لگے اور عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کے پسا ہو جانے پر اور اس کہنے پر کہ بلا وجہ کیوں ہم خود کو اور اپنی اولاد کو قتل کریں، خود بھی لوٹنے لگے اور ابو حاتم اسلمی نے جب یہ کہا کہ میں تم کو تمہارے اور تمہارے نبی کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں (کہ چھوڑ کر نہ جاؤ) تو ابن ابی نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم واقعی اسے باقاعدہ جنگ سمجھتے تو ضرور ہم ساتھ دیتے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قبیلوں کو جمادیا اور میدان جنگ سے یہ نہیں بھاگے) حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے مددگار (حمایتی) تھے۔ مؤمنین کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں (اس کے علاوہ دوسرے پر اعتماد نہ کریں) مسلمانوں کو جب احد میں شکست ہونے لگی تو ان کو بطور اللہ کی نعمت کے یاد دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان جنگ میں تمہیں فتح مند کر دیا تھا (بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) حالانکہ تم بڑی ہی گری ہوئی حالت میں تھے (افراد و سامان کی کمی کے باعث) پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم (اس کی نعمت کے) قدر شناس بن جاؤ جب (یہ طرف سے نصر کم کا) آپ مسلمانوں سے فرما رہے تھے (ان کے اطمینان قلوب کے لئے وعدہ کرتے ہوئے) کہ کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں کہ تمہاری امداد (اعانت) فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار (تازہ دم) اترے ہوئے فرشتوں کے ذریعہ (لفظ منزلین تخفیف و تشدید کے ساتھ ہے) ہاں (تمہارے لئے یہ مقدار کافی ہے۔ سورۃ انفال میں ایک ہزار کا ذکر ہے۔ اولاً اس تعداد سے مدد کی گئی پھر تین ہزار کر دیئے گئے، پھر پانچ ہزار جیسا کہ فرمایا جا رہا ہے) اگر تم صبر کرو (دشمن کے مقابل جہم رہو) اور ڈرتے رہو (اللہ کی خلاف ورزی سے) اور چڑ آئیں (مشرکین) اس دم (فورا) تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد فرمائے گا۔ پانچ ہزار خاص نشان رکھنے والے فرشتوں سے (لفظ مسومین واؤ کے کسرہ اور فتح کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے بمعنی نشان زدہ۔ چنانچہ حضرات صحابہ نے ثابت قدمی سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی وعدہ پورا فرمایا کہ فرشتے ابلق گھوڑوں پر سوار، زرد اور سفید عمامے باندھے ہوئے جن کے شملے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھٹے ہوئے تھے ان کے ساتھ شریک جنگ ہوئے) اور اللہ تعالیٰ نے (یہ امداد) محض اس لئے کی ہے کہ تمہارے لئے بشارت حاصل ہو (تائید کی) اور تمہارے دل اس کی وجہ سے مطمئن (برقرار) ہو جائیں (کہ تم دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کی وجہ سے گھبرانہ جاؤ) اور نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے ان کی طاقت سب پر غالب اور وہ حکمت والے ہیں (جس کی مناسب سمجھتے ہیں مدد فرماتے ہیں۔ لشکر کی کثرت پر نہیں ہے) تاکہ بیکار کر دے (یہ متعلق ہے لقد نصرکم کے یعنی تمہاری امداد اس مصلحت سے بھی ہے تاکہ برباد کر کے رکھ دے) منکر بن حق کا ایک حصہ (قتل و قید کے ذریعہ) یا انہیں اس درجہ ذلیل و خوار کر دے (شکست دے کر ذلیل کر دے) کہ اٹنے پاؤں پھر جائیں (پلٹ جائیں) تا مراد (مقصد میں ناکام) ہو کر (آنحضرت ﷺ کا دندان مبارک جنگ احد میں جب شہید اور سر اقدس زخمی ہوا اور آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کس طرح فلاح یاب ہو سکتی ہے کہ جس نے اپنے نبی کا سر خون سے خضاب آلود کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی) اے نبی اس معاملہ میں تمہیں کوئی دخل نہیں (بلکہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے تم صبر کرو) حتیٰ کہ (او بمعنی الٰہی ہے) چاہے اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائیں (اسلام کی توفیق بخش کر) اور چاہے تو انہیں عذاب دے دیں کیونکہ یقیناً یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کے لئے ہے (سب اس کے مملوک، مخلوق، بندے ہیں۔ وہ جس کو چاہیں (مغفرت فرمانا) اس کو بخش دیں اور جس کو چاہیں (عذاب دینا) عذاب دے دیں وہ (اپنے دوستوں کو بخشنے والے اور (اپنے فرمانبرداروں پر) رحم فرمانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... اہلک مراد اس سے حضرت عائشہ ہیں جن کے مکان میں آپ ﷺ تشریف لے گئے تھے۔

تَبَوُّیْ بَوَاهِ مِنْزَلًا وَفِيهِ أَنْزَلَهُ تَرْكِيْبٌ فِيْهِ هَالِكٌ مَّرَادُ اس سے حضرت عائشہ ہیں جن کے مکان میں آپ ﷺ تشریف لے گئے تھے۔

بمعنی محل القعود، پھر تو سب مطلق مکان کے معنی میں آنے لگا خواہ قعود نہ ہو۔ جیسے مقام کے لئے قیام لازم نہیں ہے اور یہاں مقاعد سے تعبیر کرنے میں اشارہ ثبوت اور استقامت کی طرف ہے کہ بس میدان جنگ میں جم جاؤ اور گویا بیٹھ جاؤ ٹلنے کا نام نہ لینا۔ اس لئے مراکز سے مفسر علام نے تشریح کی ہے۔

للقنال یا متعلق بتوی کے یا فعل محذوف کے جو مقاصد کی صفت میں واقع ہے۔ مقاعد کے متعلق کرنا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ وہ مکان ہے عمل نہیں کر سکتا۔ سمیع علیم یہ دونوں صیغے اگر مبالغہ کے لئے ہیں اسم فاعل کے ساتھ ملحق تب تو لاقوا لکم بیان ہے تقدیر معمول کا اور لام تقویت کے لئے ہے جیسے کہ ان ربی لسمیع الدعاء میں اس کو صراحتہ ظاہر کر دیا ہے اور اگر یہ دونوں صیغے صفت مشبہ کے ہیں تو پھر مفعول میں ان کا کوئی عمل نہیں ہے۔ سابع شوال یہ مفسر جلال کی رائے ہے۔ روح البیان وغیرہ میں نصف شوال کی تاریخ ہے۔ اذہمت یہ اذ غدوت سے بدل ہے اور مقصود تذکیر کا بیان ہے معصیت کا ارادہ اگر درجہ ”ہم“ میں ہو تو ”کراماً کاتبین“ اس کی کتابت نہیں کرتے۔ اس لئے یہاں صحابہ پر کوئی الزام نہیں بلکہ ”والله وليهما“ سے ان کو سراہا گیا ہے۔ لیکن نیکی کا ارادہ اگرچہ ”ہم“ میں ہو تو اس کو اللہ اپنے فضل و کرم سے نیکی ہی میں لکھوا دیتے ہیں۔ البتہ درجہ عزم ہو تو نیکی اور بدی دونوں لکھی جاتی ہیں۔

مراتب القصد خمس هنا جس ذکر و افحاطر فحدیث النفس فاستمعنا

بلیہ ہم فعزم کلہا رفعت سوی الاخیر فیہ الاخذ قلوبنا

طنائفتان بنو سلمہ تو خزرج کی شاخ ہے اور بنو حارثہ قبلیہ اوس کی۔ یہ دونوں قبیلے آپ ﷺ کے دائیں بائیں فوجی دستوں کی شکل میں تھے اور آپ ﷺ قلب فوج میں۔ ان تفشلاً متعلق ہے ہمت کے کیونکہ متعدی بالباء ہے اصل عبارت بان تفشلاً تھی فشل بمعنی جبن بزدلی، بروزن فرج۔ فشل کسل و ضعف تراخی اور بعض کہتے ہیں الفشل فی الراہ العجز و فی البدن الاعیاء و عدم النهوض و فی الحرب الجبن و الخور تفشل الماء کے معنی پانی پینے کے ہیں و اصحابہ اس کے ساتھ میں تین سو (۳۰۰) منافقین تھے۔ علام نقتل ای علی ای بھی نقتل۔ یعنی یہ کوئی لڑائی نہیں ہے یہ تو خود کو برباد کرنا ہے۔ لابی حاتم۔ بعض نسخوں میں لابی جابر، ہے القائل لہ یہ مجرور ہے ابو حاتم یا ابو جابر کی صفت ہے اور لہ کی ضمیر ابن ابی کی طرف راجع ہے۔

انشدکم ای اسالکم یہ ابو حاتم کا مقولہ ہے، اللہ منسوب بزعم الخافض ہے یعنی وباللہ فی نیکم۔ ای فی حفظہما و قایتہما۔ ولقد نصرکم اس میں مقصود تسلی ہے۔ بدر مکہ و مدینہ کے مابین ایک کنواں تھا جس کو بدر نامی ایک شخص نے بنایا تھا۔ یا ایک خاص جگہ کا نام تھا۔ اذلہ یہ جمع قلت ہے ذلیل کی ذلال جمع کثرت آتی ہے۔ یہاں جمع کثرت کی بجائے جمع قلت لانے میں اشارہ ہے کہ ذلیل بھی ہیں قلیل بھی ہیں۔ جلال محقق نے ذلہ کی تفسیر قلتہ عدد کے ساتھ اس لئے کی تاکہ آیت واللہ العزیز و لرسولہ و للمؤمنین کے معارض یہ آیت نہ رہے۔ مسلمان تین سو تیرہ تھے جن میں سے چھتر (۷۶) مہاجرین اور بقیہ انصار تھے اور ایک یا دو گھوڑے اور ساٹھ (۶۰) اونٹ اور کل چھ (۶) ذر ہیں تھیں۔ حالانکہ کفار کا ایک ہزار کالو ہے میں ڈوبا ہوا لشکر تھا۔

الن یکفیکم لن تاکید یہ اس لئے لائے کہ گویا مسلمان بظاہر اسباب سے بالکل ناامید ہو چکے تھے۔

من فورہم فور مصدر ہے فارت القدر بولتے ہیں ہانڈی کا جوش کرنا، غضب پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے کہ ہانڈی کی طرح آدمی کو کھولا دیتا ہے۔ پھر اول شی پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ پھر مطلق سرعت پر بھی بولا جاتا ہے پھر وہ حال کہ جس میں دیر اور تراخی بالکل نہ ہو یعنی فوراً کے معنی میں آتا ہے بلکہ اردو کا فوراً شاید اسی سے ہے مسومین السومة و السیمة و السمیاء بمعنی العلامة ابو عمرو اور ابن کثیر کی قرأت تو بکسر الواو ہے اور باقی بفتح الواو پڑھتے ہیں۔ اول صورت میں اسم فاعل ای معلمین انفسہم ای بعمامة الصفراء

کما فی تفسیر الکبیر او خیلو لهم بعلوق الصوف الابيض فی نواصیہا و اذنا بہا۔ دوسری صورت میں اسم مفعول ہے اور فاعل اللہ ہے۔ ای معلمین بالقتال من جهة اللہ اور وہ علامات دوسری آیات میں ہیں۔ فاضربوا فوق الاعناق و اضربوا منہم کل بنان۔

بشری لکم بشری مفعول لہ اور استثناء مفرغ ہے۔ ای لشیء من الاشیاء والالبشارۃ اور لکم میں مسلمانوں کو خطاب محض تشریفاً اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ تم اس بشارت کے محتاج ہو اور آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ کی بے انتہاء عنایات کی موجودگی میں اس کی ضرورت نہیں۔ ولتطمئن بشری پر اس کا عطف ہے باعتبار موضع کے لیکن اسم سے فاعل کی طرف عدول کرنا اور حرف تعلیل اس پر داخل کرنا اس نکتہ کے لئے ہے کہ حصول مطلوب طمانیت میں اقوی ہے۔

لیقطع اس کا تعلق ولقد نصرکم سے ہے اور ان دونوں کے درمیان اس کی حقیقت کی تحقیق ہے۔ ای نصرکم اللہ لیہلک اور یہلک کے ساتھ اس کی تفسیر اس لئے کی کہ قرآن کریم میں یقطع جعل اور اختلاف کے معنی میں بھی آتا ہے۔ بدر میں ستر (۷۰) صنادید قریش قتل اور ستر (۷۰) قید ہوئے۔ او یکبتہم اس میں استخدا م ہے کیونکہ مقتول اور منہزم علیحدہ علیحدہ ہیں کبۃ یکبۃ معنی صرعہ و اخزاه و کسرہ و اذلہ یہاں لفظ او تردید کے لئے نہیں بلکہ تنویح کے لئے ہے الخائبین خبیۃ ضد ہے ظفر کی۔

رباعیہ سامنے کے چار دانت، اوپر کے دو شایا علیا اور نیچے کے دو شایا سفلی کہلاتے ہیں۔ ان چاروں میں داہنی طرف کانچے کا دانت پورا نہیں بلکہ اس کا ایک کنارہ شہید ہوا تھا۔ او یتوب معنی الا ان یا الی ان ہے۔ پس یتوب منصوب ہے، باضمار ان لیقطع پر عطف کی وجہ سے نہیں اور الی متعلق ہے مقدر کے۔ اب اس صورت میں کلام کا تعلق لیس لک الخ سے ہو جائے گا۔

رابطہ..... پچھلی آیات میں محاجہ لسانی کا بیان تھا۔ اب ان آئندہ آیات میں دور تک محاجہ لسانی کا ذکر آ رہا ہے۔ اول غزوہ احد کا بیان اذ غدوت میں دوسری غزوہ بدر کا بیان آیت ولقد نصرکم میں کیا جا رہا ہے پھر آگے چل کر غزوہ حراء، الاسد کا بیان آیت الذین استجابوا للہ الخ میں آئے گا۔ نیز ان تینوں واقعات سے گذشتہ دعویٰ بلی ان تصبروا و تتقوا الخ کی تائید بھی مقصود ہے۔

شان نزول:..... جمہور مفسرین کی رائے تو یہ ہے کہ آیت و اذ غدوت غزوہ احد سے متعلق ہے۔ لیکن بعض کی رائے میں اس کا تعلق بدر یا احزاب سے ہے تاہم پہلی بات صحیح ہے۔ ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ کرز بن جابر مشرکین کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اس سے سخت سرا سمگی اور پریشانی پیدا ہو گئی اس پر آیت اذ تقول للمؤمنین الخ نازل ہوئی عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ جنگ احد میں آنحضرت ﷺ نے دعا مانگی شروع کی اللہم العن الحارث بن ہشام۔ اللہم العن صفوان بن امیہ تو اس پر آیت لیس لک من الامر نازل ہوئی۔ لیکن ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کا تعلق ”بیر معونہ“ کے واقعہ کے ساتھ ہے۔ جو ۱۲ھ میں غزوہ احد سے چار ماہ بعد پیش آیا۔ جب آپ ﷺ نے ستر (۷۰) قرا، کو منذر بن عمرو کی سرکردگی میں اس مقام پر روانہ فرمایا اور وہاں دھوکہ سے عامر بن طفیل نے ان سب کو قتل کر دیا تو آنحضرت ﷺ کو سخت رنج و ملال ہوا اور آپ ﷺ نے ایک ماہ تک نام بنام قبیلوں کے لئے بددعا میں فرمائیں..... تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... جنگ احد کی تفصیل:..... بدر میں شکست کھا کر انتقام کے جوش میں مشرکین بے تاب تھے۔

ابوسفیان نے عہد کیا تھا کہ جب تک بدر کا انتقام نہیں لوں گا غسل تک نہیں کروں گا۔ اسی سلسلہ میں اس نے ذی الحجہ ۲ھ میں مدینہ کے قریب جا کر دو شتر سواروں کے ساتھ دھوکہ سے دو مسلمانوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تعاقب کیا گیا لیکن ابوسفیان نکل

گئے تھے غرضکہ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں پیش آتی رہیں۔ یہاں تک وسط شوال ۳ھ بمطابق ۶۲۵ء میں احد کا گرم اور مشہور معرکہ وقوع پذیر ہوا جس کا اثر دُور اور دیر تک رہا۔

واقعہ کی ضروری اور یکجائی تفصیل اس طرح ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل اور دوسرے سرداروں نے ابوسفیان پر زور دیا کہ اگر تم مصارف کا بار اٹھا سکتے ہو تو بدر کا انتقام اب بھی لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آمادگی ظاہر ہونے پر زور و شور سے تیاریاں شروع کر دی گئیں اور ملک میں عام چندہ کیا گیا۔ کنانہ اور تہامہ کے تمام قبائل بھی ساتھ ہو گئے۔ ابوغرہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر جوش و خروش کی آگ لگا دی شام کی تجارت کا پچاس ہزار مثقال سونا اور ایک ہزار اونٹ پورا پورا اس چندہ میں شامل کر لیا گیا اور عورتیں بھی تقویت کے ساتھ آئیں اور بڑے ہی سروسامانی کے ساتھ ابوسفیان کمانڈر اعلیٰ بنائے گئے۔ اس طرح مکہ سے روانہ ہو کر ۴ شوال بروز بدھ مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے صلاح و مشورہ کے لئے انصار و مہاجرین کو جمع کیا۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی رائے تھی کہ لڑائی کے لئے باہر نہ نکلا جائے بلکہ اندر رہ کر حملہ کر دیا جائے، اور آپ ﷺ کی رائے بھی یہی تھی جس کی تائید ایک خواب سے بھی ہو چکی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ابن ابی کی رائے آنحضرت ﷺ کے موافق ہوئی، لیکن صحابہ نے پُر جوش طریقہ پر اس رائے کی مخالفت کی اور باہر نکل کر جنگ کرنے پر آمادگی ظاہر کی یہ سن کر بادل ناخواستہ آنحضرت ﷺ دولت کدہ (غربت کدہ) میں تشریف لے گئے اور مسلح اور ہتھیار بند ہو کر برآمد ہوئے اور فوج کو مارچ کا حکم دے دیا۔ لوگوں نے عرض بھی کیا کہ غالباً آپ ﷺ کی رائے کے خلاف ہم نے کچھ جرأت سے کام لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”نبی کے لئے ہتھیار زیب تن کرنے کے بعد جائز نہیں ہے کہ اس سے پہلے اپنے ہتھیار کھولے کہ اللہ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ کرے“ آخر کار جمعہ کے روز مدینہ سے لشکر اسلام حرکت میں آیا اور ابن ابی مع اپنے تین سو (۳۰۰) ساتھیوں کے دبا دبا یا ساتھ ہولیا اور موقعہ پا کر کھسک گیا۔ دشمن کی تعداد تین ہزار تھی جن میں دو سو سوار اور سات سو زره پوش جوان تھے۔ میمنہ کے رسالدار خالد بن الولید اور میسرہ کا عکرمہ بن ابی جہل تھا اور ناسخ التواریخ کے قول کے مطابق پانچ ہزار کفار کا لشکر تھا جس میں تین ہزار شتر سوار، دو سو اسپ سوار اور سات سو زره پوش پیادہ تھے۔ ادھر مسلمان کل سات سو تھے جن میں کل سو زره پوش اور صرف دو سو تھے۔ مدینہ سے تین میل فاصلہ پر احد کے دامن میں جنگی صفیں آراستہ ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کیساتھ احد کے اس درہ پر تعینات کر دیا جو آپ ﷺ کی اور فوج کی پشت پر تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے مسلمانوں کا گوشت نوج نوج کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے مت ہلنا و ابالسن تزال غالبین ما تبتم مکانکم ۷ یا ۱۵ اشوال سینچ کے روز لڑائی شروع ہوئی۔ اول حضرت زبیر نے اپنے دست کو لے کر حملہ کیا اور قریش کے میمنہ کو شکست دے دی پھر عام جنگ ہونے لگی۔ حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہم فوج میں گھس پڑے۔ ان کے مشہور بارہ سرداروں میں سے آٹھ علمبردار حضرت علیؑ نے تہ تیغ کر دیئے اور باقی اوروں نے اور ان کی صفیں الٹ دیں۔

جنگ میں مسلمانوں کی ناکامی کی بنیاد:..... غرضکہ کامیابی ان کے قدم چومنے لگی تھی کہ کچھ لوگ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تیر اندازوں نے خیال کیا کہ اب معرکہ ہو چکا، اس لئے وہ بھی لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور مورچہ خالی چھوڑ دیا۔ بس مورچہ کا..... چھوڑنا ہی غضب ہو گیا کہ خالد نے جو اس وقت تک حضرت خالد نہیں ہوئے تھے اور اپنے رسالہ کے کماندار تھے دفعۃً نہایت زور و شور کے ساتھ فوج کے عقب سے حملہ کر دیا عام مسلمانوں کی توجہ دوسری طرف بٹ چکی تھی اس اچانک حملہ کی تاب نہ لاسکے اور ناگہانی آفت کو نہ روک سکے۔ نقشہ جنگ میں یہ گھائی نہایت اہمیت رکھتی تھی اور گویا میدان جنگ کی جان تھی۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے بڑی شد و مد سے اس مورچہ کی حفاظت کا حکم دیا تھا۔ لوگ یہ سمجھے کہ مقصد جب حاہمل ہو گیا اب بلا ضرورت یہاں خالی ہاتھ کھڑے رہنے سے

بہتر ہے کہ مال غنیمت جمع کرنے کا ثواب بھی لگے ہاتھوں حاصل کر لیا جائے کہ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہو جائے اس لئے دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ صرف عبداللہ بن جبیرؓ اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت مورچہ پر ڈٹے رہے لیکن خالد کا ریلہ نہ روک سکے اور مورچہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا۔ اب آگے کفار، پیچھے بھی کفار۔ آنحضرت ﷺ پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ ہوئی یہاں تک کہ دندان مبارک ایک ریزہ شہید ہو گیا، پیشانی پر زخم آیا، رخساروں پر مغفر کی کڑیاں گھس گھس گئیں، اور اسی افراتفری میں ایک گڑھے میں گر کر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اسی غل غپاڑہ میں کسی نے پکار دیا کہ رسول اللہ (خاکم بدہن) شہید ہو گئے اس وحشت ناک خبر نے مسلمانوں کے رہے سے ہوش و حواس اور ثبات و استقلال کو متزلزل کر کے رکھ دیا اور جو جہاں تھا وہیں سر اسیمہ ہو کر رہ گیا۔ باسثناء چند حضرات کے سب کے پیر اکھڑ گئے جو ان خطرات اور آفات کی موجودگی میں ان حضرات کی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کے باوجود ظاہر ہے کہ اسباب کے درجہ میں مستبعد نہیں ہے۔

آڑے وقت کے ساتھی:..... اس موقع پر آنحضرت کے ساتھ اخیر دم تک کتنے صحابہ ثابت قدم رہے، اس میں اختلاف ہے۔ صحیح مسلم کی روایت حضرت انسؓ سے یہ ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی ساتھی سات (۷) انصارؓ اور دو (۲) قریشیؓ سعدؓ اور طلحہؓ رہ گئے تھے اور بیہوشی اور نسانی میں حضرت طلحہؓ کے علاوہ گیارہ انصار کا ہونا ذکر کیا ہے۔ محمد بن سعدؓ نے چودہ حضرات کا نام لیا ہے اور روایتیں بھی مختلف ہیں حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن وقاصؓ، طلحہ بن عبداللہؓ، زبیر بن العوامؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ وغیرہ حضرات یقیناً آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ شروع میں مسلمانوں کے سر اسیمہ ہونے کی وجہ سے تعداد کم تھی لوگ ادھر ادھر پھیل گئے تھے اور جو جہاں تھا وہیں رہ گیا، لیکن پھر آہستہ آہستہ جوں جوں موقع ملتا رہا لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔

جانثار صحابہ!..... آنحضرت ﷺ کی وفات کی غلط خبر جو گرم ہوئی تو تین طرح کے لوگ ہو گئے۔ کچھ لوگ تو ایسے سر اسیمہ ہوئے کہ انہوں نے مدینہ سے ادھر دم نہیں لیا اور کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے بعض لوگوں نے مایوس ہو کر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ؟ طبریؒ نے روایت کی ہے کہ اس موقع پر جب انس بن نصرؓ نے حضرت عمرؓ اور طلحہؓ اور چند مہاجرینؓ اور انصارؓ کو دیکھا کہ مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو پوچھا کہ بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تو شہادت پالی ہے۔ انسؓ بولے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ تم بھی ان ہی کی طرح لڑ کر جان دے دو یہ کہہ کر کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہادت پالی۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ انس بن نصرؓ اس وقت میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر کیا گزری؟ میں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ شہید ہو گئے ہیں، انسؓ نے کہا رسول اللہ اگر شہید ہو گئے تو اللہ تو زندہ ہے، یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور اس قدر لڑے کہ شہادت حاصل کر لی ابن ہشامؒ میں ہے کہ حضرت انسؓ نے اس واقعہ میں ستر (۷۰) زخم کھائے۔

خالد ایک دستہ فوج لے کر آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ اس وقت تیس (۳۰) صحابہ کے ساتھ پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے۔ خالد کو آتا دیکھ کر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں۔ حضرت عمرؓ نے چند مہاجرینؓ اور انصارؓ کے ساتھ آگے بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور ان کو ہٹا دیا۔ ابوسفیانؓ سپہ سالارِ قریش نے درہ کے قریب پہنچ کر لکارا کہ اس گروہ میں محمد ﷺ ہیں یا نہیں؟ آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے پھر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا نام لے کر پکارا کہ یہ دونوں ہیں یا نہیں؟ لیکن جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو کہنے لگا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے، حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا پکارا ٹھے کہ دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا

اعل ہبل یعنی اے ہبل بت زندہ باد، آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جو اب دو اللہ اعلیٰ واجل کہ خدا بلند و برتر ہے۔

بنو سلمہ اور بنو حارثہ کا واقعہ صحابہؓ کی سر بلندی کا ثبوت ہے: اذہمت طانفتان میں بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے جن گروہوں کا ذکر ہے عبد اللہ اور اس کے تین سوسا تھیوں کے میدان جنگ سے پسپا ہونے کی وجہ سے ان کے پیر بھی کچھ اکھڑنے لگے تھے اور ان میں پست ہمتی پیدا ہونے لگی تھی۔ اور واپسی کا وسوسہ گزرنے لگا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور وہ وسوسہ دور کر دیا۔ اس عنایت آمیز عتاب میں بھی کیسی بشارت موجود ہے کہ جرم کی خفت و لقمہ ہمت سے بتلائی کہ واپسی نہیں ہوئی بلکہ صرف واپسی کا وسوسہ پیدا ہوا۔ اس لئے ہماری ولایت سے خارج نہیں ہوئے چنانچہ اسی لطف آمیز شکایت کی وجہ سے یہ حضرات اس عتاب سے کبیدہ خاطر یا رنجیدہ نہیں تھے۔ کیونکہ اس کے ساتھ واللہ ولیہما بھی فرمایا گیا ہے وہ جس کو اپنا کہہ دیں اس کی نازش و افتخار کا کیا پوچھنا؟

معمر کہ بدر: ولقد نصرکم اللہ میں واقعہ بدر کے ضمن امداد نبی اور تائید الہی کا تذکرہ ہے۔ یہ مشہور معرکہ ۲ھ بمطابق ۶۲۴ء میں اس طرح پیش آیا کہ ابوسفیان سردار قریش مشترک مال تجارت لے کر شام سے واپس آ رہے تھے کہ مسلمانوں کے حملہ کی غلط خبر سن کر قریش کے پاس قاصد بھیجا جس سے مسلمانوں کی خلاف تمام مکہ امنڈ آیا۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر تین سو آدمیوں کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے، عام مؤرخین کا خیال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مدینہ سے نکلنا صرف ابوسفیان کے قافلہ کو لوٹنے کے لئے تھا۔ لیکن واقعہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ابوسفیان کے ساتھ صرف چالیس آدمی تھے اور وہ نہتے، جنگی ارادہ سے جن کا سفر نہیں تھا کہ ہتھیار بند ہوں ادھر آنحضرت ﷺ تین سو بہادروں کے ساتھ نکلے تھے۔ قرآن کریم نے سورۃ انفال میں جہاں اس واقعہ کی تصویر کما اخرج جگ ربثک الخ کے الفاظ کے ساتھ کھینچی ہے وہاں صحابہؓ کے ہچکچانے کو موت کے منہ میں جانے سے تعبیر کیا ہے۔ پس چالیس نہتے آدمیوں کے مقابلہ میں تین سو بہادر صحابہؓ کو موت کے منہ میں جانے سے تعبیر کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے معلوم ہوتا ہے ارادہ کچھ دوسرا ہی تھا۔

بہر حال ۸ رمضان ۲ھ کو آنحضرت ﷺ تین سو تیرہ (۳۱۳) اصحابؓ کے ساتھ جن میں تیرا سی (۸۳) مہاجرین اور باقی انصارؓ تھے۔ لشکر طالوت جو لشکر جالوت کے مقابلہ میں نکلا تھا اس کا عدد بھی تین سو تیرہ (۳۱۳) تھا۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے قریش کی فوج ساڑھے نو سو (۹۵۰) کی جمعیت تھی جن میں بڑے بڑے سورما شریک تھے۔ مدینہ منورہ سے چھ منزل پر بدر میں ۷ رمضان ۲ھ کو یہ پہلا معرکہ حق و باطل گرم ہوا۔ آپ ﷺ نے دعا کی کہ خدایا اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا میں تو حید کی منادی کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ چنانچہ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمانوں میں صرف چودہ (۱۴) آدمی شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ قریش کی طرف ستر مقتول اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ مقتولین میں ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ اور بڑے بڑے بہادر تھے جو کام آئے۔ وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت کے قتل کی سازش میں شریک تھے ان میں سے گیارہ مارے گئے۔ تین جو بچے وہ اسلام لے آئے اس طرح مکہ میں کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور جو لوگ زندہ گرفتار ہوئے ان کی تعداد بھی کم و بیش ستر (۷۰) تھی۔ جن میں قریش کے بڑے معزز سردار بھی تھے۔ ایک روز پہلے آنحضرت ﷺ نے میدان جنگ ملاحظہ فرما کر کہا تھا کہ کل انشاء اللہ فلاں کافر اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہوں گے۔ گرفتار ہونے والے میں حضرت عباس، حضرت عقیل، ابوالعاص بن الربیع، ولید بن الولید تھے۔ ان سرداروں کا اس طرح ذلت کے ساتھ گرفتار ہو کر آنا ایک عبرت انگیز سامان پیدا کر رہا تھا جس سے مسلمانوں کے دل پر اثر ہوا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مبارکہ حضرت سودہؓ کی نظر جب ان قیدیوں پر پڑی تو بے اختیار بول اٹھیں اعطیتکم ہلا متکم کراما یعنی گرفتار ہونے سے شریفیوں کی طرح مرجانا تمہارے لئے بہتر تھا۔ آپ ﷺ نے ان میں سے بعض سے مالی فدیہ لے کر چھوڑ دیا اور پڑھے لکھے اسیروں

کا تاوان یہ مقرر ہوا کہ وہ انصاری بچوں کو تعلیم دیں اور لکھنا سکھلا دیں جنگ بدر کا نام ”یوم الفرقان“ رکھا گیا ہے۔ جس نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے رکھ دیا۔

فرشتوں کی کمک یا غیبی امداد:..... خدائی فوج (ملائکہ) کی امداد کے سلسلہ میں تین وعدے کئے گئے ہیں ایک ہزار کا، تین ہزار کا، پانچ ہزار کا۔ سوان تینوں وعدوں کا ایک سبب تو مشترک ہے یعنی صبر و تقویٰ جو آیت بالابلی ان تصبروا و اتقوا میں بھی بیان کیا گیا ہے لیکن تینوں کے علیحدہ علیحدہ اسباب بھی ہیں۔ مثلاً اول کا سبب سورۃ انفال میں استغاثہ اور دعا کا ہونا بتلایا گیا ہے۔ دوسری امداد کا سبب خود جلال محقق نے کرز بن جابر محاربی کی طرف سے کمک پہنچنے کی خبر سے مسلمانوں کا سراسیمہ اور پریشان ہونا ذکر کیا ہے اور تیسری امداد کا باعث خود آیت میں صبر و تقویٰ مذکور ہے تاہم اس میں اختلاف ہے کہ آیا تیسرا وعدہ پورا ہوا ہے یا نہیں؟ شععی کی رائے یہ ہے کہ یہ وعدہ مشروط تھا۔ یاأتوکم من فودھم کے ساتھ اور چونکہ کرز بن جابر کی طرف سے کمک نہیں پہنچ سکی اس لئے ایفاء وعدہ کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا لیکن جن لوگوں نے اس کو مشروط وعدہ نہیں بلکہ مطلق وعدہ پر محمول کیا ہے تاکید و مبالغہ کے لئے وہ اس کا ایفاء مانتے ہیں۔

تینوں وعدوں کا ایفاء:..... نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ تین ہزار کے وعدہ میں پہلا ہزار اور پانچ ہزار کے وعدہ میں ایک ہزار اور تین ہزار بھی داخل ہیں یا ان کے علاوہ تعداد مراد ہے۔ اور لطیفہ اس خاص تعداد میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کافر ایک ہزار تھے۔ اس لئے ایک ہزار فرشتے مقرر کئے گئے، پھر مسلمانوں کی نسبت کافروں کے تین گنا ہونے کی وجہ سے یہ عدد تین گنا کر دیا گیا کہ کافروں سے تین گونہ رہے پھر لشکر کے پانچوں حصوں، مقدمہ، میمنہ، قلب، میسرہ، خلف کے لحاظ سے ہر حصہ کے مقابلہ میں ایک ایک ہزار کر دیا گیا۔ عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ مدینہ میں چونکہ حضرت زبیر کا عمامہ زرد تھا اس لئے ملائکہ بھی زرد عماموں کے ساتھ آئے اور ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ بدر میں ملائکہ سفید عمامہ میں تھے۔ جن کے شملے مابین اللکھین پڑے ہوئے تھے۔ لیکن دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت جبریل کا عمامہ زرد اور باقی کے سفید ہوں گے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کو عمامہ کے پیروں جا سارنگ معلوم ہوا اور حضرت علیؑ کو سفید صوف کا اور حضرت زبیر کو زرد اور حضرت ابو دجانہ کو سرخ معلوم ہوا اور احد میں فرشتوں کا امداد کے لئے آنا کسی قوی دلیل سے ثابت نہیں اور یوں حفاظتی طور پر ساتھ رہنا دوسری بات ہے۔

مقصد مقام:..... حاصل آیات کا یہ ہے کہ احد میں مسلمانوں کی امداد غیبی سے محرومی کے دو سبب ہیں۔ ایک غزوہ بدر میں اساری بدر کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا جو تمہارے تقویٰ کے شایان شان نہیں تھا اور جس کے باعث نقصان ہونے کی اطلاع پہلے دے دی گئی تھی۔ دوسرے خاص غزوہ احد میں مورچہ سے ہٹ کر حکم عدولی کرنا اور ڈسپلن قائم نہ رکھنا سبب ہوا غرضکہ بدر میں جس طرح کامل اطاعت اور تقویٰ کی برکت سے منصور و مظفر ہوئے اسی طرح احد میں صبر و تقویٰ میں اختلال سابق و لاحق کی نحوست سے فتح مند نہیں ہو سکے۔

کیفیت نصرت:..... فرشتوں کے نزول کی غرض جو آیات سے معلوم ہوتی ہے یعنی مسلمانوں کے دل کو سکون و طمانیت بخشنا قرآن کے اس صریحی بیان کے بعد اس پر کسی طرح کا شبہ واقعہ نہیں ہوتا، رہا یہ کہ طریق سکون بخشی کیا تھا؟ سو ممکن ہے کہ باطنی تصرف سے جیسے کہ ابتداء وحی میں آنحضرت ﷺ پر تصرف جبرئیلی کیا گیا تھا اور جیسا کہ بعض مشائخ تصوف کے یہاں یہ تصرف معمول بہا ہوتا ہے۔ قلوب مؤمنین میں قوت تثبیت پہنچا دی گئی ہو اس لحاظ سے نہ فرشتوں کا نظر آنا ضروری ہے اور نہ یہ شبہ رہتا ہے کہ اس طرح تو ایک

ہی فرشتہ سب کو ہلاک کر سکتا تھا۔ پھر تین ہزار کی کیا ضرورت تھی؟ در آنحالیکہ پھر بھی ملائکہ نے سب کفار کو ہلاک نہیں کیا نیز یہ شبہ بھی نہیں رہتا کہ فرشتوں کے بل بوتہ پر جنگ کرائی گئی تو صحابہ کی خوبی اور کمال کیا رہا اور کفار کی شکست کیوں قابل ملامت ہوئی؟

مقصد نصرت: کیونکہ قرآن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی غرض فرشتوں کے شریک جنگ کرنے سے ان کو شریک قتل کرنا نہیں تھا۔ بلکہ محض دلجمعی اور ڈھارس بندھانے کی خاطر ایسا کیا گیا۔ اس لئے اتنی تعداد رکھی گئی اور اس لئے پہلے سے ان کی آمد کی اطلاع دے دی گئی تاکہ اطمینان و خوشی کی لہر دوڑ جائے اور دل جوش سے لبریز ہو جائیں اور فی الحقیقت تائید و نصرت فرشتوں سے نہیں ہوئی کہ یہ کام دراصل خداوند قدوس کا ہے، وہی کارساز ہیں، انسان چونکہ محسوسات کا عادی ہے اس لئے برائے نام فرشتوں کو بہانہ بنا دیا گیا اور اس لئے ایک آدھ فرشتہ ایک آدھ صحابی کو دکھلا بھی دیا گیا اور ”اقدام حیزوم“ کلمات جبریلی ایک آدھ کو سنوادئے گئے بلکہ فاضربوا فوق الاعناق کی رو سے ایک آدھ کافر کا سر بھی الگ کر کے دکھلادیا گیا تاکہ عین الیقین اور دیکھ کر پوری طرح شرح صدر ہو جائے ورنہ اصلی کام فرشتوں کا فثبتوا الذین امنوا ہی تھا۔

فرشتے اور جنات بھی شریک قتال ہوئے یا نہیں؟ رہا یہ شبہ کہ جنات بھی شریک جنگ ہوئے یا نہیں؟ اگر تھے تو دونوں کے ساتھ یا ایک کے ساتھ؟ سوتینوں صورتیں ممکن ہیں۔ (۱) کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی چونکہ مؤمن و کافر ہیں اس لئے اور دوسرے احکام کی طرح جہاد کے بھی مکلف ہوں اور دونوں صفوں میں شریک جنگ و قتال رہے ہوں اور انسانوں نے انسانوں اور جنات نے جنات سے قتل کیا ہو۔ (۲) یا صرف مسلمانوں کے ساتھ مکلف ہونے کی وجہ سے مؤمن جنات شریک جہاد رہے ہوں۔ مگر ملائکہ کی طرح محض تقویہ اور تصرف بالحق کے لئے نہ کہ قتال کے لئے اس صورت میں آیات میں ان کا عدم ذکر عدم واقعی کو مستلزم نہیں ہے۔ خطاب میں اصل انسان ہیں جنات ان کے تابع ہیں جیسا کہ اصل خطاب مردوں کو کیا گیا ہے عورتیں ان کے تابع کبھی گئی ہیں۔ (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ کسی طرف بھی جنات شریک نہ ہوئے ہوں۔ رہا ان کے مکلف ہونے کا معاملہ یا تو وہ احکام جہاد ہی کے مکلف نہ ہوں اور ہوں بھی تو آپس میں ہوں، انسانوں کے ساتھ یا ان کے مقابلہ پر نہ ہوں۔

لطف آیت: آنحضرت ﷺ کا قبیلہ رعل و ذکوان و عصبہ یا دوسرے کفار کے حق میں بددعا فرمانا محض اپنے اجتہاد کی وجہ سے تھا۔ اس سلسلہ میں پہلے کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے عصمت کے بارے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ آیت لیس لک من الامر کا منشا یہ ہے کہ جب تک حق تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر کسی کے کفر کا علم نہ کرادیا جائے۔ ہر وقت اس کے مسلمان ہونے کا احتمال رہتا ہے چنانچہ اس کے بعد بعض لوگ مسلمان ہوئے بھی اس لئے ایسی صورت میں بددعا کب مناسب ہے، نیز مشیت الہی کے بغیر کوئی تدبیر بھی مؤثر نہیں ہے اس لئے اس کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے کیونکہ زیادہ فکر اصلاح ہی سے غم و غصہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا علاج صبر ہے اور حاصل صبر کا ناگوار بات کو پی جانا ہوتا ہے۔ لیکن جب کفار مسلمان ہو جائیں گے یا ہلاک و برباد ہو جائیں گے تو یہ دونوں صورتیں آپ کے عین منشاء ہیں۔ اس لئے ناگواری ختم ہو کر صبر کی انتہاء ہو جائے گی یعنی اس کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اذہمت الخ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کا وسوسہ حدیث النفس اور ہم کے درجہ میں ولایت کے منافی نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً بِأَلْفٍ وَدُونِهَا بَأْسٌ تَزِيدُوا فِي الْمَالِ عِنْدَ حُلُولِ
الْأَجَلِ وَتَوَخَّروا الطَّلَبَ وَاتَّقُوا اللَّهَ بَرَّكَةً لَكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۱۳۰﴾ تَفُوزُونَ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ
لِلْكَافِرِينَ ﴿۱۳۱﴾ أَنْ تُعَذِّبُوا بِهَا وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوا بِوَابِ دُونِهَا
إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ أَي كَعَرْضِهِمَا لَوْ وَصَلْتِ إِحْدَاهُمَا
بِالْأُخْرَى وَالْعَرْضُ السَّعَةُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۳﴾ اللَّهُ بِعَمَلِ الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْمَعَاصِي الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي
طَاعَةِ اللَّهِ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ أَي الْيُسْرِ وَالْعُسْرِ وَالْكُظْمِينَ الْغَيْظَ الْكَافِينَ عَنِ امْتِصَاتِهِ مَعَ الْقُدْرَةِ
وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ أَي التَّارِكِينَ عُقُوبَتَهُ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۴﴾ بِهَذِهِ الْأَفْعَالِ أَي
يُشَبِّهُهُمْ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً ذَنَبًا قَبِيحًا كَالزَّنَا أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَادُونَهُ كَالْقَبْلَةِ ذَكَرُوا اللَّهَ أَي
وَعِيدَهُ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ أَي لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ تَعْنَى وَلَمْ يُصِرُّوا يُدِيمُوا عَلَى مَا فَعَلُوا
بَلْ إِقْلَعُوا عَنْهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۵﴾ أَلِ الَّذِي آتَوَهُ مَعْصِيَةَ أَوْلِيكَ جَزَاءُ هُمْ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّةٌ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ حَالٍ مُّقَدِّرَةً أَي مُقَدِّرِينَ الْخُلُودَ فِيهَا إِذَا دَخَلُوهَا وَنِعْمَ أَجْرُ
الْعَمَلِينَ ﴿۱۳۶﴾ بِالطَّاعَةِ هَذَا الْآجِرُ

ترجمہ: مسلمانو! سود کی کمائی سے اپنا پیٹ نہ بھرو۔ دگنا چوگنا کر کے (لفظ مضاعفہ الف کے ساتھ اور بغیر الف کے ہے اس
مال کے بڑھنے کی صورت یہ ہے کہ مدت ختم ہونے پر مطالبہ کو تو مؤخر کر دیا جائے اور سودی رقم میں اضافہ کر دیا جائے) اور اللہ سے ڈرو
(اس کے چھوڑنے کے سلسلہ میں) توقع ہے کامیاب ہو جاؤ گے (نجات پا جاؤ گے) اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی
گئی ہے (لہیں تم کو اس میں عذاب نہ دیا جائے) اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو امید یہ ہے کہ رحمت الہی کے مستحق ہو جاؤ
گے اور دوڑو (یہ واو کے ساتھ اور بغیر واو کے ہے) اپنے پروردگار کی بخشائش کی طرف۔ نیز جنت کی طرف جس کے پھیلاؤ کا حال یہ ہے
کہ تمام آسمان و زمین کے برابر ہے (یعنی ان کے پھیلاؤ کے برابر ہے۔ اگر ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر پھیلا یا جائے اور عرض کے
معنی کشادگی کے ہیں) جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے (جو اللہ کی طاعات بجالانے والے اور نافرمانی سے بچنے والے ہیں) جن کے
اوصاف یہ ہیں کہ خرچ کرنے والے ہیں (اللہ کی طاعت میں) خوشحالی یا تنگ دستی (یعنی سہولت ہو یا تنگی) غصہ کو قابو میں رکھنے والے
ہیں (قدرت ہوتے ہوئے اس کے مقتضی پر عمل نہیں کرتے) اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں (لوگوں پر ظلم کرنے والوں کی سزا
سے درگزر فرماتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ نیک کرداروں کو پسند کرتے ہیں (اس طرح کے نیک کام کرنے والوں کو ثواب عطا کرتے ہیں)
نیز وہ لوگ ہیں کہ ان سے جب کبھی کوئی سخت برائی کی بات ہو جاتی ہے (زنا جیسی بدترین برائی) یا اپنی جانوں کو آلودہ معصیت کر لیں
(فاحشہ سے کم درجہ کی برائی جیسے بوسہ وغیرہ لے لینا) تو فوز اللہ (کی وعید) کی یاد ان میں جاگ اٹھتی ہے۔ پس اللہ سے وہ اپنے
گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور کون ہے (کوئی نہیں) بجز اللہ کے جو گناہوں کی مغفرت فرماوے اور الصرار (جماد) نہیں کرتے
جو کچھ ان سے سرزد ہو گیا ہے (بلکہ اس سے ہٹ جاتے ہیں) یہ جان بوجھ کر (کہ جو کچھ ان سے سرزد ہوا ہے وہ معصیت ہے) یہی لوگ

ہیں جن کے لئے ان کے پروردگار کی طرف سے عفو و بخشش کا اجر ہے اور ایسے باغات ہیں جن کے پائیں نہریں جاری ہیں، ہمیشہ وہ ان ہی باغوں میں رہیں گے (جب ان میں داخل ہو جائیں گے خالد بن حال مقدرہ ہے تقدیر عبارت ایسے ہے مقدر بن الخلود) اور کیا ہی اچھا بدلہ ہے جو (طاعت کے) کام کرنے والوں کے حصہ میں آئے گا (یہ بدلہ)

تحقیق و ترکیب:..... بواو و دونہا یعنی و سار عوا جملہ اطیعوا پر معطوف ہونے کی صورت میں اور یا صرف سار عوا جملہ مستانفہ ہونے کی ترکیب پر عرضہ مرض کی تخصیص مبالغہ کے لئے ہے کہ جب چوڑائی اتنی ہے تو لمبائی کا کیا پوچھنا۔ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ باقی یہ شبہ کہ جب جنت آسمانوں میں ہے تو پھر اس کی چوڑائی کا آسمان وزمین کے برابر ہونے کا کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ جنت آسمانوں کے اندر نہیں ہے بلکہ آسمانوں سے اوپر عرش کے نیچے ہے۔ چنانچہ حدیث میں فردوس کے متعلق ہے کہ انہا فوق السموات وتحت العرش ہاں البتہ باب جنت آسمانوں میں ہونے کی وجہ سے مجازاً جنت کو آسمانوں میں کہہ دیا جاتا ہے۔ کعرضہا مفسر علام نے اشارہ کر دیا ہے کہ عبارت بخلاف المضاف ہے اور اداة تشبیہ بھی محذوف ہے۔ چنانچہ سورہ حدید میں عرضہا کعرض السماء والارض ہے اس میں اختلاف ہے کہ تشبیہ حقیقی ہے یا نہیں۔

والعرض السعة یعنی عرض یہاں بمعنی چوڑائی مستعمل نہیں ہے بلکہ بمعنی کشادگی ہے۔ عرب بولتے ہیں بلاد عریضة اور بولتے ہیں هذا دعوی عریضة۔ ای واسعة عظيمة اب کسی سوال و جواب کی ضرورت ہی نہیں ہے متقی سے مراد اگر اتقاء عن الشرك ہے تو عاقبت کار جنت کا مستحق ہوگا اور اتقاء من المعاصی ہے تو بلا عقوبت مستحق جنت ہوگا۔

والکاظمین۔ کظم القربة کہتے ہیں مشک بھر کر بند کر دی جائے کظم الغیظ غصہ کو پی جانا، ضبط کرنا، ارشاد نبوی ہے من کظم غیظاً وهو یقدر علی انفاذہ ملاء اللہ قلبہ امناً وایماناً۔

والعافین اس کا عطف کاظمین پر عطف عام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔ عفو عام ہے کظم غیظ ہو یا نہ ہو۔

نعم فعل ماضی ہے اور اجر فاعل ہے اور مخصوص بالمدح محذوف ہے جس کو مفسر علام نے ذکر کیا ہے۔ یعنی هذا الاجر الذی ہو المغفرة والجنة۔

رابط:..... اُحد میں مسلمانوں کو جو کچھ دھچکہ لگا تھا اس کا باعث ظاہر کسی درجہ میں مالی محبت کی کچھ زیادتی اور تقویٰ اور اطاعت میں کسی حد تک کمی تھی۔ اس لئے ان آیات میں مالی حرص کی ممانعت، تقویٰ، اطاعت، فرمانبرداری، ڈسپن کی تلقین اور حدود شرح کی پابندی کی تعلیم دینی ہے۔ ابن حبان کی رائے ہے کہ پہلے لاتخذوا بطانۃ میں یہود وغیرہ سے ترک تعلقات کا حکم دیا جا چکا ہے ادھر یہودی سودی لین دین کی بندھن ایسی تھی کہ مسلمان ان سے تعلقات رکھنے پر مجبور تھے، اس لئے ترک تعلقات کی رو میں اس سودی لعنت کو بھی بالکل ختم کیا جا رہا ہے۔

شان نزول:..... زمانہ جاہلیت میں سودی لعنت کا طوق جن لوگوں کے گلے میں پڑا ہوا تھا اس کی رسی مہاجنی سود و سود کے ذریعہ اور تنگ کر دی جاتی تھی۔ جس سے غریب مدیون گھٹ گھٹ کر مر جاتا تھا۔ اسلام نے نہ صرف یہ کہ اس رسی کو ڈھیلا کرنا چاہا بلکہ اس طوق لعنت ہی کو گلے سے نکالنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

والذین اذا فعلوا کے متعلق عطا کی رائے یہ ہے کہ ابو سعید کی دکان پر ایک خوبصورت عورت آئی، عمدہ عمدہ کھجور دکھلانے کے بہانہ اس کو دکان کے اندر لے گئے اور بے اختیاری میں اس کا بوسہ لے لیا۔ اس نے اتسق اللہ کہا تو نادام ہوئے اور فوراً چھوڑ دیا اور آنحضرت

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کر دیا۔ اس پر آیت نازل ہوئی اور مقاتل و کلبی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ایک انصاری اور ثقیف کے ایک شخص کے درمیان مؤاخات کرا دی، اتفاقاً ثقفی کسی غزوہ میں تشریف لے گئے اور انصاری بھائی ان کی خانگی دیکھ بھال کرنے لگا۔ ایک روز گوشت خرید کر لائے اور ثقفی کی بیوی کو دینے لگے اور اس بہانہ ان کے ہاتھ کو بوسہ دے دیا۔ مگر پھر اس قدر ندامت ہوئی کہ سر پر دو ہتھ مارتے پھرے اور کبھی ادھر نہیں پھرے۔ حتیٰ کہ ثقفی غزوہ سے واپس آئے تب بھی ملنے نہیں گئے انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت حال کیا تو کہنے لگیں کہ نوح ایسا کوئی بھائی ہو اور سارا حال کہہ سنایا۔ آخر ثقفی خود ہی ملنے گئے تو دیکھا کہ انصاری پہاڑوں میں چبھتے چلاتے پھر رہے ہیں اور توبہ و استغفار میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں ان کو لایا گیا تو انصاری نے خود ہی کہا کہ میں برباد ہو گیا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اللہ کو غازی کے بارے میں جس قدر غیرت ہوتی ہے دوسرے کسی کے بارے میں نہیں ہوتی۔ حضرت عمرؓ کے پاس آئے انہوں نے بھی یہی کہا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے بھی اسی طرح کے جملے ارشاد فرمائے، اس کے بعد ان کے دل مجروح کی خشکی کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ لیکن حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس غریب کی تسکین فرمائی۔

﴿تشریح﴾: مہاجنی سود یا سود در سود کی لعنت: نفس سود کی حرمت تو آیت بقرہ سے معلوم ہو چکی ہے جیسا کہ عطاء کی روایت سے ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ ثقیف قبیلہ بنی نضیر سے سود کا لین دین کرتے اور میعاد ختم ہونے پر دام بڑھا چڑھا کر مزید مہلت لے لیا کرتے تھے جس کو سود در سود کہنا چاہئے۔ یا مجاہد سے مروی ہے کہ لوگ خرید و فروخت کا معاملہ کیا کرتے لیکن جب مدت ختم ہونے پر آتی تو دام بڑھا کر مہلت بڑھا لیا کرتے تھے اس طریقہ کی بندش کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ اس میں اضعافا مضعفة کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ واقعی ہے کہ واقعہ ایسا ہی ہوتا تھا یا یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی کہے "میاں مسجد میں گالیاں مت بکو" اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد سے باہر گالیوں کی اجازت ہے بلکہ زیادہ قباحت کے لئے یہ قید لگا دی گئی ہے۔ پس سود کم ہو یا زیادہ بہر صورت ناجائز ہے۔ اس کا روبرو میں جس قدر لوگ شریک ہوں خواہ دستاویز کی لکھت پڑھت کرنے والے یا دوسرے اعانت کرنے والے ماخوذ اور مستحق لعنت ہوں گے کمپنیوں اور فرموں، بینکوں اور دوسری نئی ایجنسیوں اور کاروباری لائسنوں میں پیچ در پیچ صورتیں ایسی آرہی ہیں جن میں سود کی آمیزش اور امتیاز کا فرق ایک بڑا مشکل مرحلہ ہو گیا ہے جس کے لئے مہارت اور حذاقت فن کی ضرورت ہے۔

لطائف آیت: یا ایہا الذین امنوا سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ربوا گناہ کبیرہ ہے اور اس کے کرنے والوں کو مومن کہا جا رہا ہے۔ نیز یہ آیت فرقہ معتزلہ کی طرح فرقہ مرجعہ پر بھی رد ہے۔ ان کا قول ہے کہ اگر کوئی گناہ ایمان کے لئے مضرت نہیں اور جہنم کی سزا بالکل نہیں ہوگی۔ حالانکہ آیت میں مؤمنین کے لئے وعید فرمائی ہے۔ اسی لئے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن کریم میں سب سے زیادہ خوفناک ہے۔

علامہ تفتازانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اعدت للمتقین اور اعدت للکفرین سے معلوم ہوا کہ جنت و جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور موجود ہیں کیونکہ اعدت ماضی کا صیغہ ہے جس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا اصل ہے۔

معتزلہ کا خیال ہے کہ فی الحال دونوں موجود نہیں۔ جیسا کہ آیت تلت الدار الاخرۃ نجعلها الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ بن معتزلہ کا یہ استدلال نہایت کمزور ہے کیونکہ متقین کو اس میں داخل کرنا زمانہ استقبال میں ہوگا اور نہ کہ ان کا مخلوق ہونا مستقبل میں ہوگا۔ چنانچہ جعل بمعنی خلق نہیں ہے بلکہ بمعنی نصیر ہے۔ اور ضمیر بارز مفعول اور الذین مفعول ثانی ہے کذا قال الفاضل الخیالی

تقویٰ کے دو درجے ہیں ایک اعلیٰ درجہ کہ جس کے لحاظ سے بلا عقوبت مستحق جنت ہوں گے۔ دوسرا درجہ ادنیٰ جس کے لحاظ سے عاقبت کار مستحق جنت ہو جائیں گے۔ کظم غیظ کے سلسلے میں امام زین العابدینؑ کا واقعہ سبق آموز ہے۔ ان کی ایک باندی ان کو وضو کر رہی تھی کہ ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر ان کے سر میں لگ گیا جس سے سر زخمی اور لہو لہان ہو گیا۔ آپ نے غصہ سے نظر اٹھا کر دیکھا تو باندی نے کہا والکاظمین الغیظ فرمایا کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا اس نے کہا والعافین آپ نے فرمایا میں نے معاف کیا باندی بول اٹھی واللہ یحب المحسنین فرمایا تو میری طرف سے اللہ کے لئے آزاد ہے۔

آیت والکاظمین الخ سے معلوم ہوا کہ طبعی غیظ منافی کمال نہیں ہے۔ آیت ولم یصروا علی مافعلوا سے معلوم ہوا کہ گناہ اگر بغیر اصرار کے ہو تو مرتبہ کمال احسان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

وَنَزَلَ فِي هَزِيمَةٍ أُحِدٍ قَدْ خَلَتْ مَضَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ طَرَأَتْ فِي الْكُفَّارِ بِأُمَّهَالِهِمْ ثُمَّ أَخَذِهِمْ فَسِيرُوا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿۱۳۷﴾ الرَّسُلَ أَيِ اخْرُأْمَرِهِمْ مِنْ الْهَلَاكِ فَلَا تَحْزَنُوا لِعَلْبَتِهِمْ فَإِنَّا أُمِّهِمْ لِيُوقِتَهُمْ هَذَا الْقُرْآنُ بَيَانٌ لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ وَهُدًى مِنَ الضَّلَالَةِ وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾ مِنْهُمْ وَلَا تَهِنُوا تَضَعُفُوا عَنْ قِتَالِ الْكُفَّارِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا أَصَابَكُمْ بِأُحِدٍ وَأَنْتُمْ الْأَعْلُونَ بِالْغَلْبَةِ عَلَيْهِمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ حَقًّا وَجَوَابُهُ دَلٌّ عَلَيْهِ مَجْمُوعٌ مَاقَبْلَهُ إِنْ يَمْسُسْكُمْ يُصِيبْكُمْ بِأُحِدٍ قَرْحٌ يَفْتَحُ الْقَافِ وَضَمَّهَا جَهْدٌ مِنْ جُرْحٍ وَنَحْوِهِ فَقَدِمَسَ الْقَوْمَ الْكُفَّارَ قَرْحٌ مِثْلُهُ طَبْدِرٌ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا نَصْرَفُهَا بَيْنَ النَّاسِ يَوْمًا لِفِرْقَةٍ وَيَوْمًا لِآخَرَى لِيَتَّعِظُوا وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ عِلْمَ ظُهُورِ الدِّينِ آمَنُوا أَخْلَصُوا فِي إِيمَانِهِمْ مِنْ غَيْرِهِمْ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ طَبْدِرٌ يُكْرِمُهُمْ بِالشَّهَادَةِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۰﴾ الْكُفَّارِينَ أَيِ يُعَاقِبُهُمْ مَا يُعْنَمُ بِهِ عَلَيْهِمْ اسْتِدْرَاجٌ وَلِيَمَحِصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا يُطَهِّرُهُمْ مِنَ الذُّنُوبِ بِمَا يُصِيبُهُمْ وَيَمْحَقُ يَهْلِكُ الْكُفْرِينَ ﴿۱۴۱﴾ أَمْ بَلْ أَحْسَبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا لَمْ يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ عِلْمَ ظُهُورِ وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ ﴿۱۴۲﴾ فِي الشَّدَائِدِ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ فِيهِ حَذْفُ إِحْدَى التَّائِينَ فِي الْأَصْلِ الْمَوْتِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ صَحِيحٌ قُلْتُمْ لَيْتَ لَنَا يَوْمًا كَيَوْمِ بَدْرٍ لَنَنَالَ مَا نَالَ شُهَدَاءَهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ أَيِ سَبَبَهُ وَهُوَ الْحَرْبُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۱۴۳﴾ أَيِ بُصْرَاءُ تَتَمَلَّوْنَ الْحَالَ كَيْفَ هِيَ فَلِمَ أَنْهَزْتُمْ

۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳

ترجمہ:..... (غزوہ احد کی شکست کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی) گزر چکے ہیں (ہو چکے ہیں) تم سے پہلے بھی دستور (کفار کے متعلق چھوڑنے اور پکڑنے کے طریقے) پس تم سیر کرو (اے مسلمانو!) دنیا کی اور دیکھو کہ ان کا انجام کیا ہوا جو جھٹلاتے تھے (پیغمبروں کو، یعنی انجام کار وہ ہلاک ہوئے، اس لئے آپ ﷺ ان کے غلبہ کی وجہ سے ممکن نہ ہو جائے، کیونکہ ہم ان کو مہلت دے رہے ہیں) یہ (قرآن پاک تمام) لوگوں کے لئے بیان اور (گمراہی سے) ہدایت اور نصیحت ہے (ان میں سے) متقیوں کے لئے اور ہمت نہ ہارو (کفار سے جنگ میں بزدلی نہ دکھلاؤ) اور تمہیں نہ ہو (غزوہ احد کی مصیبت پر) تم ہی سب پر سر بلند ہو (ان پر غالب ہو) بشرطیکہ تم

مؤمن ہو (سچے، اس شرط کے جواب پر ماقبل کا مجموعہ دلالت کر رہا ہے) اگر تم نے کھایا ہے (غزوہ احد کی مصیبت کا) غم (لفظ قرح بفتح القاف والضم، زخم وغیرہ کی تکلیف کو کہتے ہیں) تو دشمنوں (کفار) کو بھی ویسے ہی زخم (بدر میں) لگ چکے ہیں۔ دراصل یہ اوقات ہیں جنہیں ہم گھماتے ہیں (پھراتے) رہتے ہیں انسانوں کے درمیان (کبھی زمانہ ایک فرقہ کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی دوسری جماعت کا ساتھ دیتا ہے تاکہ لوگ سبق حاصل کریں) اور علاوہ ازیں یہ اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم فرمائیں (کھلم کھلا) مسلمانوں کو (جو اوروں کے مقابلہ میں سچے اور مخلص ہیں) اور اس لئے کہ تم میں سے بعضوں کو دولتِ شہادت دینی تھی (شہادت سے سرفراز کرنا تھا) اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتے ظلم کرنے والے (کافروں) کو (یعنی اس کو سزا دیں گے جو کچھ ان پر انعام ہو رہا ہے وہ استدراج (ڈھیل) ہے۔ نیز پاک کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو (یہ مصیبتیں ان کے گناہوں کو صاف کر دیں) اور نیست و نابود (ہلاک) کر دیں منکرین حق کو کیا (ہاں کیا) تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں یوں ہی داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تو وہ موقع بھی پیش نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے مجاہدین کو (کھلے طور پر) نمایاں فرمادیتے اور ان کو دیکھ لیتے جو (شدتوں میں) ثابت قدم رہنے والے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ تم تمنا نہیں کیا کرتے تھے (اصل میں دو تائیں ایک کو حذف کر دیا گیا ہے) مرنے کی موت کا سامنا ہونے سے پہلے (کہا کرتے تھے کاش ہم کو بھی بدر جیسا نصیب ہوتا کہ شہداء بدر جیسی دولت ہم بھی لوٹائیں) لیکن پھر ایسا ہوا کہ موت (یعنی سبب موت جنگ) تمہاری آنکھوں کے سامنے آگئی، مگر تم کھڑے تکتے رہے (یعنی دیکھتے رہے حالات میں غور کرتے رہے پھر کیوں شکست کھائی)

تحقیق و ترکیب: لو فتمہم یعنی ہلاکت کا مقررہ وقت مقدر۔ لاتھنوا یہاں سے تسلی کا مضمون ہے۔

اعلون یا تو اس لئے کہ مسلمان زیادہ مصائب کے باوجود دین پر جمے رہے، اس لئے اعلیٰ حالت میں ہو، یا اس لئے کہ ان کے غزوہ احد کے مقابلہ میں تم نے بدر میں زیادہ کمایا اور پایا۔ اس لئے کہ انجام اور عاقبت کے لحاظ سے تم ارفع حالت میں ہو گویا یہ ایک طرح کی مسلمانوں کے لئے غلبہ کی بشارت ہے۔ یا اس لئے کہ تمہاری ساری یہ جدوجہد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہے اور ان کی شیطان و نفس کے لئے، یا اس لئے کہ تمہارے مقتولین جنت میں ہیں اور ان کے جہنم رسید ہوئے۔

ان کنتم مؤمنین اس کا تعلق لاتھنوا کے ساتھ ہے یا انتم الاعلون کے ساتھ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے جس پر مجموعہ ماقبل دلالت کر رہا ہے یعنی فسروا فی الارض، ولاتھنوا ولاتحزنوا الخ قرح ضعف ضعف کی طرح اس میں دونوں اعنت ہیں۔ اول زخمی کرنا، ثانی بمعنی مشقت۔ یا بفتح زخم اور بالضم اس کے معنی تکلیف کے ہیں ان یمسکم میں ان تعلق کے لئے آتا ہے بغیر ماضی سے مستقبل کی طرف فعل کے منتقل کئے۔ فقد مس القوم چونکہ مس زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے اس لئے علت جزاء کو قائم مقام جزا کے قرار دیا گیا ہے۔

تلت الايام اسم اشارہ سے اشارہ مابعد کی طرف ہے۔ جیسا کہ ضمائر مبہم کی تفسیر مابعد ہوتی ہے۔ ربہ رجلا جس سے مقصود تعظیم و تعظیم ہوتی ہے۔ ایام سے مراد اوقات ہیں۔ عرفی دن مراد نہیں ہیں اور الف لام سے اشارہ کامیابی اور غلبہ کے اوقات کی طرف ہے جو زمانہ مابعد کے لئے عام ہے جن میں بدر واحد بھی اولیٰ طور پر داخل ہیں اسم اشارہ مبتداء ایام صفت اور ندا ولہا خبر ہے اور بین الناس ندا ولہا کا ظرف ہے۔ لیتعظوا جلال محقق نے یہ معطوف علیہ چاروں معطوفات کے عطف کے لئے مقدر کیا ہے۔ شہداء یہ شہید کی جمع بھی ہو سکتی ہے اور شاہد کی جمع بھی بن سکتی ہے۔ ثانی صورت میں لتکونوا شہداء علی الناس کے موافق معنی: جائیں گے۔ لایحب کا ترجمہ مفسر یعاقب کے ساتھ کر رہے ہیں گویا محبت کی نفی کنایہ ہے بغض سے اور ظالمین کے مقابلہ میں لانے سے تعریف ہوگی ان کے مقابل غیر ظالمین کے ساتھ محبت کرنے کی طرف ولیمحص اس کی تفسیر بطہرہم کے ساتھ معنی مراد کے طریق پر ہے ورنہ لعنت میں محص کے معنی خالص کرنا تمحیص آزمانا ہیں۔ ام اس کے بعد لفظ لیل لانے میں اشارہ ہے۔ ام منقطعہ ہونے کی طرف اور ہمزہ

اس میں انکاری ہے۔ ای لاتحسبوا۔

لما یعلم لم کی بجائے لما لانے میں اشارہ ہے کہ جہاد ان سے مستقبل میں متوقع ہے چنانچہ سیبویہ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لما توقع فعل منفی پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ زحشری کی رائے بھی یہی ہے۔ لیکن اس پر ابو حبان تعقیب کرتے ہوئے اس قاعدہ سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اور لم اور لما دونوں میں یہ مشہور فرق بیان کرتے ہیں کہ لم صرف نفی فعل ماضی کے لئے آتا ہے اور لما زمانہ ماضی میں نفی فعل الی الآن کرتا ہے۔ علم ظہور گویا نفی علم کو نفی تعلق کی جگہ میں قرار دے دیا جیسے کہا جائے ما علم اللہ فی فلان خیراً اور معنی ہوں کہ مافیہ خیر حتی یعلمہ الصابریں بجائے الذین صبروا کے یہ جملہ لانا یا تو رؤس آیات کی حفاظت کے لئے ہے اور یا استمرار صبر کے لئے بخلاف اول جملہ الذین جاہدوا کے اس میں استمرار مقصود نہیں وہ ایک غیر دائمی حالت ہے اور یہ علم منصوب ہے باضمار ان یا واو حرف کی وجہ سے جیسے لاتا کل السمک وتشرب اللبن اس صورت میں گویا تقدیر کلام اس طرح ہوگا۔ ام حسبتم والحال انه لم يتحقق منكم الجمع بينهما اور مجموعہ کی نفی ایک جزء کے انقضاء سے بھی ہوتی ہے اور دونوں جزؤں کے انقضاء سے بھی اور مقام دونوں صورتوں کا محتمل ہے۔

فقد رایتموہ مفسر نے حذف مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے لفظ سببہ سے کیونکہ موت مرئی نہیں ہوتی۔ اسباب موت نظر آتے ہیں۔ وانتم تنظرون یہ فعل متعدی بمنزلہ لازم ہے جس کی طرف لفظ بصراء سے مفسر نے تفسیر کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ مفعول کی ضرورت نہیں ہے اور یہ جملہ تاکید کے لئے ایسا ہی ہے جیسے رایتہ ولیس فی عینی علة بولتے ہیں یعنی رایتہ رویۃ حقیقۃ لا خفاء فیہا ولا شبهة۔

ربط و شان نزول:..... ان آیات میں بھی غزوہ احد کا تمہ ہے۔ فی الجملہ شکست پر تسلی آمیز کلام کیا جا رہا ہے اور شان نزول کی طرف خود مفسر محقق اشارہ کر چکے ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... قانون الہی کی گردش:..... حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ جو کچھ تم کو پیش آیا اس میں کچھ تمہاری تخصیص نہیں ہے۔ قانون الہی ہمیشہ سے اسی طرح دائر سائر ہے جو جماعت حق پر عمل پیرا ہوتی ہے کامیاب ہوتی ہے اور جو رُوگردانی کرتی ہے برباد ہوتی ہے۔ دنیا میں چل پھر کر دیکھو کہ برباد شدہ قوموں کے آثار اجڑی ہوئی آبادی کے کھنڈر اور سر بفلک محلون کی شکستہ دیواریں زبان حال سے اپنا افسانہ غم و عبرت سنا رہی ہیں۔ پس احد میں جو تمہیں ٹھوکر لگی ہے چاہئے کہ اس سے عبرت پکڑو اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال کی نگہداشت کرو۔ چنانچہ اس حادثے سے اس قدر متاثر مت ہو کہ آئندہ کے لئے بھی ہمت ہار بیٹھو۔ یہ جنگ کا میدان ہے کبھی ایک فریق جیتتا ہے کبھی دوسرے کی باری آتی ہے۔ بدر میں تمہارا پالہ رہا اور تم نے ان کے دانت کھٹے کر دیئے اب ان کی باری آئی لیکن جماعتی کشمکش کی تاریخ میں ایک دو میدان کی ہارجیت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل چیز جو سوچنے کی ہے وہ تمہارے دلوں کی ایمانی قوت ہے اگر تمہارے اندر ایمان کی سچی روح موجود ہے تو پھر دنیا میں رفعت و سر بلندی صرف تمہارے ہی لئے ہے۔

شکست کا باطنی مصلحتی پہلو:..... علاوہ ازیں یہ حادثہ اگرچہ بظاہر شکست ہے لیکن یہ باطنی چند در چند مصلحتیں اور حکمتیں رکھتا ہے۔ منجملہ ان کے کھرے کھوٹے کی آزمائش ہو گئی اور منافق اور کچے دل کے کچھ آدمی اسلامی کیمپ میں آ ملے تھے۔ ان کے چہرے بے نقاب ہو گئے اور منجملہ ان کے لوگوں کو جنگ کے نازک اور فیصلہ کن معاملات کا ذاتی تجربہ ہو گیا۔ اس لئے اب تجربہ اور مشاہدہ کے بعد ان کے قدم زیادہ محتاط ہو جائیں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بعض مسلمانوں کے دلوں میں کمزوریاں پیدا ہو گئیں تھیں وہ اس ٹھوکر کے لگنے سے دور ہو گئیں اور ان کا عزم و ایمان زیادہ مضبوط اور بے داغ ہو گیا۔ صرف اقرار کر لینے سے ایمان کی برکتیں اور کامرانیاں

حاصل نہیں ہوں گی جب تک آزمائشی عمل میں ثابت قدم ہو کر نہ دکھلا دو۔

لطائف آیت: لاتهنوا الخ اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور پڑمردہ جسموں میں حیات تازہ پھونک دی نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آچکے تھے زخم خوردہ مجاہدین کے حملہ کی تاب نہ لاسکے اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ ام حسبم ان تدخلوا الجنة سے مراد دخول اول اور مرتبہ اعلیٰ میں داخل ہونا ہے جو مرتبہ خصوص ہوتا ہے مطلق دخول جنت مراد نہیں ہے جس سے معتزلہ کے لئے دخول جنت بغیر عمل کے امتناع ہو مسامح استدلال مل سکے۔

ولقد كنتم تمنون الموت من معلوم ہوا کہ مطلق تمنائے موت مذموم نہیں ہے بالخصوص جبکہ اشتیاق شہادت میں ہو تو کیسے مذموم ہو سکتی ہے۔ ہاں اولاً تمنائے شہادت و موت کرنا اور پھر موقع آئے تو بزدلی کا مظاہرہ کرنا بلاشبہ یہ مذموم ہے اسی طرح دنیا کے مصائب سے گھبرا کر بے صبری کے ساتھ تمنائے موت کرنا بھی ممنوع ہے۔

وَنَزَلَ فِي هَزِيمَتِهِمْ لَمَّا أَشِيعَ آلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ وَقَالَ لَهُمُ الْمُنَافِقُونَ إِنْ كَانَ قُتِلَ فَارْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ كَفَّرِيهِ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ رَجَعْتُمْ إِلَى الْكُفْرِ وَالْجُمْلَةُ الْأَخِيرَةُ مَحَلُّ الْإِسْتِفْهَامِ الْإِنْكَارِيِّ أَيْ مَا كَانَ مَعْبُودًا فَتَرَجَعُوا وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَإِنَّمَا يَضُرُّ نَفْسَهُ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۴۳﴾ نِعْمَةٌ بِالثَّبَاتِ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ بِقَضَائِهِ كِتَابًا مَصْدَرٌ أَيْ كَتَبَ اللَّهُ ذَلِكَ مُوجَّلاً مُوقَّتًا لَا يَتَقَدَّمُ وَلَا يَتَأَخَّرُ فَلَمَّ انْهَزَمْتُمْ وَالْهَزِيمَةُ لَا تَدْفَعُ الْمَوْتَ وَالثَّبَاتُ لَا يَقْطَعُ الْحَيَاةَ وَمَنْ يُرِدْ بِعَمَلِهِ ثَوَابَ الدُّنْيَا أَيْ جَزَاءً مِنْهَا نُؤْتَهُ مِنْهَا مَا قَسَمَ لَهُ وَ لَا حِظَّ لَهُ فِي الْأَخْرَةِ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْأَخْرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا أَيْ مِنْ ثَوَابِهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَأَيُّنْ كَمْ مِنْ نَبِيٍّ قُتِلَ وَفِي قِرَاءَةِ قَاتِلٍ وَالْفَاعِلُ ضَمِيرُهُ مَعَهُ خَبْرٌ مُبْتَدِئَةٌ رَبِّيُونَ كَثِيرٌ جُمُوعٌ كَثِيرَةٌ فَمَا وَهَنُوا جَبَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ الْجِرَاحِ وَقُتِلِ انْبِيَاءِهِمْ وَأَصْحَابِهِمْ وَمَا ضَعُفُوا عَنِ الْجِهَادِ وَمَا اسْتَكَانُوا خَضَعُوا لِعَدُوِّهِمْ كَمَا فَعَلْتُمْ حِينَ قُتِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿۱۴۶﴾ عَلَى الْبَلَاءِ أَيْ يُشِيهُمُ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ عِنْدَ قَتْلِ نَبِيِّهِمْ مَعَ ثَبَاتِهِمْ وَصَبْرِهِمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا تَجَاوَزْنَا الْحَدَّ فِي أَمْرِنَا إِذْ نَايَأً مَا أَصَابَهُمْ لِسُوءِ فِعْلِهِمْ وَهَضْمًا لِنَفْسِهِمْ وَثَبِتْ أَقْدَامَنَا بِالْقُوَّةِ عَلَى الْجِهَادِ وَأَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۷﴾ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا النَّصْرَ وَالْغَنِيمَةَ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ أَيْ الْجَنَّةَ وَحُسْنَهُ التَّفْضُلُ فَوْقَ الْإِسْتِحْقَاقِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ: (غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کے موقع پر بات شائع اور مشہور ہو گئی تھی کہ نبی ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں اور منافقین کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ آپ ﷺ مار دیئے گئے تو چلو اپنے پچھلے دین کی طرف لوٹ چلیں اس پر آیت نازل ہوئی) اور محمد اس

کے سوا کیا ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں پھر اگر ایسا ہو کہ آپ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں (جس طرح دوسرے قتل کر دیئے گئے) تو کیا تم لٹے پاؤں راہ حق سے پھر جاؤ گے (کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ اخیر جملہ استفہام انکاری کے موقعہ میں ہے۔ یعنی آپ ﷺ معبود تو نہیں تھے کہ جن کے موجود نہ ہونے سے لوٹ رہے ہو) اور جو کوئی راہ حق سے لٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا (اپنا ہی کچھ نقصان کرے گا) وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ انہیں اجر عطا فرمائیں گے جو (ان کی نعمتوں کی) شکر گزاری پر (ثابت قدم ہیں) اللہ تعالیٰ کے حکم (قضاء) کے بغیر کسی نفس کے لئے مجال نہیں کہ مر سکے یہ ایک وقت ہے (کتاباً مصدر ہے یعنی اللہ نے اس کو مقرر فرما دیا ہے) جو ٹھہرا دیا گیا ہے (وقت مقررہ کے لئے نہ مقدم ہو سکتا ہے اور نہ مؤخر پھر کیوں شکت مولیٰ، آخر کیا شکت موت کا علاج ہے یا میدان میں جھے رہنا باعث موت ہوتا ہے) اور جو کوئی خیال رکھتا ہے (اپنے عمل سے) دنیا کے فائدہ (بدلہ) کا ہم اسے دنیا میں دیں گے (جو اس کی قسمت کا ہوگا لیکن پھر آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوگا) اور جو کوئی آخرت کا ثواب مد نظر رکھتا ہے اسے وہ (ثواب آخرت) ملے گا ہم شکر گزاروں کو ان کی نیک عملی کا اجر ضرور دیں گے اور کتنے ہی (لفظ کساین بمعنی کم ہے) نبی ہیں کہ جنگ کی ہے (اور ایک قرأت میں قتل کی بجائے قاتل ہے ضمیر اس میں فاعل ہوگی) ان کے ساتھ ہو کر (یہ خبر ہے مبتداء آگے ہے) بہت سے اللہ والوں نے (بڑی جماعتوں نے) لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بے ہمت ہو گئے ہوں (بزدلی کی ہو) ان سختیوں کی وجہ سے جو انہیں اللہ کی راہ میں پیش آئی ہوں (زخم اور قتل کی تکالیف جو انہیں اور ان کے اصحاب کو پیش آئی ہوں) اور نہ ایسا ہوا کہ کمزور پڑ گئے ہوں (جہاد سے) اور نہ انہوں نے بے چارگی کا مظاہرہ کیا (کہ دشمنوں کے سامنے عجز کا اظہار کیا ہو جیسا کہ تمہارے سامنے جب یہ کہا گیا کہ آنحضرت ﷺ قتل کر دیئے گئے تو تم سے یہ بات ظاہر ہو گئی) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جو ثابت قدم رہتے ہیں (مشکلات پر یعنی ان کو اجر عطا فرمائیں گے) اور ان کی زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا انبیاء علیہم السلام کے واقعات قتل کے وقت ثبات و صبر کی حالت میں (اس کے سوا کہ خدا یا ہمارے گناہ بخش دیجئے اور ہم سے جو زیادتیاں ہوئی ہوں (حدود سے تجاوز) ہمارے کاموں کے سلسلہ میں (یہ بتلانے کے لئے کہ جو کچھ ہم کو مصیبتیں پہنچی ہیں وہ سب ہماری بد تدبیری کا نتیجہ ہیں یا اپنی کسر نفسی دکھلانے کے لئے) اور جہاد دیجئے ہمارے قدم (مضبوطی سے جہاد پر) اور فتح مند کر دیجئے منکرین حق کے گروہ پر۔ تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ثواب بھی عطا فرمایا (نصرت و نصیحت) اور آخرت کا بہترین ثواب بھی مرحمت فرمایا (یعنی جنت اور اس کا بہتر ہونا استحقاق سے زیادہ ہونے کی وجہ سے) اور اللہ تعالیٰ نیک کرداروں ہی کو دوست رکھتے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: و ما محمد الا رسول یہ قصر قلب ہو رہا ہے یعنی لا رب معبود اور مقصود اس سے منافقین پر رد کرنا ہے جو کمزور مسلمانوں کو مشورے دے رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ قتل ہوئے۔ اب آبائی دین پر لوٹ چلو۔ حاصل جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کوئی معبود نہیں تھے کہ آپ ﷺ کی وفات سے دین و عبادت ختم ہوئے۔ آپ ﷺ ایک رسول تھے۔ جس طرح پہلے رسولوں کی وفات سے دین ختم نہیں ہوا اب بھی کیوں اور کیسے ختم ہو۔ آپ ﷺ کے وجود سے مقصود ہی تکمیل دین تھی اس لئے وفات کے قریبی زمانہ میں الیوم اکملت الخ کی بشارت سنائی گئی۔

آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا رکھا ہوا نام نامی محمد اور آپ کی والدہ ماجدہ کا ایک فرشتہ کی منامی بشارت سے رکھا ہوا نام احمد ہوا۔ یہ دونوں لفظ مادہ حمد سے بنے ہوئے ہیں۔ اول سے حمد کی کثرت و کیت اور دوسرے سے کیفیت حمد ظاہر ہو رہی ہے۔ اول میں آپ ﷺ کی محمودیت اس درجہ ظاہر ہے کہ دنیا میں کسی کو اتنا نہیں سراہا گیا جتنا کہ دشمن و دوست موافق، مخالف ہر ایک نے آپ کو دادِ تحسین دی اور دوسرے صیغہ میں آپ ﷺ کی کمال حامدیت ظاہر ہو رہی ہے اللہ کی حمد و ثنا جس قدر آپ ﷺ نے کی یا میدانِ حشر میں آپ گریں گے دوسرے کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی۔

حضرت حسان کا مشہور شعر ہے

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمٍ لِيَجْلَهُ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ

حدیث میں ارشاد ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے اور توریت میں نام نامی محمد اور انجیل میں اسم گرامی احمد مذکور ہے۔ قرآن کریم میں چار جگہ محمد اور ایک مقام پر احمد حرز جان ہوا ہے۔ یہ نام آنحضرت ﷺ سے پہلے دنیا میں کسی کا نہیں رکھا گیا ہے۔

موسم بہار میں ۹ ربیع الاول ۱۱ عام الفیل (واقعہ فیل سے پچپن روز بعد) مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء یکم جیٹھ ۶۲۸ ہجری بعد صبح صادق روز دو شنبہ آفتاب نبوت عالمتاب طلوع ہوا۔

ربیع فی ربیع فی ربیع
ونور فوق نور فوق نور

آپ اپنے والدین کے دُرِّ یتیم اور دُرِّ فرید تھے۔

والجملة الاخيرة یعنی انقلاب میں ارتداد اور انقلاب عن الدین پر انکار کرنا ہے اور ہمزہ کا مدخول دراصل یہی ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی انقلاب الخ ای لا ینبغی منکم الانقلاب لان محمدًا ماکانا معبودًا۔

ومن یقلب یہاں بھی ارتداد انہزام کے مجازی معنی مراد ہیں۔ فلم انہزمتم یعنی مقصود بقریہ نہ سیاق احد میں شکست کھانے والوں کو زجر و توبیح ہے۔ ومن یرد ثواب الدنیا احد میں مال غنیمت جمع کرنے والوں پر تعریف ہے۔ کمالین اس کی اصل ای استفہامیہ ہے جس پر کاف تشبیہ داخل کیا گیا ہے اور اس میں کم خبریہ کے معنی آگئے ہیں۔ قتل فعل ماضی نائب فاعل ضمیر مستتر ہے جو کمالین مبتداء کی طرف لوٹنے والی ہے اور جملہ مبتداء کی خبر ہے اور معروف پڑھنے کی صورت میں بھی ایسے ہی اور مفسر کے قول میں فاعل سے مراد حقیقت ہو یا حکماتا کہ نائب فاعل کو بھی شامل ہو جائے۔

معہ ربیون جملہ ل کر حال ہے۔ قتل کی ضمیر مستتر سے دونوں قرأت پر ایک ترکیب تو یہ ہے۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ لفظ ربیون اول قرأت پر نائب فاعل اور دوسری قرأت پر فاعل ہو جائے۔ ربی منسوب الی الرب جیسا کہ ربانی منسوب الی الرب خلاف قیاس ہے۔ سعید بن منصور اس کا مصداق فقہاء کو کہتے ہیں اور ابن جبیر کی رائے میں یہ منسوب الی الرب ہے بمعنی جماعت قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ کسرہ تغیرات نسبیہ میں سے ہے۔ وھن ضعف عملی کو کہتے ہیں۔

استکانوا استکن کی اصل سکن ہے۔ عاجز شخص بھی ساکن ہو جاتا ہے اس کے ساتھ جو چاہو کرو۔ الف اشباع فتح کی وجہ سے ہو گیا یا استکن کون سے ماخوذ ہو گیا اپنے نفس سے اپنے ساتھ کرنے والے کے لئے تکون کا مطالبہ ہوتا ہے تینوں لفظوں میں فرق ہے۔ (۱) وھن جیسے ترک جہاد، (۲) ضعف ارکان عملی میں سستی پیدا کرنا اور سلب قوت۔ (۳) استکانة دشمن کے سامنے دینا، یہاں تک ربانی لوگوں کے محاسن افعال کا بیان تھا۔ آگے و ماکان قولہم سے ان کے محاسن اقوال کا بیان ہے۔ ان قالوا میں جہت نسبت اور زمان حدیث پر زیادہ دلالت ہے اور ثواب آخرت کے ساتھ لفظ حسن کے اضافہ میں اس کی فضیلت اور اس کے معتد بہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اغفر لنا میں لنا فور اور رغبت پر دلالت کرتا ہے۔

رابط:..... ان آیات میں بھی غزوہ احد کے زخموں کے اندمال کے لئے ایک مفید اور بہترین ”مرہم شفا“ تجویز کیا گیا ہے۔

شان نزول:..... بد بخت ابن قمیہ نے رسول اللہ ﷺ کے ایک پتھر کھینچ مارا جس سے آپ ﷺ کی پیشانی اور ابن ہشام کے پتھر سے آپ کا بازو اور عقبہ کے پتھر سے آپ کے چاروں دانت یا ایک رباعی دانت کا ریزہ شہید ہو گیا۔ مصعب بن عمیر آنحضرت ﷺ

کے علمبردار تھے آپ کا جھنڈا تھا مے کھڑے تھے ابن قمریہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر شہید کر دیا اور پھر لوگوں میں اس کی تشہیر کرتا پھرا اور آپ ﷺ برابر پکارتے رہے الٰہی عباد اللہ کچھ دیر بعد لوگ آہستہ آہستہ جمع ہو کر نام اور معذرت خواہ ہوئے سب سے پہلے کعب بن مالک نے دیکھ کر پہچانا اور لوگوں کو بشارت کا مژدہ سنایا۔ اس سلسلہ میں آیات نازل ہوئیں جن میں مسلمانوں کو پوری تسلی دی گئی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... وفات سرور عالم ﷺ کی غلط خبر کا اثر اور شہادت صحابہ کا منظر:..... حضرت فاطمہؓ نے یہ وحشت ناک خبر سنی تو دوسری خواتین کے ساتھ دوڑی آئیں۔ آپ ﷺ کے زخموں کو دھویا، پیشانی کا خون رکتا نہیں تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری، حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام سلمہؓ نے مشکیزے سنبھال لئے، زخموں کو پانی لالا کر پلانا شروع کر دیا۔ مصعب بن عمیرؓ جو معلم مدینہ تھے اور جن کے وعظوں سے اوس و خزرج مسلمان ہوئے اور اس واقعہ پر آپ کے علمبردار تھے شہید ہو گئے۔ ایک دھاری دار چادر کا ان کو کفن دیا گیا، لیکن چھوٹا ہونے کی وجہ سے پیروں پر گھاس رکھی گئی، ان کی بیوی حمزہ بنت جحش کو اپنے بھائی اور ماموں کی شہادت کی خبر ملی تو رنجیدہ ہوئیں۔ لیکن صرف انا للہ پڑھ کر رہ گئیں مگر جب ان کے خاوند حضرت مصعبؓ کی خبر شہادت ان کو دی گئی تو بے اختیار چیخ ماری۔ تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو اس کے دل میں خاوند کی کس درجہ محبت تھی۔ اسی میں حضرت حمزہؓ کی شہادت اور ان کی نعش کی بے حرمتی اور مشلہ کرنے کا دل سوز واقعہ پیش آیا۔ ہندہ نے ان کا جگر نکال کر چپایا اسی میں سعد بن ربیع کا واقعہ شہادت پیش آیا۔ آپ ﷺ نے ان کو تلاش کرایا تو دم توڑ رہے تھے، کہنے لگے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ اللہ آپ کو ایسی بہترین جزاء عطا فرمائے جو کسی نبی کو بھی نہ دی گئی ہو اور قوم کے نام میرا پیغام یہ ہے کہ جب تک تمہاری آنکھوں میں دم ہے رسول اللہ تک کسی دشمن کو ہرگز نہ پہنچنے دینا ورنہ اللہ کے سامنے کوئی جواب دہی نہ کر سکو گے۔ عمارہ بن زیاد نے اسی موقعہ پر کس مزے سے جان دے دی کہ اپنے رخسار آنحضرت ﷺ کے قدموں اور تلووں سے مل رہے تھے۔

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

بنو دینار کی ایک عورت جس کے باپ، بھائی، شوہر اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے جب اس کو ان المناک صدموں کی اطلاع دی گئی تو کہنے لگی مجھے تو رسول اللہ ﷺ کی خیریت بتلاؤ، لوگوں نے کہا بفضل خدا وہ صحیح و سالم ہیں۔ کہنے لگی مجھے دکھلا دو دور سے جب چہرہ انور پر نظر پڑی تو بے اختیار کہہ اٹھیں کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ اَب ہر مصیبت برداشت ہو سکتی ہے۔

سرور کائنات ﷺ کی وفات شریف کے المناک سانحہ کا اثر:..... آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کے موقعہ پر (۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بوقت چاشت بروز دوشنبہ بھرم ۶۳ سال چاردن بحساب قمری) جبکہ ناقابل تحمل اور ایک دل دوز منظر کی تاب نہ لا کر جاٹا صحابہؓ میں سے کوئی جنگل نکل بھاگا، کوئی حیران و ششدر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ کوئی سرا سیمہ و حیران پریشان و سرگردان، فاروق اعظمؓ جیسا بہادر انسان بھی بے قابو ہو کر یہ کہہ رہا تھا کُلُّ مَنْ قَالِ انْ مُحَمَّدًا مَاتِ اَدْمِیْتُ عُنُقَهُ بَسِیْفِی (جو یہ کہے گا کہ محمدؐ کا وصال ہو گیا میں اس کی گردن اڑا دوں گا) حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ کے مبارک لبوں پر یہ کلمات تھے۔

یا ابتاہ اجاب رباہ یا ابتاہ الی جنت الفردوس ماواہ یا ابتاہ الی جبریل نعاہ

(پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول کر لیا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا، آہ اب جبریل کو انتقال کی خبر کون پہنچائے گا)

حضرت عائشہؓ نے بھی بڑے درد و کرب میں ڈوبے ہوئے کلمات کہے جن کے لفظ لفظ سے غم و اندوہ ٹپکتا تھا۔

خلافت اول کے مستحق:..... لیکن ایسے میں اگر کسی کو قابو حاصل تھا تو وہ آپ ﷺ کے یارِ غار، رفیق الدنیا والاخرۃ، رفیق اکبرؓ تھے۔ چہرہ انور سے چادر مبارک ہٹائی، نورانی پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا اللہ آپ (ﷺ) پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا

ایک ہی موت تھی جو لکھی جا چکی تھی۔ طبت یا حبیبی حیا و میتا کنت ولو فداک نفسی و مالی ولكن قال الله انک میت و انہم میتون یہ کہہ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ مہاجرین و انصار کے اس عظیم تاریخی تعزیتی نم میں ڈوبے ہوئے مجمع کو خطاب فرمایا۔ اما بعد فمن کان منکم یبعث محمدًا فان محمدًا قد مات ومن کان منکم یبعث الله فان الله حی لا یموت قال، الله و ما محمد الا رسول الخ اس تعزیتی تقریر کو سن کر صحابہ سنبھلے، ہوش میں آئے اور یہ معلوم ہوا کہ آیات گویا ابھی نازل ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے اس ہولناک منظر کے لئے کوئی آمادہ اور تیار ہی نہیں تھا۔ اس سے صدیق اکبر کی عظمت اور مقام رفعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب اچھے اچھوں کے قدم ڈمگ رہے تھے تو یہ مرد خدا کیسا ثابت قدم رہا و وفات نبوی کے بعد بعض قبائل مرتد ہوئے تو آپ ہی کی مضبوط طبیعت نے آگے بڑھ کر فتنہ کے اس ریلہ کو روکا گویا فائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم میں اس فتنہ کا اشارہ مل چکا تھا اور ابو بکر کی دور رس نگاہ اس کو تازہ چکی تھی یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ ولادت ہی تاریخ وفات ہے یعنی ۱۲ ربیع الاول صرف سنہ کا فرق رہے گا۔ علی اختلاف الاقوال۔

لَطَافِ آيَاتٍ: و سنجزی الشکرین دو جگہ آیا ہے اول میں شاکرین سے مراد نیک اعمال میں ثابت قدم رہنا۔ اور دوسرے سے مراد آخرت کی نیت کرنا ہے اس لئے تکرار نہیں ہے۔

قد خلت من قبلہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ زندہ آسمان پر چلے جانا بھی ایک درجہ میں دنیا سے گزر جانا ہی ہے اور ویسے مقصود کے لحاظ سے بھی یکساں ہے۔ یعنی رنج و افسوس کا ہونا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ بھی اگر زندہ آسمانوں پر تشریف لے جاتے تو حضرات صحابہ گو وفات ہی جیسا صدمہ ہوتا۔ کیونکہ نگاہوں سے اوجھل ہو جانا دونوں جگہ برابر ہے۔ و ما کان قولہم میں تعریض ہے کہ غزوہ احد کی مصیبت حکم عدولی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ صحابہ اگرچہ سب اللہ والے تھے لیکن بہر حال انسان تھے اور غیر معصوم تھے..... کچھ نہ کچھ تو آخر ہو ہی جاتا ہے مگر اس سے اللہ والے ہونے میں خلل نہیں آتا۔ بالخصوص جبکہ معذرت بھی فوراً ہی کر لی جائے اور فتح و کامیابی کا سبب دعا اور ثبات ہے لیکن کسی عارض اور مصلحت سے اگر ان اسباب سے فتح مندی کا تحلف ہو جائے تو یہ ان کی سمیت کے منافی نہیں ہے۔

• آیت و ما محمد الخ میں ایک بڑی عظیم اصل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کوئی شخصیت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو لیکن اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ سچائی کی راہ دکھلانے والی ہے۔ پس اگر کسی وجہ سے شخصیت ہم میں موجود نہ رہے تو ہم سچائی سے کیوں منہ موڑ لیں۔ سچائی کی وجہ سے..... شخصیت قبول کی جاتی ہے۔ یہ بات نہیں کہ شخصیت کی وجہ سے سچائی سچائی ہو۔ فرض کرو جنگ احد والی بات اگر سچ ہو جاتی تو کیا پھر آپ کی موت کے ساتھ تمہاری خدا پرستی پر بھی موت طاری ہو جاتی اگر تم حق کے لئے لڑ رہے تھے تو جس طرح آپ کی زندگی میں حق تھا اسی طرح ان کے بعد بھی حق حق ہے اور ہمیشہ حق رہے گا۔ اسی طرح شیخ و مرشد بھی واسطہ ہدایت ہوتا ہے، اس کے اٹھ جانے سے متزلزل ہو جانا بھی مشاہدہ حق کے منافی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا فِيمَا يَأْمُرُونَكُمْ بِهِ يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ إِلَىٰ الْكُفْرِ فَتَقْلِبُوا خِسْرِينَ ﴿۱۳۹﴾ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ نَاصِرُكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿۱۴۰﴾ فَاطِيعُوهُ دُونَهُمْ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِسُكُونِ الْعَيْنِ وَضَمِّهَا الْخَوْفَ وَقَدَعَزَمُوا بَعْدَ ارْتِحَالِهِمْ مِنْ أَحَدٍ عَلَى الْعُودِ وَاسْتِيصَالِ الْمُسْلِمِينَ فَرِعِبُوا وَلَمْ يَرْجِعُوا بِمَا أَشْرَكُوا بِسَبَبِ إِشْرَاكِهِمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ

سُلْطٰنًا حُجَّةً عَلٰی عِبَادَتِهِ وَهُوَ الْاَصْنَامُ وَمَا وَّلَهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوٰی لِلظَّالِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الْكَافِرِيْنَ
 هِيَ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ اِيَّاكُمْ بِالنَّصْرِ اِذْ تَحْسُونَهُمْ تَقْتُلُوْنَهُمْ بِاِذْنِهِۦٓ بِاِرَادَتِهِۦ حَتّٰى اِذَا فِشَلْتُمْ
 جَبْتُمْ عَنِ الْقِتَالِ وَتَنَازَعْتُمْ اِخْتَلَفْتُمْ فِى الْاَمْرِ اِىُّ اَمْرِ النَّبِيِّ بِالْمُقَامِ فِى سَفْحِ الْجَبَلِ لِلرَّمِي فَقَالَ بَعْضُكُمْ
 نَدَهَبُ فَقَدْ نَصِرَ اَصْحَابُنَا وَبَعْضُكُمْ لَانُخَالِفُ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَيْتُمْ اَمْرًا فَرَكْتُمْ
 الْمَرْكَزَ لِطَلَبِ الْغَنِيْمَةِ مِّنْۢ بَعْدِ مَا اَرٰكُمْ اللّٰهُ مَا تُحِبُّوْنَ ۗ مِّنَ النَّصْرِ وَجَوَابٍ اِذَا دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلَهُ اِىُّ
 مَنَعَكُمْ نَصْرَهُ مِّنْكُمْ مَّنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا فَرَكَ الْمَرْكَزَ لِلْغَنِيْمَةِ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ فَثَبَّتْ بِهٖ حَتّٰى
 قُبِلَ كَعْبِدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّاصْحَابِهٖ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَطْفًا عَلٰى جَوَابٍ اِذَا الْمُقَدَّرِ رَدَّكُمْ بِالْهَزِيْمَةِ عَنْهُمْ اِىُّ
 الْكُفٰرِ لِيَسْتَلِيْكُمْ لِيَمْتَحِنَكُمْ فَيُظْهِرَ الْمُخْلِصَ مِنْ غَيْرِهِۦ ۗ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ مَا اَرْتَكِبْتُمُوْهُ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ
 عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ بِالْعَفْوِ اذْكُرُوْا اِذْ تَصْعَدُوْنَ تَبْعُدُوْنَ فِى الْاَرْضِ هَارِيْبِيْنَ وَلَا تَلُوْنَ تُعْرَجُوْنَ عَلٰى
 اَحَدٍ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْ اٰخِرِكُمْ اِىُّ مِنْ وَّرَائِكُمْ يَقُوْلُ اِلٰى عِبَادِ اللّٰهِ اِلٰى عِبَادِ اللّٰهِ فَاتَابَكُمْ
 فَجَاَزَاكُمْ عَمَّا بِالْهَزِيْمَةِ بِغَمٍّ بِسَبَبِ غَمِّكُمْ الرَّسُوْلُ بِالْمُخَالَفَةِ وَقِيْلَ الْبَاءُ بِمَعْنٰى عَلٰى اِىُّ مُضَاعَفًا عَلٰى
 غَمٍّ فَوْتِ الْغَنِيْمَةِ لِكَيْلًا مُّتَعَلِّقٌ بِعَفَا اَوْ بِاِتَابِكُمْ فَلَا زَائِدَةَ تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ مِّنَ الْغَنِيْمَةِ وَلَا مَا
 اَصَابَكُمْ مِّنَ الْقَتْلِ وَالْهَزِيْمَةِ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ:..... مسلمانو! اگر تم ان لوگوں کے کہنے میں آگئے جنہوں نے راہ کفر اختیار کی ہے (جن کاموں کا تم کو حکم دیتے رہے ہیں) تو یاد رکھو کہ وہ تمہیں راہ حق سے الٹے پاؤں پھر ادیں گے (کفر کی جانب) اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ نامرادی میں جا گرو گے بلکہ تمہارے کارساز (مددگار) اللہ تعالیٰ ہیں اور ان سے بہتر مددگار اور کون ہو سکتا ہے (لہذا دوسروں کی بجائے صرف اس کی اطاعت کرو) وہ وقت دور نہیں کہ کافروں کے دلوں میں تمہاری ہیبت بٹھادیں گے (لفظ رعب سکون عین اور ضم عین کے ساتھ بمعنی خوف۔ چنانچہ غزوہ احد سے واپسی کے بعد پھر کفار نے میدان میں آنے اور مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر لیا تھا لیکن ان پر کچھ ایسا رعب سوار ہوا کہ نہ آسکے) یہ اس لئے کہ انہوں نے شریک کیا ہے (ان کے شرک کے سبب) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو جن کے لئے ان سے کوئی سند نہیں اتاری (یعنی ان کی بندگی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ مراد بت ہیں) ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا (جگہ) ہے ظالم (کافر) لوگوں کے لئے (وہ) اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچا کر دکھایا تھا اپنا وعدہ (نصرت تمہارے ساتھ) جب کہ تم دشمنوں کو بے دریغ قتل کر رہے (مار رہے) تھے اس کے حکم (مشیت) سے حتیٰ کہ جب تم خود ہی کمزور پڑ گئے (جنگ میں بزدلی کا مظاہرہ دکھانے لگے) اور باہم جھگڑنے لگے (اختلاف کرنے لگے) حکم کے بارہ میں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے متعلق جو آپ ﷺ نے پہاڑی درہ پر تیر اندازی کے لئے مورچہ بندی کا دیا تھا کہ تم میں سے بعض کی رائے ہوئی کہ مال غنیمت کے لئے ہمیں بھی چلنا چاہئے کیونکہ ہمارے رفقاء غالب آگئے ہیں اور بعض نے کہا کہ ہم حضور کے حکم کے خلاف نہیں کریں گے) اور بالاخر ان کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے (مال

غنیمت کے پیچھے مورچہ چھوڑ بیٹھے) اس کے بعد کہ (اللہ نے) دکھلا دی تم کو من پسند بات (فتح مندی اور اذاکا جو اب محض وہ ہے جس پر ماقبل (یعنی ولقد صدقکم اللہ) دلالت کر رہا ہے ای متعکم نصرہ) تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے خواہش مند تھے (کہ انہوں نے مورچہ کو غنیمت کے لالچ میں چھوڑ دیا) اور کچھ تم میں ایسے تھے کہ جن کی نظر آخرت پر تھی (کہ وہ ڈٹے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے جیسے عبداللہ بن جبیر اور ان کے رفقاء) پھر تمہارا رخ پھیر دیا تھا (یہ عطف ہے اذاکا کے جواب مقدر پر، بچا لیا تم کو ہزیمت کے باوجود) دشمنوں سے (یعنی کفار سے) تاکہ تمہاری آزمائش کریں (امتحان لیں کہ مخلص اور غیر مخلص میں امتیاز ہو جائے) بہر حال اللہ تعالیٰ نے تمہارا قصور معاف کر دیا ہے (جو غلطی تم سے سرزد ہو گئی ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بڑا ہی فضل کرنے والے ہیں (معاف فرما کر وہ وقت بھی قابل یاد ہے) جب تم ہڑھے چلے جا رہے تھے (میدان جنگ سے فرار ہو رہے تھے) اور مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے (گھومتے نہیں تھے) ایک دوسرے کی طرف۔ حالانکہ رسول اللہ پیچھے سے پکار رہے تھے (یعنی پیچھے سے کہہ رہے تھے کہ اللہ کے بندو ادھر آؤ ادھر آؤ) سو اللہ نے بھی تم کو (بدلہ کے طور پر) رنج دیا (ہار جانے کا) تمہارے رنج دینے کی وجہ سے (یعنی رسول اللہ کی مخالفت کر کے آپ کو رنج پہنچانے کی وجہ سے اور بعض کے نزدیک با بمعنی علیٰ ہے یعنی مال غنیمت چلے جانے کے رنج پر مزید رنج پہنچایا) تاکہ نہ تو (لکیلا متعلق سے عفا یا اثابکم کے پاس اس صورت میں لا زائد ہوگا) اس چیز کے لئے نعم کرو جو ہاتھ سے جاتی رہے (مال غنیمت) اور نہ اس مصیبت پر غمگین ہو جو آ پڑے (قتل و شکست کی) اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

تحقیق و ترکیب:..... حساسریں دنیاوی خسارہ تو یہ کہ دشمن کی اطاعت کرنی پڑے گی اور آخرت کا خسارہ ظاہر ہے کہ حرمانِ ثواب اور دائمی عذاب ہے۔ سنلقی اگر یہ آیت رعب پیدا ہونے سے پہلے نازل ہوئی تب تو سین استقبال ہے ورنہ محض تاکید کے لئے ہے تعریف سے خالی کر کے اور تلقی حکایت حال ماضیہ کے طور پر ہے۔

الرعب ابن عامر اور کسائی کے نزدیک تمام قرآن میں علی الاصل ضم کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اکثر کے نزدیک سکون عین کے ساتھ ہے۔ رعب کی تصریح میں اشارہ اس طرح ہے کہ جب تک یہ اس حال میں رہیں گے کفار مرعوب اور مسلمان غالب رہیں گے اس میں مسلمانوں کے لئے دائمی بشارت ہے اور یہ کہ کفر سبب ضعف ہے البتہ کسی عارض کی وجہ سے اس کا تخلف سمیت کے منافی نہیں یا کہا جائے کہ سبب ہونا اس کا زمانہ ماضی میں تھا۔

وقد عزموا اس کی ضمیر ابوسفیان وغیرہ کی طرف راجع ہے کفر و اکا مطلب یہ نہیں کہ نزول کے وقت جو لوگ کافر تھے وہ ہمیشہ کافر ہی رہیں گے۔ چنانچہ ابوسفیان بعد میں اسلام لے آئے۔ بما اشركوا باسبیه اور ما مصدریہ اور مالم ینزل مفعول ہے اشركوا کا اور مالم ینزل اس میں انتفاء قید کی وجہ سے انتفاء مقید ہو رہا ہے جیسے کہا جائے کہ سالبہ وجود موضوع کا مقتضی نہیں ہوتا ہے۔ بنس اس کا مخصوص بالمذمت محذوف ہے۔ جلال مفسر نے ہی اسی لئے مقدر کیا ہے۔

تحسونہم بمعنی قتل و استیصال، حیلہ، یہ لفظ مشترک ہے فشل بمعنی کسل، ضعف تراخی عصام کی رائے ہے کہ فشل کے معنی ضعف رائے اور حین کے ہیں۔ منعکم نصرہ یعنی جب تم کو شکست ہوگی تو مدد روک دی گئی۔ ردکم بالہزیمۃ یعنی بسبب رد کرنے تمہاری ہزیمت کے ان سے اور زخشری کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ تمہاری مدد روک دی اس لئے وہ تم پر غالب آ گئے۔

اذ تصعدون اصعاد بمعنی ذہاب و ابعاد فی الارض، صعد فی المیل اور اصعد فی الارض بولتے ہیں اصعد نامن مکة الی مدینة اور زخشری کہتے ہیں کہ اصعد فی الارض بمعنی مضی ہے۔ تلوون لوی بمعنی مائل ہونا اور اکثر بمعنی وقف آتا ہے اور بمعنی لا ترجعون بھی کہا گیا ہے پیچھے مڑ کر دیکھنا پلٹنا۔ فی آخر کم مفسر نے اشارہ کیا ہے کہ فی بمعنی الی اور لفظ اخروی بمعنی آخر ہے

بوتے ہیں جاء فلان فی اخر الناس و اخرتهم و اخرهم اذا جاء خلفهم.

الی عباد الله پورا جملہ آپ کا یہ تھا الی عباد الله انا رسول الله من یکر فله الجنة. فاثابکم لفظ ثواب اکثر اس کا استعمال خیر کے لئے آتا ہے۔ البتہ کبھی شر کے لئے بھی آتا ہے۔ ثاب الیہ عقلہ بوتے ہیں بمعنی رجوع الیہ اصل معنی ثواب کے یہ ہیں کہ جزائے فعل فاعل کو دینا خواہ خیر ہو یا شر۔ مفسر علام نے مطلق جزاء کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لہذا اس میں لا زائدہ ہے اور یا لا زائد ماننے کی ضرورت نہیں اور معنی یہ ہوں گے کہ رنج و غم کے گھونٹ پینے کی مشق کرو، تاکہ منفعت کے فوت ہونے پر رنج و ملال نہ رہے۔

رابطہ:..... غزوة اخذ کے موقع پر منافقین نے مرتد ہونے کے سلسلہ میں جو غلط مشورے دیئے تھے ان کا اتباع نہ کرنے کی تلقین یا ایہا الذین الخ سے بیان کی جا رہی ہے۔ آگے پھر وہی بطور تہمتی تشفی کا مضمون ہے اور غلطیوں کی نشاندہی۔

شان نزول:..... مورچہ چھوٹ جانے سے مسلمانوں کی فتح شکست سے جب تبدیل ہونے لگی اور افراتفری پھیل گئی اور مسلمان تتر بتر ہونے لگے تو عبد اللہ بن ابی کہنے لگا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ محمد نبی نہیں ہیں اب بھی میرا کہا مانو تو ابوسفیان سے کہہ کر اسن دلا دوں، اس پر ایہا الذین امنوا آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾:..... غزوة حمراء الاسد کی تمہید:..... کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب اور ہیبت ڈالنے کی بشارت کا ظہور اس طرح ہوا کہ اول تو بغیر کسی ظاہری سبب کے خود ہی کفار باوجود ایک طرح کے غالب ہونے کے مکہ واپس لوٹ گئے۔ لیکن کچھ آگے نکل جانے کے بعد جب اپنی خماقت اور بے وقوفی کا خیال آیا تو دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ ہو گیا مگر کچھ ایسا رعب ان پر چھایا کہ اس طرف بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بلکہ محض اپنی طفل تسلی کے لئے ایک سستی ترکیب یہ کہ مدینہ جانے والے ایک گیر مسافر اعرابی کو کچھ لالچ دے کر آمادہ کیا کہ تو مدینہ میں پہنچ کر ذرا مسلمانوں کو خوب ڈرا دینا کہ بڑی تیاری کے ساتھ آرہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی پہلے ہی اس اسکیم کا علم ہو گیا تو آپ حمراء الاسد تک ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن یہ ایک گیدڑ بھگی سے زیادہ کچھ نہ نکلا۔ مالہ بمنزل بہ سلطانا سے مراد لفظی اور معنوی دلیل ہے جس کی صحت کا شریعت نے بھی اعتبار کیا ہے اس میں عقلی دلیل بھی آگئی۔

تمام صحابہ مخلص تھے کوئی بھی طالب دنیا نہیں تھا:..... آیت ولقد صدقکم الله حضرات صحابہ کا غایب درجہ تقرب معلوم ہوا کہ ایک معمولی سے عتاب میں بھی تسلی کے کتنے پہلو نکال کر رکھ دیئے مثلاً (۱) یہ شکست بطور سزا نہیں تھی بلکہ اس میں بھی تمہاری مصلحت پیش نظر تھی۔ (۲) مواخذة اخروی سے بے فکر کر دیا، بھلا جو حضرات اس درجہ کے ہوں ان کو طالب دنیا کیسے کہا جاسکتا ہے؟ اس لئے منکم من یرید الدنیا کے یہ معنی نہیں کہ تم دنیا کو مقصود بالذات سمجھتے تھے کیونکہ اگر غنائم نہ بھی جمع کرتے تب بھی حسب قواعد جنگ مال غنیمت کے وہ مستحق تھے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تم نے مورچہ کی حفاظت اور مال غنیمت دونوں کا ثواب حاصل کرنا چاہا حالانکہ مصلحت وقتی صرف مورچہ کی حفاظت تھی اسی لئے خطائے اجتہادی کی وجہ سے مستحق ستائش نہ ہو سکے۔ اگرچہ مجرم و مخالف کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہوئے تو گویا حاصل عبارت یہ ہو انکم من یرید الدنیا للآخرة و منکم من یرید الآخرة الصرفة۔

ایک اشکال کا حل:..... آیت والرسول یدعوکم سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پکارنے کے باوجود مسلمان جمع نہیں ہوئے اور واقعات بالا کے ذیل میں معلوم ہوا کہ حضرت کعب کے پکارنے سے مسلمان جمع ہو گئے۔ لیکن بقول علامہ آلوسی اول

آنحضرت ﷺ نے پکارا ہوگا جس کو مسلمان نہیں سن سکے، حضرت کعبؓ نے پکارا تو کچھ لوگوں نے سن لیا اور جمع ہو گئے۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کے قتل کی خبر سے جو پریشانی تھی جب آنحضرت نے آواز دی تو اس میں پہلی خبر کی تردید یا اس سے کوئی تعرض نہیں تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ آواز نحیف ہو یا پہچانی نہ گئی ہو۔ حضرت کعبؓ کی آواز بلند ہوگی اور اس میں واقعہ قتل کی تردید اور تکذیب تھی اس لئے صحابہؓ سن کر فوراً متوجہ ہو گئے۔ باقی عتاب اس پر ہے کہ آواز صدّا بصرانہ ہوتی اور آپؐ گبیدہ خاطر یا ملول نہ ہوتے۔ تاہم آنحضرت ﷺ کے غم سے صحابہؓ کو جو الم پیش آیا اس میں بھی تہذیب و تربیت خدام مقصود ہے کہ مصائب جھیلنے کی عادت پڑنے سے ثبات و استقلال اور چنگلی پیدا ہو جاتی ہے جو بہت بڑی دولت اور حاصل مجاہدات ہے۔ حضرت عثمانؓ کی عدم شرکت پر بعض معاندین نے طعن و تشنیع کی ہے اور اس سے ان کے خلافت کے غیر مستحق ہونے پر استدلال کیا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کی طرف سے اعلان معافی کے بعد جیسا کہ ابن عمرؓ کی رائے ہے اب کسی کو کیا حق اعتراض ہے، رہا خلافت کا معاملہ سواہل سنت کے نزدیک خلافت کے لئے عصمت شرط نہیں ہے اس لئے شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنًا نَّعَاسًا يُغْشِي بِالْبَيَاءِ وَالتَّاءِ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ ۖ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ فَكَانُوا يَمِيدُونَ تَحْتَ الْجَحْفِ وَتَسْقُطُ السُّيُوفُ مِنْهُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَى حَمَلَتْهُمْ عَلَىٰ أَنَّهُمْ فَلَا رُغْبَةَ لَهُمْ فِي الْآنِحَاتِهَا ذُونَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ فَلَمْ يَنَامُوا وَأَهُمُ الْمُنَافِقُونَ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ ظَنًّا غَيْرَ الظَّنِّ الْحَقِّ ظَنَّ أَى كَظَنِّ الْجَاهِلِيَّةِ ط حَيْثُ اعْتَقَدُوا أَنَّ النَّبِيَّ قُتِلَ أَوْ لَا يُنْصَرُ يَقُولُونَ هَلْ مَا لَنَا مِنَ الْأَمْرِ أَى النَّصْرِ الَّذِي وَعَدْنَا مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٌ ط قُلْ لَهُمْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ بِالنَّصْبِ تَوَكِيدٌ أَوْ الرَّفْعُ مُبْتَدَأٌ خَبْرُهُ لِلَّهِ ط أَى الْقَضَاءُ لَهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ يُظْهِرُونَ لَكَ ط يَقُولُونَ بَيِّنًا لِمَا قَبْلَهُ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قَاتَلْنَا هَهُنَا ط أَى لَوْ كَانَ الْإِخْتِيَارُ الْيَنَالِمُ نَخْرُجُ فَلَمْ نُقْتَلْ لَكِنْ أُخْرِجْنَا كَرِهًا قُلْ لَهُمْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَفِيكُمْ مَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْقَتْلَ لَبَرَزَ خَرَجَ الَّذِينَ كُتِبَ قُضِيَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ مِنْكُمْ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ مَصَارِعِهِمْ مَوْتُهُمْ لَوْ كَانُوا وَلَمْ يُنَجِّهِمْ فَعُودُهُمْ لِأَنَّ قَضَاءَهُ تَعَالَى كَائِنٌ لَا مُحَالَاةَ وَفَعَلَ مَا فَعَلَ بِأَحَدٍ وَلِيَتَلَىٰ يُخْتَبِرُ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ قُلُوبِكُمْ مِنَ الْإِحْلَاصِ وَالتَّفَاقِ وَلِيَمَحِصَ يُمَيِّزُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٣﴾ بِمَا فِي الْقُلُوبِ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ وَإِنَّمَا يَتَلَىٰ لِيُظْهِرَ لِلنَّاسِ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ عَنِ الْقِتَالِ يَوْمَ التَّقَى الْجَمْعُ جَمْعُ الْمُسْلِمِينَ وَجَمْعُ الْكَافِرِينَ بِأَحَدٍ وَهُمْ الْمُسْلِمُونَ إِلَّا إِنِّي عَشْرَ رَجُلًا إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ آزَلَهُمُ الشَّيْطَانُ بِوَسْوَسَةٍ بَعْضُ مَا كَسَبُوا مِّنَ الذُّنُوبِ وَهُوَ مُخَالِفَةُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ١٤٦ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٥﴾ لَا يُعَجِّلُ عَلَى الْعُصَاةِ

ترجمہ:..... پھر اللہ تعالیٰ نے غم و الم کے بعد تم پر بے خوفی کی خود فراموشی طاری کر دی (چھا گئی، یغشی یا اور تاکے ساتھ ہے) یہ

حالت اونگھ میں سے ایک گروہ پر (مسلمان مراد ہیں چنانچہ ڈھالوں کے نیچے نیند کے مارے جھوم رہے تھے اور تلواریں ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ کر گر رہی تھیں) اور دوسرا گروہ وہ تھا کہ جسے اس وقت بھی اپنی جانوں ہی کی پڑی ہوئی تھی (یعنی یہی غم ان پر سوار تھا بس انہیں اسی کے بچانے کی فکر تھی۔ نہ آنحضرت ﷺ کی فکر تھی اور نہ آپ کے صحابہ کا غم، اس لئے ان کو نیند کہاں آتی۔ اس سے مراد منافقین ہیں) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بھی ناحق گمان اور اوہام رکھتے تھے زمانہ جاہلیت کے سے (کیونکہ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ نبی کریم ﷺ) (حاکم بدہن) قتل کر دیئے گئے ہیں یا آپ کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی) یہ لوگ کہتے تھے کہ ہمارا کیا کچھ اختیار چلتا ہے؟ (جس مدد کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے) آپ (ان سے) کہہ دیجئے ساری باتیں (کلمہ نصب کے ساتھ تاکید ہے اور رفع کے ساتھ مبتداء ہے جس کی خبر یہ ہے) اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں (یعنی فیصلہ کا اختیار اسی کو ہے جو چاہے کر سکتا ہے) یہ لوگ چھپاتے ہیں اپنے دلوں میں ان باتوں کو جن کو آپ کے سامنے بر ملا (ظاہراً) نہیں کہہ سکتے، ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے (یہ بیان ماقبل کا) کہ اس معاملہ میں ہمارے لئے اگر کچھ ہوتا تو یہاں آ کر نہ مارے جاتے (یعنی اگر ہمارا بس چلتا تو سرے سے گھر سے نکلنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی کہ قتل تک (نوبت پہنچتی لیکن زبردستی ہم کو نکالا گیا ہے) فرمادیں (آپ (ان سے) اگر تم اپنے گھروں میں بھی بیٹھے رہتے (اور تمہارے بارے میں تقدیر الہی قتل کا فیصلہ کر چکی ہوتی) جب بھی ضرور نکلتے (باہر آتے) جن کے لئے مارا جانا (مقدر ہو چکا) تھا (تم میں سے) اپنے مارے جانے کی جگہ (مقتل میں قتل ہوتے اور اپنے گھروں میں بیٹھ رہنا ان کو نہ بچا سکتا۔ کیونکہ قضائے الہی لامحالہ ہو کر رہنے والی ہے) اور (احد میں جو کچھ کہا گیا ہے یہ اس لئے تھا کہ) اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ جو کچھ تمہارے سینوں (دلوں) میں ہے (اخلاص و نفاق) اس کے لئے تمہیں آزمائش (امتحان میں ڈالے اور پاک صاف (جدا) کر دے ان کدورتوں کو جو تمہارے دلوں میں پیدا ہو گئی تھیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں جو انسان کے دلوں میں پوشیدہ ہوتا ہے (دلوں کی کوئی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں لیکن ابتلا، صرف لوگوں پر واضح کرنے کے لئے ہوتا ہے) تم میں سے جن لوگوں نے اس دن (لڑائی سے) منہ موڑ لیا تھا جس روز دونوں لشکر ایک دوسرے سے مقابل ہوئے (دو جماعتوں سے مراد احد میں مسلمان اور کافر ہیں اور منہ موڑنے والوں سے مراد مسلمان ہیں بجز بارہ افراد کے) ان کی لغزش کا باعث صرف یہ تھا کہ ان کے قدم شیطان نے (اپنے وسوسہ سے) ڈگمگادیئے تھے (استزلہم بمعنی ازلہم ہے) ان کی بعض کمزوریوں کے سبب جو انہوں نے پیدا کر لی تھیں (یعنی آنحضرت ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کے قصور کی وجہ سے) اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ لغزش معاف فرمادی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کو) بخشنے والے بردبار ہیں (گنہگاروں کو جلد نہیں پکڑتے)

تحقیق و ترکیب: من بعد۔ المغمم کی قبلیت اور امن کی بعدیت اگرچہ لفظاً تم سے بھی سمجھ میں آرہی ہے لیکن لفظ من بعد سے زیادہ وضاحت اور اس احسان کی عظمت کا متحضر کرنا ہے۔ امنہ مفعول بہ ہے اور نعاسا بدل ہے والاصل انزل علیکم نعاسا اذا امنة یا امنة حال مقدم ہے یا مفعول لہ، یا ضمیر مخاطبین سے حال ہو بمعنی ذوی امنة یہ جمع امن ہے۔ ای انزل اللہ علیہم الامن و ازال الخوف حتی نعسوا و غلبہم النوم چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ سے مروی ہے کہ غشیتنا النعاس المضاف حتی کان السیف یسقط من ید احدنا فیاخذہ بخاری کی روایت کے الفاظ ابو طلحہؓ سے یہ ہیں۔ کنت فیمن تغاشاہ النعاس یوم احد حتی سقط سیفی من یدی مراراً یسقط و اخذہ ثم یسقط و اخذہ. و طائفۃ طائفۃ مبتداء اور جملہ قد اہمتہم اس کی خبر ہے اور باوجود اس کے نکرہ ہونے کے یہ اس لئے جائز ہے کہ موقع تفصیل میں واقع ہو رہا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میدان جنگ کی اونگھ تو امنہ کہلاتی ہے۔ لیکن نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے لیونکہ میدان جنگ میں تو اس کا باعث وہ بے فکری ہوگی اعتماد علی اللہ اور توکل کی جان ہے جو ظاہر ہے کہ غایت قرب کی دلیل ہے ورنہ خوف کے وقت نیند کا کیا واسطہ؟ لیکن نماز کی حالت

میں خوف و خشیت مطلوب ہے وہاں بے فکری سبب بُعد ہوگا احد میں مخلصین و منافقین کی حالت اس کا صاف ثبوت ہے۔
 یظنون یہ حال ہے ضمیر اہمتہم سے نہ کہ طائفہ سے قد اہمتہم عربی محاورہ میں اس کا اطلاق خائف پر آتا ہے جو اپنے ہی نفس میں منہمک رہتا ہو۔ غیر الحق صفت ہے موصوف محذوف ظلما کی اور مفعول یظنون ہے اور الحق صفت ہے مصدر محذوف کی جو مضاف الیہ ہے غیر کا اور ظن الجاہلیہ صفت ثانیہ ہے اور منصوب بزعم الخافض اور معنی یہ ہیں کظن الجاہلیہ حدیث قدسی ہے انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ماشاء جس سے اللہ کے ساتھ حسن ظن کی تعلیم ہے۔ سوء ظنی اور بدگمانی کی ممانعت ہے و من یقنط من رحمة ربه الا الضالون اور ذلکم ظنکم الذی الخ

ہل لنا هل استفہام انکاری کے لئے ای مالنا کلمہ یہ تاکید ہے اور منصوب ہے لفظ الجمع کی طرح۔ یقولون یہ ماقبل یعنی یخفون کا بیان ہے یا اس سے بدل ہے۔ قل لو کنتم اس میں ان کے قول کا رد بطریق مبالغہ ہے کیونکہ ایسما تکنونوا یدر ککم الموت الخ اور فاذا جاء اجلہم الخ کی وجہ سے نفس قتل پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ زمان و مکان کی تعیین کر دی گئی۔
 فیقتلوا جس نسخہ میں فیقتلون ہے وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ حذف نون کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے۔

ولیتلی اللہ یہ فعل محذوف کی علت ہے یا علت محذوف پر معطوف ہے جس کی طرف مفسر علام نے ”فعل بافاعل“ سے اشارہ کیا ہے البتہ ان کو لبرز کی علت قرار دینا مقتضی مقام کے خلاف ہے کیونکہ مقصود شدت و ہول کی مصالح کا بیان ہے نہ کہ بروز مفروض کی حکمت کا بیان۔ ولیمحص تمحیص کے معنی تخلیص کے ہیں عیب دار چیز ہے اس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہوتا ہے اسی لئے قلوب کا لفظ لایا گیا ہے۔

الاثنی عشر رجلاً تفسیر کبیر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چودہ (۱۴) صحابہ ثابث قدم رہے۔ سات مہاجرین ابو بکر، علی، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، ابو عبیدہ بن جراح اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اور سات انصار خباب بن منذر، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حرث بن صمہ، اہل بن حنیف، اسید بن حفیر، اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم اور خطیب بغدادی کے نزدیک تیرہ کی تعداد ہے۔ استزلہم اس میں ست زائد ہے طلبیہ نہیں ہے بلکہ تعدیہ کے لئے ہے یا زلہ کی طرف بلانا اور اس پر آمادہ کرنا مراد ہو۔

رابطہ..... پچھلی آیت میں تذکرہ غم تھا اور اس آیت میں اس کے ازالہ کا ذکر ہے۔ ظاہراً بھی کہ نیند کے جھونکے سے تازہ دم ہو گئے اور باطناً بھی معافی کی بشارت سے روحانی رحمت حاصل ہو گئی، نیز منافقین کی بد حالی اور نمونوں سے حرمان کا بیان ہے۔

﴿تشریح﴾:..... آیت ثم انزل علیکم اور آیت محمد رسول اللہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان دونوں آیات میں پورے حروف ہجائیہ موجود ہیں۔ واقعہ احد کی مصالح، ابتلاء، عفو وغیرہ کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے لیکن مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے البتہ یہاں منافقین کے اس خیال کی تردید کرنی مقصود ہے کہ ہماری رائے پر عمل نہ کرنے اور ہمارا کہنا نہ ماننے سے سارے نقصانات ہوئے۔

حقیقی شکست و فتح:..... حاصل رد یہ ہے کہ اس نقصان میں جب اس درجہ منافع اور فوائد ہیں پھر ان کو نقصان کہنا کیسے صحیح ہے البتہ حقیقی نقصان گناہ ہے اس کو معاف کر دیا گیا ہے۔ تاہم اس اختلاف غرض سے تکرار نہ رہا۔ شرکاء احد و طرح کے لوگ تھے، ایک فریق کو تو آپ ﷺ کی نبوت بلکہ آپ ﷺ کی نصرت پر پورا یقین و اعتماد تھا۔ اس لئے یہ حضرات پورے طور پر مطمئن اور بے فکر تھے اور بے فکری ہی مقدمہ ہوتی ہے نیند کا۔ فکر کی حالت میں تو نیند کا فور ہو جاتی ہے لیکن دوسرا گروہ منافقین کا تھا جن کے دل ڈانواں ڈول اور غیر مطمئن تھے ان میں سے ہر شخص نفسا نفسی، آ پادھانی میں پڑا ہوا تھا۔ یہ لوگ صرف غنیمت کے لالچ میں آئے تھے لیکن وہ بھی جب خطرہ

میں نظر آتا تو سخت بے چین ہوئے۔ اس لئے ان کے لئے نیند کہاں؟ مگر آنحضرت ﷺ ان سب سے بالاتر تھے اس لئے نیند کے معاملہ میں بھی منفرد ہی رہے۔

فائز ابکم میں پاداش اصلاحی مراد ہے اور حلیم سے مراد یہ ہے کہ سزائے قہری نہیں ہوئی۔ اس لئے ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ مصائب کا سبب بعض ما کسبوا سے اور لیبیلی اللہ سے مصائب کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں اس لئے ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ وجود اسبب مقدم اور حکمت مؤخر ہوا کرتی ہے۔ نیز بعض ما کسبوا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق ہوتی ہے اسی طرح ایک گناہ دوسرے گناہ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

لطف آیت: ثم انزل سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات سالک کے قلب پر کوئی وارد اونگھ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو وہ سیکڑہ رحمانیہ ہوتا ہے۔ ولیبیلی اللہ سے معلوم ہوا کہ بلاء میں آزمائش ہوتی ہے۔ ملکات باطن صدق و اخلاص وغیرہ کی قوت سے فعلیت کی طرف اظہار کی اور قلب کی کدورتیں اور آلائشیں بھی اس سے صاف ہو جاتی ہیں۔

انما استزلہم کے ذیل میں آلوسی نے زجاج کا قول نقل کیا ہے کہ شیطان نے صحابہ کو بعض گناہ یا دلدائیے جن کے ہوتے ہوئے ان کو حق تعالیٰ سے ماننا اچھا معلوم نہ ہوا۔ اس لئے جہاد سے وہ کنارہ کش ہو گئے تاکہ اصلاح کے بعد پھر ملاقی ہوں۔ زجاج کے اسی مقولہ سے شیخ اکبر کے اس قول کی تائید و تصدیق ہوتی ہے جو مشہور ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد پھر گناہوں کو یاد کرنا مناسب نہیں ہے کہ یہ اللہ اور بندہ کے درمیان حجاب ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا أَيُّ الْمُنَافِقِينَ وَقَالُوا لَا خِوَانِهِمْ أَيُّ فِي شَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا سَافِرُوا فِي الْأَرْضِ فَمَاتُوا أَوْ كَانُوا غَزَى جَمْعُ غَازٍ فَمَاتُوا لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَمَاتُوا وَمَا قَتَلُوا أَيُّ لَا تَقُولُوا كَقَوْلِهِمْ لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ الْقَوْلُ فِي عَاقِبَةِ أَمْرِهِمْ حَسْرَةٌ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَلَا يَمْنَعُ عَنِ الْمَوْتِ قُعُودٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَالِتَاءٍ وَالْيَاءُ بِصِيرٍ ﴿١٥٦﴾ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ وَلَئِنْ لَأَمْ قَسَمَ قَاتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَيُّ الْجِهَادِ أَوْ مِتُّمْ بِضَمِّ الْمِيمِ وَكَسْرِهَا مِنْ مَاتَ يَمُوتُ وَيَمَاتُ أَيُّ آتَاكُمْ الْمَوْتُ فِيهِ لَمَغْفِرَةٌ كَائِنَةً مِّنَ اللَّهِ لِيُذْنِبَكُمْ وَرَحْمَةٌ مِّنْهُ لَكُمْ عَلَى ذَلِكَ وَاللَّامُ وَمَدْخُولُهَا جَوَابُ الْقَسَمِ وَهُوَ فِي مَوْضِعِ الْفِعْلِ مُبْتَدَأُ خَبْرِهِ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾ مِنَ الدُّنْيَا بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ وَلَئِنْ لَأَمْ قَسَمَ مِتُّمْ بِالْوَجْهِينِ أَوْ قَاتِلْتُمْ فِي الْجِهَادِ أَوْ غَيْرِهِ لَا إِلَى اللَّهِ لَا إِلَى غَيْرِهِ تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾ فِي الْأَجْرَةِ فَيَجَازِيكُمْ فِيمَا مَا رَأَيْتُمْ رَحْمَةً مِّنَ اللَّهِ لَئِنْ يَا مُحَمَّدُ لَهُمْ أَيُّ سَهَلَتْ أَحْلَافَكَ إِذْ خَالَفُوكَ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا سِيءُ الْخُلُقِ غَلِظَ الْقَلْبُ جَافِيًّا فَاعْلَظْتَ لَهُمْ لَا انْفَضُّوا تَفَرَّقُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ تَجَاوَزْ عَنْهُمْ مَا آتَوْهُ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ حَتَّىٰ أَغْفِرَ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ اسْتَخْرِجْ آرَاءَهُمْ فِي الْأَمْرِ أَيُّ شَانِكَ مِنَ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِ تَطْيِيبًا لِقُلُوبِهِمْ وَلَيْسَتْ بَكَ وَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرَ الْمَشَاوِرَةِ لَهُمْ فَإِذَا عَزَمْتَ

عَلَىٰ امْتِصَاءٍ مَا تَرِيدُ بَعْدَ الْمُشَاوَرَةِ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ يَتَّقِ بِهِ لَآبِالْمُشَاوَرَةِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾
 عَلَيْهِ إِنْ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ يُعِينَكُمْ عَلَىٰ عَدُوِّكُمْ كَيَوْمِ بَدْرٍ ۚ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ يَتْرُكْ نَصْرَكُمْ
 لِيَوْمٍ أُخِذَ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ أَيُّ بَعْدَ خُذْلَانِهِ أَيُّ لَانَاصِرَ لَكُمْ وَعَلَى اللَّهِ لِأَعْيُرِهِ
 فَلْيَتَوَكَّلِ لِيَتَّقِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ:.....مسلمانو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کفر اختیار کیا (مراد منافقین ہیں) اور جو کہنے لگتے ہیں اپنے بھائی
 بندوں کے لئے (یعنی ان کے حق میں) جب کہ وہ سفر میں گئے ہوں (مسافر ہوں) کسی جگہ (اور ان کا انتقال ہو جائے) یا جہاد میں
 مصروف ہوں (غزوی جمع غازی ہے اور قتل ہو جائیں) کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو کاہے کو مرتے یا مارے جاتے (یعنی مسلمانو!
 تم ان جیسی باتیں نہ کرنا) تاکہ اللہ تعالیٰ بنا دیں اس (بات کو آخر کار ان کے لئے) داغ حسرت ان کے دلوں کے لئے اللہ ہی کے ہاتھ
 زندگی اور موت کا رشتہ ہے (اس لئے گھر میں بیٹھ رہنا موت کے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتا) اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو (تا اور یا کے
 ساتھ پڑھا گیا ہے) اس کی نگاہ میں ہے (لہذا وہ تم کو بدلہ دیں گے) اور اگر تم (لام قسم ہے) قتل کر دینے گئے اللہ کی راہ (جہاد) میں یا اپنی
 موت مر گئے (بضم المیم، مات یموت اور مات یمات سے ہے یعنی تمہارے پاس آ جائے) تو اللہ کی طرف سے تمہارے (گناہوں
 کی) مغفرت (ہوگی) اور (تمہارے لئے اس کی) رحمت ہوگی (اس پر اور لام اور اس کا مدخول جواب قسم ہے یہ فعل کی جگہ ہے اور مبتداء
 ہے جس کی خبر آگے ہے) یقیناً وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن کی پونجی لوگ جمع کر رہے ہیں (دنیا سے تا اور یا دونوں کے ساتھ پڑھا
 گیا ہے) اور اگر (لام قسم ہے) تم اپنی موت مر دیا مارے جاؤ (جہاد وغیرہ میں) بہر حال صرف اللہ تعالیٰ کے حضور (نہ کہ دوسرے کے
 پاس) جمع کئے جاؤ گے (آخرت میں لہذا وہ تم کو بدلہ دیں گے) یہ خدا کی بڑی ہی رحمت ہے (لفظ ما زائد ہے) کہ آپ (اے محمد) اس
 قدر نرم مزاج واقع ہوئے ان لوگوں کے لئے (یعنی آپ کے اخلاق نرم ہیں باوجود ان کی مخالفت کے) اگر آپ تند مزاج (بدخلق)
 سنگدل ہوتے (اکھڑ طبیعت کے ان پر برہمی کرتے رہتے) تو لوگ بھاگ کھڑے ہوتے (تتر بتر ہو جاتے) آپ کے پاس سے۔ پس
 ان کا قصور معاف کر دیجئے (درگزر کر دیجئے ان سے جو کچھ سرزد ہوا) اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھی بخشش طلب کیجئے (ان کے
 گناہوں کی تاکہ ہم بھی ان کو معاف کر دیں) نیز ان سے مشورہ بھی کر لیا کیجئے (ان کی رائے معلوم کر لیا کیجئے) اس قسم کے معاملات میں
 (یعنی جنگ وغیرہ کے مواقع میں) ان کا دل بھی خوش ہو جائے گا اور آپ کی سنت بھی جاری ہو جائے گی چنانچہ آنحضرت ﷺ بکثرت
 ان سے مشورے فرمایا کرتے تھے (پھر جب ایسا ہو کہ آپ کسی بات کا عزم کر لیں) مشورہ کے بعد ارادہ تکمیل کرنا چاہیں) تو اللہ تعالیٰ پر
 بھروسہ کیجئے (اس پر اعتماد کیجئے محض مشورہ پر سہارا نہ کیجئے) یقیناً اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جو (ان پر) بھروسہ رکھنے
 والے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری امداد کریں (تمہارے دشمنوں کے مقابلہ میں جیسا کہ بدر میں ہوا) تو کوئی نہیں جو تم پر غالب آسکا لیکن
 اگر وہی تم کو چھوڑ بیٹھے (تمہاری مدد نہ کرے جیسے احد میں ہوا) تو بتلاؤ کون ہے جو تمہارا مددگار ہو سکتا ہے اس کے بعد (یعنی اس کے چھوڑ
 دینے کے بعد حاصل یہ ہوا کہ تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے) صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے (دوسرا کوئی نہیں) پس اسی پر بھروسہ (اعتماد)
 رکھنا چاہئے ایمان داروں کو۔

تحقیق و ترکیب:..... اذایہاں اذ صرف زمان کے لئے ہے اور اذالانے میں اشارہ ہے کہ یہ ان کی جانب سے محقق ہے۔

فماتوا یہ ان کے قول ماماتوا سے ماخوذ ہے اور مفسر کا دوسرا قول فقتلوا ماخوذ ہے ان کے قول ماقتلوا سے لیجعل لام کا تعلق ہے لا تکونوا سے ای لا تکونوا کھولاء فی النطق بذالک القول فیجعل اللہ الخ یا اس کا تعلق قالوا کے ساتھ ہے یعنی قالوا ذلک واعتقدوہ۔ اس کے لام عاقبت ہونے کی طرف مفسر نے فی عاقبت امرہم کہہ کر اشارہ کر دیا جیسے لیكون لهم عدوا و حزنًا میں لام عاقبت کے لئے ہے۔ متم باب نصر سے قرأتہ مضم پر مات یموت ہے اور باب خاف یخاف ہے قرأتہ کسر پر مات یمات سے ہے اور فیہ سے مراد فی سبیل اللہ لمغفرۃ یہ جواب قسم ہے قائم مقام جواب شرط ہے۔

علی ذلک علی بمعنی لام تعلیل ہے اور مشار الیہ اس کا قتل و موت ہے اور مفسر کے قول و اللام سے مراد لام ابتداء ہے اور اس کا مدخول مبتدا و خبر کا مجموعہ ہے اور لفظ ہو ضمیر مدخول لام کی طرف راجع ہے۔ یجمعون اس میں التفات پایا جاتا ہے اور ایک قرأت میں تجمعون بھی ہے۔ ولئن قتلتم اول آیت میں قتل کو اور دوسری آیت میں موت کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ غالب جہاد میں قتل ہونا ہے اور غیر جہاد میں اکثر موت ہوتی ہے۔ لا السی اللہ یہ لام تاکید کا ہے اس کے ساتھ قرآنی رسم الخط میں الف لکھنے میں فتح لام پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا۔ اس آیت میں تین مقامات عبودیت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ الحشر بمعنی جمع کرنا فہما رحمة فاعاطفہ ہے، مضاف پر تقدیر عبارت اس طرح ہے خالفوا امرک لت لہم برحمة من اللہ اور ما زائد ہے تاکید کے لئے ہے فظاخذت الفظاظۃ بحفوة فی المعاشرة قولاً و فعلاً۔

غلیظ بمعنی متکبر پھر مجازاً عدم شفقت پر بھی محمول کر لیا جاتا ہے۔ بدخلق، قاسی اور درشت کلام کو کہتے ہیں۔

شاورہم مشاورت کے معنی شہد کی مکھیوں کا شہد نکالنا ہیں۔ صاحبان نظر و فکر کا باہم مل کر غور و خوض کر کے کسی بہتر رائے کا حاصل کرنا مراد لیا جاتا ہے وجہ مناسبت ظاہر ہے، حدیث نبوی ہے ماتشا ورفوم الاهدو الارشد امرہم بولتے ہیں شررت الدابة شررت العسل۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں ہمارا بت احدا اکثر مشاورۃ من اصحاب رسول اللہ اس آیت میں اس پر دلالت ہو رہی ہے کہ اجتہاد جائز ہے اور قیاس حجۃ شرعیہ ہے۔ فاذا عزمت یعنی بعد المشورہ جو کچھ رائے میں رجحان پیدا ہوا ہو اس پر عزم کر کے کاربند ہو جاؤ۔ فتوکل توکل نام ترک تدبیر کا نہیں ہے اس کو تعطل کہنا چاہئے ورنہ پھر مشورہ کا امر اس کے معارض و مناقض ہو جائے گا بلکہ اسباب ظاہرہ کو اختیار کرتے ہوئے مسہب الاسباب پر بھروسہ کرنے کو توکل کہتے ہیں۔ اگرچہ بقول ذوالنون مصری ایک درجہ توکل کا "خلع الارباب و قطع الاسباب" بھی ہے۔

رابطہ:..... گذشتہ آیت میں منافقین کے غلط مشورے نقل کئے گئے تھے جن سے مسلمانوں میں وسوسہ اندازی کا احتمال تھا اس کے انسداد کے لئے آئندہ آیات میں تنبیہ کی جا رہی ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ کے مکارم اخلاق اور نرمی مزاج کو سراہا گیا ہے۔ جس کی بدولت اسلام پھیلا اور صحابہؓ میں بے انتہاء گرویدگی پیدا ہوئی حتیٰ کہ احد جیسے نازک مواقع میں بھی آپ ﷺ نے کسی سے ترش روئی کے ساتھ وارد گیر نہیں فرمائی۔ غرض کہ صحابہؓ کی مزید دلجوئی کی خاطر دینی اہم معاملات میں صحابہؓ سے مشورہ کرنے کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... بہادر مؤمن موت سے جی نہیں چراتا:..... یعنی سچا مؤمن وہ ہے جو موت سے نہیں گھبراتا اور اس سے ڈر کر کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتا وہ سمجھتا ہے کہ موت سے جب کسی حال میں مفر نہیں پھر کیوں نہ اس موت کا استقبال کیا جائے جو راہ حق میں اس کو پیش آجائے۔ اور جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی بخشائش و خوشنودی ہو۔ البتہ جو لوگ ایمان سے محروم ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ راہ حق میں لوگوں کو موت پیش آ رہی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ راہ اختیار نہ کی ہوتی تو کیوں یہ انجام دیکھتے، گویا موت صرف

جنگ ہی میں آسکتی ہے جو آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے گا وہ کبھی مرنے والا نہیں ہے۔

اور لاحسوا انہم سے مراد ہم مشرب لوگ ہیں جیسے کہ منافقین اور ہم نسب مسلمان بھی مراد ہو سکتے ہیں، اگر اول صورت مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر اتفاقاً کوئی منافق بھی کبھی بباد بایا جہاد میں ساتھ ہو لیتا اور قتل ہو جاتا ہے تو ان کو حسرت و افسوس ہوتا ہے لیکن اگر یہ لوگ اپنا ایمان و اعتقاد درست کر لیں تو یہی دینی سفران کے لئے مغفرت و رحمت کا موجب ہو سکتا تھا اور ثانی صورت میں ہم نسب مسلمان مراد ہوں تو ان کی وفات یا شہادت سے منافقین کو حسرت و ملال اضطراری درجہ میں قربت واری کی وجہ سے ہوتا ہے یا موت و شہادت پر توجیح نہیں ہوتا۔ البتہ اپنے اعتقاد فاسد کی وجہ سے اسباب عادیہ کو اس درجہ مؤثر سمجھتے ہیں پس ایسا شخص ہر واقعہ میں اسی طرح حسرت و افسوس کا شکار رہتا ہے اور مغفرت و رحمت کا وعدہ اس صورت میں بالکل ظاہر ہے۔

اور اذا ضربوا فی الارض سے مراد مطلق سفر نہیں ہے بلکہ وقتی دینی سفر مراد ہے۔ جیسا کہ جواب کی عبارت و لئن قتلتم فی سبیل اللہ اس پر وال ہے۔ منافقین کے قول لو کانوا عندنا ما ماتوا الخ کے دو جواب دیئے ہیں ایک واللہ یحییٰ ویمیت سے دوسرا لئن قتلتم سے۔

مشورہ کی اہمیت: چونکہ مورچہ بندی کے واقعہ کی ناگواری اور تکدر کا اثر صحابہؓ کی طبائع پر تھا۔ ادھر آنحضرت ﷺ نے اپنی معجزانہ وسعت قلبی اور خوش اخلاقی سے اگرچہ اس پر کسی ملامت اور دُشتی کا مظاہرہ نہیں فرمایا لیکن اس خیال سے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے مابین کوئی انقباض اور حجاب نہ رہے اور کلف کا اثر بالکلیہ دُھل جائے آپ ﷺ کو انبساط کے برقرار رکھنے اور سابقہ تعلقات کے بحال کر لینے کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔

آپ ﷺ کے اخلاق اور مشورہ کا دستور العمل: اور اس سلسلہ میں آپ کی بعض مہمات و مواعظت و امامت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ (۱) آپ ﷺ کی نرمی مزاج ہی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے دل بے اختیار آپ ﷺ کی طرف کھینچے چلے آ رہے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میدان صاف نظر آتا اور چیونٹی بھی پر نہ مار سکتی۔

کس نہ بید کہ تشنگان حجاز
ہر کجا چشمہ بود شریں
بر لب آب شور گرد آئند
مردم و مرغ و مور گرد آئند

(۲) جنگ احد میں ایک گروہ کی لغزش اگرچہ اہم لغزش تھی تاہم آپ ﷺ کی شفقت بے پایاں کا مقتضی یہی ہے کہ غنودرگزر سے کام لو۔ (۳) آپ ﷺ کا طریق کار اور طرز عمل یہ ہونا چاہئے کہ صلح و جنگ کا کوئی معاملہ بغیر صلاح و مشورہ کے انجام نہیں پانا چاہئے۔ جس کا دستور العمل یہ ہو کہ پہلے جماعت سے مشورہ لو پھر مشورہ کے بعد کوئی ایک بات ٹھان لو اور اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ۔ شوری اپنے محل اور وقت میں ضروری ہے اور عزم و پختگی اپنے محل اور وقت میں۔ مشورہ سے پہلے فیصلہ اور عزم کا سوال نہیں اٹھتا۔ لیکن جب مشورہ کے بعد عزم کر لیا گیا تو کوئی رائے اور نکتہ چینی یا مخالفت اس کو متزلزل نہیں کر سکتی، امام یا امیر مجلس کے لئے ضروری ہے کہ مجلس شوری سے مشورہ کرے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صاحب عزم ہو۔

مشورہ طلب امور اور فوائد مشورہ: اور و شاورہم فی الامر سے مراد مشورہ طلب وہ خاص خاص باتیں ہیں جن کے متعلق آپ پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو۔ ورنہ نزول وحی کے بعد پھر مشورہ کی کیا حاجت؟ مشورہ میں بہت سے فوائد و منافع اور مصالح ہوتے ہیں مثلاً (۱) آپ ﷺ کے مشورہ سے مخلص خدام اور صحابہؓ کی تالیف اور جمعیتی و خوشنودی، جس کی طرف آیت میں اشارہ کیا گیا

ہے۔ (۲) آپ ﷺ کی امت کے لئے یہ سنت جاری ہو جائے گی۔ جیسا کہ بیہقی نے حسن سے نقل کیا ہے اور ابن عدی و بیہقی نے اس کی تائید میں ابن عباسؓ کی روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نزول آیت پر فرمایا کہ اللہ اور رسول کو تو اس مشورہ کی ضرورت نہیں لیکن میری امت کے لئے اللہ نے اس کو رحمت بنایا ہے۔ (۳) مشورہ سے اپنی رائے کی مزید تقویت ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ جس بات پر متفق ہو جائیں تو میں اس میں خلاف نہ کروں اور دوسری اور تیسری مصلحت میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ اللہ اور رسول کو غالب احوال مشورہ کی حاجت نہ ہو لیکن بعض اوقات تقویت رائے کے لئے مشورہ لیا جاتا ہو اور صدر مجلس شوریٰ کے عزم کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شوریٰ کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ عزم میں کوئی قید نہیں لگائی گئی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوراہیت میں نہ تو خالص شخصی استبدادی اور ڈکٹیٹری طریقہ ہونا چاہئے اور نہ محض کثرت رائے اور ووٹوں کی بے اصل جمہوریت پر مدار ہونا چاہئے بلکہ شخصیت و جمہوریت کا ایک مرکب ہونا چاہئے، جس میں اصل مدار کار ہر براہ ہو۔ لیکن وہ اپنی تقویت کے لئے شوراہیت سے رجحان حاصل کر لیا کرے۔

مشورہ اور توکل:..... اور مشورہ کی تکمیل کے بعد توکل کے حکم سے معلوم ہوا کہ تدابیر منافی توکل نہیں ہیں اور تدبیر کے ساتھ اللہ پر بھروسہ رکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے توکل بمعنی ترک تدبیر سواس کا منضبط ضابطہ یہ ہے کہ دینی تدابیر کا ترک تو بالکل مذموم اور ناجائز ہے اسی طرح دنیاوی تدابیر جو یقینی اور عادی ہوں ان کا ترک بھی ناجائز ہے لیکن اگر ظنی تدابیر ہوں تو قوی القلب شخص کے لئے ان کا ترک جائز اور وہی ہوں تو ان کا ترک مستحسن ہے۔

آیت ان ینصرکم اللہ میں ازالہ حسرت کا حاصل یہ ہوا کہ کسی کو غالب مغلوب کر دینا اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے چنانچہ بدر میں اپنی رحمت سے تم کو غالب کر دیا اور احد میں اپنی حکمت سے پھر مغلوب کر دیا۔ اس لئے تمہاری قدرت سے یہ چیز پوری طرح باہر ہے پھر اس درجہ اپنے جی کو اس کے پیچھے کیوں ڈالتے ہو جو ہو گیا سو ہو گیا۔ سب ضروریات چھوڑ کر اسی میں کیوں لگ گئے ہو اس میں جو آفت آئی وہ نافرمانی کی وجہ سے آئی اس سے توبہ کرو "گذشتہ راصلوات آئندہ را احتیاط" اور "ہر چہ از دوست میرس نیکوست" پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

ولسن قتلتم الخ میں قتل اور موت فی سبیل اللہ کی جزاء میں مغفرت و رحمت اور ولسن متم او قتلتم میں موت و قتل کی جزاء "حشر لسی اللہ" فرمائی ہے بعض حضرات نے بطریق تاویل دونوں میں یہ فرق ذکر کیا ہے کہ اول آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو جنت و جہنم کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں دوسری آیت میں ان کا ذکر ہے جو "ذات واحد" ہی کو مقصود سمجھ کر عبادت کرتے ہیں اس لئے وہی ان پر متجلی بھی ہوگی۔ و شاوہم الخ یہ آیت اس پر دل ہے کہ بعض اوقات بعض منافع و فوائد تابع سے بھی متبوع کو حاصل ہو جاتے ہیں۔

يَنْزِلُ لَمَّا فُقِدَتْ قَطِيفَةٌ حُمْرَاءُ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا وَمَا كَانَ يَنْبَغِي لِنَبِيِّ أَنْ يَغُلَّ ط يَحُونَ فِي الْغَنِيمَةِ فَلَا تَطُنُّوا بِهِ ذَلِكَ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ آيٍ يُنْسَبُ إِلَى غُلُولٍ وَمَنْ يَغُلُّ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَامِلًا لَهُ عَلَى عُنُقِهِ ثُمَّ تُوفَى كُلُّ نَفْسٍ الْغَالِ وَغَيْرِهِ جَزَاءً مَا كَسَبَتْ عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ شَيْئًا أَفَمَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ فِاطَاعَ وَلَمْ يَغُلَّ كَمَنْ آءَ رَجَعَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ بِمَعْصِيَتِهِ وَغُلُولِهِ وَمَا وَبَهُ جَهَنَّمُ ط وَبَسَّ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ الْمَرْجِعُ هِيَ لَاهِمُ رَجَحْتُ أَيُّ أَصْحَابِ دَرَجَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ أَيُّ مُخْتَلِفُوا الْمَنَازِلَ فَلِمَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ الثَّوَابُ وَلِمَنْ بَاءَ بِسَخَطِهِ

الْعَقَابُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ ﴿۱۶۳﴾ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۶۳﴾ فَيَجَازِيهِمْ بِهِ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ أَى عَرَبِيًّا مِّثْلَهُمْ لِيَفْهَمُوا عَنَّهُ وَيُشْرَفُوا بِهِ لَا مَلَكًا وَلَا عَجَمِيًّا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ الْقُرْآنَ وَيُزَكِّيهِمْ يَطَهِّرُهُمْ مِنَ الذُّنُوبِ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ وَالْحِكْمَةَ الْحِكْمَةُ السُّنَّةُ وَإِنْ مُخَفَّفَةً أَى أَنَّهُمْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَى قَبْلَ بَعَثِهِ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۱۶۳﴾ بَيْنَ .

ترجمہ:..... (جنگ بدر کے غنائم میں ایک سرخ چادر کم نظر آئی تو بعض لوگ کہنے لگے کہ شاید آنحضرت ﷺ نے اس کو پسند فرمایا ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی) یہ بات ہرگز (مناسب) نہیں ہو سکتی نبیؐ سے کہ وہ کسی طرح کی خیانت کرے (مال غنیمت میں خیانت کرنے لگے، اس کے بارے میں ایسا گمان کیوں کرتے ہو اور ایک قرأت میں لفظ یفعل مجہول ہے یعنی منسوب الی الخیانت) اور جو کوئی خیانت کرتا ہے تو اس نے جو کچھ خیانت کی ہے اور قیامت کے روز اس کو لانا پڑے گا (اپنی گردن پر لاد کر) پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ ضرور ملے گا (خواہ خیانت کا مجرم ہو یا اور طرح کا) اس کے (عمل کی) کمائی کا اس کے ساتھ (کسی طرح کی) نا انصافی نہ ہوگی۔ کیا جس شخص نے اللہ کی خوشنودیوں کی راہ اختیار کی (کہ اطاعت کر لی اور خیانت نہ کی) وہ اس آدمی کی طرح ہو سکتا ہے جس نے ہنورا (مستحق ہوا) اللہ تعالیٰ کے غضب کا (اپنی بد عملیوں اور خیانت کی وجہ سے) اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے اور (وہ) بہت ہی برا ٹھکانا ہے (ہرگز یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے) یہ لوگ بلند درجات (اہل مرتبہ) ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (یعنی مختلف مراتب والے ہیں، جس نے اطاعت کی وہ ثواب کا مالک ہو اور جو نافرمانی کا مرتکب ہو اس کے لئے سزا ہے) اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے واقف ہیں (لہذا وہ ان کو بدلہ دیں گے) بلاشبہ اللہ نے مؤمنین پر بڑا ہی احسان کیا کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیج دیئے جو ان ہی میں سے ہیں (یعنی ان کی طرح عربی ہیں تاکہ لوگ ان کی بات سمجھ سکیں اور آپؐ سے شرف حاصل کر سکیں۔ نہ فرشتہ بنا کر بھیجا اور نہ عجمی) وہ آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں (قرآن پاک کی) اور انہیں پاک کرتے ہیں (ہر طرح کی برائیوں سے) ان کو تعلیم دیتے ہیں کہ کتاب (قرآن) اور حکمت (سنت) کی حالانکہ یہ (ان مخففہ ہے یعنی انہم) اس سے (یعنی آپؐ کی نبوت سے) پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

تحقیق و ترکیب:..... ان یغل . غل شیئا من الغنم غلولا اور اغل اغلا لا بولتے ہیں مراد خیانت کرنا چوری چھپے کوئی چیز لے لینا، اغلہ۔ اذا وجدہ غلا حاصل یہ ہے کہ خیانت اور نبوت میں منافات ہے۔ خواہ اس کو معروف پڑھا جائے یا مجہول ینسب الی الغلول جیسے بولتے ہیں الکذبة یعنی نسبة الی الکذب ومن یغلل یہ حال بھی ہو سکتا ہے اور تقدیر عبارت فی حال علم الغال بعقوبة الغلول ہے۔ یات یا تو حقیقہ اسی چیز کو گردن پر لاد کر لائے گا یا اس کے وبال و گناہ کا بار اٹھائے گا۔ افسن اتبع ہمزہ انکاری ہے جس کی طرف مفسر نے لا نافیہ سے اشارہ کر دیا ہے۔ فاعطف محذوف پر عطف ہے۔ ای استوی الامر ان مراد اس سے مہاجرین و انصار ہیں۔ درجات یعنی ہم متفاوتون کما تتفاوت الدرجات یا یہ معنی ہیں کہ اہل ثواب و عذاب کے منازل متفاوت ہوں گے یا ثواب و عقاب میں تفاوت بیان کرنا ہے۔

رابط و شان نزول:..... بدر کے روز مال غنیمت کی ایک چادر کم ہو گئی۔ بعض منافقین یا سادہ لوح اور کم سمجھ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پسند فرما کر رکھ لی ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپؐ نبی ہونے کی وجہ سے امین کامل ہیں نبوت و امانت میں لزوم اور نبوت و خیانت میں منافات ہے پس جس طرح آپؐ کی نافرمانی کا مضر ہونا پچھلی آیات میں ثابت ہو چکا ہے اسی طرح

آپ ﷺ جیسے امین کے حکم کا نہ ماننا بھی یقیناً ضرر رساں ہے۔

﴿تشریح﴾:..... نبوت و امانت میں تلازم اور نبوت و خیانت میں منافات ہے..... معترض اگر منافق تھا تب تو اس کی بے ہودگی ظاہر ہے لیکن اگر کسی سیدھے سادے اعرابی کا یہ قول تھا تو منشاء بد نیتی نہیں بلکہ آپ ﷺ کا صاحبِ تصرف ہونا پیش نظر ہوگا۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ چیز حقیقتہً یا صورتہً خیانت ہے اور نبی ﷺ کی شان اس سے بالکل منزہ ہے۔ لفظ غلول چونکہ ہر طرح کی خیانت کو عام ہے خواہ حقیقتہً ہو یا بطور عموم مجاز کے ہر قسم کی خیانت کو شامل ہوگا۔ امانت انبیاء کو یہاں بالدلیل ثابت کیا گیا ہے جس کی تقریر ظاہر ہے البتہ آیات بماغل کی تفسیر حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں قیامت میں کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں گا کہ اس کی گردن پر اونٹ وغیرہ لدا ہوا ہو اور وہ بولتا ہو اور میرے پاس امداد کے لئے آئے اور میں صاف جواب دے دوں کہ اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس پر کسی نے ابو ہریرہ کے سامنے اشکال ظاہر کیا کہ اگر کسی نے سواونٹ چرائے ہوں تو وہ ان سب کو کس طرح گردن پر لادے گا؟ ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ جس شخص کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوں اور ربذہ سے مدینہ تک اس کی سرین ہوں کیا وہ اتنی چیز نہیں اٹھا سکتا؟

حدیث ابو ہریرہؓ عقلیت زدہ لوگوں کے لئے مسکت جواب ہے:..... اس جواب سے آجکل کی فلسفہ زدہ طبائع کو مطمئن ہو جانا چاہئے نیز اللہ کی قدرت کے سامنے اس بڑا ہونے کی توجیہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور کوئی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہیں اس لئے حقیقت کا قائل ہونا ضروری ہے۔ تاہم اگر تسکینِ عقل کا شوق ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ اگر خیانت شدہ چیز اجسام میں سے نہیں ہے تو اس کے لانے کی دو صورتیں ممکن ہیں یا تو مقصود صرف ان کا اظہار و اعلان ہو جیسے کہا جائے کہ کیا خبر لائے ہو، دوسرے ممکن ہے کہ اس عالم میں معانی اور اعراض بھی اجسام کی شکل میں متمثل ہو جاتے ہوں اس لئے اُس عالم کو اس عالم پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آخرت میں موت کو ذنبہ کی شکل میں لاکر ذبح کر دیا جائے گا یا نیک عمل ایک حسین و جمیل آدمی کی شکل میں آئے گا۔

آیت وماکان لنبی الخ سے معزلہ کے لئے سزا کے وجوب پر استدلال کا موقع نہیں ہے اس قسم کی تمام آیات میں ان وعیدوں سے مراد صرف استحقاقِ عذاب بیان کرنا ہے لامحالہ وقوع بیان کرنا مقصود نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ رحمتِ عالم اور نعمتِ کبریٰ ہیں:..... لقد من اللہ سے آنحضرت ﷺ کی تعظیم و اجلال میں اضافہ اور ترقی بیان کرنا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ آپ ﷺ امین کامل ہیں اور خیانتِ مجرمانہ سے بری ہیں بلکہ آپ ﷺ کا وجود باوجود سارے انسانوں کے لئے نعمتِ عظیم ہے۔ امتِ اجابت (مؤمنین) تو آپ ﷺ کی وجہ سے دولتِ ایمان سے متمتع ہے ہی لیکن کفار بھی آپ ﷺ کی برکت سے نحف و مسخ وغیرہ عذابوں سے عام طور پر محفوظ ہیں۔ من انفسہم میں مفسرین نے تین توجیہیں کی ہیں۔ (۱) من انفسہم بمعنی من قریش (۲) من انفسہم ای من العرب جیسا کہ خود مفسر علام نے اشارہ کیا ہے ان دونوں صورتوں کی تقریر تقریباً یکساں ہے جس کا بیان سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ (۳) من انفسہم سے مراد عام انسان ہوں جس کا قرینہ یہ ہے کہ مؤمنین کی صفت عام ہے اور انفسہم کی ضمیر اسی طرف راجع ہے اس لئے عام صفت کے تفسیر کرنا زیادہ بہتر ہوگا جس کا حاصل یہ ہوگا کہ انسان کو بہ نسبت جنات اور فرشتوں کے چونکہ انسان سے زیادہ مناسبت ہے اور یہ مناسبت ہی افادہ اور استفادہ کی شرطِ عظیم ہے اس لئے آپ ﷺ کو انسانوں میں انسان بنا کر بھیجا ہے۔

حَدِيثُ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ يَا كُلُّونَ مِنْ ثَمَارِ الْحَنَّةِ فَرِحِينَ حَالَ مِنْ ضَمِيرٍ يُرْزَقُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ يَفْرَحُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ^{عَرَفُوا} مِنْ إِخْوَانِهِمُ الْمُؤْمِنِينَ وَيُبَدِّلُ مِنَ
الَّذِينَ آتَى بَأْسَ لَأَخَوْفَ عَلَيْهِمْ أَيُّ الَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ فِي الْأَحْرَةِ الْمَعْنَى
يَفْرَحُونَ بِأَمْنِهِمْ وَفَرِحَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ ثَوَابٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ زِيَادَةٍ عَلَيْهِ وَأَنَّ بِالْفَتْحِ عَطْفًا عَلَى
نِعْمَةٍ وَالْكَسْرِ اسْتِيفَانًا اللَّهُ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ بَلْ يَاجِرُهُمْ -

۱۷
۱۶
۸

ترجمہ: جب تم پر مصیبت پڑی (غزوہ اُحد میں تم میں سے ستر آدمی قتل ہو گئے) اور یہ مصیبت ایسی تھی کہ اس سے دو گنی مصیبت تمہارے ہاتھوں ان پر پڑ چکی ہے (غزوہ بدر میں ان کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر قید) تو تم بول اٹھے (اظہار تعجب کرتے ہوئے) کہاں سے (کدھر سے ہم پر) یہ (مصیبت آپڑی حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور رسول اللہ ہم میں تشریف فرما ہیں اور جملہ اخیر استفہام انکاری ہے) کہہ دو (ان لوگوں سے) وہ مصیبت خود تمہارے ہاتھوں آئی (کیونکہ تم نے مورچہ چھوڑ دیا اس لئے کمزور پڑ گئے) یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے (منجملہ اس کے کسی کی مدد کرنا اور نہ کرنا بھی ہے اور تم کو سزا تمہاری مخالفت کی وجہ سے ملی ہے) اور دو گروہوں میں مقابلہ کے دن تمہیں جو کچھ پیش آیا (جنگ اُحد میں) تو اللہ ہی کے حکم (ارادہ) سے پیش آیا اور اس لئے تاکہ ظاہر ہو جائے (اللہ پر کھلم کھلا) کہ ایمان رکھنے والے کون ہیں (فی الحقیقت) اور نفاق والے کون ہیں (اور وہ لوگ) جن سے کہا گیا (جنگ سے پسپائی کے وقت مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے رفقاء ہیں) کہ آؤ یا تو اللہ کی راہ میں جنگ کرو (اس کے دشمنوں سے) یا دشمنوں کا حملہ روکو (اگر جنگ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی بھیڑ بھڑکا سے ان کو پسپا ہی کر دو) تو کہنے لگے اگر ہمیں معلوم (محسوس) ہوتا کہ لڑائی ڈھنگ کی ہوگی تو ہم ضروری (تمہارا ساتھ دیتے) حق تعالیٰ ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں (جس وقت انہوں نے یہ بات کہی تو وہ بمقابلہ ایمان کے کفر سے زیادہ نزدیک تھے) مسلمانوں کی رسوائی ظاہر کرنے کے سبب سے حالانکہ اس قول سے پہلے ظاہر طور پر ایمان سے قریب معلوم ہو گئے تھے) یہ لوگ زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو فی الحقیقت ان کے دلوں میں نہیں ہے (اگر ان کو واقعی اور باقاعدہ جنگ محسوس ہوتی تو ہرگز تمہارے ساتھ نہ رہ سکتے) اور اللہ تعالیٰ زیادہ باخبر ہیں دلوں میں جو کچھ (نفاق) چھپائے ہوئے ہیں جن لوگوں کا حال یہ ہے (پہلے الذین سے بدل یا نعت ہے) کہ اپنے (دینی) بھائیوں کے حق میں کہتے ہیں حالانکہ خود (جنگ سے دم چرا کر) بیٹھ رہے کہ اگر ہماری بات پر چلے ہوتے (شہداء اُحد یا ہمارے بھائی اس بیٹھ رہنے میں) تو کبھی نہ مارے جاتے کہہ دو (ان سے) اچھا نکال باہر کرنا موت کو جب تمہارے سر بانے آکھڑی ہو، اگر تم واقعی سچے ہو (اس بارے میں کہ گھر بیٹھ رہنا موت کے منہ میں جانے سے بچا لیتا ہے۔ شہداء کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ) اور جو لوگ قتل ہوئے (قتلوا تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) اللہ کی راہ میں (دین کی خاطر) ان کی نسبت ایسا خیال نہ کرنا کہ وہ مر گئے۔ نہیں بلکہ (وہ) زندہ ہیں اپنے پروردگار کے حضور (ان کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں بیٹھ کر جہاں چاہیں اڑتی پھرتی ہیں)۔ (کمانی الحدیث) اپنی روزی پار ہے ہیں (جنت کے پھل کھاتے ہیں) خوش ہیں (ضمیر سرزقون سے حال ہے) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے فضل و کرم سے انہیں عطا فرمایا ہے اور (وہ) خوش (فرحان) ہو رہے ہیں ان کے لئے جو ان سے پیچھے رہ گئے ہیں اور ابھی ان سے ملے نہیں ہیں (اپنے مسلمان بھائیوں سے اور الذین سے بدل ہے) کہ (ان بتقدیر بیان ہے) نہ تو ان کے لئے کسی طرح کا کھٹکا ہوگا (جو ابھی سابقین سے نہیں ملے) اور نہ کسی طرح کی غمگینی ہوگی (آخرت میں)۔ حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ امن و فرح سے خوش ہوں گے (وہ مسرور ہوں گے) اللہ تعالیٰ کی نعمت (ثواب) اور فضل (اضافہ) سے نیز

اس بات سے کہ بلاشبہ (ان با فتح نعمت پر عطف ہے اور بالکسر استیناف ہے) اللہ تعالیٰ ایمان رکھنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے (بلکہ ان کو عطا کرتے ہیں)

تحقیق و ترکیب: اولما ہمزہ استفہام انکاری لفظ قلتہم پر داخل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اقلتم ما ذکر لما اصابتکم ای مایسعی لکم ان یصدر عنکم القول المذکور اور لفظ لما شرط کے لئے غیر جازمہ رابطہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ حرف ہے یا ظرف اور ما بعد شرط ہے۔ جواب شرط قلتہم انسی ہذا ہے۔ ہمزہ کے بعد واو استیناف ہے قد اصبتہم محل رفع میں ہے مصیبتہ کی صفت ہونے کی وجہ سے وما اصابتکم ما معنی الذی مبتداء ہے اور خبر فباذن اللہ ہے ای واقع باذن اللہ اور خبر پر فا مبتداء کے مشابہ بالشرط ہونے کی وجہ سے ہے جیسے الذی یا تینی فلہ درہم۔ ولیعلم اس لام میں دو قول ہیں ایک یہ کہ فباذن اللہ کے معنی پر عطف ہے ایک سبب کا عطف دوسرے سبب پر ہے۔ ایک سبب علت ہے اور دوسرا سبب حکمت اور دوسرا قول یہ ہے کہ محذوف سے متعلق ہے ای وفعل ذلک ای ما اصابتکم لیعلم تقدیر کلام اس طرح ہو کہ فباذن اللہ لیكون کذا من المحیص او اتخاذ الشهداء ولیعلم المؤمنین الخ۔ ارادۃ اللہ واذن اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور ازم میں سے ہونے کی وجہ سے۔

حقاً مفسر علام نے تمیز محذوف کی طرف اشارہ کر دیا۔ ہے اور چونکہ یعلم متضمن ہے معنی بیظہر کو اس لئے متعدی بیک مفعول ہے تکثیر سواد بول کر تکثیر عدد مراد لیا جاتا ہے ہم یومئذ ضمیر مبتداء ہے اور اقرب خبر ہے اور یومئذ للکفر اور للایمان کے لام کے متعلق ہے اور بعض لوگوں نے اسم تفضیل کے ساتھ لفظاً ومعناً دو متحد حرفوں کا تعلق صحیح اور جائز کہا ہے۔

ولیعلم الذین نافقوا فعل کا اعادہ مؤمنین کے شرف اور منافقین سے الگ کرنے کے لئے ہے۔ وقیل لہم اس کا عطف نافقوا پر ہے۔ قالوا لونیعلم یہ استیناف بیانی ہے ای فما ضعوا حین قیل لہم ذلک فقیل قالوا الخ قاتلوا فی سبیل اللہ مقصود اس میں جزء اول قاتلوا ہے ماقی "فی سبیل اللہ" کی قید بلحاظ بعض یا کل کے واقعی ہے۔ مطلق جہاد سے کنایہ ہے گویا بمعنی لوجہ اللہ ہے جس سے منافقین ممتاز ہو جاتے ہیں۔

الذین اس میں وجوہ اعراب متعدد ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر، پھر رفع میں تین وجہ ہیں (۱) مبتدائے محذوف کی خبر ہو، ای ہم الذین (۲) یکتمون کی ضمیر سے بدل ہو (۳) مبتداء ہو اور قل فادراء و اس کی خبر ہو۔ اس صورت میں خبر کی جانب عائد محذوف ماننا پڑے گا۔ اسی طرح نصب میں تین وجوہ جاری ہو سکتی ہیں۔ (۱) نصب علی الذم یعنی اذم الذین (۲) الذین نافقوا سے بدل ہو (۳) لہم کی صفت ہو۔ البتہ جر میں دو وجہ جاری ہوں گی۔ (۱) بافوا ہم کی ضمیر سے بدل ہو (۲) فی قلوبہم کی ضمیر سے بدل ہو۔

لاخوانہم دینی یا نسبی بھائی مراد ہیں یا سکونت مکان یا عداوت نبی میں شریک کار لوگ مراد ہیں۔

وقعدوا مفسر علام نے اشارہ کر دیا ہے کہ یہ جملہ حال ہے۔ ضمیر قالوا سے فادراء و اچنانچہ مروی ہے کہ ان میں سے ستر منافقین بغیر جنگ میں شریک ہوئے گھر بیٹھے ہی مر گئے۔ عند ربہم یہ اور یسرزقون دونوں احواء کی صفت ہیں اور ضمیر احواء سے حال بھی ہو سکتے ہیں اور فرحین ضمیر یسرزقون سے حال ہے اور من فضلہ عائد محذوف سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے اتاہم وہ کاننا من فضلہ اور یستبشرون معطوف ہے فرحین پر اور ضمیر فرحین یا اتاہم سے حال بھی ہو سکتا ہے اور من خلفہم یلحقوا سے متعلق ہے اور حال بھی ہو سکتا ہے اشارہ اس طرف ہے کہ شہداء کو حیات حقیقیہ حاصل ہے، کھاتے پیتے ہیں۔

ان لا اشارہ اس طرف ہے کہ ان اور اس کا ما بعد محل خبر میں بدل الاشمال ہے۔ الذین لم یلحقوا سے کیونکہ مقصود استبشار سے

ان کے اخوان کا حال ہے نہ ان کی ذوات اور حاصل انتفاء حزن و خوف کا دوام ہے نہ ان کے دوام کی نفی۔ خوف متوقع غم کو کہتے ہیں اور حزن فوت شدہ نفع اور حاصل شدہ ضرر پر غم کو کہتے ہیں۔ لا یضیع اجر المؤمنین لفظ اجر باب ضرب اور قتل سے ہے اور اجر ہمد مزہ کے ساتھ تیسرا لغت ہے۔

رابطہ: اُحد کی شکست کا زخم اور غم چونکہ کاری تھا۔ اسی کے اندمال اور تسلی کے لئے حکمت و مصلحت کی طرف توجہ کی باگ پھیری جارہی ہے اور آیت اولما اصابکم میں اسی کا بیان ہے اور منافقین کے اس خیال کی تردید آیت ولا تحسبن الخ میں کی جارہی ہے کہ شہداء کی موت لہذا دُنیا سے حرمان اور ناکامی کا باعث ہوتی ہے۔

شان نزول: ابن ابی حاتم نے عمر بن الخطابؓ سے لباب النقول میں تخریج کی ہے کہ غزوہ بدر میں جو ساری بدر کے سلسلہ میں فدیہ قبول کر لیا گیا تھا اس سلسلہ میں مؤاخذہ ہوا اور احد میں ستر صحابہ قتل کئے گئے اور عام اصحاب پسپا ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو جسمانی صدمات پہنچے تو اس پر آیت اولما اصابکم الخ نازل ہوئی۔ نیز لباب النقول میں امام احمد اور ابوداؤد اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہدائے اُحد کی ارواح کو حق تعالیٰ نے سبز پرندوں کے جوف میں کر کے اس گاموقعہ بخشا ہے کہ وہ جنت کی نہروں پر آئیں اور اس کے پھل کھائیں۔ سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے لٹکی رہیں، اس خوشحالی کی وجہ سے وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے بارے میں شوق جہاد اور نفرت عن الضرار کی تمنا کرتی ہیں حق تعالیٰ ان کی اس تمنا کو دوسروں تک پہنچانے کا وعدہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ولا تحسبن الخ۔

﴿تشریح﴾: جنگ اُحد منافقین اور مخلصین کے درمیان ایک فیصلہ کن آزمائش تھی: جنگ احد کا معاملہ ان منافقین کے لئے فیصلہ کن آزمائش تھی جو مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی زندگی بسر کر رہے تھے اس موقع پر ان کا نفاق پوری طرح کھل گیا۔ اول سے آخر تک کوئی ایسا مرحلہ نہیں آیا جس میں اپنی فتنہ پردازی سے یہ لوگ باز رہے ہوں۔ ان سے جب کہا گیا شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرو تو یہ کہہ کر لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا کہ باہر نکل کر لڑنا موت کے منہ میں جانا ہے اور جب کہا گیا کہ اچھا شہر کی مدافعت کرو تب بھی لگے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے، پھر جب لوگوں کی کمزوری اور حکم عدولی سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہونے لگی تو انہیں پھر شرارت کا ایک نیا موقع ہاتھ آ گیا۔ کبھی کہتے ہماری بات نہ ماننے کی وجہ سے ایسا ہوا، کبھی کہتے کہ روز روز کی لڑائی سے کیا فائدہ دشمنوں کو راضی رکھنے میں نجات ہے غرض کہ اس طرح کی بکواس کا حاصل مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی اور ہراس پیدا کرنا تھا کہ ان کی کوئی بات بھی ٹھیک طور پر نہ بن سکے۔

صحابہؓ پر دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے: شکست کے اس واقعہ میں عتاب کے بعد صحابہؓ کو جا بجا تسلی دی گئی ہے اس پر دوسرے نافرمانی کرنے والے دھوکہ نہ کھائیں کہ ہمارے گناہ میں بھی یقیناً کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت الہیہ ہوگی۔ اس لئے کیا غم؟ کیونکہ صحابہؓ کے معاملہ پر خود کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اول تو ان سے یہ غلطی اجتہاد اور لغزش ناطاً ہوئی تھی۔ مخالفت یا نافرمانی کا جذبہ اور داعیہ نہیں تھا دوسرے ان پر جو ندامت و غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے وہ توبہ کا اعلیٰ درجہ تھا اس لئے مختلف پیرایوں میں ان کے سنبھالنے کا سامان کیا گیا ہے لیکن جو شخص دیدہ دانستہ ارادۂ گناہ کرے پھر اس پر دلیری بھی دکھلائے وہ کیا مستحق ملامت ہو سکتا ہے؟ وہ تو لائق ملامت و عتاب ہونا چاہئے۔

ابن جریر کی روایت وقد وعدہم الفتح ان صبروا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے وعدہ فتح کیا گیا تھا۔ اس پر شبہ یہ تھا کہ پھر یہ وعدہ فتح شکست میں کیوں تبدیل ہوا؟ اس کا جواب ہو من عند انفسکم میں دیا گیا ہے کہ اگر تم رسول اللہ کی اطاعت پر مستمر رہتے تو ضرور وعدہ کا ایفاء ہوتا کیونکہ وعدہ مشروط تھا لیکن اب تو ساری ذمہ داری تمہارے سر پر گئی، البتہ بعض موقعوں پر باوجود صبر و استقلال اور اطاعت احکام کے پھر مسلمان مغلوب ہو جاتے ہیں تو اس شبہ کا حل یہ ہے کہ وعدہ فتح میں خاص حضرات صحابہؓ مراد تھے۔ یہ وعدہ عام نہیں تھا کہ اس کا کلیہ ہونا ضروری ہو اور پھر کلیہ کے خلاف ہونا باعث شبہ ہو۔

لطف آیت: صحابہؓ کے قول انسی هذا کے کئی جواب دیئے گئے ہیں اول اصبتہم مثلہا دوسرے من عند انفسکم تیسرے فباذن اللہ سے اور بعض حکمتوں کو مجمل چھوڑ دیا گیا ہے جن میں سے بعض کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور اخوانہم سے مراد یہاں صرف ہم نسب ہیں اور اس سے پہلے اخوانہم سے مراد عام تھی خواہ نسبی ہوں یا ہم مشرب شہداء کے بارے میں خسارہ کا خیال جو منافقین نے قائم کر رکھا تھا ان آیات میں اس کی تردید بھی ہے اور ان پر تعریض بھی ہے کہ منافقین کے اخوان طریق مقتول فی سبیل اللہ نہیں ہیں اگر یہ شہید ہوتے تو ان کو بھی یہ فضائل حاصل ہوتے۔

لا یضیع اجر المؤمنین سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کی شرط ایمان ہے۔ اسی لئے مقتولین کی بجائے مؤمنین کہا ہے۔
ولاتحسبن الذین الخ معلوم ہوا کہ شہداء مجاہدین جس طرح غیر شہداء مجاہدین کے باب میں اپنے جیسے ہونے کی تمنا کرتے ہیں اسی طرح اہل جہاد اکبر (اہل مشاہدہ عشاق سالکین) اور مجاہدین کے درمیان ہے کہ ایک دوسرے کے لئے اپنی حالت پر ہونے کی تمنا کر رہا ہے۔

الَّذِينَ مُبْتَدَأُ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ دُعَاءَهُ بِالْخُرُوجِ لِلْقِتَالِ لَمَّا أَرَادَ ابْنُ سَفْيَانَ وَأَصْحَابُهُ الْعُودَ
وَتَوَاعَدُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوقَ بَدْرٍ الْأَحْمَامِ الْمُقْبِلِ مِنْ يَوْمٍ أُحِدٍ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ
الْقَرْحُ بِأُحَدٍ وَخَبَرُ الْمُبْتَدَأِ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ بِطَاعَتِهِ وَاتَّقُوا مُخَالَفَتَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٤٢﴾ هُوَ الْجَنَّةُ
الَّذِينَ بَدَّلَ مِنَ الَّذِينَ قَبْلَهُ أَوْنَعَتْ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ أَيُّ نَعِيمٍ بَنُ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ إِنَّ النَّاسَ أَبَاسُفِيَانَ
وَأَصْحَابَهُ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ الْجُمُوعَ لِيَسْتَأْصِلُواكُمْ فَاخْشَوْهُمْ وَلَا تَأْتَوْهُمْ فَرَادَهُمْ ذَلِكَ الْقَوْلُ إِيْمَانًا
تَصَدِيقًا بِاللَّهِ وَبِإِيمَانِنَا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ كَافَيْنَا أَمْرَهُمْ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٤٣﴾ الْمَفْعُوضُ إِلَيْهِ الْأَمْرُ هُوَ
وَخَرَجُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَافُوا سُوقَ بَدْرٍ وَالْقَى اللَّهُ الرَّعْبَ فِي قَلْبِ أَبِي سَفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ
فَلَمْ يَأْتُوا وَكَانَ مَعَهُمْ تِجَارَاتٌ فَبَاعُوا وَرَبِحُوا قَالَ تَعَالَى فَاثْقَلُوا رَجَعُوا مِنْ بَدْرٍ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ
بِسَلَامَةٍ وَرَبِحَ لَمْ يَمَسَّسَهُمْ سُوءٌ مِنْ قَتْلِ أَوْ جُرْحٍ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ بِطَاعَتِهِ وَرَسُولِهِ فِي الْخُرُوجِ وَاللَّهُ
ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٤٤﴾ عَلَى أَهْلِ طَاعَتِهِ إِنَّمَا ذَلِكَمُ الْقَائِلُ لَكُمْ إِنَّ النَّاسَ..... الخ الشَّيْطَانُ يَخَوْفُكُمْ أَوْلِيَاءَهُ
الْكُفَّارَ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونَ فِي تَرْكِ أَمْرِي إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٤٥﴾ حَقًّا وَلَا يَحْزُنُكَ بِضَمِّ
الْيَاءِ وَكَسْرِ الزَّيِّ وَبِفَتْحِهِمَا وَضَمِّ الزَّيِّ مِنْ حَزَنَةٍ لُغَةً فِي أَحْزَنَهُ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ يَقَعُونَ

فِيهِ سَرِيْعًا بِنُصْرَتِهِ وَهُمْ أَهْلُ مَكَّةَ أَوْ الْمُتَنَافِقُونَ أَيْ لَا تَهْتَمُّ لِكُفْرِهِمْ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا بِفِعْلِهِمْ
وَأِنَّمَا يَضُرُّونَ أَنْفُسَهُمْ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا نَصِيْبًا فِي الْآخِرَةِ تَأْتِي الْجَنَّةَ فَلِذَلِكَ حَدَّ لَهُمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۲﴾ فِي النَّارِ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ أَيْ أَخَذُوهُ بِدَلَّةٍ لَنْ يَضُرُّوا
اللَّهَ بِكُفْرِهِمْ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۳﴾ مُؤَلِّمٌ

ترجمہ:..... جن لوگوں نے (یہ مبتدا ہے) اللہ اور رسولؐ کی پکار کا جواب دیا (دعوت جہاد کو مان لیا جبکہ ابوسفیان اور اس کے
رفقاء نے میدان جنگ میں دوبارہ آنے کا ارادہ کیا اور احد سے اگلے سال کے لئے مقام بدر میں آنے کا آنحضرت ﷺ سے وعدہ کر لیا)
باوجودیکہ زخم کھانچے تھے (غزوہ احد میں مبتداء کی خبر یہ ہے) ان لوگوں میں سے جو نیک ہیں (اپنے کردار کے لحاظ سے) اور ڈرتے ہیں
(آپؐ کی نافرمانی سے) ان کے لئے بہت بڑا اجر (جنت) ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں (پہلے الذین سے یہ بدل ہے یا نعت) جن سے بعض
آدمی (نعیم بن مسعود اشجعی) کہتے تھے کہ دشمن لوگوں (ابوسفیان اور ان کے رفقاء) نے بہت بڑا گروہ اکٹھا کر لیا ہے (تاکہ تمہاری بیخ کنی
کر سکیں) اس لئے تم کو چاہئے کہ ان سے ڈرتے رہو (اور ان کے قریب بھی نہ پھنکو) لیکن (اس قول نے) ان کا ایمان (اللہ کی تصدیق و
یقین) اور زیادہ مضبوط کر دیا اور وہ بول اٹھے کہ ہمارے لئے اللہ کا سہارا کافی ہے (ان کا حکم ہمارے لئے بس ہے) اور کیا ہی اچھا
کار ساز ہے (تمام باتوں کا چارہ ساز ہے وہ چنانچہ صحابہ آنحضرت ﷺ کی ساتھ مل کر نکلے اور مقام بدر میں پہنچ گئے لیکن اللہ نے ابوسفیان
اور اس کے ساتھیوں کے دل میں اس قدر رعب جمادیا کہ وہ نہیں آسکے۔ مسلمانوں کے پاس جو کچھ سامان تجارت تھا اس کو خرید و فروخت
کر کے خوب نفع کمایا حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) پھر واپس آ گئے (بدر سے لوٹ گئے) اللہ کی نعمت اور فضل (سلامتی اور منافع) کے
ساتھ کوئی گزند (قتل و زخم) انہیں نہیں چھوسکا وہ اللہ کی خوشنودی (اس کی راہ میں نکلنے کے لئے اس کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت
کر کے) کی راہ میں گامزن ہوئے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل رکھنے والے ہیں (اپنے فرمانبرداروں پر) اور یہ (مخبر جو تمہیں کہہ رہا تھا ان
الناس الخ) اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ شیطان تھا جو تمہیں اپنے ساتھیوں (کفار) سے ڈرا رہا تھا تو تم شیطان کے ساتھیوں سے نہ ڈرو
بلکہ مجھ سے ڈرو (میرا کہنا نہ ماننے میں) اگر تم ایمان رکھنے والے ہو (بایقین) اور اے پیغمبرؐ آپؐ آزر وہ خاطر نہ ہو جائیے (یحزنک
ضم یا اور کسر ز کے ساتھ ہے یا فتح یا اور ضم ز کے ساتھ ہے حزنہ سے مشتق ہے جو احزنہ کا ایک لغت ہے) ان لوگوں کی حالت سے جو
کفر کی راہ میں دوڑ رہے ہیں (کفر کیا، کر کے جو جلد اس میں پڑ جاتے ہیں۔ مراد اس سے اہل مکہ یا منافقین ہیں حاصل یہ ہے کہ آپؐ
ان کے کفر کو اہم نہ سمجھئے) یقین رکھو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے (اپنی حرکتوں سے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ
ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ (نصیب) نہ رہے آخرت (جنت) میں (اسی لئے ان کو رسوا کیا گیا ہے) اور بالآخر ان کے لئے بہت بڑا
عذاب ہے (جہنم میں) جن لوگوں نے ایمان دے کر کفر کا سودا چکا یا ہے (کفر ایمان کے بدلہ میں لے لیا ہے) وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان
نہیں پہنچا سکتے (اپنے کفر کی وجہ سے) اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

تحقیق و ترکیب:..... الذین استجابوا جلال محقق کا کلام اس مقام پر غلط ہو گیا ہے کیونکہ دعاء ہ بالخروج سے مراد

غزوہ "حمراء الاسد" ہے جو روز یک شنبہ کو غزوہ احد سے ایک روز بعد پیش آیا غزوہ احد سنیچر شوال ۳ھ میں پیش آیا اور الذین استجابوا
بھی حمراء الاسد ہی کی طرف اشارہ ہے اور مفسر علام کا قول وتسو اعدوا اشارہ ہے غزوہ بدر صغریٰ کی طرف جو تیسرا غزوہ شعبان ۲ھ میں

احد سے ایک سال بعد پیش آیا اور الذین فالوا الخ سے اشارہ بھی اسی کی طرف ہے غزوہ کہتے ہیں خروج للقتال کو اگرچہ قتال نہ ہو ان چند رکوع میں چار غزوات کا بیان ہے۔ غزوہ بدر کبریٰ، غزوہ احد، احد سے اگلے روز غزوہ حراء الاسد، غزوہ بدر صغریٰ جو احد سے ایک سال بعد ہوا۔ منہم یہاں من تبیین کے لئے ہے جیسے وعدہ اللہ الذین امنوا و عملوا الصلحت منہم الخ من تبغیضہ نہیں کیونکہ یہ تمام حضرات ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے اجر عظیم یہ مبتداء ہے اور اس سے پہلے جار مجرور اس کی خبر اور جملہ مل کر الذین استجابوا کی خبر ہے۔

لہم الناس مراد صرف ایک شخص نعیم اشجعی ہے کیونکہ جنس خا مس میں داخل ہے جیسے کہا جائے فلان یو کب الخیل۔ حالانکہ اس کے صرف ایک ہی گھوڑا ہو اور یا دوسرے افراد بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے ہوں۔

فزادہم ایماناً چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب ارشاد فرمایا کہ واللہ لاخر جن ولو لم یخرج معی احد تو ستر صحابہ آپ کے ساتھ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔ فانقلبوا اس کا معطوف علیہ مفسر علام نے وخرجوا مع النبی الخ مقدر نکال دیا ہے لم یمسسہم ضمیر انقلبوا سے حال ہے علی هذا بنعمۃ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فرجعوا من بدر منعمین برینین من سوء۔ واتبعوا اس میں دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں یا تو انقلبوا پر اس کا عطف کر لیا جائے یا انقلبوا کی ضمیر سے حال مان لیا جائے اور لفظ قد اس وقت مقدر ہو گا ای قد اتبعوا۔ یخوف جملہ متانفہ ہے شیطنت کے بیان کے لئے اور شیطان صفت ہے اسم اشارہ کی اور یخوف خبر ہے اس کا مفعول اول محذوف ہے جس کی طرف لفظ کم سے مفسر نے اشارہ کیا ہے اور اولیاء مفعول ثانی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اولیاء مفعول اول ہے کیونکہ اس سے مراد منافقین ہیں۔ ان کنتم مؤمنین کیونکہ مقتضی ایمان یہ ہے کہ بندہ اللہ کے خوف کو غیر اللہ کے خوف پر ترجیح دے۔ یقعون اس سے مفسر نے اشارہ کیا ہے کہ لفظ مسارعت جس کا تعدیہ الی کے ساتھ ہونا چاہئے جیسا کہ وسارعوا الی مغفرۃ الخ میں ہے لیکن یہاں لفظ فی کے ساتھ تعدیہ کر کے بتلادیا کہ یہ متضمن معنی وقوع کو ہے اور مقصود استقرار فی الکفر اور دوام ہے جیسے دوسری جگہ یسارعون فی الخیرات فرمایا گیا ہے۔

یرید اللہ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں ثواب سے حرمان جو بغیر کفر و معاصی کے نہیں ہوتا وہ کفر و معاصی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ تکوینی سے ہوتا ہے اس سے ارادہ تشریحی یعنی رضا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ان الذین الخ پہلی آیت میں صرف منافقین کا بیان تھا اور اس میں کفار کے لئے بھی تعیم یا تخصیص ہے یادوں آیات کا لفظ اور معنی مفہوم یکساں قرار دیا جائے تو پھر دونوں کو منافقین مان لیا جائے۔ شینا منصوب علی المصدریت ہے۔ ای شینا من الضرر۔ عذاب الیم پہلے عذاب کی صفت عظیم لائی گئی اور یہاں الیم لائی گئی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کی طرف مسارعت اس کی عظمت کا تقاضا کرتی ہے اور کاروبار میں خسارہ کا ہونا باعث الم ہوا کرتا ہے۔

رابطہ:..... غزوہ احد سے اگلے ہی روز حراء الاسد کے نام سے جو غزوہ ہوا ان آیات میں اس کا تذکرہ ہے اور آیت لا یحزنک میں قلب نبوی کو جو ایذا میں پہنچیں ان کا ازالہ اور تسلی ہے۔

شان نزول:..... آیت سابقہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب الخ میں بطور پیش گوئی جس رعب کا تذکرہ تھا اس کا وقوع غزوہ حراء الاسد کی صورت میں ہوا۔ غزوہ احد میں مسلمان اگرچہ کامیاب نہیں ہوئے تھے لیکن کفار بھی ناکام نہیں ہوئے تھے تاہم تھوڑی دور واپس جانے کے بعد کفار کو سخت افسوس ہوا کہ ناحق ہم واپس آئے فوراً چل کر مسلمانوں کا بھی استیصال کر دینا چاہئے یہ خیال تو آیا لیکن ہمت نے کچھ ایسا جواب دیا کہ واپسی کے لئے قدم نہیں اٹھ سکے بلکہ مکہ ہی کی طرف قدم اٹھتے رہے۔

معد خزاعی جو اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے مسلمانوں کے پاس سے آتے ہوئے مقام روح میں کفار سے جا ملے۔ مسلمانوں کی بابت کفار نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے واقعہ کی صحیح تصویر اور مسلمانوں کی خداداد شان و شوکت عمدہ پیرایہ میں ظاہر کر دی۔ جس سے رہے سہے حوصلے بھی یست ہو گئے اور قدم جم کر رہ گئے۔ زیادہ سے زیادہ تیر جو اس موقع پر چلا سکے یہ تھا کہ اتفاقاً راہ میں قبیلہ عبدالقیس مدینہ طیبہ جاتے ہوئے مل گیا ان کفار نے ہنست اس کو اس پر آمادہ کیا کہ تم محمد ﷺ سے مل کر ہماری ہیبت و خوف کسی طرح ان کے دل میں بٹھلا دینا اور یہ کہنا کہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے انہوں نے بڑا ساز و سامان کیا ہے اور عنقریب آ کر سب کا کام تمام کر دیں گے لیکن جوں ہی یہ خبر مسلمانوں نے سنی سب نے بالاتفاق پورے استقلال سے حسبنا اللہ الخ کہا عرض کہ آپ ﷺ بامر الہی ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک روانہ ہوئے جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور تین روز دو شنبہ سے چہار شنبہ تک ۱۹ تا ۱۷ اشوال قیام پذیر رہے مگر کسی کافر کا نشان تک نہیں ملا۔ اتفاق سے ایک تجارتی قافلہ کا گزر ہوا جس سے آنحضرت ﷺ نے مال تجارت خرید اور اس میں آپ ﷺ کو بڑا نفع ہوا جس کو آپ ﷺ نے اپنے مسلمان ہمراہیوں پر تقسیم فرما دیا۔

بعض مفسرین نے ان آیات سے متعلق ایک دوسرے قصہ کا ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں نے احد سے لوٹتے ہوئے کہا تھا یا محمد موعدنا موسم بدر القابل ان شنت آنحضرت ﷺ نے جو ابان فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ چنانچہ اگلے سال اہل مکہ کے ساتھ ابوسفیان آنے لگے۔ مرالظہر ان ہی تک آنا ہوا کہ دلوں میں خدا نے ایسی ہیبت بٹھلا دی کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ نعیم اشجعی سے ملاقات ہو گئی جو عمرہ کر کے واپس لوٹ رہے تھے ان کو پٹی پڑھائی چنانچہ مدینہ آ کر مسلمانوں کے سامنے بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بنائیں جس سے بعض سادہ لوحوں میں سن کر تقاعد بھی پیدا ہو گیا لیکن آپ ﷺ کے عزم کی پختگی دیکھ کر صحابہ بھی تیار ہو گئے۔

﴿تشریح﴾: غزوة حمراء الاسد کا تذکرہ:..... اس موقع پر بھی منافقین نے دشمنوں سے مل کر ہر طرح کی شرارتیں کیں، دشمن چاہتے تھے کہ ڈر جانے کی ذلت ان کے حصہ میں نہ آئے بلکہ مسلمانوں کے حصہ میں آئے، چنانچہ ابوسفیان نے نعیم سے یہ الفاظ کہے تھے انی واعدت محمدنا ان تلقی بموسم بدر وان هذا عام جدب ولا يصلح لنا الا عام نرعى فيه الشجر ونشرب فيه اللبن وقد بد الى ان اخرج اليه واكره ان يخرج محمد ولا اخرج انا فيزيدهم ذلك جراحة ولان يكون الخلف من قبلهم احب الى من ان يكون من قبلى فالحق بالمدينة فنبطهم واعلمهم انى فى جمع كثير ولا طاقة لهم بنا. اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کام پر آمادہ کرنے کے لئے نعیم کو رشورت بھی پیش کی۔ فلک عندى عشرة من الابل اضعها فى يد سهيل بن عمرو ويضمنها فجاء سهيل فقال له نعيم يا ابانيزيد تضمن لى ذلك وانطلق الى محمد واثبطه فقال نعم چنانچہ نعیم اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لئے اٹھے فخرج نعيم حتى اتى المدينة فوجد الناس يتجهزون لميعاد ابى سفيان فقال ابن تيريدون فقالوا واعدنا ابوسفیان بموسم بدر الصغرى ان نقتل بها فقال بنس الراى لانهم اتواكم فى دياركم وقراركم فلم يلتفت منكم احد الا ثريدا افتريدون ان تخرجوا وقد جمعوا لكم عندا لموسم والله لا يلتفت منكم احد.

اور یہ جب ہی ہو سکتا تھا کہ مسلمان جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوں چنانچہ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کے لئے مخبر بھیجے گئے، جھوٹی افواہیں مشہور کی گئیں، منافقین انہیں پھیلاتے رہے جن کا مقصد مسلمانوں کو سرگرمی سے باز رکھنا تھا ان تمام باتوں کی طرف آیات میں اشارات ہیں۔ منافقین کو آخری مہلت دی گئی کہ اپنی منافقانہ روش سے باز آ جائیں۔ ورنہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ ان کے چہروں سے

نفاق کا پردہ اٹھا دے۔ ان آیات میں منافقین کی جو نفسیاتی حالت دکھائی گئی ہے وہ کوئی مخصوص صورت حال نہیں ہے بلکہ جماعت کے کمزور اور مذہب افراد ہمیشہ ایسی ہی صورت حال پیدا کر دیا کرتے ہیں۔

لَطَافِ آیت: الذین استجابوا میں اللہ ورسول کی طرف نسبت کرنا اس لئے ہے کہ آپ ﷺ کا فرمانا درحقیقت اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور للذین احسنوا فرمانا بطور قید احترازی کے نہیں ہے بلکہ بطور قید واقعی اور مدح کے ہے کیونکہ تمام صحابہؓ ایسے ہی تھے اور اس سے ان کے استحقاق مدح و اجر کی علت بھی معلوم ہوگئی۔

آیت ولا یحزنک میں حاصل مضمون تسلی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ان کی سازشوں اور تدبیروں سے دین کے نقصان و ضرر کا اندیشہ رہتا ہے جو باعث سوہان روح ہوتا ہے لیکن جب معلوم ہو گیا کہ ان سے دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا پھر آپ ﷺ کیوں مغموم ہوں اور اگر یہ خیال ہو کہ دین اسلام کو اگرچہ صدمہ نہیں پہنچے گا لیکن خود ان کا اپنا نقصان تو ضرور ہو رہا ہے کہ یہ اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ لیکن جب یہ بتلا دیا گیا کہ یہ امر مقدر ہے جو کہ ہو کر رہے گا۔ پھر رنج کیسا؟ کیونکہ رنج ہوا کرتا ہے خلاف امید پیش آنے سے اور جب امید ہی نہ رکھی جائے تو ملال کیسا؟

انما ذلکم الشیطن جیسا کہ بعض اہل اللہ سے منقول ہے کہ شیطان ان کے سامنے متمثل ہوا انہوں نے اعوذ باللہ پڑھی اور فرمایا کہ میں تجھ سے ڈر کر تعوذ نہیں کر رہا ہوں بلکہ محض امتثال حکم کے لئے پڑھ رہا ہوں ورنہ تجھ کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

وَلَا یُحْسَبَنَّ بِالْبِیَّاءِ وَالتَّاءِ الذِّیْنَ کَفَرُوا اِنَّمَا نُمَلِّیْ اٰی اِمْلَآءُ نَا لَہُمْ بِتَطْوِیْلِ الْاَعْمَارِ وَتَاخِیْرِہُمْ خَیْرًا لَّا نَفْسِہُمْ ط
وَآلٌ وَمَعْمُولُہَا سُدَّتْ مَسَدَ الْمَفْعُولِیْنَ فِی قِرَآءَةِ التَّحْتَانِیَّةِ وَمَسَدَ التَّانِیِّ فِی الْاٰخِرٰی اِنَّمَا نُمَلِّیْ نُمَلِّیْ
لَہُمْ لَیْزٌ دَاوُآ اِثْمًا بِکَثْرَةِ الْمَعَاصِیِ وَلَہُمْ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ ذُو اِہَانَةٍ فِی الْاٰخِرَةِ مَا کَانَ اللّٰهُ لَیْذَرَ
لِیْتْرَکَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَا اَنْتُمْ اَیُّہَا النَّاسُ عَلَیْہِ مِنْ اِخْتِلَاطِ الْمُخْلِصِ بِغَیْرِہِ حَتّٰی یَمِیْزَ بِالتَّخْفِیْفِ
وَالتَّشْدِیْدِ یُفْصِلَ الْخَبِیْثَ الْمُنَافِقَ مِنَ الطَّیِّبِ ط الْمُؤْمِنِ بِالتَّکْلِیْفِ الشَّاقَّةِ الْمُبِیْنَةِ لِذٰلِکَ فَفَعَلَ ذٰلِکَ یَوْمَ
اُحُدٍ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لَیُطْلِعَکُمْ عَلٰی الْغَیْبِ فَتَعْرِفُوا الْمُنَافِقَ مِنْ غَیْرِہِ قَبْلَ التَّمِیْزِ وَلَکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ یَخْتَارُ
مِنْ رُسُلِہِ مَنْ یَّشَآءُ ط فِیُطْلِعَہُ عَلٰی غَیْبِہِ کَمَا اَطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَالِ الْمُنَافِقِیْنَ
فَاٰمَنُوا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہِ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوا النِّفَاقَ فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا یُحْسَبَنَّ بِالْبِیَّاءِ
الَّذِیْنَ یُبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہِ اٰی بَرَکَاتِہِ هُوَ اٰی بُخْلِہُمْ خَیْرًا لَّہُمْ ط مَفْعُوْلٌ ثَانٍ وَالتَّضْمِیْرُ
لِلْفَضْلِ وَالْاَوَّلُ بُخْلِہُمْ مُقَدَّرًا قَبْلَ الْمَوْضُوْلِ عَلٰی الْفَوْقَانِیَّةِ وَقَبْلَ التَّضْمِیْرِ عَلٰی التَّحْتَانِیَّةِ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّہُمْ
سَیْطُوْقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہِ اٰی بَرَکَاتِہِ مِنَ الْمَالِ یَوْمَ الْقِیْمَةِ ط بَاٌ یُجْعَلُ حَیۃً فِیْ عُنُقِہِ تَنْہِشُہُ کَمَا وَرَدَ فِی
الْحَدِیْثِ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط یَرِثُہُمَا بَعْدَ فَنَآءِ اٰہْلِہُمَا وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بِالْبِیَّاءِ

ترجمہ: اور یہ نہ سمجھیں (یا اور تا کے ساتھ ہے) وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے کہ ہمارا ڈھیل دینا (ہماری مہلت) ان کے لئے (عمر دراز کر کے اور ان کو ڈھیل دے کر) ان کے لئے بہتر ہے (اور ان اور اس کا معمول مفعولین کے قائم مقام ہے یا ئے تحانیہ والی قرأت میں اور دوسری قرأت میں مفعول ثانی کے قائم مقام ہے) ہم انہیں ڈھیل (مہلت) دے رہے ہیں کہ اپنے گناہوں میں اور زیادہ ہو جائیں (قصود وار) اور بالآخر ان کے لئے عذاب ہے رُسوا کن (ذلت آمیز آخرت میں) ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ چھوڑ دے (ڈالے) رکھیں مؤمنین کو ایسی حالت میں جس میں (اے لوگو!) تم آجکل ہو (یعنی مخلص اور غیر مخلص رلے ملے ہیں) یہاں تک کہ الگ کر دے (تخفیف اور تشدید کے ساتھ یعنی جدا کر دے گا) ناپاک (منافق) کو پاک (مؤمن سے سخت تکالیف کے ذریعہ جو اس کو نمایاں کر دے چنانچہ غزوہ احد میں ایسا کر دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ کے کاموں کا یہ ڈھنگ بھی نہیں کہ وہ تم کو غیب کی خبریں دے دیا کریں (کہ جس سے منافق اور غیر منافق کو چھانٹنے سے پہلے ہی پہچان جاؤ) لیکن ہاں وہ اپنے رسول میں سے جس کسی کو چاہتا ہے چن لیتا (چھانٹ لیتا) ہے (اور اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو منافقین کے حال سے باخبر کر دیا) پس اب تمہیں چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اگر تم ایمان لے آئے اور (نفاق) سے بچے رہے تو یقین کرو تمہارے لئے اجر عظیم ہے اور خیال نہ کریں (تاء اور یاء کے ساتھ ہے) جو لوگ بخل کرتے ہیں اس مال کے خرچ کرنے میں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو مرحمت فرمایا (بلسلسلہ زکوٰۃ) کہ ایسا کرنا (بخل) ان کے لئے بھلائی کی بات ہے (یہ مفعول ثانی ہے اور ضمیر ہسو فصل کے لئے ہے اور مفعول اول لفظ بخلہم مقدر ہے الذین موصول سے پہلے تحسبن کی قرأت فوقانیہ کی صورت میں اور ضمیر سے پہلے مقدر ہے قرأت تحانیہ کی صورت میں) نہیں وہ تو ان کے لئے بڑی ہی بڑائی ہے قریب ہے کہ یہ مال کہ جس کی (زکوٰۃ میں) وہ بخل کر رہے ہیں ان کے گلوں میں طوق بنا کر پہنا دیا جائے قیامت کے روز (سانپ بنا کر ان کے گلے کا ہار کر دیا جائے کہ وہ ان کو ڈستار ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے) اور آسمان و زمین جو کچھ ہے سب اللہ ہی کی میراث ہے (ان کے باشندوں کے فنا ہونے کے بعد وہی ان کا وارث رہے گا) اور تم جو کچھ کرتے ہو (تا اور یا کے ساتھ ہے) اللہ تعالیٰ باخبر ہیں (اس لئے وہ تم کو بدلہ دیں گے)

تحقیق و ترکیب: لا يحسبن اس کی دونوں قرأتیں مشہور ہیں تاء خطاب سے مراد آنحضرت ہیں یا عام مخاطب الذین کفروا مفعول اول ہوگا تحسبن کا اور انما نملی الخ مفعول ثانی کے محل میں ہوگا یا بدل الاشمال اور دوسری قرأت پر الذین کفروا فاعل ہوگا مرفوع اور انما نملی الخ قائم مقام مفعولین کے ہوگا۔ يحسبن اور ما مصدریہ ہے قیاس کے خلاف متصل لکھا جائے گا۔ قرآن کا رسم الخط توقیفی ہونے کی وجہ سے خلاف قیاس امر کی پابندی بھی کی جائے گی مفسر علام نے بھی ترکیب پر کلام کیا ہے۔

انما نملی املاء کے معنی دراصل اطالة الممدت کے آتے ہیں اور طاء وقت طویل کو کہتے ہیں ملوین لیل و نہار مع طول تعاقب اس جملہ میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک جملہ ماقبل کی تعلیل ہو کر مستانفہ ہو گیا سوال ہو اما بالہم یحبون الاملاء خیر الہم اس کا جواب ہے انما نملی لہم لیزدادوا انما اس صورت میں ان مکفوفہ ہے ما کافہ سے اور کتاب میں متصل علی الاصل ہے ما کو موصولہ اسمیہ یا حرفیہ ماننا صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ ما لام کے مبتداء کی خبر واقع نہیں ہوا کرتا۔ دوسری صورت اس جملہ کی یہ ہے کہ اول جملہ کی تاکید اور تکرار ہو۔

لیذر کان کی خبر محذوف کے متعلق ہے اور بصریوں کی رائے کے مطابق ما بعد فعل ان وغیرہ کے ذریعہ منصوب سے ای ما کان اللہ مرید الان یذر المؤمنین اور کوفیوں کے نزدیک لام زائدہ ہے تاکید کیلئے اور فعل کے لئے بنفسہا ناصب ہے اور خبر فعل ہے اور اس کا زائد ہونا عمل کے لئے خارج نہیں ہے جیسا کہ حروف جز زائدہ عامل ہو سکتے ہیں اس لحاظ سے یہ مذہب بھی ضعیف نہیں ہے۔ بسزکاة

تقدیر مضاف کی طرف اشارہ ہے۔ والا اول یعنی مفعول اول مقدر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ولا تحسبن بخل الذین یبخلون تاہم قرأت فوقانیہ پر مضاف اور مضاف الیہ کا مجموعہ مقدر ماننا تکلف ہے۔ صرف لفظ بخل کی تقدیر کافی ہے ضمیر کی تقدیر کی حاجت نہیں ورنہ اضافة الشئ مرتین لازم آئے گی۔ البتہ قرأت تحتانیہ پر مجموعہ مضاف مضاف الیہ کی تقدیر درکار ہے۔ تقدیر عبارت تحتانیہ کی صورت میں اس طرح ہوگی لایحسبن الذین یبخلون بخلہم ہو خیر لہم مفعول اول کے حذف کی صحت کا مدار قرینہ پر ہے۔ قرینہ اگر ہوگا تو حذف جائز ہے ورنہ نہیں اور ضمیر ہو فصل بین المفعولین کے لئے ہے۔ خیر مفعول ثانی ہے۔

مانجولو ابہ عطاء خذ واندی کو اس عنوان سے بیان کرنے میں ان کی بد عملی میں مبالغہ کا اظہار اور بل ہو شر لہم میں اس کی تخصیص و تصریح ہوگئی اور ساتھ ہی مبالغہ بھی فی الحدیث ارشاد ہے۔ من منع زکوٰۃ ماله یصیر حیا ذلا اقرع له نابان فیطوق فی عنقه فنہشم ویدفعہ الی النار۔

وللنہ میراث میراث مصدر ہے جیسے میعاد مراد ماتوارث یعنی زمین و آسمان اور کل عالم ہلاک ہو جائے گا تو بجز اللہ کے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ ابن انباری کہتے ہیں وراث فلان علم فلان جب کہ کسی کام میں شرکت کے بعد تنہا رہ جائے جیسا کہ وراث سلیمان داؤد میں کہ اول دونوں ملک میں شریک تھے بعد میں صرف حضرت سلیمان رہ گئے، اسی طرح عالم میں کسی درجہ میں ملک صورتہ یا مجاز کسی کی ہوتی بھی ہے تو فناء عالم کے بعد یہ پردہ مجاز بھی ہٹ جائے گا اور فی الحقیقت اللہ ہی کی ملک رہ جائے گی لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار

رابطہ: آیات گذشتہ میں کفار کا استحقاق عذاب معلوم ہوا ہے لیکن اپنی دنیاوی آسائش سے وہ مغالطہ میں رہتے تھے کہ اس سے ہمارا مقبول عند اللہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور جب یہاں یہ حال ہے تو آخرت اگر واقعی کوئی چیز ہے تو یار لوگ وہاں بھی مزے کریں گے اور مسلمان جس طرح یہاں تکلیف میں ہیں وہاں بھی تکلیف سے دوچار رہیں گے ان آیات میں اس کا دفعیہ کرنا ہے آیت لایحسبن الذین الخ میں پھر عود ہے مضمون سابق انفاق فی سبیل اللہ کا تریبی صورت میں۔

شان نزول: کفار آسائش دنیاوی سے آسائش اخروی پر استدلال کرتے تھے جیسا کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا ولن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی اللہم ان کان هذا هو الحق من عندک فامطر علینا حجارة من السماء وغیرہ آیات سے معلوم ہوتا ہے آیت ولا یحسبن الذین کفروا الخ میں اس کی تغلیط ہے اور ما کان اللہ الخ میں مؤمنین کی دنیاوی تکالیف کی حکمت بتلائی گئی ہے اسی طرح آیت من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا نازل ہوئی تو کفار ازراہ تمسخر و استہرا، کہنے لگے کہ نعوذ باللہ کیا آپ ﷺ کا رب مفلس ہو گیا؟ اس پر آیت ولا یحسبن الذین یبخلون الخ نازل ہوئی جس میں اول بخل مالی کی مذمت اور پھر آیت لقد سمع اللہ سے ان کی گستاخی اور بے ادبی پر تنبیہ کی گئی ہے۔

﴿تشریح﴾: درازی عمر فرمانبرداری کیلئے از دیاد اجر کا باعث ہے اور نافرمانوں کیلئے ڈھیل.....

بظاہر انما نملی لہم لیزدادوا ائما سے معلوم ہوتا ہے کہ منجانب اللہ مہلت اور ڈھیل کی وجہ گناہوں کے زیادہ کرنے کے لئے ہے پھر ان پر عذاب کیسا؟ لیکن کہا جائے گا کہ اصل مقصود ڈھیل کا کفار کے لئے زیادہ سزا کا ارادہ ہے۔ لیکن بقاعدہ بلاغت اس سبب کے سبب یعنی گناہوں کی زیادتی کو قائم مقام کر کے بیان کر دیا گیا ہے اور مہلت کا غیر مفید ہونا خاص ہے کفار کے ساتھ۔ کیونکہ مسلمان کو باقتضا، اسلام جس قدر عمر زیادہ ملے گی اس کو زیادہ طاعت و عبادت کا موقعہ ملے گا اور وہ مستحق درجات ہوگا۔

ہاں اسلام کے اس اقتضاء ہی پر کوئی اگر عمل نہ کرے تو بات دوسری ہے تاہم مسلمانوں کیلئے بحیثیت مسلمان مہلت مفید ہے اور کافر کے لئے بحیثیت کفر باعث ضرر۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی خاص اقتضائے کفر پر عمل پیرا نہ ہو بلکہ ایمان و توبہ کی دولت سے مشرف ہو جائے۔

آیت ماسکان اللہ میں مسلمان کے بتلائے مصائب و مشکلات ہونے کی حکمت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام کی طرح اس میں بھی یقیناً حکمتیں بے شمار ہوں گی۔ جن کی تفتیش کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن ایک کھلی ہوئی مصلحت و حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ کچے کپے اور اچھے برے کا اختلاط جو بہت سے مفاسد لئے ہوئے ہوتا ہے اس کا امتیاز و انسداد اگر صرف وحی کے ذریعہ کیا جاتا تو وہ مکمل طریقہ پر نہ ہوتا۔ کیونکہ ظاہری اختلاط تو پھر بھی رہتا جو مفاسد کثیرہ کا باعث ہوتا ہے کہہ سن کر اگر کسی طریقہ سے الگ الگ کرنے کی کوشش بھی کی جاتی تو ان پر کوئی معقول حجت قائم نہ ہوتی اور ان کو مخلص کہنے اور سمجھنے کا موقع ملتا۔ لیکن واقعات کی قینچی ایسی ہے کہ اچھے برے کو پوری طرح چھاٹ کر رکھ دیتی ہے اور مصائب و مشکلات کی بھٹی کھرے سونے کو الگ کر کے رکھ دیتی ہے جو لوگ کم ہمتی سے بھاگ کھڑے ہوں ان کا منہ ہی نہیں رہتا کہ وہ دعویٰ اخلاص کر سکیں اس طرح دنیا اپنے پرانے میں امتیاز اور فرق کر لیتی ہے۔

علم غیب:..... جو علم غیب خصائص باری میں سے ہے اس کا ذاتی اور محیط الکل ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہاں آیت میں رسولوں کے لئے جس علم کا اثبات ہے وہ ذاتی تو اس لئے نہیں کہ بذریعہ وحی ہے یعنی عطائی ہے اور چونکہ بعض خاص امور مراد ہیں اس لئے علم کلی محیط بھی نہیں۔ غرض کہ علم غیب بالمعنی الاعم مراد ہے۔ بالمعنی الاخص مراد نہیں اور آنحضرت ﷺ پر ایمان کے ساتھ تمام رسولوں پر ایمان لانا اس لئے ضروری قرار دیا کہ دعوت سب کی ایک ہے لہذا تصدیق و تکذیب بھی سب کی ایک ہوگی یعنی ایک کی تکذیب سے سب کی تکذیب ہو جائے گی۔

آیت سیطوقون میں طوق پہنانے کی کیفیت حضرت ابو ہریرہ کی روایت بخاری میں موجود ہے۔ جس میں حضور ﷺ نے تائیداً اس آیت کو بھی پڑھا تھا۔ نیز حدیث میں زکوٰۃ کی تخصیص صرف تمثیلاً ہے حصر مقصود نہیں ہے چنانچہ ایک روایت میں ذی رحم محرم کو نہ دینے پر بھی اسی قسم کی وعید مذکور ہے پس مقصود حقوق واجبہ ہیں۔

بظاہر آیت کا عموم یہ بتلا رہا ہے کہ یہود بھی اس میں داخل ہیں حالانکہ کفار فروع اعمال کے مکلف نہیں ہوتے جو اب یہ ہے کہ کفار کا بخل دراصل ناشی ہوگا ان کے کفر بالآیات سے اور جزاء و آخرت کی تکذیب سے۔ پس فی الحقیقت گویا معنی کفر پر یہ وعید ہوئی جس کے ترک کے یہود اور کفار مکلف ہیں۔ نفس زکوٰۃ اور واجبات پر وعید نہ ہوئی۔

ولا یحسبن الذین کفروا الخ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر گناہوں کے ساتھ بھی حالت بسط رہے تو اس پر مغرور نہ ہونا چاہئے تاہم خیر ایسی حالت میں قبض ہی میں ہے کیونکہ احتمالاً اسباب قبض میں سے معصیت بھی ہے تو شاید اس پر متنبہ ہو کر توبہ کی توفیق ہو جائے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ وَهُمْ الْيَهُودُ قَالُوا لَمَّا نَزَلَ مِنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا وَقَالُوا لَوْ كَانَتْ غَنِيًّا مَا اسْتَقْرَضْنَا سَنَكْتُبُ نَأْمُرُ بِكِتَابِ مَا قَالُوا فِي صَحَائِفِ أَعْمَالِهِمْ لِيُجَارُوا عَلَيْهِ وَفِي قَرَاءَةِ بَالِيَاءٍ مَبِينًا لِلْمَفْعُولِ وَنَكْتُبُ قَتْلَهُمْ بِالنَّصَبِ وَالرَّفْعِ الْأَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ بِالنُّونِ وَالْيَاءِ أَيِ اللَّهِ لَهُمْ فِي الْأَجْرَةِ عَلَى لِسَانِ الْمَلَكَةِ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۱۸۱﴾ النَّارِ

وَيُقَالُ لَهُمْ إِذَا الْقُوا فِيهَا ذَلِكَ الْعَذَابُ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَكُمْ عَبَّرَ بِهِمَا عَنِ الْإِنْسَانِ لِأَنَّ أَكْثَرَ الْأَفْعَالِ تَزَاوُلَ بِهِمَا وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَامٍ أَيْ بِذِي ظُلْمٍ لِلْعَبِيدِ ﴿۱۸۲﴾ فَيُعَذِّبُهُمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ الَّذِينَ نَعَتْ لِلَّذِينَ قَبْلَهُ قَالُوا لِمَحَمَّدٍ إِنَّ اللَّهَ عَاهَدَ إِلَيْنَا فِي التَّوْرَةِ الْأَنْتُمْ مِنْ لِرَسُولٍ نَصَدَقَهُ حَتَّى يَأْتِينَا بِقُرْبَانَ تَأْكُلُهُ النَّارُ فَلَا نُؤْمِنُ لَكَ حَتَّى تَأْتِينَا بِهِ وَهُوَ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ نِعْمٍ وَغَيْرِهَا فَإِنْ قَبِلَ جَاءَتْ نَارٌ بِيضَاءُ مِنَ السَّمَاءِ فَأَحْرَقَتْهُ وَالْأَبْقَى مَكَانَهُ وَعُهِدَ إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ذَلِكَ إِلَّا فِي الْمَسِيحِ وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَالَى قُلْ لَهُمْ تَوْبِيحًا قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ بِالْمُعْجَزَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ كَزَكْرِيَا وَيَحْيَى فَقَتَلْتُمُوهُمْ وَالْحِطَابُ لِمَنْ فِي رَمَنٍ نَبِينَا وَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ لِأَجْدَادِهِمْ لِرِضَاهُمْ بِهِ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸۳﴾ فِي أَنْكُمْ تُوْمِنُونَ عِنْدَ الْإِتْيَانِ بِهِ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِنْ قَبْلِكَ جَاءَ وَأَبَالِبِيَّتِ الْمُعْجَزَاتِ وَالزُّبُرِ كَصُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَالْكِتَابِ وَفِي قِرَاءَةِ بَيِّنَاتِ الْبَاءِ فِيهِمَا الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾ الْوَاضِحِ هُوَ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أَجُورَكُمْ جَزَاءَ أَعْمَالِكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ زُحِرَ عَنْ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ نَالَ غَايَةَ مَطْلُوبِهِ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا أَيْ الْعَيْشُ فِيهَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿۱۸۵﴾ الْبَاطِلُ يُتَمَتَّعُ بِهِ قَلِيلًا ثُمَّ يَفْنَى لَتُبْلَوْنَ حُدُوفَ مِنْهُ نُورُ الرَّفْعِ لِتَوَالِي السُّنُونَاتِ وَالرَّأُو ضَمِيرُ الْجَمْعِ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنِينَ لِتُخْتَبِرَنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ بِالْفَرَائِضِ فِيهَا وَالْجَوَائِحِ وَأَنْفُسِكُمْ بِالْعِبَادَاتِ وَالْبَلَاءِ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا مِنْ الْعَرَبِ أَدَّى كَثِيرًا مِنْ السَّبِّ وَالطَّعْنِ وَالتَّشْيِيبِ بِنِسَائِكُمْ وَإِنْ تَصْبِرُوا عَلَى ذَلِكَ وَتَتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿۱۸۶﴾

أَيُّ مِنْ مَعَزُومَاتِهَا الَّتِي يَعَزُّمُ عَلَيْهَا لِوُجُوبِهَا

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے ان لوگوں کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم دولت مند ہیں (یہود نے یہ بات کہی تھی جب کہ آیت من ذالذی یقرض اللہ الخ نازل ہوئی اور کہنے لگے کہ اللہ اگر غنی ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا) سو عنقریب لکھ کر رہیں گے (ہم اس کے لکھ لینے کا حکم دے دیں گے) جو بات انہوں نے کہی ہے (ان کے اعمال ناموں میں تاکہ اس پر ان کو سزا دی جاسکے اور ایک قرأت میں سیکتب یا کے ساتھ مجہول ہے) اور (لکھ لیں گے) ان کا قتل (نصب اور رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے) نبیوں کو ناحق کرنا اور ہم کہیں گے (نون اور یا کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرشتوں کے ذریعہ حکم دیں گے) کہ اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو (جہنم میں ڈالتے وقت ان سے کہا جائے گا) یہ (عذاب) نتیجہ ہے ان کو تو تونوں کا جو تم اپنے ہاتھوں مہیا کر چکے ہو (ہاتھوں سے تعبیر کرنا اس لئے ہے کہ اکثر کام انسان ہاتھوں ہی سے کرتا ہے)

ورنہ اللہ تعالیٰ تو کبھی ظلم کرنے والے (ناانصاف) نہیں ہو سکتے اپنے بندوں کے لئے (کہ ناحق بلا قصور ان کو مزادے دیں) جو لوگ (یہ پہلے الذین کی صفت ہے) کہتے ہیں (محمد ﷺ سے) کہ اللہ تعالیٰ ہم سے عہد لے چکے ہیں (تورات میں) کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں (تصدیق نہ کریں) جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائیں جسے آگ کھا لیتی ہو (چنانچہ ہم آپ پر بھی ایمان نہ لائیں گے تا وقتیکہ آپ ایسا نہ کر دکھلائیں اور وہ جو پاؤں وغیرہ کی بھیئت اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اگر وہ قبول کر لی جاتی تو ایک سفید آگ آسمان سے آ کر اس کو بھسم کر ڈالتی ورنہ بھیئت وہیں دھری رہتی۔ اور انبیاء بنی اسرائیل سے اسی قسم کا عہد لیا گیا تھا۔ بجز حضرت عیسیٰ مسیح اور آنحضرت ﷺ کے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) آپ (ان سے ڈانٹ کر) کہہ دیجئے کہ محمد سے پہلے اللہ کے کتنے ہی رسول سچائی کی روشن دلیلوں (معجزات) کے ساتھ تمہارے پاس آئے اور اس بات کے ساتھ آئے جس کو تم کہہ رہے ہو (جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام لیکن تم نے ان کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ گفتگو آنحضرت ﷺ کے معاصر یہود سے ہے اگرچہ یہ فعل ان کے آباؤ اجداد کا تھا لیکن ان کی رضاء دلی کی وجہ سے ان ہی کے ساتھ شریک شمار کئے گئے) پھر تم کیوں انہیں قتل کرتے رہے اگر تم اپنے قول میں سچے ہو (کہ قربانی لانے کے وقت تم ایمان لے آیا کرتے ہو) یہ لوگ آج تمہیں جھٹلا رہے ہیں تو تم سے پہلے کتنے ہی رسول ہیں جو جھٹلائے گئے باوجودیکہ روشن دلیلیں (معجزات) صحیفے (جیسے حضرت ابراہیم کے صحیفے) اور کتاب (اور ایک قرأت میں لفظ زبر و کتاب دونوں باء کے ساتھ ہے) روشن (واضح یعنی تورات و انجیل پس جس طرح انہوں نے صبر کیا ہے آپ بھی صبر کیجئے) ہر جان کے لئے موت کا مزہ چکھنا ہے اور جو کچھ تمہارے اعمال کا بدلہ پورا ملنا ہے (تمہارے کاموں کی پاداش) وہ قیامت ہی کے دن ملے گا۔ جو شخص اس روز دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو کامیابی اسی کی ہوئی (اس نے انتہائی مراد حاصل کر لی) اور دنیا کی زندگانی (یعنی اس کی عیش و عشرت) اس کے سوا کچھ نہیں کہ کارخانہ فریب ہے (جھوٹ ہے کہ تھوڑا سا نفع حاصل کرتے ہی ختم ہو جاتی ہے) یہ ضروری ہے کہ تم آزمائشوں میں ڈالے جاؤ (تین نون جمع ہو جانے کی وجہ سے نون رفع حذف کر دیا گیا اور التقاء ساکنین کی وجہ سے واؤ ضمیر جمع حذف کر دی گئی ہے۔ بمعنی لتختبرون) اپنے مالوں میں (احکام فرائض اور آفات کے ذریعہ) اور اپنی جانوں میں (عبادات اور مصائب کے ذریعہ) اور یہ بھی ضرور ہونا ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مشرکین (عرب) سے دکھ پہنچانے والی باتیں (گالم گلوچ، طعن و تشنیع تمہاری عورتوں کا نشیبی ذکر) بہت کچھ سننی پڑیں گی۔ اگر تم نے صبر کیا (اس پر) اور (اللہ سے) تقویٰ کا شیوہ اختیار کئے رہے تو بلاشبہ بڑے کاموں کی راہ میں بڑے ہی عزم و اہمیت کی بات ہوگی (یعنی صبر، دل گردہ والے ان کاموں میں سے ہے جن پر اہل ہمت ضرور سمجھ کر کار بند ہوتے ہیں)

تحقیق و ترکیب:..... لقد سمع الله لام موطئ للقسم ہے ای واللہ لقد سمع اللہ تعالیٰ اگرچہ تمام مسوعات کے سمع ہیں لیکن ان کے قول کی تخصیص کنایہ تلویحیہ ہے وعید سے کیونکہ سماع علم مسوع کے لئے لازم ہے اور علم کے لئے وعید لازم ہے اس موقع پر وہم الیہود منجملہ ان کے قحاض اور کعب بن اشرف اور عیسیٰ بن اخطب وغیرہ ہیں۔ سنکتب اسناد مجازی ہے کیونکہ کتابت اعمال ملائکہ کرتے ہیں لیکن خود کتابت کے معنی حقیقی ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ چیزیں ہمارے علم میں محقق اور محفوظ ہیں ہم ان کو مہمل نہیں چھوڑیں گے اس صورت میں اسناد حقیقی اور کتابت مجازی ہوگی اور سین تاکید کے لئے ہے۔ بالنصب والرفع قرأت نون پر نصب اور قرأت باء پر رفع۔ اول صورت میں باء پر عطف ہوگا جو منصوب محل ہے۔ اور نقول نون کے ساتھ ہوگا اور دوسری صورت میں موصول پر عطف ہوگا اور بقول یا کے ساتھ ہوگا اور بعض کے نزدیک سنکتب نون کے ساتھ اور ما قالوا اس کی وجہ سے منصوب ہے اور قتلہم اس پر معطوف

ہے اور سیکتب یا کے ساتھ اور قتلہم مرفوع بھی پڑھا گیا ہے کیونکہ ماقالو مرفوع محل پر اس کا عطف ہو جائے گا اور حمزہ کے نزدیک سیکتب ضم یا کے ساتھ اور قتلہم رفع لام کے ساتھ اور یقول بصیغہ غائب ہے اسی اللہ بر تقدیر قرأت یقول کا فاعل اللہ ہے لیکن بر تقدیر نقول فاعل نحن ہونا چاہئے تھا لیکن معنی دونوں تفسیروں پر فاعل لفظ اللہ ہو سکتا ہے۔

عذاب الحریق حریق بمعنی محرق اضافہ بیانیہ ہے یا اضافہ سببیہ ہے بمنزلہ فاعل کر لینے کے ذوقوا کے معنی دراصل منہ کے ذائقے تھوڑی سی چیز چکھنے کے ہیں جیسا کہ لفظ اکمل کثیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعد میں تو سغاباتی محسوسات و حالات کے ادراک کے لئے بھی آتا ہے اور نکتہ یہاں یہ ہے کہ بخل علی المال پر عذاب ہے اور انسان کی بیشتر حاجت مالی کھانے پینے سے متعلق رہتی ہے۔ ذلک اسم اشارہ حیہ لانے میں عذاب کے مشابہہ محسوس ہونے کی طرف اشارہ ہے اور انسان کو ایسی دیکم سے تعبیر کرنے میں مجاز مرسل ہے تسمیۃ الكل باسم الجزء اور اطلاق الجزء علی الكل کے قبیل سے اور جزء بھی اشرہ ہے کیونکہ اکثر کام انسان کے ہاتھوں ہوتے ہیں دوسری توجیہ یہ ہے کہ مراد فاعل ہے لیکن تحقیق و تاکید کے لئے لفظ ایدی کا ذکر کر دیا ہے۔

ظلام للعبید ظلام صیغہ مبالغہ مقتضی تکثیر ہے اس لئے بہ نسبت لفظ ظالم کے اخص ہوگا اور ظاہر ہے کہ نفی خاص سے نفی عام نہیں ہوتی۔ قاضی نے اس شبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ اگر ظلم کرتا تو اس کا ظلم عظیم اور شدید ہوتا۔ اس کی عظمت کے مناسب اس لئے کہ اس کی نفی بھی علی وجہ المبالغہ کی گئی جس سے نفس ظلم کی نفی ہو گئی یا یوں کہا جائے کہ ظلم بندوں کے مقابلہ میں لایا گیا ہے اور بندے کثیر ہیں۔ اس لئے صیغہ کثیر کا لایا گیا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ ظلام، تمار، لبان، عطار، بزاز کی طرح محض نسبت کیلئے ہے پس ظلام کے معنی ذی ظلم کے ہوں گے اور کبھی یہ صیغہ اسم فاعل کے معنی کے لئے بھی آتا ہے بغیر مبالغہ کے جیسے طبایغ، حداد، صباغ، اور علامہ آلوسی کی توجیہ کا ما حاصل یہ ہے کہ ظلم کی کثرت یقیناً قبیح اور حق تعالیٰ سے منافی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ تنزہ میں کامل ہیں اس لئے ان کا نفس ظلم بھی ایسا ہے کہ جیسے کثرت ظلم پس کثرت ظلم کی نفی کے معنی نفس ظلم کی نفی کے ہیں۔

الذین قالوا یہ نعت یا بدل ہے الذین سابق سے اور منصوب ہے باضمار اعنی یا مرفوع ہے باضمار ہم۔
جاءت نار انبیاء بنی اسرائیل کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی قربانی لاتا تو وہ اس کے لئے دعا کرتے قربانی اگر مقبول ہوتی تو غیب سے آگ آ کر اس کو چٹ کر لیتی سدی کی رائے یہ ہے کہ تورات میں حضرت مسیح و حضرت محمد کا استثناء ہے حاصل اس کے مضمون کا یہ ہے من جاءکم یزعم انہ نبی فلا تصدقوا حتی یاتیکم بقربان تا کله النار الا المسیح و محمد علیہما السلام فانہما اذا اتیا فامنوا بہما یاتیان بغیر قربان تا کله النار۔

فان کذبوا کذبوا محذوف ہے جس کی تقدیر کی طرف فاصبر کما صبروا سے مفسر نے اشارہ کیا ہے اور فقد کذب الخ یہ دال بر جواب ہے اور جواب شرط اس لئے نہیں ہو سکتا کہ شرط کی نسبت ماضی ہے۔

بائبات الباء یعنی بالزبرو بالکتاب زبر بمعنی کتب جمع کا صیغہ ہے جس کا واحد زبور ہے۔ کتاب حکمت کے معنی ہیں۔ اصل معنی زبر کے زجر کے ہیں گویا اس میں بھی باطل سے زجر ہوتا ہے۔ کل نفس خبر ہے اور نکرہ کو مبتداء بنانا جائز ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اس سے معلوم ہوا کہ بدن کی موت سے نفس فنا نہیں ہوتا کیونکہ نفس کو موت کا ذائقہ چکھنے والا کہنا جب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب ذائقہ باقی ہو۔ انما توفون دنیا کے دار العمل ہونے سے لازم آتا ہے کہ کوئی دار الجزاء بھی ہو۔ اسی کو عالم آخرت کہا جاتا ہے۔ متاع الغرور سعید بن جبیر مغماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں لیکن جو دنیا کی وجہ سے آخرت کے طالب ہوں تو دنیا ان کے لئے متاع بلاغ ہے اور حسن سے مروی ہے کہ دنیا گڑیوں کے کھیل کی طرح لا حاصل ہے۔

لتبلون اصل لتبلون تھانوں کا کید ثقیلہ اضافہ کیا گیا تین نون جمع ہو گئے نون اعرابی گر گیا۔ وانفسکم اس سے معلوم ہوا کہ نفس نے

مراد جسمانی بدن ہے۔ جسم میں جو معنی باطل ہیں وہ مراد نہیں جیسا کہ بعض فلاسفہ اور متکلمین کا خیال ہے و التثیب تصائد کے تمہیدی اشعار میں لطف کے لئے عورتوں کا ذکر کرنا جس سے سامعین کو دلچسپی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ کعب بن اشرف مومن عورتوں کا ذکر اپنے اشعار میں کرتا تھا۔ عزم الامور مفسر نے اشارہ کر دیا ہے کہ مصدر معنی میں مفعول کے ہے اور جمع کے ساتھ تفسیر کرنا امور کی طرف اضافت کی وجہ سے ہے۔ اصل میں عزم کے معنی ثبات امر کے ہیں۔

رابط: آیت لقد سمع اللہ کے ربط کی تقدیر گزر چکی ہے آیت الذین قالوا میں یہود کی دوسری شرارت کا ذکر ہے اور آیت فان کذبوک میں مکذبین کے لئے وعید اور مصدقین کے لئے وعدہ عنوان عام کے ساتھ مذکور ہے آگے لتبلون میں مسلمانوں کو تسلی اور صبر کی تلقین ہے۔

شان نزول: آنحضرت ﷺ نے جب اسلام میں داخل، نماز، روزہ کے قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، اور اللہ کی راہ میں قرضہ جنگ کی اپیل کی تو یہود میں سے حی بن اخطب، کعب بن اشرف، فحاض بن عاذرہ جیسے ممتاز لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پھبتیاں کسنی شروع کیں کہ (معاذ اللہ) اللہ فقیر اور ہم غنی ہو گئے۔ ورنہ قرضہ جنگ کی اپیل کیوں کی جاتی، اس پر آیت لقد سمع اللہ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: اللہ تعالیٰ کو فقیر کہنے کا مقصد: بظاہر یہود کا یہ گستاخانہ قول صرف استہزاء تھا۔ ان کا عقیدہ یہ نہیں تھا بلکہ مقصود اس سے آنحضرت ﷺ اور قرآن کی تکذیب تھی کہ آپ ﷺ کی چندہ وغیرہ کی اپیل کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس سے اللہ کا محتاج اور بندوں کا غنی ہونا لازم آتا ہے اور لازم باطل ہے۔ فالملزوم مثله باطل چنانچہ آیت فان کذبوک الخ سے اسی معنی کی تائید معلوم ہوتی ہے حالانکہ اول تو ان کی طرف سے یہ تکذیب قرآن کفر ہے۔ پھر اس پر استہزاء کفر بالائے کفر ہے اس لئے قابل وعید سمجھا گیا۔ اگرچہ مناظرات میں اس قسم کی تقریریں اہل حق کی جانب سے بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں بطلان لازم سے بطلان ملزوم پر استدلال ہوتا ہے لیکن وہاں تکذیب یا استہزاء باطل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے امر حق کے ساتھ نہیں ہوتا اور یہاں برعکس ہے۔ اس لئے قیاس صحیح نہیں ہے اور سنکتب میں نامہ اعمال کے اندراج کی حکمت و مصلحت یہ ہے کہ تحریر عادیہ مجرم پر زیادہ حجت ہوتی ہے اللہ کو ضرورت نہیں بلکہ بندوں کے لئے اتمام حجت کرنی ہے۔ اس لئے ایسی باتوں کا انکار یا تاویل کفر محض یا بدعت ہے اور جو لوگ قتل انبیاء جیسے فعل شنیع کے مرتکب ہوں ان سے نرمی تکذیب رسل یا استہزاء کیا بعید اور تعجب خیز ہے۔ رہا یہ کہ قتل انبیاء کے مرتکب تو ان کے بڑے ہوئے پھر ان معاصرین پر کیوں ملامت کی جا رہی ہے؟ اس کا جواب مفسر علام نے دے دیا ہے کہ آباء کے اس فعل سے یہ لوگ راضی تھے اس لئے ان کو شریک جرم و قرار دے لیا گیا ہے اور یہاں حقیقت ظلم کی نفی کرنی نہیں ہے بلکہ صورت ظلم کی نفی مقصود ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مالک و مختار ہونے کی وجہ سے حقیقتاً تو ظلم ہو ہی نہیں سکتا نیز یہاں صرف ان کی گستاخی پر وعید فرمائی گئی ہے حالانکہ اعتراض کے سارے مقدمات غلط اور خود اعتراض مغالطہ محض ہے کیونکہ انفاق کی ترغیب بندوں کے نفع کے لئے ہے۔ اللہ کا نفع اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ البتہ مبالغہ ایفاء جزاء کے لئے مجازاً قرض کا لفظ بول دیا گیا ہے۔

یہود کے غلط اقوال کی تردید: قول یہود ان اللہ عہد الخ کے دو جز ہیں ایک جزء صریح یعنی ان اللہ عہد الینا الخ اور دوسرا جز اس سے لازم آ رہا ہے یعنی اگر آپ قربانی کا معجزہ ظاہر فرمادیتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے پہلے جزء کا جواب یہ ہے کہ

تم اس کے مدعی ہو ساتو بسرہانکم ان کنتم صادقین حالانکہ یہ تمہارا افتراء ہے محض کیونکہ بعض انبیاء کے معجزہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کے لئے بھی کوئی خاص معجزہ شرط ہو۔ تاہم مطلق معجزہ یا مصدق نبوت کسی علامت و نشان کا ہونا کافی ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس میں یہ دونوں باتیں علی وجہ الکمال موجود ہیں۔ اس جواب کو غایت ظہور کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف دوسرے جزء کے جواب پر آیت میں اکتفاء کیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم اپنے بیان میں واقعی سچے ہو تو پھر ان انبیاء پر ایمان کیوں نہیں لائے۔ جن میں بقول تمہارے خاص یہ معجزہ موجود تھا حتیٰ کہ تکذیب سے بڑھ کر تم نے ان کو قتل تک کر دیا رہا یہ شبہ کہ حضور ﷺ بھی اگر یہ معجزہ ظاہر فرمادیتے تو بہتر ہی ہوتا لیکن اولاً تو مدعی نبوت کے ذمہ مطلق دلیل کافی ہے کسی خاص دلیل کا پابند بنانا ضروری نہیں۔ دوسرے اگر خاص فرمائشی دلیل پیش بھی کی جائے تو وہ معاند اور ضدی لوگوں کے لئے مفید اور کارآمد نہیں ہوتی۔

اطائف آیت: آیت فمن زحزح عن النار سے مراد عام ہے خواہ ابتدا ہی بچا لیا جائے یا سزا کے بعد نکال لیا جائے اس طرح تمام مسلمان اس میں آجاتے ہیں تو خواہ عاصی ہوں یا غیر عاصی۔ اسی طرح وادخل الجنة سے مراد پورا کامیاب ہونا ہے اور اس کے مقابل پورا ناکام ہونا مراد ہوگا جو کفار کے ساتھ خاص ہوگا۔ دنیا کو متاع الغرور سب کے لئے نہیں کہا گیا۔ بلکہ تشبیہ سے مقصود یہ ہے کہ دنیا مقصودِ اصلی بنانے کے قابل نہیں ہے۔ یوں کوئی کریم النفس انسان اچھے داموں اگر خریدنے لگے تو اس کے سودے سے دل نہیں لگاتا چاہئے بلکہ اعمالِ صالحہ اور مالک کی خوشنودی مزاج کا ذریعہ اس کو بنا لینا چاہئے لتبلون سے مراد حقیقی آزمائش اور امتحان نہیں کہ حق تعالیٰ اس سے منزہ ہیں بلکہ مجازاً واقعات سے دوچار کرنا مراد ہے اور صبر سے مراد یہ ہے کہ واقعات و حوادث سے دل تنگ نہ ہو۔ نہ یہ کہ تدابیر بھی نہ کرو اور مواقع جنگ یا انتقام میں جنگ نہ کرو، انتقام نہ لو پس یہ آیت آیاتِ قتال کے منافی اور معارض نہیں کہ نسخ کی ضرورت پیش آئے نیز صدیق اکبر کا اس گستاخانہ گفتگو پر فحاص یہودی کے منہ پر طمانچہ مار دینا اور تادیباً غضب و غصہ کا مظاہرہ کرنا بھی صبر کے منافی نہیں ہے نیز پہلے سے مصائب و حوادث کی اطلاع دینے میں آمادگی کی سہولت دینی ہے کہ مشکل آسان ہو جائے۔ الذین قالوا ان الله الخ سے معلوم ہوا کہ اعتقاد کا معیار خوارق و کرامات نہیں ہونی چاہئے۔

فمن زحزح سے معلوم ہوا کہ بعض مدعیانِ تصوف کا جنت و جہنم سے دعویٰ استغناء صحیح نہیں ہے البتہ مغلوب الحال معذور سمجھا جائے گا۔

وَإِذْ كُرِ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ أَيِ الْعَهْدِ عَلَيْهِمْ فِي التَّوْرَةِ لَتُبَيِّنَنَّ أَيِ الْكِتَابِ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ فِي الْفِعْلَيْنِ فَنَبَذُوهُ طَرَحُوا الْمِيثَاقَ وَرَأَى ظُهُورِهِمْ فَلَمْ يَعْمَلُوا بِهِ وَاشْتَرَوْا بِهِ أَخَذُوا بَدَلَهُ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ مِنَ الدُّنْيَا مِنْ سَفَلَتِهِمْ بِرِيَّاسَتِهِمْ فِي الْعِلْمِ فَكَتَمُوهُ خَوْفَ قَوِيهِ عَلَيْهِمْ فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۱۸۷﴾ سِرَاؤُهُمْ هَذَا لَا تَحْسَبَنَّ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا فَعَلُوا مِنْ إِضْلَالِ النَّاسِ وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا مِنَ التَّمَسُّكِ بِالْحَقِّ وَهُمْ عَلَى ضَلَالٍ فَلَا تَحْسَبَنَّاهُمْ بِالْوَجْهِينِ تَاكِيدٌ بِمَفَازَةٍ بِمَكَانٍ يَنْجُونَ فِيهِ مِنَ الْعَذَابِ فِي الْأَخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي مَكَانٍ يُعَذَّبُونَ فِيهِ وَهُوَ جَهَنَّمُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۸۸﴾ مُؤَلِّمٌ فِيهَا وَمَفْعُولًا يَحْسَبُ الْأُولَى دَلَّ عَلَيْهِمَا مَفْعُولًا الثَّانِيَّةِ عَلَى قِرَاءَةِ التَّحْتَانِيَّةِ وَعَلَى الْفَوْقَانِيَّةِ حُذِفَ الثَّانِي فَقَطْ ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ خَزَائِنُ الْمَطَرِ وَالرِّزْقِ

وَالنَّبَاتِ وَغَيْرِهَا وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۸۹﴾ وَمِنْهُ تَعَذُّبُ الْكَافِرِينَ وَأَنْحَاءُ الْمُؤْمِنِينَ .

ترجمہ: اور (یاد رکھو) جب ایسا ہوا تھا کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی (یعنی ان سے تورات میں عہد لیا گیا) تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا کہ اس (کتاب) کو لوگوں پر واضح کرتے رہنا اور ایسا نہ کرنا کہ چھپانے لگو (دونوں فعلوں میں تا اور یا کے ساتھ قرأت ہے) لیکن انہوں نے اس کو پست پشت ڈال دیا (عہد کو نظر انداز کر دیا) اور (اس پر عمل درآمد نہ کر سکے) اور فروخت کر ڈالا (اس کا عوض لے کر) تھوڑے داموں پر (اپنی سیادت علمی کی وجہ سے کمتر لوگوں سے کچھ دنیا حاصل کرنے کے لئے کتمان علم کرتے تھے کہ کہیں ان کے منافع فوت نہ ہو جائیں) پس کیا ہی بری ہے (ان کی یہ خرید و فروخت) جو انہوں نے دام حاصل کئے ہیں اے پیغمبر! تم ہرگز ایسا نہ سمجھنا (تا اور یا کے ساتھ قرأت ہے) جو لوگ اپنی کرتوتوں پر خوش ہو رہے ہیں (لوگوں کو گمراہ کرنے کے سلسلہ میں جو انہوں نے کی ہیں) اور چاہتے ہیں کہ ان کاموں کے لئے سراہے جائیں جو انہوں نے کبھی نہیں کئے (گمراہ رہتے ہوئے ان کا حق پر جماؤ) تو تم ہرگز نہ سمجھنا (یہ بھی دونوں مذکورہ طریقہ پر تاکید کے لئے ہے) کہ وہ بچے رہیں گے (نجات کی جگہ میں ہوں گے) عذاب سے (آخرت میں بلکہ وہ عذاب کی جگہ یعنی جہنم میں ہوں گے) یقیناً ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا (جہنم میں تکلیف دہ۔ پہلے یحسب کے دونوں مفعول محذوف ہیں دوسرے یحسب کے دونوں مفعول ان پر وبال ہیں یانے تھانیہ کی قرأت پر لیکن تانے فوقانیہ کی قرأت پر صرف مفعول ثانی محذوف ہوگا) اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے (بارش اور رزق اور گھاس چارہ وغیرہ کے خزانے) اور اللہ کے احاطہ قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں (مجملاً اس کے کافروں کو عذاب اور مؤمنین کی نجات ہے)

تحقیق و ترکیب: لتبینہ یہ جواب میثاق ہے کیونکہ میثاق معنی قسم کو مضممن ہوتا ہے۔ ابن کثیر و ابو عمر نے لیسنہ یا کے ساتھ پڑھا ہے اور علماء نے اس کو حلف کے موقع پر بھی استعمال کیا ہے۔ اس لئے اس میں تین وجوہ ہو سکتی ہیں (۱) لفظ غائب کے ساتھ ہو گیا کسی سے یقینی بات کہہ رہے ہو۔ استحلقتہ ليقومن (۲) حاضر کے صیغہ کے ساتھ اس لفظ کو مزاد لیا جائے جس کے کہنے کا ارادہ ہو مثلاً استحلقتہ لتقومن یعنی میں نے لتقومن کہا (۳) صیغہ متکلم کے ساتھ کہا جائے جیسے استحلقتہ لاقومن (روح المعانی) اتوا الكتاب یہ تعبیر یا تو اس لئے اختیار کی کہ مدار اختلاف انہوں نے کتاب اللہ کو بنا رکھا تھا اور تمام اختلافات کی اسناد اپنے زعم فاسد میں کتاب اللہ کی طرف کرتے تھے یا پھر مقصد اس جرم کی عظمت ہو کہ جن لوگوں سے اس کی توقع نہیں ہونی چاہئے تھی۔ ان ہی سے یہ شدید جرم سرزد ہو رہا ہے۔ حالانکہ کتاب اللہ ان کے لئے خود زاجر ہونی چاہئے تھی۔

فکتموہ حدیث میں ارشاد ہے من کتم علماً عن اہلہ الجم بلجام من النار۔ فبئس ما شروا مفسر علام نے بئس کا فاعل شراؤہم اور مخصوص بالمدمت ہذا محذوف نکالا ہے بما اتوا اتیان اگرچہ عطاء کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن مفسر نے اشارہ کر دیا کہ یہاں فعل کے معنی میں ہے۔

فلا تحسبنہم۔ یحسبن اول کا فاعل الذین الخ ہے اور دونوں مفعول محذوف "انفسہم بمفازة" ہیں اور تحسبن فوقانیہ کی صورت میں فاعل ضمیر مخاطب اور الذین الخ مفعول اول اور ثانی بمفازة من العذاب محذوف ہوگا۔ زجاج کہتے ہیں کہ بات اگر لمبی ہو جائے تو لفظ حسب وغیرہ کا اعادہ تاکیداً مناسب رہتا ہے تاکہ ذہول نہ ہو جائے بلکہ سابق کلام کے ساتھ اتصال رہے جیسے کہا جائے لا تظنن زیدا اذا جاءک وکلمک بکذا وکذا فلا تظنہ صادقاً فاس میں زائد ہوتی ہے مفازة مصدر معنی لہوز اور تاء وحده کے لئے نہیں ہے۔

رابطہ: یہود کے قیام کا بیان چل رہا ہے۔ آیت واذا اخذ الله من ان کے ایک خاص قبیلہ ”نقض عہد“ کا ذکر ہے جو ان سے اظہار احکام اور عدم کتمان حق کا لیا گیا تھا۔ اس نقض عہد پر ان کو پشیمان ہونا چاہئے تھا لیکن اس کے برعکس وہ اظہار فخر کرتے ہیں۔ لاتحسبن الذين الخ میں اسی پر وعید ہے۔ آگے آیت للہ میں اپنی بے پناہ قدرت کا اظہار ہے۔

﴿تشریح﴾: کتمان حق جائز اور ناجائز: کتمان حق دنیوی غرض سے مذموم و ممنوع ہے لیکن اگر کوئی مصلحت دینی داعی ہو مثلاً مسئلہ دقیق ہو اور مخاطب بد فہم یا کم فہم ہو کہ اس کے لئے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اور اس مسئلہ کی کوئی خاص ضرورت بھی نہ ہو تو نہ صرف اخفاء جائز بلکہ بعض مواقع پر ضروری ہوگا۔ ورنہ خواہ مخواہ فتنہ عام، یا خاص ہوگا جس کی اجازت کسی طرح نہیں دی جاسکتی ہے۔

لیکن علمائے یہود اپنے دنیاوی منافع فوت ہونے کے خطرہ سے آنحضرت ﷺ کے باب میں سابقہ پیشگوئیوں کا اخفاء کرتے تھے اور ایمان و تصدیق جیسی ضروریات کا کتمان کرتے تھے۔ اسی طرح ناکردہ محاسن پر امید مدح سرائی رکھتے تھے۔ مثلاً حق کا اظہار نہیں کیا لیکن دوسروں کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم اظہار حق بلکہ حق کا بول بالا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھی انہوں نے اسی قسم کی جوأت آمیز حرکت کی تاکہ ان کا خداع معلوم نہ ہو سکے۔ یہود و منافقین غزوات کے موقعہ پر عام طور سے اس طرح کی چالاکیاں کرتے رہتے تھے غرض کہ آیت اپنے عموم الفاظ کی وجہ سے دوسروں کو بھی شامل ہے جو ایسی باتوں کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔

نیک نامی پر سرورِ طبعی: تاہم مقصود آیت کا دراصل معصیت پر فرحت اور اہتمام مدحت ہے۔ البتہ نیکی پر خوشی یا ناکردہ نیکی پر خوشی اگر طبعاً ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اگر اس میں بھی اہتمام مدح ہو تو یقیناً مذموم ہے۔ یہود کی دنیاوی رسوائی قتل و جلا وطنی ہے اور منافقین کی رسوائی بدنامی ہے۔ آیت ولله میں چونکہ اللہ تعالیٰ سلطان حقیقی ہیں اور قادر مطلق ہیں نیز یہ صفات ان کے ساتھ مختص ہیں اور انہوں نے اس سزا کی خبر دی ہے اس لئے سب پر ان کے احکام کا ماننا ضروری ہے اور نافرمانی جرم ہے وہ سزا دے سکتے ہیں اور دیں گے اور ان کی دی ہوئی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

علمائے حق کا فرض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ علماء پر حق کا اظہار واجب اور کتمان حق حرام ہے۔ بالخصوص دنیاوی اور نفسانی اغرض کے لئے۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے ما اخذ الله علی اهل الجہل ان يتعلموا حتى اخذ علی اهل العلم ان يعلموا حاصل یہ ہے کہ علماء پر علم ضروری ہے تاکہ عوام کے لئے عمل ممکن ہو اور بقول فخر الاسلام کے آیت سے یہ معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہوتی ہے حق عمل میں اگر چہ اعتقاد کے لئے ضروری نہ ہو۔

لاتحسبن الذين يفرحون سے ایسے مدعیان تصوف مشائخ کی مذمت معلوم ہوئی جن کی مجالس کے تذکروں کا زیادہ حصہ ایسے کمالات کی مدح سرائی کی امید پر مشتمل ہوتا ہے جن سے وہ یکسر کورے ہوتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ موجودہ کمالات کی مدح سرائی جائز اور محمود ہوگی وہ بھی نامحمود اور مذموم ہے کیونکہ عالم يفعلوا میں قید احترازی نہیں بلکہ قید واقعی ہے خصوصی واقعہ نزول سبب ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِمَا مِنَ الْعَجَائِبِ وَاختِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِالْمَحْيِ
وَالْمَوْتِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ لآيَاتٍ دَلَالَاتٍ عَلَى قُدْرَتِهِ تَعَالَى لِأُولَى الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ لِيَذُوقَ الْعُقُولُ
الَّذِينَ نَعَتْ لِمَاقِلِهِ أَوْ بَدَلُ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ مُضْطَجِعِينَ أَيُّ فِي كُلِّ حَالٍ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يُصَلُّونَ كَذَلِكَ حَسَبَ الطَّاقَةِ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

لِيَسْتَدِلُّوا بِهِ عَلَى قُدْرَةِ صَانِعِهِمَا يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا الْخَلْقَ الَّذِي نَرَاهُ بِاطِّلَافٍ هَ حَالِ عَبَثًا بَلْ
دَلِيلًا عَلَى كَمَالِ قُدْرَتِكَ سُبْحَانَكَ تَنْزِيهًا لَكَ عَنِ الْعَبَثِ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ
تُدْخِلُ النَّارَ لِلْخُلُودِ فِيهَا فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ أَهْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ الْكَافِرِينَ فِيهِ وَضِعَ الظَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ
إِشْعَارًا بِتَخْصِيصِ الْخِزْيِ بِهِمْ مِنْ زَائِدَةِ النَّصَارِ ﴿۱۹۲﴾ أَعْوَانَ يَمْنَعُهُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا
مُنَادِيًا يُنَادِي بِدَعْوِ النَّاسِ لِلْإِيمَانِ أَيُّ إِلَيْهِ وَهُوَ مُحَمَّدٌ أَوْ الْقُرْآنُ أَنْ أَيُّ بَانَ إِمْنُوا بِرَبِّكُمْ فَاْمِنَّا بِهِ
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكْفِّرْ غَطِّ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا فَلَا تُظْهِرْهَا بِالْعِقَابِ عَلَيْهَا وَتَوَقَّفْنَا إِقْبَضَ أَرْوَاحَنَا مَعَ فِي
جُمْلَةِ الْأَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا بِهِ عَلَى السَّنَةِ رُسُلِكَ مِنَ الرَّحْمَةِ
وَالْفَضْلِ وَسُوِّ اللَّهُمَّ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ وَعْدُهُ تَعَالَى لَا يُخْلَفُ سَوَّالٌ أَنْ يَجْعَلَهُمْ مِنْ مُسْتَحِقِّهِ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَتَّقُوا
إِسْتِحْقَاقَهُمْ لَهُ وَتَكَرَّرَ رَبَّنَا مُبَالَغَةً فِي التَّضَرُّعِ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۱۹۴﴾
الْوَعْدِ بِالْبَعْثِ وَالْحِزَاءِ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ دُعَاءَهُمْ أَيُّ أَيُّ بَانِي لَا أَضِيعُ عَمَلٍ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ
ذَكَرٍ أَوْ أَتَىٰ بِبَعْضِكُمْ كَائِنٌ مِّنْ بَعْضٍ أَيُّ الذُّكُورِ مِنَ الْإِنَاثِ وَبِالْعَكْسِ وَالْجُمْلَةُ مُؤَكِّدَةٌ لِمَا قَبْلَهَا
أَيُّ هُمْ سِوَاءٍ فِي الْمُجَازَاةِ بِالْأَعْمَالِ وَتَرَكَ تَضْيِيعَهَا نَزَلَتْ لِمَا قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أَسْمَعُ اللَّهَ
ذَكَرَ النِّسَاءِ فِي الْهَجْرَةِ بِشَيْءٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَأَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَوْذُوا
فِي سَبِيلِي دِينِي وَقَتَلُوا الْكُفَّارَ وَقَتَلُوا بِالْتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ وَفِي قِرَاءَةِ بِتَقْدِيمِهِ لَا كَفَرْنَا عَنْهُمْ
سَيِّئَاتِهِمْ أَسْتُرَهَا بِالْمَغْفِرَةِ وَلَا دَخَلْنَاهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مَّصْدَرٌ مِنْ مَعْنَى
لَا كَفَرْنَا مُؤَكِّدَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ فِيهِ الْبَفَاتِ عَنِ التَّكَلُّمِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ الْحِزَاءِ-

ترجمہ: بلاشبہ آسمان و زمین (اور جو کچھ عجاہبات ان کے درمیان ہیں ان) کی تخلیق میں اور رات دن کے مختلف ہونے
میں (یکے بعد دیگرے آنے جانے اور زیادتی اور کمی میں) بڑی ہی نشانیاں ہیں (اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ہیں) اور باب دانش
(عقلندوں) کے لئے وہ اہل دانش (یہ ماقبل کی صفت ہے یا بدل ہے) اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں، لیٹے

ہوں (کروٹ کے بل، یعنی ہر حال میں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان تینوں حالات میں حسب طاقت نمازیں پڑھتے ہیں) اور غور و فکر کرتے ہیں آسمان وزمین کی پیدائش میں (تا کہ اس سے ان کے سماع کی قدرت پر استدلال کر سکیں درآنحالیکہ پکاراٹھتے ہیں کہ) خدایا جو آپ نے پیدا کیا ہے کہ سب کچھ (مخلوق جس کو ہم دیکھ رہے ہیں) بلاشبہ عبث و بے کار نہیں ہے (ترکیب میں باطلاً حال ہے یعنی عبث نہیں۔ بلکہ آپ کی کمال قدرت پر دلیل ہیں) آپ کی ذات اس سے پاک ہے (بے کار کام کرنے سے منزہ ہے) پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے۔ خدایا جس کو آپ دوزخ میں ڈال دیں (بیشکلی کی نیت سے) بلاشبہ آپ نے اس کو بڑی ہی خواری میں ڈال دیا (رسوا کر دیا) اور ظلم کرنے والوں کے لئے (کافروں کے لئے اس میں اسم ظاہر کی بجائے ضمیر لائی گئی۔ رسوائی کی تخصیص ان کے ساتھ ظاہر کرنے کے لئے) کوئی (مسن زائد ہے) مددگار نہیں (کہ اللہ کے عذاب سے مدد کر کے ان کو بچا سکے) خدایا ہم نے ایک منادئی کرنے والے کی منادی سنی (جو لوگوں کو بلا رہا تھا) ایمان کی طرف (للايمان بمعنی الی الايمان ہے اور مراد اس سے محمد ﷺ یا قرآن پاک ہے) وہ کہہ رہا تھا (ان معنی میں بان کے ہے لوگو!) ایمان لاؤ اپنے پروردگار پر۔ تو ہم ایمان لے آئے (اس پر) پس خدایا ہمارے گناہ بخش دیجئے اور مناد دیجئے (محو کر دیجئے) ہماری برائیاں (کہ ان پر سزا ہو کر ان کا اظہار نہ ہو جائے) اور ہماری موت (قبض ارواح) نیک کرداروں (انبیاء اور صالحین) کے ساتھ ہو خدایا عنایت فرما (عطا کر) وہ سب کچھ ہم کو (جس کا) آپ نے وعدہ فرمایا ہے اپنے رسولوں (کی زبان) سے (یعنی رحمت و فضل۔ حق تعالیٰ کا وعدہ اگرچہ خلاف نہیں ہوتا لیکن سوال کا منشاء یہ ہے کہ آپ ہمیں اپنے وعدہ کے مستحقین میں شمار فرمالیجئے، کیونکہ استحقاق وعدہ کا یقین تو نہیں ہے اور لفظ بسنا کا تکرار انتہائی عاجزی کے لئے ہے) اور ہمیں رسوائی نہ ہو قیامت کے دن بلاشبہ آپ ہی ہیں کہ آپ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا (مراد بعثت و جزاء کا وعدہ ہے) پس ان کے پروردگار نے (ان کی دعائیں) قبول فرمائیں۔ یقیناً میں (ان معنی میں) کہے (کبھی کسی عمل کرنے والے کا عمل اکارت نہیں کیا کرتا۔ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے جنس سے) ہو (یعنی مرد عورت سے اور عورت مرد سے اور یہ جملہ ماقبل کی تاکید ہے۔ یعنی عورت و مرد سب عمل کے بدلہ اور اکارت نہ ہونے میں برابر ہیں)

(حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے جب عرض کیا یا رسول اللہ! ہجرت کے سلسلہ میں ہم کہیں عورت کا ذکر قرآن پاک میں نہیں سنتے؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی) پس جن لوگوں نے ہجرت کی (مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب) اور اپنے گھروں سے نکالے گئے، میری راہ (دین) میں ستائے گئے اور (کفار سے) لڑے اور قتل ہوئے (تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے اور ایک قرأت میں قتلوا کی تقدیم فرمائی ہے) تو یقیناً میں ان کی خطائیں معاف کر دوں گا (مغفرت سے چھپالوں گا) اور انہیں جنت کے باغات میں پہنچا دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ ثواب ہوگا (لاکفرن کا معنی یہ مفعول مؤکد ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (متکلم کے صیغہ سے یہاں التفات ہے) اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین ثواب (بدلہ) ہے۔

تحقیق و ترکیب:..... فسی کل حال یعنی آیت سے عموم مراد ہے۔ غالب حالات کی وجہ سے ان تین احوال کی تخصیص کی ہے ورنہ تمام ہیئتیں اور کیفیتیں مراد ہیں۔ یصلون كذلك یعنی احکام نماز اسی ترتیب کے ساتھ ہوں گے۔ چنانچہ قیام پر قدرت ہوتے ہوئے قعود جائز نہیں اور قعود پر قدرت ہوئے اضطجاً نماز جائز نہیں۔ البتہ ذکر اللہ کے لئے کوئی خاص حالت اعتقاداً ضروری نہیں اس میں توسع اور عموم ہے کرنے میں بھی اور نہ کرنے میں بھی یوں تجربہ سے کوئی خاص ہیئت کا مفید ہونا ثابت ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے اور حسب الطاقۃ کی قید نماز کے ساتھ اس لئے لگادی ہے کہ حدیث عمران بن حصینؓ میں تصریح ہے صل قائماً فان لم تستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلى جنب. یقولون. تقدیر عبارت کی طرف اشارہ ہے۔

باطلا یہ حال ہے ہذا مفعول پہ سے تقدیر عبارت اس طرح ہے ما خلقت هذا محالیا عن الحكمة. فقنا اس میں فاء جزائیہ ہے۔ ای اذا تزهناک فقنا. للخلود فیہا اس میں معتزلہ کے لئے بھی اس قید کے بعد اجتماع کا موقع نہیں رہا دوسرے آیت یوم لا یخزی اللہ النبی الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مؤمنین غیر مخزی رہیں گے۔ ادھر عصاة مؤمنین کا جہنم میں داخل ہونا بھی صحیح ہے اور اس آیت سے جہنم میں داخل ہونے والوں کا رسوا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس تعارض کے رفع کے لئے مفسر علام نے یہ قید لگائی ہے کہ آیت مطلقاً جہنم میں داخل ہونے والوں کے لئے عام نہیں ہے بلکہ صرف کفار مراد ہیں جن کا داخلہ دائم رہے گا۔ الیہ یعنی لام بمعنی الیٰ ہے جیسے الحمد لله الذی ہدانا لهذا میں ہے اور منادیٰ اورینادی دونوں لفظ لانے میں منادی کی عظمت شان کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ منادیٰ ایمان سے بڑھ کر اور کون منادی ہو سکتا ہے اگر منادی سے مراد آنحضرت ﷺ ہوں تو اسناد حقیقی ہے اور قرآن مراد ہو تو اسناد مجازی ہے یعنی ”منادی یہ“

ان امنوا مصدر یہ محل نصب میں ہے بحذف حرف الجر اور ان تفسیر یہ بھی ہو سکتا ہے ای امنوا.

ذنوبنا حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ذنوب سے مراد کبائر اور سیئات سے مراد صغائر ہیں۔ ذنب کے معنی دامن کے ہیں اور سیئہ سوء سے ہے اس لئے اس میں خفت ہے البتہ مغفرت اور تکفیر میں اہل لغت سے فرق منقول نہیں ہے اجتناب کبائر کے بعد کفارتہ سیئات ہو سکتا ہے و توفنا چونکہ وفات میں تقدیم تاخیر ہوتی رہتی ہے معیت نہیں ہوتی اس لئے مفسر نے فی جملۃ الابرار کہہ کر توجیہ کر دی ہے بطور کنایہ ہم مسلک ہونا مراد ہے۔

ابرار جمع بزجینے ارباب جمع رب کی السنۃ رسلک یعنی واسئل القریۃ کی طرح بتقدیر المضاف ان یجعلہم یعنی انما العبرۃ بالخواتیم کی وجہ سے مدار انجام عاقبتہ پر ہے اور وہ معلوم نہیں یا امثال امرین کوتاہی کے خیال سے یا بعد و خشوع میں مبالغہ کے لئے اس کی دعا سکھائی گئی ہے۔ و تکویر ربنا ان آیات میں پانچ مرتبہ لفظ ربنا آیا ہے تضرع کے لئے نیز یہ اسم اعظم ہے چنانچہ امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ جس کو کوئی ہولناک امر پیش آئے تو پانچ دفعہ ربنا کہنے سے اللہ مراد پوری فرمادیں گے اور اس حادثہ سے نجات مل جائے گی جیسے ایک معصوم بچہ بار بار ابا، ابا، اماں پکارتا ہے آخر کار ماں باپ کو پیار آ ہی جاتا ہے اور اس کی فرمائش پوری کر دی جاتی ہے۔ مبعاد بمعنی وعدہ مصدر ہے ظرف نہیں ہے۔

انی ای بانی اس میں باسیبہ ہے فالذین ہاجر و ا یہ مبتداء ہے لا کفرون خبر ہے و اخر جو اس میں اشارہ ہے کہ ان کا اخراج قبر اوجبر ا ہے وہ خوشدلی سے نہیں نکلے بظاہر چاہے طوعاً ہو مگر باطن کرنا ہے کیونکہ جہنم بھومی سے ہر شخص کو طبعاً لگاؤ ہوتا ہے استرہا اشارہ اس طرف ہے کہ لغوی معنی مراد ہیں ثواباً یعنی لا کفرون ای لا ینہم بالتکفیر اثابۃ تو ثواب بجائے اثابۃ کے لایا گیا و نہ دراصل عطاء کی طرح ثواب بولا جاتا ہے لما یناب کے لئے اور بعض کی رائے ہے کہ جنات سے پانچمیر مفعول سے حال ہے۔ ای مشابین یا جنات سے بدل ہے اور غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے عندہ حسن الثواب لفظ عند کا اطلاق صرف قریب اور نزدیک ہی کے لئے نہیں آتا بلکہ اختصاص اور ملکیت کے لئے بھی آتا ہے چاہے اس کے پاس نہ ہو یہاں بھی اختصاص ہی مراد ہے کہ ثواب دینے پر بجز اللہ کے کوئی قادر نہیں ہے اگر حسن الثواب مبتداء مؤخر نہ بھی کیا جاتا تب بھی لفظ عندہ سے اختصاص اور حصر مفہوم ہو رہا ہے۔

رابطہ: آیت لئلا الخ کے اختصاص سے توحید مفہوم ہوئی۔ ان آیات میں اس پر عقلی دلائل کا بیان ہے۔ نیز اسی کے ساتھ توحید کے کمال اقتضاء پر عمل پیرا ہونے والوں کی فضیلت بھی مذکور ہے۔ اسی طرح پچھلی آیات میں کفار کی ایذاؤں کا بیان تھا۔ ان آیات میں بھی کفار کا عناد یہ درخواست کا جواب ہے۔ آیت فاستجاب میں قبولیت دعا کی بشارت مع سبب اور اس پر تفریع کے مذکور ہے۔

شانِ نزول:..... مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے عنادِ ایہ درخواست کی کہ آپ ﷺ کو صفا کو سونے کا بنا دیجئے تب ہم جانیں کہ آپ ﷺ واقعی نبی ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ دلائل تو بہت سے ہیں بشرطیکہ غور و فکر کرو۔ ابن جریر وغیرہ نے ابن عمرؓ سے تخریج کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک طویل حدیث سنی ہے جس میں یہ بھی تھا کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز جنت کو بلائیں گے وہ نہایت آرائش و زیبائش کے ساتھ آئے گی، ارشاد ہوگا کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے میری راہ میں قتال کیا اور وہ ستائے گئے اور انہوں نے جہاد کیا وہ جنت میں داخل ہو جائیں، چنانچہ وہ بلا حساب کتاب داخل ہو جائیں گے اور دوسری روایت ام سلمہؓ کی مفسر علامؒ نے ذکر فرمائی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... دلائل قدرت میں فکر و نظر:..... حاصل جواب یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے دلائل کی کمی نہیں ہے کائنات میں ان کا تو انبار لگا ہوا ہے کسی اگر ہے تو ہماری نظر و فکر کی ہے، کوتاہی اگر ہے تو خود تمہاری اپنی بصیرت و طلب کی ہے۔

ففسی کل شیء لہ ایۃ تدل علیہ واحد

اور چونکہ یہ خاص فرمائش محض عنادِ ایہ ہے اس لئے اس کو پورا کرنے میں کوئی خاص مصلحت و فائدہ نہیں ہے۔ ورنہ ہم اس درخواست کو پورا کر دیتے۔ بہر حال حق کی معرفت و استقامت کا سرچشمہ ذکر اللہ اور کائنات خلقت میں تدبر و تفکر ہے۔ ذکر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی یاد سے کسی وقت دل فارغ نہ ہو اور فکر کا مقصد یہ ہے کہ آسمان و زمین کی پھیلی ہوئی ساری کائنات کی خلقت و فطرت اور مظاہر قدرت میں غور و خوض کیا جائے، ذکر سے دل کی غفلت دور ہوتی ہے اور فکر سے حقیقت کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور اسرار فطرت آشکارا ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے دل غفلت سے پاک ہوتے ہیں اور کائنات خلقت میں تفکر کرتے ہیں ان پر یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ یہ تمام کارخانہ ہستی اور اس کا عجیب و غریب نظام بغیر کسی اعلیٰ مقصد کے نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی اس دنیاوی زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہوتا کہ جو کچھ اس زندگی میں کیا جائے اس کے نتائج و ثمرات اس اُخروی زندگی میں سامنے آ جائیں۔ اس حقیقت کے کھلنے پر انسانی روح خدا پرستی کے جوش سے معمور ہو جاتی ہے اور وہ خدا کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر بخشش و رحمت کی طلب گار ہو جاتی ہے۔

قانون قدرت:..... اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ کسی انسان کا نیک عمل دیکھا نہیں فرماتا۔ پس جو لوگ حق پرستی کی راہ میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں وہ یقین رکھیں کہ ان کے اعمال حق اور ان کے ثمرات کبھی ضائع ہونے والے نہیں۔

ان لله عبادة فطنا طلقوا الدنيا وخافوا الفتنا

نظروا فيها فلما علموا انها ليست لحي وطنا

جعلوها لجة واتخذوا صالح الاعمال فيها سفنا

ان آیات میں پانچ درخواستیں پیش کی گئیں ہیں اور ان کی قبولیت کی بشارت سنائی گئی ہے۔ سمعنا منادیا میں سننے سے مراد عام ہے خواہ بلا واسطہ ہو۔ جیسے حضرات صحابہؓ کا سننا یا بوسائط ہو جیسے عام مسلمانوں کا اور علی رسلک جمع کا صیغہ لانا اس طرف مشیر ہے کہ جس طرح تمام پیغمبر اصول دعوت میں مشترک ہیں۔ اسی طرح وعدہ میں بھی سب متفق و متحد ہیں چنانچہ ان وعدوں کی ہر زمانہ میں بار بار تجدید ہوتی رہی ہے۔

جامع دعائیں:..... اور منتهاء مقاصد چونکہ دو چیزیں ہیں حصول جنت، نجات جہنم اور دونوں کے لئے دو شرطیں ہیں طاعات کا وجود اور معاصی کا عدم۔ اس طرح کل چار باتیں ہونیں چنانچہ فقنا عذاب النار میں دوسری چیز کی اور فاغفر لنا میں چوتھی چیز کی اور اتنا ما وعدتنا میں پہلی اور تیسری بات کی درخواست مذکور ہے۔ اس لئے یہ دعائیں نہایت جامع ہیں۔

نکات آیت:..... لا کفرن عنہم سیاتہم میں تمام خطائیں مراد ہیں کیونکہ ہجرت اور جہاد و شہادت کا شرف یہاں مذکور ہو رہا ہے اور احادیث سے ان کا تمام گناہوں کے لئے مکفر ہونا معلوم ہے۔ نیز آیات دعا میں استجابت سے جو تکفیر مفہوم ہو رہی ہے اسلام پر اگر اس کو مرتب کیا جائے تو علی الاطلاق اس کا مکفر ہونا بھی وارد ہے اور استغفار کا صلہ اگر دعائے تکفیر کو قرار دیا جائے تب بھی توبہ کے مکفر ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور قابل کفارہ گناہوں سے مراد صرف حقوق اللہ ہیں کیونکہ احادیث میں دین اور قرض کا استثناء آیا ہے۔ ان کے لئے یہ حسنات مکفر نہیں چنانچہ صحاح میں ہے ان الاسلام یهدم ما کان قبلہ وان الہجرۃ تہدم ما کان قبلہا وان القتل فی سبیل اللہ یکفر کل ذنب الا الدین یعنی اسلام اور ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں بجز قرض کے۔

الذین یذکرون اللہ سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ فکر بھی مثل ذکر کے عبادت ہے، دوسرے یہ کہ فکر کا محل مخلوق ہے نہ کہ خالق کی ذات تیسرے ذکر سے مراد یہاں ذکر روجی اور قلبی ہیں کیونکہ سب احوال میں ہونا اسی کی شان ہے۔ ربنا ما خلقت هذا باطلا سے بعض اکابر نے جو یہ سمجھا ہے کہ ممکنات نے وجود کی بوجہ نہیں سو گھسی ہے اگر اس سے مراد اتصاف حقیقی کی نفی ہے جو واسطہ فی الثبوت میں ہوتا ہے تب تو صحیح ہے لیکن اتصاف مجازی جو واسطہ فی العروض میں ہوتا ہے اس کی نفی صحیح نہیں ہے اور کبھی باطل کا اطلاق بمعنی قانی بھی آتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل و کل نعیم لامحالة زائل

لفظ زائل اس کا قرینہ ہے کہ باطل اس کے ہم معنی ہے یعنی اللہ کے سوا ہر چیز قانی اور ہر نعمت ختم ہو جانے والی ہے۔

وَنَزَلَ لِمَا قَالَ الْمُسْلِمُونَ اَعْدَاءُ اللَّهِ فِيمَا نَرَى مِنَ الْخَيْرِ وَنَحْنُ فِي الْجَهْدِ لَا يَغُرَّنَكَ تَقَلُّبُ الدِّينِ كَفَرُوا وَتَصَرَّفُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ بِالتَّجَارَةِ وَالْكَسْبِ هُوَ مَتَاعٌ قَلِيلٌ فَيَتَمَتَّعُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا يَسِيرًا وَيَفْنَىٰ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ الْفِرَاشُ هِيَ لَكِنِ الدِّينَ اتَّقُوا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ اَي مُقَدَّرِينَ الْخُلُودُ فِيهَا نَزْلًا هُوَ مَا يُعَدُّ لِلضَّيْفِ وَنَصْبُهُ عَلَى الْحَالِ مِنْ جَنَّتٍ وَالْعَامِلُ فِيهَا مَعْنَى الظَّرْفِ مَنْ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الثَّوَابِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهِ وَالنَّجَاشِيُّ وَمَا اُنزِلَ اِلَيْكُمْ اَي الْقُرْآنُ وَمَا اُنزِلَ اِلَيْهِمْ اَي التَّوْرَةُ وَالْاِنْجِيلُ خَشِعِينَ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ يُؤْمِنُ مُرَاعَى فِيهِ مَعْنَى مِنْ اَي مُتَوَاضِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِاَيَاتِ اللَّهِ الَّتِي عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِيلِ مِنْ نِعْمَتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ مِنَ الدُّنْيَا بَانَ يَكْتُمُوهَا خَوْفًا عَلَى الرِّيَاسَةِ كَفَعَلَ غَيْرِهِمْ مِنَ الْيَهُودِ اُولَئِكَ لَهُمْ

أَجْرُهُمْ ثَوَابٌ أَعْمَالِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ يُؤْتُونَہُ مَرَّتَيْنِ كَمَا فِي الْقَصَصِ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
يُحَاسِبُ الْخَلْقَ فِي قَدْرِ نَهْصِ نَهَارٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْمَصَائِبِ
وَعَنِ الْمَعَاصِي وَصَابِرُوا الْكُفَّارَ فَلَا يَكُونُوا أَشَدَّ صَبْرًا مِنْكُمْ وَزَابِطُوا قَدْرًا أَيْمُونًا عَلَى الْجِهَادِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
فِي جَمِيعِ أَحْوَالِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾ تَفُوزُونَ بِالْحَنَّةِ وَتَنْجُونَ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ:..... (مسلمانوں نے جب یہ شکایت کی کہ دشمنان خدا کو ہم اچھی حالت میں دیکھتے ہیں لیکن خود ہم تکلیف میں رہتے ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی) اے پیغمبر! آپ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے سیرہ گردش کرنا (گھومنا) راہ کفر اختیار کرنے والوں کا ملکوں میں (تجارت اور کمائی کے لئے یہ جو کچھ ہے) محض تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے (دنیا کا معمولی سا نفع ہے جو بالآخر فنا ہو جائے گا) پھر آخر کار ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا ٹھکانا (جگہ) ہے (وہ) لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈریں ان کے لئے باغ بہشت ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ہمیشہ (در انحالیکہ دوام ان کے لئے مقدر ہو چکا ہے) اسی حالت میں رہیں گے یہ ان کے لئے مہمانی ہوگی؟ (نزل وہ کھانا جو خاص مہمان کے لئے اترنے کے ساتھ ہی پیش کیا جائے اور یہ لفظ جنابت سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس میں عامل معنی ظرف ہے) اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (ثواب) سو وہ اچھائی اور خوبی ہی ہے نیک کرداروں کے لئے (بہ نسبت دنیاوی سروسامانی کے) اور یقیناً اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتے ہیں (جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے رفقاء اور نجاشی شاہ حبشہ) اور جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے (قرآن کریم) اور جو کچھ ان پر نازل ہو چکا ہے (توراة و انجیل) سب کے لئے ان کے دل میں یقین ہے ان کے دل جھکے ہوئے ہیں (یہ حال ہے ضمیر مؤمن سے۔ اس میں معنی من محضمن ہے یعنی متواضعین) اللہ تعالیٰ کے آگے وہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں فروخت نہیں کرتے (تورات و انجیل کی وہ آیات جن میں آنحضرت ﷺ کی تعریف ہے) تھوڑے داموں پر (دنیا لیکر اس طرح کہ ان کو چھپا ڈالیں اپنی ریاست چلے جانے کے خوف سے جیسے کہ دوسرے یہود ایسا کرتے ہیں) تو بلاشبہ ایسے لوگوں کے لئے اجر (اعمال کا ثواب) ان کے پروردگار کے حضور ہے (ان کو ذیل حصہ ملے گا جیسا کہ سورہ قصص میں ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں (کہ دنیا کے آدھے دن میں کل مخلوق کا حساب چکا ڈالیں گے) مسلمانو! صبر کرو (خواہ طاعات پر ہو یا مصائب پر اور یا معاصی سے رُک کر) اور ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو (کفار کے مقابلہ میں تم سے زیادہ بڑھ کر صبر کسی کا نہیں ہونا چاہئے) اور ایک دوسرے کے ساتھ بندھ جاؤ (جہاد میں پرے جما کر کھڑے ہو جاؤ) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (ہر حال میں) امید کی جاتی ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے (حصول جنت اور نجات جہنم کے ساتھ با مراد ہو سکو گے)

تحقیق و ترکیب:..... لایغر نکتہ یہ خطاب ہر شخص کو ہے یا صرف آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں اور سنانا دوسروں کو ہے۔ رہا خطاب کی تخصیص سو مبالغہ کے لئے ہے کہ آنحضرت ﷺ باوجودیکہ مغرور نہیں ہیں لیکن جب ہم آپ ﷺ سے کہہ رہے ہیں تو دوسرے جن میں یہ احتمال غالب ہے بدرجہ اولیٰ مخاطب ہیں اور اس قسم کی آیات بکثرت ہیں جن میں بظاہر آپ ﷺ مخاطب ہیں۔
تقلب تصرف فی الامور کو قلب کہتے ہیں یعنی جس طرح چاہے کرے مراد اس سے حل و عقد کا تصرف ہوتا ہے جس میں نقل مکانی ضروری نہیں ہے۔ اس کا محل ایسی لذیذ چیزیں ہیں جن میں حظ نفسانی ہو۔ ہو مفسر علام نے متاع قلیل کے مبتداء محذوف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ای تقلبہم فی البلاد متاع قلیل۔

خالدین ضمیر سے حال مقدرہ ہے اور عامل معنی ظرف استقرار ہے اور اس کی حالت باعث اشکال نہیں ہونی چاہئے کیونکہ وصف کے ساتھ اس کی تخصیص ہوگئی ہے۔ نزلا کہتے ہیں اول مہمانی کے کھانے کو جنہ کو نزل کہنا اس لئے ہے کہ بلا انتظار سب سے اول ملے گی یا اس لئے کہ پہلے سے تیار رکھی جائے گی۔ اس میں مہمانوں کا اکرام مقصود ہے۔ خاشعین ابن زید اس کے معنی متذللین کے کہتے ہیں اور حسن خشوع خوف خداوندی کو کہتے ہیں جو لازم قلب ہو۔

من متاع یعنی لفظ خیر اسم تفضیل ہے جس کا مفضل علیہ محذوف ہے۔ لسن یؤمن ان کے اسم پر لام ابتداء داخل کر دیا گیا ہے ظرف کے فاصل ہو جانے کی وجہ سے۔ نجاشی یہ نصرانی بادشاہ حبشہ تھا جس کا نام اصحمہ بمعنی عطاء اللہ تھا مؤمنین اہل کتاب دوہرے اجر کے مستحق اس لئے سمجھے گئے ہیں کہ انہوں نے دونوں مذہبوں پر اپنے اپنے وقت میں عمل کیا۔ سورۃ قصص و حدید میں ہے یؤتون اجر ہم مرتین اور یؤتکم کفلین من رحمته۔ اصبروا حضرت جنید فرماتے ہیں نفس کو خلاف طبع باتوں کا اس طرح پابند کر لینا کہ ناگواری اور جزع باقی نہ رہے صبر ہے۔ رابطوا مرابطت کے معنی سرحدوں پر حفاظت کے لئے گھوڑا باندھنا تاکہ جنگ کے لئے آمادہ اور تیار ہو سکیں۔

رابط:..... پچھلی آیت میں مسلمانوں کی تکالیف کا بیان اور ان کا نیک انجام مذکور تھا۔ آئندہ آیت میں کافروں کی عیش و عشرت کا انجام بد مذکور ہے تاکہ اس تقابل سے مسلمانوں کو پوری راحت و تسلی اور طاعات کے لئے آمادگی ہو۔ نیز آیات دعا سے پہلے کفار اہل کتاب کے قبائح کا بیان تھا۔ آیت وان من اهل الكتاب میں نو مسلم اہل کتاب کے محامد و مدائح کا تذکرہ ہے۔ گذشتہ آیت لیسوا سوا چونکہ یہود و اہل کتاب کے باب میں تھی اور یہ آیت نصاریٰ اہل کتاب کے باب میں ہے اس لئے تکرار نہیں ہے۔ لیکن دونوں آیتوں کا مصداق اگر ایک ہی قسم کے نو مسلم اہل کتاب ہوں تب بھی عنوان کے اختلاف سے تکرار نہیں یا تکرار بھی ہو تو مفید تاکید ہے اور چونکہ یہ صورت محاجہ لسانی و سانی پر مشتمل ہے اس لئے ایک جامع اور مختصر عنوان پر سورۃ کو ختم کرنے کے لئے آیت یا ایہا الذین امنوا اصبروا الخ لائی گئی ہے۔

شان نزول:..... آیت لایغرنک تقلب کے شان نزول کی طرف خود مفسر علام نے اشارہ فرمایا ہے۔ آیت وان من اهل الكتاب کے متعلق ابن عباس وغیرہ کی روایت یہ ہے کہ اصحم نصرانی شاہ حبشہ کے بارہ میں نازل ہوئی ان کے انتقال کی اطلاع جبریل علیہ السلام نے جب آنحضرت ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے صحابہ کو بتعین عرفہ میں چل کر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کا جنازہ باوجود بعد مسافت کے آپ ﷺ کے سامنے کر دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، استغفار کیا منافقین استہزاء کرنے لگے کہ بغیر دیکھے ایک ناواقف شخص کی غائبانہ نماز جنازہ آپ ﷺ پڑھ رہے ہیں حالانکہ وہ آپ ﷺ کا ہم مذہب بھی نہیں ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... سورۃ کا آغاز اور اختتام:..... اس سورت کا آغاز جن مضامین سے کیا گیا ان ہی پر اس کا اختتام کیا جا رہا ہے۔ اس طرح آغاز و انجام دونوں یکساں ہو گئے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآنی دعوت کے مخالفین کتنی ہی جدوجہد کریں اور بظاہر وہ عارضی طور پر کتنے ہی خوشحال نظر آئیں لیکن انجام کار دعوت قرآنی ہی کامیاب ہوگی۔ اور اہل کتاب کی جو جماعتیں عرب میں دعوت قرآنی کا مقابلہ کر رہی ہیں وہ بالآخر نامراد ہوں گی، البتہ جو لوگ سچائی کی راہ اختیار کر لیں گے ان کے لئے کوئی کٹھکا نہیں ہے وہ اپنی راست بازی اور نیک عملی کا اجر ضرور پائیں گے۔ اللہ کا قانون محاسبہ سست رفتار نہیں ہے۔ قرآنی دعوت ماننے والوں کے لئے مختصر دستور

العمل یہ ہے کہ وہ صبر کی راہ اختیار کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ گندھ جائیں اور بندھ جائیں اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں اس صورت میں کامیابی ضرور ان کے قدم چومے گی۔

اہل کتاب اور مسلمانوں کا امتیازی نشان:..... خاشعین للہ کی قید سے مؤمنین کی تخصیص کی وجہ سمجھ میں آگئی ہے ورنہ اللہ کو اور تورات و انجیل کو تمام اہل کتاب مانتے تھے لیکن ان کا اعتقاد بلا خشوع و خضوع ہونے کی وجہ سے حد و شرعیہ سے متجاوز تھا چنانچہ اللہ کے لئے اولاد تجویز کرنا، احکام میں افتراء کرنا، تورات و انجیل کی آیات کا اشتراء، اسی تجاوز عن الحدود کے ثمرات تھے اس لئے تخصیص کی گئی ہے۔ البتہ قرآن پر اہل کتاب کا بالکل اعتقاد نہیں تھا۔ اس میں نفس اعتقاد ہی امتیاز کے لئے کافی تھا کسی قید کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور سریع الحساب کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سب سے ضرور حساب لیں گے احادیث میں بہت سے مقبولین کا بلا حساب جنت میں داخل ہونا بیان کیا گیا ہے بلکہ بطور کنایہ بدلہ کا جلد دینا مراد ہے۔ کیونکہ جو شخص جلد حساب کتاب کی فکر کرتا ہے وہ جلد ہی مزدوری چکانے کی بھی کوشش کرے گا اور لوگوں کو نال مٹول کی تکلیف میں مبتلا نہیں کرے گا۔

لَطَّافٌ آیت:..... کفار کا محاجہ لسانی و سنانی جن سے مسلمانوں کو اذیت ہو سکتی ہے اور اس کے ضمن میں جو اقوال و افعال آتے ہیں ان کی چار علتیں ہیں۔ (۱) مقاتلہ (۲) احتمال مقاتلہ (۳) مباحثہ اور (۴) صرف ایذاء رسانی۔ چوتھی صورت میں تو صبر و استقلال کی بطور خود ضرورت ہے اور پہلی صورت یعنی احتمال مقاتلہ میں مرابطت یعنی جنگی تیاری اور مستعدی کی ضرورت ہوتی ہے اور تیسری صورت یعنی مباحثہ میں تقویٰ کی حاجت ہے کہ جوش و غصہ میں کہیں اعتدال کی باگ دوڑ ہاتھ سے نہ چلی جائے۔ جیسا کہ عموماً مناظرات میں ہو جاتا ہے اس لئے چاروں حالتوں کے مناسب ہدایت فرمائی گئی ہیں۔

تاہم تقویٰ کی ضرورت تو سب ہی صورتوں میں پڑتی ہے اس لئے اس کو عام رکھا گیا ہے۔ مرابطت کا اطلاق جس طرح سرحدی حفاظت و نگرانی پر آتا ہے اسی طرح احکام کی پابندی اور موافقت پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار پر رباط کا اطلاق آیا ہے اور یہ اول معنی کے لحاظ سے بھی تشبیہا کہنا صحیح ہے گویا کہ نفس و شیطان کے مقابلہ کے لئے مستعد رہنا مراد ہے اور یا ثانی معنی کے لحاظ سے حقیقیہ فرمایا گیا ہے کہ یہ تو انتظار خود علامت ہے دوام کی۔ پس آیت بالا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کی ایک قسم مجاہدہ نفس بھی ہے بلکہ وہ جہاد اکبر ہے۔



سُورَةُ النِّسَاءِ

سُورَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ مِائَةٌ وَخَمْسٌ أَوْ سِتٌّ أَوْ سَبْعٌ وَسَبْعُونَ آيَةً
ترجمہ:.....سورۃ نساء مدنی ہے اس میں کل (۱۷۷ یا ۱۷۸ یا ۱۷۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ:.....اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم فرما ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِىْ اَهْلُ مَكَّةَ اتَّقُوا رَبَّكُمُ اِىْ عِقَابِهٖۤ اَبٰنَ تَطِيْعُوْهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اٰدَمَ
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حَوَّآءَ بِالْمَدِّ مِنْ ضِلْعٍ مِنْ اَضْلَاعِهٖ الْيُسْرٰى وَبَتَّ فَرْقٌ وَنَشَرَ مِنْهُمَا مِنْ اٰدَمَ وَحَوَّآءَ
رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ كَثِيْرَةٌ وَّاَتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ فِيْهِ اِدْعَآمَ النَّآءِ فِي الْاَصْلِ فِي السِّيْنِ وَفِي
قِرَآءَةٍ بِالتَّخْفِيْفِ بِحَذْفِهَا اِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ فَيَمَآ بَيْنَكُمْ حَيْثُ يَقُوْلُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ اَسْأَلُكَ بِاللّٰهِ وَاَنْشُدُكَ
بِاللّٰهِ وَاَتَّقُوا الْاَرْحَامَ ۗ اِنْ تَقَطَّعُوْهَا وَفِي قِرَآءَةٍ بِالْحَرِّ عَطْفًا عَلٰى الضَّمِيْرِ فِيْ بِهٖ وَكَانَ يَتَنَاشَدُوْنَ بِالرَّحْمِ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ حَافِظًا لِاَعْمَالِكُمْ فَيَجَازِيْكُمْ بِهَا اِىْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ وَنَزَلَ فِي يَتِيْمٍ
طَلَبَ مِنْ وَّلِيْهٖ مَالَهٗ فَمَنَعَهٗ وَاَتُوا الْيَتِيْمَ الصَّغٰرَ الْاٰلٰى لَا اَبَ لَهُمْ اَمْوَالُهُمْ اِذْ بَلَغُوْا وَلَا تَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ
الْحَرَامَ بِالطَّيِّبِ ۗ الْحَلَالِ اِىْ تَاْخُذُوْهُ بِذٰلِكَ كَمَا تَفْعَلُوْنَ مِنْ اِخْتِاْءِ الْجَيْدِ مِنْ مَالِ الْيَتِيْمِ وَجَعَلَ الرَّدِّيَّ مِنْ
مَالِكُمْ مَكَانَهٗ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ مَّضْمُوْمَةً اِلٰى اَمْوَالِكُمْ ۗ اِنَّهٗ اِىْ اَكْلَهَا كَانَ حُوْبًا ذَنْبًا كَبِيْرًا ﴿۲﴾
عَظِيْمًا وَّلَمَّا نَزَلَتْ تَحَرَّجُوْا مِنْ وَّلَايَةِ الْيَتِيْمِ وَكَانَ فِيْهِمْ مَنْ تَحْتَهُ الْعَشْرَآءُ وَالثَّمَانُ مِنَ الْاَزْوَاجِ فَلَا يَعْدِلُ
بَيْنَهُنَّ فَنَزَلَتْ وَاِنْ خِفْتُمْ الْاِتْقٰسُطُوْا تَعْدِلُوْا فِي الْيَتِيْمِ فَتَحَرَّجْتُمْ مِنْ اَمْرِهِمْ فَخَافُوْا اَيْضًا اَلَّا تَعْدِلُوْا
بَيْنَ النِّسَآءِ اِذَا نَكَحْتُمُوْهُنَّ فَاَنْكِحُوْا تَزْوُجًا مَّا بِمَعْنٰى مِنْ طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَشْنٰى وَثَلْثُ
وَرُبْعٌ ۗ اِىْ اِثْنِيْنِ اِثْنِيْنِ وَثَلَاثًا ثَلَاثًا وَّارْبَعًا وَّارْبَعًا وَلَا تَزِيْدُوْا عَلٰى ذٰلِكَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَيُهِنَّ بِالنَّفَقَةِ
وَالْقَسَمِ فَوَاحِدَةٌ اَنْكِحُوْهَا اَوْ اِقْتَصِرُوْا عَلٰى مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ مِنَ الْاِمَآءِ اِذْ لَيْسَ لهنَّ مِنَ الْحَقُوْقِ

مَا لِلرِّوَجَاتِ ذَلِكَ أَي نِكَاحِ الْأَرْبَعَةِ فَقَطْ أَوْ الْوَاحِدَةِ وَالتَّسْرِي أَدْنَى اقْرَبُ إِلَى الْاِتْعَاثِ ﴿۳﴾ تَجُورُوا
وَأَتُوا أُعْطُوا النِّسَاءَ صَدَقَتِهِنَّ جَمْعُ صَدَقَةٍ مُهُورَهِنَّ نِحْلَةٌ مَصْدَرٌ عَطِيَّةٌ عَنِ طَيْبِ نَفْسٍ فَإِنْ طَبَنَ لَكُمْ
عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا تَمَيِّزُ مَحْوَلٌ عَنِ الْفَاعِلِ أَيِ الْإِطَابَةِ أَنْفُسُهُنَّ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ الصُّدَاقِ فَوَهَبْتَهُ لَكُمْ
فَكُلُّوهُ هَنِيئًا طَيِّبًا مَّرِيئًا ﴿۴﴾ مَحْمُودٌ الْعَاقِبَةُ لِأَضْرَرٍ فِيهِ عَلَيْكُمْ فِي الْأَخْرَجَةِ نَزَلَ رَدًّا عَلَى مَنْ كَرِهَ ذَلِكَ

ترجمہ: اے لوگو! (مکہ والو!) اپنے پروردگار سے ڈرو (یعنی اس کے عذاب سے، اس طرح کہ اس کی اطاعت کرو) وہ
پروردگار کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ایک اکیلی جان (آدم) سے اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا (حواء علیہا السلام۔ جس کا تلفظ مد کے ساتھ
ہوگا۔ ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا) پھر پھیلا دی (متفرق و منتشر طور پر) ان دونوں آدم و حوا کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی کثیر
تعداد۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ باہم وگرسوا کرتے ہو (لفظ نساء لون میں تاکا ادغام وراصل سین میں ہو رہا ہے اور ایک قرأت میں
تخفیف کے ساتھ حذف تا کی صورت میں ہے۔ یعنی نساء لون) جس کے نام پر (باہمی اس طرح کہ ایک دوسرے سے کہتا ہے
اسألک باللہ اور انشدک باللہ یعنی اللہ کا واسطہ دیتا ہوں یا اللہ کی قسم کھاتا ہوں، نیز (ڈرتے) رزق) قرابت داری کی معاملہ میں
(کہ اس کو کہیں قطع نہ کر دو ایک قرأت میں ارحام جر کے ساتھ عطف ہے ضمیر بھہ پر۔ چنانچہ رحمی رشتوں ناطوں کا واسطہ دے کر قسمیں
کھائی جاتی تھیں) یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگران حال ہیں (تمہارے اعمال کی نگہداشت فرمانے والے ہیں۔ ان کے لحاظ سے تم کو
بدلہ دیں گے یعنی ہمیشہ اس وصف کے ساتھ متصف رہتے ہیں۔ اگلی آیت ایک یتیم کے سلسلہ میں نازل ہوئی جس نے اپنے ولی سے اپنا
مال طلب کیا اور انہوں نے دینے سے انکار کر دیا) اور حوالہ کر ڈالو یتیموں کے (جن چھوٹے بچوں کے باپ نہ رہے ہوں) ان کا مال
(جبکہ وہ بالغ ہو جائیں) اور ان کی اچھی (حلال) چیز کونا کارہ (حرام) چیز سے نہ بدل ڈالو (یعنی اپنی ردی چیز دے کہ ان کی عمدہ چیز لے
لو۔ جیسا کہ اب تک تمہارا معمول چلا آ رہا ہے کہ یتیم کی بہترین چیزوں سے اپنا گھنیا چیزوں کا تبادلہ کر لیتے) اور ان کا مال خورد برد نہ کر لیا
کر واپس مالوں کے ساتھ (ملا کر) یقیناً یہ (کھانا) بڑے ہی گناہ (پاپ) کی بات ہے (اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ لوگ یتیم
لڑکیوں کے معاملات میں حرج کرتے تھے اور بعض کے نکاح میں آٹھ یا دس بیویاں تھیں اور ان میں عدل نہیں کرتا تھا پھر نازل ہوئی) اور
اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ انصاف (عدل) نہ کر سکو گے یتیم بچوں کے معاملہ (یعنی ان کے معاملات میں حرج واقع ہونے لگے نیز اگر وہ
لڑکیاں ہوں تو ان سے نکاح کر لینے میں انصاف قائم نہ رکھ سکنے کا تمہیں اندیشہ ہو) تو نکاح (شادی) کر لیا کرو ان عورتوں (ما بمعنی من
ہے) جو تمہیں پسند آئیں دو دو تین تین چار چار (یعنی تعدد ازواج کی تین صورتیں) جائز ہیں۔ اول دو دو عورتوں سے، دوسرے یہ کہ تین
تین عورتوں سے تیسرے یہ کہ چار چار عورتوں سے۔ لیکن اس سے زائد کی اجازت نہیں ہے) پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ انصاف نہیں کر سکو
گے (ان متعدد عورتوں کے ساتھ ان کے حقوق کی ادائیگی اور سب کے ایک ساتھ ایک ہی طرح کا برابر سلوک کرنے میں) تو پھر چاہئے
کہ ایک ہی بیوی سے (نکاح میں بس کرو) پھر (اکتفاء کر لو) ان عورتوں پر جو تمہارے ہاتھ لگ گئیں (باندیاں، کیونکہ ان کے اخراجات
آزاد عورتوں کے برابر نہیں ہوتے) ایسا کرنا (یعنی محض چار عورتوں سے نکاح صرف ایک آزاد عورت سے یا ایک باندی سے) زیادہ قرین
(قریب) ہے اس بات کے کہ تم نا انصافی (ظلم) نہ کر سکو اور ادا کر دیا (دے دیا) کرو عورتوں کو ان کے مہر (صدقات جمع صدقہ کی ہے
بمعنی مہر) خوشدلی کے ساتھ (نحلتہ مصدر ہے خوشدلی سے دینے کے معنی میں) ہاں اگر وہ خوشدلی سے تمہارے حق میں کچھ چھوڑ دیں
(نفساً تمیز ہے جو دراصل فاعل تھی یعنی اگر ان کا دل خوش ہو جائے کہ اپنے مہروں سے کچھ تم کو ہبہ کر دیں) تو تم اسے اپنے کام میں لا سکتے
ہو پے کھٹکے (خوشدلی سے) خوشگوار سمجھ کر (کہ انجام کے لحاظ سے بہتر اور آخرت میں ضرر رساں نہ رہے۔ یہ آیت ان لوگوں کی تردید
میں نازل ہوئی جو مہر کے مال میں سے کچھ کھانا گناہ سمجھتے تھے)

تحقیق و ترکیب: یا ایہا الناس ان الفاظ سے جہاں خطاب ہوتا ہے اس سے مراد عام طور پر اہل مکہ ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثر یہ ہے حواء کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کو ایک شے حی اور زندہ چیز سے پیدا کیا گیا ہے اور چونکہ مفسر کی تقدیر کے مطابق ان کی پیدائش معقود طریقہ سے نہیں ہوئی اس لئے وہ حضرت آدم کی اولاد یا ہماری بہن نہیں کہلائیں گی۔ بلکہ ہماری والدہ اور ان کی بیوی کہلائیں گی اور یہ تخلیق بقول کعب احبار اور وہب اور اسحق دخول جنت سے پہلے عمل میں آئی اور ابن مسعود و ابن عباس کی رائے کے مطابق دخول جنت کے بعد ہوئی ہے۔ جس طرح آجکل سرجری سے پہلے بے حس کر دیا جاتا ہے اسی طرح حضرت آدم پر نیند کی سی مدہوشی طاری کر دی گئی ہوگی اور حوا کو بائیں پسلی کے کسی حصہ سے نکال لیا گیا ہوگا۔ بیدار ہوتے تو بالطبع ان کی طرف میلان اور خواہش جنسی ہوئی لیکن بغیر ادائیگی مہر روک دیا گیا اور آنحضرت ﷺ پر اک دفعہ یا تین مرتبہ یا سترہ بار درود بھیجنے کو مہر قرار دیا گیا۔

نساء کثیرہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت حوا بیس یا چالیس بار حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ لڑکا اور لڑکی تو ام پیدا ہوتے تھے اور اختلاف بطن کو اختلاف نسب کے قائم مقام کر کے ایک دفعہ کی لڑکی، دوسری دفعہ کے لڑکے کے ساتھ بیاہ دی جاتی تھی۔ الارحام یہ منصوب ہے۔ علی اللہ کے محل پر معطوف ہونے کی وجہ سے صورت بزید و عمر کی طرح ہے۔

ان تقطعوها اس سے بدل الاشتمال ہے نیز ارحام بتقدیر مضاف ہے یعنی "قطع مودۃ الارحام" ڈرو اس سے "صلہ رحمی" کی اہمیت اور "قطع رحمی" کی برائی پر روشنی پڑتی ہے روایات میں اس کی تفصیل ہے۔

ان اللہ کان لفظ کان ماضی ہونے کی وجہ سے موہم انقطاع تھا۔ مفسر نے اس کا ازالہ لم یزل متصفا کہہ کر کر دیا کہ ازلا وابد اور دائما اس سے متصف ہیں۔ رقیب بمعنی مطلع مرقب بلند مکان جس سے نیچے جھانکا جائے۔ ابن زید اس کے معنی عالم لیتے ہیں گویا فعلیل بمعنی فاعل۔ الالیٰ بروزن علی جمع مذکر اسم موصول ہے مع اپنے صلہ "بلا اب" کے صفت ہے صفار کی الی اسم اشارہ نہیں ہے۔ الخبیث اس سے مراد حرام ہے خواہ عمدہ مال ہو اور طیب سے مراد حلال ہے اگرچہ ردی مال ہو۔ سعید بن المسیب وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ کان اولیاء الیتامی یاخذون الجید من مال الیتیم ویجعلون مکان الروی الخ ای تاخذوہ اشارہ سے کہ تفعل معنی میں استفعال کے ہے جیسے تعجل معنی میں استعجال کے اور تاخر بمعنی استیجار۔

مضمومۃ یہ الی کا متعلق محذوف ہے جو موضع حال میں ہے الحوب بڑا گناہ۔ اتوا الیتیمی سے مراد مال یتامی سے صرف ترک تعرض نہیں ہے بلکہ صحیح سالم مال کی سپردگی ہے۔ تقسطوا قسط بمعنی عدل ہمزہ سلب کے لئے ہے ای ازال القسط قسط بمعنی ظلم اور واما القاسطون الخ اور تقسطوا الخ التاء پڑھا گیا ہے قسط بمعنی جار سے۔ اس صورت میں لا زائد ہوگا اور زجاج کے نزدیک اقسط بمعنی قسط بھی آتا ہے اور قسط بمعنی عدل جیسے وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط۔

فی الیتامی یہ جمع ہے یتیم اور یتیمہ کی بخلاف ایتام کے وہ صرف یتیم کی جمع ہے شریعی حیثیت سے اس کے معنی ہیں نابالغ بچہ جس کا باپ نہ ہو لڑکا یا لڑکی۔ لیکن لغوی معنی انسانوں میں بن باپ کا بچہ اور جانوروں میں بن ماں کا بچہ بالغ ہو یا نابالغ۔ ماطاب ما بمعنی من صفت کا لحاظ کر کے ما سے تعبیر کیا گیا ہے یا کہا جائے کہ غیر ذوی العقول کے قائم مقام کر لیا گیا ہے جیسے ماملکت ایمانکم میں یا ما من کی جگہ استعمال ہو رہا ہے یعنی ذوی العقول ہی مراد ہیں جیسے ما خلقت بیدی اور طاب بمعنی بالغ بھی آتا ہے۔ طابت الثمرۃ بولتے ہیں ای ادرکت۔ طاب اور نساء دونوں عورت کے بالغ ہونے کی طرف مشیر ہیں۔ ای اثین یعنی لفظ مشنی و ثلث و ربع میں واؤ عاطفہ نہیں ہے یا اعداد مکروہ سے عدول کی طرف اشارہ ہے۔ یہ اسماء غیر منصرف ہیں تعولوا اول بمعنی میل یعنی ظلم۔ صدقات مہر کو صدقہ سے تعبیر کرنے میں ادائیگی کی تسہیل کی طرف اشارہ ہے۔ غلہ منصوب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے یا حال ہونے کی وجہ سے۔ نحلہ بمعنی عطیہ یہ مصدر من غیر لفظ الفعل ہے جیسا کہا جائے جلست قعودا۔

نفسا دراصل یہ طبن کا فاعل تھا لیکن یہاں تمیز بنا دیا گیا ہے ہنیشا بمعنی لذیز مرینا بمعنی آسانی سے ہضم ہونے والا خوشگوار دونوں

لفظ ضمیر مفعول سے حال واقع ہیں۔ طبن کو علی کے ساتھ بتصمیمین معنی تجاوز لایا گیا۔ منہ ضمیر مہر کی طرف راجع ہے اور من سے نقلیل کی طرف اشارہ ہے اگرچہ جائز کل مہر کا بوجہ کرنا بھی ہے۔

رابطہ: آل عمران کو مضمون تقویٰ پر ختم کیا گیا تھا۔ سورۃ نساء کو اسی مضمون تقویٰ سے شروع کیا جا رہا ہے۔ لیکن پہلی سورت کے تقویٰ کا محل مخالفین کے معاملات تھے اور اس سورۃ میں تقویٰ کا محل ان کے علاوہ باہمی معاملات بھی ہیں یعنی اس سورت میں تین طرح کے معاملات مذکور ہیں (۱) باہمی معاملات جیسے یتامی، ازواج وغیرہ احکامات۔

(۲) مخالفین کے ساتھ معاملات جیسے احکام جہاد، منافقین کے احوال، مشرکین کے عقائد وغیرہ۔

(۳) معاملات فیما بینہ و بین اللہ یعنی دیانات جیسے توبہ و نماز کے احکام اور مسائل جنابت و طہارت وغیرہ۔ تقویٰ کو مؤثر بنانے کے لئے اللہ کی صفت ربوبیت اور خلق کا واسطہ دیا گیا ہے تاکہ انسانی ناطوں اور رحمی رشتوں میں باہمی استواری پیدا ہو سکے اور سوسائٹی کا نظام انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کا رنگ اختیار کر لے۔ نظام معاشرت کے لئے صلہ رحمی کے حقوق کی حفاظت و درستی ضروری ہے۔

آیت واتو الیتلمی سے ان حقوق کی تفصیلات شروع کر دی ہیں۔ اول حکم یتامی کو مالی نقصان نہ پہنچانے سے متعلق ہے مگر عموماً اور آیت وان خفتہم میں دوسرا حکم یتیموں کو ایک خاص نقصان سے بچانے کے متعلق ہے یعنی احکام نکاح کا بیان ہے۔ آگے آیت واتو النساء میں تیسرا حکم مہر سے متعلق فرمایا گیا ہے۔

شان نزول: آیت وان خفتہم کے نزول میں روایات مختلف ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ یتیموں کی نگہداشت کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئیں ان کی وجہ سے لوگ یتامی میں تو حد درجہ احتیاط کرنے لگے لیکن زنا سے احتراز نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے اس سلسلہ میں بطور اصلاح یہ آیت نازل ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ اگر کسی شخص کی تجویل میں کوئی خوبصورت یتیم لڑکی آ جاتی تھی تو وہ اسے اپنے ہی پاس روک لیتا تھا اور اس طرح ایک ایک کے پاس دس دس لڑکیاں جمع ہو جاتی تھیں جس سے ان کی حقوق تلفی کا سوال پیدا ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور بعض کا خیال ہے کہ لوگ مال یتامی کے بارہ میں تو محتاط ہو گئے تھے مگر تکثیر نساء اور تعدد ازواج کے باب میں بے روک ٹوک تھے اس پر پابندی لگانے کے لئے آیت نازل ہوئی۔ ہر صورت پر آیت کی توجیہ الگ الگ ہوگی۔

امام زاہد کلبی سے نقل ہے کہ عورت کے اولیاء مہر پر قابض ہو جاتے تھے اور عورت کو دینے نہ دینے میں خود کو مختار سمجھتے تھے چنانچہ صاحب تفسیر حسینی بھی کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں لڑکیوں کے مہر پر باپ قابض ہو جاتے تھے جیسا کہ قرآن کی آیت ان تاجر نسئ ثمانی حجج حضرت شعیب و موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ کی حکایت کر رہی ہے لیکن اس آیت نے اس کو منسوخ کر کے لڑکی کا حق قرار دیا۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ مرد عورتوں سے نکاح بلا مہر کر لیتے تھے اس کی اصلاح کے لئے آیت نازل ہوئی۔ اس صورت میں شوہر مخاطب ہوں گے اسی طرح آیت کے دوسرے جزء فان طبن کے متعلق روایت ہے کہ بعض لوگ عورت کے دیئے ہوئے مہر میں سے پیسہ خرچ کرنا گناہ سمجھتے تھے اس کی اصلاح کی گئی کہ اگر خوشدلی سے ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

﴿تشریح﴾: خدا کی قدرت اور پیدائش کے تین طریقے: آیت بالا میں پیدائش کے تینوں طریقوں کا

ذکر ہے یعنی حضرت آدم ایک جاندار کا بے جان مٹی سے پیدا ہونا۔ حضرت حواء کا حضرت آدم سے یعنی جاندار کا جاندار سے پیدا ہونا مگر تو والد و تناسل کے معقود اور متعارف طریقہ کے خلاف پیدا ہونا۔ عام انسانوں کی پیدائش یعنی دونوں جاندار اور طریقہ بھی متعارف۔ جیسے

آدم سے تا اس دم عورت مرد کی عام پیدائش کا سلسلہ جاری ہے۔ بہر حال فی نفسہ عجیب ہونے میں یہ تینوں صورتیں برابر ہیں اور اللہ کی قدرت کے آگے عجیب نہ ہونے میں بھی تینوں حالتیں یکساں ہیں اس لئے خاص طور پر حضرت حواء کی پیدائش بطریق مذکورہ کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔ باقی یہ شبہ کہ اس خاص صورت کے تجویز کرنے میں کیا خاص مصلحت و حکمت تھی؟ سوال اللہ کے کسی کام کی حکمت و اسرار جاننے کا نہ کسی کو دعویٰ ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت۔ درآںحالیکہ ایک مصلحت ظاہر و باہر بھی ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے سب طریقوں پر اظہار قدرت مقصود ہو علاوہ ازیں آخر معقود طریق ہی میں کیا مصلحت و لم ہے؟ بہر حال ہمیں نہ یہ معلوم نہ وہ معلوم۔

ازالہ شبہات: باقی بائیں پسلی سے حضرت حواء کے بننے کا یہ مطلب نہیں کہ پوری پسلی ہی حضرت آدم کی غائب ہو گئی تھی اول تو اس لازم کے ماننے میں بھی کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہڈی کا کم ہونا لازم آئے گا جس میں کسی محال کا لزوم نہیں ہے لیکن مراد اس سے ہڈی کا بعض حصہ ہے کہ ایک قلیل مقدار کو اصل بنا کر اپنی قدرت سے اس کو بڑھا دیا۔ رہا یہ سوال کہ ایسا آپریشن کرنے میں ان کو تکلیف ہوئی ہوگی؟ سو عمل جراحی کے اس ترقیاتی دور میں یہ سوال کوئی وزن نہیں رکھتا نیز ان سب شبہات کا شافی جواب ان اللہ علی کل شئی قدیدر میں موجود ہے۔

آگے یتامی کی مالی نگہداشت اور حفاظت کے بارہ میں ہدایت ہے کہ ان کے مال سے ایسا تبادلہ نہ کرو جو ان کے لئے باعث نقصان ہو اور وہ ہاتھ تلے ہونے کی وجہ سے اس کے دفعیہ سے عاجز ہوں یا یتیم خوبصورت مالدار لڑکی کو کم مہر اپنے نکاح میں دیا گیا کہ اس کی داغ فریاد کرنے والا کون ہوگا۔ اس کا حاصل انتظام یہ ہے کہ یا اس کو پورا مہر دیا یا پھر دوسری عورت ڈھونڈ لو ایسا نہ ہو کہ یتیم لڑکی کی دولت پر قبضہ کرنے کے لئے اس سے نکاح کر لو اور اسے نقصان پہنچاؤ۔ سرپرست اور محافظ کو اس بارہ میں بے لاگ رہنا چاہئے۔

ایک نا درنکتہ: الفاظ مثنیٰ و ثلاث و ربیع دو جگہ آئے ہیں ایک بیان تعداد ازواج کے مسئلہ میں دوسرے ملائکہ کے بیان میں۔ اولیٰ ا جنحة مثنیٰ و ثلاث و ربیع لیکن دونوں جگہ الگ الگ معنی ہیں۔ مطاب کے حال ہونے کی وجہ سے اور ان الفاظ کے مفہوم میں تکرار ہونے کی وجہ سے ان اقسام کے ساتھ تقیید حکم کے لئے مفید ہے یعنی فسانکحو جو اس حال میں عامل ہے اس کی اباحت اس اقسام مذکورہ کے ساتھ مخصوص ہو گئی۔ ان صورتوں کے علاوہ اباحت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ یہ قید احترازی ہے بخلاف آیت فاطر کہ وہاں تقیید کی کوئی دلیل نہیں اس لئے اطلاق باقی رہے گا۔ ان دونوں عبارتوں کا فرق ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ یہ سیب اور اخروٹ چار چار تقسیم کر دو ظاہر ہے کہ اس کا مطلب زیادہ کی نفی کرنا ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ جلالین کا چاہے ایک ورق دیکھو یا دو ورق دیکھو یا چار ورق سب کا طرز یکساں ملے گا اس جملہ کا منشاء نہ تقسیم ہے اور نہ زیادہ کی نفی ہے۔

دوسرا نکتہ: رہا یہ سبہ کہ اس آیت سے پانچ عورتوں سے نکاح کا جس طرح عدم جواز مفہوم ہو رہا ہے ایک عورت کے ساتھ نکاح بھی مذکورہ صورتوں کے علاوہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہونا چاہئے ظاہر ہے کہ سیاق کلام اور اجماع امت اس پر دلالت کر رہا ہے چونکہ مقام توسع ہے اس لئے مثنیٰ سے کم درجہ کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ نکاح یتامی سے استغناء کی ایک صورت میں بھی حاصل ہو جائے گا۔

تعداد ازواج کی حد: باقی اس توسع کو اتنا بھی نہ بڑھایا جائے کہ چار سے بھی تجاوز ہو جائے کیونکہ نکاح یتامی سے بچاؤ چار کے اندر رہ کر بھی پورا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جن نو مسلم صحابہ کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں تھیں آپ ﷺ نے زائد سے علیحدگی فرمائی تھی اور ازواج مطہرات کا چار سے زیادہ ہونا آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اجماع امت بھی چار سے زیادہ کی حد مت پر ہے جن لوگوں سے خلاف منقول ہے اول تو انعقاد اجماع کے بعد خلاف ہو جس کا اعتبار نہیں دوسرے کسی قابل اعتبار دلیل پر

مبنی نہیں ہے اس لئے لائق لحاظ نہیں ہے۔

چار عورتوں تک توسع آزاد مرد کے لئے ہے لیکن غلام کے لئے (جس کا آجکل ہندوستان میں وجود نہیں) صرف دو عورتوں کے جمع کرنے کی اجازت ہے۔ بلوغ سے پہلے یتیم لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت سے جائز ہے۔

فان خفتہم میں اسی حکم کا تتمہ اور دوسرا رخ بتلانا ہے یعنی اگر اندیشہ ہو کہ تعدد ازواج کی صورت میں سب کے ساتھ یکساں سلوک اور انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر بھی کئی عورتوں سے نکاح کرنا شرعاً صحیح ہے لیکن ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ ایسی صورت میں یا صرف ایک نکاح پر اکتفاء کرے کہ جب تعدد نہیں ہوگا تو برابری کی نوبت کہاں آئے گی یا صرف لونڈی پر بس کر لے کہ اس کے حقوق بھی بی بی سے کم ہیں۔ مثلاً مہر نہیں، حق صحبت نہیں، اس لئے حقوق تلف ہونے کا اندیشہ کم ہے۔ ہندوستان میں چونکہ باندنی نہیں پائی جاتی اس لئے کسی عورت سے لونڈی کا سامعہ کرنا اور جبر فی الخدمت یا اس کی خرید و فروخت حرام ہوگی۔

تعدد ازواج پر شبہ اور اس کا ازالہ:..... رہا یہ شبہ کہ تعدد ازواج کی اجازت موقوف ہے عدل پر اور عدل کے باب میں دوسری آیت ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء میں ارشاد ہے کہ عدل انسانی طاقت سے باہر ہے تو دونوں مقدمات کا حاصل یہ نکلا کہ تعدد ازواج ممکن نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ دونوں آیات میں عدل سے مراد ایک نہیں بلکہ الگ الگ ہے۔ چنانچہ یہاں آیت نساء میں عدل فی المعاملہ مراد ہے اور آیت ثانی میں عدل فی المحبت ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ عدل معاملہ چونکہ اختیاری ہے اس لئے واجب الرعايت ہے اور عدل محبت غیر اختیاری ہے اس لئے باعث ملامت نہیں تاہم فلا تملیوا کل المیل کے لحاظ سے بالکل میلان قلبی اور دل کا جھکاؤ ایک ہی طرف نہ کر لو کہ اختیاری ہو جانے کی وجہ سے قابل ملامت ہے۔

عورت کی طرف سے کل یا بعض مہر کی معافی یا واپسی:..... دیئے ہوئے مہر میں سے عورت نے اگر کل یا بعض مہر کا جبہ شوہر کو کر دیا یا بغیر دیئے ہوئے مال میں سے کل یا بعض مہر کا ابراء خاوند کو کر دیا تو آیت میں دونوں صورتوں کی اجازت دی جا رہی ہے۔ البتہ جبری طور پر مہر عند اللہ معاف نہیں ہوتا اسی طرح عموم الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے اولیاء بھی اس کی منشاء کے بغیر مہر میں تصرف نہیں کر سکتے۔

اطائف آیت:..... فانکحوا الخ مجموعہ آیت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جس کو افراط و تفریط میں پڑنے کا خطرہ نہ ہو، اس کے لئے مباحات التذاذ بلکہ اس میں کسی درجہ توسیع بھی جائز ہے۔ ورنہ قدر ضرورت پر اکتفاء کرنا ہی اس کے لئے اسلم ہوگا۔ دوسرے آیت فان طبن الخ سے معلوم ہوا کہ اپنے سے کم درجہ شخص سے ہدیہ قبول کرنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

وَلَا تَوْتُوا أَيُّهَا الْأَوْلِيَاءَ السُّفَهَاءَ الْمُبْدِرِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانَ أَمْوَالِكُمْ أَى أَمْوَالِهِمُ الَّتِي فِي أَيْدِيكُمْ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا مَّصْدَرُ قَامِ أَى تَقَوْمٌ بِمَعَاشِكُمْ وَصَلَاحِ أَوْلَادِكُمْ فَيُضِيعُوهَا فِي غَيْرِ وَجْهٍهَا وَفِي قِرَاءَةِ قِيَمًا جَمْعُ قِيَمَةٍ مَاتَقَوْمٌ بِهِ الْأَمْتَعَةُ وَأَرْزُقُوهُمْ فِيهَا أَطْعَمُوهُمْ مِنْهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴿۵﴾ عِدُّوهُمْ عِدَّةً جَمِيلَةً بِاعْطَائِهِمْ أَمْوَالَهُمْ إِذَا رَشَدُوا وَابْتَلُوا إِخْتَبَرُوا الِئْتَمَى قَبْلَ الْبُلُوغِ فِي دِينِهِمْ وَتَصَرَّفِهِمْ فِي أَحْوَالِهِمْ حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ أَى صَارُوا أَهْلًا لَهُ بِالْإِحْتِلَامِ أَوْ السِّنِّ وَهُوَ اسْتِكْمَالُ خَمْسِ عَشْرَةَ سَنَةً عِنْدَ الشَّافِعِيِّ فَإِنْ انْسَتُمْ أَبْصَرْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا

إِصْلَاحًا فِي دِينِهِمْ وَمَالِهِمْ فَأَدْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوهَا أَيُّهَا الْوَالِيَاءُ إِسْرَافًا بِغَيْرِ حَقِّ حَالٍ
وَبَدَارًا أَى مُبَادِرِينَ إِلَى انْفَاقِهَا مَخَافَةَ أَنْ يَكْبُرُوا ۗ رُشْدًا فَيَلْزَمُكُمْ تَسْلِيمُهَا إِلَيْهِمْ وَمَنْ كَانَ مِنَ
الْوَالِيَاءِ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ أَى يَعْفُ عَنْ مَالِ الْيَتِيمِ وَيَمْتَنِعُ مِنْ أَكْلِهِ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ مِنْهُ
بِالْمَعْرُوفِ ۗ بِقَدْرِ أُجْرَةِ عَمَلِهِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَى إِلَى الْيَتِيمِ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ ۗ أَنَّهُمْ
تَسَلَّمُوهُمَا وَبَرْتُمْ لَهَا لِئَلَّا يَقَعَ اخْتِلَافٌ فَتَرْجِعُوا إِلَى الْبَيْتَةِ وَهَذَا أَمْرٌ إِرْشَادٍ وَكَفَى بِاللَّهِ الْبَاءَ زَائِدَةً حَسْبًا ﴿٦﴾
حَافِظًا لِأَعْمَالِ خَلْقِهِ وَمُحَاسِبُهُمْ -

ترجمہ: اور مت حوالہ کر دیا کرو (اے رشتہ داروں) کم عقل آدمیوں کے (جو مردوں، عورتوں، بچوں میں سے فضول خرچ
ہوں) اپنا مال متاع (یعنی ان کا مال جو سرور و دست تمہارے قبضہ میں ہے) جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیام کا ذریعہ بنایا ہے (قیاماً
مصدر ہے قام کا یعنی تمہاری معیشت اور اولاد کی اصلاح اس سے وابستہ ہے۔ اگر ٹھیک طریقہ پر مال خرچ نہ ہو تو وہ مصالح ضائع
ہو جائیں گے اور ایک قرأت میں قیماً جمع قیمتہ کی ہے وہ چیز کہ جس سے سر و سامان ہو سکے) ایسا کرو کہ ان کے مال میں ان کے کھانے
کا انتظام کر دیا کرو (اس میں سے کھانے کو دے دیا کرو) اور کڑے کا انتظام کر دیا کرو اور نیکی اور بھلائی کی بات انہیں سمجھا دی جائے
(مناسب انداز میں انہیں سمجھا دو کہ سمجھ دار ہونے کے بعد تمہارا رویہ تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا) اور آزماتے (جانچتے) رہا کرو یتیموں
کی حالت پر نظر رکھ کر (بالغ ہونے سے پہلے ان کی دینی حالت اور عام لین دین میں) یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں (یعنی
نکاح کے قابل ہو جائیں خواہ بالغ ہونا احتلام سے معلوم ہو یا عمر کے ذریعے جس کی حد امام شافعی کے نزدیک پندرہ سال ہے) پھر اگر تم
محسوس کرو (پاؤ) ان میں صلاحیت (دین اور مال کی بہترائی کا سلیقہ) تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو۔ اور کھاپی کراڑا نہ ڈالو ان کا مال
(اے اولیاء) فضول خرچی کر کے (ناحق یہ حال ہے) اور جلد جلد (یعنی تیزی سے اڑا ڈالو اس اندیشہ سے کہ) بڑے ہو جائیں (سیانے
ہو جائیں کہ پھر ان کا مال تم کو واپس دینا پڑے) اور (اولیاء میں سے) جو صاحب مقدر ہو اسے چاہئے کہ پرہیز کرے (یعنی یتیم کے مال
سے بچا رہے اور اس کے کھانے سے پرہیز رکھے) اور جو حاجت مند ہو وہ (اس میں سے) لے سکتا ہے مگر دستور کے مطابق (بقدر
اجرت کارکردگی) پھر جب ان کے حوالہ کرنے لگو (یعنی یتیموں کے) ان کا مال تو اس پر لوگوں کو گواہ کر لیا کرو (کہ تم نے مال ان کی
سپردگی میں دے دیا اور تم بری ہو گئے۔ تاکہ اختلاف کی نوبت پیش نہ آئے کہ گواہوں کی جانب رجوع کرنا پڑے اور یہ حکم استنباطی مشورہ
کے درجہ میں ہے) اور اللہ کافی ہے (اس میں باء زائد ہے) محاسبہ کرنے کے لئے (مخلوق کے اعمال کا نگران کار اور محاسب ہے)

تحقیق و ترکیب: السفهاء جمع سفیہ سفہ بمعنی خفت۔ مراد خفت عقل ہے۔ اموالکم اموال کی اضافت اولیاء کی طرف
ادنی ملا بست کی وجہ سے کر دی گئی ہے جعل اللہ اى جعله الله. و ارزقوهم فيها لفظ فیہ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اشارہ ہے کہ مال
دینے میں خیر خواہی پیش نظر رہے رأس المال محفوظ رہنا چاہئے اور منافع میں اس کا خرچ پورا کرنا چاہئے۔ مفسر نے اشارہ کیا کہ فسى
بمعنی من ہے۔

وابتلوا امام صاحب کے نزدیک کچھ پیسے دے کر بازار سے سودا سلف منگوا کر دیکھنا چاہئے۔ اسی لئے صاحب نسفی نے آیت سے
سمجھ دار بچہ کے لئے اذن فی التجارة کا جواز مستنبط کیا ہے۔
حتی اذا بلغوا امام صاحب کے نزدیک لڑکے کے لئے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لئے سترہ ساڑھے عمر حد بلوغ ہے اور امام صاحب کا

ایک قول اور صاحبین کا مفتی بہ قول دونوں کے لئے پندرہ سال ہے کیونکہ لوگوں کی عمریں کم ہوتی جا رہی ہیں۔

فان انستم شرط جزاء سے مل کر جواب ہے۔ اذا بلغوا کا جو متضمن معنی شرط ہے۔ انستم کی تفسیر ابصرتم کی بجائے علمتم سے بہتر ہے۔ لیکن ممکن ہے علامات رشد کا محسوس ہونا بتلانا مقصود ہو اسراف حال ہے یا مفعول لہ ہے۔

ان یکبروا تقدیر المضاف مفعول لہ ہے۔ بالمعروف بقدر اجرت و مزدوری کفاف لینے کا حق ہے اور بعض کے نزدیک صرف بقدر ضرورت روزینہ لے سکتا ہے اور بعض کے نزدیک بطور قرض خرچ کرے۔

وہذا امر ارشاد امر ارشاد کی کا درجہ صرف دنیوی مصلحت اور مشورہ کا ہوتا ہے وہ شرعی حکم نہیں ہوتا۔

رابط و شان نزول: یتیموں کے سلسلہ میں چونکہ زیادہ کوتاہیاں ہو رہی تھیں اور وہ بے زبان داد فریاد بھی نہیں کر سکتے تھے اس لئے ان کی تفصیلات سے تعرض کیا جا رہا ہے چنانچہ چونکہ حکم ان کو مال کی سپردگی کی مدت سے متعلق ہے اور اس کی تاکید مزید ہے۔ آگے آیت ولا تاکلوا الخ میں بطور تہمتہ پانچواں حکم فضول خرچی کی بندش سے متعلق ہے۔

﴿تشریح﴾: یتیموں کا مال اور ہدایتی دفعات یہاں مال یتیمی سے متعلق چند ہدایتی دفعات کا بیان ہو رہا ہے۔

(۱) چونکہ معیشت اور زندگی کا سر و سامان ہے اس لئے یتیم بچے جب تک عاقل بالغ نہ ہو جائیں اور اپنے مفاد کی حفاظت خود نہ کرنے لگیں اور نفع و نقصان کی ان کو خبر نہ ہو مال و متاع ان کے قبضہ میں نہ دو۔

(۲) اس خیال سے کہ یتیم کہیں بالغ ہو کر مطالبہ نہ کر بیٹھیں، مال و دولت کو فضول خرچی میں اڑا دینا نہایت پاپ (گناہ) ہے یہ مال بہر حال امانت ہے دیانتداری سے اس کی حفاظت تمہارا فرض ہونا چاہئے۔

(۳) سرپرست اور نگران کار اگر صاحب حیثیت اور خوشحال ہوں تو اپنے اخراجات کا بار یتیم کی امانت پر نہیں ڈالنا چاہئے ہاں محتاج ہوں تو بقدر ضرورت لے سکتا ہے۔

(۴) حقدار کا جب حق دینے لگو تو اس پر گواہ کر لیا کرو۔

یتیم کے لئے سمجھ بوجھ کا معیار: سودا سلف کرانے کے بعد خرید و فروخت کا سلیقہ اگر آجائے جس کو تمیز کہتے ہیں تو

یتیموں کا مال ان کے حوالہ کر دیا جائے گا اور یہ سلیقہ نہ آنے جس کو سفاہت کہتے ہیں اس صورت میں مال ان کے حوالہ نہیں کیا جائے گا۔

پھر خواہ طبعیت میں سلیقہ ہی نہ آیا ہو یا سلیقہ تو ہے مگر اس سے کام نہیں لینا چاہتا بلکہ ویسے ہی مال اڑانا چاہتا ہے تب بھی روپیہ نہیں دیا جائے گا۔ سفیہ کے ایسے تصرفات کہ جن میں دوسرے کو چیز دے دی جائے باطل ہیں۔ جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ اور جو تصرفات زبانی نافذ

ہو جاتے ہوں وہ سب صحیح ہیں جیسے خرید و فروخت، نکاح، طلاق وغیرہ اور جس ولی کے قبضہ میں مال ہو اس کو تکمیل کا پابند کیا جائے گا۔ مثلاً بیع نامہ کی صورت میں قیمت اور مال کی سپردگی یا نکاح میں ادائیگی مہر سفیہ کے بارہ میں امام صاحب کے نزدیک زیادہ سے زیادہ پچیس

سال تک انتظار کیا جائے گا اس کے بعد بہر صورت مال حوالہ کر دیا جائے گا۔ خواہ اس کو تمیز آئے یا نہ آئے۔

بظاہر آیت فان انستم منہم رشد کی قید سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بغیر رشد کے مال بالکل حوالہ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ شوافع کا خیال ہے لیکن کہا جائے گا کہ مال کی تفویض میں جس سفاہت کو مانع سمجھا گیا ہے وہ خاص قسم کی سفاہت ہے۔ جسے بچپن کا اثر کہنا چاہئے مطلق

سفاہت مراد نہیں ہے لیکن پچیس سال میں کم از کم مدت بلوغ اور حمل کی اگر فرض کی جائے تو یہ شخص دادا بن سکتا ہے اس کو بچپن کہنا چاہئے نہ کہ بچپن۔ غرض کہ اتنی عمر میں بھی اگر اس کو مال سے محروم رکھا گیا تو گویا مالکانہ تصرف بلکہ انسانیت سے بالکل یہ اس کو محروم کر دیا

گیا ہے۔ تاہم بعض تصرفات اس صورت میں بھی اگرچہ نافذ ہیں لیکن اکثر اتلاف مال تبرعات میں ہوا کرتا ہے اس لئے ان ہی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے پس معاملہ گویا بین بین رہا نہ بالکل نافذ التصرف، نہ بالکل ممنوع التصرف اور اس کی حالت کے پیش نظر صرف اسی قدر فائدہ کافی ہے۔ البتہ اگر کسی کے دماغ میں اس درجہ فتور آ گیا ہو جس کو جنون یا غنہ کہتے ہیں تو ایسا شخص ساری عمر نابالغ کی طرح محروم التصرف بلکہ مرفوع القلم رہے گا۔

یتیم کے کارندہ کی تنخواہ:..... یتیم بچہ کے محتاج کارندہ کو حوائج ضروریہ کے مطابق اپنے حق الخدمت کے طور پر خرچ کرنا جائز ہے اور صاحب مقدر کارکن کے لئے ناجائز اور یتیم کو مال حوالہ کرتے وقت مصالح مذکور کی وجہ سے گواہ کر لینا مستحب ہے ورنہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ محاسب ہیں اگر خیانت نہیں کی تو گواہوں کا نہ ہونا بھی آخرت کے لحاظ سے مضرت نہیں اور اگر فی الواقع خیانت کی ہے تو مصنوعی گواہوں کا ہونا کچھ نافع نہیں ہوگا۔

ولاتو تو السفہاء سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز نااہل کو سپرد نہ کی جائے اس میں مناصب اور عہدے بھی داخل ہیں اور طالیبن کی تعلیم و تربیت کی خدمت کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ یعنی تا وقتیکہ آزمائش اور امتحان نہ کر لیا جائے خلافت ارشادی یا اور کوئی منصب عہدہ کسی کے حوالہ نہ کیا جائے۔

وَنَزَلَ رَدَّالِمَا كَانَ عَلَيْهِ الْجَاهِلِيَّةُ مِنْ عَدَمِ تَوْرِيْثِ النِّسَاءِ وَالصِّغَارِ لِلرِّجَالِ الْاَوْلَادِ وَالْاَقْرَابِ نَصِيْبُ حُظٍّ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُونَ ۝ الْمُتَوَفُّوْنَ ۝ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَيُّ الْمَالِ اَوْ كَثُرَ ۝ جَعَلَهُ اللهُ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۷﴾ مَقْطُوْعًا بِتَسْلِيْمِهِ اِلَيْهِمْ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ لِلْمِيْرَاثِ اَوْلُوا الْقُرْبٰى ذُو الْقُرْبٰىةِ مِمَّنْ لَا يِرِثُ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسْكِيْنُ فَاَرزُقُوْهُمْ مِنْهُ شَيْئًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ وَقَوْلُوا اَيُّهَا الْاَوْلِيَاءُ لَهُمْ اِذَا كَانَ الْوَرِثَةُ صِغَارًا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ حَمِيْلًا بِاَنَّ تَعْتَدِرُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّكُمْ لَا تَمْلِكُوْنَ اِنَّهٗ اِلِصْغَارٍ وَهَذَا قِيْلَ مَنْسُوْخٌ وَقِيْلَ لَا وَلٰكِنْ تَهَاوَنَ النَّاسُ فِى تَرْكِهٖ وَعَلَيْهِ فَهٗوْ نَدَبٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَجِبْ وَلِيَخْشَ اَيُّ لِيَخْفَ عَلَى الْيَتٰمٰى الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكَوْا اَيُّ قَارِبُوْا اَنْ يُتْرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ اَيُّ بَعْدَ مَوْتِهِمْ ذُرِّيَّةٌ ضِعْفًا اَوْلَادًا صِغَارًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۝ الضِّيَاعُ فَلْيَتَّقُوا اللهَ فِىْ اَمْرِ الْيَتٰمٰى وَلْيٰتُوا اِلَيْهِمْ مَا يَحِبُّوْنَ اَنْ يَتَّصَدَّقَ بِذُرِّيَّتِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمْ وَلْيَقُولُوْا لِلْمِيْتِ قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ صَوَابًا بِاَنَّ يَأْمُرُوْهُ اَنْ يَتَّصَدَّقَ بِذُوْنِ ثُلْثِهٖ وَيَدْعُ الْبَاقِيَّ لَوْرَثَتِهٖ وَلَا يَتْرُكُهُمْ عَالَةً اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا بَغِيْرَ حَقٍّ اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اَيُّ مَلَتْهَا نَارًا ۝ لِاِنَّهٗ يُؤْوَلُ اِلَيْهَا وَسَيَصْلُوْنَ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ يَدْخُلُوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ نَارًا شَدِيْدَةً يُحْتَرَقُوْنَ فِيْهَا۔

ترجمہ:..... (زمانہ جاہلیت میں جو عورتوں اور بچوں کو میراث سے محروم رکھنے کا دستور چلا آ رہا تھا اس کی اصلاح کے لئے آیت نازل ہوئی) لڑکوں کا (اولاد اور رشتہ داروں کا) حصہ (مقدار معینہ) ہے ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں (جو وفات پا چکے ہیں) اور

لڑکیوں کا حصہ ہے ماں باپ یا قرابت داروں نے جو ترکہ چھوڑا ہے۔ تھوڑا ہو وہ (مال) یا زیادہ (تھوڑا یا ہے اللہ نے اس کو) حصہ مقررہ (جس کا دینا علی قدر السہام ان کو ضروری ہے) اور جب حاضر ہو جائیں تقسیم (میراث) کے وقت رشتہ دار (دور کے وہ قرابت دار جن کو میراث نہیں ملتی) اور یتیم و مسکین افراد تو چاہئے کہ میت کے مال میں سے انہیں بھی تھوڑا بہت دے دو (تقسیم ترکہ سے پہلے کچھ مال اور کہہ دو (اے اولیاء) ان مانگنے والوں سے (اگر وراثت کمسن ہوں) اچھے طریقہ پر بات (یعنی ان سے عذر کر دو کہ ہم مالک نہیں ہیں اور وراثت چھوڑنے کے ہیں یہ آیت بعض کی رائے پر منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک منسوخ نہیں ہے۔ لیکن لوگوں نے سستی کر کے اس کو ترک کر رکھا ہے اور اس قول پر یہ حکم استنباطی اور ابن عباس سے اس کا واجب ہونا مروی ہے) اور ڈرنا چاہئے (قییموں پر خوف کرنا چاہئے) لوگوں کو کہ اگر وہ خود چھوڑیں (یعنی اپنے پیچھے مرنے کے قریب چھوڑنے لگیں) ناتواں بچوں (چھوٹی اولاد) کو تو انہیں ان کی طرف سے کیسا کچھ (ضائع ہونے کا) اندیشہ ہوتا ہے پس چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں (قییموں کے معاملہ میں اور ان کے لئے بھی وہی کچھ پسند کریں جو اپنے مرنے کے بعد اپنی چھوٹی اولاد کے بارے میں کیا جانا پسند کرتے ہوں) اور (میت سے) ایسی بات کہیں جو درست اور مضبوط ہو (درست اس طرح کہ میت کو ثلث مال سے کم وصیت کرنے کا مشورہ دیں اور یہ کہ باقی مال کو ورثاء کے لئے رہنے دیں ان کو تنگ دست نہ چھوڑ جائیں) جو لوگ قییموں کا مال خور و بردار کر لیتے ہیں نا انصافی سے (ناحق) تو وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں (ٹھونس رہے ہیں) آگ کے انکار سے (کیونکہ انجام اس قسم کے مال کھانے کا نارہی ہے) اور عنقریب جھونکے جائیں گے (یہ صیغہ معروف اور مجہول دونوں طرح ہے یعنی داخل کئے جائیں گے) جہنم میں (ایسی سخت آگ میں کہ اس میں جل کر جسم ہو جائیں)

تحقیق و ترکیب: وللرجال بظاہر لفظ رجال و نساء سے متبادر معنی بالغ کے ہوتے ہیں حالانکہ مراد عام اولاد ہے۔

شاید اس طریق تعبیر میں یہ نکتہ ملحوظ ہو کہ اس سلسلہ میں نابالغ بھی حکم میں بالغ کے ہیں۔

والاقربون مراد وراثت رشتہ دار ہیں مجہوب الارث رشتہ دار مراد نہیں ہیں۔ مما قبل مند مماثلت سے بدل ہے اعادہ عامل کے ساتھ اور ضمیر مند کی مائت رک کی طرف راجع ہے۔ نصیباً مفرو ضاً مفسر نے پہلے جعلہ مقدر نکال کر اشارہ کر دیا کہ یہ اس کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا منصوب علی الاختصاص ہے۔ ای اعنی نصیباً یا مصدر مؤکد ہے یا حال ہے۔ ای ثبت لہم مفرو ضاً مقطوعاً و اجبالہم۔

القسمۃ مفعول ہے اور محوٹ عنہا ہونے کی وجہ سے یا اس لئے کہ فی الواقع بھی تقسیم مقدم ہوتی۔ اس لئے لفظ بھی مقدم کر دیا ہے۔ بان تعذر و اعنی بالکل نہ دینا اصل ہے جبکہ اولاد صغار ہو۔ یا مراد ہے کہ زیادہ نہ دیا جائے البتہ تھوڑا معمولی طور پر دے دیا جائے۔ قبل منسوخ آئندہ آیت میراث سے منسوخ ہے۔ یہی رائے ائمہ اربعہ کی ہے اور دوسرے حضرات محدثین نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ دوسرا قول استنباط کا ہے گویا ایک یہ آیت اور دوسری آیت ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور تیسری آیت یا ایہا الذین امنوا لیستادنکم الذین الح یہ تینوں آیات منسوخ تو نہیں مگر لوگوں نے تعامل میں تہادن کر رکھا ہے اور تیسرا واجب کا ہے۔ لوترا کو لفظ خافوا کو چونکہ جزاء بنانا ہے اس لئے ترا کو مفسر نے قرب پر محمول کر لیا ہے ورنہ موت کے بعد خوف کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

للمیت اس کی بجائے اگر مفسر للمریض فرماتے تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ قریب المرگ اور مرض الموت میں گرفتار شخص مراد ہے۔ ولیخش اس کا خطاب اولیاء یتامی کو ہے اور بعض نے قریب المرگ کے پاس آنے والوں کو خطاب مانا۔ سعیرا فعیل بمعنی مفعول سعوت النار بمعنی اوقدته، مفسر علام نے نارا شدیداً کہہ کر اشارہ کر دیا کہ اس سے مراد جہنم کا مخصوص طبقہ نہیں ہے کہ وہ خاص ہوتا ہے کفار کے ساتھ بلکہ عام معنی عذاب شدید کے ہیں۔

رابطہ: سلسلہ کا ام یتامی کے باب میں چل رہا ہے ایک غلط رواج زمانہ جاہلیت میں ان کے بارہ میں یہ قائم ہو گیا تھا کہ یتامی

کو مستحق میراث نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس بُری رسم کی اصلاح مقصود ہے کہ یہ بھی دوسروں کی طرح مستحقین ترکہ ہیں۔ اگلی آیت و اذا حضر القسمة الخ میں دوسرے بعض غیر مستحقین غرباء کے ساتھ بھی احتساباً مراعات کا حکم دیا جا رہا ہے اور آیت و لیخس الخ میں یتیموں کے ساتھ ہمدردی کرنے پر ایک مؤثر پیرایہ میں ابھارا جا رہا ہے اس طرح یہ چھٹا حکم ہے۔

شان نزول:..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور یتیم بچوں کو ترکہ سے محروم کرنے کا دستور چلا آ رہا تھا۔ کہ اوس بن صامت انصاریؓ کی وفات ہو گئی انہوں نے ایک بیوی ام کسہؓ اور تین بیٹیاں یا دو بیٹے کم عمر اور کافی مال ترکہ میں چھوڑا۔ لیکن ان کے چچا زاد بھائیوں سوید یا قتادہ اور عہجہ نے جو عصبہ تھے۔ سارا مال قبضہ میں لے لیا اور بیوی بچوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ ام کسہؓ آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوئیں آپ مسجد فصیح میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے انتظار وحی کا مشورہ دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے ان دونوں چچا زاد بیٹوں کو مال ترکہ میں تصرف سے منع فرمایا، مگر تعین حصص نہیں فرمائی تھی تا وقتیکہ یوصیکم اللہ نازل نہیں ہو گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ام کسہؓ اور بیٹوں کو دو ثلث اور باقی دونوں ابن عم کو مرحمت فرمایا۔

﴿تشریح﴾:..... بیان مراد کی تاخیر:..... قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب سے بیان کی تاخیر جائز ہے۔ نیز الفاظ نصیباً مفروضاً اس پر دلالت کرتے ہیں کہ وارث اپنے حصہ سے اگر اعتراض بھی کر لے تب بھی اس کا حصہ ساقط نہیں ہوتا۔ امام زاہد کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کے عموم میں ذوی الفروض، ذوی الارحام عصبات سب آگئے جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے۔

ذوی القربیٰ کا مطلب:..... البتہ اولی القربیٰ سے مراد یہ ہے کہ شرعاً جو ترتیب معتبر ہے اس کے لحاظ سے اقرب ہو اور یہ اقربیت ظاہر ہے کہ جانہین سے ہوگی اس لئے میراث پانے کا مستحق وہی ہوگا جو قریب اور نزدیک ہوگا پھر جہاں شرع سب کو اقرب قرار دے اگر اسباب اقربیت مختلف ہوں وہاں سب کو وارث سمجھا جائے گا۔ اور جہاں ایک اقرب اور ایک البعد سمجھا گیا ہے وہاں اقرب ہی مستحق میراث ہوگا البعد نہیں۔ نیز عصبات میں میراث مقرر ہونے سے مراد یہ ہے کہ شرع نے حصص مقرر کر دیئے ہیں اور ذوی الارحام میں قطعی ہونے کا مطلب عملاً قطعی ہونا ہے جس کو فرض عمل کہا جاتا ہے اب کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔

لطائف آیت:..... فارز قوہم کا حکم ابتداً اگر واجب تھا تو اس کا وجوب منسوخ ماننا پڑے گا ورنہ شروع ہی سے مستحب کہا جائے اور یہ خیر خیرات کی اجازت بالغ و رثاء کے حصہ میں سے ہوگی۔ نابالغ میں کسی کو تصرف جائز نہیں ہے۔ عموماً اس مسئلہ میں بے احتیاطی کی جاتی ہے وارث خواہ یتیم ہو یا غیر یتیم۔ نیز مال یتامی کا مطلقاً برتنا حرام ہے خواہ خود کھائے یا دوسروں کو کھلائے اور آیت و لیخس الخ کا حاصل یہ ہے کہ جو بے دردی اپنے بچوں کے لئے پسند نہیں وہ دوسرے یتیم بچوں کے لئے کیوں پسند کرتے ہو اور یہ باب اخلاق کی اصل عظیم ہے اور ”قول سدید“ کا مطلب مطلقاً نرمی نہیں ہے بلکہ مقصود اصلاح و تربیت ہونی چاہئے ”نرمی و گرمی“ تو ذرائع ہیں نہ کہ مقاصد۔ حصول مقاصد کے لئے جو طریقہ مناسب ہو وہ اختیار کرنا چاہئے۔ ان الدین یا کلون الخ وغیرہ آیات کو شیخ محی الدین ابن عربیؒ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ عالم آخرت میں جزاء عین اعمال ہوگی۔ مثلاً جنت میں نماز روزہ کا ثواب حور و قصور اگر ہوگا تو وہ بعینہ وہی نماز روزہ ہے جس کو دنیا میں بندہ ادا کرتا رہا۔ موطن کے لحاظ سے صورت شکل کا فرق ہو گیا۔ یہی نماز روزہ آخرت میں بصورت شکل حور و قصور ہو گئے اور جنت کی یہ نعمتیں دنیا میں بشکل نماز روزہ پائی جاتی ہیں۔ علی ہذا مال یتیم کی شکل دنیا میں نذائذ حسی کی صورت میں ہے لیکن آخرت میں اسی کو جہنم کے انگاروں کی صورت دے دی جائے گی گویا مال یتیم کھانے والا درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھیر رہا ہے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي سِيَانِ أَوْلَادِكُمْ بِمَا يُذَكَّرُ لِلذَّكَرِ مِنْهُمْ مِثْلُ حَظِّ النِّسَاءِ إِذَا
 اجْتَمَعَتَا مَعَهُ فَلَهُ نِصْفُ الْمَالِ وَلَهُمَا النِّصْفُ فَإِنْ كَانَ مَعَهُ وَاحِدَةٌ فَلَهَا الثُّلُثُ وَلَهُ الثُّلُثَانِ وَإِنْ الْفَرْدُ حَازَ
 الْمَالَ فَإِنْ كُنَّ إِيْ أَوْلَادِ نِسَاءٍ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَالْمَيِّتُ وَكَذَلِكَ الْإِثْنَانُ لِأَنَّهُ لِلْأَحْيَيْنِ
 بِقَوْلِهِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ فَهُمَا أَوْلَىٰ وَلَا أَلَّ الْبِنْتُ تَسْتَحِقُّ الثُّلُثَ مَعَ الذَّكَرِ فَمَعَ الْأُنثَىٰ أَوْلَىٰ وَقَوْلُ قَبْلِ
 صِلَةٌ وَقَبْلِ لِدْفَعِ تَوَهُمِ زِيَادَةِ النَّصِيبِ بِزِيَادَةِ الْعَدَدِ لِمَا فُهِمَ اسْتِحْقَاقِ الْإِثْنَيْنِ الثُّلُثَيْنِ مِنْ جَعْلِ الثُّلُثِ
 لِلْوَحِدَةِ مَعَ الذَّكَرِ وَإِنْ كَانَتْ الْمَوْلُودَةُ وَاحِدَةً وَفِي قِرَاءَةِ بِالرَّفْعِ فَكَانَ تَامَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلَا بُوَيْدَ
 إِيْ الْمَيِّتِ وَيُبَدَّلُ مِنْهُمَا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ذَكَرًا أَوْ أُنثَىٰ وَنُكْتَةُ
 الْبَدَلِ إِفَادَةٌ أَنَّهُمَا لَا يَشْتَرِكَانِ فِيهِ وَالْحَقُّ بِالْوَالِدِ وَلَدُ الْإِبْنِ وَبِالْأَبِ الْجَدُّ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتُهُ
 أَبَوُهُ فَقَطُّ أَوْ مَعَ زَوْجٍ فَلِأَمِّهِ بَضْعُ الْهَمْزَةِ وَبِكُسْرِهَا فِرَارًا مِنَ الْإِنْتِقَالِ مِنْ ضَمِّهِ إِلَى كُسْرِهِ لِثِقَلِهِ فِي
 الْمَوْضِعَيْنِ الثُّلُثُ ۚ أَيُّ ثُلُثِ الْمَالِ أَوْ مَا يَبْقَىٰ بَعْدَ الزَّوْجِ وَالْبَاقِي لِلْأَبِ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ أَيْ اثْنَانِ
 فَصَاعِدًا ذُكُورًا أَوْ إِنَاثًا فَلِأَمِّهِ السُّدُسُ وَالْبَاقِي لِلْأَبِ وَلَا شَيْءَ لِلْإِخْوَةِ وَرِثُ مِنْ ذَكَرٍ مَعَ ذَكَرٍ مِنْ بَعْدِ
 تَنْفِيذِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ بِهَا أَوْ قَضَاءِ دَيْنٍ ۚ عَلَيْهِ تَقْدِيمُ الْوَصِيَّةِ عَلَى الدَّيْنِ وَإِنْ
 كَانَتْ مُوَخِرَةً عَنْهُ فِي الْوَفَاءِ لِلْإِهْتِمَامِ بِهَا أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ ۚ مُبْتَدَأُ خَبْرُهُ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ
 لَكُمْ نَفْعًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَظَانٌّ أَنَّ ابْنَهُ أَنْفَعُ لَهُ فَيُعْطِيهِ الْمِيرَاثَ فَيَكُونُ الْآبُ أَنْفَعُ وَبِالْعَكْسِ وَإِنَّمَا
 الْعَالِمُ بِذَلِكَ اللَّهُ فَفَرَضَ لَكُمْ الْمِيرَاثَ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا بِخَلْقِهِ ۚ حَكِيمًا ﴿۱۱﴾ فِيمَا
 دَبَّرَهُ لَهُمْ أَيُّ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ ۚ

ترجمہ: وصیت فرماتے (حکم دیتے) ہیں اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے (معاملہ کے) متعلق (ابھی آگے آتا ہے) کہ لڑکے
 کے لئے (ان میں سے) دو لڑکیوں کے (حصہ کے) برابر ہے (چنانچہ دو لڑکیاں اگر ایک لڑکے کے ہمراہ میراث ہوں تو لڑکے کے لئے نصف
 اور نصف باقی ان دونوں لڑکیوں کیلئے ہوگا اور صرف ایک لڑکی اگر اس کے ساتھ ہو تو ایک مثل لڑکی کا اور دو مثل لڑکے کے ہوں گے اور تنہا لڑکا
 ہو تو سارے مال کا وارث ہو جائے گا) پھر اگر ایسا ہو کہ (وہ اولاد) صرف لڑکیاں ہوں دو سے زیادہ تو ترک میں ان کا حصہ دو تہائی ہوگا (میت
 کے۔ علی ہذا دو لڑکیاں وارث ہوں تب بھی دو مثل ترک ہوگا کیونکہ یہی حال دو بہنوں کا ہے۔ آیت 'فلہما الثلثان مما ترک' کی وجہ سے
 اس لئے لڑکیاں بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق ہوں گی نیز لڑکی لڑکے کے ساتھ ایک مثل پانے کی مستحق ہوتی ہے تو جب دونوں لڑکیاں ہی ہوں
 تب بھی بدرجہ اولیٰ اس حصہ کی مستحق ہوں گی اور لفظ فوق بعض کی رائے میں زائد ہے اور بعض کے نزدیک اس شبہ کے دفعیہ کے لئے ہے کہ
 شاید لڑکیوں کا عدد زائد ہونے سے سہام بھی بڑھیں گے۔ کیونکہ دو مثل کا مستحق دو لڑکیوں کو اور ایک مثل کا مستحق ایک لڑکی کو بعد ایک لڑکے
 کے قرار دیا گیا ہے) اور اگر (لڑکی) اکیلی ہو (ایک قرأت میں واحد رفع کے ساتھ ہے اس صورت میں کان تامہ ہوگا) تو اسے آدھا ملے گا

اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو (لفظ ابو یہ سے لکل الخ بدل واقع ہو رہا ہے) ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ بشرطیکہ میت کے اولاد ہو (لڑکا یا لڑکی اور بدل لانے میں نکتہ یہ ہے کہ والدین دونوں مل کر سدس میں شریک نہیں ہیں اولاد میں پوتہ اور والدین میں دادا بھی داخل ہیں) اور اگر میت کے اولاد نہ ہو اور وارث ماں باپ ہی ہوں (صرف یا میاں بیوی میں سے بھی کوئی ساتھ ہو) تو ماں کے لئے (لفظ ام ضم ہمزہ اور کسرہ کے ساتھ ہے دونوں جگہ ضمہ سے کسرہ کی طرف نقل کی دشواری کے باعث) تہائی حصہ ہے (یعنی پورے مال کا تہائی، یا میاں بیوی کے حصہ کے بعد ما بقیہ کا تہائی، اور باقی مال باپ کے لئے ہوگا) لیکن اگر میت کے لئے ایک سے زیادہ بھائی بہنیں ہوں (یعنی دو ہوں یا دو سے زیادہ، بھائی ہوں یا بہنیں) اس صورت میں ماں کا چھٹا حصہ ہوگا (اور باقی مال باپ کا ہے بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا، مذکورہ لوگوں کی میراث حسب ذیل ہوگی) مگر (تصفیہ) وصیت کے بعد ہوگی جو کچھ کہ وصیت کردی ہو (لفظ یوصی معروف ہے اور مجہول) مال کی یاد (ادا یگی) قرض کے بعد (جو کچھ اس پر تھا وصیہ کا بیان قرض سے پہلے کرنا اگرچہ ادا یگی میں مؤخر ہوتی ہے وصیت کی اہمیت کے پیش نظر ہے) تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد ہیں (یہ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) لیکن تم نہیں جانتے کہ کون سا رشتہ سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ نفع رسائی کے لحاظ سے (دنیا و آخرت میں چنانچہ کسی کو گمان ہوتا ہے کہ بیٹا چونکہ زیادہ کارآمد ہوگا لہذا اس کو میراث زیادہ ملنی چاہئے لیکن باپ زیادہ کارآمد ثابت ہو جاتا ہے اسی طرح اس کا برعکس۔ دراصل حقیقی علم ان تمام باتوں کا صرف اللہ ہی کو ہے اس لئے تمہارے لئے میراث اسی نے مقرر کی ہے) اللہ تعالیٰ نے میراث کے حصے ٹھہرائے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں (اپنی مخلوق کو) اور حکمت رکھنے والے ہیں (جو کچھ تمہیں ان کے حق میں کرتے ہیں۔ ہمیشہ اس صفت کے ساتھ متصف رہتے ہیں)

تحقیق و ترکیب: یوصیکم دوسرے کو ایسا کام بتلانا جو نصیحت پر مشتمل ہو۔ اس لئے حکم کرنے کے معنی کر لئے جاتے ہیں اور لفظ وصیت کو امر پر ترجیح دینا اہتمام اور حصول بسرعت پر دلالت کرنے کے لئے ہے اس لئے یہ زیادہ مبلغ ہے لہذا مگر مثلاً اگر کوئی شخص ایک لڑکا اور ایک لڑکی وارث چھوڑتے تو لڑکے کو دو سہام اور لڑکی کو ایک سہام دیا جائے گا۔ اس حکم پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ عورت مرد کے مقابلہ میں ضعیف ہوتی ہے۔ نیز عورت جب مرد کے ساتھ مخلوط ہوتی ہے تو مساوی سمجھی جاتی ہے پس میراث میں اس کے ضعف کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا حصہ مرد سے زائد یا کم از کم مساوی ہونا چاہئے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے؟ جواب یہ ہے کہ مرد چونکہ اخراجات اور مؤنث کا ذمہ دار ہے نیز عورت ناقص العقل اور کثیر الشہوت ہوتی ہے علی ہذا مرد کو بہ نسبت عورت کے مصارف خیر کے مواقع زیادہ پیش آتے ہیں ان سب وجوہ سے مرد ہی کے حصہ کو ترجیح ہونی چاہئے۔

لہذا مگر مثل الخ کی ترکیب الشمن منوان بدرہم کی طرح یعنی منہم محذوف ہے جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کیا ہے۔ منہما اولیٰ یہی مذہب جمہور اور ائمہ اربعہ کا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا حکم ایک ہی کا حکم ہے اور آیت میں دوثلث دو سے زائد لڑکیوں کا حصہ بیان کیا گیا ہے۔ مفسر علام و فوق قیل صلة سے ابن عباس کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ لفظ فوق آیت میں زائد ہے لہذا دو لڑکیوں کا حکم دوثلث ہے و لا بویہ خبر مقدم اور السدس مبتداء مؤخر اور "لکل واحد" بدل ہے لا بویہ سے۔ مفسر علام نے بدل کا جو نکتہ بیان کیا ہے اس پر شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر لکل واحد من ابویہ السدس کہہ دیا جاتا تو بدل کی ضرورت بھی پیش نہ آتی اور مقصد بھی حل ہو جاتا۔ جواب یہ ہے کہ تفصیل بعد الاجمال کا جو فائدہ بدل کی صورت میں ہو رہا ہے پھر وہ حاصل نہ ہوتا۔ اسی طرح "ولا بویہ السدسان" کہنے میں سدس کے برابر تقسیم کا وہم رہتا اور اس کے خلاف معنی کا بھی رہا یہ سبہ کہ والدین کا حق بمقابلہ اولاد زیادہ ہے۔ لیکن ترکہ میں حصہ اولاد کو زیادہ دلایا جا رہا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ظاہراً اولاد کے مقابلہ میں والدین کی عمر کم رہ جانے کی وجہ سے مال کی حاجت بھی کم رہ جاتی ہے اس لئے میراث بھی کم رکھی گئی ہے۔ مع زوج زوج کا اطلاق خاوند بیوی دونوں پر فصیح اور زوجہ کا غیر فصیح ہے۔

فرازاً یہ صرف کسرہ ہمزہ کی دلیل ہے فی الموضوعین یعنی لفظ ام یہاں اور اس کے بعد دونوں جگہ فلامہ الثلث اور فلامہ السدس ای ثلث المال یعنی اگر صرف والدہ وارث ہو تو ثلث مال میراث ہوگی اور میاں بیوی میں سے بھی کوئی ہو تو اس کا حصہ نکالنے کے بعد ما بقیہ میں سے ثلث مال وراثت ہوگی۔ بقول صاحب رجیہ

وان یکن زوج وام واب

وہکذا مع زوجة فصاعداً

فثلث الباقي لهما مرتب

فلا تکن عن العلوم قاعداً

جمہور کی رائے یہی ہے اور ابن عباسؓ کے نزدیک دونوں صورتوں میں کل مال کا ثلث میراث ہوگی اور باقی مال باپ کا ہوگا۔ ذوی القروض اور عصبہ ہونے کی وجہ سے غرضکہ پھر مال دونوں کے درمیان ثلثاً ثلث رہے گا اسی لئے باپ کے حصہ کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی کہ جب دو ہی وارث ہیں اور ایک کا حصہ بیان کر دیا گیا ہے تو ظاہر ہے ما بقیہ باپ کا ہوگا گویا عبارت اس طرح ہوئی فلہما ماترک اثلاثاً۔

ای اثنان فصاعداً حدیث میں ارشاد ہے اثنان فما فرقها جماعة والباقي للاب یعنی دو ثلث باپ کے لئے ہے اور بھائی محروم رہیں گے بلکہ ماں کے حق میں حاجب نقصان ہو جائیں گے یعنی بجائے ثلث کے سدس ملے گا۔

وفیہم فی الحجب امر عجب

لکونہم قد حجوا وحجوا

جمہور کی رائے یہی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ماں کے لئے جس سدس کے حاجب بنے ہیں وہ بھائیوں کو ملے گا۔ وارث من یہ مبتداء مقدر ہے اور خبر من بعد ہے جو متعلق ہے محذوف کے ای استقر ذلک الانصباء من بعد وصیة وراثہ مذکورہ ماقبل کے ساتھ ای وراثتکم بھذہ الدرجۃ انما ہی بعد ما یبقی من اداء وصیة المورث او دینہ۔ او دین لفظ او ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ اباحۃ شینین کے لئے آتا ہے جاء نی زیدا و عمروا اور جاء نی عمرو او زید کے معنی تساوی کے ہیں یعنی بلا ترتیب ان دونوں میں سے کوئی ایک آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تقدیر عبارت من بعد دین او وصیة نکالنا صحیح نہیں ہے البتہ دین و وصیت اگر دونوں مجتمع ہوں تو ان میں ترتیب قائم ہوگی یعنی دین اور قرض مقدم ہوگا شرعاً لیکن تقدیم ذکری اہمیت کے پیش نظر ہے۔

اباء کم مبتداء ہے لاتدر ون خبر ہے۔ ایہم مبتداء ہے اور اقرب اس کی خبر ہے انما العالم یہ جملہ معترضہ ہے۔ نفرض یہ تقدیر اس لئے کی ہے کہ فریضۃ کے منصوب علی المصدریت پر اشارہ ہو جائے لہ علی الف درہم اعترافاً کی طرح ہے۔ لم یزل یعنی اللہ کی جناب میں ماضی، حال، استقبال برابر ہیں۔ دوسری توجیہ یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ کان زائد ہو یا الان کما کان کی طرح ہو بہر حال اللہ تعالیٰ زمانہ اور زمانیات سے بالا ہیں۔

رابطہ..... گذشتہ آیات میں چھٹا حکم ترکہ کے حصص کا اجمالاً مذکور ہوا تھا۔ اگلی آیات میں اسی کی تفصیلات ہیں۔

شان نزول..... حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ سعد بن ربیع کی بیوی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ان دونوں بیٹیوں کے باپ سعد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے لیکن ان کے چچا نے اپنے بھائی کے تمام مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کو کچھ نہیں دیا۔ بغیر پیسے کے ان کی شادی کس طرح ہو سکتی ہے؟ سن کر آپ ﷺ نے انتظار وحی کا مشورہ دیا، چنانچہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے لڑکیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا کہ سعد کی صاحبزادیوں کو دو ثلث اور ان کی بیوی کو آٹھواں حصہ دے کر باقی خود رکھ لو۔ غرضکہ آپ ﷺ سے استفتاء تو صرف اولاد اور بھائی بہنوں کے باب میں کیا گیا تھا لیکن چونکہ ماں باپ اور زوجین کے ہونے نہ

ہونے سے اولاد کے حصص میں فرق پڑ جاتا ہے اس لئے درمیان میں ان دونوں کے احکام بھی ذکر کر دیئے گئے۔ نیز اگر اس کا لحاظ بھی کر لیا جائے کہ اولاد کے ساتھ استفتاء میں زوجہ بھی تھی تو وجہ ارتباط اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

﴿تشریح﴾: ترکہ میں دو سے زائد لڑکیوں کی تخصیص کی وجہ: شبہ دو لڑکیوں کے حصص میں نہیں تھا کیونکہ جب تہا ایک لڑکی کا حصہ ایک ثلث ہے تو دو لڑکیوں کا دو ثلث ہونا چاہئے پھر ایک لڑکی کے ساتھ اگر لڑکا ہو تو تب بھی ایک تہائی سے نہ گھٹتا پس جب دوسری بھی لڑکی ہو تب تو دو تہائی سے کسی طرح کم نہیں ہونا چاہئے اور دونوں لڑکیاں یکساں حالت میں ہونی چاہئیں یعنی ہر ایک کا حصہ ایک تہائی اور دونوں کامل کر دو تہائی ہوگا۔ البتہ دو سے زائد لڑکیوں میں شبہ ہو سکتا تھا کہ مذکورہ قاعدہ سے ان کو تین تہائی یعنی کل مال لینا چاہئے اس لئے فرمایا گیا کہ دو لڑکیوں سے زائد ہوں تو دو ثلث ملے گا۔ اس سے دو لڑکیوں کا حصہ دو ثلث بدرجہ اولیٰ سمجھ میں آ گیا اس آیت میں لڑکیوں کی چار حالتوں کا حکم معلوم ہو گیا۔ (۱) اول یہ کہ لڑکے لڑکیاں سب ہوں۔ (۲) دوسرے یہ کہ صرف دو لڑکیاں ہوں۔ (۳) تیسرے یہ کہ دو لڑکیوں سے زائد ہوں۔ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ لڑکی صرف ایک ہو اس وقت للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ سے کل ترکہ کا نصف ملے گا اور ان تینوں صورتوں میں بچا ہو مال دوسرے خاص رشتہ داروں کو حسب فرائض دے دیا جائے گا اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر عول کی صورت میں پورا مال ان ہی کو مل جائے گا۔

باغ فدک اور حضرت فاطمہؑ کی میراث: احادیث اور اجماع اہل حق سے ثابت ہے کہ اولاد کی میراث کا حکم انبیاء علیہم السلام کے لئے نہیں ہے۔ نحن معاشر الانبیاء لانورث الخ باغ فدک وغیرہ کی تقسیم صدیق اکبرؑ نے اسی لئے نہیں فرمائی۔ لیکن حدیث پر اگر خبر واحد ہونے کا اندیشہ ہو تو صدیق اکبرؑ نے چونکہ براہ راست آپ ﷺ سے سنا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کے حق میں وہ حدیث قرآن کی طرح قطعی ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث سے تو انبیاء کے مال کا وقف ہونا ثابت ہو اور وقف کی صحت کے لئے خبر واحد کافی ہے۔ البتہ وقف کا ناقابل میراث ہونا بالاجماع ہے۔

والدین کی تین حالتیں اور اولاد بہن بھائی کی تعمیم: آیت میں ماں باپ کی تین صورتیں مذکور ہیں نیز اولاد سے مراد عام ہے لڑکا ہو یا لڑکی، ایک ہو یا زیادہ بیٹا ہو یا پوتہ اسی طرح بھائی بہن سے مراد عام ہے۔ یعنی، علاقائی، اخیافی، ماں باپ کی تیسری صورت میں بھائی بہنوں کی وجہ سے ماں کا حصہ دوسری صورت کے مقابلہ میں کم ہو گیا۔ مگر باپ کی وجہ سے خود بھائی بہنوں کو بھی نہیں ملے گا نیز ان سب مسائل میں ترکہ کی تقسیم، تجہیز و تکفین، قرض کی ادائیگی، تہائی مال میں سے وصیت کی تنفیذ کے بعد ہو سکے گی۔ شرع کے موافق وصیت کی تنفیذ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں سے وارث کو کچھ نہ دیا جائے اور وصیت تہائی مال سے زائد کی نہیں ہونی چاہئے۔ ورنہ وصیت میراث سے مقدم نہیں ہوگی قرض اور وصیت میں قرض مقدم ہوتا ہے لیکن قرآن نے یہ سمجھ کر کہ قرض کو نہ قرض خواہ مرنے دیتے ہیں اور نہ قرض دار، سب ہی اس کی ادائیگی کا لحاظ رکھتے ہیں البتہ وصیت میں تبرع ہونے کی وجہ سے احتمال کوتاہی ہے اس لئے ذکر اس کو مقدم کر دیا تاکہ اس کا اہتمام کیا جائے۔

احکام شرع شرعی مصالح پر مبنی ہیں: لاتسدرون الخ میں احکام شریعت کی حکمت و مصلحت کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اپنی رائے پر اگر مدار تقسیم ترکہ رکھتا تو اس کا معیار دینی یا دنیاوی نفع رسانی کو بناتا۔ لیکن خود اس مدار کے یقین کا چونکہ اس کے پاس کوئی ذریعہ قرار واقعی نہ ہوتا اس لئے اس کا مدار تجویز ٹھہرانا ہی غلط اور بے جا ہو جاتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ واقعی اور صحیح ہے اس لئے

اس کا تجویز فرمودہ طریق بھی واقع کے مطابق ہوگا، انسان دنیاوی لحاظ سے ایک شخص کو اپنے لئے نافع و رخصت گزار سمجھتا ہے لیکن خلاف امید وہ دغا دے جاتا ہے اور جس سے توقع نہیں ہوتی وہ مخلصانہ حق محبت ادا کر دیتا ہے۔ اسی طرح اخروی اعتبار سے ایک شخص سے ایصال ثواب یا شفاعت کی توقع زیادہ ہوتی ہے اس لئے جی چاہتا ہے کہ میراث میں مالی منفعت اس کو زیادہ پہنچ جائے، مگر واقعہ برعکس ہو جاتا ہے غرضکہ احکام میراث کا مدار ہمارے اپنے خود ساختہ منافع اور مضار پر نہیں ہے بلکہ شارع نے اپنے مصالح اور حکم پر رکھا ہے جس کے نہ جاننے کا کسی کو دعویٰ ہے اور نہ بتلانے کا ذمہ۔ جس طرح ایک ماہر معالج یا قابل بیرسٹر کی تقلید محض اس کی حکمت و دانائی پر بھروسہ کر کے کی جاتی ہے اسی طرح شارع علیہ السلام پر کامل اعتماد پوری اطاعت کا متقاضی ہے۔

میراث نہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ہے اور نہ کمیونزم کے موافق:..... جن مدعیان عقل و دانش نے میراث کے خلاف زبان و قلم کو جنبش دی ہے اول تو اہل حق ارباب بصیرت نے خوب طرح ان کے منہ میں لگام دی ہے اور میراث کے بے حد منافع شمار کر کے رکھ دیئے ہیں۔ دوسرے آیت نے اس باب میں ہماری رائے کو مدار کارہی قرار نہیں دیا بلکہ اپنی حکمت و مصلحت پر موقوف رکھا ہے۔

نیز ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مرنے والے کی وصیت کو وراثت اپنے حق میں نقصان دہ نہ سمجھیں کہ ان کا حصہ اس وصیت کی وجہ سے گھٹ گیا ہے اگر وصیت نہ کرتا تو مال زیادہ ہاتھ آتا۔ یہ نفع دنیاوی لحاظ سے معمولی اور سرسری ہے لیکن انہیں کیا معلوم کہ اخروی اعتبار سے اس وصیت میں کس قدر نفع مضمّن ہے۔ اس لئے حقیقت وصیت میں وراثت کو قطعی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے ہاں ابتدائے اسلام میں تدریج کے خیال سے سب کے حصے وصیت کنندہ کی رائے پر تھے۔ لیکن جب احکام میراث مقرر ہو گئے تو رائے اور اختیار بھی اٹھ گیا اور پورے اختیارات خود شارع نے سنبھال لئے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَوَلَدٌ ۚ مِنْكُمْ أَوْ مِنْ غَيْرِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَوَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَالْحَقُّ بِالْوَالِدِ فِي ذَلِكَ وَوَلَدِ الْآبِنِ بِالْأَجْمَاعِ وَلَهُنَّ أَيْ الزَّوْجَاتِ تَعَدُّنَّ أَوْ لَا الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَوَلَدٌ ۗ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَوَلَدٌ مِنْهُنَّ أَوْ مِنْ غَيْرِهِنَّ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَوَلَدِ الْآبِنِ كَالْوَالِدِ فِي ذَلِكَ إِجْمَاعًا وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ صِغَةً وَالْحَبْرُ كَلَلَةٌ أَيْ لَأَوَالِدَهُ وَلَا وَوَلَدٌ أَوْ امْرَأَةٌ تُورَثُ كَلَلَةٌ أَوْ لِّلْمُورُوثِ الْكَلَالَةِ أَخٌ أَوْ أُخْتُ أَيْ مِنْ أُمِّ وَقَرَابِهِ ابْنٌ مَسْعُودٌ وَغَيْرُهُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ مِمَّا تَرَكَ فَإِنْ كَانُوا أَيْ الْإِخْوَةُ وَالْأَخَوَاتُ مِنَ الْأُمِّ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ أَيْ مِنْ وَاحِدٍ فَهُمْ شَرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ يَسْتَوِي فِيهِ ذُكُورُهُمْ وَإِنَّا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ غَيْرِ مُضَارٍّ ۚ حَالٌ مِنْ صَمِيرٍ يُوصَى أَيْ غَيْرِ مُدْحَلٍ الْضَّرَرُ عَلَى الْوَرِثَةِ بِأَنْ يُوصَى بِأَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَوَصِيَّةٌ مَّصْدَرٌ مُؤَكَّدٌ لِيُوصِيَكُمْ مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا دَبَّرَهُ لِخَلْقِهِ مِنَ الْفَرَائِضِ حَلِيمٌ ﴿۱۳﴾ بِتَأخِيرِ الْعُقُوبَةِ عَمَّنْ خَالَفَهُ وَحَصَّتِ السُّنَّةُ تَوْرِيثٌ مِنْ ذِكْرِ بَعْضٍ لَيْسَ فِيهِ مَانِعٌ مِنْ قَتْلِ أَوْ إِخْتِلَافِ دِينِ أَوْ رِقِّ تِلْكَ الْأَحْكَامِ

الْمَذْكُورَةُ مِنْ أَمْرِ الْيَتْمَىٰ وَمَا بَعْدَهُ حُدُودُ اللَّهِ شَرَائِعُهُ الَّتِي حَدَّهَا لِعِبَادِهِ لِيَعْمَلُوا بِهَا وَلَا يَعْتَدُوا بِهَا وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فِيمَا حَكَمَ بِهِ يُدْخِلْهُ بِالْيَأْسِ وَالنُّونِ الْتِفَاتًا جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ بِالْوَجْهِينَ نَارًا خَالِدًا

فِيهَا ۗ وَلَهُ فِيهَا عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۳﴾ ذُو إِهَانَةٍ وَرُوعَىٰ فِي الضَّمَائِرِ فِي الْآيَتَيْنِ لَفْظٌ مِنْ وَفَىٰ خَالِدِينَ مَعْنَاهَا۔

ترجمہ: اور تمہارا حصہ آدھا ہے، تمہاری بیویاں جو کچھ ترکہ میں چھوڑ جائیں اگر ان سے اولاد نہ ہو (نہ تم سے نہ تمہارے غیر سے) اور اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ ان کے ترکہ سے ملے گا۔ مگر یہ تقسیم اس کے بعد ہوگی جو کچھ وصیت کر گئی ہوں اس کی تعمیل ہو جائے یا جو کچھ ان پر قرض ہو ادا کر دیا جائے (اس بارہ میں بیٹے کے حکم میں بالا جماع پوتہ بھی کر دیا گیا ہے) اور ان کے لئے (یعنی بیویوں کا حصہ کئی ہوں یا ایک) چوتھائی ہوگا۔ جو کچھ تم ترکہ چھوڑ جاؤ۔ بشرطیکہ تم سے اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو (خواہ مرنے والی بیویوں سے یا دوسری بیویوں سے) تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہوگا۔ تمہارے ترکہ سے جو کچھ تم وصیت کر جاؤ اس کی تعمیل یا جو کچھ تم پر قرض رہ گیا ہو اس کی ادائیگی کے بعد (پوتہ یہاں بھی بالا جماع بیٹے کے حکم میں ہے) اور اگر کوئی مرد ترکہ چھوڑ جائے (بورٹ صفت ہے اور خبر مکان کی کلالہ ہے) اور وہ کلالہ ہو (یعنی نہ اس کا باپ ہونہ بیٹا) یا ایسی عورت ہو (کہ ترکہ چھوڑ جانے اور کلالہ ہو) اور اس کے لئے (یعنی اس میت موروث کلالہ کے لئے) ایک بھائی یا بہن ہو (یعنی مال میں شریک ہوں۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں یہ لفظ بھی ہے) تو بھائی بہن میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہوگا (ترکہ میں سے) اور اگر (مال میں شریک یہ بھائی بہن) اس (ایک سے) زیادہ ہوں تو پھر ایک تہائی میں سب برابر کے شریک ہوں گے (مرد عورت برابر) لیکن اس وصیت کی تعمیل کے بعد جو میت نے کر دی ہو۔ نیز اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو میت کے ذمہ رہ گیا ہو۔ بشرطیکہ نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ ہو (غیر مضار ترکیب میں حال ہے ضمیر یوصی سے۔ یعنی ورثاء کو نقصان پہنچانے کی نیت نہ ہو۔ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر کے) یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (لفظ وصیہ مفعول مطلق ہے یوصیکم کا) اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں (جو کچھ اپنی مخلوق کے لئے احکام فرمائیں مقرر کر رہے ہیں) بہت بُر دار ہیں (کہ مخالفین کو سزا دینے میں مہلت دیتے رہتے ہیں اور سنت نے مذکورہ لوگوں کی میراث کو خاص کر دیا ہے اس شخص کے ساتھ جس میں قتل یا مذہبی اختلاف یا غلامی کا کوئی مانع موجود نہ ہو) یہ (مذکورہ احکام یتیموں سے متعلق اور اس کے بعد کے) اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیاں ہیں (وہ احکام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے تاکہ وہ ان پر عمل پیرا ہو سکیں اور ان سے تجاوز نہ کر سکیں) جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا (احکام میں) تو اللہ تعالیٰ اس کو داخل کریں گے (یا اور نون کے ساتھ ہے۔ اس میں التفات ہوگا) ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ عظیم الشان کامیابی ہے جو انہیں حاصل ہوگی۔ لیکن جس کسی نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی اور اس کی حد بندیوں سے باہر نکل گیا تو وہ ڈالا جائے گا (اس کی قرأت بھی دونوں طرح سے) عذاب نار میں وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا اور اس کے لئے (اس میں) زسوا کن عذاب ہوگا (تو بین آمیز، ان دونوں آیتوں کی ضمیروں میں تو لفظ من کی رعایت کی گئی ہے مگر خالدین میں معنی کی رعایت ملحوظ رہی ہے)

تحقیق و ترکیب: منہن او من غیرہن بہتر یہ تھا کہ مفسر علام اس کو مقدم کر کے ان لم یکن لکم ولد کے

متصل کر دیتے جیسا کہ اس سے ما قبل ان لم یکن لہن ولد میں کہا ہے و ولد الابن یعنی پوتے اور پوتیاں شوہر کے لئے حاجب نہیں گے نواسے اور نواسیاں حاجب نہیں بنیں گے بقول جعفری۔

کللة دراصل یہ مصدر ہے الکلال بمعنی الاعیاء۔ اس کا اشتقاق کلت الرحم بین فلان و فلان اذا تباعدت القرابة بینہما سے ہے اسی لئے بعید قرابت پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ مفسر علام نے کلالہ کی بہترین تفسیر کی ہے یعنی اوت بنوت جس کے آگے پیچھے کچھ نہ ہو۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ او امرأت اس کے بعد تورت کلالۃ کی تقدیر سے اشارہ ہے کہ یہ کان کے اسم پر معطوف ہے اور صفت اور ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے۔

للمورت اس سے مراد میت ہے مرد ہو یا عورت۔ ثلاثی مجرد سے اس کے لئے ”موروث“ اور مزید سے مورث استعمال کیا جائے گا۔ وقرأ بہ ابن مسعود یعنی ولہ الخ او اخت من ام ابن مسعود، سعد بن وقاص، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی قرأت میں ہے فیہم شرکاء فی الثلث چونکہ ماں کا حصہ ثلث سے زائد نہیں ہے اس لئے ان ”ماں جاؤں“ کو زائد کیسے مل سکتا ہے۔ یہاں لذلک کر مثل حظ الانثیین نہیں ہوگا غیر مضار یہ حال ہے یوصی معروف کے فاعل مذکور سے اور مجہول کی صورت میں فاعل مدلول علیہ سے تہائی مال سے زائد کی وصیت کرنا وراثت کے لئے ضرر رساں ہوگا۔ اس لئے یہ وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ وصیۃ یہ مفعول مطلق ہے اس کا عامل محذوف مان لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ ای وصی بہا وصیۃ من اللہ۔ وصفت السنۃ روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) القاتل لایرث رواہ الترمذی (۲) لایرث المسلم من الکافر و الکافر من المسلم۔ اخرجہ الشیخان

لیعملوها ولا یعتدوها اللہ کی حدود و طرح کی ہیں ایک وہ کہ بالکل ممنوع العمل ہوں جیسے زنا وغیرہ دوسرے وہ کہ جن میں صرف تعدی اور تجاوز عن الحد و دنا جائز ہو۔ جیسے چار عورتوں سے زیادہ نکاح کرنا کہ خود نکاح تو حرام نہیں مگر ایک دم چار عورتوں سے زائد نکاح ممنوع ہے۔ خلدین مراد مکث طویل ہوگا۔ اگر موت علی الاسلام ہوئی ورنہ اپنے حقیقی معنی میں رہے گا۔ جنت کے بیان میں لفظ جمع کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے کہ ایک تو جنت کی نعمتیں پھر اس پر دوستوں کا اجتماع لطف بالائے لطف ہوگا برخلاف جہنم کے۔ وہاں اگر اجتماع ہو تو ”مرگ انبوہ جشنے دازد“ کے لحاظ سے کسی درجہ میں کچھ کلفت کم ہو جائے لیکن غربت اور تنہائی کی وحشت نے جہنم کی تکالیف کی شدت کو اور زیادہ کر دیا۔

رابطہ:..... ان آیات میں زوجین اور کلالہ کے ترکہ کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔

شان نزول:..... حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ شدید بیمار ہوئے۔ آنحضرت ﷺ اور ابو بکرؓ بنی سلمہ میں دونوں ان کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے ان پر کچھ مد ہوشی کی سی کیفیت تھی کہ آنحضرت ﷺ نے وضو فرمایا اور بچے ہوئے پانی کے چھینے ان پر دیئے جس سے ان کو افاقہ ہو گیا اور انہوں نے اپنے ترکہ کے بارہ میں دریافت کیا تو آیت یوصیکم اللہ نازل ہوئی۔ حالانکہ ابتداء رکوع میں اس آیت کا نزول سعید بن الربیع کے قصہ میں بھی معلوم ہو چکا ہے۔ سو ممکن ہے وہاں بیٹوں کے متعلق حکم ہونے کی جہت سے اول حصہ کا نزول ہوا ہو اور آخری حصہ کا نزول کلالہ ہونے کی حیثیت سے جابرؓ کے باب میں ہوا ہو۔

﴿تشریح﴾:..... شوہر اور بیوی سے متعلق دو صورتیں ہیں اولاد ہونے نہ ہونے کے لحاظ سے اور دونوں کو اولاد ہونے کی صورت میں کم اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں زیادہ حصہ ملے گا۔ نیز عورت کا حصہ کم اور مرد کا حصہ زیادہ رہے گا۔ لذلک کر مثل حظ الانثیین کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ ان چاروں صورتوں میں ما بقیہ ترکہ دوسرے وراثت کو ملے گا۔

کلالہ کے احکام اور اخیافی بھائی بہن کی تخصیص کے وجوہ:..... کلالہ یعنی جس کے نہ اصول موجود ہوں اور نہ فروع اس کے جس قدر بھائی بہن اخیافی ہوں ان سب کو تہائی مال میں شریک سمجھا جائے گا۔ مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں ہوگی سب کا

یکساں برابر حصہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور باقی ترکہ دوسرے ورثاء کو دیا جائے گا۔ لیکن اگر دوسرا وارث کوئی نہیں تو پھر ان ہی پر عمل آئے گا۔ بھائی بہنوں میں اخیانی کی قید ابن مسعود وغیرہ کی قرأت سے معلوم ہو رہی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے خود آنحضرت ﷺ سے بطور تفسیر یہ قید سنی ہوگی۔ نیز اس پر اجماع امت بھی ہے، علاوہ ازیں ان کو تہائی اور چھٹے حصہ کا مستحق سمجھا جا رہا ہے اور یہی دونوں حصے پہلے ماں کے بھی گزر چکے ہیں۔ یہ بات بھی اس کا قرینہ ہے کہ یہاں اخیانی بھائی بہن مراد ہیں رہے عینی یا علانی بھائی بہن ان کا حکم بالاتفاق قطعی طور پر اس سورت کے ختم پر آئے گا۔ یہ بھی قرینہ مرچہ ہے کہ یہاں اس کے علاوہ معنی مراد ہیں۔ البتہ تہائی اور چھٹے حصہ کے قرینہ کی وجہ سے یہاں ”من الام“ کی قید اور ختم سورت پر لڈ کر مثل حظ الانثیین کے قرینہ سے من الاب یا من الابوین کی قید نہیں لگائی گئی ہے کیونکہ اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ عصبہ بنفسہ یا عصبہ بغیرہ بننے کی جس میں صلاحیت ہو وہاں اس کا تذکرہ مقصود ہے اور وہ عینی یا علانی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ اخیانی تو کبھی عصبہ نہیں ہوتا۔ امام صاحب کے نزدیک اصول میں باپ کی طرح دادا بھی داخل ہے یعنی دونوں جگہ کی وجہ سے بہن بھائیوں کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ صحابہ اور علماء میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔

معتزلہ کے لئے اس آیت سے استدلال مفید نہیں ہے: آیت ومن یطع الله اور ومن یعص الله میں صرف مؤمن کامل اور کامل نافرمان یعنی کافر کا تذکرہ ہے۔ اس لئے معتزلہ کے احتجاج کے لئے یہ آیت مفید نہیں ہے۔ رہی بیچ کی قسم جو نہ کامل فرمانبردار اور نہ مکمل نافرمان۔ بلکہ ایمانیات میں فرمانبردار ہو اور عملیات میں نافرمان۔ یا کہا جائے کہ اعتقاداً مطیع ہو اور عملاً قصور وار، خطا کار، اس کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسری آیات میں اس کا حکم بین بین موجود ہے جو اس کی بین بین حالت کے مناسب ہے۔ یعنی اس کو اچھائی کا ثواب اور برائی کا عذاب ہونا چاہئے۔ اب رہا یہ کہ پہلے کون ہو؟ عقلاً دونوں احتمال ہیں لیکن شرعاً اصل ایمان کی وجہ سے اخیر میں نجات کا یقین ہے اسی طرح یہ احتمال عقلی بھی باطل ہے کہ کوئی اگر صرف عمل صالح کرے بلا اعتقاد کے تو اس کا حکم کیا ہونا چاہئے؟ کیونکہ عمل صالح کے لئے اعتقاد شرط ہے۔ تا وقتیکہ عقیدہ نہیں ہوگا عمل کا تحقق ممکن ہی نہیں اس لئے جزاء میں بھی یہ صورت واقع نہیں ہوگی کہ اول ثواب مل جائے پھر عذاب ہوتا رہے۔

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ الزَّانَا مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ أَوْ مِنْ رِجَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ شَهِدُوا عَلَيْهِنَّ بِهَا فَاْمَسْكُوهُنَّ اِحْبَسُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ وَامْنَعُوهُنَّ مِنْ مُخَالَطَةِ النَّاسِ حَتَّى يَتَوَفَّهِنَّ الْمَوْتُ أَوْ إِلَىٰ أَوْ إِلَىٰ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿۱۵﴾ طَرِيقًا إِلَى الْخُرُوجِ مِنْهَا امْرُؤًا بِذَلِكَ أَوَّلَ الْإِسْلَامِ ثُمَّ جَعَلَ لَهُنَّ سَبِيلًا بِجِلْدِ الْبَكْرِ مِائَةً وَتَغْرِيبِهَا عَامًا وَرَجْمِ الْمُحْصَنَةِ وَفِي الْحَدِيثِ لَمَّا بَيَّنَّ الْحَدُّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالذَّنُّ بِتَخْفِيفِ النُّونِ وَتَشْدِيدِهَا يَأْتِيَنَّهَا أَيِ الْفَاحِشَةِ الزَّانَا أَوْ اللَّوَاطَةِ مِنْكُمْ أَوْ مِنْ الرِّجَالِ فَادُّوهُمَا بِالسَّبِّ وَالضَّرْبِ بِالنَّعَالِ فَإِنْ تَابَا مِنْهَا وَأَصْلَحَا الْعَمَلَ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا وَلَا تُؤْذُوهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا عَلِيًّا مَنْ تَابَ رَحِيمًا ﴿۱۶﴾ بِهِ وَهَذَا مَنْسُوخٌ بِالْحَدِّ إِنْ أُرِيدَ بِهِ الزَّانَا وَكَذَا إِنْ أُرِيدَ بِهَا اللَّوَاطَةُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَكِنَّ الْمَفْعُولَ بِهِ لَا يُرْجَمُ عِنْدَهُ وَإِنْ كَانَ مُحْصَنًا بَلَّ يُجْلَدُ وَيُغْرَبُ وَارَادَةُ اللَّوَاطَةِ أَظْهَرَ بِدَلِيلِ تَثْنِيَةِ الضَّمِيرِ وَالْأَوَّلُ قَالَ

أَرَادَ الرَّائِي وَالرَّائِيَةَ وَيُرُدُّ تَبَيُّنَهَا بِمَنْ الْمُتَّصِلَةَ بِضَمِيرِ الرَّجَالِ وَاشْتَرَا كِهَمَا فِي الْأَذَى وَالتَّوْبَةَ وَالْإِعْرَاضِ
 وَهُوَ مَخْصُوصٌ بِالرَّجَالِ لِمَاتَّقَدَّمَ فِي النِّسَاءِ مِنَ الْحَبْسِ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ أَيِ الَّتِي كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ
 قُبُولَهَا بِفَضْلِهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشُّوَاءَ الْمَعْصِيَةَ بِجَهَالَةٍ حَالٍ أَيِ جَاهِلِينَ إِذَا عَصَوْا رَبَّهُمْ ثُمَّ يَتُوبُونَ
 مِنْ زَمَنِ قَرِيبٍ قَبْلَ أَنْ يُغْرَعُوا فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ^ط يَقْبَلُ تَوْبَتَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا بِحَلَقِهِ
 حَكِيمًا ﴿۱۷﴾ فِي صُنْعِهِ بِهِمْ وَلَيْسَتْ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السِّيَّاتِ ^ع الذُّنُوبِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ
 أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ وَأَخَذَ فِي النَّزْعِ قَالَ عِنْدَ مُشَاهَدَةِ مَا هُوَ فِيهِ إِنِّي تُبْتُ الَّتِي فَلَا يَنْفَعُهُ ذَلِكَ وَلَا يَقْبَلُ مِنْهُ
 وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ^ط إِذَا تَابُوا فِي الْأَجْرَةِ عِنْدَ مُعَايِنَةِ الْعَذَابِ لَا يَقْبَلُ مِنْهُمْ أُولَئِكَ أَعْتَدْنَا
 أَعْدَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۸﴾ مَوْلِمًا

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بد چلنی (زنا) کی مرتکب ہوں تو ان پر گواہ کر لو اپنے چار آدمیوں میں سے
 (یعنی چار مسلمان مرد) اگر چار آدمی گواہی دے دیں (ان عورتوں کے خلاف زنا کی) تو پھر ایسی عورتوں کو گھروں میں بند (محسوس) رکھو
 (اور لوگوں سے ملنے رلنے سے روک دو) یہاں تک کہ موت (ملائکہ موت) ان کا خاتمہ کر دے یا (او بمعنی الی ان) اللہ تعالیٰ ان کے
 لئے کوئی در (راہ پیدا فرمادیں) جو اس سے نکلنے کی ہو یہ حکم ابتداء اسلام میں دیا گیا تھا بعد میں ان کے لئے باکرہ کو سو کوڑے مارنے اور
 ایک سال کے لئے جلا وطن کرنے اور محضہ کو سنگ سار کرنے کی راہ نکال دی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حد
 بیان فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ مضبوطی سے اس کو تھام لو، عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے موعود راہ نکال دی ہے رواہ مسلم) اور جو نئے دو شخص
 (تخفیف نون اور تشدید نون کے ساتھ ہے) بد چلنی کے مرتکب ہوں (یعنی وہ فاحشہ خواہ زنا ہو یا لواطت) تم میں سے (یعنی تمہارے
 مردوں میں سے) تو ان دونوں کو اذیت پہنچانی چاہئے (سخت کلامی اور جوتہ کاری سے) پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں (اس بد فعلی سے) اور
 اصلاح (عمل بھی) کر لیں تو انہیں چھوڑ دو (ان کی پٹائی موقوف کر دو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے ہی توبہ قبول فرمانے والے ہیں (جو شخص
 تائب ہو جائے) اور (اس پر) رحم کرنے والے ہیں (فاحشہ سے مراد اگر زنا ہو تو یہ حکم حد زنا سے منسوخ ہے۔ علی ہذا امام شافعی کی رائے پر
 اگر غلام مراد لیا جائے تب بھی حد زنا سے منسوخ ہے البتہ ان کے نزدیک فاعل پر رحم کیا جائے گا۔ مفعول بہ پر اگر چہ محسن ہو رحم
 نہیں آئے گا۔ بلکہ کوڑوں اور جلا وطنی کی سزا دی جائے گی۔ بہ نسبت زنا کے لواطت کے معنی زیادہ مناسب رہیں گے۔ کیونکہ والسین
 الخ میں سب ضمیریں تشبیہ کی استعمال کی گئی ہیں اگر اول معنی کے قائل کہتے ہیں کہ ضمیر تشبیہ سے مراد زانی اور زانیہ ہیں۔ لیکن دوسری توجیہ
 کرنے والے اس کی تردید من بیانہ سے کرتے ہیں۔ جو ضمیر رجال پر داخل ہے۔ پھر ان دونوں کی اذیت اور توبہ و اعراض میں شرکت
 بھی ہے حالانکہ یہ تینوں چیزیں مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں عورتوں کے بارہ میں تو جس کی سزا کا تذکرہ ابھی گذر چکا ہے) البتہ توبہ کی
 قبولیت اللہ تعالیٰ کے حضور (یعنی انہوں نے جواز روئے فضل و کرم خود لازم قرار دی ہے) وہ ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو برائی (گناہ)
 کی کوئی بات نادانی میں کر لیتے ہیں (یہ حال ہے یعنی بے خبری کی حالت میں کیونکہ اگر اپنے پروردگار کی وہ نافرمانی کر بیٹھتے ہیں) پھر فوراً
 ہی توبہ کر لیتے ہیں (قریب زمانہ میں غرغہ کی حالت سے پیشتر) پس ایسے ہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ان پر لوٹ آتے ہیں (توبہ قبول
 فرمالتے ہیں) اور وہ یقیناً سب کچھ جاننے والے ہیں (اپنی مخلوق کو) اور حکمت رکھنے والے ہیں (ان کے ساتھ کارگزاری میں) لیکن ان

لوگوں کی توبہ تو بہ نہیں ہے جو بُرائیاں (گناہ) برابر کرتے رہے لیکن جب ان میں سے کسی کے آگے موت آکھڑی ہوگی (اور نزع شروع ہو گیا) تو کہنے لگا (ان حالات پیش آمدہ کا مشاہدہ کر کے) اب میری توبہ نہ یہ اس کے لئے نافع ہوگی اور نہ قبول کی جائے گی (اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی تو بہ نہیں ہے جو دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں) (آخرت میں معائنہ عذاب کے وقت اگر وہ توبہ کر بھی لیں تب بھی وہ توبہ قبول کہاں ہوگی) ان تمام لوگوں کے لئے ہم نے تیار کر رکھا ہے تکلیف دہ یا سخت ترین عذاب (السم بمعنی مؤلمہ یا مؤلمہ)

تحقیق و ترکیب:..... ای صلاۃ اشارہ ہے حذف مضاف کی طرف اور اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ توفی کے معنی بھی موت کے ہیں اس کی اضافت موت کی طرف اضافۃ الئی الی نفسہ ہوگی۔ لیکن تقدیر مضاف کے بعد یہ اشکال باقی نہیں رہتا۔ ای الزنا واللواطہ اول قول جمہور کا ہے اور مجاہد سے لواطت کے معنی منقول ہیں۔ ابو مسلم بھی اس کے قائل ہیں نیز بعض علماء سورۃ نور کی آیت حد زنا سے اس سزا کی منسوخیت کے قائل ہوئے ہیں لیکن ابوسلیمان خطابی منسوخ نہیں مانتے ان کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت مجمل ہے اور اس سبیل کا بیان حدیث واقع ہو رہی ہے۔ بل بجلد امام شافعیؒ کے نزدیک مفعول کے لئے کوڑوں اور جلا وطنی کی سزا پر اکتفاء کیا جائے گا لیکن امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک دونوں کو رجم کیا جائے گا خواہ محسن ہوں یا غیر محسن۔

والاول یعنی قائلین لواطہ نے جو تثنیہ سے اپنی رائے پر استدلال کیا تھا اس کا جواب قائلین زنا یہ دیتے ہیں کہ تثنیہ زانی اور زانیہ کے لحاظ سے ہے۔ لیکن یہ بات کہ صرف ”منکم“ کہا گیا ہے ”منکم و منهن“ نہیں کہا گیا۔ یہ دلیل تو دوسرے قائلین کے حق میں جاری ہے نیز ان دونوں کا اشتراک اذیت توبہ، اعراض میں یہ دلیل بھی ان ہی کے حق میں جاری ہے کیونکہ اگر زنا مراد ہوتی تو عورت کے لئے یہ سزائیں نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے لئے جس کی سزا دی گئی ہے اور حسن کی رائے یہ ہے کہ دوسری آیت جس میں اذیت کا بیان ہے مقدم ہے اور پہلی آیت جس میں جس کا بیان ہے نزولاً مؤخر ہے۔

علی اللہ گناہ کے بعد توبہ کا ذکر بہت مناسب ہے۔ نیز یہ وجوب اللہ تعالیٰ پر محض تفضلاً ہے۔ معتزلہ کے خیال کے مطابق وجوب مراد نہیں ہے اور لفظ علی تحقیق و تثبیت کے لئے مستعمل ہے۔ بجہالہ صحابہ کا اجماع ہے کہ اللہ کی نافرمانی عداً ہو یا خطأً وہ جہالت ہی سے ہوئی ہے کیونکہ گناہ کا ارتکاب علم کا مقتضی نہیں ہوتا۔ جہالت ہی سے ناشی ہوتا ہے خواہ رسمی علم موجود ہو۔ ثم یتوبون لفظ ثم سے تعبیر کرنے میں عفو و رحمت کی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ من قریب من تبعیضہ ہے یعنی گناہ اور توبہ کے درمیان بہت تھوڑا زمانہ گزرتا ہے کہ فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ یتوب اللہ یہ ایفاء و عہدہ ہے اور اولاً و عہدہ تھا۔ اس لئے تکرار نہیں ہوا۔

السیئات جمع لان تمام انواع کے ارادہ سے نہیں ہے بلکہ تکرار وقوع کے لحاظ سے ہے۔ خواہ حقیقی ہو یا حکمی، یعنی گناہ پر اصرار کرنا۔

رابط و شان نزول:..... اسلام سے پہلے جس طرح یتامی اور میراث کے سلسلہ میں بہت سی زیادتیاں ہو رہی تھیں۔ اسی طرح عورتوں کے معاملات میں بھی طرح طرح کی کوتاہیاں اور بے اعتدالیاں پائی جاتی تھیں ان کو ایذا میں دی جاتی تھیں جگ کیا جاتا تھا محرمات سے نکاح کر لیتے تھے۔ ان آیات میں ان معاملات کا اصلاحی بیان ہے۔ البتہ خطأً و قصور پر تثنیہ و تادیب کی اجازت ہے۔ چنانچہ تادیب سے یہ مضمون شروع ہو کر ”الرجال قوامون“ تک چلا گیا اور پھر تادیب ہی پر ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ آٹھواں حکم ہے۔

﴿تشریح﴾:..... زانی کی تعیم اور سزائے زنا کی تعین:..... آیت میں زانی سے مراد عام ہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، مرد ہو یا عورت، چاروں کی تادیب کی اجازت دی گئی ہے۔ اگرچہ ذکر میں کتھا عورت کی تخصیص کی گئی ہے۔ تاہم حاکم وقت کی رائے پر تعزیر پر محمول ہوگی۔ زبان سے ہاتھ سے جس طرح بھی مناسب ہو زجر و توبیح کرے بعد میں اس سزا کی تعین کر دی گئی۔ جس کو آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ غیر شادی شدہ کے لئے سوگڑے اور شادی شدہ کیلئے سنگساری۔ مفسر علام نے ایک سال کی جلاوطنی کو شافعی مذہب کی رعایت سے ذکر کیا ہے۔ جس کا جواب احناف کی طرف سے کتب اصول میں یہ دیا گیا ہے کہ یہ زیادتی علی کتاب اللہ ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ رہا حدیث کا معاملہ ممکن ہے کہ تعزیر مراد ہو جو سیاستاً حاکم وقت کی رائے پر محمول ہوتی ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے نزدیک حکام کے علاوہ دوسروں کو ان سزاؤں کے اجراء کا حق نہیں ہوتا۔ آیت فاستشهدوا اس کا قرینہ ہے کیونکہ گواہوں کی ضرورت حاکم کے پاس مرافعہ لے جانے ہی میں ہو سکتی ہے ورنہ خود خاوند کو گواہ بنانے کی کیا حاجت؟ اور شوہر کے لئے بیوی کو گھر میں روکنے کا حق فی نفسہ بھی ہے۔ لیکن وہ سیاستاً نہیں ہوتا۔ اب بطور تعزیر و سیاست کے ہے اس لئے سزا ہوگئی اور توبہ کے بعد تعرض نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ملامت نہ کرو توبہ کے بعد سزا نہ دینا مراد نہیں اور نہ وہ توبہ کے منافی ہے۔ بلکہ جیسا ہوا عادیہ جرم کے بعد دوبارہ سزا کا استحقاق حاصل ہے۔ اسی طرح توبہ کے بعد بھی حق سزا ہے بخلاف غیر تائب کے اس کو سزا بھی ہوگی اور ملامت بھی۔ لفظ منکم سے خطاب جن حضرات صحابہ کو کیا گیا ہے ان کی خصوصیات پر نظر کرتے ہوئے فقہاء نے زنا کو چار گواہوں میں مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد مرد ہونا شرط قرار دیا ہے۔ یعملون السینات میں برابر گناہ کرنے سے مراد عام ہے خواہ گناہ کو بار بار کیا جائے یا ایک ہی گناہ پر اصرار ہو کہ وہ بھی بار بار کے حکم میں ہے۔

تحقیق انیق: نیز موت کے قریب دو قسم کی حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک یاس کی حالت کہ زندگی سے ناامیدی ہو جائے، مگر برزخی احوال شروع نہ ہوئے ہوں۔ اس حالت میں ایمان لانا یا توبہ کرنا مقبول و معتبر ہوتے ہیں۔ دوسری حالت یاس کی ہوتی ہے کہ مایوسی سے بڑھ کر آگے کے احوال بھی نظر آنے لگیں اور غرغره شروع ہو جائے۔ محققین کے نزدیک اس حال کا ایمان و توبہ دونوں نامقبول ہیں۔ بجهالة کی قید احترامی نہیں بلکہ قید واقعی ہے کہ گناہ ہمیشہ حماقت ہی سے ہوتا ہے جس کو اپنے سوز و زیاں ہی کی خبر نہیں۔ اس سے بڑھ کر بے وقوف اور کون ہوگا؟ سوء اور سینات سے ہر قسم کی بد عملی مراد ہے۔ کفر بھی اس میں داخل ہو جائے گا قبولیت و عدم قبولیت ایمان اگرچہ قانون کلی کے طریقہ پر معلوم ہوگئی تھی لیکن کفار کی جانب سے توبہ میں لاپرواہی اور دیر کی مزید برائی واضح کرنے کے لئے پھر صراحتاً کفار کے ایمان بحالت یاس کا غیر نافع ہونا ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اور قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مغفرت کا وعدہ نہیں یوں وہ اگر کسی پر فضل کرنا چاہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے؟ آیت ولا الذین الخ کی رو سے جو شخص حالت کفر میں مر جائے اور کفری حالت کے ہوتے ہوئے کسی گناہ سے توبہ کرنا چاہے تو شرط قبولیت ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اس کی توبہ بھی مقبول نہیں ہے۔

لطف آیت: فان تابا واصلح الخ سے معلوم ہوا کہ توبہ و اصلاح کے بعد ظن و تشنیع نہیں ہونی چاہئے کہ یہ بھی ایذا میں داخل ہے بلکہ بعض دفعہ شرور کا دروازہ کھلنے کا باعث ہو جاتا ہے۔

انما التوبة الخ سے معلوم ہوا کہ جو کام عاقل کی شایان شان نہ ہو اس کو جہالت سے تعبیر کرنا گو وہ علم و عمل کے باوجود ہوا ہو دلیل ہے۔ صوفیاء کی اس تفسیر کی جو وہ یقین کے معنی کی تعبیر اعتقاد و جازم واقع کے مطابق مع غلبہ حال کرتے ہیں کیونکہ اس کے نہ ہونے کو قرآن کریم میں جہالت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ أَيْ ذَاتَهُنَّ كَرِهًا بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ لُغْتَانِ أَيْ مُكْرِهِيهِنَّ عَلَى ذَلِكَ كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَرِثُونَ نِسَاءَ أَقْرَابَائِهِمْ فَإِنْ شَاءَ وَاتَّزَوْجُوها بِلا صَدَاقٍ أَوْ زَوْجُوها وَأَخَذُوا صَدَاقِها أَوْ عَضَلُوها حَتَّى تَفْتَدِيَ بِمَا وَرِثْتَهُ أَوْ تَمُوتَ فَيَرِثُوها فَهُنَّ عَنْ ذَلِكَ وَلَا أَنْ تَعْضَلُوهُنَّ أَيْ تَمْنَعُوا أَزْوَاجَكُمْ عَنْ نِكَاحٍ غَيْرِكُمْ بِأَمْسَاكِهِنَّ وَلَا رَغْبَةً لَكُمْ فِيهِنَّ ضِرَارًا لِتَذْهَبُوا

برحال کے ہے اور اس میں استفہام تویح کے لئے ہے لیکن اگلے جملہ میں استفہام انکاری ہوگا) اور پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم اسے واپس لے لو (یعنی کس طریقہ سے آخر لے سکتے ہو) حالانکہ ملاقات (وصول) کر چکے تم میں سے ایک دوسرے کے ساتھ خاوند بیوی کے طریقہ پر (جماع کر کے جو مہر لازم کر چکا ہے) اور تمہاری بیویاں تم سے قول و قرار (عہد) پکا (مضبوط) لے چکی ہیں (یعنی اس خدائی حکم کے ماتحت کہ بیویوں کو یا حسن سلوک کے ساتھ اپنے پاس رکھو ورنہ خوبصورتی کے ساتھ آزاد کر دو) اور ان عورتوں کو نکاح میں نہ لاؤ (ما بمعنی من) ہے جنہیں تمہارے باپ نکاح میں لائے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا (تمہارا وہ فعل معاف ہے) یہ (ان عورتوں سے نکاح کرنا) بڑی ہی بے حیائی کی (بُری) بات تھی اور نہایت مکروہ و مردود بات تھی (جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہے یعنی سخت غصہ کا) اور بہت ہی برا دستور (طریقہ) تھا (یہ)۔

تحقیق و ترکیب: النساء یہ مفعول ثانی ترثوا کا یعنی وہ عورتیں موروثات بنیں اور یا ترثوا مفعول اول ہے یعنی ان کا مال بطریق میراث لو۔ یعنی عورتوں سے میراث لو۔ یہ بات تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ مفسر علام نے ذاتھن نکال کر اشارہ کر دیا کہ میراث مالی کی ممانعت مقصود نہیں۔ بلکہ خود عورتوں کی ذوات پر قبضہ کر لینا مراد ہے جو جاہلیت کا دستور تھا۔ کسرا اشارہ اس طرف ہے کہ ضمیر ترثوا سے حال ہونے کی وجہ سے منسوب ہے اور صاحب کشاف نے النساء سے حال بنایا ہے۔ ای کسرا ہات پھرا گئے مفسر لفظ مکرہین سے اشارہ کرتے ہیں کہ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے ولا تعضلو اس کا عطف ان ترثوا پر ہے اور لا کا اعادہ تاکیدا کیا گیا ہے۔ یہ خطاب ان مردوں کو ہے جو اپنی عورتوں کو تنگ کرتے اور ان سے روپیہ وصول کرنے کے لئے دوسری جگہ بھی شادی نہ کرنے دیتے۔ تمنعوا ازواجکم کہہ کر مفسر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ضمیر بطور استخدا ام نساء کی طرف راجع ہے۔ صریح لفظ نساء سے مراد دوسروں کی عورتیں اور ضمیر سے مراد خود تمہاری بیویاں ہیں۔ عضل کے معنی دراصل جس اور روکنے کے آتے ہیں عضلت المرأة بولدھا بولتے ہیں جبکہ رحم تنگ ہو جائے کہ بچہ کا بعض حصہ باہر نکل آیا اور بعض حصہ برآمد نہیں ہو سکا۔

من المہر اس میں اشارہ ہے کہ لا تعضلوہن کا خطاب شوہروں کو ہے اگرچہ آیت میں خطاب وراثت کو ہو رہا ہے اس پر تفتازانی نے مطول میں اعتراض کیا ہے کہ ایک ہی کلام میں دو شخصوں کو مخاطب بنانا صحیح نہیں ہوتا تا وقتیکہ وراثت کا اعادہ نہ کیا جائے اس لئے قم یا زید واقعد یا عمرو تو کہنا صحیح ہے مگر قم واقعد زید و عمرو کہنا صحیح نہیں ہے جواب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو مخاطب واحد کے حکم میں قرار دے لیا گیا ہے یا کہا جائے کہ یہاں بھی خطاب وراثت ہی کو ہے۔

الا ان یاتین یہ استثناء اعم احوال و اوقات سے ہے یا اعم علل سے یعنی لا یحل لکم عضلھن فی وقت اولعلة الا فی حال وقت اولاجل اتیانھن بہا الخ فاصبروا۔ اشارہ ہے جزائے مقدر کی طرف اور فعسی الخ وال برجزاء ہے۔ قنطاراً یعنی مال کثیر۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا لا تغالوا بصدقات النساء ایک عورت بر جستہ بولی کہ ہم آپ کے فرمان کا اتباع کریں یا اللہ تعالیٰ کے حکم و اتیم احدیمن قنطاراً کا۔ حضرت عمرؓ جواب ہو گئے اور فرمایا تزوجوا علی ما شئتم۔ بہتان اس کی تفسیر مجازاً ظلم کے ساتھ کی گئی ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ وقد افضی یہ آیت حنفیہ کے لئے خلوت صحیحہ کے موکد مہر ہونے پر حجت ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ نے خلوت ہی کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے کیونکہ وصول بمعنی اللغوی وصول خاص پر موقوف نہیں ہے۔ اس لئے کہ عام خاص کے لئے مستلزم نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کی روایت سے مفسر جماع کے ساتھ تفسیر کر رہے ہیں و اخذن اخذ کی اسناد عورتوں کی طرف مجاز عقلی ہے ورنہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ آخذ ہیں۔ لاتنکحو اس صورت کو آئندہ محرّمات کے ذیل میں داخل کرنے کی بجائے علیحدہ بیان کرنے کی وجہ سے مبالغہ فی الزجر ہے۔ ما بمعنی من یہ توجیہ تفتازانی کی اختیار کردہ ہے اور بعض کی رائے ہے کہ

عورتیں ناقص العقل ہونے کی وجہ سے غیر ذوی العقول کے درجہ میں شمار کی گئی ہیں یا مراد اس سے صفت ہے۔ الا معنی لکن چونکہ مستقبل سے ماضی متشبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مفسر نے استثناء منقطع پر محمول کر لیا ہے۔ دوسری صورت استثناء متصل کی ہے اس وقت دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ نکاح کو وطی پر محمول کر لیا جائے یعنی باپ کی موطوہ سے وطی حرام ہے دوسرے معنی یہ ہوں کہ لاتنکحوا مثل نکاح ابائکم فی الجاہلیۃ الا ما قد سلف منکم۔ المقت بمعنی البغض۔ مصدر بمعنی المقوت مبالغہ کے لئے۔

ساء یہ قائم مقام بنس کے ہے اس میں ضمیر ہے جس کی تفسیر ما بعد ہے اور سبباً تمیز اور مخصوص بالمذمت محذوف ہے یعنی ذلک اور یہ بھی ممکن ہے کہ ساد کی ضمیر ما قبل کی طرف راجع ہو اور سبباً تمیز منقول عن الفاعل ہو ای ساء سبباً گویا وحسن اولئک رفیقاً کی طرح ہے۔

رابط:..... یہاں سے عورتوں کے باب میں پرانی کوتاہیوں کا سدباب ہے۔ مثلاً ایہا الذین الخ میں بطور میراث عورتوں پر قبضہ جمالینا، یا بیویوں کے حقوق غضب کر لینا یا آیت وان اردتم میں بغیر نافرمانی عورتوں سے مہر واپس لے لینا ہے۔ یہ نواں حکم ہے۔ آیت ولاتنکحوا میں نکاح مقت کی ممانعت، غرضکہ مختلف معاشرتی مظالم سے روکا جا رہا ہے۔ یہ دسواں حکم ہے۔

شہان نزول:..... ابن عباس سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی مرد مر جاتا اور اس کی جوان بیوی رہ جاتی تو اس پر رشتہ داروں میں سے کوئی کپڑا ڈال دیتا اور خوبصورت ہونے کی صورت میں خود اس سے شادی کر لیتا اور بد شکل ہونے کی صورت میں اس کو مجبوس رکھا جاتا تاکہ وہ مر جاتی اور اس کی میراث پر یہ قرابت دار قبضہ کر لیتا۔ نیز بخاری اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو اس کے عزیز عورت کے رشتہ داروں کی نسبت نکاح اور عدم نکاح کے زیادہ حقدار سمجھے جاتے اس کی اصلاح کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اور عکرمہ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت کبشہ بنت معن بن عاصم اوسی انصاری کے بارہ میں نازل ہوئی کہ ان کے شوہر ابو قیس بن اسلت کا انتقال ہو گیا ان کے صاحبزادہ نے حسب دستور ان پر چادر ڈال دی۔ لیکن بعد میں نہ خود حقوق زوجیت ادا کئے اور نہ دوسرے سے شادی کرنے دی۔ جس کی شکایت کبشہ نے آنحضرت ﷺ سے کی آپ ﷺ نے وحی کے انتظار کا مشورہ دیا یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح ابن عباس کی روایت ہے کہ مرد جب اپنی بیوی کو ناپسند کرتے تو مہر کو معاف کرانے یا اس سے کچھ مال وصول کرنے کے لئے اس کو تنگ کیا کرتے۔ ولاتعضلوہن سے اس کی بندش کی جا رہی ہے محمد بن کعب سے مروی ہے کہ جب کسی شوہر کا انتقال ہو جاتا تھا تو اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے..... نکاح کرنے کا زیادہ حقدار سمجھا جاتا۔ اس کی اصلاح کے لئے آیت ولا تنکحوا الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... عورتوں کی جان و مال پر قبضہ:..... حاصل آیت لایحل لکم ان ترثوا النساء یہ ہے کہ جبراً نہ عورتوں کی جانوں پر قبضہ کر سکتے ہو اور نہ مال پر قبضہ کی اجازت۔ مالی قبضہ کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) عورت کے حق میراث پر خود قبضہ کر لیا جائے، (۲) عورت کو دوسری جگہ نکاح نہ کرنے دیا جائے، تاکہ وہ مال از خود نہ دے دے یا اس کے مرنے پر زبردستی قبضہ نہ کر لیا جائے۔ (۳) شوہر بلا وجہ عورت کو مجبور کر کے مال لے لے اور پھر اس کو چھوڑے۔ ان میں سے پہلی اور تیسری صورت میں اگر مال عورت نے خوشدلی سے دیا ہے تو بے تکلف حلال ہوگا البتہ دوسری صورت میں زبردستی کا تعلق دراصل نکاح سے ہے۔ جس کی غرض مال وصول کرنا تھی، اس لئے لفظوں میں اس سے متعلق کر دیا ہاں اگر خود بھی نکاح پر تیار اور رضا مند نہیں ہے تو پھر اس صورت میں بھی گناہ نہیں بلکہ جواز رہے گا۔ البتہ اگر مرنے والے کی عورت پر زبردستی قبضہ کی صورت ہے تو

اس میں جبراً کی قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا ہی ہوتا تھا چنانچہ اگر عورت رضا مند بھی ہو تب بھی اس کی ذات میراث نہیں بن سکتی۔

عضل کی صورتیں اور احکام:..... علی ہذا ولا تعضلو ہن میں بھی تین صورتیں داخل ہیں۔ (۱) میت کی بیوی کو وارث نکاح سے روک دے تاکہ اس سے کچھ وصول ہو سکے۔ (۲) خود شوہر بیوی سے کچھ لے کر چھوڑ دے۔ (۳) طلاق دینے کے باوجود شوہر کچھ وصول کرنے کے لئے دوسری جگہ عورت کو نکاح نہ کرنے دے۔ ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت اوپر کی دوسری صورت کا ایک حصہ ہے اور دوسری صورت بعینہ اوپر کی تیسری صورت ہے البتہ یہاں کی تیسری صورت اور اوپر کی اول صورت علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اسی طرح الا ان یاتین میں بھی تین صورتیں ہیں۔ (۱) فاحشہ سے مراد شوہر کی نافرمانی اور اس کے ساتھ بد خلقی سے عورت کا پیش آنا لیا جائے۔ (۲) فاحشہ سے مراد زنا ہو۔ اس پر خاوند بطور جرمانہ اپنا دیا ہوا مہر واپس لے لے اور عورت کو نکال دے۔ (۳) فاحشہ سے مراد زنا ہو۔ اس پر بطور سزا عورت کو گھر میں محبوس کر دیا جائے، پہلی صورت میں شوہر کو خلع کی اجازت ہے لیکن بدل خلع دیئے ہوئے مہر سے زیادہ نہ ہو۔ دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ایسا کرنے کی اجازت تھی لیکن اب یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا گویا ان دونوں صورتوں میں مال لینے کی اجازت ہے۔ تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں اسے مقید رکھنے کی اجازت تھی اب یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ وصولی مال کی غرض سے یہ جس نہیں بلکہ بطور سزا کے ہوگا۔ حاصل یہ کہ استثناء مطلق عضل سے ہوگا۔

پرانی بیوی کے ساتھ غلط کاروائی کر کے نئی شادی رچانا:..... آیت وان اردتم الخ میں ایک خاص ظلم کی اصلاح کی جا رہی ہے یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ جن صورتوں میں عورت قصور وار ہو تو اس سے مال لے کر اس کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ بدل خلع مہر سے زیادہ نہ ہو۔ اس میں ہوتا یہ رہا ہے کہ اگر شوہر کی پہلی بیوی سے رغبت نہیں رہی اور وہ نئی بیوی سے شادی رچانا چاہتا تو اس کے لئے جواز کا بہانہ اس حیلہ سے نکالتا کہ پرانی بیوی سے مال وصول کرنے کے لئے اس پر تہمت قائم کرتا یا ویسے ہی پریشان کرتا رہتا اور پھر اس وصول شدہ رقم سے نئی شادی رچالیتا۔ یہ بہتان طرازی کبھی تو صراحتاً ہوتی اور کبھی زبردستی مال وصول کر کے دلائل ہوتی کہ دوسروں کی نظروں میں اس کو نافرمان اور ذہنوں میں بدکار قرار دینا ہوتا۔ عورت کی رضامندی کی صورت میں تو مال کا وصول کرنا ظلم ہے ہی لیکن بطیب خاطر عورت کی طرف سے مہر کی صورت میں بھی ظلم ہی رہے گا۔ کیونکہ موانع مہر میں سے زوجیت بھی ہے اور اسی سے بہتان بھی لازم آتا ہے کہ واپس لینا گویا یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ میری بیوی نہ تھی گویا عورت کو دعویٰ زوجیت میں کاذبہ اور معاشرت میں فاسقہ ٹھہراتا ہے اس لئے اس کا بہتان ہونا ظاہر ہے اس مقام پر بیوی سے مال وصول کرنے کے چار موانع بیان کئے جا رہے ہیں۔ (۱) بہتان (۲) ظلم (۳) بدل اور مبدل منہ یعنی مہر اور ملک بضعہ دونوں کا اجتماع شوہر کی ملک میں۔ (۴) زن و شوئی کا عہد و پیمانہ۔ غرض کہ ان چار موانع کے ہوتے ہوئے مال کی واپسی نہایت مذموم ہے۔

فوائد قیود:..... ان اردتم الخ سے معلوم ہوا کہ شوہر کی طرف سے اگر نا موافقت ہے تو مہر کی واپسی پر مجبور کرنا جائز ہوگا اور اتاخذونہ سے معلوم ہوا کہ عورت کی بد مزاجی اگر سبب ہے تو رد مہر جائز ہوگا۔ لیکن اگر کسی طرف سے فی الحال زیادتی نہیں ہوئی مگر آئندہ قرآن کے لحاظ سے نا موافقت کا خطرہ ہے اس خطرہ کے پیش نظر مرد خلع کرنا چاہتا ہے اور عورت بھی بخوشی مہر واپس کرنے پر رضامند ہے تو دوسرے مانع کی رو سے اس کی اجازت ہے۔ نیز تیسرے مانع سے معلوم ہوا کہ بغیر میاں بیوی کے تعلقات یا خلوت صحیحہ کے چونکہ پورا مہر مؤکد نہیں ہوتا ایسی حالت میں طلاق دینے سے نصف مہر آتا ہے۔ اب اگر اس حالت میں خلع ہو تو نصف مہر تو طلاق قبل الدخول کی

وجہ سے ساقط ہوا آدھارہ گیا تھا وہ خلع کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ اسی طرح چوتھے مانع سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ بلا مہر نکاح کرنے سے چونکہ مہر مثل آتا ہے لیکن اس کا کوئی جزو صرف نکاح سے مؤکد نہیں ہو جاتا۔ پس ایسی حالت میں طلاق دینے سے صرف متعہ یعنی جوڑا دینا پڑتا ہے ہاں البتہ بیوی کو اگر کوئی چیز بہہ مع القبض کر دی جائے تو پھر اس کی واپسی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ زوجیت ایک ناقابل ارتقاع مانع ہے۔ اور تاخذونہ سے مراد عام ہے خواہ حقیقہ ہو جیسی حسی واپسی یا حکماً ہو جیسے معاف کرنا۔

اشکال اور حل: اور آیت بالا سے مہر کی زیادہ مقدار کا صرف جواز بمعنی سحت و نفاذ معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن حدیث میں جو تقلیل مہر کی تاکید آئی ہے اس سے مراد مطلق اباحت اور عدم کراہت کی نفی ہے اس لئے دونوں میں تعارض نہیں ہے اور حضرت عمرؓ کا جو واقعہ اوپر مذکور ہوا اس میں زیادہ مہر کا جواز مان لینا محض اس لئے تھا کہ لوگ اس کو حرام نہ سمجھنے لگیں اس سے عدم کراہت ثابت نہیں ہوتی اس لئے اب مقام بالکل بے غبار ہو گیا ہے۔

سوتیلی ماں اور دو حقیقی بہنوں اور متبہنی کی بیوی سے نکاح: منجملہ برائیوں کے ایک غلط رواج قائم ہو گیا تھا کہ سوتیلی ماں سے یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی حقیقی بہن سے نکاح کو جائز اور متبہنی کی بیوی سے نکاح کرنا بیٹے کی بیوی کی طرح ناجائز سمجھتے تھے یعنی حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھتے تھے۔ آیت ولا تنکحوا الخ میں اس کا سدباب کیا جا رہا ہے اور اسی ذیل میں وہ باندی جس کا شوہر دارالحرہ میں زندہ موجود ہو بعض مسلمانوں کو اس کی حلت میں شبہ تھا۔ ضمناً اس کو بھی صاف کر دیا ہے۔

نکاح مقت اور مقتی اولاد: اور چونکہ یہ نکاح مقت شائستہ لوگوں کے نزدیک پہلے بھی نہایت قبیح رہا ہے حتیٰ کہ ایسی اولاد کو بھی مقتی کہا جاتا تھا۔ اس لئے ذرا حق تعالیٰ نے اس حکم کو اگلی آیت کے محرمات سے الگ بیان کیا ہے۔ گویا عرفاً یہ نکاح مقت کہلایا اور عقلاً بے حیائی اور شرعاً نہایت برا طریقہ ہوا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ایجاب و قبول بھی کر لے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا باطل ہی رہے گا۔ چونکہ نکاح شرعی وطی کے حکم میں ہوتا ہے پس جب باپ کی منکوحہ یعنی حکمیہ موطوہ سے نکاح بالاتفاق حرام ہے تو بقول امام ابوحنیفہ حقیقی موطوہ سے اگرچہ بلا نکاح از روئے زنا ہو بدرجہ اولیٰ بیٹے کے لئے نکاح حرام ہونا چاہئے اسی طرح اور جہاں جہاں بھی نکاح سے تحریم مؤبد ہو جاتی ہو زنا سے بھی مؤبد ہو جائے گی۔

لطف آیت: فان کرہتموہن الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تجویز کے سامنے اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہئے۔ وان اردتم الخ سے معلوم ہوا کہ بہتان کبھی صراحتہ ہوتا ہے اور کبھی دلالتہ اسی لئے ارباب باطن جس طرح موجب سے بچتے ہیں اسی طرح موہم سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ ولا تنکحوا الخ سے معلوم ہوا کہ تائب کی گذشتہ غلطیوں پر تشدد اور ان کا تذکرہ نہیں ہونا چاہئے اور نہ اس شخص کی تحقیر۔

حَرِّمْتُ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتِكُمْ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَشَمَلْتِ الْجَدَّاتُ مِنْ قَبْلِ الْاَبِ اَوْ الْاُمِّ وَبَنَاتِكُمْ وَشَمَلْتِ بَنَاتِ الْاَوْلَادِ وَاِنْ سَفَلْنَ وَاَخَوَاتِكُمْ مِنْ جِهَةِ الْاَبِ اَوْ الْاُمِّ وَعَمَّتُكُمْ اَيُّ اَخَوَاتِ اَبَائِكُمْ وَاَجْدَادِكُمْ وَخَلَاتِكُمْ اَيُّ اَخَوَاتِ اُمَّهَاتِكُمْ وَجَدَّاتِكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ وَتَدْخُلُ فِيهِنَّ بَنَاتُ اَوْلَادِهِنَّ وَاُمَّهَاتِكُمُ الَّتِي اَرْضَعْنَكُمْ قَبْلَ اسْتِكْمَالِ الْحَوْلَيْنِ حَمْسَ رَضَعَاتٍ كَمَا بَيَّنَّهُ الْحَدِيثُ وَاَخَوَاتِكُمْ مَنْ

الرَّضَاعَةَ وَيُلْحَقُ بِذَلِكَ بِالسُّنَّةِ الْبَنَاتُ مِنْهَا وَهِنَّ مَنْ أَرْضَعْتَهُنَّ مَوْطُوءَةً وَالْعَمَّاتُ وَالْخَالَاتُ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخْتِ مِنْهَا لِحَدِيثِ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَأُمِّهِتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبِكُمْ جَمْعُ رَبِيبَةٍ وَهِيَ بِنْتُ الزَّوْجَةِ مِنْ غَيْرِهِ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ تَرَبُّونَهَا صِفَةً مُوَافِقَةً لِلْغَالِبِ فَلَا مَفْهُومَ لَهَا مِنْ نِسَائِكُمْ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ أَى جَامِعْتُمُوهُنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي نِكَاحِ بَنَاتِهِنَّ إِذَا فَارَقْتُمُوهُنَّ وَحَالَاتِلُ أَزْوَاجِ آبَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ بِخِلَافٍ مَنْ تَبَيَّنَتْ مُوَاهِبُهُمْ فَلَكُمْ نِكَاحُ حَالَاتِلِهِمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ مِنْ نَسَبٍ أَوْ رَضَاعٍ بِالنِّكَاحِ وَيُلْحَقُ بِهِنَّ بِالسُّنَّةِ الْجَمْعُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ عَمَّتَيْهَا وَخَالَاتِهَا وَيَجُوزُ نِكَاحُ كُلِّ وَاحِدَةٍ عَلَى الْإِنْفِرَادِ وَمَلَكَهُمَا مَعًا وَيَطَءُ وَاحِدَةً إِلَّا لِكِنْ مَاقَدُ سَلَفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ نِكَاحِكُمْ بَعْضُ مَا ذَكَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيهِ إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا لِمَا سَلَفَ مِنْكُمْ قَبْلَ النَّهْيِ رَحِيمًا ﴿۲۳﴾ بِكُمْ فِي ذَلِكَ -

ترجمہ:..... حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری مائیں (ان سے نکاح کرنا، یہ حکم دادیوں اور ناننیوں کو بھی شامل ہے) اور تمہاری بیٹیاں (یہ حکم پوتیوں اور پر پوتیوں کو بھی شامل ہے) اور تمہاری بہنیں (خواہ علاقائی ہوں یا اخیانی) اور تمہاری پھوپھیاں (خواہ باپ کی بہنیں ہوں یا دادا کی) اور تمہاری خالائیں (ماں کی بہنیں ہوں یا دادی کی) اور بھتیجیاں اور بھانجیاں (ان کی اولاد بھی ان میں داخل ہیں) اور تمہاری دودھ پلانے والی مائیں (دو سال کی مدت پوری ہونے سے پہلے پانچ گھونٹ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے) اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (اور ان ہی کے ساتھ دودھ شریک بیٹیوں کو بھی بذریعہ سنت شامل کر دیا گیا ہے یعنی وہ لڑکیاں مراد ہیں جن کو اس شخص کی موطوہ نے دودھ پلایا ہو۔ اسی طرح دودھ شریک پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں بھی اس میں داخل ہوئیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دودھ کی شرکت سے تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔ جو نسب سے حرام ہیں۔ رواہ البخاری و مسلم) اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی اولاد (ربائب جمع ربیبہ کی ہے بیوی کے دوسرے شوہر سے جوڑ کی ہو) جو تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں (جن کی تم نے تربیت کی ہو یا ایک ایسی حالت ہے جو اکثر حالات میں ایسے ہی ہوتی ہے اس لئے اس کو قید احترازی نہیں سمجھا جائے گا) اور ایسی بیویوں سے ہو کہ جن سے تم نے زن و شوئی کے تعلقات قائم کر لئے ہوں (یعنی ان سے صحبت کر لی ہو) لیکن اگر ابھی ان کی ماؤں سے ایسے تعلقات قائم نہ ہوئے ہوں تو پھر ان لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں کوئی پکڑ نہیں ہے (یعنی ان سے علیحدگی کے بعد انکی لڑکیوں سے شادی کر سکتے ہو) اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں (بخلاف اپنے ممتحنی کی بیوی کے کہ ان سے تمہیں نکاح کرنے کا حق ہے) نیز تم پر حرام کر دیا گیا ہے دو بہنوں کو جمع کرنا (نکاح میں خواہ دونوں نسبی بہنیں ہوں یا رضاعی اور از روئے حدیث ان ہی میں شامل کر دیا گیا ہے بیوی کی پھوپھی اور خال کو بھی۔ البتہ انفرادی طور پر ان عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح ان عورتوں کو ملک میں جمع کرنا بھی جائز ہے۔ تاہم صحبت کی اجازت ایک سے رہے گی) ہاں اگر پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا۔ زمانہ جاہلیت میں تم نے جو بعض مذکورہ عورتوں سے نکاح کر لیا تھا اس کا گناہ تم پر نہیں ہے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخیر دینے والے ہیں) (ممانعت سے پہلے جو کچھ ہو گیا) رحمت رکھنے والے ہیں (تم پر اس بارہ میں)

تحقیق و ترکیب:..... حرمت مفسر نے اشارہ کر دیا کہ حرمت کی اسناد اگرچہ ذوات کی طرف ہو رہی ہے لیکن مراد اس سے

تحریم نکاح ہے۔ جیسا کہ تحریم شراب سے مراد مہر ب شراب ہوتی ہے۔ و اخواتکم مفسر نے علانی اور اخیانی کو ذکر کیا ہے حالانکہ حقیقی اور عینی بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہیں جیسے ظاہر ہے۔ قبل استکمال الحولین ائمہ اربعہ اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ دو سال بعد رضاعت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ حدیث انما الرضاۃ من المجاعة اس پر شاہد ہے لیکن حضرت عائشہؓ کی رائے اس کے خلاف ہے۔ خمس رضعات یہ امام شافعی اور امام احمدؒ کی رائے ہے۔ لیکن امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ ایک گھونٹ بھی کافی ہے۔ حدیث بحرم من الرضاع ما بحرم من النسب عام اور مطلق ہے اس میں قلیل و کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ نیز حدیث عائشہؓ میں عشر رضعات کا لفظ بھی آیا ہے جس وجہ سے شواہح کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ہے، اسی وجہ سے احناف کے نزدیک خمس رضعات والی حدیث بھی منسوخ ہوگی۔

واخواتکم عام اس سے کہ یہ رضاعی بہن رضاعی ماں کی حقیقی بیٹی ہو یا دوسرے کی لڑکی ہو۔ مگر دونوں عورتوں میں اس لڑکے کے ساتھ دودھ شریک ہوگئی ہو۔ ویلحق حاصل یہ ہے کہ یہ پانچوں قسمیں حرمت رضاعت میں بطریق الحاق شریک کر دی گئی ہیں۔ ربائب یہ لفظ تربیت سے ہے وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ فلا مفہوم لہا یعنی یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں ہے کہ اگر پرورش میں نہ رہی ہو تو بہر صورت لڑکی جائز ہو جائے گی۔ داؤد ظاہری کے علاوہ تمام ائمہؒ کی رائے یہی ہے۔

دخلتہم بہن ابن عباسؓ نے یہی تفسیر کی ہے اس میں باتعدیہ کی ہوگی۔ بمعنی مصاحبت یا با بمعنی مع ہے۔ کنایہ جماع سے ہے یہ امام شافعیؒ کی رائے ہے لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک لمس بشوۃ بھی اس حکم میں داخل ہے۔

حلانل جمع حليلة وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شوہر کے ساتھ ایک کپڑے میں حلول کرتی ہے۔ زوج کو اسی لئے حلیل کہتے ہیں اس کا ترجمہ مفسر نے ازواج کے ساتھ کیا ہے مراد اس سے زوجات ہے۔ من اصلا بکم آنحضرت ﷺ نے اپنے متنبی حضرت زیدؓ کی بیوی زینبؓ سے نکاح کر لیا تھا جس پر بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں اس کی تردید مقصود ہے۔

وان تجمعوا بین الاختین صاحب ہدایہ کی عبارت یہ ہے۔ ولا یجمع بین الاختین نکاحا ولا بملک یمین و طینا لقولہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین الخ ولقولہ علیہ السلام من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یجمعن ماء ہ فی رحم اختین۔ اس مقام پر صاحب توضیح اور فخر الاسلام نے اعتراض کیا ہے کہ اس آیت سے جمع بین الاختین کا عدم جواز اور ماملکت ایمانہم کے عموم سے جواز معلوم ہوتا ہے اس لئے دونوں آیات میں تعارض ہو گیا۔ لیکن صاحب تلویح نے اس پر مناسب کلام کیا ہے کہ آیت ان تجمعوا الخ سے حرمت وطی ملاک بطریق دلالت معلوم ہوئی۔ کیونکہ جب نکاح جمع کرنا ناجائز ہے جو مفضی الی الوطی ہوتا ہے تو وطیا جمع کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا اور ماملکت سے جواز بطریق عبارت معلوم ہو رہا ہے اس لئے کوئی تعارض نہیں ہے۔

بین عمتہا و خالتہا ابو ہریرہؓ کی روایت ہے لا یجتمع بین المرأة و خالتہا اور ابو داؤدؒ کی روایت جامع ہے نہی النبی ان تنکح المرأة علی عمتہا او العمة علی بنت ابنہا والمرأة علی خالتہا والخالة علی بنت اختہا لا تنکح الصغری علی الكبرى ولا الكبرى علی الصغری۔

رابط و شان نزول:..... یہ آیات بھی دسویں حکم کا تہمت ہیں۔ ان میں محرمات کا بیان ہے۔ حضرت عطاء سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے متنبی زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے شادی کر لی تو مشرکین نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس پر آیت و حلانل ابناء کم الذین من اصلا بکم نازل ہوئی اسی طرح ابو داؤدؒ نے تخریج کی ہے کہ فیروز دہلیمیؒ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں تھیں تو آپ ﷺ نے ان سے کسی ایک کو طلاق دینے کے لئے فرما دیا۔ اگرچہ فیروز دہلیمیؒ کا یہ واقعہ

سبب نزول آیت کا تو نہیں ہے لیکن اس سے بھی تائید اور اثبات ہوتا ہے حقیقی بہنوں کے نہ جمع کر سکنے کا۔

﴿تشریح﴾: تین قسم کے محرمات کا ذکر: ان آیات میں تین طرح کے محرمات کا ذکر ہے۔ اول حرمت علیکم امہتکم سے محرمات نسبیہ کا، دوسرے وامہتکم التی ارضعنکم سے محرمات رضاعیہ کا، تیسرے وامہت نساء کم سے محرمات صہر (دامادی) کا۔ قسم اول میں تمام اصول و فروع خواہ بالواسطہ ہوں یا بلا واسطہ سب آگئے۔ اسی طرح بہنوں، پھوپھیوں، خالائوں، بھتیجیوں، بھانجیوں میں سب طرح کی آگئیں۔ یعنی، علاقائی، اخیانی، علی ہذا دوسری قسم میں انسا سے نکاح حرام ہے اور ان رضاعی بہن بھائی کا نکاح حرام ہے۔ جنہوں نے ایک دوسرے کی حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ ایک وقت میں یا مختلف اوقات میں پیا ہو۔ تیسری قسم میں بیوی اور مزنیہ کے تمام اصول و فروع سے نکاح حرام ہوگا۔ ہاں بغیر مساس یا ہمبستری کی ہوئی بیوی کی لڑکی سے شادی کی اجازت ہے اسی طرح اولاد ذکور کی بیویوں سے (بہوؤں سے) جس میں تمام فروع آگئے نکاح ناجائز ہوگا۔ البتہ لے پا لک اس سے مستثنیٰ ہے۔ متنبیٰ اور منہ بولے بیٹے کی بیوی بہو نہیں کہلائے گی۔

﴿الحمد للہ پارہ نمبر ۴ کی شرح تمام ہوئی﴾



پاره نمبر ﴿۵﴾

وَالْمُحَصَّنَاتُ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۵۹	مسلک اہل سنت		پارہ و المحصنات
۵۵۹	معتزلہ کا رد	۵۳۶	ربط
۵۵۹	خود ستائی کی ممانعت اور اس کی وجہ	۵۳۶	شان نزول
۵۶۰	لطائف آیت	۵۳۶	واحل لکم ما وراہ ذلکم سے ایک شبہ کا ازالہ
۵۶۲	دو شبہوں کا ازالہ	۵۳۶	مہر کا بیان
۵۶۲	یہود کے اعتراض کا قرآنی جواب	۵۳۷	متعہ کی حلت و حرمت
۵۶۷	دنیا اور آخرت کے سایہ میں فرق اور دو شبہوں کا جواب	۵۳۷	مسلمان یا کتابیہ باندی سے نکاح
۵۶۷	اللہ و رسول کی اطاعت حاکم و محکوم دونوں پر واجب ہے	۵۳۷	باندی سے نکاح میں شواہع اور حنفیہ کا اختلاف
۵۶۷	آیت سے مسائل کا استنباط	۵۳۷	حنفیہ کی مویدات
۵۶۸	آیت سے چاروں دلائل شرعیہ کی حجیت	۵۳۸	لطائف آیات
۵۶۸	اجتہاد و تقلید کی بحث	۵۴۰	آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال
۵۶۹	ایک دقیق شبہ اور اس کا جواب	۵۴۰	انسان فرشتے جنات سب مکلف ہیں
۵۶۹	منکرین قیاس پر رد	۵۴۰	قتل کی تین صورتیں اور ان کے احکام
۵۶۹	لطائف آیات	۵۴۰	گناہ کبیرہ و صغیرہ کس کو کہتے ہیں
۵۷۳	شان نزول	۵۴۱	گناہ کی تین صورتیں اور ان کے احکام
۵۷۳	﴿ تشریح ﴾	۵۴۱	گناہوں کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ
۵۷۳	فاروق اعظم کے فیصلہ پر احتجاج اور ان پر خون بہا کا دعویٰ	۵۴۵	اعمال اختیار یہ اور اعمال غیر اختیار یہ کا فرق
۵۷۵	ایک اور شبہ کا ازالہ	۵۴۵	اسلام کی نظر میں مرد و عورت
۵۷۵	استغفار کی قید کا فائدہ اور اس کی شرائط	۵۴۶	عقد موالات
۵۷۵	چند شبہات کا جواب	۵۴۶	مردوں کی بالادستی اور معاشرتی نظام میں قیم کی حیثیت
۵۷۶	نکات آیت	۵۴۶	لطائف آیات
۵۷۶	لطائف آیت	۵۴۹	اللہ اور بندوں کے حقوق کی حفاظت
۵۷۹	﴿ تشریح ﴾	۵۵۰	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں ریا اور بخل نہیں ہونا چاہئے
۵۷۹	نکات	۵۵۳	اسلام نے مکمل شراب بندی بتدریج کی ہے
۵۷۹	لطائف آیت	۵۵۳	وضو اور غسل کا تمہیم
۵۸۳	شان نزول و تشریح	۵۵۳	لطائف آیات
۵۸۳	ایک اشکال کا جواب	۵۵۷	یہود کی بد تمیزی اور بد تمہذیبی اسلام کی تمہذیب اور شائستگی
۵۸۳	فضل کرے تو چھٹیاں عدل کرے تو لٹلیاں	۵۵۷	تمہذیب اخلاق بہر صورت انسان کیلئے بہتر ہے
۵۸۳	نکات	۵۵۸	ایک شبہ کا ازالہ
۵۸۳	لطائف آیت	۵۵۸	قرآن کی پیشگوئی
۵۸۸	﴿ تشریح ﴾	۵۵۸	ایک شبہ کا حل
۵۸۸	قرآن کا اعجاز	۵۵۸	شرک کی طرح کفر بھی ناقابل معافی جرم ہے
۵۸۸	ایک شبہ کا جواب	۵۵۸	آیت کی توجیہات

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۶۱۸	لطائف آیت	۵۸۹	ایک اور شبہ کا جواب
۶۲۲	﴿تشریح﴾	۵۸۹	اچھی اور بری سفارش
۶۲۲	مشرکین عرب کے دیوی دیوتا	۵۸۹	سلام کرنا اسلامی شعار ہے
۶۲۳	صورت شکل بدلنے یا ڈاڑھی منڈوانے کا قانون	۵۹۰	کلام الہی کی صداقت اور قدرت علی الکذب کی بحث
۶۲۳	بغیر اطاعت و عمل خالی تمناؤں سے کچھ نہیں ہوتا	۵۹۰	لطائف آیت
۶۲۳	لطائف آیت	۵۹۳	آیت کے مخاطب تین فرقے ہیں اور حکم دو ہیں
۶۲۹	﴿تشریح﴾	۵۹۸	قتل کی اقسام اور احکام
۶۲۹	لطائف آیت	۵۹۹	خون بہا کی تفصیل
۶۳۳	اسلامی عدالتوں اور آجکل کی ظالمانہ عدالتوں کا فرق	۵۹۹	خون بہا میں ورثہ کی شرکت
۶۳۳	ارتداد کفر سے بھی زیادہ جرم ہے اسلئے اسکی سزا بھی بڑھی ہوئی ہے	۵۹۹	ایک شبہ کا ازالہ
۶۳۵	الاسلام یعلیٰ ولا یعلیٰ	۶۰۰	کفارہ قتل کی تفصیل
۶۳۵	لطائف آیت	۶۰۰	آجکل دنیا میں غلامی کا رواج نہیں رہا اس لئے کفارہ میں اسکی
۶۳۸	کسل اعتقادی مذموم ہے کسل طبعی قابل ملامت نہیں		تلاش کی ضرورت نہیں
۶۳۸	لطائف آیت	۶۰۰	دانستہ قتل میں کفارہ نہ ہونے پر حنفیہ کا استدلال
		۶۰۱	معتزلہ پر رد
		۶۰۱	ابن عباس کا فتویٰ
		۶۰۳	اسلامی طرز پر سلام کرنا شعار اسلامی ہے
		۶۰۳	مجاہد سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے
		۶۰۳	لطائف آیت
		۶۰۶	دارالہجرت اور دارالحرب کی تقسیم
		۶۰۷	دو شبہوں کا جواب
		۶۰۷	لطائف آیت
		۶۱۱	مسافت اور مدت سفر کا بیان
		۶۱۱	حنفیہ اور شوافع کا نکتہ اختلاف
		۶۱۲	نماز قصر کے لئے خوف کی قید ضروری نہیں ہے
		۶۱۲	صلوۃ الخوف کی بحث
		۶۱۲	صلوۃ الخوف میں فقہی اختلافات
		۶۱۳	نماز کیلئے تو شرائط اور قیود ہیں مگر ذکر اللہ ہر حال ہر وقت مطلوب ہے
		۶۱۳	نکات آیت
		۶۱۳	لطائف آیت
		۶۱۸	آنحضرت ﷺ کو مقدمات میں سب پہلوؤں کی رعایت اور
			احتیاط رکھنے کی تعلیم
		۶۱۸	اتباع سنت اور مسلمانوں کے سوا اعظم کی پیروی

وَالْمُحْصَنَاتُ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمُحْصَنَاتُ أَي ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنَ النِّسَاءِ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَبْلَ مَفَارَقَةِ أَزْوَاجِهِنَّ حَرَائِرَ
 سَلِمَاتٍ كُنَّ أَوْ لَا إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ع مِنَ الْأِمَاءِ بِالسَّبِي فَلَكُمْ وَطُوهُنَّ وَإِنْ كَانَ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ فِي
 أَرْبَعِ الْحَرْبِ بَعْدَ الْإِسْتِبْرَاءِ كَتَبَ اللَّهُ نَصَبَ عَلَى الْمَصْدَرِ أَي كُتِبَ ذَلِكَ عَلَيْكُمْ ع وَأَحِلَّ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ
 الْمَفْعُولِ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَي سِوَى مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ النِّسَاءِ لِي أَنْ تَبْتَغُوا تَطَلُّبُوا النِّسَاءَ
 أَمْوَالِكُمْ بِصَدَاقٍ أَوْ ثَمَنِ مُحْصِنِينَ مُتَزَوِّجِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ ط زَانِينَ فَمَا فَمِنْ اسْتَمْتَعْتُمْ تَمَتَّعْتُمْ بِهِ
 نَهْنٌ مِمَّنْ تَزَوَّجْتُمْ بِالْوَطِيِّ فَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُهُورَهُنَّ الَّتِي فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
 يَمَا تَرَاضَيْتُمْ أَنْتُمْ وَهُنَّ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ط مِنْ حَظِّهَا أَوْ بَعْضِهَا أَوْ زِيَادَةٍ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ
 فَلَئِمَّا حَكِيمًا ﴿٣٣﴾ فِيمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا غِنَالٍ أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْحَرَائِرَ
 لِمُؤْمِنَاتٍ هُوَ جَرِيٌّ عَلَى الْغَالِبِ فَلَا مَفْهُومَ لَهُ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ يَنْكِحُ مَنْ فَبَيْتِكُمْ الْمُؤْمِنَاتِ ط
 اللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ ط فَانْكُفُوا بِظَاهِرِهِ وَكَلُّوا السَّرَائِرَ إِلَيْهِ فَانَّهُ الْعَالِمُ بِتَفَاصِيلِهَا وَرُبَّ أُمَّةٍ تَفْضُلُ الْحُرَّةَ
 يَهُ وَهَذَا تَانِيْسٌ بِنِكَاحِ الْأِمَاءِ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ ع أَي أَنْتُمْ وَهُنَّ سِوَاءٌ فِي الدِّينِ فَلَا تَسْتَنْكِفُوا مِنْ
 كَاجِهِنَّ فَانْكُحُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ مَوَالِيَهُنَّ وَاتُوهُنَّ أَعْطُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُهُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ
 طَلٍ وَنَقْصٍ مُحْصَنَاتٍ عَفَائِفِ حَالٍ غَيْرِ مُسْفِحَاتٍ زَانِيَاتٍ جَهْرًا وَلَا مُتَّخِذَاتٍ أَخْدَانٍ ع أَحِلَّاءِ
 زُنُوفٍ بِهَا سِرًّا فَإِذَا أَحْصِنَ زَوْجٌ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ تَزَوَّجَنَ فَإِنْ آتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ زِنًا فَعَلَيْهِنَّ
 صُفٌّ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ الْحَرَائِرِ الْأَبْكَارِ إِذَا زَنِينَ مِنَ الْعَذَابِ ط الْحَدِّ فَيُجْلَدَنَّ خَمْسِينَ وَيُغْرَبَنَّ
 صُفٌّ سَنَةً وَيُقَاسُ عَلَيْهِنَّ الْعَبِيدُ وَلَمْ يُجْعَلِ الْإِحْصَانُ شَرْطًا لِحُجُوبِ الْحَدِّ بَلْ لِإِفَادَةِ أَنَّهُ لَا رَجْمَ عَلَيْهِنَّ
 سَلًّا ذَلِكَ أَي نِكَاحِ الْمَمْلُوكَاتِ عِنْدَ عَدَمِ الطَّوْلِ لِمَنْ خَشِيَ خَافَ الْعَنْتَ الزَّنَا وَأَصْلُهُ الْمُسْقَةُ

سُمِّيَ بِهِ الزَّانَا لِأَنَّهُ سَبَّبُهَا بِالْحَدِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْكُمْ بِخِلَافِ مَنْ لَا يَحَافُهُ مِنَ الْأَحْرَارِ فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا وَكَذَا مِنَ اسْتِطَاعِ طَوْلِ حُرَّةٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَخَرَجَ بِقَوْلِهِ مِنْ فِتْنَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ الْكَافِرَاتِ فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا وَلَوْ عَدَمَ وَخَافَ وَأَنْ تَصْبِرُوا عَنْ نِكَاحِ الْمَمْلُوكَاتِ خَيْرٌ لَكُمْ
سُح لَيْثًا لِيَصِيرَ الْوَلَدُ رَقِيقًا وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۵﴾ بِالتَّوَسُّعَةِ فِي ذَلِكَ۔

ترجمہ: اور (وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں) جو دوسرے (مردوں) کے نکاح میں ہوں۔ یعنی ان عورتوں سے (نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کے شوہروں کے چھوڑنے سے پہلے آزاد مسلمان عورتیں ہوں یا نہ ہوں) ہاں جو عورتیں تمہارے قبضہ میں آگئی ہوں (باندیاں گرفتار ہو کر آئی ہوں ان سے ہم بستری جائز ہے۔ استبراء رحم کا انتظار کر کے۔ اگرچہ ان کے شوہر دار الحرب میں زندہ ہوں) اللہ تعالیٰ کا ٹھہرایا ہوا قانون ہے (یہ منصوب علی المصدر ہے یعنی یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے) تمہارے لئے اور جائز کی گئی ہیں (معروف و مجہول دونوں طرح ہے) تمہارے لئے ان عورتوں کے علاوہ دوسری عورتیں (یعنی بجز محرمات مذکورہ کے۔ تاکہ) تم حاصل کر سکو (زوجیت میں لے سکو عورتوں کو) اپنے مال کے ذریعہ (بیوی کا مہر ہو یا باندی کی قیمت) اس طرح کہ تم نکاح کے بندھن میں رکھنا چاہو (شادی کرنا چاہو) محض مستی ہی نکالنا مقصود نہ ہو۔ پھر جس (ما بمعنی من ہے) طریق سے تم نے نفع اٹھایا ہو۔ (استمتع بمعنی تسمتع ہے) ان عورتوں سے (جن سے تم نے نکاح کر کے ہم بستری کی ہے) سو چاہئے کہ ان کے حوالہ کر دو ان کا مہر (جو تم نے ان کے لئے مقرر کیا ہے) مقررہ اور کوئی مضائقہ نہیں ہے تمہارے لئے اس میں کہ کوئی بات اگر بطور رضا مندی (تمہارے درمیان) ٹھہر جائے مہر مقرر کرنے کے بعد (پورے کا یا کسی ایک جزء کا گھٹانا یا بڑھانا) بے شک اللہ تعالیٰ (اپنی مخلوق کو) جاننے والی (اپنی تدبیروں میں) حکمت رکھنے والے ہیں اور تم میں جو شخص اس کا مقدر (توسع) نہ رکھتا ہو کہ نکاح کر سکتا ہو۔ آزاد مسلمان بیبیوں سے (یہ قید غالب الوقوع ہونے کے لحاظ سے لگائی گئی ہے۔ اس لئے اس کو احترازی نہیں سمجھنا چاہئے) تو ان عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے جو قبضہ میں آئی ہوں اور مومن ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کا حال بہتر جاننے والے ہیں (اس لئے ظاہری سرسری ایمان پر اکتفا کرو۔ باطن کا حال اللہ کے سپرد کر دو۔ کیونکہ تفصیلات سے وہی واقف ہیں۔ کتنی ہی باندیاں ہیں جو آزاد عورتوں سے بہتر ہوتی ہیں۔ اس میں باندیوں سے شادی کی نفرت دور کرنا ہے) اور تم سب ایک دوسرے کی ہم جنس ہو (یعنی تم اور وہ دونوں دین کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اس لئے ان کے نکاح سے عار محسوس نہ کرو) پس نکاح میں لے آؤ ایسی عورتوں کو اس کے سرپرستوں (آقاؤں) کی اجازت سے اور حوالہ کر دو (دے دو) ان کا مہر دستور کے مطابق (نال مثل اور کم کئے بغیر) البتہ وہ نکاح کے بندھن میں رہنے والی (شریف زادیاں) ہوں (یہ مال ہے) بدکار (کھلم کھلا حرام کار) نہ ہوں اور چوری چھپے بد چلنی کرنے والی نہ ہوں (کہ درپردہ آشنائی کر کے حرام کاری کرتی ہوں) پھر قید نکاح میں آنے کے بعد (مجہول صورت میں یہ لفظ زوجن کے معنی میں ہے اور ایک قرأت میں احسن معروف ہے بمعنی تزوجن) اگر ایسا ہو کہ بدکاری (زنا) کی مرتکب ہوں تو ان کے لئے آزاد اور غیر شادی شدہ عورتوں کی سزا سے (آزاد ہونے کے ساتھ) ناکتہ بھی ہوں تو زنا کی صورت میں ان کو جو سزا ہوئی اس کا (نصف سزا ہوگی) (مراد حد ہے۔ چنانچہ پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور چھ مہینے جلا وطن کیا جائے گا۔ ان باندیوں پر غلام کو قیاس کیا جائے گا اور حد واجب ہونے کے لئے احسان شرط نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کو بالکل رجم نہیں کیا جائے گا) یہ حکم (یعنی باندیوں سے نکاح کرنا آزاد عورتوں سے گنجائش نہ ہونے کی صورت میں) ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں اندیشہ (ڈر) ہو برائی (زنا) میں مبتلا ہو جانے کا (اصل میں معنی عنت کے مشقت کے

ہیں۔ وجہ تسمیہ زنا کی یہ ہے کہ وہ بھی سبب مشقت ہوتی ہے۔ دنیا میں حد لگائی جاتی ہے اور آخرت میں عذاب ہوگا) تم میں سے (برخلاف ان آزاد لوگوں کے جن کو زنا میں پڑنے کا خطرہ نہ ہو۔ ان کے لئے نکاح حلال نہیں ہے۔ علی ہذا جس کو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی سکت ہو۔ اس کے لئے باندی لونڈی سے نکاح جائز نہیں۔ یہی مذہب ہے امام شافعی کا اور "من فتياتکم المؤمنات" کی قید سے کافر عورتیں نکل گئیں کہ ان سے بہر صورت نکاح جائز نہیں۔ اگرچہ آزاد عورت کے نکاح سے عاجز ہو اور بتلائے زنا ہو جانے کا اندیشہ بھی ہو) اور تمہارا ضبط کرنا (لونڈیوں کے نکاح سے بچے رہنا) تمہارے لئے کہیں بہتر ہے (ورنہ تمہاری اولاد غلام پیدا ہوگی) اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحمت والے ہیں (کہ اس بارے میں گنجائش دے دی۔)

تحقیق و ترکیب: والمحصنت۔ احسان کے معنی یہاں تزوج کے ہیں اور حریت کے معنی میں آتے ہیں۔ جیسے ومن لم یستطع الخ میں اور اسلام کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے فاذا احسن الخ اور عفت کے معنی بھی ہوتے ہیں۔ جیسے محصنات غیر مسفحہ ماقبل کے محرمات پر اس کا عطف ہے۔ شوہر والی عورتیں مراد ہیں۔ رجم کی حد جاری کرنے میں جو احسان شرط ہے جس میں اسلام، تکلیف، حریت، وطی کا ہونا ضروری ہے یا حد قذف میں عفت عن الزنا، صرف وہ یہاں مراد نہیں ہے۔ کیونکہ حرمت نکاح میں یہ چیزیں موثر نہیں ہیں۔ اس میں تو منکوحة الغیر ہونا موثر ہوگا۔ البتہ قید ہونے کی صورت میں وہ مانع مرتفع ہو جائے گا اور نکاح کی اجازت ہو جائے گی اور استبراء رحم کی شرط دوسری روایت سے ثابت ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جواز نکاح کے لئے محض قید ہونا کافی ہے اور حنفیہ کے نزدیک اختلاف دارین کی وجہ سے یہ اجازت ہوگی۔

ماوراء ذلکم۔ یہ عام مخصوص البعض ہے۔ کیونکہ بعض اور قسمیں بھی محرمات میں داخل ہیں۔ مثلاً بیوی اور اس کی پھوپھی یا خالہ گو نکاح میں جمع کرنا، معتدہ عورت سے نکاح کرنا وغیرہ وغیرہ جن کی حرمت سنت سے ثابت ہے۔

ان تبتغوا۔ یہ بدل اشتمال یا مفعول لہ ہے۔ اے لان بتقدیر اللہ اور تبتغوا کا مفعول محذوف ہے۔ ای النساء اور لفظ محصنین اور غیر مسافحین دونوں حال ہیں فاعل تبتغوا سے۔ سفح بمعنی صب۔ گرانا، زانی کے پیش نظر بھی صرف اراقت ماہ ہوتی ہے۔ افزائش نسل مقصود نہیں ہوتی۔

فاتوہن اجورہن۔ مفسر نے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو اس کو متعہ پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ ائمہ اربعہ متعہ کی حرمت پر متفق ہیں۔ صاحب ہدایہ نے جو امام مالک کی طرف اس کے جواز کی نسبت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور فرقہ امامیہ کا خلاف قابل اعتبار نہیں ہے۔ نیز حضرت علیؑ کی روایت اس کی حرمت پر دال ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا قول اباحت سے رجوع ثابت ہے۔ فلا مفہوم لہ۔ یعنی چونکہ آزاد کتابی عورتوں کا حکم بھی یہی ہے۔ اس لئے مومنات کی قید احترازی نہیں ہے۔

من فتياتکم۔ امام شافعی کے نزدیک کتابیہ باندی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام، حنفیہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وصف بمنزلہ شرط کے ہے۔ پس انتقاء شرط سے جس طرح انتقاء مشروط نہیں ہوتا۔ اسی طرح انتقاء وصف سے انتقاء موصوف نہیں ہوتا۔ اسی طرح انتقاء وصف سے انتقاء موصوف نہیں ہونا چاہئے۔ صاحب مدارک نے باندی کے حق میں قید ایمان کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ جیسے آزاد کتابیہ میں بالاتفاق ایمان شرط نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی نہیں ہونا چاہئے۔

محصنت۔ یہ فانکہ حوہن کے مفعول سے حال ہے۔ یہ شرط بھی استجابی ہے۔ ورنہ زانیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے۔ فعلیہن نصف۔ حنفیہ کے نزدیک جلا وطنی نہ آزاد عورت کی سزا میں داخل ہے نہ باندی میں۔ رہا یہ شبہ کہ باندی کی سزا تنصیف کا کیا فائدہ؟ تو فائدہ یہ ہے کہ ان کے لئے رجم کی سزا بالکل نہیں ہے۔ نیز چونکہ باندی کے لئے شادی سے پہلے کی حد معلوم تھی، البتہ

شادی کے بعد کتنی ہوگی اس کو صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ولم يجعل الاحصان - چونکہ احصان کے معنی تزوج کے لئے ہے۔ اس لئے سوال و جواب کی نوبت آئی ورنہ دوسرے مفسرین کی طرح اگر اسلام کے معنی لئے جائیں تو پھر ضرورت ہی نہیں رہتی اور تنصیف کے حکم سے معلوم ہو گیا کہ ان کی حد رجم نہیں ہے کیونکہ رجم کی تنصیف نہیں ہوتی اور جب بحالت احصان رجم نہیں تو عدم احصان کی صورت میں بدرجہ اولیٰ رجم نہیں ہوگا۔

من لا يخافه - اس کی ضمیر سے "من الحرائر" حال ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اگر آزاد عورت نہیں ہے۔ علیٰ ہذا آزاد عورت سے شادی کی گنجائش ہوتے ہوئے باندی سے نکاح امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔ لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اگرچہ بالفعل آزاد بیوی موجود نہیں ہے۔ تاہم قدرت ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کی اجازت ہے اور مدار اختلاف اس اصول پر ہے کہ وصف اور شرط کا وجود و عدم دونوں حکم کے وجود و عدم میں موثر ہوتے ہیں یا نہیں۔ جیسا کہ اصولی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اسی طرح حنفیہ کے نزدیک مسلمان باندی ہو یا کتابیہ دونوں سے جائز ہے۔ ایمان کی قید افضلیت کے لئے ہے۔

رابط:..... گزشتہ آیت میں محرمات کی تین قسموں کا بیان ہو چکا ہے۔ آیت والمحصنت میں چوتھی قسم مذکور ہے اور واحل لکم الخ میں سابق حکم کا تمہ ہے۔ یعنی حلت نکاح مع شرائط اس ذیل میں ومن لم يستطع سے باندی سے نکاح کے احکام شروع کر دیئے اور فاذا احصن میں گیارہواں حکم کنیز کی حد زنا سے متعلق ہے۔

شان نزول:..... حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جنگ او طاس میں ایسی عورتیں قید ہو کر آئیں جن کے شوہر اپنے وطن میں زندہ موجود تھے۔ اس لئے ان سے نکاح کرنے میں لوگوں کو تامل ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ اس پر آیت والمحصنت نازل ہوئی۔ ابن جریرؒ نے معمر بن سلیمان کی روایت بیان کی ہے کہ لوگ مہر مقرر کر لیا کرتے تھے۔ لیکن پھر تنگی اور افلاس کی وجہ سے اس کو کم کرنا چاہتے تو اس پر آیت لاجنح علیکم فیہا تراضیتم نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾..... ایک شبہ کا ازالہ:..... واحل لکم ماوراء پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ مذکورہ اقسام اربعہ کے علاوہ بہت سی اور عورتیں بھی حرام ہیں۔ پھر سب کو حلال کیسے کہا گیا ہے۔ کیونکہ اول تو بہت سی عورتیں ان الفاظ کے عموم میں داخل ہو گئیں۔ لفظ یا عرفا اس لئے وہ ماوراء میں داخل ہو کر حرمت سے مستثنیٰ نہیں ہوں گی۔ البتہ ان کے ماسوا جو عورتیں بچیں گی وہ ماوراء کے عموم میں داخل ہو سکتی ہیں۔ لیکن دوسرے دلائل شرعیہ احادیث و اجماع، آثار و قیاس کی وجہ سے لفظ ماوراء اپنے عموم پر باقی نہیں رہے گا۔ ان سب دلائل پر نظر کر کے بقیہ محرمات کا استثناء کیا جائے گا۔ اس لئے اب تحلیل حرام یا تحلیل حلال کا اشکال لازم نہیں آئے گا۔

مہر کا بیان:..... ان تبغوا باموالکم سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے کہ مہر کے لئے مال ہونا شرط ہے اور جس روایت میں زوجتک بما معک من القران فرمایا گیا ہے۔ یعنی غیر مال کا مہر ہونا معلوم ہوتا ہے تو وہاں باسبب سے قرآن کو مہر نہیں بنایا گیا۔ مہر مال ہی ہوگا۔ بدلہٴ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ نیز یہاں مقررہ مہر کی ادائیگی کے لئے دو شرطیں فرمائی گئی ہیں۔ ایک اس کا مقرر ہونا۔ لفظ "من بعد الفریضة" سے دوسرے صحبت یا خلوت صحیحہ کا ہونا۔ لفظ "فما استمتعتم" سے۔ چنانچہ ان میں سے اگر ایک شرط بھی اٹھ گئی تو یہ حکم نہیں رہے گا۔ مثلاً طلاق قبل الدخول ہو اور مہر وغیرہ مقررہ ہو تو صرف ایک جوڑا کپڑوں کا دیا جائے

گا۔ نیز چونکہ مہر کے معاف یا کم کرنے میں مرد کے لئے شبہ کی گنجائش تھی۔ اسی طرح زیادہ کر دینے میں عورت کے لئے شبہ کی گنجائش تھی کہ شاید یہ جائز نہ ہو۔ لیکن کمی بیشی کی اجازت دے کر دونوں شبہوں کو صاف کر دیا گیا ہے۔

متعہ کی حلت اور حرمت رہا متعہ تو ابتدائے اسلام میں خیبر سے پہلے حلال تھا، خیبر کے بعد حرام ہو گیا۔ مگر فتح مکہ کے موقع پر یوم اوطاس میں تین روز کے لئے حلال کیا گیا تھا پھر حدیث مسلم کی رو سے ابداً بادتک کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔ غیر مسافحین سے بھی اس کی حرمت ہی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ کی روایت بھی اس پر دلالت ہے اور بعض حضرات سے جو اس کی حلت منقول ہے شاید اس کو نسخ کی اطلاع نہ پہنچی ہو اور حضرت عمرؓ کی طرف سے جو اس کی تحریم منسوب ہے۔ اس کا مقصد اثبات حرمت نہیں بلکہ اظہار حرمت ہے اور ابن عباسؓ سے جو اباحت کی رائے منقول ہے اول تو وہ مطلق حلت کے قائل نہیں بلکہ اضطرار اور مجبوری کی حالت میں ہے۔ دوسرے امام ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے مطلق حرمت کا قول نقل کر دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے حلت کے قول سے رجوع فرمایا ہے۔ چنانچہ تمام اہل حق کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے۔ اس لئے شیعوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ لفظ فما استمتعتم سے مراد یہ متعارف متعہ نہیں ہے۔ ورنہ صرف ومن لم يستطع منكم الخ پر اکتفاء نہ کیا جاتا۔ بلکہ ومن لم يستطع النكاح ولا استمتاع کہنا چاہئے تھا۔ یا یوں کہا جاتا۔ ومن لم يستطع النكاح فليستمتع اولینکح الفتيات۔

مسلمان یا کتابیہ باندی سے نکاح: امام اعظمؒ کے نزدیک مسلمان اور کتابیہ باندی سے نکاح کی بہر صورت اذن مولیٰ کے بعد اجازت ہے۔ خواہ آزاد مسلمان سے نکاح کی گنجائش ہو یا نہ ہو۔ ان قیود کے ساتھ اس درجہ سے بلا ضرورت اپنی اولاد کو غلام بنانا پڑے گا۔ اولویت پر محمول کرتے ہیں کیونکہ آزاد اور غلام بننے میں اولاد ماں کے تابع سمجھی جاتی ہے۔ دوسرے بیوی کے مملوکہ ہونے کی صورت میں یوں بھی بے لطفی رہے گی کہ وہ غریب دو طرف کی کشاکش میں رہے گی۔ تیسرے خدمتگاری کے سلسلہ میں عورت کو بے پردہ بھی ہونا پڑے گا۔ بازار آنا جانا ہوگا جو غیور آدمی کے لئے تکلیف دہ ہے۔ چوتھے آزاد عورت کی طرح اس کو خانہ داری کا کما حقہ سلیقہ بھی نہیں ہوگا۔ ان وجوہ کی وجہ سے ایک درجہ میں کراہت شرعیہ پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے بے ضرورت اس کا ارتکاب خلاف اولیٰ ہے۔ البتہ ضرورت ہو تو محض کراہت عرفی یعنی عار کی وجہ سے بچنے کی ممانعت ہے۔

باندی سے نکاح میں شوائع اور حنفیہ کا اختلاف: البتہ امام شافعیؒ وغیرہ باوجود دونوں قیدوں کو احترازی ماننے کے پہلی قید کی دوسری صفت کو احترازی نہیں فرماتے۔ یعنی غیر مسلمان آزاد عورت کی گنجائش ہوتے ہوئے کثیر سے نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔ اس پر حنفیہ الزام کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تمام قیود کا یہی حال ہے جو آپ کے نزدیک صرف ایک قید کا ہے اور بالمعروف کی قید لگانے سے یہ فائدہ ہوا کہ دین مہر کو بھی عام قرضوں کی طرح سمجھنا چاہئے۔ اس کو ہلکا سمجھ کر ادائیگی میں لاپرواہی سے کام لینا وسعت کے ہوتے ہوئے ٹالنے اور پریشان کرنے کی اور وعدہ خلافی کی کوشش کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ شاذ و نادر ادائیگی مہر کی نوبت آتی ہے اور وہ بھی حکومت وغیرہ کے دباؤ سے۔

حنفیہ کے مویدات: فان اتین بفاحشة سے زنا پر جس سیاست کا ذکر ہے وہ باندی اور غلام دونوں کے لئے عام ہے، لیکن باندی کی تخصیص ذکر یہ شاید اسی نکتہ کے پیش نظر ہو کہ کام کاج کی وجہ سے اس کو بازار آنا جانا غیروں سے بے حجاب و بے تکلف ملنا پڑے گا۔ جس سے زنا وغیرہ فواحش میں مبتلا ہونے کا امکان زیادہ ہے۔ اس لئے بھی بلا ضرورت اس کی طرف رغبت نہیں ہونی چاہئے بلکہ حتیٰ

الامکان ایسے نکاح سے بے زاری دینی چاہئے۔ سزائے زنا کی تفصیل یہ ہے کہ شادی شدہ آزاد مرد و عورت کو ثبوت جرم کے بعد سنگسار کیا جائے گا اور کنوارے اور کنواری کے سو سو کوڑے مارے جائیں گے اور غیر شادی شدہ کنیر یا غلام سے یہ حرکت ہو جائے تو پچاس پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔ چنانچہ زید بن خالد جہنی کی روایت صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غیر منکوحہ لونڈی کے لئے تازیانوں کا حکم دیا۔ نیز غلام کی حد پر جمہور ائمہ کا اجماع ہے۔ غرضیکہ باندی کی تخصیص ذکر کری، احترازی اور تقیدی ہے کہ غلام کے لئے نفی ہو جائے۔ لفظ ”نصف“ سے معلوم ہوا کہ غلام و بامعوی پر جرم نہیں۔ کیونکہ اس کی انتہاء جان لینے پر ہوتی ہے۔ جس کی تنصیف ممکن نہیں۔

وان تصبروا خیر لکم سے اس امر کے ارشاد ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ غفور سے بھی اس نکاح کے مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہونے کی طرف اشارہ ہے جس پر مواخذہ تو نہیں ہوتا اور نجات کے لئے بھی نافع نہیں ہوتا۔ مگر خواص کی شان کے خلاف ضرور ہوتا ہے۔ البتہ شوائع چونکہ بعض صورتوں کی اجازت اور بعض کی ممانعت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ مغفرت کے معنی یہ لیتے ہیں کہ صورت جواز کے لحاظ سے تو مواخذہ نہیں، لیکن حقیقت معصیت کے اعتبار سے قابل مواخذہ ہے۔

لطائف آیات: واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض میں کبر و نخوت کی جرکات دی گئی ہے۔ جس کے لئے مشائخ بڑا اہتمام فرماتے ہیں۔ فعلیہن نصف سے معلوم ہوا کہ درجات کے فرق سے سیاست میں بھی فرق ہونا چاہئے۔ حکمائے معلمین ضرور اس کی رعایت رکھتے ہیں۔ ذلک لمن خشی الخ اس سے معلوم ہوا کہ دینی مصالح اگر فوت نہ ہوتی ہوں تو ان کے ساتھ دنیاوی مصالح کی رعایت کرنا خلاف زہد نہیں ہے۔ بشرطیکہ جب جاہ اس کا داعی نہ ہو جیسا کہ جامع محققین کا یہی مسلک اور مذاق ہوتا ہے کہ وہ انب اور اوق کی رعایت رکھتے ہیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ شَرَائِعَ دِينِكُمْ وَمَصَالِحَ أَمْرِكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ طَرَائِقِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فِي التَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ فَتَتَّبِعُوهُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ط يَرْجِعُ بِكُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ الَّتِي كُنْتُمْ عَلَيْهَا إِلَى طَاعَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِكُمْ حَكِيمٌ ﴿۲۶﴾ فِيمَا دَبَّرَهُ لَكُمْ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ فَكَرَّرَهُ لِيُبَيِّنَ عَلَيْهِ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهْوَاتِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ أَوْ الرِّثَاءَ أَنْ تَمِيلُوا مِيلًا عَظِيمًا ﴿۲۷﴾ تَعْدِلُوا عَنِ الْحَقِّ بِأَرْتِكَابٍ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ فَتَكُونُوا مِثْلَهُمْ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ط فَيَسْهَلْ عَلَيْكُمْ أَحْكَامَ الشَّرْعِ وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا ﴿۲۸﴾ لَا يَصْبِرُ عَنِ النِّسَاءِ وَالشَّهْوَاتِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ بِالْحَرَامِ فِي الشَّرْعِ كَالرِّبَا وَالْغُضْبِ إِلَّا لِكِنْ أَنْ تَكُونَ تَقَعِ تِجَارَةٌ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالنَّصَبِ أَنْ تَكُونَ الْأَمْوَالُ أَمْوَالِ تِجَارَةٍ صَادِرَةٍ عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ فَطِيبَ نَفْسٍ فَلَكُمْ أَنْ تَأْكُلُوهَا وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ط بِأَرْتِكَابٍ مَا يُؤَدِّي إِلَى هَلَاكِهَا أَيَّا كَانَ فِي الدُّنْيَا أَوِ الْآخِرَةِ بِقَرِينَةٍ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿۲۹﴾ فِي صَنْعِهِ لَكُمْ مِنْ ذَلِكَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ أَيُّ مَا نَهَى عَنْهُ عُدْوَانًا تَجَاوَزًا لِلْحَلَالِ حَالٍ وَظُلْمًا تَأْكِيدًا فَسَوْفَ نُصَلِّيهِ نُدْجِلُهُ نَارًا ط يَحْتَرِقُ فِيهَا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿۳۰﴾ هَيَّا إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا نَهَوْنَ عَنْهُ وَهِيَ مَا وَرَدَ عَلَيْهَا وَعَيْدٌ كَالْقَتْلِ وَالزَّوْنِ وَالسَّرْقَةِ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ هِيَ إِلَى السَّبْعِمِائَةِ اقْرَبُ نَكْفَرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ الصَّغَائِرَ بِالطَّاعَاتِ وَنُدْخِلُكُمْ مَدْخَلًا بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِهَا أَى إِدْخَالًا أَوْ مَوْضِعًا كَرِيمًا ﴿۳۱﴾ هُوَ الْجَنَّةُ -

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم پر کھول دیں (تمہارے دین کے احکام اور کام کے مصالح) اور تم کو چلائے راہ (طریقہ پر) ان لوگوں کی جو تم سے پہلے ہو چکے (یعنی انبیاء علیہم السلام کے احکام حلال و حرام اس کا تم اتباع کر سکو) اور تم پر توجہ فرمائے (جس گناہ میں تم پڑے ہوئے تھے اس سے ہٹا کر تم کو اپنی طاعت میں لگا دے) اور اللہ تعالیٰ (تم سے) باخبر اور (تمہاری تدبیریں کرنے میں حکمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے حال پر توجہ فرمائیں) (اگلے جملہ کی بناء اس پر کرنے کے لئے اس کو مکرر لائے ہیں) اور جو لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں (یہود و نصاریٰ، مجوس یا زنا کار لوگ) وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم راہ اعتدال سے بہت دور جا پڑو (حرام چیزوں کا ارتکاب کر کے حق سے دور جا پڑو اور تم بھی ان جیسے ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تمہارے لئے سہولت و آسانی ہو (شرعی احکام تم پر سہل ہو جائیں) اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے (عورتوں اور خواہشات سے صبر نہیں کر سکتا) مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق ناروانہ کھاؤ (شرعی طریقہ پر حرام کر کے جیسے سود و غضب) ہاں اگر کاروبار کے طریقہ پر ہو (ایک قرأت میں لفظ تجارتہ نصب کے ساتھ ہے یعنی وہ مال مال تجارت ہو جو) آپس کی ملی جلی رضا مندی سے ہو (اور خوش دلی کے ساتھ ہو تو اس کا استعمال تمہارے لئے جائز ہے) اور اپنی جانوں کو ہلاک نہ کر لیا کرو (بتاہ کن چیزوں کا ارتکاب کر کے خواہ و دنیاوی ہوں یا دینی۔ یہ تعمیر اگلے جملہ کے قرینہ سے ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے ہی مہربان ہیں (کہ تم کو ایسی باتوں سے روک دیا) اور جو شخص ایسا کرے گا (ممنوعہ باتوں کا ارتکاب) شرارت (حلال باتوں سے تجاوز کر کے۔ یہ ترکیب میں حال ہے) اور ظلم سے (یہ تاکید ہے) سو قریب ہے کہ ہم اسے داخل کر دیں (ٹھونس دیں) جہنم کی آگ میں (کہ وہ اس میں جل بھن کر رہ جائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے) (آسان ہے) جن بڑی برائیوں سے تمہیں روک دیا گیا ہے۔ اگر تم ان سے بچتے رہے (اور وہ کبیرہ گناہ وہ ہیں جن پر کوئی وعید آئی ہو جیسے قتل و زنا اور چوری۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کبائر کی تعداد سات سو تک پہنچتی ہے) تو ہم تمہاری لغزشوں کے اثرات تم پر سے ہٹا دیں گے۔ (چھوٹی غلطیوں کی تلافی طاعات سے کر دیں گے) اور تمہیں ایسے مقام پر پہنچا دیں گے (یہ لفظ ضم میم اور فتح میم کے ساتھ ہے۔ بمعنی ادخال مصدر یا موضوع ادخال۔ ظرف) جو عزت کا مقام ہوگا (یعنی جنت)

تحقیق و ترکیب:..... لیسن لام زائد ہے اور تقدیر ان لفظ یسین مفعول ہے۔ ویتوب۔ بعثت سے پہلے احکام نہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ معصیت کا تحقق نہیں ہوتا کہ توبہ کی نوبت آئے۔ تاہم صورتہ معصیت کہلائے گی۔ اس لحاظ سے توبہ ہے۔ گویا لغوی معنی کا لحاظ ہوا۔ یہاں ارادہ سے مراد علی حقیقتہا نہیں ہے۔ ورنہ ہر گنہگار کی توبہ سے ارادہ کا تعلق لازم آئے گا بلکہ بندہ کی توبہ کو پسند کرنا مراد ہے۔ اسی لئے قبول توبہ کو واجب کہا جاتا ہے۔

اليهود. ان لوگوں کے یہاں علانی بہن، بھتیجی، بھانجی سے شادی روا تھی۔

لاتا کلوا. چونکہ مال کی بڑی منفعت کھانا پینا ہے اس لئے تخصیص کر دی ورنہ مطلق استعمال اور لینا دینا ممنوع ہے۔

یسینکم یہ حال یا ظرف ہے۔ من اموال سے۔ الامفسر علام نے استثناء منقطع کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ تجارت جنس مال سے نہیں ہے۔ نیز استثناء کا تعلق کون کے ساتھ ہے جو ایک معنی ہے مال نہیں ہے اور تجارت کی تخصیص بھی غالباً تصرف کی وجہ سے ہے ورنہ ہبہ، صدقہ، وصیت بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔

تقع۔ اشارہ ہے کان تامہ ہونے کی طرف اور لفظ تجارت مرفوع اور نصب پڑھنے کی صورت میں کان ناقصہ ہوگا اور اسم مضممر ہوگا صادرۃ سے اشارہ کر دیا کہ عن تراض صفت ہے تجارۃ کی۔ یہ آیت بیع تعاطی اور اجازت کے بعد بیع موقوفہ کے جواز پر اور خیار مجلس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ عدوانا و ظلما یہ حال ہے یا مفعول لہ مدخلا کا مصدر مسمی بصورت اسم مفعول ہے جیسے بسم اللہ معجرھا و مرسھا بمعنی ادخالاً اور یا اسم ظرف مکان ہے۔

رابط:..... مخصوص احکام کے بعد ترغیب کے لئے ان احکام میں منافع و مصالح کی رعایت اور انعام و احسان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اور آیت یا ایہا الذین الخ میں بطور تسمیم، اموال میں ناجائز تصرف کی ممانعت کا بار ہوا حکم بیان کیا جا رہا ہے اور ان تعتنبوا الخ میں عام گناہوں سے پرہیز کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال:..... الذین يتبعون الشهوات کی تفسیر میں جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کیا ہے اختلاف ہے۔ سدی کی رائے میں یہود و نصاریٰ مراد ہیں اور بعض کے نزدیک صرف یہود مراد ہیں کہ ان کے یہاں علانی بہن حلال ہے اور بعض فرقہ مجوس مراد لیتے ہیں جو مسلمان پر معترض تھے کہ خالہ اور پھوپھی زاد بہن کو تو حلال کہتے ہو اور بھانجی اور بھتیجی کو حرام۔ حالانکہ اصول سب کے یکساں حرام مانتے ہو اور ابن زید کی رائے میں فساق مراد ہیں اور بقول ابن عباس زانی مراد ہیں۔ نیز حرام کو حلال سمجھنا یا بے باکانہ حرام کا ارتکاب کرنا دونوں "میل عظیم" میں داخل ہیں۔ اول کفار کا اور دوسرا فساق کا شیوہ ہوتا ہے اور گناہ کو گناہ سمجھنا اور اتفاقاً ان کا سرزد ہو جانا "میل خفیف" کہلائے گا۔ یہاں اس کی اجازت مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ تمہارے دشمن تو "میل عظیم" میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

انسان، فرشتے، جنات سب مکلف ہیں:..... انسان کی طرح جنات اور فرشتے بھی تمام احکام کے مکلف ہوتے ہیں۔ اگرچہ فرشتوں کے لئے ثواب و عذاب نہیں۔ نیز جنات اگرچہ انسان کی طرح کمزور نہیں ہیں لیکن ممکن ہے تسہیل میں اصل رعایت انسان کے ضعف کی ہو اور جنات بھی انسان کے طفیل میں اس سے مستفید ہوں اور جن شہوتوں سے بچانا مقصود ہے وہ وہ ہیں کہ جن سے خدا پرستی فوت ہوتی ہو مباح شہوتیں چونکہ خدا پرستی کے منافی نہیں اس لئے وہ مراد نہیں ہیں۔

قتل کی تین صورتیں اور ان کے احکام:..... غیر مستحق کو قتل کرنے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) خطا فعلی کہ مثلاً شکار کی بجائے گولی آدمی کے لگ جائے۔ (۲) خطائے اجتہادی کہ مثلاً تنقیح مقدمہ کے سلسلہ میں غیر معتبر گواہوں کو معتبر سمجھ کر فیصلہ کر دیا جائے۔ (۳) واقعہ کسی غیر مستحق کا قتل کر دینا۔

عدوان کا لفظ تو ان سب صورتوں کو عام ہے۔ لیکن ظلم کہنے سے مراد صرف تیسری صورت ہے کیونکہ دوسری صورت میں تو کچھ گناہ بھی نہیں ہے۔ اول صورت میں البتہ کچھ گناہ ہے جس کے کفارے کا بیان آگے آ رہا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو مستحق قتل ہو ولی کے لئے اس کے قصاص کی درخواست جائز ہے اور اس درخواست پر قصاص لینا واجب ہو جائے گا۔ اس کو ممنوع یا گناہ نہیں کہا جائے گا۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کس کو کہتے ہیں:..... کبیرہ گناہ کی تعریفیں مختلف کی گئی ہیں۔ شیخ الاسلام بارزی کی رائے اس بارے میں نہایت جامع ہے۔ یہ کہ جس گناہ پر کوئی وعید یا حد یا لعنت بیان کی گئی ہو یا اس میں کسی ایسے گناہ کے برابر یا زیادہ مفسدہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہو یا پھر کوئی گناہ دین کو بیچ سمجھتے ہوئے کیا گیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور جس میں یہ بات نہ پائی جاتی ہو وہ

صغیرہ کہلائے گا۔ احادیث میں جو کبائر کی تعداد بیان کی گئی ہے مقصود اس سے حصر نہیں ہے بلکہ موقع محل کی ضرورت اور رعایت سے ان کو ذکر فرمادیا گیا ہوگا۔ بعض حضرات نے کبیرہ اور صغیرہ کے اضافی معنی کئے ہیں کہ ہر گناہ اپنے سے اوپر والے گناہ کے لحاظ سے صغیرہ اور اپنے سے کم درجہ گناہ کے لحاظ سے کبیرہ کہلائے گا۔ لیکن یہ تعریف فی حد ذاتہ کوئی حقیقی تعریف نہ ہوئی۔ اسی طرح اہل محبت اور ارباب عشق صوفیاء کی نظر میں گناہ میں کوئی تقسیم و تفریق نہیں کیونکہ ہر گناہ کی حقیقت محبوب کی نافرمانی ہے جو محبت کی دنیا میں معصیت کہلائے گی۔ محبوب کی یاد کے بغیر ایک سانس کا گذرنا بھی جو لوگ کفر سمجھتے ہوں وہ اس تفریق کو کہاں گوارا کریں گے۔ لیکن نیکی میں جب بدابہت تفاوت ہے تو بدی میں بھی فرق مراتب لابدی ہوگا۔

گناہ کی تین صورتیں اور ان کے احکام:..... صغیرہ گناہ کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اول حالت جو آیت ان تجتنبوا میں مراد ہے یہ ہے کہ گناہ صغیرہ تو سرزد ہو گیا لیکن ساتھ ہی کبیرہ گناہ سے بچتا ہے اور پابندی سے طاعات ضرور یہ بھی بجالاتا ہے۔ اس صورت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ صغائر معاف کر دیئے جائیں گے (۲) دوسری حالت یہ ہے کہ طاعات ضرور یہ کا پابند تو ہو مگر گناہ کبیرہ سے نہیں بچتا۔ (۳) تیسری حالت یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے تو بچتا ہے۔ البتہ طاعات نہیں بجالاتا۔ غرض کہ پہلی صورت میں جو دونوں شرطیں پائی جاتی تھیں چونکہ ان میں سے آخر کی ان دونوں صورتوں میں ایک ایک شرط کا فقدان ہے۔ اس لئے دوسری تیسری صورت میں وہ حکم بھی موجود نہیں ہوگا۔ یعنی تکفیر صغائر کا وعدہ اور یوں فضل و کرم کی بات دوسری ہے۔ وہ خود کبیرہ کے ساتھ بھی متعلق ہو سکتا ہے اور چونکہ اس صورت میں وعدہ معافی نہیں، اس لئے آخرت میں احتمال مواخذہ رہے گا۔ کیونکہ اگر معافی یقینی ہو جائے اور سزا کا احتمال نہ رہے تو پھر کبائر سے بچنا نہ بچنا دونوں برابر ہوں گے۔ حالانکہ کبائر سے بچنے کا ضروری ہونا خود قرآن سے صراحتاً معلوم ہو رہا ہے۔

گناہوں کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ:..... اسی لئے صغیرہ پر مواخذہ کا احتمال اور کبیرہ پر فضل و درگزر کا امکان اہلسنت کا مسلک اور اہل حق کا مشرب رہا ہے۔ ”فضل کرے تو چھٹیاں، عدل کرے تو لٹیاں“ نیز کفارہ سینات کے لئے حسنات کا قبول ہونا ضروری ہے کیونکہ مقبول حسنات تو بمنزلہ عدم کے ہیں اور جب شرط یعنی قبولیت ہی متیقن نہیں تو مشروط یعنی تکفیر کیسے یقینی کہی جاسکتی ہے۔ اس لئے اجتناب کبائر کے باوجود صغائر پر احتمال عقاب ہے کیونکہ رافع عقاب یعنی تکفیر ہی معلوم نہیں ہے۔ اہل سنت کی رائے کا یہی ما حاصل ہے۔

یرید اللہ ان ینحف الخ اس میں مجاہدات میں تشدد نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ بالخصوص جب کہ قوت و طاقت کا دعویٰ ہو اور مظاہرہ منشاء ہو جس سے عجب پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ط مِنْ جِهَةِ الدُّنْيَا وَالدِّينِ لِغَلَا يُؤَدِّيَ إِلَى التَّحَاوُدِ
وَالتَّبَاغُضِ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا لَهُمْ مِنْ الْجِهَادِ وَغَيْرِهِ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ
مِّمَّا كَتَبْنَا لَهُنَّ مِنْ طَاعَةِ أَزْوَاجِهِنَّ وَحِفْظِ فُرُوجِهِنَّ نَزَلَتْ لَمَّا قَالَتْ أُمَّ سَلَمَةَ لَيْتَنَّا كُنَّا رِجَالًا فَجَاهَدْنَا
وَكَانَ لَنَا مِثْلَ أَجْرِ الرِّجَالِ وَاسْتَلُوا بِهِمْزَةً وَدُونَهَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط مَا حَتَّجْتُمْ إِلَيْهِ يُعْطِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۳۲﴾ وَمِنْهُ مَحَلُّ الْفُضْلِ وَسُؤَالِكُمْ وَلِكُلِّ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ جَعَلْنَا مَوَالِيَ أَى

عَصَبَةٌ يُعْطُونَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ط لَهُمْ مِّنَ الْمَالِ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ يَافٍ وَدُونَهَا
 أَيْمَانُكُمْ جَمْعُ يَمِينٍ بِمَعْنَى الْقَسَمِ أَوْ الْيَدِ أَيْ الْخُلَفَاءُ الَّذِينَ عَاهَدْتُمُوهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى النُّصْرَةِ
 وَالْإِزْتِ فَآتَوْهُمْ إِلَّا نَصِيْبَهُمْ ط حَظَّهُمْ مِنَ الْمِيرَاثِ وَهُوَ السُّدُسُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
 شَهِيدًا ﴿۳۳﴾ مُطْلَعًا وَمِنْهُ خَالِكُمْ وَهُوَ مَنْسُوحٌ بِقَوْلِهِ وَأَوْلُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضِ الرِّجَالِ
 قَوَامُونَ مُسَلِّطُونَ عَلَى النِّسَاءِ يُؤَدِّبُوا لَهُنَّ وَيَأْخُذُونَ عَلَىٰ أَيْدِيَهُنَّ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ
 بَعْضٍ أَيْ بِتَفْضِيلِهِ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ بِالْعِلْمِ وَالْعَقْلِ وَالْوَلَايَةِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَبِمَا أَنْفَقُوا عَلَيْهِنَّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ ط
 فَالْصَّلِحَةُ مِنْهُنَّ قِتَّتْ مُطِيعَاتٍ لِأَزْوَاجِهِنَّ حَفِظَتْ لِلْغَيْبِ أَيْ لِفُرُوجِهِنَّ وَغَيْرِهَا فِي غَيْبَةِ أَزْوَاجِهِنَّ
 بِمَا حَفِظَ هُنَّ اللَّهُ ط حَيْثُ أَوْضَىٰ عَلَيْهِنَّ الْأَزْوَاجُ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ عِصْيَانَهُنَّ لَكُمْ بِأَنَّ ظَهَرَتْ
 أَمَارَاتُهُ فَعِظُوهُنَّ فَخَوَّفُوهُنَّ مِنَ اللَّهِ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ اعْتَرِلُوا إِلَىٰ فِرَاشِ الْخَرَانِ أَظْهَرَ
 النُّشُوزَ وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ إِنْ لَمْ يَرْجِعْنَ بِالْهَجْرَانِ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فِيمَا يُرَادُ مِنْهُنَّ فَلَا تَبْغُوا
 تَطْلُبُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ط طَرِيقًا إِلَىٰ ضَرْبِهِنَّ ظُلْمًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ﴿۳۴﴾ فَاحْذَرُوهُ أَنْ يُعَاقِبَكُمْ إِنْ
 ظَلَمْتُمُوهُنَّ وَإِنْ خِفْتُمْ عِلْمَتُمْ شِقَاقَ خِلَافٍ بَيْنَهُمَا بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ وَالْإِضَافَةُ لِلِإِتْسَاعِ أَيْ شِقَاقًا بَيْنَهُمَا
 فَابْتَغُوا إِلَيْهِمَا بِرِضَاهِمَا حَكْمًا رَجُلًا عَدْلًا مِّنْ أَهْلِهِ أَقَارِبِهِ وَحَكْمًا مِّنْ أَهْلِهَاتِ وَيُؤَكِّلُ الزَّوْجَ حَكْمَهُ فِي
 طَلَاقٍ وَقَبُولِ عَوْضٍ عَلَيْهِ وَتُؤَكِّلُ هِيَ حَكْمَهَا فِي الْإِخْتِلَاعِ فَيُجْتَهَدَانِ وَيَأْمُرَانِ الظَّالِمَ بِالرُّجُوعِ أَوْ يُفَرِّقَانِ
 إِنْ رَأَىٰهُ قَالَ تَعَالَىٰ إِنْ يُرِيدُ آيَ الْحَكْمَانِ إِصْلَاحًا يُوفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ط بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ أَيْ يُقَدِّرُهُمَا عَلَىٰ
 مَا هُوَ الطَّاعَةُ مِنْ إِصْلَاحٍ أَوْ فِرَاقٍ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا بِكُلِّ شَيْءٍ خَبِيرًا ﴿۳۵﴾ بِالْبُؤَاطِنِ كَالظُّوَاطِرِ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے مقابلہ میں جو کچھ دے رکھا ہے اس کی تمنامت کرو (دنیاوی لحاظ سے ہو یا دینی اعتبار سے۔ کیونکہ اس سے آپت کے حسد و بغض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے) مردوں کے لئے حصہ (ثواب) ان کے عمل کے مطابق ہے (جہاد وغیرہ جو اعمال کرتے ہیں ان کے سبب سے ہے) اور عورتوں نے اپنے عمل سے جو کچھ حاصل کیا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ (شوہروں کی اطاعت، شرمگاہوں کی حفاظت، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت عرض کیا کہ اے کاش ہم بھی مرد ہوتیں کہ مردوں کے شانہ بشانہ شریک جہاد ہو کر ان کی برابر مستحق اجر ہوتیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی) اور طلب گار رہو (یہ لفظ ہمزہ کے ساتھ ہے اور بغیر ہمزہ کے) اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشائش کے (کہ تمہاری ضروریات وہی مہیا کرتے ہیں) یقیناً وہ ہر بات کا علم رکھنے والے ہیں (مجملہ ان کے مواقع فضل اور تمہاری درخواستوں کا علم بھی ہے) اور ہر ایک (مرد و عورت کے لئے) ہم نے حقدار ٹھہرا دیئے ہیں (وارث عصبات کہ جن کو دیا جائے گا) ماں باپ اور رشتہ داروں کا ترکہ (مال) نیز جن عورتوں سے تمہارا عہد و

بیان نکاح ہو چکا ہے (لفظ عاقدت الف کے ساتھ اور بغیر الف پڑھا گیا ہے۔ ایمان جمع بمین کی ہے بمعنی قسم۔ یا داہنا ہاتھ۔ یعنی تمہارے وہ حلیف جن سے تم نے زمانہ جاہلیت میں نصرت و میراث کا معاہدہ کیا ہے) پس چاہئے کہ (اب) ان کے حوالہ کر دو۔ جو کچھ ان کا حصہ ہو (میراث کا چھٹا حصہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہیں (مجملاً اور چیزوں کے تمہاری حالت پر بھی مطلع ہیں۔ یہ حکم آیت ولولو الارحام بعضهم اولی بعض سے منسوخ ہے) مرد بند و بست کرنے والے (حاکم) ہیں عورتوں پر (ان کو شائستگی سکھاتے ہیں اور ان کی روک تھام رکھتے ہیں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے (یعنی مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں علم و عقل اور ولایت وغیرہ کے لحاظ سے شرف بخشا ہے) نیز اس وجہ سے کہ وہ اپنی کمائی (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس جو مستورات (ان میں) نیک ہوں جن کا شیوہ اطاعت (شوہروں کی فرمانبرداری) ہو۔ غائبانہ حفاظت کرنے والی ہوں (شوہروں کی عدم موجودگی میں اپنی عزت و آبرو وغیرہ کی محافظ ہوں) بحفاظت الہی (کہ شوہر اس کی تاکید رکھتے ہیں) اور جن بیویوں سے تمہیں اندیشہ سرکشی ہو (تمہاری نافرمانی کے جذبہ کا اظہار علامات سے ہوتا رہتا ہو) تو چاہئے کہ انہیں سمجھاؤ (اللہ سے ڈراؤ) پھر خواب گاہ میں ان سے الگ رہنے لگو (اگر سرکشی کی نوبت آجائے تو کنارہ کش ہو کر اپنی خواب گاہ الگ کر لو) اور انہیں کچھ مار بھی سکتے ہو (اگر کنارہ کش ہونے کی تنبیہ ناکافی ہو تو معمولی طور پر ہلکی سی مار بھی دے سکتے ہو) پھر اگر وہ تمہارا کہا ماننے لگیں (جو کچھ تم ان سے چاہتے ہو) تو ایسا نہ کرو کہ تلاش کرو۔ (ڈھونڈو) ان پر الزام دینے کے بہانے (مارنے پینے کی ظالمانہ طور پر براہیں) اللہ تعالیٰ بڑی رفعت و عظمت والے ہیں (اگر تم نے عورتوں پر ظلم کرنا چاہا تو اس کے انتقام سے بھی ڈرتے رہو) اور اگر تمہیں اندیشہ (خبر) ہو کہ تفرقہ (اختلاف) پڑ جائے گا۔ میاں بیوی کے درمیان (شقاق کی اضافت بین کی طرف محض توسعاً ہے یعنی شقاقاً بینہما) تو چاہئے کہ مقرر کر دو (دونوں کی رضامندی سے ان کے درمیان) بیچ (ایک انصاف پسند شخص) مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے کنبہ سے (شوہر اپنے بیچ کو طلاق اور عوض طلاق کی قبولیت کے اختیارات حوالہ کر دے اور بیوی اپنے بیچ کو خلع کا اختیار دے دے۔ دونوں منصف مل کر معاملات سمجھنے اور سلجھانے کی جدوجہد کریں اور ظالم کو ظلم سے باز رہنے پر مجبور کریں اور مناسب سمجھیں تو تفریق کرادیں۔ ارشاد الہی ہے) اگر دونوں (سر بیچ) چاہیں گے کہ صلح صفائی کرادیں تو اللہ تعالیٰ ضرور موافقت کرادیں گے۔ میاں بیوی کے درمیان (ملاپ یا جدائیگی جو کچھ بہتر ہوگی دونوں کے لئے مقدر فرمادیں گے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جاننے والے (ظاہر و باطن سے) باخبر ہیں۔

تحقیق و ترکیب: لا تمنوا۔ مستقبل میں کسی چیز کی امید کو تمنا کہتے ہیں۔ مما کسبوا مفسر نے من کے سببہ تعلیلیہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ علی ہذا ما اکتسبن میں من تعلیلیہ ہے۔ طاعة ازواجہن چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔ لو امرت لاحد ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من فضله چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔ من لم یسال اللہ من فضله غضب علیہ نیز ارشاد ہے۔ ان اللہ لیمسک الخیر الكثير من عبده ویقول لا اعطی عبدی حتی یسئلی۔

تر لٹ الوالد ان یعنی ترکوہ للعصبۃ اس صورت میں والدین اور اقربین سے مراد میت ہوگی اور یہی اصح ہے کیونکہ ابن عباس سے لفظ ما کان کا بیان من المال منقول ہے اور بعض نے یہ معنی بھی کئے ہیں۔ لکل شخص جعلنا ورثۃ ممن ترکہم السمیت وہم والدہ و اقرباء یہاں والدین اور اقربین کے ساتھ اولاد کا لفظ ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اولاد لغتاً اقربین میں داخل ہے۔ والدین بھی اگرچہ داخل ہیں۔ لیکن عام طور پر والدین کا ترکہ اولاد کو دینے میں لوگ مظالم اور گڑ بڑ کرتے ہیں۔ اولاد کے ترکہ میں والدین کے ساتھ گڑ بڑ نہیں کی جاتی۔

ایمانکم بمین داہنا ہاتھ۔ کیونکہ عقود میں ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے۔ اس لئے عقد کی اضافت اس کی طرف کر دی گئی۔ یا

بمعنی قسم بھی ہو سکتا ہے اور لفظ لکل متعلق ہے جعل کے اور مما ترک صفت ہے لکل کی اور عقدت کا مفعول محذوف ہے ای عہودہم اور الذین مبتداء ہے اور فاتوہم اس کی خبر ہے اور موصوف صفت کے درمیان فصل جائز ہے۔

والذین عاقدت اس موصوف کا عائد محذوف ہے الف والی قرأت پر معنی ہوں گے عاقدتہم ایذیکم او اقسامکم اور ثانی صورت میں یہ معنی ہوں گے۔ عقدت عہودہم ایمانکم اس سے مراد عقد موالات ہے جو بعض صورتوں میں امام اعظمؒ کے نزدیک اب بھی مشروع ہے۔ بعضہم مردوں کو بہ نسبت عورتوں کے عقل، عزم، حزم، عزت و قوت، کمال صوم و صلوة، نبوت خلافت و امامت، اذان و خطبہ و جمعہ، جماعات و جہاد، تکبیرات تشریق (عندابی حقیقہ) حدود و قصاص کی شہادت اور قضاء میراث ہیں۔ تضعیف و تعصیب، نکاح و طلاق کا اختیار۔ عورت کے لئے بیک وقت ایک شوہر سے زیادہ نہ ہونا۔ مدارنسب ان تمام باتوں میں اللہ تعالیٰ نے فضل و شرف عنایت فرمایا ہے۔

فالصلحت ابوہریرہ کی مرفوع روایت ہے خیر النساء امرأة نظرت الیہا سرتک وان امرتہا اطاعتک و اذا غبت عنہا حفظتک فی مالہا و نفسہا و تلا الایۃ . بما حفظ اللہ یعنی بالسبب الذی احفظہن اللہ بہ نشوزہن۔ اصل معنی نشوز کے ارتقاع کے آتے ہیں۔ بیوی کا ناشزہ ہونا یہ ہے کہ شوہر کی اطاعت نہ کرے۔ اس سے بغض رکھے۔ تکبر کے ساتھ پیش آئے۔ جس کی علامات اس کے سامنے بلند آواز سے کلام کرنا اور بلانے پر جواب نہ دینا، بھلے من بات نہ کرنا، کہا نہ ماننا۔ فعظوہن تدرجاً تین علاج بتلائے گئے ہیں۔ مارنا تو بدرجہ مجبوری بتلایا گیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ کھلائے چاہے سونے کا لقمہ مگر نظر تیز رکھے شریف عورت کے لئے یہی بس ہے۔ مار کی چکھی نہ ڈالے کہ پھر قابو سے باہر ہو جائے گی اور مارنے میں بھی ہڈی پسلی کا خیال رکھے کہ کہیں کانچ کی طرح مول نہ جائے۔

وان خفتہم۔ یہ خطاب حکام و اقارب سب کو ہے۔ شقاق۔ بمعنی اختلاف کیونکہ متخالفین میں ہر ایک ایک شق پر ہوتا ہے۔ ظرف کی طرف اس کی اضافت توسعاً ہے۔ ای شقاقاً بینہما جیسے ”مکر الیل والنہار“ میں اضافت ہے۔ برضاہما امام اعظمؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے ایک قول پر بلا اجازت دونوں کو اپنے اختیارات استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک بغیر رضامندی بھی سر پنچوں کو اقدام کا حق ہے اور ان دونوں کے اہل قرابت میں سے ہونا مستحب ہے۔ کیونکہ قرابت ہی صحیح حالات اور خاندانی طور طرق سے واقف ہوتے ہیں۔ اجازت کا حکم بننا بھی جائز ہے۔

رابطہ: عورتوں اور مردوں کی میراث کے حصص میں جو تفاوت مذکور ہوا ہے اور دوسرے بعض شرعی احکام میں بھی فرق مسلم ہے۔ اس پر عورتوں کی تسلی اور ازالہ شبہات کی غرض سے آیت لا تمنوا الخ میں تیر ہواں حکم فرمایا جا رہا ہے اور آیت لکل جعلنا الخ میں میراث موالات سے متعلق چودہواں حکم ارشاد فرمایا جا رہا ہے جو سلسلہ میراث ہی کی ایک کڑی ہے اور آیت الرجال الخ سے مردوں اور عورتوں کے اجمالی حقوق سے متعلق پندرہواں حکم بیان فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول: احکام میں مردوں کی بعض خصوصیات اور تخصیص پر نظر کرتے ہوئے ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے اعتراضاً نہیں بلکہ بطور اظہار تمنا عرض کیا کہ کاش! ہم مرد ہوتے تو ہمیں بھی مردوں کی طرح میراث ملتی اور دوسرے احکام میں بھی ان کے دوش بدوش ہوتے۔ جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کیا ہے یا کسی دوسری عورت نے عرض کیا ہوگا کہ یا رسول اللہ! میراث دوہری ملتی ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے آدھی ہے۔ پس ثواب بھی ہم کو شاید آدھا ہی ملے گا۔

ان آیات میں دونوں باتوں کا جواب ہے۔

بطریق قنادہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عقد موالات اس طرح ہوتا تھا کہ ”بدنی بدنک و حربی حربک و سلمی سلمک و ترثنی وارثک“ آیت ولکل جعلنا الخ میں اسی عقد موالات کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین و انصار کے مابین اسی طرح عقد موالات فرمایا تھا۔ لباب النقول میں ابن ابی حاتم نے حسنؓ سے تخریج کی ہے کہ ایک عورت نے آنحضرت سے اپنے شوہر کے طمانچہ مارنے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اس کو قصاص لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس پر آیت الرجال قوامون نازل ہوئی اور قصاص روک دیا گیا۔

﴿تشریح﴾:..... حضرت ام سلمہؓ کا جواب تو ولا تسمنوا میں اور دوسری صحابیہ کی بات کا جواب الرجال قوامون الخ میں آ گیا ہے اور اس تقریر سے آیت کا ربط احکام میراث سے اور آیت ان تعجبوا الخ دونوں سے معلوم ہو گیا۔

اعمال اختیار یہ اور احوال غیر اختیار یہ کا فرق:..... حاصل آیت لا تسمنوا الخ یہ ہے کہ فضائل وہیہ جو غیر اختیاری ہیں ان کی تمنا لا حاصل ہے۔ البتہ فضائل کسبہ جو اعمال اختیار یہ ہوتے ہیں ان میں بے شک تمنا اور کوشش ہونی چاہئے۔ اسی طرح وہ فضائل وہیہ جن میں اعمال کو بھی دخل ہے جیسے احوال و اعمال اور کمالات باطنہ ان میں بھی تمنا فضول اور عبث ہیں۔ تاہم اس کا طریقہ بھی یہ نہیں کہ بیٹھے بیٹھے خالی تمنائیں کر لی جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کی دعا اور درخواست بھی کرنی چاہئے۔ پس نبوت وغیرہ کی تمنا کرنا فضائل وہیہ محضہ کی تمنا کرنا ہے جو ایسے ہی غلط اور ہوس ہے جیسے کسی عورت کا مرد بننے یا مرد کا عورت بننے کی تمنا کرنا فضول ہے اور دوسری قسم کے فضائل وہیہ میں اعمال کے بعد دعا اور سوال کرنا چاہئے اور اعمال کسبہ۔ سوان میں مرد و عورت سب برابر ہیں۔ سب کو سعی اور دعا کرنی چاہئے۔ باقی عورتوں کا مردوں کے مقابلہ میں نقصان دین جیسا کہ احادیث میں وارد ہے وہ آیت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ منشاء حدیث کا بلا کسب نفس عمل میں عورتوں کے لئے ایک مانع کا بیان کرنا اور عمل کی کمی ہے اور حاصل آیت کا عمل کرنے کی صورت میں دونوں کے اجر و ثواب کا برابر ہونا ہے۔

اسلام کی نظر میں مرد و عورت:..... دراصل اسلام سے پہلے عالمگیر نظریہ یہ رہا ہے کہ انسانی وجود کا ظہور کامل صرف مردوں کی جنس میں ہوا ہے۔ عورتوں کی ہستی کوئی مستقل ہستی نہیں ہے۔ وہ صرف مردوں کی کام جو یوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اور ان کی چاکری اور پرستاری میں فنا ہونے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ لیکن سب سے پہلے قرآن کریم نے اس اعتقاد کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ نوع انسانی کو مرد و عورت دو جنسوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ دونوں یکساں طور پر اپنی اپنی ہستی اپنے اپنے فرائض، اپنے اپنے اعمال رکھتے ہیں۔ کارخانہ ہستی و معیشت کے لئے جس طرح ایک جنس کی ضرورت ہے ٹھیک اسی طرح دوسری جنس کی بھی ضرورت ہے۔ انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے یہ دو مساوی عنصر ہیں۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک مکمل زندگی بنانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہاں البتہ ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے۔ چنانچہ مرد عورتوں کے لئے معاشی ضروریات کی فراہمی اور قیام کا ذریعہ ہے۔ اس لئے سربراہی اور کارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر ان ہی کے لئے ہو گیا ہے۔ تاہم اس خیال سے عورتیں دلگیر نہ ہوں کہ وہ مرد نہ ہوں اور مردانہ کام ان کے حصہ میں کیوں نہ آئے؟ وہ یقین رکھیں کہ عمل و فضیلت کی تمام راہیں ان کے لئے بھی کھلی ہوئی ہیں۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے مہر وغیرہ چونکہ عورت سے فائدہ اٹھانے کا معاوضہ اور بدلہ ہوتا ہے اس لئے انفاق مالی کی وجہ سے مرد کی

بالادستی اور فضیلت کیسے صحیح ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ وہ معاوضہ عورت کے ماتحت رہنے ہی کا ہے۔ اس لئے اس معاوضہ سے تو فضیلت کی اور مزید تاکید ہو گئی۔

عقدِ موالات: ”عقدِ موالات“ کرنے والے ”مولى الموالاة“ کہلاتے ہیں۔ ابتدائے اسلام میں بھی اس پرانی رسم کا اجراء رہا اور آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات قائم فرما کر عقدِ موالات کرائی۔ اسی کے مطابق میراث سے مستبعد ہوتے تھے۔ لیکن اسلام کے شیوع اور مسلمانوں کی کثرت اور قرابت کے عام ہو جانے کی وجہ سے اولاً اس حکم میں وہ ترمیم ہوئی جو اس آیت میں چھٹے حصہ کی صورت میں بیان کی جا رہی ہے اور بقیہ مال دوسرے ورثاء کو دلایا جانے لگا۔ لیکن پھر آیت احزاب و اولسوا الارحام بعضهم اولی بعض کی رو سے بتدریج یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے ورثاء کے ہوتے ہوئے خواہ وہ ذوالفروض نسبی ہوں یا عصبی ہوں یا ذوی الاحرام ہوں، بالاتفاق تمام ائمہ کے نزدیک اس مولى الموالات کو کچھ تر کہ نہیں ملے گا۔ البتہ اگر کوئی وارث نہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک مولى الموالات کو پوری میراث ملے گی۔ ہاں دوسرے کے دیت ادا کرنے سے پہلے اگر کوئی اس معاہدہ کو فسخ کرنا چاہے تو فسخ بھی کر سکتا ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ یہ عہد ایک ہی جانب سے ہو دوسری طرف سے نہ ہو تو اس وقت ایک ہی جانب سے اس پر عملدرآمد ہو سکے گا۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت میں اس کا استحباب اور بہد خیر خواہی ہونا بھی منقول ہے۔ پس اس صورت میں منسوخ ماننے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔

مردوں کی بالادستی اور معاشرتی نظام میں قیم کی حیثیت: معاشرتی زندگی میں مردوں کی بالادستی کر لینے کے بعد ان کے حقوق کی نوعیت میں بھی تفوق ماننا پڑے گا۔ چنانچہ ان کے حقوق کے مطالبہ اور ادائیگی کے سلسلہ میں اگر عورتوں کی جانب سے کوئی اڑچن واقع ہوگی تو ان کو سیاست و تادیب کا حق بھی حاصل ہوگا۔ نیک عورتیں وہی کہلائیں گی جو اطاعت شعار، ظاہر و باطن ہر حال میں شوہروں کے مفاد کی خبر گیراں اور محافظ ہوں گی۔ بصورت دیگر اگر عورت حقوق شوہر کی رعایت نہیں کرتی، اطاعت شعاری کے دائرے سے قدم باہر نکالنے کی کوشش کرتی ہے تو اولاً شوہر کو چاہئے کہ نرمی و گرمی سے حسب موقع اس کو سمجھا بچھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ لیکن اگر میاں بیوی کے درمیان تفرقہ پڑ جانے کا خطرہ اور اندیشہ ہو تو پھر خاندان کی پنچائیت بٹھلائی جائے۔ جس میں مرد و عورت کے منصف مزاج لوگ سر جوڑ کر باہمی اصلاح حال کی سعی کریں۔ جس کا قصور نکلے اس کو ملزم گردانیں اور اگر سر پنچوں کو طلاق یا خلع کا اختیار بھی دے دیا جائے تو وکالت وہ اس کے بھی مجاز ہو سکتے ہیں۔ تاہم آیت میں اس سے تعرض نہیں ہے۔ میاں بیوی اگر حکام سے رجوع کریں تو یہ فیصلہ واجب ہے اور دوسروں کے لئے مستحب ہے اور من اہلہ و اہلہا کی قید آیت میں استحباب کے لئے ہے۔

لطائف آیت: ولا تتمنوا الخ سے معلوم ہوا کہ فضائل غیر اختیار یہ کے درپے ہونا حاصل اور باعث تشویش ہوتا ہے جس سے مقصود کی طرف توجہ میں کمی آ جاتی ہے اور واسئلوا اللہ سے معلوم ہوا کہ مجاہدات پر نظر رکھنے سے عجب پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ کے فضل پر نظر رہنی چاہئے۔ فان اطعنکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ محض بغض نفسانی کی بنیاد پر کسی کو مزادینے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرنا غلط ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَحَدُّوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ أَحْسِنُوا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا بِرَّأُولَيْنِ جَانِبٍ وَبِذِي الْقُرْبَى الْقَرَابَةِ وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى الْقَرِيبِ مِنْكَ فِي الْجَوَارِ أَوِ النَّسَبِ وَالْجَارِ الْجُنُبِ الْبَعِيدِ عَنْكَ فِي الْجَوَارِ أَوِ النَّسَبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ الرَّفِيقِ فِي سَفَرٍ أَوْ صِنَاعَةٍ وَقَبْلِ الزَّوْجَةِ وَابْنِ السَّبِيلِ لَا الْمُنْقَطِعِ فِي سَفَرَةٍ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط مِنَ الْآرِقَاءِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا مُتَكَبِّرًا فَخُورًا ﴿۳۶﴾ عَلَى النَّاسِ بِمَا أُوتِيَ وَالَّذِينَ مُبْتَدَأُ يَبْخُلُونَ بِمَا يُحِبُّ عَلَيْهِمْ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ بِهِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط مِنَ الْعِلْمِ وَالْمَالِ وَهُمْ الْيَهُودُ وَخَبِرُ الْمُبْتَدَأِ لَهُمْ وَعَيْدٌ شَدِيدٌ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ بِذَلِكَ وَبَعِيرِهِ عَذَابًا مُهِينًا ﴿۳۷﴾ ذَا إِهَانَةٍ وَالَّذِينَ عَطَفُوا عَلَى الَّذِينَ قَبْلَهُ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ مُرَائِينَ لَهُمْ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ط كَالْمُنَافِقِينَ وَأَهْلَ مَكَّةَ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا صَاحِبًا يَعْمَلُ بِأَمْرِهِ كَهَيْئَةِ لَأَيْ فَسَاءَ بئسَ قَرِينًا ﴿۳۸﴾ هُوَ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ط أَيُّ شَرِّ عَلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلْإِنْكَارِ وَلَوْ مَصْدَرِيَّةٌ أَيُّ لَا ضَرَرَ فِيهِ وَإِنَّمَا الضَّرَرُ فِيمَا هُمْ عَلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿۳۹﴾ فَيَجَازِيهِمْ بِمَا عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ أَحَدًا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ط أَصْغَرَ تَمَلَّةٍ بِأَنَّ يَنْقُصَهَا مِنْ حَسَنَاتِهِ أَوْ يَزِيدُهَا فِي سَيِّئَاتِهِ وَإِنْ تَكَ الذَّرَّةُ حَسَنَةً مِنْ مُؤْمِنٍ وَفِي قِرَاءَةِ بِالرَّفْعِ فَكَانَ تَامَةً يُضْعَفُهَا مِنْ عَشْرِ إِلَى أَكْثَرٍ مِنْ سَبْعِمِائَةٍ وَفِي قِرَاءَةِ يُضْعَفُهَا بِالتَّشْدِيدِ وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهِ مِنْ عِنْدِهِ مَعَ الْمُضَاعَفَةِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۴۰﴾ لَا يَقْدِرُ أَحَدٌ فَكَيْفَ حَالُ الْكُفَّارِ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا وَهُوَ نَبِيُّهَا وَجِئْنَا بِكَ يَا مُحَمَّدُ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَوْمَ الْمُجِيِّ يَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوْا الرَّسُولَ لَوْ أَيُّ أَنْ تُسَوَّى بِالنِّسَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ مَعَ حَذْفِ أَحَدِي التَّائِينَ فِي الْأَصْلِ وَمَعَ إِدْغَامِهَا فِي السِّينِ أَيُّ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ ط بِأَنَّ يَكُونُوا تُرَابًا مِثْلَهَا لِعَظَمِ هَوْلِهِ كَمَا فِي آيَةِ أُخْرَى وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿۴۲﴾ عَمَّا عَمِلُوهُ وَفِي وَقْتِ آخِرٍ يَكْتُمُونَ وَاللَّهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ -

ترجمہ:..... اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو (توحید بجالاؤ) اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ (اور اچھا سلوک رکھو) ماں باپ کے ساتھ عمدہ برتاؤ (احسان اور نرمی کے طریقہ پر) اور قرابت داروں (قریبی بمعنی قرابت ہے) یتیموں، مسکینوں، قرابتدار پڑوسیوں (جو پڑوس یا نسب کے لحاظ سے قریب ہوں) اور اجنبی پڑوسیوں (جو پڑوس یا نسب کے اعتبار سے دور ہوں) نیز پاس کے بیٹھنے والوں کے ساتھ (خواہ وہ رفیق سفر ہوں یا شریک پیشہ اور بعض نے بیوی مراد لی ہے) اور مسافروں (جو اپنے ساتھیوں سے کچھ

گئے ہوں) اور جو تمہارے قبضہ میں (لوٹڈی غلام) ہوں، ان سب کے ساتھ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈینگیں مارنے والے (شخی باز) لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو اترانے والے ہوں (لوگوں کے مقابلہ میں اپنی نعمتوں پر) جو (یہ مبتداء ہے) خود بھی بخل کرتے ہیں (ادائے واجب میں) اور دوسروں کو بھی بخل سکھاتے ہیں اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل سے دے رکھا ہے اسے چھپا کر رکھتے ہیں (یعنی علم اور مال و دولت مراد اس سے یہود ہیں۔ مبتداء کی خبر ”لہم وعید شدید“ ہے) اور ہم نے تیار کر رکھا ہے (اس میں اور دوسری چیزوں میں) ناشکری کرنے والوں کے لئے رسوا کرنے والا (توہین آمیز) عذاب اور ان لوگوں کو بھی دوست نہیں رکھتے (یہ ماقبل کے الذین پر عطف ہے) جو اپنی دولت محض لوگوں کے دکھانے کو (ریاء و نمود کے لئے) خرچ کرتے ہیں اور فی الحقیقت اللہ اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے (جیسے منافقین اور مکہ کے باشی) اور یاد رکھو جس کسی کا ساتھی شیطان ہو (کہ اسی کے ابھارنے پر عمل کرتا ہے جیسے یہ کافر) تو کیا ہی برا ساتھی ہے (یہ شیطان، ساء بمعنی بنس اور مخصوص بالمذمت محذوف ہے یعنی ہو) اور ان لوگوں کا کیا بگڑتا تھا۔ اگر یہ لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے اور جو کچھ خدا نے انہیں دے رکھا ہے اسے خرچ کرتے (یعنی اس میں ان کا کیا نقصان ہوتا۔ استفہام انکاری ہے اور لو مصدر یہ ہے۔ یعنی راہ مولیٰ میں خرچ کرنے میں نقصان نہیں تھا۔ بلکہ بحالت موجودہ جس پر ہیں اس میں نقصان ہے) اور اللہ تعالیٰ تو ان کی حالت کی پوری خبر رکھتے ہیں (اس لئے وہ ان کے کئے کی سزا ضرور دیں گے) یقیناً اللہ تعالیٰ (کسی پر) ظلم نہیں کرتے۔ ذرہ برابر (چیونٹی سے بھی کم۔ مثلاً ان کی نیکیوں میں سے کچھ گھنٹا دیں یا گناہوں میں اضافہ فرمادیں) اگر ذرہ برابر کسی نے نیکی کی ہے (مسلمانوں میں سے اور ایک قرأت میں ”حسنہ“ رفع کے ساتھ ہے۔ اس وقت کان تامہ ہو جائے گا) تو وہ اسے بڑھا چڑھا کر دیتے ہیں (دس گنا سے لے کر سات سو گنا) سے بھی زائد تک اور ایک قرأت میں لفظ بضعفہا تشدید کے ساتھ ہے) اور پھر اپنے پاس سے ایسا بدلہ بھی دیں گے (اس بڑھاؤ چڑھاؤ کے باوجود اپنی خصوص عنایت سے) جو بہت بڑا بدلہ ہوگا (جو کسی کی طاقت میں نہیں ہوگا) پھر کیا (حال ہوگا کفار کا) اس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ طلب کریں گے (جو ان کے خلاف عمل کی گواہی دے گا یعنی ان کا پیغمبر) اور ہم آپ ﷺ کو بھی (اے محمد ﷺ) ان لوگوں پر گواہی دینے کے طلب کریں گے۔ سو اس (طلبی کے) دن جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی ہوگی اور رسولوں کی نافرمانی کی ہوگی۔ یہ حال ہوگا کہ تمنا کریں گے۔ کاش! وہ دھنس جائیں (لو بمعنی ان سے اور تسوی نے معروف و مجہول دونوں طرح ہے۔ دراصل اس میں دو تائیں۔ ایک کو حذف کر دیا اور سین کے ادغام کے ساتھ بھی ہے۔ ای تسوی زمین میں (یعنی مٹی ہو کر زمین میں مل جائیں اور اس کے برابر ہو جائیں۔ قیامت کی دہشت کی وجہ سے جیسے دوسری آیت میں ویقول الکفر بالیتی کنت تراباً اور اس دن وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپا نہیں سکیں) جو کام انہوں نے کئے ہوں گے اور دوسرے وقت میں چھپانے کی کوشش کریں گے۔ واللہ بنا ما کننا مشرکین کہہ کر)

تحقیق و ترکیب: والجار ذی القربی مکان کے لحاظ سے قریبی پڑوسی کی حد امام شافعیؒ کے نزدیک چالیس مکان تک ہے۔ لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اس قدر تو وسیع نہیں ہے بلکہ دونوں مکان ملے جلے ہونے چاہئیں۔ اس لئے حق شفعہ بھی امام اعظمؒ پڑوسی کو دیتے ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک سب اہل محلہ اور اہل مسجد کو پڑوسی سمجھا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔ الجیران ثلثہ جار لہ ثلث حقوق حق الجوار و حق القرابة و حق الاسلام و جار لہ حق الاسلام و جار لہ حق واحد حق الجوار کالمشرك من اهل الكتاب۔ آنحضرت ﷺ نے پڑوسی کے حقوق کی اس درجہ تاکید فرمائی ہے جس سے ان کے شریک فی المیراث ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے۔

الجار الجنب۔ یعنی دوسری قوم کا فرد ہو۔ جب قرابت سے ماخوذ ہے۔ یہاں بھی مکان اور نسب دونوں لحاظ سے اعتبار ہوگا۔ بالجنب کا

متعلق صفت مقدرہ ہے۔ ای الکانن صاحب جب سے مراد ہمسفر ہے۔ وہم الیہود جیسے رفاعہ بن زید اور حی بن اخطب اور کروم بن زید وغیرہ افراد مراد ہیں جو انصار صحابہؓ کو بخل مشورے دیتے تھے۔ الذین مبتداء کی خبر محذوف کی طرف مفسر علام نے لہم و عید شدید سے اشارہ کر دیا ہے۔

واعتدنا للكافرين۔ اس میں وضع ظاہر موضوع مضموم کیا گیا ہے۔ اعتدنا لہم کہنا چاہئے تھا۔ مگر ارشاد اس طرف ہے کہ ایسا کرنے سے کفران نعمت ہوا اور کافر کی سزا عذاب ہے۔ اخفاء نعمت کو بھی کفران نعمت سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ اذا انعم الله على عبده نعمة احب ان يظهر اثرها عليه (مسند احمد)

فساء قرینا۔ ضمیر مبہم ساء کا فاعل ہے جس کی تفسیر منسوب کر رہا ہے اور مخصوص بالمدمت محذوف ہے۔ ای الشیطن۔ رداء الناس۔ مصدر مضاف الی المفعول بمعنی الفاعل ہونے کی طرف مفسر نے اشارہ کیا اور منصوب علی الحال ہے یا مفعول لہ بھی ہو سکتا ہے۔ ما اذا علیہم۔ مقصود سوال ضرر ہے بلکہ منافع سے ناواقفیت پر زجر و توبیح اور تحصیل جواب کی فکر پر آمادہ کرنا ہے اور ایمان کا ذکر پہلی آیت میں اخیر میں اور بعد والی اس آیت میں پہلے کیا گیا۔ کیونکہ وہاں بطور تعلیل ماقبل بیان کیا گیا اور یہاں ترغیب کے لئے۔ پس دونوں جگہ اہم سے ابتداء کی گئی ہے۔

مشقال۔ بروزن مفعول۔ ثقل سے ہے۔ مطلقاً مقدار یا مقدار معلوم مراد ہوتی ہے۔ ذرۃ۔ سرخ چیونٹی یا رانی کا دانہ یا روشندان کی دھوپ میں جو غبار کے باریک اجزاء ہوتے ہیں، ان کو کہا جاتا ہے۔ مطلقاً ظلم کی نفی مبالغہ مراد ہے۔ کیونکہ جب قلیل ظلم کی نفی ہے تو کثیر کی نفی بدرجہ اولیٰ ہے اور مشقال مصدر محذوف کی صفت کی بناء پر منصوب ہے۔ ای ظلماً و وزن ذرۃ۔

وان تلک۔ ضمیر کا مونث ہونا تانیث خبر کی وجہ سے ہے۔ یعنی "الحسنۃ" یا مشقال کی اضافت مونث کی طرف ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ تو اکثر مفسرین کی رائے ہے اور بعض کے نزدیک لفظ ذرۃ کی طرف ضمیر راجع ہے جیسا کہ جلال محقق نے بھی یہی کہا ہے۔ یہ گفتگو حسنۃ کے منصوب ہونے کی تقدیر پر ہے اور مرفوع کی قرأت پر کان تامہ ہوگا۔ فکیف اس میں فاء فصیحیہ ہے اور تقدیر مبتداء سے مفسر نے اس کے مرفوع علی الخبریت کی طرف اشارہ کیا ہے اور کبھی فعل محذوف کی وجہ سے محلاً منصوب بھی مانا جاسکتا ہے۔ ای فکیف یکونون اس صورت میں سیبویہ کی رائے پر تشبیہ بالمال کی وجہ سے منصوب بھی کہا جاسکتا ہے اور انخس کی رائے پر تشبیہ بالظرف کی وجہ سے اور یہی عامل اذا ہوگا۔ یومئذ اس میں تنوین جملہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ لو تسوی اس میں لو مصدر یہ اور یود کا محلاً مفعول ہے۔ اس وقت جواب کی ضرورت نہیں ولا یکتمون مفسر نے دونوں آیات میں تعارض اٹھا دیا ہے کہ اول اول تو کفار و اللہ ربنا ما کنا مشرکین کہہ کر چھپانا چاہیں گے۔ لیکن الیوم نختم الخ کی رو سے جب ان کی زبان بندی ہو جائے تو ہاتھ پیر اعضاء سب خبریں اگل دیں گے۔

رابطہ:..... سلسلہ بیان مختلف حقوق کی طرف چل رہا ہے۔ درمیان میں واعبدوا اللہ الخ سے یہ بتلانا ہے کہ کما حقہ ان کی ادائیگی ایک مومن کامل ہی کر سکتا ہے۔ جس میں بخل و کبر و ریاء کی بری خصلتیں نہ ہوں۔ ورنہ یہ چیزیں ادائے حقوق میں رکاوٹ بھی بن سکتی ہیں۔ بعد ازاں ان حقوق کو کچھ تفصیل سے آیت وما ذاعلیہم الخ میں کفر و بخل و ریاء کی اضداد کی ترغیب دینی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... اللہ اور بندوں کے حقوق کی حفاظت: اللہ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ حق اللہ کے سلسلہ میں بنیادی بات توحید کا اقرار اور شرک کی نفی ہے۔ یعنی جن صفات کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا ثابت ہو چکا

ہے۔ مثلاً علم محیط، قدرت تامہ وغیرہ ان کا اعتقاد کسی دوسرے کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ غرضیکہ شرک ذاتی، صفاتی، افعالی سب سے پرہیز کر کے توحید کامل کا حق بجالانا۔

حقوق العباد کے سلسلہ میں ماں باپ کے ساتھ بہتر سلوک، دوسرے قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، پڑوسی خواہ نزدیک کا ہو یا دور کا، بہر حال اچھے سلوک کا مستحق ہے۔ اسی طرح پاس اٹھنے بیٹھنے والے اور لونڈی غلام سب کے ساتھ محبت و احسان کا سلوک ہونا چاہئے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں ریاء اور بخل نہیں ہونا چاہئے:..... اللہ تعالیٰ نے جو کچھ رزق و دولت مرحمت فرمایا ہے اس کے بندوں پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ ایک مومن کا ہاتھ انفاق فی سبیل اللہ میں کبھی نہیں رکنا چاہئے۔ البتہ خرچ کرنے میں صرف اللہ کی رضا کی نیت ہونی چاہئے، نام و نمود کی نیت اور شہرت کی فکر۔ یہ ایمان باللہ اور فکر آخرت کے منافی ہے۔ یتیموں کے ساتھ چونکہ زمانہ جاہلیت میں حد سے زیادہ مظالم ہوتے تھے، اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی نگہداشت کا حکم مکرر فرمایا۔ پڑوسی اگر غیر مسلم بھی ہوں تب بھی حق جو ادا کرنا چاہئے اور مسلمان ہو تو دوہری توجہ کا مستحق ہے۔ اسی طرح بخل مالی کی طرف بخل علمی بھی مذموم ہے۔ جس میں کتمان علم بھی داخل ہے۔

ان اللہ لا یظلم الخ میں ظاہر ان ظلم کی نفی کرنی ہے ورنہ حقیقتاً تو حق تعالیٰ جو معاملہ بھی فرمائیں وہ مالک حقیقی ہیں۔ اس کو کسی طرح بھی ظلم نہیں کہا جاسکتا اور من لدنہ کا منشاء یہ ہے کہ اجر مقررہ کے علاوہ بھی مرحمت فرمائیں گے۔ پھر چونکہ وہ اجر بظاہر مسبب من العمل ہوگا۔ اگرچہ بمقابلہ عمل نہ ہو اور عادتاً کام کرنے والے ہی کو انعام ملا کرتا ہے۔ اس لئے اس کو اجر فرما دیا۔

قرآن کریم میں مطلقاً کفر اور عصیان رسول ﷺ سے مراد عام طور پر کافر ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے ”یود الذین کفرو الخ“ سے مراد کافر ہی ہوں گے اور چونکہ اس وقت کافر ہی زیادہ تر بخل و ریاء و کبر وغیرہ معاصی کے ساتھ متصف تھے اس لئے ان وعیدوں کے ذکر میں کفار ہی کی تخصیص کی گئی اور انبیاء علیہم السلام کی عدم موجودگی یا وفات کے بعد لوگوں نے جو جرائم کئے ہیں ان کے اثبات کے چونکہ دوسرے طریقے موجود رہے ہیں اس لئے انبیاء کی عدم شہادت مضمر نہیں ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ مائدہ میں و کنت علیہم شہید اما دمت فیہم کے بعد فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حضرت عیسیٰؑ کا جواب منقول ہے۔

لطائف آیت:..... والصاحب بالجنب۔ میں پیر بھائی اور ہم درس خواجہ تاش بھی داخل ہے۔ ان کے حقوق کی رعایت اور ادائیگی بھی ہونی چاہئے۔ ان اللہ لا یحب الخ میں اپنے احوال و مقامات سلوک پر فخر و مباہات اور عجب کرنا بھی داخل ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ أَيَّ لَا تَصَلُّوا وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ مِّنَ الشَّرَابِ لِأَنَّ سَبَبَ نَزْوِلِهَا صَلَاةُ جَمَاعَةٍ فِي حَالِ الشُّكْرِ حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ بَأَنَّ تَصِحُّوا وَلَا جُنْبًا بِيَا لَاحٍ أَوْ أَنْزَالٍ وَنَضْبُهُ عَلَى الْحَالِ وَهُوَ يُطَلَّقُ عَلَى الْمُفْرَدِ وَغَيْرِهِ إِلَّا عَابِرِي مَجْتَازِي سَبِيلِ طَرِيقِ أَيَّ مُسَافِرِينَ حَتَّى تَغْتَسِلُوا ط فَلَكُمْ أَنْ تَصَلُّوا أَوْ اسْتَنْبَى الْمَسَافِرُ لِأَنَّ لَهُ حُكْمًا آخَرَ سَيَأْتِي وَقِيلَ الْمُرَادُ النَّهْيُ عَنْ قُرْبَانِ مَوَاضِعِ الصَّلَاةِ أَيَّ الْمَسَاجِدِ إِلَّا عُبُورَهَا مِنْ غَيْرِ مَكْبٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ مَرْضًا يَضُرُّهُ الْمَاءُ أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَيَّ مُسَافِرِينَ وَأَنْتُمْ

حُنْبٍ أَوْ مُحَدِّثُونَ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ هُوَ الْمَكَانُ الْمَعْدُ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ أَيْ أَحَدٌ أَوْ
 لِمَسْتَمِ النَّسَاءِ وَفِي قِرَاءَةِ بِلَا أَلْفٍ وَكِلَاهُمَا بِمَعْنَى مِنَ اللَّمَسِ وَهُوَ الْحَسُّ بِالْيَدِ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَالْحَقُّ بِهِ الْجَسَّ بِبَاقِي الْبُشْرَةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ الْجَمَاعُ فَلَمْ تَحِدُوا مَاءً تَطْهَرُونَ
 بِهِ لِلصَّلَاةِ بَعْدَ الطَّلَبِ وَالتَّفْتِيْشِ وَهُوَ رَاجِعٌ إِلَى مَا عَدَا الْمَرْضَى فَيَتِمُّوْا أَقْضُوا بَعْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ
 صَعِيدًا طَيِّبًا تُرَابًا طَاهِرًا فَاضْرِبُوا بِهِ ضَرْبَتَيْنِ فَاْمَسْحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ط مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ وَمَسْحَ
 يَتَعَدَى بِنَفْسِهِ وَبِالْحَرْفِ إِنْ اللَّهُ كَانَ عَفْوًا غَفُورًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ:..... مسلمانو! نماز کا ارادہ بھی نہ کرو (نماز نہ پڑھو) جس وقت تم نشہ کی حالت میں ہو (شراب کی وجہ سے۔ آیت کا سبب نزول نشہ کی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا ہے) جب تک سمجھنے نہ لگو جس بات کو تم زبان سے کہتے ہو (ہوش میں آ جاؤ) اور نہ ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہو (خواہ مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں صرف داخل کی ہو یا انزال بھی ہو گیا ہو لفظ جنبا کا منصوب ہونا بنا پر حالت ہے اور اس کا استعمال مفرد اور غیر مفرد دونوں جگہ آتا ہے) ہاں راہ چلتا مسافر ہو (راستہ سے گزرنے والے یعنی مسافر ہوں) تو دوسری بات ہے تا وقتیکہ غسل نہ کرو (اب تمہیں نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی اور مسافر کا استثناء اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کے لئے دوسرا حکم ہے جو آگے آ رہا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ نماز کے مواضع یعنی مساجد کے قریب جانے سے روکا گیا ہے۔ البتہ بغیر ٹھہرے ایسی حالت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت ہے) اور اگر تم بیمار ہو (کہ پانی کا استعمال نقصان دہ ہو) یا سفر میں ہو (یعنی مسافر اور جنابت کی حالت میں ہو یا بے وضو ہو) یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے فارغ ہو کر آئے (غائط و قضاے حاجت کے لئے تیار کی جائے یعنی بے وضو ہو گیا ہو) یا تم نے بیوی کو چھوا ہو اور ایک قرأت میں لمستم بغیر الف کے ہے اور یہ دونوں بمعنی لمس ہیں۔ یعنی ہاتھ لگانا۔ ابن عمر کی رائے یہی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا اور اسی کے حکم میں باقی بدن سے چھونا بھی ہے اور ابن عباس کے نزدیک جماع کے معنی ہیں) اور تم کو پانی نہ ملے (کہ جس سے نماز کے لئے طہارت حاصل کر لو۔ تلاش و جستجو کے بعد۔ اور یہ پانی نہ ملنے کی قید بیماروں کے علاوہ کے لئے ہے) تو اس صورت میں تمہیں تیمم کر لینا چاہئے (وقت آ جانے کے بعد بہ نیت تیمم کام لو) پاک مٹی سے (پاک زمین پر دو دفعہ ہاتھ مار دو) اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کر لو (کہنیوں سمیت اور لفظ مسح خود بھی متعدی ہوتا ہے اور حرف کے ذریعہ سے بھی) بلاشبہ اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والے اور بخش دینے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... وانتم سکاری۔ اکثر کی رائے میں شراب کا نشہ مراد ہے اور یہی صحیح ہے۔ لیکن ضحاک کہتے ہیں۔ نیند کا غلبہ اور نیند کا نشہ مراد ہے۔ بسایلاج اس میں تعیم ہے۔ خواہ مجامعت کی صورت ہو یا لواطت کی، بہر صورت غسل واجب ہے۔ جنبا عطف ہے محل ما قبل ای لا تقربوا سکاری ولا جنبا۔ الا عابری۔ یہ استثناء ہے مقدر سے ای فی حال الخ مواضع الصلوة۔ یعنی الصلوة سے مراد مساجد لی جائیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں یہ اطلاق آیا ہے۔ وبيع و صلوات ای المساجد۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک جنسی کے لئے مسجد سے گزرنا جائز ہے ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور یہی قول حسن کا ہے اور امام اعظم کے نزدیک گزرنا بھی جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ دوسرا کوئی راستہ نہ ہو یا پانی صرف مسجد میں ہو جس سے طہارت حاصل کی جائے اور بعض اہل علم کی

رائے یہ ہے کہ مرور کے لئے بھی تیمم کر لینا چاہئے۔ باقی مسجد میں بحالت جنابت ٹھہرنے کی عدم اجازت پر حضرت عائشہؓ کی مرفوع روایت ہے وجہوا هذه البيوت عن المسجد فاني لا احل المسجد لحائض ولا جنب۔ البتہ امام احمدؒ اس روایت کو مجہول اور ضعیف سمجھتے ہوئے مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ عطاء بن یسارؒ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے قال رأيت رجلاً من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يجلسون في المسجد وهم يجنبون اذا توضؤوا وضوء الصلوة۔ لیکن امام اعظمؒ روایت انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن اذن لاحد ان یمر فی المسجد ولا یجلس فیہ الا لعلیٰ کی وجہ سے نہ مرور کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ملکث کی۔

لمستم النساء۔ ہاتھ لگانا کنایہ ہے جماع سے۔ یہی قول حضرت ابن عباسؓ کا اور یہی مذہب امام اعظمؒ کا ہے۔ لیکن محض چھونا حضرت ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے نزدیک ناپس ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ وهو راجع الی ماعد المرضی۔ کیونکہ مریض کے لئے تو پانی کے ہوتے ہوئے بھی تیمم کی اجازت ہے۔ اگر اس کے لئے مضر ہو۔ لیکن اگر مریض کے حق میں عدم وجدان ہی حکماً سمجھا جائے تو اس توجیہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فاضربوا ضربتین ابداً واداً اور حاکمؒ کی روایت میں ایسا ہی ہے۔ امام اعظمؒ، امام شافعیؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ لیکن امام احمدؒ حدیث عمارؓ کی وجہ سے ایک ضرب کو کافی سمجھتے ہیں اور امام مالکؒ پہلی ضرب کو فرض فرماتے ہیں۔ باقی امام شافعیؒ صعیداً کے معنی اگانے والی مٹی کے لیتے ہیں کیونکہ مٹی کے علاوہ کوئی چیز اگانے والی نہیں ہوتی۔ لیکن زجاج صعید کے معنی ”وجہ الارض“ کے لیتے ہیں۔ خواہ مٹی ہو یا دوسری چیز، جیسے پتھر بلا غبار کے۔ امام اعظمؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔

باقی آیت میں حالت، جنابت کی تخصیص کرنا، حالانکہ غیر متوضی کا حکم بھی نماز کے ناجائز ہونے کا ہے۔ محض اس لئے ہے کہ اغتسال کے لئے مغیا صرف حالت جنابت ہی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ کہا جاتا جناباً ولا غیر متوضیین حتی تغتسلوا۔ تو کلام صحیح نہ رہتا۔ اسی طرح آیت میں مسافر کی تخصیص استثناء میں کرنا باوجودیکہ مریض اور غیر مریض کا حکم بھی پانی نہ ہونے کے وقت یہی ہے۔ اس لئے ہے کہ سفر بہ نسبت بیماری کے غالب الوقوع ہے۔ نیز آیت کا سبب نزول بھی تیمم مسافر ہے۔ البتہ ”جاء احد“ اور ”لامستم النساء“ جو موجبات وضو ہیں ان کا عطف مرض و سفر پر جو مخصصات ہیں باعث اشکال ہوگا۔ کیونکہ متعاطفین کے درمیان تناسب شرط ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ غیر معذورین کا عطف معذورین پر ہو رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح پر ہے۔ وان کنتم مرضی او مسافرین او غیر مرضی و غیر مسافرین حال کونکم فی جمیع هذه الصور محدثین بالاصغر او الا کبر و حال کونکم فی جمیعها عاجزین عن الماء حقیقة کما فی الفقہ او حکماً کما اذا خیف الضرر۔ اس طرح کل چھ صورتیں نکلیں گی۔ جن میں تیمم کے لئے پانی نہ ہونا شرط ہوگا۔ (۱) بیمار بے وضو ہو۔ (۲) بیمار بے غسل ہو۔ (۳) مسافر بے وضو ہو۔ (۴) مسافر ضرورت مند غسل ہو۔ (۵) نہ بیمار ہو نہ مسافر ہو۔ مگر بے وضو ہو۔ (۶) نہ بیمار ہو نہ مسافر ہو مگر ضرورت مند غسل ہو۔

رابطہ..... اوپر سے اکثر معاملات مبنی کا بیان چلا آ رہا ہے۔ اب بعض قسم دیانات یعنی اللہ اور بندہ کے درمیانی معاملات کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسرا قریبی ربط یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے واعبدوا اللہ ولا تشرکوا میں خالص عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ اب اس کا ایسا انتظام فرمانا ہے کہ بلا قصد اختیار بھی شرک سرزد نہیں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوتا ہے۔

شان نزول:..... ابتدائے اسلام میں شراب حلال تھی۔ چنانچہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک مرتبہ دعوت کی اور شرکاء نے شراب پی۔ اسی میں مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت علیؓ نے امامت کی اور اسی نشہ کی حالت میں سورۃ کافرون پڑھتے ہوئے ”لا اعبد ما تعبدون“ کی بجائے ”اعبد ما تعبدون“ پڑھ دیا۔ جس میں بلا ارادہ خلاف توحید شریکۃ الفاظ ادا ہو گئے۔ بعد میں تنبیہ ہونے پر ندامت ہوئی۔ آنحضرت ﷺ سے عرض حال کیا گیا۔ اس پر آیت لاتقربوا الصلوٰۃ الخ نازل ہوئی۔ جس میں ضمنی طور پر دوسرے مناسب احکام بھی آ گئے۔

نیز غزوہ مریسج کے موقع پر حضرت عائشہؓ کا ہارگم ہو گیا اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کی ضرورت پیش آئی۔ اس سلسلہ میں بھی یہ آیت اور آیت مائدہ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... اسلام نے مکمل شراب بندی بتدریج کی ہے:..... (۱) شراب کی حرمت تدریجاً ہوئی ہے۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اس آیت کی رو سے صرف اوقات نماز میں شراب کا پینا حرام معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آیت مائدہ سے مطلقاً شراب کی بندش اور حرمت ہو گئی تھی۔ چنانچہ اب نماز اور غیر نماز تمام اوقات میں نشہ بندی کا حکم ہے۔

وضو اور غسل کا تیمم:..... (۱) مرض کے اشد ادکا خطرہ ہو یا امتداد کا اندیشہ ہو۔ دونوں صورتوں میں تیمم کی اجازت ہے۔ (۲) پانی اگر کم از کم ایک شرعی میل ہو جو انگریزی میل سے ۱/۸ حصہ زیادہ ہوتا ہے۔ تب بھی تیمم کی اجازت ہے۔ مسافر ہو یا غیر مسافر۔ (۳) اسی طرح اگر پانی قریب ہو۔ لیکن ڈول رسی وغیرہ آلات نہ ہونے سے، یا کسی قسم کے خوف سے پانی نہ مل سکے۔ بہر صورت تیمم کی اجازت ہوگی اور یہ سب صورتیں فان لم تجدوا میں داخل سمجھی جائیں گی۔ (۴) وضو اور غسل دونوں کا تیمم یکساں ہوتا ہے۔ صرف نیت کا فرق ہوتا ہے۔ ایک میں وضو کی قائم مقامی کی اور دوسرے میں غسل کے قائم مقامی کی نیت کرنی ہوتی ہے اور اس کا خیال رہے کہ منہ ہاتھ میں سے کوئی حصہ نہ جائے۔ جہاں ہاتھ نہ پہنچ سکے ورنہ تیمم نہیں ہوگا۔

(۶) تیمم ہر ایسی چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو۔ یعنی جونہ آگ میں جلے اور نہ گلے۔ لیکن دو چیزیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ چونہ باوجود یکہ آگ میں جل جاتا ہے۔ لیکن اس سے تیمم جائز ہے۔ اور راکھ باوجود یکہ آگ میں نہ جل سکتی ہے اور نہ گل سکتی ہے پھر بھی اس سے تیمم جائز نہیں ہے۔ جہت استثناء دونوں کی الگ الگ ہے۔ تفصیلی بحث کا موقع سورۃ مائدہ ہے۔

لطائف آیت:..... لاتقربوا الصلوٰۃ اس سے معلوم ہوا کہ سکر حالی کے آثار اگر محسوس ہونے لگیں تو ذکر کو منقطع کر دے۔ اگر قطع نہیں کرے گا تو خود قطع ہو جائے گا اور وہ ترقی جو عمل پر موقوف تھی جب عمل ہی منقطع ہو گیا تو ترقی بھی رک جائے گی۔ چنانچہ استغراق میں بھی ترقی رک جاتی ہے۔

ان الله كان عفواً غفوراً۔ اس میں ضعفاء اعمال کے اس وسوسہ کا علاج ہے کہ جب ضعف کی وجہ سے ظاہراً عمل میں نقصان ہے تو وہ آثار مقصودہ اور اجر و ثواب کے نقصان کو مستلزم ہو۔ پس اس شبہ کے ازالہ اور تدبیر کی طرف اشارہ کر دیا کہ بالفرض اگر نقصان ہو بھی تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر جبر نقصان کرنے والے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيحًا حَظًّا مِّنَ الْكِتَابِ وَهُمْ الْيَهُودُ يَشْتَرُونَ الضَّلَلَةَ بِالْهُدَىٰ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿۴۳﴾ تَخَطَّوْا طَرِيقَ الْحَقِّ لِيَكُونُوا مِثْلَهُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ط مِنْكُمْ فَيُخَيِّرُكُمْ لِيُحْتَسِبُوهُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا حَافِظًا لَّكُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿۴۴﴾ مَا نَعَا لَكُمْ مَن كَيْدِهِمْ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا قَوْمٌ يُحَرِّفُونَ يُغَيِّرُونَ الْكَلِمَ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ فِي التَّوْرَةِ مَن نَّعَتَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَن مَّوَاضِعِهِ الَّتِي وَضَعَ عَلَيْهَا وَيَقُولُونَ لِسِنِّي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ بِشَيْءٍ سَمِعْنَا قَوْلَكَ وَعَصَيْنَا أَمْرَكَ وَاسْمَعُ غَيْرَ مُسْمَعٍ حَالٍ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ أَي لَا سَمِعْتَ وَ يَقُولُونَ لَهُ رَاعِنَا وَقَدَنْهِي عَن حَطَابِهِ بِهَا وَهِيَ كَلِمَةٌ سَبَّ بَلُغْتِهِمْ لِيَأْمُرُوا بِالسِّنِّيَّةِمْ وَطَعْنَا قَدْحًا فِي الدِّينِ ط الْإِسْلَامِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا بَدَلٌ وَعَصَيْنَا وَاسْمَعُ فَقَطٌ وَانظُرْنَا أَنْظُرْنَا لِيَأْمُرُوا بِدَلٍ رَاعِنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِمَّا قَالُوهُ وَأَقْوَمَ أَعْدَلُ مِنْهُ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ أَبَعَدَهُمْ عَن رَحْمَتِهِ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۴۵﴾ مِنْهُمْ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَأَصْحَابِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِنَ التَّوْرَةِ مَن قَبْلَ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا نَمْحُوا مَا فِيهَا مِنَ الْعَيْنِ وَالْأَنْفِ وَالْحَاجِبِ فَزَرَدَهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا فَتَجْعَلُهَا كَالْأَقْفَاءِ لَوْحًا وَاحِدًا أَوْ نَلْعَنَهُمْ نَمْسُخُهُمْ قِرْدَةً كَمَا لَعْنَا مَسْخَنَا أَصْحَابَ السَّبْتِ ط مِنْهُمْ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَضَاؤُهُ مَفْعُولًا ﴿۴۶﴾ وَلَمَّا نَزَلَتْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ فَقِيلَ كَانَ وَعِيدًا بِشَرْطٍ فَلَمَّا أَسْلَمَ بَعْضُهُمْ رُفِعَ وَقِيلَ يَكُونُ طَمَسٌ وَمَسْحٌ قَبْلَ قِيَامِ السَّاعَةِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ أَيِ الْإِشْرَاكِ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ سِوَىٰ ذَلِكَ مِنَ الذُّنُوبِ لِمَن يَشَاءُ ح الْمَغْفِرَةُ لَهُ بِأَنْ تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ بِالْإِعْذَابِ وَمَن شَاءَ عَذَّبَهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِذُنُوبِهِ ثُمَّ يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا ذَنْبًا عَظِيمًا ﴿۴۷﴾ كَبِيرًا أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُمْ ط وَهُمْ الْيَهُودُ حَيْثُ قَالُوا نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ أَي لَيْسَ الْأَمْرُ بِتَرْكِتِهِمْ أَنفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّيٰ يَطَهِّرُ مَن يَشَاءُ بِالْإِيمَانِ وَلَا يُظْلِمُونَ يُنْقِضُونَ مِّنْ أَعْمَالِهِمْ فِتِيلًا ﴿۴۸﴾ قَدَرٌ قَشْرَةٌ الشَّوَابَةُ أَنْظُرْ عَجَبًا كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذْبَ ط بِذَلِكَ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ﴿۵۰﴾ بَيْنَا -

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کی حالت نہیں دیکھی جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا۔ (مراد یہود ہیں) کس طرح وہ گمراہی خرید رہے ہیں (ہدایت کے بدلہ میں) اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ (راہِ حق سے بھٹک کر ان ہی جیسے ہو جاؤ) اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو اچھی طرح جانتے ہیں (بہ نسبت تمہارے اسی لئے انہوں نے تم کو اطلاع دے دی ہے تاکہ تم ان سے پرہیز رکھو) اور اللہ تعالیٰ کی دوستی کافی ہے (تمہاری حفاظت کے لئے) اور ان کی مددگاری کافی ہے (تم تک ان کے مکر روکنے کے لئے) یہودیوں میں سے (ایک قوم) ایسی ہے کہ وہ لوگ اذلتے بدلتے۔ رو بدلتے کرتے رہتے ہیں لفظوں کو (جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی شان

میں تورات میں نازل فرمائے ہیں) ان کی اصلی جگہ سے (جن کے لئے وہ وضع کئے گئے تھے) اور کہتے ہیں (آنحضرت ﷺ سے جب آپ ﷺ ان کو کسی بات کا حکم فرماتے ہیں) ہم نے (آپ ﷺ کی بات) سن لی۔ مگر (آپ ﷺ کا حکم) نہیں مانیں گے اور سننے درناخالیکہ آپ ﷺ نہ سننے والے ہوں (لفظ "غیر مسمع" ترکیب میں حال بمعنی دعا ہے۔ یعنی خدا کرے آپ کو کوئی بات نہ سنائی جائے) اور (نیز کہتے ہیں) راعنا (حالانکہ اس لفظ سے آپ ﷺ کو خطاب کرنے سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ کلمہ ان کی زبان میں برے موقع پر استعمال کیا جاتا تھا) توڑ موڑ کر (ہیر پھیر کر) اپنی زبانوں کو اور بطور طعن (تشنیع) دین حق (اسلام) کے خلاف اگر یہ لوگ سمعنا و اطعنا (بجائے عصینا) کہتے ہیں اور (صرف لفظ) اسمع اور انظرنا (یعنی انظر الینا بجائے راعنا) کہتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا (جو کچھ کہا اس کی نسبت سے) نیز درستگی (میانہ روی) کی بات ہوتی۔ لیکن فی الحقیقت ان پر اللہ تعالیٰ کی پھنکار پڑ چکی ہے (کہ اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے) ان کے کفر کی وجہ سے۔ پس یہ ایمان نہیں لائیں گے بجز معدودے چند افراد کے (ان میں جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے رفقاء) اے اہل کتاب! جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے (قرآن) اس پر ایمان لے آؤ۔ جو (تورات) تمہارے پاس ہے یہ کتاب جو تصدیق کر رہی ہے اس کتاب (تورات) کی جو تمہارے پاس موجود ہے۔ ایسا وقت آنے سے پہلے کہ ہم لوگوں کے چہرے مسخ کر کے (آنکھ، ناکھ، بھوؤں کے نشانات مٹا کر) پیٹھ پیچھے الٹا دیں (اور گدی کی طرح سامنے کے حصہ کو بھی سپاٹ اور صفا چٹ کر کے رکھ دیں) یا پھنکار برسا دیں ان پر (بندروں کی شکل میں مسخ کر کے) جس طرح پھنکار دی (لعنت کر دی) ہفتہ والوں پر (ان میں سے) اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فیصلہ کر دیا ہے (حکم دے دیا ہے) وہ ضرور ہو کر رہے گا (یہ آیت جب نازل ہوئی تو عبداللہ بن سلام مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ بقول بعض یہ وعید مشروط تھی۔ لیکن جب بعض لوگوں کے اسلام لانے سے یہ شرط نہ پائی گئی تو وعید بھی مرتفع ہو گئی اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ قیامت سے پہلے ضرور یہ تبدیلی اور مسخ ہوگا) اللہ تعالیٰ کبھی یہ بات بخشنے والے نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ شرک کیا جائے (شرک کرنے کی معافی نہیں ہوگی) ہاں اس کے علاوہ (سوا) اور گناہوں (خطاؤں) کی معافی ہو سکتی ہے وہ اگر چاہیں (معاف کرنا تو کسی گنہگار کو بلا عذاب جنت میں داخل کر سکتے ہیں اور چاہیں تو گنہگار مومن کو گناہ پر عذاب کے بعد جنت میں داخل کر سکتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کسی ہستی کو شریک ٹھہراتا ہے تو یقیناً وہ افتراء پر دازی کرتا ہے جرم (گناہ) عظیم (سخت ترین) کی کیا آپ ﷺ نے ان لوگوں کی حالت پر نظر نہیں کی جو اپنی پاکی کا بڑا گھمنڈ رکھتے ہیں (یعنی یہود جو خود کو "ابناء اللہ و احبائہ" سمجھتے ہیں۔ یعنی مدار ان کی خود ستائی پر نہیں ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ پاک (صاف) کر سکتے ہیں جسے چاہیں (ایمان کی بدولت) اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (ان کے اعمال میں کمی کر کے) رتی یارائی برابر بھی (چھوارے کی گٹھلی پر جھلی برابر بھی) ملاحظہ فرمائیے (مقصود تعجب ہے) یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح صریح بہتان باندھ رہے ہیں (اس بارے میں) اور ان کی آشکارا گنہگاری کے لئے بھی ایک بات کافی ہے (مینا بمعنی سینا ہے)۔

تحقیق و ترکیب: نصیباً من الکتب تورات سے چونکہ ان یہود نے صرف حضرت موسیٰ کی نبوت معلوم کی تھی آنحضرت کی نبوت کا علم انہوں نے حاصل نہیں کیا تھا۔ اسی لئے او تو اعلم الکتب کی بجائے نصیباً من الکتب فرمایا گیا ہے برخلاف عبداللہ بن سلام وغیرہ مؤمنین یہود کے ان کو دونوں کی نبوت کا علم تھا اس لئے ان کے لئے معہم الکتب کے الفاظ فرمائے گئے ہیں۔

ان تضلوا السبیل اس میں ترقی تعجب کی گئی ہے۔ عن مواضعہ چونکہ لفظ مواضعہ کی ضمیر الکلم کی طرف راجع ہے جو جمع ہے اس لئے مقتضی قیاس کے بجائے مواضعہ کے مواضعہ ہونا چاہئے تھا لیکن جس جمع کے حروف واحد کے مقابلہ میں کم ہوں وہاں ضمیر مؤنث کی بجائے جمع کے لئے ضمیر مذکر بھی لائی جاسکتی ہے۔ سمعنا و عصینا یہ دونوں لفظ بالمشافہ آپ ﷺ کے سامنے کہے

گئے ہوں یا لفظ سمعنا ظاہر اور عصینا مخفی طریقہ پردل میں کہہ لیا ہو۔

اسمع غیر مسمع اگر شری معنی کا ارادہ کیا جائے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی اسمع حال کو تک غیر مسمع کلاماً اصلاً بصمم او موت اس صورت میں منصوب علی المفعولیت ہوگا اور معنی خیر پر محمول کیا جائے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی اسمع منا غیر مسمع کلاماً مکروہا۔ راعنا رعایت سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے اور رعونت سے بھی۔ ”لیتاً“ اس کے معنی موڑنے کے ہیں اور رسی بٹنے کے ہیں۔ یعنی لفظ کو ظاہری معنی سے گھمانا پھرانا۔ اس کی اصل تو یا تھی تعلیل صرفی کی گئی ہے نیز اس میں استعارہ تخیلیہ کیا گیا ہے۔ الا قلباً اس کا نصب باوجود قرأ کے اتفاق کے مرجوح ہے اگرچہ علامہ ابن حاجب نے جواز کی اجازت دی ہے چنانچہ علامہ تفتازانی نے اس کو لعنہم اللہ سے مستثنیٰ مانا ہے۔ لایؤمنون بمنزلہ یکفرون ہے یا الا قلیلاً کا مفہوم یہ ہے کہ صرف چند آیات پر یہ ایمان لائے ہیں جو غیر معتبر ہے۔

نمحو جلال مفسر نے تقدیر مضاف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ای صور وجوہ لوحاً واحداً یعنی چہرہ تختی کی طرح صفا چٹ ہو جائے گا جس میں آنکھ ناک وغیرہ کے نشانات مٹ جائیں گے چنانچہ حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مثل گدی کے حصہ کے ہو جائے گا۔ اسلم عبد اللہ یعنی عبد اللہ بن سلامؓ جب شام سے مدینہ آئے اور انہوں نے یہ آیت سنی تو اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں نہیں چاہتا کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اللہ میرا چہرہ مسخ فرمادے۔ اس واقعہ سے ان لوگوں کا جواب ہو گیا جو کہتے ہیں کہ خدا نے مسخ و طمس سے ڈرایا تو تھا لیکن ان میں سے ایک بھی واقع نہیں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ وعید اس صورت میں تھی جب کہ کوئی بھی ایمان نہ لائے، لیکن جب بعض اہل کتاب ایمان لے آئے تو شرط مرتفع ہو گئی اس لئے وعید بھی مرتفع ہو گئی۔

قبل قیام الساعة اور بعض کی رائے ہے عین قیامت کے روز یہ وعید واقع ہوگی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ فی الحقیقت طمس اور لعنت کی وعید تھی۔ لیکن اس مجموعہ میں اس سے لعنت واقع ہو گئی تو کہا جائے گا کہ مجموعی شرط واقع ہوگی۔ چنانچہ ہرزبان پر ایسے ناہنجار لوگوں کے لئے لعنت پائی جاتی ہے۔ اول قول مجاہد اور مالک کا ہے، دوسرا قول ابن جریر کا ہے اور تیسرا حسن کا ہے۔ ای لیس الامر استفہام انکاری کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ کرنی کی رائے ہے۔ صرف نفی داخل ہونے کی وجہ سے مفسر علام نے اگرچہ نفی کے ساتھ تفسیر کی ہے لیکن معنی اثبات کے ہیں۔ اس لئے بقول ابو مسعود استفہام تعجب کے لئے لینا زیادہ بہتر ہے یعنی مخاطب کو تعجب میں ڈالنا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ مشرکین کی ان دونوں حالتوں میں بون بعید ہے۔

نیز مفسر علام لیس الامر نکال کر اشارہ کر رہے ہیں کہ لفظ بل عبارت مقدرہ سے اضراب ہے قدر قشر النواة اس میں تقدیر مضاف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ لیکن مفسر علام نے فتیل کی جو تشریح کی ہے وہ فتیل کی تفسیر نہیں ہے بلکہ سبقت قلم سے لفظ قسطمیر کے معنی لکھے گئے ہیں ورنہ فتیل کہتے ہیں کھجور کی کھٹلی کے شکاف میں جو باریک جھلی کا دھاگہ ہوتا ہے اس کو عرب ان لفظوں سے کسی کی قلت کو بتلایا کرتے ہیں۔

رابطہ: اب تک مواقع تقویٰ میں سے زیادہ تر معاملات باہمی بیان ہوئے لیکن آئندہ مخالفین کے ساتھ معاملات کا بیان شروع ہو رہا ہے چنانچہ مسلمانوں سے تعلقات منقطع کرنے اور ان کو ڈرانے کی نیت سے یہود کے مکر، کتمان حق، تحریف کتاب اور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے خدام کے ساتھ ان کی عداوت کا بیان نہایت مؤثر انداز میں کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح آیت الم تر الخ ایک گونہ تعلق آیت یکتومون ما اتاہم اللہ سے بھی ہو گیا پھر آیت یا ایہا الذین الخ میں یہود کو ایمان و تصدیق کی دعوت دی

جاری ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں ڈرایا جا رہا ہے اور آیت ان اللہ لا یغفر الخ میں کفر کے باوجود یہود کی امید مغفرت کا جواب دیا جا رہا ہے جیسا کہ ان کے قول سیغفر لنا سے معلوم ہوتا ہے۔

اور آیت الم تر الی الذین ینزکون میں ان بے شمار قبائل کے ہوتے ہوئے پھر یہود کا اپنے لئے دعوائے پارسائی کرنا اور نحن ابناء اللہ وغیرہ کلمات شیخی کہنا بے ربط و بے جوڑ قرار دیا گیا ہے۔

شان نزول:..... لباب النقول میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رفاعہ بن زید بن التابوت یہود کا رئیس اعظم تھا۔ آنحضرت ﷺ سے جب گفتگو کرتا تو زبان کو چبا چبا کربات کرتا اور کہتا کہ ارعنا سمعک یا محمد حتی نفہمک یعنی کلام میں ہماری رعایت کیجئے تاکہ ہم بھی سمجھ سکیں اور پھر اسلام میں عیب نکالتا اور نکتہ چینیوں کرتا۔ اس پر آیت الم تر الی الذین نازل ہوئی۔ نیز ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ عبد اللہ بن حوریا، کعب بن اسد وغیرہ اکابر یہود سے گفتگو کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا یا معشر یہود اتقوا اللہ واسلموا فواللہ انکم لتعلمون ان الذین جئتکم بہ لحق اے یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو۔ واللہ تمہیں معلوم ہے کہ جو کچھ میں لایا ہوں وہ حق ہے کہنے لگے کہ اے محمد! ہم تو اس سے واقف نہیں ہیں اس پر آیت یا ایہا الذین اتوا الکتاب نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... یہود کی بد تمیزی اور بد تہذیبی، اسلام کی تہذیب اور شائستگی:..... یہود کے تین کلمات جو نقل فرمائے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک کے دو معنی ہیں ایک اچھے معنی اور دوسرے برے معنی۔ مثلاً سمعنا و عصینا کے اچھے معنی تو یہ ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کا ارشاد سن لیا ہے اور آپ ﷺ کے مخالف کی بات نہیں مانی اور برے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ ﷺ کی بات سن تو لی مگر ہم مانیں گے نہیں یعنی عمل نہیں کریں گے۔ اسی طرح دوسرے لفظ اسمع غیر مسمع کے اچھے معنی تو یہ ہیں کہ آپ ہماری عرض سنیں اور خدا کرے کہ اپنے اقبال کی بدولت کبھی کوئی ناگوار بات نہ سنیں بلکہ ہمیشہ موافق اور حسب منشاء کلمات سننے کا اتفاق ہوتا رہے لیکن برے معنی یہ ہوں گے کہ ہماری بات ہوش کے کانوں سنیں خدا کرے کبھی آپ کو (خاکم بدہن) اور خوش کن بات سننے کا موقع نہ ملے۔ بلکہ ہمیشہ رنجیدہ اور اذیت رساں باتیں ہی سنتے رہیں اور مخالف جو بات ہی کان میں پڑتے رہیں۔ تیسرے کلمہ راعنا کے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں گزر بھی چکا ہے اچھے معنی تو یہ ہونے کہ آپ ہماری رعایت فرما کر ذرا کلام فرمایا کیجئے اور برے معنی لعنت یہود کی رو سے دشنام اور گستاخی کے ہیں۔ غرض کہ یہود ان ذو جہین کلمات کو اپنی کج طبعی اور منافقانہ سرشت کی وجہ سے استعمال کرتے تھے تاکہ خود تو برے معنی مراد لے کر دل خوش کر لیں اور ساتھ ہی دوسرے لوگ ظاہری روکار کے بہتر ہونے سے دھوکہ میں مبتلا ہو جائیں اور کسی کو ان پر گرفت کا موقع نہ مل سکے۔ چنانچہ بعض دفعہ کچھ سادہ لوح مسلمان بھی محض اچھے رخ پر نظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو استعمال کر جاتے، جس میں علاوہ ضلالت کے یہود کا اضلال بھی معلوم ہوا۔ اس لئے ان آیات میں اس کی اصلاح کی جا رہی ہے اور مسلمانوں کو بھی اس ضلالت کا شکار ہونے سے روکا جا رہا ہے۔

تہذیب اخلاق بہر صورت انسان کے لئے بہتر ہے:..... جن کلمات کی قرآن میں تعلیم دی جا رہی ہے ان کا بہتر ہونا ایمان کے ساتھ تو ظاہر ہے کہ آحمت میں اعمال صالحہ باعث ثواب و نجات ہوتے ہیں اور بلا ایمان کے بھی دنیاوی لحاظ سے بہتر ہونا شائستگی اور تہذیب کی وجہ سے ہے کہ ہر ملک و ملت کے انسان سے شائستگی گفتگو کرنا بلندی اخلاق کی دلیل ہوتی ہے لیکن یہ تہذیب اور شائستگی کفار کے لحاظ سے آخرت میں بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگی۔ جیسا کہ آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی قسم

کی باتوں سے کفار کے عذاب میں باہم فرق رہے گا یعنی ایک شائستہ کافر کے عذاب میں تخفیف رہے گی بہ نسبت غیر مہذب کافر کے۔

ایک شبہ کا ازالہ:..... لایؤمنون اس میں عام افراد مراد نہیں کہ اشکال ہو بلکہ صرف وہ کفار مراد ہیں جن کا علم الہی میں کفر پر مرنا مقدر ہو چکا ہے۔ اس لئے بعض کافروں کے مسلمان ہو جانے سے شبہ نہیں ہونا چاہئے اگرچہ وہ پہلے بے ادبی اور گستاخی بھی کر چکا ہو۔ کیونکہ جب سابقہ نافرمانی سے باز آ گیا تو وہ کالعدم ہو گئی۔ پس بے ادبی کا لعنت کے لئے سبب بن جانا اور لعنت کا کفر کے لئے سبب بن جانا اس میں اب کوئی شبہ نہیں رہا کیونکہ علت اور سبب ہٹ جانے کے بعد معلول اور مسبب کا اٹھ جانا قطعاً باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن کی پیشن گوئی:..... مفسرین نے اس سوال حل کرنے کے لئے کہ یہ طمس و مسخ کب ہوا ہے؟ مختلف توجیہات کی ہیں اور پھر ان توجیہات میں خدشات پیش آئے تو ان کے جوابات دیئے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کسی واقعہ کی خبر اور اطلاع نہیں دی گئی ہے کہ تاریخی طور پر اس کی تلاش کی فکر کی جائے بلکہ صرف درجہ احتمال میں یہ بتلانا ہے کہ اگر تم نے اللہ کی نافرمانی کی تو یاد رکھو اس بات کا قوی امکان اور احتمال ہے کہ تم پر طمس و مسخ کا عذاب آسکتا ہے اس کو امکان اور ہمارے دائرہ اختیار سے باہر نہ سمجھو۔ ہاں اگر کبھی مقتضائے رحمت سے اس امکان کا وقوع نہ ہو۔ تب بھی اشکال نہیں ہونا چاہئے غرضکہ اس سادہ توجیہ کے بعد کسی تکلیف کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور مقصد اس احتمال کے بیان کرنے سے اس جرم کا عظیم اور سنگین ہونا ہے۔

ایک شبہ کا حل:..... اور اس آیت میں لفظ قبل ایسا ہی ہے جیسے سورۃ منافقون میں فرمایا گیا ہے و انفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتى احدکم الموت دیکھئے لفظ قبل دو چیزوں پر داخل کیا جا رہا ہے موت کے آنے پر اور قول خاص پر حالانکہ بسا اوقات سکراتِ موت میں مبتلا ہونے والے مدہوش شخص کو اس قول کی نوبت بھی نہیں آتی نہ دل سے اور نہ زبان سے مگر تصحیح کلام کے لئے صرف اس احتمال کا ہونا ہی کافی سمجھا جاتا ہے اسی طرح سورۃ نساء کے شرور میں گزر چکا ہے۔ و بعد ازاں ان یکبر و اوہاں بھی لفظ بعد ارفظ قبل کا مرادف ہے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوئی۔ ای من قبل ان یکبر و اوہاں بھی لفظ بعد ارفظ قبل کا مرادف ہے اور مر جاتے ہیں وہاں بھی صرف احتمال ہی پر گفتگو کی گئی ہے یا حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اغتنمتم خمساً قبل خمس شبابک قبل ہرمک و صحتک قبل سقمک و غناک قبل فقرک و فراغک قبل شغلك و حیاتک قبل موتک۔ یعنی پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھو قبل اس کے کہ پانچ باتیں پیش آئیں۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو تنگ دستی سے پہلے، فرصت کو مشغول ہونے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔ حالانکہ اس حدیث میں بھی پہلی چار جگہوں میں قبل کا مضاف الیہ محض احتمالی ہے غرضکہ ان شواہد و نظائر کے ہوتے ہوئے اس توجیہ میں قطعاً غرابت نہیں ہے۔

شُرک کی طرح کفر بھی ناقابل معافی جرم ہے:..... آیت ان اللہ لا یغفر الخ میں صرف شرکی بخشش نہ ہونے کا اعلان کیا گیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث اور اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات دین میں شمار کیا گیا ہے کہ شرک کی طرح کفر بھی ناقابل معافی ہے۔ مگر یہاں صرف شرک کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے باوجودیکہ مقتضی مقام یہ ہے کہ اوپر سے یہود کے کفر کا تذکرہ چلا آ رہا ہے اور وہ کافر ہیں۔

آیت کی توجیہات:..... علماء نے اس کی توجیہات مختلف کی ہیں اور سب لطیف ہیں۔ پہلی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ شرک کو اپنے اصلی معنی پر رکھتے ہوئے کہا جائے کہ قرآن کریم میں تین طرح کی آیات ہیں۔ بعض میں صرف شرک کا لفظ آیا ہے اور بعض میں

صرف کفر کا لفظ آیا ہے اور بعض میں دونوں۔ پس ہر آیت میں دونوں کا ذکر ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مجموعہ آیات سے کفر و شرک دونوں کا ناقابل معافی ہونا معلوم ہو گیا اور وہی مقصود ہے اور چونکہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اس لئے وہ مشرک بھی تھے پس اس طرح ان آیات کا یہود کے حسب حال ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ شرک کو اپنے معنی پر رہنے دیا جائے اور آیت میں لفظ دون کے معنی ادنیٰ اور کمتر کے لئے جائیں یعنی شرک سے کم درجہ کے جتنے گناہ ہیں وہ سب معاف ہو سکتے ہیں پس کفر کی بعض صورتیں تو شرک ہی ہیں ان کی نسبت تو سوال ہی واقع نہیں ہوتا کہ جواب کی ضرورت پیش آئے البتہ بعض صورتیں کفر کی ایسی ہیں جن کو شرک نہیں کہا جائے گا۔ مثلاً خدا کے وجود کا سرے سے انکار کر دینا کہ یہ شرک تو نہیں لیکن شرک سے بڑھ کر کفر ہے، کیونکہ مشرک خدا کا منکر نہیں ہوتا بلکہ اس کے وجود کے ساتھ دوسرے خدا کو بھی مانتا ہے لیکن دہر یہ تو بالکل خدا کے وجود ہی کا منکر ہے پس جب مشرک کی مغفرت نہیں تو اس سے بڑھ کر خدائی انکار کے کفر کی مغفرت کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی طرح دلالت النص کے طور پر کفر کا ناقابل معافی جرم ہونا ثابت ہو گیا اس صورت میں یہود کے اعتقاد پر اگر شرک کا اطلاق نہ بھی کیا جائے تب بھی ان کے کفر کے ناقابل معافی ہونے کی وجہ سے اقتضائے مقام کے خلاف نہیں ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ شرک کے دو معنی کئے جائیں۔ ایک معنی حقیقی کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو الوہیت میں شریک کیا جائے، دوسرے معنی مطلق کفر کے کئے جائیں جس میں شرک بھی داخل ہو۔ یہ تعمیم کی توجیہ نہایت سہل ہے اس میں کفر و شرک متعارف دونوں داخل ہو جائیں گے اور مقصد یہ ہے کہ کفر و شرک کی آلودگیوں کے ساتھ یہود کا مغفرت کی امید رکھنا نہایت نامعقول خام خیالی ہے۔

مسلك اہل سنت:..... ویغفر ما دون ذلك میں مغفرت سے مراد بلا سزا بخشش ہے۔ اسی لئے اس وعدہ کی مشیت پر معلق فرمایا اور بصورت جرم مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور نہ سزا کی بعد مومن کی بخشش کا یقینی طور پر وعدہ کیا گیا ہے۔ گویا اس کے ساتھ مشیت کا تعلق ثابت ہو چکا ہے نیز گناہوں کی مغفرت بلا توبہ کو مشیت معلق کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے من لقی اللہ تعالیٰ لایشرک بہ شیئاً دخل الجنة ولم یضرہ خطیئہ (ترجمہ) ”جو شخص اللہ کے یہاں بلا شرک جائے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور گناہ اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“

اور لمن یشاء کی قید ایسی ہے جیسے دوسری آیت اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء میں فرمایا گیا ہے اس سے اس کے عموم پر اثر نہیں پڑتا اسی لئے حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

ما فی القرآن ایه احب الی من هذه الایة قرآن کریم میں اس سے زیادہ مجھے دوسری آیت محبوب نہیں ہے۔

معتزلہ کا رد:..... معتزلہ اس آیت کو توبہ پر محمول کر رہے ہیں حالانکہ توبہ کے بعد تو کفر و شرک بھی معاف ہو جاتے ہیں پھر دونوں میں کیا فرق رہا۔ حالانکہ منشاء آیت دونوں میں فرق کرنا ہی ہے۔

خود ستائی کی ممانعت اور اس کی وجہ:..... آیت الم تر الی الذین یرکون انفسہم میں حق تعالیٰ نے نیک کام کر کے اپنے کو مقدس اور پارسا سمجھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حالانکہ مومن کی تقدیس اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔ سو اس ممانعت کی کئی وجوہ ہیں اول وجہ تو یہ ہے کہ اکثر اپنی تعریف و توصیف اور خود ستائی کا منشاء بڑائی اور کبر ہوا کرتا ہے۔ پس خود ستائی سے منع کرنا فی الحقیقت کبر سے روکنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انما العبرة بالحوادث کی رو سے تقدیس کا مدار انجام اور خاتمہ بالخیر ہونے پر ہے اور کسی کو پہلے سے اپنے انجام کی خبر نہیں ہے اس لئے علی الاطلاق تقدیس کا دعویٰ گویا انجام سے بے فکری، بے خوفی پر دل ہے۔ تیسری

وجہ ممانعت یہ ہے کہ دعویٰ تقدیس سے عوام کو یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ مقدس شخص ہر قسم کے نقائص و عیوب سے خالی ہے حالانکہ ایسا نہیں تو یہ ایک درجہ میں کذب ہوا پھر کبھی اس دعویٰ تقدس سے عجب بھی پیدا ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی میں یہ عوارض اور وجوہ ممانعت نہ پائے جاتے ہوں جس کی تشخیص ایک محقق مبصر ہی کر سکتا ہے تو تحدیثِ نعمت کے طور پر اس کے لئے اظہارِ تقدس جائز ہے۔

لِطَافِ آيَتٍ: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَانِكُمْ اَعْدَاءُ كَ عَمُوْمٍ مِّمَّنْ فِيْ سُوْرَةِ اَلْبَقَرَةِ ﴿۲۶﴾ چونکہ شیاطین بھی داخل ہیں اس لئے متوکلیں کے لئے شیاطین سے بے خوف و خطر ہونے کی تلقین ہو رہی ہے۔ الم تر الی الذین یزکون اس میں دعوائے تقدیس پر رو ہے جس میں بہت علماء اور مشائخ مبتلا ہیں البتہ اہل فنا کی بات دوسری ہے۔

وَنَزَلَ فِيْ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ وَنَحْوِهِ مِنْ عُلَمَاءِ الْيَهُودِ لَمَّا قَدِمُوْا مَكَّةَ وَشَاهَدُوْا قَتْلِيْ بَدْرٍ وَحَرَّضُوْا الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى الْاِخْتِاَفِ بِنَارِهِمْ وَمُحَارَبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْحَبِيْبِ وَالطَّاعُوْتِ صَنَمَانَ لِقُرَيْشٍ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَبِيْ سَفِيَّانٍ وَاَصْحَابِهِ حِيْنَ قَالُوْا لَهُمْ اَنْحُنْ اَهْدٰى سَبِيْلًا وَّنَحْنُ وَاِلٰهَةُ الْبَيْتِ نُسْقٰى الْحٰجَّ وَنُقْرٰى الضِّيْفَ وَنُفَكُّ الْعٰنِيَّ وَنَفْعَلُ اَمَّ مُحَمَّدٍ وَقَدْ خَالَفَ دِيْنَ اَبَائِهِ وَقَطَعَ الرَّحْمَ وَفَارَقَ الْحَرَمَ هٰؤُلَاءِ اَيُّ اَنْتُمْ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اَقُوْمُ طَرِيْقًا اَوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ ط وَمَنْ يَلْعَنِ اللهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ مَا نَعَا مِنْ عَذَابِهِ اَمْ بَلْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ اَيُّ لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مِّنْهُ وَلَوْ كَانَ فَاِذَا لَا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَيُّ شَيْئًا تَافَهَا قَدَرَ النُّقْرَةَ فِيْ ظَهْرِ النَّوَاةِ لِفِرْطٍ بِخَلِيْمٍ اَمْ بَلْ اَيْحَسُدُوْنَ النَّاسَ اَيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَآئِهِمْ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ ح وَمِنَ السُّبُوَّةِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ اَيُّ يَتَمَنُّوْنَ زَوَالَهٗ عَنْهُ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ نَبِيًّا لَاشْتَغَلَ عَنِ النِّسَاءِ فَقَدْ اَتَيْنَا اِلَ اِبْرٰهِيْمَ حَدَهٗ كَمُوْسٰى وَدَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ النَّبُوَّةَ وَاَتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَكَانَ لِداوُدَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اِمْرًا وَّلِسْلِيْمٰنَ اَلْفٌ مَّائِيْنَ حُرَّةً وَسُرِيَّةً فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهِ بِمُحَمَّدٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ اَعْرَضَ عَنْهُ ط فَلَمْ يُؤْمِنْ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ عَذَابًا لِّمَنْ لَا يُؤْمِنُ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصَلِّيْهِمْ نُدْخِلُهُمْ نَارًا ط يَحْتَرِقُوْنَ فِيْهَا كُلَّمَا نَضِجَتْ اِحْتَرَقَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَلْنَهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا بِاَنَّ تَعَادَ اِلٰى حَالِهَا الْاَوَّلِ غَيْرَ مُحْتَرَقَةٍ لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط لِيُقَاسُوْا شِدَّةَ اِنَّ اللهَ كَانَ عَزِيْزًا لَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ فِيْ خَلْقِهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط لَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ مِّنَ الْحَيْضِ وَكُلٌّ قَدِرٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ دَائِمًا لَا تَنْسِخُهٗ شَمْسٌ هُوَ ظِلُّ الْجَنَّةِ اِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاٰمِنٰتِ مَا اُوْتِيْتُمْ لِيَهِيَ مِنَ الْحُقُوْقِ اِلٰى اَهْلِهَا لَا نَزَلَتْ لَمَّا اَخَذَ عَلِيٌّ مِفْتَاحَ الْكَعْبَةِ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ الْحَجَبِيِّ سَادِنَهَا قَهْرًا لَمَّا قَدِمَ

السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَمَنْعَهُ وَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ أَمْنَعُهُ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدِّهِ إِلَيْهِ وَقَالَ هَاكَ خَالِدَةُ تَالِدَةُ فَعَجِبَتْ مِنْ ذَلِكَ فَقَرَأَ لَهُ عَلِيُّ الْآيَةَ فَأَسْلَمَ وَأَعْطَاهُ عِنْدَ مَوْتِهِ لِأَخِيهِ شَيْئَةً فَبَقِيَ فِي وُلْدِهِ وَالْآيَةُ وَإِنْ وَرَدَتْ عَلَى سَبَبٍ خَاصٍّ فَعُمُومُهَا مُعْتَبَرٌ بِقَرِينَةِ الْجَمْعِ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ يَا مُرْكُمَ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۗ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا فِيهِ إِدْغَامُ مِيمٍ نِعَمٌ فِي مَا النَّكِرَةُ الْمُؤْصُوفَةُ أَيْ نِعَمٌ شَيْئًا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ تَادِيَةِ الْأَمَانَةِ وَالْحُكْمِ بِالْعَدْلِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا لِمَا يُقَالُ بِصِيرًا ﴿۵۸﴾ بِمَا يُفْعَلُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ أَيْ الْوَلَاةَ مِنْكُمْ ۗ إِذَا أَمَرُوكُمْ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ أَيْ كِتَابِهِ وَالرَّسُولَ مُدَّةَ حَيَاتِهِ وَبَعْدَهُ إِلَى سُنَّتِهِ أَيْ اكْشِفُوا عَلَيْهِ مِنْهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذَلِكَ أَيْ الرَّدُّ إِلَيْهِمَا خَيْرٌ لَكُمْ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْقَوْلِ بِالرَّأْيِ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۵۹﴾ مَالًا -

۵۹

ترجمہ: (آئندہ آیات کعب بن اشرف وغیرہ علمائے یہود کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جب کہ یہ لوگ مکہ معظمہ میں آئے اور "مقتولین بدر" کی حالت کا معائنہ کیا اور مشرکین مکہ کو اپنے مقتولین کا بدلہ لینے اور آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنے پر ابھارنا چاہا) اے پیغمبر! کیا تم ان لوگوں کا حال نہیں دیکھتے جنہیں کتاب اللہ سے ایک حصہ دیا گیا تھا کہ وہ بتوں کی شریر قوتوں کے معتقد ہو گئے ہیں (جست اور طاغوت قریش کے دوبت ہیں) اور کافروں کی نسبت کہتے ہیں (ابوسفیان وغیرہ کی نسبت جبکہ انہوں نے علماء یہود سے پوچھا تھا کہ تلاء ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں درحالیکہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں، حجاج کرام کو پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں، مہمان نواز ہیں، قیدیوں کو رہائی دیتے ہیں اور اس قسم کے دوسرے اچھے کام کرتے ہیں۔ یا محمد زیادہ صحیح راستہ پر ہیں حالانکہ انہوں نے اپنے آبائی مذہب کے خلاف کیا ہے، قطع رحمی کے مرتکب ہوئے ہیں، حرم کو چھوڑ بیٹھے ہیں، مسلمانوں سے تو کہیں زیادہ یہی لوگ (یعنی تم لوگ) سیدھے راستہ پر ہیں (ہدایت یافتہ ہیں) یقین کرو یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی پھنکار پڑی اور جس پر اس کی پھنکار پڑی ممکن نہیں تم کسی کو اس کا مددگار پاؤ (کہ اللہ کے عذاب سے اس کو بچالے) پھر کیا بات ہے کہ ان کے قبضہ میں بادشاہت کا کوئی حصہ آ گیا ہے (یعنی ان کو سلطنت کا کچھ حصہ بھی حاصل نہیں ورنہ) تو ایسی حالت میں یہ بالکل نہیں چاہتے کہ لوگوں کو رائی برابر بھی کچھ مل جائے (یعنی معمولی سی چیز بھی جتنی مقدار کہ چھوارے کی گٹھلی کی کمر پر باریک سی جھلی ہوتی ہے اپنے انتہائی بخل کی وجہ سے کسی کو اتنی چیز دینے پر بھی آمادہ نہیں ہیں) یا پھر انہیں لوگوں سے (نبی کریم ﷺ سے) اس بات پر حسد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے (نبوت اور بیویوں کا زیادہ ہونا، یعنی ان نعمتوں کے زوال کی تمنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ نبی ہوتے تو بیویوں سے بے نیاز ہوتے) اگر یہی بات ہے تو ہم نے خاندان ابراہیم میں (آپ کے دادا جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام کو) کتاب اور حکمت (نبوت) دی تھی اور ساتھ ہی بڑی بھاری سلطنت بھی عطا فرمائی تھی (چنانچہ حضرت داؤد کی ننانوے بیویاں اور حضرت سلیمان کی ایک ہزار آزاد باندیاں تھیں) پھر ان میں سے کوئی تو ایسا ہوا جو ان (محمدؐ) پر ایمان لے آیا اور ان میں سے بعض ان سے روگردان (برگشتہ) ہی رہے (یعنی ایمان نہیں لائے) اور دہکتی ہوئی دوزخ کی آگ ہی بس ہے (عذاب ہے ان لوگوں

کے لئے جو ایمان نہیں لائے) جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا تو عنقریب ہم انہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیں گے (داخل کر دیں گے کہ وہ اس میں جل بھن کر رہ جائیں گے) جب کبھی ان کی کھال پک جائے گی (جل جائے گی) تو ہم کچھلی کھال کی جگہ دوسری کھال بدل دیں گے (یعنی بغیر جلی ہوئی کچھلی حالت پر ہم اس کو لوٹا دیں گے) تاکہ عذاب کا مزہ چکھ لیں (اور اس کی شدت کا اندازہ کر لیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہیں (کوئی چیز ان کو ہرا نہیں سکتی) اور دانا ہیں (جو کچھ کرتے ہیں) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ہم انہیں ایسے باغوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے ان کی رفاقت کے لئے پاک و پارسا بیویاں ہوں گی (جو ہر قسم کے حیض و گندگی سے پاک و صاف ہوں گی) نیز ہم انہیں بڑے اچھے گنجان سائے میں جگہ دیں گے (جو ہمیشہ رہے گا، آفتاب کی تمازت اس کو نہیں مٹا سکے گی۔ جنت کا سایہ مراد ہے) اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ جس کی امانت ہو (یعنی جو حقوق کسی کے ذمہ ہوں) وہ اس کے حوالہ کر دیا کرو (یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ حضرت علیؑ نے کعبہ کی کنجی زبردستی عثمانؓ بن طلحہؓ جی دربان کعبہ سے چھین لی اور آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے وقت تشریف لائے اور عثمانؓ نے کنجی دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر آپؐ گورسول اللہ ماننا تو پھر کنجی دینے سے انکار نہ کرتا، اس پر آپؐ نے حضرت علیؑ کو کنجی واپس کر دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ”لو عثمانؓ ہمیشہ کے لئے یہ خدمت تمہارے سپرد ہے“ اس پر عثمانؓ اپنے بھائی شیبہؓ کو دے دی ان کی اولاد کے پاس رہی۔ بہر حال یہ آیت اگرچہ خاص سبب کی وجہ سے نازل ہوئی لیکن صیغہ جمع کے قرینہ سے عموم کا اعتبار ہوگا) اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو چاہئے کہ انصاف کے ساتھ کرو۔ کیا ہی اچھی بات ہے (لفظ نعم کے میم کا ادغام مانکرہ موصوفہ میں ہو گیا ہے بمعنی نعم شینا ہے) جس کی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتے ہیں (ادائے امانت اور انصاف رانی کے متعلق) بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ (باتیں) سننے والے اور سب کچھ (کاروائی) دیکھنے والے ہیں۔ مسلمانو! اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے با اختیار حکمرانوں کی فرمانبرداری کرو (بشرطیکہ ان کا حکم اللہ و رسولؐ کی مرضی کے مطابق ہو) پھر اگر کسی معاملہ میں باہم جھگڑ پڑو (کسی بات میں تمہارے درمیان کچھ اختلاف ہو جائے) تو چاہئے کہ اللہ (کتاب اللہ کی طرف) اور اللہ کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو (پیغمبر کی حیات مبارک میں، لیکن آپ ﷺ کے بعد آپؐ کی سنت کی طرف یعنی کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے) اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اس میں (یعنی ان دونوں کی طرف رجوع کرنے میں) تمہارے لئے بہتری ہے (بہ نسبت جھگڑے بازی اور رائے زنی کے) اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔

تحقیق و ترکیب:..... ونزل تفسیر خازن میں ہے کہ بدر کی شکست سے کعب بن اشرف سر اسیمہ تھا اس لئے ستر یہود کے ساتھ ابوسفیان کے پاس پہنچا ان لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا، جنگ کے بارہ میں باہمی تبادلہ خیالات ہوا تو ابوسفیان وغیرہ نے کعب بن اشرف کے عزائم معلوم کئے جس کے جواب میں ابن اشرف کی طرف سے کہا گیا ”نرید حرب محمد و نقض عہدہ“ لیکن ابوسفیان نے مزید اطمینان کی خاطر چاہا کہ کعب بتوں کو سجدہ کرے چنانچہ اس بد بخت نے مشرکین کو خوش کرنے کے لئے اس شرک کا ارتکاب بھی کر لیا۔ بلکہ جوش میں آ کر تمیں جوانوں کی پیش کش کر کے معاہدہ اور مخالفہ بھی کر لیا۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ تم پڑھے لکھے ہو اور ہم ان پڑھ ہیں۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ ہم صحیح راستہ پر ہیں یا محمدؐ؟ کعب نے کہا کہ اپنے دین کی کچھ تفصیلات بیان کرو۔ اس نے جواب دیا کہ

نحن نسحر للحجيج و نسقيهم الماء و نقرى الضيف و نصل الرحم و نعمر بيت ربنا و نطوف به نحن من اهل الحرم و محمد فارق دين ابائنا و الحرم و قطع الرحم و ديننا القديم و دينه حادث
”ہم حجاج کیلئے قربانی کرتے ہیں، ان کو پانی پلاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، بیت اللہ کو آباد کرتے ہیں اور

اس کا طواف کرتے ہیں نیز اہل حرام ہیں برخلاف محمدؐ کے کہ وہ اپنے آبائی مذہب اور حرم دونوں سے الگ ہو گئے اور قطع رحمی کے مرتکب ہیں ہمارا دین پرانا اور ان کا مذہب نیا ہے۔

کعب بن اشرف کہنے لگا کہ انتم واللہ اهدی سبیلاً مما علیہ محمدؐ خدا کی قسم محمدؐ کے دین کی بہ نسبت تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔“ اسی کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بشارہم قاموس میں ہے کہ ثار کے معنی خون طلب کرنا ہیں۔ السجت مفسر کی رائے کے مطابق مکہ کے کسی خاص قریشی بت کا نام ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً بت کا نام ہے اور طاغوت شیطان ہے جو لوگوں کو صنم پرستی کی طرف لے جاتا ہے اس لحاظ سے ہر بت طاغوت ہے جو لوگوں کو دھوکہ میں مبتلا رکھتے ہیں۔

للذین لام صلہ کا نہیں بلکہ لام اجلیہ ہے نفع۔ ای نفع غیر ما ذکر من الامور الجمیلة المستحسنة اور بعض نسخوں میں نفع کی بجائے نفعل ہے عقل کے معنی دیت اور خون بہا دینے کے ہیں یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ ای انتم مفسر علامؒ نے اسم اشارہ ہوا کو انتم ضمیر خطاب سے تبدیل کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ حکایت بالمعنی ہے ورنہ گفتگو بالمشافہ ہونے کی وجہ سے لفظ انتم استعمال کرنا مناسب تھا۔

من الذین امنوا یہ الفاظ اگرچہ کعب کے نہیں ہیں لیکن حق تعالیٰ نے تعریف اور مشرکین کا تحظیہ کرنے کے لئے یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ مانعاً مفسر علامؒ اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ لفظ نصیر بمعنی ناصر ہے۔ آیت میں جہاں کفار کا ملعون و مردود ہونا معلوم ہو رہا ہے وہیں مسلمانوں کے لئے منصور اور مقرب ہونے کا وعدہ بھی ہے۔ ام اس کے بعد لفظ بل نکال کر یہ بتلانا ہے کہ ام منقطعہ ہے اور ہمزہ انکار کے لئے ہے ام لہم ایسے ہے جیسے عرب بولتے ہیں ان له لا بلا و ان له لغنما۔ ولو کان یعنی فاذا میں فاجزائیہ ہے نا عاطفہ نہیں ہے اور لو بمعنی ان ہے اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ لو کے بعد ف نہیں آنا چاہئے۔ بالخصوص لفظ اذا اور مضارع کی موجودگی میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لو کان لہم نصیب من المملک فاذا الخ۔

لا یؤتون اس میں اذا کا عمل اس لئے نہیں ہوا کہ اذا کے عمل کی شرط جو صدارت ہے وہ عطف کی وجہ سے پائی نہیں گئی لیکن دوسری قرأت میں لا یؤتو الناس پڑھا گیا ہے اس صورت میں صدارت پر نظر کرتے ہوئے عمل کر لیا گیا ہے۔

نافھا ای حقیراً النقرۃ صراح میں نقرہ کے معنی مغا کچھ کے لکھے گئے ہیں اور جمل میں ہے کہ گٹھلی کا وہ حصہ جس سے کھجور کا درخت اُگتا ہے۔ الناس الف لام جنس کا ہے ناس کا مصداق مفسر علامؒ نے ابن عباسؓ اور حسنؓ و مجاہدؓ کی تفسیر کے مطابق آنحضرت ﷺ کو قرار دیا ہے۔ لاشتغل شغل کے صلہ میں جب عن آئے گا تو اعراض اور بے پرواہی کے معنی ہوں گے۔ جدہ کموسنی جدہ کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان سے مراد آل ابرہیم ہیں تسع وتسعون یہ تعداد علاوہ وزیرہ عورت کے ہے ورنہ اس سمیت پوری سو (۱۰۰) بیویاں تھیں۔ صد بمعنی اعراض۔ ونضجت بمعنی احترقت وتلاشت وتہرت نضج اللحم بولتے ہیں۔

منہم ضمیر کا مرجع وہ لوگ ہیں جو آل ابراہیم انبیاء علیہم السلام کے زمانوں میں موجود رہے ہیں کیونکہ وجود انبیاء عادیہ مستلزم ہے وجود اُمم کو اور امن بہ کی ضمیر کتاب و حکمت کی طرف راجع ہے جن کا حاصل ایمان بالنبوۃ ہے اور غالباً اسی نکتہ کی وجہ سے اتیناہم کو مکرر لایا گیا ہے کیونکہ کتاب و حکمت تو مؤمن بہ کی جنس سے ہے اور ملک عظیم مؤمن بہ کی جنس سے نہیں ہے۔

سعیراً بمعنی مسعورہ یہ لفظ جھنم سے حال ہے جو لفظ کفی کا فاعل بزیادۃ الفاء ہو رہا ہے اور کفار کا حال اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ گفتگو اسی میں ہو رہی ہے لیدوقو الفظ ذوق سے تعبیر کرنے میں عذاب کی نخی مع الایلام کی طرف اشارہ ہے یا اس کی شدت تاثیر کی

طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ قوت ذائقہ ہی سب سے زیادہ ذکی الحس حاسہ ہے۔

ظلالاً ظللاً غلیل صفت مشتقہ ہے لفظ ظل کی تاکید کے لئے اہل عرب کی عام عادت کے مطابق جیسے یوم الیوم اور لیل الیل اور امام مرزوقی کی رائے یہ ہے کہ یہ محض تابع ہے جس کے کوئی معنی نہیں ہوتے جیسے حسن بسن بولتے ہیں مفسر علامہ دانمہ لاتنسخہ شمس کے ساتھ تفسیر کر رہے ہیں صراح میں نسخ کے معنی زائل کرنے کے ہیں نسخت الشمس الظل ای ازالته۔

سدخلہم یہ دونوں ادخال صرف عنوان کے لحاظ سے مختلف ہیں ذات کے اعتبار سے نہیں۔ امانات امانۃ مصدر سے مجازاً مفعول پر اطلاق کیا گیا ہے اس کے معنی عام ہیں حقوق کو بھی شامل ہیں۔ امانت کی تین قسمیں ہیں ایک اللہ کی عبادات میں ہے یعنی فعل مامورات اور ترک منہیات۔ چنانچہ ابن مسعود کا قول ہے الامانة لازمة فی کل شیء حتی الوضوء والغسل من الجنابة و الصلوة والزکوة والصوم و سائر انواع العبادات۔ دوسری قسم امانت مع النفس ہے مثلاً زبان کو جسوت، غیبت، چغتل خوری، سے محفوظ رکھنا یہ زبان کی امانت ہے، آنکھ کو غیر محارم سے بچانا یہ اس کی امانت ہے۔ اسی طرح تمام اعضاء کا حال ہے۔ تیسری قسم امانت مع عباد اللہ ہے مثلاً جو چیزیں عاریت یا امانت کی ہوں ان کی ادائیگی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ ادا الامانة الی من انتمنک ولا تخن من خانک پورا تولنا اور ناپنا بھی اس میں داخل ہے اور بادشاہوں کا انصاف، علماء کی نصیحت و ہمدردی بھی اسی میں داخل ہے۔ چنانچہ بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ماخطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له اس کے عموم میں ہر قسم کے حقوق بھی داخل ہیں خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، قولی ہوں یا فعلی اور اعتقادی، واجب ہوں یا مندوب، پھر قابل ضمان ہوں جیسے عاریت یا لائق ضمان نہ ہوں جیسے ودیعت۔

فاسر اس کا عطف اخذ پر ہو رہا ہے۔ دراصل کعبہ اللہ کی کنجی لینے کی درخواست حضرت عباس نے بھی اول پیش کی تھی تا کہ سقایہ اور سدانہ کی دونوں خدمتیں ان کے پاس جمع ہو جائیں لیکن آپ ﷺ نے منظور نہیں فرمائی۔

هاک۔ ای حد هذه الخدمة ایک نسخہ میں بجائے هاک کے هذا ہے۔ خالدة معنی مستمرة تالده معنی قديمة متصلة۔ فعجب یعنی تعجب اس پر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ایک دم غیر متوقع طور پر نرم آخر کیوں پڑ گئے۔ فاسلم مفسر علامہ بغوی اور زحشری کی رائے کے مطابق کہہ رہے ہیں لیکن جامع الاصول وغیرہ کتب اسماء الرجال کے بیان کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرو بن العاص کے ساتھ عثمان اسلام لائے۔ عبدالرزاق زہری سے مرسل روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عثمان سے جب چاہے مانگی تو ان کی والدہ سلافہ بنت سعید نے منع کیا کہ چاہی جانے کے بعد واپس نہیں آئے گی۔ اس لئے عثمان نے اسے روکے اور آپ ﷺ منتظر رہے لیکن آپ ﷺ کے اصرار سے مجبور ہو کر انہوں نے چاہی پیش کر دی آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور پھر باہر نکل کر سقایہ پر تشریف لے گئے اس پر فخر یہ لہجہ میں حضرت علی نے کہا:

انا اعطينا النبوة والسقاية والحجابه ما قوم باعظم منا نصيباً

”یعنی آج ہم سے بڑھ کر کوئی نصیبہ ور ہو سکتا ہے جبکہ ہمارے پاس نبوت، سقایہ اور بیت اللہ کی چوکیداری جیسی اہم چیزیں آگئیں۔“

آپ ﷺ کو یہ باتیں ناگوار ہوئیں آپ ﷺ نے عثمان کو بلا کر کنجی ان کے حوالہ کر دی۔

فعموما معتبر قاعدہ یہی ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص سبب کا لحاظ نہیں رہا کرتا۔ البتہ اگر کہیں خص کے معتبر ہونے کا قرینہ بھی ہو تو پھر اس کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔ مثلاً آپ ﷺ نے ایک حربی عورت کو مقتول دیکھ کر عورتوں کو قتل سے منع فرمایا تو اس ممانعت کو صرف حربیہ عورتوں کے قتل پر محمول کیا جائے گا۔ اس میں زانیہ محصنہ اور مردہ عورتیں داخل نہیں ہوں گی۔

نعما اس میں اگر ما کو موصوفہ مانا جائے تو نعم کی ضمیر مستتر فاعل سے تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہو جائے گا اور مخصوص بالمدح محذوف ہوگا۔ یعنی تادیب الامانة والحکم بالعدل لیکن اگر ما کو موصولہ کہا جائے تو پھر نعم کا فاعل ہوگا اور معرف باللام کے معنی میں ہوگا اور اس کا مابعد صلہ ہو جائے گا اور تیسری رائے یہ ہے کہ ما تامہ ہو اور بعضکم محذوف کی صفت ہو لیکن یہ صورت بعید ہے۔ اذا حکمتم ظرف متعلق ہے مابعد ان کے ساتھ اور پھر یہ معطوف ہے ان تؤدوا پر اور جار مجرور اس کے با محذوف کے متعلق ہو کر حال ہو جائے گا فاعل سے اس آیت میں حکام کو خطاب ہے اور اس کے بعد یا ایہا الذین امنوا واجب اطاعت نہیں سمجھتے ان پر رد کرنا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ جس قدر استدلال آپ ﷺ کی اطاعت کا ہے دوسروں کا نہیں ہے اسی لئے اولو الامر کے ساتھ اطیعوا نہیں کہا گیا ہے اور اولو الامر سے مراد امراء حق ہیں۔ جیسے خلفاء راشدین وغیرہ امراء جور مراد نہیں ہیں کہ دراصل وہ امراء ہی نہیں بلکہ اچکے ہیں۔ اسی طرح اولی الامر کے مفہوم میں تعمیم مناسب ہے امام ہو یا سلطان و امیر، حاکم ہو یا عالم، مجتہد قاضی ہو یا مفتی، حسب مراتب سب کی اطاعت مامور ہے۔ نیز خلافت کاملہ حضرت علیؓ پر ختم ہو چکی ہے اس کے بعد خلافت ناقصہ رہ گئی تھی۔ جیسے خلفاء عباسیہ کی خلافت۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے الخلافة بعدی ثلاثین سنة ثم یصیر ملکاً عضواً اور امامت بھی معدوم ہو گئی ہے کیونکہ اس کی ابتدائی شرط قریشی ہونا ہے جو فی زمانہ بالکل معدوم ہے البتہ سلطنت و امارت باقی ہے جس قدر بھی وہ منہاج نبوت سے قریب ہو غنیمت سمجھنی چاہئے۔ تاویلا اول سے ہے۔ آل یؤل بمعنی رجوع ای عاقبة احسن۔

رابطہ: پہلے سے یہودی برائیوں کا سلسلہ چل رہا ہے آیت الم تر الی الذین اوتوا نصیباً الخ میں بھی یہودی ایک خاص برائی کا بیان ہے کہ مشرکین مکہ نے جب اپنے مداح اور مسلمانوں کے فرضی قبائح بیان کر کے علماء یہود سے استفتاء کیا تو جواب میں مفتیان یہود نے مسلمانوں کو خاطی اور مشرکین کو ہادی و مہدی قرار دیا۔ لیکن استفتاء اور فتویٰ دونوں ہی غلط اور بناء فاسد علی الفاسد تھے آیت ام لهم نصیب الخ میں بھی یہودی کی بے ہودگیوں کا تذکرہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی نوبیویوں پر اعتراض کا جواب ہے۔ آگے فمنہم من امن الخ میں آپ ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے اس کے بعد آیت ان الذین الخ میں بطور ضابطہ کلیہ مطلق مؤمنین اور کفار کی جزاء و سزا کا بیان ہے اس ذیلی تذکرہ کے بعد پھر آیت ان اللہ یامرکم سے سلسلہ احکام شروع کر دیا گیا ہے یعنی باہمی معاملات کے ذیل میں حکام کو محکومین کے ساتھ عدل و انصاف کا پابند بنایا جا رہا ہے اور محکومین کو حکام کی اطاعت کا حدود کے اندر رہتے ہوئے پابند بنایا جا رہا ہے پھر دونوں کو اللہ و رسول کے حکم کو سمجھنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

شان نزول: آیت الم تر الخ کے شان نزول کی طرف ابھی مفسر علام اشارہ کر چکے ہیں، آیت ام لهم نصیب الخ کا شان نزول ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہود نے آپ ﷺ پر اعتراض کیا کہ آپ ﷺ اپنے کو متواضع کہتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ کی نوبیویاں ہیں جو اچھی خاصی سلطنت ہے اور منافی تواضع ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اول تو زیادہ بیویوں کا ہونا جب کہ باذن الہی ہو سلطنت کو مستلزم نہیں اور اگر ہو بھی تو یہ سلطنت تواضع کے منافی اور تکبر کو مستلزم نہیں ہے۔ جیسے حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام کا خود تمہارے نزدیک صاحب سلطنت و نبوت ہونے کے ساتھ بیویوں کی ایک اچھی خاصی تعداد رکھنا مسلم ہے اور چونکہ اصل منشاء اعتراض حسد ہے اس لئے قرآن کریم نے اس پر تیر چلانا ضروری سمجھا ہے آیت ان اللہ یامرکم الخ کا شان نزول تو مفسر نے عثمان بن ابی طلحہ کے قصہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور آیت یا ایہا الذین امنوا الخ کا شان نزول بخاری وغیرہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ ابن حذافہ بن قیس کے

بارہ میں نازل ہوئی۔ جبکہ آپ ﷺ نے ان کو ایک سریہ میں روانہ فرمایا تھا جس میں امیر لشکر نے لشکر کو جلتی ہوئی آگ میں کود جانے کو حکم دیا تھا۔ سن کر آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ پس منشاء آیت کا یہ ہوا کہ قرآن ان جیسے احکام میں حکام کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا۔ اور ابن جریر کی تخریج سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر اور حضرت خالد بن ولید کے باب میں نازل ہوئی تھی جبکہ آنحضرت ﷺ نے خالد کو ایک لشکر کا امیر بنایا اور عمار بن یاسر نے بلا اجازت امیر ایک حربی کو امان دے دی۔ یہ قضیہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو خالد بن ولید کی تیز کلامی پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

يا خالد كف عن عمار فان من سب عماراً ابغضه الله و من لعن لعنه الله

”اے خالد! اپنی زبان روک دو یا در کھو جو عمار کو برا بھلا کہے گا وہ خدا کا دشمن ہے اور جو عمار پر لعنت کرے گا وہ خود ملعون ہوگا۔“

پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ حضرت عمار آگے آگے ہیں اور حضرت خالد ان کو منانے کے لئے منت خوشامد کر رہے ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... یہود اہل کتاب کو بت پرست اور تبع شیطان اس لئے کہا گیا ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ کے ہدایت یافتہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی تھی۔ پس یہ تصدیق ان اوصاف کو مستلزم ہوئی۔

دو شبہوں کا ازالہ:..... اگرچہ بظاہر مشرکین کے دین کو علی الاطلاق حق کہنا مقصود نہیں ہوگا ورنہ سائل کو عین جواب کے وقت ہی اس جواب کی صحت پر شبہ ہونا چاہئے تھا کہ جب تم خود ہمارے دین و مذہب کو حق بتلا رہے ہو پھر اس سے دور رہنے کی بجائے خود اس کو کیوں نہیں قبول کر لیتے بلکہ مقصد یہ ہوگا کہ مطلقاً حق تو دونوں میں سے کوئی طریق بھی نہیں ہے تاہم اضافی طور پر دونوں میں سے تمہارا طریق زیادہ قرین ہدایت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس تقدیر پر بھی دو وجہ سے کفر لازم آتا ہے ایک تو طریق حق یعنی اسلام کوئی الجملہ باطل سمجھنا، دوسرے طریق باطل یعنی کفر و شرک کو من وجہ حق قرار دینا اور ذوقی طور پر مدار مذمت زیادہ تر دوسری ہی وجہ معلوم ہوتی ہے اس لئے قبائح میں اس کو شمار کیا گیا ہے۔

رہا یہ شبہ کی طریق مشرکین کو بہتر کہنا تو ان مذکورہ محاسن کی وجہ سے تھا پس گویا یہ تعریف و توصیف دراصل ان خدمات کی ہوئی جیسا کہ فی الواقع وہ خدمات اس کی مستحق بھی ہیں۔ اس لئے اس سے یہود کی غلط بیانی ثابت نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ اس تاویل کو اگر صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی کسی دین و مذہب کے بعض اجزاء کے بہتر ہونے سے مجموعہ کا بہتر اور خیر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ان کے ظاہر جواب کی تقریر سے یہ لازم آ رہا ہے اس لئے اس قسم کی تاویل سے یہ کفریہ کلمات دائرہ کفر سے باہر نہیں ہو جائیں گے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص دو خدا ماننا ہو اور جب اس سے کوئی دریافت لے لے تو کہنے لگے کہ میری مراد یہ ہے کہ ایک خدا حق ہے اور دوسرا باطل۔ تو اس تاویل کے باوجود یہ کلمہ کفر کفر ہی رہے گا۔

یہود کے اعتراض کا قرآنی جواب:..... فقد اتينا ال ابراهيم کا حاصل یہ ہے کہ اولاد ابراہیم میں بہت سے انبیاء بنی اسرائیل صاحب سلطنت بھی گزرے ہیں۔ جیسے حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام اور اخیر کے دونوں بزرگ بیویوں کی ایک اچھی خاصی تعداد بھی رکھتے تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ کا آل ابراہیم ہونے کے باوجود ان نعمتوں کا جامع ہونا آخر کیوں باعث حیرت و انکار بنا ہوا ہے۔ اگر اسکی وجہ محض حسد ہے تو آخر حسد کس بات پر ہے۔ اگر منشاء حسد یہ چیز ہے کہ اے یہود تم صاحب سلطنت ہو اور اس طرح تمہاری سلطنت تم سے نکل کر محمد (ﷺ) کے پاس چلی جائے گی، تو بھلا ہی ہوا کہ خدا نے گنجے کو ناخن نہیں دیئے ورنہ وہ کھجا کھجا کر سر زخمی کر لیتا۔ یعنی اچھا ہی ہوا کہ اللہ نے تمہیں ٹھکانے رکھا۔ ورنہ خدا نخواستہ اگر کہیں سلطنت مل جاتی تو ایک پھوٹی

کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے۔ ہاں البتہ اگر حسد اس بات پر ہے کہ کچھ بھی ہو محمدؐ کو سلطنت کیوں ملے؟ ان کو حکومت و سلطنت سے کیا واسطہ اور علاقہ؟ سو خوب کان کھول کر سن لو کہ آپ ﷺ شاہی خاندان سے ہیں اس لئے سلطنت کبھی اجنبی جگہ نہیں جا رہی ہے بلکہ قدیم موروثی جگہ ہے۔ گھر کی سلطنت گھر ہی میں رہ رہی ہے پس اس میں تمہیں جلنے مرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دنیا اور جنت کے سایہ میں فرق اور دو شہوں کا جواب:..... ظلًا ظلًا کا مطلب یہ ہے کہ جنت کا سایہ دنیا کے سایہ کی طرح نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں کے سایہ میں تو دھوپ چھنتی رہتی ہے لیکن جنت میں گنجان اور گھنا سایہ ہوگا جو اتصال اور تسلسل لئے ہوئے ہوگا۔

رہا یہ شبہ کے سایہ کے لئے آفتاب کا ہونا ضروری ہے اور جنت میں آفتاب کی نفی آیت لایرون فیہا شمساً سے معلوم ہوتی ہے پھر یہ سایہ کے کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ سایہ کے لئے آفتاب کی ضرورت مسلم نہیں بلکہ اس کے لئے کسی بھی نورانی جسم کا ہونا کافی ہے اور جنت میں کسی نورانی جسم کا ہونا کوئی امر عجیب نہیں ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ جنت میں جب گرمی نہیں تو پھر سایہ سے کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سایہ کے فائدہ کو اسی میں منحصر کر دینا خود بے دلیل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جنت کے تیز نور کو اس سایہ کے ذریعہ لطیف بنانا مقصود ہو جیسا کہ عموماً راحت و آرام، خواب و قیلول کے وقت تیز روشنی کو ناگوار اور ہلکی اور مدہم روشنی کو پسند کیا جاتا ہے یا خود اس سایہ کی حقیقت ہی نور ہو جیسے گوہر شب تاب کا سایہ۔ یا بلا ظلمت صرف سایہ ہی ہو جیسے آفتاب نکلنے سے کچھ پہلے کی حالت ہوتی ہے اسی کو دوسری آیت الم تر الی ربک کیف مد الظل میں مشہور تفسیر کے مطابق ظل سے تعبیر کیا گیا ہے اور سایہ کی معرفت دھوپ پر ہونے سے خود سایہ کے وجود کا موقوف ہونا دھوپ پر لازم نہیں آتا۔ فافہم

اللہ ورسول کی اطاعت حاکم اور محکوم دونوں پر واجب ہے:..... اگرچہ آیت ان اللہ یامرکم کا شان نزول خاص ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں کہ اس آیت کے مخاطب حکام ہیں۔ کیونکہ اولاً تو الفاظ کے عموم میں وہ خاص سبب بھی داخل ہو سکتا ہے دوسری آسان توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ من حیث الحکومت مخاطب ہیں اور لفظ امانات سب حقوق کو شامل ہے جس میں حقوق اللہ بھی آگئے۔ اس لئے اللہ ورسول کی اطاعت کا مفہوم بھی اس میں ادا ہو گیا اور اب یہ شبہ نہیں رہا کہ اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم محکومین کو تو دیا گیا ہے لیکن حکام کو نہیں دیا گیا البتہ امانت کا عنوان اختیار کرنے میں یہ لطیف نکتہ ہے کہ حکام کی بالادستی کی وجہ سے شاید ان سے کوئی اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کر سکے اور اس طرح لوگوں کے حقوق ضائع ہونے کا احتمال اور امکان رہے لیکن اس عنوان میں تاکید فرما کر اس کو تاہی کی بندش فرمادی اور کعبہ کی کنجی کو امانت فرمانے سے معلوم ہوا کہ اہل اور صالح متولی کو معزول نہیں کرنا چاہئے۔ (بیان القرآن)

آیت سے استنباط مسائل:..... اس آیت سے ودیعة و عاریة کے متعدد مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہیں۔ (۱) مستعیر کے لئے مستعار چیز کی دوسرے کے پاس امانت رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔ (۲) مال امانت یا نفیس مستعار چیز کو مالک کے مکان پر پہنچا دینا کافی نہیں ہوگا تا وقتیکہ مالک کے ہاتھ میں وہ چیز نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ اگر مالک کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی یہ دونوں چیزیں ہلاک ہو جائیں تو امین اور مستعیر دونوں پر ضمان آئے گا ہاں معمولی مستعار چیز ہو یا گھوڑا ہو تو بجائے مالک کے اگر صرف اصطبل میں پہنچا دیا تب بھی عرف ظاہر کی وجہ سے ادائیگی سمجھی جائے گی۔

(۳) امانت کی سپردگی میں مالک کا موجود رہنا شرط نہیں ہے چنانچہ مستعار گھوڑے کو مالک کے نوکر یا سائیں کے حوالہ کر دیا گیا تو یہ مالک ہی کے پاس پہنچنا شمار کیا جائے گا ایسی صورت میں اگر درمیان سے ضائع ہو جائے تو ضمان نہیں آئے گا۔

(۴) انصاف کا ہر حاکم پر واجب ہونا معلوم ہوتا ہے خواہ وہ امام ہو یا قاضی وغیرہ دوسرے حکام۔ اسی طرح ہر قسم کے انصاف کا واجب ہونا معلوم ہوا۔ چاہے دعویٰ میں ہو یا شہادت، قسم ہو یا شہادت یا قسم کے مقدمات۔ پھر معاملہ اجانب سے ہو یا اقارب سے، والدین کے ساتھ ہو یا اپنے نفس کے ساتھ، سب صورتوں میں عدل و انصاف ضروری ہے۔

آیت سے چاروں دلائل شرعیہ کی حجیت: آیت یٰٰسایہا الذین امنوا میں اولہ اربعہ فقہیہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ اطیعوا اللہ میں کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے اور اطیعوا الرسول میں سنت کی طرف اشارہ ہے اور اولی الامر میں اجماع کی طرف اور فان تنازعتم میں قیاس کی طرف اشارہ ہے اور اجماع میں مطلق اتفاق معتبر نہیں جب تک اتفاق معتبر نہ مانا جائے یعنی قواعد شرعیہ پر منطبق نہ ہو۔ البتہ کسی شرعی امر پر ایک زمانہ کے تمام اہل حق کا اگر اتفاق ہو جائے تو یہ اجماع معتبر ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس اجماع کی سند بھی نہ ملے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ اس اجماع کے خلاف اگر کوئی حدیث بھی ہوگی تو اس حدیث کو اس اجماع کی موجودگی میں منسوخ سمجھا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ اہل اجماع کے پاس کوئی ماخذ شرعی ضرور تھا جو کسی وجہ سے ہم تک نہیں پہنچ سکا۔

اجتہاد و تقلید کی بحث: فان تنازعتم الخ سے معلوم ہوا کہ نزاعی احکام جو محل اختلاف بنے ہوئے ہیں وہ منصوص نہیں ورنہ براہ راست کتاب اللہ یا سنت کی طرف رجوع کیا جاتا۔ بلکہ ایسے دقیق اور خفی ہیں کہ ان کا مدلول کتاب و سنت ہونا محل نزاع بنا ہوا ہے اسی لئے کسی واسطہ کی ضرورت پیش آئے گی اور وہ واسطہ آنحضرت ﷺ یا آپ ﷺ کے نائبین علماء مجتہدین سے استفاء ہی ہو سکتا ہے۔ پھر بعض احکام، درجہ دقیق اور خفی ہوتے ہیں کہ ان پر منصوص منطبق کرنے کے لئے فکر و استدلال کی ضرورت ہوتی ہے جس کو قیاس کہا جاتا ہے۔ نیز حاکم و محکوم میں سے ہر ایک قادر یا عالم بالاستدلال ہونا ضروری نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بعض استدلال کے طریقے ان کی فہم سے بالا ہوں اور وہ ان میں دوسرے اہل علم کے فکر و اجتہاد کے محتاج ہوں اسی کو تقلید کہتے ہیں ہاں حاکم اگر خود صاحب اجتہاد و بصیرت ہو تو اس کا اجتہاد اس واسطہ کے قائم مقام ہو جائے گا غرضکہ اس آیت سے تقلید کی نفی کی بجائے اس کا مزید اثبات ہو رہا ہے۔

لفظ اولو الامر اور ردوہ الی اللہ والرسول سے علماء کی تقلید اور اتباع کی ضرورت معلوم ہوتی ہے بلکہ حکام کی اطاعت سے بھی زیادہ کیونکہ حکام کو خود علماء کا تابع قرار دیا گیا ہے اور چونکہ آیت کا یہ حکم ہر زمانہ کے لئے عام ہے اس لئے مفسر علام نے سنت کو بھی اطاعت رسول میں داخل کر دیا۔ ورنہ وفات نبوی ﷺ کے بعد اطاعت رسول کی کوئی صورت ہی نہ ہو سکتی۔ البتہ اللہ و رسول کی طرف رجوع کا یہ مطلب نہیں ہے کہ استدلال ہر زمانہ میں ہمیشہ تازہ ہوا کرے بلکہ جو استدلال مدون ہو چکے ہیں ان پر عمل کرنا بھی اسی میں داخل ہے، اس لئے اہل اجتہاد کا ہر وقت موجود ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ (بیان القرآن)

غرضیکہ اس آیت میں خاص طور سے اسلام کی اس اصل عظیم پر زور دینا ہے کہ علی الاطلاق حاکمیت صرف اللہ کے لئے ہے اس لئے اطاعت مطلقہ بھی صرف اللہ و رسول کی ہونی چاہئے۔ حکام کی اطاعت کا حکم صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ حق کے پابند رہیں ورنہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق کی رو سے ان کی اطاعت کا فائدہ ڈالنے کی اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ مسلمہ بن عبد الملک بن مروان نے جب ابو حازم سے کہا کہ الستم امر تم بطاعتنا بقوله تعالیٰ و اولوا الامر منکم تو فوراً ابو حازم نے جواب دیا کہ اگر تم خلاف حق چلو گے تو پھر تمہاری اطاعت کا یہ حق سلب بھی کر لیا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ.

ایک دقیقہ شبہ اور اس کا جواب:..... تاہم اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ بارت اہل سنت کے اس عقیدہ کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ سلطان جائز اور بادشاہ ظالم و جابر کی تقلید و طاعت نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کی اطاعت سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں ہے حتیٰ کہ حنفیہ کے نزدیک امام جابر اور فاسق معزول بھی نہیں ہو سکتا۔ جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ حق کی قضا ممکن ہو۔ لیکن اگر قضائے حق ممکن نہ ہو تو پھر بھی صحیح نہیں ہوگا چنانچہ حق باوجود یکہ حضرت علیؑ کی جانب تھا لیکن صحابہ کرامؓ نے حضرت معاویہؓ کی تقلید کی، اسی طرح تابعین نے ظالم و جابر ہونے کے باوجود حجاج کی تقلید کی۔ امام شافعیؒ کی ایک روایت اگرچہ یہ ہے کہ فسق کی وجہ سے امام معزول کیا جاسکتا ہے لیکن عام کتب شافعیہ میں حنفیہ کے موافق ہی لکھا ہے کہ شورش و فتنہ کے پیش نظر معزول نہیں کرنا چاہئے۔

البتہ سلطان و امام کے برابر قاضی چونکہ پرہیز و شوکت نہیں ہوتا اس لئے فسق کی صورت میں اس کے معزول کرنے میں اندیشہ فتنہ نہیں تو اس کی اجازت ہے۔ صاحب کشف نے معتزلی ہونے کی وجہ سے امام جابر کی عدم طاعت میں زیادہ مبالغہ سے کام لیا ہے۔

منکرین قیاس پر رد:..... بعض منکرین قیاس نے قیام کی عدم حجت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اس میں صرف کتاب اللہ اور سنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر قیاس معتبر ہوتا تو فرودہ الی اللہ والرسول کے ساتھ والقیاس کہنا چاہئے تھا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو خود لفظ رد میں قیاس کی جحیت اور اثبات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مختلف فیہ چیز کو کتاب اللہ اور سنت کی طرف رد کرنا یہی تو قیاس ہے۔ جس کی تقریر اوپر گزر چکی ہے تو گویا احکام تین طرح کے ہوں گے ایک ظاہر کتاب اللہ سے ثابت، دوسرے ظاہر سنت سے ثابت اور تیسرے ان دونوں کی طرف بذریعہ قیاس رجوع کرنے سے یہ دوسری بات ہے کہ پہلی دونوں قسمیں مثبت احکام ہوتی ہیں اور قیاس مثبت احکام نہیں بلکہ صرف مجتہدین کی ان ہی انفرادی آراء کا مجموعہ خاص شرائط کے ساتھ اجماع کہلائے گا۔

لطائف آیت:..... فقد اتینا ال ابراہیم الخ اس سے معلوم ہوا کہ کمال باطنی اور سلطنت ظاہری دونوں میں کوئی منافات نہیں دونوں یکجا ہو سکتی ہیں۔ آیت ان اللہ یامرکم الخ میں امانت کے مفہوم میں اگر تعمیم ہو جائے تو مشائخ کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ امانت باطنی اور خلافت ارشادی لائق شخص کے حوالہ کر دیا کریں اور ان کو اجازت دے دیا کریں۔

وَنَزَلْنَا لَمَّا اخْتَصَمَ يَهُودِيٌّ وَمُنَافِقٌ فَدَعَا الْمُنَافِقُ إِلَى كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمَا وَدَعَا الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّيَاهُ فَقَضَى لِلْيَهُودِيِّ فَلَمْ يَرْضَ الْمُنَافِقُ وَاتَّيَا عُمَرَ فَذَكَرَ لَهُ الْيَهُودِيُّ ذَلِكَ فَقَالَ لِلْمُنَافِقِ أَكَذَلِكَ قَالَ نَعَمْ فَقَتَلَهُ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ الْكَثِيرِ الطَّغْيَانِ وَهُوَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ وَقَدْ أَمَرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَلَا يُؤَالُوهُ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ عَنِ الْحَقِّ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْحُكْمِ وَإِلَى الرَّسُولِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ بِعَرَضُونَ عَنْكَ إِلَى غَيْرِكَ صُدُّوْا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ يَصْنَعُونَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ عِقُوبَةً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي أَى يَقْدِرُونَ عَلَى الْإِعْرَاضِ وَالْفِرَارِ مِنْهَا لَأَنْتُمْ جَاءُوكَ

مَعْطُوفٌ عَلَى يَصُدُّونَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ مَا أَرَدْنَا بِالْمُحَاكَمَةِ إِلَىٰ غَيْرِكَ إِلَّا إِحْسَانًا صُلْحًا وَتَوْفِيقًا ﴿۶۲﴾
تَالِيفًا بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ بِالتَّقْرِيبِ فِي الْحُكْمِ دُونَ الْحَمْلِ عَلَىٰ مَرِّ الْحَقِّ أَوْلَيْكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ مِنَ النِّفَاقِ وَكَذِبِهِمْ فِي عُدْرِهِمْ فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ بِالصَّفْحِ وَعِظُهُمْ خَوْفَهُمُ اللَّهُ وَقُلْ لَهُمْ فِي
شَأْنِ أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿۶۳﴾ مَوْثِرًا فِيهِمْ أَى إِزْجِرُهُمْ لِيَرْجِعُوا عَنْ كُفْرِهِمْ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا
لِيُطَاعَ فِي مَا يَأْمُرُ بِهِ وَيَحْكُمُ بِإِذْنِ اللَّهِ بِأَمْرِهِ لَا يُعْصَىٰ وَيُخَالَفُ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
يَسْتَحْكُمُونَ إِلَى الطَّاعُونَ جَاءَ وَكَ تَائِبِينَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ فِيهِ السِّفَاتُ عَنِ
الْخِطَابِ تَفْجِيمًا لِشَأْنِهِ لَوْ جَدُّوا اللَّهَ تَوَابًا عَلَيْهِمْ رَحِيمًا ﴿۶۴﴾ بِهِمْ فَلَا وَرَبِّكَ لَا زَائِدَةٌ لِأَيُّومِنُونَ
حَتَّىٰ يُحْكَمُوا لَكَ فِي مَا شَجَرَ اخْتَلَطَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا ضَيْقًا أَوْ شَكًّا مِمَّا
قَضَيْتَ بِهِ وَيُسَلِّمُوا يَتَقَادُوا الْحُكْمَ تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾ مِنْ غَيْرِ مُعَارَضَةٍ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ مُفَسِّرَةٌ
أَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ أَخْرِجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ كَمَا كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَا فَعَلُوهُ أَى الْمَكْتُوبَ عَلَيْهِمْ
إِلَّا قَلِيلٌ بِالرَّفْعِ عَلَى الْبَدَلِ وَالنَّصْبِ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ مِنْ طَاعَةِ
الرَّسُولِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَبِيغًا ﴿۶۶﴾ تَحْقِيقًا لِإِيمَانِهِمْ وَإِذَا أَى لَوْ تَبَتُّوا لَا تَيْنَهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا مِنْ
عِنْدِنَا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۶۷﴾ هُوَ الْجَنَّةُ وَلَهْدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿۶۸﴾ قَالَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ نَزَكَ فِي الْجَنَّةِ وَأَنْتَ فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلَىٰ وَنَحْنُ أَسْفَلُ مِنْكَ فَنَزَلَ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ
وَالرَّسُولَ فِي مَا أَمَرَ بِهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ أَفْضَلُ أَصْحَابِ
الْأَنْبِيَاءِ لِمُبَالِغَتِهِمْ فِي الصِّدْقِ وَالتَّصَدِيقِ وَالشَّهَادَةِ الْقَتْلَىٰ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالصُّلْحِينَ غَيْرَ مَنْ ذَكَرَ
وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ﴿۶۹﴾ رُفَقَاءَ فِي الْجَنَّةِ بِأَنَّ يَسْتَمْتَعُ فِيهَا بِرُؤْيَيْهِمْ وَزِيَارَتِهِمْ وَالْحُضُورِ مَعَهُمْ وَإِنْ
كَانَ مَقَرُّهُمْ فِي دَرَجَاتٍ عَالِيَةٍ بِالنِّسْبَةِ إِلَىٰ غَيْرِهِمْ ذَلِكَ أَى كَوْنُهُمْ مَعَ مَنْ ذَكَرَ مُبْتَدَأُ خَبْرِهِ الْفَضْلُ
عَنِ اللَّهِ تَفَضَّلَ بِهِ عَلَيْهِمْ لَا أَنَّهُمْ نَالُوهُ بِطَاعَتِهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿۷۰﴾ بِثَوَابِ الْآخِرَةِ فَثَقُّوا بِمَا أَخْبَرَكُمْ
بِهِ وَلَا يُنْبِتُكَ مِثْلَ خَبِيرٍ۔

ترجمہ:..... (ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر باہمی جھگڑا ہوا تو منافق فیصلہ کے لئے کعب بن اشرف
کے پاس جانا چاہتا تھا اور یہودی آنحضرت ﷺ کے پاس۔ لیکن پھر دونوں آنحضرت ﷺ ہی کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے روئداد
مقدمہ سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ جس پر منافق رضا مند نہ ہوا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے، یہودی نے فاروق اعظمؓ

کو یہ سارا قصہ سنا دیا۔ آپ نے منافق شخص سے اس کی تصدیق چاہی تو اس نے تصدیق کر دی آخر کار حضرت عمرؓ نے منافق کو قتل کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی) اے پیغمبر! کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر نظر نہیں کی جن کا دعویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ تم سے پہلے نازل ہو چکا ہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن چاہتے ہیں اپنے جھگڑے قضیے ایک شریہ (سرکش کعب بن اشرف) کے پاس لے جائیں، حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے کہ اس سے انکار کریں (اور اس سے تعلقات نہ رکھیں) اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں اس طرح گمراہ کر دے کہ (سیدھی راہ سے) بہت دور جا پڑیں۔

اور ان لوگوں کو اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے (قرآن میں) نازل کیا ہے اور رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے (تاکہ ان کا فیصلہ کر دیا جائے) تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ آپ سے روگردانی (اعراض) کر کے (آپ کے مخالف کے پاس) چلے جاتے ہیں پھر یہ اس وقت کیا (کریں گے) جب ان پر مصیبت (آفت) آ پڑے گی۔ ان کے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے (کفر و معاصی کے سبب یعنی کیا اس وقت عذاب الہی سے بھاگ جانا اور بچ جانا ان کے بس کی بات ہوگی؟ ہرگز نہیں) پھر تمہارے پاس آ کر (یہ معطوف ہے بصدون پر) اللہ کے نام کی قسمیں کھائیں اور کہیں ہم نے جو کچھ کیا تھا (آپ کے علاوہ دوسرے کے پاس مقدمہ لے گئے) اس سے مقصود صرف بھلائی (صلح) تھی اور یہ کہ آپس میں میل ملاپ رہے (فریقین کو ایک دوسرے کے قریب کر کے فیصلہ کی طرف سر جھکانا تھا نہ یہ کہ حق بات کو ناگوار سمجھنا تھا) یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ہی جانتے ہیں ان کے دلوں میں جو کچھ چھپا ہوا ہے (نفاق اور جھوٹے بہانے) اس لئے مناسب یہ ہے کہ آپ ان کے پیچھے نہ پڑیے (درگزر کیجئے) اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے رہئے (اللہ سے ڈراتے رہئے) اور تم ان سے (ان کے بارے میں) ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اتر جائیں (ان میں اثر پیدا کریں یعنی ان کو ڈانٹ کر بات کیجئے تاکہ کفر سے باز آ جائیں) اور ہم نے جس کسی کو بھی منصب رسالت دے کر کھڑا کیا تو اسی لئے کہ اطاعت کی جائے (جن باتوں کا وہ حکم دے) اللہ تعالیٰ کے حکم سے (ایسے فرمان سے جس کی خلاف ورزی اور نافرمانی نہیں کرنی چاہئے) اور جب ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیا تھا (شیطان کو حکم تسلیم کر کے) تو اگر اسی وقت تمہارے پاس (تائب ہو کر) حاضر ہو جاتے اور خدا سے معافی مانگتے نیز اللہ کا رسول بھی ان کے لئے بخشش کی دعا کرتا (اس میں خطاب سے التفات کیا گیا ہے۔ آپ کی تعظیم شان کی خاطر) تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ (ان پر) بڑے ہی مہربان اور (ان کے ساتھ) رحمت کا معاملہ فرمانے والے ہیں۔ پھر تمہارے پروردگار کی قسم (اس میں لا زائد سے) یہ لوگ کبھی ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام جھگڑوں قصوں میں تمہیں اپنا حکم نہ مان لیں اور پھر ان کے دلوں میں بھی کوئی گھٹن (تنگی یا کھٹک) پائی نہ جائے۔ جو کچھ آپ فیصلہ کر دیں اور پوری طرح تسلیم کر لیں (آپ کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں) مان لینے کی حد تک (بغیر کسی قسم کے معارضہ کیے) اور اگر ہم انہیں حکم دے ڈالتے کہ (ان مفسرہ ہے) اپنے آپ کو قتل کر دیا اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہو (جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا) تو کوئی بھی اس (مقررہ حکم) کی تعمیل نہ کرتا بجز چند آدمیوں کے (لفظ قلیل رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ بدل کی بنا پر اور منصوب بھی ہے استثناء کی وجہ سے) حالانکہ اگر یہ لوگ اس پر عمل کر لیتے جس بات کی انہیں نصیحت کی جا رہی ہے (یعنی اطاعت رسولؐ) تو ان کے لئے بہتری بھی تھی اور پوری طرح جے بھی رہتے (ایمان کے لئے پختگی ہوتی) اور اس صورت میں (جب کہ یہ ثابت قدم رہتے) ضروری تھا کہ ہم انہیں اپنی جانب (پاس) سے بہت بڑا اجر (جنت) عطا کرتے اور سیدھی راہ پر لگا دیتے (بعض صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ جنت میں ہم آپ کی زیارت کس طرح کر سکیں گے جبکہ آپ مقامات عالیہ میں ہوں گے اور ہم آپ سے کمتر درجہ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی) جس کسی نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی (جن باتوں کا یہ دونوں حکم دیں) تو بلاشبہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور وہ نبیؐ

ہیں اور صدیق ہیں (انبیاء علیہم السلام کے افاضل صحابہ مراد ہیں انتہائی صدق و تصدیق کی وجہ سے ان کو صدیق کہا گیا ہے) اور شہداء (اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے) اور (ان حضرات کے علاوہ) راست باز اور نیک انسان ہیں۔ یہ ساتھی کیا ہی اچھے ساتھی ہیں (رفیق جنت ہیں کہ ان کے دیدار، زیارت اور شرفِ حضوری سے ہمکنار ہوں گے گو یہ حضرات اوروں کی نسبت مقامات عالیہ پر فائز ہوں گے) یہ (یعنی مذکورہ حضرات کی معیت، نصیب ہونا ترکیب میں یہ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) اللہ کی طرف سے بخشش و کرم ہے (جو اللہ نے محض اپنے فضل سے ان کو مرحمت فرمایا ہے یہ نہیں کہ انہوں نے اپنی طاعت و عبادت سے اس کو حاصل کیا ہو) اور اللہ کا علم کفایت کرتا ہے (ثوابِ آخرت کا اندازہ کرنے کے لئے۔ لہذا اس کی خبر پر بھروسہ رکھو کہ اس جیسا باخبر کوئی نہیں ملے گا)

تحقیق و ترکیب:..... یصدون یعنی طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانے کا ارادہ بھی بُرا ہے تو خود تھام کس قدر بُرا ہوگا۔ یصدون لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے اگر روایت سے مراد رویت بصریہ لی جائے تو یہ موضع حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور رویتِ علمیہ کی تقدیر پر روایت کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور خود یصدون کا مفعول محذوف ہوگا۔ ای غیر ہم اور لفظ منافقین کا اظہار بجائے اضرار کے نفاق اور منافقین کی سبیل کی غرض سے اور علت حکم بیان کرنے کے لئے ہے۔ مفسر علام نے ظاہر کر دیا کہ لفظ صد کے معنی اعراض کے ہیں صدہ عن کذا بمعنی منعہ و صرفہ سے نہیں ہے عنک مقتضی ظاہر عنہما ہے لیکن ضمیر واحد لا کر اشارہ فرمادیا کہ اعراض عن الرسول اور اعراض عن اللہ دونوں ایک ہی ہیں۔ صدودا یہ مصدر تاکید کے لئے ہے کیف زجاج کے قول کے موافق یہ محل نصب میں ہے۔ تقدیر عبارت فکیف تراہم ہے اور دوسری صورت مبتدائے محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع محل ہے۔ ای فکیف صنعہم فی وقت اصابة المصيبة ایہم اور ما بعد میں لفظ اذا اسی مقدر کا معمول ہے۔ اور بما میں باسبب ہے اور ما مصدریہ یا اسمیہ ہے۔ عائد محذوف ہے۔ عقوبۃ یا عذاب الہی مراد ہے یا حضرت عمرؓ کا اس منافق کو قتل کر دینا۔ اس کے بعد مفسر علام نے لفظ لا مقدر مان کر اشارہ کر دیا کیف استفہام انکاری ہے۔

ثم جاؤك حسن اور واحدی کے نزدیک بھی یہی مختار ہے کہ اس کا عطف یصدون پر ہو اور درمیان میں جملہ معترضہ ہو اس صورت میں حاصل معنی یہ ہوں گے۔ انہم فی الاول الامر یصدون عنک اشد الصدود ثم بعد ذلک یجیونک ویحلفون لک کذباً انہم ما ارادوا بذلک الا الاحسان والتوفیق اور بعض کے نزدیک اس کا عطف اصابتہم پر ہے۔ اس وقت معنی یہ ہوں گے انہم اذا كانت صدودہم ونفرتہم من الحضور عند الرسول فی وقت السلامة ہکذا فکیف یكون نفرتہم اذا اتوا بخیانۃ خافوا بسببہا منک ثم جاؤک کرہا یحلفون کذباً ما اردنا بتلک الخیانۃ الا الخیر والمصلحۃ۔ فاعرض یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ ای اذا کان حالہم کذلک فاعرض عن قبول عذرہم۔ سامرہ مفسر علام نے اذن کا ترجمہ امر کے ساتھ کر کے اشارہ کر دیا کہ یہاں ارادۃ الہی مراد نہیں ہے بلکہ حکم الہی مراد ہے ورنہ معصیت کی صورت میں ارادۃ خداوندی کا مراد سے تخلف لازم آجائے گا۔

واستغفرلہم مراد آنحضرت ﷺ کی شفاعت ہے اور اذا کا عامل ان کی خبر یعنی جاؤک ہے اور معنی یہ ہیں۔ ولو وقع مجیئہم فی وقت ظلمہم مع استغفارہم واستغفار الرسول۔ نیز مقتضی ظاہر استغفرت ہے اس سے عدول کر کے استغفار کہنے میں آنحضرت ﷺ کی فحاشی شان ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات اور تدفین کے بعد قبر مبارک پر ایک اعرابی حاضر ہوا اور سر پر دو ہتھ مار کر عرض کرنے لگا:

ماقلت فسمعناه و كان فيما انزل عليك ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الخ وقد ظلمت نفسي و جئتك
استغفر الله ذنبي مستغفر لي من ربي۔

”یا رسول اللہ! آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا ہم نے سن لیا اسی میں یہ آیت ولو انهم الخ بھی ہے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اب
میں آپ کی خدمت میں استغفار کی نیت سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ بھی میرے لئے استغفار فرمائیے۔“

قبر مبارک سے آواز آئی قد غفر لک لہ یعنی آپ کی برکت سے تمہاری مغفرت ہو گئی ہے۔ فلا وربك لفظ لا میں پکارا
ہیں۔ پہلا قول ابن جریر کا ہے کہ اول لا ما قبل کی تردید کے لئے ہے اس صورت میں لا پر وقف تام ہو جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ
پہلا لا اہتمام نفی کی غرض سے قسم پر لا لایا گیا ہے اور پھر تاکید دوبارہ لایؤمنون پر لایا گیا ہے چنانچہ ان دونوں میں سے اول حذف
ہو سکتا ہے لیکن یہ دلالت اہتمام فوت ہو جائے گی اور دوسرا بھی حذف ہو سکتا ہے لیکن دلالت علی النفی فوت ہو جائے گی۔ اس لئے دونوں
کو جمع کرنا ہی مناسب ہوا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دوسرے لا کو زائد کہا جائے اس صورت میں نفی اور منفی کے درمیان قسم بطور معترضہ
ہو جائے گی۔ ای فلا یؤمنون وربک چوتھی صورت یہ ہے کہ اول لا کو زائد اور دوسرے کو غیر زائد مانا جائے گویا تاکید قسم کے لئے یہ
زائد ہوگا۔ جیسے لایعلم میں تاکید و جو علم کے لئے ہے اور لایؤمنون جو اب قسم ہے یہ رائے زنجیری کی ہے۔ وربک میں
آنحضرت ﷺ کی تحمیل شان ہے۔

حتى يحكموك یہ تینوں شرطیں کمال ایمان کی ہیں۔ شجر اقاموں میں ہے شجر بینہم الامر شجوراً بمعنی تنازعوا فیہ
اور ما سے مراد امر ہے اور شجر کی ضمیر اس کی طرف راجع ہے۔ مما قضیت لفظ ما یا موصولہ ہے جیسا کہ مفسر کی رائے ہے تقدیر عائد
کر کے اور مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے قلیل یہ مرفوع ہے بنا بر بدل ہونے کے فعلوہ کی ضمیر سے۔ فعلوہ ای المكتوب المدلول
علیہ بقولہ انا کتبنا لو ثبتوا یہ اذا کی تفسیر نہیں ہے بلکہ اذا کے بعد تقدیر لو کی طرف اشارہ ہے اور لاتیناہم اس کا جواب ہے اور
اس میں لام لومقدرہ کا جواب ہے۔ فاو لئک جمع باعتبار معنی کے ہے۔

مع الذین معیت سے مراد اتحاد فی الدرجہ نہیں ہے ورنہ فاسل و مفضل میں مساوات لازم آ جائے گی اور نہ مطلق اشتراک فی
دخول الجنة مراد ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے ملاقات ہو سکے گی۔ من النیین چونکہ مراد
آنحضرت ﷺ کی معیت ہے اس لئے صرف مع النسبی او الرسول کہنا کافی تھا۔ لیکن اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی
معیت جملہ انبیاء کی معیت ہے۔

الصدیقین صدیق کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک افاضل صحابہ مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک صدیق
وہ شخص ہے جو پورے دین کی تصدیق سچے دل کے ساتھ کرے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ ارشاد ہے والذین
امنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون۔ تیسری رائے یہ ہے کہ جو شخص پیغمبر کی تصدیق کرنے میں سب سے اول اور پیش
پیش ہو۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ اس وصف میں صدیق اکبر کہلائے۔ رفیقاً یہ حال یا تمیز ہے واحد اور جمع اس میں برابر ہیں۔

رابطہ..... پچھلی آیت میں سارے معاملات کو اللہ ورسول کے سیر کرنے کا ذکر تھا۔ آیت الم ترالی الذین الخ میں
شریعت کے علاوہ دوسری طرف رجوع کرنے کی مذمت ہے جو منافقین کا طریقہ ہے۔ چنانچہ آیت میں ایک خاص واقعہ کا تذکرہ ہے
جس میں نفاق پسند لوگوں کی قلعی کھلی اور آیت وما ارسلنا الخ میں یہ بتلانا ہے کہ اگر کبھی غلطی ہو بھی جائے تو کھلے دل سے اعتراف
اور ندامت اظہار ہونا چاہئے نہ یہ کہ لپ پوت سے کام لیا جائے۔

شان نزول: آیت السم تر الخ کے شان نزول کی طرف جلال مفسر نے اشارہ کیا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ یہ آیت عزوہ مرسیع میں نازل ہوئی سورۃ منافقون کے نزول کے وقت۔ پس اس صورت میں ان اردنا الا احسانا کے معنی یہ ہوں گے کہ اس عزوہ میں جو ذلت و رسوائی کی مصیبت ہوئی ہے ہم فریقین میں خیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آیت فلا وربك کے متعلق لباب میں ابن ابی حاتم اور ابن مردودہ عن الاسود سے روایت ہے کہ یہ واقعہ بشر نامی منافق کا ہے۔ جس کو حضرت عمرؓ نے قتل فرما دیا تھا۔ لیکن لباب ہی میں ائمہ سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ شراج حرہ کے سلسلہ میں لیکن پہلی روایت ہی اوفق بالمقام ہے۔ آیت ولو اننا کتبنا کے سلسلہ میں لباب میں یہ ہے کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس اور ایک یہودی کے درمیان فخریہ گفتگو ہوئی یہودی نے کہا کہ اللہ نے ہمیں اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا ہم اس امتحان میں کامیاب ہوئے اس پر ثابت بولے اگر ہمارے لئے بھی قتل کا حکم ہو جائے تو ہم بھی اس کی تعمیل کریں گے اس پر لو انہم فعلوا کا نزول ہوا اور آیت ومن یطع اللہ کے شان نزول کی طرف خود مفسر اشارہ کر رہے ہیں۔

﴿تشریح﴾: بشر نامی ایک منافق کا جھگڑا کسی بات پر ایک یہودی سے ہوا چونکہ منافق ناحق پر تھا اس لئے فیصلہ کے لئے کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے جانا چاہا۔ لیکن یہود کو انصاف ملنے کی امید تھی اس لئے اس نے آنحضرتؐ کی خدمت میں واقعہ پیش کرنا چاہا۔ چنانچہ یہودی کی سعی کامیاب رہی اور مقدمہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا جس کا نتیجہ یہودی کے حق میں رہا۔ منافق نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضرت عمرؓ کفار کے حق میں نہایت سخت اور مسلمانوں کے حق میں بہت رحم دل ہیں میرا مقدمہ وہاں سرسبز ہو جائے گا اور میرا کام بن جائے گا۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ کے یہاں جا کر اپیل کر دی۔ یہودی اس لئے مطمئن تھا کہ حضرت عمرؓ اگرچہ متشدد ہیں لیکن ساتھ ہی حق پرست بھی ہیں۔ اسی لئے یہودی آمادہ ہو گیا اور روئداد مقدمہ کے ساتھ یہ بھی عرض کر دیا کہ اول یہ مقدمہ سرکار نبوی ﷺ میں پیش تھا اور میرے حق میں فیصلہ ہو چکا لیکن بشر مطمئن نہیں ہوا۔ اس لئے یہ آپ کے اجلاس میں اپیل کر رہا ہے حضرت عمرؓ نے منافق سے تصدیق چاہی تو اس نے تصدیق کر دی۔ فرمایا کہ ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر فاروق اعظمؓ اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر آئے اور منافق کا کام تمام کر دیا اور فرمایا کہ جو اللہ کے رسولؐ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ یہی ہے۔

فاروق اعظمؓ کے فیصلہ پر احتجاج اور ان پر دعویٰ خون بہا: اس پر منافق کے ورثاء میں بڑی شورش ہوئی اور انہوں نے منافق کے قول و فعل کی تاویلات پیش کر کے فاروق اعظمؓ پر قصاص اور خون بہا کا دعویٰ کرنا چاہا۔ لیکن حق تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی قلعی کھول کر رکھ دی جس سے ان کا مطالبہ خون بہا رد کر دیا گیا۔ فاعرض عنہم سے تسامح اور چشم پوشی کا حکم اس مصلحت سے دیا گیا ہے کہ منافقین کا کفر چونکہ بالکل عریاں اور عیاں نہیں ہوا تھا ایسی حالت میں اگر ان پر جہاد کے ذریعہ بزن بول دیا جاتا تو دور رہنے والے ان کی مخفی سازشوں اور شرارتوں سے تو ناواقف ہوتے اور ان کا قتل کھل کھلا ہوتا تو نتیجہ یہ نکلتا کہ رائے عامۃ اسلام کے برخلاف اور شدید ہو جاتی اور لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ اسلام میں خانہ جنگی، انتشار اور بد نظمی ہے اور اس میں پناہ ڈھونڈنے والے اسی طرح کی بد امنیوں کا شکار رہتے ہیں جس سے اسلام کو سخت دھچکہ لگتا اور اس کی تمام تر ترقی رک جاتی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ سے اس مصلحت پر روشنی پڑتی ہے۔

دعه فان الناس يتحدثون ان محمدا يقتل اصحابه
جانے دو! لوگ یہ کہیں گے کہ محمدؐ نے اپنے دوستوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

بایں ہمہ وہ منافق چونکہ محترم النفس نہیں تھا بلکہ مباح الدم تھا۔ اس لئے اس کا خون بدر ہو گیا اور حضرت عمرؓ قصاص یا خون بہا سے بری سمجھے گئے۔

ایک اور شبہ کا ازالہ: رہا یہ شبہ کہ اس میں بھی تو سلام کی بدنامی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس میں ایک دوسری بڑی مصلحت پیش نظر تھی کہ ظاہر طور پر منافق چونکہ مسلمان سمجھا جاتا تھا اور دوسری طرف کافر مجاہد تھا۔ تو اس بے لاگ اور غیر جانب دارانہ معاملہ میں جب اس نے دیکھا ہوگا کہ اسلام کے نزدیک انصاف کے مقابلہ میں اپنوں کی بھی رعایت نہیں کی جاتی اور اس حق پرستی کا اظہار اپنے ہم مشرب اور ہم قوم لوگوں کے سامنے کیا ہوگا۔ جس سے اسلامی عدل و انصاف کا سکہ ان کے قلوب پر بیٹھ گیا ہوگا کہ اسلام میں انصاف کا خون کر کے جان بچانے کی پرواہ نہیں کی جاتی غرضکہ اس خاص مصلحت کی وجہ سے اس عام ضابطہ سے اس کو مخصوص کر لیا گیا ہے۔

استغفار کی قید کا فائدہ اور اس کی شرائط: فاستغفروا اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ منافق رہتے ہوئے توبہ کرنا کافی ہوگا بلکہ مقصد یہ ہے کہ نفاق چھوڑ کر ایمان لے آتے کیونکہ ایمان لانا قبول توبہ کی شرائط میں سے ہے اور استغفار کی صحت موقوف ہے ایمان پر۔ گویا استغفار مستلزم ایمان ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ ثم جاء و لک فامنوا و استغفروا بہر حال استغفار کی ایک شرط تو ایمان ہے۔ دوسری شرط آیت میں سرکار نبوی ﷺ میں ان کی حاضری اور تیسری شرط ان کے لئے آپ ﷺ کا استغفار فرمانا بیان کیا گیا ہے۔ جہاں تک حاضری کا تعلق ہے سو آپ کے زمانہ میں جو لوگ مکانا آپ ﷺ سے قریب تھے عادتاً ان کے لئے اظہار ایمان کا یہی طریق تھا کہ وہ حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوں۔ نیز معصیت کی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے توبہ ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ تارک نماز کی توبہ یہ ہے کہ نمازوں کی قضاء کرے اور کھلم کھلا گناہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ توبہ اور رجوع بھی کھلم کھلا ہونا چاہئے۔

اسی طرح یہاں منافقین کا قصور غیر حاضری تھی۔ پس اس کا تدارک حاضری سے ہونا چاہئے۔ نیز غیر حاضری سے قلب مبارک کو ایذا پہنچی تھی۔ اس کی تلافی حاضر خدمت ہو کر ازالہ اذیت ہو سکتی ہے۔ باقی خود آپ ﷺ کے استغفار کرنے کی شرط لگانا شاید اس لئے ہو کہ اس سے آپ ﷺ کی خوشنودی معلوم ہوگی یا توبہ کرنے والوں کو خلوص دل سے توبہ کرنے کی توفیق ہو جائے گی۔ جو توبہ کے لئے نہایت ضروری ہے یا یوں کہا جائے کہ اصل مقصد شرائط توبہ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ توبہ کے مکملات بیان کرنا ہے۔

حتی بحکموتک میں تحکیم شرعی مراد نہیں کہ یہ تو آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے ہی بلکہ تحکیم حسی مراد ہے۔ یعنی اپنے تمام مقدمات آپ ہی کے پاس لانے چاہئیں۔

چند شبہات کا جواب: رہا یہ شبہ کہ غیر اسلامی قانون کو باطل سمجھنے کے باوجود کسی وجہ یا مجبوری سے اس کی طرف رجوع کرنا یا شرعی فیصلہ کو حق سمجھنے کے باوجود کسی وجہ سے دل تنگ ہونا یا شرعی فیصلہ پر عمل کرنا آیت سے ان تینوں صورتوں کا خلاف ایمان و اسلام ہونا معلوم ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ بلا اعتقاد دلت حرام چیز کا مرتکب گنہگار کہلاتا ہے۔ نہ کہ دائرہ ایمان سے خارج۔ اسی طرح دل کی تنگی غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہے۔ اسی طرح ترک عمل سے ایمان نہیں جاتا۔ ان تمام شبہات کا جواب یہ ہے کہ تحکیم اور تسلیم اسی طرح عدم حرج کے تین مرتبے ہوتے ہیں۔ (۱) اعتقادی درجہ کہ شرعی قانون کو حق سمجھتا ہے اور عقلی درجہ میں اس کو تسلیم کرتے ہوئے عقلی ضیق سے بھی بچتا ہے۔ (۲) زبانی مرتبہ کہ شرعی امور کے حق ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ (۳) عملی مقام کہ اپنا مقدمہ بھی شرعی عدالت میں لے جاتا ہے اور اس کے فیصلہ کے مطابق بلا ضیق طبعی عمل درآمد بھی کرتا ہے۔ ان تینوں صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ اول مرتبہ تصدیق و ایمان کا ہے اس کے خلاف کرنا عند اللہ کفر ہے۔ منافقین میں اس مرتبہ کا

فقدان تھا اور دوسرا درجہ زبانی اقرار کا ہے۔ اس کے خلاف کرنا ظاہر لوگوں کے نزدیک کفر ہے۔ تیسرا مرتبہ صلاح و تقویٰ کا ہے۔ اس کا نہ ہونا فسق کہلاتا ہے اور طبعی تنگی معاف ہے۔ البتہ بقرہ منافقین آیت میں اول مرتبہ مراد ہے۔

نکاتِ آیت: الا قلیل منهم اس میں تمام صحابہ داخل ہیں جو بمقابلہ کفار قلیل ہی ہیں۔ علیہم کی ضمیر کا مرجع مطلق ناس ہے۔ نہ صرف صحابہ کہ بلا دلیل ہے اور نہ صرف منافقین کہ خلاف دلیل سے بہر حال تمام صحابہ کرام اور مؤمنین کو قلیل میں داخل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کا امت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا اور قتل نفس کے اس مضمون کو درمیان میں لانے کا منشاء آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا ہے کہ منافقین کی حالت سے غم زدہ نہ ہوں۔

اولئک مع الذین اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنت میں یہ لوگ بھی ساتھ جائیں گے اور نہ یہ مطلب ہے کہ سب ایک ہی درجہ میں رہیں گے۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ اپنے نچلے درجوں سے اوپر کے درجوں میں جا جا کر مشرف بزیارت ہوتے رہا کریں گے دنیا میں چونکہ ضروری احکام کے درجات مختلف ہوتے ہیں ادنیٰ درجہ سے انسان مؤمن کہلاتا ہے اس سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ انسان دائرہ معصیت سے نکل جاتا ہے اور ظاہری و باطنی تطوعات کا بجالانا اعلیٰ درجہ ہے جو صدیقیت کا مقام ہے پس آیت میں یہ مرتبہ مراد نہیں ہے کیونکہ ان کے ساتھ تو معیت ہوگی۔ اس صورت میں تو تبعین کا متحد ہونا لازم آجائے گا حالانکہ ان کا متحد ہونا ضروری نہیں۔

لطائف آیت: آیت اولئک مع الذین میں مقامات باطنہ کا اثبات ہو رہا ہے اور یہ کہ ادنیٰ مقام والوں کی رفاقت و معیت اعلیٰ مقام والوں کے ساتھ ممکن ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ پہنچنا اصالتاً نہیں ہوتا بلکہ طبعاً ہوتا ہے جو لوگ اس حقیقت حال سے باخبر اور واقف نہیں ہوتے وہ ان مقامات کے مکشوف ہونے پر گمراہی سے دعویٰ نبوت تک کر بیٹھتے ہیں۔ جیسا کہ متنبی قادیان نے کیا ہے۔ اللہم اعذنا منہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرًا كَمَا خُذُوا حِذْرًا مِنْ عَدُوِّكُمْ أَيُّ احْتَرِزُوا مِنْهُ وَتَيَقَّظُوا لَهُ فَانْفِرُوا أَنْهَضُوا إِلَى قِتَالِهِ ثَبَاتٍ مُتَفَرِّقِينَ سَرِيَّةً يَعْدُ أُخْرَىٰ أَوْ انْفِرُوا جَمِيعًا ﴿۷۲﴾ مُجْتَمِعِينَ وَإِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبَطِّئَنَّ لِيُتَآخَرَهُ عَنِ الْقِتَالِ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْمُنَافِقِ وَأَصْحَابِهِ وَجَعَلَهُ مِنْهُمْ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِرِ وَاللَّامِ فِي الْفِعْلِ لِلْقَسَمِ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَتَلْتُمْ وَهَرَبْتُمْ قَالَتْ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ﴿۷۳﴾ حَاضِرًا فَأَصَابَ وَلَئِنْ لَمْ يَنْقُصْ مِنْكُمْ فَضْلٌ مِنَ اللَّهِ كَفَتَحَ وَغَنِيْمَةً لِيَقُولَنَّ نَادِمًا كَانَ مُحَقِّقًا وَأَسْمَهَا مَحْدُوفًا أَيُّ كَأَنَّهُ لَمْ تَكُنْ بِأَلْيَاءٍ وَالتَّاءُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ مَعْرِفَةٌ وَصِدَاقَةٌ وَهَذَا رَاجِعٌ إِلَى قَوْلِهِ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ اعْتَرَضَ بِهِ بَيْنَ الْقَوْلِ وَمَقُولِهِ وَهُوَ يَا لِلتَّسْبِيهِ لِيَتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَافُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿۷۴﴾ اخذًا حَظًّا وَافِرًا مِنَ الْغَنِيْمَةِ قَالَ تَعَالَى فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِإِعْلَاءِ دِينِهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ بَيْنَعُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ط وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَسْتَشْهِدْ أَوْ يَغْلِبْ يَضْفِرْ بِعَدُوِّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۷۵﴾ ثَوَابًا حَزِيْلًا وَمَالِكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ إِسْتَفْهَامٌ تَوْبِيخٌ أَيُّ لَا مَانِعَ لَكُمْ مِنَ الْقِتَالِ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ وَ فِي تَخْلِيصِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ حَبَسَهُمُ الْكُفَّارُ عَنِ
 الْهَجْرَةِ وَأَذُوهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنْهُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ دَاعِينَ يَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ
 الْقَرْيَةِ مَكَّةَ الظَّالِمِ أَهْلِهَا بِالْكَفْرِ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ مِنْ عِنْدِكَ وَلِيًّا يَتَوَلَّى أُمُورَنَا وَاجْعَلْ لَنَا
 مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۲﴾ يَمْنَعُنَا مِنْهُمْ وَقَدْ اسْتَجَابَ اللَّهُ دُعَاءَهُمْ فَيَسِّرْ لِعَصْمِهِمُ الْخُرُوجَ وَبَقِيَ بَعْضُهُمْ
 إِلَى أَنْ فَتَحَتْ مَكَّةَ وَوَلَّى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَتَابُ بْنُ أَبِي سَيْدٍ فَانْصَفَ مَظْلُومَهُمْ مِنْ ظَالِمِيهِمُ الَّذِينَ
 آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ الشَّيْطَانِ فَقَاتِلُوا
 أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ أَنْصَارَ دِينِهِ تَعْلَبُوهُمْ لِقَوْمٍ كُفَرُوا بِاللَّهِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ بِالْمُؤْمِنِينَ كَانَ ضَعِيفًا ﴿۷۳﴾
 وَاهِيًّا لَا يُقَاوِمُ كَيْدَ اللَّهِ بِالْكَافِرِينَ -

ترجمہ:..... مسلمانو! اپنی حفاظت اور تیاری میں لگے رہو (اپنے دشمنوں کی وجہ سے یعنی ان سے اپنے بچاؤ کا خیال رکھو اور
 بیداری سے کام لو) پھر مقابلہ کے لئے نکلو (جنگ کے لئے نکل کھڑے ہو) الگ الگ گروہوں میں بٹ کر (کہ یکے بعد دیگرے چھوٹی
 چھوٹی ٹکڑیاں بنا کر نکلو) یا اکٹھے ہو کر (ساتھ مل کر) اور کچھ لوگ تم میں سے ایسے بھی ہیں کہ وہ ضرور قدم پیچھے ہٹائیں گے (جہادی مہم
 سے پسپائی اختیار کریں گے جیسے عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ہم جوہی۔ باقی ان کو مسلمانوں میں شمار کرنا وہ ظاہری لحاظ سے ہے اور
 لیپٹن میں لام قسمیہ ہے) اور اگر تم پر کوئی آفت پڑ جائے (جیسے قتل ہو جانا یا مات کھا جانا) تو کہنے لگتے ہیں کہ خدا نے ہم پر بڑا ہی
 احسان کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھے (میدان جہاد میں نہیں تھے ورنہ ہم بھی مصیبت میں پھنس جاتے) اور اگر (اس میں لام قسمیہ
 ہے) تم پر خدا کا فضل و کرم ہوتا ہے (جیسے فتح اور مال غنیمت کا حاصل ہو جانا) تو بول اٹھتے ہیں (ندامت کے ساتھ) گویا کہ (لفظ ان
 مخفف من المشقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہ تھا) نہیں ہے (اس کی قرأت یا اورتا کے ساتھ دونوں طرح ہے) تم میں اور ان
 میں کوئی علاقہ محبت (جان، پہچان، دوستی اس جملہ کا تعلق قد انعم اللہ علی کے ساتھ ہے قول اور مقولہ کے درمیان یہ جملہ معترضہ ہے
 اور وہ مقولہ آگے ہے) اے کاش! (اس میں یا تنبیہ کے لئے ہے) ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے کہ ہم بھی بہت کچھ کامیابی حاصل کر لیتے
 (یعنی مال غنیمت کی ایک بڑی مقدار مل جاتی۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) سو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے شریک ہونا چاہئے
 (اس کے دین کو بلند کرنے کی خاطر) ان لوگوں کو جو فروخت کر چکے (بیچ چکے) ہیں دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے اور جو شخص اللہ
 تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو خواہ قتل (شہید) ہو جائے یا غالب آ جائے (دشمن پر کامیاب ہو جائے) ہم اس کو بہت بڑا اجر عطا
 فرمائیں گے (عظیم الشان ثواب) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے (استہمام تو بخیر ہے یعنی جہاد کرنے سے ایسی حالت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی
 چاہئے) کہ راہ مولیٰ میں جہاد نہیں کرتے اور کمزور مردوں، عورتوں، بچوں کے (بچانے یا چھڑانے کے لئے جن کو کفار نے ہجرت کرنے
 سے روک رکھا ہے اور ان کو ستاتے رہتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی ان ہی لوگوں میں تھے) جو فریاد کر رہے
 ہیں (دعائیں مانگ رہے ہیں) کہ خدایا ہمیں نجات دلا دیجئے اس بستی (مکہ) سے جہاں کے رہنے والوں نے ظلم (کفر) پر کمر باندھ
 رکھی ہے اور اپنی طرف سے (پردہ غیب سے) کسی کو ہمارا کارساز (مددگار) بنا دیجئے اور کسی کو مددگاری کے لئے کھڑا کر دیجئے (جو ہمیں

ان سے بچالے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی پکار سن لی اور کچھ لوگوں کے لئے نکلنے کی راہ پیدا فرمادی۔ البتہ بعض لوگ مکہ فتح ہونے تک پڑے رہے، آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر بنا دیا انہوں نے ظالم و مظلوم کے درمیان بڑے انصاف سے کام لیا (اہل ایمان کا لڑنا اللہ کی راہ میں ہوتا ہے اور اہل کفر کا لڑنا طاغوت (شیطان) کی راہ میں ہوتا ہے اس لئے تم شیطان کے حمایتیوں سے لڑو) جو اس کے طریقہ کے مددگار ہوں ان پر تم لوگ غالب آ جاؤ اللہ کی طاقت کے بل بوتے پر (بلاشبہ شیطان کا کمر (مسلمانوں کے ساتھ) کمزور ہے) بالکل بود اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں جمنے والا نہیں ہے)

تحقیق و ترکیب:..... خذوا حذرکم اہل عرب کے نزدیک اخذ حذرہ کے معنی چوکنے رہنے اور خوف سے بچاؤ کے ہیں گویا یہ حذر ہی بچاؤ کا آلہ ہے اور بعض نے حذر کے معنی ہتھیار کے لئے ہیں۔ پہلی صورت میں احترزوا من العدو کے معنی ہوں گے اور دوسری صورت میں خذوا اسلحا حکم کے معنی ہوں گے۔

ثبات جمع شپہ دس سے زائد آدمیوں کی جماعت اور بعض کے نزدیک دو سے زیادہ آدمیوں کو کہتے ہیں۔ بروزن فعلہ تھا مثل حکمہ کے۔ لام کو حذف کر کے تانین اس کے عوض میں لے آئے ثباینبو سے بے یائیت سے۔ واوی یا یائی دونوں قول ہیں۔ کشاف، بیضاوی وغیرہ نے یہ معنی لئے ہیں کہ متفرقا یا مجتمعا جس طرح بھی موقعہ ہو شریک جہاد ہو اور زاہدی نے یہ توجیہ کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اگر معیت ہو تو سب مل کر شانہ بشانہ جہاد اور علم کی ضرورت پوری کرو۔ لیکن بنفس نفیس آپ ﷺ کی شرکت نہ ہو تو پھر بعض لوگ شریک جہاد ہوں اور بعض لوگ شریک درس و تعلم۔ دوسری آیت یہ ہے وماکان المؤمنون لینفروا الخ اور انفروا خفافا وثقالا الخ بھی اس معنی کی مؤید ہے۔

سریۃ کم سے کم سوا اور زیادہ سے زیادہ چار سوا افراد کی جماعت، و قاموس میں ہے کہ پانچ آدمیوں سے لے کر تین سو چار سوا افراد پر یہ لفظ صادق آتا ہے یہاں مطلق جماعت مراد ہے۔ لیطنن بطا بمعنی ابطاء یعنی یہ لازم ہے با کے ذریعہ تعدیہ کر کے کہا جاتا ہے۔ مابطاء بک اس میں لام قسمیہ ہے جو جواب قسم کی ساتھ مل کر من کا صلہ ہوگا۔ پہلا لام ابتدائی ہے جو ان کے اسم پر خبر کے فاصلہ کی وجہ سے داخل کر دیا گیا ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ وان منکم لمن اقسام باللہ لیطنن، یلیتنی ابوعلی کی رائے یہ ہے کہ یا فعل اور حرف پر صرف تنبہ کے لئے داخل ہوتی ہے ہذا یعنی کان لم یکن کا تعلق قد انعم اللہ کے ساتھ ہے اصل عبارت اس طرح تھی۔ قد انعم اللہ علی کان لم یکن الخ لیکن یہ جملہ مؤکر ہو کر قول اور مقولہ کے درمیان معتزضہ ہو گیا۔ اس لئے مودۃ پر وقف بہتر نہیں ہے۔ فلیقاتل اس میں فاشرط مقدر کا جواب ہے۔ ای ان ابطاء و تاخر ہؤلاء عن القتال فلیقاتل، فیقتل یہی دو باتیں مجاہد کے پیش نظر ہونی چاہئیں۔ تیسری بات یعنی صرف مال و دولت کا حصول مقصود نہیں ہونا چاہئے اور نہ فرار ہونا چاہئے بلکہ یا جام شہادت نوش کر لے اور یا کامیاب و غالب ہو کر رہے۔ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے نیز مجاہد کے پیش نظر دوسروں کو قتل کرنا نہیں، بلکہ خود مظلومانہ شہادت حاصل کرنا یا غالب آنا رہنا چاہئے۔ اسی لئے فیقتل او یغلب نہیں کہا گیا۔ رہا دوسروں کا قتل وہ بدرجہ مجبوری ہے۔ والولدان مشرکین کے ظلم کی انتہائی بریت ظاہر کرنا ہے کہ معصوم بچوں پر بھی ان کو ترس نہیں آتا اور مستضعفین میں ست مبالغہ کے لئے ہے۔

الظالم اهلها ظلم کی نسبت مکہ معظمہ کی طرف تشریفاً نہیں کی گئی بلکہ اہل مکہ کی جفا بیان کی گئی ہے ترکیب کے لحاظ سے یہ قریہ کی صفت ہے اور الف لام بمعنی النسی موصولہ اور ظالم کی تذکیر مستدالیہ کے لحاظ سے ہے کیونکہ فعل یا اسم فاعل اسم مفعول کی اسناد غیر ماہولہ کی طرف اگر ہوتی ہے تو تذکیر و تانیث میں اسی کا لحاظ ہوتا ہے۔ فیسر لبعضہم سلمہ بن ہشام، عباس بن ابی ربیعہ، ولید یہ حضرات

ہجرت سے مستفید ہو گئے تھے۔ عتاب فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں ان کو آپ ﷺ نے مکہ کا والی بنا دیا تھا۔ نیز ان کے والد اسید کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے۔ لیکن انتقال کفر کی حالت میں ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد ان کا بیٹا یعنی عتاب ہیں۔ پس اسی طرح عتاب کا مبشر بالجنت ہونا بھی معلوم ہو گیا۔

ان کید الشیطن بعض حضرات نے بطور علمی لطیفہ کے یہ بات کہی ہے کہ اس آیت میں کید شیطان کو ضعیف اور سورۃ یوسف کی آیت میں کید نساء کو عظیم کہا گیا ہے۔ دونوں کا حاصل یہ نکلا کہ عورتوں کا مکر شیطان کے مکر سے بھی بڑھ کر ہے۔ لیکن یہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہاں کید شیطان کو اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں ضعیف کہا گیا ہے اور عورتوں کا مکر مردوں کے مقابلہ میں عظیم ہے۔ اس طرح دونوں الفاظ کی اضافت بدل گئی ہے۔

رابطہ: تین رکوع پہلے کفار کے قبائح کا ذکر تھا۔ اس کے بعد اہل ایمان کے مدائح کا ذکر شروع ہو گیا۔ اب پھر روئے سخن کفار ہی کی طرف ہو گیا اور جہادی اسکیم اور اس کے متعلقات کا بیان چہ رکوع تک چلا گیا ہے۔

شان نزول: ہجرت سے پہلے اگرچہ جہاد کی اجازت نہیں تھی لیکن ہجرت کے بعد اجازت ہو گئی۔ تاہم بعض لوگوں کی طرف سے عملاً اس میں تقاعد پیش آیا۔ حالانکہ اسباب جہاد کافی موجود تھے اسی سلسلہ میں ان آیات کا نزول ہوا ہے۔

﴿تشریح﴾: آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد ابن عباس اور ان کی والدہ، سلمہ بن ہشام، ولید بن الولید اور ابو جندل بن بہل وغیرہ نادار مسلمان مکہ معظمہ میں رہ گئے تھے جن کو حد سے زیادہ ظلم و جور کی چکی میں پیسا جا رہا تھا جن میں سے بعض کو تو پہلے ہی رہائی نصیب ہو گئی تھی لیکن فتح مکہ کے بعد اللہ نے سب کی مشکلات حل فرمادیں۔ آپ ﷺ نے عتاب بن اسید کو مکہ معظمہ کا گورنر بنا دیا انہوں نے عدل و انصاف کے شیریں پانی سے سب کی پیاس بجھائی۔

نکات: ولی اور نصیر کا مصداق اچھا تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قرار دیا جائے لیکن حضرت عتاب بھی بن سکتے ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ جب ان مسلمان ضعیف کی رہائی مقدر ہو چکی تھی پھر مسلمانوں کو جنگی حکم سے کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ ان مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کی دعائیں تو ضرور قبول ہوئیں، لیکن عالم اسباب میں ان کی رستگاری کا آخر کوئی نہ کوئی سامان تو ضرور ہوتا اور وہ ذریعہ اگر طاقتور اور آزاد مسلمان بن جائیں اور شریک مساعی ہو کر اپنی انہوت و ہمدردی کا ثبوت پیش کر دیں تو مفت کی دولت ہاتھ آتی ہے اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

اطائف آیت: وان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم اور اہل ایمان سے وعدہ نصرت کا حاصل یہ ہے کہ مقتضی ایمان تو یہی ہے کہ امداد الہی اور تائید نبوی ان کے شامل حال ہو لیکن اگر کسی مانع کی وجہ سے جیسے طاعت کی کمی یا امتحان و آزمائش کی مصلحت سے یہ تقاضا کسی وقت پورا نہ کیا جائے تو باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ عَنْ قِتَالِ الْكُفَّارِ لَمَّا طَلَبُوْهُ بِمَكَّةَ لِاَذَى الْكُفَّارِ لَهُمْ وَهُمْ
 جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ فُرِضَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ
 مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ يَخَافُوْنَ النَّاسَ الْكُفَّارَ اِى عَذَابِهِمْ بِالْقِتَالِ كَخَشِيَةِ هُمْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشِيَةً مِنْ
 خَشِيَتِهِمْ لَهٗ وَنَصَبُ اَشَدَّ عَلَى الْحَالِ وَجَوَابُ لَمَادَلَّ عَلَيْهِ اِذَا وَمَا بَعْدَهَا اِى فَاَجَاتَهُمُ الْحَشِيَةُ وَقَالُوا
 جَزَعًا مِّنَ الْمَوْتِ رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا اَحْرَتْنَا اِلَى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ لَهُمْ مَتَاعُ
 الدُّنْيَا مَا يُتَمَتَّعُ بِهٖ فِيهَا اَوْ اِلِسْتِمْتَاعُ بِهَا قَلِيْلًا اِنَّ اِلَى الْفَنَاءِ وَالْاٰخِرَةِ اِى الْجَنَّةِ خَيْرٌ لِّمَنْ اتَّقَى لَمَّا
 عَذَابَ اللّٰهِ بِتَرْكِ مَعْصِيَتِهٖ وَلَا تَظْلَمُوْنَ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ تُنْقَضُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ قَدْرُ قَشْرَةِ النَّوَاةِ
 فَجَاهِدُوا اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْنَ يُدْرِكُكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوْجٍ حُصُوْنَ مُّشِيْدَةً طُرُفَعَةً فَلَا تَخْشَوُا
 لِقِتَالَ خَوْفِ الْمَوْتِ وَاِنْ تُصِْبُهُمْ اِى الْيَهُودَ حَسَنَةٌ حِصْبٌ وَسَعَةٌ يَقُوْلُوْا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ
 تُصِْبُهُمْ سَيِّئَةٌ جَدَبٌ وَّبَلَاءٌ كَمَا حَصَلَ لَهُمْ عِنْدَ قُدُوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ يَقُوْلُوْا هٰذِهِ
 مِنْ عِنْدِكَ يَا مُحَمَّدُ اِى بِشَوْمِكَ قُلْ لَهُمْ كُلٌّ مِنَ الْحَسَنَةِ وَالسَّيِّئَةِ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مَنْ قَبْلِهٖ فَمَا لَ
 هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ اِى لَا يَقَارِبُوْنَ اَنْ يَفْهَمُوْا حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ يُلْقَى اِيْلَهُمْ وَمَا اسْتَفْهَمُ
 تَعَجَّبَ مِنْ فُرْطِ جَهْلِهِمْ وَنَفَى مُقَارَبَةَ الْفِعْلِ اَشَدُّ مِنْ نَفْيِهِ مَا اَصَابَكَ اِيْهَا الْاِنْسَانُ مِنْ حَسَنَةٍ خَيْرٌ
 فَمِنْ اللّٰهِ اِنَّكَ فَضْلًا مِنْهُ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ بَلِيَّةٌ فَمِنْ نَفْسِكَ اِنَّكَ حَيْثُ ارْتَكَبْتَ
 مَا يَسْتَوْجِبُهَا مِنَ الذُّنُوْبِ وَاَرْسَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا طَحَالٌ مُّوَكَّدَةٌ وَكَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا ﴿۷۹﴾
 عَلَى رِسَالَتِكَ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلَّى اَعْرَضَ عَنْ طَاعَتِهٖ فَلَا يُهَمُّكَ فَمَا
 اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ حَافِظًا لِاَعْمَالِهِمْ بَلْ نَذِيْرًا وَاَلَيْنَا اَمْرُهُمْ فَنَجَارِيْهِمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ
 بِالْقِتَالِ وَيَقُوْلُوْنَ اِى الْمُنَافِقُوْنَ اِذَا جَاؤَكَ اَمْرًا طَاعَةً لَكَ فَاِذَا بَرَزُوْا اَخْرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ بِيْتٍ
 طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَادْعَامُ النَّاءِ فِي الطَّاءِ وَتَرْكِهٖ اِى اَضْمَرْتُ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ لَكَ فِي حُضُوْرِكَ مِنَ الْجَمَاعَةِ
 اِى عَضِيَانِكَ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ يَا مُرْبِكُتِبُ مَا يَبِيْتُوْنَ فِي صَحَائِفِهِمْ لِيُجَارُوْا عَلَيْهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ بِالصَّفْحِ
 وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ طَبُوْا بِهِ فَاِنَّهٗ كَافِيكَ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ مُنْفَوْضًا اِلَيْهِ -

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر نظر نہیں کی جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روک لو (کفار کو قتل کرنے سے جبکہ
 مکہ میں رہتے ہوئے لوگوں نے آپ ﷺ سے جنگ کا مطالبہ اور تقاضا کیا تھا کیونکہ کفار نے ان کو ستا رکھا تھا اور اس سے مراد صحابہ کی

جماعت ہے) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر جب ان پر فرض (مقرر) کر دیا گیا جہاد تو یکا یک ان میں کا ایک گروہ اس طرح ڈرنے لگا (خوف کھانے لگا) لوگوں (کفار) سے (یعنی قتل کر کے ان کو عذاب دینے سے) جیسے کوئی اللہ (اللہ کے عذاب) سے ڈر رہا ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ (جتنا خدا سے ڈرنا چاہئے اس سے بھی زیادہ لفظ اشد حال کی وجہ سے منصوب ہے لہذا کے جواب پر اذ اور اس کا مابعد دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فلما كتب عليهم القتال فاجاءتهم الخشية) وہ کہتے ہیں (موت سے ڈر کر) اب اللہ آپ نے جہاد کیوں فرض کر دیا ہے کیوں نہ ہمیں تھوڑے دنوں کی اور مہلت دے دی؟ آپ (ان سے) فرمادیتے دنیا کا سرمایہ (پونجی یا نفع حاصل کرنا) تو بہت ہی تھوڑا ہے (چند روز ہے) اور آخرت (جنت) ہر طرح سے بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو بچتے رہیں (اللہ کے عذاب سے گناہ چھوڑ کر) اور کسی کی حق تلفی ہونے والی نہیں ہے رتی برابر بھی (کھجور کی گٹھلی کے چھلکے بھر بھی۔ لہذا جہاد کرو) تم کہیں بھی ہو موت تمہیں پا کر رہے گی۔ اگرچہ تم مضبوط (اوپر) قلعوں (مخلوں) میں بھی رہو گے (اس لئے موت کے ڈر سے جہاد سے مت بھاگو) اور ان (یہود) کو جب کوئی بھلائی (خوشحالی، کشادگی) کی باتیں پیش آتی ہیں تو کہنے لگتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی ہے۔ لیکن جب کوئی بری حالت پیش آتی ہے (قحط سالی، آفت جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے وقت ہوا) تو کہتے ہیں یہ تمہاری طرف سے ہے (اے محمد! یعنی عیاذ باللہ تمہاری نحوست ہے) آپ (ان سے) فرمادیتے کہ یہ سب کچھ (اچھائی برائی) اللہ تعالیٰ کی طرف (جانب) سے ہے۔ پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ہو سمجھ بوجھ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے (یعنی جو بات ان کو پیش آتی ہے اس کے سمجھنے کے پاس بھی نہیں جاتے، اور ما استفہامیہ ان کی انتہائی جہالت سے تعجب کے لئے ہے اور قرب فعل کی نفی خود فعل کی نفی سے بڑھی ہوئی ہے) جو کچھ بھلائی (اچھائی) تھی (اے انسان) پیش آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (جو اپنے فضل سے اس نے تجھ کو مرحمت فرمائی ہے) اور جو کچھ بد حالی (برائی) پیش آتی ہے وہ خود تمہاری طرف سے ہے (خود تمہاری پیدا کردہ ہے کیونکہ تم نے ہی گناہ کر کے اس کو بلایا ہے) اور ہم نے آپ کو (اے محمد!) تمام لوگوں کی طرف اپنا پیامبر بنا کر بھیجا ہے (لفظ رسولاً حال مؤکدہ ہے) اور اللہ تعالیٰ کی گواہی پس کرتی ہے (آپ کو فرستادہ پیغمبر ہونے پر) جس کسی نے رسول اللہ کی اطاعت کی تو فی الحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس کسی نے روگردانی کی (اس کی فرمانبرداری سے منہ موڑا تو آپ کو کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں ہے) کیونکہ ہم ان پر کچھ آپ کو پاسبان (ان کے اعمال کا نگران کار کر کے) نہیں بھیجا ہے (بلکہ آپ صرف ڈرانے والے ہیں باقی ان کا معاملہ ہمارے سپرد ہے ہم خود ان سے نسبتے رہیں گے یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اور یہ لوگ (منافقین جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں) تو کہنے لگتے ہیں (کہ ہمارا شیوہ) آپ کے حکم کی تعمیل ہے لیکن جب آپ کے پاس سے اٹھ کر (باہر) جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ راتوں کو مجلسیں جماتے ہیں (بیت کی تا کا ادغام طائفہ کی طاء میں ہے اور ترک ادغام کے ساتھ بھی ہے یعنی خفیہ مجلسیں کرتے ہیں) اور جو کچھ (آپ کے حضور میں طاعت کا اظہار کرتے ہوئے) کہتے ہیں اس کے خلاف مشورے کرتے ہیں (یعنی آپ سے بغاوت کے) اور اللہ تعالیٰ لکھتے جاتے ہیں (لکھنے کا حکم فرمادیتے ہیں) جو کچھ وہ راتوں کو مشورے اور سازشیں کرتے ہیں (ان کے نامہ اعمال میں تا کہ ان کو سزا دی جاسکے) سو آپ چشم پوشی فرماتے ہوئے ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے (ان پر بھروسہ کیجئے وہی آپ کے لئے کافی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کی کار سازی پس کرتی ہے (ان ہی کے سپرد کیجئے)

تحقیق و ترکیب: وہم جماعة عبدالرحمن بن عوف زہری، مقداد بن اسود کندی، قدامہ بن مظعون الحنفی، سعد ابن ابی

وقاص زہری وغیرہ حضرات صحابہ نے مشرکین کے ظلم و جور سے تنگ آ کر اجازت جہاد چاہی تھی۔

اذا فریق اذا مفا جاتیہ ہے۔ اسم زمان یا اسم مکان اور زہری کے نزدیک معنی مفا جاة اس میں عامل ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ

یہ بات کسی دوسرے لفظ میں نہیں پائی جاتی اور ابن ہزیر اس کو حرف کہتے ہیں۔

اور فریق مبتداء ہے اور منہم کائن محذوف کے متعلق ہے جو اس کی صفت ہے اور یخشون الناس خبر ہو کر لما کا جواب ہے۔ ای فاجاء فریق منہم ان یخشوا لکفار ان یقتلوہم۔

کخشية اللہ یہ مصدر مضاف الی المفعول ہے فاعل یخشون سے حال ہونے کی بناء پر منصوب محل ہے۔ ای یخشونہم متشبهین بخشية اللہ اور او اشد اس پر معطوف ہے ای اشد خشية من اهل خشية اللہ اور لفظ او تقسیم کے لئے ہے یعنی خشية بعضهم کخشية اللہ و خشية بعضهم اشد منها یا تخیر کے لئے ہے یعنی ان کی خشیت کو خشية اللہ کے برابر سمجھو یا اس سے زیادہ اور یا لفظ او بمعنی بل ہے۔ متاع الدنيا لفظ متاع اسم ہے جو مصدر کے قائم مقام ہے۔ فائدہ مند چیز یا فائدہ مند چیز سے نفع اٹھانا تو یہ ظہور اور اکل کی طرح مصدر اور اسم مصدر دونوں طرح ہو سکتا ہے۔

قدر قشرة النواة فتیل کی یہ تفسیر مناسب نہیں ہے بلکہ اس کے معنی گٹھلی کی جھلی کی بجائے گٹھلی کے درمیان ایک باریک دھاگہ کے ہیں۔ ولو کنتم یہ جملہ اسی جیسے دوسرے جملہ پر معطوف ہے۔ ای لو لم تکنوا فی بروج ولو کنتم فی بروج اور اس قسم کے مواقع پر وضوح دلالت کی وجہ سے بکثرت حذف ہوتا رہتا ہے۔ بروج قلعہ۔ مشیدہ بمعنی رفیعہ یا محضہ۔ شاد النبأ اشادہ شیدہ، شید القصر کے معنی محل کو مضبوط اور پلاستر کرنے کے ہیں اور لو کا جواب ماقبل کی دلالت کی وجہ سے محذوف ہے۔

فمال هؤلاء ما مبتداء ہے هؤلاء خبر ہے اور یہ جملہ بیان و مبین کے درمیان معترضہ ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے ان کا جہل اور خراب حال بتلانے کے لئے ہے۔

لا یکادون یہ حال ہے هؤلاء سے اور اس میں عامل معنی ظرف یعنی استقراء ہے۔ ما اصابک تمام چیزوں کے فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ جیسا کہ کل من عند اللہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن برائیوں کی اسناد مجازی انسان کی طرف کر دی گئی ہے جیسا کہ فمن نفسک سے معلوم ہوتا ہے تقدیر عبارت اس طرح تھی ما اصابک من سینه فمن اللہ بسبب نفسک عقوبہ تو تمام کاموں میں خلق کی نسبت تو اللہ کی طرف رہے گی لیکن برائیوں میں صرف ارتکاب کی نسبت بندوں کی طرف ہوگی۔ اس طرح مشرکین کا رد ہو گیا۔ چنانچہ حدیث عائشہ ہے ما من مسلم یصیبہ و صب ولا نصب حتی الشوكة یشاکھا و حتی انقطاع شسع نعلہ الا بذنب و ما یعفو اللہ عند اکثر فلا یہمنک یعنی آپ ﷺ ان کی فضول بکواس سے کبیدہ اور رنجیدہ نہ ہوں جیسے مثلاً ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ من احبنی فقد احب اللہ تعالیٰ اس پر منافقین نے طنز کے تیر و نشتر چلائے اور کہنے لگے لقد قارف الشریک و هو ینہی عنہ ما یرید الا ان نتخذہ ربا کما اتخذت النصارى عیسیٰ اس پر یہ آیت نازل ہوئی بل نذیراً۔ آپ ﷺ کی شان اگر چہ بشیر اور نذیر دونوں ہیں لیکن مفسر علام نے خصوصیت مقام کی وجہ سے ایک پر اکتفاء کیا۔ طاعة تقدیر مبتداء کے ساتھ ہے ای امرنا طاعة خبر چونکہ مصدر ہے جو فعل کے بدلہ میں ہے اور بدل و مبدل منہ اور عوض و معوض عنہ کا جمع کرنا خلاف قاعدہ ہوتا ہے اس لئے مبتداء کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ اور لفظ طاعة مبتداء بھی ہو سکتا ہے۔ محذوف الخبر ای منا طاعة۔ بیت چونکہ لفظ طاعة مؤنث غیر حقیقی ہے اس لئے فعل مذکر لایا گیا ہے۔ ای عصیانک یہ تفسیر کچھ مناسب نہیں کیونکہ خلاف ورزی کا جذبہ تو یہ لوگ آپ ﷺ کی مجالس میں بھی رکھتے تھے جیسا کہ سمعنا و عصینا سے معلوم ہوتا ہے مجلس سے باہر ہونے پر بالتخصیص اس کو مرتب کرنا صحیح نہیں ہے۔ جن حضرات نے تیبت کے معنی راتوں میں سازش کرنے کے لئے ہیں وہ اوضح ہیں۔ تقول اگر یہ صیغہ خطاب ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے تب تو مضارع کی طرف عدول کرنا استحقاق و استمراء کی نیت سے ہوگا۔ لیکن شارح علام نے صیغہ غائب ہونے کو ترجیح دی ہے من الطاعة یہ بیان ہے الذی تقول کا اور عصیانک منصوب ہے تفسیر کی وجہ سے۔

رابطہ: ان آیات کا تعلق بھی ماقبل کی طرح ترغیب جہاد سے ہے۔

شان نزول و تشریح: آیت الم تر الخ سے بھی جہاد ہی کی ترغیب دینا مقصود ہے۔ لیکن ایک لطف آمیز شکایت کے ساتھ کہ مکہ میں تو کفار کے مظالم سے تنگ آ کر بار بار اجازت جہاد کی خواہش کیا کرتے تھے لیکن جب اجازت مل گئی تو پھر اب یہ تقاعد کیسا؟ اور چونکہ یہ مہلت مانگنا بطور اعتراض یا انکار حکم کی نیت سے نہیں تھا بلکہ صرف تمنا کے درجہ میں تھا۔ اس لئے زجر و توبیح کی نوبت نہیں آئی۔ بلکہ لطیف پیرایہ میں شکایت ہے۔

ایک اشکال کا جواب: اور ظاہر ہے کہ کسی محرک کے وقت عادیہ کام زیادہ آسان ہوتا ہے اس لئے مشکلات کے وقت تو طبعاً جوش اٹھتا تھا اور ہجرت کے بعد جب حالات اطمینان بخش اور فضا پر سکون ہو گئی تو اب طبعی مصلحتیں بھی سامنے آنے لگیں اور چونکہ موت وقت سے نہیں ٹلتی جہاد میں جانا ہو یا نہ ہو لیکن بعض منافقین موت و حیات میں اس کو مؤثر جانتے تھے اگر جہاد کی وجہ سے قتل و موت کی نوبت آتی تو آپ ﷺ پر الزام رکھتے کہ دیکھو شریعت جہاد کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔ لیکن اگر کبھی اسباب کے برخلاف کفار پر فتح و غلبہ ہو جاتا اور منافقین پر الزامی استدلال کیا جاتا تو کہنے لگتے کہ یہ فتح تو محض اتفاق ہے۔ غرضکہ کام بگڑنے پر تو آپ ﷺ اور مسلمانوں کو ملزم گردانتے اور کام سنور جاتا تو محبت و اتفاق پر محمول کر کے دل کو سمجھالیتے، مصیبتیں آتیں تو مسلمانوں کے سبز قدم اور نحوستوں کا اثر سمجھتے، کامیابی ہوتی تو اس کا سہرا اپنے سر پر باندھتے اور اپنا کارنامہ شمار کرتے۔

فضل کرے تو چھٹیاں، عدل کرے تو لٹیاں: بعض حضرات نے اس مقام کو خلق افعال کی بحث سے حل کرنا چاہا جیسا کہ عنوان تحقیق میں ابھی بیان ہوا ہے کہ ہر اچھائی برائی کے خلق کی نسبت خدا کی طرف ہونی چاہئے۔ لیکن برائیوں کے کسب کی نسبت اپنی طرف ہونی چاہئے فی الحقیقت یہاں عدل و فضل کا بیان مقصود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نعمت تو بلا واسطہ اعمال محض ان کے فضل سے ہوتی ہے اور نعمت و مصیبت بندوں کے اعمال سیدہ کی وجہ سے بتقاضائے عدل ہوتی ہے۔ پس مصیبت پہنچنے میں جو آنحضرت ﷺ کا دخل سمجھ رہے ہیں وہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس میں خود تمہارے برے اعمال کا دخل ہے انسان اگر ذرا بھی غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ خوشحالی سے پہلے کوئی بھی نیکی اس درجہ کی نہیں ملے گی جس کو خوشحالی کا سبب کہا جاسکے بلکہ محض فضل الہی باعث ہوگا۔ برخلاف اس کے ہر بدحالی سے پہلے کوئی نہ کوئی اپنی برائی سرزد ہوتی ملے گی۔ جس کی سزا اس سے بھی کہیں زیادہ ہونی چاہئے تھی اس تقریر پر کوئی اشکال نہیں رہتا۔ البتہ خوشحالی کے متعلق من عند اللہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الحقیقت یہ ان کا عقیدہ بھی تھا اور وہ بہ نیت حمد ایسا کہہ رہے تھے؟ بلکہ محاورہ کے طریقہ پر مقصود تھا کہ خلاف توقع باتوں کی نسبت اللہ یا تقدیر کی طرف کر ہی دی جاتی ہے اور نہ کہنے کا اصل منشاء یہ تھا کہ یہ خوشحالی آپ کی وجہ سے نہیں ہوئی۔

نکات: نیز بدحالی کو صرف بد عمل شخص کے لئے نتیجہ اعمال کہا جاسکتا ہے ورنہ صلحاء کے لئے تو یہ حوادث و بلیات بھی بطور خود تربیت و رحمت کا سامان ہوتے ہیں اور خوشحالی سے پہلے کسی نیک عمل کا اس خوشحالی کے لئے سبب کے درجہ میں نہ ہونا اس لئے ہے کہ اول تو خود اس نیکی سے پہلے بھی بہت سی نعمتیں ہوں گی جن کی مکافات یہ ایک نیک عمل نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ ثمرہ جدید کا استحقاق ہو دوسرے خود اس عمل میں شرائط قبولیت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے البتہ بعض مواقع پر اگر اچھے ثمرات کو نیک عمل کا بدلہ فرما دیا گیا ہے تو وہ محض صورت کے لحاظ سے ہے ورنہ حقیقت سبب وہی فضل الہی ہے وہ فضل کرتے تو چھٹیاں، عدل کرے تو لٹیاں۔

اطائف آیت: وارسلناک للناس رسولا میں تمام لوگوں سے مراد جنات اور انسان ہیں پس اس سے آنحضرت ﷺ کی بعثت عامہ ثابت ہوتی ہے جو قرآن و حدیث کی اور نصوص سے بھی ثابت اور اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے۔ فمما ارسلناک علیہم حفیظا میں بطور ذمہ داری کے نگرانی کی نفی کرنا ہے ورنہ بطور شفقت و رحمت تو آپ ﷺ ہمیشہ نگرانی فرماتے ہی رہتے اور اصلاحی مساعی جاری رکھتے ہی تھے۔ البتہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کی اصلاح کی توقع نہ ہو اس کے درپے نہیں ہونا چاہئے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ سے معلوم ہوا کہ مقبول و مقرب اہل اللہ سے معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے خود حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنا۔

اَفَلَا یَتَذَبَّرُونَ یَتَأْمَلُونَ الْقُرْآنَ ط وَمَافِیْهِ مِنَ الْمَعَانِیِ الْبَدِیْعَةِ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوْ جَدُّوا فِیْهِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴿۸۲﴾ تناقضاً فی معانیہ و تباہناً فی نظمہ و اِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ عَنْ سِرِّیَا النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا حَصَلَ لَهُمْ مِنَ الْاَمْنِ بِالنَّضْرِ اَوْ الْخَوْفِ بِالْهَرِیْمَةِ اِذَا عُوَا بِهٖ ط اَفْشُوْهُ نَزَلَ فِیْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْمُسَافِقِیْنَ اَوْ ضِعْفًا الْمُؤْمِنِیْنَ کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ فَتَضَعُ قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَیَتَاذِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِی الْخَبَرَ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اَوْلٰی الْاَمْرِ مِنْهُمْ اِی ذَوِی الرَّاٰی مِنْ اَکَابِرِ الصَّحَابَةِ اِی لَوْ سَحُوْا عَنْهُ حَتّٰی یُخْبِرُوْا بِهٖ لَعَلِمَهُ هَلْ هُوَ مِمَّا یَنْبَغِ اَنْ یُّذَاعَ اَوْ لَا الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ یَتَّبِعُوْنَہٗ وَیَطْلُبُوْنَ عِلْمَهُ وَهُمْ الْمُدْبِعُوْنَ مِنْهُمْ ط مِنَ الرَّسُوْلِ وَاَوْلٰی الْاَمْرِ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ بِالْاِسْلَامِ وَرَحْمَتُهُ لَکُمْ بِالْقُرْاٰنِ لَا تَبِعْتُمْ الشَّیْطٰنَ فِیْمَا یَأْمُرُکُمْ بِهٖ مِنَ الْفَوَاحِشِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ یَا مُحَمَّدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تَکْلِفُ الْاِنْفَسَکَ فَاَلَا تَنْهَمُّ بِتَخَلُّفِهِمْ عَنْکَ الْمَعْنٰی قَاتِلْ وَلَوْ وَحَدَکَ فَاِنَّکَ مَوْعُوْدُ النَّضْرِ وَحَرِضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَ حَتِّهِمْ عَلٰی الْقَتْلِ وَرَغْبَتِهِمْ فِیْهِ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ یَّکْفَ بِاَسِّ حَرْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط وَاللّٰهُ اَشَدُّ بِاَسًا مِنْهُمْ وَاَشَدُّ تَنْکِیْلًا ﴿۸۴﴾ تَعْدِیًّا مِنْهُمْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بَیْدِهِ لَا اُخْرِجَنَّ وَلَوْ وَحْدِیْ فَاُخْرِجَ بِسَبْعِیْنَ رَاکِبًا اِلٰی بَدْرِ الصُّغْرٰی فَکَفَّ اللّٰهُ بِاَسِّ الْکُفَّارِ بِالْقَاءِ الرَّعْبِ فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَمَنْعَ اَبِی سَفِیَّانَ عَنِ الْخُرُوْجِ کَمَا تَقَدَّمَ فِی الْاَمْرِ مِنْ یَشْفَعُ بَیْنَ النَّاسِ شَفَاعَةٌ حَسَنَةٌ مُّوَافِقَةٌ لِلشَّرْعِ یَکُنْ لَهُ نَصِیْبٌ مِنَ الْاَجْرِ مِنْهَا بِسَبَبِهَا وَمَنْ یَشْفَعُ شَفَاعَةً سَیِّئَةً مُّخَالَفَةً لَّہٗ یَکُنْ لَهُ کِفْلٌ نَصِیْبٌ مِنَ الْوِزْرِ مِنْهَا ط بِسَبَبِهَا وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾ مُّقْتَدِرًا فِیْ جَارِیْ کُلِّ اَحَدٍ بِمَا عَمِلَ وَاِذَا حُیِّتُمْ بِتَحِیَّةٍ کَانَ قِیْلَ لَکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ فَحَیُّوْا الْمَحِیَّ بِاِحْسَنِ مِنْهَا بِاَنْ تَقُوْلُوْا لَہٗ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ اَوْ رَدُّوْہَا ط بِاَنْ تَقُوْلُوْا کَمَا قَالَ اِی الْوَاجِبُ اَحَدُهُمَا وَالْاَوَّلُ اَفْضَلُ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ﴿۸۶﴾ مُّحَاسِبًا فِیْ جَارِیْ عَلَیْہِ وَمِنْہٗ رَدُّ السَّلَامِ وَحَصَّتِ السُّنَّةُ الْکَافِرِ وَالْمُبْتَدِعِ وَالْفَاسِقِ وَالْمُسْلِمِ عَلٰی قَاضِی الْحَاجَةِ وَمَنْ فِی الْحَمَامِ وَالْاَکِلِ

فَلَا يَجِبُ الرَّدُّ عَلَيْهِمْ بَلْ يَكْفَرُ فِي غَيْرِ الْأَخِيرِ وَيُقَالُ لِلْكَافِرِ وَعَلَيْكَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاللَّهُ لِيَجْمَعَنَّكُمْ
مِنْ قُبُورِكُمْ إِلَىٰ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَيْ لَا أَحَدٌ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۸۷ ﴿۸۷﴾ قَوْلًا

۱۱
ع

ترجمہ:..... پھر کیا یہ لوگ غور (تامل) نہیں کرتے قرآن (اور اس کے عجیب و غریب معانی) میں اگر یہ قرآن کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو ضروری تھا کہ اس کی بہت سی باتوں میں یہ لوگ اختلاف (ان کے معانی میں تناقض اور اس کی نظم میں تباہی) پاتے اور جب ان لوگوں کے پاس کوئی خبر پہنچ جاتی (جو آنحضرت ﷺ کی فوج کشی سے) امن (نصرت) حاصل ہونے کی یا (شکست کا) خوف ہونے کی تو یہ لوگ اسے لوگوں میں پھیلانے لگتے ہیں (پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں۔ یہ آیت منافقین کی جماعت یا عوام مسلمین کے بارے میں نازل ہوئی جو اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے رہتے تھے۔ جس سے مسلمانوں کے قلوب کمزور پڑتے اور آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک کو تکلیف پہنچتی) اگر یہ لوگ (اس خبر کو) پیش کر دیا کرتے رسول اللہ کے اور باگ دوڑتے تھانے والوں کے سامنے (یعنی ذمہ دار صحابہ کے سامنے) اس طرح خود خاموش رہتے تا آنکہ اکابر صحابہؓ جو اس خبر کو ظاہر کرتے (تو سمجھ لیتے اس کی اصل حقیقت حال) کہ آیا یہ پھیلانے کے لائق ہے یا نہیں) وہ لوگ جو بات کہ تہہ تک پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہیں (جو کھوج میں لگے رہتے ہیں اور جستجو میں رہتے ہیں مراد اس سے پروپیگنڈا کرنے والے ہیں) پیغمبر اور اصحاب اختیار سے اور اللہ کا فضل اگر تم پر نہ ہوتا (اسلام کی توفیق دے کر) اور اس کی رحمت نہ ہوتی (قرآن بھیج کر) تو تم سب شیطان کے پیچھے لگ لئے ہوتے (جن برائیوں میں وہ تم کو الجھانا چاہتا تھا) بجز معدودے چند افراد کے۔ پس (اے محمد) آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے کہ آپ پر آپ کی ذات کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں ہے (اس لئے آپ ان کے غیر حاضر رہنے کو اہمیت نہ دیجئے یعنی تنہا ہی سہی۔ مگر آپ جہاد کیجئے آپ سے مدد کا وعدہ ہے) اور مسلمانوں کو بھی ترغیب دیجئے (جہاد پر آمادہ کیجئے اور ابھاریئے) عجب نہیں کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ روک دیں زور منکرین حق (کی لڑائی) کا اور اللہ کا زور (ان سب سے) زیادہ قوی ہے اور سزا دینے میں وہ سب سے زیادہ سخت ہیں (ان کا عذاب سب سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں جان ہے کہ میں خود جہاد میں جاؤں گا خواہ مجھے تنہا ہی جانا پڑے۔ چنانچہ ستر سو اوروں کے ساتھ آپ بدر صغریٰ کی طرف تشریف لے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کے زور کو توڑ کر مسلمانوں کی ہیبت ان کے دلوں میں ایسی بٹھلا دی کہ ابوسفیان میدان میں نہیں آسکے جیسا کہ آل عمران میں گزر چکا ہے) جو شخص (لوگوں میں) اچھی سفارش کرے (جو شرع کے موافق ہو) تو اس کو حصہ (ثواب) ملے گا اس کام کا (سفارش کی وجہ سے) اور جس شخص نے بُری سفارش کی (جو خلاف شرع ہو) اس کو (گناہ کا) حصہ ملے گا اس (گناہ کی وجہ سے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں (ایسے قادر ہیں کہ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے سکتے ہیں) اور جب کبھی تمہیں دعا دی جائے (مثلاً تمہیں السلام علیکم کہا جائے) تو تمہیں بھی جواب دینا چاہئے (سلام کرنے والے کو) اس سے اچھا (مثلاً سلام کے جواب میں کہو علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یا ویسے ہی الفاظ کہہ دیا کرو (جو الفاظ سلام میں تمہیں کہے گئے ہیں بعینہ تم بھی ان ہی کو لو نادو۔ بہر حال ان دونوں طریقوں میں سے ایک طریقہ ضروری ہے لیکن اول صورت افضل ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں (محاسب ہیں کہ ہر عمل کا بدلہ لینے والے ہیں۔ جواب سلام کا بدلہ بھی دیں گے لیکن کافر اور بدعتی، فاسق، قضاء حاجت میں مشغول شخص کو سلام کرنے والے یا حمام اور غسل خانہ میں مشغول ہونے والے، کھانا کھانے والے کو سنت نے جواب سلام سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لہذا ان پر جواب واجب نہیں ہے بلکہ کھانے والے کو چھوڑ کر باقی کے لئے مکروہ ہے۔ کافر کے لئے جواب سلام صرف وعلیک سے دینا چاہئے) اللہ ہی کی ایک ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

ہے وہ ضرور تمہیں اکٹھا کریں گے (قبروں سے نکال کر) قیامت کے دن اس میں کوئی شک (شبہ) نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کہنے میں و ان سچا ہے (یعنی کسی کی بات اس سے زیادہ سچ نہیں ہو سکتی)

تحقیق و ترکیب: اختلافاً کثیراً یعنی اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں تناقض معنوی بھی ہوتا کہ کوئی بات صحیح ہوتی، اور کوئی غلط اور اختلاف لفظی بھی کہ بعض کلام فصیح و بلیغ ہوتا اور بعض غیر فصیح، رہا یہ شبہ کہ اختلاف کثیر کی نفی کی گئی ہے لیکن اس سے اختلاف قلیل کی نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ اختلاف قلیل کی گنجائش نکل رہی ہے جو اب یہ ہے کہ مقصود مبالغہ ہے کہ چونکہ یہ کلام مختلف اصناف پر مشتمل ہے ہر صنف میں عادتاً اگر ایک ایک دو دو غلطیاں بھی فرض کر لی جائیں تب بھی اغلاط کثیرہ کا مجموعہ ہو جاتا۔ لیکن کلام الہی ہونے کی سب سے بڑی کھلی شناخت یہ ہے کہ اس میں اس قسم کی تضاد بیانی اور اختلافات نہیں ہیں اگر ہوتے تو بہت زیادہ ہوتے لیکن اب نہ کم ہیں اور نہ زیادہ پس نفی میں مبالغہ ہو گیا ہے۔

افشوہ کہا جاتا ہے اذاع السر، اذاع بہ اور بعض کی رائے میں براء زائد ہے۔ اذاعۃ متضمن ہے معنی تھرت کو۔ دشمنوں کی فتح و نصرت کی خبروں کی اشاعت تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی پست ہمتی اور احساس کمتری کا باعث ہوگی۔ لیکن خود مسلمانوں کی فتح و نصرت کی بے موقع اشاعت بھی فتنہ و فساد اور مصائب کا باعث ہو جاتی ہے۔ مثلاً بقول ابوالسعود دشمن پہلے سے زیادہ مشتعل ہو کر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ حسی بخبر و یعنی عوام کو از خود خبروں کی اشاعت نہیں کرنی چاہئے بلکہ خواص اصحاب کے فکر و رائے کے حوالہ کرنی چاہئے۔ ہل ہو ضمیر کا مرجع امر ہے یا امن ہے یا خوف ہے۔ یستنبطونہ استنباط کے معنی اخراج الذبط کے آتے ہیں اور ضبط کہتے ہیں کنواں کھودنے کے بعد جو پانی اول نکالا جائے۔ پھر مجازاً اخذ و تلتقی پر بولا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ خبر اور مصالح خبر کو اپنے محل اور مواقع سے حاصل کرنے چاہئے۔ منہم من ابتداء یہ ہے اور ضمیر کا مرجع رسول اور اولوالامر ہیں اور ظرف یستنبطون کے متعلق ہے الا قلیلاً اس سے مراد زین بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل، قیس بن ساعدہ وغیرہ حضرات ہیں جو آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کی آمد سے پہلے بھی راہ راست پر تھے لیکن اس صورت میں لولا فضل اللہ الخ سے استثنیٰ سمجھ میں نہیں آتا۔ الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ ان لوگوں نے شیطان کا اتباع نہیں کیا بلکہ اپنی سمجھ اور عقل سے بغیر نوروحی کے ایمان لائے۔

فقاتل اس میں فاجزائیہ ہے اور جملہ جواب شرط مقدر ہے۔ ای ان تشبط المنافقون وقصر الاخرون و ترکوک و حدک فقاتل انت یا محمد و حدک۔

لا تکلف الانفسک یہ جملہ حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ قاتل کی ضمیر فاعل سے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فقاتل حال کونک غیر مکلف الانفسک و حدھا، عسی طمع کے لئے آتا ہے۔ البتہ اطماع الکریم انفع من انجاز اللسیم بدر الصغریٰ یہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر بازار لگتا تھا جس کو "حمراء الاسد" بھی کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ذیقعدہ میں ابوسفیان سے اس مقام پر تشریف لانے کا وعدہ کیا تھا۔

شفاعة حسنة جس چیز کی سفارش کی گئی اگر وہ مشروع ہو اور اس کا طریق اور غرض بھی مشروع ہو تو شفاعة حسنة کہلاتی ہے ورنہ شفاعة سیئہ ہے۔ مثلاً حقوق اللہ، حقوق العباد کی رعایت ملحوظ ہونی چاہئے، جلب منفعت یا دفع مضرت ہو لیکن غرض اصلی رضائے خداوندی ہونی چاہئے رشوت متانی نہیں ہونی چاہئے۔ بری سفارش کو مشاکلتہ سفارش کہا گیا ہے۔ نصیب نصیب اور کفل دونوں مرادف ہیں، تخصیص تفضیل کی وجہ سے کر لی گئی ہے۔

مقینا اقامت علی الشی بولتے ہیں بمعنی قدر۔ مقیت بمعنی مقدر۔ بتحیة اصل میں مصدر ہے حیاک اللہ عمر و رازی کی دعا

ہے پھر مطلقاً دعا میں استعمال ہونے لگا اور سلام کے معنی میں آنے لگا۔ احسن یعنی جواب سلام۔ سلام سے بڑھا ہوا ہونا چاہئے۔ مثلاً السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة اللہ اور السلام علیکم ورحمة اللہ کے جواب میں وبراکاتہ کا اضافہ کرنا چاہئے، لیکن اگر خود سلام کرنے والے نے یہ تمام الفاظ دہرائے اور جواب دینے والے کے لئے اضافہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک صحابی نے ایسا ہی کیا تو پھر بلا اضافہ مزید کے رد سلام میں ان ہی الفاظ کو دہرایا چاہئے گویا اس صورت میں احسن پر تو عمل نہیں ہو سکا لیکن اور دوہا پر عمل ہو گیا۔

رو دھا ای رد و امثلھا۔ واسئل القریة کی طرح بخذف المضاف ہے۔ ورنہ بعینہ رد محال ہے بہر حال احسن صورت میں جواب سلام افضل ہے۔ ابتداء بالسلام سنت ہے مگر افضل ہے اور جواب سلام واجب ہے مگر مفضل یعنی منفرد کے لئے ابتداء سلام سنت یعنی اور جماعت کے لئے سنت کفائی ہے۔ اسی طرح منفرد شخص پر جواب سلام فرض یعنی اور جماعت پر فرض کفائی ہے۔ یہ ایک فقہی چیتان بن گئی کہ سنت بمقابلہ واجب افضل ہے۔ آیت مذکورہ سے جواب سلام کا سلام سے بڑھا ہوا ہونا یا برابر ہونا معلوم ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ جواب سلام کا سلام سے کم ہونا جائز نہیں ہونا چاہئے حالانکہ فقہاء اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ آیت اکملیت پر محمول ہے مجملہ آداب سلام کے یہ ہے کہ خط اور قرآن و حدیث پڑھنے مذاکرہ علمی، اذان و اقامت کی حالت میں سلام نہیں کرنا چاہئے۔ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ شطرنج و چومر کھیلنے والے، گویے اور قضاء حاجت کرنے والے، کبوتر باز، برہنہ شخص کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ گھر میں جانے والا شخص گھر والوں کو اور کھڑے ہوئی والا بیٹھنے والے کو اور سوار رہنے والا پیدل شخص کو، گھوڑا سوار گدھے سوار کو، کم عمر بڑی عمر والے کو سلام کرے، کم افراد زیادہ افراد کو سلام کریں۔

اور بعض کی رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو سلام کا جواب دینا احسن منہا میں اور غیر مسلم کو جواب دینا اور دوہا میں داخل ہے چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ تمہیں اہل کتاب جب سلام کریں تو صرف وعلیکم کہہ دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ السام علیکم کہا کرتے تھے۔ جس کے معنی ہلاکت اور بددعا کے ہیں اس لئے جواب میں صراحتہ بددعا یہ کلمات کہنا تو ایک درجہ میں اخلاق سے گری ہوئی بات ہے اور بالکل اثر نہ لینا ہے بے حسی کہلاتی اس لئے صرف علیکم کہنے میں طوق لعنت اسی کے گلے میں پہنا دیا گیا ہے ”کالائے بدریش خاوند“۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ لاغر ارفی التسلیم سلام میں کوتاہی نہ کرو۔ یعنی صرف علیکم نہ کہو بلکہ علیکم کہو تاکہ ملائکہ کا تین بھی داخل ہو جائیں اور السلام علیکم صرف باللام بہتر ہے بمقابلہ سلام علیکم نکرہ کہنے کے۔ عموم جنسیت و استغراق کی وجہ سے اور لفظ سلام کی تقدیم میں تقابل نیک مقصود ہے جو لفظ علیکم مقدم کرنے کی صورت میں ہے حاصل نہ ہوتا بلکہ علی ضرر کے لئے موہم ہوتا البتہ جواب سلام میں چونکہ واو عاطفہ پہلے ہے اس لئے سلام پر عطف ہونے کی وجہ سے لفظ علیکم مقدم ہونے کے باوجود بددعا اور ضرر کے لئے موہم نہیں ہو سکتا۔

وخصت السنة یعنی یہ لوگ خود سلام کریں تو جواب سلام واجب نہیں۔ بلکہ کھانا کھانے میں مشغول شخص کے علاوہ سب کو جواب دینا مکروہ ہے۔ نوجوان اجنبی عورت کو بھی فتنہ کی وجہ سے سلام نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ محارم عورتوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح کھانے کا لقمہ اگر منہ میں ہو تو بجز کی وجہ سے سلام مکروہ ہے لیکن چبانے سے پہلے اور بعد میں مکروہ نہیں ہے اور وجیز کروری میں لکھا ہے اگر یہ معلوم ہو کہ کھانے والے ضرور اس کی تو اضع کریں گے تو سلام کر لینا چاہئے ورنہ نہیں۔

اللہ یہ مبتداء ہے لا الہ الاہو اس کی خبر ہے۔ واللہ مفسر علام نے اس تقدیر سے اشارہ کر دیا کہ لیجمعنکم کا محذوف قسم کا جواب ہے فیہ جملہ حال ہے۔ الیوم سے ضمیر اسی کی طرف راجع ہے یا فیہ کو ریب کی صفت قرار دیا جائے اور ضمیر جمع کی طرف راجع ہو۔ ای

جمعاً لا رب فیہ

رابطہ..... چھٹی آیات میں اثبات رسالت تھا۔ آیت افلا یتدبرون الخ میں عجیب و غریب طرز پر حقانیت قرآن کا اثبات ہے جو عظیم ترین دلیل نبوت ہے۔ جس کے وہ ضمناً اور صراحتاً منکر تھے اسی طرح گذشتہ آیات میں منافقین کی مذہبی بے عنوانی کا ذکر تھا۔ آیت اذا جاء ہم الخ میں ان کی انتظامی بدعنوانی کا ذکر ہے جو اسلام کے لئے ضرر رساں ہوئی اور آیت فقاتل الخ میں پھر مضمون جہاد کا بیان ہے۔ نیز ترغیب جہاد چونکہ ایک اچھائی اور بھلائی کی ترغیب ہے اسی مناسبت سے آیت من یشفع میں نیکی اور بدی کی طرف ترغیب کا استحسان اور غیر استحسان بیان کرنا ہے۔ گویا جو بیسواں حکم ہے اور چونکہ بھلائی کی ترغیب میں تالیف قلب ہوتی ہے اس مناسبت سے جواب سلام کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس میں بھی تالیف قلب ہوتی ہے۔ نیز حکم شہادت جس طرح جان و مال کی حفاظت کا ذریعہ ہے مجاہدین سلام کرنے کو بھی علامت اسلام سمجھ کر ہاتھ روک لیا کریں۔ یہ گویا اکیسواں حکم ہے۔ ان تمام احکام کی تاکید و اہمیت کی خاطر آیت اللہ لا اللہ میں اپنی عظمت اور قیامت کا ذکر کر دیا کہ اطاعت و فرمانبرداری پر آمادگی ہو سکے۔

شان نزول:..... جنگی خبروں کو جب تک احتیاط کی چھانی میں صاف نہ کیا جائے پبلک پر ظاہر کر دینا مفاد عامہ کے خلاف ہوتا ہے۔ منافقین اسی قسم کی حرکتیں کرتے رہتے تھے جس سے عام مسلمان احساس کمتری میں مبتلا ہوتے رہتے تھے۔ ضرورت تھی کہ اس قسم کی خبروں پر سنسز بٹھلایا جائے اس لئے آیت اذا جاء ہم الخ نازل ہوئی اور آیت فقاتل فی سبیل اللہ کے شان نزول کی طرف خود مفسر علام نے اشارہ کر دیا ہے۔

﴿ تشریح ﴾:..... خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کی بے مثل فصاحت و بلاغت اور گذشتہ تاریخی واقعات کا حرف بحرف بیچ ہونا دراصل حالیکہ آپ ﷺ اسی سلسلہ میں ایک حرف نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح آئندہ پیشگوئیوں کا بالکل ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق اترنا یہ سب باتیں اس کے کلام الہی ہونے کی دلیل ہیں۔ کیونکہ سر مو بھی ان میں فرق نہیں ہوا ہے جو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا سراسر معجزہ ہے اور سنت الہی یہ ہے کہ احتمال تکلیس کے وقت جھوٹے مدعی نبوت کی بسھی پھلنے پھولنے اور سرسبز ہونے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔

قرآن کا اعجاز:..... پس فصحاء، بلاغا کے لئے تو قرآن کریم کی بے نظیر فصاحت و بلاغت و اعجاز ہے اور علماء اور اہل کتاب کے لئے گذشتہ صحیح تاریخی واقعات اور آئندہ کی سچی پیش گوئیاں وجہ اطمینان ہیں۔ اس طرح یہ استدلال قرآن کریم کے ہر ہر مضمون میں جاری ہو سکے گا اور جب ہر مضمون میں جاری ہو سکے گا اور جب ہر مضمون منجانب اللہ ہوا تو مجموعہ کا کلام اللہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اس آیت میں اختلاف سے مراد نسخوں کا اختلاف بھی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بات لازم عادیہ میں سے ہے کہ انسان کتنی ہی تصحیح کا اہتمام کر لے پھر بھی کچھ نہ کچھ اختلاف اور نامطابقت رہ جاتی ہے۔ لیکن یہ قرآن پاک کی خوبی اور خصوصیت ہے کہ اس میں کسی جگہ اس طرح کا اختلاف نظر نہیں آتا۔

ایک شبہ کا جواب:..... الا قلیلاً کے استثناء پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ محدودے چند افراد اپنی عقل کی روشنی اور سلامت روی سے بغیر وحی اور نور نبوت کے شیطان کے اتباع سے محفوظ رہے تو پھر ان کے حق میں قرآن اور آنحضرت ﷺ کی بعثت اور اللہ کے فضل کا کیا انعام و احسان ہوا؟ جواب میں یہ کہا جائے گا کہ عقل سے اجمالاً تو بعض احکام کا ادراک ہو سکتا ہے جو کافی نہیں لیکن تفصیلی طور ابواب سعادت و ہدایت میں عقل کا پایہ جو بین بالکل در ماندہ اور لنگ محض ہے۔ اول تو بعض نظری امور اس درجہ دقیق، خفی اور مشتبہ ہوتے ہیں کہ ان کا ادراک ہی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ صحیح طریق کا اتباع۔ اور ہو بھی جائے تو اشتباہ کی وجہ سے خود یہ اتباع ہی محتمل

ہے۔ دوسری اگر نو عقل کے ذریعہ انسان نقصان سے بھی رہ جائے تو منافع کی تحصیل سے تو ضروری محروم رہے گا۔ جن کا ادراک یقیناً نوروجی پر موقوف ہے۔ پس شریعت بیضاء کا یہ کیا کم احسان ہے کہ اس نے خود عقل کو روشنی دکھلائی ہے۔

ایک اور شبہ کا جواب:..... دوسرا شبہ یہ ہے کہ مؤمنین اور منافقین دراصل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ پھر اولی الامر جس سے مراد مؤمنین ہیں اور مستنبطین جس سے مراد منافقین ہیں دونوں کو منہم میں کیسے داخل کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ منافقین کے اپنے زعم و گمان کے لحاظ سے کہا گیا ہے کہ وہ خود کو مسلمانوں ہی کے زمرہ میں داخل اور شامل سمجھتے تھے۔

اللہ کا اشد باسا ہونا دنیا کے اعتبار سے اور اشد تمکیلاً ہونا اخروی لحاظ سے ہو سکتا ہے کیونکہ کفار کو مغلوب کرنے کا سامان کر دینا ہی نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے زور جنگ کا اور کفار سے مراد اگر صرف کفار قریش ہوں تب تو اسی پیشنگوئی کا وقوع ظاہر ہے لیکن اگر عام کفار دنیا مراد ہوں تو اس وقت بھی اس کا سچ ہونا مشتبہ نہیں ہے۔ کیونکہ چند روز ہی میں اللہ نے اسلام کا پھر میرا ہر طرف لہرا دیا ہے اور مسلمانوں نے سب سلطنتوں کو زیر نگین کر لیا۔ جلال مفسر نے ان آیات کو ایک خاص واقعہ پر محمول کیا ہے جس کا خلاصہ ابن جریر کی تخریج اور ابن عباس کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ شوال ۳ھ میں معرکہ احد کے بعد ذیقعدہ میں وعدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ نے مقابلہ کے لئے بدر میں تشریف لے جانا چاہا تو وہ زخم خوردہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے تامل کیا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں فابى عليه الناس ان يتبعوه جس پر آپ نے ارشاد فرمایا انسى ذاهب وان لم يتبعنى احد چنانچہ آپ ستر سحابہ گولے کر موقع پر تشریف لے گئے لیکن میدان صاف تھا پس اس صورت میں بھی کفار سے مراد خاص کفار ہیں اس لئے پیشنگوئی کے وقوع میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی طرح ایک اچھی توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ وعدہ نصرت آنحضرت ﷺ کے تنہا قتال فرمانے کی صورت میں تھا لیکن چونکہ یہ صورت پیش نہیں آئی اس لئے پیشنگوئی کے پورا ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

اچھی اور بری سفارش:..... شفاعت حسنہ ہوتی ہے جس کا طریقہ اور مقصد دونوں مشروع ہوں اور شفاعت سیئہ میں دونوں غیر مشروع ہوتے ہیں۔ کسی غریب کی امداد کے لئے کسی امیر کو ناگواری کی حد تک اگر مجبور کر دیا جائے تو مقصد سفارش تو محمود ہے لیکن طریق سفارش غلط اور مذموم ہے گویا ایک مسلمان کو آرام پہنچانے کے ساتھ دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچانا ہو اور کسی ظالم کی مدد کے لئے سفارش کی جائے تو مقصد کے برا ہونے کی مثال ہوگی۔ غرضکہ دونوں باتیں صحیح ہوں تو ایسی سفارش عبادت ہے۔ خواہ واجب ہو کر یا مستحب ہو کر اور اس لئے اس پر اجرت لینا حرام ہے۔ کیونکہ عبادت محل اجرت نہیں ہوتی اور بری سفارش پر معصیت ہونے کی وجہ سے اجرت لینا حرام اور رشوت ہے۔ یہ خیال کرنا کہ ہماری کوششوں کے مقابلہ میں یہ اجرت ہے غلط ہے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ کوشش کا یہ ثمرہ ہے تو ایک معمولی اور بے حیثیت شخص اس سے زیادہ کوشش بھی کر لے تب بھی اس کو اجرت نہیں دی جاتی۔ معلوم ہوا کہ یہ اجرت کوشش کے مقابلہ میں نہیں دی گئی بلکہ حیثیت اور اجارہ کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہے اور وہ غیر مقوم ہوتی ہے اس لئے رشوت اور حرام ہوتی۔

سلام کرنا اسلامی شعار ہے:..... حیو الامر کے صیغہ سے اور لفظ حسیباً سے بظاہر وجوب سمجھ میں آتا ہے یہی مذہب ہے فقہاء کا مگر مشروع سلام مراد ہے جو سلام مکروہ ہیں وہ اس سے خارج ہیں جس کی طرف جلال مفسر نے اشارہ کیا ہے کہ وہ کسی گناہ کی حالت میں مبتلا ہو یا عبادت میں لگ رہا یا طبعاً ناگوار حالت میں ہو جس کی تفصیلات درمختار ہے میں ان حالات میں اگر کوئی غلطی سے سلام کر بھی لے تو جواب اس کے ذمہ نہیں بلکہ بعض حالات میں جواب مکروہ ہے۔ مفرد ہو تو سلام کرنا سنت عینی اور جماعت ہو تو سلام

کرنا سنت کفائی ہوگا۔ اسی طرح جواب سلام منفرد شخص کے لئے واجب علی العین اور جماعت ہو تو وجوب علی الکفایہ ہے۔ نیز نفس جواب سلام واجب ہے البتہ اتنے ہی الفاظ سے یا اس سے بہتر الفاظ سے۔ یا بعض حالات میں اس سے کم الفاظ سے۔ غرضکہ ان سب صورتوں میں اختیار ہے۔ لفظ او جو تخییر کے لئے ہے وہ اسی اعتبار سے ہے اور امر سے جو وجوب مستفاد ہے وہ نفس سلام کے لحاظ سے ہے غرضکہ متعین تو واجب ہے اور قید اختیاری ہے السلام علیکم کے جواب میں علیکم السلام ورحمة اللہ تو احسن میں اور صرف علیکم السلام کہنا اور دوہا میں داخل ہونے کی وجہ سے بلاشبہ صحیح ہے۔ لیکن السلام علیکم ورحمة اللہ کے جواب میں صرف وعلیکم السلام کہہ دینا بھی اجماعاً کافی ہے۔ لفظ حییتہم بصیغہ مجہول ہے اس کا فاعل اجماعاً مسلمان ہو تو احکام مذکورہ جاری ہوں گے سلام کرنے والا اگر غیر مسلم اور کافر ہے تو اگر اس کی طرف سے شرارت کا شبہ ہے تو وہ سلام کی بجائے بددعا نیہ جملے کہہ رہا ہے تب تو صرف علیکم کہنا چاہئے ورنہ اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں صرف جائز ہے البتہ صرف ضرورت کے مواقع پر ابتداءً سلام کرنا بھی جائز ہے۔ کذا قال صاحب الکشاف وروی ذلک عن النخعی و عن ابی حنیفہ و عن ابی یوسف لانسلم ولا نصابهم و اذا دخلت فقلیل السلام علی من اتبع الهدی۔ جمہور کے نزدیک آیت میں تحیہ سے مراد سلام ہے اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ اس سے مراد عطیہ اور ہدیہ ہے۔

کلام الہی کی اصدقیت اور قدرت علی الکذب کی بحث: ومن اصدق من اللہ حدیثا کے معنی محاورہ کے اعتبار سے یہ ہیں کہ اللہ سے زیادہ اور اس کے برابر کوئی سچا نہیں ہے یعنی جس طرح اللہ سے بڑھ کر کوئی اصدق نہیں اسی طرح کوئی اس کے مساوی اصدق بھی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی اصدقیت باعتبار کیمیت کے بھی ہے اور بلحاظ کیفیت بھی۔ کیونکہ کسی خبر کی اصدقیت کا مدار محکی عنہ کی مطابقت پر ہے اور ظاہر ہے کہ عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ تمام مخلوق اس سے محروم ہے اس لئے اس کی خبریں پوری طرح محکی عنہ کے مطابق ہوں گی اسی طرح مواعد کا مدار قدرت کاملہ اور علم پر ہے اور حق تعالیٰ میں یہ دونوں کامل ہیں۔ اس لئے اس کا ہر وعدہ پورا اور مخلوق میں چونکہ ناقص ہیں اس لئے اس کا ہر وعدہ ادھورا ہے۔

یہ گفتگو تو اصدقیت کی بلحاظ کیمیت ہوئی اور کلام الہی کی اصدقیت باعتبار کیفیت اس طرح ہے کہ کلام اللہ کے لئے اصدقیت لوازم کلام میں سے ہے کہ عقلاً اس سے اصدقیت کا الگ ہونا محال ہے لیکن مخلوق کے کلام میں یہ بات نہیں ہے۔ اگرچہ ملزوم کی طرح خود یہ لازم داخل قدرت اور مقدور ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی ضد بھی قدرت ہی کے ماتحت ہوگی کیونکہ قدرت کا تعلق ضدین سے ہوا کرتا ہے اور کلام سے مراد بھی کلام لفظی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات افعال میں سے ہے۔ کلام نفسی جو صفات ذاتیہ میں سے ہے اس کے لئے تو صدق لوازم ذاتیہ میں سے ہوگا۔ اس کے ذاتی وجوب اور امتناع عقلی کی وجہ سے اس کی ضد تحت قدرت نہیں ہوگی۔ غرض کہ کلام لفظی کو صفات افعال میں اور کلام نفسی کو صفات ذات میں شمار کرنے کی وجہ سے امتناع کذب کا معرکہ الاراء مسئلہ اپنی غلط تعبیر کے باوجود اس طرح بلا اشکال حل ہو جاتا ہے کیونکہ اول صورت میں امتناع عادی حق ہے یعنی انتفاء صحیح ہے لیکن منتفی تحت قدرت بھی ہے اور ثانی صورت میں حق امتناع عقلی ہے یعنی انتفاء ہے۔ لیکن منتفی تحت قدرت داخل نہیں، قدرت کے مطابق نقصان کی وجہ سے نہیں بلکہ محل کی عدم صلاحیت کے باعث اس مشکل اور نازک مسئلہ کی تعبیر میں کچھ اصلاحی الفاظ آگئے ہیں طلبہ کرام معاف فرمائیں۔

اطائف آیت: آیت فحیوا باحسن منها میں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تعلیم ہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَحَدٍ اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِمْ فَقَالَ فَرِيقٌ اُقْتُلْتُمْ وَقَالَ فَرِيقٌ لَا فَنزَلَ فَمَا لَكُمْ اِىْ مَا شَأْنُكُمْ صِرْتُمْ فِي الْمُنْفِقِينَ فَنَتَيْنِ فَرِقتَيْنِ وَاللّٰهُ اَر كَسَهُمْ رَدَّهُمْ بِمَا كَسَبُوا ط من الكفر والمعاصي اتريدون ان تهذوا من اضل الله ط اى تعدوهم من جمله المبتدئين و الاستفهام فى الموضوعين للانكار ومن يضل الله فلن تجد له سبيلا ﴿۸۸﴾ طريقا الى الهدى ودوا آمنوا لوتكفرون كما كفروا فتكونون اتم وهم سوا في الكفر فلا تتخذوا منهم اولياء توالونهم وان اظهروا الايمان حتى يهاجروا فى سبيل الله ط هجرة صحيحة تحقق ايمانهم فان تولوا واقاموا على ما هم عليه فخذوهم بالاسر واقتلوهم حيث وجدتموهم ط ولا تتخذوا منهم وليا توالونهم ولا نصيرا ﴿۸۹﴾ تنتصرون به على عدوكم الا الذين يصلون يلجأون الى قوم بينكم وبينهم ميثاق عهد بالامان لهم ولمن وصل اليهم كما عاهد النبي صلى الله عليه وسلم هلال بن عويس الاسلمي او الذين جاءوكم وقد حصرت ضاقت صدورهم عن ان يقاتلوكم مع قومهم او يقاتلوا قومهم ط معكم اى ممسكين عن قتالكم وقتالهم فلا تتعرضوا اليهم باخذ ولاقيل وهذا وما بعده منسوخ باية السيف ولو شاء الله تسلطهم عليكم لسلطهم عليكم بان يقوى قلوبهم فلقولكم ط ولكنهم لم يشاء فالقى فى قلوبهم الرعب فان اعتزلوكم فلم يقاتلوكم والقوا اليكم السلم الصلح اى اتفادوا فما جعل الله لكم عليهم سبيلا ﴿۹۰﴾ طريقا بالاحد او القتل ستجدون اخرين يريدون ان يامنوكم باظهار الايمان عندكم ويامنوا قومهم ط بالكفر اذا رجعوا اليهم وهم اسد وغطفان كلما ردوا الى الفتنة دعوهم الى الشرك اركسوا فيها وقعوا اسد وقوع فان لم يعتزلوكم بترك قتالكم ولم يلقوا اليكم السلم ولم يكفوا ايديهم عنكم فخذوهم بالاسر واقتلوهم حيث ثقفتموهم ط وجدتموهم واولئكم جعلنا لكم عليهم سلطانا مبينا ﴿۹۱﴾ برهاننا بينا ظاهرا على قتلهم وسبيهم بعدتهم -

ترجمہ: (غزوہ احد سے جب لوگوں کی واپسی ہوئی تو صحابہ کرام ان کے متعلق مختلف رائے ہو گئے بعض نے کہا ان کو قتل کرنا چاہئے اور بعض نے انکار کیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں) تمہیں کیا ہو گیا ہے (تمہارا کیا حال ہے کہ ہو گئے ہو) منافقین کے بارے میں دو فریق (دو ٹکڑیاں) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں الٹ دیا (کوٹا دیا) ہے ان کی بد عملیوں کی وجہ سے (جو انہوں نے کفر و گناہ کمائے ہیں) کیا تم چاہتے ہو ایسے لوگوں کو راہ دکھاؤ جن کی راہ اللہ تعالیٰ نے گم کر دی (یعنی تم ان کو ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کر رہے ہو؟ دونوں جگہ استفہام انکاری ہے) جس کسی پر اللہ تعالیٰ راہ گم کر دیتے ہیں تو پھر تم اس کے لئے کوئی راہ نہیں نکال سکتے (راہ ہدایت) ان کی دلی تمنا (منشاء) تو یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے کفر کی راہ اختیار کر لی ہے تم بھی (اور وہ بھی دونوں) برابر برابر ہو جاؤ (سہمیں) پس

تمہیں چاہئے کہ ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ (کہ ان سے پیٹنگیں بڑھانے لگو۔ اگرچہ یہ لوگ کھلم کھلا ایمان کا اظہار کریں) جب تک یہ لوگ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں (صحیح ہجرت جو ان کے ایمان کو محقق کر دے) اور اگر یہ لوگ روگردانی کریں (اپنی موجودہ منافقانہ حالت پر برقرار رہنے کی کوشش کریں) پس انہیں گرفتار کر لو (قید کر دو) اور جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو۔ نہ تو ان میں سے کسی کو دوست بناؤ (کہ ان سے پیٹنگیں بڑھاتے رہو) اور نہ کسی کو مددگار (کہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ان سے مدد حاصل کرو) ہاں مگر جو لوگ جاہلیں (حمایت حاصل کر لیں) ایسی قوم سے کہ تم میں اور اس میں عہد و پیمان ہو چکا ہے (ان سے اور ان کے حلیف لوگوں سے معاہدہ امن ہو چکا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ہلال بن عویمر اسلمی سے معاہدہ کیا تھا) یا (ایسے لوگ ہوں کہ) چلے آئیں وہ تمہارے پاس برداشتہ خاطر (تنگ دل) ہو کر نہ تم سے لڑیں (اپنی قوم کا ساتھ دے کر) اور نہ اپنی قوم سے لڑیں (تمہارا ساتھ دے کر یعنی کسی لڑائی میں بھی شریک نہ ہوں تو تم ان کی گرفتاری اور قتل سے کنارہ کش اور دست کش ہو۔ یہ آیت اور بعد کی آیت سیف حکم جہاد سے منسوخ ہیں) اگر اللہ میاں چاہتے (ان کو تم پر مسلط کرنا) تو ان لوگوں کو تم پر مسلط کر دیتے (ان کے دل مضبوط کر کے) کہ تم سے لڑے بغیر نہ رہتے (لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہو اس لئے ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا) پس اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو گئے اور جنگ نہیں کرتے اور تمہارے پاس پیغام صلح بھیج رہے ہیں (یعنی اطاعت قبول کر لی) تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں رکھی (کہ ایسے لوگوں کو گرفتار یا قتل کرو) ان کے علاوہ کچھ لوگ تمہیں ایسے بھی ملیں گے جو تمہاری طرف سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں (تمہارے سامنے ایمان کا اظہار کر کے اور اپنی قوم کی طرف سے بھی) (جب ان کے سامنے جاتے ہیں کفر ظاہر کرتے ہیں۔ یہ لوگ قبیلہ اسد و غطفان کے ہیں) لیکن جب کبھی فتنہ و فساد کی طرف لوٹا دیئے جائیں (شُرک کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے) تو اوندھے منہ اس میں گر پڑتے ہیں (پوری طرح اس میں دھک جاتے ہیں) سو اگر ایسے لوگ کنارہ کش نہ ہو جائیں (تم سے لڑائی نہ چھوڑ دیں) اور تمہاری طرف پیغام صلح نہ بھیجیں اور (تمہاری) لڑائی سے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں بھی گرفتار کرو اور جہاں کہیں پاؤ (میلیں) قتل کر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے برخلاف ہم نے تمہیں کھلی حجت دے دی ہے (ان کی غداری کے پیش نظر ان کے قتل و قید کے جواز کی کھلی دلیل قائم کر دی ہے)

تحقیق و ترکیب:..... الناس پہلے الناس سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے تین سو منافق ساتھی ہیں۔ اور دوسرے الناس سے مراد صحابہ کرام ہیں جو ان لوگوں کے بارے میں مختلف ہو رہے تھے اور فی الحقیقت عتاب ان لوگوں پر ہے جو ان کو قتل نہ کرنے کے مشورے دے رہے تھے۔ صرتم لفظ فتنین کے مبتداء کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے اور فی المنفقین حال ہے فتنین سے یا بقول بصرین لکم کی ضمیر مجرور ہے اور اس میں۔ ما۔ حنی استقر اہیں یا یہ ظرف لغو ہے اور واللہ ار کسہم حال ہے منافقین سے ر کس کے معنی رد الشیء مقلوباً ہیں۔

من الکفر والمعاصی یعنی ما موصولہ ہے اور عائد محذوف ہے یا ما مصدریہ ہے والا استفہام۔ انکار مع التوخیخ کے لئے ہے ای لا یبغی لکم ان تختلفوا فی قتلہم ولا یبغی لکم ان تعدوہم فی المہتدین جن کی رائے ان کو قتل نہ کرنے کی تھی ان پر عتاب و توخیخ ہے۔ و دووا معنی تہمتی ہے اور لو مصدریہ ہے۔ ہجرۃ صحیحہ حضرت عمرؓ کی رائے ہے کہ ہجرت کی تین قسمیں ہیں ابتداء اسلام میں مسلمانوں کی ہجرت جو لفقراء میں بیان کی گئی ہے۔ دوسرے منافقین کی ہجرت جو جس کی اصل غرض حصول دنیا تھی یہاں یہی ہجرت مراد ہے اور تیسری ہجرت معاصی اور گناہوں سے ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے المهاجر من ہجر ما نہی اللہ یصلون یعنی ینتسبون الیہم ویدخلون فیہم بالخلدوا لجوار۔ پناہ گزریں ہونا مراد ہے۔ چونکہ وہ بالواسطہ مامون ہیں۔ اس لئے قتال کی ممانعت کر دی گئی ہے اور چونکہ یصلون انتہاء کے معنی کو متضمن ہے اس لئے الی کے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے۔

ہلال بن عویمر ان سے آنحضرت ﷺ نے معاہدہ امن فرمایا تھا ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ بنو بکر بن زید مراد ہیں اور مقاتل کہتے ہیں کہ خزاعہ اور خزیمہ بن عبدمناتہ مراد ہیں۔ او الذین اس سے بنو مدح مراد ہیں۔ یہ جملہ حالیہ بتقدیر قد ہے۔

ایۃ السیف اس سے مراد سورہ توبہ کی آیت فاقتلوا المشرکین الخ ہے ولکنہ اس استدراک سے قیاس کی تکمیل ہوگئی گویا یہ نقیض مقدم جس کا نتیجہ فالقی فی قلوبہم الرعب ہے اسدو عظفان یہ دونوں نام دونوں قبیلوں کے جد اعلیٰ کے ہیں۔

ولم یلقوا اس کا عطف لم یعتزلوا پر ہے الحصر الضیق یلقوا الیکم السلم میں صلح سے استعارہ کیا گیا ہے کیونکہ کسی شے کے سلم کے وقت اس کو مسلم لہ کی طرف ڈال دیا جاتا ہے۔ فمما جعل اللہ اس میں مبالغہ ہے بالکل تعرض نہ کرنا ان دونوں آیات میں مقابلات ذکر کئے گئے ہیں۔ اعتزلو کم کے مقابلہ میں لم یعتزلو کم اور لم یقاتلو کم کے مقابلہ میں ویکفوا ہے ای لم یکفوا اور القوا الیکم السلم کے مقابلہ میں یلقوا الیکم السلم اور فمما جعل اللہ الخ کے مقابلہ میں اولکم جعلنا ہے۔

رابطہ:..... پچھلی آیات میں جہاد کے احکام کا ذکر تھا۔ اس رکوع میں بھی کفار کے ساتھ بعض حالات کے اعتبار سے قتال و عدم قتال کے بعض احکام مذکور ہو رہے ہیں۔

شان نزول:..... اس سلسلہ میں بعض روایات کا نقل کرنا ضروری ہے۔ (۱) بعض مشرکین مکہ خود کو مسلمان مہاجر ظاہر کرتے ہوئے مدینہ طیبہ آئے اور پھر مرتد ہو کر تجارت کے بہانے آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ واپس ہو گئے اور ایسے گئے کہ پھر آنے کی توفیق ہی نہ ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد ان لوگوں کے بارے میں صحابہؓ کی رائے مختلف ہو گئی۔ بعض نے ان کو کافر سمجھا اور بعض ان کو مسلمان کہتے رہے۔ آیت میں اول رائے کو صحیح مانتے ہوئے ان کو واجب القتل قرار دیا اور ان کو منافق کہنا بایں معنی ہے کہ دعویٰ اسلام کے وقت اول ہی سے یہ لوگ منافق تھے۔ خلوص دل سے ایمان نہیں لائے تھے اور یہاں چونکہ ان منافقین کا ارتداد کھل گیا ہے اس لئے واجب القتل قرار دیئے گئے ہیں۔ ورنہ منافقین قتل نہیں کئے جاتے تھے اور جن صحابہؓ نے حسن ظن کی وجہ سے ان کو مسلمان سمجھا انہوں نے ان کے ارتداد میں کچھ تاویل کر لی ہوگی جو بلا دلیل شرعی ہونے کی وجہ سے غیر معتبر سمجھی گئی۔ مثلاً انہوں نے سمجھا کہ کسی شخص کو محض ترک وطن نہ کرنے سے کافر نہیں کہنا چاہئے۔ لیکن شرعاً چونکہ یہ ہجرت اقرار لسانی اور واجب تھی۔ اس لئے تارک اقرار کی طرح تارک ہجرت بھی کافر سمجھا گیا۔

(۲) بدر واحد کے بعد سراقہ بن مالک مدلیجی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہماری قوم مدح سے صلح کر لیجئے۔ آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو حسب ذیل دفعات صلح دے کر ان کے ساتھ بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے۔ قریش مسلمان ہو گئے تو تم کو بھی مسلمان ہونا پڑے گا اور جو قومیں ہمارے ساتھ ہوں گی وہ بھی اس معاہدہ میں ہماری شریک ہوں گی۔ اس پر آیت الا الذین الخ نازل ہوئی۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ آیت ستجدون الخ کا مصداق قبیلہ اسد و عظفان ہیں۔ جو مدینہ میں حاضر ہو کر تو اسلام کا دعویٰ کرتے تھے اور اپنی قوم میں جا کر کہتے ہیں کہ بدستور ہم تو بندر اور بچھو پر ایمان لائے ہیں اور ضحاک نے ابن عباسؓ سے یہی حالت قبیلہ عبدالدار کی نقل کی ہے۔ ان تینوں روایتوں میں پہلی دو روایتیں روح المعانی میں ہیں اور تیسری روایت معالم میں ہے۔ البتہ تیسری جماعت کی حالت بھی چونکہ دلیل سے واقع ہو گئی کہ پہلی جماعت کی طرح مسلمان نہیں ہیں اس لئے ان کا حکم بھی عام کفار کی طرح ہوگا کہ صلح کی حالت میں قتال نہ کیا جائے اور مصالحت نہ ہونے کی صورت میں قتال کی اجازت ہے۔

آیت کے مخاطب تین فرقے ہیں اور حکم دو ہیں:..... پس ان آیات میں کل تین فرقوں کا ذکر ہے۔ پہلی اور دوسری آیت فمالکم الخ اور دو میں ایک فرقہ کا اور تیسری آیت الا الذین میں ایک فرقہ کا اور چوتھی آیت میں ایک فرقہ کا اور اس موقع پر حکم صرف دو قسم کے ہیں۔ یعنی عدم صلح کی حالت میں قتال اور صلح میں عدم قتال۔ رہا یہ کہ مدینہ میں رہنے والے منافقین کا کفر اگرچہ دلائل سے ثابت تھا پھر بھی ان کے لئے امن کا حکم کیوں ہوا؟

اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ان منافقین کی حالت بھی چونکہ عام کفار کی طرح تھی کہ صلح سے رہتے تھے اس لئے بحالت صلح عدم قتال کا حکم مناسب ہوا۔ البتہ روح المعانی میں ان آیات کا منسوخ ہونا آیت برأت فاذا انسلخ الاشهر الحرم الخ سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ مصالحن سے جنگ نہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ ممکن ہے ان آیات کے نزول کے وقت صلح کے خواہش مند لوگوں کی درخواست کا منظور کرنا واجب ہو اور اس لحاظ سے اس کو نسخ کہنا صحیح ہو کہ اب یہ وجوب باقی نہیں رہا یا ایک میعاد معین کے بعد اعلان نقض صلح کو صورت نسخ سے تعبیر کر دیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں کلمہ شہادت کے اقرار کی طرح ہجرت بھی ضروری اور فرض تھی۔ بشرطیکہ ہجرت پر قدرت ہو۔ اس لئے جن منافقین نے قدرت ہجرت کے باوجود مدینہ سے ہجرت نہیں کی اور وہیں رہتے رہے ان کا حکم عام کفار کی طرح ہوگا۔ اسی لئے دوسری آیت میں ان کو دوست نہ بنانے کی غایت حتیٰ یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے اور دوست نہ بنانا مراد ہے ایمان کے غیر مقبول ہونے کو۔ کیونکہ ایمان بھی منجمد شرائط جواز ولایت ہے اور صحاح کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آیات کا نزول غزوہ احد سے واپس ہونے والے منافقین کے بارے میں ہوا ہے۔ لیکن ظاہر آیت اس کی تائید نہیں کرتی۔ جن حضرات نے اس روایت کو اختیار کیا ہے انہوں نے ہجرت سے مراد ایک خاص ہجرت لی ہے۔ یعنی جہاد کی طرف خروج کرنا چنانچہ روح المعانی کے تین معنی نقل کئے گئے ہیں۔ ایک ہجرت کے متعارف معنی، دوسرے ترک منہیات، تیسرے جنگ کے لئے نکلنا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا آوَىٰ مَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ يَصُدُّ مِنْهُ قَتْلٌ لَهُ الْإِخْطَاءَ مُخْطِئًا فِي قَتْلِهِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً بِأَنْ قَصَدَ رُمَىٰ غَيْرِهِ كَصِيدٍ أَوْ شَجَرَةً فَاصَابَهُ أَوْ ضَرَبَهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ غَالِبًا فَتَحْرِيرُ عَتَقٍ رَقَبَةٍ نَسَمَةٍ مُؤْمِنَةٍ عَلَيْهِ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ مُؤَدَّاهُ إِلَىٰ أَهْلِهِ أَوْ وَرَثَةُ الْمَقْتُولِ إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا^ط يَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ بِهَا بِأَنْ يَغْفُو عَنْهَا وَبَيَّنَّتِ السُّنَّةُ أَنَّهَا مِائَةٌ مِنَ الْأَهْلِ عِشْرُونَ بِنْتُ مَخَاضٍ وَكَذَا بَنَاتُ لَبُونٍ وَبَنُو لَبُونٍ وَحِقَاقٍ وَجِدَاعٍ وَأَنَّهَا عَلَىٰ عَاقِلَةِ الْقَاتِلِ وَهُمْ عَصَبَةُ الْأَصْلِ وَالْفَرْعِ مَوْزَعَةٌ عَلَيْهِمْ عَلَى ثَلَاثِ سِنِينَ عَلَى الْغَنِيِّ مِنْهُمْ نِصْفُ دِينَارٍ وَالْمَتَوَسِّطِ رُبْعُ كُلِّ سَنَةٍ فَإِنْ لَمْ يَفُوا فَمِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَإِنْ تَعَدَّرَ فَعَلَى الْجَنَابِيِّ فَإِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ مِنْ قَوْمٍ عَدُوِّ حَرْبٍ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ^ط عَلَى قَاتِلِهِ كُفَّارَةٌ وَلَا دِيَةٌ تُسَلَّمُ إِلَىٰ أَهْلِهِ لِحَرَابَتِهِمْ وَإِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ عَهْدٌ كَأَهْلِ الذِّمَّةِ فِدْيَةٌ لَهُ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَهِيَ ثَلَاثُ دِيَةِ الْمُؤْمِنِ إِنْ كَانَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَثَلَاثَا عَشْرًا إِنْ كَانَ مَجْرِسِيًّا وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ^ط عَلَى قَاتِلِهِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ الرِّقَبَةَ بَانَ فَقَدَهَا وَمَا يَحْصُلُ بِهَا

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ عَلَيْهِ كَفَّارَةٌ وَلَمْ يَذْكُرْ تَعَالَى الْإِنْتِقَالَ إِلَى الطَّعَامِ كَالظُّهَارِ وَبِهِ أَخَذَ الشَّافِعِيُّ فِي
 أَصَحِّ قَوْلِهِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ مُصَدِّرٌ مَنْصُوبٌ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا بِخَلْقِهِ حَكِيمًا ﴿۹۲﴾ فِيمَا دَبَّرَهُ
 لَهُمْ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا بَانَ يَقْضُدُ قَتْلَهُ بِمَا يَقْتُلُ غَالِيًا عَالِمًا بِإِيمَانِهِ فَجَزَاءُ هُوَ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا
 وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَهُ أَبَعَدَهُ مِنْ رَحْمَتِهِ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۳﴾ فِي النَّارِ وَهَذَا مُؤَوَّلٌ بِمَنْ
 يَسْتَحِلُّهُ أَوْ بَانَ هَذَا جَزَاؤُهُ إِنْ جُوزِيَ وَلَا يَدْعُ فِي خُلْفِ الْوَعِيدِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
 وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهَا عَلَى ظَاهِرِهَا وَأَنَّهَا نَاسِخَةٌ لِغَيْرِهَا مِنْ آيَاتِ الْمَغْفِرَةِ وَبَيَّنَّتْ آيَةَ الْبَقْرَةِ أَنَّ قَاتِلَ الْعَمَدِ
 يُقْتَلُ بِهِ وَأَنَّ عَلَيْهِ الدِّيَّةَ إِنْ عُفِيَ عَنْهُ وَسَبَقَ قَدْرُهَا وَبَيَّنَّتْ السُّنَّةُ أَنَّ بَيْنَ الْعَمَدِ وَالْخَطَا قِتْلًا يُسَمَّى شِبْهُ
 الْعَمَدِ وَهُوَ أَنْ يَقْتُلَهُ بِمَالٍ يُقْتَلُ غَالِيًا فَلَا قِصَاصَ فِيهِ بَلْ دِيَّةٌ كَالْعَمَدِ فِي الصَّفَةِ وَالْخَطَا فِي التَّاجِيلِ
 وَالْحَمْلِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَهُوَ الْعَمَدُ أَوْلَى بِالْكَفَّارَةِ مِنَ الْخَطَا

ترجمہ: اور کسی مسلمان کے لئے سزاوار نہیں کہ کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے (یعنی مسلمان کے لئے کسی مسلمان کو قتل کرنا زیبا نہیں ہے) الا یہ کہ غلطی سے ہو جائے (قتل خطا بلا ارادہ) اور جس کسی نے مسلمان کو غلطی سے قتل کر دیا ہو (اس طرح کہ کسی شکار یا درخت پر تیر پھینکنا چاہتا تھا لیکن مسلمان کے لگ گیا یا ایسی چیز ماری جس سے انسان اکثر حالات میں مرتا نہیں) تو چاہئے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کر دیا جائے اور خون بہا دے دیا جائے (ورثا مقتول کو) الا یہ کہ ورثا مقتول خون بہا معاف کر دیں (خون بہا کو اس پر صدقہ کر دیں۔ جس سے مراد معاف کرنا ہے اور خون بہا کی تفصیل حدیث میں ہے کہ ایک سواونٹ ہونے چاہئیں۔ بیس بنت مخاض، اور اتنے ہی بنت لبون مونٹ و مذکر اور حقے اور جذعے۔ اور نیز یہ دیت قاتل کے خاندان والوں پر ہوگی۔ یعنی عصبات کی اصل و فرع پر تین سال پر اس طرح تقسیم کی جائے گی کہ امیروں پر سالانہ نصف اشرفی اور اوسیلہ درجہ کے لوگوں پر چوتھائی اشرفی اور اگر یہ لوگ کسی وجہ سے ادا نہ کر سکیں تو پھر بیت المال سے اور وہاں سے بھی اگر ادائیگی نہ ہو سکے تو پھر مجبوراً قاتل سے وصول کی جائے گی) اور اگر (مقتول) اس قوم میں سے ہو جو تمہاری (جنگی) دشمن ہے مگر مؤمن بھی ہو تب بھی ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا چاہئے (اور یہ کفارہ صرف قاتل کے ذمہ ہے اور اس صورت میں جو خون بہا مقتول کے ورثاء کو نہیں دلایا جائے گا کیونکہ اس سے جنگ ہو رہی ہے) اور اگر (مقتول) ایسی قوم میں سے ہو کہ جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ صلح ہے (جیسے ذمی) تو چاہئے کہ مقتول کے ورثاء کو خون بہا بھی دے دے (ذمی اگر یہودی یا نصرانی ہے تب تو مسلمان کے خون بہا کا ایک ٹلٹ دینا پڑے گا اور مجوسی ہو تو خون بہا کے دسویں حصہ کی دو تہائی دینی پڑے گی) اور ایک مسلمان غلام بھی آزاد کرنا چاہئے (صرف قاتل کو) اور اگر غلام دستیاب نہ ہو (خواہ تو غلام ملتا ہی نہ ہو یا اس کے پاس دام نہ ہوں) تو دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے چاہئیں (یہ اس پر کفارہ ہے اور حق تعالیٰ نے مسئلہ ظہار کی طرح یہاں بھی کھانا کھلانے کی طرف منتقل ہونے کو نہیں فرمایا اور امام شافعی نے اپنے اصح قول میں اسی کو اختیار کیا ہے) بطور توبہ کے (توبہ مصدر ہے فعل مقدر کے ذریعہ سے منصوب ہے) اور اللہ تعالیٰ (اپنی مخلوق کو) جاننے والے حکمت رکھنے والے ہیں (جو کچھ مخلوق کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں) اور جو مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے (یعنی اس کے قتل کا ارادہ بھی ہو اور ایسی چیز سے مارا ہو جس سے عموماً آدمی

مرجاتا ہے۔ نیز اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے مارا ہو) تو اس کی سزا جہنم ہے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوں گے اور ان کی پھٹکار پڑے گی (اپنی رحمت سے اس کو دور پھینک دیں گے) اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے (جہنم میں آیت کی تاویل یہ ہے کہ یہ سزا اس قاتل کی ہے جس نے کسی مسلمان کو مارنا حلال سمجھا ہو یا یہ مطلب ہے کہ یہ جرم اتنا سنگین ہے کہ اگر اس کی سزا ہو تو یہ ہونی چاہئے اور آیت قرآنی ویغفر مادون ذلک لمن یشاء کے سلسلہ میں خلاف وعید ہونے کا اچنبھا نہیں ہونا چاہئے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر ہے اور آیات مغفرت کے لئے یہ آیت ناسخ ہے اور آیت بقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل عمد کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ ہاں اگر قصاص معاف کر دیا جائے تو پھر خون بہا دینا پڑے گا جس کی مقدار پہلے گزر چکی ہے۔ نیز حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل عمد اور قتل خطا کے درمیان ایک قسم قتل کی اور بھی ہوتی ہے جس کو ”شبہ عمد“ کہنا چاہئے وہ یہ کہ ایسے آلہ سے قتل کیا جائے جس سے عام طور پر انسان مرتا نہیں چنانچہ اس میں قصاص تو واجب نہیں ہوگا البتہ خون بہا آئے گا۔ یہ قسم گویا صفت کے لحاظ سے من وجہ قتل عمد کی طرح ہے اور مدت کے اعتبار سے من وجہ قتل خطا کی طرح ہے اور اس کا خون بہا عاقلہ پر آئے گا اور شبہ عمد اور قتل عمد دونوں بہ نسبت قتل خطا کے زیادہ لائق کفارہ ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... من موصولہ مبتداء ہے اور قتل صلہ اور فتح حریر خبر ہے اور فامشاہ بالشرط ہے اور یامن شرطیہ قتل فعل فتح حریر جواب شرط۔ قتل خطا کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مقتول مؤمن اور ورثاء بھی مؤمن، مقتول مؤمن اور ورثاء غیر مسلم، مقتول مؤمن اور ورثاء حربی۔ پہلی دو قسموں میں دیت اور کفارہ آئے گا تیسری قسم میں صرف کفارہ ہوگا۔

اوضربہ شبہ عمد کو صراحتہ آیت میں داخل کرنے کے لئے جلال مفسر یہ تاویل کر رہے ہیں لیکن اس توجیہ کے بعد پھر مفسر علام کو اس قیاس کی ضرورت نہیں رہتی جو وہ شبہ عمد کو قتل خطا میں داخل کرنے کے لئے آگے چل کر وہو العمد والعمد اولی بالکفارة من الخطاء سے کر رہے ہیں نسمة لفظ رقبة جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے لیکن یہ لفظ مملوک کے معنی میں متعارف ہے لفظ نسمة حنین کے ساتھ ہے۔ لفظ مومنة کے بعد علیہ کی تقدیر خبر محذوف کی طرف مشیر ہے۔

ودیة اس میں تاواؤ کے عوض میں ہے عدۃ کی طرح اور یہ مصدر ہے خون بہا دینا۔ الا ان یصدقوا یہ منصوب ہے استثناء کی وجہ سے ای فی جمیع الاحیان الاحین التصدق۔

وبینت السنة کتاب الدیات میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اموال ثلاثہ سے حسب ذیل تفصیل کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے۔ سونے کے سکہ سے ایک ہزار اشرفی، چاندی کے سکہ سے حنفیہ کے نزدیک دس ہزار روپے اور شوافع کے نزدیک بارہ ہزار روپے اور ایک سو اونٹوں کی تفصیل حنفیہ کے نزدیک بیس اونٹ کر کے پانچ قسموں پر منقسم ہوگی۔ ۲۰ بنت مخاض، ۲۰ بنت لبون، ۲۰، ابن مخاض، ۲۰ حقہ، ۲۰ جذع اور امام شافعیؒ کے نزدیک ابن مخاض کی بجائے ابن لبون ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک اموال ثلاثہ کے علاوہ سے بھی خون بہا ادا ہو سکتا ہے مثلاً دو سو گائے یا ایک ہزار بکریاں، یا دو سو جوڑے کپڑے۔

یہ تفصیل تو جانی خون بہا کی ہے اور اعضاء کے خون بہا میں زیادہ تفصیلات ہیں۔ نیز خون بہا کی وصول یا بی تین میں ہوتی ہے اور ورثاء پر وراثت کی طرح اس کی تقسیم حصہ رسد تقسیم ہوتی ہے اور دین کی ادائیگی اور وصیت کی تحقیق بھی اس سے ہوتی ہے اگر کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال میں یہ رقم داخل کی جاتی ہے۔ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک مسلمان اور ذمی کی دیتیں برابر ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک نصرانی اور یہودی اہل کتاب کی دیت چار ہزار روپے یعنی بارہ ہزار کاثلث ہے اور مجوسی کا خون بہا کل آٹھ سو روپے ہیں۔ ہماری دلیل حدیث دیتہ کل ذی عہد فی عہدہ الف دینار ہے اور ابن لبون کی بجائے ابن مخاض پر

حنفیہ کی دلیل حدیث ابن مسعود ہے۔

وہم عصبة اصل یہ امام شافعی کی رائے ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہی تھا اور بعد میں اس کے نسخ کی نوبت نہیں آئی۔ نیز یہ ایک قسم کی صلہ رحمی ہے۔ اس لئے قرابت دار ہی اس صلہ کے زیادہ مستحق ہو سکتے ہیں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک اگر قاتل دفتر ہی آدمی ہے تو تمام اہل دفتر اس کے عاقلہ شمار کئے جائیں گے۔ جیسا فاروق اعظمؓ نے تمام صحابہؓ کی موجودگی میں اسی طرح کا عمل درآمد کیا تھا اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ البتہ اگر قاتل اہل دیوان میں سے نہیں ہے تو اس کا عاقلہ اس کا خاندان ہوگا۔ من عدد کا کوئی محارب مسلمان ہو جائے اور دار الحرب میں رہتا رہے یا دارالاسلام میں آنے کے بعد کسی ضرورت سے دار الحرب میں اپنے عزیزوں کے پاس چلا جائے اور کسی مسلمان کے ہاتھ سے ایسے میں قتل ہو جائے یہ دونوں صورتیں اس میں داخل ہیں۔

ثلث دية المؤمن یہ امام شافعی کی رائے ہے اس روایت سے استدلال کرتے ہوئی کہ نصرانی اور یہودی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ چونکہ امام شافعی کے نزدیک دیت کی رقم دس ہزار کی بجائے بارہ ہزار ہے۔ اس لئے اس کا ثلث چار ہزار اور عشر کی دو تہائی آٹھ سو درہم ہوتے ہیں۔

امام مالک کے نزدیک ذمی کی دیت چھ ہزار درہم ہے اس روایت کی وجہ سے عقل الکافر نصف عقل المسلم یعنی ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہونی چاہئے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے تعامل کی وجہ سے دونوں کی دیت یکساں ہے۔ وبہ اخذ الشافعی اس بارے میں حنفیہ اور شوافع دونوں کی رائے متفق ہے کہ اگر دو ماہ کی مسلسل روزوں کی قدرت نہ ہو تو ظہار میں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن یہاں کفارہ قتل میں اس تبدیلی کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ فصیام کی قاس پر دلالت کرتی ہے کہ مذکورہ ہی پورا واجب ہے۔ پس بدل کی تجویز محض رائے اور قیاس سے نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ کوئی نص موجود نہ ہو۔

توبة من الله. ای تاب علیکم توبة فجزاؤہ ای فجزاؤہ ان یدخل جہنم خالدًا فیہا. وھذا مؤول یہ اس شبہ کے تین جوابات کی طرف اشارہ ہے کہ ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن قاتل کی سزا ابدی جہنم ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم اور سزا اہل مؤمن کو حلال سمجھنے والے کے لئے ہے۔ کیونکہ اس عقیدہ کے بعد وہ مؤمن کافر ہو جاتا ہے۔ پس یہ سزا مؤمن کی نہ ہوگی بلکہ فی الحقیقت کافر کی سزا ہوگی۔ دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس شدید جرم کی اصل سزا تو یہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ عدل و انصاف کی بجائے وہ فضل کے مقتضی پر عمل کرتے ہوئے اس کو جہنم رسید نہ کرے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً مروی ہے جزاء ہ ان جزاؤہ. اگرچہ خلف وعدتو نہیں ہو سکتا چنانچہ حدیث انسؓ میں ہے۔ من وعدہ اللہ علی ثوابا فھو منجزہ لہ ومن اوعدہ علی عملہ عقابا فھو بالخیار. لیکن اس جواب میں شبہ کی گنجائش پھر بھی باقی رہتی ہے کہ مقتضی عدل تو خلود جہنم ہوا۔ جو اہل سنت کے خلاف ہے۔ جس کا جواب یہ ہے ہو سکتا ہے کہ منشاء محض یہ بتلانا ہے کہ ہمارے یہاں اس جرم کی سزا یہ ہے اس سے یہ کہاں لازم آ گیا کہ ہم اس کو یہ سزا دیں گے گویا نفس سزا کا اعلان ہے۔ سزا دینے کا اعلان نہیں کہ خلف وعید کا اشکال ہو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے جزاء سینۃ سینۃ فرمایا گیا ہے تجزی جزاء سینۃ سینۃ نہیں فرمایا گیا۔ لیکن بیضاوی نے خلود کو مکث طویل پر محمول کر کے بات ختم کر دی ہے۔

تیسرے جواب کی طرف عن ابن عباس سے اشارہ ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ آیات مغفرت کے لئے یہ آیت ناسخ ہے چنانچہ ابن عباس کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ لا تقبل توبة قاتل المؤمن عمدًا غالباً مقصد اس سے تشدد ہوگا چنانچہ قاضی بیضاوی نے ابن عباس سے اس کے برخلاف روایت بھی نقل کی ہے جو یہی نے اپنی سنن میں لکھی ہے۔

كالعمد فی الصفة یعنی شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی طرح ہے۔ تثلیث میں اور قتل خطاء کی طرح ہے۔ تین سالہ قسط کے لحاظ سے اور صرف قاتل پر لازم ہونے کے لحاظ سے۔ وھو العمد شبہ عمد کو قتل خطاء کی تعریف میں صراحة داخل کرنے کے بعد اس قیاس کی

چند اہل ضرورت نہیں تھی۔ کفارہ کا حکم امام شافعیؒ کے نزدیک ہے۔ حنفیہ کے نزدیک صرف جہنم کی سزا ہے۔ کیونکہ لفظ جزاء کا اطلاق کامل درجہ پر آتا ہے۔ یعنی کسی اور سزا کی ضرورت نہیں ہے۔ رہا قصاص کا ہونا سو وہ سزائے محل ہے سزائے فعل نہیں ہے کہ اشکال ہو۔

رابطہ:..... اوپر سے قتل و قتال کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ ان آیات میں بھی قتل کی بعض خاص قسموں دانستہ یا نادانستہ کی شاعت اور احکام کا بیان ہے اپنوں کا قتل ہو یا بے گانوں کا۔

شان نزول:..... ابن جریر اور ابن المنذر نے سدی سے روایت کی ہے کی عیاش بن ربیعہ مخزومی نے اسلام قبول کر کے آنحضرت ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ عیاشؓ چلے جا رہے تھے کہ کنانی سے ملاقات ہوئی جو مسلمان ہو چکے تھے لیکن عیاشؓ کو خبر نہیں تھی اس لئے عیاشؓ نے کنانی کو غلطی سے قتل کر دیا۔ بعد میں جب پتا چلا تو حضور ﷺ سے عرض کیا۔ اس پر آیت وما کان لمؤمن الخ نازل ہوئی لیکن ابن جریر ابن زید سے نقل کر رہے ہیں کہ یہ آیت ابوالدرداء کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے غلطی سے ایک ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ کہہ رہا تھا یہ سمجھتے ہوئے قتل کر دیا کہ یہ مسلمان نہیں صرف جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے۔ دوسرے حضرات نے بھی اس کے قریب قریب ہی تخریج کی ہے۔

نیز ابن جبیرؒ کی رائے یہ ہے کہ آیت فان کان من قوم عدو الخ مرد اس بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی۔ جبکہ اس کو اسامہ بن زید نے خطا سے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح آیت ومن یقتل مؤمنا الخ کا نزول مقیس بن ضبابہ کنانی کے بارے میں ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے بھائی ہشام بن ضبابہ کو قبیلہ بنی نجار میں مقتول پایا۔ آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی۔ آپ ﷺ نے بنی فہر کے ایک شخص کو بنی نجار کے پاس بھیجا اور یہ کہا ایا کہ اگر تمہیں قاتل معلوم ہو تو اس کو مقتول کے بھائی مقیس کے حوالہ کر دو ورنہ دیت ادا کرو اور حلف کرو۔ چنانچہ انہوں نے دیت بھی پیش کر دی اور ان الفاظ سے حلف بھی لیا۔ واللہ ما قتلنا ولا علمنا له قاتلا لیکن مدینہ واپس ہوتے ہوئے باوجود دیت وصول ہو جانے کے مقیس نے نفسانی جذبہ سے مغلوب ہو کر اپنے فہری ساتھی کو قتل کر دیا اور اس کے اونٹ وغیرہ پر قبضہ کر کے راہی مکہ ہو گیا۔ اسی طرح اسلام میں سب سے پہلے یہ شخص مرتد ہوا۔ اس نے اپنی تعریف میں ایک قصیدہ مدحیہ کہا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو بڑا رنج ہوا۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔ ابن منذر نے اسماعیل بن ثوبان سے تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ مسجد اکبر میں بیٹھا ہوا سن رہا تھا کہ جب آیت ومن قتل مؤمنا نازل ہوئی تو مہاجرین و انصار کہتے تھے کہ جس نے مسلمانوں کو قتل کیا اس کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہے حتیٰ کہ آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک نازل ہو گئی یہ سن کر مہاجرین و انصار کہنے لگے اللہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہ روایت اہل کے لئے مفید ہے۔

﴿تشریح﴾:..... قتل کی اقسام اور احکام:..... فقہاء نے قتل کی پانچ صورتیں قرار دی ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل سببی۔

قتل عمد یعنی دانستہ قتل، کسی ہتھیار وغیرہ سے بالقصد مار دینا۔ شبہ عمد امام صاحبؒ کے نزدیک ہتھیار کے علاوہ کسی بڑے پتھر یا لاشی یا پتھر سے مار دینا جس سے عام طور پر انسان مرتانہ ہو اور قتل خطا کی دو صورتیں ہیں۔ ایک خطا فی القصد دوسرے خطا فی الفعل۔ مثلاً کسی انسان کو جانور یا مسلمان کو غیر مسلم سمجھ کر مار ڈالنا خطا قصدی کہلاتا ہے۔ لیکن کسی جانور کے مارتے ہوئے اگر ہاتھ بہک جائے اور نشانہ چوک کر کسی انسان کے لگ جائے یہ خطا فعل کہلاتی ہے۔ قائم مقام خطا یہ ہے کہ ایک سوتا ہوا آدمی کسی پر گر جائے جس سے دوسرا آدمی مر جائے اور قتل بالسبب مثلاً غیر مملوکہ زمین میں کھود دینا بڑا پتھر رکھ دینا جس سے ٹھوکر کھا کر یا گر کر کوئی ہلاک ہو جائے۔

اسی طرح مقتول کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) مؤمن (۲) ذمی (۳) مصالح مستامن (۴) حربی۔ پس اس طرح قتل کی بہت سی قسمیں نکل آئیں جن میں سے قرآن مجید میں دو صورتیں بیان کی جا رہی ہیں یعنی نادانستہ قتل اور دانستہ قتل۔ قتل عمد کے بعض دنیاوی احکام سورۃ بقرہ میں گزر چکے ہیں اور بعض کا بیان انشاء اللہ ماندہ میں آئے گا۔ ان آیات میں خطا کی بعض صورتوں کا حکم اور عمد کی سزا، اخروی کا بیان کیا جا رہا ہے اور بعض صورتوں کا حکم پچھلی آیات اور بعض کا احادیث سے معلوم ہو رہا ہے چنانچہ دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ذمی کے قتل عمد کے متعلق مسلمان سے قصاص لیا ہے اسی طرح جہاد کی مشروعیت سے حربی کے قتل عمد اور خطا کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

خون بہا کی تفصیل:..... آیت میں خطا سے مراد غیر عمد ہے..... پس شبہ عمد اور خطا دونوں کا حکم یہی ہے کہ دیت اور گناہ دونوں لازم ہیں۔ البتہ دونوں کی دیت میں یہ فرق رہے گا کہ شبہ عمد میں سواونٹ چار قسم کے پچیس اونٹوں پر مشتمل ہوں گے اور دوسری قسم کی دیت پانچ قسم کے بیس بیس اونٹوں پر مشتمل ہوگی۔ لیکن خون بہا نقد ہو تو دونوں قسموں میں خون بہا یکساں رہے گا البتہ شبہ عمد کا گناہ نسبت قتل خطا کے زیادہ ہوگا۔ چنانچہ غلام کی آزادی کا وجوب اور لفظ توبہ اس پر دال ہیں۔ قتل کی ان قسموں میں مذکورہ فرق بلحاظ ظاہر اور احکام دنیا کے ہے لیکن اخروی گناہ کا مدار قلب پر ہے جس کا حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس اعتبار سے ممکن ہے عمد، غیر عمد، اور غیر عمد، عمد بن جائے۔ نیز آیت میں دیت مبہم اور مجمل ہے۔ مرد، عورت دونوں کو شامل ہے لیکن حدیث بیہقی اس کی تفصیل اور تفسیر ہے۔ ایک دوسرے کے معارض نہیں ہیں کہ اس سے شبہ کی گنجائش ہو۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے دية المرأة على النصف من دية الرجل یعنی مقتولہ عورت کا خون بہا مرد مقتول کے خون بہا کا آدھا ہے مسلمان اور ذمی کی دیت بھی حدیث کی رو سے برابر معلوم ہوتی ہے۔ دية كل ذی عهد فی عہدہ الف دینار۔ بظاہر آیت سے بھی اسی کی تائید معلوم ہوتی ہے کیونکہ دیت کا عنوان دونوں جگہ ایک ہے اور عنوان ایک ہونا معنوں کے ایک ہونے کو چاہتا ہے لیکن امام شافعی کہہ سکتے ہیں کہ دلائل سے معنوں کا مختلف ہونا معلوم ہوتا ہے۔

خون بہا میں ورثاء کی شرکت:..... کفارہ یعنی غلام کی آزادی اور روزے اور خود قاتل کے ذمہ ہیں۔ البتہ خون بہا میں دوسرے اعوان و انصار بھی شریک ہوں گے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے لا ولیاء الجانی قوموا قدوه (طبرانی) پس آیت سے تو اصل وجوب قتل پر ہوگا لیکن چونکہ شبہ عمد اور خطا میں قاتل کا جرم زیادہ شدید نہیں ہوتا اس لئے اتنی بڑی رقم کا تنہا کے سر ڈالنا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ نیز اس قسم کی بے احتیاطیاں انسان اپنے عاقلہ و جتھ کے زور اور بل بوتہ پر کیا کرتا ہے اس لئے حدیث مذکور کی رو سے عاقلہ کو بھی شریک کار سمجھتے ہوئے قاتل کے قاتل قرار دیا گیا ہے اور خون بہا میں شریک کیا گیا تاکہ آئندہ اس قسم کے بے احتیاطوں کو یہ بھی نگرانی رکھیں۔

بہر حال آیت میں اگر دیت کے ساتھ علیہ و علیہم مقدر مانا جائے تب تو آیت ہی سے دونوں پر وجوب ثابت ہو جائے گا لیکن اگر تقدیر عبارت صرف فالو واجب ہو تب بھی یہ وجود دونوں کو شامل ہو جائے گا اور آیت حدیث سے معارض نہیں رہے گی۔

ایک شبہ کا ازالہ:..... اور چونکہ اس بے احتیاطی کے قتل میں کچھ نہ کچھ کوتاہی اہل نصرت کی بھی رہی۔ جس کی وجہ سے ان کو شریک چندہ سمجھا گیا ہے اس لئے آیت ولا تنزدوا ذرۃ الخ کے معارض بھی یہ حکم نہیں ہے۔

دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت لا تنزد کا تعلق خاص گناہوں اور معاصی کے ساتھ ہو۔ یعنی ایک شخص دوسرے کے گناہ کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا لیکن دنیاوی سزائیں اور عقوبات و احکام سے اس حکم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس اس توجیہ پر اصل سے کوئی شبہ ہی متوجہ نہیں

ہوسکتا کہ رفع تعارض کی نوبت آئے۔

کفارہ قتل کی تفصیل:..... کفارہ قتل میں حنفیہ کے نزدیک مؤمنہ کی قید ضروری ہے نص کی وجہ سے لیکن دوسرے کفارات میں کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے۔ اطلاق اور عموم نصوص کی وجہ سے برخلاف امام شافعی کے کہ وہ سب جگہ مؤمن کی آزادی ضروری سمجھتے ہیں۔ اول تو شاید قتل مؤمن کو تمام واجب الکفارہ جرموں میں سنگین ترین جرم سمجھا گیا۔

دوسرے قاتل نے ایک مؤمن کو کم کر دیا ہے اس لئے آزاد برادری میں ایک مؤمن کا اضافہ اس کی مکافات سمجھی گئی ہے۔ کیونکہ غلامی آثار کفر میں سے ہوتی ہے اور کفر موت حکمی ہے۔ اس لئے غلام گویا اموات کے درجہ میں ہوتے ہیں۔ البتہ آزاد کردہ غلام صحیح الاعضاء ہونا چاہئے جس کی جنس منفعت فوت نہ ہوگئی ہو۔ لنگڑا، لولا، ٹنڈا، لنبجہ، گنجبا، اندھا، دیوانہ سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح مدبرام ولد۔ اور جس مکاتب نے بعض بدل کتابت ادا کر دیا ہو ان کا آزاد کرنا بھی کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ نص میں مطلق رقبہ آیا ہے اور مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے اور مذکورہ افراد ناقص ہیں۔ خواہ ذات میں ناقص ہوں یا وصف غلامی میں نقصان ہو اس لئے کافی نہیں ہوں گے۔ البتہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بڑا سب کو آزاد کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ اوصاف ہیں اور مطلق وصف کے لحاظ سے اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے اور حسن بچہ کو آزاد کرنا کافی نہیں سمجھتے۔ آجکل غلام یا باندی کی جنس نایاب ہے تاہم کتابی دنیا میں ان مسائل کا محفوظ رہنا ضروری ہے۔ مقتول کی دیت شرعی و رثاء میں تقسیم ہوگی۔ جو وارث اپنا حصہ معاف کر دے گا اتنا ہی معاف ہو جائے گا۔ اور سب معاف کر دیں گے تو سب معاف ہو جائے گا چونکہ دیت ایک قسم کا ترکہ ہے۔ اس لئے اگر کہیں شرعی وارث نہیں ہوگا تو ترکہ کی طرح دیت بھی بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ البتہ اگر حربی دارالاسلام میں رہتا ہے تو اس کا خون بہا بھی بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا ورنہ دارالحرب میں رہنے کی صورت میں بیت المال سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ ہاں اس کا کوئی مسلمان وارث اگر وہاں رہتا ہو تو اس وقت قتل عمد میں صرف گناہ اور قتل خطا میں صرف کفارہ ہے۔ دیت پھر بھی واجب نہیں ہے معاہدین کے اگر اہل موجود ہوں تو اگر یہ معاہد ذمی ہو تب بھی دیت واجب ہو کر بیت المال میں داخل ہو جائے گی۔ کیونکہ ذمی کا ترکہ بھی بیت المال میں داخل ہوا کرتا ہے ورنہ واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ اس وقت مسلمة الی اہلہ صادق نہیں آتا۔

آجکل دنیا میں شرعی غلاموں کا رواج نہیں رہا اس لئے کفارہ میں اس کی تلاش کی چنداں ضرورت نہیں ہے:..... اکثر ممالک میں آجکل چونکہ غلامی کا رواج نہیں رہا۔ اس لئے لم یجد صادق آ رہا ہے۔ اس لئے بجائے غلام آزاد کرنے کے روزہ رکھنے کی اجازت ہوگی۔ کسی ملک میں غلام خریدنے کے لئے بلاوجہ روپیہ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حیض اور رمضان اور ایام تشریق کے علاوہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے مسلسل روزے رکھنے میں اگر بچھو کا لگ جائے تو پھر از سر نو دوبارہ روزے رکھنے پڑیں گے البتہ اگر کسی وجہ سے روزوں پر بھی قدرت نہ رہے تو قدرت ہونے تک توبہ کرنی چاہئے نیز قتل عمد میں چونکہ کفارہ نہیں اس لئے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ (تلک عشرة کاملہ)

وانستہ قتل میں کفارہ ہونے پر حنفیہ کا استدلال:..... حنفیہ کے نزدیک قتل عمد پر کفارہ نہیں لیکن شوافع کہتے ہیں کہ قتل خطا پر جب کفارہ ہے تو عمد پر بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے لیکن حنفیہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لفظ جزاء کا استعمال عقوبات کے موقع پر کافی معنی میں آتا ہے یعنی سزائے کامل جہنم ہے۔ اس سے اشارہ معلوم ہوا کہ کفارہ وغیرہ کسی دوسری سزا کی مزید ضرورت نہیں ہے۔ البتہ قصاص سو وہ جزائے محل ہے نہ کہ جزائے فعل۔ اس لئے اشکال واقع نہیں ہوتا اور کفارہ چونکہ من وجہ عبادت ہوتا

ہے اور من وجہ عقوبت اس لئے اس کا سبب بھی ایسا ہونا چاہئے جو ممانعت و اباحت دونوں حیثیتیں رکھتا ہو۔ حالانکہ قتل عمد گناہ کبیرہ ہے جس میں صرف ممانعت و حرمت کا پہلو ہے مگر اباحت کا شائبہ تک نہیں۔ پھر اس میں کفارہ کا کیا جوڑ؟

معتزلہ پر رد:..... معتزلہ اس آیت کی دلالتِ خلود سے گناہ کبیرہ کرنیوالے کے کفر پر استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ زخشرمی نے اپنے اعتزال کی وجہ سے آیت کو بڑے فخر یہ لہجہ میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ آیت کا شانِ نزول بتلا رہا ہے کہ مقیس ایک فہری مسلمان کو مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر کے مرتد ہوا تھا۔ پس یہ آیت کافر کے بارے میں ہوئی نہ کہ مسلمان فاسق کے لئے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے تصریح کی ہے لیکن جلال محقق نے اس کے تین جواب دیئے ہیں جن کا بیان گزر چکا ہے۔

مزید براں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب کسی مشتق پر حکم لگایا جاتا ہے تو ضابطہ کے مطابق اس کا ماخذ اشتقاقِ حکم کی علت ہوا کرتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جب کسی مؤمن کو کوئی قتل کرے گا تو اس کے ایمان ہی کو علتِ قتل قرار دیا جائے گا۔ جس کی وجہ سے بلاشبہ قاتل کافر ہو جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں کفار کی سزا کے موقع پر ہر جگہ خالِ دین کے ساتھ لفظِ ابداً بھی ضرور استعمال کیا گیا ہے اور مؤمن کی سزا میں صرف خالِ دین پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی آیت معتزلہ کی بجائے اہل سنت کا مستدل بن سکتی ہے گویا خلود کے معنی صرف مکثِ طویل کے ہیں اس میں ابدیت ملحوظ نہیں ہے جو معتزلہ کے پیش نظر ہے۔

ابن عباس کا فتویٰ:..... البتہ ابن عباس کا مذہب جو آیت کے ظاہری الفاظ کے موافق مشہور ہے جس سے معتزلہ کو سہارا مل سکتا ہے اس سلسلہ میں روح المعانی نے جو روایت پیش کی ہے اس سے اس کی تردید ہوتی ہے یعنی عام جمہور کی طرح وہ بھی مؤمن کے لئے قبولِ توبہ کے قائل تھے چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص نے آکر آپ سے مسئلہ دریافت کیا کہ یہ تقریر تو آپ کے پہلے فتویٰ کے خلاف تھی؟ فرمایا مجھے یہ شبہ ہوا کہ یہ شخص غصہ میں کسی مسلمان کو قتل کرنا چاہتا ہے چنانچہ تحقیق کے بعد شبہ صحیح نکلا۔

اس سے اندازہ ہوا کہ آپ کا مشہور قول ان مصالح کی بناء پر تھا ورنہ آپ کا اصل مذہب جمہور کے موافق ہی تھا۔ چنانچہ سفیان سے منقول ہے کہ اہل علم سے جب کوئی ابتداءً مسئلہ قتل دریافت کرتا تو یہی جواب دیتے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں۔ لیکن بتلا ہو جانے کے بعد پھر اصل حکم بھی سناتے، معلوم ہوا کہ عام طور پر اسلاف کی یہی عادت تھی جو مٹی بر مصلحت تھی۔

وَنَزَلَ لِمَا مَرَّ نَفْرًا مِّنَ الصَّحَابَةِ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ وَهُوَ يَسُوقُ غَنَمًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا مَا سَلَّمَ عَلَيْنَا إِلَّا تَقِيَّةً فَتَقَاتَلُوا وَاسْتَأْفُوا غَنَمَهُ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ سَافِرْتُمْ لِلْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَفِي قِرَاءَةِ بِالْمُثَلَّثَةِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ بِالْفِ وَذُوْنَهَا أَيِ التَّحِيَّةِ أَوْ الْإِنْقِيَادِ بِقَوْلِ كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ الَّتِي هِيَ أَمَارَةٌ عَلَى إِسْلَامِهِ لَسْتَ مُؤْمِنًا وَأَنْمَا قُلْتَ هَذَا تَقِيَّةً لِنَفْسِكَ وَمَالِكَ فَتَقَاتَلُوهُ تَبْتَغُونَ تَطْلُبُونَ بِذَلِكَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مُتَاعَهَا مِنَ الْغَنِيْمَةِ فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ تَغْنِيكُمْ عَنْ قَتْلِ مِثْلِهِ لِمَالِهِ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلٍ تَعْصَمُ دِمَاؤُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ بِمَجْرَدِ قَوْلِكُمُ الشَّهَادَةَ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ بِالْإِسْتِيْهَارِ بِالْإِيْمَانِ وَالْإِسْتِقَامَةِ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تَقَاتَلُوا مُؤْمِنًا وَافْعَلُوا بِالْدَّخْلِ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا فَعَلَ بِكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۹۳﴾ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَنِ

الْجِهَادِ غَيْرِ أَوْلَى الضَّرَرِ بِالرَّفْعِ صِفَةً وَالنَّصَبِ إِسْتِثْنَاءً مِنْ زَمَانَةٍ أَوْ عَمَى وَنَحْوِهِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ لِضَرَرِ دَرَجَةٍ فَضِيلَةً لِأَسْتَوَائِهِمَا فِي النِّيَّةِ وَزِيَادَةِ الْمُجَاهِدِ بِالْمُبَاشَرَةِ وَكُلًّا مِنَ الْفَرِيقَيْنِ وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَى الْجَنَّةَ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ لِغَيْرِ ضَرَرٍ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۹۵﴾ وَيُبَدَّلُ مِنْهُ دَرَجَاتٍ مِنْهُ مَنَازِلَ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ مِنَ الْكِرَامَةِ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً مَنصُوبًا بِفِعْلِهِمَا الْمُقَدَّرِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۹۶﴾ بِأَهْلِ طَاعَتِهِ۔

ترجمہ:..... (ایک دفعہ صحابہؓ کا گزر قبیلہ بنی سلیم کے ایسے شخص پر ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے دیکھ کر صحابہؓ کو سلام کیا لیکن صحابہؓ نے یہ سمجھ کر کہ اس نے محض جان بچانے کی خاطر سلام کیا ہے اس کو تہ تیغ کر کے اس کی بکریوں پر قبضہ کر لیا تب یہ آیت نازل ہوئی) مسلمانو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہادی) سفر کیا کرو تو خوب تحقیق حال کر لیا کرو (ایک قرأت میں لفظ تیسوا دونوں جگہ تاکہ ساتھ یعنی فتیسوا آیا ہے) اور جو شخص تم کو سلام کیا کرے اس کو یوں نہ کہہ دیا کرو (لفظ سلام الف کے ساتھ اور بغیر الف کے ہے یعنی سلام کرنا یا کلمہ شہادت کی ادائیگی کے ذریعہ اطاعت کرنا جو اس کے مسلمان ہونے کی علامت ہے) کہ تم مؤمن نہیں ہو (تم نے اپنی جان و مال بچانے کے لئے ایسا کہہ دیا ہے اور اس طرح تم اس کو قتل کر ڈالو) کیا تم طلب گار ہوئے ہو (اس کے ذریعہ ڈھونڈتے ہو) دنیا کا سر و سامان زندگی (مال غنیمت) اگر یہی بات ہے تو اللہ کے پاس تمہارے لئے بہت سی نعمتیں موجود ہیں (جو تم کو مال کی خاطر اس قسم کے قتل سے بے نیاز کر دیں گی) تمہاری حالت بھی تو پہلے ایسی ہی تھی (کہ کلمہ شہادت ادا کر کے تم نے اپنے جان و مال بچائے تھے) پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا (تمہارے ایمان کو شہرت و استقامت بخش دی) لہذا ضروری ہے کہ خوب تحقیق حال کر لیا کرو (کہ کہیں مؤمن کو تو قتل نہیں کر رہے ہو اور اسلام میں داخل ہونے والے کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیا کرو جس طرح تمہارے ساتھ کیا گیا تھا) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی خبر رکھنے والے ہیں (لہذا وہ تم کو بدلہ دیں گے) مسلمانوں میں جو لوگ بیٹھے رہتے ہیں (شریک جہاد نہیں ہوتے) بلا عذر (رفع کے ساتھ قاعدون) کی عفت ہے اور استثناء کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی اپنا حج، اندھے وغیرہ نہیں ہیں) وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو (عذر سے) بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے بلحاظ درجہ (مرتبہ) کے (کیونکہ اصل نیت میں تو دونوں برابر ہیں۔ لیکن عمل کی بدولت مجاہد نمبر لے گیا ہے) اور ہر ایک کے لئے (ان دونوں فریق میں سے) اللہ کا وعدہ نیک (جنت کا) ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو (بلا عذر) بیٹھ رہنے والوں کے مقابلہ میں فضیلت بخشی ہے بڑے اجر کے لحاظ سے (اور اس کا بدلہ یہ ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے درجے ہیں (غرت کے لحاظ سے اوپر تلے کی منزلیں ہیں) اور بخشش و رحمت ہے (فعل مقدر کی وجہ سے دونوں منصوب ہیں اور اللہ تعالیٰ (اپنے دوستوں کو) بخشنے والے (اور اطاعت گزار لوگوں پر) رحم فرمانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... فتیسوا صحابہؓ سے چونکہ اجتہادی غلطی ہو گئی اس لئے عتاب آمیز تنبیہ کی گئی اور احتیاط کی تعلیم دی گئی۔ یہ تفاعل استفعال کے معنی میں ہے جو طلب کے لئے آتا ہے ای اطلبوا بیان الامر فی کل ماتاتون ومانذرون ولا تجعلوا فیہ بغیر تدبیر دوسری قرأت میں یہ لفظ تشبہوا ہے ای فاطلبوا اثبات الامر دونوں کا حاصل ایک ہی نکلتا ہے۔

لضرر مفسر علام نے زجاج کی تقلید میں یہ تفسیر کی ہے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک حسب سابق قاعدون غیر اولی الضرر مراد ہیں گویا ان دونوں میں مساوات کی نفی کرنا ہے تاہم مجاہدین دونوں قسم کے قاعدین سے بڑھے ہوئے ہیں۔

و کلا مفعول اول ہے اور الحسنی مفعول ثانی ہے تاکید و عید کے لئے قصر کرتے ہوئے مفعول اول کو مقدم کیا گیا ہے اور مفعول سے حرمان ثواب کے وہم کو دفع کرنے کے لئے یہ جملہ معترضہ لایا گیا ہے۔ و یبدل لفظ درجات کا بدل کل ہے مقصود کیفیت تفصیل ہے۔ درجات پہلے درجہ سے دنیاوی غفلت اور غنیمت ہے اسی لئے مفرد لفظ لایا گیا ہے اور لفظ درجات سے اخروی ثواب مراد ہے جو اضعاف مضاعفہ ہوتا ہے اسی لئے جمع استعمال کی گئی ہے۔

بفعلہما ای غفر اللہ لہم مغفرة و رحمہم رحمة جلال مفسر نے اس کا عطف درجات پر نہیں کیا دوسرے مفسرین کی موافقت کرتے ہوئے کیونکہ پھر اجر سے بدل بنانے میں تکلیف کرنا پڑتا۔

رابطہ:..... پچھلی آیت میں قتل مؤمنین کا بیان تھا۔ اب یہ بتلانا ہے کہ صرف ظاہری اسلام پر اکتفاء کرنا کافی ہے ظاہری علامات و قرآن کو دیکھتے ہوئے ایسے شخص کے قتل سے دست کس ہو جانا چاہئے۔ حقیقت حال اور باطن کی جستجو پر مدار نہیں رکھنا چاہئے اور آیت لایستوی الخ میں فضیلت جہاد کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بتلانا ہے کہ فی نفسہ چونکہ جہاد فرض عین نہیں ہے اس لئے اگر بعض افراد نہ بھی جائیں تو کچھ گناہ نہیں ہے پھر بھی مجاہد کے لئے بڑی فضیلت ہے جو اوروں کے لئے نہیں ہے۔

شان نزول:..... مرد اس بن نہیک اپنی قوم میں تنہا مسلمان ہو چکے تھے۔ صحابہ نے جب ان کی قوم پر لشکر کشی کی تو سب بھاگ کھڑے ہوئے اور صرف مرد اس رہ گئے اور اپنی بکریوں کو پہاڑی کے دامن کی طرف ہنکا دیا۔ مسلمانوں نے جب نعرہ تکبیر بلند کیا تو انہوں نے آ کر سلام کیا اور کلمہ پڑھ کر سنایا۔ لیکن اسامہ بن زید نے ان کو قتل کر دیا اور بکریاں قبضہ میں لے لیں۔

آنحضرت ﷺ کو جب علم ہوا تو بڑا افسوس و رنج فرمایا اور اقلتموہ ارادۃ مامعہ کہہ کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری تلوار سے بچنے کے لئے اس نے کلمہ پڑھا تھا فرمایا ہلا شققت قلبہ عرض کیا اگر اس کا دل چیرتا تو ایک خون کی پھٹک ملتی۔ فرمایا عبر بلسانہ مافی قلبہ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے استغفار کیجئے لیکن آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے جاتے فکیف بلا الہ الا اللہ۔ اسامہ کہتے ہیں یہ سن کر مجھ پر بڑا اثر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ کاش! میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

عرض آپ نے استغفار فرمایا اور غلام آزاد کرنے کو کہا اور اس کے اونٹ بکریاں واپس کرنے کا حکم دیا۔ اسامہ گواہی اسی غلطی کا اس قدر شدید رنج اور احساس ہوا کہ اسی میں ان کا انتقال ہو گیا اور آخر کار تین دفعہ ان کو دفن کیا گیا۔ مگر ہر دفعہ زمین نے لعش کو باہر پھینک دیا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا زمین نے تو فرعون و نمرود جیسے بدترین لوگوں کو جگہ دے دی ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ مؤمن کے خون کی قدر و قیمت بتلانا چاہتے ہیں۔ خیر اب جا کر دفن کر دو۔ چنانچہ چوٹی بار دفن کیا تو زمین نے قبول کر لیا یہ اسامہ بن زید آنحضرت ﷺ کے متنبی نہیں ہیں بلکہ دوسرے شخص ہیں۔

جب آیت لایستوی الخ نازل ہوئی تو عبد اللہ بن ام مکتوم نے جار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں تو نابینا ہوں کس طرح شریک جہاد ہو سکتا ہوں؟ اس پر آیت غیر اولی الضرر کا اضافہ نازل ہوا۔ گویا معذورین قاعد نہیں ہوتے بلکہ مقعد ہوتے ہیں اس لئے ان پر ملامت نہیں دوسرے قواعد کلیہ پر نظر کرنے سے بھی اس کا حکم ظاہر تھا۔ اس لئے ان الفاظ کے نزول میں تاخیر مضر نہیں سمجھی گئی اور بعض روایات میں جو آپ ﷺ کا جواب لا ادری منقول ہے وہ بر بنائے احتیاط زمانہ نزول وحی ہونے کی وجہ سے۔

﴿تشریح﴾: اسلامی طرز پر سلام کرنا شعائر اسلام ہے:..... چونکہ غلطی سے قتل کا یہ ارتکاب سفر میں پیش آیا تھا اس لئے سفر کی قید لگادی۔ ورنہ یہ حکم سفر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سفر، حضر دونوں کو عام ہے۔ البتہ سلام کرنا بطرز اسلام ہونا چاہئے تاکہ اذان و نماز کی طرح یہ بھی مسلمان ہونے کی علامت سمجھا جاسکے ورنہ مشرکین کا سلام انعم صباحا اور حیاک اللہ تھا یا جیسے کوئی رام رام اور بندے ماترم کہنے لگے اس کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ غیر اسلامی شعائر ہیں، ان سے غیر مسلم ہونے کے شبہ کو تقویت ملتی ہے۔ بہر حال، منشاء یہ ہے کہ ابتدائی اور انتہائی حالت کسی کی بھی یکساں نہیں ہوتی اس لئے اپنے اور دوسروں کے ناپنے کا گز پھر یکساں کیوں نہیں ہوتا آج جو اکابر ہیں ان کو سوچنا چاہئے کہ کل وہ بھی اصغر ہی تھے۔

مجاہد سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے:..... دوسری آیت کا حاصل یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ کے حضور تمام نیک انسانوں کے لئے اجر ہے۔ لیکن تمام نیکیاں یکساں نہیں ہوتیں۔ بلکہ مجاہدین کے درجہ اور رتبہ کو غیر مجاہدین یقیناً نہیں پہنچ سکتے اور مجاہد سے چونکہ بڑے بڑے مجاہدے سرزد ہوتے ہیں جن کی سورۃ برآة کی آیت ذلک بانہم لایصیبہم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فی سبیل اللہ الخ میں تصریح کر دی گئی ہے پس ان اعمال عظیم کے ہی شایان شان درجات اور مراتب عالیہ بھی ان کو ملنے چاہئیں اور دوسروں پر ان کی تفضیل ہونی چاہئے ان سے اگر گناہ بھی سرزد ہوں تو ان الحسنات یدھبن السيئات کی رو سے دین اور قرض کے علاوہ کیا عجب ہے کہ رحمت الہیہ سے وہ سب معاف ہو جاتے ہوں۔ ان رحمة اللہ قریب، من المحسنین اور بلا عذر کی قید اس لئے لگادی کہ اگر نیک کام کا پختہ عزم ہو جائے اور کسی عذر کی وجہ سے وہ کام نہ ہو سکے تو حدیث کی رو سے اس کا اجر و ثواب بدستور ملتا رہتا ہے۔ گویا عزم و فعل ثواب کی کیت میں دونوں برابر سمجھے گئے ہیں جو زیادہ تر یہاں مقصود ہے۔ اگرچہ دونوں کی کیفیت میں فرق ہے آیت کا مقصود یہ ہے کہ ظاہری ایمان کے معتبر ہونے کے لئے کلمہ شہادت کا زبانی اقرار کافی ہے البتہ تصدیق قلبی ایمان کا رکن اصلی ہے بلکہ بعضی کے نزدیک عین ایمان ہے نیز اس واقعہ میں ایمان مکہ کی صحت بھی معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ مجتہد سے غلطی بھی ہو سکتی ہے اور اس کی غلطی معاف بھی ہو جاتی ہے۔

لطف آیت:..... آیت ولا تقولوا الخ سے اخلاص فی الدین پر دلالت ہوئی بالخصوص کسی پر کفر کا فتویٰ دینا نفسانی غرض کی بنیاد پر بالکل نہیں ہونا چاہئے آیت لایستوی الخ میں غیر اولی الضرر کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضعیف اور قوی کے مجاہدوں میں اگرچہ زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے لیکن ضعیف کے لئے کم مجاہدہ وہی کام کرتا ہے جو قوی کے لئے مجاہدہ قوی کرتا ہے۔

وَنَزَلَ فِي جَمَاعَةٍ اسْلَمُوا وَلَمْ يَهَاجِرُوا فَقْتَلُوا يَوْمَ بَدْرٍ مَعَ الْكُفَّارِ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِيْ
 اَنْفُسِهِمْ بِالْمَقَامِ مَعَ الْكُفَّارِ وَتَرَكَ الْهَجْرَةَ قَالُوا لَهُمْ مُؤَبِّحِينَ فِيمَ كُنْتُمْ ط اَى فِى اَى شَيْءٍ كُنْتُمْ مِنْ اَمْرِ
 دِيْنِكُمْ قَالُوا مُعْتَدِرِينَ كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ عَاجِزِيْنَ عَنِ اِقَامَةِ الدِّيْنِ فِى الْاَرْضِ ط اَرْضِ مَكَّةَ قَالُوا لَهُمْ
 تَوْبِيْحًا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيْهَا ط مِنْ اَرْضِ الْكُفْرِ اِلَى بَلَدٍ اٰخَرَ كَمَا فَعَلَ غَيْرُكُمْ قَالَ
 تَعَالَى فَاُولٰٓئِكَ مَاوَاهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٤﴾ هِىَ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ
 وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ حِيْلَةً لَّا قُوَّةَ لَهُمْ عَلَى الْهَجْرَةِ وَلَا نَفْقَةَ وَلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٥﴾ طَرِيْقًا
 اِلَى اَرْضِ الْهَجْرَةِ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُو عَنْهُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٦﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِى

سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدُ فِي الْأَرْضِ مُرَاعِمًا مُهَاجِرًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۗ فَأَلْزَمَ الْكُفْرَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا جَاءَهُمْ مِنَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُجْرِمُونَ ۗ
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فِي الطَّرِيقِ كَمَا وَقَعَ لِحُنْدُوعِ بْنِ ضَمْرَةَ اللَّيْثِيِّ فَقَدْ وَقَعَ ثَبَتٌ
أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ:..... (جو لوگ مسلمان تو ہو گئے مگر ہجرت نہ کی اور کافروں کے ساتھ بدر کے مقام پر وہ بھی مارے گئے ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں) بلاشبہ فرشتے جب ایسے لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا اتنا ان کر لیا ہے (کفار کی ساتھ رہ کر اور ہجرت ترک کر کے) ان سے پوچھیں گے (ڈانٹتے ہوئے) تم کس حال میں تھے؟ (دینی لحاظ سے تمہارا کیا حال تھا؟) وہ کہیں گے (معدرت کرتے ہوئے) ہم دبے ہوئے اور بے بس تھے (دین قائم کرنے میں کمزور تھے) ملک میں (سرزمین مکہ میں) اس پر فرشتے (ان کو جھڑکتے ہوئے پھر) کہیں گے کیا خدا کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ دوسری جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے (دارالحرب سے کسی دوسری مناسب جگہ منتقل ہو جاتے۔ جس طرح دوسرے لوگ نکل گئے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) غرضیکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے بہت ہی بری (وہ جگہ) مگر جو مرد عورتیں، بچے ایسے مجبور و بے بس ہوں کہ کوئی چارہ کار نہ رکھتے ہوں (نہ ان کو ہجرت پر قدرت ہو اور نہ ان کے پاس پیسہ ہو) اور نہ کوئی راہ پاتے ہوں (دارالحرب چلے جانے کی) تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو معاف کر دینے اور بخش دینے والے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا اسے خدا کی زمین میں بہت سی قیام گاہیں (ہجرت کی جگہیں) ملیں گی اور (رزق میں) کشائش ہوگی اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے اور پھر موت آجائے (راستہ ہی میں جیسے جندع بن ضمیرہ لیشی کا واقعہ پیش آیا) تو اس کا اجر اللہ کے حضور واقع (ثابت) ہو گیا ہے اور اللہ تو بخشنے والے اور رحمت والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... الملئکة اس آیت میں اور دوسری آیت توفتہ رسلسا میں وفات دینے کی نسبت فرشتوں کی طرف کی گئی ہے لیکن ایک جگہ یتوفکم ملک الموت میں ملک الموت کی طرف اور ایک مقام پر اللہ یتوفی الانفس میں حق تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمائی ہے۔ حقیقتہً وفات دینے والے تو حق تعالیٰ ہیں اور ظاہری طور پر ملک الموت لیکن دوسرے فرشتے بھی ان کے مددگار رہتے ہیں اس لئے ان کی طرف بھی انتساب کر دیا گیا ہے۔

لا یستطیعون یہ مستضعفین کی صفت ہے غیر موقت ہونے کی وجہ سے نکرہ کے حکم میں ہے۔

لا یہتدون سیلا یہ لا یستطیعون کی تاکید ہے۔ ہجرت کے لئے دونوں کا مجموعہ شرط ہے بلکہ صرف اول شرط ہے اور ثانی اول میں داخل ہے۔ صاحب تفسیر احمدی کی تحقیق کے مطابق آج بھی ظالموں کے تسلط کی وجہ سے اگر دین کی اقامت ممکن نہ رہے تو ہجرت فرض ہے۔ لیکن روح المعانی میں ہے کہ ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی استحباب باقی ہے مراغما اسم ظرف موضع ہجرت بولتے ہیں راغمت قومی اسی ہاجرت کیونکہ ہجرت لوگوں کے علی الرغم ہوتی ہے رغم کے معنی ذلت کے ہیں اصل معنی رغام کے ناک کا خاک لود کرنا ہیں۔

ومن یشخرج ظاہری ہجرت کی طرح باطنی ہجرت بھی ہوتی ہے۔ منازل نفس اور مقامات قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر سلوک کرنے والے اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ تفسیر شیخ محی الدین ابن عربی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح طلب علم، حج، جہاد وغیرہ کی دینی غرض کے لئے اگر ہجرت کی جائے تو وہ بھی ہجرت الی اللہ ورسولہ ہوگی۔ جندع بن ضمیرہ اصابہ میں لکھا ہے کہ اس کے نام میں

اختلاف ہے اور اس قول میں مجملہ ان کے ضمیر بن حفص بھی ہے یہ نابینا اور بوڑھے تھے۔

رابطہ:..... پچھلی آیات میں جہاد کا وجوب تھا ان آیات میں وجوب ہجرت کا ذکر ہے۔ دونوں سے مقصود اقامت دین ہوتی ہے ایک میں کفار کے شر سے سب کو بچانے کی کوشش ہوتی ہے اور دوسرے میں صرف اپنی ذات کو محفوظ رکھنے کی سعی ہوتی ہے۔

شان نزول:..... اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ واقعہ جناب بن ضمیرہ کے متعلق پیش آیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے متعلق پچھلی آیات مکہ کے مسلمانوں کے پاس بھجوائیں تو انہوں نے باوجود انتہائی بڑھاپے اور ضعف کے اپنے صاحبزادوں کو بلا کر کہا کہ میں چونکہ غیر مستطیع نہیں ہوں اور نہ راستہ سے ناواقف اس لئے مجھے اٹھاؤ میں آج کی رات مکہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ چنانچہ بیٹوں نے تعمیل کی اور ان کی چار پائی اٹھا کر لے چلے، لیکن تنعمیم میں پہنچ کر جناب کی حالت غیر ہو گئی۔ ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگے اللہم ہذہ لک و ہذہ لرسولک ابایعک علی ما بایعک رسولک اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ صحابہ کو اطلاع ہوئی تو افسوس کے ساتھ کہنے لگے اگر مدینہ پہنچ کر وفات ہوتی تو بڑا اچھا ہوتا۔ مشرکین نے سنا تو وہ بھی طنزاً کہنے لگے کہ مطلب تک رسائی نہیں ہو سکی اور ناکامی اٹھانی پڑھی اس پر آیت نازل ہوئی اور بعض نے کہا قیس بن ولید جیسے چالیس افراد کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جو بدر میں کفار کے ساتھ ملائکہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

﴿تشریح﴾:..... دارالہجرت اور دارالحرب کی تقسیم:..... دشمنان اسلام کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آنحضرت ﷺ

نے جب مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو قدرتی طور پر ملک عرب دو حصوں میں بٹ گیا دارالہجرت اور دارالحرب۔ دارالہجرت مدینہ طیبہ قرار پایا جہاں شیع اسلام کے پروانے مختلف سمتوں سے آ آ کر جمع ہو رہے تھے اور دارالحرب ملک کے اس حصہ کا نام تھا جو دشمنوں کے قبضہ میں تھا اور جس کا صدر مقام مکہ تھا۔ کسی وجہ سے دارالحرب میں جو مسلمان رہ گئے تھے وہ اعتقاد و عمل کی آزادی سے محروم تھے انہیں ہمیشہ دشمنوں کا ظلم و ستم سہنا پڑتا تھا پس انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں۔ اگر استطاعت کے باوجود وہ ہجرت نہیں کریں گے تو اپنی کوتاہی عمل کے لئے انہیں جواب دینا پڑے گا۔ اسی لئے ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی۔ جس کا ذکر مختلف طریقوں سے پچھلے تین رکوع میں گزر چکا ہے۔ اس وقت یہ ظاہر اسلام کے لئے شرط لازم اور مسلمان ہونے کی کھلی علامت تھی۔ البتہ صحیح عذر کے وقت یہ شرط ساقط بھی ہو جاتی تھی بالکل جس طرح کلمہ شہادت کے تلفظ کی آج تک بھی یہی شان ہے۔ یا عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کے اقوال سے نماز کی بھی یہی شان معلوم ہوتی ہے۔ بلا عذر ہجرت سے پہلو تہی اور کنارہ کشی کرنا اس دور میں ارتداد کی علامت تھی۔ اسی لئے اول رکوع میں کے شروع میں ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھنے سے منع کیا گیا تھا۔ اگرچہ واقع میں بھی وہ لوگ مرتد ہو گئے تھے بہر حال بظاہر وہ مرتد ہی سمجھے جائیں گے یہاں دلی حال کی تحقیق کا حکم نہیں ہے البتہ دوسرے رکوع میں عذر بلکہ احتمال عذر کے وقت ہجرت سے شعاریت ساقط ہو جانے کی بناء پر دارالحرب میں کسی مقتول مسلمان کی دیت کا واجب اور سلام کرنے والے کے قتل کا حرام ہونا مذکور ہو چکا ہے۔ صرف اقرار وغیرہ دوسری علامات پر اکتفاء کیا گیا ہے لیکن ہجرت کے فی نفسہ فرض ہونے کی وجہ سے تیسرے رکوع میں بلا عذر ہجرت نہ کرنے والوں کو وعید اور عذر کی حالت میں مستضعفین کا استثناء کیا جا رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے رکوع کا مضمون ہجرت سے پہلو تہی کی بناء پر ہے اور دوسرے رکوع کا مضمون ہجرت کی شعاریت اور غیر شعاریت کے لحاظ سے ہے اور چونکہ اس شعاریت میں تدبیر کی ضرورت ہے اس لئے بعض صحابہ کو اس میں اشتباہ واقع ہو گیا تھا جو مدبر کے بعد رفع ہو سکتا تھا اس لئے تنبیہ فرمادی گئی ہے اور شعار ہونا بدل بھی سکتا ہے یعنی ایک چیز کی بجائے دوسری چیز کو شعار قرار دے لیا

جائے جیسے فقہاء نے بعض لباسوں کو شعار کفر قرار دیا ہے۔

ہجرت کی فرضیت تو منسوخ ہو چکی لیکن استحباب اب بھی ہے۔ چنانچہ حدیث مسلم سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ایک اعرابی نے جو بظاہر دارالاسلام میں نہیں رہتے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ان شان الہجرۃ لشدید اور وطن ہی میں رہنے کا مشورہ دیا۔

دو شبہات کا جواب: اس مقام پر دو شبہات ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب مستضعفین گنہگار ہی نہیں پھر معافی کے کیا معنی؟ دوسرے معافی میں لفظ عسی کا استعمال کیسا؟ جو توقع امید اور تردد پر دلالت کرتا ہے۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہ تو ہجرت نہ کرنا گناہ اور معصیت ہے کسی خاص شخص کے حق میں گناہ نہ لکھا جائے۔ یہ دوسری بات ہے پس کسی جگہ اس نہ کہنے کو گناہ نہ ہونا کہہ دیا اور کہیں معافی کا لفظ استعمال کر کے فی نفسہ اس کے گناہ ہونے کو بتلا دیا۔ اس سے بچوں کے متعلق بھی شبہ دفع ہو گیا کہ اگرچہ بچے گنہگار نہیں ہوتے لیکن یہی بتلانا مقصود ہے کہ کام تو فی حد ذاتہ برا ہے اور قاضی بیضاوی نے ولدان کا لفظ بڑھانے میں یہ نکتہ بتلایا ہے کہ بچوں کی طرح اگر عجز ہو تب ہجرت سے استثناء معتبر ہوگا۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ کریم کا اطماع لکیم اور بخیل کے وعدہ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اور اس عنوان میں نکتہ یہ ہے کہ یہ گناہ اس درجہ شدید اور سخت ہے کہ گناہ نہ ہونے اور معذور ہونے کے باوجود ایسا ہے جیسے گناہ ہو کر معاف کر دیا گیا ہو اور اگر ولدان سے مراد مراہق ہوں تو ان کا مکلف ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔

لطائف آیت: ومن یخرج من بیتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سلوک تمام ہونے سے پہلے راہ مولیٰ میں جان دے دے وہ قبولیت اور رتبہ میں سلوک تمام کرنے والے ہی کے برابر ہے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ سَافِرْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ ^صبِأَنْ تَرُدُّوهَا مِنْ أَرْبَعِ الْإِثْتَيْنِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمْ أَيْ يَسْأَلَكُمْ بِمَكْرُوهِ الدِّينِ كَفَرُوا ^طبَيَانٌ لِلْوَاقِعِ إِذْ ذَاكَ فَلَا مَفْهُومَ لَهُ وَبَيَّنَّتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالسَّفَرِ الطَّوِيلِ الْمُبَاحِ وَهُوَ أَرْبَعَةُ بُرُودٍ وَهِيَ مَرَحَلَتَانِ وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنَّهُ رُحْصَةٌ لَا وَاجِبٌ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ إِنَّ الْكُفْرَيْنَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ﴿۱۰۱﴾ بَيْنَ الْعَدَاوَةِ وَإِذَا كُنْتَ يَا مُحَمَّدُ حَاضِرًا فِيهِمْ وَأَنْتُمْ تَخَافُونَ الْعَدُوَّ فَاقْمَتْ لَهُمُ الصَّلَاةَ وَهَذَا اجْرِي عَلَى عَادَةِ الْقُرْآنِ فِي الْخِطَابِ فَلَا مَفْهُومَ لَهُ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَتَتَأَخَّرُ طَائِفَةٌ وَلْيَأْخُذُوا أَيِ الطَّائِفَةِ الَّتِي قَامَتْ مَعَكَ أَسْلِحْتَهُمْ مَعَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا أَيْ صَلُّوا فَلْيَكُونُوا أَيِ الطَّائِفَةِ الْأُخْرَى مِنْ وَرَائِكُمْ ^صيَحْرُسُونَ إِلَى أَنْ تَقْضُوا الصَّلَاةَ وَتَذْهَبَ ^جهَذِهِ الطَّائِفَةُ تَحْرُسُ وَلَتَاتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحْتَهُمْ ^جمَعَهُمْ إِلَى أَنْ يَقْضُوا الصَّلَاةَ وَقَدْ فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ بِيَطْنِ نَحْلٍ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى

الصَّلَاةَ عَنِ اسْلِحَتِكُمْ وَامْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ۗ بَانَ يَحْمِلُوا عَلَيْكُمْ فَيَأْخُذُواكُمْ
 وَهَذَا عَلَّةُ الْأَمْرِ بِأَخِذِ السَّلَاحِ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ
 تَضَعُوا اسْلِحَتَكُمْ ۗ فَلَا تَحْمِلُوهَا وَهَذَا يُفِيدُ إِنْجَابَ حَمَلِهَا عِنْدَ عَدَمِ الْعُدْرِ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ
 وَالثَّانِي أَنَّهُ سُنَّةٌ وَرَجَحَ وَخَذُوا حِذْرَكُمْ ۗ مِنَ الْعُدْوِ أَيْ إِحْتَرِزُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ
 عَذَابًا مُهِينًا ﴿۱۰۲﴾ ذَا إِهَانَةٍ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَرَعْتُمْ مِنْهَا فَادْكُرُوا اللَّهَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ قِيَمًا
 وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۗ مُضْطَجِعِينَ أَيْ فِي كُلِّ حَالٍ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ آمِنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ
 أَذْوَاهَا بِحُقُوقِهَا إِنْ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَكْتُوبًا أَيْ مَفْرُوضًا مَوْقُوتًا ﴿۱۰۳﴾ مُقَدَّرًا
 وَقْتِهَا فَلَا تُؤَخَّرُ عَنْهُ وَنَزَلَ لَمَّا بَعَثَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً فِي طَلَبِ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ لَمَّا رَجَعُوا
 مِنْ أُحُدٍ فَشَكَّوْا الْجَرَاحَاتِ وَلَا تَهِنُوا تَضَعُوا فِي ابْتِغَاءِ طَلَبِ الْقَوْمِ ۗ الْكُفَّارِ لِتَقَاتِلُوهُمْ إِنْ تَكُونُوا
 تَالِمُونَ تَجِدُونَ أَلَمَ الْجَرَاحِ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۗ أَيْ مِثْلَكُمْ وَلَا يَجْبُنُونَ عَنْ قِتَالِكُمْ وَتَرْجُونَ
 أَنْتُمْ مِنَ اللَّهِ مِنَ النَّصْرِ وَالثَّوَابِ عَلَيْهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ هُمْ فَانْتُمْ تَزِيدُونَ عَلَيْهِمْ بِذَلِكَ فَيَنْبَغِي أَنْ تَكُونُوا
 أَرْعَبَ مِنْهُمْ فِيهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا بِكُلِّ شَيْءٍ حَكِيمًا ﴿۱۰۳﴾ فِي صُنْعِهِ -

ترجمہ: اور جب چلو پھرو (سفر کرو) ملک میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اگر نماز میں سے کچھ کم کر دو (رباعی فرض نمازوں کے دو گناہ کر کے پڑھو) اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تمہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دیں (یعنی تمہیں کسی ناگوار بات میں مبتلا نہ کر دیں) کافر (چونکہ یہ بیان واقعہ ہے۔ اس لئے اس کا مفہوم معتبر نہ ہوگا اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ سفر سے مراد مباح ہے اور طویل سفر ہے جو چار فرسخ یعنی دو مرحلے اور منزل ہو اور فلیس علیکم جناح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم رخصت ہے و جو بی نہیں ہے امام شافعی کا یہی مسلک ہے) بلاشبہ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں (جن کی دشمنی واضح ہے) اور جب آپ (اے محمد!) مسلمانوں میں (تشریف فرما) ہوں (اور تم لوگوں کو دشمنوں سے اندیشہ ہو) اور آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں (یہ قرآن کے دستور کے مطابق خطاب ہے اس کا مفہوم معتبر نہیں) تو چاہئے کہ ایک گروہ ان کا تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے (اور فوج کا دوسرا دستہ مورچہ کی کمان سنبھالے رکھے) اور لئے رہے (جو دستہ آپ کے پیچھے کھڑا ہے) اپنے ہتھیار۔ پھر جب وہ سجدہ کر چکے (ایک رکعت پڑھ لے) تو چاہئے کہ (یہ پہلا دستہ) پیچھے ہٹ جائے (مورچہ کی حفاظت میں لگا رہے نماز پوری ہونے تک۔ اور یہ دستہ مورچہ پر جا کر حفاظت کرے) اور دوسرا دستہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی آ کر تمہارے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے اور چاہئے کہ پوری طرح ہوشیاری رکھے اور اپنے ہتھیار لئے رہے (حتیٰ کہ نماز پوری ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نے لظن نخلہ میں ایسا ہی کر کے دکھلایا جس کو شیخین نے روایت کیا ہے) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے ان کی دلی تمنا یہ ہے کہ اگر تم ذرا بھی غفلت اختیار کرو (نماز میں مشغول ہو کر) اپنے ہتھیار اور سامان جنگ سے تو ایک بارگی تم پر ٹوٹ پڑیں گے (ایک دم تم پر حملہ آور ہو جائیں اور تمہیں گرفتار کر لیں اور ہتھیار بند کرنے کی یہی وجہ ہے) اور اگر تمہیں برسات کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اگر ہتھیار اتار کر رکھ دو (ہتھیاروں سے

لیس نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذر نہ ہونے کے وقت ہتھیاروں سے لیس ہونا واجب ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ دوسرا قول سنت ہونے کا ہے جو راجح ہے) لیکن اپنے بچاؤ سے غافل نہ ہو جانا (دشمن کی جانب سے یعنی جہاں تک ہو سکے دشمن سے بچتے رہو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے منکرین حق کے لئے رسوا کن (ذلت آمیز) عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز پوری کر چکو (نماز سے فارغ ہو جاؤ) تو اللہ کا ذکر کرتے رہو (تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے) کھڑے، بیٹھے، لیٹے (یعنی ہر حال میں) پھر جب تم دشمن سے مطمئن (مامون) ہو جاؤ تو نمازیں پڑھنے لگو (قاعدہ کے مطابق ادا کرو) بلاشبہ نماز مسلمانوں پر فرض کر دی گئی ہے (کتاب بمعنی مکتوب یعنی فرض) وقت کی قید کے ساتھ (مقررہ وقت کے ساتھ کہ اس سے ٹل نہیں سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے اگرچہ ایک جماعت کو ابوسفیان وغیرہ کی تلاش و جستجو میں اس وقت اٹھانا چاہا جب کہ وہ غزوہ احد سے لوٹ رہے تھے مگر لوگوں نے تازہ زخموں کی شکایت کی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی) اور ہمت نہ ہارو (بزدلی نہ دکھاؤ) پیچھا کرنے (تلاش کرنے) میں دشمن کے (کفار کو قتل کرنے کے لئے) اگر تمہیں دکھ پہنچا ہے (زخموں کی تکلیف محسوس کر رہے ہو) تو وہ بھی دکھی ہیں جس طرح تم دکھی ہو (یعنی تمہاری طرح ہیں حالانکہ وہ تم سے لڑنے میں بزدلی نہیں دکھلا رہے ہیں) درآنحالیکہ (تم) اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی امیدیں (نصرت اور ثواب کی لگائے ہوئے ہو جو انہیں میسر نہیں) اس لحاظ سے تم ان سے بڑھ گئے ہو۔ اس لئے جہادی مہم میں بھی ان کے مقابلہ میں تمہیں بازی لے جانا چاہئے) اور اللہ تعالیٰ (ہر چیز) جاننے والے (اپنے ہر کام میں) حکمت رکھنے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: من الصلوٰۃ من زائد اور لام جنس کا ہے۔ ان یفتنکم قاموس میں ہے کہ فتنہ کے معنی محنت کے ہیں اور من الصلوٰۃ سیبویہ کے نزدیک محذوف کی صفت ہے ای شیئا من الصلوٰۃ اور انخفش کے نزدیک من زائد ہے اور الصلوٰۃ تقصروا کا مفعول ہے۔

بیان للواقع یعنی یہ صرف اظہار واقعہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہر سفر دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے پرخطر رہتا تھا۔ اس لئے یہ قید درجہ شرط میں ضروری نہیں ہے۔ سفر امن و امان کی حالت میں ہو یا پرخطر، احکام رخصت برابر جاری ہوں گے چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے سافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین مکة والمدینۃ لا یخاف فصلی رکعتین (صحیحین) یہ آیت قصر کی مقدار اور کیفیت اور قصری نمازوں اور مدت کے بارے میں مجمل ہے۔ احادیث سے تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

اربعۃ برد، برد جمع برید ہر برید چار فرسخ اور ہر فرسخ تین میل ہاشمی ہوتا ہے اور ہر میل بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے۔ پس ایک برید بارہ میل ہوتا ہے اور ایک بارہ ہزار قدم، ہر بارہ میل پر منزل کا نشان بنا ہوتا تھا۔ یہ دراصل ”بریدہ دم“ کا معرب ہے دم کٹا اور لانڈا۔ مراکب اور مسافت پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا۔ یہ مسافت امام شافعی کے نزدیک ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک چھ برد یعنی تین دن رات کی مسافت اوسط درجہ کی چال کے ساتھ بری سفر میں اور معتدل ہوا کے ساتھ بحری سفر میں بادبانی، جہاز یا کشتی سے اور پہاڑی سفر میں وہاں کے مناسب چال کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد مسافر کی تیز رفتاری یا ست رفتاری کا اعتبار نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ تین دن کی مسافت ایک دن میں یا ایک دن کی مسافت اگر تین روز میں منقطع کر دی تو اس سے کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

ولسات طائفۃ چونکہ ما قبل اس کا ذکر نہیں اس لئے نکرہ لایا گیا ہے ول یا خذوا اسلحتہم یہاں دوسرے دستے کے لئے چونکہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے خطرہ کا احتمال تھا اس لئے محتاط رہنے کا حکم دیا گیا۔ برخلاف پہلے دستے کے کہ وہ مورچہ سنبھالنے اور نماز شروع نہ کرنے کی وجہ سے آمادہ حرب معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے اس پر اس درجہ کا حملہ کا خطرہ نہیں تھا۔

وہذا یفید الايجاب یہ تو اسلحہ کے متعلق گفتگو تھی لیکن باخبر اور ہوشیار رہنا تو بہر صورت ضروری اور واجب ہے۔

ان اللہ اعد یہ محتاط رہنے کی علت ہے چونکہ ہم نے تمہارے ہاتھوں ان کی رسوائی اور تباہی مقدر رکھی ہے۔ اس لئے تمہیں اسباب اختیار کرنے میں تساہل اور سستی نہیں کرنی چاہئے مجملہ اسباب کے چوکنا رہنا اور ہتھیار بند رہنا ہے۔

فرغتم۔ یہ تفسیر حنفیہ کے مذہب پر ہے کہ محارب کے لئے بحالت حرب نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ تا وقتیکہ اطمینانی حالت میسر نہ آئے نماز مؤخر رکھے۔ لیکن شوافع کے نزدیک جس حال میں بھی ممکن ہو کھڑے، بیٹھے، لیٹے نماز پڑھنی پڑے گی عین قتال میں بھی پڑھنی ضروری ہوگی۔ موقوف تا یعنی فرض موقت یا مقدر کہ حالت خوف میں بھی معاف نہیں اور حضر میں پوری اور سفر میں رخصتی اور قصری نمازیں پڑھنے کا حکم ہے۔ لہذا رجوعاً آل عمران میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

فانتم تزيدون یعنی قتال اور جنگ کے مصائب تو دونوں میں مشترک ہیں لیکن مسلمانوں کا جہاد بوجہ اللہ اور دوسروں کی جنگ بوجہ النفس ہے پس دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

رابطہ..... گذشتہ آیات میں جہاد و ہجرت کا بیان تھا اور چونکہ ان دونوں میں اکثر سفر بھی پیش آیا کرتا ہے اور سفر میں دشمن کی طرف سے کچھ اندیشے بھی بعض دفعہ پیش آجاتے ہیں اس لئے نماز میں بعض سہولتیں دی جا رہی ہیں جو بیسواں حکم قصر صلوة سے متعلق ہے اور آیت و اذا كنت میں پچیسواں حکم صلوة الخوف سے متعلق ہے۔

شان نزول:..... ابن جریر حضرت علیؑ سے روایت پیش کرتے ہیں کہ بنی نجار نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم سفر میں رہتے ہیں پس نمازوں کا کیا کریں؟ تو اس پر آیت اذا ضربتم الخ نازل ہوئی اس کے ایک سال بعد آپ ﷺ کسی غزوہ میں مشغول تھے۔ نماز ظہر کا وقت آیا تو مشرکین نے مسلمانوں کے انہماک فی الصلوٰۃ کو دیکھتے ہوئے حملہ کے لئے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور جب کسی نے یہ کہہ کر توجہ دلائی کہ اسی جیسی ایک اور نماز عصر بھی یہ لوگ پڑھیں گے تو اور بھی منہ میں پانی بھر آیا۔ لیکن حق تعالیٰ نے و اذا كنت فيهم الصلوٰۃ الخوف کی تدبیر سے ان کی ساری تدابیر خاک میں ملا دیں۔

جابر بن عبد اللہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: غزوا نامع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوما جهنية فقاتلوا قتالا شديدا فلما صلينا الظهر قال المشركون لو ملنا عليهم ميلا لاحتطفناهم ونحن تركناهم حتى صلوا وندموا على تركهم فقال بعضهم دعوهم فان لهم بعدها صلوة هي احب اليهم من ابائهم و ابناهم يعنون العصر فلما اراد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى العصر انزل الله هذه الآية اسي طرح غزوه میں آپ ﷺ تشریف لے گئے اور قضائے حاجت کے لئے جب آپ ﷺ انظروں سے اوجھل ہوئے تو غورث بن الحارث محارب نے کفار کو مطلع کر دیا کہ موقعہ غنیمت ہے۔ چنانچہ لشکر سے پوشیدہ پہاڑ کے دامن میں ہوتے ہوئے ایک دم آ کر آنحضرت ﷺ پر ٹوٹ پڑا اور تلوار سونت کر کہنے لگا یا محمد من يعصمك مني الان؟ بے ساختہ آپ کے منہ سے نکلا اللهم اكفني غورث بما شئت پس جوں ہی مارنے کے لئے غورث آگے بڑھا اوندھے منہ گرا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی جس کو فوراً آپ ﷺ نے اچک لیا اور فرمایا مني يمنعك مني الان عرض کیا لا اجد آپ نے فرمایا کلمہ شہادت پڑھ میں تلوار دے دیتا ہوں اس نے عرض کیا کہ کلمہ شہادت تو خیر نہیں پڑھتا مگر اس کا اقرار کرتا ہوں کہ کبھی آپ ﷺ سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کروں گا آپ ﷺ نے اس کا تلوار واپس کر دی اس نے متاثر ہو کر اقرار کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے بہتر ہیں جس کی آپ ﷺ نے تائید فرمائی اور لشکر میں واپس آ کر صحابہ گویہ واقعہ سنایا اس پر آیت و الذين كفروا الخ نازل ہوئی۔

بخاری نے ابن عباس سے تخریج کی ہے کہ آیت ان كان حکم اذی۔ عبدالرحمن بن عوف کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ

زخمی تھے اور آیت ولا تهنوا الخ کا نزول روح المعانی میں عکرمہ سے غزوہ حمرہ الاسد کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ جس کا واقعہ آیت الذین استجابوا کے تحت آل عمران میں مذکور ہو چکا ہے۔

﴿تشریح﴾: مسافت اور مدت سفر کا بیان:..... یہ آیت مجمل ہے جس کی حدیث سے تفسیر ہو گئی کہ کم از کم تین منزل سفر کا ارادہ ہونا چاہئے۔ حنفیہ کے نزدیک تین دن رات اوسط چال کے ساتھ، بری سفر میں اور اعتدال ہوا کے ساتھ بحری سفر میں اور مناسب رفتار کے ساتھ پہاڑی سفر میں مسافت کا اعتبار ہوگا۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ادنیٰ مدت سفر چار برد و دن کی مسافت ہے اور بقول صاحب ہدایہ ابو یوسفؒ کے نزدیک پورے دو دن اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے اور ایک قول میں امام شافعیؒ کے نزدیک صرف ایک دن رات مسافت ہونی چاہئے اور بعض حضرات نے اس اختلاف کا اعتبار میلوں کے ذریعہ کیا ہے۔

حنفیہ اور شوافع کا نکتہ اختلاف:..... نیز امام شافعیؒ کے نزدیک یہ رخصت توفیہ کی قسم ہے یعنی رخصت کامل ہے اور پوری نماز پڑھنا عزیمت ہے اس آیت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے کیونکہ لفظ لا جناح تخفیف اور رخصت کے موقع پر استعمال ہوتا ہے نہ کہ عزیمت کے موقع پر ایک اور روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سفر کی حالت میں نمازوں کا اہتمام فرمایا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ساتھ عمرہ کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نماز قصر اور اتمام کے ساتھ پڑھی ہے اور میں نے روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”احسنت یا عائشہ“ لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ رخصت اسقاط یعنی عزیمت پر عمل کرتے ہوئے پوری نماز پڑھنا جائز نہیں ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے صلوة السفر رکعتان تام قصر علی لسان نبیکم نیز حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں اول ما فرضت الصلوة فرضت رکعتین فاقرت فی السفر وزیدت فی الحضر۔

رہی آیت لا جناح یہ دراصل اس وہم کو دفع کرنے کے لئے ہے کہ نماز قصر میں لوگ حرج اور برائی نہ سمجھنے لگیں تو قصر کرنے والوں کے لئے اطمینان خاطر کے لئے گناہ کی نفی کر دی گئی ہے کہ اس میں قطعاً کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ پس اس سے عزیمت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ احادیث سے قصر واجب ہے خواہ سفر میں امن و اطمینان ہو یا کچھ خوف و خطر بھی ہو۔ ان خفتم کی قید ایسی ہی اتفاقی ہے۔ جیسے ان اردن تحصناً میں ہے یعنی آیت کے نازل ہونے کے وقت خوف کا زمانہ تھا لیکن بعد میں حدیثوں سے تعمیم ثابت ہو گئی۔

خارج کے نزدیک ظاہر آیت کے موافق خوف کی شرط ہے ہماری مؤید ابن عمرؓ کی قرأت ہے جس میں صرف ان یفتنکم ہے ان خفتم کی قید نہیں ہے نیز صحابہؓ کا تعامل بھی امن میں قصر پر رہا ہے چنانچہ یعلیٰ بن امیہ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا:

ما بالنا نقصر وقد امننا فقال عجبنا بما تعجبنا منه فسالت رسول الله صلى الله

عليه وسلم عن ذلك فقال هذه صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقة

”حالت امن میں نماز قصر کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ جس چیز سے تم کو تعجب ہو رہا ہے خود مجھ کو اس پر تعجب تھا مگر

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ کا صدقہ ہے اس کو قبول کرنا چاہئے۔“

پس غیر واجب الاطاعتہ شخص کا صدقہ بھی ناقابل رد ہوتا ہے جیسے والی کی طرف سے قصاص کی معافی کہ اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ تو حق تعالیٰ کا صدقہ کس طرح رد کیا جاسکتا ہے جو واجب الطاعت ہیں۔

نماز قصر کے لئے خوف کی قید ضروری نہیں:..... اس سے معلوم ہوا کہ نہ قصر کے لئے خوف کا ہونا شرط ہے اور نہ اکمال جائز ہے۔ یہ تقریر تو اس وقت ہے جبکہ قصر سے مراد نماز کا قصر ذاتی ہو یعنی تعداد رکعات کی کمی لیکن اگر قصر اور اوصاف مراد ہوں یعنی قرأت، رکوع، سجود، تسبیحات میں کمی کرنا یا سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنا جیسے ابن عباسؓ سے منقول ہے اور فخر الاسلامؒ بزدوی کا مختار ہے تو ہمارے نزدیک بھی پھر یہ شرط علیٰ حالہ رہے گی۔ البتہ اس صورت میں یہ شبہ رہے گا کہ صلوٰۃ الخوف منفرذ سفر کے ساتھ مقید ہو کیونکہ آیت میں سفر اور خوف دونوں کی شرطیں ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ دلالت اجماع سے اس قید کو ترک کر دیا گیا ہے جیسے کشاف وغیرہ نے تصریح کی ہے۔

وطن اصلی کی طرح وطن اقامت جس میں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو۔ اس میں پوری نماز پڑھنی چاہئے اور پندرہ روز سے کم ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرتا رہے اگرچہ اتفاقاً سالہا سال ٹھہرنا پڑ جائے قصر میں صرف ظہر، عصر، عشاء کے چار فرض دوگانہ ہو جائیں گے۔ باقی فرائض، وتر، سنن، نوافل بدستور رہیں گے۔

صلوٰۃ الخوف کی بحث:..... نماز خوف باجماعت کا اثبات آیت واذا كنت الخ سے ہو رہا ہے۔ صلوٰۃ الخوف کی کیفیت احادیث سے مختلف معلوم ہوتی ہے۔ بقول صاحب ہدایہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک امام ایک رکعت پڑھا کر منتظر کھڑا رہے حتیٰ کہ پہلا دستہ اپنی نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے اور سلام پھیر کر مورچہ سنبھال لے پھر اسی طرح دوسری رکعت امام دوسرے دستہ کو پڑھا کر بیٹھا رہے حتیٰ کہ دوسرا دستہ نماز سے فارغ ہو جائے اور سلام پھیر دے لپٹن نخلہ میں آنحضرت ﷺ نے اسی طرح پڑھائی ہے۔ لیکن ذات الرقاع میں آپ ﷺ نے دوسری طرح نماز پڑھائی کہ ایک رکعت مقتدی امام کے ساتھ پڑھ لیں اور دوسری رکعت خود وہیں فرادی فرادی پڑھ لیں۔ اسی طرح دوسرا دستہ ایک رکعت امام کے ساتھ اور دوسری رکعت از خود تنہا تنہا پڑھ لے۔ چنانچہ ان سب طریقوں سے نماز جائز ہے۔

صلوٰۃ الخوف میں فقہی اختلافات:..... لیکن حنفیہ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ امام دونوں گروہوں کو آدھی آدھی نماز یعنی ایک ایک دو دو رکعت پڑھائے گا ثنائی یا قصری نماز ہے تو ایک ایک رکعت۔ حضری نماز ہے اور رباعی تو دو دو رکعت پڑھانی پڑے گی اور مغرب میں اول گروہ کو دو رکعت اور دوسرے کو ایک رکعت پڑھائے لیکن دونوں جماعتوں کو کچھ دیر کے لئے مورچہ بھی سنبھالنا پڑے گا اور دونوں اپنی اپنی ایک ایک رکعت اسی طرح ادا کریں گے کہ اول دستہ بقیہ نماز لاحق ہو کر بلا قرأت پڑھے گا اور دوسرا طبقہ مسبوق ہو کر مع قرأت بقیہ نماز ادا کرے گا۔ ابن مسعودؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ نقل کیا ہے اور صاحب ہدایہ نے اس آیت کی بجائے روایت ابن مسعودؓ سے اس لئے استدلال کیا ہے کہ روایت میں پوری کیفیت محفوظ ہے۔ باقی قاضی بیضاویؒ کا مذہب حنفیہ نقل کرتے ہوئے یہ کہنا کہ امام کے تنہا سلام پھیر دینے کے بعد دوسرا دستہ اپنی نماز قرأت کر کے پوری کر لے اور پھر مورچہ سنبھال لے اور دوسرا دستہ بلا قرأت آ کر اپنی نماز پوری کر لے اگرچہ سہولت و عجلت کے لحاظ سے مناسب ہے۔ لیکن حنفیہ کے یہاں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی چہ جائیکہ ان کا یہ مذہب ہو۔

بہر حال آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باجماعت صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ لیکن ابو یوسفؒ اذا كنت الخ کی خطاب کی تخصیص کے پیش نظر آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں حالانکہ خطاب کا صیغہ اس وقت کی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا۔ بعد میں جو آپ ﷺ کے قائم مقام ہوں گے وہ اس خطاب میں بھی قائم مقام ہوں گے چنانچہ دوسرے موقع پر خدمن اموالہم

میں خطاب خاص ہے مگر بعد کے تمام ائمہ اور خلفاء کے لئے یہی حکم ہے تاہم نماز میں یہ تمام نقل و حرکت اور عمل کثیر اس وقت گوارا کیا جائے گا جب کہ تمام فوجی لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مصر ہوں ورنہ آسان صورت یہ ہے کہ فوج کے چند حصے کر لیے جائیں اور سب کو علیحدہ علیحدہ امام نماز پڑھا دیں اور عجب نہیں کہ اذا كنت اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہو کہ آپ ﷺ کی محبوبیت دوسروں کے پیچھے نماز پڑھنے کو گوارا نہیں کرنے دیتی۔

نیز اس نماز خوف کی اجازت اتنے خوف کی حالت میں ہے کہ نماز کا انتظام ممکن ہو سکے ورنہ اس کا حکم بقرہ میں گزر چکا ہے یعنی عین قتل و قتال کی حالت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں بلکہ قضاء کر دی جائے گی۔

حنفیہ کے نزدیک نماز کی حالت میں ضرورت کے مطابق ہتھیار وغیرہ رکھنا مستحب ہے اور اس موقع پر لاجنہ ایسا ہی ہوگا جیسے لا جناح علیکم ان تطلقتم النساء میں ہے بمعنی لامؤنۃ اور ظاہر ہے کہ ہتھیار اٹھانے میں اتنی مشقت اور تکلیف نہیں جتنا خطرہ ہتھیار ساتھ نہ رکھنے میں ہے۔

نماز کیلئے تو شرائط اور قیود ہیں مگر ذکر اللہ ہر حال اور ہر وقت مطلوب ہے:..... فاذا قضیت الصلوٰۃ کا حاصل یہ ہے کہ نماز کی ہیئت میں اگرچہ تبدیلی کی اجازت خاص اس موقع پر دی گئی ہے اور قتل و قتال کے وقت بالکل ہی نماز کی بندش کر دی گئی ہے لیکن ذکر اللہ کسی حالت میں بھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ عین قتال کے وقت بھی دل سے اور احکام کی ادائیگی کے ذریعہ ذکر اللہ ہوتا رہتا ہے۔ غرض کہ نماز تو ایک وقت میں ختم بھی کر دی جاتی ہے مگر ذکر کسی وقت اور کسی حال میں بھی ختم نہیں ہوتا۔ نماز میں گو ایک حد تک تخفیف ہوگئی مگر ذکر بحال رہا البتہ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً سے شبہ ہو سکتا ہے کہ اس علت کا تقاضا تو یہ ہے کہ عین قتال کے وقت بھی نماز مؤخر نہیں ہونی چاہئے تھی بلکہ اس وقت کے مناسب کوئی اور آسان طریقہ اختیار کر لیا جاتا لیکن ظاہر ہے کہ تمام احکام میں امکان عادی کا اعتبار کیا جاتا ہے لیکن جب وہ بھی نہ ہو سکے تو پھر باقی نہیں رکھا جاتا۔ پس عین قتال کی وقت نماز کی بھی یہی حالت ہے کہ اس کی مجموعی ہیئت کسی حد تک بھی باقی نہیں رہتی جو شرعاً مقصود معتبر ہے پس جب اتنا بھی نہ ہو سکے اور اس سے بھی کم درجہ رہ جائے تو وہ نماز ہی نہیں اس لئے مؤخر کر دی گئی ہے۔

نکات آیت:..... اس آیت میں کئی معنی کا احتمال ہے۔ تنبیہ ابواللیث میں ہے کہ اس میں بیماروں کی نماز کا بیان ہے کہ اگر قیام پر قدرت نہ رہے تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر قدرت نہ رہے تو لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور فاذا اطمأنتم کے معنی صحت کے ہوں گے یعنی اس وقت مکمل ارکان کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے گویا اس جملہ کی تخصیص صرف او کنتم مرضی کے ساتھ کرنی پڑے گی۔ لیکن مریض کی نماز کے بیان میں صاحب ہدایہ نے اس آیت کی بجائے صل قائماً فان لم تستطع فقاعد فان لم تستطع فعلى الجنب تومی ایما سے استدلال کیا ہے کیونکہ آیت مجمل اور محتمل المعانی ہے برخلاف حدیث کے کہ وہ محکم اور مفصل ہے آیت اور حدیث میں استلقاء کی بجائے لفظ جب ان معنی کی طرف مشیر ہے دوسرے معنی وہی ہیں جو پہلے مذکور ہوئے کہ جب یہ ہنگامی یا سفری حالت نہ رہی تو پھر ان عارضی رخصتوں کی بجائے اصلی ہیئت اور مکمل نمازیں ہونی چاہئیں۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ نماز خواہ کسی صورت میں ہو، خوف یا سفر کی حالت ہو یا ان دونوں سے خالی ہو امن و قیام کی حالت بہر حال نماز ایک موقت حکم ہے لیکن ذکر اللہ ہی ایک ایسا وظیفہ ہے جس سے مسلمان کو کسی وقت بھی غفلت یا سستی نہیں کرنی چاہئے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ایک حد مقرر کر دی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد بندی نہیں ہے کھڑے، بیٹھے، لیٹے،

دن اور رات سفر و حضر، بحر و بر، غناء و فقر، علانیہ و سر، غرض ہر حالت میں مطلوب ہے اور چوتھے معنی یہ ہیں کہ خوف قتال اور میں قتال دونوں حالتوں میں ممکنہ صورتوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہو لیکن لڑائی ختم ہونے اور امن چین کے بعد ان نمازوں کی قضاء کرو۔ امام شافعی کے مذہب پر یہ معنی ظاہر ہیں کیونکہ ان کے نزدیک جنگ کرتے ہوئے پیدل اور سوار چلتے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم ہے برخلاف احناف کے وہ مشی اور رکوب کو منافی نماز مانتے ہوئے تاخیر کا حکم دیتے ہیں۔

اطْلَافِ آیت: واذا ضربتم سفرًا و خوف کے وقت جب نمازوں میں تخفیف ہوئی تو عذر کے وقت اور ادو وظائف میں بدرجہ اولیٰ تخفیف ہونی چاہئے اسی طرح آیت اذا اطمأننتم سے معلوم ہوتا ہے کہ زوال عذر کے بعد پھر اور ادا کا اکمال بھی ہونا چاہئے۔

وَسَرَقِ طُعْمَةَ بَنِي إِسْرَاقٍ دَرَعًا وَحَبَاہَا عِنْدَ يَهُودِيٍّ فَوَجِدَتْ عِنْدَهُ فَرَمَاهُ طُعْمَةً بِهَا وَحَلَفَ أَنَّهُ مَاسَرَقَهَا فَسَأَلَ قَوْمَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَادِلَ عَنْهُ وَيُبرِّئَهُ فَنَزَلَ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقًا بِأَنْزَلْنَا لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ عَلَّمَكَ اللَّهُ فِيهِ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ كَطُعْمَةَ خَصِيمًا ﴿۱۰۵﴾ مُخَاصِمًا عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ مِمَّا هَمَمْتَ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ يُخُونُونَهَا بِالْمَعَاصِي لِأَنَّ وَبِأَلْ حِيَانَتِهِمْ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا كَثِيرًا الْخِيَانَةَ آثِمًا ﴿۱۰۷﴾ أَيُّ يُعَاقِبُهُ يَسْتَحْفُونَ أَيُّ طُعْمَةً وَقَوْمَهُ حِيَاءٌ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَحْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ يَعْلَمُهُ إِذْ يُبَيِّتُونَ يُضْمِرُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ ط مِنْ عَزْمِهِمْ عَلَى الْحَلْفِ عَلَى نَفْسِ السَّرْقَةِ وَرَمَى الْيَهُودِيَّ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿۱۰۸﴾ عِلْمًا

هَاتَتْمْ يَا هَوْلًا حِطَابٌ لِقَوْمِ طُعْمَةَ جَادَلْتُمْ خَاصِمْتُمْ عَنْهُمْ أَيُّ عَنْ طُعْمَةَ وَذَوِيهِ وَقَرِيٌّ عَنْهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا عَذَّبَهُمْ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكَيْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَتَوَلَّى أَمْرَهُمْ وَيَدُبُّ عَنْهُمْ أَيُّ لَا أَحَدٌ يَفْعَلُ ذَلِكَ وَمَنْ يَعْمَلُ سُوءًا ذَنْبًا يَسُوءُ بِهِ غَيْرَهُ كَرَمَى طُعْمَةَ الْيَهُودِيَّ أَوْ يَظْلِمُ نَفْسَهُ بِعَمَلِ ذَنْبٍ قَاصِرٍ عَلَيْهِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهُ مِنْهُ أَيُّ يَتَّبِعُ يَجِدُ اللَّهَ غَفُورًا لَهُ رَحِيمًا ﴿۱۱۰﴾ بِهِ وَمَنْ يَكْسِبُ إِثْمًا ذَنْبًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ ط لِأَنَّ وَبِأَلْ عَلَيْهَا وَلَا يَضُرُّ غَيْرَهُ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۱۱﴾ فِي صُنْعِهِ وَمَنْ يَكْسِبُ خَطِيئَةً ذَنْبًا صَغِيرًا أَوْ إِثْمًا ذَنْبًا كَبِيرًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا مِنْهُ فَقَدْ

احْتَمَلَ تَحْمَلُ بُهْتَانًا بِرَمِيهِ وَإِثْمًا مُبِينًا ﴿۱۱۲﴾ بَيْنًا بِكْسِبِهِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ وَرَحْمَتُهُ بِالْعِصْمَةِ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مِنْ قَوْمِ طُعْمَةَ أَنْ يُضْلُوكَ ط عَنِ الْقَضَاءِ بِالْحَقِّ بِتَلْبِيسِهِمْ عَلَيْكَ وَمَا يُضْلُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٍ ط لِأَنَّ وَبِأَلْ إِضْلَالِهِمْ عَلَيْهِمْ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ وَالْحِكْمَةَ مَا فِيهِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط مِنَ الْأَحْكَامِ

وَالْغَيْبِ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ بِذَلِكَ وَغَيْرِهِ عَظِيمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ أَيِ النَّاسِ
 أَيِ مَا يَتَنَاجَوْنَ فِيهِ وَيَتَحَدَّثُونَ إِلَّا نَجْوَىٰ مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ
 وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ الْمَذْكُورَ ابْتِغَاءً طَلَبَ مَرْضَاتِ اللَّهِ لَا غَيْرَ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ بِالنُّونِ
 وَالْيَاءِ أَيِ اللَّهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُشَاقِقِ يُخَالِفِ الرَّسُولَ فِيمَا جَاءَ بِهِ مِنَ الْحَقِّ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
 لَهُ الْهُدَىٰ ظَهَرَ لَهُ الْحَقُّ بِالْمُعْجِزَاتِ وَيَتَّبِعْ طَرِيقًا غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ أَيِ طَرِيقِهِمُ الَّذِي هُمْ عَلَيْهِ مِنَ
 الدِّينِ بَأَنَّ يَكْفُرَ نُؤْلَهُ مَا تَوَلَّىٰ نَجْعَلُهُ وَالْيَاءُ لِمَا تَوَلَّاهُ مِنَ الضَّلَالِ بَأَنَّ نُحَلِّي بَيْتَهُ وَبَيْنَهُ فِي الدُّنْيَا وَنُصَلِّهِ
 لِدَحْلِهِ فِي الْآخِرَةِ جَهَنَّمَ ط لِيَحْتَرِقَ فِيهَا وَسَاءَ ثَمِيرًا ﴿۱۱۵﴾ مَرَجَعًا هِيَ -

۱۱۵
۱۱۴

ترجمہ:..... طعمہ امیرق نے ایک ذرہ چرا کر ایک یہودی کے پاس چھپا دی، چنانچہ تفتیش کے نتیجے میں جب اس کے یہاں
 برآمد ہوئی تو اس نے طعمہ کا نام لیا لیکن طعمہ نے حلفیہ چوری سے انکار کر دیا اور پھر اس کی برادری نے بھی آنحضرت ﷺ سے
 درخواست کی کہ آپ ﷺ اس کی حمایت کیجئے اور اس کو بری کیجئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بلاشبہ ہم نے آپ ﷺ پر کتاب
 (قرآن) سچائی کے ساتھ (انزلنا کے متعلق ہے) نازل کر دی ہے تاکہ جیسا کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتلایا (سکھلا دیا) ہے اس
 کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور (طعمہ کی طرح) خیانت کرنے والوں کی طرف داری میں (ان کی حمایت کرتے ہوئے)
 کوئی بات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگئے جو کچھ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں خیال قائم کر لیا تھا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے
 والے رحمت رکھنے والے ہیں اور آپ ﷺ طرف داری نہ کیجئے ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے اندر خیانت رکھتے ہیں (گناہوں کی وجہ
 سے خیانت کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ ان کی خیانت کا وبال خود ان ہی کے سر پڑے گا) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو خیانت
 میں ڈوبے ہوئے (بہت زیادہ خیانت کے مرتکب) ہوں اور بڑے گنہگار ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیں گے) یہ لوگ (طعمہ اور اس
 کے خاندان والے شرمناک) انسانوں سے تو چھپاتے پھرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے حالانکہ وہ ان کے ساتھ موجود رہتا ہے
 (جانتا ہے) جب کہ وہ راتوں کو مجلس بٹھا کر ایسی ایسی باتوں کا (چھپا کر) مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں (یعنی چوری کے انکار
 پر قسم کھانے کی نیت اور یہودی پر الزام لگا دینا) وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ (کے احاطہ علم) سے باہر نہیں ہے ہاں تم لوگ (طعمہ کی قوم
 کو خطاب ہے) ایسے ہو کہ تم نے طرف داری (حمایت) کی ان لوگوں کی طرف سے (یعنی طعمہ اور اس کے حمایتیوں کی جامع سے اور ایک
 قرأت میں لفظ عند ہے) دنیاوی زندگی میں لیکن قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کون جھگڑے گا (جب وہ ان کو
 سزا دیں گے یا کون ہے جو ان کا وکیل بنے) ان کی ذمہ داری لے اور ان کی طرف سے مدافعت کرے یعنی کوئی بھی ایسا نہیں کر سکے گا
 اور جو شخص کوئی برائی کر بیٹھتا ہے (جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے جیسے طعمہ کا یہودی پر الزام لگانا) یا اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیتا ہے
 (گناہ کرنے کے بعد اس پر اصرار کر کے) اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہے (توبہ کر لیتا ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور
 رحمت والا پائے گا اور جو کوئی برائی (گناہ) کماتا ہے تو اپنی جان ہی کے ضرر کے لئے کماتا ہے (کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا کسی
 دوسرے کو نقصان نہیں ہوگا) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے (اپنے کاموں میں) حکمت والے ہیں اور جس کسی سے کوئی خطا (معمولی
 گناہ) سرزد ہو جائے یا کسی بڑے گناہ (بڑی نافرمانی) کا مرتکب ہو پھر اسے اسے کسی بے گناہ کے سر تھوپ دے تو اس نے لا دلیا

(اٹھالیا) بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (تہمت لگا کر اور ارتکاب کر کے) اور اگر آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا (اے محمد) اور اس کی رحمت نہ ہوتی (عصمت کی دولت سے سرفراز کر کے) تو ان لوگوں میں سے (طعمتہ اور اس کے اہل خاندان میں سے) ایک جماعت نے تو پورا ارادہ کر لیا تھا کہ آپ ﷺ کو غلط راستہ پر ڈال دیں (حق فیصلہ کو آپ پر مشتتبہ کر کے) اور یہ لوگ آپ ﷺ کو غلط راستے پر نہیں ڈال رہے ہیں مگر خود اپنی جانوں کو یہ آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے (من زائدہ ہے ان کے گمراہ کرنے کا وبال خود ان ہی پر ہوگا) اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب (قرآن) اور حکمت (احکام قرآنی) نازل کر دیئے ہیں اور جو باتیں (احکام و غیب کی) آپ کو معلوم نہیں تھیں وہ آپ کو سکھلا دیں اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا (اس معاملہ میں اور دوسرے معاملات میں) بڑا ہی فضل ہے (ان لوگوں کے پوشیدہ مشوروں میں سے) اکثر مشورے (لوگوں کی) بھلائی کے لئے نہیں ہوتے ہاں جو کسی خیر خیرات کے لئے یا کسی نیک کام (اچھے عمل) کے لئے یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کی خفیہ ترغیب دیتے ہیں اور جو کوئی اس طرح کے کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل (طلب) کرنے کے لئے کرتا ہے (دنیاوی منافع میں سے اور کوئی اس کا مقصد نہیں ہوتا) تو ہم اسے بڑا اجر عطا کریں گے (نؤتیہ نون اور یا کے ساتھ دونوں طرح ہے معطی اللہ تعالیٰ ہیں) اور جو کوئی رسول اللہ کی مخالفت کرے گا (ان کے لائے ہوئے پیغام حق میں) اس ہدایت کی راہ پر واضح ہو جانے کے بعد (جب کہ معجزات کے ذریعہ اس پر حق کھل چکا ہے) اور مؤمنوں کی راہ (دینی طریقہ جس پر وہ چل رہے ہیں) چھوڑ کر دوسرا راستہ چلنے لگے (کفر اختیار کر کے) تو ہم اس کو اسی طرف لے چلیں گے جس طرف جانا اس نے پسند کر لیا ہے (جس گمراہی کو اس نے اختیار کر لیا ہے ہم اس کو اس کا دالی بنا دیں گے دنیا میں اس کے لئے آسانیاں اور اسباب فراہم کر کے) اور (آخرت میں) اس کو جہنم رسید کر دیں گے (تا کہ اس میں جل بھن جائے) اور کیا ہی بری جگہ (ٹھکانا) ہے وہ جہنم۔

تحقیق و ترکیب: طعمہ ضم طاء اور فتح اور کسر طاء کے ساتھ تینوں طرح لغت ہے ابسرق ہمزہ مضموم اور با مفتوح ہے۔ ان یجادل عنہ کیونکہ چوری کا مال یہودی کے پاس سے برآمد ہوا ہے اس لئے ظاہر حال یہی ہے کہ اس نے چوری کی ہوگی۔ بسا اراکت ابن عباس کی رائے کے مطابق مراد علم قطعی وحی ہے جس طرح روایت اور مشاہدہ سے یقین ہوتا ہے یہی حال علم وحی کا بھی ہے لیکن دوسرے حضرات وحی اور اجتہاد دونوں مراد لیتے ہیں۔ شیخ ابو منصور نے جو اجتہاد پر اس سے استدلال کیا ہے۔ واستغفر اللہ۔ حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے۔

لا یحب کی تفسیر جلال محقق امی بعاقبہ کے ساتھ کر رہے ہیں گویا لازمی مجازی معنی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ خو انما بالغہ کا صیغہ ہے اشارہ ہے متعدد خیانتوں کی طرف، چوری کرنا، یہودی پر غلط اتہام رکھنا، جھوٹی قسم کھالینا، جھوٹی شہادت۔ یضمرون تبت کے اصل معنی رات میں تدبیر کرنے کے ہیں۔ مراد پوشیدہ مشورے کرنا۔ ہانتم مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ ہانتم مبتداء ہؤلأ خبر ہے اور اول کی ہاتنیہ کے لئے ہے۔ ام من تفتازانی کی رائے یہ ہے کہ لفظ ام کے بعد جہاں اسم استفہام ہو وہاں ام بتن بل ہوتا ہے۔ ام متصل یا ام منقطعہ نہیں ہوتا لیکن صاحب معنی کی تحقیق یہ ہے کہ ام منقطعہ کے معنی اضراب کے ہوتے ہیں پھر کبھی صرف اضراب کے لئے ہوتا ہے اور کبھی استفہام انکاری یا طلب کو بھی متضمن ہوتا ہے لہذا یعنی دونوں جگہ استفہام انکاری کے معنی ہیں۔ یستغفر اللہ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو حتیٰ کہ کفر ہو یا دانستہ قتل وغیرہ سب صحیح توبہ کے بعد معاف ہو سکتے ہیں اثما و ثم کے معنی کسر اور توڑنے کے آتے ہیں۔ گناہ بھی چونکہ حابط اعمال ہوتا ہے اس لئے اثم کہلایا۔

لولا فضل اللہ اس میں نفس ہم کی نفی کرنی مقصود نہیں کہ وہ تو واقع ہو چکی تھی بلکہ آپ ﷺ کے اضلال کے اس پر مرتب ہونے کی نفی کرنی ہے۔ من شی من زائد ہے اور مصدر کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔

من نجسہم مفسر علام نے الناس سے اشارہ کر دیا کہ آیت کا نزول اگرچہ طعمہ وغیرہ کے ساتھ خاص ہے لیکن عموم مراد ہے الانجری یعنی استثناء متصل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نجوی مصدر ہے صرف مضاف ہو رہا ہے اور بعض نے استثناء منقطع کہا ہے کیونکہ من اشخاص کے لئے آتا ہے تاجی کی جنس سے نہیں ہے اس لئے لکن کے معنی میں ہے۔

او معروف اللہ کی طاعت مراد ہے جس میں تمام نیک کام داخل ہو جائیں گے۔ یہ عطف عام علی الخاص ہے اور او اصلاح بین الناس کا او معروف پر عطف خاص علی العام ہو رہا ہے مقصود اہتمام ہے اور ان تین باتوں کی تخصیص اس لئے ہے کہ عمدہ کا ایصال نفع ہو گیا یا دفع شر۔ پھر ایصال نفع جسمانی ہوگا جیسے صدقات، یا روحانی جیسے امر بالمعروف اور دفع شر کی مثال جیسے اصلاح بین الناس۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے امش میلاً عدم ریضاً امش میلین اصلح بین اثنین بہر حال کثرت کلام سے مفاسد بھی زیادہ ہوتے ہیں من کثر لغطہ کثر سقطہ

ارشاد نبوی ﷺ ہے هل یکب الناس فی النار علی وجوہہم الا حصائد السننہم. ومن یشاقق یہاں فک ادغام کے ساتھ ہے اور سورہ حشر میں یہی لفظ ادغام کے ساتھ ہے کیونکہ الف لام لفظ اللہ کے ساتھ لازم الاستعمال ہے لفظ رسول کے ساتھ لازم نہیں ہے اور چونکہ لزوم میں ثقل ہوتا ہے جو مقتضی تخفیف ہے اس لئے لفظ اللہ کے ساتھ ادغام کیا گیا ہے۔

غیر سبیل المؤمنین یہ دلیل ہے اجماع کے حجت ہونے پر کتاب و سنت کی طرح سبیل المؤمنین کا خلاف بھی جائز نہیں ہے کیونکہ غیر سبیل المؤمنین کے اتباع اور شقاق رسول دونوں کی سزا میں شدید وعید بیان کی جا رہی ہے پس موالاة رسول کی طرح جمہور کا اتباع واجب ہے۔ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ اس آیت سے اجماع کی مخالفت کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وعید شدید سے مخالفت رسول اور مخالفت طریق مؤمنین میں سے یا ہر ایک کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور یا کسی ایک کی اور یا دونوں کے مجموعہ کی چونکہ اخیر کے دو احتمال باطل ہیں اس لئے پہلی صورت متعین ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ایک صورت اور بھی نکل سکتی ہے کہ شقاق رسول بعینہ غیر طریق مؤمنین کا اتباع ہو۔

رابطہ: آیات گذشتہ میں کفار مجاہرین اور غیر مجاہرین یعنی منافقین کا ذکر تھا۔ آئندہ بھی منافقین ہی کے ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے جس میں ان کا نفاق کھل گیا تھا۔

شان نزول: جلال محقق نے شان نزول کے سلسلہ میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے ترمذی اور حاکم کے بیان کے مطابق اس کا حاصل یہ ہے کہ بنو بقر کے ایک شخص بشیر نامی منافق نے حضرت رفاعہ کی بخاری سے آنا اور ہتھیار چرالے لئے تلاش کے سلسلہ میں لوگوں کو بشیر پر شبہ ہوا تو بنو بقر نے بشیر کی حمایت اور برأت کی اور چوری میں حضرت لبید کا نام لے دیا۔ حضرت رفاعہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں صورت حال پیش کر دی آپ ﷺ نے تحقیق کا وعدہ فرمایا۔ بنو بقر کو خبر ہوئی تو اپنے ایک سردار اسیر کے پاس مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور پھر سب مل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور رفاعہ و قتادہ کی شکایت کی کہ بلا تحقیق ایک دین دار گھرانہ پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں اور اس سے مقصود آپ ﷺ کی طرف داری اور ہمدردی حاصل کرنا تھا سو اس میں تو خیر کامیابی نہیں ہوئی لیکن جب قتادہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں الزام لگاتے ہو؟ غرض کہ انہوں نے اپنے چچا رفاعہ سے جا کر جب یہ باتیں نقل کیں تو وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے جس پر یہ دور کوع کی آیات اجرا عظیمہ تک نازل ہوئیں۔ لیکن جب چوری ثابت ہو گئی اور مال مسروقہ برآمد ہوا اور وہ مالک کو دلایا گیا تو بشیر ناراض ہو کر مرتد ہو گیا اور مشرکین مکہ سے جا ملا اس پر آیت ومن یشاقق النخ نازل ہوئی۔ مکہ میں جا کر بھی حسب عادت کسی کے نقب لگایا کہ

اتفاق سے اس پر دیوار گری اور مر گیا۔

﴿تشریح﴾: آنحضرت ﷺ کو مقدمات میں سب پہلوؤں کی رعایت اور احتیاط رکھنے کی تعلیم:.....

ولا تکن ولا تجادل وغیرہ آیات کا حاصل یہ ہے کہ فضل الہی چونکہ آپ ﷺ کے شامل حال ہے اس لئے آپ ﷺ نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا پس اس طرح ہر غلطی کی نفی ہو گئی اور کسی کام کے منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ زمانہ ماضی میں یہ کام کیا گیا ہے بلکہ نہیں کا اصل فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے حقیقت حال سے آگاہ کر کے بندش کر دی جاتی ہے پس حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح اب تک ایسی باتوں سے آپ بچے رہے آئندہ بھی پرہیز رکھئے۔ اس لئے یہ انتظام آپ کی عصمت کے منافی نہیں ہے اور علی قدر مراتب چونکہ اس خیانت میں دوسروں کی اعانت بھی شامل رہی اس لئے سب خائن ہوئے اور اسی لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا اور بغیر صحیح دلیل اور معتبر سند کے کسی کو دیندار سمجھنا اگرچہ گناہ نہیں ہے بلکہ فی نفسہ حسن ظن کے محمود ہونے کی وجہ سے عجب نہیں کہ کسی درجہ میں مستحسن ہی ہو لیکن چونکہ بنو بکر کو آپ ﷺ کے دیندار سمجھنے اور اتنا فرمادینے سے ممکن تھا کہ حقدار اپنے حق کو چھوڑ بیٹھیں چنانچہ رفاغہ خاموش ہو کر بیٹھ ہی رہے تھے گویا بالواسطہ ہی سہی مگر یہ بات آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

اور معروف میں تمام نافع اور مشروع کام داخل ہو گئے۔ خواہ ان میں دنیوی نفع ہو یا دینی اور صدقہ اگرچہ اس میں داخل تھا لیکن نفس پر شاق ہونے کی وجہ سے اس کا علیحدہ اہتمام فرمایا اور چونکہ بشیر نے دوسروں کے مال کی چوری کی اس لئے اس کے مقابلہ میں دوسرے کو مال دینے کی ترغیب اور بھی مناسب مقام ہوئی۔ اسی طرح اصلاح بین الناس بھی اگرچہ معروف میں داخل ہے لیکن نا اتفاقی بڑے بڑے مفاسد کی جڑ ہے اور اصلاح میں اس کا انسداد ہے اس لئے اس کی بھی تصریح فرمادی۔

اتباع سنت اور مسلمانوں کے سوا اعظم کی پیروی:..... نیز من یشاقق الرسول کے ساتھ اتباع غیر سبیل المؤمنین کا اضافہ دلیل انی کے طور پر ہے کیونکہ رسول اللہ کے طریقہ کا مشاہدہ تو ہر وقت مشکل ہے آپ ﷺ کے زمانہ میں اکثر حضرات کے آپ سے غائب ہونے کی وجہ سے اور بعد میں آپ ﷺ کی وفات شریف کی وجہ سے۔ رہا اس طریقہ کا روایتی یا درایتی مشاہدہ منصوص اور غیر منصوص میں۔ سو وہ راویوں اور ائمہ مجتہدین کے واسطہ سے ہو سکتا ہے پس آپ ﷺ کے طریقہ کی موافقت یا مخالفت کا معروف معیار مؤمنین کا اتباع یا عدم اتباع ہی ہوگا۔ اس لئے اس آیت سے اجماع کا وجوب اور جمعیت معلوم ہوئی اور اس کی مخالفت کا حرام ہونا معلوم ہوا گویا کتاب و سنت کی طرح اس کے منکر کو بھی کافر کہا جائے گا اور اجماع کو خبر مشہور اور خبر واحد پر مقدم سمجھا جائے گا بشرطیکہ ہر دور میں اس کے نقل پر اجماع ہو رہا ہو کیونکہ اس کی نقل میں اگر افراد ہوگا تو پھر خبر واحد ہی کے درجہ میں رہے گا اور اجماع میں عزیمت کا درجہ یہ ہے کہ ہر ایک مجتہد سے قولاً یا عملاً اتفاق کی تصریح ہو اور رخصت کا درجہ یہ ہے کہ بعض کی طرف سے تصریح اور بعض کی طرف سے سکوت ہو اور ایسے مجتہدین کا اجماع معتبر ہوتا ہے جو اہل ہوئی اور فاسق نہ ہوں اور بعض کے نزدیک صرف صحابہ کا اور بعض کے نزدیک صرف اہل مدینہ کا اجماع معتبر ہوتا ہے۔

لطف آیت:..... آیت واستغفر اللہ صوفیاء کے اس قول کی اصل ہے حسنات الابرار سیئات المقربین نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ کمال خواہ کیسا ہی حاصل ہو جائے لیکن تکالیف شرعیہ کسی وقت اور کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہو سکتیں۔ آیت لولا فضل اللہ سے معلوم ہوا کہ کسی کو اپنے علم و عمل پر اعتماد اور تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔

آیت لاخیر فی کثیر الخ جاہل مشائخ کے اس خیال کی تغلیط اور تردید کر رہی ہے کہ طریقت، حقیقت، معرفت میں کوئی مخفی

تعلیم شریعت کے خلاف ہوئی ہے یا شریعت اور ہے، طریقت اور یا طریقت وغیرہ کی تعلیم سینہ بسینہ جاری رہتی ہے۔

آیت ومن یفعل ذلک الخ کا منطوق اس پر دلالت ظاہر کر رہا ہے کہ جو مخلص سالک محض رضائے الہی کی نیت کرے اور ثواب کی نیت نہ کرے تو اس کو ثواب بھی مل جاتا ہے لیکن اس آیت کا مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمام ثمرات اعمال رضائے الہی کے تابع ہوتے ہیں جب رضاء حاصل کرنے کا قصد ہو تو دوسرے ثمرات بلا قصد عطا ہو جاتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ

ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿۱۱۶﴾ عَنِ الْحَقِّ إِنْ مَا يَدْعُونَ يَعْبُدُ الْمُشْرِكُونَ مِنْ دُونِهِ أَى اللّٰه ائى غَيْرِه اِلَّا اِنشَاء

أَصْنَامًا مُؤَنَّثَةً كَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ ۖ وَإِنْ مَا يَدْعُونَ يَعْبُدُونَ بَعِيدَاتِهَا اِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿۱۱۷﴾ خَارِجًا

عَنِ الطَّاعَةِ لَطَاعَتِهِمْ لَه فَيَهَا وَهُوَ اِبْلِيسُ لَعْنَه اللّٰه اَبَعْدَه عَنْ رَحْمَتِه وَقَالَ ائى الشَّيْطٰنُ لَا تَخِذَنَّ لَاجَعَلَنَّ

لِي مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا حَظًّا مَفْرُوضًا ﴿۱۱۸﴾ مَقْطُوعًا اَدْعُوهُمْ اِلَى طَاعَتِي وَاَلْضَلْنَهُمْ عَنِ الْحَقِّ

بِالْوَسْوَسَةِ وَاَلْمَنِيْنَهُمْ اَلْقَى فِى قُلُوْبِهِمْ طُوْلَ الْحَيٰوةِ وَاَنْ لَا بَعَثَ وَاَلْحِسَابَ وَاَلْمُرْنَهُمْ فَلْيَبْتَكَنَّ

يُقَطِّعَنَّ اِذَا نَ الْاَنْعَامِ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِالْبَحَائِرِ وَاَلْمُرْنَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللّٰه ط دِيْنَه بِالْكَفْرِ وَاَلْحِلَالِ

مَا حَرَّمَ وَتَحْرِيْمِ مَا اَحَلَّ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَاِلْيَا يَتَّوَلَاهُ وَيُطِيعُهْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰه ائى غَيْرِه فَقَدْ خَسِرَ

خُسْرًا اَنَا مُبَيِّنًا ﴿۱۱۹﴾ بَيْنَا لِمَصِيْرِه اِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِ يَعْذُهُمْ طُوْلَ الْعُمْرِ وَيُمْنِيْنَهُمْ نَيْلَ الْاَمْاَلِ فِى الدُّنْيَا

وَاَنْ لَا بَعَثَ وَاَلْجَزَاءَ وَمَا يَعْذُهُمُ الشَّيْطٰنُ بِذٰلِكَ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ باطِلًا اَوْلٰئِكَ مَا وُنَهُمْ جَهَنَّمَ

وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ مَعْدِلًا وَاَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّتِ تَجْرِيْ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا وَعَدَّ اللّٰه حَقًّا ائى وَعَدَّهُمُ اللّٰه ذٰلِكَ وَحَقُّه حَقًّا وَمَنْ ائى لَا اَحَدٌ

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰه قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ قَوْلًا وَنَزَلَ لَمَّا اَفْتَحَرَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَيْسَ الْاَمْرُ مَنُوْطًا بِاٰمَانِيْكُمْ

وَلَا اٰمَانِيْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ط بَلْ بِالْعَمَلِ الصّٰلِحِ مَنْ يَّعْمَلُ سُوْءًا يُجْزِئُهْ اِمَّا فِى الْاٰخِرَةِ اَوْ فِى الدُّنْيَا بِالْبَلَاءِ

وَالْمِحْنِ كَمَا وَرَدَ فِى الْحَدِيْثِ وَلَا يَجِدُ لَه مِنْ دُوْنِ اللّٰه ائى غَيْرِه وَاِلْيَا يَحْفَظُهْ وَلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ يَمْنَعُهْ

مِنْهُ وَمَنْ يَّعْمَلُ شَيْئًا مِّنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاَوْلٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ بِالْبِنَاءِ

لِلْمَفْعُوْلِ وَاَلْفَاعِلِ الْجَنَّةِ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ قَدَّرَ نَقْرَةَ النَّوَاةِ وَمَنْ ائى لَا اَحَدٌ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ

اَسْلَمَ وَجَهَّهْ ائى اِنْقَادًا وَاَخْلَصَ عَمَلُهْ لِلهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ مُّوَحَّدٌ وَاَتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ الْمُوٰفِقَةَ لِمِلَّةِ

الْاِسْلَامِ حَنِيفًا حَالٌ ائى مَاثِلًا عَنِ الْاَدْيَانِ كُلِّهَا اِلَى الدِّيْنِ الْقِيْمِ وَاَتَّخَذَ اللّٰه اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ صَفِيًّا

خَالِصَ الْمُحِبَّةِ لَهُ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَلَكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَٰلِمٌ مُّحِيطًا ﴿۱۲۶﴾ عِلْمًا وَقُدْرَةً أَى لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ

۱۸
۱۵

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یہ بات بخشے والے نہیں کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں وہ جسے چاہیں بخش دیں اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ بھٹک کر سیدھے (صحیح) راستے سے بھٹک کر بہت دور جا پڑا یہ نہیں پکارتے (شرکین پوجا پاٹ نہیں کرتے) اس کے (اللہ کے) سوا (یعنی غیر اللہ کی پرستش نہیں کرتے) مگر بیبیوں کو (جو زنانی قسم کے بت ہیں جیسے لات، منات، عزی) اور نہیں پکارتے ہیں (اپنے طریقوں کے مطابق بندگی نہیں کرتے ہیں) مگر شیطان مردود کو (جو اللہ کی فرمانبرداری سے خارج ہو چکا ہے اور یہ بندگی کرنے میں اس کی اطاعت کرتے ہیں مراد ابلیس ہے) جس پر اللہ لعنت کر چکے ہیں (اپنی رحمت سے دور پھینک چکے ہیں) اور کہنے لگا (یعنی شیطان) میں لے کر رہوں گا (اپنے لئے مخصوص کر لوں گا) تیرے بندوں میں سے ایک حصہ مقررہ (علیحدہ کہ اپنی طاعت کے لئے بلاؤں گا) اور ضرور انہیں بہکاؤں گا (وسو سے ڈال ڈال کر صحیح راستے سے) اور ضرور آرزوؤں میں انہیں الجھائے رکھوں گا (ان کے دلوں میں لمبی عمر کو اور قیامت و حساب نہ ہونے کو بٹھلاؤں گا) اور ضرور انہیں سکھلاؤں گا جس سے وہ تراشا کریں گے (چیرا کریں گے) چوپاؤں کے کان (چنانچہ بحیرہ جانوروں کے ساتھ وہ ایسی کاروائی کیا کرتے تھے) اور میں ان کو یہ بھی بتلاؤں گا کہ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیا کریں (اس کے دین کو کفر سے، حلال کو حرام سے، حرام کو حلال سے بدل دیا کریں) اور جو کوئی شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا (کہ جس کی اطاعت کا دم بھرے گا) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر (یعنی غیر اللہ کو دوست بنائے) تو یقیناً وہ تباہی میں پڑ گیا جو کھلی تباہی ہے (کیونکہ اس کا انجام ہمیشہ کا جہنم ہوگا) شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے (درازی عمر کا) اور آرزوؤں میں ڈالتا ہے (دنیا کی امیدیں دلاتا ہے اور یہ کہ قیامت اور جزاء کوئی چیز نہیں ہے) اور شیطان ان سے جو کچھ وعدے کرتا ہے (اس کے بارے میں) وہ فریب (جھوٹ) کے سوا کچھ نہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ اس سے نکلنے کی کوئی راہ (موقع) نہیں پائیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام انجام دیئے تو ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ ان ہی نہروں میں رہیں گے یہ اللہ کا وعدہ حق ہے (یعنی اللہ نے ان سے اس کا وعدہ کیا ہے اور اس نے سچا وعدہ کر دکھایا ہے) اور اللہ سے بڑھ کر بات کہنے میں سچا اور کون ہو سکتا ہے (یعنی کوئی نہیں ہو سکتا اور مسلمان اور اہل کتاب نے جب آپس میں فخر یہ گفتگو شروع کی تو یہ آیت نازل ہوئی) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر (معاملہ موقوف) ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے کام چلتا ہے (بلکہ اچھے کام پر مدار ہے) جو کوئی برائی کرے گا ضروری ہے کہ اس کا بدلہ پائے (خواہ آخرت میں یا دنیا میں بتلائے بلا و مصیبت کر کے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) پھر اللہ کے سوا نہ تو اسے کوئی دوست ملے (جو اس کی حفاظت کرے) اور نہ مددگار (کہ جو اس کو روک سکے) اور جو کوئی (کچھ) اچھے کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایمان بھی رکھتا ہو سو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے (بدخلون مجہول اور معروف دونوں طرح ہے) اور رائی برابر (چھوڑے کی گٹھلی کی جھلی برابر) بھی ان کے ساتھ بے انصافی ہونے والی نہیں ہے اور اس آدمی سے بہتر دین کس کا ہو سکتا ہے (یعنی کسی کا نہیں) جس نے اللہ کے آگے سراطاعت جھکا دیا (مطیع اور مخلص بن گیا) اور وہ نیک عمل (پرستار تو حید) بھی ہو اور اس نے ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کی ہو (جو اسلام کے طریقہ کے مطابق ہے) جس میں کچی کا نام نہیں (یہ حال ہے یعنی تمام مذاہب سے ہٹ کر سیدھے راستے کی طرف مائل تھے) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا تھا (برگزیدہ اور سچی محبت والا) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کی (ملک اور مخلوق اور

بندے) ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہیں (بلحاظ علم و قدرت کے یعنی ہمیشہ ان کمالات و صفات سے متصف رہتے ہیں)

تحقیق و ترکیب:..... بعیدا کیونکہ شرک سب سے بڑی گمراہی ہے اور حق سے بہت دور بھی ہے۔ اسی طرح شرک افتراء اور گناہ عظیم بھی ہے الا انثانا ث جمع انثی کی ہے۔ بعض بت مردانی شکل کے اور بعض زنانی شکل کے بنایا کرتے تھے اور زنانہ لباس اور زیورات بھی پہناتے رہتے تھے۔ لات کو اللہ اور منات کو منان کا اور عزڑی کو عزیز کا مؤنث سمجھتے تھے جیسے ہندوستان کے ہندو دیوی دیوتاؤں کو اسی طرح بنا کر پوجتے ہیں المرید مرد بمعنی خروج و مجرد فلیتکن بت بمعنی قطع۔

بالبحانہ بحیرۃ کی جمع ہے اونٹنی چار دفعہ کی ولادت کے بعد پانچویں مرتبہ مادہ بنے تو اس کو مشرکین بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے اور دودھ بوند سے انتفاع نہیں کرتے تھے اور بطور نشانی اس کا کان چھید دیا کرتے تھے۔ مصباح میں ہے کہ بحیرہ بمعنی اسم مفعول ہے یعنی کان چھیدا ہوا۔ خلق اللہ مراد دین ہے جیسے لا تبدیل لخلق اللہ ای لدین اللہ ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے اور بعض نے تغیر فطرۃ مراد لی ہے اور مشہور صورت شکل کی تبدیلی ہے انسان کا خصی کرنا، گوندنا سیاہ خضاب کرنا بھی اس میں داخل ہے اور حضرت انسؓ بکرے وغیرہ کے خصی کرنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے لیکن جمہور کے نزدیک جائز ہے ضرورت کی وجہ سے۔

یعدہم یعنی ان دونوں کا مفعول محذوف ہے اور ضمیریں لفظ من کی طرف راجع ہیں اور جمع لانا بلحاظ معنی ہے۔

عنها محیصا حیص کے معنی عدول اور ہرب کے ہیں یہ متعلق ہے محذوف کے اور پھر حیص سے حال واقع ہو رہا ہے۔ ای کا نانا عنها۔ یجدون کے متعلق بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ عن کے ذریعہ متعدی نہیں ہوتا اور محیصا کے متعلق بھی نہیں ہے کیونکہ حیص اگر اسم ظرف ہے تو مطلقاً عامل نہیں ہوگا اور مصدر ہے تو مصدر معمول مقدم پر عمل نہیں کر سکتا لیکن رضی نے ظرف مقدم میں مصدر کا عمل جائز مانا ہے اور متاخرین نے بھی اس کو اختیار کر لیا ہے اور حال بھی ہو سکتا ہے۔

ای وعدہم ان دونوں میں اول مصدر منصوب ہے اور یہ مفعول مطلق تاکید لفظ اور دوسرا تاکید لغیرہ ہے۔

ومن اصدق یہ شیطانی جھوٹے مواعید کے مقابلہ میں فرمایا لیا ہے۔ قلیلا قول کی طرح مصدر ہے اور ابن السکیت کہتے ہیں کہ قائل اور قیل دونوں اسم ہیں مصدر نہیں ہیں اور منصوب علی التمیز ہیں۔ افتخر المسلمون اہل کتاب کا استدلال تو یہ تھا نبینا قبل نبیکم و کتابنا قبل کتابکم ونحن اولی باللہ منکم اور مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں نحن اولی منکم نبینا خاتم النبیین و کتابنا یقضی علی الکتب المتقدمۃ (ابن جریر عن مسروق مرسل)

لیس بامانیکم اس میں با ایسی ہے جیسے زید بالباب میں ہے اور زائد نہیں ہے اور لیس کا اسم مستتر ہے ای لیس الامر اور امر سے مراد ثواب ہے ای لیس ما وعد اللہ من الثواب یحصل بامانیکم ایہا المسلمون ولا بامانی اہل کتاب مسلمانوں کی امیدیں تو یہ ہیں کہ ایمان لانے کے بعد اللہ میاں ان کے سارے چھوٹے بڑے گناہ معاف فرمادیں گے اور کسی بات پر مؤاخذہ نہیں کریں گے اور اہل کتاب کی بلند پروازیاں تو یہاں تک ہیں کہ وہ کبھی جہنم میں نہیں جائیں گے۔ الا ایسا ما معدودۃ اور حسن سے مروی ہے کہ ایمان دل کے بہلانے کا نام نہیں ہے بلکہ ایمان دل میں جڑ پکڑتا ہے اور عمل اس کی تصدیق کرتا ہے لیکن کچھ لوگ دنیا سے خالی ہاتھ محض چند تمنائیں لے کر گزر جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اللہ سے حسن نظر ہے حالانکہ وہ بالکل جھوٹے ہیں اگر انہیں حسن ظن ہوتا تو اس کے ساتھ حسن عمل ہونا چاہئے تھا۔ اور امید تو اسے کہتے ہیں جس کے ساتھ عمل بھی ہو اور بلا عمل تو محض تمنا اور آرزو کہلائی جاتی ہے جو ایک طرح کی موت ہے جس میں عمل ختم ہو جاتا ہے۔ کما ورد فی الحدیث چنانچہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ہم لوگ رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے تو اس آیت کے بعد کچھ نہیں رہا فرمایا ابشروا فانہ لا یصیب احدا منکم مصیبة فی الدنیا

الاجعلها الله له كفارة حتى الشوكة التي تقع في قدمه اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے اس آیت کے نزول کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی برائے عمل یا گناہ نہیں کیا بس اس طرح تو کوئی بھی سزا سے نہیں بچ سکے گا؟ فرمایا تم اور تمہارے ساتھیوں کو دنیا ہی میں بدلے ملتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے تمہاری ملاقات خطاؤں سے پاک صاف ہو کر ہوگی لیکن دوسروں کے سب معاملات جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ قیامت میں سب اکٹھی کسر نکل جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ پھر کون بچ سکے گا؟ فرمایا کیا تم بیمار نہیں ہوتے اور کیا تمہیں کوئی مصیبت پیش نہیں آتی؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہی تو وہ جزاء ہے۔

ومن يعمل شيئا یعنی من تبعیضہ ہے کیونکہ کوئی ایک انسان تمام طاعات نہیں کر سکتا۔ من احسن یعنی من استفہام انکاری ہے۔ واتبع یہ لازم کا عطف ملزوم پر ہے یا علت کا معلول پر اور یا حال ثانیہ ہے اور اس سے مقصود مشرکین پر رد کرنا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو ممدوح مانتے ہوئے ان کے اتباع سے محروم بلکہ خلاف کے مرتکب ہیں۔

حنيفاً یہ ابراہیمؑ سے یا تبع کے فاعل سے یا ملتہ سے حال ہو سکتا ہے۔ خلیلاؤنہ خلا ل سے ہے محبت جو دل میں پیوست ہو جائے۔ زجاج کہتے ہیں خلیل وہ ہوتا ہے کہ اس کی محبت میں خلل نہ ہو۔ خلۃ بمعنی دوستی اور ابراہیمؑ کا تکرار تخیم لئے ہے۔ اللہ یعنی ابراہیمؑ سے اللہ کی دوستی کسی احتیاج اور غرض کی وجہ سے نہیں ہے وہ تو مالک مختار قادر مطلق ہے یا ایسے قادر مطلق کے ہوتے ہوئے بے اختیار چیزوں کی بندگی کیسے مناسب ہے۔

رابطہ:..... پچھلی آیات میں مخالفین کے ساتھ جہاد سنانی کا ذکر تھا۔ ان آیات میں مخالفین سے محابہ لسانی کیا جا رہا ہے ان کے لئے بنیاد عقائد اور نظریات و افکار کا انکار اور شرکیہ باتوں کا رد ہے۔ الذین امنوا الخ سے مسلمانوں کے لئے پیغام بشارت سنایا جا رہا ہے جیسا کہ وعد اور وعید کے سلسلہ میں قرآن کریم کی عادت ہے۔

شان نزول:..... ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عرب کا ایک بوڑھا شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں گناہوں میں غرق ایک بوڑھا ہوں لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔ بلکہ اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کے سوا کبھی کسی کو کارساز نہیں سمجھا اور کبھی دلیری سے گناہ نہیں کئے اور میں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے یہ خیال نہیں کیا کہ میں اللہ سے بچ کر کہیں بھاگ سکتا ہوں بلکہ ہمیشہ نادم و تائب رہا ہوں فرمائیے میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیات ان اللہ الخ نازل ہوئیں اور آیت لیس سامانیکم کے شان نزول کی طرف جلال محقق نے خود اشارہ کر دیا ہے یا وہ دور روایتیں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی ہیں جن کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... چونکہ توحید عقلاً واجب ہے اور شرک و کفر فی الحقیقت بغاوت اور صانع عالم کی اہانت ہے۔ اس لئے دونوں ناقابل معافی جرم سمجھے گئے ہیں شرک و کفر میں عام خاص کی نسبت ہے اور دوسرے تمام گناہ شرک و کفر سے کم درجہ سمجھے گئے ہیں۔ اس لئے قابل معافی ہیں مشرک و کافر تو حکومت الہیہ اور اس کے اقتدار اعلیٰ ہی کو چیلنج کرتا ہے اس لئے لائق گردن زدنی اور ہمیشہ کی سزا کا مستحق ہے۔ برخلاف عام گنہگار کے کہ وہ حکومت الہیہ کا وفادار ہوتے ہوئے قصور وار ہے اس لئے مستحق ترمیم ہو سکتا ہے۔

مشرکین عرب کے دیوی دیوتا:..... روح المعانی میں حسنؓ سے منقول ہے کہ عرب میں ہر قبیلے کے زنانے بت تھے ان کو انسی بنی فلان کہا جاتا تھا اور آیت میں مردانہ بتوں کی نفی کرنا نہیں ہے بلکہ تخصیص ذکر میں مزید تلمیح کرنی ہے کہ پوجا کرنے بھی

چلے تو اس میں یہ بے عقلی کی کہ معبود زانی چیزوں کو بنایا۔ جن میں خود ہی عقلی مادہ کم ہوتا ہے پس حصر مجموعہ کے لحاظ سے ہوگا جس کا ایک جزو دیویوں کی پوجا کرنا اور دوسرا جزو شیطان کی پوجا ہے جس سے مراد اس کا کہنا ماننا ہے چنانچہ محاورات میں شیطان کے کہنے سے غیر اللہ کی عبادت کرنے کو شیطان ہی کی عبادت سمجھا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر کلام اس طرح ہوگی ان یدعون الا اناسا ولا شیطانا اب غیر اللہ کی پرستش کی کوئی صورت اس حصر سے خارج نہیں ہوگی آگے شیطان کی تین برائیاں مذکور ہیں متمرد، ملعون، دشمن پھر اس کے چند اقوال اس کی دشمنی ثابت کرنے کے لئے نقل کر دیئے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سب باتیں کفر و شرک ہی ہوں بلکہ بعض باتیں ان میں فسق کی بھی ہیں۔

صورت شکل بدلنے یا داڑھی منڈوانے کا قانون:..... اور آیت میں ہر تغیر کی مذمت مقصود نہیں بلکہ جو تغیر باعث فساد ہو وہ مذموم ہے جیسے داڑھی منڈوانا، ورنہ اگر عدم فساد ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ اصلاح بھی ہوتی ہو تو وہ مستحسن ہے جیسے ختنہ کرانا، ناخن تراشوانا اور جس تغیر میں نہ فساد ہو اور نہ اصلاح وہ جائز ہوگا جیسے جانوروں کا خصی کرنا، مقدار مسنون سے بڑھی ہوئی ڈاڑھی تراشوانا لیکن فساد یا اصلاح کے وجود و عدم کا اصل مدار شریعت پر ہوگا نہ کہ عرف پر کیونکہ اول تو عرف شرع کے برابر نہیں دوسرے ہر جگہ کا عرف اور لوگوں کی رائے مختلف ہوتی ہے پس اس رفع تعارض کی کیا صورت ہوگی اور خلق اللہ کی تفسیر تکوینی بھی ہو سکتی ہے یعنی پیدائشی چیزوں میں رد و بدل اور تشریحی خلق بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی خدا کی پسندیدہ شکل و صورت وضع قطع اختیار کرو۔

بغیر اطاعت و عمل خالی تمناؤں سے کچھ نہیں ہوتا:..... لیس بامانیکم کا حاصل یہ نکلا کہ اہل کتاب کے پاس خالی تمنائیں ہی ہیں اور مسلمانوں کے پاس تمناؤں کے ساتھ عمل بھی ہے اس لئے مسلمان ہی بڑھے رہے۔ ہر نبی کو اس کے مقام و منصب کے لائق مناسب خطابات دیئے گئے ہیں کسی کو کلیم اللہ، کسی کو ذبیح اللہ، کسی کو صغی اللہ، کسی کو نجی اللہ، کسی کو خلیل اللہ علیہم السلام کہا گیا۔ خلیل اللہ نہایت رفیع لقلب ہے جو حضرت ابراہیم کو عطا ہوا۔ رہا آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ شبہ کہ آپ کو یہ خطاب کیوں نہیں ملا تو یا فضیلت جزئی پر اس کو محمول کر لیا جائے اور یا کہا جائے کہ آپ ﷺ کو یہ اعزاز بھی نصیب ہوا۔ چنانچہ حضرت جناب کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم کی طرح اللہ نے مجھ کو بھی خلیل بنایا یا مسلم و ترمذی کی روایت ہے کہ وقد اتخذ الله صاحبكم حبیباً بلکہ حبیب اللہ ہونا آپ ﷺ کے لئے طرہ امتیازی ہے۔

لَطَافِ آیت:..... فلیغیرن خلق اللہ میں چونکہ داڑھی منڈانا بھی داخل ہے اس لئے معلوم ہوا کہ جس طریق میں ڈاڑھی منڈانا شعار بنا لیا جائے وہ طریق شیطان ہوگا اگرچہ جہلانے اس کا نام طریقہ قلندر یہ رکھ لیا ہے۔ آیت لیس بامانیکم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو صاحب حال ہونے کے مدعی ہوتے ہیں اور خود کو کامل سمجھتے ہیں اور اعمال بد کے مؤاخذہ سے خود کو بری خیال کرتے ہیں وہ سب اس آیت کا مصداق ہیں۔ آیت ومن احسن الخ سے معلوم ہوا کہ طریق صوفیا کی حقیقت بھی یہی ہے کہ ظاہری اور باطنی کامل اطاعت جس کو حدیث احسان ان تعبد اللہ الخ میں بیان کیا گیا ہے وہ اس کی بنیاد ہوتی ہے اور حقیقت یعنی غیر اللہ سے یک سو ہو کر اللہ میں مشغول ہونا۔ غرضکہ مجموعہ کو احسن طرق کہا گیا ہے پس صوفیاء کا طریق بھی احسن طریق ہوا۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ يَطْلُبُونَ مِنْكَ الْفُتُوَى فِي شَأْنِ النِّسَاءِ وَمِيرَاثِهِنَّ قُلْ لَهُمُ اللَّهُ يَفْتِيكُمْ فِيهِنَّ لَا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْقُرْآنِ مِنْ آيَةِ الْمِيرَاثِ يُفْتِيكُمْ أَيْضًا فِي يَتَمَى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كَتَبَ فَرَضَ لَهُنَّ مِنَ الْمِيرَاثِ وَتَرْغَبُونَ أَيُّهَا الْأَوْلِيَاءُ عَنْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ لِذِمَامَتِهِنَّ وَتَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَتَزَوَّجْنَ طَمَعًا فِي مِيرَاثِهِنَّ أَيْ يُفْتِيكُمْ أَنْ تَفْعَلُوا ذَلِكَ وَفِي الْمُسْتَضْعَفِينَ الصِّغَارِ مِنَ الْوَالِدَانِ لَا أَنْ تُعْطُوهُمُ حُقُوقَهُمْ وَبِأَمْرِكُمْ أَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ فِي الْمِيرَاثِ وَالْمَهْرِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۱۲۷﴾ فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ وَإِنْ امْرَأَةٌ مَرْفُوعٌ بِفِعْلِ يُفْسِرُهُ خَافَتْ تَوَقَّعَتْ مِنْ بَعْضِهَا زَوْجَهَا نُشُورًا تَرْفَعُهَا عَلَيْهَا بِتَرْكِ مُضَاجَعَتِهَا وَالتَّقْصِيرِ فِي نَفَقَتِهَا لِبُعْضِهَا وَطُمُوحِ عَيْنِهِ إِلَى أَحْمَلِ مِنْهَا أَوْ إِعْرَاضًا عَنْهَا بِوَجْهِهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصَالِحَا فِيهِ إِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الصَّادِ وَفِي قِرَاءَةِ يُصَالِحَا مِنْ أَصْلَحَ بَيْنَهُمَا صُلْحًا فِي الْقَسَمِ وَالنَّفَقَةِ بِأَنْ تَتْرَكَ لَهُ شَيْئًا طَلَبًا لِبَقَاءِ الصُّحْبَةِ فَإِنْ رَضِيَتْ بِذَلِكَ وَالْإِفْعَالُ الزَّوْجِ أَنْ يُؤْفِقَهَا حَقَّهَا أَوْ يُفَارِقَهَا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ طَمَعًا مِنَ الْفُرْقَةِ وَالنُّشُورِ وَالْإِعْرَاضِ قَالَ تَعَالَى فِي بَيَانَ مَا جُبِلَ عَلَيْهِ الْإِنْسَانُ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ طَمَعًا شِدَّةَ الْبُحْلِ أَيْ جُبِلَتْ عَلَيْهِ فَكَانَتْ حَاضِرَتُهُ لَا تَغِيْبُ عَنْهُ الْمَعْنَى إِنْ الْمَرْأَةُ لَا تَكَادُ تَسْمَحُ بِنَصِيْبِهَا مِنْ زَوْجِهَا وَالرَّجُلُ لَا يَكَادُ يَسْمَحُ عَلَيْهَا بِنَفْسِهِ إِذَا أَحَبَّ غَيْرَهَا وَإِنْ تَحَسَّنُوا عِشْرَةَ النِّسَاءِ وَتَتَّقُوا الْجَوْرَ عَلَيْهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۸﴾ فَيُجَازِيكُمْ بِهِ

ترجمہ: اور آپ (ﷺ) سے لوگ دریافت کرتے ہیں (فتویٰ پوچھتے ہیں) عورتوں کے بارے میں (اور ان کی میراث کے متعلق) آپ (ان سے) فرمادیتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں نیز وہ آیات بھی جو کتاب (قرآن) کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (یعنی آیت میراث بھی تم کو فتویٰ دیتی ہے) جو ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہیں جن کو تم ان کا مقررہ حق (میراث) نہیں دیتے ہو اور نفرت کرتے ہو (اے اولیاء) ان سے نکاح کرنے میں (ان کی بد صورتی کی وجہ سے اور دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے سے بھی روکتے ہو ان کی میراث کا لالچ کرتے ہو یعنی تم کو یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ آئندہ تم یہ کام نہ کرو) اور وہ آیات جو کمزور (چھوٹے) بچوں کے بارے میں ہیں (جن میں تمہیں ان کے حقوق کی ادائیگی کا حکم ہے اور یہ حکم ہے کہ) حق و انصاف کے ساتھ ان کی کارگزاری کرو (میراث اور مہر کے سلسلہ میں عدل سے کام لو) اور تم جو کام بھی بھلائی کے کرو گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں (اس لئے وہ ضرور تم کو ان کا بدلہ دیں گے) اور اگر کسی عورت کو (یہ مرفوع ہے ایسے فعل سے جس کی تفسیر آگے ہے) اندیشہ کرتی ہے (خطرہ محسوس کرتی ہو) اپنے شوہر (خاوند) سے بددماغی کا (کہ وہ سرکشی کرتے ہوئے عورت سے پہلو تہی اور کنارہ کشی اختیار کر لے گا اور اس کے اخراجات اٹھانے میں بھی کوتاہی کرے گا اس سے نفرت یا کسی دوسری خوب صورت عورت سے آنکھ مل جانے کی وجہ سے) یا بے پروائی (بے رخی) اختیار کرنے کا تو خاوند بیوی دونوں پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ ایک خاص طور پر صلح کر لیں (اس میں دراصل تاء کا ادغام صاد میں ہو رہا ہے اور ایک

قرأت میں يصلح آیا ہے اصلح سے مشتق ہوگا) باہمی مصالحت کر کے (اپنی باری اور خرچہ کے متعلق اس طرح کہ عورت شوہر کے ساتھ رہنے کی خاطر کچھ مطالبات چھوڑنے پر راضی ہو جائے اگر عورت اس پر تیار ہو جائے فبہا ورنہ شوہر پر لازم ہوگا کہ بیوی کا پورا حق ادا کرے یا اس کو سبکدوش کر دے) اور صلح ہی بہتر ہوتی ہے (جدائیگی، کجروی، لاپرواہی کے مقابلہ میں آگے حق تعالیٰ انسان کی جبلت اور عادت بیان کر رہے ہیں) اور مال کا لالچ سب ہی میں ہوتا ہے (یعنی انسان کی سرشت میں شدید بخل سمایا ہوا ہوتا ہے گویا ہر وقت وہ اس کے سامنے رہتا ہے کبھی اوجھل نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ عورت بھی اپنے حصہ کو شوہر کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتی اور شوہر بھی دوسری طرف میلان ہونے کی وجہ سے ایثار نہیں چاہتا) اور اگر تم اچھا سلوک کرو (عورت کے ساتھ معاشرت اچھی رکھو) اور احتیاط رکھو (اس پر سخت گیری کرنے سے) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھنے والے ہیں (لہذا وہ تم کو ضرور بدلہ دیں گے)

تحقیق و ترکیب:..... فی شان تقدیر مضاف اس لئے لایا گیا ہے کہ عورتوں کی ذات کے متعلق استفتاء نہیں تھا بلکہ احوال کے متعلق تھا سوال اگرچہ عورتوں اور بچوں کے بارے میں تھا لیکن پھر عورتوں کی تخصیص اہمیت کے پیش نظر ہے کہ ان سے مال و جمال دونوں مقصود ہوتے ہیں۔

یفتیکم ای بین لکم حکمہ افتاء کے معنی سائل پر اظہار شکل کے ہیں۔ وما یتلی یہ معطوف ہے اللہ پر یا ضمیر یفتی پر گویا افتاء کی اسناد اللہ کی طرف اور اس کے کلام کی طرف ہو رہی ہے اور جمع بین الحقیقت والجاز کا اعتراض لازم نہیں آتا۔ کیونکہ مجاز عقلی میں یہ جائز ہے اور ایک فعل کے اسناد و فاعلوں کی طرف مختلف اعتبارات سے کی جاسکتی ہے جیسے اغناسی زید و عطاؤہ کیونکہ فی الحقیقت اس میں مسند الیہ صرف ایک ہی ہوتا ہے یعنی معطوف علیہ البتہ دوسری چیز کا اس پر عطف کر دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس فعل کا تعلق اس فاعل کے ساتھ اس حالت کی وجہ سے ہے پس یہاں اللہ یفتیکم ایسا ہے جیسے اغناسی زید اس کو بطور تمہید کے لایا گیا ہے اور ما یتلی علیکم ایسا ہے جیسے مثال مذکور میں و عطاؤہ ہے کہ وہی مقصود بالذکر ہے۔

قرآن کریم میں یتیموں کے متعلق جس آیت کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اس سے مراد آیت یوصیکم اللہ الخ ہے یعنی آیت میراث ہے یا آیت ان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتیمیٰ مراد ہے گویا وما یتلی محل رفع میں ہے لفظ اللہ پر عطف کی وجہ سے فی یتیمیٰ یہ متعلق ہے یتیمیٰ کے اور اضافت بمعنی من ہے کیونکہ اضافۃ الشئ الی جنسہ ہے ان تنکحونہن اس سے پہلے عن کی تقدیر اس لئے ہے کہ ان اور ان سے جساء کا حذف کرنا شائع ذائع ہے نیز رغب کے صلہ میں جب عن آتا ہے تو اعراض کے معنی ہو جاتے ہیں اور بعض مفسرین نے لفظ قد مقدر مانا ہے رغب کو بمعنی محبت لے کر ای تحبون و ترغبون فی نکاحن لمالهن لدماتهن دامہ با فتح فتح المنظر بونا۔ ان تفعلوا۔ ان مفسرہ ہے۔

والمستضعفین اس کا عطف یتیمیٰ پر ہے ای یفتیکم فی المستضعفین۔ ویامرکم یہ منصوب ہے تقدیر فعل کے ساتھ اور یتیمیٰ پر عطف کرتے ہوئے مجرور بھی ہو سکتا ہے اور خطاب یا حکام کو ہوگا یا قوم کو فی جازیکم یہاں سبب کو قائم مقام مسبب کے کر کے جزأ بنائی گئی ہے۔ خافت تقدیر عبارت اس طرح ہے وان خافت امرأة یا وان کانت امرأة خافت سے خوف کو اپنے ظاہر پر بھی رکھا جاسکتا ہے اور بمعنی توقع اور انتظار بھی لیا جاسکتا ہے۔

نشوز بمعنی سرکشی اور بددماغی۔ اس کا اطلاق مرد و عورت دونوں کے ایک دوسرے سے ناگواری اور بیزاری پر آتا ہے۔
والتقصیر یعنی نفعہ میں تقلیل کرنا ہے یہ نہیں کہ حقوق واجبہ کا ترک مراد ہو کیونکہ حقوق واجبہ کے ترک پر مصالحت جائز نہیں ہے۔
طموح عینہ بولتے ہیں طمع بصرہ الی الشئ یعنی نگاہ اٹھائی۔ ان یصلح یعنی اصل میں یتصلا لھا تھا تاکہ اس کو ساکن اور پھر اس کو

صاد سے قلب کر کے ادغام کر دیا گیا۔ والصلح یعنی والصلح خیر من الخیور کما ان الخصومة شر من الشر حضرت یہ فعل متعدی بدو مفعول ہے مفعول اول الانفس ہے جو قائم مقام فاعل کے ہے اور مفعول دوم الشح ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے احضر الله الانفس الشح۔

رابطہ: ابتداء سورت میں عورتوں اور یتیموں کے باب میں کچھ احکام مذکور ہوئے تھے ان آیات میں پھر ان ہی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

مشان نزول: زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ عورتوں کو میراث سے محروم رکھتے تھے اور بعض لوگ دوسرے طریقوں سے میراث میں ان کو ملا ہوا مال ہڑپ کر جاتے تھے اور بعض لوگ عورتوں کو مہر نہیں دیتے تھے۔ ابتداء سورۃ میں اسی قسم کی برائیوں کے سدباب کے لئے احکام ذکر کئے گئے تھے۔ اس پر کچھ واقعات پیش آئے مثلاً بعض مسلمانوں کو خیال ہوا کہ عورتوں اور بچوں کو عارضی طور پر شریک میراث کیا جا رہا ہے ورنہ فی نفسہ یہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ بعض لوگ ان کی منسوختی کے منتظر رہے اور جب منسوخ نہ ہوئے تو مشورہ ہوا کہ آپ ﷺ سے پوچھنا چاہئے چنانچہ عیینہ بن حصین نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ﷺ کی اور بہن کو نصف حصہ دلاتے ہیں حالانکہ ہمارا پہلا دستور یہ رہا ہے کہ جنگی بہادروں اور سوراؤں کا حق میراث کو سمجھا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن جبیر سے اسی قسم کے سوال کے سبب نزول ذکر کیا ہے اسی طرح ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ جابرؓ کی ایک چچا زاد بہن بد صورت اور مال دار تھی لیکن نہ ان کو خود اس سے نکاح کی رغبت تھی اور نہ اس کے مالدار ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ اس کے نکاح کو پسند کرتے تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار کیا اور منشاء استفسار یہ ہوگا کہ ممکن ہے اس میں کچھ تسہیل کی سبیل نکل آئے۔ اور ہمیں کچھ حق پرورش ہی مل جائے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور بعض لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ یتیم لڑکیوں کے مہر میں کمی نہیں کرنی چاہئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوئے اور منشاء یہ ہوگا کہ شاید عورت کی رضامندی سے مہر میں کمی کی اجازت مل جائے لیکن چونکہ یہ دباؤ کی صورت تھی اس لئے ظاہری زبانی رضامندی کا اعتبار نہیں کیا گیا اور حکم بدستور باقی رہا درمیان میں کچھ اور ترغیبی اور تریبی مضامین آگئے ہیں جس سے کلام کی تاثیر اور رونق و عظمت میں کئی گونہ اضافہ ہو گیا۔

آیت وان امرأۃ الخ کے ذیل میں ابن عباس نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سودا کو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اندیشہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کہیں ان کو طلاق نہ دے دیں اس لئے انہوں نے درخواست کی کہ میں حق زوجیت تو ادا نہیں کر سکتی لیکن تاہم مجھے آپ ﷺ اپنے ہی پاس رہنے دیجئے اور میں اپنی باری حضرت عائشہ کے حوالہ کرتی ہوں چنانچہ ان کی درخواست منظور کر لی گئی۔

اور سعید بن المسیب نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ کی لڑکی رافع بن خدیج کے نکاح میں تھیں انہوں نے ان کی کبر سنی یا کسی اور وجہ سے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اسی قسم کی درخواست کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح حضرت عائشہ فرما رہی ہیں کہ ایک عورت کے بال بچہ ہوا تو اس کے شوہر نے اس کو چھوڑ کر دوسرے نکاح کا ارادہ کیا لیکن عورت نے اسی طرح کی صورت پیش کی اس پر والصلح خیر کا نزول ہوا۔ سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ آیت وان امرأۃ کے نزول کے بعد ایک عورت آئی؟ پہلے اس بات پر رضامند تھی کہ اس کا شوہر نہ اس کو طلاق دے اور نہ اس سے میاں بیوی کے معاملات کرے لیکن فقہ کا مطالبہ کیا اس پر یہ آیت واحضرت الانفس الشح نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: یتیم بچوں اور بیویوں کے حقوق کی نگہداشت: حاصل مقام یہ ہے کہ عورتوں اور یتیموں کے بارے میں جو آیات پہلے آچکی ہیں جن کو تم وقتاً فوقتاً سنتے رہے ہو مثلاً وان خفتن الا تقسطوا فی الیتامی الخ اور ان الذین یا کلون اموال الیتامی اور لاتا کلوا ہا اسرافا اور للرجال نصیب الخ اور یوصیکم اللہ الخ اور لاتعضلوہن وغیرہ آیات اب بھی وہی احکام بدستور باقی اور واجب العمل ہیں ان میں سے کوئی حکم تبدیل نہیں کیا جاتا ہے اور نہ کوئی نیا حکم دیا جا رہا ہے۔ سابقہ احکام ہی بحال رہیں گے اسی طرح آیت وان امرأۃ کا حاصل یہ ہے کہ عورت اگر خود اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو اس کے پورے حقوق ادا کرنا نہیں چاہتا بلکہ عورت کو چھوڑنا بھی چاہتا ہے لیکن عورت اپنی کسی مصلحت یا ضرورت سے اپنے حقوق نان نفقہ کے چھوڑنے یا کم کرنے پر رضامند ہو جائے اور اپنی باری بھی معاف کر دے۔ دوسری طرف مرد بھی یہ دیکھتا ہے کہ میری ہر قسم کی آزادی میں جس کی طبعاً اس کو رغبت ہوتی ہے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ مفت میں ایک عورت پاس رہتی ہے غرضکہ دونوں طرف کی خاص مصالح نے ان کو باہمی مصالحت پر آمادہ کر دیا ہے تو عائلی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے ہر قیمت پر اس مصالحت کو بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔

ایک نکتہ لطیف: واحضرت الانفس الشح کی ایک تقریر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چند مجبور یوں کے پیش نظر اگرچہ سطحی طور پر لپٹا پوتی کی یہ صلح صفائی ہو گئی ہے لیکن نفس چونکہ بندہ حرص و ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کے بقاء کی امید کم ہے ممکن ہے کہ چند روز بعد عورت کو پھر اپنے حقوق کی ہوس کا جوش اٹھے اور مرد بھی کسی نہ کسی درجہ میں اس کو اپنے لئے جنجال سمجھے اور اس طرح پھر اس تانے بانے کے تار پود بکھر کر رہ جائیں اور لاجناب فرمانا اس شبہ کو دور کرنے کے لئے ہے کہ دونوں اس صلح میں خود کو گنہگار نہ سمجھیں البتہ صلح میں کسی ناجائز شرط کا اضافہ صلح کو بھی ناجائز بنا دیتا ہے۔ مثلاً بیوی سے یہ کہنا کہ اس شرط پر تجھ کو اپنے پاس رکھتا ہوں کہ تیری بہن بھی میرے نکاح میں رہے حرام اور ناجائز ہے۔ عورت اپنے جن حقوق کو بالکل معاف یا کم کر دے لیکن آئندہ کے لئے ہر وقت اس کو ان حقوق کے مطالبہ کا حق رہتا ہے مرد بھی آئندہ اس کو رکھنا چاہے تو ان حقوق کی پابندی کرنی پڑے گی۔ زمانہ ماضی معافی مستقبل کے لئے دست برداری کی ضمانت نہیں ہوگی۔

لطائف آیت: آیت واحضرت الانفس الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طبعی امور کا بلین سے بھی زائل نہیں ہوتے پس اگر کسی کامل شخص میں اس قسم کے کچھ آثار عود کر آئیں تو اس کے کمال کے منافی نہیں سمجھنا چاہئے بشرطیکہ اس کو ان پر اصرار نہ ہو۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا تَسْوُوا بَيْنَ النِّسَاءِ فِي الْمَحَبَّةِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ عَلَى ذَلِكَ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ إِلَى الَّتِي تُحِبُّونَهَا فِي الْقَسَمِ وَالنَّفَقَةِ فَتَدْرُوهَا أَي تَتْرَكُوا الْمَالَ عَلَيْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ الَّتِي لَا هِيَ أَيْمٌ وَلَا ذَاتَ بَعْلِ وَإِنْ تَصْلِحُوا بِالْعَدْلِ فِي الْقَسَمِ وَتَتَّقُوا الْجَوْرَ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا لِمَا فِي قُلُوبِكُمْ مِّنَ الْمِيلِ رَحِيمًا ﴿١٢٩﴾ بِكُمْ فِي ذَلِكَ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا أَي الزَّوْجَانِ بِالطَّلَاقِ يُغْنِ اللَّهُ كَلًّا عَنِ صَاحِبِهِ مِّنْ سَعْتِهِ أَي فَضْلِهِ بِأَنْ يَرْزُقَهَا زَوْجًا غَيْرَهُ وَيَرْزُقَهُ غَيْرَهَا وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا لِخَلْقِهِ فِي الْفَضْلِ حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾ فِيمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِمَعْنَى الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكُمْ أَي الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَإِيَّاكُمْ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ أَنْ أَي بَانَ اتَّقُوا اللَّهَ حَافُوا عِقَابَهُ بَانَ

تَطِيعُوهُ وَ قُلْنَا لَهُمْ وَلَكُمْ اِنْ تَكْفُرُوا بِمَا وُصِّيتُمْ بِهِ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۗ خَلَقَا
 وَمَلٰكًا وَعَبِيْدًا فَلَا يَضُرُّهُ كُفْرُكُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا عَنِ خَلْقِهِ وَعَنْ عِبَادَتِهِمْ حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ مُحَمَّدًا فِى صُنْعِهِ
 بِهِمْ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۗ كَرَّرَهُ تَاكِيْدًا لِتَقْرِيرِ مُوْجِبِ التَّقْوٰى وَ كَفٰى بِاللّٰهِ
 وَ كِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ شَهِيدًا بِاَنَّ مَا فِيهِمَا لَهٗ اِنْ يَّشَا يُذْهِبْكُمْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۗ بِذٰلِكُمْ وَ كَانَ
 اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ بِعَمَلِهِ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۗ
 لِمَنْ اَرَادَهُ لَا عِنْدَ غَيْرِهِ فَلَمْ يَطْلُبْ اَحَدَهُمَا اِلَّا خَسَّ وَ هَلَّا طَلَبَ الْاَعْلٰى بِاِحْلَاصِهٖ لَهٗ حَيْثُ كَانَ مَطْلَبُهٗ
 لَا يُوجَدُ اِلَّا عِنْدَهٗ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

ترجمہ: اور یہ بات تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ تم برابری (یکسانیت) رکھ سکو سب بیویوں میں (بلحاظ محبت کے) اگرچہ تمہارا کتنا ہی جی چاہے (اس برابری قائم کرنے کے لئے) لیکن ایسا بھی نہ کرو کہ بالکل کسی ایک ہی طرف ڈھلک جاؤ (جس بیوی سے تم محبت کرتے ہو باری اور خرچہ کے متعلق اسی کی طرف نہ جھک جاؤ) اور دوسری کو اس طرح چھوڑ بیٹھو (یعنی جس سے تمہیں دلچسپی نہیں ہے اس کو اس طرح نظر انداز کر دو) کہ گویا ادھر میں لٹکی ہوئی ہے (کہ نہ وہ بیوہ کہلائی جاسکتی ہے اور نہ خاوند والی سمجھی جاسکتی ہے) اور اگر تم درستگی پر رہو (باری میں انصاف سے کام لو) اور احتیاط رکھو (ظلم سے) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں (تمہارے دلی میلان کو) اور (اس بارے میں تم پر) رحم فرمانے والے ہیں اور اگر دونوں میاں بیوی جدا ہو جائیں (یعنی طلاق دے کر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں) تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو (دوسرے سے) بے نیاز کر دیں گے اپنی کشائش (فضل) سے (اس طرح ہے کہ ہر ایک کی مناسب جوڑی بل دیں گے) اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (اپنی مخلوق پر فضل کرنے میں) اور حکمت والے ہیں (مخلوق کی تدبیر کرنے میں) اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اور ہم نے حکم دے دیا تھا ان لوگوں کو بھی جن کو تم سے پہلے کتاب (کتاہیں) دی گئی (یعنی یہود و نصاریٰ) اور خود تم کو بھی (اے اہل قرآن) کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو (اس کے عذاب سے ڈر کر اطاعت کرو) اور (ہم نے تم سے اور ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ) اگر اس کا حکم نہیں مانو گے (جن باتوں کی تم کو تاکید کی گئی ہے) سو یاد رکھو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ ہی کی ملک ہے (اس کے مخلوق اور مملوک بندے ہیں اس لئے تمہارے کفر اور انکار سے ان کا نقصان نہیں ہوگا) اور وہ بے نیاز ہیں (اپنی مخلوق سے اور اس کی بندگی سے) اور ستودہ صفات ہیں (لوگوں کے ساتھ کاروائی کرنے میں بڑے عمدہ ہیں) اور بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب ان ہی کی ملکیت ہے (تقویٰ کے مقتضی کی تقویت و تاکید کے لئے اس کو مکرر فرمایا گیا ہے) اور اللہ تعالیٰ کافی وکیل ہیں (گواہ ہیں اس بات پر کہ زمین و آسمان میں سب کچھ ان ہی کا ہے) اگر وہ چاہیں اے لوگو! تم سب کو مٹا دیں یا ہٹا دیں اور دوسروں کو (تمہاری جگہ) لے آئیں۔ بلاشبہ وہ ایسا کرنے پر قادر ہیں۔ جو کوئی چاہتا ہے (اپنے عمل سے) دنیا کا ثواب تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے (بشرطیکہ کوئی اس کا خواہشمند ہو کسی دوسرے کے پاس نہیں ملے گا پھر اس سے ادنیٰ کیوں مانگا جاتا ہے اور اپنے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ درجہ کو کیوں نہیں طلب یا جاتا حالانکہ اس کا مطلوب بجز اس کے کسی کے پاس نہیں ہے) اور اللہ میاں بڑے سنے والے اور بڑے بینا ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... فی القسم یعنی باری اور خرچہ میں تو سب بیویوں میں مساوات ضروری ہے لیکن محبت اور صحبت میں یکسانیت لازمی نہیں ہے۔ کمانی الہدایہ۔ ایم۔ رائڈ اور بیوہ عورت کو کہتے ہیں اور بعل کے معنی شوہر اور نر کے ہیں۔ بان یسرز قہا نیک نیتی کے ساتھ اگر خاوند بیوی میں تفریق کا فیصلہ ہو جائے یا کر دیا جائے تو منجانب اللہ ہر ایک کے لئے ظاہری اسباب کا بندوبست بھی ہو جاتا ہے اور اگر واقعی محبت اور عشق ہو تو سکون دل اور اطمینان کا سامان بھی ہو جاتا ہے۔ او تو الکتاب اس میں الف لام جنس کا ہے۔ ان اتقوا جلال محقق نے ان مصدریہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا اور چونکہ وصیت قول کے معنی میں ہے اس لئے ان تفسیریہ بھی ہو سکتا ہے ان تکفروا اس سے پہلے و قلنا مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ اس کا عامل محذوف ہے جو وصینا پر معطوف ہوگا اور اس کو جملہ مستانفہ بھی مانا جا سکتا ہے۔ حمید یعنی اللہ محمود الذات بھی ہے چاہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے اور مستحق حمد بھی ہے چاہے کوئی اس کا کفران کرے اور ہر حال میں محمود الصفات اور محمود الافعال بھی ہے۔

رابط و شان نزول:..... گذشتہ آیت میں نشوز اور بددماغی کا ذکر تھا لیکن خاوند بیوی کے باہمی نزاع کے دو ہی پہلو نکل سکتے ہیں یا باہمی مصالحت اور شوہر کی بددماغی کا دور ہو جانا جو پچھلی آیت کا مقصود اصلی تھا دوسری صورت نبھاؤ نہ ہونے کی ہے جس کو تفریق کہنا چاہئے یا مرد باز نہ آئے اور اپنی روش بدلنے پر تیار نہ ہو تو یہ آیت ان دونوں صورتوں پر مشتمل ہے۔ آیت لن تستطیعوا میں تو یہ ظاہر کرنا ہے کہ اگر رغبت قلبی پر تم کو بس نہیں ہے تو حقوق اختیار یہ تو ادا کرنے ضروری ہیں چونکہ بسا اوقات پہلی بیوی سے بے رغبتی کا سبب دوسری بیوی کی طرف غلبہ محبت بھی ہوا کرتا ہے اس لئے اس کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے اور تفریق کا بیان آیت وان یتفرقا الخ میں ہے پھر ان احکام کو مؤثر بنانے کے لئے والله ما فی السموات سے بڑے اہتمام کے ساتھ تاکیدات فرمائی گئی ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... آیت ولن تستطیعوا الخ کا حاصل یہ ہے کہ جو باتیں غیر اختیاری ہیں جیسے کسی کی طرف میلان قلبی انسان اس کا مکلف نہیں بنایا گیا اور نہ ان پر مؤاخذہ ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن باتوں پر انسان کو قدرت و اختیار حاصل ہے ان سے بھی کنارہ کش ہو جائے جیسے حقوق اختیار یہ پس مساوات فی المحبت نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ میزان عدل و انصاف بھی ہاتھ سے چھوٹ جائے اور چونکہ تمدن و معاشرت سے متعلق ان احکام کی بجا آوری کے لئے قلب و دماغ کی زمین ہموار کرنا ضروری تھا اس لئے نہایت بلوغ پیرایہ میں اپنی وسعت قدرت اور حکمت و عظمت کا استحضار کرایا گیا۔

اتقوا اللہ میں احکام کی تعمیل اور من قبلکم میں اس کی تسہیل کی طرف توجہ دلائی گئی اور ان تکفروا میں مخالفت سے روکا گیا ہے اور و کفی باللہ و کیلا میں غیر اللہ کا اندیشہ دور کیا گیا جو بعض دفعہ تعمیل احکام میں کوتاہی کا موجب بنا۔ مخالفت کا باعث بن جاتا ہے غرضکہ اس طرح اس آیت میں پانچ مضمون اسی اہتمام کے لئے لائے گئے ہیں۔

لطا ئف آیت:..... ولن تستطیعوا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عمل کے کسی اعلیٰ درجہ پر قدرت نہ ہو تو ادنیٰ ہی پر اکتفاء کر لینی چاہئے اور اعلیٰ کے انتظار میں ادنیٰ کو بھی گنوا نہیں دینا چاہئے۔ آیت من کان یرید الخ میں دنیا کو اگر اپنے مفہوم کے لحاظ سے عام رکھا جائے کہ ہر غیر مامور بالوصول چیز کو دنیا میں داخل کر لیا جائے تو ثمرات اور کیفیات باطنیہ کو بھی آیت شامل ہو جائے گی۔ یعنی اعمال کی طرح ان ثمرات کو مقصود و مراد نہیں سمجھنا چاہئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ شُهَدَاءَ بِالْحَقِّ لَللَّهِ وَلَوْ كَانَتِ الشَّهَادَةُ
عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ فَاشْهَدُوا عَلَيْهَا بِأَنَّ تَقَرُّوا بِالْحَقِّ وَلَا تَكْتُمُوهُ أَوْ عَلَىٰ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِنَّ يَكُنْ
الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۚ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ فِي
شَهَادَتِكُمْ بِأَنَّ تَحَابُّوا الْغَنَىٰ لِرِضَاةٍ أَوْ الْفَقِيرَ رَحْمَةً لَّهِ ۚ لَئِنْ لَا تَعْدِلُوا ۖ تَمِيلُوا عَنِ الْحَقِّ وَإِنْ تَلَّوْا
تَحْرِفُوا الشَّهَادَةَ وَفِي قِرَاءَةِ بِحَدْفِ الْوَاوِ الْأُولَىٰ تَخْفِيفًا أَوْ تَعْرِضُوا عَنْ آدَائِهَا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا دَائِمًا عَلَىٰ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْقُرْآنُ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۗ عَلَىٰ الرَّسْلِ
بِمَعْنَى الْكُتُبِ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿۱۳۶﴾ عَنِ الْحَقِّ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِمُوسَىٰ وَهُمْ الْيَهُودُ ثُمَّ كَفَرُوا بِعِبَادَةِ
الْعِجْلِ ثُمَّ آمَنُوا بَعْدَهُ ثُمَّ كَفَرُوا بِعِيسَىٰ ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا بِمُحَمَّدٍ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرَ لَهُمْ مَا أَقَامُوا
عَلَيْهِ وَلَا لِيُهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿۱۳۷﴾ طَرِيقًا إِلَى الْحَقِّ بِشِيرِ أَخْبَرِيَا مُحَمَّدِ الْمُنْفِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا
الْإِيمَانِ ﴿۱۳۸﴾ مُؤَلِّمًا هُوَ عَذَابُ النَّارِ ۚ الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعَتَ الْمُنَافِقِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ ۗ لِمَا يَتَوَهَّمُونَ فِيهِمْ مِنَ الْقُوَّةِ أَيَّبْتَغُونَ يَطْلُبُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ اسْتَفْهَامِ انْكَارِ أَيْ لَا يَجِدُونَهَا
عِنْدَهُمْ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَا يَنْبَأُهَا إِلَّا أَوْلِيَاءُ هُ ۚ وَقَدْ نَزَّلَ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ
وَالْمَفْعُولِ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْقُرْآنِ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ أَنَّ مُخَفَّفَةً وَإِسْمُهَا مَحْدُوفٌ أَيْ أَنَّهُ إِذَا
سَمِعْتُمْ آيَةَ اللَّهِ الْقُرْآنِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ آيَةَ الْكَافِرِينَ وَالْمُسْتَهْزِئِينَ
حَتَّىٰ يَخْرُجُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ أَنَّكُمْ إِذَا إِنْ قَعَدْتُمْ مَعَهُمْ مِثْلُهُمْ ۗ فِي الْإِسْمِ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ
الْمُنْفِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿۱۴۰﴾ كَمَا اجْتَمَعُوا فِي الدُّنْيَا عَلَى الْكُفْرِ وَالْإِسْتِهْزَاءِ ۚ الَّذِينَ
بَدَّلُوا مِنَ الَّذِينَ قَبْلَهُ يَتَرَبَّصُونَ يَنْتَظِرُونَ بِكُمْ ۚ الدَّوَائِرُ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ ظَفَرٌ وَغَنِيمَةٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا
لَكُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۗ فِي الدِّينِ وَالْجِهَادِ فَأَعْطُونَا مِنَ الْغَنِيمَةِ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ ۗ مِنَ الظَّفَرِ
عَلَيْكُمْ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ نَسْتَوْلِ عَلَيْكُمْ وَنَقْدِرْ عَلَىٰ أَحَدِكُمْ وَقَتْلِكُمْ فَأَبْقَيْنَا عَلَيْكُمْ وَأَلَمْ
نَمْنَعَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۗ أَنْ يَظْفَرُوا بِكُمْ بِتَخْذِيلِهِمْ وَمُرَاسِلَتِكُمْ بِأَخْبَارِهِمْ فَلَنَا عَلَيْكُمْ الْغَنِيمَةُ قَالَ تَعَالَى

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّ يُّذٰخِرِكُمُ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُهُمُ النَّارَ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَٰفِرِيْنَ
عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۳۵﴾ طَرِيْقًا بِالْاِسْتِصَالِ

۲۰
ع
۱۷

ترجمہ: ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے ڈٹ جاؤ (تم جاؤ) گواہی دینے والے (حق کی) اللہ کے لئے ہو جاؤ اگرچہ
(یہ گواہی) خود تمہیں اپنے خلاف (دینی پڑے تب بھی دو، حق کا اقرار کرو، اس کو چھپاؤ مت) یا اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں کے
خلاف بھی دینی پڑے اگر کوئی شخص (جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے) مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ زیادہ تعلق
رکھنے والے ہیں (یہ نسبت تمہارے اور ان کی مصالح سے زیادہ واقف ہیں) پس ہوائے نفس کی پیروی مت کرو (اپنی گواہی دینے میں
کہ مالدار کی خوشامد میں لگ جاؤ یا غریب پر ترس آنے لگے تاکہ تم انصاف سے باز نہ رہو) کہ حق سے ہٹ جاؤ اگر تم گھما پھرا
کر ہو گے (غلط بیانی سے اظہار دو گے اور ایک قرأت میں تخفیفاً پہلی واؤ کے حذف کے ساتھ ہے) یا پہلو تہی کرو گے (گواہی دینے
میں) تو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی خبر رکھنے والے ہیں (لہذا وہ تم کو بدلہ دیں گے) مسلمانو! ایمان لاؤ (ایمان پر جسے رہو) اللہ
اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو ان کے رسول (محمد) پر (قرآن) نازل فرمائی گئی ہے نیز ان کتابوں پر جو اس سے
پہلے نازل کی گئی تھیں (پینغمبروں پر، کتاب بمعنی کتب ہے اور ایک قرأت میں نزل اور انزل دونوں فعل معروف ہیں) اور جس کسی نے
اللہ سے انکار کیا اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر اعتقاد نہ رکھا تو وہ بھٹک کر دور جا پڑا (حق
سے) جو لوگ ایمان لائے (موسیٰ علیہ السلام سے) اور پھر برابر (آنحضرت ﷺ سے) کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے
والے نہیں ہیں (جب تک یہ لوگ اس حالت پر برقرار رہیں گے) اور نہ انہیں راہ دکھلانے والے ہیں (سچائی کا راستہ) خوشخبری سنا
دیتے (خبر دے دیتے اے محمد) منافقین کو کہ بلاشبہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے (جو جہنم کی شکل میں تکلیف دہ ہوگا) جن کی حالت
یہ ہے (کہ یہ منافقین سے بدل یا نعت ہے) کہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں مسلمانوں سے منہ موڑ کر (کیونکہ انہیں کفار کی قوت کا
خیال ہے) تو کیا وہ چاہتے ہیں (تلاش کرتے ہیں) کہ ان کے پاس عزت ڈھونڈیں (استفہام انکاری ہے یعنی ان کے پاس عزت
نہیں ملے گی) سو عزت جتنی بھی ہے سب کی سب اللہ ہی کے لئے ہے (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کو اللہ والے ہی حاصل
کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نازل فرما چکے ہیں) معروف اور مجہول دونوں طرح ہے (تمہارے لئے اپنی کتاب (قرآن سورۃ انعام کے
تحت) یہ حکم (ان مخفف ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہ تقدیر عبارت ہے) کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں (قرآن) کے ساتھ
کفر کیا جا رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو (یعنی کفر و استہزاء کرنے والوں کے پاس) جب تک کہ وہ کسی
دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ ورنہ اس وقت تم بھی (اگر تم ان کے ساتھ مجلس میں شریک رہے) ان ہی جیسے ہو جاؤ گے (گناہ میں)
یقیناً اللہ تعالیٰ منافقین اور کفار سب کو جہنم میں جمع کر دیں گے (جیسے کہ دنیا میں کفر و استہزاء پر ان کو اکٹھا کر رکھا ہے) ان کا شیوہ ہے کہ
(پہلے الدین سے بدل واقع ہو رہا ہے) کہ وہ تمہاری حالت دیکھتے رہتے ہیں (تم پر افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں) پھر اگر تمہیں فتح
(کامیابی اور غنیمت) ملتی ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تو باتیں بنانے لگتے ہیں (تمہارے سامنے) کہ کیا ہم بھی تمہارے ساتھ نہ تھے؟
(مذہبی کاموں اور جہاد میں لہذا ہم کو بھی مال غنیمت دو) اور اگر کفار کو کچھ حصہ مل جاتا ہے (تمہارے مقابلہ میں فتح مندی کا) تو (ان
سے جا کر) باتیں بنانے لگتے ہیں کہ کیا ہم غالب نہ آنے لگے تھے (چھانے لگے تھے) تم پر (اور تمہاری گرفتاری اور قتل پر دسترس حاصل
کر چکے تھے لیکن پھر ہم نے تمہیں چھوڑ دیا) اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچا (نہیں) لیا (اس بات سے کہ وہ تمہارے مقابلہ میں
کامیابی حاصل کر لیں اس طرح کہ ان کو رسوا کیا اور ان کی خبریں تم کو پہنچاتے رہے لہذا تم پر ہمارا احسان ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اللہ

تعالیٰ فیصلہ فرمادیں گے تمہارا (اور ان کا) قیامت میں (اس طرح کہ تم کو جنت میں اور انہیں جہنم میں داخل کر دیں گے) اور اللہ تعالیٰ ہرگز ایسا نہیں کریں گے کہ کافر مسلمانوں کے خلاف کوئی راہ پائیں (مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کا انہیں کوئی ٹرل جائے)

تحقیق و ترکیب: ولو كانت الشهادة لفظ شہادت کی تقدیر سے اشارہ ہے کہ آیت میں کان مع اسم محذوف اور لو کا جواب بھی محذوف ہے اور شہادت علی النفس کی صورت یہ ہے کہ کتمان حق کی بجائے اظہار حق کر دے۔ اووالوالدین والاقربین مقابلہ کی وجہ سے اول لفظ او استعمال کیا ہے اور ثانی میں عدم مقابلہ کی وجہ سے لفظ واو آیا ہے۔ والدین کے برخلاف گواہی دینا عقوق نہیں ہوگا کیونکہ شرعی حق کا احیاء ہے نیز والدین کے برخلاف گواہی تو معتبر ہوگی لیکن ایک دوسرے کی تائید اور موافقت میں تہمت کی وجہ سے معتبر نہیں ہوگی۔ اولیٰ بہما لفظ او سے عطف کے باوجود ضمیر ثانیہ لانا بظاہر اشکال کا باعث ہے جو اب یہ ہے کہ مذکورہ بالا غنی اور فقیر کی طرف ضمیر راجع نہیں ہے بلکہ جنس غنی اور فقیر کی طرف راجع ہے جن پر مذکورہ الفاظ ہی دال ہیں چنانچہ ابی کی قرأت اولیٰ بہم اسی کی تائید کر رہی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ضمیر تو اپنے حال پر ہے لیکن لفظ او فی الحقیقت مشہود لہ اور مشہود علیہ کی تقسیم کر رہا ہے کہ چار حال سے خالی نہیں یا دونوں غنی ہوں گے یا دونوں فقیر یا اول غنی دوسرا فقیر یا اس کا برعکس اور تیسرا جواب یہ ہے کہ او بمعنی واو ہے بان تحابوا یہ منفی کی تصویر ہے نہ کہ نفی کی۔

ل ان لاتعدلوا یہ عدول سے ماخوذ ہے۔ جلال مفسر اس کو نبی پر محمول کر رہے ہیں لیکن زخشری نے لان تعدلوا او کراہیۃ تعدلوا من الحق کی تقدیر نکال کر منفی کی علت قرار دی ہے۔ وان تلوا جمہور کی قرأت پر اس کی اصل تلویون تھی یا کے ضمہ کو ما قابل یعنی واو کی طرف اس کی حرکت کو سلب کرنے کے بعد منتقل کر دیا اس کے بعد سکون کی وجہ سے التقاء ساکنین ہوا اور یا گر گئی اور پھر نون رفع بھی جازم لی وجہ سے حذف ہو گیا۔ لیکن ایک قرأت میں ان تلوا ولایت سے بھی مشتق ہے ای وان ولیتم اقامة الشهادة الخ اور بقول تفسیر کبیر کسی چیز کی ولایت اس کی طرف متوجہ اور مشغول ہونے کے معنی میں ہے گویا حاصل یہ ہوگا کہ شہادت کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اس کی تکمیل کرو یا اعراض۔ اللہ دانا اور بینا ہے۔ تلو کے معنی ہیرا پھیری کرنے اور زبان موڑنے کے ہیں۔

فان الله جواب شرط تو محذوف ہے اور یہ دال بر جواب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے یعاقبکم علی ذلك لان الله اخ. امنوا یعنی زبانی ایمان کی طرح قلبی ایمان کی دولت سے مشرف ہو جاو یا بعض چیزوں پر ایمان لانے کی طرح عام طور پر سب چیزوں پر ایمان لے آؤ۔ نو من بعض و نکفر ببعض کا مصداق نہ بنو یا دوام ایمان اور بقاء ایمان کا مطالبہ مقصود ہے پھر مسلمانوں کو یہ خطاب ہے یا منافقین اور مرتدین کو یا اہل کتاب کو یہ سب اقوال ہیں غرضیکہ ان تو جہات کا منشاء یہ ہے کہ تحصیل حاصل کا اشکال نہ رہے کہ اہل ایمان کو ایمان لانے کی دعوت کیسے دی جا رہی ہے۔

فی الفعلین یعنی نزل اور انزل دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مجہول جیسا کہ متن جلالین میں ہے اور معروف وہم الیہود بعض کے نزدیک مخصوص مرتدین مراد ہیں اور ایسے مرتدین کی توبہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت علیؑ کے نزدیک ان کی توبہ مقبول نہیں بلکہ واجب القتل ہیں لیکن اکثر اہل علم قبول توبہ کے قائل ہیں۔ اور مجاہدؒ کی رائے ہے کہ ثم اذا دو کے معنی ماتوا علی الکفر کے ہیں۔

لم یکن الله کان کی خبر محذوف ہے اسی مرید الیغفرلہم لیکن یہاں اشکال یہ ہے کہ شرک خواہ پہلی دفعہ ہو غیر مغفور ہوتا ہے پھر اس کہنے کے کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ اسلام لانے سے کفر سابق معاف ہو جاتا ہے لیکن دوبارہ پھر کفر اختیار کر لے تو کفر سابق ناقابل معافی ہو جاتا ہے۔ بشر اس کی تفسیر خبر کے ساتھ اس طرف مشیر ہے کہ بشارت سے مراد مطلق اخبار ہے لیکن تہکمنا انذار کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں استعارہ تصریح کیے سے جمع ہو جائے گا۔

الذین اس کو اگر منافقین سے نعت قرار دیا جائے تو صفت اور موصوف میں فصل ماننا پڑے گا اور یہ جائز ہے یا ندامت کے ارادہ سے محل نصب میں بناء بر تقدیر فعل کے یا محل رفع میں بناء بر تقدیر مبتداء کے ہو سکتا ہے۔

من دون یہ حال ہے يتخذون کے فاعل سے ای يتخذون الکفرة انصاراً متجاوزین فی اتخاذهم اتخاذ المؤمنین۔
وقد نزل اس میں منافقین کو بطریق التفات خطاب ہے اور جملہ حال ہے۔ يتخذون کے فاعل سے شرکین مکہ سے بھی جب اس قسم کی شکایت کی نوبت آئی تو سورۃ انعام کی آیت واذرايت الذین الخ نازل ہوئی لیکن مدینہ میں علماء یہود نے اس دنائت کا ثبوت دیا تو اس آیت میں تنبیہ کی جاتی ہے وقد نزل کو اگر مجہول پڑھا جائے تو ان اذا سمعتم نائب فاعل ہو جائے گا یکفر بہا یہ حال ہے آیت اللہ سے اور لفظ بہا اور يستهزء محل رفع ہیں فاعلیت کی وجہ سے اور اصل یکفر بہا احد تھی فاعل کو حذف کر کے جار مجرور کو قائم مقام کر دیا۔ مقصود تعظیم ہے اور ان دونوں لفظوں میں ضمیر مفر د لانا مرجع کے تشبیہ ہونے کے باوجود اس لئے ہے کفر اور استہزاء دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے اور فی حدیث غیرہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اور حتی غایۃ نہیں کے لئے ہے۔

مثلہم من کل الوجوه تشبیہ مقصود نہیں کیونکہ کافرین کا خوض کرنا تو کفر ہے اور مسلمانوں کا شریک مجلس ہونا معصیت ہے الذین پہلے الذین سے بدل ہے یا منافقین کی صفت ہے یا منصوب علی الذم ہے الدوائر جمع ہے دائرة کی یعنی مصیبت و آفت جو سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔
فتح مسلمانوں کے لئے فتح کا لفظ اور منافقین کیلئے نصیب کا لفظ لانے میں اول کی تعظیم اور دوسرے کی تحقیر کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ فی الحقیقت مسلمانوں کی کامیابی فتح کہلانے کی مستحق ہے اور کفار کا عروج تو چندے ہوتا ہے پھر زوال ہی زوال ہے۔ نستحوذ اس کے معنی تغلب اور استیلاء کے ہیں۔ استحوذ علیہم الشیطان حاذ اور احاذ دونوں ہم معنی ہیں مصدر حوذ ہے اس کا بغیر تعلیل استعمال فصیح ہے ورنہ استقام اور استبان کا قاعدہ جاری ہونا چاہئے تھا۔

فابقینا علیکم مختار میں ہے کہ ابقی علی فلان بولتے ہیں جبکہ کسی کے ساتھ مراعات و شفقت کی جائے۔
ان یظفروا یہ مؤمنین سے بدل اشتمال ہے ای لم نمنعکم من ظفر المؤمنین اور مر اسلتکم کی تقدیر اس طرح ہے
مر اسلتنا لکم باخبارہم و افرارہم۔

بالاستیصال یہ عبارت اس شبہ کے دفعیہ کے لئے مفسر علام نے بڑھائی ہے کہ بسا اوقات کفار و منافقین مسلمانوں کا قتل عام کرتے رہتے ہیں پھر یہ نفی کیسی؟ حاصل جواب یہ ہے کہ نفس قتل اور نقصان کی نفی مقصود نہیں بلکہ استیصال کی نفی ہے کہ دنیا سے مسلمانوں کو بالکل نیست و نابود کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے۔

رابطہ: گزشتہ آیات میں مختلف معاملات کا بیان آیا ہے جن میں عدل و انصاف اور اظہار حق اور ادائے شہادت کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ بالخصوص یتامی اور مستورات کے گزشتہ احکام میں جس درجہ ان احکام کا تعلق ہے وہ ظاہر ہے گویا یہ آیات سابقہ احکام کی مکمل اور مؤکد ہیں۔

نیز پچھلی آیات میں زیادہ حصہ احکام فرعیہ کا گزرا ہے لیکن کہیں کہیں ایمان و کفر کے مباحث بھی درمیان میں آگئے تھے ان آیات میں ان ہی اصولی مباحث کی قدرے تفصیل سورت کے ختم تک چلی گئی ہے چنانچہ سب سے پہلے ینایہا الذین امنوا میں شرعی ایمان کا ذکر ہے اس کے بعد ان الذین امنوا سے کفار کے مختلف فرقوں کی مذمت عقائد کے لحاظ سے بھی اور اعمال کے لحاظ سے بھی جو دراصل فساد عقائد سے ناشی اور ان پر دال ہوتے ہیں مذکور ہے۔ اس کے بعد بشر المنافقین سے ختم پارہ تک منافقین کا ذکر چلا گیا ہے۔

شان نزول: ایک انصاری شخص مقیس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد پر ایک دینار کسی کا قرض ہے اور میں شاہد ہوں لیکن والد کے افلاس کی وجہ سے شہادت دیتے ہوئے ڈرتا ہوں؟ فرمایا کچھ بھی ہو شہادت سے رکتا نہیں چاہئے امیر ہو یا غریب اپنے نفس کے خلاف ہو یا والدین اور قرابت داروں کے خلاف اس آیت میں بھی فرمان نبوی ﷺ کی تائید ہو رہی ہے لیکن ابن جریر نے سدئی سے تخریج کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک امیر اور ایک غریب آدمی جھگڑتے ہوئے آئے آپ ﷺ کا میلان خاطر بالطبع یہ سمجھتے ہوئے غریب کی طرف ہوا کہ غریب آدمی امیر پر کیا ظلم و زیادتی کر سکتا ہے؟ مگر آیت میں حق و انصاف کی طرف رجحان کو پسند کیا گیا ہے اس لئے آپ ﷺ رک گئے۔

﴿تشریح﴾: اسلامی عدالتوں اور آجکل کی ظالمانہ عدالتوں کا فرق: معاملات میں جب نزاعی اور اختلافی پہلو سامنے آتے ہیں تو فیصلہ کے وقت اظہار حق اور ادائیگی شہادت، عدل و انصاف کی ضرورت پیش آتی ہے اسلام اس سلسلہ میں پیشہ ورانہ عدالتی کاروائیوں، وکیلانہ فنی مہارتوں، کورٹ و مجسٹریٹ اور جیوری کے چکروں کا قائل نہیں ہے جس میں حق و انصاف کا تو خون ہوتا ہے اور روپیہ اور وقت کی بے دریغ قربانی کر کے انسان ظلم و جور کا شکار ہو جاتا ہے۔ آجکل کی مہذب دنیا نے عدل و انصاف کی جس قدر قیمت وصول کی اسلام اسے نفرت و حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے آج عدلیہ کے نام پر جتنا خرچ ہو رہا ہے وہ ہمارے اخلاق کا نہایت گھناؤنا اور قابل نفرت رخ ہے۔

اسلام نہ صرف یہ کہ عدل و انصاف کو مفت اور عام کرنا چاہتا ہے بلکہ اس میں عبادت اور بندگی کا رنگ بھرنا چاہتا ہے عدلیہ کے تمام پہلوؤں پر اسلام کی بھرپور نظر ہے اس آیت میں خود اپنے اور والدین و اقارب کے خلاف اقرار و شہادت کی مشروعیت اور جواز پر روشنی پڑ رہی ہے بلکہ والدین یا خاوند بیوی، غلام و آقا کے مابین اگر گواہی ایک دوسرے کے مفاد اور موافقت میں ہے تو اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ مشترک مفاد کی وجہ سے شہادت مہتمم ہو گئی، البتہ جہاں مفاد کا اشتراک نہ ہو جیسے بھائی بھائی یا بہن بھائی، ان میں موافق اور مخالفت دونوں قسم کی گواہیاں جائز ہوں گی۔ نیز آیت سے شہادت عادلہ کا واجب اور شہادت زور، جھوٹی گواہی کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے بلکہ جھوٹی گواہی پر اگر فیصلہ ہو بھی جائے تو فیصلہ تو نافذ ہو جائے گا لیکن حنفیہ کے نزدیک تاوان گواہوں پر لازم ہوگا اس میں امام شافعی کا خلاف ہے نیز شہادت صرف اللہ کے لئے ہونی چاہئے اس میں ریاء و سمع اور لالچ کو بالکل دخل نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے شریک تجارت کی گواہی مال شریک میں یا اجیر کی گواہی مستاجر کے حق میں یا شاگرد کی گواہی استاد کے حق میں، باپ کی گواہی اولاد کے حق میں ناجائز معلوم ہوتی ہے۔

ارتداد کفر سے بھی زیادہ جرم ہے اس لئے اس کی سزا بھی بڑھی ہوئی ہونی چاہئے: ان الذین امنوا الخ کا حکم عام ہے ارتداد خواہ پہلی بار ہو یا دوسری تیسری بار سب کا ایک ہی حکم ہے کہ اس پر قائم رہنے سے جنت و مغفرت سے محرومی رہے گی۔ آیت میں ارتداد ثانی کی قید اتفاتی ہے کہ اس وقت ایسے ہی واقعہ ہوا تھا۔ اس قید عنوانی کو احترازی نہیں سمجھنا چاہئے۔ منافقین کو جو دھمکی دی گئی ہے اس کی دنیاوی سزا کا رخ جلد ہی دنیا کے سامنے آ گیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں وہ ذلت و خواری نصیب ہوئی جس کا انہیں کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے کفار کا ساتھ اس توقع پر دیا کہ انہیں اس درجہ خلاف امید انقلاب کی توقع ہرگز نہ تھی باطل پرست لوگوں کی مجالست اگر ان کی کفریات پر رضامندی کے ساتھ ہے تب تو کفر ہے اور اگر کراہت کے ساتھ ہے مگر بلا عذر تو باعث فسق ہے۔ تیسرے دنیاوی ضرورت کے تحت سو وہ مباح ہے۔ چوتھے اضطراب و مجبوری کے ساتھ ہو تو معذوری ہے۔ پانچویں تبلیغ احکام کے لئے ہے تو عبادت ہے۔

الاسلام یعلیٰ ولا یعلیٰ: آیت لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً کے معنی اگر ابن عباسؓ کی رائے کے مطابق یہ ہوں کہ کفار کو دنیاوی لحاظ سے مسلمانوں پر کبھی غلبہٴ حجت حاصل نہیں ہو سکے گا تو اس آیت سے متعدد مسائل مستبط ہو سکتے ہیں مثلاً مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی کا معتبر نہ ہونا، مسلمان کی میراث یا اس کے نکاح کی ولایت کا کافر کو نہ ملنا، یا بقول قاضی بیضاویؒ کافر کے لئے مسلمان کی خریداری کا فاسد ہونا۔ امام شافعیؒ کے مذاق پر استیلاء کافر کی وجہ سے مال مسلم کا مالک نہ ہونا ثابت ہوتا ہے غرضکہ آیت سے بعض احکام حنفیہ کے موافق اور بعض شوافع کی تائید میں نکلتے ہیں لیکن بہر صورت ایک مسلمان کے مقابلہ میں کافر کا غلبہ پسند نہیں کیا گیا حتیٰ کہ شہادت جو ادنیٰ درجہ کی چیز ہے جب اس کا غلبہ پسند نہیں تو حکومت و سلطنت کا غلبہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے؟

لیکن اگر غلبہٴ اخروی مراد ہو جیسا کہ حضرت علیؓ کی رائے ہے تو وہ بلا خلاف صحیح ہے۔ باقی دنیاوی شوکت و غلبہ اگر کبھی کفار کو مسلمانوں پر تکنوی طور پر ہو جائے تو وہ اس کے منافی نہیں اور باعث اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ فیصلہ فرمانا اگرچہ اختلاف کی صورت میں ہوتا ہے اور نفاق کی وجہ سے اس کی نوبت منافقین بہت ہی کم آنے دیتے تھے تاہم عقائد و نظریات تو مختلف تھے ہی اور وہ اپنے مسلک کو معقول سمجھتے ہوئے اس لئے نازاں تھے کہ ہمیں اس کی بدولت دنیا میں بھی امن و چین ہے اور عاقبت میں بھی عافیت رہے گی اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ دلائل کے لحاظ سے دنیاوی غلبہ تو مسلمانوں کو حاصل ہے لیکن آخرت میں عملاً غلبہ بھی انشاء اللہ مسلمانوں کو حاصل رہے گا۔ جس کی طرف مفسر علامؒ دخول جنت و جہنم کہہ کر اشارہ کر رہے ہیں۔

لظائف آیات: کونوا قوامین آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی غلطی کے اعتراف اور قبول حق میں کسی وقت بھی تامل و استنکاف نہیں ہونا چاہئے اگرچہ اپنے سے کم رتبہ شخص کے سامنے ہو۔ تاویل و تلبیس سے کام نہ لے کہ اس کا منشاء کبر ہوتا ہے۔ ان یکن غنیاً الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ناحق غریب پر امیر کو ترجیح نہیں دینی چاہئے اسی طرح غریب کو بلا وجہ امیر پر بھی ترجیح نہیں دینی چاہئے کیونکہ بعض دفعہ امیر متواضع اور متبع حق ہوتے ہیں اور بہت سے فقیر متکبر اور پرستار باطل ہوتے ہیں غرضکہ مدار کسی کی غریبی یا امیری پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اصل نظر عدل و انصاف پر رہنی چاہئے۔

یا ایہا الذین امنوا امنوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مراتب ایمان و ایقان غیر متناہی اور بے شمار ہوتے ہیں سالک کو کسی حد پر قانع نہیں ہونا چاہئے۔

ان الذین امنوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صدق و اخلاص کے ساتھ مرتدین ایمان لانا چاہیں تو اس کی مقبولیت اس آیت کے منافی نہیں ہے بلکہ منشاء صرف یہ ہے کہ کفر پر اصرار کرنے سے عادت قلب مسخ ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں توفیق ایمان بھی سلب ہو جاتی ہے اور وہ جنت و مغفرت سے بھی محروم رہتا ہے یہی حال اس شخص کا جو طریق کو بار بار اختیار کر کے چھوڑ دے کیونکہ اس طرح ملعبہ بنانے کا نتیجہ خذلان و حرمان ہوتا ہے۔ اللهم اعدنا من الحور بعد الکور۔ ایبتغون عندہم العزۃ طلب جاہ کی مذمت آیت سے واضح ہے فلا تقعدوا سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالف طریق کے ساتھ مجالست نہیں کرنی چاہئے بالخصوص جب کہ وہ طریق کی مخالفت کا اظہار بھی کرتا ہو۔

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ يُخَدَعُونَ اللَّهَ بِأَظْهَارِهِمْ خِلَافَ مَا أَبْطَنُوا مِنْ الْكُفْرِ لِيُدْفَعُوا عَنْهُمْ أَحْكَامَهُ الدُّنْيَوِيَّةَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ مُجَازِيهِمْ عَلَى خِدَاعِهِمْ فَيَقْتَضِحُونَ فِي الدُّنْيَا بِأَطْلَاعِ اللَّهِ نَبِيَّهُ عَلَى مَا أَبْطَنُوا وَيُعَاقَبُونَ فِي الْآخِرَةِ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ قَامُوا كَسَالَى الْمُتَشَاقِلِينَ يَرِءُونَ النَّاسَ بِصَلَاتِهِمْ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ يُصَلُّونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۳۴﴾ رِيَاءٌ مُذَبِّدِينَ مُتَرَدِّدِينَ بَيْنَ ذَلِكَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ لَا مَسْرُورِينَ إِلَى هَؤُلَاءِ أَيِ الْكُفَّارِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ أَيِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿۱۳۵﴾ إِلَى الْهُدَى يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكُفْرَيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط أَتْرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ بِمُؤَالَاتِهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿۱۳۶﴾ بُرْهَانًا بَيِّنًا عَلَى نِفَاقِكُمْ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَهُوَ قَعْرُهَا وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿۱۳۷﴾ مَانِعًا مِنَ الْعَذَابِ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنَ النِّفَاقِ وَأَصْلَحُوا عَمَلَهُمْ وَاعْتَصَمُوا وَتَّقُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ مِنَ الرِّيَاءِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ط فِيمَا يُؤْتُونَهِ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۳۸﴾ فِي الْآخِرَةِ هُوَ الْجَنَّةُ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ نِعْمَهُ وَآمَنْتُمْ بِهِ وَالْإِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى النَّفْيِ أَي لَا يُعَذِّبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا لِأَعْمَالِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْإِثَابَةِ عَلِيمًا ﴿۱۳۹﴾ بِخَلْقِهِ -

ترجمہ:..... بلاشبہ منافق اللہ سے چال بازی کر رہے ہیں (جو کفر دلوں میں چھپا رکھا ہے اس کے برخلاف ظاہر کر کے تاکہ کفر کے دنیاوی احکام سے وہ بچے رہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں دھوکہ دے رہے ہیں (اس چال بازی کی ان کو سزا دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی چھپی ہوئی باتوں پر اپنے نبی کو مطلع فرما کر دنیا ہی میں ان کو سوا کریں گے اور آخرت میں تو سزا ملے گی) اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں (مسلمانوں کے ساتھ) تو بہت ہی تھکے ہارے جی سے کھڑے ہوتے ہیں (پوری کاہلی کے ساتھ) محض لوگوں کو دکھانے کے لئے (اپنی نمازیں) پڑھتے ہیں اور اللہ کا نام نہیں لیتے (نماز نہیں پڑھتے) مگر برائے نام (دکھاوے کے لئے) ڈانوڈول (متردد) ہو رہے ہیں۔ اس (کفر و ایمان کے درمیان) نہ تو ادھر ہی کفار کی طرف (منسوب) ہیں اور نہ ادھر (مؤمنین کی طرف) ہیں اور جس پر اللہ ہی راہ گم کر دیں تو پھر ممکن نہیں کہ تم اس کے لئے کوئی راہ نکال سکو (ہدایت کی طرف) مسلمانو! ایسا نہ کرو کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق و مددگار بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے اوپر لے لو (ان سے دوستی کر کے) اللہ تعالیٰ کا صریح الزام (اپنے نفاق پر کھلی دلیل) بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے (تلی کے) حصہ (درجہ) میں جھونکے جائیں گے اور کسی کو بھی تم ان کا مددگار و رفیق نہیں پاؤ گے (کہ ان کو عذاب سے بچالے) ہاں جن لوگوں نے توبہ کر لی (اپنی دورنگی چال سے) اور سنواری (اپنی عملی حالت) اور تھام لیا (مضبوط پکڑ لیا) اللہ تعالیٰ کو اور اپنے دین کو اللہ ہی کے لئے خاص کر لیا (ریاء سے) تو ایسے لوگ مؤمنوں کی صف میں ہوں گے (اپنی کاروائی کے لحاظ سے) اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بہت ہی بڑا اجر عطا فرمائیں گے (آخرت میں یعنی جنت) اللہ تعالیٰ کو تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے اگر تم (اس کی نعمت) کا شکر کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے (استفہام بمعنی نفی کے ہے یعنی ایسی حالت میں وہ تم کو عذاب نہیں دے سکتے) اللہ تعالیٰ تو بڑے قدر دان ہیں (مسلمانوں کے اعمال کا ثواب عطا کر کے) اور خوب واقف ہیں (اپنی مخلوق سے)

تحقیق و ترکیب: کسالی اس کی تفسیر متشاکلین کے ساتھ کی ظاہر ہے سستی اور کاہلی میں طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔
یہ آؤں رایۃ باب مفاعلۃ بمعنی تفعیل جیسے نعم اور ناعم اور یا مفاعلہ مقابلہ کے لئے ہے لایذکرون چونکہ نماز میں ذکر بھی ہوتا ہے اس لئے
تسمیۃ الکل باسم الجزاء کی نفی سے کل کی نفی مقصود ہوگی۔ یعنی نماز میں اکثر غائب ہی ہوتے ہیں اور یا مبالغۃ نماز کی نفی کرنی
ہے کہ جن کو ذکر اللہ تک دو بھر ہے وہ نماز کے پاس تو کیسے جائیں گے۔

ریاء بطور مفعول لہ ہے یعنی سامنے تو مجبوراً دکھاوے کی گندے دار نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن مسلمانوں سے کیا غائب ہوتے ہیں کہ
نماز ہی سے غائب ہو جاتے ہیں اسی لئے ریاء کاری کی نماز کو قلیل کہا گیا کہ برائے نام ہی نماز ہے اور بقول ابن عباس اگر بوجہ اللہ
اخلاص سے نماز پڑھتے تو یہ قلیل ہی کثیر ہو جاتی اور بیان نفاق کے بعد ان کی منافقانہ نمازوں کا تذکرہ دراصل ان کے بارے میں دعویٰ
نفاق کا ثبوت خارجی ہے۔

مذبذبین قاموس میں ہے کہ رجل مذذب بولتے ہیں یعنی متردد بین امرین ذذبہ میں معنی تکرار کے ہیں جو لفظ ذب میں نہیں
یعنی دونوں جانبوں سے بعید ہونا کہ نہ ادھر کا ہو اور نہ ادھر کا رہے یہ منصوب علی الذم ہے۔

لا الی ہؤلاء جلال مفسر نے متعلق لا کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے یا لفظ ضائرون عامل محذوف ہے اسی طرح
لفظ بین کی اضافت متعدد کی طرف ہوتی ہے الدرک لفظ درک اور درج دونوں کے معنی طبقہ اور درجہ کے ہیں اول میں بہو ط و نزول،
دوسرے میں صعود و عروج، جہنم کے سات طباقوں میں سب سے نچلا طبقہ درک اور ہاویہ کہلاتا ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تمام درجات
متدارک اور متتابع ہوتے ہیں یعنی اوپر تلے چونکہ منافق دنیا میں مامون رہ کر کافر کے مقابلہ میں خود کو زیادہ کامیاب دکھلاتا ہے اور یا اس
لئے کہ کفر کے ساتھ اسلام سے عملاً استہزاء کرتا ہے اس لئے سب سے زیادہ سخت عذاب کا مستحق سمجھا گیا۔ بہر حال آیت اپنی حقیقت پر
محمول ہے جہنم کا کئی منزلہ ہونا باعث استبعاد نہیں۔

الا الذین میں استثناء ہے لن تجد لہم کی ضمیر مجرور سے اور یا ناٹمین اسم منصوب سے اس میں صفت مقابلہ ہے چنانچہ تو بہ ایمان
کے مقابلہ میں اور اصلاح ان کے افساد کے مقابلہ میں اور اعتصام بمعنی وثوق مقابل ہے اتخاذا اولیاء کے اور اخلاص مقابل ہے ریاء کے
اور مؤمنین کی معیت مقابل ہے درک سائل کے۔ نیز فی الدرک الاسفل سے منافقین کے لئے دو حکم معلوم ہوئے ایک کفار کے
ساتھ ان کا جہنم میں اجتماع کیونکہ نار کا اطلاق مجموعہ پر ہوتا ہے۔ دوسرے منافقین کا خاص نچلے درجہ میں ہونا اور تائبین کی معیت مؤمنین
کے ساتھ درجات جنت میں مراد ہے۔

یؤت اللہ یہ لفظ مرفوع ہے لیکن التقاء ساکنین سے گر جانے کی وجہ سے یا کے ساتھ لکھا نہیں جاتا گو یا رسم الخط تلفظ کے تابع ہے۔
ما یفعل اللہ ما استفہامیہ بمعنی نفی محل نصب میں ہے یفعل کی وجہ سے۔ صدارت کلام کی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا ہے اس صورت میں با
سببہ اور یفعل سے متعلق ہے۔ ای ان اللہ لا یفعل بعدا بکم شیئا اور یا ما نافیہ ہے اور بازائدہ ای لا یعذبکم اللہ ان شکرتم چونکہ شکر
کا استحسان عقلی بہ نسبت ایمان کے زیادہ ظاہر ہے نیز حسی نعمت کا شکر یہ ہی داعی ایمان بنتا ہے اس لئے ایمان کے ساتھ شکر کا اضافہ کیا گیا اور
شکر کو مقدم ذکر کیا گیا ورنہ صرف ایمان پر اکتفاء ہو سکتا تھا یا تاخیر کافی تھی گو یا شکر ہی مدار ایمان ہے۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔
وامنتم خاص کا عطف عام پر یا مسبب کا عطف سبب پر ہے کیونکہ شکر ہی سبب ایمان بنتا ہے۔

رابطہ: آیت ان المنفقین میں سابقہ آیات کی طرح منافقین کے قبائح کا ذکر ہے۔ آیت یا ایہا الذین الخ میں سابق

آیت وقد نزل علیکم کے مضمون کا تمہ ہے کہ کفار سے خصوصیت اور تعلق دوستی نہ رکھو۔ اس طرح گویا چھبیسواں (۲۶) حکم ہے۔ پھر آیت ان المنفقین فی الدرک الخ سے صراحتاً منافقین کی مخصوص سزا کا بیان ہے اور چونکہ سزا کا بیان سلیم الطبع انسان سن کر خوف زدہ اور تائب ہو سکتا ہے اس لئے سزا سے ان کا استثناء بیان کرتے ہوئے ان کی جزائے نیک کا بیان ہے۔

﴿تشریح﴾:..... کسل اعتقادی مذموم ہے کسل طبعی قابل ملامت نہیں:..... نماز میں منافقین کے کسل سے مراد کسل اعتقادی ہے جو مذموم ہے لیکن اعتقاد صحیح کے باوجود اگر کسل ہو تو وہ اس میں داخل نہیں ہے بلکہ اگر کسل طبعی بیماری یا تعب یا نیند کے غلبہ وغیرہ کسی عذر سے ہو تو اس میں ادنیٰ قباحت بھی نہیں البتہ بلا عذر ہو تو قابل ملامت ہے تو بہ کے ساتھ اصلاح و اعتصام اور اخلاص سے مراد اگر ایسی چیزیں ہوں جن کا مفہوم ایمان ہو تو یہ قیدیں نفس معیت یعنی نجات کی موقوف علیہ ہوں گی اور اگر ان قیود کی تفسیر وہ جو مفسر علام نے اختیار کی ہے تو پھر یہ قید کمال معیت کے لئے ہوں گی جن کی خلاف ورزی گناہ ہوگی جو نقصان معیت کا باعث ہوتی ہے۔

لطائف آیت:..... واذا قاموا الی الصلوٰۃ ریاء کے ساتھ کسل کو مقید کرنا بتلا رہا ہے کہ کسل اعتقادی مراد ہے لیکن کسل طبعی وہ اس سے خارج ہے اس پر ملامت نہیں ہے۔ پس جو سالکین ناواقفیت سے دونوں میں فرق نہیں کرتے وہ خواہ مخواہ مشوش رہتے ہیں۔

﴿الحمد للہ پارہ والمحسنات کی شرح ختم ہوئی﴾

